UNIVERSAL
LIBRARY
OU_226298
UNIVERSAL
LIBRARY


بعون صناع مکین و مکان و فضل خلاق زمین و زمان
الحمد للہ والمنہ کہ ربع ثالث فتاوی متعدد مذہب امام اعظم مستند علماء عرب و عجم مفید خواص و عوام روزگار ہونے
جلد تیسری غایۃ الاوطار
ترجمہ ارد و در المختار
جسکا ترجمہ مجموعی مرحوم نے شروع کیا تھا وہ چھاپی خانہ مدنی میں چھپ رہا تھا اب تصحیح مولوی احمد اللہ صاحب کی محکمی اور حفظ مولا
مطبع نامی منشی نولکشور لکھنؤ طبع ہوکر مطبوعہ ہو

فہرست جلد سوم غایۃ الاوطار ترجمہ درالمختار

صفحہ	مضمون
	کتاب البیوع
۱	یعنی انواع بیع کے احکام
۸	بیان تعاطی
۱۰	حقیقت خلو
۲۳	فصل اسمین کہ کونسی چیزیں بیع میں بطریق تبعیت داخل ہوتی ہیں
۳۳	باب خیار الشرط یعنی جاکر دینے کے احکام میں
۳۴	جاکر مال تین دن سے زیادہ مدت پر لینا جائز نہیں
۴۷	باب خیار الرؤیۃ یعنی وہ اختیار کہ شتری کو بیع کے دیکھنے کے بعد حاصل ہوتا ہے
۵۳	باب خیار العیب یعنی باب ہے خیار عیب کے احکام میں یعنی بیع میں عیب نکل آنے سے بیچنے والے کا اختیار
۷۰	باب البیع الفاسد یعنی بیع فاسد کے احکام
〃	تفصیل بیوع باطلہ
۷۵	ذکر بیوع فاسدہ
۸۶	ذکر بیع بالشرط
۸۷	احکام بیع فاسد
۹۳	ذکر بیوع مکروہہ
۹۶	فصل فی بیع الفضولی یعنی غیر کی ملک کو بیچ دینے کے احکام
۱۰۳	باب الاقالۃ یعنی بیع کو توڑنے کے احکام
۱۰۸	باب المرابحۃ والتولیۃ یعنی نفع پر اور دام کے دام بیچنے کے احکام
۱۱۴	فصل بیع اور ثمن میں تصرف کرنے کے احکام
۱۲۰	فصل فی القرض یعنی قرض کے بیان میں
۱۲۳	ذکر منثورہ
۱۲۴	باب الربوا یعنی سود اور رباح کے احکام میں
۱۳۳	باب الحقوق یعنی حقوق ہیں
۱۳۵	باب الاشتراک یعنی بیع میں دوسرے کا حق نکل آنیکا بیان
۱۴۲	باب السلم یعنی بیلی کے احکام میں
۱۴۴	بیان شروط صحت سلم
۱۵۱	باب التفریقات یعنی اُن مسائل کے ذکر میں جو اپنے ابواب سے متفرق ہیں۔
۱۶۴	باب الصرف یعنی نقد کی بیع عوض نقد کے
۱۷۱	تذنیب کتاب البیوع کا دنبالہ اور تتمہ
〃	ذکر بیع التلجیہ
۱۷۲	ذکر بیع الوفا
۱۷۴	**کتاب الکفالۃ**
	یعنی ضمانت کے بیان میں
〃	تفسیر وزعیم
۱۹۱	مسائل مال ضمانی
۱۹۲	ذکر بیع صبرہ
۱۹۷	مسئلہ مصادرہ سلطان
۱۹۸	باب کفالۃ الرجلین یعنی دو شخصوں کے ضامن ہونے کا بیان
۲۰۱	**کتاب الحوالۃ**
	یعنی ایک کا دین دوسرے پر حوالہ کرنا
۲۰۵	کراہت سفتجہ یعنی ہنڈوی
۲۰۷	**کتاب القضاء**
	یعنی جھگڑے فیصل کرنے کے احکام
۲۱۰	مفتی کو کیا کیا باتیں ضرور ہیں
۲۱۳	تقسیم رشوت و احکام آن
۲۳۰	فرق ہدیہ و رشوت
۲۲۳	فصل فی الحبس یعنی حبس کے احکام
۲۳۰	ذکر اسکا کہ قاضی گرد دوسرے کو اپنا خلیفہ بنا دے
۲۳۱	ذکر مسائل
۲۳۲	قضا بالجوب کا بیان

فہرست جلد سوم غایۃ الاوطار ترجمہ درالمختار

صفحہ	مضمون
	کتاب البیوع
۱	یعنی انواع بیع کے احکام
۸	بیان تعاطی
۱۰	تشقیب خلو
۲۳	فصل اس میں کہ کونسی چیزیں بیع میں بطریق تبعیت داخل ہوتی ہیں
۳۳	باب خیار الشرط یعنی جاکر دینے کے احکام میں
۳۴	جاکر داں تین دن سے زیادہ مدت پر لیا جائز نہیں
۴۷	باب خیار الرؤیۃ یعنی وہ اختیار کہ مشتری کو بیع کے دیکھنے کے بعد حاصل ہوتا ہے
۵۳	باب خیار العیب یہ باب ہر خیار العیب کے احکام میں یعنی بیع میں عیب نکل آنے سے پھیر دینے کا اختیار ہے
۷۰	باب البیع الفاسد یعنی بیع فاسد کے احکام
〃	تفصیل بیوع باطلہ
۷۵	ذکر بیوع فاسدہ
۸۶	ذکر بیع باشرط
۸۷	احکام بیع فاسد
۹۳	ذکر بیوع مکروہہ
۹۶	فصل فی بیع العقول لے یعنی غیر کی ملک کو بیچ دینے کے احکام
۱۰۳	باب الاقالۃ یعنی بیع کو توڑ دینے کے احکام
۱۰۸	باب الاجارۃ والتولیۃ یعنی نفع پر اور دام کے دام بیچنے کے احکام
۱۱۳	فصل بیع اور ثمن میں تصرف کرنے کے احکام
۱۲۰	فصل فی القرض یعنی قرض کے بیان میں
۱۲۳	ذکر مسئلہ دعوی
۱۲۴	باب الربوا یعنی سود اور بیاج کے احکام میں
۱۳۳	باب الحقوق یعنی حقوق ہیں
۱۳۵	باب الاشتراک یعنی بیع میں دوسرے کا حق نکل آنیکا بیان
۱۴۲	باب السلم یعنی بدلی کے احکام میں

صفحہ	مضمون
۱۴۳	بیان شروط سلم
۱۵۱	باب التفرقات یعنی اُن مسائل کے ذکر میں جو اپنے ابواب سے متفرق ہیں۔
۱۶۳	باب الصرف یعنی نقد کی بیع عوض نقد کے
۱۷۱	تذنیب کتاب البیوع کا دنیا اور آخرت
〃	ذکر بیع التلجیہ
۱۷۲	ذکر بیع الوفا
۱۷۳	**کتاب الکفالۃ**
	یعنی ضمانت کے بیان میں
〃	تتمہ زیادہ
۱۸۱	مسائل متفرقہ
۱۹۲	ذکر بیع عینہ
۱۹۷	مسئلہ مصادرہ سلطان
۱۹۸	باب کفالۃ الرجلین یعنی دو مردوں کے ضامن ہونے کا بیان
۲۰۱	**کتاب الحوالۃ**
	یعنی ایک کا دین دوسرے پر حوالہ کرنا
۲۰۵	اہلیت مفوض یعنی ہنڈوی
۲۰۷	**کتاب القضاء**
	یعنی جھگڑے فیصل کرنے کے احکام
۲۱۰	مفتی کو کیا کیا باتیں ضرور ہیں
۲۱۳	تفسیر رشوت و احکام آن
۲۳۰	فرق ہدیہ و رشوت
۲۲۳	فصل فی الحبس یعنی حبس کے احکام
۲۳۰	ذکر اسکا کہ قاضی اگر دوسرے کو اپنا خلیفہ بنا دے
۲۳۱	ذکر ہدیہ
۲۳۲	قضا بالوجب کا بیان

صفحہ	مضمون
۲۴۲	قاضی اگر حکم میں خطا کرے
۲۴۴	شرط قضا بعلم قاضی ۷
۲۴۶	باب التحکیم یعنی پنچ مقرر کرنے کا بیان
۲۴۹	باب کتاب القاضی الی القاضی وغیرہ قاضی کے خط بھیجنے کا دوسرے قاضی کو اور حکم کرنے کا
۲۵۲	مسائل شتی یعنی چند مسائل متفرق کتاب القضا کے
۲۷۰	**کتاب الشہادۃ**
	یعنی گواہی دینے کے احکام
۲۷۳	**لطیفہ** ❀
۲۷۷	معنی عادل
۲۸۶	باب القبول وعدمہ یعنی قبول شہادت اور عدم قبول میں
۲۹۵	عورت مسدود
۷	عداوت دنیاوی
۲۹۷	اہل صناعات دنیہ کی گواہی مقبول ہو
	تفصیل کبائر
۳۰۲	فرق بین حلف و حلف
۳۰۹	باب الاختلاف فی الشہادۃ یعنی شہادت کے اختلاف کا حکم
۳۱۵	باب الشہادۃ علی الشہادۃ یعنی گواہی پر گواہی دینے کا بیان
۳۱۹	باب الرجوع عن الشہادۃ یعنی شہادت سے رجوع کرنے کے بیان میں
۳۲۵	**کتاب الوکالۃ**
	یعنی دوسرے کو وکیل کرنے کے احکام
۳۳۱	باب الوکالۃ بالبیع والشراء یعنی خرید اور فروخت کے لیئے وکیل کرنے کے احکام
۳۳۸	فصل
۳۴۷	باب الوکالۃ بالخصومۃ والقبض یعنی خصومت اور قبض کرنے کی وکالت کے احکام
۳۵۳	باب عزل الوکیل یعنی وکیل کے معزول کرنے کے احکام
۳۵۸	**کتاب الدعوی**
	یعنی دعوی کرنے کے احکام
۳۶۵	در صورت عدم دلانے کے گواہی سے باز رہنا جائز ہے
۳۷۵	باب التحالف یعنی دو مخصموں کے باہم قسم کھانے میں
۳۸۱	فصل فی دفع الدعاوی یعنی دعوی کے دفع کرنے کا بیان
۳۸۴	باب دعوی الرجلین یعنی دو مردوں کے دعوی کرنے کا ذکر

صفحہ	مضمون
۳۹۴	باب دعوی النسب یعنی نسب کے مدعی کا بیان
۴۰۲	**کتاب الاقرار**
	یعنی اقرار کرنے کے احکام
۴۰۸	اشارہ ناطق کا نو چیزوں میں صحیح ہے
۴۱۴	باب الاستثناء یعنی اقرار میں سے استثنا کرنے کا ذکر
۴۲۰	باب اقرار المریض یعنی اقرار مریض کے احکام
۴۲۸	فصل فی مسائل شتی یعنی تین چند مسائل متفرق کتاب الاقرار کے بیان
۴۳۴	**کتاب الصلح**
	یعنی مدعی احد مدعا علیہ کے صلح کرنے کے احکام
۴۳۶	جواز رشوت دفع ظلم کے لیئے
۴۵۲	**کتاب المضاربۃ**
	یعنی ایک شخص دوسرے کے مال سے نفع کی شرکت ٹھہرا کر جو تجارت کرے اسکا بیان
۴۵۹	باب المضارب یضارب الذی یلیہ یعنی مضارب اگر اس مال تیسرے کو مضاربت پر دیوے
۴۶۳	فصل فی المتفرقات یعنی مضاربت کے مسائل متفرقہ کے بیان میں
۴۶۹	**کتاب الایداع**
	یعنی اپنا مال دوسرے کے پاس حفاظت کے لیئے رکھدینے کے احکام
۴۷۸	قاعدہ کلیہ اختیار شرعی مالک و ولیت
	کتاب العاریۃ
	یعنی چیز کو مانگے دینے کے احکام
۴۸۳	عاریت چار قسم ہے
۴۹۰	**کتاب الہبۃ**
	یعنی چیز کو ملکیت بلا عوض دینے کے احکام
۴۹۳	شیوع مفسد ہبہ ہے بدون قبض صحیح نہیں
۴۹۷	تفصیل اس امر میں جائز ہے اور کیا نہیں
۴۹۹	باب الرجوع فی الہبۃ یعنی ہبہ کو پھیر لینے کے احکام
۵۰۳	ہبہ کا پھرنا بدون رضامندی مرفوعین یا حکم حاکم صحیح نہیں
۵۰۷	فصل فی مسائل التفرقۃ یعنی ہبہ کے مسائل متفرقہ کا بیان
۵۱۰	فرق درتملیک و ہبہ
	تمت


صناع مکین و مکان فضل خلاق زوآن
بعون

الحمد للہ والمنہ کہ ربع ثالث فتاوی متین مذہب امام اعظم مستند علماء عرب و عجم مفید خواص و عوام اردو کا

خلاصۃ الوطا

ترجمہ اردو در المختار

بکاوش مولوی محمد صادق صاحب مرحوم نے ملیطا اور شرح کے تمسک اول سا کیا صحیح و تمام تحفظ حق مصنف افضل العلماء خانمحمد احسن صدیقی

مطبع مجتبائی مشہور بہ نول کشور واقع لکھنؤ طبع ہو کر مطبوعہ



بسم الله الرحمن الرحيم

كتاب البيوع

یہ کتاب ہو انواع بیع کے احکام مین لما فرغ عن حقوق اللہ العبادات والعقوبات شروع فی حقوق العباد المعاملات جبکہ ماتن نے حقوق اللہ سے جو عبادات اور عقوبات تھے فراغت پائی تو اب حقوق العباد یعنی معاملات کا بیان شروع کیا منہ جرجم کہتا ہی بحر الرائق مین ہی کہ شروعات چار قسم پر ہین احقوق اللہ خالصہ ۲ حقوق العباد خالصہ ۳ وہ جسمین دونون حق مجتمع ہین لیکن حق اللہ غالب ہی ۴ وہ جسمین دونون حق مختلف ہین مگر حق العبد غالب ہی سو اول حقوق اللہ مذکور ہوئے یعنی صلوٰۃ اور زکوٰۃ اور صیام اور حج سو اسلئے کہ جن ذاتی کی خلقت سے یہی مقصود ہو اسکے بعد معاملات شروع ہوئے انمین ابتدا نکاح سے ہوئی سو اسلئے کہ اسمین یعنی عبادت کا شمول ہو انتہی تو اس سے معلوم ہوا کہ اول معاملات نکاح ہی اور شارح کی تقریر سے ثابت ہوا کہ اول معاملات بیع ہی لیکن بحر الرائق کا قول ظاہر ترہی حیانچہ فتح القدیر مین ہی تصریح ہو کہ ابتداء معاملات بیع سے نہین بلکہ قرض اور تقسیط اور مفقود اور شرکت کا معاملات مین داخل ہونا غیر خفی ہی وضناسبۃ الوقف ازالۃ الملک لکن کالی مالک ھھنا الیہ فکانا بسیط و مرکب اور مناسبت بیع کی وقف سے انا لہ ملک ہی لیکن وقف مین بعد ازالہ ملک کے کسی الک کی طرف سے راجع نہین ہی اور یہان یعنی بیع مین مالک کی طرف راجع ہوتی ہی یعنی ازالہ ملک بائع سے مشتری کی ملک ثابت ہی تو گویا وقف اور بیع بسیط اور مرکب کے مانند ہوئی ہم کہتا ہی اور بسیط متقدم ہوتا ہی وجود مین مرکب پر لہذا التعلیم مین بھی متقدم ہوا بیع کو مرکب کے مانند کہا اسواسطے کہ بیع فی الحقیقت مرکب نہین اسواسطے کہ ازالہ امر اعتباری ہی تو اس سے ترکیب متحقق نہین ہو سکتی وجمعہ لکونہ باعتبار کل من البیع والمبیع والثمن انواعا اثنا عشر نافذ موقوف فاسد باطل ومقابضۃ صرف سلم بیع مطلق وبیع لجۃ تولیۃ وضیعۃ مساومۃ اور مصنف بیع کو بصیغہ جمع لایا بسبب ہونے بیع کے باعتبار ہر ایک بیع اور بیع اثنین کے چار قسم نافذ موقوف فاسد باطل اور مقابضۃ صرف سلم بیع مطلق اور بیع تولیۃ وضیعۃ مساومۃ ہم کہتا ہی یعنی لفظ بیع کا ہر چند مصدر ہوا اور مصدر تثنیہ وجمع نہین ہوتا لیکن مصنف نے بو صیغہ جمع کا ذکر کیا ہی تو باعتبار انواع بیع اور بیع اثنین کے سو بیع چار قسم سے خالی نہین یا مفید ملک ہو فی الحال وہ نافذ ہی یا مفید ملک عند الاجازۃ وہ موقوف ہی یا مفید ملک عند القبض ہی

وہ فاسد ہو یا صحیح ملک اصلاً نہیں وہ باطل ہو اور مبیع یا عین ہو یا دین ہو یا چار اصل سے خالی نہیں بایع اعین بالعین ہو وہ مقایضہ ہو بایع الدین بالدین ہو وہ صرف ہو اور مراد دین سے یہاں نقدین یعنی سونا چاندی یا بایع الدین بالعین ہو وہ سلم ہو یا بیع العین بالدین ہو وہ بیع مطلق ہو اور یہی قسم اکثر خلق میں رائج ہو اور عندالاطلاق یہی متبادر ہوتی ہو لہذا اسکو بیع مطلق کہا اور یہاں دین سے وہ مراد ہے جو نقد اور ثمنیہ دونوں کو شامل ہو اور بیع باعتبار ثمن کے چار حال سے خالی نہیں یا بیع ثمن اول سے زائد ہو تو وہ مرابحہ ہو یا ثمن اول کے برابر ہو وہ تولیہ ہو یا ثمن اول سے کمتر ہو وہ وضیعہ ہو یا بیع اس ثمن پر ہو جس پر بائع اور مشتری کا اتفاق ہو گیا بلا التفات ثمن اول وہ مساومہ ہو اور وجہ ثمانی حصر بیع کی یہ ہے کہ مصدر کو بمعنی مفعول لیجئے تو اب بیع کو بھی بصیغہ جمع مذکر کرنا صحیح ہوگا هُوَ لُغَةً مُقَابَلَةُ شَيْءٍ بِشَيْءٍ وَلَوْ لَا بِدَلِيلٍ وَشَرْعًا مُقَابَلَةُ مَالٍ بِمَالٍ بِتَعْيِيْنِ بِتَجْنِيْسٍ بیع لغت میں عبارت ہے ایک چیز کے مبادلہ سے دوسری چیز کے ساتھ خواہ وہ چیز مال ہو یا نہو بدلیل کلام تبائی کے اور یوسف کے بھائیوں نے یوسف کو بیچا ناقص ثمن سے کہتا ہے چونکہ یوسف علیہ السلام آزاد تھے اطلاق مال کا آپ پر نہیں ہو سکتا تو معلوم ہوا کہ بیع لغوی میں مبادلہ مال کا مال سے شرط نہیں لیکن فخر الاسلام نے کہا کہ بیع لغت میں عبارت ہے تملیک المال بالمال سے اور اصطلاح شرع میں بھی اسی طرح ہے اور اسی طرح لفظ شراء اور شراء اور ابتیاع بھی تملیک مذکور سے عبارت ہے اور الفاظ مذکورہ باعتبار حقیقت لغت کے بائع اور مشتری کے فعل پر بطریق اشتراک واقع ہوتے ہیں مگر عرف میں لفظ بیع کا بائع کو اور لفظ شراء اور شراء اور ابتیاع مشتری کو مخصوص ہے حتی حضرت یوسف علیہ السلام کو بھائیوں نے بیچا ۲۰ درم کو بیچا تھا اور جسنے خرید کیا تھا اسنے عزیز مصر کے ہاتھ ۲۰ دینار کو بیچا تھا کذا فی الطحطاوی وَهُوَ مِنَ الْأَضْدَادِ اور لفظ بیع کا منجملہ اضداد ہے یعنی خرید اور فروخت دونوں میں مستعمل ہوتا ہے شراء کی لفظ کے مانند وَلَيْسَ تَعْمِيْلٌ مُتَعَدِّيًا دُوْنَ اللَّامِ لِلتَّاكِيْدِ وَبِاللَّامِ يُقَالُ بِعْتُكَ الشَّيْءَ وَبِعْتُ لَكَ فَفِي زَائِدَةٌ قَالَهُ ابْنُ الْقَطَّاعِ اور لفظ بیع کا متعدی مستعمل ہوتا ہے دو مفعولوں کے ساتھ اور ان کے ساتھ تاکید کے واسطے یا لام کے ساتھ مستعمل ہوتا ہے عرب بولتے ہیں بعتک الشئی ولبعتہ لک تو لام زائد ہے ایسا کچھ کہا ہے ابن قطاع نے وَبَاعَ عَلَيْهِ الْقَاضِيْ بِالْفَرَضَا کا اور بولتے ہیں باع علیہ القاضی یعنی قاضی نے اسکا مال بدون اسکی رضامندی کے بیچ لیا مگر شارح نے اشارہ کیا کہ لفظ بیع بحرف علی بھی متعدی ہوتا ہے اور عدم رضا علی کی لفظ سے ماخوذ ہوئی کہ یہ عام خیار ہے وَشَرْعًا مُبَادَلَةُ شَيْءٍ مَرْغُوْبٍ فِيْهِ بِمِثْلِهِ خَرَجَ غَيْرُ الْمَرْغُوْبِ كَالتُّرَابِ وَمَيْتَةٍ وَدَمٍ اور شرع میں بیع عبارت ہے باہم بدلنے سے ایک مرغوب چیز کو ویسی ہی دوسری مرغوب چیز سے تو مرغوب چیز کی قید سے غیر مرغوب چیز بیع کی تعریف سے نکل گئی جیسا کہ مٹی اور مردہ اور خون ہم کہتا ہے یہ تعریف جامع تو کہاں ہے بھی صادق آتی ہے اسواسطے کہ اس میں بھی مبادلہ ہے مرغوب کا مرغوب سے اور وہ دونوں وجہ مخصوص کی قید سے نہیں نکل سکتی اسواسطے کہ وجہ مخصوص سے ایجاب اور قبول مراد ہے یا تعاطی طحطاوی نے کہا بہتر تعریف کنز کی ہے ہو مبادلۃ المال بالمال بالتراضی یعنی مال کو مال سے بدلنا بر رضا عاقدین یہ حقیقت ہے بیع کی اور رغبت کا مفہوم خود مال میں داخل ہے اسواسطے کہ بحر الرائق میں ہے کہ مال وہ ہے جسکی طرف طبیعت مائل ہو اور اسکا رکہ چھوڑنا حاجت کے وقت کے واسطے ممکن ہو اور مالیت ثابت ہوتی ہے سب آدمیوں کے تمول سے یا بعض آدمیوں کی تقوم سے اور تقوم ثابت ہوتا ہے مالیت سے اور شرعاً اسکی اباحت انتفاع سے سو جو چیز مباح الانتفاع ہو بدون تمول کے وہ مال نہیں چنانچہ گیہوں کا ایک دانہ اور جو چیز لوگوں کے نزدیک مال ہو لیکن اس سے فائدہ لینا مباح نہو وہ مال متقوم نہیں چنانچہ شراب اور جبکہ دونوں امر یعنی تمول اور اباحت نہوں تو دونوں میں سے ایک بھی ثابت نہ ہوگا چنانچہ خون کہ نہ اسکو مال کہتے ہیں نہ متقوم بولتے ہیں عَلَى وَجْهٍ مَخْصُوْصٍ اَیْ بِاِیْجَابٍ وَقَبُوْلٍ مبادلہ مذکورہ ایسی وجہ مخصوص پر ہو جو مفید ہو وجہ مخصوص سے مراد ایجاب ہو یا تعاطی ہم کہتا ہو طحطاوی نے کہا ایجاب مع القبول مراد ہو اور اگر فقط ایجاب مراد لیجئے تو تبرع من الجانبین بیع میں داخل ہو جائے اسواسطے کہ فقط ایجاب اسمیں بھی ہوتا ہو فَخَرَجَ التَّبَرُّعُ مِنَ الْجَانِبَيْنِ تو تبرع من الجانبین یعنی باہم ایک دوسرے کو بلا عوض بطریق احسان

یا غل گیا ہم کہتا ہو طحطاوی نے کہا ظاہر قول شارح اسپر دلالت کرتا ہو کہ تبرع من الجانبین بیاعے مین داخل ہو اور یہ منصوص کی تبعیہ سے نکل گیا حالانکہ ایسا نہین بلکہ تبرع ہبہ ابتدائی ہو ہر جانب سے تو اگر شارح تبرع کو بیاعے پر متفرع کرتا تو کچھ اشکال نہ تھا اور یہ شرط عوض منصوص سے نکل گیا اگرچہ بیاعے مین داخل تھا والہبۃ بشرط العوض اور نکل گیا وجہ منصوص سے یہ شرط عوض کے ہم کہتا ہو کہ ہبہ بالعوض اگرچہ ابتدا تبرع نہین لیکن بنظر انتہا کے بیع ہو دخوج بہ فیہ ما لا یفید فلک یصح بیع درہم بدرہمین یدا بید استویا او فضل ونقد کی قید سے غیر نقد نکل گئی تو صحیح نہین بیع درم کی درم سے جو کہ وزن اور صفت مین برابر ہین ہم کہتا ہو اور اگر ایک درم کا وزن دوسرے سے کم یا زیادہ ہو تو فاسد ہی بسبب ربا کے نہ بسبب عدم فائدے کے اور اگر باوجود برابری وزن کے صفت مختلف ہو جیسا ایک سفید ہو اور دوسرا سیاہ تو ظاہر الروایہ جائز ہی بسبب فائدے کے کذا فی الطحطاوی ولا مقابضۃ لعدم التعین لکن حصۃ دار بحصۃ الاخر صیرفیۃ اور صحیح نہین بدلنا اور بجز اگر لینا ایک شریک کا گھر کے حصے کو دوسرے شریک کے حصے سے کذا فی الصیرفیہ یعنی ایک گھر کے دو شریک ہین اور دونون کے حصے برابر ہین سو انکا مبادلہ صحیح نہین اسواسطے کہ اسمین فائدہ نہین ولا اجارۃ للسکنی بالسکنی اولا دار اجارہ ایک گھر کے سکنے کا دوسرے گھر کے سکنے سے صحیح ہی کذا فی الاشباہ اسواسطے کہ منفعت معدوم ہی لو بیع جنس ہم جنس سے بطریق نسیہ کے ہوئی اور وہ جائز نہین کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود وہو فعل اما القول فلا یجاب والقبول ولا یتم الا بکنایۃ اور بیع ہوتی ہو قول اور فعل سے قول تو ایجاب اور قبول ہو اور یہ دونون بیع کے رکن ہین ہم کہتا ہو فی القدیر مین ہو کہ رکن بیع ایجاب اور قبول ہین جو تبادل پر دلالت کرتے ہون یا جو چیز کہ قائم مقام ہو ایجاب اور قبول کے یعنی تعاطی تو رکن بیع وہ فعل ہو جو تبادل الکمین کی فرمانبرداری پر دال ہو قول ہو یا فعل شرطہ اھلیۃ المتعاقدین اور شرط بیع کی اہلیت ہو بائع اور مشتری کی ہم کہتا ہو شرط بیع کی عاقدین مین یہ ہو جو ثابت ہو ملک یا وکالت یا وصیت یا قرابت یا غیر ذلک سے تو بیع مجنون اور صبی غیر عاقل کی منعقد نہین اور جو بیع اوسکے اشکو سمجھتا ہو تو اسکی بیع منعقد ہو اور شرط بیع کی متعاقدین متعاقدین ہو تو اگر ایک شخص بائع اور مشتری دونون کا وکیل ہو اسکی بیع منعقد نہوگی گو باپ اور قاضی اور وصی کی اور شرط ہو متعاقدین مین کہ ایک دوسرے کا کلام سنے اور اگر ایک عاقد عدم سماع کا دعوی کرے باوجودیکہ وہ بہرا نہین اور تمام اہل مجلس اسکو سنتا تو اسکی تصدیق نہوگی کذا فی النہر طحطاوی نے کہا کہ شرط بیع کے بحر الرائق مین جسکا جی چاہے اسکو دیکھے محل المال اور محل بیع کا حال ہو ہم کہتا ہو بیع مین شرط یہ ہو کہ مال متقوم شرعًا متقدر التسلیم ہو فی الحال یا ثانی الحال تو مال کی قید سے حر یعنی آزاد نکل گیا اور تقوم سے خمر اور خنزیر یہ خارج ہو گیا مسلم کے حق مین اور متقدر التسلیم کی قید سے غلام گریختہ اور معدوم کی بیع نکل گئی کذا فی النہر اور طحطاوی نے کہا بیع مین یہ شرط ہو کہ مملوک ہو بیع کے وقت اور ملک ثابت ہوتی ہو استیلا علی المباح سے اور بیع وغیرہ سے اور میراث اور وصیت سے وحکمہ ثبوت الملک اور حکم اسکا یعنی بیع کا اثر مترتب ثبوت ملک ہو بائع ثمن کا مالک ہو جاتا ہو اور مشتری بیع کا اگر بیع نافذ ہوا اور اگر بیع موقوف ہوگی تو بلا اجازت کے ملک ثابت ہوگی ہم کہتا ہو ثبوت ملک بیع کا حکم اصلی ہو اور اسکا حکم تابع تسلیم مبیع اور ثمن ہی اور جاریہ کا وجوب استبرا مشتری پر اور مالک ہونا اسکی استماع کا اور ثابت ہونا شفعہ کا اگر بیع زمین ہوا اور ثابت ہونا عتق کا اگر بیع محرم ہو مشتری کا وحکمتہ نظام بقاء المعاش والمعاد اور بیع کی حکمت انتظام ہو بقاء معاش انسان اور عالم کا ہم کہتا ہو انسان حاجتمند ہو طعام اور لباس اور مکان کا تو اگر تحصیل ان سامان کے واسطے کھیت کا جوتنا پھر اسمین بیج بونا پھر اسکا سینچنا اور حفاظت کرنا پھر کھیت کا کاٹنا اور اناج کا صاف کرنا پھر پیسنا اور خمیر کرنا اور روٹی پکانا ان امور کو جبلت نہو بالاستقلال کرنا تو آدمی سے ہرگز نہو سکتا وعلی ہذا القیاس تحصیل لباس اور مکان مین اگر کوئی بات خود قدرت نہین تو فرد ہوا کہ اسکی حاجات رفع ہون اسطرح پر کہ کچھ خرید کرے اور کچھ آپ کرے تو اگر بیع شرعًا سبب تملیک بدلین نہوتی تو آدمی بانفراد اپنی شے مطلوب کو بذریعہ دوسرے سے چھین لیتا یا سوال

کرنا یا صبر کرکے مرجانا اور ہر احتمال خرابی سے خالی نہیں تو ثابت ہوا کہ بیع کے مشروع کرنے میں بقاء مکلفین محتاجین ہوا اور دفع حاجات ہر بطریق انتظام معقول کے کنائی النفع وصفتہ مباح مکروہ او حرام او واجب اور بیع کی صفت یہ ہے کہ یعنی بیع مباح ہو اور بعضی حرام اور بعضی واجب ہم کہتا ہوں بیع مباح وہ ہے جو مسلمانوں میں کثیر التوقوع ہو اور مکروہ وہ ہے جو اذان جمعہ کے وقت ہو اور حرام بیع فاسد ہے اور اشکاف ہم کہتا ہوں بہ عنایت حق شرع واجب ہے اور واجب مال یتیم کی بیع ہے جب یتیم کے ہلاک ہونے کا خوف ہو اور عدم نفقہ کے سبب سے یا اسکے خود مال تلف ہونیکا خوف ہو کذا فی الطحطاوی وثبوتہ بالکتاب والسنۃ والاجماع والقیاس اور ثبوت بیع کا قرآن اور حدیث اور اجماع اور قیاس سے ہم کہتا ہوں قرآن میں ارشاد ہوا وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا یعنی اللہ نے بیع کو حلال کیا اور سیاق کو حرام فرمایا اور حدیث قولی اور تقریری سے جواز بیع کتب حدیث میں بہ کثرت ثابت ہوا اور امت کا اجماع جواز بیع پر مستغنی ہے بیان سے اور قیاس سے یہاں قیاس شرعی مراد نہیں اسواسطے کہ یہاں قیاس اور تعیین علیہ نہیں بلکہ استحسان عقلی مراد ہے جیسا کہ ہم مکرر ہو چکا کہ بیع امور ضروریہ سے ہے جس سے بنی آدم اپنی معاش میں مستغنی نہیں ہو سکتے فَلَا يَجُوْزُ هُوَ مَا يُذْكَرُ اَوْ لَا مِنْ كَلَامٍ اَحَدِ الْمُتَعَاقِدَيْنِ فَالْقَبُوْلُ مَا يُذْكَرُ ثَانِيًا مِنَ الْاٰخَرِ سواءٌ كَانَ بَعْتًا اَوْ شِرَاءً سو ایجاب وہ ہے جو بائع اور مشتری کا پہلا قول مذکور ہو تو اس سے معلوم ہو گیا کہ قبول اسکا نام ہے جو دوسرا کلام دوسرے شخص کا مذکور ہو خواہ لفظ بیعت کا ہو خواہ شریت کا ہم کہتا ہوں اگر بائع نے اول یوں کہا کہ میں نے بیچا اور پھر مشتری نے کہا میں نے مول لیا تو بائع کا قول ایجاب ہوا اور مشتری کا قول قبول ہوا اور اگر مشتری نے اول یوں کہا کہ میں نے مول لیا اور پھر بائع نے کہا کہ میں نے بیچا تو مشتری کا قول ایجاب ہوا اور بائع کا قول قبول فتح القدیر میں ہے کہ صحت میں ایجاب بنی اثبات ہے مطلقاً اور یہاں اثبات فعل خاص سے مراد ہے جو رضا سے اولی پر دلالت کرے خواہ بائع سے واقع ہو خواہ مشتری سے اور قبول عبارت ہے اثبات فعل ثانی سے تو اثبات ثانی کا نام قبول رکھنا اثبات اول سے ممتاز ہو جانے کی دلالت علی التراضی قیدیہ اقتداءً بالآیۃ وبیاناً للبیع الشرعی ولذا لم یلزم بیع المکرہ وان انعقد ولم ینعقد صحۃ الھزل لعدم الرضا بحکمہ وھذا ایجاب اول کلام اول کا نام ہے جو ہمارے نزدیک رضامندی پر دلالت کرے مصنف نے تراضی کی قید لگائی آیت قرآنی کی پیروی سے اور بیع شرعی کے بیان کر دینے کے واسطے ولہذا مکرہ کی بیع لازم نہیں ہوتی اگرچہ منعقد ہو جاتی ہے اور خوش طبعی کے ساتھ بیع منعقد نہیں ہوتی اسواسطے کہ بیع کے حکم پر رضامندی نہیں خوش طبعی کے ساتھ اسکو دریافت کر لے ہم کہتا ہوں بہتر یہ تھا کہ مصنف الدال علی الرضی کہتا اسواسطے کہ تراضی ہوتی ہے دونوں جانب کی رضامندی سے سو فقط ایجاب سے حاصل نہیں ہوتی بلکہ قبول کے ساتھ تو کسر کی عبارت بہتر ہی ہو بسبب لہ المال بالمال بالتراضی اور قرآن مجید میں تراضی یوں ارشاد فرمائی اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ شارح کا کلام اسکا مقتضی ہے کہ مکرہ کی بیع صحیح موقوف ہو نفسولی کی بیع کے مانند اور حالانکہ ایسا نہیں بلکہ بحر الرائق میں صحیح ہے کہ وہ فاسد موقوف ہو رضامندی پر اور سنا را اسکی شرح میں صحیح ہے کہ ہزل یعنی خوش طبعی کے ساتھ بیع منعقد ہو جاتی ہے اسواسطے کہ اہل بیع سے صادر ہوتی ہے محل بیع میں لیکن بسبب عدم رضا بالحکم کے فاسد ہو تو شارح کا یوں کہنا کہ ہزل کے ساتھ منعقد نہیں ہوتی غیر صحیح ہے کذا فی الطحطاوی وَيَرِدُ عَلَى التَّعْرِيْفَيْنِ مَا فِى الْخَانِيَّةِ لَوْ خَرِجَا مَعًا صَحَّ الْبَيْعُ اور ایجاب اور قبول دونوں کی تعریفوں پر تاتارخانیہ کی عبارت کا اعتراض وارد ہوتا ہے کہ اگر ایجاب اور قبول ساتھ ہی کلمین تو بیع صحیح ہے یعنی اس صورت میں ایجاب کی تعریف اور قبول کی مجدیت ثابت نہیں تو مصنف کی دونوں تعریفیں سلم نہ رہیں الکن فی القہستانی لو کانا معًا انعقد کما قالوا فی السلام یمکن توجیہ کہ اگر ایجاب اور قبول ساتھ ہی ہوں تو بیع منعقد نہ ہوگی جیسا کہ فقہا نے سلام میں کہا ہے یعنی اگر سلام اور اسکا جواب ساتھ ہی کلمین تو جواب ادا نہ ہوگا اعادہ اسکا لازم ہے یہ شارح نے ہستدراک کر کے تاتارخانیہ کا جواب دیا یا یہ کہ زیادہ عالمگیری میں ظہیریہ سے تاتارخانیہ کے موافق انعقاد بیع منقول ہے واللہ اعلم وعلی الاول ما فی الاشباہ تکرار الایجاب یبطل الاول الا بتعلق وطلاء

علی مال وبسببی فی الظہیریۃ اور ترجمہ مال یعنی ایجاب کی تعریف پر اشباہ کی عبارت کا اعتراض وارد ہوتا ہے کہ اس سے ایجاب بالمال کا باطل ہونا اگر حق اور طلاق بعوض مال میں باطل نہیں اور اسکا ذکر کتاب الصلح میں آویگا تو ایجاب کی صحت بیع میں ہے حالانکہ میں کے مذہب یوں ہے کہ بائع نے کہا کہ میں نے اسکو ہزار درم کو بیچا پھر کہا کہ میں نے اسکو دو سو دینار کو بیچا مشتری نے کہا کہ میں نے قبول کیا تو یہ قبول ایجاب ثانی کی طرف راجع ہوگا اور دو سو دینار پر بیع منعقد ہوگی اور اگر اپنے غلام سے مولی نے کہا کہ تو آزاد ہے ہزار پر اور دو سو دینار پر سو غلام نے کہا کہ میں نے قبول کیا تو اسپر دو سو دینار لازم ہوں گے اور صلح میں مکرر عقد نہیں ہوتی اور یہاں یہ گفتگو ہو چکی ہے کہ ایجاب میں اور اسی طرح تعلم آیندہ میں فصلہ اعتراض مذکور یہ ہے کہ جب ایجاب ثانی معتبر ہوا اور ایجاب اول باطل ہوگیا تو ایجاب ثانی کا ایجاب صادق نہ آئی اور جواب یہ ہے کہ قبول سے مراد یہ ہے کہ قبول پر مقدم ہوا اگر چہ بہ نسبت غیر قبول ثانی ہو یا یوں کہئے کہ جب ایجاب باطل ہوا تو وہ مرجوع ہوگیا تو ایجاب ثانی گویا اول ہوگیا کذا فی الظہیریۃ اور ہی فی المنظومۃ البیریۃ اشعار

وکل عقد بعد عقد جددا	فابطل الثانی لانہ سدی	فالصلح بعد الصلح اضحی باطلا	کذا النکاح ما عدی مسائلہ
منہا الغراء بعد القراء صححوا	لذا کفالۃ علی ما صححوا	اذا المراد صاحر فی المحقق	منہا اذا زید یادۃ التوقت

اور منظومہ محمدیہ میں ہے اور جو عقد کہ بعد عقد کے مجدد ہوا سو عقد ثانی کو باطل جان اسواسطے کہ وہ مہمل اور بیفائدہ ہے تو صلح بعد صلح کے باطل ہوا اسی طرح نکاح بعد نکاح کے باطل ہر یعنی دوسرے نکاح سے مذہبی فاسد نہیں آگاہ چند مسائل میں عقد ثانی باطل نہیں ہوتا ازانجملہ مرید بعد خبر بدکہ ملا نے صحیح کہا ہے اسی طرح کفالت بعد کفالت کے باطل نہیں جب تصریح علماء کرام کے اسواسطے کہ مقصد محقق میں اسوقت یعنی دو صورت اعادہ عقد زیادتی اعتماد اور ہر یعنی دوسری بار نعمت لینا ضامن سے یا اصیل سے اور بہا قیمت پر دوبارہ عقد بیع سے زیادتی وثوق تصور ہوتی ہے لہذا باطل نہیں وہما عبارۃ عن کل لفظین بنیابین عن معنی التملیک والتملیک ماضیین لبعت واشتریت او حالین کبیع واشتری لم یقرنا بسوف والسین کما یجیئ فیقول اشتریتہ او احدہما ماضی والآخر حال اور ایجاب اور قبول عبارت ہوا ان دو لفظوں سے جو کہ عوض کے مالک کرنے اور اپنے مالک ہونے پر دلالت کریں خواہ وہ دونوں لفظین ماضی کی ہوں جیسا کہ بعت واشتریت یعنی میں نے بیچا اور میں نے مول لیا دونوں لفظین حال کی ہوں جیسے لفت عرب میں دو لفظ مضارع کے جن سے سوف اور سین متصل نہیں جیسا کہ آجیک یعنی میں تیرے پاس آتا ہوں تو مشتری نے کہے اشتریہ یعنی میں اسکو لیتا ہوں یا ایک لفظ ماضی کا ہو اور دوسرا حال کا بشرطیکہ ایجاب فی الحال کے کذا فی الفتح شرح زیلعی میں ہو کہ بیع منعقد ہوتی ہے ہر ایک اس لفظ سے جو تحقیق اور اثبات پر دلالت کرے چنانچہ میں نے بیچا اور خریدا کیا میں راضی ہوا یا اسکو لے لیا عوض اتنے کے اور بیان میں ہے یا بائع نے کہا کہ کھا لے اس کھانے کو بعوض درہم کے پھر مخاطب نے طعام کو کھایا تو بیع صحیح تمام ہوگئی اور کھانا حلال ہوا اور اگر بائع نے کہا کہ میں نے یہ گھر یا یہ غلام تجھ کو ہبہ کیا بعوض اس تیرے کپڑے کے تو بیع ایجاب صحیح ہوا در حاشیہ سری الدین میں ہے بائع نے کہا کہ جب تو مجکو اسکی قیمت دے تو میں نے اسکو تیرے ہاتھ بیچا پھر مخاطب نے اسی مجلس میں قیمت ادا کی تو بیع صحیح ہے بطریق استحسان کے بائع نے کہا کہ وہ تیرے واسطے ہے اگر تجکو پسند آوے یا اچھی معلوم ہو یا تیرا جی چاہے اور مخاطب نے کہا کہ مجکو پسند آئی یا اچھی معلوم ہوئی یا میرے دل نے خواہش کی تو جائز ہے بحر الرائق میں ہے تو معلوم ہوا کہ بیع کسی لفظ پر منحصر نہیں بلکہ جب معنی تملیک اور تملک حاصل ہوں حکم بیع کا ثابت ہوگا بخلاف طلاق اور عتاق کے کہ ان میں معنی معتبر نہیں انمیں تو وہ الفاظ معتبر ہیں جو طلاق اور عتاق کے واسطے صراحۃً یا کنایۃً موضوع ہیں اور جب کہ بائع نے ایجاب بین مخاطب کی طرف خطاب کرنا شرط نہیں تو اگر بائع نے یوں کہا کہ میں نے اسکو تیرے ہاتھ بیچا تو مخاطب نے کہا جس نے قبول کیا اور یوں کہا کہ میں نے تجھ سے قبول کیا تو صحیح ہے کذا فی الظہیریۃ ولکن لا یجاب الاول فی نیۃ فی الثانی فان نوی بہ الایجاب الحال حتی علی الاصح ولا الا اذا استعملوہ للحال کما ہو لازم لکما ماضی کا بعت الآن لتحفظہ للحال ولیکن اول یعنی جب کہ ایجاب اور قبول صیغہ

ماضی ہونو ثبوت بیع کے واسطے نیت کی کچھ حاجت نہین بخلاف ثانی کے یعنی جبکہ ایجاب اور قبول بلفظ مضارع ہو تو نیت کی حاجت ہو سو اگر صیغہ مضارع سے ایجاب حال کی نیت کی نہ استقبال کی تو صحیح ہو بنا بر قول اصح کے اور اگر حال کی نیت نہ کی بلکہ استقبال کی نیت کی یا کچھ نیت نہ کی تو بیع صحیح نہین مگر جب کہ لوگ صیغہ مضارع کو فقط حال کے واسطے استعمال کرتے ہون چنانچہ اہل خوارزم تو اب مضارع ماضی کے مانند ہو عدم اشتراط نیت مین اور ایجاب الآن کے مانند ہو یعنی تیرے ہاتھ اب بیچتا ہون اسواسطے کہ محض حال کے واسطے ہو صرف قول اصح کے مخالف وہ قول جو محیط اور شرح قدوری اور تحریر مین ہو کہ بیع بلفظ حال صحیح نہین کذا فی الطحطاوی چونکہ لغت عربی و فارسی مین حال اور استقبال کا ایک ہی صیغہ ہو جسکو مضارع کہتے ہین لہذا اسکے استعمال مین نیت حال کی حاجت ہو بخلاف لغت ہندی کے کہ اسمین جدا جدا صیغہ ہین چنانچہ بیچتا ہون اور مول لیتا ہون اور استقبال کا صیغہ جدا چنانچہ بیچونگا اور مول لونگا تو اہل ہند کو نیت مذکورہ کی کچھ حاجت نہین وَاَمَّا الْمُتَخَصِّصُ لِلْاِسْتِقْبَالِ فَکَلَا اَمُرُ لَا یَصِحُّ اَصْلًا اِلَّا اِذَا دَلَّ عَلَی الْحَالِ کَخُذْهُ بِکَذَا فَقَالَ اَخَذْتُ اَوْ رَضِیْتُ صَحَّ بِطَرِیْقِ الْاِنْتِضَاءِ فَلْیُحْفَظْ اور جو صیغہ مضارع کا محض استقبال کے واسطے ہو یعنی جسمین سوف اور سین ہو تو وہ امر کے مانند ہو اس سے بیع بھی صحیح نہین مگر صیغہ امر کا جب حال پر دلالت کرے چنانچہ بائع کا یون کہنا کہ اسکو اتنے پر لے اور مشتری نے کہا کہ مین نے لیا یا مین راضی ہو گیا تو بیع صحیح ہو بطریق اقتضا کے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم شہر بلا لیین ہو کہ بلفظ امر بیع منعقد نہین ہوتی اس طرح پر کہ مشتری نے بائع سے کہا کہ میرے ہاتھ اس کپڑے کو بیچ اتنی قیمت پر اور بائع نے کہا کہ مین نے بیچا پھر بائع نے یون کہا کہ مجھ سے اس غلام کو خرید کر اتنی قیمت پر اور مشتری نے کہا کہ مین نے خرید کیا تو بیع منعقد نہ ہوگی جیسے بلفظ استقبال منعقد نہین ہوتی چنانچہ بائع کا یون کہنا کہ مین اسکو تیرے ہاتھ بیچونگا اور مشتری کا یون قبول کرنا کہ مین نے مول لیا انہی بحر الرائق مین کہا کہ فتاوہ کذا مستدعی ہو سالبیت بیع کا یعنی ہر چند یہ لفظ بھی صیغہ امر ہو لیکن خصوصیت مادہ یعنی امر بلا خذ متدعی ہو سالبیت بیع کا ماضی کے مانند لیکن مستدعاے نہی سالبیت کو باعتبار وضع کے ہو اور مستدعاے فتاوہ کا بطریق تضا کے انتہی اور تقدیر کلام یون ہو بتکلف فخر یعنی اسکو مین نے تیرے ہاتھ بیچا سو اسکو لے کذا فی الحلبی ہندوستان مین کثیر ہی رواج ہو کہ ایجاب یا قبول بصیغہ امر ہوتا ہو مثلاً مشتری کہتا ہو بائع سے کہ اسکو اتنی قیمت پر بیچ بائع کہتا ہو کہ مین نے بیچا یا یون بولا کہ اچھا اس کلام سے بیع ثابت نہین ہوتی تاوقتیکہ مشتری پھر یون نہ کہے کہ مین نے قبول کیا تا ایجاب اور قبول دونون بلفظ ماضی ہو جائین ہان اگر بلا تلفظ قبول بلفظ ماضی بائع مشتری کو بیع دیگا اور مشتری بائع کو قیمت دیگا تو البتہ بیع تمام ہوگی بسبب تعاطی کے نہ بسبب ایجاب اور قبول لفظی کے چنانچہ اکثر ایسا ہی ہوتا ہو وَیَصِحُّ اِضَافَةُ الْعَبْدِ وَغَیْرِهٖ اِلَی عُضْوٍ یَصِحُّ اِضَافَةُ الْعِتْقِ اِلَیْهِ کَوَجْهٍ وَفَرْجٍ وَلَا یَصِحُّ اِلَی بَطْنٍ وَصَحَّ اِضَافَةُ بَیْعِ الْجَارِیَةِ وَالْغُلَامِ اِلَی الْعُضْوِ اور صحیح ہو اضافت بیع لونڈی یا غلام کی اس عضو کی طرف جسکی طرف اضافت عتق کی صحیح ہو چنانچہ منہ اور شرمگاہ اور سین تو نہ ہو یعنی جس عضو کی طرف اضافت عتق صحیح نہین اسکی طرف اضافت بیع کی بھی صحیح نہین چنانچہ پیٹ اور پیٹھ یعنی اگر مثلاً بائع کہے اس غلام کا منہ بیچا تو بیع صحیح ہو اور اگر کہے کہ اسکا پیٹ بیچا تو صحیح نہین وَکُلُّ مَا دَلَّ عَلَی مَعْنًی یُبْعَثُ فَاشْتَرَیْتُ فَجَحَدَ فَعَلْتَ وَنَعَمْ وَهَاتِ الثَّمَنَ وَهُوَ لَكَ اَوْ عَبْدُكَ اَوْ قَدْ دَخَلَ اَوْ دَخَلَ لَا قَبُوْلٌ اور جو لفظ کہ دلالت کرے بعث اور اشتریت کے مانند اس قول کے کہ تقریر مین نے کیا اور بان اور نعم اور ہات الثمن اور ہو لک اور عبدک اور قد دخل اور دخل لا قبول ہو یعنی جسمین ہم فتاوے عالمگیری مین جو اسپر اغلاط سے منقول ہو کہ ایک شخص نے غیرے کہا کہ مین نے تیرا غلام ہزار درم کو خرید کیا تو بائع نے کہا قد فعلت یعنی مین نے فعل کیا یا بولا کہ نعم یعنی تو دونون کے درمیان بیع صحیح ہو بقول اصح اور دجیر کردری مین ہو کہ مشتری نے کہا کہ مین نے یہ غلام اتنے کو مول لیا اور بائع نے کہا کہ تیرا ہی یا تیرا ہوا تو بیع تمام ہو گئی لکن فی الولوالجیۃ اِنْ بَدَأَ الْبَائِعُ فَقَبِلَ الْمُشْتَرِیْ نَعَمْ لَمْ یَنْعَقِدْ لِاَنَّهٗ لَیْسَ بِتَحْقِیْقٍ وَبَعْکَسِهٖ تَمَّ لِاَنَّهٗ جَوَابٌ لٰکِنْ فِی الْوَلْوَالِجِیَّةِ چونکہ بائع نے ایجاب کی ابتدا کی سو مشتری نے بیع قبول کی ہان کہنے سے بیع منعقد نہ ہوگی اسواسطے کہ یہ تحقیق اور اثبات نہین اور

بالعکس اسکے یعنی اگر مشتری نے ابتداء کلام کی اور بائع نے بیع قبول کی ان کنکر صحیح ہوا سواسطے کہ وہ جواب ہو فی القنیۃ نعم بعد الاستفہام قبل بعت منی بکذا ثمن نقدا بیع ان نقدا ثمن کان النقد دلیل التحقیق ولو قال بعتہ فلعلہ یاذن فخلعہ رجاز ظیھیر یہ فلو ظاہر متنیہ ہیں ہو کہ ان کنا بعد استفہام کے اندر اس قول کے کہ کیا تو نے مجھ سے بیچا یوں اتنے درم کے بیچ ہوا اگر شمن نقد ہے سواسطے کہ نقد تحقیق کی دلیل ہے اور اگر بائع نے کہا کہ میں نے اسکو بیچا سوا فلانے اسکو خبر کر دے سو غیر مخاطب نے اسکو خبر کر دی تو جائز ہوا تو اسکو یاد رکھنا چاہیے وکا یتوقف شطر العقد فیہ ای البیع علی قبول غائب فلو قال بعت فلانا الغائب فبلغہ فقبل لم ینعقد اتفاقا الا اذا کان بکتابۃ اور سالۃ فیعتبر مجلس بلوغھما اور موقوف نہیں بیع کے اندر ایجاب شخص غائب کے قبول کرنے پر یعنی ایجاب باطل ہوتا اگر بائع نے کہا کہ میں نے فلانے غائب کے ہاتھ بیع کی پھر اس شخص کو ایجاب مذکور کی خبر پہونچی بلا کتابت و رسالت اور اسنے بیع قبول کی تو منعقد نہ ہوگی بالاتفاق مگر جب کہ ایجاب مذکور اسکو بائع کے لکھنے یا کہلا بھیجنے سے پہونچا تو قبول معتبر ہوگا بلوغ کتابت یا رسالت کی مجلس میں ہم کذا فی الہدایۃ وصدر الشریعۃ کما لا یتوقف فی النکاح علی الاظہر وخلاف الثانی فی الرجوع لانہ عقد معاوضۃ بخلاف الخلع والعتق علی مال حیث یتوقف اتفاقا فلا رجوع لانہ یمین فافہم چنانچہ باطل ہو ایجاب نکاح میں درصورت قبول غائب بنا بر قول اظہر کے بخلاف ابو یوسف کے تو ایجاب کرنے والے کو ایجاب سے رجوع کرنا جائز ہوا سواسطے کہ بیع یا نکاح عقد معاوضہ ہے بخلاف خلع اور عتق بعوض مال کے کہ انمیں ایجاب شخص غائب کے قبول پر موقوف ہے بالاتفاق تو ایجاب کرنے والے کو خلع اور عتق میں رجوع کرنا جائز نہیں اسواسطے کہ یمین ہے یعنی تعلیق بالشرط ہے کذا فی النہایۃ ہم طحطاوی نے کہا یہ مطلب نہیں کہ ایجاب کرنے والے کو قبول قبول غائب کے رجوع جائز ہوا سواسطے کہ جب ایجاب باطل ٹھہرا تو رجوع بے معنی ہے بلکہ یہ ارید یہ ہے کہ سو جب کہ قبول قبول حاضر کے رجوع کرنا درست ہو وامّا الفعل فی التعاطی وھو التناول قاموس فی حسیس ونفیس خلافا للکرخی اور وہ فعل جس سے بیع ثابت ہوتی ہے وہ تعاطی ہوا اور تعاطی عبارت ہے تناول سے کذا فی القاموس یعنی باہم دینا کہ بائع مشتری کو مبیع دے اور مشتری بائع کو قیمت دے بلا ایجاب وقبول لفظی خواہ تعاطی دلیل چیز میں ہو خواہ عمدہ میں بخلاف کہنی کے یعنی انکے نزدیک بیع منعقد نہیں ہوتی مگر دلیل چیز کی تعاطی میں نہ عمدہ کی ہم نفیس عبارت ہے بیش قیمت سے اور خسیس کم قیمت سے اور بعضوں نے کہا کہ جسکی قیمت دس درم یا زیادہ ہو وہ نفیس ہے اور اس سے کم قیمت خسیس ہے بحر الاشباہ میں کہا کہ یہاں اطلاق ہی متمسک ہے کذا فی الطحطاوی ہدایہ میں ہے کہ بیع کا منعقد ہونا تعاطی سے صحیح ہے فتح القدیر میں کہا وجہ صحت یہ ہے کہ اکثر متاخرین کی رضامندی پر دلالت کرنا یہ سب کو شامل ہے یعنی بیع قول اور فعل کو جنمیں تعاطی ہے میں ہو کہ مشتری نے بائع سے کہا کہ اتنے گیہوں کتنے کو بیچتا ہے اسنے کہا ایک درم کو مشتری نے کہا اتنے جدا کر دے سو اسنے جدا کر دیے تو یہ بیع ہو گئی اور اسی طرح اگر قصاب سے کہا اور اسنے گوشت تول دیا اور حالانکہ وہ ساکت ہے تو وہ بیع ہو گئی یہاں تک کہ اگر مشتری نے ثمن نہ دیے اور گوشت لینے سے یا قصاب گوشت دینے سے انکار کر لیگا تو قاضی دونوں سے زبردستی دلا دیگا انتہی اتنے الفتح ملخصا ولو التعاطی من احدی الجانبین علی الاصح فتح وبہ یفتی فیہ تعاطی سے بیع منعقد ہوتی ہے اگر چہ تعاطی ایک ہی جانب سے ہو بنا بر قول اصح کے کذا فی الفتح اور یہی کافتوی ہے کذا فی الفیض ہم فتح القدیر میں ہے کہ اسمیں اختلاف ہے کہ بیع التعاطی میں قبض بدلین شرط ہے یا ایک ہی بدل کا قبض کرنا کافی ہے صحیح قول ثانی ہے اسواسطے کہ امام محمدؒ نے تصریح کی ہے کہ بیع التعاطی مفید احد البدلین سے ثابت ہوتی ہے اور یہ ثمن اور مبیع کو شامل ہے اتفاق طحطاوی نے کہا صورت اسکی یہ ہے کہ بائع اور مشتری ثمن پر متفق ہوں پھر مشتری بائع کی رضامندی سے مبیع لے کر بلا دفع ثمن چلا جاوے یا مشتری ثمن دے کر بلا تسلیم مبیع چلا جاوے بشرطیکہ مبیع موجود اور معلوم ہو ورنہ بیع لازم ہوگی بالقبول ہیں اذا کان المبیع حاضرا معہ فی المجلس او غائبا وقد رآہ قبل ذلک ولم یتغیر بالتعاطی یجبر البائع علی الدفع والمشتری علی الدفع ولا یجبر احدھما علی شیء بل لو ھلک احدھما ھلک من مالہ ولو تغیر المبیع تغیرا فاحشا بان انثلم حدہ او انکسر صحیح او زاد زیادۃ متصلۃ کالسمن والکبر والخیاطۃ والصبغ بالاحمر والاصفر والاخضر والاسود والاشقر والاحمر والاصفر والاخضر والاسود والاشقر والاحمر والاصفر والاخضر والاسود والاشقر وال

عقد فاسد خلاصۃ وبزازیۃ وصرح فی البحر بان الایجاب والقبول بعد عقد فاسد لا ینعقد بہ البیع قبل متارکۃ الفاسد فی بیع التعاطی کما فی وعلیہ فیحمل ما فی الخلاصۃ وغیرھا علی ذلک چنانچہ بیع التعاطی منعقد نہیں ہوتی اگرچہ عقد فاسد کے ہو کذا فی الخلاصۃ والبزازیۃ اور البحر الرائق میں تصریح کی ہو کہ ایجاب اور قبول سے عقد فاسد کے بعد بیع منعقد نہیں ہوتی قبل متارکہ فاسد کے تو بیع التعاطی میں بطریق اولے بعد متارکہ فاسد کے بیع منعقد نہ ہوگی اور بنا بر تصریح بحر الرائق کے جو خلاصہ غیر امین ہو وہ اسی پر محمول ہے یعنی خلاصہ کا اطلاق عدم انعقاد عدم متارکہ پر محمول ہے طحطاوی نے کہا حموی نے اپنی شرح میں خلاصہ سے یوں نقل کیا ہو کہ بیع التعاطی میں یہ بھی ضرور ہو کہ عقد فاسد یا باطل کے بعد نہ ہو اور اگر بعد فاسد یا باطل کے ہوگی تو قبل متارکہ منعقد نہ ہوگی اسواسطے کہ بیع سابق پر اسکی بنا ہوا انتہی یعنی تصریح قید متارکہ خود خلاصہ میں موجود ہو نہ بحر الرائق سے تقیید کا ثابت کرنا کیا ضرور ہوا اور حموی کی طرح نہر الفائق میں بھی خلاصہ کی روایت منقول ہو وعامۃ فی الاشتباہ من الفوائد اذا بطل المتضمن بطل المتضمن والمبنی علی الفاسد فاسد اور عدم انعقاد بیع التعاطی قبل المتارکہ کا شباہ کے فوائد میں اس قاعدے کے تحت میں مذکور ہو جب متضمن بالکسر باطل ہوا تو متضمن بفتح بھی باطل ہوگا اور اس قاعدے کے تحت میں کہ جسکی بنا فاسد پر ہوئی وہ خود فاسد ہو یعنی جب بیع اول باطل یا فاسد ہوئی تو بیع ثانی کا متفرع بھی باطل یا فاسد ہوگا وقیل لا بد فی التعاطی من الاعطاء من الجانبین وعلیہ الاکثر قالہ الطرسوسی واختارہ البزازی وافتی بہ الحلوانی والکفی الکرمانی بتسلیم المبیع مع بیان الثمن فتحرر ثلثۃ اقوال وقد علمت الاصح منہا اور قول ضعیف یہ ہو کہ بیع التعاطی میں اعطا جانبین یعنی بائع اور مشتری دونوں کا دینا ضرور ہو طرسوسی نے کہا اسی قول پر اکثر علما ہیں اور اسی قول کو بزازی نے پسند کیا ہو اور اسکا حلوانی نے فتوی دیا ہو اور کرمانی نے اکتفا کیا ہو بیع کی تسلیم پر بیان ثمن کے ساتھ تو اسمیں منتہی ہو کے تین قول اور تو معلوم کر چکا قول منتہی یہ کہ ہم قول اول یہ ہو کہ ایک کا دینا کافی ہو خواہ بائع بیع کو دے خواہ مشتری ثمن کو قول ثانی یہ ہو کہ تعاطی میں دونوں کا دینا ضرور ہو اور تیسرا قول مفصل کرمانی کا ہو کہ فقط بیع کا دینا بیان ثمن کے ساتھ کافی ہو اور منشا اس اختلاف کا امام محمد کا کلام ہو کہ بعضی جگہ تفسیر تعاطی میں اعطاء جانبین ذکر کیا تو اس سے بعضے سمجھے کہ اعطاء جانبین شرط ہو اور بعضے مقام میں اعطاء احد الجانبین مذکور کیا تو بعضے یہ سمجھے کہ ایک کا دینا کافی ہو اور بعضے مکان میں تسلیم مبیع کا بیان کیا تو بعضے یہ بوجھے کہ تسلیم ثمن کافی نہیں ہا بالجملہ اعطاء احد الجانبین کافی ہو اور یہی قول منتہی یہ ہو کذا فی الطحطاوی وحرر ذلک فی شرح الملتقی صحت الاجارۃ والصرف بالتعاطی فلیحفظ اور ہم نے تحریر کی ہو شرح منتہی میں صحت اقالہ و اجارہ و صرف کی تعاطی سے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے کہ تعاطی کی تاثیر فقط بیع میں خاص نہیں ہم شرح ملتقی میں صحت اقالہ احد الجانبین کی تعاطی سے بروایت بزازیہ و اجارہ کے صحت عادیہ سے اور صرف کی نہر الفائق سے منقول ہو **فروع** مسائل ملحقہ شاح کے ما یستحیہ الانسان من ابتیاع اذا حاسبہ علی اثمانہا بعد استہلاکہا جاز استحسانا جو چیزیں آدمی لیا چاہئے بائع سے یعنی بدون انعقاد بیع کے جبکہ بائع اس سے ان چیزوں کے ثمن کا محاسبہ کرے بعد انکے استہلاک اور خرچ کر ڈالنے کے تو بطور استحسان کے یہ جائز ہو ہم بحر الرائق میں ہو کہ معقود علیہ کی شرائط سے یہ ہو کہ موجود ہو تو بیع معدوم کی منعقد نہ ہوگی لیکن اس قاعدے سے وہ مسئلہ مستثنی ہو جو قنیہ میں ہو کہ جن چیزوں کی بقال سے بدون بیع کے لینے کی عادت ہو علی وجہ الخرج یعنی بطور آچاپت کے چنانچہ سبزی اور نمک اور تیل اگر انکو خرید کرے بعد معدوم ہونے کے تو صحیح ہو انتہی تو یہاں معدوم کی بیع جائز ٹھہری کذا فی الطحطاوی ومع الدرایۃ انما الذی یکتفی فیہ بالدیان علی العیال لا یصح بخلاف بیع حطب الاجمۃ لان مال الوقف قائم ثمۃ کذلک عنا اشیاء وقنیۃ ومفادہ انہ یجوز للمستقی ان یعین قبل قبضہ من المعروف بخلاف الجندی یجر ویتبعہ فی النہر یعنی تنخواہ کی ان چیزوں کا جنکو متصدیان دفتر عالمدن پر کرتے ہیں صحیح ہو بخلاف اسکے متعرف کے کہ اسکی بیع صحیح ہو اسواسطے کہ وقف کا مال بان قائم اور موجود ہو اور ویسا نہیں ہو یہاں یعنی عمال سلطانی کے پاس مال کا موجود

ہونا ہر وقت ضرور نہیں بلکہ یک کی آمدنی پر موقوف ہو کذا فی الاشباہ والظہیریہ اس تعلیل سے معلوم ہوتا ہے کہ مستحق وقف کو اپنی رعایا قبول کرنے کو تسلیم کرنیاے شرط سے قبضہ کرے جائز ہو بخلاف لشکری سپاہی کی تنخواہ کے کذا فی البحر اور نہر الفائق میں اسپر اعتراض کیا ہے ہم نہر الفائق میں کہا کہ ظاہر الروایۃ کی بنا پر اسلئے ضعیف ہے اور اسلئے کہ فقہا کا اس پر اتفاق ہے کہ بیع معدوم کی صحیح نہیں اور اسی طرح غیر مملوک کی اور امام کا حصہ قبل قبض کے مملوک نہیں تو اسکی بیع کیسان صحیح ہوگی اور اسکو باور رکھنا چاہئے و بیان فی کتاب الشرب میں کہا ہے کہ قنیہ کی روایت مخالف قواعد کے ہو التفات کے لائق نہیں جبتک کہ دوسرے کی نقل سے اسکی تائید نہ ہو انتہی ملخصا واقفی المصفی ببطلان بیع الجامکیۃ تماتی الاشباہ وبیع الدین انما یجوز من البائع لمن علیہ الدین فقط وفتوی مفتی دیا ہے مصنف نے کہ سپاہی کی تنخواہ بیچنا بالمال جو اسلئے کہ اشباہ میں ہے کہ بیچنا دین کا جائز نہیں مگر مدیونوں سے جائز ہے ہم جانتے ہیں کہ سپاہی کی اجواری تنخواہ کو کہتے ہیں جو سلطان یا امیر نے اسکے واسطے بعوض جنگ اور چوکیداری کے مقرر کی ہو تو اگر سپاہی چاہے کہ دو چار مہینے کی بڑھتی تنخواہ کو دوسرے کے ہاتھ بیچ کرے تو جائز نہیں اسواسطے کہ تنخواہ تو امیر سے پیشتر ادا کرنے کی ہو اور دین کا بیچنا غیر مدیون سے جائز نہیں اور مدیون سے پیچھے کی صورت یہ ہے کہ کپڑا بیچا بیوض غلام کے سوا ایک غلام پر قبضہ کیا اور کپڑا دوسرے پر دین باقی رہا سو کپڑا اسکی شخص کے ہاتھ بیچا چند روز بعد مبیع کے عوض تو مبیع صحیح ہو اور اگر غیر مدیون سے بیچا تو صحیح نہیں ہو اسواسطے کہ یہ بیع ہو منقول کی اسکے قبض ہونے سے پہلے اور یہ جائز نہیں کذا فی حاشیۃ الرملی ومنہا فی الاشباہ لا یجوز الاعتیاض عن الحقوق المجردۃ کحق الشفعۃ وعلی ہذا لا یجوز الاعتیاض عن الوظائف بالاوقاف ورفتاوی مصنف اور اشباہ میں ہے کہ جائز نہیں عوض لینا حقوق مجردہ سے یعنی جو حقوق کہ ملک سے خالی ہیں جیسا حق شفعہ اور بموجب اس قاعدے کے جائز نہیں عوض لینا اوقاف کے وظائف کا ہم وظائف سے مراد امامت اور خطابت اور صوفی اور مدرسی اور دربانی ہے اشباہ میں ہے کہ جائز نہیں حق مجرد کی تبدیل واسطے انکار کی حق قصاص اور ملک نکاح اور حق رق کا عوض جائز ہے وفیہا فی الحوبحث تعارض العرف مع اللغۃ المذہب عدم اعتبار العرف الخاص لکن افتی کثیر باعتبارہ لاعلیہ فیفتی بجواز النزول عن الوظائف بالمال علی وفق العرف اور اشباہ کے تعارض عرف اور لغت کے آخر بحث میں ہے کہ ظاہر مذہب یہ ہے کہ عرف خاص کا اعتبار نہیں لیکن بہت سے مفتیوں نے عرف خاص کے اعتبار کرنیکا فتوی دیا ہے تو بموجب اسکے فتوی دیا جاتا ہے فلا تغفل وقاف سے کنارہ کرنے کے جواز کا بعوض مال کے مع یہ قول مخالف نہیں قول سابق سے کہ اعتیاض حقوق مجردہ سے جائز نہیں اسواسطے کہ قول سابق اسپر مبنی ہے کہ عرف خاص معتبر نہیں ظاہر الروایۃ میں اور یہ قول مفتی بہ پر کہ عرف خاص معتبر ہے بناے احکام عرف عام پر ہوتی ہے نہ عرف خاص پر عرف عام سے مراد تعامل عام ہے جو سب لوگوں میں رائج اور مشہور ہوا اور عرف خاص سے مراد وہ ہے جو چند لوگوں میں رائج ہو چنانچہ فقہاے ظاہر یہ ہے کہ صحت نزول عن الوظائف بعوض مال قواعد مذہب کے مخالف ہے لیکن اکثر مشائخ مثل شیخ قاسم اور علامہ عینی نے صحت نزول کا فتوی دیا ہے عینی نے اپنے فتاوے میں کہا کہ جواز نزول کے واسطے کوئی اصل معتمد نہیں لیکن حکام اور علما بسبب ضرورت کے اوپر چلتے ہیں اور بعضے علما نے جواز نزول پر اس سے استدلال کیا ہے کہ امام حسن نے مساقات سے نزول عن الخراج بصلح کی اسقدر مال پر جو سر سال اسکو کافی ہوا اور حالانکہ خلافت اعظم الوظائف ہے کذا فی الطحطاوی ملخصا وبالجملہ ہم خلو الحوانیت فلیس ببعید الحانوت الخراجیہ کالاجارتین الغیر الوقوفۃ انتہی اور بنا بر اعتبار عرف خاص کے فتوی ہو خلو دکانوں کا کہ لزوم پر تو دوکانوں کے مالک کو خلو کا علم ہے کرد بنا جائز نہیں اور نہ دوکان کا اجارہ دینا اسکے سوا کو اگرچہ دوکانیں وقف ہوں انتہی فی الاشباہ ہم حقیقت ظاہر یہ ہے کہ دافع و راہم اس منفعت کا مالک ہو چکے بخلاف ان کے دراہم دینے سے خواہ منفعت عمارت ہو یا غیر عمارت صورت عمارت کی یہ ہے کہ وقف میں مکانات تصرف الی ندام ہوں تو واقف یا ناظر وقف اس شخص کو کہ بارہ دے جو مکانات کی تعمیر کرے تو وہ جو کچھ خرچ کرے گا اسمیں شخص کا خلو ہوگا اور وہ شخص واقف کا شریک ہوگا بقدر زیادت عمارت مثلاً اگر قبل عمارت مکانات کا کرایہ ہر روز ایک روپیہ تھا اور بعد تعمیر کے تین روپیہ ہو جاوے تو صاحب خلو دو تہائی میں وقف کا شریک ہوگا بعد انکے سوا اگر ان کا نصاب میں پھر تعمیر کی حاجت ہو تو صحت نکوٹ میں وقف پر ایک تہائی صرف لازم ہوگا اور صاحب خلو پر دو تہائی کا اب معلوم کرنا چاہیے کہ جواز خلو میں اختلاف ہے مقدسی حنفی اور اصبوری مالکی اسکو باطل کہتے ہیں اور صاحب اشباہ وغیرہ اسکے جواز اور لزوم کے قائل ہیں اسواسطے کہ اوقاف ماضی میں ہے کہ مالکین بانڈ کی آمد نہ تھی جبکہ ان لوگوں کے پاس اجارہ ہے بہت سے دوکانوں کو بنایا ہے

توقف ہے اسی واسطے کہ بعض نے ان دکانوں کو نہ گنکے تصرف میں دیکھا کہ انکو بیچ ڈالتے ہیں اور انکو بیمارث لیتے ہیں سلطان کو نسے مزاحمت نہیں کرتا اُن لوگوں پر لیکن لفظ خلو کا حاصل ہو چکا ہے کہ یہ دکان ہمیشہ کے واسطے ہے اور اسی سے انتہی ولہذا ابن نجیم نے کہا کہ صاحب دوکان کو اسکا حق ہے تبرعہ کو اسکا اجارہ دینا جائز نہیں اگرچہ دوکان اصل میں وقف ہوا انتہی اور محمد بن بلال حنفی نے جواز خلو میں ایک مستقل رسالہ لکھا ہے اور صحت خلو کی شرط یہ ہے کہ وہ اراضی وقف ہوں سوا بالفعل جو وقف کے ناظر واہم لیتے ہیں اور اپنی ذات پر صرف کرتے ہیں اور واقع واہم کے واسطے خلو مقرر کر دیتے ہیں تو یہ خلو صحیح نہیں اور فائدہ خلو کا یہ ہوگا کہ وہ بمنزل ملک کے ہوگا تو اسپر ملک کے احکام جاری ہوں گے چنانچہ بیع اور اجارہ اور بسبب دین اور وراثت اور وقف وغیرہ کے اور وخت ہوں تو انمیں حق شفعہ بھی جاری ہوگا علامہ شامی نے صحت خلو کی ترجیح دی ہے اسواسطے کہ اسپر بکثرت عمل جاری ہوا ہے تمام ممالک میں اسی طرح دیار مصر میں تو اسکی صحت پر اعتماد کرنا چاہیے بارکتاب حبب الفریر اسواسطے کہ حکم سلطان سے تضییع اموال خلق اور کثرت اختصام میں لازم آتا ہے علی المعتمد جبکہ وہ وقف ہو غیر ارث اور حیثات پر تو اسکے ابطال سے ابطال خیرات لازم آتا ہے واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ المدنی مختصراً وفی معین المفتی المصنف مرتو الوقف عقاراً او منقولاً فی ارض بیعت فان بناءً او شجراً جاز اور مصنف کی کتاب معین المفتی میں ہے وقف الجیہ کی طرف نسبت کرکے کہ زمین کی عمارت بیچی گئی سوا گر عمارت بنانے سے مکان ہو یا درخت ہوں تو بیع جائز ہے ہم لیعنی فقط عمارت پر بیع واقع ہوئی بلا ذکر ارض چنانچہ مسی کی عمارت وقف کی زمین میں ہو یا عمارت کی بیع زمین کے ساتھ اس طرح پر کہ عمارت کا ثمن زمین سے جدا مذکور ہوا ہو تو عقد صحیح ہے کیونکہ مکان اور درخت مال ہیں اور ثمن شمسری پر لازم ہے کذا فی حاشیۃ الرملی قلت کما یأتی او کرمی آبیاد ونحوہ مما لم یکن ذلک کالا بعنی مال لم یجز انتہی اور اگر عمارت کھودی جوئی زمین ہو یا نہروں کا کھودنا اور صاف کرنا ہو مٹی غیرہ سے کہ پانی خوب جاری ہو اور مانند اسکے اس قسم سے کہ جو چیز نہ ہو مال ہو یعنی مال نہ بیع اسکی جائز نہیں انتہی مافی الوالجیہ ہم جیتے اور صاف کرنے کی مانند زمین کا ہموار کرنا ہو بیع سے اور لا بمعنی مال سے مراد ارض موقوفہ کا سکنی ہو بطریق خلو کے کذا فی الطحطاوی قلت ومفادہ ان بیع المسکلۃ لا یجوز وکذا رھنھا ولذا جعلوہ من المغارم کالوظائف فلیحرر انتہی ومنذ کرلا فی بیع الوفاء مصنف نے معین المفتی میں کما مر والوالجیہ کی عبارت کا مفاد یہ ہوا کہ بیع مسکر جائز نہیں اور اسطرح اسکا رہن جائز نہیں اور اسی واسطے اب علماء نے اسکو فراغ قرار دیا ہے یعنی مسکہ کو کسی بفراغ کیا ہو مثلاً دوستعلقات وقف کے تو اسکی تحریر یا تو بفراغ کرنی چاہیے انتہی فی معین المفتی اور قریب ہے کہ ہم اسکو بیع الوفا میں ذکر کریں گے صدر و مختار کے مشیون کا کلام اس مقام میں مختلف ہے لفظاً و معنی طحطاوی نے بیع اسکا ضبط کیا ہے بخلاف ہیم و شرح اشکی لون کی ہو کہ بیع مسکہ یعنی کو جیسے تانقہ وغیرہ کے جس مرہون کی بیع جائز نہیں اور شیخ ابوالطیب اور شیخ عابد سندھی مدنی نے مسکہ یا ضافت ہیم ضبط کیا ہے اور اکثر نسخ درمختار کے اسی کے موافق ہیں پھر مسکہ کی مراد میں اختلاف ہے شیخ ابوالطیب نے کہا کہ ظاہر اسکا بالفعل سے کنویں کا کھودنا تحت مکان میں مراد ہو کذا فی المقاصد میں تو بیع اس مکان کی نہر کھودنے کی بیع کے مانند ہوئی انتہی اور شیخ عابد مدنی نے کہا کہ شاید مسکہ اور مسکہ حفر بیر کے لیے فراغ کا لفظ مناسب نہیں اسواسطے کہ فراغ اسکو کہتے ہیں کہ کوئی چیز کسی انسان کے واسطے سلطان کی طرف سے یا وقف سے باعتبار استحقاق کے مقرر ہو پھر وہ انسان وہ چیز دوسرے کے واسطے چھوڑ دے کچھ عوض لے کر تو کنویں کھودنے کی بیع کو فراغ کہنا سمجھ میں بے معنی معلوم ہوتا ہے تو سمجھ لو کہ مسکہ سے یہ صورت مراد ہو کہ ایک شخص پر کچھ معروف ہو اور وہ دوسرے شخص کو دے عوض لے کر تو اسکو بیع مسکا اور فراغ کہنا ممکن ہے کیونکہ قاموس میں ہے ہم یعنی مسکہ بھی مذکور ہے کہ السکہ بالضم بفتح ابو سعود کی معروضات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ متعلق ہے وقف ہی کے ساتھ واللہ اعلم وسیعقد ایضاً بلفظ واحد کما فی بیع القاضی والوصی والاب من طفلہ وشرابہ منہ فانہ لو شفقتہ جعلت جبایۃ تکلم الآتی وتمامہ فی الاشباہ وبیع مستغلہ ہو ایک لفظ سے بھی چنانچہ قاضی اور وصی کی بیع میں اور باپ کی بیع میں اپنے طفل سے اسواسطے کہ سبب ان تینوں کا شفقت ہے اور عبارت کا جو آگے آتی ہے اور بیان اسکا درمختار میں ہم یعنی لفظ قاضی ایک بیع کا مال دستہ یتیم سے بیع کرے یا خرید کرے تو لفظ ایک سے بیع صحیح ہوا اسطرح کہ کہے کہ میں نے اسکی چیز تجھ سے بیچی یا مول لی اور اگر قاضی یتیم کی چیز خرید کرے یا بیع کرے اپنی ذات کے واسطے تو جائز نہیں کذا فی

اور وصی کو اگر کوئی آدمی کہے کہ اپنے یتیم کی چیز مجھے مول دے دے تو بیع جائز نہیں اور اگر وصی نے کسی چیز کو اپنے یتیم کے ہاتھ بیچا یا اس کی چیز آپ خرید کر لی بشرطیکہ شفعت یتیم کو جائز ہو کہ وہ اپنے لئے لے لے یعنی وصی کی قیمت والے کو پندرہ درم دے کر خرید کرے اور باپ کی خرید و فروخت میں اپنے طفل سے شفعت طفل مشروط نہیں و فور شفعت کے سبب سے فَاِذَا اَوْجَبَ واحدٌ قبل الآخر ثمّ کان او مشتریاً فی المجلس کان خیار القبول مقیدًا بہ پھر جبکہ کسی عاقد نے ایجاب کیا اور دوسرا عاقد بائع ہو یا مشتری اس کو قبول کرے مجلس میں اسواسطے کہ قبول کرنیکا اختیار مقید بمجلس ہے یعنی مجلس ایجاب کے بعد قبول کرنے سے بیع ثابت نہ ہوگی یہاں تک کہ اگر بائع ایجاب کے بعد دوسرے آدمی سے اپنی کسی حاجت میں کلام کریگا تو ایجاب باطل ہوگا کذا فی البحر الطحطاوی نے کہا تو مجلس سے وہ مراد ہے جس میں قول اور فعل نہ پایا جاے جو اعراض پر دلالت کرے اور وہ مشغولی نہ پیش ہو جو ایجاب کو فوت کردے اگر بیاعراض کے واسطے نہ ہو کذا فی الظہیریہ اگر بائع کی جانگیری تو ایجاب مذکور باطل ہو جائیگا اگرچہ بائع اور مشتری کا مکان شست تحد رہو یتنعقد ہو کل المبیع بکل الثمن او ترک المذاکرۃ یلزم تفرق الصفقۃ مجلس ایجاب میں عاقد ثانی کل مبیع کو کل ثمن کے ساتھ قبول کرے یا ترک کرے تا تفرق صفقہ لازم نہ آوے ہم صفقہ عبارت ہی ہاتھ کو ہاتھ پانے سے پیچھے کے وقت اور باب اطلاق فقہ میں صفقہ سے خود عقد مراد ہے یعنی غیر کیلی اور وزنی چیزیں یا سب چیز کو تمام ثمن کے ساتھ قبول کرے یا ترک کرے اسمیں بعض مبیع کو بعض ثمن سے قبول کرنا جائز نہیں تا تفرق عقد لازم نہ آوے مثلاً اگر بائع نے یوں ایجاب کیا کہ میں نے یہ دس امرود یا پونڈے یا لیموں چار پیسے کو تیرے ہاتھ بیچے تو مخاطب مختار ہے مجلس میں چاہے دس امرود یا پونڈے یا لیموں کو چار پیسے سے قبول کرے یا نہ قبول کرے اور اگر مشتری نے کہا کہ میں نے پانچ امرود یا لیموں کو دو پیسے لیا تو بیع منعقد نہ ہوگی کیونکہ قبول مخالف ہو گیا ایجاب کے اِلَّا اذا اعاد الایجاب او القبول تفرق ایجاب جائز نہیں مگر جبکہ بائع اور مشتری دوبارہ ایجاب اور قبول کریں تو بیع جائز ہوگی دوسرے ایجاب اور قبول سے نہ اول سے اور رضی بالاخر و کان الثمن منقسمًا علی المبیع بالاجزاء کمکیل و موزون یا راضی ہو جائے دوسرا شخص تفرق بالقبول سے بشرطیکہ ثمن منقسم ہو مبیع کے اجزا پر چنانچہ کیل اور وزن کی اجزا پر ثمن منقسم ہو سکتا ہے ہم مثلاً بائع نے کہا کہ میں نے دس گیہوں دس آنے کو بیچے مشتری نے کہا کہ میں نے پانچ سیر گیہوں پانچ آنے کو خریدے اور بائع اسپر راضی ہو گیا کہ بیع صحیح ہوگی اس صورت میں قبول ایجاب ٹھہرا اور رضا مندی بائع کی قبول ہو گئی اور ایجاب اول باطل ہو گیا وَالّا لا دان رضی الآخر لعدم جواز البیع بالحصۃ ابتداءً کما حررہ الوانی اور اگر ثمن مبیع کے اجزا پر منقسم نہ ہو تو بیع جائز نہیں اگرچہ دوسرا شخص تفرق پر بالقبول راضی ہو جائے اسواسطے کہ حصہ مبیع کی بیع ابتداءً میں جائز نہیں کذا حررہ الوانی المشی للدرر اگر انقاص ثمن کا مبیع پر لا جزا نہ ہو بلکہ انقاص بالقیمت ہو یعنی مبیع کے اجزا متفاوت القیمت ہوں چنانچہ بائع نے کہا کہ میں نے دو غلام یا دو کپڑوں کو جو ہر ایک کی قیمت علیحدہ علیحدہ مذکور نہ کی ہو کذا فی الطحطاوی او بین ثمن کل کقولہ بعتهما کل واحد بمائة ولم یبین قیمة کل لم یفسد بل یوزع ثمنهما علی قیمتهما کما فی الشرنبلالیة عن البرهان یا ہر ایک کا ثمن علیحدہ علیحدہ بیان ہو گیا ہو چنانچہ بائع کا یوں کہنا کہ میں نے دو غلام یا دو کپڑوں کو بیچا ہر ایک کو بعوض سو درم کے اگر چہ بائع نے لفظ قیمت کا دو بار نہ کہا ہو صاحبین کے نزدیک اور یہی عدم تکرار لفظ اصح قول مختار ہے چنانچہ شرنبلالیہ میں برہان سے منقول ہے ہم صاحبین کے نزدیک تفصیل ثمن صفقہ متعدد ہونے میں کافی ہے بلا شرط تکرار لفظ چنانچہ اسکی مثال شارح نے ذکر کی اور امام اعظم کے نزدیک تعدد صفقہ میں تکرار لفظ بھی شرط ہے اصلح پر کہ بیشک وہ بیع اجید ہے بیشک بنا احسانیہ و بیشک بنا عجمانیہ یعنی ان دو غلاموں کو تیرے ہاتھ میں نے بیچا اس غلام کو پانسو کی عوض میں بیچا اور اس غلام کو پانسو کی عوض میں بیچا اور بیع اجید میں صاحبین کے قول کو یوں ترجیح دی ہے کہ مجرد تفرق ثمن بلا تکرار لفظ بیع کافی ہے اسواسطے

کہ ظاہر بائع کی غرض یہ ہو کہ دونوں میں سے کوئی بک جائے اور اگر دونوں کو بیچنا مستلزم ہو تو ہر ایک کی قیمت کا جدا جدا بیان کرنا بیفائدہ ٹھہرا فَلَمْ يَقْبَلْ بَطَلَ الْإِيجَابُ بِأَنْ رَجَعَ الْمُوجِبُ قَبْلَ الْقَبُولِ لِتَمَامِ أَحَدِهِمَا وَإِنْ لَمْ يَذْهَبْ عَنْ مَجْلِسِهِ عَلَى الرَّاجِحِ نَهْرٌ وَابْنُ الْكَمَالِ فَإِنَّهُ كَمَا حَانَ خَيَّرَ الْمُخَيَّرَ لَكِنْ سَأَتِي التَّفْصِيلُ فَقَطْ وَجْهُ تک دوسرے نے قبول نہیں کیا تو ایجاب باطل ہوگا اگرچہ ایجاب کرنے والے نے رجوع کیا اپنے قول سے قبول کرنے سے پہلے یعنی بیان ہوا کہ بیچنا نہیں خریدنا یا دونوں میں سے کوئی مکرر ہو گیا اگرچہ اس مجلس سے نہ جا لگا ہو بنا بر قول راجح کے کذا فی النہر و کذا صحح ابن الکمال اور قبول بیع کی مجلس اختیار خیر کی مجلس کے مانند ہے کہ مجرد اعراض اور قیام کے باطل ہو جاتی ہے اور اسی طرح باقی تملیکات کی مجالس کذا فی الفتح بخلاف مجلس اس عمل کے استعمال سے ثابت ہتا ہے جو اعراض پر دلالت کرے چنانچہ کھانا اور پینا اور نماز پڑھنا اور کلام کرنا اگرچہ ضروری بات ہو اور چلنا لیکن ایک لقمہ کھانا یا پانی پینا اس برتن سے جو ہاتھ میں تھا ایجاب کے قوت اور سو جانا درصورت نشست عاقدین اور فرض نماز کا پورا کرنا مجلس کو نہیں بدلتا یعنی اگر بائع نے ایجاب کیا اور مخاطب فرض نماز پڑھتا تھا سو اتنے نماز کے بعد قبول کیا تو صحیح ہوا اور اگر نفل نماز میں دوسری رکعت پڑھ کر قبول کریگا تو بھی صحیح ہوا اور اگر شفعۂ ثانیہ کو ٹالا دیگا اور چار پڑھ کر قبول کریگا تو صحیح نہیں اور چلنا تو مطلقاً ظاہر الروایت میں اختلاف مجلس کا سبب ہی یہاں تک کہ اگر بائع اور مشتری چلنے کی حالت میں خرید و فروخت کریں تو بیع صحیح نہ ہوگی اگرچہ ایک ہی سواری پر دونوں سوار ہوں اور طحاوی وغیرہ کا یہ کہنا کہ اگر بائع اور مشتری متصل قسیول کیا چلنے کی حالت میں تو جائز ہوا درمحیط میں اسکی تصحیح ہوا اور خلاصہ میں ہے کہ ایک دو قدم چلنے میں جائز ہے جمیع التعالیق میں کہا اسی قول کو ہم لیتے ہیں اور معنی میں ہے کہ مجلس متحد وہ ہے کہ جس میں احد المتعاقدین بغیر کفتگوے ایجاب و قبول کے اور کام میں مشغول نہ ہوں یا دہ اشغال نہ کریں جو اعراض پر دلالت کرے اور شتی کے مانند ہو تو مجلس منقطع نہ ہوگی اسکے چلنے سے اسواسطے کہ بائع اور مشتری اسکے ٹھہرانے پر قادر ہیں انتہی اور فتح القدیر میں سوائے خیار تعیین کے اور تملیکات کا ذکر نہیں کذا فی الطحطاوی وَإِذَا وُجِدَ الْإِيجَابُ وَالْقَبُولُ بِلَا اخْتِيَارٍ لِلْإِيجَابِ وَخِيَارِ الرُّؤْيَةِ بِخِلَافِ خِيَارِ الْعَيْبِ وَخِيَارِ الشَّرْطِ لِلْمُشْتَرِي اور جبکہ ایجاب اور قبول پائی گئی تو بیع لازم ہو گئی بلا ثبوت اختیار احد المتعاقدین سوائے اختیار العیب اور خیار الرویۃ کے بخلاف مذہب شافعی کے یعنی جب ایجاب اور قبول اپنے شرائط مذکورہ کے موافق حاصل ہوا تو اب کسی کو نقض بیع میں اختیار نہ رہا اگر بسبب عیب یا عدم رویت کے اور یہی قول ہے امام مالک کا اور امام شافعی اور اسی طرح امام احمد بن حنبل کا یہ مذہب ہے کہ بائع اور مشتری دونوں کو بقاے مجلس تک اختیار ہے امام شافعی کی وہ مرفوع حدیث دلیل ہے جو صحاح ستین میں عبد اللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ البتہ اعلان بالخیار عالم الغیب فاعلیٰ بائع اور مشتری جمادہیں جبتک جدا نہیں ہوئے شارح نے اسکا جواب قول آئندہ میں مذکور کیا وَحَدِيثُهُ مَحْمُولٌ عَلَى تَفَرُّقِ الْأَقْوَالِ أَوْ الْأَحْوَالِ ثَلَاثٍ قَبْلَ قَوْلِهِمَا وَبَعْدَهُ وَبَعْدَ أَحَدِهِمَا وَاطْلَاقُ الْمُتَبَايِعَيْنِ فِي الْأَوَّلِ مَجَازٌ لَا فِي الثَّانِي مَجَازٌ لَا فِي الثَّانِي مَجَازٌ لَا فِي الثَّالِثِ حَقِيقَةٌ مُحَمَّلٌ عَلَيْهِ اور حدیث خیار بالشافعی کے استدلال کی حدیث تفرق اقوال پر محمول ہے اسواسطے کہ یہاں تین حالات محتمل ہیں قبل قول عاقدین کے یا بعد قول عاقدین کے یا ایک عاقد کے قول کے بعد اور اطلاق متبایعین کا پہلی صورت میں مجاز ہے باعتبار انجام کار کے اور دوسری صورت میں مجاز ہے باعتبار وجود گذشتہ کے اور تیسری صورت میں حقیقت ہے تو اسی پر محمول ہوگا مراد حدیث اصولیوں میں تفرق کو اختیار کی غایت قرار دیا ہے اور تفرق سے مراد تفرق ابدان ہیں بالتفرق مجلس نہیں بلکہ تفرق اقوال مراد ہے یعنی بعد ایجاب کے دوسرے عاقد کا جواب کنایہ نہیں جب تک قبول نہ کرنے کے اسواسطے کہ قبل ایجاب اور قبول کے عاقدین کو متبایعین کہنا مجاز ہے چنانچہ مستقبل کو بائع کہنا اور بعد تمام ہو جانے بیع کے انکو متبایعین کہنا یہ سب مجاز ہے پھر کیونکر یہ دونوں لفظ متبایعین کو بھی حقیقت ٹھہرائی ہم کہتے ہیں کہ یہ دونوں لفظ حقیقت ہیں بامر المبیع کو متبایعین کہنا بھی حقیقت ٹھہرا اور متناول ہوا شرعت صاحبی آتا ہے جبکہ ایک ایجاب کرے دوسرا بھی قبول نہ کرے لہٰذا یہی بالیقین مراد ٹھہرا اور یہ بعینہ خیار القبول ہوا اور یہ غیر ہے خیار تعیین کے جو ایسا مبیع میں ہوتا ہے جس میں تفاوت ہو اور یہ غیر ہے خیار رویت کے جو غیر موجود میں ہوتا ہے جس کی توضیح شرح قدوری کی مختصر میں ہے کہ جو شخص خرید فروخت کی گفتگو کر رہے ہیں ایجاب کے بعد قبول قبول کے معنی یہ ہیں وہ دوسرا شخص چاہے قبول کرے یا نہ کرے اور جو مجلس پایا ہے ایجاب کو ثابت رکھے یا ایجاب جس کیساتھ اگر کوئی کہے کہ تمہاری تقریر بھی مجاز سے خلاف نہیں

اسواسطے کہ جب تک دوسرے نے قبول نہیں کیا تو ایک ہی بیع ثابت ہوئی متبایعین اسکا جواب ہے کہ یہاں مواضع سے ہی یہاں حقیقت اجنبی افتکہ معنی سے صادق آتی ہے جیسے بخر کی حقیقت معنی صادق نہیں مگر وقت تکلم جبکہ حالا کہ تمام الفاظ خبر وضعۃً حاصل نہیں بلکہ علے التعاقب تو دیکھو یہاں بعض حروف کے بولنے سے مجرکہنا اسکو صادق آیا اگر کوئی کہے کہ حدیث میں تفرق کی اسناد متبایعین کی طرف ہے بیچا ہو تفرق اقوال کیونکر مراد ہو سکیگا اسکا جواب یہ ہو کہ شرع اور عرف میں تفرق رجال کی اسناد سے تفرق اقوال اکثر مراد ہوتا ہے قال اللہ تعالی وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ یعنی متفرق نہیں ہوئے اہل کتاب مگر بعد آنے دلیل کے اور حدیث میں وارد ہوا کہ بنی اسرائیل بہتر فرقوں پر متفرق ہوئے اور میری امت کا تہتر فرقوں پر افتراق ہوگا اس آیت اور حدیث میں تفرق اور افتراق سے مراد تفرق اقوال مراد ہونا فتراق ابدان اب امام اعظم کے مذہب کے دلائل کو دریافت کرنا چاہیے کہ آیات قرآنیہ میں اور قیاس قال اللہ تعالی یٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ یعنی اے ایمان والو پورا کرو عقود کو اور بیع عقد ہے قبول تحریر کے وقال اللہ تعالی وَلَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ یعنی نہ کھاؤ اپنے اموال کو دنیا میں خود باطل کے طریق باطل کے مگر یہ کہ تجارت ہو تمہاری رضامندی سے اور بیع ایجاب اور قبول کے تجارت برضامندی صادق آتی ہے پس ثابت ہوا توقف علی التخییر تو اس آیت میں حق تعالی نے خرید کی حیز کے کھانے کو مباح فرمایا قبل تخییر کے اور قال اللہ تعالی وَاَشْهِدُوْۤا اِذَا تَبَايَعْتُمْ یعنی گواہ کرو جبکہ باہم بیع کرو اس آیت میں توثیق بالشہادۃ کا ارشاد ہوا تا انکار بیع نہ واقع ہو اور بیع صادق آتی ہے قبل خیار بعد الایجاب القبول کے تو اگر اختیار ثابت ہوا اور بیع لازم نہ ہو قبل خیار کے تو نصوص مذکورہ کا ابطال لازم آوے لہذا حدیث مذکور کو بعد القبول پر محمول کیا نا فرآن اور حدیث کے مطلب میں اختلاف باقی نہ رہے اور قیاس کی دلیل یہ ہے کہ بیع کو نکاح اور خلع اور عتق بعوض مال اور کتابت پر قیاس کیا کہ ہر ایک انمیں سے عقد معاوضہ ہے کہ بلا خیار مجلس بمجرد حس لفظ کے جو رضامندی پر دلالت کرے تمام ہو جاتا ہے علی ہذا القیاس بیع بھی واللہ اعلم کذا فی فتح القدیر جبر

وشرط لصحتہ معرفۃ قدر مبیع وثمن اور بیع صحیح ہونے کے واسطے مشروط ہے مقدار مبیع اور ثمن کی معرفت مصنف نے لفظ معرفت سے اشارہ کیا کہ دانست مقدار مبیع اور ثمن شرط ہے اور انکا ذکر کرنا شرط نہیں سو اگر مبیع نہایت مجہول ہو اور ویسی ناواقفی کے ساتھ خرید فروخت کا رواج نہ ہو تو بیع صحیح نہیں تو اگر بائع نے کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ اپنا سب مال بیچا جو اس گھر میں ہے منجملہ عبید اور دواب اور ثیاب کے اور مشتری نہیں جانتا کہ اسمیں کیا ہے تو بیع فاسد ہے اور اگر یوں کہیگا کہ میں نے اپنا مال جو اس کوٹھری یا اس صندوق یا اس خرجی میں ہے تیرے ہاتھ بیچا تو جائز ہے اگرچہ مشتری اسکو نہ جانتا ہو اسواسطے کہ جہالت فاحشہ کثیر ہو جہالت نافی الدار سے تو نہایت جہالت نہ ہوئی جو مانع ہو صحت کی اور رواج جہالت کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر رستے سے اتنی مٹکیں خرید لے پانی کی مثلاً خریدے گا ابو یوسف نے کہا اگر شک متعین ہو تو جائز ہے بسبب رواج کے اور یہی حکم ہے کچھال اور گھڑے کا اور یہ استحسان ہے اور قیاس میں جائز نہیں اگر اسکی مقدار نہ معلوم ہو اور یہ قول امام کا ہے اور ظاہر یہ ہے جواز پر دلالت کرتا ہے اور مقدار معرفت مبیع اس صورت میں شرط ہے جب اس کی حاجت ہو ولا اشترط نحو چنانچہ زید نے اقرار کیا کہ خالد کا اسباب میرے پاس لوٹ غصب یا ودیعت کے ہے پھر زید نے اسکو خالد سے مول لیا تو جائز ہے اگرچہ بائع اور مشتری اسکی مقدار کو نہ جانتے ہوں اور اسی طرح بیع صحیح ہے جبکہ ثمن مجہول ہو جیسا کہ اگر ایک چیز کی بیع کی اسکی قیمت پر یا قیمت مشتری قرار دے یا فلاں شخص یا بقدر اس نے اس مال کے یا جیسا مثل بیع فلاں حالانکہ بائع اور مشتری نے اس ثمن کو نہ جانا یہاں تک کہ جدا ہو گئے اور اگر اسی مجلس میں علم حاصل ہو گیا تو بیع صحیح ہے مع الخیار اور اگر کوئی چیز خریدی ہونے سے بغیر اس تبصرہ کے تو جائز نہیں اسواسطے کہ تبصرہ کا وزن معلوم نہیں اور نہ اگر اسکا وزن معلوم ہو گیا تو بیع مع الخیار صحیح ہوگی اور مصنف نے معرفت مقدار ثمن کو مطلق رکھا تو معرفت بیع اور معرفت عرفی دونوں کو شامل رہی اسی واسطے بزازیہ میں کہا کہ اگر ایک شخص نے کہا کہ میں نے اس گھر کو یا اس کپڑے کو یا اس خربوزہ کو بعوض دس کے خریدا اور ناس شہر میں دراہم اور دنانیر مختلف ہیں سے خریدنے کا ارادہ نہ کیا تو بیع فاسد ہے اور مشتری نے اشیاء مذکورہ میں سے کوئی چیز مول کر لی تو گھر کی بیع دنانیر سے اور کپڑے کی دراہم سے اور خربوزے کی میزان سے مصنف ہو گی اور

گا مگر کوئی اور چیز بغیر فروخت کا رواج ہوگا تو اسی بیع منعقد ہوگی خلاصہ یہ ہوا کہ جب صفت کی تصریح ہوگی تو معروف متعین ہوجائیگا بیع کے مناسب گاہ
یا غیر خواہ درہم خواہ فلوس سے اور اگر مناسبت میں شک پڑیگا تو بیع تمام ہوگی کذا فی الطحطاوی عن البحر والفتح لمضادۃ وصف ثمن کصفۃ المبیع
اور صفت بیع کے واسطے وصف ثمن کی دانست شروط ہے چنانچہ درہم کا مصری ہونا یا دشقی ہم مصنف اور صاحب کنز اور اکثر فقہا نے صفت وصف ثمن
کو شرط کیا ہے واسطے کے اگر ثمن مجہول الوصف ہوگا تو نزع واقع ہوگا مشتری ارادہ کریگا کہ ناقص دے اور بائع چاہے گا کہ عمدہ لے تو بیع شروع ہونے
کا فایدہ حاصل نہ ہوگا مصنف نے وصف ثمن قید اسواسطے لگائی کہ اوصاف مبیع کی معرفت شرط نہیں اور بدائع میں مذکور ہے کہ ہمارے اصحاب کے نزدیک
معرفت وصف مبیع اور ثمن صحت بیع کی شرط نہیں بلکہ لزوم بیع کی شرط ہے تو بیع ہوگی جسکو نہیں دیکھا کذا فی النہر والطحطاوی وصف سے مراد وہ امر ہے
کہ جب وہ حاصل ہو شے میں تو موجب ہے اس شے کے حسن یا قبح کا کذا فی صدر الشریعۃ چنانچہ روپیہ یا اشرفی کا کھرا ہونا یا کھوٹا ہونا غیر مشار الیہ کا یشترط ذلک
فی مشار الیہ لنفی الجہالۃ بالنسبۃ معرفت مقدار اور وصف غیر مشار الیہ میں شرط ہوا اور اس میں شرط نہیں بسبب اشارہ ہوا بسبب دور ہونے نادانستگی
کے اشارے سے ہم معرفت مقدار اور وصف غیر مشار الیہ میں اسواسطے شرط ہوئی کہ تسلیم اور تسلم یعنی دینا لینا بیع میں واجب ہے اور مقدار اور وصف کی نادانستگی نزاع باہمی
کا باعث ہوگی تو تسلیم اور تسلم نہ ہوسکیگا اور جسکی طرف اشارہ کیا خواہ وہ مبیع ہو یا ثمن ہو معرفت مقدار اور وصف بسبب عدم انازع کے شرط نہیں سو اگر
بائع کہے کہ میں نے اس گیہوں کے ڈھیر کو ان درموں سے جو تیرے ہاتھ میں ہیں بیچا اور حالانکہ درہم مذکورہ نظر آتے ہیں پھر غالب نے قبول کیا تو بیع جائز ہے
اسواسطے کہ جہالت وصف یعنی مقدار کی نادانستگی باقی ہے لیکن وہ تسلیم اور تسلم کی مانع نہیں کذا فی النہر والا یکن دینوبا قویل بجنسہ او سلما
لفقدان او بأحد مال سلم لو مکیلا او موزونا خلافا لما یأتی قیدنا بما لم یشر الیہ بالاصالۃ وقیدنا بما لم یکن رأس مال سلم لو مکیلا او موزونا خلافا لما یأتی قیدنا بما لم یکن دینوبا قویل بجنسہ او سلما
اور اگر اس مال سلم کو یا سلم کا راس المال نہ ہوا گر وہ مکیل اور موزون ہو بخلاف صاحبین کے چنانچہ باب السلم میں آویگا ہم نے جو کہا کہ مشار الیہ میں معرفت
مقدار شرط نہیں اس صورت میں ہے جبکہ بیان والی چیز اپنے بجنس کے مقابل نہ ہو چنانچہ گیہوں کے ڈھیر کو دوسرے گیہوں کے ڈھیر سے اشارہ کرکے بتا دیا
اور وزن صحیح نہیں بسبب احتمال بیاج کے کہ شاید ایک ڈھیر کم یا زیادہ ہو دوسرے سے اور احتمال بیاج مثل حقیقت بیاج کے مانع ہے صحت بیع کا اور سلم
میں اگر اس المال کیلی یا وزنی چیز ہوگا تو امام اعظمؒ کے نزدیک اشارہ کافی نہیں درمیانہ کیل یا وزن شرط ہے اور صاحبین کے نزدیک اشارہ کافی ہے
کافی ہے چنانچہ ضرورع اور حیوان میں کافی ہے مطحطاوی نے کہا شارح کے اس قول او سلما الخ کی کچھ حاجت نہ تھی کہ اسکے ماقبل کا قول معنی ہوا اسواسطے کہ کلام
ہے راس المال میں نہ سلم فیہ میں اسواسطے کہ سلم فیہ کی طرف اشارہ نہیں ہوسکتا کہ وہ اسوقت موجود نہیں کیونکہ وہ مؤجل ہے فرع مسئلہ متعلقہ شارح کا
ولو کان الثمن فی صرۃ ولم یعرف ما فیہا من خارج خیر وبسطی خیار الکمیۃ لا خیار الرؤیۃ لعدم شوتہ فی النقود فتح اگر ثمن تھیلی میں ہو اور
جو درہم اس تھیلی میں ہیں باہر سے معلوم نہ ہوتے ہوں تو بائع کو اس میں اختیار ہوگا جسکو خیار الکمیۃ کہتے ہیں نہ خیار الرؤیۃ اسواسطے کہ خیار الرؤیۃ نقود میں ثابت
نہیں کذا فی الفتح طحطاوی نے کہا کہ نوع القدیم اور بعد الرائی میں عدم تغیر ظن غالب کے درجہ میں ہے فی الحقیقت سبر جمیع نقود فتح القدیر کو دیکھا تو عدم تغیر کو ظن غالب کے
نوع القدیر کی عبارت کا ترجمہ یہ ہے کہ اگر کہا کہ میں نے تجھ سے خریدا ہوں بعوض اس درہم کی تھیلی کے پھر بائع نے اسمیں وہ درہم پائے جو اس شہر میں
رائج نہیں تو بائع کو درہم شہر کا مطالبہ جائز ہے اسواسطے کہ مطلق درہم بیع میں نقد بلد کی طرف منصرف ہوتے ہیں اور اگر اسمیں نقد بلد کو پایا تو جائز
اور بائع کو اختیار نہیں بخلاف اسکے اگر کہے کہ میں نے خریدا بعوض اسکے جو اس خم میں ہے پھر ان درموں کو دیکھا جو اسمیں ہیں تو اسکو اختیار
ہوگا اگرچہ نقد بلد ہو اسواسطے کہ جو تھیلی میں ہے اسکی مقدار خارج سے معلوم ہوجاتی ہے اور خم میں خارج سے معلوم نہیں ہوتی اور اس صورت میں اسکو اختیار ہوگا
اور اس خیار کو خیار الکمیۃ کہتے ہیں بخلاف خیار الرؤیۃ کے کہ نقود میں خیار الرؤیۃ ثابت نہیں وصح بیع مجہول وھو الاصل اور بیع صحیح ہے ثمن بالا سے اور

یہی اصل ہو ہم حال تبشدید لام مشتق ہو حلول سے دین حال خلاف ہو جل کذا فی النہر عن المغرب للمطاوی کہا ثمن حال اصل ہو مطلب اسکا یہ ہو کہ حلول مقتضائے عقد ہو اور اجل یعنی مدت ثمن ثابت نہیں ہوئی مگر شرط یا جیل سے و مؤجل الی معلوم لئلا یفضی الی النزاع اور بیع صحیح ہو ثمن موجل سے جبکی مدت معلوم اور مقرر ہو تا نزاع کی نوبت نہ پہونچے یعنی اس ثمن مؤجل سے بیع صحیح نہیں جسکی مدت مجہول ہو کہ باعث نزاع ہو جہ نزاع یہ ہو کہ بائع مدت معین تقاضا کریگا اور مشتری اسکا انکار کریگا لہذا مجہول المدت کی بیع فاسد ہو ولو باع مؤجلا صوف لشہر یفتی و اگر بیع موجل کی تو ایک مہینے کی طرف پھیری جاوے گی اسی کا فتوی ہو کذا فی النہر عن شرح الجمع ولو اختلفا فی الاجل فالقول لمنافیہ لانہ فی السلم اور اگر بائع اور مشتری نے مدت بین اختلاف کیا تو انکا قول معتبر ہو جو مدت کی نفی کرتا ہو اگر سلم میں مثبت مدت کا قول معتبر ہوگا ہم خلاف مدت کی یہ صورت کہ بائع کہتا ہو کہ میں نے بلا مدت بیچا اور مشتری کہتا ہو کہ نہیں مدت پر بیع واقع ہوئی ہو تو بائع ہی کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ بیع میں عدم تاجیل اصل ہو اور سلم میں ثبوت کا قول اسواسطے معتبر ہوا کہ نافی مدت مدعی ہو فسخ کا اسواسطے کہ سلم بلا مدت کے صحیح نہیں ولو فی قدر یلحق عادۃ الاقل اور اگر دونوں نے اختلاف کیا مدت کی مقدار میں ایک مدت بیان کرتا ہو اور دوسرا زیادہ مدت تو کہنہ مدت کے مدعی کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ وہ زیادتی کا منکر ہو والبینۃ علیہما للمشتری اور دونوں صورتوں میں یعنی اختلاف مدت اور تقادم مدت میں مشتری کے گواہ مقبول ہوں گے اسواسطے کہ گواہی خلاف ظاہر کے اثبات کے واسطے ہو ولو فی مضیہ فالقول للبینۃ للمشتری اور اگر دونوں متخالف ہوں مدت کے گذر جانے میں بائع کہتا ہو کہ مدت ہو چکی اور مشتری کہتا ہو کہ ہنوز مدت باقی ہو تو قول اور گواہی مشتری ہی کی مقبول ہوگی وبطل الاجل بموت المدیون اور مدت باطل ہوتی ہو مدیون کی موت سے ہم مدت کا فائدہ یہ ہو کہ مدیون تجارت کرکے ثمن ادا کرے سفقت سے پھر جب مدت مقرر کرنے والا مر گیا تو اسکا ترکہ ادائے دین کے واسطے متعین ہوگیا تو اب تاجیل کا کیا فائدہ ہو **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے باع بجال ثم اجله اجلا معلوما او مجهولا کنیروز وحصاد صار مؤجلا وعینہ بائع نے بیع کی ثمن بلا مدت پر پھر اسکی مدت مقرر کردی خواہ مدت معلوم ہو یا مجہول چنانچہ نوروز یا کھیت کی کٹائی تو یہ بیع موجل ہو جاویگی کذا فی المنیہ اور ایک نسخے میں منیہ کی جگہ تتمہ ہو نوروز وغیرہ مدت مجہول کی مثال ہو صحت بیع مذکور صاحبین کا قول ہو اور امام کے نزدیک یہ بیع فاسد ہو کذا فی المطاوی عن البحر لہ الف من ثمن مبیع نقال العطہ کل شہر مائۃ فلیس بتأجیل تو اسپر بیع بائع کے ہزار درم مبین مشتری پر بمقابلہ ثمن مبیع سو بائع کے کہ ہر مہینے میں سو درم دیا کرو یہ مدت معین کرنا نہیں ہو گیا تو اب تاجیل کا کیا فائدہ ہو کذا فی البحر علیہ الف ثمن جعله بیده نجوما ان اخل بنجم حل الباقی فاخل مرکما شرطا ملتقط وهی کثیرۃ الوقوع مشتری پر ہزار درم ثمن کے ہیں جسکی صاحب مبیع نے قسطبندی مقرر کی ہو یوں کہ اگر کسی قسط میں خلل ڈالے تو باقی دین بلا مدت واجب الادا ہو تو دونوں کی شرط کے موافق ہوگا کذا فی الملتقط اور یہ مسئلہ کثیر الوقوع ہو علم علی نے کہا ان اخل حال ہو جیل کے فاعل کا تبقدیر قول کے فلت وما یکثر وقوعہ ما لو شری بقطع رانجۃ فکسرت بضرب جدید یجب ضمانها یوم البیع من الذهب لا غیر اذ لا یمکن للحکام الحکم بمثلها لصنع السلطان منها ولا یدفع قیمتها من الفضۃ الجدیدۃ لانہا ما یتقبل عشرها فجیدها ورديها سواء اجماعا اما ما غلب غشہ ففیہ الخلاف کما سیجئ فی فصل القرض فتنبہ وبہ اجاب سعدی افندی میں کہتا ہوں اور منجملہ مسائل کثیر الوقوع یہ مسئلہ ہو کہ اگر چلن کے روپیوں سے خرید کیا پھر انکا رواج موقوف ہوگیا دوسرا سکہ پڑنے سے تو ان روپیوں کی قیمت ہوگی سونے سے بیع کے دن وہ واجب ہوگی نہ سوائے اسکے کہ سکہ قدیمہ کے رواج دینے کا حکم کرنا حاکموں کو ممکن نہیں بسبب منع کر دینے سلطان حال کے انکے رواج سے اور انکی قیمت فضہ جدیدہ سے بھی مشتری نہ دے اسواسطے کہ جبتک چاندی کی سونی غالب ہوگی چاندی پر تو وہ اونا قص چاندی ہوگی (چاندی خالص) و دونوں سکہ میں باجماع امام ابو حنیفہ صاحبین کے موافق چاندی میں سونی غالب ہوگی انچہ عام اور صاحبین کا اختلاف ہو چنانچہ اسکی تفصیل قرض کی فصل میں آویگی سو آگاہ رہنا اور یہی جواب دیا ہو اس مسئلے کا سعدی افندی نے کہا غلبۃ الغش بالصرف میں مذکور ہو نہ قرض میں مذکور ہو نہ قرض میں روایہا اور کساد مذکور ہو بلا تاید فلیتامل

وھذا اذا بیع بثمن دین فلو بعین فسد فتح اور یعنی سمت بیع ثمن مؤجل اسوقت ہوگی جبکہ بیع واقع ہو نقد ثمن سے تو اگر ثمن میں مؤجل بیع ہوگی تو بیع فاسد ہو گی اور اگر ثمن نقد ہو اور مبیع دین سے ثمن دین مقابلہ عین مراد ہو خلاصہ یہ ہو کہ اگر ثمن روپیہ یا اشرفی ہو اور اسکے دینے کا مثلاً اس روز کا وعدہ کیا تو بیع صحیح ہو اور اگر ثمن کپڑا ہو یا اور اسباب تو اسکے ادا میں مدت معین کرنا صحیح نہیں کہ بیع فاسد ہو ولخلا فی جنسہ ولم یجعلہا قدا لیا فیہ بیع یوما لنسا کما یجئی فی بابہ اور جبکہ بیع بخلاف جنس ثمن ہو اور مبیع اور ثمن دونوں کو کیل اور وزن شامل نہ ہو اسواسطے کہ اسمیں تاخیر کا بیان ہو چنانچہ (الجوہرۃ جلد ۲)
اسکی تفصیل باب الربوا میں آویگی ہم خلاصہ یہ ہو کہ بیع ثمن مؤجل درست ہو دو شرط سے ایک یہ کہ ثمن بخلاف نقود کے ہو نہ بخلاف عیان کے دوسری شرط یہ ہو کہ بیع بخلاف جنس ہو اور اگر بخلاف جنس ہو تو مبیع اور ثمن کیلی اور وزنی نہ ہوں چنانچہ کپڑے کو روپیہ سے خرید کر نا مدت مقرر کر کے صحیح ہو تو بیع پتھر کی پتھر سے یا من بھر گیہوں کی من بھر گیہوں سے یا گیہوں کی جو سے مدت مقرر کر کے صحیح نہیں کہ بیاج ہو والاجل ابتداء لا من وقت التسلیم ولو فیہ خیار فمذ سقوط الخیار عند الثانی اور مدت کی ابتدا تسلیم مبیع کے وقت سے ہو اور اگر مبیع بشرط اختیار ہوگی تو جب سے کہ اختیار ساقط ہوگا اسوقت سے مدت شروع ہوگی امام کے نزدیک کذا فی الخانیہ یعنی مدت کا شمار تسلیم کے بعد ہے جبکہ بجاب اور قبول کے وللمشتری بشھر مؤجل الی سنۃ منکرۃ الاجل سنۃ ثانیۃ مذ تسلیمہ لصنع البائع السلعۃ عن اسنۃ الاجل اسنۃ اخری تحصیلا لقائدۃ التاجیل اور جس مشتری کے لیے مہینے سال غیر معین کے ثمن مؤجل پر خریدیا دوسری سال کی مدت ہو تسلیم مبیع کے وقت سے بسبب روک رکھنے بائع کے متاع کو مشتری سے سال غیر معین کی مدت میں تاخیر مدت کا فائدہ حاصل ہو خلاصہ یہ ہو کہ مشتری نے ادائے ثمن کے واسطے سال بھر کی مدت بلا تعیین سال مقرر کی اور بائع نے ایجاب و قبول کے بعد سال بھر کی تسلیم مبیع نہ کی تو تسلیم کے بعد دوسرے سال سے اسکی مدت مذکورہ شروع ہوگی تا مشتری مبیع میں تصرف کر کے ادائے ثمن پر قادر ہو یہ قول ہوا امام کا خلافا لصاحبین ولو معینۃ او لم یمتنع البائع من التسلیم لا اتفاقا لان التقصیر یعنی تو اگر مدت معین سال کی ہو یا بائع نے تسلیم مبیع سے منع نہ کیا ہو تو دوسرے سال کی مدت باتفاق امام اور صاحبین کے نہ ہوگی اسواسطے کہ اب مشتری کا قصور ہوا کہ اگر مشتری نے کہا کہ میں اسی سال ثمن ادا کرونگا اور اسی طرح ہر سہ مہینہ مدت چنانچہ اگر مشتری نے کہا کہ جب تک ادا کرونگا اور بائع نے سال بھر یا جب تک تسلیم مبیع نہ کی تو مشتری کے واسطے دوسری مدت بالاتفاق نہ ہوگی کذا فی الکفایۃ عن الدرر والشرنبلالیہ فتاوی عالمگیری میں ہو کہ محل اختلاف امام اور صاحبین درصورت امتناع تسلیم ہو اور اگر بائع نے امتناع نہیں کیا تو ابتداء سے مدت عقد کے وقت سے ہو بالاجماع والثمن المسمی قد لا وصفہ ینصرف مطلقہ الی غالب نقد البلد لان العقد یحمل المتعارف وکانہ المتعارف اور جس ثمن کی مقدار مذکور ہوئی نہ اسکا وصف تو اس ثمن کا مطلق منصرف ہوگا غالب نقد بلد کی طرف یعنی جس شہر میں بیع منعقد ہوئی وہاں کا نقد غالب الرواج مراد ہوگا کذا فی مجمع الفتاوی اسواسطے کہ بسکا رواج غالب ہو وہی متعارف ہو یعنی جب مشتری نے دس درم کو چیز خرید کی بلا قید وصف اور بلا قید شہر تو بوقت اطلاق اس شہر کے نقد غالب کی طرف راجع ہوگا جسمیں بیع واقع ہوئی نہ عاقدین کے شہر کی طرف اسواسطے کہ نقد غالب متعارف ہے تو مطلق اسی طرف پھریگا اگرچہ اس شہر میں اور دراہم بھی موجود ہوں جسے معاملہ نہیں ہوتا یا ہوتا ہو مگر قلیل چنانچہ اسکا اشارہ فتح القدیر میں ہو کذا فی النہر الجلابی فتاوی کہ مجمع الفتاوی سے نقل کیا کہ ایک شخص نے بیع کی ایک مرد سے اصفہان میں بعوض اتنے دنانیر کے سوائے قیمت نہ دی یہاں تک کہ مشتری بخارا میں ملا تو سپہ عیار اصفہان ہی دے سکیگا تو کان علیہ ہی معتبر ہوا انتہی وان اختلف النقود کمالیۃ کذھب ثلثی وبندقی فسد العقد مع الاستواء فی رواجہا الا اذا بین فی المجلس تساوی الجہالۃ اور اگر نقود ثمن کے مختلف ہوں باعتبار مالیت کے جیسے تہائی روپیہ اور تہائی سونا تو عقد فاسد ہوگا اگر رواج برابر ہونے کے ساتھ مگر وقت فساد نہیں جبکہ مشتری بیان کر دے ایک نقد کو اسی مجلس میں بسبب دور ہو جانے جہالت کے ہم مبیع فاسد ہو بسبب جہالت کے جو باعث نزاع ہے اسواسطے کہ ایک دوسرے سے اولی نہیں باعتبار رواج کے بعد اگر مشتری نے مجلس میں تصریح کی ادا بائع راضی ہوگیا تو مبیع صحیح ہو اسواسطے کہ جہالت دفع ہوگئی قبل اسکی تقرر کے مصنف نے اختلاف نقود کی اسواسطے

قید لگائی کہ اگر نقود بالیت اور رواج میں برابر ہیں تو بیع صحیح ہی جو چاہے اولکرے اور اسی طرح اگر نقود بالیت اور رواج دونوں میں مختلف ہوں یا بالیت میں برابر ہوں رواج میں مختلف ہوں تو دونوں صورتوں میں بیع صحیح ہی باعتبار اس نقد کے جو غالب الرواج ہو کذا فی النہر وصح بیع الطعام ھو فی عرف المتقدمین اسم للحنطۃ ودقیقھا کیلا جزافا مثلث الجیم مع کفایۃ فی الجازۃ اور صحیح ہی بیع طعام کے پیمانے سے ناپ کر اور بطور تخمین اور اٹکل کے قدماء متقدمین کے عرف میں گیہوں اور اسکے آٹے کا نام ہی اور جزاف بوکات مثلث الجیم کے فارسی کا معرب ہی بمعنی بجازفت ھم کہتا ہی علامہ نوح نے کہا کہ جزاف بیع ہی جو حدس اور تخمین سے بلا کیل اور بلا وزن اور ابن قطاع نے کہا کہ مجازفت بیع میں عبارت ہی مساہلہ سے الحاصل مصنف کے کلام میں طعام سے جمیع حبوب مراد ہیں نہ فقط گیہوں اور نہ جمیع ماکولات بقرینہ کیل اور جزاف کے حبوب کی بیع اٹکل سے جائز ہوگی بلا کیل اور وزن بسبب دور ہو جانے جہالت کے اشارہ کرنے سے حاشیہ مکی میں عینی سے منقول ہی کہ اٹکل کی بیع میں شرط یہ ہی کہ میزر اور مشار الیہ ہو کذا فی الطحطاوی اذا کان نجلا فجنسہ ولم یکن رأس مال سلم لیشرط معرفتہ کما سیجئ اذکان بحبسہ دھودون نصف صاع اذلا یوافیہ کما سیجئ بیع حبوب بطور تخمین صحیح ہی جبکہ بیع اسکی مخالف جنس سے ہو چنانچہ گیہوں کی بیع جو سے اور جبکہ سلم کا راس المال نہ ہو اسواسطے کہ راس المال کی معرفت مقدار شرط ہی چنانچہ باب السلم میں آویگا یا بیع اناج کی اپنی جنس سے ہو حالانکہ اناج نصف صاع سے کمتر ہو اسواسطے کہ نصف صاع سے کمتر میں رباج نہیں چنانچہ باب الربوا میں آویگا دصن المحازفۃ البیع باناء وحجر لا یعرف قدرہ قیدت فیھما وللمشتری الخیار فیھما نھرا اور منجملہ تخمین ہی بیچنا اور برتن اور پتھر سے جنکی مقدار معلوم نہیں اور مشتری کو دونوں میں اختیار ہی کذا فی النہر کہتا ہی نہر الفائق میں کہا اسواسطے یہ بیع جائز ہی کہ جہالت باعث منازعت نہیں اور کیل اور مجازفت پر اسکو اسواسطے عطف کیا کہ یہ بصورت کیل کے ہی اور حقیقت میں کیل نہیں ہی شرط صحت یہ ہی کہ برتن گھٹتا بڑھتا نہ ہو چنانچہ لکڑی یا لوہے کا برتن ہو اور اگر شل زنبیل یا خرجی کے برتن ہو تو جائز نہیں مگر بانی کی مشکوں میں بسبب رواج کے جائز ہی اور مصنف نے ثبوت خیار سے سکوت کیا کہ جمیع النوازل میں ثبوت خیار پر تصریح ہی اس صورت میں کہ خریدے اس پتھر کے برابر سونے سے انتہی اور لائق یوں ہی کہ غیر معلوم المقدار برتن میں بھی خیار ثابت ہو انتہی وھذا اذا لم یحتمل الاناء النقصان والحجر النقصان فان احتملھما لم یجز کبیعہ قدر ما یملاہ ھذا البیت لو قدر ما یملاھا الطست بجاز سو اجر اور یعنی برتن کی بڑی اور پتھر کے وزن سے بیع اسوقت جائز ہی جب برتن نقصان کا اور پتھر ٹوٹنے پھوٹنے کا متحمل نہ ہو اور اگر نقصان اور پھوٹنے کا احتمال ہوگا تو بیع جائز نہ ہوگی چنانچہ اس مقدار کی بیع جائز نہیں جیسے یہ کوٹھری بھر جائے اور اگر اس مقدار کی بیع کی جو اس طاس کو بھر دے تو جائز ہی کذا فی السراج وصح فی ما سمی صاع فی بیع صبرۃ کل صاع بکذا مع الخیار للمشتری لتفرق الصفقۃ علیہ ویسمی خیار التکشف اور صحیح ہی بیع ہر سمی کی چنانچہ ایک صاع کی بیع صحیح ہی زاج کے ڈھیر کی بیع میں اسطرح کہ ہر صاع عوض اتنے کے باوجود امتیاز مشتری کے بسبب متفرق ہونے عقد کے مشتری پر اور اسکو خیار التکشف کہتے ہیں ھم کہتا ہی ایک ڈھیر ہی گیہوں یا جو کا اسکے مالک نے کہا کہ بیچے اسکو ہر صاع عوض درہم کے یا ہر سیر عوض آنے کے اور مقدار اسکی نہ ذکر کی کہ اتنے صاع یا اتنے سیر ہی تو امام اعظم کے نزدیک ایک صاع یا ایک سیر کی بیع صحیح ہوگی اسواسطے کہ اسقدر مبیع اور ثمن معلوم المقدار ہی اور مبیع نے نفیسہ تفاوت چیز نہیں اور اس سے زیادہ مقدار اور ثمن دونوں مجہول ہیں معلوم نہیں کہ سب ڈھیر کی صاع یا کسر کا ہو اور درہم یا آنے کتنے ہیں طحطاوی نے کہا خیار التکشف اسواسطے کہتے ہیں کہ حال منکشف ہو گیا ایک صاع کی صحت بیع سے لائق میں ہدایہ سے منقول ہی کہ ایک صاع میں بیع لازم ہی بلا خیار مشتری اور یہی قول ظاہر ہی واللہ اعلم وصح فی الکل ان کیلت فی المجلس لزوال المفسد قبل تقرر ادسمی حملۃ تقریبا بلا خیار لو عند العقد وبر لو بعد فی المجلس او بعدہ عندھما وبہ یفتی اور صحیح ہی بیع سب ڈھیر میں اگر اسکا پیمانہ ہو جب عقد کی مجلس میں بسبب دور ہو جانے مفسد کے قبل اسکے جسنے کے یعنی جہالت قبل انقضاے مجلس زائل ہو گئی یا بائع نے اس ڈھیر کے قفیز پیمان کر دیئے

توبیع صحیح ہوگی بالخیار مشتری اگر قسیمہ عقد کے نزدیک ہوا اور اگر قسیمہ بعد عقد کے مجلس میں ہوا تو بیع باختیار مشتری ہوگی بالبدیہ مجلس کے قسیمہ ہونے کو صاحبین کے نزدیک بیع صحیح ہوگی اور اسی کا فتویٰ ہوا ہم کہتا ہے یہ قول نزدیک پہنچا ہوا ہے شرح ملتقی میں ہے کہ صاحبین کے قول پر فتویٰ اس نظر سے نہیں کہ امام کی دلیل ضعیف ہے بلکہ اسی نظر سے تاخلق اللہ پر آسانی ہو قَالَ تَرْضَى هَلْ يَلْزَمُ الْبَيْعُ بِلَا رِضًى مِنَ الْبَائِعِ الظَّاهِرُ نَعَمْ پھر درصورت خیار اگر مشتری راضی ہوگیا تو کیا بیع لازم ہوگی بلا رضا مندی بائع کے ظاہر جواب یہ ہے کہ ہاں بیع لازم ہوگی کذا فی النہر یہاں تک کہ اگر بعد قبول کے بائع فسخ بیع کرے تو اسکا فسخ معتبر ہوگا اور مشتری سب ٹھیرے کو لیگا کذا فی النہر ایضاً وَسَدَّ فِي الْكُلِّ فِي بِيعِ ثَلَّةٍ بِفَتْحٍ فَتَشْدِيدٍ قَطِيعُ الْغَنَمِ وَثُوبٍ كُلُّ شَاةٍ وَذِرَاعٍ كَفٌّ وَشِبْرٌ بِكَذَا اور تمام میں بیع فاسد ہے بھیڑ بکری کی اون اور کپڑے کی بیع میں اسطرح کہ ہر بکری عوض اتنے کے اور ہر گز عوض اتنے کے شارح نے کہا ثلۃ بفتح ثاء مثلثہ وتشدید لام عبارت ہے گلہ غنم سے اور شاۃ اور ذراع میں لغت تشریح مترتب ہوا یعنی بائع نے بھیڑ بکریوں کی طرف اشارہ کرکے کہا کہ اسمیں سے ہر بھیڑ یا بکری ایک روپیہ کی ہو یا کپڑے کے تھان کی طرف اشارہ کرکے کہا کہ ہر گز اسکا چار آنے کو ہو تو بالکل فاسد ہے تمام فروعیں امام کے نزدیک اسواسطے کہ افراد و بیان مختلف ہیں تو قیمت سب پر برابر منقسم نہ ہوگی تو نزاع واقع ہوگا کہ ایک قسمیں میں بائع چاہیگا کہ مشتری چھوٹی دبلی بکری لے اور مشتری بڑی موٹی بکری کا ارادہ کریگا بخلاف گیہوں کے ڈھیر کے کہ وہاں ایک صاع یا ایک سیر کی بیع صحیح ہے اسواسطے کہ گیہوں کے افراد یعنی اسکے دانوں میں تفاوت نہیں یکساں حال ہے مصنف نے کپڑے میں کوئی قید نہ لگائی مانند صاحب کنز اور وقایہ کے لیکن شارح نے جامع صغیر میں نصرت بعض کی قید لگائی ہے یعنی جس کپڑے کے ٹکڑے ہونے سے قیمت کم ہوتی ہو اسمیں بیع مذکور صحیح نہیں تو اگر جس تھان سے گز دو گز ٹکڑا موجب نقصان نہ ہو تو چاہیئے کہ امام کے نزدیک اسمیں ایک گز کی بیع جائز ہو جیسے گیہوں کے ڈھیر سے ایک صاع کی بیع جائز ہے کذا فی المنح عن غایۃ البیان وَإِنْ عَلِمَ قَدْرَ الْغَنَمِ فِي الْمَجْلِسِ لَمْ يَنْقَلِبْ صَحِيحًا عِنْدَهُمَا عَلَى الْأَصَحِّ اور اگر بھیڑ بکری کا شمار مجلس میں معلوم ہو جائے تو بیع منقلب بصحت نہ ہوگی امام کے نزدیک بنا بر قول اصح کے کہتا ہے یعنی بعد عقد کے مجلس میں شمار معلوم ہونے سے صحیح نہ ہوگی وَلَوْ رَضِيَا الْعَقْدَ بِالتَّعَاطِي فَنَظِيرُهُ الْبَيْعُ بِالرَّقْمِ سراج اور اگر بائع اور مشتری راضی ہو جائیں بیع مذکور سے تو بیع منعقد ہوگی بسبب تعاطی کے اور مانند اسکے بیع بالرقم ہے کہ تراضی اور تعاطی سے صحیح ہو جاتی ہے کذا فی السراج رقم کے معنی نقش کے ہیں جسکو ہندی میں آنک کہتے ہیں اور سراج میں ہے بیع بالرقم یہ ہے کہ بائع کے کپڑے پر نقش لگے یعنی جو شمن کہ کپڑے پر لکھا ہو اور مشتری کو وہ معلوم نہیں سو اگر بعد حصول عقد مشتری دیکھیگا تو بیع فاسد ہوگی اور اگر قبل افتراق کے دیکھیگا اور بیع کو پسند کریگا تو بیع صحیح ہوگی اور اگر قبل علم تفرق ہوا تو فاسد مؤکد ہو جائیگا اور بعد اسکے منقلب بجواز نہ ہوگا انتہی کذا فی حاشیۃ المدنی فتح القدیر میں ہے کہ بیع بالرقم فاسد ہوا اسواسطے کہ بسبب رقم کے جہالت ثمن صلب عقد میں تمکن ہوگی ہو اتنا قمار کے معلوم نہیں کہ ثمن کیا ہوا اور صاحبین نے اسکو جائز کہا ہے اگر مجلس میں ثمن معلوم ہو جائے اور دوسرا عقد منعقد ہو یعنی تعاطی انتہی طحطاوی نے کہا یہ منافی ہے فقہا کے کلام سے اسواسطے کہ سابق مذکور ہو چکا کہ بیع تعاطی میں یہ ضرور ہے کہ عقد فاسد یا باطل کے بعد نہ ہو اور اگر ہوگی تو قبل متارکہ منعقد ہوگی مگر یہ کہ اس افتراق کو لہو لعب متارکہ پر محمول کیجیے وَكَانَ الْحُكْمُ فِي كُلِّ مَحَلٍّ وَدِمْتَ آدِتِ كَابِيلَ وَعَبِيدٍ وَبَيْضٍ وَكَذَا كُلُّ مَا فِي بَعْضِهِ ضَرَرٌ كَصَوْغٍ لِأَنِّي بِدَائِعَ اور اسی طرح غنم اور ثوب کا حکم ہے ہر محل و مختلف میں جیسا کہ ٹوٹے اور غلاموں اور خربوزوں میں اور اسی طرح جس چیز کے ٹکڑے کرنے میں ضرر ہو جیسا کہ سونے کے حلے برتن کذا فی البدائع وَتُؤْسَى عَدَدُ الْغَنَمِ وَالذِّرَاعِ اَوْ جُمْلَةُ الثَّمَنِ صَحَّ تَفَاوُتًا اگر بائع نے بھیڑ بکریوں کی گنتی یا کپڑوں کے گز دن کا شمار بتلایا یا تمام ثمن مذکور کر دیا تو بالکل میں بیع صحیح ہو جائے گی باتفاق امام اور صاحبین کے کہتا ہے تسمیہ عوض ہے قبل عقد کے یا صلب عقد میں اور جو سابق مذکور ہوا کہ شمار غنم کے معلوم ہونے سے بیع صحیح نہیں ہے ان تسمیہ عوض ہے بعد عقد کے تو دونوں صورتوں میں کچھ تناقض رہا کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود والضابطۃ الکلیۃ کُلُّ ثَمَنٍ لَمْ تُعْلَمْ وَقْتَ الْعَقْدِ فَإِنْ لَمْ تَرُدَّ لِلْجَهَالَةِ فَلَا اسْتِحْقَاقَ كَيْمَا يَتَعَلَّقَ اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ اگر کل کا یہ ہو کہ اگر افراد کی نہایت نہ معلوم ہو سو اگر عدم علم جہالت کا باعث نہ

تو وہاں لفظ کل سے تفرق کے واسطے ہوگی یعنی جمیع افراد مراد ہونگے چنانچہ یمین اور تعلیق ہم کہتا ہے طحطاوی نے کہا حالت سے وہ حالت مراد ہے جو سبب نزاع نہ ہو شارح کو یوں کہنا مناسب تھا کہ بجائے یمین لفظ اقرار کا لاتا اسواسطے کہ تعلیق خود ہی یمین ہے تعلیق کی یہ مثال ہے کہ کل مرأۃ تزوجھا فھی طالق یعنی جس عورت سے میں نکاح کروں وہ مطلقہ ہے وکلما اکلت الیوم فعلی درھم اور ہر بار کہ میں گوشت کھاؤں تو مجھ پر ایک درم دینا واجب ہے تو ہر تزوج پر طلاق اور ہر لقمے پر درم واجب ہوگا اور امر کی مثال یہ ہے کہ آمر نے مامور سے کہا کہ میری طرف سے ہر مہینے میں ایک درم دیا کر سو مامور نے ایک مہینے سے زیادہ دیئے تو آمر پر وہ لازم ہونگے والاقان لو تعلم فی المجلس فعلی الواحد اتفاقا کاجارۃ وکفالۃ اقرارا اور اگر جہالت موجب نزاع ہو تو اگر افراد کی نہایت مجلس میں نہ معلوم ہو تو یہاں لفظ کل کا ایک فرد مجہول ہوگا باتفاق امام وصاحبین کے چنانچہ اجارے اور ضمانت اور اقرار میں ہم کہتا ہے اجارے کی مثال یہ ہے کہ میں نے اجارہ دیا اپنا گھر کل شہر عرض اتنے کے تو ہر ایک مہینہ لازم ہوگا اور ضمانت کی صورت یہ ہے کہ اگر عورت کے نفقے کا ضامن ہوا کل شہر یا کل ارمہ کا تو ہر ایک مہینے یا ایک دن کا نفقہ لازم ہوگا امام کے نزدیک خلافا لابی یوسف اور اقرار کی صورت یہ ہے کہ جب زید نے خالد سے کہا کہ تیری مجھ پر کل درہم ہیں تو ایک درم لازم ہوگا کذا فی المحلاوی والاقان تفاوتت الافراد کاتعلم لم یصح فی شیء عندہ کا اور اگر جہالت افراد کی معلوم ہو سو اگر افراد میں تفاوت ہوں جیسا کہ تعلم نوکسی چیز میں امام کے نزدیک بیع صحیح نہیں نہ ایک فرد میں نہ سب افراد میں والا یصح فی واحد عندہ کالصبرۃ اور اگر افراد میں تفاوت نہ ہو تو ایک صاع یا ایک سیر میں امام کے نزدیک بیع صحیح ہے چنانچہ گیہوں جو کے ڈھیر میں وصححا فیما فی الکیل بحر اور صاحبین نے بیع کو صحیح کہا ہے دونوں میں یعنی سب گیہوں اور سب ڈھیر میں کذا فی البحر ہم کہتا ہے صاحبین اور شافعی کی یہ دلیل ہے کہ مبیع معلوم ہو چکی اشارے کے سبب سے اور جہالت ثمن کے شمار کرنے سے اور اناج کے پیمانہ کرنے سے زوال ندیدہ ہونے سے صحیح ہوگا کیونکہ رفع جہالت کا طریقہ موجود ہے وفی النھر عن العیون والشرنبلالیۃ علی البرھان والقہستانی عن المحیط وغیرہ وبقولھما یفتی تیسیرا اور نہر الفائق میں عیون سے اور شرنبلالیہ میں برہان سے اور قہستانی میں محیط وغیرہ سے منقول ہے کہ اسی پر صاحبین ہی کے قول پر فتوی ہے بنظر آسانی کے وان باع صبرۃ علی انھا مائۃ قفیز بمائۃ درھم وھی قلیل او اکثر اخذ المشتری الاقل بحصتہ ان شاء او فسخ لتفرق الصفقۃ وکذا کل مکیل او موزون لیس فی تبعیضہ ضرر اور اگر ڈھیر کو یہ بیچا اس شرط پر کہ وہ سو قفیز ہے سو درم کو اور حالانکہ وہ سو سے کم ہے یا زیادہ ہے تو مشتری کم کرلے اس کے سو قفیز قیمت درکار اگر چاہے یعنی اگر مثلاً ساٹھ قفیز نکلیں ہوں تو ساٹھ درم کو لیا چاہیے بیع کو فسخ کرے بسبب متفرق ہونے صفقہ کے اور یہی حکم ہے ہر ایک اس قبیلی یا وزنی چیز میں جسکے پارہ پارہ ہونے میں ضرر نہیں ہم کہتا ہے ضرر تبعیض کی تہ سے نکل گیا اگر سو قفیز کی بجائے اس شرط پر کہ شمال بھر ہے پھر وہ ورق میں سو مثقال سے زیادہ نکلا تو مشتری اسکا مالک ہے یعنی بلا زیادت ثمن اسواسطے کہ وزن اس چیز میں بمنزلہ تعیین مضر ہے جیسے ذراع کپڑے میں وصف ہے کذا فی الطحطاوی وھذا اذا لم یوجب الوفاء العقد علی قدر معین اور جو زیادہ ہو یعنی اگر ڈھیر آٹھ سو قفیز سے زیادہ نکلا تو وہ بالغ کا ہے بسبب واقع ہونے بیع کے قدر معین پر یعنی بیع سو قفیز پر منعقد ہوئی تو جتنا سو سے زیادہ ہوگا وہ داخل عقد نہیں تو وہ بالغ کا ہوگا نہ مشتری کا وان باع المذروع مشاعا علی انہ مائۃ ذراع مثلا اخذ المشتری الاقل بالحصۃ او ترک الا اذا قبض المبیع او شاھدہ فلا خیار لہ لانتفاء الفرز بنفرد ولھذا لا کثر بلا خیار للبائع لان الذرع وصف لتعیبہ بالتبعیض ضد الفرز والوصف لا یقابلہ شیء من الثمن اور اگر مذروع کو خواہ کپڑا ہو یا زمین کذا فی شرح الملتقی یا متساوی کے بجائے اس شرط پر کہ مذروع مثلاً سو گز ہے سو درم کو تو مشتری کم کرکے پوری قیمت سے لیا ترک کرے مگر جبکہ مشتری نے مبیع پر قبضہ کیا یا اسکو دیکھ لیا تو اسکو ترک مبیع میں اختیار نہ رہیگا بسبب منتفی ہو جانے غرض کے کذا فی النہاد اگر کم نکلے تو مشتری کو بلا اختیار بائع کے واسطے کہ ذرع یعنی گز وصف ہے بسبب معیوب ہونے مذروع کے تبعیض سے بخلاف عقد ارض یعنی کیل یا وزن کے کہ وہ وصف نہیں اور وصف کے مقابلے میں ثمن کچھ نہیں بڑھنا ہم کہتا ہے تو صحیح اسکی

یہ ہو کہ بائع نے زمین بیچی سو رو پے کو اس شرط پر کہ وہ سو گز ہو شلا چھ وہ ساٹھ یا اسی گز نکلی یا ایک سو دس گز تو بیع ہوئی تو مشتری کو ہر حال میں اختیار رہیگا ساتھ یا اسی گز پوری قیمت کو سو رو پے دے کر لے یا نہ لے اور یا کثر یعنی ایک سو دس گز کو مشتری سو رو پے سے لیگا بلا اختیار بائع کے بخلاف گیہوں اور وزنی چیز کے کہ اس میں کمتر بیشتر کی قیمت کو لیگا اور اکثر کا بائع مالک ہوگا اسواسطے کہ مذروع میں ذراع وصف ہے اور مذروعوں میں کیل اور وزن وصف ہیں لہذا فاتن میں ہر گز اصطلاح فقہ میں وصف شمار اس سے عبارت ہے جو تفاوت ہوتے کا اوسے منضبط نہ ہو اس سے جب ثمن حاصل ہو تو اسکی خیلی کو زیادہ کردے چنانچہ ذراع وصف ہے کپڑے میں اسواسطے کہ اگر دس گز کپڑے کی دس درم مثلاً قیمت ہے اگر ایک گز ان میں سے کم ہوگا تو لوگ اور درم کا نہ رہیگا یعنی اسواسطے کہ اگر بدیں غیر کو کافی نہیں اور دس گز کافی ہے لہذا بالعکس نے وصف کی یوں تعریف کی ہر کہ وصف وہ ہے جو تعیین سے معیوب ہو جاتا اور زیادہ اور کم نہ ہو تا ہو جو ایسا نہ ہو وہ اصل ہے اور تابع تو مطلوم ہوا کہ ذراع ثوب میں اوصاف زائدہ کے اندراج کی بحث کا مقابل کچھ ثمن نہیں پڑتا یعنی ثمن مبیع کے اجزا پر تقسیم نہیں ہوتا چنانچہ گیہوں وغیرہ میں منقسم ہوتا ہے الا اذا کان مقصودا بالتناول کما افادہ بقولہ وان قال فی بیع المذروع کل ذراع بدرھم اخذ الاقل بحصتہ لصیرورتہ اصلا بافرادہ بذکر الثمن او ترک التفرقۃ الصفقۃ مگر جبکہ وصف مقصود بالتناول ہو تو ثمن اسکے مقابل ہوگا چنانچہ مصنف نے اپنے اس قول سے اسکو بیان کیا اور اگر بائع نے مذروع کی بیع میں کہا کہ ہر گز ایک درم کے تو مشتری کم کو اسکے حصے کے موافق لے اسواسطے کہ ذراع اگرچہ وصف ہے مگر یہاں اصل ہو گیا بسبب اسکے علیحدہ کر دینے کے ثمن کے ذکر کر دینے سے یا ترک بیع کرے بسبب متفرق ہونے عقد کے کم کتنا ہی یعنی اگر سو گز زمین یا کپڑے کو سو درم سے بیچا بطریق کہ ہر گز کی عوض ایک درم ثمن مقرر کیا اور ساٹھ گز نکلے تو مشتری چاہے ساٹھ گز کو ساٹھ درم دے کر لے چاہے نہ لے اسواسطے کہ گو اگرچہ وصف ہے لیکن جب اسکا ثمن جدا ذکر ہوا تو وہ اصل بیع ہو گیا ولذا اخذ الاکثر کل ذراع بدرھم او فسخ لتفرق صفقۃ الزام الزائد اور اسی طرح سو گز سے زیادہ کو مشتری لے ہر گز عوض درم کے یا چاہے فسخ بیع کرے تا الزام زائد کا مفروز ہو کنایہ ہے بیع کا یعنی ہوئی تھی سو گز کی لہذا زائد کے مزید کرنے میں مشتری کو اختیار ہوا تا الزام لازم نہ آوے وفسد بیع عشرۃ اذرع من مائۃ ذراع من دار او حمام او صحاح وان لم یسم جملتھا علی الصحیح لان ازالۃ الجھالۃ تصلح فسادا اور فاسد ہو بیع دس گز کی گھر یا حمام کے سو گزوں میں سے اور صاحبین نے اسکو صحیح کہا ہے اگرچہ بائع نے سب گزوں کا نام نہ لیا ہو بقول صحیح اسواسطے کہ ازالہ جہالت کا حاقدین کے ہاتھ میں ہو ہم کہتا ہو فساد بیع کی وجہ امام کے نزدیک یہ ہو کہ ذراع حقیقت میں اس آلہ کا نام ہو جس سے ناپتے ہیں خواہ لکڑی کا ہو یا لوہے کا سو وہ حقیقتہً مبنی ہے یہاں متعذر ہیں تو مجازاً یہاں ذراع سے زمین مراد ہو جو ذراع سے ناپی جاتی ہو اور زمین بے اطلاق ذراع نہیں ہو سکتا مگر معین اور مشخص ہو کر اسواسطے کہ اپنا فعل محسوس ہو کر محل محسوس کا مقتضی ہو تو اس صورت میں دس گز نہ معلوم ٹھہرے کہ گھر یا حمام کے کس جانب سے مراد ہیں تو یہ جہالت باعث منازعت ہو بائع کہیگا کہ میں دس گز فلانی طرف سے دونگا مشتری کہیگا نہیں میں فلانی طرف سے لونگا بخلاف سہم کے کہ وہ مرغلی ہے محل محسوس کا مقتضی نہیں تو وہ کا شائع ہونا جائز ہے کیونکہ اسکی جہالت باعث نزاع نہیں اسواسطے کہ دس حصے کا مالک نوے حصے والے کا شریک ہے تمام گھر میں بالتعیین موضع اور صاحبین کے نزدیک وجہ صحت کی بقول صحیح یہ ہے کہ دس گز کی جہالت کا دور کرنا بائع پر اداء مشتری کے اختیار میں ہے ہر چند امام کے نزدیک ہر طرح بیع فاسد ہے خواہ بائع تمام ذراع کو مذکور کرے یا نہ کرے لیکن مصنف نے اسواسطے سو ذراع ذکر کئے تا قول آئندہ صحیح ہو اسواسطے کہ چنیدہ سہام کا بیچنا بدون ذکر کل سہام کے باتفاق امام اور صاحبین صحیح نہیں کذا فی الطحاوی لانہ یفسد عشرۃ اسھم من مائۃ سھم اتفاقا والشیوع الیسیر فی الذراع فاسد نہیں بیع دس سہم کی نہ جملہ سہم کے باتفاق امام اور صاحبین کے بسبب شائع اور عام ہونے سہم کے نزدیک ذراع کے کیونکہ سہام عقلی ہے تو محل کا مقتضی نہیں لی وذراع محل حسی کا مقتضی ہے چنانچہ مفصل مذکور ہو چکا بقی ما لو نزل شیئا علی تعیین الاذرع فی مکانین لم یرہ وسنبقی انقلابہ صحیحا فی المجلس لو جھلہ مشیرا بالتعاطی فغیر باقی یہ بات کہ اگر بائع اور مشتری راضی ہو جائیں گز وں کی تعیین پر ایک مکان میں پھر اسکو تین مقامات میں بھیجا نہیں دیکھا اور لائق یہ ہو کہ بیع منقلب بصحت ہو جائے اگر قبض مجلس عقد تک ہو اور اگر قبض مجلس کے بعد ہو تو بیع بالتعاطی ہوگی کذا فی الذخیرہ اشتری عدلا من قیمتی بیتا او غنما جوھرہ علی انہ کذا فتقبض واراد فسخ البیع

یہ عبارت صحیح نہیں ہے اصل عبارت ہدایہ میں ہے

خریدے کے چند عدد قیمت والی چیز سے خواہ کپڑے ہوں یا بھیڑ بکری کذا فی البدیعۃ اس شرط پر خریدیں گے کہ اتنے ہیں پھر کم نکلے یا زیادہ ہوئے تو بیع فاسد ہوگی بسبب جہالت کے کم کہتا ہو مثلاً دس تھان کی گٹھری خرید کی ہیں روپے کو پھر جو گٹھری کھولی تو نو تھان نکلے تو دونوں صورتوں میں بیع فاسد ہوا اسواسطے کہ اس کی صورت میں ثمن مجہول ہوگی کیونکہ ثمن کے اجزا اسکی قیمت والی مبیع کے اجزا پر تقسیم نہیں ہوتے بخلاف بیع مثلی کے تو ایک کم تھان کی قیمت معلوم نہیں جسکو بیس روپوں سے کم کر دیجئے پھر جب کہ تھان کی قیمت مجہول ہوئی تو تمام ثمن مجہول ہوگیا اور درصورت زیادتی کے مبیع مجہول ہوگا اسواسطے کہ ایک تھان کے پھر دینے کی حاجت ہوگی تو اسمیں نزاع واقع ہوگا مشتری کے تھان کے پھیر دینے کا ارادہ کریگا اور بائع عمدہ تھان لینے کا قاصد ہوگا ولو اشتری ارضا علی ان ذراعا کذا فکذا فما زاد فلی وما نقص فعلی بطل العقد لجہالۃ الثمن فسد بحر اور اگر ایک زمین خریدی اس شرط پر کہ اسمیں اتنے گز کے درخت پھیلے ہوئے ہیں سو اسمیں ایک غیر شمار نکلا تو بیع فاسد ہوگی کذا فی البحر یعنی فاسد ہونے کی وجہ ثمن کی جہالت ہے چنانچہ مسئلہ سابقہ میں درصورت کمی وجہ اسکی مذکور ہوچکی کما لو باع عدلا من الثیاب ذرعا واستثنی واحدا بعینہ فسد ولو بعینہ جاز البیع خانیہ چنانچہ کپڑوں کی گٹھری یا چند کپڑوں میں اور انمیں سے ایک کپڑا یا ایک بکری بالتعیین بیچی تو بیع فاسد ہوا اور اگر ایک معین تھان یا ایک مخصوص بکری مستثنی کرلی تو بیع جائز ہوگی کذا فی الخانیہ یعنی درصورت استثنا غیر معین بیع فاسد ہوجہالت کے سبب سے مشتری اول کے دینے کا ارادہ کریگا اور بائع اسکے لینے کا قصد کریگا اور درصورت تعیین یہ جہالت نہیں ولو بتن ثمن کل من القطعی بان قال کل ثوب منہا بدرہم فقبل وقع البیع بقدرہ لعدم الجہالۃ وخیر لتفرق الصفقۃ اور اگر قیمت والی ہر ایک چیز کا ثمن بیان کردیا یعنی اسطرح کہا کہ اس گٹھری میں سے ہر تھان کی قیمت ہے اور ایک تھان نکلا تو بیع صحیح ہوگی بقدر موجود کے بواسطے عدم جہالت کے اور مشتری خریدار اور عدم خرید میں مختار ہوگا بسبب متفرق ہونے عقد کے کم کہتا ہے سابقہ میں مجموع ثمن مذکور تھا لہذا کمی میں جہالت طاری ہوئی اور بیان ہر تھان کا جدا جدا ثمن مقرر ہوا تو کمی میں جہالت نہ ہوئی مثلاً دس تھان چھپیس روپے کو اسطرح کہ ہر تھان کے دو دو روپے ثمن ٹھہرے پھر اگر نو تھان نکلیں گے تو انکا ثمن اٹھارہ روپے ہوگا ایک تھان کے دو روپے کم ہوجائینگے وان زاد ثوب فسد بجہالۃ المزید اور اگر ایک تھان زیادہ نکلا مثلاً اس شخص کی شرط میں گیارہ تھان نکلے تو بیع بسبب جہالت مزید کے کم کہتا ہے درصورت زیادتی جہالت ثمن نہیں بلکہ جہالت مبیع ہے یعنی کہ کس تھان مبیع کی تعیین میں متناول واقع ہوگا بخلاف گیارہ تھان کے کذا فی البحر یعنی عمدہ تھان کو عشرہ مبیعہ میں مشتری داخل کریگا اور بائع عکس اسکے ولو رد الزائد وعلیہ العمل بخلاف الیانی خلافا وراگر مشتری نے زائد کو پھیر دیا تو کیا باقی اسکو حلال ہیں اسمیں اختلاف ہم کہتا ہے نہیں تاوقتیکہ اسنے اس شرط پر کہ اسمیں اتنے کپڑے ہیں پھر اسکو زائد پایا اور بائع غالب ہو نو زائد کو جدا کردے اور باقی کو استعمال میں لاوے اسواسطے کہ وہ اسکا مالک ہوگیا تھا ہی اور گویا یہ استحسان ہوا والا بیع فاسد ہو جہالت مزید کے سبب سے اور خانیہ اور قنیہ میں مصرح ہے کہ عمدہ کا یہ استحسان ہوگا کہ اسمیں سے ایک کپڑا جدا کرکے باقی استعمال میں لاوے اور اسمیں قبل اسکے یہ جزو ایک شخص خریدی سوا اسکو زائد پایا اور زائد بائع کو دیدے تو باقی حلال ہے شلبیلی میں اور قیمت والی چیزیں حلال نہیں تاوقتیکہ باقی کو بائع سے خرید نہ کرے اگر جبکہ زیادتی ایسی چیز کو ہو جسمیں کیل جاری نہ ہو تو یہ وقت میں اسکو جدا کرکے کہے انتہی فی البحر اور نہر الفائق میں ہے کہ یہ جو بزازی نے کہا کہ وہ اسکا مالک ہوگیا یعنی بقبض سے مالک ہوا اگر بیع فاسد ہو اور خانیہ میں ہے کہ اگر ایک شخص نے تھان خریدی جسمیں بیس تھان ہیں ہر تھان عوض اتنے کے پھر اسکو زیادہ پایا تو زیادتی مشتری کو سلم نہیں پس اگر بائع غائب ہو تو حاکم نے کہا ہے کہ مشتری اسمیں سے ایک تھان کو جدا کردے اور باقی کو استعمال کرے اور یہ استحسان جو محمد کا نظر مشتری کے انتہی قلت اور ظاہر اسی پر صحیح ہوا کل علما کے نزدیک جدا کرنے کے قوت بائع کے غائب ہونے پر ہے جبکہ مشتری نے زائد کو پھیر دیا تو حلت باقی ظاہر ہے کذا فی الطحطاوی اشتری ثوبا یتفاوت حواشیہ طولہ تفاوت لکر باس لم یحل لہ الزیادۃ ان لم یقدر الفضل جامع رد المحتار اگر کپڑا خریدا جسکے حواشی طول میں متفاوت ہیں تو اگر کپڑے کے اسکے متفاوت ہونے کی وجہ سے کم و بیش کا اندازہ نہ کرسکے زیادہ سے زیادہ حلال نہیں اگر اسکو پھاڑ کر ٹکڑے ٹکڑے نہ کرنا ہو اور بیع ایک گز کی ہو جسمیں جائز ہے کذا فی الذخیرہ کہا ہے نوازل فی جامع صغیر کی شرح میں کہا کہ کہا مشائخ نے زیادہ کم از ربع کپڑے میں ہے جو قطع سے معیوب ہوجاتا ہو چنانچہ قمیص اور پاجامہ اور عباء

اور مقدار سکے اور اگر کہا بیس یعنی تھان ہو جسکو قطع مضر نہیں اور مشتری نے دیکھا بشرطیکہ گز ہونے کے پھر اسکو گز کیا یا تو زیادتی اسکے لیے سلم نہیں بلکہ اسکو
بائع کو پھیرے چنانچہ کیلات اور موزونات میں پھیر دینا لازم ہے اور شیخین نے کہا مشائخ نے کہا ہے کہ اگر ایک گز اس کپڑے سے نیچے تو جائز ہے مانند بیع مقدر کے کپڑے کے
اسواسطے کہ قطع اور تمیز باقی کو مضر نہیں کذا فی الطحاوی علی انہ عشرۃ اذرع کل ذراع بدرھم اخذہ بعشرۃ فی عشرۃ دنیا دہ نصف دانیا
لانہ انفرد اخذہ بتسعۃ فی تسعۃ ونصف بخیارہ انفرد الصفقۃ وقال محمدؒ یاخذ فی الاول بعشرۃ ونصف بالخیار وفی الثانی بتسعۃ
ونصف بہ وھو اعدل الاقوال بجواز ہ المصنف وغیرہ قلت لکن صحح القہستانی وغیرہ قول الامام وعلیہ المتون فعلیہ الفتوی
یعنی مختلف الجلوب کپڑا جیسے قمیص وغیرہ کے مانند خریدیا اس شرط پر کہ وہ دس گز ہے ہر گز عوض درم کے تو مشتری اسکو دس درم سے ساڑھے دس گز کے ہونے میں بلا خیار
اسواسطے کہ نصف گز کا زیادہ ہونا اسکو نافع تر ہے اور اسکو نو درم سے لے ساڑھے نو گز کے ہونے میں اختیار ہے اسواسطے کہ انفراد ہوا عقد کے اور محمدؒ نے کہا کہ پہلی صورت میں
اسکو ساڑھے دس درم سے لے اگر چاہے اور دوسری صورت میں ساڑھے نو درم کو لے اگر چاہے اور یہ قول معتدل ترین اقوال ہے کذا فی البحر اور یہی قول کو مصنف وغیرہ نے
ثابت رکھا ہے یعنی کتاب ہدایہ اور کنز اور مختار اور مجمع اور وقایہ اور نقایہ اور اصلاح اور اصلاح اور اصلاح

اگر حقوق اور مرافق بیع میں ہو تو نہ کہ حقوق اور مرافق داخل ہوگا والا نہیں کنز اتی الطحطاوی فیدخل البناء والمفاتیح المتصلۃ اغلاقہا القفل والکیلون ولو من فضۃ لا القفل لعدم اتصالہ والسلم المتصل والسریر والدرج المتصلۃ والرحی لو اسفلہا مبنیا والبکرۃ لا الدلو والحبل ما لم یقل بحرانفقہا فی بیعہا ای الدار تو گھر کی بیع میں عمارت داخل ہے اور وہ مفاتیح جو اپنے اغلاق سے متصل ہیں گانے جڑے ہیں جیسا کہ پختہ بنا ہوا کیلون اگرچہ چاندی کی ہوں نہ قفل یعنی قفل اور اسکی کنجی داخل بیع نہیں بواسطے کہ وہ گھر سے متصل نہیں اور گھر کی بیع میں داخل ہے نردبان متصل اور وہ سخت اور زینہ جو زمین میں گڑا اور جما ہوا چکی اگر اسکا نیچے کا پاٹ زمین میں گڑا ہوا ہو اور کنوئیں کی گھرنی داخل ہے اور ڈول اور رسی داخل نہیں جبتک بائع مرافق دار کا لفظ نہ کہے مگر غلام کی بیع ہو خلق کی اور خلق بفتحتین کو فارسی میں کلیدان اور بند در کہتے ہیں یعنی آلہ حدیدہ جو دونوں کواڑوں میں کیلوں سے جڑا ہوتا ہے دروازہ کھولنے اور بند کرنے کے واسطے بعضے اہل ہند اسکو کھٹکا کہتے ہیں اور بعضے بیلن اور عرب اسکو ضبہ اور کیلون بولتے ہیں فتاوی عالمگیری میں ہے اگر زینہ کھٹی کی ایک طرف زمین میں گڑا اور جما ہو تو گھر کی بیع میں داخل ہے اور اگر منتقل اور متحول ہوتا ہو تو بائع کا ہے اور تاتارخانیہ میں ہے کہ سلاسل و قنادیل جو مسجد میں کیلوں سے جڑی ہوں وہ گھر کی بیع میں داخل ہیں اور فتح القدیر میں ہے کہ چکی کا نیچے کا پتھر جو زمین میں گڑا ہے بطور قیاس کے اور اوپر کا پتھر بطور استحسان کے بیع میں داخل ہے بیلمیر دیار مصر میں نیچے کا پتھر زمین میں نہیں جماتے بلکہ دونوں پتھر منتقل اور متحول رہتے ہیں تو ایسی چکی داخل بیع نہ ہوگی اور کنوان گھر کا اور اسکی گھرنی داخل بیع ہو نہ وہ ڈول اور رسی جو اسپر معلق ہوتی ہے اور فتاوی عالمگیری میں محیط سے منقول ہے کہ جب ایک گھر یا دوکان مول لی اور اسکی دیوار گر پڑی تو اسمیں انگھا اور لکڑیاں سکھلیں تو اگر وہ بمنزلہ عمارت ہیں تو گھر کے واسطے چنانچہ لکڑی کے مجوسے تو اسکا مالک مشتری ہوا اور اگر بطور ودیعت کے ہوں تو بائع کا مال ہے اور جو چیز کرسی میں ہو کہ اگر دوکان کے آگے چھپنا ہو چنانچہ بازاروں میں ہوتا ہے تو داخل بیع نہ ہوگا مگر بنہ کہ مرافق انتہی وکذا بستانہا اور اسی طرح گھر کی بیع میں خانہ باغ داخل ہے مگر فتح القدیر میں ہے کہ وہ خانہ باغ مراد ہے جو گھر کے اندر ہو خواہ چھوٹا ہو یا بڑا اور اگر گھر سے خارج ہو تو بوسیلمان کے نزدیک داخل بیع نہیں اگر چہ اسکا دروازہ گھر میں ہو اور فتاوی ابو جعفر نے کہا کہ اگر دروازہ خانہ باغ کا گھر کے دروازے سے چھوٹا ہو اور کھولنے کی زنجیر گھر کی جانب ہو تو داخل ہے ورنہ اگر اسکا دروازہ گھر کے دروازے سے بڑا یا برابر ہو تو داخل نہیں انتہی واما البیر الکائنۃ فی الدار فتدخل فتح کما سیجئ فی باب الاستحقاق اور وہ کنوان جو گھر میں ہے سو گھر کی بیع میں داخل ہے کذا فی الفتح چنانچہ باب الاستحقاق میں آویگا ویدخل فی بیع الحمام القدور لا القصاع اور حمام کی بیع میں دیگیں داخل ہیں نہ کاسے دھونیوں اور نگرندوں کی دیگیں اور غسالیکے تغار اور تنبالوں کی مٹھور اور مشکے اور دھونیوں کا پرہ اجیر وہ کپڑے کو کوٹ کر صاف کرتے ہیں وہ سب زمین کی بیع میں داخل نہیں اگر چہ بیع بحقوق عرض ہوئی ہو میں کہتا ہوں کہ لائق یوں ہے کہ اگر بیع بمرافق ارض ہوئی ہو تو رشید کے مذکورہ داخل ہوں کذا فی فتح القدیر فی الحمار الکافان شواہ من المواعین واہل القری لا من الحجرین اور گدھے کی بیع میں اسکا پالان داخل ہے اگر گدھے کو مزارعین اور دیہات کے رہنے والوں سے خریدا کیا ہو اور گدھے والا بنی جو گدھے بیچنے کی تجارت کرتے ہوں اسکے مول لیگا تو پالان داخل بیع نہ ہوگا صاحبین نے کہا شاید اسکی وجہ یہ ہو کہ سوداگروں کی عادت یہ ہوگی کہ ننگی پیٹھ بیچتے ہیں ویدخل قلادۃ عرفا اور گدھے کے گلے کا گنٹھا داخل بیع ہے باعتبار رواج کے مگر جو رسی کہ گدھے کے گلے میں بندھی ہو وہ حمار کی بیع میں داخل ہے عرفا میں لیکن جہاں اسکا رواج نہیں وہاں داخل نہیں اور جانور کی لگام اور جوتی کہ پیر کے سنگوں پر بندھی ہو اور جھول بدون شرط کے داخل بیع نہیں کذا فی العالمگیریہ تیرہ اور گھوڑے کی بیع میں لگام اور اونٹ کی بیع میں فقط نکیل داخل ہے اور کسی کتاب میں اسکا حکم مذکور نہیں کہ گھوڑے اور اونٹ پر زین داخل ہے یا نہیں بالتخصیص بحکم ثمن کذا فی فتح القدیر ویدخل ولد البقرۃ الرضیع وفی الاتان لا رضیعا اذا بیعت اور گائے کا دودھ پیتا بچھڑا گائے کی بیع میں داخل ہے اور گدھے کی بیع میں اسکا بچہ داخل نہیں جبکہ دودھ پیتا ہوا بیچا ہو یہی کافتوی ہے وجہ اسکی یہ ہے کہ گائے کا دودھ بخوبی حاصل نہیں ہو سکتا بدون اسکے بچھڑے کے اور گدھی کا دودھ حلال نہیں جسکے لینے کی ضرورت بڑے طحطاوی نے کہا اس مسئلے میں بڑا اختلاف ہے اور ان امور کا مدار عرف پر ہے ویدخل قیاب عبد جاء بہا لیبیعہ لا سوئہ ما یعطی بہا ہذا وغیرہا اور جامہ اور لڑکی کے کپڑے انکی بیع

ہین داخل ہین یعنی وہ لباس جسا لونڈی غلام پہنتے ہین بالغ کو پہنایا ہو لڑکا کو جو ہی لباس دے جو اُنکے بدن پر ہو یا سوائے اُسکے مگر لونڈی غلام عمدہ لباس پہنتے ہون تو داخل بیع نہ ہوگا بدون شرط کے کذا فی الہدایہ و الکنز یہ کالحلیہ الا ان سلمہا او قبضہا و سکت و تمامہ فی الصغیر یعنی لونڈی کا زیور داخل بیع نہین مگر اسطرح کہ بائع اُسکو زیور کے ساتھ تسلیم کرے یا مشتری اُسے زیور کے ساتھ قبضہ کرے اور بائع سکوت کرے اور پورا بیان اُسکا صغیر فریمین ہو و یدخل الشجر فی بیع الارض بلا ذکر مقید فی المسلمین لا الذکر ولی المسلم فانہ کانت اکلا صغیرۃ او کبیرۃ الا الیابسۃ الا نواۃ علی شرف القطع فتح اور داخل ہین درخت زمین کے بیع مین بلا شرط بیع شجار خواہ بار آور ہون یا نہ ہون چھوٹے ہون یا بڑے مگر خشک درخت داخل بیع نہین ہین سوائے کہ وہ کاٹ ڈالنے کے کنارے پر ہو یا ہو کذا فی الفتح تو خشک درخت ایسا ہی جیسے لکھی ہوئی لکڑی کذا فی البحر شارح نے کہا کہ بلا ذکر دونون سلمون مین قید ہے یعنی گھر کی بیع مین عمارت وغیرہ بلا ذکر عمارت داخل ہی اور زمین کی بیع مین اشجار بلا ذکر اشجار داخل ہین تو اگر عمارت اور شجر کا ذکر ہو گیا تو بطریق اولی داخل ہون گے اذا کانت موضوعۃ فیہا کالبناء للقرار اشجار زمین کی بیع مین اُسوقت داخل ہین جبکہ وہ زمین مین موضوع ہون قرار دوام کے واسطے مانند عمارت کے فلو فیہا صغارہا تقلع زمن الترابین من اصلہا تدخل وان من وجہ الارض الا بالشرط و تمامہ فی شرح الوہبانیۃ اگر زمین بیع مین ایسے چھوٹے درخت ہون جو فصل بیع مین کھاڑے جاتے ہون سوا گر جڑ سے اکھاڑے جاتے ہون تو زمین کی بیع مین وہ بھی داخل ہین اور اگر زمین کے برابر سے کاٹے جاتے ہون تو بدون شرط کے داخل نہین اور پورا اسکا بیان شرح وہبانیہ مین ہم علامہ عبدالبر کی شرح وہبانیہ مین پورا مذکور کر چکے نصب فارسی یعنی نبتان داخل ہز زمین کی بیع مین اونیشکر داخل نہین کہ بجائے زراعت ہو اور کلاب اور آس اور چنبیلی کے پھول بلا ذکر داخل نہین کہ بجائے اشمار کے ہین اور اُنکے اصول داخل ہین سوا سطے کہ اُنکی قطع کی نہایت نہین اور روئی اور گنہ بجائے اشمار داخل نہین اور اُنکی جڑون مین دخول اور عدم دخول کے دو قول ہین اور فتاوی قاضی خان مین ہے کہ قول صحیح یہ ہے کہ کپاس کی جڑ داخل نہین اور سرخسی نے کہا کہ بیگن کی اصول داخل نہین اور گنہ وغیرہ جو چیز علی وجہ الارض ہو وہ داخل نہین اور سگا جو اور پیاز اور شلجم سیدھا بائع کا ہی خواہ ظاہر ہو خواہ پوشیدہ ہو اگر رسیدہ نہ ہین تو مشتری کا ہی اور زعفران بلا ذکر داخل نہین اور ولسی کے اصول مین محمد سے دو روایتین ہین اور جوب اور کتان اور جوار باجرہ بمیت کے مانند ہی انتہی ملخصا کذا فی الخلاصۃ و فی القنیۃ شری کرما دخل الوتائل المشدودۃ علی الاوتاد المنصوبۃ فی الارض دکذا الاعمدۃ المدفونۃ فی الارض التی علیہا اغصان الکرم المسماۃ بارض الخلیل بکائن الکرم اور قنیہ مین ہے خرید کیا انگور کے درختون کو تو وہ سہان جو زمین کی گڑی ہوئی کھونٹون مین بندھی ہین داخل بیع ہین اور اسی طرح وہ تھونبان جو ایک طرف سے زمین کے اندر گڑی ہوئی ہین جن پر انگور کی شاخین پھیلتی ہین جنکا نام ارض خلیل مین رکائن الکرم ہے وہ داخل ہین و ثائل جمع ہے وثل مثقلتین کی یعنی رشتہ خرما کی رسی اور بعضے نسخون مین بجائے وثائل نمائر ہے جمع وتیرہ کی یعنی وہ رسیان جو گھر کے ستونون مین تانی جاتی ہین کپڑے سکھانے کو کذا بخطہ بعضے اہل ہند انگنی کہتے ہین یہان مراد وہ رسیان ہین جنپر انگور کی شاخین پھیلتی ہین و فی النہر کل ما دخل تبعا لا یقابلہ شئ من الثمن لکونہ کالوصف و ذکرہ المصنف فی باب الاستحقاق قبیل السلم اور نہر الفائق مین ہے کہ جو چیز بیع مین بالتبع داخل ہین اُسکے مقابل کچھ ثمن نہین پڑتا اسواسطے کہ تابع وصف کے مانند ہے اور مصنف نے اسکو باب الاستحقاق مین باب السلم سے پہلے مذکور کیا ہم نہر الفائق مین کہا ولہذا قید مین ہے کہ ایک گھر مول لیا اسکی عمارت جاتی رہی تو کچھ ثمن نہ ساقط ہوگا یعنی اسواسطے کہ عمارت تابع ہے اور تابع فی حکم الصفت ہوتا ہے جیسے بیع مین اشیاء داخل ہوتی ہین بالتسمیہ بالتبع اسی طرح بیع سے چند چیزین بالتسمیہ خارج ہو جاتی ہین چنانچہ تمر بار سے کی بیع سے ساہن اور ساجد اور شہر پناہ خارج ہو جاتی ہین خلاصہ مین ہے جو چیزین مسجد ہو اور اسکو استثنا کر لیا بیع سے تو ذکر صحیح شرط ہے یہ مین اُسمین اختلاف مشائخ ہے اور اسی طرح حیاض کا حکم ہے اور قہستان مین ذکر حصیر و ضرر ہے مگر یہ کہ منبعہ ٹیلے پر ہو انتہی فی المنح و لا یدخل الزرع فی بیع الارض بلا تسمیۃ لا اذا بقت و لا قیمۃ لہ قید بہ لانہ لو بقل داخل فی الاصح شرح مجمع اور داخل نہین زراعت زمین کی بیع مین بدون نام لینے زراعت کے مگر یہ کہ کھیت بیع ہو اور اسکی کچھ قیمت نہ ہو تو وہ زراعت داخل بیع ہوگی قول اصح مین کذا فی شرح المجمع ہم زراعت اسواسطے بیع ارض مین نہ داخل ہوئی کہ وہ متصل

ع
ہے

بالاتصال قرار نہیں بلکہ اسکا انفصال کے واسطے ہو یعنی آدمی نے اسکو بنیت قطع لیا ہو تو زراعت متاع خانہ کے مانند ہوگی فتاوی عالمگیری میں ہے کہ مالک نے زمین میں بیج ڈالا پھر زمین کو بیچا اگنے سے پہلے تو بیج بیع میں داخل نہیں اسواسطے کہ جتنک بیج نہیں جما تو اسپر تابع ہونا ثابت نہیں اور اگر جمع ہو اور بے قیمت ہو تو صواب یہ ہے کہ داخل ہو جیسا کہ ظہیریہ میں ہے انتہی اور دریافت قیمت کا یہ طریقہ ہے کہ زمین کی قیمت کیجاوے بدون زراعت کے اور پھر قیمت کیجاوے زراعت سمیت مگر دوسری قیمت زائد ہو پہلی قیمت سے تو قدر زائد زراعت کی قیمت ہے کذا فی فتح القدیر یعنی اگر زمین کی قیمت بلا زراعت سو درم ہوں مثلاً اور زراعت سمیت ایک سو دس درم ہوں تو دس درم زراعت کی قیمت ہوگی اور اگر زمین کی قیمت زراعت اور بلا زراعت بہر صورت سو درم ہوں تو زراعت بلا قیمت ہے

وَلَا الثَّمَرُ فِي بَيْعِ الشَّجَرِ بِدُونِ الشَّرْطِ وَعَبَّرْنَا بِالشَّرْطِ وَتَبِعَهُ بِالتَّسْمِيَةِ لِيُفِيدَ أَنَّ لَا فَرْقَ وَأَنَّ هَذَا الشَّرْطَ غَيْرُ مُفْسِدٍ وَخَصَّهُ بِالثَّمَرِ لِقَوْلِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الثَّمَرَةُ لِلْبَائِعِ إِلَّا أَنْ يَشْتَرِطَهُ الْمُبْتَاعُ اور نہ پھل داخل ہو درخت کی بیع میں بدون شرط کے لہذا مشتری کے مصنف نے یہاں یعنی دخول ثمر میں شرط کا تعبیر کیا اور وہاں یعنی دخول زراعت میں تسمیہ کا تعبیر کیا تا معلوم ہو کہ شرط اور تسمیہ میں کچھ فرق نہیں اور تا معلوم ہو کہ یہ شرط مفسد بیع نہیں اور باوجود تساوی لفظین کے لفظ شرط کو ثمر کے ساتھ خاص کیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کی پیروی کرنے سے کہ پھل بائع کا ہے کہ مشتری اسکو شرط کرے ہم مصنف نے شجر کو مطلق رکھا تو ہر شجر میں ثمر کو شامل رہا خواہ شجر ثمر ہو یا نہ ہو مثلاً ہو یا نہ ہو یعنی ملحق اس سے عبارت ہو کہ مادہ کھجور کے خلاف شکوفہ کھجور کے نر کھجور کا شکوفہ جیسا کہ ابن ماجہ نے بسند صحیح روایت کیا ہے کہ اس طریق سے خوب پھل آتا ہے دلیل اطلاق وہ حدیث مرفوع ہے جو امام موصوف نے اہل یمن سے روایت کی کہ من اشترى نخلا فلها ثمرها فالثمرة للبائع إلا أن يشترط المبتاع یعنی جو کوئی زمین خریدے جس میں کھجور کے درخت ہیں تو پھل بائع کا ہے مگر یہ کہ مشتری شرط کرلے یہ حدیث مطلق ہے ہمیں ہو یا نہ ہو ثمر ہو نر ہو یا مادہ کی تفصیل نہیں اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک کھجور کے پھل میں تابیر شرط ہے یعنی اگر تابیر ہوئی ہو تو پھل کا بائع مالک ہے اور نہیں تو مشتری مالک ہے اسواسطے کہ صحاح ستہ میں عبداللہ بن عمر سے حدیث مروی ہے کہ من باع نخلا موبرة فالثمرة للبائع إلا أن يشترط المبتاع کہ جسنے کھجور کا درخت بیچا جسکی تابیر ہو چکی ہو تو پھل بائع کا ہوگا یہ کہ مشتری شرط کرلے حنفیہ کہتے ہیں اس حدیث سے صریحاً یہ ثابت نہیں ہوتا کہ درصورت عدم تابیر بائع پھل کا مالک نہیں اور مفہوم صفت کا اور حمل مطلق کا مقید پر اہل مذہب کے نزدیک مسلم نہیں کما فی الاصول تو حدیث اول اپنے اطلاق پر باقی ہے اور استدلال امام محمد کا حدیث مذکور سے اس حدیث کی تصحیح پر دلیل ہو واللہ تعالی اعلم وَيَؤْمَرُ الْبَائِعُ بِقَطْعِهِمَا الزَّرْعِ وَالثَّمَرِ وَتَسْلِيمُ الْمَبِيعِ لَا الْأَرْضِ وَالشَّجَرِ عِنْدَ وُجُوبِ تَسْلِيمِهِمَا فَلَوْمٌ يَنْقُدُ الثَّمَنَ لَمْ يُؤْمَرْ بِهِ خَانِيَهْ اور بائع کو حکم کیا جاویگا دونوں کے قطع کرلینے کا یعنی زراعت اور پھل کا اور تسلیم مبیع یعنی زمین اور درخت کی تسلیم کا امر ہوگا جبکہ وقت اور شجر کی تسلیم واجب ہو تو اگر مشتری ثمن نقد دیگا تو بائع کو تسلیم کا امر نہ ہوگا کذا فی الخانیہ اسواسطے کہ درصورت عدم قبض ثمن تسلیم مبیع واجب نہیں ہم معلوم کرنا چاہتے کہ درخت کا فروخت کرنا تین صورت سے خالی نہیں ایک صورت یہ ہے کہ بدون زمین کے درخت کو خریدے کھودنے اور لیجانے کے واسطے تو مشتری کو اسکے کھودلینے کا حکم ہوگا اور اگر کھود لیگا تو اسکو اختیار ہے کہ درسرا درخت وہاں جما دے مشتری صورت یہ ہے کہ درخت خریدے اور کچھ شرط نہ کرے تو ابو یوسف کے نزدیک زمین بیع میں داخل نہیں اور محمد کے نزدیک زمین بھی بیع میں داخل ہے صدر شہید نے کہا فتوی اسپر ہے کہ زمین داخل ہے چنانچہ محیط میں ہے بحر الرائق میں کہا ہے کہ یہی قول مختار ہے اور یہ بالاتفاق ہے کہ اگر قلع کے واسطے درخت لیا تو اسکے نیچے کی زمین داخل مبیع نہ ہوگی چنانچہ نہر الفائق میں ہے اور اگر درخت قرار دینے ثبات کے واسطے لیا تو بالاتفاق بیع میں زمین داخل ہوگی چنانچہ بحر الرائق میں ہے

اور جہاں زمین ہاتھ الشجر داخل ہوا تو اتفاقی داخل ہے جنساء و برخت موٹا ہو بیع کہ دنت بیان تک کہ اگر درخت بیع کے بعد اسقدر سے زیادہ موٹا ہوگیا تو مالک زمین کو اختیار ہوگا کہ اتنا چھیل ڈالے اور جہاں تک شجر کی عروق اور شاخیں پہنچی ہیں وہ داخل بیع نہیں اور یہی پر فتوی ہے محیط سرخسی کذا فی العالمگیریہ وان لم یظهر صلاحه کان ملك المشتری مشغولا بملك البائع فیجبر علی تسلیمه فارغا بائع پر کاٹ لینا زراعت اور پھل کا واجب ہے اگرچہ ابھی صلاحیت لائق انتفاع ظاہر نہ ہوئی ہو باسواسطے کہ ملک مشتری کی بائع کی ملک سے مشغول اور مختلط ہے تو بائع پر جبر کیا جائیگا تسلیم بیع بعد ادراک کے کما لو اوصی بنخل لرجل وعلیه بسر حیث یجبر الورثة علی قطع البسر هو المختار من الروایة ولو الحجة وما فی الفصولین باع ارضا بدون الزرع فهو للبائع باجر مثلها محمول علی ما اذا رضی المشتری بترکه چنانچہ اگر میت نے کھجور کے درختوں کی ایک مرد کے واسطے وصیت کی اور درخت پر گابھ پھل ہیں تو وارثوں پر زبردستی کیجائیگی کہ گابھ پھل کے قطع کرنے میں یہی روایت مختار ہے کذا فی الولوالجیہ اور جو فصولین میں یہ روایت ہے کہ زمین کو بیچا بدون زراعت کے تو زراعت بائع کی ہے زمین کی اجرت مثل دیگر آپ معمول ہے جبکہ مشتری اجارہ زمین پر راضی ہوجاوے کذا فی النہر یعنی اگر راضی نہ ہو تو قطع زراعت واجب ہے ودمن باع نخلا قبل ظهور ثمرها بثمر ظاهر اتفاقا ظهر صلاحها او لا صح فی الاصح اور جسنے کھجور کے پھل کو بیچا خواہ اسکی صلاحیت ظاہر ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو تو صحیح ہے صحیح قول میں اور قبل نمودار ہونے پھل کے تو بالاتفاق بیع صحیح نہیں ہے بیع ثمار میں چند صورتیں ہیں ایک یہ کہ بیع واقع ہو قبل ظہور صلاح کے بشرط ترک کرنیکے اس پھل کے حوالہ انتفاع ہو تو یہ بالاتفاق صحیح ہوا اور اگر بیع ہوئی بعد نمودار ہونے قبل ظہور صلاح کے بشرط ترک یعنی بائع پھلوں کو درخت پر رہنے دے قطع نہ کرے تو یہ بالاتفاق صحیح نہیں اور اگر بعد ظہور صلاح ثمار بیع ہوئی تو بھی بالاتفاق صحیح ہوا اور اگر بیع ہوئی تناہی ثمار کے بعد درصورت اطلاق تو بھی بالاتفاق صحیح ہوا اور اگر بعد تناہی کے بشرط ترک بیع ہوئی تو تین شیخین اور محمد بن اختلاف ہے چنانچہ مذکور ہوگا تو محل خلاف امام اور ائمہ ثلثہ میں وہ بیع ہے واقع ہو بعد نمودار ہونے قبل ظہور صلاح کے سوا یہ ثلثہ کے نزدیک جائز نہیں اور ہمارے نزدیک جائز ہے اور ثمار کا ظہور صلاح ہمارے نزدیک یہ ہے کہ آفت اور فساد سے محفوظ ہوجاوے اور شافعی کے نزدیک یہ ہے کہ اکثر تجگی اور شیرینی ظاہر ہو کذا فی البحر متصرف ائمہ ثلثہ کی وہ حدیث دلیل ہے جو صحیحین میں انس سے روایت ہے ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نہی عن بیع الثمار حتی یبدو صلاحها عن بیع النخل حتی تزہو قبل ما زهوها قال تحمار او تصفار یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا پھلوں کی بیع سے یہاں تک کہ اسکی صلاحیت ظاہر ہو اور منع کیا خرما کی بیع سے یہاں تک کہ نکلے پکڑے راوی نے کہا یعنی سرخ یا زرد ہو جاوے اور بخاری میں عبد اللہ بن عمر سے حدیث مرفوع ہے کہ منع فرمایا پھل کی بیع سے تا ظہور صلاح اور صلاح کو ابن عمر نے بیان کیا کہ اسکی آفت رسیدگی دفع ہو اور ابو داود اور ترمذی اور ابن ماجہ میں انس سے حدیث مرفوع ہے کہ عنب کی بیع سے منع فرمایا یہاں تک کہ سیاہی پکڑے اور ہمارے مذہب کی دلیل حدیث ثابت ہے جو عنقریب بروایت صحابہ مذکور ہوچکی یعنی جسنے کھجور کا درخت بیچا بے ثمر کے پھر ثمر بائع کا ہے مگر یہ کہ مشتری اسکی شرط کرلے تو حدیث میں پھل کو مشتری کا بشرط سے تو بیع ثمار کا جواز مطلقا ثابت ہوا باسواسطے کہ اس حدیث میں بشرط مشتری میں ظہور صلاح کی قید نہیں ارشاد مالکی اور نیز کی حدیث مذکور ائمہ ثلثہ کے نزدیک بھی متروک الظاہر ہے باسواسطے کہ انکے نزدیک بھی بیع ثمار کی قبل ظہور صلاح بشرط قطع جائز ہے اور عند التحقیق قبل ظہور صلاح کا محل نہی یہ ہے کہ قبل ظہور صلاح بیع ہو بشرط ترک یعنی کچے پھل مشتری مول لے اس شرط سے کہ بعد پکنگی قطع ہوں گے چنانچہ اس دعوی پر وہ حدیث دلالت کرتی ہے جو نسائی وغیرہ میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر اللہ پھل کو نہ ہونے دے کسطرح اپنے بھائی کا مال تجھ پر حلال ہوگا یعنی اگر کچے پھل کی بشرط پکنگی بیع ہوئی اور قبل پکنگی آفت رسیدہ ہوگیا تو بائع کو مشتری کا مال کیونکر حلال ہوگا اور کچے پھل کی بیع ہوئی بشرط قطع چنانچہ ہمارا مذہب ہے تو اسمیں احتمال مذکور کی گنجائش نہیں تو حدیث نہی اسکو شامل نہ ہوئی اور جبکہ محل نہی بیع ثمار بشرط ترک ٹھہرا تو ہم اس نہی سے بری الذمہ ہوگئے باسواسطے کہ ہمارے نزدیک بیع ثمار بشرط ترک فاسد ہے اور اس تقریر سے ثابت ہوگیا کہ حدیث ثابت ہی کی معارضہ سے سالم ہوگیا بلکہ ایک حدیث دوسری کو شامل نہیں کیونکہ دونوں کے محل مختلف ہیں کذا فی فتح القدیر ملخصا نعم صرف ذکر بعضها دون بعض لا یصح فی ظاهر المذهب صححه السرخسی وافتی الحلوانی بالجواز لظاهر الخارج الکثیر یلحظ اور اگر کچھ پھل نمودار ہیں اور

کچھ نہیں تو ظاہر مذہب میں یہ بیع صحیح نہیں اور شرنبلالی نے اسکو صحیح کہا ہے اور حلوانی نے جواز کا فتوی دیا ہے اگر کشت پھل نمودار ہو گئے ہوں کذا فی شرح الزیلعی مع قیمد کہ شرنبلالی میں شرح قہستانی کا تابع ہو گیا اور بحر الرائق میں حلوانی کا فتوی کل شمار میں منقول ہوا اور یہی قول ہمارے امام فضلی کا اسواسطے کہ موجود ہو وقت عقد اصل مبیع اور جو اسکے بعد پیدا ہو گا وہ تابع ہے خواہ موجود قلیل ہو یا کثیر شمس الائمہ نے کہا ہی استحسان ہے بسبب تعامل اور عرف کے کذا فی الطحطاوی وَيُقْطَعُ الْمُشْتَرِي فِي الْحَالِ جَبْرًا عَلَيْهِ اور پھلوں کو مشتری بعد بیع کے فی الحال قطع کرلے مشتری پر جبر کیا جائیگا قطع شمار میں مع قطع بعد البیع اسواسطے لازم ہے تا ملک بائع ملک مشتری سے فارغ ہو جاوے وان شرط ترکہا علی الاشجار فسد البیع لشرط القطع علی الدوام اور اگر مشتری نے پھلوں کا قائم رکھنا درختوں پر شرط کر لیا تو بیع فاسد ہو گی چنانچہ بالغ پر قطع شرط کرلینے سے بیع فاسد ہوتی ہے کذا فی الحاوی القدسی وَقِيلَ فَائِدَةُ مُحَمَّدٍ لَا يَفْسُدُ اذا تاهت الثمرة للتعارف فكان شرطا يقتضيه العقد وبه يفتى بحر عن الاسرار لكن فى الفهستانى عن المضمرات ان على قولهما الفتوى قلت اور بعضوں نے کہا قائل اس قول کے محمد ہیں کہ بیع شمار کی بشرط ترک علی الاشجار فاسد نہیں جبکہ تعامل بڑھ چکا ہو بسبب تعارف اور تعامل کے تو یہ شرط اسی ہو گیا جو کہ عقد بیع مقتضی ہے اور اسی قول کا فتوی ہے کذا فی البحر لیکن الاسرار الیکر تہستانی میں مضمرات سے منقول ہے کہ شیخین کے قول پر فتوی ہے تو خبردار رہنا مام شارح نے اپنے قول سے اشارہ کر دیا کہ یہاں دونوں قول مفتی بہ ہیں تو مفتی یہاں فتوی دینے میں مخیر ہے مصنف نے کہا شارح سے یہاں بے تامل واقع ہوئی اسواسطے کہ قہستانی میں شیخین کے قول کا فتوی نہایہ سے منقول ہوا اور محمد کے قول کا فتوی مضمرات سے قَيَّدَ بِاشْتِرَاطِ التَّرْكِ لِأَنَّهُ لَوْ شَرَطَهَا مُطْلَقًا وَتَرَكَهَا بِإِذْنِ الْبَائِعِ طَابَ الزِّيَادَةُ وَإِنْ بِغَيْرِ إِذْنِهِ تَصَدَّقَ بِمَا زَادَ فِي ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ مصنف نے فاسد بیع میں شرط ترک کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر پھلوں کو مشتری نے مول لیا مطلقاً یعنی بلا شرط قطع وبلا شرط ترک اور پھلوں کو درختوں پر قائم رکھا بائع کے اذن سے تو بعد بیع کے جسقدر پھلوں میں زیادتی ہو گی وہ مشتری کو حلال ہو اور اگر بغیر اذن بائع کے پھلوں کو درختوں پر رہنے دیا تو جسقدر پھلوں کی ذات میں زیادتی ہوئی ہو اسکو تصدق کرے فقیروں پر ہم زیادتی معلوم ہونے کا یہ طریقہ ہے کہ یوم البیع شمار کی قیمت کرے پھر جب پختہ ہوں پھل تب قیمت کرے تو جسقدر تفاوت ہو گا اس میں سے وہی زیادتی ہے کذا فی العینی مثلاً پچاس روپے قیمت ہوا بیع کے دن اور پچاس قیمت ہوا پختگی کے تو دس روپے زیادہ ٹھہرے اتنی خیرات کرے بقصد قول اسواسطے لازم ہوا کہ غیر کی ملک بدون اسکے اذن کے مشتری کی ملک سے مخلوط ہو گئی فَإِنْ بَعْدَ مَا تَاهَتْ لَمْ يَتَصَدَّقْ فِي الْأَشْبَهِ اور اگر پھلوں کے بڑھ چکنے کے بعد بلا اذن بائع کے پھلوں کو درختوں پر رکھا کچھ خیرات نہ کرے یعنی اسواسطے کہ شمار کی ذات میں کچھ غیر نہیں ہوا بلکہ پختگی آفتاب سے اور رنگت ماہتاب سے اور مزہ کواکب سے بتقدیر خالق حاصل ہوا کذا فی شرح العینی وَإِنِ اسْتَأْجَرَ الْمُشْتَرِي إِلَى وَقْتِ الْإِدْرَاكِ بَطَلَتِ الْإِجَارَةُ وَطَابَتِ الزِّيَادَةُ لِبَقَاءِ الْأَذِنِ وَلَوِ اسْتَأْجَرَ الْأَرْضَ لِلتَّرْكِ لِلزَّرْعِ فَسَدَ لِجَهَالَةِ الْمُدَّةِ وَلَمْ تَطِبِ الزِّيَادَةُ مُلْتَقَى الْبَحْرِ لِفَسَادِ الْإِذْنِ بِفَسَادِ الْإِجَارَةِ بِخِلَافِ الْبَاطِلَةِ كَمَا حَرَّرْنَاهُ فِي شَرْحِ الْمَنَارِ اور اگر شمار کی بیع میں درخت کو اجارہ لیا پھل پکنے کے وقت تک تو اجارہ باطل ہو اور زیادتی پھل کی حلال ہو بسبب باقی رہنے اذن مالک کے اور اگر زمین کو اجارہ لیا ترک زراعت کے واسطے تو اجارہ فاسد ہو بسبب مجہول ہونے مدت کے اور زیادتی کھیت کی حلال نہ ہو گی کذا فی ملتقی البحر بسبب فاسد ہونے اذن کے اجارے کے فساد سے بخلاف اجارہ باطل کے چنانچہ ہمنے اسکی تحریر کی ہے منتقی کی شرح میں مع وجہ فرق اجارۂ باطلہ اور فاسدہ میں یہ ہے کہ اجارہ باطلہ میں اذن مقصود نہ ہو گیا اسواسطے کہ باطل کا وجود شرعاً ثابت نہیں اور عدم صلاحیت تضمین کی نہیں ہوتا بخلاف اجارہ فاسدہ کے اسواسطے کہ فاسدہ وہ ہے جسکا وصف فوت ہو نہ اصل تو وہ معدوم نہ ٹھہرا تو تضمن کی صلاحیت رکھتا ہے تو جب تضمن بالکفار ہو گا تو تضمن بالغصب بھی ہو گا وَالْحِيلَةُ أَنْ يَأْخُذَ الشَّجَرَةَ مُعَامَلَةً عَلَى أَنْ لَهُ جُزْءًا مِنْ أَلْفِ جُزْءٍ اور پھلوں کے خرید کرنے اور درختوں پر رکھنے کا یہ حیلہ ہے کہ مشتری درخت کو لطور معاملے کے اس شرط پر بائع کے واسطے ایک حصہ ہزار حصوں میں سے معاملہ اور مساقاۃ یہ ہے کہ اشجار کو سینچنے کے واسطے لے کچھ پھل مقرر کرکے شرح ملتقی میں کہ مشتری بائع کو قیمت شمار دیکر کہے کہ میں نے تجھ سے یہ درخت بطریق معاملہ لیئے اس شرط پر کہ پھلوں میں تیرا ایک حصہ ہو اور ایک کم ہزار حصے

سے ہوں فتنہ لیکن امین خلل ہو کر شتری نے پھل قیمت دیکر لیئے سو کالعدم ہو کر یہ کہ بائع ان کو ثمن بطریق احسان کے دیا اور بستر عقد معاملہ ہو وَاَنْ یَشْتَرِیَ
اصولَ الرَّطبۃ کالبَاذِنجان، واشجارَ البطیخ والخیار لیکُوْنَ الحادِثُ للمشتری اور شاخ درخت کے مالک ہوئے مشتری کا یہ طور کہ اصل درخت
خرید کرے ماننداینگن کے اور خربوزے اور کھیرے کے درختوں مول لے تاکہ جو پھل بعد بیع کے پیدا ہوں وہ مشتری کے مملوک ہوں ہر شخص خربوزے
وغیرہ کے پھل مول لے اور چاہے کہ درختوں میں لگے رہیں تاکہ پھیں یا جو پھل کہ ہنوز موجود نہیں وہ بیرے مملوک ہوں تو اسکا یہ طریقہ ہے کہ پھلوں کو انکے درختوں
سمیت مول لے بشرطیکہ زمین کا مالک بقاے اشجار کا اپنی زمین میں اون دے یا مدت معلوم تک زمین کو اجارہ لے کذا فی حاشیۃ الحلبی وفی المزرع والحشیش
لبقوی الموجود بعض الثمن او یستاجر الارض مُدَّۃً معلومۃً یَعْلَمُ فیہا الادراک عادۃً وزراعت اور گھاس مول لینے اور قائم رکھنے کا
یہ طریقہ ہے کہ بقدر یہ موجود ہو اسکو بعض ثمن سے خرید کرے اور باقی ثمن سے زمین کو اجارہ لے اس مدت معین تک جس میں کھیت کی پختگی معلوم کرے ہم مثلاً چالیس روز کو
ایک کھیت کتنا ہوتا ہے کہ پھل درختوں پر قائم ہیں کہ زمین اجارہ لے اور دس روز کی اجرت مقرر کرے زمین کو یا تین مہینے کی مدت تک وفی الاشجار الموجود یحمل لہ
البائع مَا یُوْجَدُ اور شمار قرار کے مول لینے میں جیسا کہ موجود ہیں پھلوں کو مول لے اور بائع مباح کر دے ان پھلوں کو جو ہنوز پیدا نہیں ہوئے یعنی باجازت کے
بعد اسکا بھی بائع اون دے کہ پھل درختوں پر قائم ہیں کذا فی الطحطاوی فَاِنْ خَافَ اَنْ یرجع یَقُوْلُ عَلٰی اَنِّیْ مَتٰی رَجَعْتُ فِیْ اَذِنْتُکَ مَاذُوْنًا فِی
القَوْلِ پھر اگر وہ ہی دے بائع کے رجوع کرنے سے یعنی شاید بائع اذن دیکر پلٹ جاے اور کہے کہ جب بقاے ثمار وغیرہ کا اذن نہیں دیتا تو اسکا یہ طریقہ ہے کہ بائع
یوں کہے کہ جب میں اذن میں رجوع کروں تو تو اذن ہی ترک میں یعنی درصورت رجوع مشتری ماذون باذن جدید ہو کذا فی الفتح عن الفقیہ الی المیت مَاجَازَ اِیْرَادُ
العَقْدِ علیہ بانفرادہ صَحَّ اِسْتِثْنَاءُ مُنَّۃً اِلَّا الْوَصِیَّۃَ بالخدمۃ یعنی افرادھا دُوْنَ اِسْتِثْنَائِہَا اَشْیَاءَ جو چیز بالانضمام تنہا
بک سکتی ہو مثلاً اسکا کمال لینا مبیع سے صحیح ہو مگر خدمت کی وصیت کی تنہائی صحیح ہو یعنی باندی یا غلام بیچا اور خدمت کا کمال لینا یعنی رقبہ جاریہ کی وصیت کرنا بالاخدمت کذا فی
الاشباہ وہم اور جس چیز کا ایراد عقد بیع تنہا نہیں ہو سکتا جیسے حمل لونڈی یا جانور کا یا اطراف جانور کے تو اسکا استثنا کرنا مبیع سے صحیح نہیں تو اگر بائع یوں کہے کہ
میں نے اس لونڈی کو بیچا سوائے اسکے حمل کے یا یہ دنبہ بیچا سوائے اسکی چکتی کے یا ہاتھ پاؤں کے تو یہ استثنا صحیح نہ ہوگا اور وصیت بالخدمت کے مستثنی کرنے کی قاعدہ
مذکورہ سے کچھ حاجت نہ تھی سوا سکے کہ یہ قاعدہ عقود میں جاری ہوا اور وصیت عقد نہیں لہذا قبول وصیت بعد موت موصی کے بھی جائز ہوا و خصوصاً بعد موت کے صحیح نہیں
کذا فی الطحطاوی عن الفتح والنہایہ ثم فرع علی ھذہ القاعدۃ بقولہ فصح استثناء قفیز من صبرۃ وشاۃ مُعَیَّنَۃٍ من قطیع وارطال معلومۃ
من بیع نمر نخلۃ لصحۃ ایراد العقد علیہا دون الثمرۃ علی رؤس النخل علی الظاہر پھر مصنف نے اس قاعدے پر بقول خود تفریع کی کہ صحیح ہی
استثنا کرنا ایک قفیز کا اناج کے ڈھیر کی بیع سے اور ایک معین گوسفند کا گلہ گوسفند سے اور ارطال معینہ کا ایک کھجور کے پھلوں کی بیع سے بسبب صحیح ہونے ایراد
عقد بیع کے امور مذکورہ پر اگر چہ پھل درختوں پر لگے ہوں بنا بر ظاہر مذہب کے کذا فی سنبلۃ بغیر سنبل البر احتمال الربوا چنانچہ صحیح ہی
بیع گیہوں کی اسکی بالی میں گیہوں کی بالی کے غیر سے بسبب احتمال سود کے مگر اگر گیہوں بالی کے اندر ہوا اور بعض غیر جنس اسکی بیع ہو تو صحیح ہی اور اگر گیہوں
کی بالی کو گیہوں کی بالی دیکر خرید کرے تو صحیح نہیں اس احتمال سے کہ شاید ایک کم نہ ہو اور دوسرا زیادہ تو سود ہو جاوے اور گیہوں کے مانند جو اور جوار کی بیع
انکی بالیوں میں صحیح ہی وَبَاقِلَّاءٍ وَبَازِلَّاءٍ وَسِمْسِمَۃٍ فی قِشْرِہَا اور باقلا اور جانوں اور تل کی بیع انکے چھلکوں میں صحیح ہی وَجَوْزٍ وَلَوْزٍ وَفُسْتُقٍ فی
قِشْرِہَا الاول وھو الاعلی اور اخروٹ اور بادام اور پستہ کی بیع انکے پہلے چھلکوں میں یعنی اوپر والے پوست میں درست ہی خلافا للشافعی وعلی البائع
اخراجہ اِلَّا اِذَا بَاعَ بِمَا فِیْہِ اور بائع پر لازم ہی اسکا کمال دینا یعنی گیہوں وغیرہ کا مگر جبکہ بائع نے بالی اور چھلکے سمیت بیع کی ہو تو کمال اسپر
نہیں وَھَلْ لَہٗ خِیَارُ رُؤْیَۃِ الوجہ لم اقف اور یہی بیع میں مشتری کو خیار الرویۃ ہی یا نہیں دلیل اسکو مقتضی ہی کہ ہاں اسکو دیکھنے کے بعد

(دیتا ہو لینے نہ لینے کا اسواسطے کہ مشتری نے ہنوز مبیع کو نہیں دیکھا کذا فی الفتح وانما بطل بیع تبنا فی تمر دقطن وصوف من ثوی وحب ولبن کانہ معدوم عرفا اور تھنے کے اندر کی گٹھلی اور روئی کے اندر والے بنولے کی اور تھن کے اندر کے دودھ کی بیع اسواسطے باطل ہوگئی کہ وہ معدوم ہوتا بعرف اور رواج کے اور یہ جواب ہے سوال مقدر کا کہ گیہوں وغیرہ کی بیع غلاف کے اندر صحیح ہے اور گٹھلی کی بیع خرمے کے اندر صحیح نہیں باطل ہے حالانکہ دونوں غلاف ہیں نہیں تو دونوں میں کیا فرق ہے شارح نے جواب دیا کہ گٹھلی وغیرہ عرف میں کالعدم ہیں اسواسطے کہ لوگ بولتے ہیں کہ یہ بنولا اور یہ روئی ہے اور نہیں بولتے کہ یہ گٹھلی ہے خرمے کے اندر اور یہ بنولہ ہے روئی کے اندر اور یوں بولتے ہیں کہ گیہوں میں بالی کے اندر اور یہ بادام اور پستہ ہے چھلکے کے اندر اور یوں نہیں کہتے کہ ان چھلکوں میں بادام ہے یا پستہ کسی عرف خیال بھی نہیں جالا کذا فی النہر فسخ اجرۃ کیل وعد ووزن وذرع علی بائع کانہ من تمام التسلیم اور پیمانہ کرنے اور شمار کرنے اور تولنے اور گز ناپنے کی مزدوری بائع پر ہے اسواسطے کہ تولنا وغیرہ تسلیم کی تمامی سے ہے یعنی تسلیم مبیع بائع پر واجب ہے اور تسلیم بدون ان افعال کے حاصل نہیں ہوتی تو انکی مزدوری بھی بائع پر لازم ہوگی واجرۃ وزن ثمن فقد کاحتطام ثمر واحتراج طعام من سفینۃ علی مشتر اور ثمن تولنے اور اسکے بر کھنے اور پھل کاٹنے کی اجرت اور ناؤ کے اندر سے اناج نکالنے کی مزدوری مشتری پر ہے ہم یہی قول صحیح ہے کذا فی الخلاصۃ اور یہی ظاہر الروایۃ ہے کذا فی الخانیہ خلاصہ میں ہے کہ قطع ثمر کی اجرت مشتری پر اسوقت ہے جبکہ بائع نے ثمر اور مشتری میں تخلیہ کر دیا ہو لا اذا قبض البائع اللھم ثم جاء یرد ہ بعیب الذی باعہ فلہ ثمنہ مگر جبکہ بائع ثمن پر قبضہ کر چکا ہو پھر پھیرنے آیا ہو کھوٹے ہونے کے عیب سے تو اب پرکھنے کی اجرت بائع پر ہے اسواسطے کہ اب پرکھنا اسواسطے ہے کہ بائع کا حق پورا لے کذا فی الفتح فرع مسئلہ شارح کا ظہر بعد فقد الصحۃ افان الدراھم زیوف ردھا لاجرۃ وان وجد البعض فبقدرہ نھر عن اجارۃ البزازیۃ وکما لو کال فان باع العین بنفسہ باذن ربہا فاجرتہ علی البائع وان سعی بینھما وباع المالک بنفسہ یعتبر العرف و تمامہ فی شرح الوھبانیۃ اور دلال کی مزدوری کا یہ حکم ہے کہ اگر دلال نے کسی جنس کو بذات خود بیچا مالک کے اذن سے تو اجرت اسکی بائع پر ہے اور اگر بائع اور مشتری کے درمیان دلال نے کوشش کی اور مالک نے بذات خود بیع کی تو رواج معتبر ہے یعنی اگر ایسی صورت میں بائع پر اجرت دلال کی ہوتی ہو تو بائع پر ہے اور اگر مشتری پر ہوتی ہو تو مشتری پر ہے اور پورا بیان اسکا شرح وہبانیہ میں ہے ویسلم الثمن وکلا فی بیع سنعۃ بدنانیر ودراھم ان احضر البائع السلعۃ اور اول دیا جائے ثمن متاع کی بیع میں ذہب نیسر اور درہم سے اگر بائع نے متاع کو حاضر کر دیا ہو ہم یعنی اگر زمین یا اناج یا کپڑے کی بیع ہوئی روپیوں یا اشرفیوں یا پیسوں سے اور بائع نے شیا رہینہ کو حاضر کر دیا تو اول تسلیم ثمن لازم ہے تا بائع کا حق ثمن میں معین ہو جاوے اسواسطے کہ مشتری کا حق مبیع میں بمجرد عقد کے متعین ہو گیا کیونکہ مبیع اسکے ملک میں داخل ہو گئی اگرچہ بدون قبض کے مشتری پر ضمان نہیں یہاں تک کہ اگر مبیع ہلاک ہو گئی قبل قبض مشتری کے تو بیع فسخ ہو جائیگی اور بائع کا حق ثمن میں بدون قبض کے متعین نہیں ہوتا اسواسطے کہ ثمن میں تعین شرط نہیں یہاں تک کہ اگر ایک معین اشرفی سے کوئی چیز خرید کرے تو مشتری کو اختیار ہے چاہے دوسری اشرفی دے لہذا مشتری کو اول تسلیم ثمن کا حکم ہوا اور اگر مبیع غائب ہو تو مشتری پر تسلیم ثمن بلا حضور مبیع لازم نہیں لہذا اگر مشتری کچھ ثمن دے اور بعض مبیع کے لینے کا ارادہ کرے تو جائز نہیں اور اگر اس شرط سے خرید کرے کہ بائع اول مبیع کو تسلیم کرے تو بیع فاسد ہوگی اسواسطے کہ اس شرط کو عقد مقتضی نہیں اور اگر مبیع پر قبضہ کیا بدون اذن بائع اور قبل تسلیم ثمن کے تو بائع کو ستر دادہ جائز ہے اور نقض تصرف مشتری صحیح ہے اور ایسا تصرف ہو جو فسخ کا محل نہیں چنانچہ عتاق اور تدبیر تو استرداد جائز نہیں ذکرہ العلامہ شاہین عن المبسوط اور اگر مشتری نے ایسی چیز خرید کی جو جلد بگڑ جاتی ہے اور اسپر قبضہ نہیں ہوا اور نہ ثمن دیا یہاں تک کہ مشتری غائب ہو گیا تو بائع کو اسکا غیر سے بیچ لینا جائز ہے اور مشتری ثانی کو باوجود دریافت کے خرید کرنا جائز ہے اسواسطے کہ مشتری اول اس فسخ سے بدلالت حال راضی ہو گیا اور بہذا دلیل ہیں اگر بیع ہوا کرتا ہو تو بائع کو جنس مبیع سے استیفائے کل ثمن جائز ہے اگرچہ ایک درہم باقی ہو تو بھی روک سکتا ہے لیکن اگر ثمن دینے کی مدت مقرر ہو گئی ہے

ذروک نہیں سکتا اور بائع قبض ثمن حال ہو اور بعض مجہول ہو یا مساوی ثمن حال حبس کا اختیار ہو اور اگر مشتری نے کوئی چیز گرو رکھدی یا ضمانت داخل کی تو اس سے حق حبس ساقط نہیں اور اگر بائع نے مشتری پر ثمن کا حوالہ کیا تو حق حبس بالاتفاق ساقط ہو اور اگر بائع نے مبیع مشتری کو تسلیم کی قبل از قبض ثمن تو اسکا حق ساقط ہو گیا اب بائع مبیع کو واپس نہیں کر سکتا تیل خریدیا اور تیل ہی وزن کرنے کے واسطے سو بائع نے وزن تیل کا کر دیا مشتری کے سامنے یا اسکی غیبت میں تو قبض ہو گیا اور اسی طرح ہر کیل اور روزن کو جب پیمانہ کہ بائع کے مکان کے مشتری کے برتن میں ریگیگا قبضہ مشتری کا ثابت ہو گا اور اگر کپڑا خرید کیا اور بائع نے اسپر قبضہ کرنے کا حکم دیا سو مشتری نے اسپر قبضہ نہ کیا یہاں تک کہ کسی دوسرے آدمی نے لے لیا تو اگر یہ بالقبض کے وقت مشتری اسکے لے سکتا تھا بدون قیام کے تو تسلیم صحیح ہو والا نہیں اور زمین میں قبضہ تخلیہ سے ہوتا ہو اور مال منقول میں ایسے دوسرے مکان میں لیجانے سے قبضہ نہیں ہوتا ہو جو مکان بائع سے اختصاص نہیں رکھتا اور اگر بائع نے گھوڑا بیچا اور مشتری کو اسپر قبضہ کرنے کا امر کیا اور بائع اسکی لگام پکڑے ہوئے ہو اور گھوڑا دونوں کے ہاتھ سے بھاگ گیا تو مشتری کا مال گیا نہ بائع کا اسواسطے کہ تسلیم فرس اسی طرح پر ہوتی ہو کذا فی الطحطاوی ومحصلہ وفی بیع سلعۃ بمثلہا او بثمن مثلہا مما لم یکن احدھما دینا تسلم وقبض عوض عاجل اور متاع کی بیع میں اسکی مانند دوسری متاع سے اور ثمن کی بیع میں اسکی مثل مع ثمن سے بائع اور مشتری دونوں ساقی تسلیم کریں جبتک کہ احد البدلین دین نہ ہو چنانچہ سلم فیہ اور ثمن مجہل مع یعنی اگر ایک متاع کو دوسری متاع سے بیچا چنانچہ کتاب کو بعوض تخت یا کپڑے کے بیچا یا روپیوں کا معاوضہ اشرفیوں یا روپیوں سے کیا تو بائع اور مشتری بدلین کو ساقی یا تو قف تسلیم کریں اسواسطے کہ دونوں متاع متعین ہیں کیسان اور دونوں ثمن غیر متعین ہیں برابر تقدیم ایک کی دوسرے پر ترجیح یا صحیح ہو ہاں اگر مبیع سلم میں سلم فیہ کی تسلیم ساقی نہیں اسواسطے کہ ثمین تاجیل شرط ہی اور کتنی مدت سلم کی ایک مہینہ ہو اور اگر مشتری نے تسلیم ثمن کی کچھ مدت مقرر کر لی ہو تو پس تسلیم ثمن کا مطالبہ بدین قبل مدت کے اور بائع مبیع کو حبس نہیں کر سکتا اسواسطے کہ تاجیل سے اسکا حق در باب حبس ساقط ہو گیا بحر الرائق میں ہو کہ در صورت خیار مشتری بھی بائع مطالبہ ثمن کا قبل عود خیار نہیں کر سکتا تو تاج کو مناسب تھا کہ اسکو بھی ذکر کرتا ثم التسلیم یکون بالتخلیۃ علی وجہہ بلا مانع ولا حائل بعد البیع بیع کے دریافت کرنا چاہیے کہ تسلیم مبیع یا ثمن تخلیہ سے ہوتی ہو اسطرح پر کہ بائع یا مشتری قبضہ کرنے پر قادر ہو بلا مانع اور بلا حائل کے مع تخلیہ بلا مانع سے یہ مراد ہو کہ وہ چیز مشغول بحق غیر نہ ہو اور تخلیہ بلا حائل سے مراد یہ ہو کہ اسکے سامنے ہو کذا فی البحر الی شروط فی الاجناس شروطا ثلثا ان یقول خلیت بینک وبین المبیع فلو لم یقل او کان بعیدا لم یصر قابضا وان الناس منہ غافلون فانہم یشترون قویۃ ویفرون بالتسلیم والقبض وھو لا یصح بہ الفرض علی الصحیح وکذا الھبۃ والصدقۃ والخاتمۃ وتمامہ ثم ما علقنا علی الملتقی اور انجاس میں عدم مانع اور عدم حائل کے سوا تیسری شرط بھی مشروط کی ہو وہ یہ ہو کہ بائع مشتری سے کہے کہ میں نے تخلیہ کر دیا تیرے واسطے اس مبیع کے اس میں اور مبیع کے اس میں تو اگر یوں نہ کہیگا بیع بعید ہو مشتری سے تو مشتری قابض نہ ٹھہریگا اور لوگ اس سے غافل ہیں اسواسطے کہ مثلاً لوگ کو خرید کرتے ہیں اور تسلیم اور قبض کا اقرار کرتے ہیں یعنی بائع تسلیم مبیع کا اقرار کرتا ہو اور مشتری قبض کا اقرار کرتا ہو اور حالانکہ تسلیم و قبض کے اقرار سے قبض صحیح نہیں ہوتا بنا بر قول صحیح کے اور اسی طرح ہبہ اور خیرات میں قبضہ صحیح نہیں ہوتا تخلیہ بعید سے بخلاف تخلیہ قریب کے کذا فی الخانیہ اور پورا بیان اسکا ہمنے شرح ملتقی میں کیا ہو ثم مبیع بعید کے تخلیے سے اگرچہ قبضہ ثابت نہیں ہوتا لیکن عقد بیع فی نفسہ صحیح ہو ہاں مگر مشتری پر ثمن کا دینا بدون صحت قبض واجب نہیں اور اگر مبیع ہلاک ہو گئے قبل قبض کے بائع یا مبیع کے فعل سے یا آفت سماوی سے تو مشتری ثمن کو پھیرے گا اگر ثمن دے چکا ہو کذا فی شرح الملتقی بحر الرائق میں ہو کہ اگر گیہوں کو بالیوں میں بیچا اور بائع نے انکو تسلیم کیا بالیوں سمیت تو تسلیم صحیح نہیں کہ مشغول بحق غیر ہوا اور تسلیم ثمار اشجار فقط تخلیہ سے صحیح ہو اگرچہ بائع کی ملک سے متصل ہو اور اگر کوٹھری کے گیہوں فروخت کئے اور بائع نے کوٹھری کی کنجی مشتری کو دی مع التخلیہ تو یہ قبض ہو اور اگر کنجی دی اور تخلیہ کا کلام نہ کیا تو قبض نہیں اور کنجی دینی گھر کی بیع میں تسلیم ہو اگر مشتری

بالکلف منکو کھول سکے اور اگر بعید گھر کو بھیجا صابع بولا کہ میں نے مگر کر تکلو تسلیم کیا اور مشتری نے کہا کہ میں نے اپر قبضہ کیا تو یہ قبضہ ثابت ہوگا اگر گھر اس حال پر ہو کہ مشتری اسکے قفل بند کرنے پر قادر ہو تو اسکو حبس کہینگے اور اگر ایسا نہیں تو حبس نہیں ہوا انتہی کذا فی الحلبی اور سے وَجَدَ اَیِ الْبَائِعُ الثَّمَنَ زُیُوْفًا لَیْسَ لَہٗ اسْتِرْدَادُ السِّلْعَۃِ وَحَبْسُہَا بِہٖ لِسُقُوْطِ حَقِّہٖ بِالتَّسْلِیْمِ وَقَالَ زُفَرُ لَہٗ ذٰلِکَ کَمَا لَوْ وَجَدَہَا رَصَاصًا اَوْ سَتُّوْقَۃً اَوْ مُسْتَحَقًّا وَکَالْمُشْتَرِیْ مِنْہُ بِنَقْدٍ بَیِّنَۃٍ بَائِعٌ لِثَمَنٍ کو ایسا کھوٹا پایا جسکا لینا دینا سوا گروں میں رائج ہو مگر سرکار بادشاہی میں مقبول نہیں تو بائع کو متاع پھیر لینے اور اسکے حبس کرنے کا اس سبب سے اختیار نہیں بسبب ساقط ہونے حق بائع کے تسلیم کرنے سے اور زفر نے کہا اسکا وہی حکم ہے جو ہم نے کہا اگر درہم رانگ کے ہوں یا اپر جانوری کا پتر ہو یا غیرکی ملک ہوں تو استرداد متاع کا بالاتفاق اختیار رہیگا اور جیسا کہ مشتری سے ثمن کا اختیار رہیگا کذا فی الہدایہ یعنی اگر ثمن نے درہم دین کے ادا کئے پھر وہ درہم کھوٹے نکلے تو مشتری کو اختیار رہیگا کہ اگلا بھیجدے اور سرخسی نے مثل سابق کہکر تقیید کیا ہے کذا فی حاشیۃ المدنی قَبَضَ بَدَلَ الصَّرْفِ الْجِیَادَ الَّتِیْ کَانَتْ لَہٗ عَلٰی زُیُوْفٍ زُیُوْفًا عَلٰی ظَنِّ اَنَّہَا جِیَادٌ ثُمَّ عَلِمَ بِہَا یُرَدُّ عَلَیْہِ مِثْلُ الْجِیَادِ اِنْ کَانَتْ قَائِمَۃً وَکَذَا لَوْ اَنْفَقَہَا وَلَا یَسْتَرِدُّ جَیِّدًا لِاَنَّہٗ اَسْقَطَ حَقَّہٗ بِالْقَبْضِ جو روپیہ کے بدلے جو بدیر پر قرض تھے کھوٹے روپیہ پر قبضہ کیا اس گمان پر کہ وہ کھرے ہیں پھر معلوم ہوا کہ وہ کھوٹے ہیں تو کھوٹے پھیر دے اور کھرے لے اگر موجود ہوں اور اگر کھوٹے رد کر چکے ہوں تو ویسے ہی اور پھیر دے کَمَا اَوْضَحْنَاہُ عِنْدَ ذٰلِکَ عِنْدَ الْقَبْضِ چنانچہ اس صورت میں پھیرنے کا اختیار نہیں جیکا حکم قبضہ کرنے کے وقت اسکا کھوٹا ہونا معلوم ہو گیا ہو وَقَالَ اَبُوْ یُوْسُفَ یَرُدُّ مِثْلَ الزُّیُوْفِ وَیَرْجِعُ بِالْجِیَادِ کَمَا لَوْ کَانَتْ رَصَاصًا اَوْ سَتُّوْقَۃً اور ابو یوسف نے کہا اگر کھوٹے رد کر چکے ہوں تو ویسے اور کھوٹے پھیر دے اور دیکھ کے پھیرنے چنانچہ اگر انگ کے ہوں یا اپر جانوری کا پتر ہو تو پھیرنے کا اتفاق ثابت ہوا اِلَّا تَرَی شَیْئًا وَقَبَضَہٗ وَمَاتَ مُفْلِسًا مِنْ نَقْدِ الثَّمَنِ فَالْبَائِعُ اَسْوَۃُ الْغُرَمَاءِ وَقَالَ الشَّافِعِیُّ ھُوَ اَحَقُّ بِہٖ کَمَا لَوْ لَمْ یَقْبِضِ الْمُشْتَرِیْ فَاِنَّ الْبَائِعَ اَحَقُّ بِہٖ اِتِّفَاقًا وَلَنَا قَوْلُہٗ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ اِذَا مَاتَ الْمُشْتَرِیْ مُفْلِسًا وَوَجَدَ الْبَائِعُ مَتَاعَہٗ بِعَیْنِہٖ فَھُوَ اَسْوَۃٌ لِلْغُرَمَاءِ شوم مجمع للعین خرید کی کوئی چیز اور مشتری مفلس ہو کر مر گیا قبل ادا کرنے ثمن کے بائع برابر ہے باقی قرضخواہوں کے یعنی دلداسا ہی اور قرضخواہوں کے مانند بائع کو بھی مٹی بھر اور امام شافعی نے کہا کہ بائع زیادہ حقدار ہے اس چیز مبیع کا چنانچہ اگر مبیع پر مشتری نے قبضہ نہ کیا ہو اور مفلس مر گیا ہو تو مبیع کا بائع احق ہے بالاتفاق اور ہماری دلیل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث ہے کہ جب مشتری مفلس ہو کر مرے پھر بائع اپنی متاع کو بعینہ پاوے تو وہ برابر ہے اور قرضخواہوں کے کذا فی شرح المجمع للعینی ہم امام شافعی کی دلیل صحیحین کی حدیث ہے کہ مَنْ اَدْرَکَ مَالَہٗ بِعَیْنِہٖ عِنْدَ رَجُلٍ قَدْ اَفْلَسَ فَوَجَدَ لَحِقَ بِہٖ مِنْ غَیْرِہٖ یعنی جو اپنا مال بعینہ مرد مفلس کے پاس پاوے تو وہ اس مال کا زیادہ حقدار ہے اسکے غیر سے اور حنفیہ کی دلیل یہ حدیث ہے جو شارح نے ذکر کی اور مستدل کی سنن ابوداؤد میں مذکور ہے اور استدلال شافعی کا یہ جواب ہے کہ ہماری حدیث مفسر ہے اور شافعی کی حدیث مبہم اور مفسر مبہم پر قاضی ہوتا ہے اھم خص کی کچھ حاجت نہیں وتمامہ فی حاشیۃ المدنی فُرُوْعٌ مسائل لمعۃ شارح کے باع نصف الزرع بارض ان باعہ الکل ادرکت الارض جازہ بعکسہ کالا اذا کان البذر من الکار بینہا لان بجوز فانیۃ نصف کھیت بدون زمین کے بیچا اگر اسکو کوشتکار نے زمین کے مالک کے ہاتھ بیچا تو جائز ہے اور بالعکس اسکے یعنی اگر زمین کے مالک نے آدھا کھیت کشتکار کے ہاتھ بیچا تو جائز نہیں مگر جبکہ بیج کشتکار کا ہو لان یہ ہے کہ بیع جائز ہو کذا فی الخانیہ بایع شجرا او کرما ثمرہ لا یدخل الثمر وحینئذ فبعارۃ الشجر الی الادراک فلو ابی المشتری اعارتہ خیر البائع ان شاء ابطل البیع او قطع الثمر جامع الفصولین قَالَ فِی الثَّمَرِ وَلَا فَرْقَ بَیْنَ اَنْ یَّظْھَرَ بِیَدِ الْمُشْتَرِیْ اَوِ الْبَائِعِ بیچا پھل والے نے درخت یا انگور کی بیل کو بیچا تو پھل داخل بیع نہ ہوگا اور رقیت میں درخت عاریت لیا جائے مشتری سے پھل پکنے تک پھر اگر مشتری عاریت دینے سے انکار کرے تو بائع مختار ہوگا چاہے بیع کو باطل کرے یا پھلوں کو درخت پر سے توڑ لے کذا فی جامع الفصولین ملخص الخانیہ میں کہا کہ فرق ظاہر نہیں ہوتا مشتری اور بائع میں ھم یعنی عنقریب لکھا جائیگا اگر

مشتری منقطع پھل خریدے بدون درخت کے تو بیع فی الحال پھل توڑنا واجب ہو درصورت عدم اعارہ بائع مگر یہ پھل خام ہوں اور بیان بائع البطال جمیع اور قطع ثمر مین مختار ہو اور مشتری مختار نہین حالانکہ مشتری اور بائع مین کوئی وجہ فرق ظاہر نہین ہوتی واللہ اعلم بالصواب

باب خیار الشرط

باب خیار الشرط

یہ باب ہو خیار الشرط کے احکام مین خیار یعنی اختیار ہو یعنی وہ اختیار جو بائع اور مشتری کو بسبب شرط کرلینے کے حاصل ہوتا ہو جا ہین بیع کو قائم رکھین چاہین تو لازم وَجْهُ تقدیمه مع بیان تقسیمه مُبَيِّنٌ وَالْمُرَادُ بِخِيَارِ الشَّرْطِ کی تقدیم کی وجہ اسکی تقسیم کی بیان کے ساتھ درمین مصرح ہم صاحب درر نے کہا کہ بیع کاہی لازم ہوتی ہی اور کاہی غیر لازم بیع لازم وہ ہی جسمین بعد موجود ہونے شرائط بیع کے اختیار نہ ہو اور غیر لازم وہ ہی جسمین اختیار ہو اور چونکہ لازم اقوی ہی لہذا اسکو پہلے ذکر کیا اُسکے بعد خیار الشرط کو بیان کیا اور خیار الشرط کو باقی خیارات پر باسطے مقدم کیا کہ خیار الشرط ابتدا حکم کا مانع ہی پھر خیار الرویۃ کو ذکر کیا کہ وہ تمام حکم کا مانع ہی آخر کو خیار العیب کا ذکر کیا کہ وہ لزوم حکم کا مانع ہی اور خیار الشرط چند قسم پر ہی ایک قسم بالاتفاق فاسد ہی چنانچہ مشتری کا یون کہنا کہ مجکو اختیار ہی یا مجکو چند روز اختیار ہی یا مجکو ہمیشہ اختیار ہو اور ایک قسم جائز ہی بالاتفاق یعنی یون کہنا کہ مجکو تین دن یا اس سے کمتر مین اختیار ہو اور ایک قسم مین اختلاف ہی وہ یہ ہی کہ یون کہے کہ مجکو اختیار ہی ایک مہینہ یا دو مہینہ کہ یہ امام اعظم رح اور زفر اور امام شافعی کے نزدیک فاسد ہی اور ابو یوسف اور صاحبین کے نزدیک جائز ہی انتہی ملخصاً قال الطحاوی معلوم کرنا چاہیے کہ خیار الشرط خلاف قیاس ہی واسطے حدیث حبان بیع اور شرط سے نہی وارد ہی لیکن خیار الشرط نص سے ثابت ہی حاکم نے مستدرک مین عبد اللہ بن عمر رض سے روایت کی کہ حبان بن منقذ ایک سر مین ضعیف تھا اور اسکے سر مین زخم لگا تھا تو اسکے واسطے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین دن تک اختیار تھا جو نرا بنا تھا اُس چیز مین جو کہ وہ خریدے اور اسکی زبان تبدیل ہو گئی تھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو خرید کیا کر اور کہدیا کر خلابۃ یعنی مجکو فریب نہ دینا اور وہ کوئی چیز خرید کر لاتا اپنے گھر والون کی طرف سے سو وہ لوگ کہتے کہ یہ تو گران قیمت ہی تو وہ جواب دیتا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجکو بیع مین اختیار دیا ہی اور اس حدیث کو امام شافعی نے اور بیہقی نے اپنی سنن مین اور ابن ماجہ نے اور نجاری نے اپنی تاریخ اوسط مین اور ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہی کذا فی فتح القدیر ثم الخیارات بلغت سبعۃ عشر پھر واجب ہی کہ خیارات کا شمار سترہ تک پہونچا ہی الثلاثۃ المتقدمۃ لہا اُنمین سے تین خیار وہ ہین جنکے بیان کے واسطے باب مقرر ہوئے ہین یعنی باب خیار الشرط اور باب خیار الرویۃ اور باب خیار العیب وخیار تعیین وغبن ونقد وکمیۃ واستحقاق وتغریر فعلی وکشف حال وخیانۃ مرابحۃ وتولیۃ وتوات وصف مرغوب فیہ وتفریق صفقۃ بہلاک بعض مبیع وجاز بعفو المفضولی وظہور المبیع مستاجرا ومرہونا اشباہ من کتاب المنسوخ اور اختیار تعیین کا وہ یہ ہی کہ دو یا تین غلام بیچے اس شرط پر کہ مشتری ایک کو اختیار کرلے اگر ہر ایک کی قیمت جدا جدا مذکور ہوئی ہو تو صحیح ہی اور اختیار غبن کا یعنی اگر بائع یا مشتری یا دلال نے غبن فاحش کیا ہو تو فسخ بیع مین اختیار رہی اور اختیار نقد یہ ہی کہ اس شرط پر بیع ہوئی ہو کہ اگر مشتری تین دن تک ثمن نہ دے تو بیع نہین اور اختیار کمیت یہ کہ خریدی ہوئی ان دراہم کے جو اس برتن مین ہین پھر بائع نے دراہم مذکورہ کو دیکھا تو اسکو اختیار رہی اور یہ خیار الرویۃ نہین اسواسطے کہ نفوذ مین خیار الرویۃ نہین ہوتا اور خیار استحقاق یہ کہ بعض مبیع غیر کا مملوک نکلے اور خیار تغریر فعلی یعنی ایسا کام کرنا جس سے مشتری دھوکھا کھاوے جیسا کہ بکری یا گائے کے تھن چند روز باندھ رکھنا تاکہ بہت دودھ نظر پڑے پھر جب ایک روایت کے مشتری کو پھیر دینے کا اختیار ہی کذا فی البحر اور کشف حال کا اختیار یہ ہی کہ خریدی ہوئی بوجھ ہونے کے جو اس پتھر کے ہموزن ہو اور خیار کشف حال مین خیار الکشف بھی داخل ہی وہ یہ ہی کہ آٹے کا ڈھیر بجا ہر صاع عوض درہم کے تو بیع صحیح ہی ایک صاع مین لیکن سبب تفرق صفقہ مشتری کو اختیار رہی نہ بائع کو اور خیانت مرابحہ کا اختیار یہ کہ بیع المرابحہ مین بائع کے اقرار سے یا گواہون سے یا بائع کے قسم نہ کھانے سے خیانت بالغ کی ثابت ہو تو مشتری کو اختیار رہی چاہے کل ثمن سے چاہے نہ لے اور خیانت اولیہ کا اختیار یہ کہ بیع التولیہ مین بامور مذکورہ خیانت ثابت ہو تو مشتری مختار ہی اور

لبقدر خیانت کم کردینا جائز ہے اور وہ مغرور غیر کے فوت ہونے کا اختیار اسطرح کہ کوئی کہے کہ میں نے تجھ پر کیا مثلاً کوئی دیکھا کہ شخص طبرکدہ کا تاجر ہے یا دلالی کیا جاتا ہے پر خلاف اسکے ظاہر ہو تو مشتری کو اختیار ہو چاہے کل ثمن رد کر دے یا نہ لے اور تفریق صفقہ کا اختیار بسبب ہلاک ہونے بعض مبیع کے اور یہ نہیں ہوتا اگر قبل قبض کے اور بیع فضولی کی اجازت کا اختیار ہو مالک کو چاہے جاری رکھے چاہے باطل کرے اور بیع کے متاجر ہونے کے ظہور کا اختیار یعنی اگر معلوم ہو کہ مبیع کو کسی نے اجارہ لیا ہے تو مشتری کو لینے نہ لینے میں اختیار ہے اور مبیع کے مرہون ہونے کے ظہور کا اختیار یعنی بعد بیع کے معلوم ہوا کہ مبیع کسی کے پاس گروی ہے تو مشتری کو اختیار ہے اور اگر مرتہن یا راہن اسکو جائز رکھے تو اب مشتری کو فسخ کا اختیار نہیں کذا فی الاشباہ من الاحکام انفسخ قال ویفسخہا قائلۃ وتحالف فبلغت تسعۃ عشر سببا صاحب اشباہ نے کہا اور بیع فسخ ہوتی ہے اقالہ اور تحالف سے نواب خمار خیارات کے اسباب کا بیس کو پہنچا صاحب قالہ یہ ہے کہ عاقدین فسخ عقد پر راضی ہو جائیں اور تحالف کی صورت یہ ہے کہ مقدار ثمن یا مقدار مبیع یا دونوں کی مقدار میں اختلاف ہوا اور دونوں گواہ لانے سے عاجز ہوئے اور ایک دوسرے کے دعوے پر راضی نہ ہوا تو دونوں سے قسم لیجائیگی اور قاضی بیع کو فسخ کر دیگا ایک عاقد کی طلب سے اور کل فسخ کے عاقدین میں ہوتے ہیں سوائے تحالف کے کہ اسکو قاضی فسخ کرتا ہے کذا فی الجلبی عن الاشباہ وانما ذکرہا المصنف یعرفہ من مارس الکتاب اور اکثر خیارات کو مصنف نے جابجا ذکر کیا ہے جو شخص کتاب کی مشغولی رکھتا ہے وہ جانتا ہے صح شرطہ للمنبأ عین معا او کل منہما او لغیرہما او لاحد العقد لا فضلہ تاثر خانیہ شرط کرنا اختیار کا بائع اور مشتری کو ساتھی اور دونوں میں سے ایک عاقد کو اگرچہ وہی نیم ہو اور شرط کرنا عاقدین کا اجنبی کے واسطے صحیح ہے اگر چہ شرط بعد عقد کے ہوئی ہو اور صحیح نہیں قبل عقد کے کذا فی التاتارخانیہ ہم شرط کرنا اختیار کا اصیل اور وکیل اور وصی اور اجنبی کے واسطے صحیح ہے خواہ شرط عین عقد کے وقت ہو یا بعد عقد کے اور اگر قبل عقد اسطرح شرط کرے کہ میں نے تجکو اختیار دیا اس بیع میں جسکو میں منعقد کرونگا پھر خرید واقع ہوئی بلا شرط تو اختیار ثابت نہ ہوگا کذا فی البحر فی جمیع کلہا او بعضہ کثلثہ او ربعہ ولو فاسدا شرط خیار صحیح ہے سب مبیع میں یا بعض میں جیسا کہ مبیع کی تہائی یا چوتھائی میں اگرچہ وہ عقد جسمیں شرط ہوئی ہو فاسد ہو ولو اختلفا فی اشتراطہ فالقول لمنافیہ علی المذہب اور اگر بائع اور مشتری میں اختلاف ہوا اختیار کے شرط ہونے میں تو اسکا قول معتبر ہے جو اختیار کی نفی کرتا ہے بنا بر مذہب صحیح کے اسواسطے کہ شرط اختیار خلاف اصل ہے کذا فی البحر والنہر ثلثۃ ایام او اقل خیار شرط صحیح ہے تین دن یا اس سے کمتر میں ہم تین دن کا اختیار اسوقت صحیح ہے جبکہ بیع سریع الفساد نہ ہو اسواسطے کہ سریع الفساد کا حکم خانیہ میں مذکور ہے کہ اگر وہ چیز خرید کی ہو جلد سڑ جاتی ہے تین دن کے اختیار پر تو قیاس یہ ہے کہ مشتری پر کچھ واجب نہیں لیکن استحسان میں مشتری سے یوں کہا جائیگا کہ یا بیع کو فسخ کر یا مبیع کو لے اور تجھ پر ثمن کا دینا واجب نہیں یہاں تک کہ تو بیع کی اجازت دے یا بیع تیرے پاس فاسد ہو جائے تا جانبین کا ضرر دفع ہو کذا فی المطہری وفسد عند اطلاق فی ذلیلہ اور بیع فاسد ہی طلاق ہوگی کے نزدیک یعنی اگر بیع واقع ہوئی بشرط خیار بلا تقیید مدت یا بشرط دوام اختیار تو بیع فاسد ہے جیسے نکاح تو قیت مجہول بھی تا بید کے مانند ہے بخلاف بیع کے اگر اطلاق میں ہے کہ اگر طلاق خیار عقب عقد میں ہو تو بیع فاسد ہو اور اگر بیع با اختیار ہوئی پھر بائع نے بعد مدت کے مشتری سے کہا کہ تجکو اختیار ہو تو یہ اختیار تا دوام مجلس ہمارے تمام اصحاب کے قول کے کہ تجکو اختیار ہے کا اکثر یفسد فلیکل صنعہ خلافا لہما صحیح نہیں تین دن سے زیادہ اور اگر تین دن سے زیادہ اختیار شرط کریگا تو بیع فاسد ہوگی تو عاقد کو اسکے فسخ کرنے کا اختیار ہے بخلاف صاحبین کے یعنی صاحبین کے نزدیک خیار شرط مدت مجہولہ صحیح ہے خواہ مدت زیادہ ہو کما ہو مذہب عبد الرزاق نے انس سے روایت کی کہ ایک شخص نے اونٹ خریدا اور چار دن کا اختیار شرط کر لیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع کو باطل کر دیا اور فرمایا الخیار ثلثۃ ایام یعنی اختیار تین ہی دن ہو کذا فی النہر الاتفاق ہندوستان کے سوداگر بیع بشرط خیار کو اپنی اصطلاح میں جا کو کہتے ہیں اور لیفے تین دن سے زیادہ جا کر لیتے ہیں سو شرعاً جائز نہیں غیر انہ یجوز ان لجاز من لہ الخیار فی الثلثۃ فینقلب صحیحا علی الظاہر تین دن سے زیادہ خیار شرط صحیح نہیں مگر یہ کہ بیع جائز ہو جاویگی

اگر صاحب اختیار تین دن کے اندر لازم بیع کی اجازت دیدیگا تو فاسد منقلب صحیح ہوجائیگی بنا بر ظاہر الروایۃ کے ہم سوا سطے کے سند دفع ہوگیا قبل اس کے اگر پھر اجازت لیل رابع مین ہوتا عدم طلوع فجر اور یہ قول حنفیہ عراق کا ہے اور حنفیہ خراسان نے کہا کہ عقد یہ موقوف تھا کہ اجازت مدت مذکورہ سے نافذ ہوگیا اور اگر لیل رابع بلا اجازت شروع ہوگئی تو وہ خاسد ہوگیا فائدہ خلاف یہ ہے کہ بقول اول بساشرت عقد حرام ہے اور بقول ثانی حرام نہین کذا فی الطحطاوی وصحت شرطہ ایضاً کالازم تحتمل الفسخ اور صحیح ہے شرط کرنا اختیار کا عقد لازم محتمل الفسخ مین بھی ہم لازم کی قید سے وصیت نکل گئی اسواسطے کہ وصی وصیت مرنے کے بعد ہی زندگی تک رجوع کرسکتا ہے اور یہ بھی اگر کوئی بول اور عدم قبول مین اختیار ہے اور محتمل الفسخ کی قید سے مانند طلاق اور نکاح نکل گیا کمواعیۃ ومعاملۃ واجارۃ وقسمۃ وصلح عن مال ولو بغیر علیہ وکتابۃ وخلع ورھن وعتق علی مال کو شرط لازم بیع وقرض وھبہ ودراھن وقبض عقد لازم محتمل الفسخ چنانچہ عقد مزارعت اور معاملہ یعنی ساقاۃ واجارہ اور قسمت اور صلح وعری مال سے اگرچہ صلح بغیر عین چیز ہو ہو اور کتابت اور خلع اور رہن اور عتق بشرط مال اگر اختیار شرط ہو ہو زوجہ کے واسطے خلع مین اور راہن کے واسطے رہن مین اور مملوک کے واسطے عتق مین مرزوجہ اور راہن اور مملوک کی قید سے اسواسطے نکلگئی کہ اسکے جانب سے عقد لازم محتمل الفسخ ہو بخلاف زوج اور مولی کے کہ انکی جانب سے عقد لازم ہو لیکن محتمل فسخ نہین ہو اسواسطے کہ یمین ہو اور بخلاف مرتہن کے اسواسطے کہ اسکی جانب سے عقد لازم نہین مرتہن کو بردقت فسخ رہن کا اختیار ہے کذا فی الطحطاوی عن المنح ونحوھا لکفالۃ وحوالۃ وابراء وتسلیم شفعۃ بعد الطلبین ووقف عند الثانی اشباہ واقالۃ بزازیہ وفی ستۃ عشر او باند عقود مذکورہ کے چنانچہ ضامنی اور حوالہ اور ماہم کرنا اور تسلیم شفعہ وطلب کے بعد یعنی طلب مواثبہ اور طلب اشہاد کے بعد اور چنانچہ وقف ابو یوسف کے نزدیک کذا فی الاشباہ اور چنانچہ اقالہ کذا فی البزازیہ تو یہ سولہ عقود مین بیع کو ملاکر جنمین شرط کرنا اختیار کا صحیح ہوہم مطلق ضمانت مین خواہ حاضر ضامنی ہو یا مال ضامنی کفیل اور کفول کو شرط خیار صحیح ہو بزازیہ مین ہو کہ ضامنی مین دس دن یا زیادہ اختیار شرط کرنا صحیح ہو بخلاف بیع کے اور وقف بھی ضمانت کے مانند ہو کذا فی الطحطاوی کالنکاح وطلاق وتعلیق بدخول دار وصرف وسلم واقرار الا اقرارہ بعقد یقبلہ اشباہ ودکالۃ ووصیۃ فھو فی تسعۃ صحیح نہین شرط خیار نکاح اور طلاق اور یمین اور نذر اور صرف اور سلم اور اقرار مین مگر اس عقد کا اقرار ہو جو شرط خیار کا قابل ہو تو اس اقرار مین شرط خیار صحیح ہو کذا فی الاشباہ اور وکالت اور وصیت مین شرط خیار صحیح نہین کذا فی النہر یہ تو عقد ہوئے صریح اور کہا کہ مجھپر ہزار درم ہین اس شرط پر کہ مجھکو تین دن اختیار ہو تو اقرار لازم ہوگا اور شرط خیار باطل ہوگی اسواسطے کہ اقرار خبر ہونا ثابت اور خبر قابل شرط اختیار نہین ہوا ان اگر یون اقرار کریگا کہ مجھپر ہزار درم ہین اس بیع کی ثمن کے جسکو مین نے بشرط خیار خرید کیا تو یہ صحیح ہو اور اختیار ثابت ہوگا اگر بائع اسکی تصدیق کرے اسواسطے کہ بیع ان عقود سے ہو جو قابل خیار ہین کذا فی الطحطاوی عن الاشباہ قال الاسود وقد کنت تعجبت ما تعلمہ فی النہر نقلت اشعار یاتی خیار الشرط فی الاجارۃ + وکذا البیع والاباء والکفالۃ + والاھن العتق عنوان الشفعۃ والصلح والخلع کذا والقسمۃ + والوقف والحوالۃ والاقالۃ + لا الصرف والاقرار والوکالۃ + ولا النکاح والطلاق والسلم تذییل وبیان مذا بیت نظم اور مین نے بدل ڈالا نہر الفائق کی نظم کو اور یون کہا ہے کہ شرط خیار کا ہی ہو اجارہ مین اور بیع اور ابراء اور ضمانت اور کفالت اور عتق اور ترک شفعہ اور صلح مین اور یہی طرح خلع اور قسمت اور وقف اور حوالہ اور اقالہ مین نہ صرف اور اقرار اور وکالت مین اور نہ نکاح اور طلاق اور سلم اور تذاور یمین مین اس نظم کو نہیمت جانا چاہیے مصنف شارح نے نہر الفائق کی نظم مین کچھ بھی تغییر نہین کی سوا اسکے کہ بجاے حوالہ قسمت لایا اور نہ کوئی عقداً سپر زیادہ کیا چنانچہ صاحب نہر کی نظم سے جو جائیگا پھر ضرور ہی ظاہر ہے قسم اول سے مزارعہ اور معاملہ اور کتابت نظم مین داخل نہین اور قسم ثانی سے وصیت فانہ اشتری شخص شیئا کعلی انہ ای المشتری ان لم ینقد ثمنہ الی ثلثۃ ایام فلا بیع صح استحسانا خلافا لزفر ولو لم ینقد فی الثلثۃ فسد فتفقد عقدہ بعد ھا فلو قبل یدہ فلیحفظ اگر ایک شخص نے کوئی چیز خریدی اس شرط پر کہ وہ یعنی شتری اگر تین دن تک ثمن نہ دیدے تو بیع نہین

صحیح ہے بطریق استحسان کے برخلاف قیاس کے اور جو تین دن میں نہ دیگا تو بیع فاسد ہوگی آزاد کرنا مشتری کا بعد تین دن کے نافذ ہوگا اگر غلام مشتری کے پاس ہو سو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم اور اسی طرح اگر مشتری ثمن دے اس شرط پر کہ اگر بائع ثمن پھیر دے تین دن تک تو بیع نہیں یہ بھی صحیح ہے لیکن پہلی صورت میں مشتری کو اختیار ہے اور دوسری صورت میں بائع کو خانیہ میں ہے کہ یہ صحیح قول یہ ہے کہ یہ بیع مذکور فاسد ہے منفسخ نہیں تو اگر مبیع غلام ہو اور مشتری اسکو آزاد کرے تین دن کے بعد تو عتق نافذ ہو کذا فی النہر اور مشتری پر قیمت غلام لازم آویگی اور اگر غلام بائع کے ہاتھ میں ہوگا تو عتق مشتری نافذ نہ ہوگا کذا فی الملتقط وحکم الجاریۃ حکم الغلام کذا فی الخانیۃ وان اشتراہ علی ان البائع بالخیار الی اربعۃ ایام لا یصح خلافا لمحمد اور اگر مشتری نے خریدا اسی طرح چار دن کا تو بیع صحیح نہیں بخلاف محمد کے یعنی مشتری نے اطلاع خرید کیا کہ اگر چار دن تک ثمن نہ دے تو بیع نہیں تو امام اور ابو یوسف کے نزدیک یہ بیع صحیح نہیں اسواسطے کہ خیار النقد معلق بخیار الشرط ہے اور خیار الشرط تین دن سے زیادہ صحیح نہیں فان نقد فی الثلثۃ جاز اتفاقا لان خیار النقد ملغی بخیار الشرط فلو ترک التقویم لکان اولی پھر اگر مشتری نے چار دن کی مدت مقرر کرکے تین دن کے اندر ثمن ادا کیا تو بیع باتفاق تینوں اور محمد کے جائز ہو جائیگی اسواسطے کہ خیار النقد ملغی ہو خیار الشرط سے تو اگر مصنف تقویم کو ترک کرتا تو بہتر ہوتا ہم یعنی مصنف اپنے اس قول یعنی فان اشتری میں تا تقویم علی خیار الشرط میں داخل نہیں بلکہ بمعنی بخیار الشرط ہے اور الحاق تقضی غایت کا ہے اور تقویم تقضی اسکی ہو کما سبق سے چنانچہ صاحب کنز اور درر نے اسکو بالتفریع مذکور کیا ہو وکما یخرج مبیع عن ملک البائع مع خیارہ فقط اتفاقا فیهلک علی المشتری بقیمتہ ای یدخل فی ضمانہ لو قبض ایتلی اذا قبضہ باذن البائع یوم قبضہ کالمقبوض علی سوم الشراء فانہ بعد بیان الثمن مضمون بالقیمۃ بالغۃ ما بلغت وهو ولو شرط المشتری عدم ضمانہ بزازیہ اور مال مبیع بائع کی ملک سے نکل نہیں جاتا فقط بائع کے اختیار سے بالاتفاق تو مبیع ہلاک ہوگی مشتری پر اپنی قیمت یوم القبض سے یعنی بدل مبیع سے ہاشمی کو بھی سامل ہے جس صورت میں کہ مشتری نے بائع کے اذن سے اسپر قبضہ کیا ہو چنانچہ دو چیز جو بقصد خریداری مقبوض ہوتی ہو تو وہ ثمن کے بیان کرنے کے بعد مضمون بالقیمت ہو جتنی اسکی قیمت پہونچے کذا فی النہر یعنی اگرچہ ثمن سمسی سے قیمت زیادہ ہو ضمان اسکا لازم آویگا اگرچہ مشتری نے اسکا عدم ضمان شرط کر لیا ہو کذا فی البزازیہ یعنی درصورت خیار بائع خواہ مشتری نے مبیع کو ہلاک کیا ہو یا مبیع خود ہلاک ہوگئی ہو ہر صورت اسپر ضمان ہے اور تبوض علی سوم الشراء میں بیان ثمن کی قید اسواسطے مذکور کی کہ فقیہ ابو اللیث نے عیون میں ذکر کیا ہے کہ اگر مالک نے کہا کہ لیجیے اس کپڑے کو اگر پسند کرنا تو خرید کرنا پھر وہ لیگیا اور وہ تلف ہو گیا تو اسپر ضمان نہیں اور اگر یوں کہا کہ اگر راضی ہونا تو دس درم کو خرید کرنا پھر وہ لیگیا اور تلف ہوا تو اسکی قیمت کا اسپر ضمان لازم آویگا اور اسی پر فتوی ہے انتہی اور یہ جو شارح نے فقط خیار بائع کی قید لگائی سو بلا وجہ ہے اسواسطے کہ اگر بائع اور مشتری دونوں کا خیار ہو گا یا متعاقدین نے اجنبی کو اختیار دیا ہوگا تو بھی یہی حکم ہے کذا فی الطحطاوی و فی الفائق میں ہے کہ مشتری پر قیمت اسواسطے لازم آئی کہ ہلاک ہونے سے بیع فسخ ہو گئی اور بیع نافذ نہیں ہو سکتی بدون محل کے تو یہ تبوض علی سوم الشراء کے مانند ہو گیا اور جو چیز بتبوض ہو خریداری کی بات چیت سے اسمیں ہلاک ہونے سے قیمت ہے قیمتی میں اور مثلی ہے مثلی میں یہ اس صورت میں ہے کہ جب مدت خیار میں ہلاکی ہو اور اگر بعد کی ہو تو مدت مذکورہ کے بعد تو ثمن کا ضمان ہے قیمت کا انتہی دلو کفی ید الوکیل ضمنہ من حالہ بلا رجوع الا بامرہ بالسوم اور اگر مقبوض علی سوم الشراء وکیل کے ہاتھ میں ہلاک ہوا تو وکیل اسکا ضامن دیگا اپنے مال سے بلا رجوع کے موکل پر مگر جبکہ موکل نے وکیل کو اسکا امر کیا ہو کذا فی الینابیع ہم وکیل شراء نے ایک کپڑا الیا خریداری کی بات چیت پر اور موکل کو دکھایا اسنے پسند نکیا اور پھیر دیا پھر وکیل کے پاس وہ ضائع ہو گیا تو اسکا ضمان قیمت وکیل پر ہے موکل سے نہیں لے سکتا مگر اس صورت میں لے سکتا ہے جبکہ موکل نے وکیل کو خریداری کی بات چیت پر قبضہ کرنے کا امر کیا ہو وذا علی سوم النظر فغیر مضمون مطلقا اور جس پر قبضہ ہوا نظر اور تامل کی بات چیت پر اسکا تاوان مطلقا لازم نہیں خواہ اسکا ثمن مذکور ہوا ہو یا نہ ہوا ہو ہم سوم النظر یہ ہے کہ ایک شخص بائع سے کہے کہ یہ کپڑا مجکو دے تا میں اسمیں نظر اور تامل کروں یا غیر کو دکھاؤں پھر کپڑا ضائع ہو گیا تو امام کے

تو دیکھے اسپر کچھ تاوان نہیں یعنی اسواسطے کہ وہ امانت تھا اور اگر ان کہیگا کہ پھیر دے مجھکو سے اگر بین راضی ہوگا کہ تو مشتری کو نکا پھیر دیگا تو ضمان لازم آویگا اسواسطے کہ یہ قبض علی سوم الشراء سوم التجارۃ نہا بعد فرق یہ ہے کہ پہلی صورت میں اسنے تاوان غیر کے دکھانے کے واسطے دیا تھا اور یہ بیع تعین اور دوسری صورت میں اسواسطے دیا کہ وہ راضی ہوا اور خرید کرے اور یہ بیع ہے کذا فی النہر وعلی سوم الرھن بالاقل من قیمتہ ودین الذین اور جو چیز مقبوض ہوا بالشراء کہنے کی بات چیت پر تو جو کم ہوگا قیمت اور دین میں اسکا ضمان لازم آویگا ھم صورت اسکی یہ ہے کہ ایک شخص پر دین تھا سو اسنے گروی رکھنے کے واسطے ایک چیز بخال صاحب دین نے اسپر قبضہ کیا رہن کی بات چیت پر پھر وہ چیز مرتہن کے پاس ہلاک ہوگئی تو مرتہن پر اقل کا ضمان لازم آویگا یعنی اگر اس چیز کی قیمت دین سے اقل ہو تو اسکا ضمان لازم ہوا و اگر دین کم سے قیمت سے تو اسکا ضمان لازم ہو تو مرتہن کی تقصیر و عدم تحقیق رہن کی ہوئی کذا فی المحیط وعلی سوم القرض بقرض سأوفیہ بہ اور جو چیز قرض لینے کی بات چیت پر قبض ہوئی تو اسکا ضمان قرض لینے والے پر ہے برابر ہے ھم صورت اسکی یہ ہے کہ زید نے خالد سے دس روپے قرض مانگے خالد نے اسکو دیدی ایک تلوار کی کہ اسکو دس روپے کو بیچ لے پھر تلوار زید کے پاس ضایع ہوگئی تو زید پر دس روپے کا تاوان دینا لازم ہوگا اور یہ مسئلہ اور رہن کے مسئلے میں یہ فرق ہے کہ ایک یہ کہ رہن ثابت ہوا رہن کے تو مے پر اور مستقرض کے تو مے پر ثابت نہیں دوسرے یہ کہ رہن مقبوض بالاقل ہے اور یہاں ضمان بقدر قرض مسلوم علیہ ہے کذا فی المحیط وعلی سوم النکاح کما مر بقیمتہا مفصلا اور اگر قبضہ ہوا تو ڈی کی بات چیت پر تو ضمان بقدر اسکی قیمت کے ہے کذا فی النہر یعنی اگر قبضہ کیا غیر کی لونڈی پر اسکے اذن سے نکاح کرے اور وہ ہلاک ہوگئی اسکے پاس تو اسکی قیمت کا ضمان اسپر لازم ہے ویخرج عن ملکہ ای لا یلزم خیار المشتری فقط فیملک فی ذمن الخیار ویسقط خیار البائع ہو جاتی ہے بائع کی ملک سے فقط مشتری کے اختیار کے ساتھ تو ہلاک ہوگی بیع مشتری کے ہاتھ میں بعوض ثمن کے ہم اسواسطے کہ ہلاکی مقدم عیب سے خالی نہیں اور وجود عیب بائع رد ہے تو ہلاکی ہ صورت لازم عقد ہوئی اور لزوم عقد ثمن کا موجب ہے قیمت کا اور ثمن قیمت میں فرق ہے کہ ثمن وہ ہے جسپر متعاقدین راضی ہو جاویں خواہ قیمت سے زیادہ ہو یا کم اور قیمت وہ ہے جس سے شی کی تقویم ہو یعنی بمقدار یا لیت بنزلہ بیع بعیب کے بغیر رہا دلی اور نقصان کذا فی الطحطاوی کتبتہ ضیاء بیع یرتفع کقطع ید یا نقطع بعیب ہو جانے مبیع کے مدت فیما بین ایسے عیب سے جو دین میں ہو سکتا ہے چنانچہ ہاتھ کا کٹ جانا ہم یہ تشبیہ ہے معیوب ہونے کی ہلاکی کے ساتھ دونوں صورتوں میں یعنی دو صورت خیار بائع یا دو صورت خیار مشتری اسواسطے کہ عیب نہ کو بالتہ ہلاکی ہی صورت میں موجب قیمت کا ہے اور دوسری صورت میں موجب ثمن کا کذا فی الفتح فیہ ترجمہ قیمتہ فی المسئلۃ الاولی والبائع فسخ البیع واخذ نقصان العیب کالقتلی بشبہۃ الرجوع حتی تو مشتری کو عیب دار ہو جانے سے قیمت لازم آویگی پہلی صورت میں یعنی در صورت خیار بائع اور بائع کو جائز ہے بیع کا فسخ کرنا اور نقصان عیب کا لینا نہ مثلی کا سو مشتبہ کے سبب سے کذا فی الحدادی یعنی اگر بائع نے مثلی چیز کو بھیجا اور مشتری کو اختیار دیا سو مشتری کے پاس کچھ عیب اسمیں لاحق ہوا یا جو دباقی رہنے سے اسکی ذات کے کوئی نقصان مثلی کا مشتری سے نہ لے بسبب جمال ہونے کے وتمتہ فی النہایۃ اور دوسری صورت میں یعنی در صورت خیار مشتری عیب دار ہو جانے سے مشتری پر ثمن لازم ہوگا وتوزیع الفرض فان زال فی الصحۃ فلہ علی الصحیح اخیرا وکلا لزمہ العقد وتم النقد المرتہن کمالی اور اگر مبیع کا ایسا عیب ہے جو زائل ہو سکتا ہے چنانچہ بیماری تو اگر عیب مذکور مدت خیار میں زائل ہوگیا تو مشتری کو اختیار نہ ثابت ہو جاوے لے جاوے پھیر دے اور اگر مدت خیار میں زائل نہ ہوا تو اسکو عند الامام ہوگیا عیب متقرر ہونے پھیرنے کے قبل حکم اور ابن کمال وکلا یملکہ المشتری خلافا لہما لثبات بعیب سابق ثبتا السابقۃ ھی التی لا یملک فیہا ما یحدث ولا تفاق ملک والفاق فی موجود ھنا ویلزم اجتماع البدلین والعود علی موضوعہ بالنقض بشرط فاسد اور دوسری صورت خیار مشتری مبیع کا مالک مشتری نہیں ہوتا امام کے نزدیک بخلاف صاحبین کے کہ انکے نزدیک مشتری اسکا مالک ہو جاتا ہے مبیع سابقہ یعنی غیر ملوک نہ تجدید اسواسطے کہ عیب بائع کی ملک سے خیار مشتری کے سبب خروج ثابت ہوا مگر اگر مشتری بھی

اسکا مالک نہ ہو تو بیع پر سابقہ ہوا صاحبین آدمے ہم جواب دیتے ہیں امام کی طرف سے کہ سابقہ وہ ہے جس میں کسی کی ملک نہ ہو ورنہ علاقہ ملک کا اور تعلق ملک کا یہاں موجود ہے اور اگر ملک مشتری ثابت ہو تو اجماع بدلین لازم آوے اور عود کرتا ہے موضوع پر لازم ہو بواسطے منقوض ہونے فائدہ خیار کے قوت اس کی خریداری سے ہم درصورت خیار مشتری اگرچہ بیع میں متعاقدین کی ملک ثابت نہیں لیکن علاقہ ملک متعاقدین موجود ہے بواسطے کہ درصورت عدم فسخ بیع کے بائع کی ملک حقیقۃً عود کریگی اور اگر مشتری نے اپنا اختیار ساقط کر کے لیا تو مشتری کی ملک ثابت ہوگی اور اگر مشتری کو مالک مبیع قرار دیجئے جیسا صاحبین کا مذہب ہے تو اسمیں دو خلل لازم آتے ہیں ایک اجتماع بدلین مشتری کی ملک میں یعنی مبیع اور ثمن بواسطے کہ ثمن ہنوز مشتری کی ملک سے خارج نہیں ہوا اور شرع میں اسکی کہیں اصل نہیں کہ بدلین ایک شخص کی ملک میں مجتمع ہوں بواسطے کہ سعاوضہ بیاعی کا مقتضی ہے اور دوسرا خلل یہ ہے کہ اختیار بواسطے مشروع ہوا ہے اعاقد عما وتامل کر کے اپنی مصلحت کے موافق عمل کرے تو اگر ملک مشتری مبیع میں ثابت ہو جاوے اور بیع فسخ قرار پائے تو مشتری کا خود آزاد ہو جاوے بلا اختیار مشتری کے تو نظر رد تامل جسکے واسطے خیار مشروع ہوا بالکل فوت ہوا اور یہی مطلب ہے شارح کے اس قول کا اور العود علی موضوعہ بالنقض کذا فی البحر کذا یخرج شئی منہما ای من مبیع وثمن من ملک بائع او مشتر عن ملکہ اتفاقا اذا کان الخیار لہما او ایہما فسخ فی المدۃ الفسخ البتم وایہما اجاز بطل خیار لا فقط او کرکوئی دونوں جنسے یعنی مبیع بائع کی ملک سے اور ثمن مشتری کی ملک سے کل نہیں جاتا بائع اور مشتری دونوں کے واسطے اختیار شرط ہوا اور انمیں سے جو فسخ کر گیا تین دن کی مدت میں تو بیع فسخ ہو گیا اور جو دونوں میں سے بیع کو جائز رکھے گا تو فقط اسی کا اختیار باطل ہو گا نہ دوسرے کا ہم و بائع کا نصف کذا مع مبیع میں اور مشتری کا ثمن میں بجائے فسخ قولی ہوا اور اگر دونوں سے نہ فسخ ثابت ہوا نہ اجازت اور مدت خیار گذر گئی تو بیع لازم ہو جاویگی اور اگر ایک سے فسخ ثابت ہوا اور دوسرے سے اجازت تو بیع باطل ہے بہرصورت اور اجازت کسی حال میں معتبر نہیں کذا فی المنح ھذا المختار یظہر ثمرتہ فی عشر مسائل جمعہا العینی فی قولہ اشتق عزک فخصہ اور امام اور صاحبین کے اختلاف کا فائدہ ظاہر ہوتا ہے دس مسئلوں میں جنکو علامہ عینی نے اپنے اس قول اشتق عزک فخم سے جمع کیا ہے بطور رمز کے چنانچہ شارح تشریح ان رموز کی حرف بحرف کرتا ہے الالف من لامہ لو فسخہا انفذ ہی رجعتہ فی النکاح الف اشارہ ہے امۃ سے یعنی اگر لونڈی کو خرید کیا بشرط خیار حالانکہ وہ منکوحہ ہے مشتری کی تو نکاح باقی ہے یعنی بواسطے کہ مدت خیار میں بعجہ زوج کی ملک میں داخل نہیں امام کے نزدیک اور جب خیار ساقط ہو گا تو نکاح باطل ہو گا اور صاحبین کے نزدیک نکاح فسخ ہو گیا کیونکہ زوجہ زوج کی ملک میں داخل ہوئی پھر اگر مشتری بیع کو فسخ کر گیا تو لونڈی اپنے مولی کے پاس بلا نکاح جائیگی صاحبین کے نزدیک اور امام کے نزدیک منکوحہ جائیگی والسین من لا استبراء تخیتہا فی المدۃ لا یعتبر استبراؤہ اور سین اشارہ ہے استبراء سے تو لونڈی کا حیض مدت خیار میں استبرا معتبر نہ ہوگا ہم یعنی لونڈی کو بشرط خیار خریدکیا اور اسکو حیض آیا خیار کی مدت میں تو حیض استبرا میں نہ شمار ہوگا امام کے نزدیک بواسطے کہ استبرا نہیں ہوتا مگر بعد ملک کے بخلاف صاحبین کے کذا فی شرح الوقایہ اور اگر ہم کو خیار لونڈی بائع کو حیض دیجاوے تو امام کے نزدیک استبرا واجب نہیں اور صاحبین کے نزدیک واجب ہے بعد قبض کرنے مشتری کے کذا فی البحر حرمن المنح ھذا ولا یعتق ہم ح اشارہ ہے موہوم سے تو مشتری کا موہوم آزاد نہ ہوگا یعنی اگر مشتری نے قرابت ذی رحم کو بشرط خیار خریدکیا تو امام خیار میں آزاد نہ ہوگا امام کے نزدیک بسبب عدم ملک کے بخلاف صاحبین کے قال فی البرہان لعدم تمام الملک وجہہ المستوی لہ رد ہا لو اذا انقضت فی اشارہ ہے قول ان بالک سے یعنی اگر بیع میں خیار لونڈی کا شرط کیا ہو تو بسبب ملک صاحبین کے امام کے نزدیک قبل اجازت بیع کا موجب نہ ہوگا اگر درصورت ظہور نقصان خواہ لونڈی بالکرہ ہو یا بسبب خیار مثل صاحب وقایہ کے نقصان کو بیٹی بکر مخصوص نہ رکھا بواسطے کہ بحر الرائق اور نہر الفائق میں قبیحہ کے نقصان کو بھی امتناع رد کا موجب قرار دیا ہے اور صاحبین کے نزدیک ملک میں ہوتی نکاح فسخ ہو گیا اب مشتری اسکو پھیر نہیں سکتا اگرچہ لونڈی قبیحہ ہو گو نقصان بھی لاحق نہ ہوا ہو

غرر الفائق بین ہدایہ سے منقول ہیکہ وطی زوجہ کی قید اسواسطے لگائی کہ غیر منکوحہ لونڈی سے وطی ہوگئی تو پھیر دینا جائز نہ ہوگا اگرچہ تسمین کچھ نقصان نہ عارض ہوا ہو ح من الودیعۃ عندہ ما نصہ فیہلک علی البائع لانہ ارتفاع القبض بالہلاک لعدم المالیۃ اشارہ ہو ودیعت سے یعنی جب مشتری نے بشرط خیار مبیع پر قبضہ کیا بائع کے اذن سے پھر اسکو بائع کے پاس بھروہ ہلاک ہوئی تو بائع کا مال ہلاک ہوا بسبب زائل ہونے قبض مشتری کے پھر جو ہلاک ہوا بسبب ہلاک ہونے مبیع کے یعنی چونکہ مشتری بسبب خیار کے مالک مبیع کا نہیں تو اسکا امانت رکھنا صحیح نہ ہوا بلکہ مشتری کا دینا بائع کو دفع قبض ہوا تو ہلاکی قبض کی ثابت ہوئی لہذا بائع کا نقصان ہوا نہ مشتری کا اور صاحبین کے نزدیک چونکہ مشتری مالک ہوتو اسکی ودیعت صحیح ہوئی اسکا قبضہ مرتفع نہ ہوا تو گویا مشتری کے ہاتھ مین ہلاکی ہوئی کذا فی شرح الوقایہ زمن الزوجۃ الصغیرۃ لو ولدت فی المدۃ فی ید البائع لم تصر ام ولد لو فی ید المشتری تصیر ام ولد کان الولد حرا وابن کمال اشارہ ہو زوجہ سے یعنی اگر بائع منکوحہ لونڈی کو بشرط خیار بیچدیا اور وہ مدت خیار مین لونڈی بائع کے پاس تو وہ مشتری کی ام ولد نہ ہوگی بخلاف صاحبین کے اور اگر مشتری کے قبض مین دی تو عند الجمیع ام ولد ہوگیا اسواسطے کہ ولادت عیب ہے کذا فی الدر وابن کمال اسی طرح شرح وقایہ مین بھی ہو کہ اگر مشتری کے پاس جنی تو اسکی ام ولد ہوجاویگی بالاتفاق اسواسطے کہ ولادت سے تسمین عیب لگ گیا تو اب مشتری اسکو پھیر نہین سکتا سو وہ اسکی مملوک ہوگئی وفی البحر عن الخانیۃ اذا ولدت بطل خیارہ وان کان الولد میتا ولم تنقصہا الولادۃ لا یبطل خیارہ وافرہ المصنف وبحر الرائق بین خانیہ سے ہو کہ جب لونڈی جنی یعنی مشتری کے پاس تو اسکا اختیار باطل ہوگیا اور اگر لڑکا مردہ ہوا لیکن ولادت سے لونڈی مین نقصان نہ ہوا ہو تو مشتری کا اختیار باطل نہ ہوگا بسبب عدم تعیب کے، اور اس قول کو مصنف نے اپنی شرح مین ثابت رکھا ہو کذا فی الطحطاوی لان الکسب للعبد فی المدۃ فہو للبائع بعد الفسخ کا اشارہ ہو کسب سے یعنی اگر غلام مول لیا بشرط خیار اور اسنے کچھ مال کمایا تو خیار مین تو وہ مال بائع کا ہی بعد فسخ بیع کے امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک مشتری کا مال ہوا اور بصورت عدم فسخ زائد مبیع کا تابع ہو کذا فی الطحطاوی عن الفتح لہیئۃ الاستبراء تاملہ اشارہ ہو فسخ سے یعنی اگر لونڈی خریدی بشرط خیار پھر بیع فسخ کرکے پھیر دی تو بائع پر استبرا واجب نہین اسواسطے کہ استبرا واجب ہوتا ہو اوسوقت جب انتقال ہوا ایک ملک سے دوسرے ملک کی طرف سو انتقال یہان امام کے نزدیک پایا نہین گیا کیونکہ مشتری اسکا مالک نہین ہوا بخلاف صاحبین کے خرمن الخزانۃ ذمی من مثلہ بالخیار فاسلم احدہما فہو للبائع بعینہ وقبضہ الاصح لکن بجانہ ابن الکمال اسلم المشتری ح اشارہ ہو ضمیر سے اگر شراب کو خریدا ذمی نے اپنے مانند دوسرے ذمی سے بشرط خیار کے پھر کوئی ایک عاقد مسلمان ہوگیا تو وہ شراب بائع کی ہو کذا فی شرح النقایہ اور مصنف نے اپنی شرح مین اسکا تابع ہوا لیکن ابن کمال کی یہ عبارت ہو کہ مشتری مسلمان ہوگیا ام شرح وقایہ مین بھی اسلام مشتری نہ کہا بلکہ کہا کہ مشتری بالیقین مراد ہو یعنی اور مصنف کی عبارت مین لفظ احدہما مین پر محمول ہو یعنی مشتری پر نہ بائع اسواسطے شراب نکو کہا کہ اگر بیع باطل نہ کیجاوے باقی رہے تو مستاجر خیار کے نزدیک مشتری اسکا مالک ٹھہرے تو شراب کا ایک ہمنا مسلمان کے واسطے لازم آوے اور صاحبین کے نزدیک خریدنا نافذ ہو اور خیار باطل ہو اسلیے کہ اگر اختیار باقی رہے تو وہ بھی بیع کا مالک ہے اور بیع و خیار تمامیک ہو کا مالک نہین کذا فی شرح الوقایہ ہم من الساقطون لو ابرأہ البائع عن الثمن صح اسقاطا ولو بقی خیارہ لانہ بدل عدم التملک کل ذلک عندہ خلافا لہما ہو یعنی اگر مولی عبد ماذون سے کوئی چیز خریدی بشرط خیار پھر بائع نے اسکو ثمن معاف کردیا یعنی مدت خیار مین تو صحیح ہو تبا ہر استحسان کے اور خیار عبد کا باقی ہو اسواسطے کہ عبد ماذون عہ مالک ہونیکا اختیار رکھتا ہو یہ سب مسائل مذکورہ امام کے مذہب پر ہین بخلاف صاحبین کے ہم صاحبین کے نزدیک وہ صورت مذکورہ عبد ماذون کا اختیار باقی نہین رہتا اسواسطے کہ اگر باقی رہے تو اسکو رد کرنے کی ولایت ثابت رہے تو اسکا رد کرنا تملیک بلا عوض ہوگا اور ماذون کو تملیک بلا عوض کی ولایت نہین ورالم عظم کے نزدیک جیسے عبد ماذون ثمن کا مالک نہ ہوا تو اسکا رد کرنا امتناع تملک سے اور ماذون کو

عدم تملک کی ولایت ثابت ہو اسواسطے کہ جب اسکو کوئی چیز بیچا دے تو اسکو قبول نہ کرنے کا اختیار ہو کذا فی شرح الوقایہ قلت و زید علی ذلک مسائل منہا التعلیق کان ملکتہ فھو حر فشراہ بخیار لہ یعتق ہین گنہا ہون اور مسائل عشرہ مذکورہ پر چند مسائل اور زیادہ کیتے گئے ہین از انجملہ تعلیق ہو جسکا شارہ متن ہی چنانچہ ایک شخص نے کہا اگر مین غلام کا مالک ہون تو وہ آزاد ہی پھر اسنے غلام کو شرط خیار کیساتھ خرید کیا تو امام کے نزدیک وہ آزاد نہ ہوگا بسبب عدم ملک کے خلاف صاحبین کے ت واستدامۃ الشکنی باجارۃ او عارۃ لیس باختیار ا شارہ ہی استدامت سے یعنی دوام سکنی بسبب اجارہ یا عارہ کے اختیار نہین ہم صورت اسکی یہ ہی کہ ایک گھر خرید کیا بشرط خیار اور حالانکہ مشتری اسکا ساکن ہی بواسطہ اجارہ یا عاریت مانگنے کے پھر سکونت مستدام ہوئی خواہ زیادے نہ کہا کذا امام کے نزدیک استدامت سکنی ملک عین کا اختیار نہین اور صاحبین کے نزدیک اختیار ہو جامع الفصولین مین ہی کہ درصورت ابتدا سکنی خیار باطل ہوگا ص وصید شراہ بخیار فاحرم بطل البیع ص اشارہ ہی صید سے یعنی فکما لو قید کیا بشرط خیار پھر بیع کا احرام باندھا یعنی درصورت قبض صید تو بیع باطل ہوگی یعنی بیع بائع کو صید بسبب اسکے امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک مع الاحرام جاری اگر بائع کا اختیار ہو تو الا فلا مع نقوص ہوگی کذا فی الملتقی عن المجرد ح والمراد الحادثۃ فی المدۃ بعد القبض للبائع واشارہ ہو زیادہ کا یعنی جو چیز بعد قبض زیادہ پیدا ہوئی مدت خیار کے اندر صورت فسخ بیع کے بائع کی ہین امام کے نزدیک یعنی اسواسطے کہ اگر حادث مشتری کی ملک بن نہین ہوا اور صاحبین کے نزدیک اسکا مالک مشتری ہو جیسی کہ کنیز زیادہ عام ہون زوائد منفصلہ اور منفصلہ سے تو اس مسئلے کے علیحدہ ذکر کرنے کی کچھ حاجت نہ تھی اسواسطے کہ یہ آخرین مسئلے مین داخل ہی یعنی کسب مین جیسی رمز کاف ہو ر والمعیبۃ فی بیع مسلمین لو تحدث فی المدۃ فسد خلافہما فی بنی ان یرمز لہا لفظ تصدق وفیہ الرضوانی الرضو والمراد بالاحد ملحظ اشارہ ہو عبد سے یعنی اگر دو مسلمانون نے شیرہ انگور کا بشرط خیار بیچا اور وہ شراب ہوگئی بعد بیع کے اندر تو بیع فاسد ہوگی بخلاف صاحبین کے تو مناسب یہ ہو کہ ان مسائل عشرہ کو بلفظ تصدق رمز فرمادیتے اور یہ کہ اس رمز کو رمز اول سے لاتے اور یہ بین سے یہ نہین دیکھا کہ کسی نے ان مسائل کو بایں لفظ رمز کیا ہو اسکو یاد رکھنا چاہیے ھر رمز اول او ثانی او کلیہ ہوتا ہی تحق عزت فخمہ تستقاد تعظیم یعنی اپنی عزت کو رکھو تا وانکہ حق تعالی کی تعظیم کرانا مثال اور حضرت کو دولت نوہی سے اور لوگون کی تعظیم کرانا ہر رتبہ کے موافق تعالی اور یہ بین مرتبہ تو صدر نشین ہونا جانتا ہین لہ اختیار ولو اجنبیا صح وتوقف اجماعا الا ان یکون اختیارہ لہما وفسخ احدہما فلیس للآخر اجازۃ الا ان الفسخ تم بمجرد فسخہ والا جازۃ تتم بانضمام رضا الآخر یعنی اگر بیع مین اجنبی کو اختیار دیا تو بیع صحیح ہوگئی اور توقف کیا اجماعا مگر یہ کہ بائع اور مشتری دونون کو اختیار ہو اور ایکنے بیع فسخ کر دی ہو تو دوسرے کو اجازت کا اختیار نہین اسواسطے کہ فسخ والی چیز کو اجازت لاحق نہین ہوتی ہم صاحب اختیار کی اجازت باوجود عدم علم شخص ثانی اسواسطے صحیح ہو کہ اجازت عبارت ہی اپنے حق کے اسقاط سے تو دوسرے کا علم شرط نہین اتقاد طلاق اور فساق کے خان قسمہ بالقول الا یصح الا اذا علما الآخر فی المدۃ فلو لم یعلما لزم العقد پھر اگر صاحب اختیار نے بیع کو فسخ کیا قول سے تو صحیح نہین مشتبک دوسرا عاقد مدت کے اندر واقف نہ ہو سو اگر وہ فسخ سے اور واقف رہیگا تو بیع لازم ہوگی ہم اگر رد بیت مین بیع فسخ کی اور اسکے ساتھی کو علم نہ ہوا تو بیع موقوف ہو طرفین کے نزدیک تو اگر بائع نے بیع جاری رکھی بعد فسخ کرنے مشتری کے قبل علم مشتری کے تو بیع جائز ہو اور فسخ باطل ہو والحیلۃ ان یستوثق بکفیل مخافۃ الفسخ او یودع الامر للحاکم لینصب من یرد علیہ یعنی اور تدبیر فسخ کی یہ ہو کہ مضبوطی کرے صاحب اختیار اپنے ساتھی سے حاضر ضامن لیکر اسکے غائب ہو جانے کے خوف سے یا حاکم سے التماس کرے تا حاکم اس شخص کو قائم کرے جسپر رد بیع کی کرے کذا ذکرہ یعنی ہم جب معلوم ہوا کہ بدون واقف ہونے عاقد ثانی کے بیع فسخ نہین ہوتی اور صاحب اختیار رد سے کہ سبا دا وہ غائب ہو جائے تو ہمکو فسخ کا اختیار تو رہیگا تو اسکی یہ تدبیر ہو کہ اس سے حاضر ضامن لے یا حاکم سے التماس کرے تا وہ کسی شخص کو اسکی طرف سے خاصم قرار دے

پھر صاحب اختیار رہیگا باثمن اسکو پھیر دے بر جب ایک قول کے اور دوسرا قول یہ ہے کہ حاکم کو مثمن کا قائم کرنا جائز نہیں کذا فی المتن قیدنا بالفعل احتراز عما لو فسخ بالقول فصحته بالفعل بلا علمه اتفاقا کما افاده بقوله شارح کتابا ہم نے عدم صحت بیع فسخ قولی کی لگائی بوسلے صحیح ہونے فسخ کے فعل سے بلا علم شخص ثانی کے بالاتفاق چنانچہ اسکو مصنف نے اپنے آیندہ قول بین صح کیا ہم فسخ بالفعل کی مثال یہ ہے کہ بائع نے اپنے واسطے اختیار شرط کیا پھر بیع میں تصرف مالکانہ شروع کیے مثلاً بیع اگر غلام ہو اسکو آزاد کر دیا یا اسکو بیچ ڈالا یا لونڈی سے وطی کی یا بوسہ لیا تو یہ فسخ فعلی ہوا اور اگر اختیار شرط کے واسطے مشروط ہوا اور یہ افعال کریگا تو بیع تمام ہو گی اور اگر ثمن عین ہو یعنی منجملہ نقود نہ ہو اور مشتری امین تصرف مالکانہ کرے تو عقد فسخ ہو گا وصورت خیار مشتری کذا فی الطحطاوی عن المنح وغیرہ وتمّ العقد بموته اور بیع تمام ہو جاتی ہے اسکی موت سے ہم یعنی بیع کے واسطے اختیار شرط رکھا تھا وہ مر گیا تو بیع پوری ہو گئی خواہ بائع ہو یا مشتری سو اگر بائع صاحب اختیار مر گیا تو ثمن اسکے وارثوں کی ملک میں داخل ہوا اور اگر مشتری تھا تو بیع اسکے وارثوں کی ملک میں داخل ہوئی اور بائع نے اگر ثمن نہ پایا ہو گا تو اسکے مترکہ سے لیگا اور اگرچہ عاقد مر گیا جسکے واسطے اختیار مشروط نہ تھا تو دوسرے عاقد کو بالاجماع اختیار ثابت ہو گا کذا فی الطحطاوی اور جنون اور بیہوشی موت کے مانند ہے کذا فی النہر وَلَا يَخْلُفُهُ الوارث کیونکہ ارث بخلافت ہوتا ہے وتدبر ورد نقل بان لاد صاف لا تورث اور خیار شرط میں ارث خلیفہ نہیں ہوتا موت کا بیہوشی خیار رویت اور خیار تعریر اور خیار نقد میں خلیفہ نہیں ہوتا اسواسطے کہ صفات سورث میں وراثت جاری نہیں ہوتی ہم یعنی بیع منفسخ نہیں ہوتی وارث کے فسخ کرنے سے جیسے موت کے فسخ کرنے سے فسخ ہو سکتی ہے اسکی حیات میں اسواسطے کہ اختیار عبارت ہے ارادے اور مشیت سے سو ارادہ مورث کا اسکی موت سے منقطع ہو گیا جیسے اور تصرفات اسکے منقطع ہو گئے مانند عاجز اور قدرت کے خلاصہ یہ ہے کہ ارث امین میں جاری ہے جو انتقال پذیر ہے مانند اعیان کے نہ امین جسمیں انتقال متصور نہیں مانند اوصاف کے منع الشفاعہ میں ہے کہ خیار تعریر یہ ہے کہ بیع بغبن فاحش واقع ہوئی ہو خواہ مورث بائع نے دیا ہو یا مشتری نے انتہی طحطاوی نے کہا کہ عدم ارث خیار التعریر کی ظاہر اعتراض ہے مصنف کی اور خیار النقد بحث ہے صاحب نہر الفائق کی توشیح کو مناسب سمجھا کہ اکثر بطور نصوص مذہب ذکر نہ کرتا وَاَمَّا خِيَارُ الْعَيْبِ وَالتَّعْيِيْنِ وفوات الوصف المرغوب فيه فيخلفه الوارث فيها كما له يورث خیار رویت اور خیار عیب اور خیار التعیین اور وصف مرغوب فیہ کے فوت ہونے کے اختیار میں وارث اپنے مورث کا خلیفہ ہوتا ہے امور مذکورہ میں بخلاف اس کے کہ مورث کی خیار کا وارث ہونا ہم کذا فی الدرر اسکو یاد رکھنا چاہئے ہم سوال مقدر کا یعنی اگر اوصاف میں وراثت نہیں ہے تو خیار العیب وغیرہ وارث کو کیوں ثابت ہوتا ہے خلاصہ جواب یہ ہے کہ وارث کو یہ امور بطور خلافت ثابت ہیں نہ بطریق وراثت یعنی مثلاً خیار العیب وارث کو ابتداءً ثابت ہی اسواسطے کہ مورث اس مبیع کا مستحق ہے جو عیب سے سالم ہو اسی طرح وارث بھی اسواسطے کہ وہ اسکا قائم مقام ہے تو عند التحقیق مورث عین مبیع ہی بصفت سلامت عیوب اور اسی طرح خیار التعیین وغیرہ علامہ نوح نے کہا یہی تقریر ظاہر ہے صاحب ہدایہ اور صاحب کافی وغیرہما کے کلام سے لیکن صاحب وقایہ اور صاحب نقایہ نے تصریح کی ہے کہ خیار العیب اور خیار التعیین میں وراثت جاری ہے تو ظاہر ہمارے مشائخ کے اسمیں دو قول ہیں وصفتی المدة وان لم يعلم لعرض او اغماء ولا عتاق ولو لبعضه وتوابعه وكذا كل تصرف لا ينفذ الا بحل كالاجارة ولو بلا تسليم فيها على المذهب ونظر ثانی فرع داخل بقولهم والقول لمنكر الشهوة فتح اور بیع پوری ہو جاتی ہے مدت خیار کے گذر جانے سے اگرچہ صاحب خیار کو معلوم ہو بسبب بیماری یا بیہوشی کے اور بیع تمام ہو جاتی ہے آزاد کرنے سے اگرچہ بعض مملوک کا عتاق ہو اور توابع عتاق سے بیع تمام ہوتی ہے چنانچہ تدبیر اور کتابت سے اور اسی طرح ہر ایک اس تصرف سے جو نافذ نہیں ہوتا یا حلال نہیں ہوتا بدون مالک ہونے کے چنانچہ مبیع کو اجارہ دینا اگرچہ اجارہ بدون تسلیم کے ہو قول اصح میں اور چنانچہ شرمگاہ عورتی کو شہوت سے دیکھنا اور درصورت اختلاف متعاقدین منکر شہوت کا قول معتبر ہے کذا فی الفتح ہم اجارہ اور نظر میں الف نشر مرتب ہے یعنی اجارہ ایسا تصرف ہے جو بدون ملک ناقد نہیں ہوتا اور داخلی شرمگاہ کا دیکھنا وہ تصرف ہے جو بدون

ملک کے حلال نہیں مشتری کا کرایہ لگانا ساکن دار سے اور غلام کی حجامت کروانا اسکو دوا پلانا کہ یہ سچا مبیع کو بیع کے واسطے پیش کرنا اسکان کی مرمت کرنا شکست ریخت کرنا یہ سب تصرفات بطل ہیں اور تمام بیع کے سبب ہیں کذا فی الطحطاوی ومفادہ انہ لو شراھا بالخیار علی انہا لہ فوطیھا لیعلم اھی بکر ام لا کان اجارۃ ونو وجدھا ثیبا ولم یلبث فلہ الرد بھذا العیب نھر وسیجئ فی بابہ اور قاعدہ مذکورہ کا مقتضا یہ ہو کہ اگر لونڈی کو بشرط خیار حیض خریدا اس شرط پر کہ وہ باکرہ ہے پھر اس سے وطی کا معلوم ہو کہ باکرہ ہے یا نہیں تو یہ اجازت ہو بیع کی اور اگر اسکو باکرہ نہ پایا اور فوراً فرمت سے باز رہا بلا توقف تو اسکو پھیر دینے کا اختیار ہو اس عیب کے سبب سے اگرچہ خیار شرط فرمت سے ساقط ہو گیا کذا فی النہر اور مفہوم یہ مسئلہ خیار العیب کے باب میں آویگا اور اگر بعد علم عدم بکارت فرمت سے باز رہیگا تو رضامندی ثابت ہوگی پھر فسخ بیع نہ کر سکیگا مگر جب یہ قاعدہ ٹھہرا کہ ایسے تصرف کرنے سے جو ناقد یا حلال نہیں بدون ملک کے بیع لازم ہو جاتی ہے اور اختیار باطل ہوتا ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ فرمت کنواری کا امتحان بکارت کے واسطے اجازت بیع کا ہو جو اسواسطے کہ اس فعل کی اگرچہ امتحان کے واسطے حاجت ہو لیکن یہ حلال نہیں بدون مالک ہونے کے ولو فعل لما ثم ذلک کان فسخا اور اگر بالفعل ایسا فعل کریگا جو ناقد یا حلال نہیں بدون ملک کے تو اب تصرف فسخ بیع ہوگا وطلب الشفعۃ وان لم یاخذھا معراج بھا ای بما رفیھا خیارا لشرط لخلاف فی خیار رؤیۃ وعیب معراج اور بیع تمام ہو جاتی ہے شفعہ طلب کرنے سے بواسطے اس گھر کے جسمیں خیار الشرط ہو اگرچہ شفعہ کو نہ لیا ہو کذا فی المعراج بخلاف خیار الرؤیۃ اور خیار العیب کے کذا فی المعراج ہم صورت اسکی یہ ہو کہ زید نے ایک گھر بشرط خیار خرید کیا پھر اسکے پڑوس میں دوسرا گھر بیع ہوا سو زید نے بسبب خانہ اول کے خانہ ثانی کا شفعہ طلب کیا تو خانہ اول کی بیع تمام ہو گئی بخلاف خیار الرؤیۃ اور خیار العیب کے یعنی اگر ایک گھر بدون رویت کے خریدا کیا اور اسکے ہمسایہ میں دوسرا گھر بواسطہ شفعہ کے لیا تو اسکو اختیار ہو کہ رویت کے بعد خانہ اول کو بسبب خیار الرؤیۃ کے پھیر دے کذا فی الدرر المشتری اذا کان الخیار لہ لانہ دلیل الاجازۃ یعنی بیع تمام ہوتی ہے مشتری کے شفعہ طلب کرنے سے جبکہ اختیار اسکے واسطے شرط ہوا ہو اسواسطے کہ شفعہ طلب کرنا اجازت بیع کی دلیل ہے یعنی طلب شفعہ اسکی دلیل ہے کہ اسنے بیع کی ملکیت اختیار کی اسواسطے کہ بدون ملک طلب حق شفعہ نہیں ہو سکتی پھر جب ملک اختیار کی تو شرط خیار ساقط ہوئی بیع تمام ہو گئی ولو شرط المشتری او للبائع کما یفیدہ کلام الدرر وبہ جزم البھنسی الخیار لغیرہ عاقدا کان او غیرہ بھنسی صحح استحسانا وثبت الخیار لھما اور اگر مشتری یا بائع شرط کرے اختیار اپنے غیر کے واسطے خواہ غیر شخص عاقد ہو یا غیر عاقد کذا صرح بہ البھنسی تو یہ صحیح ہے بنا بر استحسان کے اور اس صورت میں دونوں کے واسطے اختیار ثابت ہوگا شارح نے کہا اس حکم میں بائع بھی مشتری کے مانند ہے چنانچہ درر کے کلام سے معلوم ہوتا ہے اور اسی کا یقین کیا ہے بھنسی نے ہم قیاس یہ ہے کہ غیر عاقد کے واسطے خیار صحیح نہ ہوا سواسطے کہ خیار بمنزلہ احکام عقد ہے تو غیر کے واسطے کیونکر جائز ہو وجہ استحسان یہ ہے کہ بھنسی کے واسطے اختیار ثابت نہیں ہوتا اگر بطریق نیابت کے عاقد کے واسطے تو اختیار عاقد کے واسطے لازم ہوا پھر اپنی اسکا نائب ٹھہرایا گیا عاقد کا تصرف حتی الامکان صحیح ہو لغو نہ ہو جاوے پھر جبکہ اپنی نائب ہوا تو نائب اور منوب دونوں کے واسطے اختیار ثابت ہوگا کذا فی المنح والنہر حموی نے مفتاح سے نقل کیا کہ تقیید مشتری کی اتفاقی ہوا سواسطے کہ بسوط وغیرہ میں مصرح ہے کہ احد المتعاقدین کو غیر کے واسطے اختیار کا شرط کرنا صحیح ہے حلبی نے کہا بہتر یہ تھا کہ شارح غیر کو فقط اجنبی کر کے تفسیر کرتا اسواسطے کہ احد العاقدین کا اختیار اول باب میں مذکور ہو چکا و کذا فی البحر طحطاوی نے کہا اسکی صورت یوں ممکن ہے جبکہ بائع یا مشتری متعدد ہوں علی وجہ الاشتراک اور ایک مشتری دوسرے مشتری کے واسطے یا ایک بائع دوسرے بائع کے واسطے اختیار شرط کرے فان اجاز احدھما من النائب والمستنیب ونقض صح ان وافقہ الاخر وھو حینئذ نائب اور منیب میں سے ایک نے بیع کو لازم کر دیا یا فسخ کیا تو صحیح ہوگا اگر دوسرے نے اسکے ساتھ موافقت کی فان اجاز احدھما وعکس الاخر فالاسبق اولی لعدم النفوذ پھر اگر ایک نے اجازت دی اور دوسرے نے بالعکس اسکے بیع فسخ کی تو اول عدم نفوذ ہے بسبب عدم مزاحم کے یعنی شخص اول کی اجازت یا فسخ نافذ ہوا سواسطے کہ اسوقت تعارض نہ تھا اور شخص

متاخرہ کا فعل بفعہ ہو ولو کانا معًا فالفسخ احق فی الاصح رہلمی لان المجاز یفسخ والمفسوخ لا یجاز اور اگر اجازت اور فسخ ساتھی زمان ہو احد ہمن بانی کی فسخ زیادہ مناسبت ہے قول اصح مین کذافی شرح الزیلعی اسواسطے کہ اجازت والی چیز فسخ ہوسکتی ہے اور فسخ چیز اجازت پذیر نہین ہوتی واعترض بانہ یجاز لما فی المبسوط لو تفاسخا ثم تراضیا علی فسخ الفسخ وعلی اعادۃ العقد بینہما جاز اذ فسخ الفسخ اجازۃ واجیب بمنع کونہ اجازۃ بل بیع ابتداء اور تعلیل مذکور پر اعتراض وارد ہوکہ فسخ پذیر اجازت پذیر ہوتا ہے اسواسطے کہ مبسوط مین ہے کہ اگر عاقدین نے باہم بیع کو فسخ کیا پھر باہم راضی ہوگئے فسخ کے فسخ کرنے پر اور فیما بین خود اسی عقد کے اعادے پر تو جائز ہے اسواسطے کہ فسخ کو فسخ کردینا بھی اجازت کی حقیقت ہے اس اعتراض کا یون جواب دیا گیا ہوکہ ہم نہین مانتے کہ فسخ الفسخ اجازت ہو بلکہ یہ دوسری بیع ہے جو پہلے سے ہرنہ الفاتق مین ہے کہ فسخ کا اعلی ہونا یہ روایت ہوکہ کتاب الماذون کی اور یہی اصح ہے اور کتاب البیوع کی یہ روایت ہوکہ نصرت مالک کا اولی ہے اور بعضون نے کہا کہ اول قول ابو یوسف ہے اور ثانی قول محمد ہے باع عبدین علی انہ بالخیار فی احدھما ان فضل ثمن کل واحد منہما وعین الذی فیہ الخیار صح البیع للحال بالبیع والثمن باع نے دو غلام بیچے اس شرط پر کہ اسکو اختیار ہے ایک غلام مین اگر ہر ایک کا ثمن جدا جدا مذکور کیا اور اس غلام کو معین کردیا جسمین اختیار شرط کیا تو صحیح ہے بسبب معلوم ہونے مبیع اور ثمن کے ہم صورت اسکی یہ ہوکہ بائع نے کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ یہ دونون غلام بیچے ہر غلام بانسو درہم کو اس شرط پر کہ تجھکو اس غلام خاص مین اختیار ہے ولا یبین ولا یفصل او عین فقط او فصل فقط لا بعض بجالۃ البیع الثمن واحدھما اور اگر بائع نے اس غلام کی جسمین اختیار شرط کیا تعیین نہ کی اور ہر ایک کا ثمن علیحدہ علیحدہ مذکور کیا یا فقط غلام کی تعیین کی بالتفصیل ثمن یا فقط ثمن کی تفصیل بلا تعیین غلام تو بیع صحیح نہ ہوگی بسبب مجہول ہونے مبیع اور ثمن کے درصورت عدم تعیین اور تفصیل کے یا ایک کی جہالت کے سبب سے یعنی درصورت تعیین غلام ثمن مجہول ہے اور درصورت تفصیل ثمن مبیع مجہول ہر ہم عدم تعیین اور تفصیل اسطرح کہ بائع نے کہا کہ مین نے دو غلامون کو بیچا ہزار درہم کے عوض اس شرط پر کہ ایک غلام مین مجکو اختیار ہے تو کسی غلام کی بیع صحیح نہین اسواسطے کہ جسمین اختیار شرط ہے وہ خارج ہے بیع سے اور جسکی بیع ہوئی ہے وہ معلوم نہین اس سبب سے کہ جسمین خیار شرط ہے وہ مجہول ہے علاوہ اسکے ثمن بھی مجہول ہوا اسواسطے کہ قیمت والی چیز مین ثمن مبیع پر برابر تقسیم نہین ہوا وکذا لو کان الخیار للمشتری تتأتی ایضًا الانواع الاربعۃ اور ایسا ہی حکم ہوگا اگر اختیار مذکور مشتری کے واسطے مشروط ہوا تعیین بھی چار دن صورتین حاصل ہوتی ہین ہم یعنی اگر مشتری نے دو غلام خریدے اور ایک غلام مین اختیار شرط کیا تو درصورت تفصیل ثمن و تعیین مبیع بیع صحیح ہوا اور اگر تعیین اور تفصیل نہین یا فقط تعیین ہے یا فقط تفصیل ہے تو بیع صحیح نہین بسبب جہالت کے **فرع** مسئلہ مجمعہ شارح کا وکلہ ببیع بشرط الخیار فباعہ بلا شرط الخیار جاز ولو وکلہ بالشراء والحالۃ ہذہ نفذ علی الوکیل والفرق ان الشراء متی لم ینفذ علی الآمر ینفذ علی المأمور بخلاف البیع فتح وسیجئ فی الفصولی والوکالۃ وایہم فظ وکیل کیا ایک نے دوسرے کو بیع بشرط خیار مین سو وکیل نے اسکو بیچا بلا شرط خیار تو بیع جائز نہین اور اگر وکیل کیا خرید کرنے کے واسطے بشرط خیار تو بیع نافذ ہے وکیل پر نہ مکل پر اور فرق دونون صورتون مین یہ ہوکہ خرید جسپر امر کرنے والے پر نافذ نہ ہوئی تو اسپر نافذ ہوگی بخلاف امر بیع کے کذا فی الفتح اور یہ یاد آویگا بیع فضولی اور وکالت مین تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم جب مبیع بشرط خیار کا امر کیا تو مالک کی ملک بدون اسکی رضامندی کے زائل نہین ہوسکتی لہذا اسکی مخالفت سے بیع نافذ نہ ہوگی وصح خیار التعیین فی القیمیات لا فی المثلیات لعدم تفاوتہا اور خیار التعیین صحیح ہے قیمتی والی چیزون مین نہ مثلیات مین بسبب نہ متفاوت ہونے مثلیات کے ہم قیمت والی وہ چیز ہے جسکی افراد مین تفاوت ہو چنانچہ لونڈی غلام کپڑا کتاب اسواسطے کہ ایک لونڈی سو درہم کی ہوتی ہے اور دوسری ہزار درہم کی اور مثلی وہ چیز ہے جسکے افراد یکسان ہون بلا تفاوت چنانچہ مکیل اور موزون اور جب مثلیات مین تفاوت نہ ہوا تو تعیین خیار تعیین شرط کرنا بیفائدہ ہے ولو لما نع فی الاصح کذا فی الخلاصۃ صحیح ہے اگرچہ بائع کے واسطے مشروط ہو قول اصح مین کذا فی الکافی فہم مشتری کے واسطے خیار تعیین کی یہ صورت ہے کہ بائع مشتری سے کہے کہ مین نے ان غلامون مین سے ایک غلام

تیرے ہاتھ بیچا اس شرط پر کہ تین سے تو ایک کو پسند کرلے اور بائع کے واسطے خیار تعیین کی یہ صورت ہو کر مشتری کہے بائع سے کہ ان غلاموں سے ایک غلام خرید کیا اس شرط پر کہ جو غلام تو چاہے مجکو دے قول اصح کی یہ وجہ ہو کہ یہ بیع جائز ہو خیار مشتری کے ساتھ تو بائع کی خیار کے ساتھ بھی جائز ہوگی فی التقدیر مین اسکو ملکیا ہوا سطرح پر کہ جو از خیار تعیین اسواسطے ہو تا مشتری سے غبن دفع ہو خوب جانچ کے یا غیر سے دریافت کرکے جسکو اپنے موافق اور مناسب جانے اسکو خرید کرے اور بائع کو اسکی کچھ حاجت نہیں اسلیے کہ بائع کے پاس مبیع مدت سے موجود ہو اسکو اسکا حال خوب تر معلوم ہو اسکا جواب شارح نے آئندہ قول مین دبالاولہ قد یرفق قیمتا ویقبضہ وکیلہ ولا یقرہ فیبیعہ بہذا الشرط فتستثنی الحاجۃ الیہ فقط اسواسطے کہ بائع کا ہاتھ تمیت والی چیز کو بطور وراثت کے پاتا ہو اور بائع کا وکیل اسچیز کو قبضہ کرتا ہو اور بائع اُس چیز کو نہین پہچانتا تو اسکو بشرط خیار تعیین بیچتا ہو تو اس صورت مین بائع کو حاجت پڑتی نہیں خیار تعیین کی تا اسکو اپنی منفعت اور سلامت مین اختیار رہے کذا فی النہر سید حموی نے کہا کہ یہ صورت نادر الوجود ہو اور مناط احکام نوادر پر نہین کذا فی الملتقی والدرر فیستاد دن الاربعۃ لانداع الحاجۃ بالثلثۃ لوجود جید ورد ی ووسط خیار تعیین صحیح ہو چار چیزون سے کہ مین بسبب حاجت والی کے تین چیز سے بواسطے حاصل ہونے عمدہ اور ناقص اور متوسط کے ہم یعنی خیار تعیین دفع حاجت کے واسطے مشروع ہو اور دفع حاجت تین چیز مین بخوبی متصور ہو کیونکہ عمدہ اور ناقص اور متوسط کا ہونا تین مین حاصل ہو تو چار چیز یا زیادہ مین خیار تعیین کرنا حاجت سے زیادہ ہو تو غیر مشروع ہو ومدتہ کخیار الشرط اور خیار التعیین کی مدت خیار الشرط کے مانند ہو یعنی تین دن تک امام کے نزدیک ہم اگر تین دن مین تعیین کرے تو بہتر ہو اور اگر تین دن گذر گئے بالاجبر تعیین کرنے کے واسطے اسپر جبر کیا جاویگا اور اگر تعیین کے ساتھ خیار الشرط بھی مشروط ہو تو اسکو اختیار ہو فسخ بیع اور اجازت مین اور بعد اجازت کے اسکو خیار تعیین ہوگا تین دن تک اجازت کے وقت سے کذا فی المجتبی عن النہر ولا یشترط معہ خیار ما شرط فی الاصح فتح اور خیار تعیین کے ساتھ خیار الشرط کا ہونا مشروط نہین قول اصح مین کذا فی الفتح ہم منع الغفار مین ہو کہ جب مشتری نے دو مبیع کو بشرط خیار تعیین کرلیا اور قبضہ کیا پھر ایک مبیع مین عیب لگ گیا تو مبیعب مین بیع لازم ہوگئی ثمن معین کے ساتھ اور دوسرا مبیع امانت ہو اور اگر دونون ساتھی ہلاک ہوگئے تو دونون بیع کا نصف نصف ثمن لازم ہوگا فان ثمن متفق ہو وباشتری اثنین علی انہما بالخیار فرضی احدہما بالبیع صح بیعا ودلالۃ لابرد ولا لاجر بطل خیارہ ایضا دلالۃ فانہما اور اگر دو شخصون نے ایک چیز خریدی اس شرط پر کہ دونون کو اختیار ہو پھر ایک شخص بیع سے راضی ہوگیا خواہ صراحۃً یا دلالۃً اسطرح پر کہ وہ تصرف کیا جو زائل نہ ہو یا حلال نہین بدون ملک کے تو دوسرا شخص اسکو رد نہین کرسکتا بلکہ اسکا اختیار باطل ہوگیا امام کے نزدیک بخلاف صاحبین وکذا الخلاف فی خیار الرؤیۃ والعیب فلیس لاحدہما الرد بعد رؤیۃ لاخر او رضاہ بالعیب خلافا لہما لضرر الباقی بعیب الشرکۃ اور اسی طرح خلاف ہے امام اور صاحبین کا خیار الرؤیۃ اور خیار العیب مین تو ایک شخص کو پھر رد نہین دوسرے شخص کے دیکھنے کے بعد جائز نہین بسبب ضرر ہونے بائع کی شرکت کے عیب سے مع شرکت خیارات ثلثہ کے عدم رد کی حالت ہو یعنی اگر دو شخصون نے ایک چیز بالاشتراک خریدی بشرط خیار پھر ایک شخص راضی ہوا تو دوسرا پھیر نہین سکتا یا ایک شخص نے بعد رویت کے پسند کی اور دوسرے نے ناپسند کی یا ایک شخص خیار العیب مین راضی ہوگیا تو دوسرا پھیر نہین سکتا اسواسطے کہ اگر ایک مشتری کا لینا اور دوسرے کا پھیر دینا جائز ہو تو لینے والا بائع کا شریک ہو بیع مین نصفا نصفا حسین صح بیعا بائع کا ضرر ہو کیونکہ اصل بائع بالاشراک اسکا مالک تھا اب اسکا شریک پیدا ہوا اور شریک بالشیوع عیب ہوا سواسطے کہ شرکت مین ہر شریک بالاستقلال تصرف نہین کرسکتا کما یلزم البیع لو اشتری رجل عبدا من رجلین صفقۃ واحدۃ علی ان الخیار لہما لیس لاحدہما ذلک الا فی نصیبہ الا فی الجاریۃ او مہرا فلا فالعقد بحالہ فیہما جیسا کہ بیع واجب ہو جاتی ہو اگر ایک مرد نے غلام خرید کیا دو مردون سے یکبارگی اس شرط پر کہ دونون بائع خمار ہین بیع اور دو مبیع مین سے پھر ایک بائع راضی ہوا تو دوسرا بائع کو اجازت یا رد بیع مین تنہائی جائز نہین بسبب عیب شرکت کے بخلاف صاحبین کے کذا فی الجمیع

اور اگر مشتری نے نصف غلام ایک بائع سے لیا اور وصف باقی دوسرے سے خریدا بتقدیم تملی تو ہر شخص اجازت بار کا اختیار رکھتا ہے اسواسطے کہ تشتری عیب شرکت سے خود راضی ہوگیا اشتری عبدا بشرط خبز ہ او کتبہ ای حرفتہ کذلک فظہر بخلافہ بان لم یوجد معہ ادنی ما یطلق علیہ اسم الکتابۃ واخبز اخذہ بکل الثمن ان شاء او ترکہ لفوات الوصف المرغوب فیہ غلام خریدا اسکی نان پزی یا تحریر کی شرط سے یعنی روٹی پکانا اور لکھنا اسکا پیشہ ہوپھر برخلاف اسکے ظاہر ہوا اسطرح پر کہ اسمیں اتنا ہنر نہ پایا جسپر اسم کتابت اور نان پزی کا ادنی رتبہ صادق آوے تو مشتری اسکو اگر چاہے تو پورے ثمن سے لے یا اسکو رد کرے بسبب فوت ہونے وصف مرغوب فیہ کے مع وصول پورا ثمن اسواسطے لازم ہوگا کہ اوصاف کے مقابل میں کچھ ثمن نہیں پڑتا کیونکہ اوصاف عقد میں تابع ہوتے ہیں نہ اصل لیکن کتابت اور نان پزی اسکے لئے اکثر غرض کے وصف ہیں لہذا مشتری کو اسکے نہ ہونے سے رد بیع میں اختیار ہوا شارح نے نان پزی اور تحریر میں پیشہ وری کی قید اسواسطے لگائی کہ ہر شخص اتقدیر دفع بلا کر نفس روٹی پکا سکتا ہے یا کاغذ پر چند حرف لکھ سکتا ہے مگر یہ افعال اسکو نان پز یا کاتب نہیں کہتے کذا فی البحر ولو ادعی المشتری انہ لیس کذلک لم یصدق علی القبض حتی یعلم ذلک کذا سائر العروض اختیاد اور اگر مشتری نے دعوی کیا کہ وہ ایسا نہیں یعنی غلام میں وصف شرط موجود نہیں تو اسکو قبض مبیع کے واسطے زبردستی نہ کیجائیگی یہاں تک کہ اسکو وصف کا موجود ہونا غلام میں مثلا معلوم ہوجاوے اور یہی حکم باقی بیعوں کا کذا فی الاختیار ولو امتنع الرد بسبب مات او تعیب او غیر کاتب وقد رجع بالتفاوت فی الکاتب والصحیح اور اگر غلام مذکور کا پیر دنیا متنع بموت ہوگیا بسبب سے تو غلام کاتب اور غیر کاتب کی قیمت میں دیکھا جاوے اور جتنا تفاوت ہو دونوں قیمتوں بین اتنا مشتری بائع سے پھیرلے قول اصح میں ہم مثلا کاتب کی قیمت سو درم ہو اور غیر کاتب کی ساٹھ درم تو اگر مشتری نے سو درم بائع کو دیئے ہوں تو چالیس درم پھیرے بخلاف شرائہ شاۃ علی انہا حامل او تحلب کذا طلاہ او بخبز کذا صاعا او یکتب کذا فانہ فاسد لانہ شرط فاسد کا وصف حتی لو شرط انہا حلوب او لبون جاز لانہ وصف بخلاف خریدہ مشتری نے بکری کو اس شرط پر کہ وہ گابھن ہو یا اتنا دودھ دیتی ہو یا غلام اتنے سیر روٹی پکاتا ہو یا اتنے حرف لکھتا ہو تو بیع فاسد ہوگی اسواسطے کہ یہ شرط فاسد ہے وصف نہیں ہے یہاں تو اگر یہ شرط کریگا کہ مثلا بکری دودھ دھارہی یا شیر دار ہے تو بیع جائز ہوگی اسواسطے کہ یہ وصف ہے جو شرط فاسد ہم حالا ہونا اسواسطے شرط فاسد ہوا کہ پیٹ کا حال فی الحقیقت معلوم نہیں ہوسکتا کیونکہ احتمال ہے کہ حمل ہو بائع یا بیاری اسی طرح باقی شرائط کی حقیقت بالیقین معلوم نہیں ہوسکتی بسبب احتمال کمی بیشی کے اور ظاہر اسکا مثل اسکے دلالت کرتا ہے کہ تبع اوصاف کا ذکر کرنا عقد میں مفسد نہیں حالانکہ ایسا نہیں اسواسطے کہ نہر الفائق میں مصرح ہے کہ جمیع اوصاف کا عقد میں شرط کرنا صحیح نہیں بلکہ اسکا فائدہ یہ ہے کہ جس وصف میں غرر نہ ہو یعنی اسکے وجود میں تردد نہ ہو تو اسکا شرط کرنا جائز ہے اور جسکے وجود میں احتمال ہو اسکا اشتراط صحیح نہیں مگر بمعنی برداشت وجود اسطرح پر کہ وہ وصف مرغوب فیہ نہ ہو انتہی کذا فی الطحطاوی علی الدرمی والقول للمنکر لو اختلفا فی شرط الخیار او علی الظاہر او قول منکر کا معتبر ہے اگر بائع اور مشتری مختلف ہوں شرط خیار میں بنا بر ظاہر الروایۃ کے اسواسطے کہ اصل ثابت نہیں ہوتا مگر شرط کرنے سے تو عوارض سے ہمارا نفی کرنے والے کا قول درصورت عدم شہادت معتبر ہوگا کما فی دعوی الاجل والمضی والاجارۃ والاجارۃ بنا بر مدت اور اسکے گذر جانے اور اجارت اور زیادتی مدت کے دعوے میں منکر کا قول معتبر ہے ہم یعنی ایک عاقد مدت بیع کا مدعی ہو اور دوسرا منکر یا ایک کہتا ہو مدت گذر گئی اور دوسرا منکر ہو یا ایک کہتا ہو کہ صاحب اختیار نے بیع کی اجازت دی اور دوسرا منکر ہو یا ایک شخص زیادہ مدت کا مدعی ہو اور دوسرا منکر تو ان سب صورتوں میں منکر کا قول معتبر ہوگا اشتری جاریۃ بالخیار فوطئہا فقالت کنت حائضا وانہا استبرأۃ فقال البائع لیست بحائض فالقول للمشتری بیمینہ لانہ للبائع وطیہا وردہا وانعقد بیعا بالفعل علی فتح خریدی لونڈی بشرط خیار پھر مشتری نے عوض اسکے دوسری لونڈی پھیردی یوں کہکر کہ یہ وہی خریدی لونڈی ہے بائع نے کہا وہ یہ نہیں ہے اور بائع کے گواہ نہیں تو مشتری کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا اور بائع کو اس لونڈی سے قربت کرنا جائز ہے

کذا فی الدرر اور اس لونڈی کی بیع منتقض ہوگی تعالی سے کذا فی الفتح ہم جب یہ مبادا بطریق تعاطی کے بیع ٹھہرا تو معلوم ہوا کہ بائع پر ستیرا واجب ہوا اور بہر بیع کا یہی حکم ہو لونڈی کی مثال اسواسطے دی کہ جب لونڈی میں یہ حکم ہوا تو اسکے غیر میں بطریق اولی یہی حکم ہے اسواسطے کہ فرج میں زیادہ تر احتیاط لازم ہے کذا فی الطحطاوی وکذا الرد فی الودیعۃ فیلحفظ اور یہی حکم ہے امانت کے پھیرنے میں تو یاد رکھنا چاہیے یعنی اگر ایک شخص نے دوسرے کے پاس امانت رکھی لونڈی ہو یا کچھ اور پھر امانت والے نے کوئی چیز اور بدل دی اور کہا کہ یہی تیری امانت ہے اور امانت رکھنا نہ ہوا اور اسکا منکر ہے اور اسکے گواہ نہیں تو وہ چیز اسکو حلال ہے طحطاوی نے کہا ظاہر اجابت اور اسکے کی چیز کا بھی یہی حکم ہے والله اعلم ولو قال البائع عند رده كان يحسن ذلك لكنه نسي عندك فالقول للمشتري كان الاصل عدم التخيير والكتابة تكان الظاهر شاهد الله اور اگر غلام کو بشرط نان پزی اور کتابت کے مول لیا پھر یہ وصف نہ پایا گیا اور مشتری نے اسکو پھر دینا چاہا تو بائع نے پھیرنے کے وقت کہا کہ اس کام کو تو خوب کرتا تھا لیکن وہ بھول گیا تیرے پاس تو مشتری کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ عدم نان پزی اور کتابت اصل ہے تو ظاہر حال مشتری ہی کا شاہد ہے ہم صفات عارضہ میں عدم اصل ہے اور صفات اصلیہ میں وجود اصل ہے چونکہ نان پزی اور کتابت صفات کسبیہ عارضہ سے ہیں لہذا آمین مشتری کا قول درصورت عدم شہادت معتبر ہے کیونکہ وہ اصل کا مدعی ہے ولو اشتراه من غير اشتراط كتبه وخبزه وكان يحسن ذلك فنسيه في يد البائع رد عليه بغير المبيع قيل قبضه زيلعي قال ولو اختار اخذه اخذه بكل الثمن لما مر ان لاوصاف لا يقابلها شيء من الثمن اور اگر غلام کو خریدا بلا شرط کتابت اور نان پزی کے اور وہ یہ کام خوب کرتا تھا سو بائع کے پاس اسکو بھول گیا تو مشتری بائع کو غلام پھیرنے سے بسبب متعیب ہو جانے مبیعے کے قبل قبضہ مشتری کذا فی الزیلعی زیلعی نے کہا اور اگر مشتری باوجہ نہ اسکا لینا پسند کرے تو پورے ثمن سے لے اسواسطے کہ مکاوضہ ہو چکا اوصاف کے مقابلہ کچھ ثمن نہیں پڑتا ہم باوجود عدم اشتراط وصف بھیر دینا اسواسطے جائز ہوا کہ ظاہر اً مشتری نے اسکو اسی وصف کے سبب سے خریدا تو اعتبار دلالت حال کے شرط کے اندہو کذا فی البحر فروع مسائل ممتزج کے باع دارہ بما فيها من الحدوع والابواب والحشب والنخل فاقالیس فیما شیء من ذلك لا يدخل للمشتري گھر بیچا جس میں چوبیں کے ساتھ جو آہن میں متصل ہیں نہ کواڑ دیوار اور کھجور کے درختوں کے کچھ آہن یہ چیزیں کچھ نہ لیگا تو مشتری کو پھیر دینے کا اختیار نہیں یعنی اسواسطے کہ دار عبارت ہے عرصے سے اور آشیاے مذکورہ تابع ہیں اور تابع کے مقابل میں کچھ ثمن نہیں پڑتا اور مراد عدم اختیار سے یہ ہے کہ مشتری کو وصف مرغوب فیہ کے فوت ہونے سے اختیار رد حاصل نہیں تو اگر گھر کو وقت عقد کے مشتری نے نہ دیکھا ہوگا تو خیار الرویۃ البتہ اسکو ثابت ہوگا کذا فی الطحطاوی شری دارا علی ان بناءها اجر فاذا هو لبن او ارضا على ان شجرها كلها مثمرة فاذا واحدة منها لا تثمر او تبنا على انه مقصوف بعضه فاذا هو نبت فسد گھر کو خریدا کیا اس شرط پر کہ عمارت اسکی پختہ اینٹ کی ہو سو وہ کچی اینٹ کی نکلی یا زمین اس شرط پر خریدی کہ اسکے سب درخت پھلتے ہیں سو انمیں سے ایک درخت غیر مثمر نکلا یا بھوسا ہو دیکھا اس شرط پر کہ سب کا رنگ ہے اور انمیں زعفران کا رنگ نکلا تو بیع فاسد ہوگی ہر اسواسطے کہ اغراض مذکورہ میں اغراض طالبین نہایت کثرت متفاوت ہوتے ہیں اور اختلاف غرض بجاے اختلاف جنس ہے کذا فی الطحطاوی عن الشعبی وعلى هذا فقس ما ذا هو بغل جاز بكل خير وبعكسه جاز بكل خيار لكونه على صفة خير من المشروط بحتبى للحفظ الضابط اور اگر خریدہ اس شرط پر ہوا کہ بیع خچری ہو لیکن وہ خچر نکلا تو جائز ہوا اور اسکو اختیار رہے لینے نہ لینے میں اور اسکے بالعکس یعنی نر کی شرط میں اور وہ نکلی تو بیع جائز ہے بلا خیار یعنی پھیر دینے کا مشتری کو اختیار نہیں اسواسطے کہ بیع ایسی شرط پر شامل ہے جو شرط سے بہتر ہو کذا فی التبیین تو اسے کو یاد رکھنا چاہیے ہم نے عدہ یہ کہا جب وصف مرغوب فوت ہوا تو مشتری کو اختیار ہوا اگر وصف مشروطہ سے بتاویل عدہ تر وصف ہو تو مشتری کو خیار نہیں چنانچہ لونڈی میں شرط خوب پختہ کرکے ثیبہ نکلی سو وہ باکرہ ہو یا غلام عیب دار خریدہ ہو اور وہ بے عیب نکلے تو مشتری اسکو پھیر نہیں سکتا البیع لا يبطل بالشرط في اثنين وثلثين موضعا مذكورة في الاشباه بیع باطل نہیں ہوتی شرط سے تیس مقام میں جو شباہ میں مذکور ہیں ہم مواضع مذکورہ کے سوا شرط کرنے سے بیع باطل ہوتی ہے بیان اسکا یوں ہے کہ جو شرط کہ بیع میں مشروط ہو تی ہے حکم مقتضی اسکا دو ہے

یا شرط لو اسکا شرط کرنا فساد عقد کا موجب نہیں اسی طرح وہ شرط ہوکہ جسنے اسکو عقد مقتضی نہیں لیکن عقد کے مناسب ہو یعنی موجب عقد کے موکد ہو اسی طرح وہ شرط ہوکہ جو شرع سے مناسب عقد بھی نہیں لیکن شرع میں اسکا جواز ثابت ہو چنانچہ شرط خیار اور شرط بدت اسی طرح وہ شرط ہوکہ ہر چند شرع میں اسکا جواز وارد نہیں لیکن اسکا رواج ہو چنانچہ پٹا سوزہ خریدنا اس شرط پر کہ بائع اسکو دوخت کردے یا جوتا پٹا کپڑا خریدکنا اس شرط پر کہ بائع اسکو پیوند کردے کہ یہ قیاساً جائز نہیں لیکن استحساناً جائز ہے چنانچہ تاتارخانیہ میں ہے اور فتاوی النوازل میں ہے کہ شروط فسدہ معاوضات میں لوگوں کے مابین نہ تبرعات میں انتہی سو اسطے کہ اسمیں احد المتعاقدین کا نفع ہو بلا عوض کذا فی الاشباہ والذی عن الی اسمو وآورنجلہ شروط مذکورہ کے اشباہ کی بیع بشرط رہن ہے یعنی بائع نے اس شرط پر بیع کی کہ مشتری کوئی چیز بعوض ثمن رہن رکھے بائع کے پاس اور ازانجملہ بیع بشرط کفیل یعنی ثمن کا کسی کو ضمان دے اور ازانجملہ شرط بے عیبی بیع اور ازانا نجملہ شرط قطع ثمار مشتری پر اسواسطے کہ اس شرط کو عقد مقتضی ہے تا ملک مشتری کی مانع کی ملک سے جدا ہو جائے اور ازانجملہ پھیر دینا مبیع کا اگر اسمیں عیب ہو اور ازانجملہ گائے کا شیر دار ہونا اور گھوڑے کا تیز قدم ہونا وغیرہ ذلک شروط علی انہا مفیدۃ ان للمتبرّی لا یفسد وان للرغبۃ فسد بدائع مبیع میں یہ شرط کی لونڈی سفید ہو اگر یہ شرط بیزاری کے واسطے ہو تو بیع فاسد نہیں اور اگر رغبت کے واسطے ہو تو فاسد ہے کذا فی البدائع مسرد وازلیکہ شرط حاوی ہو لہذا اگر اسکی خواہش سے شرط کی تو بیع فاسد ہو ولو شرط جبلہا ان الشرط من المشتری فسد وان من البائع جاز لان حبلہا عیب فذکرہ للبراءۃ منہ حتی لو کان فی بلد یرغبون فی شراء الاماء للاولاد فسد خانیہ اور اگر لونڈی کی بیع میں اسکا حاملہ ہونا شرط ہوا اگر یہ شرط مشتری کی طرف سے ہے تو بیع فاسد ہو اور اگر بائع کی طرف سے ہے تو جائز ہے کہ حاملہ ہونا لونڈی میں عیب ہے تو بائع کا ذکر کرنا حمل کو برارت کے واسطے ہے یعنی اس عیب سے وہ پاک ہے تو اگر یہ شرط اس شہر میں واقع ہوئی جسمیں لوگ لونڈیوں کی خریدمیں راغب ہیں انکی اولاد لینے کے واسطے تو بیع فاسد ہوگی کذا فی الخانیہ یعنی اسواسطے کہ رواج شہر رغبت کی دلیل ہے تو اب اس شرط حمل کو برارت عن العیب پر محمول کرنا نہیں ہوسکتا ہم اگر مشتری نے حمل جاریہ شرط کیا تو بیع فاسد ہو اسواسطے کہ مقصود مشتری کا زیادہ طلبی ہو اور زیادتی موہوم ہے اس احتمال سے کہ معلوم نہیں کہ حمل ہو یا ہوا ہی کذا فی المحیط ہاں ولو شرطہا ذات لبن جاز علی الاکثر قلت والضابط للاوصاف ان کل وصف لا غرض فیہ فاشتراطہ جائز الا ما فیہ غرض الا ان یرغب فیہ اور اگر یہ شرط ہوئی کہ جاریہ شیر دار ہو تو بیع جائز ہے بنا بہ قول اکثر فقہا کے میں کہتا ہوں اور قاعدہ اشتراط اوصاف کا یہ ہے کہ جس وصف میں تردد نہ ہو چنانچہ شیر دار ہونا یا غلام کا کاتب ہونا تو اسکا شرط کرنا جائز ہے جو وصف کا وجود ہی چنانچہ حمل مگر ازراہ بے رغبتی اور بیزاری کے البتہ اسکی شرط مفسد نہیں وفی الخانیۃ فی فصل الشروط المفسدۃ متی عاین ما یعرف بالعیان انتفی الغرر اور خانیہ کی شروط مفسدہ کی فصل میں ہے کہ جب مشتری نے دیکھ لیا اس چیز کو کہ جو مشاہدہ کرنے سے معلوم ہو سکتی ہے تو جمال فریب کا دور ہو گیا ہم اگر کسی کو خریدکیا اس شرط پر کہ بائع نے اسمیں سیر ہو گھی لت کیا ہوا اور تقابض بدلین ہو چکا اور مشتری اسکو دیکھتا ہے پھر ظاہر ہوا کہ بائع نے سکو آدھ سیر گھی سے لت کیا تو بیع جائز ہے اور مشتری اسکو پھیر نہیں سکتا اسواسطے کہ چیز بالعیان معلوم ہوتی ہے پھر جب معاینہ کیا تو فریب نہ رہا چنانچہ اگر صابون خریدکیا اس شرط پر کہ تنے تیل سے بنا ہے پھر ظاہر ہوا کہ استعداد سے کم تیل تھا اور مشتری نے صابون کو خریدکے دیکھا تھا یا تمیض خریدکیا اس شرط پر کہ وہ دس گز سے طیار ہوا ہے پھر معلوم ہوا کہ نو گز سے تیار ہوا ہے تو مشتری کو اختیار نہیں پھیرنے کا دوبع اسکی کثیر ہیں اور اما قصیر اگر تو اہل تقصیر سے ہے تو کثیر بھی بے فایدہ ہے کذا فی النہر

باب خیار الرویۃ

باب خیار الرویۃ

یہ باب ہے خیار الرویۃ کے احکام میں یعنی وہ اختیار کہ مشتری کو مبیع کے دیکھنے کے بعد حاصل ہوتا ہے من اضافۃ المسبب الی السبب ما مثل من اضافۃ الشیء الی شرطہ غیر ظاہر ایما سیجیء ان لہ الرد قبل الرویۃ اضافت خیار کی رویت کی طرف از قبیل اضافت مسبب کے ہو سبب کی طرف اور وہ جو بعض نے کہا کہ از انجملہ اضافت شے کے ہو اپنی شرط کی طرف سو غیر ظاہر ہے اسواسطے کہ آویگا کہ مشتری کو پھیر دینا جائز ہے قبل رویت کے یعنی تو معلوم ہوا کہ رویت سبب ہے

شروط خیاری کی شرط وثبت فی اربعۃ مواضع الشراء للاعیان والاجارۃ والقسمۃ والصلح عن دعوی المال علی المقر بمثلہ او اقل منہ معاوضۃ فلیس فی دین وعفو وعفو عنہ بالفسخ خیار الرؤیۃ فتح خیار الرؤیۃ ثابت ہوگا چار مقام میں اعیان کی خرید اور اجارہ اور قسمت اور صلح میں یعنی وہ صلح جو شی معین پر ہوئی ہو مال کے دعوی سے بسبیل معاوضہ ہو تو دیون اور نقود اور ان عقود میں جو فسخ کرنے سے فسخ نہیں ہوتے خیار الرؤیۃ میں نہیں کذا فی الفتح ہم فتح القدیر میں ہے کہ جب دیون میں خیار الرؤیۃ نہ ہوا تو مسلم فیہ میں نہ ہوگا اور نقود سے ہمارا ثمن خالص مراد ہیں تو اگر مبیع چاندی یا سونے کا بدل ہوگی تو سلم جیسا ہوا اور عفو وغیرہ جیسا کہ ہم نے ذکر کیا چنانچہ اور بدل صلح اگرچہ صدور غیر اعیان سے ہو صحیح الشراء والبیع لیتا کم یبالہ صحیح ہو مول لینا اور بیچنا اس چیز کا جسکو بائع اور مشتری نے نہیں دیکھا ہم خواہ مبیع حاضر ہو یا نہ ہو کذا فی الملتقی والاشارۃ الیہ الی المبیع او الی مکانہ شرط الجواز فلو لم یشر لذلک یصح اجماعا فتح وبحر وفی حاشیۃ ابی سعود الا صح الجواز اور اشارہ کرنا مبیع کی طرف یا اسکے مکان کی طرف شرط ہے جواز کی اور اگر مبیع یا اسکے مکان کی طرف اشارہ نہ کیا تو بالاتفاق مبیع جائز نہیں کذا فی الفتح والبحر اور فی زادہ کے حاشیے میں قول اصح یہ ہے کہ بلا اشارہ بھی مبیع جائز ہے ہم خلاصہ میں ہے کہ اگر گیہوں شہر میں دو جگہ ہوں تو بیع جائز ہے بلا اشارہ اور یہی اصح ہے اور منتقی میں ہے کہ اگر گیہوں غیب مبین اور غیر مشار الیہ ہوں تو بیع جائز ہے اگر بائع کی ملک میں ہوں اور محیط میں ہے کہ اگر اپنے پاس کے گیہوں بیچے اور اشارہ انکی طرف نہ کیا تو جائز ہوا نتہی یہ قول دلالت کرتے ہیں کہ بیع جائز ہے اگرچہ مبیع بائع کے پاس حاضر نہ ہوا اور اسی طرح اطلاق متون مذہب اور بعض شروح کا اور اطلاق قدوری کا دلالت کرتا ہے کذا فی الملتقی وغیرہ اور فی الاشباہ من الاتفاق میں بعد ذکر شرط اشارہ حواشی سعدیہ سے نقل کیا کہ اشارے کی قید جائز ہونے میں علی الخصوص بالاجماع کلام ہے واللہ اعلم وللہ ای للمشتری ان برد بالعیب واذا رد فالہلاک والزیادۃ امانۃ ولو ہلک بعد القبض بلا صنع احد فہو من مال البائع اور مشتری کو جائز ہے کہ مبیع کو پھیر دے جب اسکو دیکھے ہم ابن ابی شیبہ اور بیہقی میں کھول شامی سے روایت مرسل مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کوئی چیز بیسی ہوئی لے جسکو نہیں دیکھا تو اسکو اختیار ہے جبکہ دیکھے اگر چاہے تو لے اور نہ چاہے تو ترک کرے اور حدیث مرسل اکثر اہل علم کے نزدیک حجت ہے اور یہی مذہب ہے امام مالک اور احمد کا اور حدیث میں رویت سے علم بالمقصود مراد ہے بطریق عموم مجاز کے بسبیل ان مسائل اتفاقیہ کے جنمیں فقط رویت کفایت نہیں کرتی چنانچہ مبیع جبکہ سونگھنے سے معلوم ہوتی ہو تو اگر شک دیکھ کر مول لیا تو اسکو اختیار ثابت ہے سونگھنے کے وقت تو فسخ مبیع کا اسکو اختیار ہے سونگھنے کے وقت بعد رویت کے اسی طرح اگر چیز کو دیکھ کر خرید کیا پھر اسکو تغیر پایا بسوائے کہ وہ رویت سے مفہوم مقصود میں کافی نہیں اور اسی طرح اعمی کی خرید میں اختیار ثابت ہے جب کوئی مبیع کا حال اس سے بیان کرے تو اسکے حق میں بیان شخص غیر بجا ہی رویت ہوگا کذا فی الفتح الا اذا حملہ البائع لبیت المشتری فاشتراہ او اذا اراہ او اعادہ الی البائع اشباہ بعد رویت کے مشتری کو اختیار ہے مگر جبکہ مبیع کو بائع اٹھا لایا مشتری کے گھر تو اسکو نہ دیکھے مگر اسطرح بعد حمل کے بھی پھیر سکتا ہے مگر جبکہ مبیع کو پھینچا دے بائع کے مکان کی عرف کذا فی الاشباہ وان رضی بالقول قبلہ ای قبل ان یراہ کان خیارہ معلقا بالرؤیۃ بالنص وکان وجود المعلق قبل الشرط خیار الرؤیۃ ثابت ہوگا اگر مشتری راضی ہو گیا ہو زبانی قبل اسکے کہ دیکھے کے اسواسطے کہ اختیار مشتری کا معلق ہے رویت کے ساتھ بنص حدیث مذکور اور معلق بالشرط کا وجود نہیں قبل شرط کے ہم رضاے قولی کی اسواسطے قید لگائی اگر اجارت فعلی قبل رویت پائی جائے اسطرح کہ اسمیں تصرف کرے تو اختیار اسکا زائل ہوگا کذا فی الاشباہ ولو فسخہ قبلہا قبل الرؤیۃ صح فسخہ فی الاصح بحر لعدم لزوم البیع بسبب بہا لانہ البیع لم یقع منہ اور اگر مشتری نے مبیع کو فسخ کیا قبل رویت کے تو صحیح ہے فسخ اسکا قول اصح میں کذا فی البحر بسبب نہ لازم ہونے بیع کے جہالت مبیع کے سبب سے تو بیع محکم ہی واقع ہوئی تھی لہذا فسخ مشتری قبل رویت صحیح ہوا ویثبت الخیار للرؤیۃ مطلقا غیر موقت بمدۃ ہو الاصح عنایۃ الا طلاق فی النصوص ہو الاصل وجب عطفہ اور خیار الرویۃ مطلقاً ثابت ہے بلا تقرر مدت یعنی تمام عمر تک یہ کیسکا اختیار ثابت ہے یہی قول اصح ہے کذا فی العنایۃ بسبب مطلق ہونے

نفس مذکور کے تا وقتیکہ مبطل اختیار نہ پایا جاوے ہم اور غیر اصح یہ قول ہے کہ خیار الرویۃ موقت بوقت امکان فسخ ہر رویت کے بعد ھو مبطل لخیار الشرط مطلقا وھو المفید الرضی بعد الرویۃ کما قدمناہ در اور خیار الرویۃ کا مبطل وہی جو خیار الشرط کا مبطل ہے مطلقاً یعنے صراحۃ یا دلالۃ اور جو مفید ہے رضامندی کا بعد رویت کے نہ قبل رویت کے کذا فی الدرر ہم مفید رضا چنانچہ مبیع کا قبضہ کرنا اور اسکو بیع کے واسطے پیش کرنا اور حق شفعہ لینا فلہ الاخذ بالشفعۃ ثم ردا کالاول فی الدرر ہم وھو الشرط فلیحفظ جب مفید رضا قبل رویت بطل خیار تھا تو مشتری کو جائز ہے لینا بسبب شفعہ کے پھر مبیع اول کو پھیر دینا بسبب رویت کے کذا فی الدرر من باب خیار الشرط تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم مشتری نے گھر لیا بن دیکھے پھر دوسرا گھر اسکے پاس بکتے لگا تو اسکو بسبب شفعہ کے خرید کیا پھر بعد اسکے پہلا گھر دیکھا تو اسکو بھیج سکتا ہے دیشترط لصحتہ عرلہ البائع بالفتح خوف العزار او بیع فسخ ہونے کے واسطے دریافت کرنا بائع کا فسخ کو مشروط ہے تا دیکھا نہ پڑے یعنے خریدے بائع کو اطلاع نہ ہوتا ہے تو دوسرے مشتری کو وہ طلب نہیں کرتا لہذا علم بائع شرط فسخ ہوا تا وہ دھوکا نہ کھاوے ولا خیار لبائع ما لم یرہ فی الاصح اور اختیار نہیں اس بائع کا جسنے مبیع کو بن دیکھے بیچا قول اصح میں ہم ایک شخص کو ایک چیز وراثت میں ملی اور اسنے بدون رویت کے بیچ ڈالی تو بعد رویت اسکو فسخ بیع میں اختیار نہیں ہدایہ وغیرہ میں تصریح ہے کہ اول امام اعظم کے نزدیک خیار بائع ثابت تھا پھر آخر کو عدم خیار کی طرف رجوع کیا طحطاوی نے کہا مجتہد کا قول مرجوع عنہ منسوخ کے مانند ہر گز معتبر نہیں ہوتا تو شارح کو اسکا اصح کہنا مناسب نہ تھا اسواسطے کہ اصح کا مقابل صحیح ہوتا ہے وکفی رؤیۃ ما یدل علی المقصود علی حسب صیغۃ وشرفہ اور اسقدر کا دیکھنا کفایت کرتا ہے جسے مقصود معلوم ہو جاوے چنانچہ ڈھیر کے اوپر کا سطح دیکھنا اور مملوک کا منھ دیکھنا ہم یعنے تمام مبیع کا دیکھنا ضرور نہیں بسبب تعذر کے لہذا اتنا دیکھنا کافی ہوا جسسے مبیع کا حال معلوم ہو جاوے ڈھیر سے مکیلات اور موزونات کا ڈھیر مراد ہے یعنے جب اناج کا مثلاً ڈھیر دیکھ لیا تو اسکو بسبب خیار الرویۃ کے پھیر نہیں سکتا اسواسطے کہ بعض کا دیکھنا بجاے کل کے ہے یہاں اگر ڈھیر کے اندر ناقص اناج ہوگا تو اسکا پھیرنا خیار الرویۃ سے ہے اور اگر اناریا امرود ٹوکری میں ہوں تو یہاں بعض کا دیکھنا کافی نہیں اسواسطے کہ اسکی افراد میں تفاوت کثیر ہوتا ہے تو سب کو نہ دیکھیگا اختیار ساقط نہوگا بحر الرائق میں ہے لونڈی غلام کی ہتھیلیاں اور زبان اور دانت اور بال کا دیکھنا ہمارے نزدیک شرط نہیں شرنبلالیہ میں ہے کہ نبی آدم میں اگر جمیع اعضا دیکھے سوائے چہرہ تو خیار الرویۃ باقی ہے کذا فی الطحطاوی وھو ظاہر الدابۃ کذلک وکفلھا الیضا فی الاصح اور سواری کے جانور کا چہرہ اور اسکا پٹھا دیکھنا بھی ضرور ہے قول اصح میں یعنے چہرہ اور پٹھا دونوں کا دیکھنا ضرور ہے ہم سواری کی قید سے بکری گلے میں نکل گئی کہ اسکا حکم آویگا در غرر ظاہر الروایۃ وقال زفر لا بد من نشرہ کلہ وھو المختار تحاکما فی اکثر المعتبرات قالہ المصنف اور لپٹے کپڑے کی ظاہر کی تہ دیکھنا کافی ہوا اور زفر نے کہا اس کپڑے کو سب کھولنا ضرور ہے اور یہی مختار ہے چنانچہ اکثر کتب معتبرہ میں ہے ایسا کچھ کہا ہے مصنف نے اپنی شرح میں ہم قول زفر اسواسطے مختار ہوا کہ اسزمانے میں ثیاب کے ظاہر اور باطن میں بہت اختلاف ہوتا ہے کذا فی النفع عن المبسوط وداخل دارہ قال زفر لا بد من رؤیۃ داخل البیوت وھو الصحیح وعلیہ الفتوی جوھرہ وھذا اختلاف زمان لا برھان وعمدۃ الکرم والبستان اور داخل دار یعنے گھر کا صحن دیکھنا کافی ہوا اور زفر نے کہا کہ داخل بیوت یعنے دالان اور کوٹھریوں کے اندر بھی دیکھنا ضرور ہے اور یہی قول صحیح ہوا اور اسی پر فتوی ہوا اور میر برا اختلاف زمان ہونا اختلاف حجت اور برہان اور اسطرح حکم باغ کا گنجان درخت ہوں یا متفرق ہم امام اور صاحبین کے نزدیک گھر کا صحن دیکھنا یا خارج سے دیکھنا کافی ہوا اور اصح یہ ہے کہ یہ بنا بر انکی عادت کے ہے اسواسطے کہ کوفہ اور بغداد کے گھر مختلف ہوتے تھے مگر خرد کی میں اور بزرگی میں یا قدیم یا جدید ہونے میں بخلاف ہمارے دیار کے کہ انمیں نہایت تفاوت ہوتا ہے اسواسطے مکانات سرما اور گرما اور مکانات علویہ و سفلیہ و مرافق اور مطابخ اور سطوح مختلف ہوتے ہیں تو ایسا ان سب کا دیکھنا ضرور ہوا اور یہی معتبر ہے دیار مصر اور شام اور عراقین میں معلوم ہو گیا کہ یہ اختلاف باعتبار اختلاف عصر کے ہے نہ باعتبار اختلاف محل کے اور اسی طرح باغات میں بھی خارج سے دیکھنا کافی نہیں کذا فی النہر وکفی شم الخ اور گوشت کی گوسفند کا ٹٹولنا کافی ہے یعنے اگر گوشت کے واسطے دنبہ یا بھیڑ مول لیتا ہو تو اگر ہاتھ سے اسکو ٹٹول لیا تو خیار الرویۃ ساقط ہوا اسواسطے کہ اسکے کئی اندر یلی

گوشت کی معلوم ہوجاتی ہو تو اگر دور سے نظر کی اور ہاتھ نہ لگایا تو اختیار ثابت ہوا سواسطے کہ گوشت کا حال کثرت پختہ سے بدون ٹٹولنے کے معلوم نہیں ہوتا کذا فی الطحطاوی عن الشلبی و نظر جمیع جسد شاۃ قنیۃ الا در والنسل مع حضر بما ظہر یعنی اور جو گوسفند بالو دودھ اور بچے لینے کے واسطے ہو تو اسکے تمام بدن کا دیکھنا تحقیق کے ساتھ کافی ہو کذا فی الظہیریۃ و ضرع بقرۃ حلوبۃ ناقۃ لانہ المقصود حجرھا اور گائے اور اونٹنی شیر دار کے تھن کا دیکھنا کافی ہو اسواسطے کہ وہی مقصود ہے کذا فی الجوہرہ دکھی ذوق مطعوم وشم مشموم اور کھانے کی چیز کا چکھنا اور سونگھنے کی چیز کا سونگھنا کافی ہو کذا فی الخانیۃ و صحفہا علی المفتی کما مر او رؤیۃ بعضہ فی الجاریۃ لوجہہا والحامل علی الخارج دار اور اسکے صحن کا دیکھنا بموجب قول بعضی کے بنا بر تعذر ہو چکا یا دیکھنا بعض شیشے میں کافی نہیں بسبب تجویز سائل کے دنبہ کی دم کی چربی کو دیکھنا وکیل قبض کا کافی ہو کذا فی الخانیۃ وکیل قبض وہ ہے جسکے موکل نے کہا کہ تو میرا وکیل ہو میرے لیئے وہ کچھ خریدی چیز کے قبضہ کرنے میں وکیل شراء اور کافی ہو دیکھنا خریدے کے وکیل کا خریدہ کا وکیل وہ ہے جسکے موکل نے کہا کہ تو میرا وکیل ہو کہ فلانی چیز خرید کر لا کذا فی الہدایۃ وبیاض المشتری وبیاض البائع کافی نہیں روئت مشتری کے بیاض کی اور بیان اسکا در رمین ہے صورت رسالت یہ ہے کہ مشتری ایک شخص سے کہے کہ تو میرا پیام سو بیچ دے قبضہ کرنیکا تو وکیل قبض کی روئت بالاجماع مسقط خیار ہے اور وکیل خرید کی روئت امام کے نزدیک مسقط خیار ہے جبکہ وکیل نے مبیع پر قبضہ کیا ہو دیکھا اور صاحبین کے نزدیک وکیل بالقبض اور رسول برابر ہے کذا فی الطحطاوی عن الدرر و صحح خلافہ اعمی دلو نحو بعضہ دھن کالبصیر الا فی اثنی عشرۃ مسئلۃ منہا لو رآہ فی الماء او صحیح ہے عقد کرنا اندھے کا اگرچہ اسنے غیر کے واسطے بطریق وکالت خریداری کی ہو اور اندھا البصیر کے مانند ہے مگر بارہ مسئلوں میں جو مذکور ہیں اشباہ میں منجملہ انکے امیر جہاد اور جمعہ اور جماعت نہیں اگرچہ لے چلنے والا پاوے اور بقول معتمد لائق شہادت مطلقاً نہیں اور نہ لائق قضا نہ امامت عظمی یعنے بادشاہی اور اسکی آنکھ میں دیت نہیں بلکہ حکومت واجب ہوا اور اسکی امامت نماز میں مکروہ ہے مگر اسوقت مکروہ نہیں جبکہ سب سے زیادہ تر عالم ہو اور انکا اذان کرنا کفارے سے صحیح نہیں اور اسکے ذبیحہ اور شکار اور حضانت کا حکم بینے نہیں دیکھا اور وصف مبیع بجائے اسکی رویت کے ہو کذا فی الاشباہ وسقط خیار بجس مبیع وشمہ وذوقہ فیما یعرف بذلک اور اندھے کا اختیار ساقط ہے مبیع کے ٹٹولنے اور اسکے سونگھنے اور چکھنے سے اس چیز میں جو معلوم ہوجاتی ہے اس سے لینے ٹٹولنے اور سونگھنے اور چکھنے سے وہ وصف عقار و شجر و عبد کذلک اھ لا یعرف بجس وشم وذوق حدادی اور ساقط ہوتا ہے خیار اندھے کا زمین اور درخت اور غلام کی صفت بیان کرنے سے اور اسی طرح جو چیز کہ ٹٹولنے اور سونگھنے اور چکھنے سے معلوم نہیں ہوتی اسمیں ذکر وصف بجائے رویت مسقط خیار ہے ہم بیان اوصاف اشیاء مذکور بالبلغ وجوہ ممکنہ لازم تا اعمی کے تردیک ذکر اوصاف بمنزلہ رؤیت ہوا و بنظر وکیلہ او البصیر بعد ذلک فلا خیار لہ یا اختیار اندھے کا ساقط ہوتا ہے اسکے وکیل کے نظر کرنے سے اور اگر اندھے کو سوجھنے لگے بعد وصف اور نظر وکیل کے تو اسکو اختیار نہیں مبیع کے فسخ کرنے کا ہم اور اگر البصیر نے ایک چیز بن دیکھے خریدی پھر وہ اندھا ہوگیا تو اسکا اختیار بیان وصف کی طرف منتقل ہوگا کذا فی الطحطاوی ھذا کلہ اذا وجدت المذکور ات کلہا اعمی دکذا رؤیۃ البصیر وجہ البصیرۃ وکفوہا فی قبول شرائہ ولو بعدہ ثبت لہ الخیار بہا ای بالمذکورات لا انہا مسقطۃ کما غلط فیہ بعضہم فتمتد خیارہ فی جمیع عمرہ علی البصیر مالم یدل علی الرضی من قول او فعل او یتصرف یدل علیہ بعضہم عندہ ولو قبل الرؤیۃ یہ سب کچھ اسوقت ہے جبکہ اشیاء مذکورہ چنانچہ سونگھنا اندھے کا اور دیکھنا انکھیارے کا ڈھیر اور اسکے مانند کو کذا فی النہر واقع ہو قبل اسکے خریدکرنے کے لیئے اگر قبل خرید اعمی نے سونگھ یا چکھ لیا اور بصیر نے ڈھیر یا جبہ غلام کو دیکھ لیا تو اختیار فسخ بیع ساقط ہوا اور اگر امور مسطورہ بعد خرید کے ہوئے تو اسکو بواسطے اشیاء مذکورہ کے اختیار ثابت ہے یہ نہیں کہ امور مذکورہ بعد خرید مسقط اختیار ہیں جیسا کہ بعضوں نے اسکو غلط سمجھا ہے تو اسکا اختیار ممتد رہیگا تمام عمر بنا بر قول صحیح کے جبتک کہ مشتری سے وہ چیز پائی جائے جو پشیمانی پر دلالت کرے منجملہ قول یا فعل کے یا مبیع عیب دار ہوجاوے یا بعض مبیع ہلاک ہوجاوے مشتری کے پاس اگر چہ عیب یا ہلاکی قبل وبعد

علامہ شرنبلالی نے فرمایا کہ یہ قول ضعیف ہے اور قول صحیح یہ ہے کہ اختیار ساقط ہوجاتا ہے

ھو درہ مورث عیب اسواسطے کہ پھیر دینا ہبت نہ ہوا کہ بالع کے پاس اسمین عیب نہ تھا تو اب پھیرنے مین اسکا نقصان ہوگا اور ہلاک بعض مبیع کی یہ صورت ہو مثلاً دو کپڑے مشتری نے خریدکیے پھر ایک کپڑا بیچا یا ہبہ مع التسلیم کیا تو اگر دوسرا کپڑا پھیر دے تو تفریق صفقہ لازم آوے ولو اذن للاکار فی زرعھا قبل الرؤیۃ فزرعھا بطل الاذن فی الاصح کفعلہ عینی اور اگر مشتری نے خریدی زمین مین مزارع کو زراعت کرنے کا اذن دیا قبل رویت زمین کے پھر اسنے اسمین زراعت کی تو خیار الرویۃ باطل ہوگیا اسواسطے کہ فعل مزارع کا مشتری کے حکم سے مانند ہو کذا فی العینی لو شری ناقجۃ مسک فاخرج المسک منھا لم یرد بخیار رد بہ ولا یضمن لان الاخراج بحق حصل علیہ عیبا ظاھرا نفس اور اگر مشک کا ناف خریدکیا پھر اسمین سے مشک نکال لیا تو اسکو نہ پھیرے بسبب خیار الرویۃ کے اور دنیا ابیعہ کے اسواسطے کہ اخراج نے اسمین عیب ظاہر داخل کر دیا کذا فی الذخیرہ ملخصا وی نے کہا نہر الفائق مین خیار العیب مذکور ہین اس مسئلے مین لیکن حکم یہی ہو جو اخراج نے مذکور کیا اسواسطے کہ خیار العیب ساقط ہو وقت تک ہو جب تک مشتری کے پاس دوسرا عیب پیدا ہوا ہو اور یہان اخراج سے ناقہ معیوب ہوگیا ومن رای احد ثوبی اشتراھما ثم رای الاخر فلہ ردھما ان شاء لاتحاد الصفقۃ اور جنسے دو کپڑون مین سے ایک کپڑا دیکھا پھر دونون کپڑے خریدکیے بعد اسکے دوسرا کپڑا دیکھا تو اسکو دونون کا پھیر دینا جائز ہو اگر وہ چاہے نہ پھیر دینا فقط دوسرے کپڑے کا بسبب تفریق صفقہ کے یعنے چند چیزین یکشت لینی پھیر بعض کا لینا اور بعض کا پھیر دینا ممنوع ہو ولو اشتری ما رای حال کونہ قاصدا لشرائہ عند رؤیتہ بتر فلو راہ لا لقصد شراء ثم شراہ قبل الافتراق فلہ ردھما ولا یتوقف ردہ احدھما علی رد الاخر کما لو اشتراھما بصفقۃ واحدۃ لعدم الصفقۃ ھذہ ھی الحیلۃ فی ھذہ المسئلۃ وھی ان یشتری احدھما بعد رویتہ ثم یشتری الاخر کذا فی الکافی وھذا یفید ان الشراء الثانی لا یکفی بل لا بد من القصد عند الرویۃ کما ھو ظاھر الکنز وبہ صرح فی الدرر وغیرھا وھو الحق لان الرویۃ لا تکون قاصدۃ الا بہ ولا یکفی القصد عند الشراء الاول کما لا یخفی ولم اقف علی ما یخالفہ ھذا ھو المعتمد ولا یتوقف علی ما فی البحر عن المحیط من انہ لا فرق بین ان یکون قاصدا عند الرویۃ او لا فتدبر اھ ح اذا اختلف فیخیر اور اگر زید کیا اس مبیع کو جسکو بحالت قصد زید دیکھا تھا خریداری کے وقت یہ جانکر کہ یہ مبیع وہی اگلی دیکھی چیز ہو تو اسکو پھیر دینیکا اختیار نہین گو جیکہ وہ متغیر ہوگئی ہو حالت سابقہ سے تو اب اسکو اختیار ہوگا اگر مبیع کو بلا قصد خریداری دیکھا پھر اسکو خرید کیا تو بعضون نے کہا کہ اسکو اختیار ہو کذا فی الظہیریۃ اور اسکی ظاہر ہی اسواسطے کہ بلا قصد خریداری نہین دیکھتا وہ خوب تامل مفید نہین کرتا کذا فی البحر تو اسکی رویت کالعدم ہو مصنف نے اپنی شرح مین کہا اور بسبب قوت دلیل اس قول کے ہمنے اسپر اعتماد کیا علم وقت شرا کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر مشتری یہ جانے کہ اسکو مین وہی چیز دیکھ چکا ہون تو اسکو اختیار ہوگا بسبب عدم رضامندی کذا فی الدرر ھو فایدہ اور کنز مین یہ مسئلہ بلا قید مذکور ہوا اسواسطے کہ دیکھی چیز کے خریدنے مین بلا تغیر اختیار نہین لیکن صاحب ہدایہ نے یہ قید لگائی کہ وقت خریداری مشتری نے جانا ہو کہ یہ میری دیکھی چیز ہو اور مصنف نے اپنے اس متن مین رویت لقصد خریداری کی قید زیادہ کی اور شرح مین اسکی وجہ بیان کی کہ قوت دلیل پر جب اعتماد نفہید مذکور کی ہوئی یعنے اگرچہ ظہیریہ مین یہ قید بصیغہ تمرض مذکور ہوا اور بصورت عدم علم کی یہ ہو کہ زید نے ایک لونڈی دیکھی پھر نقاب دار لونڈی خریدی اور یہ اسکو معلوم نہ ہوا کہ وہی لونڈی ہو جسکو مین دیکھ چکا ہون پھر معلوم ہوا کہ یہ وہی ہو تو مشتری کو اختیار ہوگا یا ایک کپڑا دیکھا پھر وہی کپڑا دوسرے کپڑے مین لپٹا ہوا خرید کیا تو فسخ بیع مین اختیار ہوگا کذا فی شرح الباقانی وقع البائع لبعضھا ثم اشتری الباقی ولا یعرف قلل الخیار ولذا لو کانا ملفوفین فی ثوبھما متفاوتا کانہ دیبا یکون لاحدی الاکثر ثمنا دیکھے چند کپڑے پھر بالع نے کوئی کپڑا اٹھالیا پھر باقی کو خرید کیا اور مشتری باقی کپڑے کو نہین پہچانتا تو اسکو خیار الرویۃ ثابت ہوا اور یہی حکم اگر دو کپڑے کسی چیز مین پیچیدہ ہون اور دونون کا ثمن مختلف ہو تو اختیار ہوا اسواسطے کہ شاید ناقص کپڑا زیادہ ثمن کو بڑے ولو سمی لکل واحد من الثمانیۃ عشرۃ لاختیار لان القمیص لا یختلف استویا فی الاوصاف بڑھ اور اگر ممتاز ثیاب ہر کپڑے کی قیمت دس دس مثلاً معین ہوگئی تو مشتری کو اختیار نہین اسواسطے کہ جب ثمن مختلف ہوا تو دونون اوصاف مین برابر ہوگئے کذا فی البحر والقول لمبائع بیمینہ اذا اختلفا فی التغیر ھذا لو الملاۃ قریبۃ وارید بعیدۃ فالقول للمشتری عملا بالظاھر وفی الظہیریۃ الشھر فما فوقہ بعید وفی الفتح الشھر فی مثل الدابۃ والعبد ولیس بقید اور قول بالع کا معتبر ہو قسم کے ساتھ جبکہ بالع اور مشتری مختلف ہون مبیع کے متغیر ہونے مین یا سوقت ہو کہ اگر مدت قریب ہو اور اگر مدت بعید ہو گی تو مشتری کا قول معتبر ہوگا ظاہر پر عمل کرنے سے اور ظہیریہ مین ہو کہ ایک مہینا اور اس سے زیادہ بعید ہو اور فتح القدیر مین ہو کہ جانور اور غلام کے مانند مین ایک مہینہ قلیل ہو پس عمل بظاہر دونون قولون کا

ظاہر القلیل ہی یعنے مدت قلیل مین ظاہر حال عدم تغیر پر دلالت کرتا ہی لہذا قول بالیوم معتبر ہوا اور مدت بعید مین ظاہر حال تغیر کا شاہد ہی لہذا مشتری کا قول معتبر ہوا شرنبلالی نے کہا کہ مدت مختلف ہوتی ہی باعتبار اختلاف اشیاء کے اور تغیر اشجار سال کے اندر ہوتا ہی اور حیوانون کا تغیر اس سے کم مدت مین ہوتا ہی چادہ وغیرہ کی قلت سے لہذا زیلعی نے مدت بعید کی حد کو نہین کی اور اسی طرح صاحب بحر نے کذا فی الطحطاوی کما ان القول للمشتری بیمینہ لو اختلفا فی اصل الرؤیۃ کما نہ ینکر الرؤیۃ جیسے مشتری کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہی اگر دونون اصل رؤیت مین مختلف ہون بواسطہ اس کے کہ مشتری منکر ہی رؤیت کا اور اعتبار منکر کے قول کا ہی ولذا لو انکر البائع کون المردود جمیعا فی بیع بات لو فیہ خمار شرط او رؤیۃ فالقول للمشتری اور اسی طرح اگر بائع نے انکار کیا کہ مشتری نے جو چیز بھیر دی وہ مبیع نہین بیع قطعی بلا خیار مین یا اس بیع مین جسمین خیار الشرط یا خیار الرؤیۃ ہی تو مشتری کا قول معتبر ہی ص یعنے جمیع ثلثہ مذکورہ مین وہ تین مبیع سے اختلاف ہوگا تو مشتری کا قول معتبر ہی اور بیع بلا خیار مین بھیر دینا مبیع کا بطریق اقالہ یا بطور خیانت تولیہ یا مرابحہ مین یا وصف مرغوب فیہ کے فوت ہونے سے ہوگا لو فیہ خیار عیب فالقول للبائع والفرق ان المشتری ینفرد بالفسخ فی الاولی الاخیرۃ اور اگر بیع مین خیار العیب ہو تو بائع کا قول معتبر ہی اور فرق یہ ہی کہ مشتری فسخ بیع مین منفرد ہی اول قسم مین یعنے جسمین مشتری کا قول معتبر ہی یعنے مسئلہ خیار الشرط اور خیار الرؤیۃ مین نہ قسم ثانی مین یعنے خیار العیب مین اسواسطے کہ خیار العیب مین عقد متفسخ نہین ہوتا مشتری کے فسخ کرنے سے بلا حکم قاضی تو مشتری مدعی حق فسخ ہوا بائع منکر لہذا منکر کا قول معتبر ہوا کذا فی الطحطاوی المشتری مدعی متاع وامرکہ وبائع وایس نفسہ ثوبا بعید الفصر او وھو وبسکر ردھا بخیار رؤیۃ او شرط لا علی ان رد البعض کرد الجمیع کما یجب بتفریق الصفقۃ وھو بعد التمام جائز کما قید فخیار الشرط والرؤیۃ یمنعان تمامھا وخیار العیب یمنعہ قبل القبض لا بعدہ خریدی متاع کی گٹھری حالانکہ دیکھی نہین اور ایک کپڑا اسمین سے بیچا بعد قبض کے پاہن لیا کذا فی النہر یا ہبہ کیا او قبضہ کروا دیا تو اسکو پھیر سکتا ہی خیار العیب نہ خیار الرویہ یا خیار الشرط سے قاعدہ اسکا یہ ہی کہ بعض مبیع کا پھیر دینا موجب تفریق صفقہ کا ہو اور تفریق بعد تمام ہو جانے بیع کے جائز ہی قبل تمامی کے تو خیار الشرط و خیار الرؤیۃ صفقہ کا تمام ہونے کے مانع ہین اور خیار العیب تمام ہونے کا مانع ہی قبل قبض کے بعد قبض کے وھو بعد سقوط عن المثانی لا الخیار بشرط وصححہ قاضی خان وغیرہ اور کیا عود کرتا ہی خیار الرؤیۃ بعد اسکے ساقط ہونے کے ابو یوسف سے منقول ہی کہ عود نہین کرتا جیسے خیار الشرط بعد سقوط کے عود نہین کرتا اور اس قول کو قاضی خان وغیرہ نے صحیح کہا ہی یعنے اگر کوئی چیز بن دیکھی خریدی پھر مشتری نے دیکھکر کے ناپسند کی یا بیمار ہو ہو کر لہ کا قبضہ کروا دیا پھر اُسکی طرف اُس چیز نے عود کیا بسبب فسخ بیع یا رد بیکے تو اب اسکو بالمثل اول کی طرف پھیر نہین سکتا اسواسطے کہ بیع یا ہبہ ایسا تصرف ہی کہ رضا پر دلالت کرتا ہی اور خیار الرؤیۃ کا مبطل ہی اور جب چیز ساقط ہو گئی تو اسکا عود بلا سبب قوی نہین ہوتا کذا فی الطحطاوی فروع مسائل ملحقہ شارح کے شرٹی شیئا لم یرہ لیس لہ ان یردہ علی البائع من قبل الرؤیۃ ایک چیز بن دیکھی خریدی تو بائع سے قبل رویت کے واپس کر سکتا ہی اسواسطے کہ بغیر دیکھے بیع پوری نہین ہوئی دلو تبایعا عینا یعین کل منھما الخیار صحیحین اور اگر ہر دو نے باہم غیر موجود کی عین کی بیوض عین کے مثلاً کتاب کا مبادلہ کپڑے یا گھوڑے سے کیا تو دونون کے واسطے خیار الرؤیۃ ثابت ہو کذا فی المجتبی اسواسطے کہ ہر واحد مشتری ہی اُس عوض کا جو اسکو حاصل ہو کذا فی الطحطاوی عن البحر شرٹی وتبعہ فی الملتقط بقولہ فقط قلت ردہ البائع الجاریۃ العبد بخیار الرؤیۃ لم یبطل البیع فی الجاریۃ بحصۃ الالف ظہیریۃ تمامہ ما نقلناہ عن الخیار فی الدین غیر کیا لونڈی کو بیوض غلام اور ہزار روپیہ کے پھر دونون نے باہم قبضہ کیا پھر لونڈی کے بائع نے غلام کو پھیر دیا بسبب خیار الرؤیۃ کے تو بیع باطل ہو گئی تو لونڈی مین بقدر حصہ ہزار درہم کے کذا فی الظہیریہ اسواسطے کہ مذکور ہوا کہ الاختیار ثابت نہین دین مین یعنے زر نقد مین اور مبیع ضیعۃ وکذا لو کان للمشتری خیار فالحیلۃ ان یقر بثوب لانسان ثم یبیع الثوب مع الضیعۃ ثم المقر لہ یسقط الثوب المقر بہ فیبطل خیار المشتری للزوم تفریق الصفقۃ وھو لا یجوز کذا فی الملتقط تو الحیلہ تدارک کیا مین کی بیع کا اور چاہا کہ مشتری کو اختیار رہے فسخ کا تو تدبیر اسکی یہ ہی کہ کسی کپڑی کا اقرار کرے ایک انسان کے واسطے پھر اُس کپڑے کو زمین کے ساتھ بیچ کرے پھر مقر لہ اس کپڑی کا مستحق ہوگا جسکا اقرار کر چکا تو مشتری کا اختیار زمین مین باطل ہو جاویگا بسبب لازم آنے تفریق صفقے کے

اور وہ جائز نہیں مگر شفعہ میں کذا فی البرجندی اور البحر میں طحطاوی نے کہا یہاں تفریق عقد سے کچھ ضرر نہیں اسواسطے کہ اگر مشتری دونوں مبیع کو رد کرتا تو بھی مستحق کپڑے کو لیتا گو اسنے سے انکا اقرار ثابت کرکے تو وہ ہر حال میں ماخوذ ہے علاوہ اسکے یہ ضرر خود بائع کی طرف سے پیدا ہوا انکے اقرار کرنے سے شروع شمن میں وبلحاظ عیب فی قبضہما لہ تر المعیب والا لاحلا مش خریدکیا دو چیزوں کو اور ایک چیز میں عیب ہے اگر دونوں پر قبضہ کر چکا ہے تو فقط معیوب کو پھیر سکتا ہے اور نہیں تو نہیں چنانچہ گذر گیا ص نکو یہ ہو چکا کہ بعض مبیع کا پھیر دینا خیار العیب میں بعد قبضہ کرنے کے جائز ہے بسبب تمام ہو جانے صفقہ کے نہ قبل قبض کے اسواسطے کہ بدون قبض صفقہ ناتمام ہے کذا فی الطحطاوی واللہ اعلم

باب خیار العیب

یہ باب ہے خیار العیب کے احکام میں ھو لغۃ ما یخلو عنہ اصل القصر تہ لسلیمۃ عیب بین وہ چیز ہے جس کی فطرت سلیمہ منافی ہو یعنے خواص خلقت میں داخل نہو وشرعاً افادہ بقولہ اور اصطلاح شرع میں حقیقت عیب ہے جسکو مصنف نے اپنے اس قول میں مذکور کیا من وجد بہ شیئا یفسد الفرض او ینقص الثمن فی عادۃ التجار ہلما وہو ارباب الحرفۃ بکل تجارۃ وصنعۃ قالہ المصنف اخذہ بکل الثمن اور وہ جسے اپنی خریدی چیز میں ایسی چیز پائی جو بیچے شمن گھٹ جاتا ہو سوداگروں کے نزدیک اگرچہ تھوڑا ہی نقصان ہو کذا فی المحیط وہ تو مبیع کو تمام شمن دیکر لے یا اسکو پھیر دے سوداگر وں سے وہ لوگ مراد ہیں جنکو شناخت ہے ہر تجارت اور صنعت کی لیا کچھ مصنف نے کہا ہے اپنی شرح میں ہم تو معلوم ہوا کہ نقص عیب اسکا نام ہے جس سے قیمت کم ہو جاوے واقفوں کے نزدیک خواہ ویسے عین مبیع میں نقصان ہو یا نہو بلکہ فقط تعوذ سے عیب ہوتا ہے اگرچہ منفعت میں کچھ نقصان نہو چنانچہ سیاہ ناخن تندرست زور اور غلام کا عیب میں داخل ہے تجار کو عام اسواسطے کیا کہ گاہے مبیع مصنوعات سے ہوتی ہے تو وہاں کاریگروں کا عرف معتبر ہوگا نہ تجار کا جلبی نے کہا ہر تجارت میں انکے لوگ معتبر ہیں اور صنعت میں انکے اہل کا اعتبار ہے انتہی ص یہ مراد نہیں کہ عیب وہ ہے جسکو سب سوداگر اور جمیع ارباب حرفہ ناقص کہیں اگرچہ انکی تجارت اور صناعت میں سے نہو مشتری کو رد عیب میں اسواسطے اختیار ہوا کہ مطلق عندیے عیبی کا مقتضی ہے اور شمن اسواسطے نہ کہ ہوا کہ اوصاف کے مقابل میں کچھ شمن نہیں پڑتا بان اگر بیع کے بعد بائع کے فعل سے عیب پیدا ہوگا تو بقدر اسکے شمن کم ہوگا اگر مشتری اسکے لینے کا ارادہ کریگا اور مسئلہ خیار العیب میں چند قیود کا ملحوظ رکھنا ضرور ہے اول یہ ہے کہ عیب بائع کے پاس حادث ہو نہ مشتری کے پاس ۲ مشتری کو بیع کے وقت معلوم نہو ۳ عند القبض بھی معلوم نہو ۴ ازالۂ عیب پر بالمشقت قادر نہو اور اگر مشتری قادر ہو ازالہ پر چنانچہ تحلیل حرام جاریہ یا کثیر سے خون کا دھونا الخ ورصورت عدم نقصان تو عیب ثابت ہوگا ۵ عدم اشتراط برات ایک عیب سے یا جمیع عیوب سے ۶ وہ عیب زوال پذیر نہو قبل فسخ کے سوا گزرنا کل ہو گیا ہو چنانچہ انکھ کی سفیدی جبکہ دور ہو جاوے یا پتلی کل ہو جاوے تو مشتری کو پھیر دینے کا اختیار نہوگا کذا فی الطحطاوی وما لم یتعین اسماکہ کلا بین فاحرما او احدھما درصورت عیب السوخت تک اختیار ہے جبتک اسماک مبیع متعین نہو گیا ہو چنانچہ دو حلال مردوں بیچے ایک نے دوسرے سے تکا رمول لیا پھر دونوں نے ازار باندھا یا ایک نے تو اب دو بیچ متتع ہر بقدر نقصان پھیر لینا چاہیے کذا فی الملتقی وفی المحیط وھی او وکیل او عبد ماذون شری شیئا یا نقد وقبضہ للثانی لا فی البیوع بخلاف خیار الشرط والرؤیۃ اشیاء للاضاریستم ومن کل بعولی وفی الخانیۃ المرجوع بالنقصان کوارث شری من الترکۃ کفن دجنہ میتا او تبرع بالکفن اجنبی کالمرجع اور محیط میں ہو وصی یا وکیل یا عبد ماذون نے کوئی چیز ہزار کو خریدی اور قیمت انکی تین ہزار ہیں تو رد بیع نکرے بسبب عیب مبیع کے بخلاف خیار الشرط اور خیار الرؤیۃ کے کہ انکو رد بیع کر سکتا ہے کذا فی الاشباہ وصی وغیرہ کو رد بیع جائز نہوا لبیب ضرر بیچنے یتیم اور موکل اور مولے کے اور نہ الفائق میں کہا ہے لائق یوں ہے کہ وصی وغیرہ کو رجوع بقدر نقصان عیب جاری ہو مانند اس وارث کے جسنے ترکے سے کفن خریدکیا اور اسمیں عیب پایا اور کفن دینے میں شخص اجنبی احسان کرنے کے ساتھ تو رجوع بالنقصان نہیں وھذہ احدی ست مسائل لا رجوع فیہا بالنقصان مذکورۃ فی الزیلعی اور یہ یعنے عدم رجوع بالنقصان ایک مسئلہ ہے ان چھ مسئلوں سے جن میں رجوع بالنقصان نہیں جو مذکور ہیں زیلعی میں وذکر نا فی شرحنا للملتقی مغربا لمتتبع مدیر یا بعیب کمدبر یا بالکفن اور منے اپنی ملتقی کی شرح میں قنیہ سے نقل کرکے مذکور کیا ہے کہ گاہے بسبب عیب کے رد بیع ہوتا ہے اور ثمن نہیں پھیر لیا جاتا ص چنانچہ

غلام کو بیع کیا اور اسکو تسلیم کر دیا پھر قبض ثمن کے واسطے ایک وکیل مقرر کیا سو وکیل نے اقرار کیا کہ میں نے ثمن پر قبضہ کیا لیکن وہ دیر تک پاس ضائع ہو گیا یا وکیل نے یوں کہا کہ میں نے ثمن موکل کو دیا اور موکل اسکا منکر ہو تو مشتری بری الذمہ ہو گیا اور وکیل پر ضمان نہیں پھر اگر مشتری نے غلام میں عیب پایا یا اداء ثمن کو بائع سے نہیں پھیر سکتا بسبب اقرار وکیل کے اور نہ واسطے عدم ثبوت قبض بائع کے اور نہ وکیل سے لے سکتا ہے کیونکہ وہ امین ہے اور عاقد نہیں کذا فی النہر عن الغنیۃ کالآبق من المشتری فی البلدۃ والمباع فی البلدۃ ولم یخف علیہ فانہ لیس بعیب چنانچہ غلام میں بھاگنا عیب ہے مگر جبکہ غلام مشتری کے پاس سے بھاگا اور اسی شہر میں بائع کے پاس گیا اور اسکے پاس چھپ رہا تو یہ بھاگنا عیب نہیں لیکن اگر وہ دوسرے شہر میں بائع کے پاس بھاگے گا یا مخفی ہو رہیگا تو عیب ثابت ہو گا واختلف فی الشرد والاصح انہ عیب اور اختلاف ہے بیچ کے بھاگنے میں کہ عیب ہے یا نہیں اور قول جبتر یہ ہے کہ بیچ کا بھاگنا بھی عیب ہے ہم اجمعین میں قول نہیں ایک قول کو تو شارح نے ذکر کیا اور دوسرا قول یہ کہ بھاگنا عیب نہیں تیسرا قول یہ کہ ہمیشہ بھاگنا عیب ہے دو تین بار کا بھاگنا عیب نہیں اور ظاہر الروایۃ کا بھی یہی حکم ہے کذا فی الطحطاوی ولیس للمشتری مطالبۃ البائع بالثمن قبل عودہ من الاباق الیہ فتبین ان قبضہ اور مشتری کو مطالبہ ثمن کا بائع سے قبل پلٹنے غلام کے فرار سے جائز نہیں کذا فی شرح ابن ملک والقنیۃ والبول فی الفراش والسرقۃ کالآبق اذا سرق شیئا قلیلا کان عیبا اویسیرا کالفلس وفلسین اور چنانچہ بستر پر پیشاب کرنا اور چوری کرنا اگر بہت کوئی بڑی چیز کھانے کے واسطے چرا لے تو عیب ہے یا بڑی چیز چرا لے دو پیسے تو عیب نہیں ہم اگر بیچنے کے واسطے بہت زیادہ چرا لے یا جوئے کے سوا اسکی عادت نہ ہو تو عیب ہے ودلوسۃ عند المشتری ایضا فتقطع رجع بربع الثمن قطعا واگر غلام نے مشتری کے پاس بھی چوری کی سوا تھائی مال چرایا تو مشتری چہارم ثمن پھیرے بسبب اسکے قطع ہونے کے دونوں چوریوں کی یہ وجہ ہے کہ غلام کے ہاتھ کا خونبہا اسکی نصف قیمت ہے اور یہ نصف تلف ہوا دو سبب سے یعنی ایک چوری بائع کے پاس اور دوسری مشتری کے پاس کی تو ہر سبب نصف ہو گیا تو نصف النصف کا رجوع ہوا یعنی ربع کا کذا فی الطحطاوی ولو رضی البائع باخذہ رجع بثلاثۃ ارباع ثمنہ عینا اور اگر بائع راضی ہو گیا غلام کے لینے سے تو مشتری تین ربع اسکے ثمن کے پھیرے یعنی پونی قیمت کذا فی العینی وکذا یختلف صغرا ای مع القصیر وفرروہ بخصی سنین یاکل ویلبس ویحد ویقام علی الجرح ویولد یاکل ویلبس ویحد ولم یکن عیبا ابن ملک وکبرا لاتضاء والدمع لفقد عقل وضعف مثانۃ عیب وفی الکبر لسوء اختیار وداء باطن عیب احتراز ہے جمیع عیوب ثلثہ مختلف السبب میں طفلی اور جوانی میں اس واسطے کہ طفلی میں بھاگنا اور چوری عقل کی کمی سے اور پیشاب کرنا ضعف مثانہ سے عیب ہے اور جوانی میں بھاگنا اور چوری خبث اور بد ذاتی سے اور پیشاب کرنا مرض باطنی سے دوسرا عیب ہر طفلی سے مراد طفلی ما قبل ہے اور فقہا نے تمیز کا اندازہ پانچ برس کا کیا ہے یا بالغ امانت دار تنہا کھانے پینے لگے اور پورا پہننا اسکا جو ہمیشہ میں دے سوا گر وہ بذات خود کھاتا ہو نہ کپڑا پہنتا ہو تو بھاگنا اور چوری اور پیشاب کر دینا اسکے حق میں عیب نہیں کذا فی شرح ابن ملک فعند اتحاد العالم بان ثبت ما قبہ عند بائعہ شہر مشتریہ کلاھما فی صغرہ او کبرہ للرد لاتحاد السبب تو حالت متحد ہونے میں اسطرح پر کہ غلام کا بھاگنا ثابت ہوا بائع کے پاس سے پھر مشتری کے پاس سے دونوں بار کا بھاگنا اسکی طفلی میں ہو یا جوانی میں تو مشتری کو اسکا پھیر دینا جائز ہے بسبب متحد ہونے سبب کے ہم طفلی یا جوانی میں دونوں کے پاس سے بھاگا تو اسکا سبب ایک ہی ٹھہرا طفلی میں تصور عقل اور جوانی میں بد ذاتی لہذا مشتری کو پھیر دینے کا اختیار رہا کیونکہ عیب قدیمی ثابت ہوا فقط مشتری کے پاس حادث تین ہوا کہ وہ متمنع ہم وعند الاختلاف لا لکونہ عینا احادا واختلاف سبب کے نزدیک مشتری کو پھیر دینے کا اختیار نہیں ہوا بسبب اسکے کہ وہ دو عیب ہم یعنے بیچ کا بھاگنا بائع کے پاس سے حالت طفلی میں اور مشتری کے پاس سے جوانی کی حالت میں تو مشتری اسکو ان میں سے پھیر نہیں سکتا کیونکہ طفلی کا سبب قدیم کہ طفلی ہی ہے جوانی کا سبب قریب شرارت اور بد ذاتی ہے تو معلوم ہوا کہ عیب دوسرا پیدا ہوا سو اس عیب کے جو قبل اسکے بائع کے پاس تھا اور پھیر دینا جائز نہیں مگر اس عیب سے جو بائع کے پاس ہو کعبد حکم عندہ بالقہ ستہ عند مشتریہ الا من تولد لہ ولدہ فلا کما مر تو نہ ہوا غلام جسکو تپ آئی بائع کے پاس پھر تپ آئی مشتری کے پاس اگر یہ تپ اسی تپ کی قسم سے ہو تو اسکو پھیرنا جائز ہے اور اگر دوسری قسم سے ہو تو جائز نہیں کذا فی شرح العینی ہم خانیہ میں مذکور ہے کہ نضح بلی سے مراد یہ ہے کہ ایک

وقت میں دونوں کے پاس آئی ہو اور اگر اسکے غیر وقت میں تب آئی ہو تو پھیرنا جائز نہیں یہی محفوظ ہے مذہب اصحاب سے کذا فی الطحطاوی وبقی لو وجدا بعد ان قسم حتی رجع بالنقصان ثم باع احدھما ان یسترد النقصان لزوال الرد بالعیب بالبیع ینبغی نعم فسخ باقی رہا یہ مسئلہ کہ اگر مشتری نے صغیر غلام کو بیسر پیشاب کرتا پایا پھر دوسرا عیب پیدا ہوا یہاں تک کہ مشتری نے بقدر نقصان بالغ سے ثمن پھیر لیا پھر غلام بالغ ہوا تو کیا بالغ کو جائز ہے کہ نقصان پھیر مشتری سے بسبب زوال ہو جانے اس عیب کے جو اسکے پاس تھا سب فقہاء متقدمین جائز ہے کذا فی الفتح عن الظہیریۃ والجنون ھو اختلال القوۃ التی بھا ادراک الکلیات مستلزم اور چنانچہ جنون لینے دیوانہ ہو جانا جنون عبارت ہے اس قوت کے اختلال سے جسکے سبب سے ادراک کلیات ہوتا ہے کذا فی التلویح ھر یہ تعریف جنون کی صاحب بحر نے کی ہے اور تلویح میں یوں ہے کہ جنون عبارت ہے اس قوت کے اختلال سے جو ممیز ہے اشیاء حسنہ اور قبیحہ میں اور انجام کار کی مدرک ہے کذا فی الطحطاوی ویہ علم وتعریف العقل المذکورۃ ومعدنہ القلب وشعاعہ فی الدماغ ھر اور جنون کی تعریف سے عقل کی تعریف معلوم ہو گئی کہ عقل عبارت ہے قوت مذکورہ سے یعنے جو قوت کہ مدرک ہے کلیات کی اسکا نام عقل ہے اور اسکے کان دل ہے اور اسکی روشنی دماغ میں ہوتی ہے کذا فی الدر وھو کما تختلف بھا الاعتماد سببہ بخلاف مامر فیما یختلف عیبہ اور جنون مختلف نہیں ہوتا الفی اور جوانی سے اسکے ایک ہی سبب ہونے سے بخلاف اسکے جو عیوب کہ مذکور ہو چکے یعنے اباق اور بول بر سرقہ اور قول ضعیف یہ ہے کہ جنون بھی الفی اور جوانی سے مختلف ہوتا ہے کذا فی شرح العینی ھ جب اختلاف سبب سنا تو اگر غلام مجنون ہوا الفی میں بائع کے پاس پھر مجنون رہا مشتری کے پاس یا بعد جوانی کے تو یہ عیب ہے اول عیب ہو تو مشتری کو پھیر دینے کا اختیار ہے مقدارہ فوق یوم ولیلۃ اور مقدار جنون کی ایک رات اور دن سے زیادہ ہو یعنے اسقدر سے کم جنون ہونا عیب نہیں اور دوسرا قول یہ ہے کہ ایک ساعت کا بھی جنون عیب ہے اور تیسرا قول یہ کہ جنون ملیس عیب ہے نہ غیر ملیس کذا فی البحر وکذا بعد من معاودتہ عند المشتری فی الاصح والافلا رد الا فی ثلث نتاج والتوالد من الزنا والولادۃ ھ اور جنون کا عود کرنا مشتری کے نزدیک فرد ہے قول صحیح میں اگر نہیں تو بلا معاودت عیب پھیر دینا جائز نہیں مگر تین عیب میں رد بیع بلا معاودت جائز ہے لونڈی کی زنا کاری میں اور زنا سے متولد ہونے میں اور ولادت میں کذا فی الفتح ھ ولادت اسواسطے عیب ہوئی کہ اسمیں ایسا ضعف حاصل ہوتا ہے کہ گاہے ناکام نہیں ہوتا فتح القدیر میں کہا اسی قول پر فتوی ہے قلت لکون فی البزازیۃ الولادۃ لیست بعیب لان توجب نقصانا وعلیہ الفتوی والعمدۃ فی الغرر کینونۃ لکن بزازیہ میں ہے کہ ولادت عیب نہیں مگر یہ کہ نقصان کی موجب ہو اور اسی قول پر فتوی ہے اور اسی قول پر بحر الفائق میں اعتماد کیا ہے ھ پہلا قول بھی مفتی بہ ہے تو یہاں قاضی اور مفتی مخیر ہیں وفیہ الجزم بعیبہ کما فی نہایۃ احکم لا فی النہایۃ احکم اور بحر الفائق میں ہے کہ حاملہ ہونا عورتوں میں عیب ہے نہ جاریوں میں والجذام والبرص والعمی والعور والعرج والعنن ھو التصلب والخرس والقرح والاعرج عیوب اور سن بہری اور سفید داغ اور اندھا اور کانا اور جھکا اور بہرا اور گونگا ہونا اور نقرس اور بیماریاں عیوب ہیں کذا الاکار وھو استفراغ الاستقیین والعنین الخصی عیب اور اسی طرح فتق یعنے دونوں فوطی پھولنا اور نامرد اور خصی ہونا عیب ہے ھ بہتر یہ تھا کہ شارح یوں کہتا الفتہ والخصاء عیبان اور ظاہر ایک فوطہ بھی پھولنا عیب ہے کذا فی الطحطاوی وذا اشتری علی انہ خصی فوجدہ فحلا فلا خیار لہ جو ھر اور جبکہ مشتری نے غلام کو خرید کیا اس شرط پر کہ وہ ختنی ہے پھر اسکو تندرست پایا تو اسکو پھیر دینے کا اختیار نہیں کذا فی الجوہرۃ واسواسطے کہ بے عیب نکلا لو شرط سے عمدہ پایا والخنثی الفرج والذکر لا یفترقان الا لفتہ بزازیہ والزنا والتولد منہ کلہا عیب فیہا فلو اکثر رد کذا فی الکافی خلاصہ اور خنثی یعنے گندہ دہنی اور دو فرجے گندہ بینی کذا فی البزازیہ اور زنا اور زنا سے پیدا ہونا یہ عیب ہیں لونڈی یعنی غلام میں اگرچہ غلام امرد سادہ رو ہو قال صح میں کذا فی الخلاصہ ھ امرد مذکورہ لونڈی میں اسواسطے عیب ہے کہ مقصود کے محل ہیں یعنے لونڈی کی خرید سے ہم بستری اور طلاب مقصود ہے اور گندہ دہنی وغیرہ قربت کے مانع ہیں اور غلام سے مقصود خدمت لینا ہے اور یہ شے اسکے محل اعد مانع نہیں خواہ غلام امرد ہو یا غیر امرد الا ان نقص الاعد لان فیہ بعیبہ ینعم الغرب ھ ملسے مگر یہ کہ گندہ دہنی اور گندہ بینی غلام میں شدت ہوں اسی طرح پر کہ میان کے

پاس انکی عادت ہو تو البتہ عیب ہین غلام مین بھی ہو یکون الزنا عادۃ لہ بان یتکرر منہ کثیرا من غیر توبۃ یا یہ کہ زنا کاری کی غلام کو عادت پڑگئی ہو اسطرح پر کہ زنا اسسے مکرر سہ بار سو دو بار سے زیادہ تو عیب ہو غلام مین بھی واللواطۃ بھا عیب مطلقا اور لواطت لونڈی مین عیب ہو مطلقا یعنے خواہ عفت ہو یا اجرت لیکر اسواسطے کہ بالغ ہم بستری ہو کذا فی البحر و بدان محجانا کانہ دلیل لانہ یحد بالجر کما قدمنا اور لواطت غلام مین عیب ہو اگر عفت ہو اسواسطے کہ علت اُبنہ کی دلیل ہو اور اگر اجرت لیکر ہو تو نہین کذا فی الخلاصہ ہم اُبنہ علت کا نام ہو جسمین ایسی چیل ہو جو مبر نہین کہ بدون منی کے قرار نہ پڑے اور یہ سخت عیب ہو یہان تک کہ جانورون مین بھی اور لواطت بعوض اجرت غلام مین ایسا عیب نہین کہ مشتری رد بیع کرے کیونکہ وہ علت اُبنہ کی دلیل نہین بلکہ حصول ان کی علامت ہو اور یہ مراد نہین کہ لواطت باجرت مطلقا عیب نہین شرعا اسواسطے کہ شرعا قبیح اور معیوب تر ہے زنا سے وفیما اشتری حمارا لتعلوہ الحمر ان طاوعہ فعیب والا لا اور قرینہ یہ ہو کہ زیادہ گدا حاجیپر گدھے چڑھتے ہین اگر پیشہ مندی انکی یہ فعل ہوتا ہو تو عیب نہین ہو کہ مرض کی دلیل ہو اور نہین تو عیب نہین والعبرۃ التعنت بلین صوت وتکسر مشی فان کثر رد لا ان قل بزازیۃ اور زنخا اور ملا ہونا نرم آواز نیا کرا ور چال مٹکا کر اگر بکثرت ہو تو غلام کو مشتری پھیر دے اور اگر بقلت ہو تو نہ پھیرے کذا فی البزازیہ والکفر باحتمالہ وکذا الرفض والاعتزال بحر بحثا عیب فیہما وللمشتری فیہما سراجیہ اور تشیع کا کفر اور اسی طرح رفض اور اعتزال کذا فی البحر کتمانا لافصاح عیب ہو لونڈی غلام مین اگر مشتری کا قرضی ہو کذا فی السراج خرم جو یہ کہا کہ صاحب بحر نے رافضی سے یہ مراد لی کہ جو علی مرتضی کو اور اصحاب سے افضل کہتے ہین وہ رافضی تو شیخین کو برا کہنے سوا سطے کہ وہ کافر ہین داخل ہو کذا فی الطحطاوی وعند الخصاف بلغت سبعۃ عشر وعندھما خمسۃ عشر یفتی بقولھما اذا تصلمیہ تکون الیائم قبل القبض وبعدہ وھو الصحیح ملتقی اور حیض نہ آنا تر برس کی لونڈی کو امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک پندرہ برس کی لونڈی کو عیب ہو اور عدم حیض معلوم ہوتا ہو لونڈی کے کہنے سے جبکہ اسکے ساتھ بالغ قسم سے انکار کرے قبل قبض کے اور بعد قبض کے یہی قول صحیح ہو کذا فی الملتقی ولا تسمع فی اقل من ثلثۃ ایام اشہر عند الثانی اور مسموع نہوگا دعوی عدم حیض کا تین مہینے سے کمتر مین ابو یوسف کے نزدیک ہم اور محمد کے نزدیک چار مہینے دس دن اور امام زفر کے نزدیک دو سال سے کمتر مین دعوی مسموع نہوگا لیکن عدم حیض جوان لونڈی مین عیب ہو نہ صغیرہ اور ایسی مین کذا فی الطحطاوی فتح القدیر مین ہو کہ اگر قاضی مجتہد ہو تو موجب اپنے اجتہاد کے عمل کرے اور اگر مقلد ہو تو دو سال پر عمل کرے والاستحاضۃ والسعال القدیم لا المتعاد اور استحاضہ اور قدیم کھانسی عیب ہو نہ عادت کی کھانسی ہم بحر الرائق مین ہو کہ مرض کی کھانسی عیب ہو قدیم ہو یا غیر قدیم کذا فی الطحطاوی والدین الذی یطالب فی الحال کالموجل احتقہ فانہ لیس بعیب کما نقلہ مسکین عن الذخیرۃ اور لونڈی غلام پر انکے دین کا ہونا عیب ہو جبکہ فی الحال مطالبہ ہو نہ وہ دین کسی مدت اسکی آزادی پر معین ہو اسواسطے کہ وہ عین نہین چنانچہ اسکو مسکین نے ذخیرہ سے نقل کیا ہم دین مؤجل بمعنی وہ ہو جو غلام پر خرید کرنے سے لازم ہوا ہو بلا اذن مولے لکن بعد الکمال وعللہ بنقصان ولانہ وھیرا نہ لیکن کمال الدین محقق نے ہر دین کو عیب کہا ہو اور دلیل تعمیم کی نقصان ولا اور نقصان میراث بیان کی ہم وجہ نقصان ولا اور میراث یہ ہو کہ ارباب دیون بیچنے اور عصبات پر مقدم ہین کذا فی الطحطاوی والشعر والماء فی العین وکذا کل ما فی فیہا منہ عیب ہو معراج کسیل وحصی وکثرۃ دمع والسوائل لبلۃ کزنبور وبعر مغیر صب مستدیر علی صوب شق جمعہ تمالیل قلہ وسن قبیح بالکثرۃ بعض شرح الھدایۃ اور پہ وال ونزول اب آنکھ مین اور اسی طرح ہر مرض کہ آنکھ مین عیب ہو کذا فی المعراج چنانچہ سرخ جالا اور کویہ تنگ ہونا اور آنسو کا ڈھلکنا اور مسا تو لول بتاء مثلثہ یرو زن زنبور چھوٹی سخت مکھی کو اہل ہند مسا بولتے ہین اور جمع انکے تمالیل کذا فی القاموس اور ہمایہ کے بعض نسخ سے مین کثرت کی قید لگائی ہو یعنے مسون کی کثرت عیب ہو نہ قلت وکذا الکی عیب لعود الداء کما اور اسی طرح داغ عیب ہو اگر آگ سے بسبب بیماری کے داغ دیا ہو اور نہین تو عیب نہین وقطع اصبع عیب واصبعان عیبان واصابع مع الکف عیب ہو اگر ایک انگلی کا کٹنا ایک عیب اور دو انگلیون کا مقطوع ہونا دو عیب ہین اور سب انگلیون کا قطع ہونا متعلق کے ساتھ ایک عیب ہو والعسر وھو من یعمل

۵ تفسیر مقصود فی ہو موصون بالعسر

بیسار و فقط کلاہما یعمل بالیمین ایضاً کعمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اور جو شخص کہ فقط اپنے بائیں ہاتھ سے کام کرے مگر جو شخص داہنے ہاتھ سے بھی کام کرے جیسا کہ فاروق اعظم عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کام کرتے تھے تو عیب نہیں بلکہ عمدہ وصف ہے والشیب فی رأسہ وخمر بکحل او قمار ان عدّ عیباً اور بیری اور شراب پینا علانیہ اور قمار بازی اگر عیب شمار ہو جیسا کہ نرد اور شطرنج کا قمار اور مانند انکے کذا فی الطحطاوی عن البحر وعدم ختانہا کو کبیرین مولدین اور لونڈی غلام کا ختنہ نہونا اگر بالغ دار الاسلام کے پیدا ہوئے ہوں ہم بالغ کی قید اسواسطے لگائی کہ صغیر کا ختنہ نہونا عیب نہیں اور اسی طرح جو غلام دار الحرب سے گرفتار ہو آئے صغیر ہو یا کبیر اسکا عدم ختان عیب نہیں اور قاضی خان کے فتاوے میں ہے کہ لونڈی کا ختنہ نہونا زمان سابق میں عیب تھا اب ہمارے زمانے میں عیب نہیں کذا فی الطحطاوی وعدم ختان حمار وقلۃ اکل دواب وکلاب وقیمۃ وتر ک صلوۃ لکن فی القنیۃ ترکہا فی العبد کبیر وجبا وۃ اور نبولنا گدھے کا اور کم کھانا جانوروں کا اور لونڈی غلام کا نکاح ہونا اور جھوٹ بولنا اور چغل خوری اور ترک نماز عیب ہے لیکن قنیہ میں ہے کہ ترک نماز غلام میں موجب رد نہیں ہے فیحمل ان الدار مسلمۃ متروکۃ ان یتمکن من الرجوع الناس کما یکون فیہا اور قنیہ میں ہے کہ اگر ظاہر ہو کہ گھر منحوس ہے تو لائق یہ ہے کہ مشتری رد بیع پر قادر ہو اسواسطے کہ لوگ ایسے گھر کے لینے میں خواہش نہیں کرتے وفی المنظومۃ المحبیۃ والحال عیب او علی الاصح لا والشفرۃ لا الخد والعیوب کثیرۃ برأ نا اللہ منہا اور منظومہ محبیہ میں ہے کہ خال عیب ہے اگر ٹھڈی یا ہونٹ پر ہو نہ گال پر اور انکے سوا عیب بہت ہیں حق تعالے ہمکو انسے بچاوے آمین حدث عیب آخر عند المشتری بغیر فعل البائع فلو بہ بعد القبض راجع بحصتہ من الثمن ووجبا کالعرش واما قبلہ فلہ خذاہ وجع بکل الثمن مطلقا پیدا ہوا دوسرا عیب مشتری کے پاس بدون فعل بائع کے فعل سے دوسرا عیب پیدا ہوا بعد قبض مشتری کے تو مشتری بقدر حصہ عیب قدیم ثمن پھیر دے اور عیب جدید کا جرمانہ بائع پر واجب ہوگا اور قبل قبض کے تو مشتری کو اختیار ہے چاہے اسکو لے حصہ نقصان کو کم کرکے یا اسکو پھیر دے کل ثمن لیکر ہر طرح یعنے خواہ عیب قدیم ہو یا نہو کذا فی الحلبی ہم حلبی نے کہا قولہ بکل الثمن متعلق ہے بقولہ او رد وہ سے فقط اور انکی کچھ حاجت نہ تھی کیونکہ معلوم ہے بلا اشتباہ بلکہ یہ قول خلاف مراد کا موہم ہے قولہ قلہ اغنہ کے متعلق ہونے کا کما لا یخفی معلوم کرنا چاہیے کہ حدوث نقصان دو حال سے خالی نہیں یا نقصان بائع کے پاس پیدا ہوا یا مشتری کے پاس اگر بائع کے پاس پیدا ہوا انکی پانچ صورتیں ہیں بائع کے فعل سے یا مشتری کے فعل سے یا اجنبی یا مبیع کے فعل سے یا آفت آسمانی سے سو اگر بائع کے فعل سے ہوا تو مشتری مختار ہے خواہ قدیم عیب ہو یا نہ ہو چاہے اسکو چھوڑ دے اور چاہے لے حصہ نقصان کو گھٹا کر اور اگر عیب مشتری سے ہوا تو اسپر تمام ثمن لازم آیا ثمن کو بقدر نقصان کم نہیں کرسکتا اور اگر نقصان بفعل اجنبی ہوا تو مشتری مختار ہے چاہے مبیع کو لے سب ثمن دیکر اور اجنبی سے جرمانہ لے اور چاہے مبیع کو ترک کرے اور اجنبی سے ثمن ساقط ہے اور اگر نقصان آفت آسمانی سے ہوا یا مبیع کے فعل سے تو چاہے مشتری اسکو ترک کرے چاہے لے بقدر نقصان ثمن گھٹا کر اور اگر نقصان مشتری کے پاس پیدا ہوا ہو تو اگر مشتری یا مبیع کے فعل سے ہوا ہو یا آفت آسمانی سے تو اسکو عیب قدیم کے سبب سے پھیر نہیں سکتا لیکن بقدر نقصان قدیم ثمن کم کرسکتا ہے اور اگر بائع ناقص لینے پر راضی ہو تو پھیر دینا بھی جائز ہے اور اگر نقصان بائع یا اجنبی کے فعل سے ہو تو مجرم پر جرمانہ واجب ہے اور پھیر دینا ممنوع ہے اور بقدر حصہ عیب قدیم ثمن پھیر لینا جائز ہے کذا فی البحر جبکہ یہ معلوم ہوا تو دریافت کرنا چاہیے کہ مصنف نے حدوث ثانی کو بعد القبض فرض کیا ہے چنانچہ قولہ عند المشتری اسپر دلالت کرتا ہے اور مذکور ہو چکا کہ قبض کے بعد مشتری کو بقدر نقصان عیب قدیم ثمن پھیر لینا پانچوں صورتوں میں جائز ہے مگر شارح نے فقط فعل بائع کا مستثنیٰ کرلیا اسواسطے کہ بائع کی رضامندی سے اسمیں پھیر دینا ممکن نہیں لیکن شارح پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ فعل اجنبی کا بھی یہی حکم ہے جو بائع کے فعل کا حکم ہے تو شارح پر لازم تھا کہ یوں کہتا بغیر فعل البائع او الاجنبی کذا فی الحلبی ملخصا ولو برہن البائع علی حدوثہ والمشتری علی قدمہ فالقول البائع والبینۃ للمشتری اور اگر گواہ لایا بائع عیب جدید ہونے پر اور مشتری گواہ لایا اسکے قدیم ہونے پر تو بائع کا قول معتبر ہے اور گواہ مشتری کے مقبول ہیں ہم نہر الفائق میں قاضی خان کی شرح سے مرجح کر کے صورت حاضرین کی گواہی مشتری کی گواہی مقبول ہے کیونکہ وہ مثبت اختیار ہے اور قول بائع کا معتبر ہے کیونکہ وہ اختیار کا منکر ہے تو بائع کا قول اسوقت

مشتری جبکہ مشتری کے گواہوں اور شرح کی عبارت اسپر دلالت نہیں کرتی کما لایخفی وگویند جبرًا مالہ حمل وموٴنۃ الا فی بلد المحل بحر اور یہ بھیجے مشتری زیردستی اُس مبیع کو جسکے واسطے باربرداری اور خرچ کی حاجت ہو مگر جس شہر میں عقد بیع واقع ہوا ہو اسمیں بھیجدینا جائز ہی یا وجود باربرداری کے بھی کذا فی البحر اسواسطے کہ حاجت باربرداری بترک عیب پانے کے ہو کذا فی النہر رجع بنقصانہ الا فیما استثنی وعنہ مالو اشتراہ وتولیتہ او خاطہ او طحنہ او صبغہ او قصرہ او آجرہ او سمنہ او زرعہ او حصدہ او دیسہ او طبخہ او شیہ او عجنہ او خبزہ او شواہ او اغلاہ او قلاہ او شواہ او اغلاہ او قلاہ او شواہ او اغلاہ او قلا

بنائی پھر مشتری اس کپڑے کے عیب قدیم پر مطلع ہوا تو بقدر نقصان ثمن سے پھیر لے بواسطے امتناع پھیر دینے کے بسبب زیادہ ہوجانے مبیع کے اور یہ امتناع رد بواسطے حق شرع کے ہے بسبب حاصل ہونے ربوا کے یہاں تک کہ اگر بائع اور مشتری دونوں رد مبیع پر راضی ہوجاویں تو حاکم اسپر حکم نکرے کذا فی الدر وابن کمال مع زیادتی مبیع میں امتناع رد بواسطے ہوا کہ اصل مبیع میں بلا زیادت فسخ نہیں ہوسکتا کیونکہ زیادتی جدا نہیں ہوسکتی اور مع زیادت فسخ کی کوئی وجہ نہیں تو ہر صورت فسخ ممتنع ہوا شارح کو مناسب تھا کہ یوں کہتا لحصول شبہۃ الربوا بواسطے کہ رجعت ربوا قدر اور جنس سے ہوتی ہے سو یہاں دونوں مفقود ہیں کذا فی الطحطاوی وے کما یجب لو باعہ ای ممتنع رجعہ فی ھذہ الصورۃ بعد رؤیۃ العیب قبل الرضی بہ صریحا او دلالۃ چنانچہ مشتری رجوع بعد نقصان کرتا ہے اگر مبیع ممتنع الرد ہو جیسا اس صورت مذکورہ میں عیب دیکھنے کے بعد قبل اسکے سامنے راضی ہوئے کے بطور صراحت یا دلالت کے ہم یعنے اگر اول رضامندی ثابت ہوگی تو رجوع سے رجوع نقصان ہونا کا رضا بطریق دلالت سطرح ہے کہ مبیع کو لباس یا رکوب میں استعمال کرے امتناع رد کی قید سے شارح نے اشارہ کیا کہ امتناع سابق ہے بیع پر تو بیع کو امتناع میں کچھ تاثیر نہیں تو مشتری بیع سے حالیں مبیع کا تابع ٹھہرا لہذا رجوع نقصان میں اسکو اختیار ہوگا کذا فی الطحطاوی اومات العبد المراد ھلاکہ المطلع عند المشتری او اعتقہ او دبرہ او استولدھا او وقف قبل علمہ بعیبہ یا غلام مرگیا موت عبد سے ہلاک مبیع مراد ہے مشتری کے پاس خواہ مبیع آدمی ہو یا غیر اسکا یا غلام کو مشتری نے آزاد کردیا یا مدبر کیا یا لونڈی کو حرم نبایا یا مبیع کو وقف کیا اسکے عیب دریافت ہونے سے پہلے او کان للمبیع طعاما فاکلہ او بعضہ او اطعمہ عبدہ او مدبرہ او ام ولدہ او لبس الثوب حتی تخرق فانہ یرجع بالنقصان استحسانا عندھما وعلیہ الفتوی بحر وعنہما یرد ما بقی دیرجع بنقصانہ ما لم یعلم بہ الفتوی اختیار و فہستانی یا مبیع طعام تھا سو مشتری نے اسکو سب یا تھوڑا کھا یا یا اپنے غلام یا مدبر یا ام ولد کو کھلایا یا کپڑا پہنا یہاں تک کہ پھٹ گیا تو بقدر نقصان ثمن پھیر لے گا صاحبین کے نزدیک بدلیل استحسان اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی البحر اور صاحبین سے دوسری روایت یہ ہے کہ ما بقی کو پھیر دے اور جسقدر کھانا کھایا ہے اسکے نقصان کو پھیرے اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی الاختیار والفہستانی ہم جیسے اعتاق اور تدبیر اور استیلاد اور وقف میں شرط ہے کہ یہ افعال قبل علم بالعیب ہوں ویسے ہی اکل طعام اور لبس ثوب میں بھی شرط ہے کہ قبل علم بالعیب ہوں چنانچہ ہدایہ سے معلوم ہوتا ہے تو شارح کو مناسب تھا کہ قید مذکور لبس ثوب کے بعد مذکور کرتا تا مسائل عشرہ کو شامل ہوتا اور صاحبین کے قول پر فتوی ہے فقط اکل طعام میں ہے اور شارح کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ جمیع مسائل یا مسئلہ اخیرہ میں فتوی ہے اور صاحبین کے قول کو بحر الرائق میں استحسان کہا ہے اور ہدایہ اور عنایہ اور فتح القدیر اور شرح زیلعی میں یوں مصرح ہے کہ استحسان عدم رجوع ہے اور یہی قول ہے امام اعظم کا کذا فی الحلبی ولو کان فی ونائبی فی نزہۃ الباقی بحصتہ من الثمن التعاما ابن کمال وابن ملک مبیع قلت فعلی ما فی الاختیار والفہستانی میترجح القیاسی فتنبہ ہم اور اگر طعام دو برتن میں ہو تو مشتری کو باقی طعام کا پھیر دینا اسکے جنس کے موافق کم کرکے باتفاق امام اور صاحبین کے درست ہے کذا صرح ابن کمال فی الیضاح الاصلاح وابن ملک اور یہ مسئلہ اسی باب میں آویگا میں کہتا ہوں پھر جب اختیار اور فہستانی کی عبارت کے قیاس راجح ہوگیا سو خبردار ہوجا ہم قیاس یعنے رجوع نقصان یہی قول صاحبین ہے بیان شارح کا بیان ہدایہ اور عنایہ اور فتح القدیر اور شرح زیلعی کے موافق ہوگیا کہ قول صاحبین قیاس ہے استحسان کذا فی الحلبی ولو اعتقہ علی مال او کاتبہ او متلہ او ابق او اطعمہ طفلہ او امرأتہ او مکاتبہ او ضیفہ صح تبعا للعین فی الرہن لکن ذکر فی المجمع فی الجمیع قول الزیلعی وافرعہ شراحہ حتی العین فلیحرر البعریۃ یلا ولیتہ فتنبہ لا یرجع بشیء لامتناع الرد بفعلہ اور اگر مشتری نے غلام کو بعوض مال کے آزاد کیا یا اسکو مکاتب کیا یا مار ڈالا یا وہ بھاگ گیا یا کھانا اپنے طفل یا زوجہ یا مکاتب یا اپنے مہمان کو کھلایا کذا فی البحر بعد مطلع ہونیکے مشتری کے عیب پر ایسا ذکر کیا ہے مصنف نے اپنی شرح میں تابع ہوکر عینی کا رمز الحقائق شرح کنز الدقائق میں لیکن مجمع میں جمیع مسائل میں قبل رویت کو ذکر کیا ہے اور انکے شارح نے اس قید کو مسلم رکھا ہے یہاں تک کہ عینی نے بھی شرح مجمع میں تو کلام عینی میں بعد رویت اولے ہونے کی

مفید ہوئی خبردار رہنا تو مسائل مذکورہ میں مشتری کچھ بھی رجوع نہیں کرسکتا بسبب ممتنع ہونے رد کے اسکے فعل سے ہم عینی کے کلام میں تناقض ہے شرح کنز میں بعد بت مذکور ہے اور شرح مجمع میں قبل رؤیت جلبی نے کہا روایت صحیح یہی حق ہے والا ان مسائل میں یعنے اعتاق بالمال سے آخر تک اور مسائل سابقہ میں یعنے بیع اور موت اور اعتاق اور تدبیر میں کچھ فرق نہیں رہتا وکا حاصل ان کل موضع الیائع احتنہ مجیبکہ لا یرجع باخراجہ عن ملکہ ولا یرجع اختیار اور قاعدہ کلیہ ان مسائل میں یہ ہے کہ جہاں امین بائع کو مبیع کا باعیب لینا درست ہو تو وہاں مشتری ثمن کو بقید نقصان پھیر لے نہیں سکتا بسبب اخراج مبیع کے اپنی ملک سے والا پھیر سکتا ہے کذا فی الاختیار رص بحر الرائق میں ہے کہ اس قسم کے مسائل میں اصل یہ ہے کہ جب مبیع ممتنع ہو مشتری کے فعل مضمون سے چنانچہ قتل اور تملیک غیر تو رجوع بالنقصان ممتنع ہوا اور جب رد ممتنع ہو بلا جہت مشتری کی جہت سے ہو مگر بفعل غیر مضمون چنانچہ ہلاک ہونا آفت آسمانی سے یا مبیع کا گم ہو جانا یا زیادہ ہو جانا اسطرح پر کہ مانع رد ہو یا اعتاق اور تدبیر اور استیلاد تو رجوع بالنقصان ممتنع نہیں کذا فی الطحطاوی وفیہ الفتوی علی قولہما فی الاکراہ وقولہ الفقیہ ابی اللیث اور اختیار میں ہے کہ فتوی صاحبین کے قول پر ہے اکل طعام میں اور ثابت رکھا ہے اسکو قستانی نے ہم ذکر فتوی عقریب مذکور ہو چکا تو مکرر ہو گیا تنبیہ بعض اوقات یطلق الجوز ویراد بہ الفکر فحینئذ فاسد لا ینتفع بہ ولو علفا للدواب قالوا لان ایتناولہ شیئا بعد علمہ بعیبہ نقصان خریدے انڈے اور خربوزے کے مانند کوئی چیز چنانچہ اخروٹ یا اگر گری کھیرا پھر اسکو توڑا تو ایسا بگڑا پایا جو لائق انتفاع ہے اگرچہ جانوروں کا چارہ ہو سکے تو اسکو بقدر نقصان ثمن پھیر لینا جائز ہے اگر اسمیں سے بعد عیب دریافت ہونے کے کچھ کھا یا ہو یعنے بعد چکھ لینے کے کچھ پھیر لینا درست نہیں کذا فی النہر لا اذا رضی البائع بہ مگر جبکہ بائع اسکے پھیر لینے پر راضی ہو تو رجوع بنقصان جائز نہیں ولو علم بعیبہ قبل کسرہ فلہ رد اور اگر مشتری اسکا عیب جان گیا قبل اسکے توڑنے کے تو اسکو پھیر دینا جائز ہے وان لم ینتفع بہ اصلا لفقد کل النفع بطلان البیع اور اگر لائق انتفاع ہو اسطرح پر کہ انڈا گندا ہو یا اگر گری کڑوی ہو یا اخروٹ خالی بے مغز ہو تو کل ثمن مشتری کا ہے بسبب باطل ہونے بیع کے اسواسطے کہ توڑنے کے بعد معلوم ہوا کہ وہ مال نہیں کذا فی النہر ولو وجدا کثرہ فاسدا جاز بحصتہ عندہما نفرا اور اگر اکثر اخروٹوں اور خربوزوں کو فاسد پایا یا اور کثر کو صحیح تو بقدر صحیح بیع جائز ہے صاحبین کے نزدیک کذا فی النہر ہم نہایہ میں ہے کہ صاحبین کا قول اصح ہے قلیل وہ ہے جسے اخروٹ خالی ہوتے ہوں عادت میں چنانچہ سو میں ایک اور دو تو ایک دس میں کثیر ہے چنانچہ قنیہ میں سمح اور سرخسی نے کہا کہ تین عفو ہیں یعنے سو میں کذا فی النہر الفائق وفی المجتبی لو کان صنادیقا بعضہا فارغا فکلہ اقرباء بعد وقوع فارغ فیہ دجع بنقصان العیب عندہما وبہ یفتی اور مجتبی میں ہے کہ اگر گھی پگھلا ہوا اور اسکو مشتری نے کھایا پھر اسکے بائع نے اسمیں چوہے گرنے کا اقرار کیا تو مشتری نقصان عیب کو پھیرنے صاحبین کے نزدیک اور اسیکا فتوی ہے ہم یعنے ظاہر گھی کی قیمت کیجائے پھر گھی کی جو اس نجاست سے نجس ہو گیا ہو پھر قدر تفاوت کو بائع سے پھیرے کذا فی الطحطاوی وبایع ما اشتراہ فرد المشتری الثانی علیہ بعیب قدیم او حدث عندہ لزمہ قضاء لا دیانۃ ضمن مالہ بحدث بہ عیبا اخر عندہ فلیرجع بالنقصان مثلاً زمینے بیچا اسکو خریدکیا تھا حالا سے سو مشتری ثانی نے زمیکو وہ چیز پھیر دی بسبب عیب کے تو زمیا اسکے بائع کو یعنے خالد کو پھیر دے اگر رد بیع بحکم قاضی ہوا ہو اسواسطے کہ رد بحکم قاضی فسخ ہے اصل بیع کا وقتیکہ مشتری ثانی کے پاس دوسرا عیب سوائے عیب قدیم کے پیدا ہو گیا ہو تو اب مشتری ثانی نقصان پھیرنے کا ہم مشتری ثانی کے رد بیع کی باسواسطے قید لگائی کہ اگر بیع کی پھر مشتری عیب قدیم پر مطلع ہوا اور دوسرا عیب اسکے پاس پیدا ہوا اور اسنے عیب قدیم کا نقصان پھیر لیا تو امام کے نزدیک بائع اسکے بائع سے یعنے مشتری اول بائع سے عیب قدیم کا نقصان نہیں پھیر سکتا ہے اور صاحبین کے نزدیک پھیر سکتا ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر وھذا الوجہ قبضہ قبلہ مطلقا فی غیر العقار کالترکۃ بخیار رؤیۃ او شرط ہر دو اور یہ یعنے رد بیع کے واسطے حکم قاضی کا شرط ہونا اسوقت ہے جبکہ مشتری ثانی کے قبض کے بعد ہوا ہو سوا اگر مشتری ثانی نے مبیع کو قبل قبض کرنے کے پھیر دیا تو مطلقا خواہ بقضا ہو یا برضا

بھیر سکتا ہے غیر راضی میں مانند رد خیار الرؤیۃ اور خیار الشرط کے کذا فی الدرر یعنے اگر مشتری ثانی نے خیار الرؤیۃ یا خیار الشرط میں رد بیع کی تو مشتری اول کو بھی بھیر دینا اسکے بالع پر مطلقاً جائز ہے خواہ بالقبض ہو یا برضا تو یہ تشبیہ ہر رد مطلق میں اور راضی کو اسسے مستثنا کیا کہ اسمیں مشتری اول بالع پر رد نہیں کر سکتا بدون حکم قاضی کذا فی الطحطاوی ولہذا اذا باعہ قبل اطلاعہ علی العیب فلو بعدہ فلا رد مطلقاً بحر اور یہ یعنے جواز رد اسوقت ہے جبکہ مشتری اول نے اسکو بیچا ہو عیب پر مطلع ہونے سے پہلے سو اگر بعد اطلاع کے بیع کی تو مطلقاً رد جائز نہیں کذا فی البحر یعنے اگرچہ بحکم قاضی ہو اسواسطے کہ بیع کرنا بعد اطلاع عیب دلیل ہر رضا مندی کی وھذا فی غیر النقدین لعدم تعینھما فلہ الرد مطلقا شرح مجمع اور یہ یعنے تفصیل مذکور رد بیع میں باعتبار قضا اور رضا کے نقدین کے غیر میں ہے بسبب نہ متعین ہونے نقدین کے بیع میں تو نقدین میں مطلقاً رد بیع جائز ہے کذا فی شرح المجمع صحر البحر الرائق میں ہے کہ بیع میں عین ہونے کی قید لگائی نامصنف نے احتراز ہو جاوے اسواسطے کہ اسمیں رد بیع فسخ ہے بلا فرق قضا و رضا اسواسطے کہ دینار متعین نہیں عقود میں تو جبکہ دینار رد کرکے بدلے اسکے دوسرے دینار کے ہاتھ بیچے پھر مشتری ثانی نے دینار میں عیب پایا اور اسکو بھیر دیا تو مشتری اول بالع کو بھیر سکتا ہے کذا فی الطحطاوی ولو ردہ برضاہ بلا قضاء لا کان لم یحدث مثلہ فی الاصح لانہ اقالۃ اور اگر مشتری ثانی نے مبیع کو مشتری اول کی رضامندی سے بھیر دیا بلا حکم قاضی تو مشتری اول اسکو بالع پر نہیں بھیر سکتا اگرچہ وہ ایسا عیب ہو جیسا کہ اسکے پاس نہ پیدا ہوتا ہو قول اصح میں اسواسطے کہ وہ اقالہ ہوا اور وہ بیع جدید ہے ثالث یعنے بالع کے حق میں کذا فی النہر اور قول غیر اصح یہ ہے کہ جو عیب حادث نہو سکتا ہو چنانچہ زائد الکمی تو اسکو مشتری اول بالع پر بھیر سکتا ہے اسواسطے کہ بالیقین ثابت ہو کہ عیب بالع اول کے پاس بھی موجود تھا کذا فی المنح ادعی عیبا موجبا للنقص او حط ثمن بعد قبضہ العبیہ لم یصر المشتری قابضا فلم الثمن للبائع بل یوھن المشتری لاثبات العیب ویحلف بالله علی نفی قیدہ الثمن ان لم یکن شہود المشتری نے دعوی کیا کہ ثمن عیب کا ہو موجب فسخ بیع یا کم کرنے ثمن کا ہو بعد قبضہ کرنے مبیع کے تو مشتری پر جبر نہو گا بالع کو ثمن دینے پر بلکہ گواہ لاوے مشتری اثبات عیب کے یا بالع اسکا قسم کھاوے نفی عیب پر اور مشتری ثمن دے اگر گواہ نہوں وان ادعی غیبۃ منھو وہ دفع الثمن احلف بالله اور اگر مشتری نے اپنے گواہوں کی عدم حضوری کا دعوی کیا تو ثمن دینا چاہیے اگر بالع نے نفی عیب کی قسم کھائی ہو ہم اگر مشتری اسکے بعد گواہ لاوے تو ثمن پھیر لیا جائیگا ولو قال احضرھم الی ثلثۃ ایام اجلہ اور اگر مشتری نے کہا کہ میں گواہوں کو حاضر کرتا ہوں تین دن تک تو قاضی اسکو مہلت دے ولو قال لا بینۃ لی فحلفہ ثم اتی بھا قبلت خلافا لھما فسخ اور اگر مشتری نے کہا کہ میرے پاس گواہ نہیں اور قاضی نے بالع سے قسم لی پھر مشتری گواہ لایا تو شہادت مقبول ہو گی بخلاف صاحبین کے کذا فی الفتح ولزم العیب بنکولہ ای البائع علی الحلف اور عیب لازم ہو گا بالع کے قسم نہ کھانے سے اسواسطے کہ انکار قسم جب ہوا سوا حدود کے کذا فی المنح ادعی المشتری اباقا ونحوہ مما یشترط لردہ وجود العیب عندھا کبول وسرقۃ وجنون لم یحلف بالعتق اذا انکر قیامہ للحال حتی یبرھن المشتری انہ قد ابق عندہ فان برھن حلف بالعتق ما ابق عندھا بالله ما ابق ما سرق وما جن قط وفی الکبیر بالله ما ابق منذ بلغ مبلغ الرجال لاختلافہ صغرا وکبرا مشتری نے غلام کے بھاگنے کا دعوی کیا اور بھاگنے کے مانند وہ عیب ہے جسکے پھیر دینے کے واسطے وجود عیب عاقدین کے پاس شرط ہے چنانچہ بول اور سرقہ اور جنون تو قسم نہ لیجائیگی اسکے بالع سے جب وہ اس عیب کے بالفعل موجود ہونیکا منکر رہتا ہو فیکلہ مشتری گواہ لاوے اسپر کہ غلام بھاگ گیا مشتری کے پاس سے تو اگر یہ امر ملگواہی ثابت کریگا تو قاضی صاحبین کے نزدیک اسکے بالع سے یوں قسم لے گا کہ قسم خدا کی کہ وہ کبھی نہیں بھاگا اور نہ چوری کی اور نہ دیوانہ ہوا اور جوان غلام میں یوں قسم کھائی کہ قسم خدا کی کہ وہ نہیں بھاگا جب سے کہ وہ جوان مردوں کے برابر ہو پہنچا ہے مختلف ہونے کے لحاظ سے کہ لڑکپن کے طفل اور جوانی میں یعنے طفلی میں لڑکپن عیب نہیں اور جوانی میں عیب ہے کما سیاتی انشاء اللہ تعالی اگر بالع نے قیام عیب فی الحال کا اقرار کیا تو اسسے سوال ہوگا کہ تیرے پاس بھی یہ عیب موجود تھا تو اگر اسنے اسکا بھی اقرار کیا تو پھیر دیا جائیگا مشتری کی التماس سے اور اگر وجود عیب کا اپنے پاس انکار کیا تو مشتری سے گواہ طلب ہونگے اسپر کہ یہ عیب بالع کے پاس بھی موجود تھا سو اگر اسنے گواہ سے ثابت کیا تو پھیر دیا جائیگا

اور اگر مشتری گواہ نہ لایا تو بائع سے قسم لیجائیگی کذا فی النہر واعلم ان العیوب انواع خفی کما بان و علم حکمہ معلوم کہ کر عیب چند قسم ہین ایک قسم کا عیب مخفی ہی چنانچہ بھاگنا اور اسکا حکم معلوم ہو چکا کام یون معلوم ہو چکا کہ گاہے متحق ہوتا عیب کا عاقدین کے پاس باوجود اتحاد حالت شرط ہی اور گاہے شرط نہین اور اسکو اختیار ہی قبول اور رد مین مگر جبکہ دوسرا عیب اسکے پاس پیدا ہوا کما تقدم مگر یہ کمی کے مانند وہ عیب ہی جو معلوم ہو بدون تجربہ اور آزمائش کے چنانچہ سرقہ اور بول فی الفراش اور جنون کذا فی الطحطاوی وظاہر کعورہ مہما واصبع زائدۃ او ناقصۃ فیقضی بالرد بلا یمین للتیقن بہا ذا لم یدع الرضی بہ اور دوسری قسم عیب ظاہر ہی چنانچہ یک چشمی اور گنگی اور زیادہ یا کم اونکی تو قاضی رد بیع کا حکم کریگا بدون قسم لینے بائع کے بسبب متیقن ہونے اس عیب کے مشتری اور بائع کے پاس جبکہ بائع نے یہ دعوی نکیا ہو کہ مشتری اس عیب سے راضی ہو گیا تھا اسی طرح اگر بائع نے دعوی کیا کہ مشتری اس عیب کا واقف تھا خاریدکے وقت یا اسنے ابراء عیب کا دعوی کیا سو اگر اسکا دعوی ثابت ہوا گواہ سے یا مشتری کے اقرار سے تو حکم رد نہین ہو سکتا والا مشتری سے قسم لیجائیگی پھر اسنے اگر قسم کھائی تو بھیر اور اگر قسم سے انکار کیا تو رد بیع ہو گیا کذا فی النہر ومالا یعرفہ الا الاطباء کلبن فیکفی قول عدل واحد کما بانہ عندنا بخلاف قول عدلین اور تیسری قسم وہ عیب ہی جسکو کوئی نہین جانتا سوائے اطباء کے چنانچہ درد جگر تو کفایت کریگا ایک عادل طبیب کا قول اور اس عیب کے ثابت کرنے کے واسطے اسکے بائع کے پاس دو عادل طبیبون کا قول کافی ہو ہم اور اگر قاضی خود طبیب ہو تو خود اسکو دریافت کرے کذا فی النہر من البدائع ومالا یعرفہ الا النساء کرتق فیکفی قول الواحدۃ ثم یحلف الباائع یعنی اور چوتھی قسم وہ عیب ہی جسکو کوئی نہین جانتا مگر عورتین چنانچہ عورت کی شرمگاہ کی بستگی تو ایک عورت کا قول کافی ہی پھر بائع سے قسم لیجائے کذا فی العینی ہم یعنی مین یون مذکور ہی کہ قیام عیب فی الحال مین ایک ثقہ عورت کا قول کافی ہی پھر اگر یہ اختلاف بعد قبض کے ہو تو رد بیع نہین عورتون کے قول سے بلکہ تحلیف بائع ضرور ہی کذا فی الطحطاوی قلت وبقی خامس وہو ما لا یطلع علیہ الرجال والنساء فقی شرح قاضیخان شرنبلالیہ واد عی انہا تحلف حلف البائع مین کہتا ہون باقی ہی پانچوین قسم عیب کی جسکو نہ مرد دیکھین نہ عورتین سو قاضی خان کی شرح مین ہی کہ خریدکی لونڈی اور مشتری نے دعوی کیا کہ وہ خصی ہی تو اسمین بائع سے قسم لیجائے اپنے جب اسکو نہ مرد دیکھ سکے نہ عورت تو بجز قسم بائع الفضال کا کوئی طریقہ نہین اسحق بعض المبیع فان کان استحقاقا قبل القبض للکل کخیر فی الکل تفرق الصفقۃ یعنی بیع مین غیر بائع کی ملک کا استحقاق ثابت ہوا سو اگر استحقاق قبل قبض کرنے کل مبیع کے ہو تو مشتری ہر ایک قیمی و مثلی مین مختار ہو جاوے باقی مین بیع قائم رکھے چاہے بھیر کے بسبب متفرق ہونے صفقہ کے ہم کل ثانی سے کل مبیع مراد نہین جیسا بعضون نے سمجھا ہی اسواسطے کہ بعض مستحق مین بیع باطل ہی بلکہ کل سے قیمی اور مثلی مراد ہی کذا فی الطحطاوی وان بعد خیر فی القیمی لا فی غیرہ لان تبعض القیمی کعیبہ المثلی کما سیجئ اور اگر استحقاق بعد قبض کے ہو تو مشتری مختار ہو قیمی مین نہ غیر قیمی مین اسواسطے کہ تبعیض قیمی کی عیب ہی نہ مثلی کی چنانچہ آگے کام یعنے اگر استحقاق سے باقی مین عیب پیدا ہو چنانچہ گھر یا زمین یا غلام مشتری باقی مین مختار ہو چاہے اسکے حصے کے موافق ثمن دیکر لے چاہے بھیر دے اور اگر مبیع دو چیزین ہون جو بمنزلہ شئ واحد کے ہین حکم مین پھر ایک چیز مستحق نکلی تو بھی اسکو باقی مین اختیار ہی اور اگر استحقاق سے عیب ثابت ہوا باقی مین چنانچہ مبیع دو کپڑے یا دو غلام ہون پھر ایک مستحق نکلے یا اناج کا ڈھیر ہوا اور اسمین بعض مستحق غیر ہو تو اسکی تبعیض مین ضرر نہین تو باقی کا لینا مشتری کو لازم ہی اسمین اختیار بھیرنے کا نہین کذا فی المنح وان شرئ شیئین فقضی احدھما دون الاخر فلکل حکم ما قبل قبضھما مالم یستحق او تعیب احدھما خیر اور اگر دو چیزین خریدین سو ایک پر قبضہ کیا نہ دوسری پر تو اسکا حکم وہ ہی جو ماقبل قبض کا حکم ہی یعنے گر ایکا بین استحقاق یا عیب ثابت ہو تو مشتری مختار ہی وھو ای خیار العیب بعد زوال العیب علی التراخی علی المعتمد کما فی الحاوی غیر ہ اور وہ یعنے خیار العیب بعد دیکھنے عیب کے تراخی پر ہی یعنے فی الفور نہین بنا بر قول معتمد کے اور وہ جو حاوی مین ہی سو غریب ہی یعنے قول ضعیف ہی کذا فی البحر ہم حاوی مین ہی کہ اگر مشتری نے بعد عیب دیکھنے کے باوجود قدرت علی الرد کے رکھ لیا تو یہ رضا مندی ہی

لہ بقرینہ عقل کہ کمیں کی چوڑی کا بیچنا اول تو نہین ہوتا ہوا تو بہت کم ہوتا

لینے اب اسکو واپس دینے کا اختیار نہیں کذا فی الحلبی فلو خاصم ثم ترک ثم عاد و خاصم فلہ الرد مالم یوجد منہ بطلان کدلیل الرضی فتح تو اگر مشتری بسبب عیب کے جھگڑا کیا پھر جھگڑا چھوڑ دیا بعد مدت پھر آیا اور جھگڑا کیا تو اسکو واپس دینے کا اختیار ہوتا وقتیکہ سبطلان اختیار نہ پایا گیا ہو چنانچہ دلیل رضامندی کی کذا فی الفتح وفی الخلاصۃ لو لم یحد الباقع حق ھلک او حدث بہ نقصان او خلاصہ یہ ہے کہ اگر مشتری نے بعد اطلاع عیب کے بائع کو نہ پایا یہاں تک کہ مبیع ہلاک ہوئی تو بقدر نقصان ثمن سے پھیر لے واللبس المرکوب فی المدۃ لہ وبہ عینی رضی بالعیب الذی یراہ وبہ فقط عالم بہ یتعین غرضہ فی اور پہننا اور سوار ہونا مشتری ہی عیب کی اور مبیع کی دوا کرنا یعنے مبیع کو علاج میں صرف کرنا کذا فی العینی رضامندی ہے فقط اسی عیب کی جسکی دوا کی تا وقتیکہ دوا سے انکو نقص نہ کر دیا ہو کذا فی البرجندی م یعنے اگر مبیع غلام ہو اور مشتری نے اسکے عیب کی دوا کی تو یہ رضا ہے کیونکہ یہ دلیل ہے انکے رکھ لینے کی لیکن اگر غلام میں دو بیماریاں ہیں ایک بیماری کی اسنے دوا کی تو دوسری بیماری کے سبب سے اسکو پھیر دینے کا اختیار ہے بشرطیکہ دوا سے نقصان زیادہ نہ ہو گیا ہو چنانچہ غلام کے ہاتھ میں درد تھا اور اسکی دوا سے ہاتھ انکا شل ہو گیا یا انکھ میں اسکی سفیدی تھی اور دوا کرنے سے انکھ پھوٹ گئی تو اب دوسرے عیب کے سبب سے اسکو پھیر نہیں سکتا اسواسطے کہ مشتری کے پاس ثمن میں دوسرا نقصان پیدا ہو گیا کذا فی الطحطاوی وکذا کل مفید رضا بعد العلم بالعیب یمنع الرد وکالمرض اور اسی طرح ہر قول اور فعل جو مفید ہو رضامندی کا بعد دریافت کرنے عیب کے پھیر دینے کا اور بعد نقصان ثمن پھیر لینے کا مانع ہو ومنہ العرض علی البیع لا الدراھم لو اوجر نزیوفا فعرضھا علی البیع فلیس برضی کعرضہ علی خیاط لینظر ایکفیہ ام لا او عرضہ علی القوم لیحتزموا اور منجملہ دلائل رضامندی پیش کرنا ہو مبیع کا بیچنے کے واسطے سوا دراہم کے جبکہ انکو کھوٹا یا یا پھر انکو بیچ کے واسطے پیش کیا تو یہ پیش کرنا رضامندی نہیں ہے چنانچہ کپڑا سامنے کرنا درزی کے تاکہ وہ دیکھے کہ انکے قمیص وغیرہ کو کفایت کرتا ہے یا نہیں یا سامنے کرنا بیع کا قیمت والو کے آگے تا انکی قیمت ٹھہرائی جاوے رضامندی نہیں ہے اور منجملہ دلائل رضامندی اجارہ اور رہن اور کتابت ہر بعد اطلاع عیب کے اور صحیح یہ ہے کہ دوسری بار کا خدمت لینا رضامندی ہے نہ اول بار کا استخدام کذا فی الظہیریہ ولو قال لم ارض بہ فقال بعتہ قال نعم لزم ولو قال لا کان نعم عرض علی البیع وفقہ ہر للکنز ذلیہ اور اگر بائع نے مشتری سے کہا کیا تو اسکو بیچتا ہے کہا ہاں تو بیع لازم ہو گئی اب خیار العیب نہیں پھر سکتا اور اگر مشتری نے کہا کہ نہیں تو بیع لازم نہیں اسواسطے کہ ہاں کہنا بیع کے واسطے پیش کرنا ہے اور نہیں کہنا بائع کی ملک ثابت رکھنا ہے کذا فی البزازیہ یعنے یہ چیز میری مملوک نہیں اسواسطے کہ میں اسکو پھیر دونگا بلکہ یہ تیری ملک ہے لا کہ ورضی المرکوب للمدعی بالعیب ثم ادعی الشراء العلف لہ او للمبیع والحال ان المشتری لا یدلہ صدق المرکوب بخلاف ما لو صعد بہ رضامندی نہیں سوار ہونا بائع کو پھیر دینے کے واسطے یا جانور کے چارہ خریدنے کے واسطے یا اسکو پانی پلانے کے واسطے اور حالانکہ مشتری کو سواری کی ضرورت ہو بسبب اپنی عاجزی کے یا جانور کی سرکشی کے یعنے مشتری ناتوانی سے امور مذکورہ کے واسطے پیدل نہیں جا سکتا یا جانور سرکش ہو کہ بدون سوار ہونے کے نہیں ٹھہرتا تو ایسا سوار ہونا دلیل رضامندی کی نہیں تو معلوم ہوا کہ سواری بلا ضرورت رضا ہے وھذا ھو قید للاخیرین او الثلثۃ استظہرہ البرجندی الثانی واعتمدہ المصنف تبعا للزیلعی والبحر والشمنی وغیرھم کذا فی اور کیا ضرورت سواری کی اخیرین یعنے چارہ خریدنے اور پانی پلانے کی قید ہے یا تینوں کی قید برجندی ثانی کو قوی کہا ہے اور اسی پر مصنف نے اعتماد کیا ہے اپنی شرح میں درر اور بحر الرائق اور شرنبلالی کا تابع ہو کر اور انکے غیر اور مصنفین نے اول کو قوی کہا ہے ہم مصنف نے اپنی شرح منح الغفار میں کما لا یخفی منہ قید ہے اخیرین کی اور اسی پر ہمارے استاذ نے بحر الرائق میں اعتماد کیا ہے انتہی تو اول ہے اخیرین مراد ہیں اور ثانی سے امور ثلثہ اور اگر شارح نے اول ثانی کہا تو بہتر تھا بقی تنبیہ اور منتوا خلاصہ یہ ہے کہ یہاں دو قول ہیں ایک قول ہیں اطلاق ہے اور دوسرے میں تفصیل ہے کذا فی الطحطاوی ولو قال البائع ردیتھا علی اجنبی وقال للمشتری بل علی فلانا الغول للمشتری بیچ اور بائع نے مشتری سے کہا کہ تو جانور پر سوار ہوا اپنے کام کے واسطے اور مشتری نے کہا نہیں بلکہ اسکے پھیر دینے کے واسطے تو مشتری کا قول معتبر ہے کذا فی البحر وفی الفتح وجد بعا عیبا فی السفر فعلما

فخلط عذرًا ورفع القدیر مین ہی کہ جانور مین عیب پایا حالت سفر مین پھر اگر بوجہ لاحق ہو تو یہ عذر ہی یعنے بعد سفر کے اسکو پھیر سکتا ہی ہم طحطاوی نے بزازیہ سے نقل کیا کہ بوجھ لادنے سے پھیر نہین سکتا ہی اگرچہ اسباب کے لادنے مین ڈال دینے سے خوف تلف ہو جانے کا ہو اور قول ضعیف یہ ہی کہ پھیر سکتا ہی یعنی اس اسکے چارہ لادنے کے انتہی تو معلوم ہوا کہ روایت فتح القدیر کی ضعیف ہی اختلفا بعد التقابض فی عدد المبیع او احدہما مستعد لیتنوع الثمن علی تقدیر الروایتین عدالمقبوض فالقول للمشتری لانہ قابض والقول للقابض مطلقا قدرا او صفۃ او تعیینا اختلاف کیا بالع اور مشتری نے بعد تقابض بدلین کے مبیع کے عدد مین کہ ایک ہی یا چند عدد تا قبیت منقسم ہو جاوے پھیرنے کی صورت مین یا اختلاف کیا مقبوض کے تمام مین تو مشتری کا قول معتبر ہی اسواسطے کہ وہ قابض ہی اور قابض ہی کا قول لائق اعتبار ہی ہر طرح مقدار مبیع مین یا اسکی صفت مین یا تعیین مین ہم عدد مقبوض کے اختلاف کی یہ صورت ہو کہ دو غلام خرید کیے بالع نے مشتری سے کہا کہ تو نے دونون غلام قبض کیے اور مشتری نے کہا کہ مین نے قبضہ نہین کیا مگر ایک غلام پر فلو جاء لیردہ بخیار شرط او رؤیۃ فقال البائع لیس ھو المبیع فالقول للمشتری فی تعینہ ولو جاء لیردہ بخیار عیب فالقول للبائع کما لو اختلفا فی طول المبیع وعرضہ فتح تو اگر مشتری آیا تا مبیع کو پھیرے بسبب خیار الشرط کے یا خیار الرویۃ کے اور بالع نے کہا کہ یہ وہ مبیع نہین تو مشتری کا قول معتبر ہوگا اسکی تعیین مین اور اگر آیا تا اسکو پھیرے خیار العیب کے سبب سے تو بالع کا قول معتبر ہوگا چنانچہ اگر دونون نے مبیع کے طول اور عرض مین اختلاف کیا تو بالع کا قول معتبر ہی کذا فی الفتح ہم اختلاف طول اور عرض کا اختلاف صفت مین داخل ہی تو امین مشتری کا قول معتبر ہی چنانچہ نہر الفائق اور شرح حموی مین ہی ظہیریہ سے خلافا للشارح کذا فی الطحطاوی واشتری عبدین ای شیئین ینتفع باحدھما وحدہ صفقۃ واحدۃ تفرید کیے دو غلام یعنے وہ دو چیزین جو صفقہ واحدہ خریدکین کہ امین سے فقط ایک چیز سے انتفاع متصور ہو ہم شارح نے تصریح کردی کہ ذکر دو غلامون کا متن مین بطور مثال کے ہی نہ بطور قید کے اور اتحاد صفقہ کی یہ صورت ہو کہ دونون کا ثمن جدا جدا نہ کورنہین کیا اور اگر جدا جدا ثمن ہر ایک چیز کا مذکور ہوگا تو مشتری کو عیب والی چیز کا پھیر دینا جائز ہی و قبض احدھما وحدہ او بالاحق عیبا لم یعلم بہ الا بعد القبض لاحدھما او ردھما اور دو چیزون مین سے ایک پر قبضہ کیا اور امین مین یا دوسری چیز مین وہ عیب پایا جسکا مشتری کو علم نہوا مگر قبضہ کرنے کے بعد تو دونون کو لے یا دونون کو پھیرے ہم یعنے فقط عیب والی چیز کو پھیر یا رکھ لینا اور بقدر نقصان ثمن کم کرنا جائز نہین اسواسطے کہ امین تفریق صفقہ ہی قبل تمام ہونے کے اسواسطے کہ تمامی قبضہ کرنے سے ہوتی ہی اور قبل قبض تفریق جائز نہین لو قبضھما او احدھما بصحۃ سالما وحط لجواز التفریق بعد التمام اور اگر دونون چیزون پر قبضہ کرلیا تو فقط عیب دار چیز کو پھیر دے مبیع سالم کے مقابلے موافق ثمن لیکر سب جائز ہی تفریق صفقہ کے بعد تمام ہونے صفقہ کے اسواسطے کہ خیار العیب مین صفقہ قبض سے تمام ہوتا ہی کذا فی الطحطاوی عن البحر کما قبض کیلیا او وزنیا او زرعی خف وحکم کزرعی تن بالف احدھما الاخر بحیث لا یعمل بدونہ وحل بعضہ عیبا فان لہ ردکلہ او احلہ بعیبہ لانہ کشیء واحد ولو فی وعائین علی الاظہر عنایۃ وھو الاصح برھان چنانچہ اگر قبضہ کیا کیلی چیز پر جیسے گیہون اور جو یا وزنی چیز پر چنانچہ گھی اور زعفران یا قبضہ کیا حوزے کی جوڑی پر اور مانند اسکے چنانچہ بیلون کی ایسی جوڑی کہ ایک بیل دوسرے بیل سے ایسا مل گیا ہی کہ کام نہین کرتا بدون اسکے اور بعض کیلی یا وزنے مین یا ایک موزے یا ایک بیل مین عیب پایا تو مشتری کو جائز ہی کہ سب کو پھیر دے یا عیب والے کو بھی رکھے اسکے عیب کے ساتھ اسواسطے کہ اشیاے مذکورہ شیء واحد کے مانند ہین اگرچہ بقول ثانی کہ چیز دو برتنون مین ہونا بر قول اظہر کے کذا فی العنایہ اور یہی صحیح تر ہی کذا فی البرہان لمشتری جاریۃ فوطیھا او قبلھا او مسھا بشھوۃ ثم وجد بھا عیبا لیس لہ ردھا مطلقا ولو ثیبا خلافا للشافعی والحمد للہ انہ استری فی ملھا او قبلھا او مسھا بشھوۃ کی لونڈی اور اس سے قربت کی یا بوسہ لیا یا اسکو مساس کیا شہوت سے پھر اسمین عیب پایا تو اسکو نہ پھیرے کسی طرح اگرچہ وہ باکرہ ہو بخلاف امام شافعی اور احمد کے اور ہماری یہ دلیل ہی کہ مشتری نے بسبب قربت کے اسکی منی نکالی اور اسنے بعض جزو مبیع کا ہم یعنے اگر اب پھیرے تو ایسا ہوگا کہ گویا اسنے بعض مبیع کو لیا اور باقی کو پھیر دیا کذا فی الطحطاوی عن الشرنبلالیہ اور تقبیل اور مساس مین

اگرچہ خروج منی نہو لیکن چونکہ مقدمہ ہو ولی کا لہذا حکم ولی مین ہوگا والواحد ذوجہان ثیبا ذکرھا دان بکرا لا یحبر اور اگر تربت کرنے والا اونٹنی کا زنج ہو اگر وہ ثیبہ ہو تو اسکو پھیر دے اور اگر باکرہ ہو تو نہ پھیرے کذا فی الجوہرۃ وجہ بالنقصان لامتناع الرد یعنے اگر مشتری ولی کا عیب پاوے تو بقدر نقصان ثمن پھیرے لیکن یہ جائز ہونے پھیر دینے کے وفی المنظومۃ المحبیۃ لو شرط بکارتھا فبانت ثیبا لم یرجع بل یرجع بما یعیرھا نقصان ھذا العیب فی الحادثۃ والملتقط الثیوبۃ لیست بعیب الا اذا شرط البکارۃ فیردھا لعدم المشروط اور منظومہ محبیہ مین ہو کہ اگر مشتری نے لونڈی کی بکارت کی شرط کی پھر وہ ثیبہ ظاہر ہوئی تو اسکو نہ پھیرے بلکہ جالیس درہم نقصان اس عیب کا پھیرلے اور حاوی اور ملتقط مین ہو کہ ثیبہ ہونا عیب نہین مگر جبکہ بکارت شرط کی ہو تو اسکو پھیر دے اگر ثیبہ ہو لیکن نہ تو مشروط کے حکم منظومہ کی روایت مین مراد یہ ہو کہ اسکا ثیبہ ظاہر ہونا مشتری کی ولی سے ہوتا قابل کے موافق ہو جاوے اور حاوی ملتقط کی روایت اسپر محمول ہو کہ اسکا ثیبہ ہونا بغیر ولی کے مشتری کو معلوم ہو جاوے تو اب دونون روایتون مین تعارض نرہا کذا فی الطحطاوی لا اذا قبلھا البائع لان الامتناع لحقہ فاذا رضی زال الامتناع ویعود الرد بالعیب القدیم بعد زوال العیب الحادث لعود الممنوع بزوال المانع درر وفی البیع مع النقصان علی الراجح مگر جبکہ بعد ولی مشتری کے بائع نے اس لونڈی کو قبول کر لیا تو پھیر دینا جائز ہے اسواسطے کہ امتناع رد بسبب بائع کے حق کے تھا سو جبکہ وہ راضی ہو گیا تو امتناع زائل ہو گیا اور پھیر دینا پھیر جائز ہو گیا بسبب عیب قدیم کے بعد زائل ہونے عیب حادث کے بواسطے عود کرنے ممنوع کے بسبب زائل ہونے مانع کے کذا فی الدرر تو مبیع کو اب پھیر دے نقصان کے ساتھ بنا بر قول راجح کے کذا فی النہر ھم نقصان کے ساتھ پھیرنے کے لیکن جبکہ پھیرنا ممنوع تھا اور مشتری نے بقدر نقصان قدیم ثمن پھیر لیا تھا اسقدر ثمن کو بھی پھیر دے کذا فی الطحطاوی وظہر عیب بعینہ فی البائع انفاقا وانتہز عند القاضی فوضعہ عند عدل فاذا ھلک ھلک المشتری لانہ اذا قضی القاضی بالرد علی یاعد لان للقضاء علی الغائب ملاحظہ صح ینفذ علی الاصح درر ظاہر ہوا عیب اس چیز مین جو خریدی ہوئی تھی بائع غائب سے اور مشتری نے عیب کو ثابت کیا قاضی کے پاس تو قاضی نے مبیع کو شخص معتمد کے پاس رکھوایا تو اگر وہ چیز ہلاک ہو گئی تو مشتری کا مال ہلاک ہو گا نہ بائع کا مگر جبکہ قاضی اسکے پھیر دینے کا بائع پر حکم دے تو بائع کا مال ہلاک ہو گا اسواسطے کہ قضا علی الغائب بلا حضور نافذ ہو جاتی ہے بنا بر قول اظہر کے کذا فی الدرر ھم نفاذ قضا علی الغائب مین دو روایتین ہین کتاب المفقود مین نفاذ کی روایت کی تصحیح ہے اور کتاب القضا مین عدم نفاذ کی روایت کی تصحیح ہے شرح حموی مین ہے کہ ظاہر کلام فتحا اسپر دلالت کرتا ہے کہ قاضی سے قاضی مجتہد یا قاضی غیر حنفی المذہب مراد ہے جسکے مذہب مین قضا علی الغائب جائز ہے اور حنفی المذہب قضا علی الغائب کیونکر اپنی رائے پر قرار دے سکے حالانکہ اسکے واسطے کوئی رائے نہین باوجود اعتقاد کرنے اپنی امام کے مذہب کے کذا فی الطحطاوی لمحضا قتل العبد المقبوض او قطع بسبب کان عند البائع کقتل اودعہ المقطوع او امسکہ درھم بنصف قیمتہ مجمم داخل ثمنہا ای ثمن المقطوع والمقتول مارا گیا غلام مقبوض مشتری کا یا اسکا ہاتھ کاٹا گیا اس سبب سے جو واقع ہوا تھا بائع کے پاس جیسا کہ قتل یا ارتداد یا سرقہ غلام کا تو مشتری غلام مقطوع کو پھیر دے اور دونون کا ثمن پھیرلے یعنے مقطوع اور مقتول کا ثمن یا مقطوع کو رکھ لے اور اسکا نصف ثمن بائع سے پھیرلے کذا فی المجمع ھم اور اگر غلام نے بائع اور مشتری دونون کے پاس چوری کی اور مشتری کے پاس اسکا ہاتھ کاٹا گیا تو صاحبین کے نزدیک بعد نقصان ثمن پھیرلے اور امام اعظم کے نزدیک ربع ثمن پھیرلے اور اگر بائع اسکا پھیر لینا قبول کرے تو دونون ثمن پھیرلے کذا فی الطحطاوی عن الجوہرۃ ولو تلف الایدی فقطع عندہ کاخیر او قتل رجع الیاعۃ بعضو علی بعض ولا یعمل ایذاک لکن نہ کالاستحقاق کالعیب خلافا لھما اور اگر اسکی بیع چند بار درست ہوئی پھر اخیر مشتری کے پاس اسکا ہاتھ کاٹا گیا یا وہ مقتول ہوا تو بعض بائعین بعض سے رجوع کر سکتا ہے یعنے ایک بائع دوسرے بائع سے ثمن پھیرلے اگرچہ انکو اس قطع یا قتل کا سبب معلوم ہو بسبب اسکے اس قطع یا قتل کے مانند استحقاق کے نہ مانند عیب کے بخلاف صاحبین کے ھم یعنے جیسے علم بالاستحقاق مانع رجوع نہین ویسے ہی اسکا علم بھی مانع رجوع نہین اور صاحبین کے

نزدیک مشتری اخیر اپنے بائع سے سن بھیرلے اور وہ اپنے بائع سے نہ پھیرے اسواسطے کہ وہ نمبر ۱ عیب کے ہے کذا فی الطحطاوی وھی البیع بشرط البراءۃ من کل عیب ولم یسم خلافا لمالک فی ان البراءۃ عن الحقوق المجھولۃ لا تصح عندنا وتصح عندہ لعدم افضائہ الی المنازعۃ ویدخل فیہ الموجود والحادث بعد العقد قبل القبض فلا یردہ بعیب اور صحیح ہے بیع بشرط بری الذمہ ہونے کے ہر عیب سے اگرچہ بائع نے عیب کو معین نہ مذکور کیا ہو بخلاف امام شافعیؒ کے اسواسطے کہ بری الذمہ ہونا حقوق مجہولہ سے انکے نزدیک صحیح نہیں اور ہمارے نزدیک صحیح ہے اسواسطے کہ عدم تعیین برأت مین منازعت کو نہیں پہونچاتی اور اس شرط مین داخل ہے وہ عیب جو موجود ہے قبل عقد کے اور جو پیدا ہوا بعد عقد قبل قبض کے تو اب مشتری مبیع کو پھیر نہیں سکتا مگر برأت عیب کی یہ صورت ہے کہ بائع نے مشتری سے کہا کہ عبدی یہ غلام تیرے ہاتھ بیچا اس شرط پر کہ مین بری الذمہ ہون ہر عیب سے کذا فی النہر تو اب مشتری کسی عیب قدیم یا حادث سے اسکو پھیر نہیں سکتا اسواسطے کہ غرض اس شرط سے یہ ہے کہ عقد لازم ہو جائے اور مشتری کا حق در باب سلامت عیوب ساقط ہو اور یہ حاصل نہیں ہوتا مگر عیب قدیم اور حادث کی برأت سے خواہ بائع عیب کا عالم ہو یا نہو اور مشتری اسکا واقف ہو یا نہو اسکی طرف اشارہ کیا ہو یا نکیا ہو وخصہ محمد وما لک بالموجود کقولہ من کل عیب یہ اور محمد اور امام مالکؒ نے برأت کو عیب موجود کے ساتھ مخصوص کیا ہے نہ عیب حادث کے ساتھ چنانچہ یون کہنا بائع کا کہ مین بری الذمہ ہون اسکے ہر عیب سے عیب موجود کے ساتھ بالاتفاق مخصوص ہے تو اسمین عیب حادث بالاجماع داخل نہین کذا فی البحر یعنے اگر یہ عقد قبل قبض عیب پیدا ہوگا تو اس صورت مین مشتری پھیر سکتا ہے ولو قال مما یحدث ھو عند الثانی وھما عند الثالث نفر اور اگر بائع نے کہا کہ مین بری الذمہ ہون اس عیب سے جو پیدا ہو تو صحیح ہے ابو یوسف کے نزدیک اور فاسد ہے یہ بیع محمد کے نزدیک کذا فی الہدایہ اسواسطے کہ ایرا محتمل اضافت کا نہین تو یہ شرط فاسد ہوئی اور ابو یوسف کی یہ دلیل ہے کہ غرض اس سے ایجاد بیع ہے اسطرح پر کہ استحقاق سلامت عیوب یمین نہ ہے کذا فی الخلیلی ابرأہ من کل داء ھو علی المرض وقیل علی الباطن واعتمدہ المصنف تبعا للاختیار والجوہرۃ لانہ المعروف فی العادۃ کما سیأتی فی العرف مرض بائع نے ابرا کیا ہے داء سے تو وہ مرض پر محمول ہوا اور بعضون نے کہا کہ باطن مرض پر محمول ہے اور اسی قول ثانی پر مصنفؒ نے اعتماد کیا ہے اختیار اور جوہرہ کا تابع ہو کر اسواسطے کہ لفظ داء عادت مین مرض باطنی مین مشہور ہے اور سواے بیماری باطن کے عرف مین مرض مشہور ہے ہم مذہب مشہور یہی ہے کہ داء مطلق مرض ہے اسواسطے کہ لغت مین ظاہر اور باطن دونون کو داء کہتے ہین لیکن عرف مین پیٹ کی بیماری کو داء بولتے ہین چنانچہ تپ لی یا فساد حیض کی بیماری کذا فی المنح ولو ابرأہ من کل غائلۃ ھی للبیع فقط والاباق والزنا اور اگر بائع نے ابرا کیا ہر غائلہ سے تو غائلہ سے مراد سرقہ اور گریختگی اور زنا ہے ہر ہندیت مین غائلہ یعنی شر اور بدی ہو لیکن بہ تخصیص عرفی اسواسطے کہ مدار احکام عرف پر ہے اشتری عبدا فقال لمن ساومہ ابیاعہ اشتریہ فلا عیب بہ فلہ ان یتفوہ بیتھما البیع فوجد مشتریہ بہ عیبا فلہ ردہ علی بائعہ بشرطہ ولا یمنعہ من الرد علیہ قولہ ابرأتک عن کل عیب لانہ یجاب عما یتوہم خرید کیا غلام کو پھر مشتری نے اسے کہا جو اس خریداری کی گفتگو کرتا تھا کہ تو اس غلام کو خرید کر اسمین کوئی عیب نہین پھر دونون مین بیع کا اتفاق ہوا پھر مشتری نے اس غلام مین عیب پایا تو اسکو پھیر دینے کا اختیار ہے اپنے بائع کو رد بیع کی شرط کے موافق اور پھیر دینے کا مانع نہو گا اسکا اگلا اقرار عدم عیب کا اسواسطے کہ وہ مجاز ہے ترویج سے مراد لینے آدمی عیب سے کتر خالی ہوتا ہے تو قاضی یقین کریگا کہ نفی کرنا مطلق عیب کا ظاہر مراد نہین لہذا اسکا کلام ترویج مال پر محمول ہوگا چنانچہ بولے گا کہنا اپنی لونڈی سے یا زانیہ یا مجنونہ عیب کا اقرار نہین بلکہ شتم پر محمول ہے اور رد بیع کی شرط گواہ ہین یا اقرار بائع کا یا انکا قسم کذا فی الطحطاوی ولو عینہ ای العیب فقال لا اعود بہ لو کمثل لا یرد لاحتطاۃ العلم بہ الا ان لا یحدث مثلہ کما اصبحہ زائدۃ وجدھا فلہ ردہ للتیقن بکذبہ اور اگر مشتری مذکور نے عیب کا نام لیا اور یون کہا اس شخص سے جو خریداری ظاہر کرتا ہے کہ اس غلام مین عیب یک چشمی یا بیکاری دست نہین اور اسنے خرید نکیا اور پھر ہی عیب اسمین ظاہر ہوا تو اب مشتری اسکو پھیر نہین سکتا بسبب

در یافت ہوئے اس عیب کے بجز بی تمام مگر یہ کہ ایسا عیب ہو کہ ویسا پیدا نہیں ہوجاتا دفعتاً چنانچہ بائع کا یون کہنا کہ اسکی زائد انگلی نہیں پھر مشتری نے زائد انگلی اسمیں پائی تو اسکو اس صورت میں پھیر دینا جائز ہے یا وجود نفی عیب مذکور بسبب متیقن ہوجانے اسکے جھوٹ کے قال الاخر عیدی هذا ابوقا مشتره منی فاشتراه وباع من اخر فوجد المشتری الثانی ابقا لا یرده بما سبق من اقرار البائع الاول ما لم یقر هنا انه ابق عنده لان اقرار البائع الاول لیس بحجة علی البائع الثانی الموجود منه السکوت کما دو سرے سے کہا کہ میرا یہ غلام بھگوڑا ہے تو اسکو مجھسے خرید کرلے سوائے اسکو مول لیا اور دوسرے شخص کے ہاتھ بیچا پھر مشتری ثانی نے اسکو بھگوڑا پایا تو مشتری ثانی اسکو پھیر نہیں سکتا بائع اول کے اگلے اقرار سے تاوقتیکہ گواہون سے ثابت نکرے کہ وہ اسکے پاس سے بھاگا اسواسطے کہ بائع اول کا اقرار حجت نہیں بائع ثانی پر جس سے سکوت حاصل ہوا اور بائع ثانی کا سکوت بائع اول کے اقرار کا مصدق نہیں ہوسکتا کذا فی الطحطاوی واشتری جاریة لبنها لبن فارضعت صبیا له ثم وجد بها عیبا کان لم یرد ها لانه لا یقدر علی الرد الا بالتزام ضرر زائد وهو سقی دودھ پلایا مشتری کے لڑکے کو پھر اسمیں عیب پایا تو اسکو پھیر دینے کا اختیار ہے اسواسطے کہ دودھ پلوانا خدمت لینا ہے ہم کہتے اور خدمت لیکر پھیر دینا جائز ہے بخلاف الشاة المصراة فلا یرد ها مع لبنها او صاع من تمر علی المختار درمختار مجمع وحررناه فیما علقناه علی الملتقی بخلاف اس بکری کے جو کم شیر تھی سوائے بائع نے تھن باندھے یعنے دو چار روز دودھ نہ دوھا تا انمیں دودھ جمع ہو رہے اور مشتری یہ گمان کرے کہ بہت دودھ والی ہے تو اس بکری کو نہ پھیرے انکے دودھ کے ساتھ یا ایک صاع کھجور کے ساتھ بلکہ بقدر نقصان بشن پھیر لے بقول مختار کذا فی شروح المجمع اور ہمنے اسکی تحریر کی ہے منار کی شرح میں کما لو استخدمها فی غیر ذلک ففی المبسوط لا یستقام بعد العلم بالعیب لیس برضی استحسانا لان الناس یتسوغون فیه وهو للاختیار وفی البزازیة الصحیح انه رضی فی المرة الثانیة الا اذا کان لنوع اخر وفی الصغری انه مرة لیس برضی الا علی کره من الفن بحس چنانچہ اگر مشتری نے خدمت لی لونڈی سے دو دھ پلوانے کے سوا کسی اور کام میں تو پھیر دینا جائز ہے اور مبسوط میں ہے کہ استخدام بعد دریافت ہونے عیب کے باعتبار استحسان کے رضامندی نہیں اسواسطے کہ استخدام میں لوگون کے نزدیک وسعت ہے تنگی نہیں اور استخدام ازمائش کے واسطے بھی ہوتا ہے کہ مملوک لائق کار ہے یا نہیں اور بزازیہ میں ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ دوبارہ خدمت لینا رضامندی ہے مگر جبکہ مملوک سے دوسرے قسم کا کام لیا تو رضامندی نہیں اور صغری میں ہے کہ ایکبار خدمت لینا رضامندی نہیں مگر مملوک پر زبردستی کرکے خدمت لینا البتہ رضامندی کی دلیل ہے کذا فی النہر اسواسطے کہ آدمی اپنی مملوک پر جبر کرتا ہے نہ غیر کی مملوک پر قال المشتری لیس بی بالمبیع اصبع زائدة او نحوها مما لا یحدث مثله فی تلک المدة ثم وجد به فذلک کان للرد بالعیب لما مر مشتری نے کہا کہ مبیع میں زائد انگلی یا مانند اسکے ویسا عیب نہیں جو اتنی مدت میں پیدا ہوسکے پھر اسنے اقرار کے بعد وہی عیب پایا جسکا وہ انکار کرچکا تو اسکو پھیر دینے کا اختیار ہے بدون قسم کے بدلیل گذشتہ یعنے نفی عیب مذکور میں کذب مشتری متیقن ہے کیونکہ اونگلی اتنی مدت میں پیدا نہیں ہوسکتی تو معلوم ہوا کہ یہ عیب قدیم ہے جو بائع کے پاس موجود تھا بائع عبدا وقال للمشتری برئت الیک من کل عیب او الا عیبا فوجد ابقا قبل الرد او قال الا اباقه کان له فی الاول لم یصف الا باق العبد کله وصفه فی الثانی باقرارا باباقه فی الحال وفی الثانی اضاف الیه فکان لغیبا وانه ابق فیکون راضیا بعیبه قبل الشراء خانیه بیچا غلام کو اور مشتری سے کہا کہ میں بری الذمہ ہوا تیرے جانبسے ہر عیب سے سوائے گرینگی کے پھر اسکو مشتری نے بھگوڑا پایا تو اسکو پھیرنے کا اختیار ہے اور اگر اسنے کہا کہ میں اسکے ہر عیب سے بری الذمہ ہون سوائے اسکے بھاگنے کے تو پھیرنے کا اختیار نہیں اسواسطے کہ پہلی صورت میں بائع نے گرینگی کی نسبت غلام کی طرف نہیں کی اور نہ اسکو موصوف بگرینگی کیا تو اسکا قول غلام کی فی الحال گرینگی کا اقرار ہوا اور دوسری صورت میں گرینگی کو اسکی طرف منسوب کیا تو اسنے خبر کردی کہ

بھگوڑا ہو تو مشتری راضی ہوچکا اس عیب سے قبل خریداری کے کذا فی الخانیہ اور بعد رضا بالعیب رد مبیع میں اختیار نہیں وفیہا لو وجد علی ملک حوالہ علی العبد کالدرک اور خانیہ میں ہے کہ اگر مشتری نے اپنے ہر ایک حق سے قبل اسکے برات کی تو اس قول میں برات عیب داخل ہوگی نہ درک مع لفظہ اگر مشتری نے بائع سے کہا کہ میں نے اپنا ہر ایک حق چھوڑا تو اسمیں عیب داخل ہے نہ درک لفظہ اب وجود عیب سے پھیر نہیں سکتا ہے اور اگر مبیع مستحق غیر ثابت ہوگا تو ضمان ثمن مشتری ساقط نہوگا یعنی اگر یہ قول کفیل یا مدرک سے کہا ہوگا تو کفالت باطل نہوگی شائع اسواسطے کہ حق مشتری ہنوز متحقق نہیں جو اسکی برات سے ساقط ہوتا کذا فی الطحطاوی مشتر لعبد اوامۃ قال العتق البائع العبد او دبرہ او استولدہ کان ماذونا او مکاتبا وجرح فعل وانکر البائع حلف بخلاف المشتری عن الاشیاء ستۃ غلام یا لونڈی کے خریدار نے کہا کہ بائع نے غلام کو آزاد کر دیا یا مدبر کیا یا لونڈی کو ام ولد بنایا یا وہ حراصلی ہے اور بائع نے اسکا انکار کیا تو بائع سے قسم لیجائے بسبب عاجز ہونے مشتری کے اس دعوے کے اثبات سے یعنے درصورت عدم شہادت قاضی قسم لے گا فان حلف قضی علی المشتری بما قالہ من العتق ونحوہ لاقرارہ بذلک پھر اگر بائع نے قسم کھائی تو مشتری پر حکم ہوگا بموجب اسکے قول کے یعنے عتق اور مانند اسکے اسواسطے کہ مشتری اسکا اقرار کرچکا ہم یعنے عتق اور تدبیر غلام اور استیلاد اور حریت اصلی مملوک کی ثابت ہوجائیگی مشتری کے اقرار کے سبب سے تو اب نہ ملک کا دعوی مشتری کرسکتا ہے نہ ثمن پھیر سکتا ہے وجرح بالعیب ان علم بہ لان المبطل بالرجوع ازالۃ عن الملک الی غیرہ بانشائہ او اقرارہ ولم یوجد حق لو قالہ باعہ وھو ملک فلان وصدقہ فلان واخرنہ لا یرجع بالنقصان لانالثالثۃ باقرارہ کالمشتری وھبہ اور مشتری بعد رنقصان عیب بائع سے ثمن پھیرے اگر عیب کا علم ہونا اُس غلام یا لونڈی میں معلوم ہوا اسواسطے کہ رجوع نقصان کا مبطل مشتری کا ازالہ ہے اپنی ملک سے غیر کو بانشاء ملک کرکے یا اپنے اقرار سے اور وہ موجود نہیں یعنے رجوع نقصان اس صورت میں درست ہوتا کہ اگر مشتری نے غلام کو غیر کا مملوک کردیا ہو تابع وغیرہ بیچے یا اقرار ملک غیر سے سو یہاں کوئی بات حاصل نہیں تو اگر مشتری نے اسکا دعوی کیا کہ یعنے غلام کو بیچا اور فلاں شخص کی ملک ہے اور فلاں شخص نے بھی اسکی تصدیق کی وہ اُس غلام کو بیچ لیوے تو مشتری بائع سے رجوع بالنقصان نہیں کرسکتا لسبب ازالہ اسکی ملک کے خود مشتری کے اقرار سے گویا مشتری نے اسکو ہبہ کردیا وجد المشتری لعینہ محرمۃ بدارہ او غیر محرمۃ لو البیع من کالمام او امینہ بحر قال المصنف فقیدہ بحرمۃ غیر لازم عیبا لا یرد علیہا لان الامیر لا ینتصب خصما عیب کو یا پایا اُس عینیت کے خریدار نے جو محفوظ ہوگئی دار الاسلام میں اگر یہ عینیت غیر محفوظہ ہو اگر مشتری نے خریدی امام سے یا اسکے امین سے کذا فی البحر مصنف نے اپنی شرح میں کہا عینیت میں محفوظہ ہونے کی قید لازم نہیں تو مشتری بعلت عیب امام اور اسکے امین کو نہ بیچے اسواسطے کہ امین صاحب خصومت نہیں ہوسکتا ہم یہ سے عام مراد ہے تا دلیل مدعا کے موافق ہوجاوے اسواسطے کہ خود امام بھی امانت دار بیت المال کا کذا فی الطحطاوی بل یعقب الاحکام خصما غیر ہ علی منصوب الامام ولا یحلفہ لان فائدۃ الحلف النکول ولا یحلف نکولہ واقرارہ بلکہ اگر مشتری عیب عینیت کا مدعی ہو تو امام اسکے واسطے ایک شخص کو مدعا علیہ بنا کر قائم کرے اور مشتری مبیع کو منصوب پر دکرے اور قسم نہ منصوب سے اسواسطے کہ فائدہ قسم کا نکول ہے یعنے انکار قسم اور حالانکہ نکول اور اقرار شخص منصوب کا صحیح نہیں بدون گواہوں کے کذا فی الفتح فاذا رد علیہ المعیب بقضاء او رضا بیع وبین قبض الثمن لیرد المقبض الفضل لہ لحملہ لان الغرم بالغنم پھر جب عیب والی چیز اسکو پھیر دے بعد ثبوت عیب کے تو وہ دوبارہ بھی جاوے اور ثمن مشتری کو دیا جاوے اور کمی اور زیادتی پھیری جاوے اسکے محل میں اسواسطے کہ نقصان مقابل منفعت کے ہے کذا فی الدرر یعنے امام اسکو بیچ ڈالے اگر ثمن ثانی ثمن اول سے کم ہو تو اگر مبیع بمنزلہ بحالہ خمس کے ہو تو اسمیں سے ثمن لوٹا کر دے اور اگر خمس میں سے ہو تو اسمیں سے دے اور اسی طرح اگر ثمن ثانی ثمن اول سے زیادہ ہو تو زیادتی کو بھی دیوے کہ جہان کی مبیع ہوگئی کذا فی الفتح وجد المشتری بمشتریہ عیبا واراد الرد بہ فاصطلحا علی ان یدفع المبائع الدراہم الی المشتری ولا یرد علیہ جاز وبعد حطا من الثمن مشتری نے اپنی خریدی چیز میں عیب پایا اور دونوں نے اسپر مصالحہ کیا کہ بائع چند روپیہ

نوٹ: یہ عبارت بین السطور کا ہے اسی لئے اسکو ہم نے بریکٹ میں لکھا ہے لیکن ظاہر یہ ہے کہ قبل الکل قوله ہونا چاہیئے تاکہ مشتری کی انہا حق جو برات کی قید سے ساقط ہوئی ہے اور اسی طرح اگر ثمن ثانی ثمن اول سے زیادہ ہو تو زیادتی کو بھی دیوے کہ جہان کی مبیع ہوگئی کذا فی الفتح وجد المشتری بمشتریہ عیبا واراد الرد بہ فاصطلحا علی ان یدفع المبائع الدراہم الی المشتری ولا یرد علیہ جاز وبعد حطا من الثمن مشتری نے اپنی خریدی چیز میں عیب پایا اور دونوں نے اسپر مصالحہ کیا کہ بائع چند روپیہ

مشتری کو دے اور مشتری اسکو نہ پھیرے تو جائز ہے اور یہ مصالحہ عن کا لمٹا دینا قرار دیا جاویگا ھو بحر الرائق میں کہا ہر وہ تک نا سہو گیا کہ خیار العیب ساقط ہوتا ہے وقت بیع یا وقت قبض کے دیانت تجھ سے یا راضی ہو جانے کے بعد بیع اور قبض کے اور اشتراط برارت ہر چیز سے اور کسی چیز پر صلح کر لینے سے وعلی العکس وھو ان یصطلحا ان یدفع المشتری الدراھم الی البائع ویرد علیہ لا یظھر لانہ وجہ لہ غیر الرشوۃ فلا یجوز او بالعکس انکے وہ یہ ہو کہ دونوں اسپر صلح کریں کہ مشتری چند درہم بائع کو دیکر بیع پھیر دے تو صحیح نہیں ہوسکے کہ اس دینے کی کوئی وجہ نہیں سوا رشوت کے تو جائز نہوگی کیونکہ رشوت حرام ہے ہم سود اگر دن کی اصطلاح میں اسکو احقانہ کہتے ہیں سو معلوم ہوا کہ حرام ہے کیونکہ رشوت ہے ابو نصر بغدادی کی شرح قدوری میں ہے کہ رشوت اور ہدیہ میں یہ فرق ہے کہ رشوت وہ ہے جو ایک شخص دوسرے کو کچھ دے بشرط اسکی اعانت کے اور ہدیہ میں اعانت شرط نہیں وفی المصغری ادعی عیبا فصالحہ علی مال شھر بری او اظھر ان لا عیب للبائع ثم ادعی وقال بعد الحجۃ المشتری لا تقنیۃ او مشتری میں ہے کہ مشتری نے عیب کا دعوی کیا اور بائع نے اس سے مصالحہ کر لیا کچھ مال پر پھر وہ عیب زائل ہو گیا یا ظاہر ہوا کہ اسمیں کچھ عیب نہیں تو بائع کو جائز ہے کہ جو دیا ہو اسکو پھیرے اور اگر عیب زائل ہوا مشتری کے معالجہ کرنے سے تو پھیر لینا جائز نہیں کذا فی التبیین رضی الوکیل بالعیب لزم الموکل ان کان للمبیع مع العیب الذی بہ یساوی الثمن المسمی ولا یساوہ لا یلزم الموکل راضی ہو گیا وکیل مبیع کے عیب سے تو موکل کو یہ بیع لازم ہوگی اگر مبیع اس عیب کے ساتھ جو اسمیں موجود ہے قیمت میں برابر ہو ثمن مسمی کی اور اگر قیمت اسکی ثمن سے برابر نہ ہو تو موکل کو بیع لازم نہیں چاہے تو پھیر دے **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے لا یحل کتمان العیب فی مبیع او ثمر لان الغش حرام کہا ہے مسئلتین حلال نہیں چھپانا عیب کا مبیع یا ثمن میں اسواسطے کہ غش یعنے تدلیس اور اخفا عیب حرام ہے مگر دو صورت میں حرام نہیں الاولی الا سیر لو یشری شیئا غالیا وہو فی الثمن مغشوشا حلالا ان کان حربا عبد آجیلی صورت یہ ہے کہ مسلم اسیر اگر کوئی چیز وہاں یعنے دار الحرب میں خریدے اور کھوٹا ثمن سے تو جائز ہے اگرچہ وہ زاد ہو نہ غلام مراد اشباہ میں جہاں سے شارح نے یہ مسئلہ نقل کیا یہ ہے کہ خریدا مسلم اسیر کو دار الحرب سے اور ثمن کھوٹا یا مغشوش دیا تو جائز ہے اگر اسیر آزاد ہو اور اگر غلام ہو تو جائز نہیں انتہے اور اسیکے موافق قاضی خان میں ہے کہ ایک مسلمان نے قیدیوں کو اہل حرب سے خریدا تو انکو کھوٹا اور مغشوش رد نہ دینے جائز ہیں اسواسطے کہ احرار کی خرید حقیقت خرید ہی نہیں اور اگر قیدی غلام ہیں تو کھوٹے درم دینے جائز نہیں تتمے تو معلوم ہوا کہ اسیر مبیع ہو مشتری غور کرے کذا فی الطحطاوی یعنے شارح نے اشباہ کی عبارت میں دھوکھا کھایا کہ اسیر کو مشتری قرار دیا الثانیۃ یحل اعطاء الزیوف فالنا فھو فی الجبایات اشباہ دوسری صورت یہ ہے کہ کھوٹے اور ناقص درم سے حاکم کے ظلم میں جائز ہے کذا فی الاشباہ ھم جبایات بیاء موحدہ نون چنانچہ یعنے غلط سمجھے ہیں اور وہ جمع ہیں جبایت کی جبایت وہ ہے جو لوگوں سے بظلم مال لیا جاوے کذا فی الطحطاوی وھما رد المبیع بعیب بقضاء فسخ فی حق الکل الا فی مسئلتین اور اشباہ میں ہے کہ پھیر دینا مبیع کا عیب کی علت سے بحکم قاضی فسخ بیع ہے سب لوگوں کے حق میں مگر دو صورتیں فسخ نہیں ہم سب کے حق میں فسخ ہو یعنے بائع اور مشتری کے حق میں فسخ ہے اور یہ فسخ باعتبار استقبال کے ہے نہ باعتبار ماضی کما مر از زوائد مبیع مشتری کی ملک میں تو اسکو اصل کے ساتھ پھیرے کذا فی الطحطاوی من البحر احدھما اذا حال البائع بالثمن ثم رد المبیع بعیب قضاء لم یعد الحوالۃ ایک صورت یہ ہے کہ اگر بائع نے ثمن کا حوالہ کیا پھر مبیع پھیر دی گئی عیب کے حکم قاضی تو حوالہ باطل نہیں ہوتا تمام صورت اسکی ذخیرہ میں یوں ہے کہ غلام بیچا ایک ہزار درم کو پھر بائع نے اپنے قرض خواہ کو مشتری پر حوالہ کیا بقید ثمن پھر غلام مرکیا قبل قبض کے یا ثمن ساقط ہوا یا غلام پھیر دیا گیا خیار الرؤیۃ یا خیار الشرط یا خیار العیب سے قبل قبض کے یا بعد تو ثمن کا حوالہ باطل نہیں ہوتا اور اگر مشتری نے حوالہ کیا تو قاضی اسکو باطل کر دیگا انتہے ملخصا اس سے معلوم ہوا کہ لفظ بائع شارح کی عبارت میں مرفوع ہے نہ بنا بر فاعلیت کے کذا فی الطحطاوی الثانیۃ لو باعہ بعیب فقضاء من غیر المشتری وکان منقولا لم یحز قبل قبضہ ولو کان متحدا جاز دوسری صورت یہ ہے کہ اگر بائع نے مبیع کو بیچا غیر مشتری سے بعد اسکے پھیر دینے کے عیب کی علت سے بحکم قاضی اور مبیع مال منقول تھا تو یہ بیع جائز نہیں قبل اسکے قبضہ کرنے کے اور اگر رد بالعیب بحکم قضا فسخ ہوتا تو بیع جائز ہوتی ہم غیر مشتری کی قید اسواسطے لگائی کہ مشتری سے دوبارہ بیع کرنا جائز ہے کیونکہ مبیع اسکے پاس ہی ہے

منقول کی قید اسواسطے لگائی کہ آرامنی کی بیع قولی قبض صحیح ہو وفی البزازیۃ شری عبدا فضمن لہ دجل عیوبہ فاطلع علی عیب ردہ بہ یبرء من ضمان العہدۃ وظفتہ الثانی کلام ضمار العیوب فان ضمن السرقۃ والحریۃ او الجنون والعمی فہو جید کذا فی المحیط ضمن الثمن اور بزازیہ مین ہو کہ ایک غلام خریدکیا اور ایک مرد نے اسکے عیوب کا ضامن ہوا پھر مشتری کسی عیب پر مطلع ہوا اور اسنے غلام کو پھیر دیا تو وہ مرد ضامن نہین اسواسطے کہ یہ ضمانت عہدہ کی ہو اور ضمانت عہدہ امام کے نزدیک باطل ہو اور ابو یوسف نے اسکو ضامن کہا ہو اسواسطے کہ یہ ضمانت عیوب جائز ہو اور اگر وہ مرد وندی یا آزادی یا دیوانگی یا نابینائی کا ضامن ہوا پھر مشتری نے اسکو اسی طرح پایا تو وہ شخص ثمن کا ضامن ہو وفی جواہر الفتاوی شری ثمرۃ کرم وکا عیکن فطافہا بغلبۃ الزنابیر ان بعد الحیض ثم یردہ وان قبلہ فان شقص المبیع یتناول الزنابیر قبل النفخ لتوقع الصفقہ تعلیما اور جواہر الفتاوی مین ہو کہ خریدکیے پھل انگور کے اور ممکن نہین انکا توڑنا بھڑون کی کثرت کے سبب سے اگر بعد قبض غلبہ ہوا ہو تو نہ پھیرے کیونکہ یہ غیبت نہی کے پاس رہتا ہوا اور اگر قبل قبض کے اور پھل کم ہو گئے ہون بھڑون کے کھا جانے سے تو اسکو فسخ بیع مین اختیار ہو بسبب متفرق ہونے صفقہ کے مشتری کے یعنی جسقدر پھل خریدکیے تھے وہ پورے باقی نہ رہے بھڑون کے کھا جانے سے

باب البیع الفاسد

یہ باب ہی بیع فاسد کے احکام مین ہم بیع صحیح کو اسواسطے اول ذکر کیا کہ وہ مقصود کی موصل ہو کیونکہ مشروعیت عقود سے سلامت دین مقصود ہی تا غالب منتفع ہوا اور حاجات دنیوی حاصل ہون اور بیع فاسد کو اسواسطے مؤخر کیا کہ مخالفت دین ہی اور فاسد مشتق ہی فساد سے جو عدم صلاح ہی اور حاصل معنی لغوی تغیر وصف کی طرف راجع ہی اور اصطلاح شرع مین فاسد وہ ہی جسکی اصل مشروع ہو نہ وصف اسکا اور مشروعیت اصل سے مراد یہ ہی کہ مال متقوم ہو اور اسکا جواز صحیح ہونا مراد نہین یا سواسطے کہ فاسد ہونا اسکی صحت کا مانع ہی کذا فی الطحطاوی اور اس باب کو لقب فاسد کیا باوجودیکہ باطل کو بھی شامل ہی اسواسطے کہ فاسد کثیر الوقوع ہی لعدد اسبابہ کے سبب سے کذا فی النہر المراد بالفاسد الممنوع مجازا عرفیا فیعم الباطل والمکروہ وقد یذکر فیہ بعض الصحیح تبعا فاسد سے مراد ممنوع ہی بامتبار مجاز عرفی کے تو اب فاسد بیع باطل اور مکروہ کو بھی شامل ہو گئی اور گاہے اسباب مین بعض اقسام بیع صحیح کی بھی بالتبع مذکور ہوتی ہین ہم مجاز عرفی کا قول بہتر ہی اشتراک کے قول سے اور عرف سے فقہا مراد ہی کیونکہ اہل فقہ ایسے لوگ ہین جو تفرقہ کرتے ہین فاسد اور باطل مین بخلاف اہل لغت کے کہ اسکے نزدیک فاسد اور باطل مین کچھ فرق نہین کیونکہ لغت مین باطل یعنی فاسد یا ساقط الحکم کے ہی اور فقہ مین بیع باطل وہ ہی جسکی اصل اور وصف دونون مشروع نہون اور حکم باطل عدم ملک ہی قبضہ ہوا ہو یا نہوا ہو اور مکروہ سے تحریمی مراد ہی مکروہ لغت مین مبغوض محبوب ہی اور اصطلاح فقہ مین مکروہ وہ ہی جسکی اصل اور وصف دونون مشروع ہون لیکن وہ منہی عنہ ہو بسبب مجاور کے چنانچہ بیع اذان جمعہ کے وقت کذا فی الطحطاوی وکل ما ورث خللا فی رکن البیع فہو مبطل وما ورثہ فی غیرہ فیفسد اور جو چیز خلل پیدا کرے بیع کے رکن مین وہ مبطل بیع ہی اور جو خلل پیدا کرے رکن کے سوا اور امور مین وہ مفسد ہی بیع کا اس شرح پر کہ رکن بیع یعنے ایجاب وقبول اور محل بیع یعنے مبیع اگر ہر ایک خلل سے سالم ہو تو بیع صحیح ہی اور اگر سالم نہو اسواسطے پر کہ ایجاب اور قبول مین خلل پڑے عدم اہلیت متصرف سے بسبب ہونے عاقد کے صبی غیر ممیز یا مجنون یا مبیع مین خلل پڑے بسبب اسکے ہونے کے مردار یا خون یا شراب تو بیع باطل ہی بواسطے عدم اجتماع ارکان اور شرائط کے اور بیع فاسد وہ ہی جسکا رکن اور محل خلل سے سالم ہو لیکن اسکے ثمن مین خلل واقع ہوا سطرح پر کہ ثمن شراب ہو یا سور یا خلل ہو کہ مبیع مقدور التسلیم نہو یا اسمین ایسی شرط ہو جو مقتضائے عقد کے مخالف ہی تو اسطرح کی بیع فاسد ہی نہ باطل کیونکہ رکن اور محل بیع خلل سے محفوظ ہی انتہے تو بہتر یہ تھا کہ شارح یون کہتا کہ جو مورث خلل ہی رکن بیع اور اسکے محل مین وہ مبطل ہی تو فقہا کے مقتضائے کلام سے ظاہر ہوا کہ اصل بیع عبارت ہی رکن بیع اور مبیع سے یعنے مال متقوم اسواسطے کہ بنا بر ہیئت انحنین دونون چیزون پر ہی اور اصل شی اسیکا نام ہی جسپر اس شی کی بنا ہو اور یہ ظاہر ہوا کہ وصف بیع اس سے عبارت ہی جو رکن اور محل بیع سے خارج ہو چنانچہ ثمن ہونا کہ یہ صفت ہی عقد کی کیونکہ عقد کی تابع ہی اور چنانچہ شرط مخالف مقتضائے عقد ہی کذا فی الطحطاوی وبطل بیع مالیس بمال کالمال بالمیل

الیہ الطبع ویجری فیہ البذل والمنع دون تخریج التراضی بحق باطل ہو بیع اُس چیز موجود کی جو مال نہیں مال وہ ہے جسکی طرف طبیعت انسان کی مائل اور راغب ہو اور اسمیں دینا بطریق بیع باہمکے اور غیر کو منع کرنا اور اسکے تصرف سے باز رکھنا جاری ہو کذا فی الدرر تو مال کی تعریف سے مٹی اور مانند اسکے جیسا کہ قاذورات خالصہ نکل گئے معدوم موجود کی قید درر کے موافق اسواسطے مترجم نے لگائی تا خارج ہو وہ معدوم جسکی طرف طبیعت مائل ہوتی ہے جیسا کہ وہ مال جسکی آمدی آرزو رکھتا ہے اور مٹی سے خالص مٹی مراد ہے تو اگر مٹی وغا فوذات سے ملکر پانس ہو جاوے تو اسکی بیع باطل نہیں جیسا کہ مذکور ہوگا کالدم المسفوح فجاز بیع کبد وطحال غیر مال کی بیع باطل ہے جیسا کہ خون جاری کی تو جاری کی قید سے کلیجی اور تلی کی بیع خارج ہوگئی باطل سے کیونکہ کبد اور طحال اگرچہ اصل اگمی خون ہے لیکن جاری نہیں وللمیتۃ سوی سمک وجراد ولا فرق فی حق المسلمین التی مات حتف انفہا او بخنق ونحوہ اور جیسا کہ مردہ جانور سوائے مچھلی اور ٹڈی کے کہ اگمی بیع باطل نہیں اور کچھ فرق نہیں مسلمان کے حق میں اس مردار جانور میں جو خود بخود مر گیا یا کسی نے اسکو گلا داب کے یا کسی اور سبب سے سوائے ذبح شرعی کے مردار کیا والحر والبیع بہ ای جعلہ ثمنا بادخال الباء علیہ کان ترکت البیع مبادلۃ المال بالمال ولم یوجد اور جیسا کہ بیع حر کی اور حر سے کسی چیز کو خرید کرنا باطل ہے اسواسطے کہ رکن بیع مبادلہ ہے مال کا دوسرے مال سے سو باء یا نگیا حر سے خرید کرنا یعنے حر کو ثمن ٹھہرانا اسپر باء جارہ داخل کرکے کما لغت عرب میں حر کو ثمن قرار دینا اسطرح ہوتا ہے کہ بمنزلہ الدار بہذا الحریعنے میں نے گھر بیچا اسعوض اس حر کے تو جس مثال میں ثمن ہو نہ مبیع خلاصہ یہ ہے کہ خون اور مردار اور حر کی بیع باطل ہے خواہ یہ چیزیں مبیع قرار دی جاویں یا ثمن بسبب نہ پائے جانے رکن بیع کے والمعدوم کبیع حق التعلی ای علق سقطعلہ انہ معدوم کی بیع جیسے حق تعلی کو بیچنا یعنے وہ بالاخانہ جسکی عمارت گر پڑی ہو تو اس موضع کی بیع باطل ہے کیونکہ وہ معدوم ہے صورت حق تعلی کی مثال یہ ہے کہ ایک گھر دو منزلہ ہے نیچے کا مکان ایک شخص کا ہے اور اوپر کا مکان دوسرے شخص کا سو دونوں دیوار یا اوپر کا دیوار گر پڑا اور نیچے کا دیوار باقی رہا اور صاحب علو نے موضع کو بیچا تو بیع باطل ہے اسواسطے کہ حق تعلی معدوم محض ہے اور اسواسطے کہ وہ متعلق ہوا ہے اور ہوا مال نہیں کیونکہ مال وہ ہے جسکا رکھ چھوڑنا حاجت کے وقت کے واسطے ممکن ہو اور ہوا میں یہ امر حاصل نہیں ومنہ بیع حمام غائب الخزف وفجل ادبعضہ معدوم کورد ویاسمین ودراق فرصاد حیوزۃ مالا یتعامل الناس وبہ افتی بعض مشائخنا عملا بالکل سقط ان دھنا اذا نبت ولم یعلم وجودہ فاذا علم جاز لہ خیار الرؤیۃ کذا فی الدرر والرؤیۃ تکفی ولو بعض ما یدل علی بقیتہ کما فی الفتح اور جیسا کہ بیع حمام غائب ہو جسکی خرید نظر سے غائب ہو جیسا کہ گاجر اور مولی یا بعض مبیع معدوم ہو جیسا کہ گلاب اور چنبیلی کے پھول کہ بتدریج پیدا ہوتے ہیں اور توت کے پتوں کی بیع امام مالک نے اس بیع کو جائز کہا ہے لوگوں کے معمول کے سبب سے اور ہمارے بعض مشائخ مانند امام فضلی وغیرہ نے اسکے جواز کا فتوے دیا ہے قیاس چھوڑا استحسان پر عمل کرکے اور یہ اختلاف جواز اور عدم جواز کا اسوقت ہے جبکہ گاجر وغیرہ جمی ہوا اور اسکا موجود ہونا معلوم نہ ہو پھر جبکہ معلوم ہو جاوے تو بیع جائز ہے اور مشتری کو خیار الرؤیۃ ثابت ہے اور بعض مبیع کا دیکھنا صاحبین کے نزدیک کافی ہے اور اسی پر فتوے ہے کذا فی شرح المجمع والمضامین ما فی ظہور الاباء من المتی اور مضامین کی بیع باطل ہے مضامین مبیع ہے مضمونہ کی یعنے وہ منی جو نروں کے پیٹھوں میں ہے یعنے جانور کا نطفہ بیچنا جو ہنوز اسکی پشت سے جدا نہیں ہوا باطل ہے معدوم ہونے کے سبب سے والملاقیح جمع ملقوحۃ ما فی البطن من الجنین اور ملاقیح کی بیع باطل ہے ملاقیح جمع ہے ملقوحہ کی وہ بچہ جو مادہ کے پیٹ میں ہے والنتاج بکسر النون حبل الحبلۃ ای نتاج النتاج لدابۃ اوغنم اور باطل ہے بیع نتاج کی نتاج بکسر نون عبارت ہے حبل الحبلہ سے یعنے جانور یا آدمی کے بچے کا بچہ جو ہنوز پیٹ میں ہے زمانہ جاہلیت میں دستور تھا کہ کا بچن اونٹنی کے بچے کے بچے کو خرید کرتے تھے یعنے مشتری یوں کہتا تھا کہ اگر یہ کا بچن اونٹنی مادہ بچہ جنے تو اسکے بچے کو میں نے خرید کیا رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو باطل کر دیا کذا فی العینی صحیحین اور سنن میں ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

قولہ جعل الخ عبارۃ الزیلعی والبیع من وجہ ہی مبادلۃ مرغوب فیہ بمثلہ او بما یقوم مقامہ خال عن شرط فاسد وخیار الرؤیۃ وخیار الشرط والعیب والتعیین فخرج بقولہ مرغوب فیہ الحر والمیتۃ والدم وبقولہ بمثلہ او بما یقوم مقامہ بیع الحر والمیتۃ والدم بالمال وبقولہ خال عن شرط فاسد البیوع الفاسدۃ وبقولہ خیار الرؤیۃ الخ البیوع التی فیہا خیار الرؤیۃ وبقولہ خیار الشرط البیوع التی فیہا خیار الشرط وبقولہ والعیب البیوع التی فیہا خیار العیب وبقولہ والتعیین السلم اھ منہ

قولہ ویحل الخ لما فی الدرر ویجوز بیع الثمار قبل ان یبدو صلاحہا بشرط القطع وبدونہ ویؤمر بالقطع وان لم یقطع تصدق بقدر الواجب اھ

قولہ بیع الخ فی الاصل قولہ وتزویج الخ

قولہ وبیع الخ فی الاصل قولہ وبیع ما فی بطون الدواب وبیع ما فی ظہورہا یعنی ان بعض مشائخنا افتی بجوازہ اھ منہ

حبل الحبلہ کی بیع سے نہی فرمائی اور موطا مین بیع مضامین اور ملاقیح اور حبل الحبلہ کی نہی مروی ہی اس احتمال سے کہ شاید اونٹنی نہ جنے یا مر جائے بچہ ہونے سے پہلے کذا فی الفتح وبیعہ امۃ تبین انہ ذکر الضمیر لتذکیر الخبر خبیث وعکسہ بخلاف البعکس اور اس اونٹنی کی بیع باطل ہی جسکا غلام ہونا ظاہر ہوا اور بالعکس اسکے لیئے اس غلام کی بیع جسکا لونڈی ہونا ثابت ہوا باطل ہی بخلاف جانورون کے مصنف نے ذکر لایا بسبب تذکیر خبر کے والاصل ان الذکر والانثی من بنی آدم جنسان حکما فیسقط فی سائر الحیوانات جنسہ احد فیہ وتغیر لفوات الوصف اور قاعدہ جواز اور عدم جواز کا یہ ہی کہ نر اور مادہ دو بنی آدم مین دو جنسین ہین باعتبار حکم شرع کے تو دوسری جنس ہونے سے بیع باطل ہوگی اور باقی حیوانات مین نر اور مادہ ایک جنس ہین تو بیع صحیح ہوگی اور شتری کو لینے دینے مین اختیار ہوگا بسبب فوت ہونے وصف مرغوب فیہ کے ہم آدمی ہین نر اور مادہ اسواسطے دو جنس ٹھہرے کہ مرد اور عورت کے خرید کرنے مین اغراض بکثرت متفاوت ہین بخلاف بہائم کے کہ انمین چندان تفاوت اغراض نہین تو اگر بکرا خرید کیا اور وہ بکری نکلی تو بیع صحیح ہوگی ومتروک التسمیۃ عمدا لو من کافر بذابحۃ وکذا ما ضم الیہ لان حرمۃ الفصد اور اسی بیع کے باطل ہونے سے ذبح کے وقت نام خدا عمدا متروک ہوا اگرچہ کافر کے ہاتھ اسکو بیچا ہوا اور اسی طرح اس چیز کی بھی بیع باطل ہی جو متروک التسمیہ کے ملا کر بیچے اسواسطے کہ متروک التسمیہ کا بیع حرام ہونا نص قرآنی سے ثابت ہی ہم متروک التسمیہ عمدا امام شافعی کے نزدیک حلال ہی اگر ذابح اسکا مسلم ہوا سواسطے کہ نام خدا مسلم کے دل مین ہی تو اگر کوئی کہے جبکہ متروک التسمیہ عمدا مجتہد فیہ ہوا تو چاہیئے کہ اسکے ساتھ والی کی بیع جائز ہو جیسے مدبر کے ساتھ والی کی بیع جائز ہی صاحب کافی نے اسکا جواب دیا کہ متروک التسمیہ کی حرمت نص قرآنی سے ثابت ہی اور مورد نص مین مساغ اجتہاد نہین تو یہ اختلاف معتبر نہین اور حکم قاضی بھی نافذ نہین وبیع الکراب دکری ھا لانہ لیس بمال متقوم بخلاف بیع بناء ونخیہ فیصح اذا امر بشرط قرکیاہ او الجیلا اور کھیت جوتنے اور نہر کھودنے کی بیع باطل ہی اسواسطے کہ یہ موجود مال نہین بخلاف عمارت اور درخت کے کہ وہ مال متقوم ہی تو بیع اسکی صحیح ہی بشرط اسکے عدم ترک کے کذا فی الولوالجیہ وہم یعنے ایک شخص نے دوسرے شخص سے زمین اجارہ لی پھر اُس زمین کو زراعت کے واسطے جوتا اور اسمین ہل چلایا اسمین پانی کی نہر کھودی پھر اجارہ فسخ ہوگیا یا اسکی مدت منقضی ہوگئی پھر ستا جرنے چاہا کہ اپنا یہ عمل بیچے تو جائز نہین کیونکہ یہ مال متقوم نہین کذا فی الطحطاوی وما فی حلوای حکم ما لیس بمال کام الولد والمکاتب والمدبر المطلق فان بیعھن کلا باطل ای بقاء قلم یملکوا بالقبض ابتداء فصح بیعہم من انفسھم وبیع من ضمہ الیھم دس اور جو چیز کہ حکم مذکور مین ہی یعنے جو چیز کہ مال نہین ہی جیسا کہ ام ولد اور مکاتب اور مدبر مطلق تو انکی بیع باطل ہی یعنے باعتبار انجام کار کے باطل ہی تو اشخاص مذکورین مملوک نہین ہوتے قبض مشتری سے اور باطل نہین انکی بیع باعتبار ابتدا کے تو انکو بیچا خود انکی ذات سے صحیح ہی اور اس مملوک کی بیع صحیح ہی جو انکے ساتھ ملا کر بیچا گیا کذا فی الدرر وہم حر کی بیع ابتداءً اور بقاءً دونون طرح باطل ہی کیونکہ وہ کسی طرح مال بیع نہین اور ام ولد اور مکاتب اور مدبر مطلق کی بیع ابتداءً باطل نہین کہ وہ فی الجملہ محل بیع نہین کیونکہ حقیقت حریت باعتبار انجام کار کے انکی کبھی بیع باطل ہی اسواسطے کہ استحقاق عتق ام ولد مین حدیث سے ثابت ہی کہ انکو انکے ولد نے آزاد کر دیا اور سبب حریت مدبر مین فی الحال متحقق ہی کیونکہ بعد موت اہلیت باطل ہی اور مکاتب کا استحقاق اپنے لقرف ذاتی سے ثابت ہی تو اگر انکی ملک بیع سے ثابت ہو تو یہ سبب حق باطل ہو جاوین کذا فی الطحطاوی وقول ابن کمال بیع ھؤلاء باطل موقوف ضعفہ فی البحر بان المرتجح اشتراط رضی المکاتب قبل البیع وعدم نفاذ القضاء ببیع ام الولد وصحح فی الفتح نفاذہ قلت الوجہ التوقف علی قضاء اخر امضلوا رجعوا نہ فلیکن التوقف اور ابطال کے اس قول کی کہ انکی بیع باطل موقوف ہی ضعیف کی ہی اس قول کی بحر الرائق مین کہ مرجح اشتراط رضاے مکاتب ہی قبل بیع کے نہ بعد بیع کے اور راجح عدم نفاذ قضاے ام ولد کی بیع مین اور فتح القدیر مین نفاذ قضا کی تصحیح ہی مین کہتا ہون کہ قوی تر یہ ہی کہ قضاے بیع ام ولد دوسرے

الکراب والکرب کثارۃ الارض للزرع وکری للانھار حفر جلد

قاضی کے حکم پر موقوف ہو حکم اول کی جاری رکھنے میں یا رد کرنے میں کذا فی العینی والنہر تو اسی قول کو دافع اختلاف قرار دینا چاہیے یعنے بحر الرائق کا قول عدم نفاذ اس صورت پر محمول ہو جب کہ قاضی نے قاضی اول کے دافع حکم ندیا ہو اور فتح القدیر کے نفاذ کا قول اس صورت پر محمول ہو جبکہ دوسرے قاضی نے اسکو جاری کر دیا ہو ہم بیع ام ولد کا مسئلہ صدر اول میں مختلف فیہ بتلا چکے ہیں کہ بعض ائمہ اسکی بیع کے مجوز نہ تھے اور علی مرتضی مجوز تھے پھر تابعین کا اجماع ہو گیا عدم جواز پر پھر اگر بعد اسکے قاضی جواز بیع کا حکم دے تو رافع خلاف سابق ہو گا یا نہیں بعضوں کے نزدیک رافع نہیں اور ہمارے نزدیک رافع ہو خلاف کا منصوص اشرد سی ہیں ہو کہ قضاء سے بیع ام ولد میں دو روایتیں ہیں اظہر الروایتین یہ ہو کہ نافذ نہیں اور جامع میں یوں ہو کہ قضاء قاضی دوسرے قاضی کے حکم پر موقوف ہو اگر وہ جاری کر دے تو نافذ ہو والا باطل اور یہ اوجہ الاقاویل ہو کذا فی الطحطاوی عن العینی و فی السراج ولد الھلاج کام ولد و بیع مبعض کحر اور سراج میں ہو کہ ام ولد اور مکاتب اور مدبر کی اولاد انکے مانند ہو عدم جواز بیع میں اور عبد مشترک البعض ہر کے مانند ہو بطلان بیع میں و بطل بیع مال غیر متقوم ای غیر مباح الانتفاع بہ ابن کمال فاحفظ اور باطل ہو بیع مال غیر متقوم کی یعنے وہ مال جس سے فائدہ لینا مسلم کو شرعاً جائز نہیں کذا صریح ابن کمال اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم ابن کمال تے کہا کہ تلویح میں مذکور ہو کہ متقوم دو قسم ہو متقوم عرفی یعنے اجزاء اور غیر محرز جیسا کہ شکار اور گھاس مال متقوم نہیں اور متقوم شرعی یعنے جس سے انتفاع مباح ہو وہی ہے ان مراد دی کذا فی الطحطاوی وخمر وخنزیر دمیتة لم تحل انتفاء بالخنق ونحوہ فانہا مال عندنا ھی کخمر وخنزیر مال غیر متقوم چنانچہ شراب اور سور اور مردار جانور جو نوجھ نہیں مر گیا بلکہ گلا وانبے اور مانند اسکے چنانچہ مارتے سے مر گیا کہ ایسا مردار مال ہو کفار ذمیوں کے نزدیک جیسے شراب اور سور وھذا ان بیعت بالثمن ای بالدین کدراھم ودنانیر ومکیل وموزون بطل فی الکل وان بیعت بعین کعرض بطل فی الخمر وفسد فی العرض فیملک بالقبض بقیمتہ ابن کمال اور یہ یعنے شراب اور سور اور مردار اگر انکی بیع ہو ثمن سے یعنے جو ثمن دیکے چنانچہ دراہم اور دنانیر اور کیل اور موزون سے تو بیع اور ثمن ہر ایک میں بیع باطل ہو یعنے قبضہ کرنے سے بھی مملوک نہیں ہوتے اور اگر انکی بیع ہو ثمن جو ثمن نہیں یعنے متاع اور سباب تو شراب وغیرہ میں بیع باطل ہو اور اسباب میں فاسد ہو کہ متاع کا مالک ہو گا قبضہ کرنے سے اسکی قیمت دیکر کذا صحح ابن کمال وبطل بیع

میتة الخ زیدیہ میتة ماتت حتف انفہا فقیدہ لتکون کالخمر وان سمی ثمن کل ای فصل الثمن خلافا لہما

اور باطل ہو بیع اس مملوک کی جو مولا یا گیا آزاد ہے اور اس ذمی کی بیع باطل ہو جو مولا یا گیا اُس مردار کے ساتھ جو خود بخود مر گیا اگرچہ ہر ایک کا ثمن مسمی ہو یعنے جیسا خلاف ثمن مذکور ہو بخلاف صاحبین کے مصنف نے خود بخود مرنے کی قید لگائی تا مردار آزاد کے مانند ہو جاوے عدم مالیت میں سلما اور ذمی دونوں کے نزدیک وبنیٰ الخلاف ان العقد لا یتعدد بتعدد المحل بل بتعدد الثمن بلا بد من لکن لفظ العقد عندہ خلافا لہما کما فی الہدایة فیبطلانہ فاسد اور امام اور صاحبین کی بنا اسے خلاف یہ ہو کہ عقد یعنے عقد متعدد نہیں ہوتا بمجرد تعدد محل ثمن کے بلکہ عقد میں مکرر ہونے لفظ عقد کا ضرور ہو امام کے نزدیک بخلاف صاحبین کے کہ انکے نزدیک تعدد ثمن بلا تکرار لفظ عقد عقد و متعقد نہیں کافی ہو اور نہایہ کا ظاہر اس کا مفید ہو کہ بیع عبد بغیر حر اور بیع زجاجہ بغیر صحیحہ فاسد ہو بخلاف بیع حر تن طعام الی اجل وبیع وخمر او خنزیر وملت علم الی وقت فغیر المسجد العامر وفانہ کالحر بخلاف الغامر بالمعجمة الخراب فکبیر اعتبارا من قاعدة اجتماع الحرام والحلال تحلاف بیع غلام مملوک کے جو مولا یا گیا مدبر اور اسکے مانند ام ولد اور مکاتب کے ساتھ اور بیع مال مملوک کی جو مولا یا گیا وقف کے ساتھ سوائے مسجد آباد کے اسواسطے کہ جو ملک مسجد آباد کے ساتھ ملک بیچی گئی تو اسکی بیع باطل ہو جیسے آزاد کے ساتھ باطل ہو بخلاف ویران مسجد کے کہ اسکے ساتھ ملک کی بیع جائز ہو جیسے مدبر کے ساتھ جائز ہو چنانچہ یہ تصریح اشباہ میں ہو بخلاف اس قاعدے کے کہ جب حرام اور حلال مجتمع ہوں تو حرام ہی غالب ہوتا ہو ولو محکوما بہ فی الاصح خلافا لما فی تنویر الملا ابو السعود اگر چہ لازم وقف پر قاضی کا حکم ہو گیا ہو تو بھی ملک کی بیع صحیح ہو قول اصح میں بخلاف ملا ابو السعود مفتی روم کے فتوے کے ہم مفتی مرحوم کا یہ فتوے ہو کہ اگر لزوم وقف کا قاضی نے حکم

۷۴
تعین النقد بین الخ
لخلاف الجنس
کما فی النقود
کما یرجح
کما سیجیء
قول اصح کا
یا تعالی
اعلم
ہو کی

کیا تو اسکے ساتھ ملک کی بیع فاسد ہی نہر الفائق میں اس قول کو رد کیا ہی اور اطلاق وقف کی تصحیح کی نہ فیصح بحصتہ فی القن وعبد وللملک کلہ فی المال فی الجملۃ تو صحیح نہ بیع بقدر اسکے حصے کے غلام میں مدبر کے ساتھ اور بالغ کے غلام میں غیر کے غلام اور مالک میں وقف کے ساتھ سواسطے کہ مدبر اور غیر کا غلام اور وقف فی الجملہ مال ہیں ولو باع قریۃ ولم یستثن المساجد والمقابر لم یصح علی الاصح اور اگر ایک گاؤں بیچا اور وہاں کے مساجد اور مقابر کو بیع سے استثنا نہ کرلیا تو بیع صحیح نہیں کذا فی العینی ھو بحر الرائق میں محیط سے منقول ہی کہ اگر قریہ بیچا اور اسمیں کے مساجد اور مقابر کو استثنا نہ کرلیا تو قول صحیح یہ ہی کہ ملک میں بیع صحیح ہوا سواسطے کہ مساجد اور مقابر بنا بر اعادت کے مستثنے ہیں لیکن طحطاوی نے کہا کہ بحر الرائق کا قول اولے ہی اسواسطے کہ جو عرف میں معلوم ہو وہ مشروط کے برابر ہی فالباطل بیع صبی لا یعقل ومجنون مشیئا جیسے باطل ہی بیع صغیر غیر عاقل اور مجنون کا کسی چیز کو ھم غیر عاقل کی قید اسواسطے لگائی کہ صبی عاقل کی بیع اور شراء صحیح ہوا اور اسکے ولی کی اجازت پر موقوف ہی وبول وجمیع آدمی لم یغلب علیہ تراب فلو مغلوبا بہ جاز کسرقین بعر وکتبن فی البحر وخلطۃ بتراب اور باطل ہی بیع آدمی کے پیشاب اور گوہ کی جسپر مٹی نہ غالب ہوگئی ہو اور اگر مٹی غالب ہوا اور وہ مغلوب ہو تو بیع جائز ہی جیسے گوبر اور مینگنی کی بیع جائز ہی اور بحر الرائق میں اکتفا کیا ہی بحر دانکے ملنے کے قلع نظر مٹی کے غالب ہونے کے ھم لطحطاوی نے کہا اگر کوئی کہے کہ اگر گوبر مال نہیں اور خالص مٹی مال نہیں پھر دونوں کے اجتماع سے کیونکر مالیت پیدا ہوگئی اسکا جواب یہ ہی کہ جواز بیع کا مدار حلت انتفاع پر ہی اور خلط سے انتفاع جائز ہی نہ دون خلط کے وشعر انسان لکرامۃ الادمی ولو کافرا ذکرہ المصنف وغیرہ فی بحث شعر الخنزیر اور آدمی کے بال کی بیع باطل ہی بسبب ادمی کی بزرگی اور عزت کے اگرچہ آدمی کافر ہو مصنف وغیرہ نے اسکو سور کے بال کی بحث میں مذکور کیا ہی وبیع مالیس فی ملکہ لبطلان بیع المعدوم ومال خطر العدم اور باطل ہی بیع اس چیز کی جو آدمی کی ملک میں نہیں ہی بسبب باطل ہونے بیع معدوم کے اور جسمیں نیستی کا خطرہ لگا ہی ھم مقدور علیہ کی شرط یہ ہی کہ مال موجود مقوم مملوک فی نفسہ ہو اور بالغ کی ملک ہو یا اسکے موکل کی اور مقدور التسلیم ہو اور جو چیز اسکے پاس نہیں تو وہ نہ اسکی ملک ہی نہ مقدور التسلیم ہی اور جسمیں نیستی کا خطرہ لگا ہی اسکی بیع بھی جائز نہیں چنانچہ حمل اور بھن کا دودھ اور ثمر اور زرع قبل از ظہور اور بیج کپڑے کے اندر اور گٹھلی کھجور کے اندر اور گوشت اور چربی اور کلہ پائے زندہ بکری کے اندر کے اور کھلی تلون کے اندر کذا فی الفتح کابطریق السلوفانہ صحیح کانہ علیہ الصلوۃ والسلام نھی عن بیع مالیس عندک انسان وفی بعض فی السلم جو چیز آدمی کے پاس نہیں اسکی بیع بطریق سلم باطل نہیں بلکہ وہ صحیح ہی اسواسطے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا اسکی بیع سے جو انسان کے پاس نہیں اور رخصت دی سلم میں ھم اصحاب سنن نے حکیم بن حزام سے روایت کی کہ میں نے کہا یا رسول اللہ صلعم شخص میرے پاس خریدار تے کو آتا ہی اور میرے پاس وہ چیز نہیں ہوتی سو کیا میں اس سے بیع کیا کروں پھر اسکو بازار سے خرید کر دیا کروں فرمایا کا تبع مالیس عندک یعنے بیع اسکو جو تیرے پاس نہیں ہی کذا فی التبیین وبطل بیع شرح بما تغیر بہ کاعدام المرکوب وھو المال او باطل ہی وہ بیع جسمیں بقی ثمن کی تصحیح ہی بسبب نہ ہونے رکن کے یعنے مال ھم اور اگر سکوت ہو ثمن سے تو بیع فاسد منعقد ہوگی چنانچہ مذکور ہوگا والبیع الباطل حکمہ عدم ملک المشتری ایا واذا قبضہ فلا ضمان لو ھلک المبیع عندہ کالامانۃ وصحح فی التفسیر ضمانہ قیل بالاجماع والفتوی اور بیع باطل کا حکم عدم ملک مشتری ہی یعنے مشتری مبیع کا قبضہ کرنے سے مالک نہیں ہوتا تو مشتری پر لازم نہیں اگر مبیع اسکے پاس ہلاک ہو اسواسطے کہ وہ امانت ہی اور قبضہ میں تاوان دینے کے تصحیح کی ہی بعضوں نے کہا اسی قول پر فتوی ہی ھم حموی میں ہی کہ خیر کی نزدیک ضمان نہ ہی اور قنیہ میں وھو اصح یہ مذکور ہی کہ مشتری نے اسکو اپنی ذات کے واسطے قبض کیا تو مشابہ غصب کے ہوا اور حاشیہ سری الدین میں قاضی خان سے منقول ہی کہ ضمان دینا صحیح ہی تو خلاصہ یہ ہی کہ جدید قول صحیح میں کذا فی الطحطاوی وھو بیع الحربی اباہ وابنہ قیل باطل وقیل فاسد وفی وصایاھا بیع الوصی مال الیتیم بغبن فاحش باطل وقیل فاسد وبیع اور قنیہ میں ہی کہ بیچا حربی کا اپنے باپ یا بیٹے کو بعضوں کے نزدیک باطل ہی اور بعضوں کے نزدیک فاسد ہی اور قنیہ کی وصایا میں ہی کہ بیچا وصی کا یتیم کا مال

بغبن

بنقصان مبیع باطل ہو اور بیعوں کے نزدیک فاسد ہو اور اسکی ترجیح ہو بیعوں کے نزدیک م فائدہ خلاف کا یہ ہو کہ بصورت بطلان بیع کے بعد قبض مبیع ملک نہیں ہوتا ہے فاسد
مین مملوک ہو وفی التنقیح المضطر و شراءہ فاسد کو نحو متن مین ہو کہ مضطر کا بیچنا اور خریدکرنا فاسد ہو ہم صورت اسکی یہ ہو کہ ایک شخص کھانے یا پانی یا لباس
کی طرف باضطرار محتاج ہو اور بائع انکے مذکورہ کو نہین بیچتا مگر بکثرت ثمن زیادہ کرکے اور اسی طرح مضطر سے خریدکرنا نہایت ثمن کو کم کرکے کذا فی المغرب ابوداؤد مین
علی مرتضیٰ سے روایت ہو کہ نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن بیع المضطر یعنے حضرت نے منع فرمایا مضطر کی بیع سے کذا فی التبیین وفسد
بیع ماسکت ای وقع السکوت فیہ عن الثمن اور فاسد ہو وہ بیع جسمین سکوت واقع ہوا ثمن سے چنانچہ بالفعل کہا کہ مین نے یہ کپڑا بیچا اور مشتری نے کہا مین نے
خریدکیا اور دونون نے ثمن کو ذکر نکیا تو بیع فاسد ہوا اگر نفی ثمن کی تصریح ہوگی تو بیع باطل ہوگی چنانچہ مذکور ہوچکا کبیعہ بقمتہ حیث بیع بیع کی بقدر اسکی قیمت کے
فاسد ہو ہم یعنے بلا تعیین ثمن قیمت مجملہ پر بیع فاسد ہو وفسد بیع عرض ھو المتاع القیمی ابن کمال بخر وعکسہ فینعقد فی العرض کالخمر کالخمر
اور فاسد ہو بیع متاع اور اسباب کی شراب سے اور شراب کی بیع متاع سے تو بیع منعقد ہوگی اسباب مین نہ شراب مین بہرصورت چنانچہ مفصل گذر گیا عرض عبارت
ہو متاع قیمت والی سے کذا فی ح ابن کمال تو روپیہ اور اشرفی اور اناج عرض نہین وفسد بیعہ ای العرض بایام الولد والمکاتب للمدبر حق لو تقابضا صار
المشتری للعرض کالمرض لمامر ابو یوسف قال فی الجملۃ اور فاسد ہو بیع متاع مبیعی کی ام ولد اور مکاتب اور مدبر سے یہان تک کہ اگر متعاقدین تقابض
بالیدین کرینگے تو متاع کا خریدار متاع کا مالک ہوگا اسواسطے کہ مذکور ہوچکا کہ مکاتب وغیرہ فی الجملہ مال ہین بخلاف شراب یا سور یا مردار کے وفسد بیع سمک لم یصد
لو بالعرض والا فباطل لعدم الملک صدر الشریعۃ اور فاسد ہو بیع اس مچھلی کی جو پانچ مین نہ ائے شکار کرنے سے نہ طبعاً کیونکہ اسکی بیع اسباح ہوا اور اگر
دراہم اور دنانیر یا مکیل و توزن سے ہو تو بیع باطل ہو کذا فی شرح الوقایہ ہم صدر الشریعہ نے شرح قایہ مین کہا کہ جو مچھلی شکار نہین ہوتی تو سزاوار یہ ہو کہ
بیع باطل ہو اگر دراہم اور دنانیر سے ہو اور اگر متاع سے ہو تو فاسد ہو اسواسطے کہ وہ مال غیر متقوم ہو اسلیے کہ قوم احراز سے ہوتا ہو اور احراز یہان حاصل نہین
او صید ثم القی فی مکان لا یحتفزہ لا یحیلہ للتعیب عن التسلیم یا مچھلی شکار ہوئی پھر ڈالی گئی ایسے مکان مین یعنے حوض وغیرہ مین کہ اسمین گرفتار
نہین ہوتی مگر حیلے سے تو بیع فاسد ہو بسبب عاجز ہونے کے تسلیم سے دان اخذ بدون فعلہ فھو لہ خمار الرویۃ اور اگر مچھلی پکڑلیجائے بدون حیلہ
جال کے تو بیع اسکی صحیح ہو اور مشتری کو خیار الرویۃ ہو الا اذا دخل بنفسہ لم یسد مدخلہ فلہ ملکہ مگر جبکہ مچھلی خود حوض مین گھس گئی اور صحیح
اسکا مدخل بند نکردیا تو اسکی بیع صحیح نہین بلکہ باطل ہو بسبب عدم ملک کے اور اگر اسنے اسکا مدخل بند کردیا تو اسکا مالک ہوگا اسواسطے کہ بند کرنا فعل اختیاری
ہو اور موجب ہو ملک کا جیسے جال مین پھنسا موجب ملک ہو بحر الرائق مین ہو کہ جب مچھلی حوض مین گئی آدمی کی تدبیر سے تو وہ اسکا مالک ہوگیا اور بیع اسکی بموجب تفصیل مذکور
کے ہو یعنے درصورت تسلیم صحیح ہو والا غیر صحیح اور بعضون نے کہا مطلقاً بیع صحیح نہین بواسطے عدم احراز کے اور خلاف اس صورت مین ہو جبکہ انسان نے وہ حوض
شکار کرنے کے واسطے نہ بنایا اور اگر بنایا ہو گا تو بالاجماع مالک ہوگا کذا فی الطحطاوی ولیس بحیز اجارۃ بر کۃ لیصادمنھا السمک بحرا وھو ما لا یتہیأ
حوض اور تالاب کا مالک اسمین سے مچھلیون کا شکار کیا جاوے کذا فی البحر وبیع طیر فی الھواء لم یرجع بعد ارسالہ بخلاف ما اذا قبل ارسالہ بخلاف
غیر ماطل لعدم الملک اور فاسد ہو بیع ان چڑیون کی ہوا مین جو پلٹ نہین آتیں ہاتھ سے چھوڑ دینے کے بعد اور انکا بیچنا قبل انکے شکار کرنے کے تو باطل ہو بسبب
عدم ملک کے م یعنے اگر چڑیا کو پکڑکے چھوڑ دیا اور وہ ہوا مین اڑتی پھرتی ہو اور اسکی پلٹ آنے کی عادت نہین تو اسکی بیع فاسد ہو اور اگر نہوز اسکو
نہین پکڑا تو بیع باطل ہو اگر دراہم یا دنانیر سے بیع ہوئی ہو اور اگر متاع سے بیع ہوئی ہو تو فاسد ہو مچھلی کے مانند کذا فی المحیط وان کان
یطیر ویرجع کالحمام عود وفیل لا وھو الصحیح اور اگر چڑیا ایسی ہو کہ اڑجاتی ہو اور پھر آتی ہو پلٹ کر چنانچہ پالو کبوتر تو اسکی بیع جواز کی
کی حالت مین صحیح ہو اور بعضون نے کہا کہ صحیح نہین اور اسی قول کی ترجیح دی نہر الفائق مین ہم وجہ صحت یہ ہو کہ معلوم بطریق عادت کے واقع کے مانند ہو

اور یہ احتمال کرنا کہ شاید پلٹ آوے مانع جواز بیع نہیں چنانچہ بجو نہ ہلاک ہو جانا مبیع قبل قبض مانع نہیں بحر میں بصورت عروض ہلاکی بیع فسخ ہونی ہے اسی طرح بیان درصورت وقوع عدم متاد قبل قبض کے بیع فسخ ہوگی کذا فی الفتح و شرح الوقایہ میں کہا اسی پر نظر ہے اسواسطے کہ شرط صحت بیع سے قدرت ہے تسلیم پر بعد بیع کے و لہذا بندوگر گیختہ کی بیع جائز نہیں انہا میں کہتا ہے کہ جو بیع درصورت عادت عود مثانی قدرت تسلیم کی نہیں اسواسطے کہ جب پھر آنے کی عادت ہوئی طائر کی تا حد دور التسلیم ہوا اور قدرت تسلیم کا دعوی بعد عقد کے لازم نہیں اور اگر بعد عقد عدم سرعت عود فرض کیجیے تو بیع فسخ ہو جاویگی بخلاف بندگر گیختہ کے کہ عادت میں انکا عود کرنا معتاد نہیں کذا فی الطحطاوی عن الحموی و بیع الحمل ای الجنین فجزم فی البحر ببطلانہ کالنتاج اور فاسد ہے بیع حمل پیٹ کے بچے کی اور بحر الرائق میں اسکے باطل ہونے کا یقین کیا ہو ولد الولد کے مانند مصنف نے باتباع صاحب درر بیع حمل کو فاسد کہا اور بحر الرائق اور برہان اور حموی میں اسکو باطل کہا ہے اسواسطے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہی فرمائی ہے اسکی خرید سے جو جانوروں کے پیٹ میں ہے تا وضع رواہ احمد والترمذی و ابن ماجہ اور اسواسطے کہ شک کو لاحق ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی دامۃ کاحملی لبنہا و بالشرط بخلاف ہبۃ ووصیۃ اور فاسد ہے بیع لونڈی کی سوائے اسکے حمل کے بسبب جاسد ہونے بیع کے شرط فاسد سے بخلاف ہبہ اور وصیت کے یعنے لونڈی کا ہبہ یا وصیت کرنا بدون حمل کے صحیح ہے و اللبن فی ضرعہا وجزم البوجندی ببطلانہ اور فاسد ہے دودھ کی بیع تھنوں کے اندر اور برجندی نے اسکے بطلان کا یقین کیا ہے وہم فساد بیع کے چند وجوہ ہیں انمعلوم نہیں کہ تھنوں میں دودھ ہے یا نہیں ۲ اختلاف دودھ کی کیفیت میں خالیا نزاع واقع ہوگا ۳ جائز ہے کہ دودھ سے پہلے اور دودھ پیدا ہو تو مال بالغ مخلوط ہوا مشتری کے مال سے اسطرح پر کہ تخلیص اسکی متصور نہیں ۴ امام شافعی نے ابن عباس سے اسکی نہی روایت کی اور صوف علی ظہر الغنم کی کذا فی الطحطاوی و لؤلؤ فی صدف للغرر اور فاسد ہے بیع موتی کی سیپی کے اندر بسبب خطر بعینہ کے لئے اسکا وجود اور مقدار معلوم نہیں و صوف علی ظہر الغنم و حملہ و لبن فی ضرعہا و سمن فی لبنہا و سمک فی الماء الکثیر و ما لا یقدر علی تسلیمہ و جوزہ الشافعی اور فاسد ہے بیع اون کی بھیڑ کی پیٹھ پر اور ابو یوسف اور امام مالک نے اسکو جائز کہا ہے فساد بیع کا یہ سبب ہے کہ صوف نیچے سے نمایاں ہوتا ہے تو مبیع غیر مبیع سے مختلط ہوگی کذا فی النہر و فی المدارج او سلم الصوف واللبن بعد العقد لم ینقلب صحیحا اور سراج میں ہے کہ اگر بالغ نے صوف اور دودھ تسلیم کر دیا مشتری کو بعد عقد کے تو بیع منقلب ہوکر صحیح ہو جاویگی و لذا لو کان ما اتصل بہا قطع کجلد حیوان ولوی تمر و بزر بطل لعدم انہ معدوم عرفا اور اسی طرح جس چیز کا کہ اتصال پیدائشی ہو جیسے کمال خالوں کی اور گٹھلی کھجور کی اور بیج خربوزے کا کہ اسکی بیع فاسد ہے اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ اشیاے مذکورہ عرف میں معدوم ہیں و اما محلی بیع الکراث و نحو المقصاص و اصل الجوز بالعصا فیہا المتعامل اور گندنا اور درخت بید اور توت کے پتوں کی بیع کو شتالوں کے ساتھ فتحانے صحیح کہا ہے فقط رواج کے سبب سے ہم یہ جواب ہے اس سوال کا جو فقیہوں کے اس قول پر وارد ہوتا ہے کہ صوف علی ظہر الغنم کی بیع اسواسطے فاسد ہے کہ وہ نیچے سے بڑھتا ہو تو بالغ اور مشتری کی ملک میں مختلط ہوتا ہے خلاصہ سوال یہ ہے کہ گندنا بیچنا جائز ہے اور حالانکہ گندنا بھی نیچے سے بڑھتا ہے تو بیع جائز ہونی چاہئے اپنی شرح میں کہا کہ گندنے کی بیع جائز ہے اگرچہ وہ نیچے سے بڑھتا ہو بسبب رواج کے انتہی لیکن بید اور توت میں اس تعلیل یعنے تامل اور رواج کی کچھ حاجت نہیں کیونکہ وہ دونوں درخت اوپر سے بڑھتے ہیں تو ملک مشتری بالغ کی ملک سے متحلط نہیں ہوتی لیکن قینیہ ہے کہ توت کی بیع اسوقت صحیح ہے جبکہ موضع قطع معلوم ہو صراحۃ یا عرفا کذا فی الطحطاوی و فی القنیۃ باع ورق توت لم تقطع قبل بسنۃ جاز و یستقیہ کالا شبہ موضع قطعہ عرفا و قنیہ میں ہے بیچا اس توت کے اوراق کو جو قطع نہیں ہوا قبل بیع کے ایک سال سے تو بیع جائز ہے اور اگر دو سال سے قطع نہیں ہوا تو بیع جائز نہیں ہوا سواسطے کہ قطع کرنے کا مکان عرف میں غلبہ ہوگا تو نزاع متصور ہے و شرع معین فی سقط اما غیر المعین فلا ینقلب صحیحا ابن کمال اور فاسد ہے بیع اس عسیر اور کری معین کی جو جہت میں منسوب ہے اور غیر معین کی بیع تو بعد قطع کے بھی منقلب بصحت نہیں ہوتی کذا صحیح ابن کمال ہم معنی غیر اور کری کی بیع اسواسطے ناجائز ہوئی کہ اسکی تسلیم میں لزوم ضرر ہے بالغ کے واسطے اور غیر معین میں دو طریقے ہیں ایک

لزوم ضرر و بسری جہالت مبیع ابن کمال نے عدم انقلاب صحت زاہدی کی شرح قدوری سے نقل کیا اور علامہ نوح نے زاہدی کی شرح مختصر طحاوی سے انقلاب صحت نقل کیا ہو الصحیح کذا فی الطحطاوی وفی ذراع من ثوب یضرہ التبعیض فلو قطعہ وسلم قبل فسخ المشتری عاد صحیحا ولو لم یضرہ القطع کذراع من جاز کانتفاع المالک الخ اور فاسد ہی بیع ایک گز کی اس کپڑے سے جسکو پھاڑنا ضرر کرتا ہو چنانچہ عامہ او قمیص پھر اگر بائع نے ایک گز اس کپڑے سے پھاڑ دیا یا کڑی کو چھ سے کھود دیا قبل فسخ کرنے مشتری کے تو بیع پھر کر صحیح ہو جائیگی اور اگر کپڑے کو پھاڑنا مضر نہو جیسا نچہ ایک گز کا پھاڑنا تھان سے تو بیع جائز ہی بسبب نہونے مانع کے ہم مانع بیع وجود ضرر تھا تسلیم کے وقت سو تھان مین ضرر مذکور حاصل نہین لہذا اسکی بیع جائز ہوئی اور جیسکہ قمیص وغیرہ سے بائع نے ایک گز پھاڑ دیا تو اسواسطے بیع صحیح ہو گئی کہ مفسد بیع زائل ہو گیا بعد اسکے موجود ہونے کے طحطاوی نے کہا شارح کو مناسب تھا کہ یون کہتا فلو قطع او قلع تأمل یہ بھی کا بھی حکم مفہوم ہوتا لہذا امتر جم نے انکا ترجمہ زیادہ کر دیا وضربۃ القانص بقاف ونون الصائد اور فاسد ہی بیع شکاری کی کہ ایکبار جال لگانے اور کھینچنے کی قانص بقاف ونون عبارت ہی شکار کرنے والے سے ہم صورت اسکی یہ ہو کہ میں نیرے ہاتھ اسکو بیچا جو ایکبار کے جال لگانے اور کھینچنے مین نکلے تو بیع جائز نہین کیونکہ وہ چیز مجہول ہی علاوہ اسکے احتمال ہو کہ شکار جال مین آوے یا نہ آوے کذا فی الفتح والقانص بنون معجمۃ الغواص اور فاسد ہی بیع غواص کے ایکبار غوطہ لگانے کی غائص بنون معجمہ وصاد مہملہ غوطہ مارنے والا ہم صورت اسکی یہ ہو کہ غواص سوداگر سے کہے کہ مین ایکبار غوطہ مارتا ہون تیرے واسطے جو موتی وغیرہ نکلے سو تیرا ہی جو بعض اتنے مال کے اور وجہ عدم جواز وہی ہو جو سابق مذکور ہو چکی والبیع فیھما باطل للغرر بحر ونھر والکمال وابن کمال قال المصنف وقد نظمہ ملا خسرو فی سلک الفاسد فتبعتہ فی المختصر ویجب ان یراد بہ الباطل لانہ مما لیس فی ملک کما مر اور جال لگانے اور غوطہ مارنے مین بیع باطل ہی غرر کے سبب سے کذا فی البحر والنہر والفتح والایضاح مصنف کے شرح تنویر مین کہا کہ ملا خسرو نے درر مین اس بیع کو فاسد کی لڑی مین پرویا سو مین بھی انکا پیرو ہو گیا اس مختصر مین اور واجب ہو کہ فاسد سے باطل مراد ہو اسواسطے کہ یہ بیع اس قسم سے ہو جو بائع کی ملک مین نہین چنانچہ گذر گیا کہ جو چیز آدمی کی ملک مین نہین اسکی بیع باطل ہی سوائے سلم کے فالمراد بیعہ الرطب علی النخل ثم مقطوعا مثل کیلہ تقدیرا شرح مجمع وضلہ الصنع بالزبیب عنایہ للنہی وتشبیھہ قالربوا قال المصنف فلو لم یکن رطبا جاز لاختلاف الجنس اور فاسد ہی مزابنہ وہ بیع ہو تر کھجور کی جو گلی ہو درخت پر خشک کھجور مقطوع سے برابر اسکے پیمانے کے گمان اور اٹکل سے کذا فی شروح المجمع اور مانند اسکے انگور تر کی بیع ہو جو درخت پر لگا ہو خشک انگور سے کذا فی النہایہ بیع مذکور فاسد ہو بسبب نہی متاع کے اور بیاج کے شبہہ سے بسبب احتمال کمی بیشی کے عند الکل اور اگر پختہ کھجور نہو بلکہ گدر ہو تو بیع مذکور جائز ہی بسبب اختلاف جنس کے لیکن اختلاف جنس مین شبہہ بیاج کا نہین ہم اکثر کتب مین تفسیر مزابنہ یون مذکور ہو کہ ہی بیع الثمر بالخلۃ علی رأس النخل تمرا بالتمر او المقاۃ لیکن یہ خلاف تحقیق کے ہی اسواسطے اکثر بتاء مثلثہ عبارت ہی یا ردی درخت لیتے چھل سے اور چھل پختہ اور گدر دونون کو شامل ہی حالانکہ گدر کھجور کا بیچنا خشک کھجور سے بطریق ظن وتخمین جائز ہی اختلاف غرض کے سبب سے لہذا تفسیر مزابنہ یہی بہتر ہی جو شارح نے کی والملامسۃ للسلعۃ او فاسد ہی بیع الملامسہ لیکن مبیع مین ہاتھ لگانے سے بیع کا واجب ہونا ہم مغرب مین ہی کہ بیع الملامسہ اور بیع اللماس یہ ہو کہ ایک شخص دوسرے سے کہے کہ جب تو نے میرا کپڑا چھوا یا مین نے تیرا کپڑا چھوا تو بیع واجب ہو گئی اور متقفی مین امام سے ہی کہ بیع الملامسہ یہ ہو کہ کہے مین نے تیرے ہاتھ یہ متاع بیچا ہون اتنے کو سو جبکہ مین تجھکو چھون یا تم ہاتھ لگاؤن تو بیع واجب ہو یا مشتری اسی طرح کہے کذا فی الطحطاوی فتح القدیر مین کہا ملامسہ یہ ہی کہ ایک شخص دوسرے کا کپڑا بلا تامل چھوئے تو چھونے والے کو بیع لازم ہو جاوے بلا خیار الرؤیۃ اور یہ اسطرح پر کہ مثلاً اندھیرا ہو یا کپڑا لپٹا ہو والمنابذۃ ای نبذھا المشتری اور فاسد ہی بیع المنابذہ یعنے مبیع کا ڈالنا مشتری کے سامنے منابذہ یہ ہو کہ بائع کہے کہ جب مین کپڑا تیرے طرف ڈالون یا مشتری کہے کہ جب تو اپنا کپڑا میری طرف ڈالے تو بیع واجب ہو بغیے تامل و بلا خیار فسخ و القاء ہما علیہا اور فاسد ہی بیع سنگریزہ ڈالنے کی مبیع پر یہ صورت ہی کہ سنگریزہ ڈالے اور وہان چند کپڑے ہون تو جس کپڑے پر سنگریزہ پڑے اب

بیع واقع ہو جاتا ہے اس کے بعد ذھی من بیوع الجاھلیۃ فنھی عنھا کلھا عینی لوجود القمار فکانت فاسدۃ ان سبق ذکر الثمن بحر اور یہ لینے ملامسہ اور منابذہ اور القاء حجر زمانہ کفر کی بیوع میں سے ہیں اور شرع میں ان سب سے نہی واقع ہوئی کذا فی فتح العینی بسبب پائے جانے قمار کے تو یہ سب بیوع فاسد ہیں اگر ثمن کا ذکر طے ہو چکا ہو کذا فی البحر ھم ان بیوع میں وجود تملک ہی بواسطے معلق ہونے تملیک کے افعال مذکورہ پر کو یا بائع نے یوں کہا مشتری سے کہ جس کنکر پر تو سنگریزہ ڈالے یا جسکو تو ہاتھ لگا دے تو میں نے تیرے ہاتھ اسکو بیچا ثمن مذکور ہو یا نہ ہو یہ صورت بیوع مذکورہ فاسد ہیں یا طل نہیں بواسطے عدم تصریح یعنی ثمن کے ذکر ثمن کے اسواسطے قید لگائی کہ متوہم صحت بیع ہو ذکر ثمن کے وقت کذا فی الطحطاوی صحیحین میں ابوسعید خدری سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ملامسہ اور منابذہ فی البیع سے نہی فرمائی اور صحیحین میں ابوہریرہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیع الغرر اور بیع الحصاۃ سے نہی فرمائی کذا فی التیسیر اور صحیحین میں جابر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مزابنہ اور محاقلہ سے نہی فرمائی کذا فی الفتح محاقلہ یہ کہ گیہوں کو اسکی بالیوں میں بیچے بعوض گیہوں کے برابر پیمانے میں ظن و تخمین سے کذا فی النہر وبیع ثوب من ثوبین او عبد من عبدین لجھالۃ المبیع اور فاسد ہے بیع ایک کپڑے کی دو کپڑوں میں سے یا ایک غلام کی بیع دو غلاموں میں سے بسبب جہالت مبیع کے یعنے معلوم نہیں کہ دو کپڑوں میں سے کون کپڑا یا دو غلاموں میں سے کون غلام مبیع ہو تو منازعت پیدا ہوگی بائع نہیں جانتا کہ کسکو تسلیم کرے اور مشتری نہیں جانتا کہ کس پر قبضہ کرے بحر الرائق میں قیمت والی چیز کی اسواسطے قید لگائی کہ بیع سلم کی مثلی میں جائز ہے فلو قبضھما ھلکا معا ضمن نصف قیمۃ کل الفاسد معتبرا بالصحیح پھر اگر مشتری نے دونوں کپڑوں یا غلاموں پر قبضہ کیا اور دونوں ساتھی ہلاک ہو گئے تو مشتری تاوان دے ہر ایک کی نصف قیمت کا اسواسطے کہ بیع فاسد معتبر ہو بیع صحیح سے ھم ہر ایک کی نصف نصف قیمت کا ضمان اسواسطے ہوا کہ ایک کپڑا تو مضمون بالقبضہ ہو کیونکہ مقبوض بحکم بیع فاسد ہوا اور دوسرا کپڑا امانت ہوا اور ایک اولی نہیں دوسرے سے تو امانت اور ضمان دونوں میں شائع ہو گئی کذا فی الفتح اور بیع صحیح کی یہ صورت ہوگی کہ دو کپڑوں پر قبضہ کیا اس شرط سے کہ ایک میں مشتری مختار ہو پھر دونوں ضائع ہو گئے تو ہر ایک کی نصف نصف ثمن کا تاوان اسپر لازم ہوگا اور قیمت بیع فاسد میں جیسے ثمن بیع صحیح میں کذا فی البحر ولو مرتبین فقیمۃ الاول للتعدد اور اگر دونوں کپڑے ایک بعد دوسرے کے ضائع ہوئے تو اس کپڑے کا تاوان دے جو اول ضائع ہوا کیونکہ اسکا پھیرنا بسبب ہلاک کے متعذر ہے یعنے درصورت تعذر دونوں کا ایک اسکا مضمون ہونا متعین ہو گیا تو دوسرا کپڑا امانت باقی رہا والقول للضامن وھذا اذا لم یشترط خیار التعیین فلو شرط اخذ ایھما شاء جاز ملخصا اور تعیین مضمون میں ضامن یعنے مشتری کا قول معتبر ہے یعنے جبکہ اسنے دعوی کیا کہ اول فلانا کپڑا یا غلام ہلاک ہوا تو اسکی تصدیق ہوگی اور یہ یعنے فساد بیع ایک کپڑے کی دو کپڑوں میں سے اسوقت ہے جبکہ مشتری نے خیار التعیین کو شرط نہ کیا ہو اور اگر شرط کیا ہوگا ایک کپڑا لیا اور دوسرے کو جبکہ چاہے تو بیع جائز ہے جیسا کہ خیار التعیین میں مذکور ہوا کذا فی الخلاصۃ واجاز نقا اما ابطلان بیعہ فلعدم الملک للبائع لحدیث لا بیع الا فیما تملک فی الماء والکلاء والنار اور فاسد ہے بیع گھاس اور جارے کی اور عاریہ انکا ابطلان لگنے کا تو بسبب عدم ملکیت کے ہے بدلیل اس حدیث کے کہ سب لوگ شریک ہیں تین چیزوں میں پانی اور گھاس اور آگ میں صاحب ابوداؤد میں حدیث مذکور بلفظ المسلمون شرکاء فی ثلث فی الماء والکلاء والنار بحر الرائق میں ہے کہ پانی کی شرکت کا یہ مطلب ہے کہ غیر کے کنوئیں اور حوض اور تالاب اور نہر سے شرب کو پانی پینے اور جانوروں کے پانی پلانے کا اختیار دیا ہو گھاس کی شرکت کا یہ مطلب ہے کہ ہر شخص کو گھاس چھیلنا اور کاٹنا زمین سے درست ہے یعنے مالک اور غیر مالک اسمیں برابر ہیں اور آگ کی شرکت کا یہ مطلب ہے کہ اگر آگ جلتی ہو تو ہر شخص کو تاپنا اور کپڑے خشک کرنا جائز ہے لیکن انکا رکھنا بدون اذن مالک کا جائز نہیں اور محل شرکت مذکور کا وہ ہے کہ پانی کو برتنوں میں نہ رکھ چھوڑا ہو اور گھاس کو کاٹ نہ رکھا ہو اسواسطے کہ درصورت برتن میں بھر رکھنے اور گھاس کاٹ رکھنے کے پانی اور گھاس کی بیع جائز ہے کیونکہ وہ شخص بسبب احراز کے انکا مالک ہو گیا اور عدم جواز بیع کا یہ بھی محل ہے جبکہ گھاس خود رو ہو اور اگر

ایک شخص نے پانی بیچ کر گھاس جمائی ہو تو اسکی بیع جائز ہے کیونکہ وہ اسکا مالک ہے چنانچہ ذخیرہ اور محیط اور نوازل میں ہے اور یہی قول ہے اکثر فقہا کا خلافا لما قدوری کذا فی الطحطاوی تنبیہ وا ما بطلان اجارتھا فلانھا علی استھلاک عین ابن کمال اور گھاس کی اجارہ کا بطلان اسواسطے ہے کہ یہ اجارہ شئی مباح کے استھلاک پر ہے کذا صرح ابن کمال حالانکہ شئی مملوک کے استھلاک کا اجارہ جائز نہیں چنانچہ گائے کو اجارہ لینا دودھ پینے کے واسطے تو مباح کا بطریق اولیٰ جائز ہوگا کذا فی الجوھرۃ الا اذا نبت بنفسہ وان انبتہ بسقی وتربیۃ ملکہ وجاز بیعہ عینو قیل لا یعنے گھاس کی بیع نہ جائز ہونا اسوقت ہے جبکہ گھاس خود بخود اور اگر اسکو پانی دیکر اور پرورش کرکے جمایا ہو تو اسکا وہ مالک ہے اور اسکی بیع جائز ہے کذا فی العینی اور بعضوں نے کہا یعنے قدوری نے کہ جائز نہیں قال بیع القصیل والرطبۃ علی ثلثۃ اوجہ ان یقطعہ اولیرسل دابتہ فتاکلہ جاز وان یترکہ لم یجز عینی نے کہا اور خوید اور رطبہ کی بیع تین طرح پر ہے اگر اسواسطے ہے کہ اسکو کاٹ کے یا اسواسطے کہ اپنے جانور کو اسمیں چھوڑے کہ اسکو کھالیں تو بیع جائز ہے اور اگر اسواسطے ہے تاکہ مشتری اسکو قائم رکھے تو جائز نہیں ھم تفصیل لقاف وصاد وحملہ خوید ہے اور رطبہ ایک قسم کا چارہ ہے ولایت میں اسکو برسیم کہتے ہیں فارسی میں اسکو سپست کہتے ہیں حصلتہ ان یستاجر الارض لقطھا اولا یقاف دابتہ او لمنفعۃ اخری کھقیل ومراح وقیامہ فی وقف الاشیاء اور گھاس کے اجارہ لینے کی تدبیر یہ ہے کہ زمین کو اجارہ لے اپنے خیمے کھڑے کرنے کے واسطے یا اپنے چوپایوں کے باندھنے کے یا اور منفعت کے واسطے چنانچہ اوھے دن یا دن ڈوبنے کے بعد جانوروں کے چلانے کے واسطے اجارہ لے اور یا

بیان اسکا اشباہ کے وقف میں ہے یعنے اسطرح اجارہ لینے میں دونوں مقاصد اصل ہیں منافع مذکورہ بھی اور وہاں کی گھاس بھی ذیباح ودد القز ای الدیدان الکابر سیم وبضمہ ای بزرۃ دھو بزر الفلیق الذی فیہ الدود اور جائز ہے بیع ریشم کے کیڑے کی اور اسکے انڈے کی لیفا اسکے بیع کی جسکو عرب بزر الفلیق کہتے ہیں جسمیں ریشم کا کیڑا پیدا ہوتا ہے والنحل المحرز دھو ودالعسل اور جائز ہے بیع نحل محرز کی لیے شہد کی مکھی مقدور التسلیم اسطرح پر کہ شہد اور چھتے کے ساتھ اسکی بیع ہو کذا فی الطحطاوی وھذا اصل محمد وبہ قالت الثلثۃ وبہ یفتی عینی وابن ملک وخلاصہ وغیرھا اور یہ یعنے ریشم کے کیڑے اور اسکے انڈے اور شہد کی مکھی کی بیع محمد کے نزدیک ہے اور یہی قول ہے ائمہ ثلثہ مالک وشافعی اور احمد کا اور اسی قول کا فتوی ہے کذا فی العینی وابن مالک والخلاصہ وغیرہا بخلاف نحل مخرز کی بیع اسواسطے جائز ہوئی کہ شہد منفعت کی چیز ہے حقیقت میں اور شرعاً مقدور التسلیم ہے اگر وہ بھی مالوں نہیں جیسے گوبر اور کھد کی بیع کذا فی الفتح الحموی اور ریشم کے کیڑے کی بیع اسواسطے جائز ہوئی کہ لانی انتفاع ہے اور اسکے انڈے کی بیع بسبب ضرورت کے جائز ہے کذا فی الطحطاوی واجاز ابو اللیث بیع العلق وبرفقی للحاجۃ یحتاجی اور فقیہ ابو اللیث نے علق کی بیع جائز کہی جسکو فارسی میں زلو اور ہندی میں کیڑی اور جونک کہتے ہیں اور اسکا فتوی ہے بسبب حاجت اور ضرورت کے کذا فی المحیط بخلاف غیرھا من الھوام فلا یجوز اتفاقا کحیات وضبہ وما فی بحر کسرطان الا لسمک وملجاز الانتفاع بجلدہ او عظمہ والحاصل ان جواز البیع یدور مع حصول الانتفاع بحیۃ وامثالہ المصنف وسیجئ فی المتفرقات بخلاف اور گبڑوں کے سوائے ریشم کے کیڑے اور شہد کی مکھی کے کہ انکی بیع بالاتفاق جائز نہیں چنانچہ سانپ اور گوہ اور ان جانوروں کی جو دریا میں رہتے ہیں کہ انکی بیع جائز نہیں سوائے مچھلی کے اور اس جانور کی جسکی کھال اور ہڈی سے فائدہ لینا جائز ہو اور خلاصہ یہ ہے کہ جواز بیع کا مدار حلت انتفاع پر ہے کذا فی المجتبی اور اسی پر اعتماد کیا ہے مصنف نے اپنی شرح میں اور اسکا بیان باب المتفرقات میں آویگا فرع مسئلہ لہ شاتج کا انما تجوز الشرکۃ فی القراح اذا کان البعض منھما والعمل منھما وھو ان یتساویا فان لا فالربح بقدر القراح والبقرۃ اودجاجا لاخر بالعلف صنا صفقر والخارج کلہ للمالک لھذا تحد ثم من ملکہ وعلیہ قیمۃ العلف وجر مثل العامل عینی ملخصا ومثلہ فی البیع کما یاتی شرکت ریشم میں جائز نہیں مگر جبکہ انڈے ریشم کے کیڑے کے دونوں شریکوں کے ہوں اور عمل یعنے پرورش بھی دونوں سے ہو اور جو ریشم پیدا ہو وہ دونوں مرد و ملوں اور دونوں ہوں تو اگر ایک نے ریشم کا بیج یا مادے یا مرغیاں دوسرے شخص کو دیں نصف نصف پر چرانی کے بدلے تو جو ریشم یا بچے کالے اور مرغی کے پیدا ہونگے وہ مالک کے مملوک ہونگے بواسطے

پیدا ہونے کے اسکی ملک سے اور مالک پر بچارے کی قیمت اور عامل کی اجرت مثل واجب ہوگی کذا فی العینی ملخصاً اور اسکے مانند ہوا مذون کا دنیا دوسرے شخص کی خریخہ یہ پوشیدہ نہیں ھ فتاوے عالمگیری میں بالاجارہ مذکور ہے کہ ایسا اجارہ فاسد ہوا اور اس قسم کے مسائل کا حیلہ یہ ہے کہ اندھان کا مالک آدھے اندے اور مرغیوں کا مالک آدھی مرغیاں اس شخص کے ہاتھ بیع کرے پھر ثمن سے ابرا کرے تو اب جو کچھ پیدا ہوگا وہ دونوں میں نصفا نصف ہوگا کذا فی الطحطاوی والبحر ولو لطفله او اليتيم في حجره ولو وهبه لهما صح عيني وصافي الاشباه بتحريف ظ اور فاسد ہی بیع غلام گریختہ کی اگرچہ باپ نے اپنے فرزند صغیر سے یا ائس یتیم سے جو اسکی گود میں ہو بیع کی ہو اور اگر اسکے طفل یا یتیم کو غلام گریختہ ہبہ کیا ہو تو صحیح ہوا اور جو اشیا میں ہو وہ تحریف ہے کذا فی النہر ھ نہر الفائق میں مذکور ہے کہ طفل اور یتیم کے ہاتھ بیع درست نہیں ہبہ درست ہوا اور خانیہ کے بعضے نسخے میں اسکے برعکس مذکور ہوا اور دوسرے نسخے میں اسکے موافق ہوا اور شاید کہ پہلا نسخہ تحریف ہو اور صاحب بحر نسخہ ثانیہ پر مطلع نہیں ہوا انتہی شارح کو مناسب تھا کہ بعض نسخ خانیہ کی طرف تحریف کو نسبت کرتا نہ اشباہ کی طرف اسواسطے کہ اشباہ کی روایت اسی کے موافق ہے کذا فی الطحطاوی والنہر لا فرق بين ان يزعم انه اى الابق عبده فيشتريه لعدم المانع غلام گریختہ کی بیع فاسد ہے مگر اس شخص سے جسکو یہ گمان ہو کہ وہ اپنے غلام گریختہ اسکے پاس موجود ہے تو اب اسکی بیع جائز ہے بواسطے عدم مانع کے یعنے مانع جواز نہ تھا وہ نہ تسلیم ہے تھا پھر جب مشتری نے اسکے مقبوض ہونے کا اقرار کیا تو تسلیم کی کچھ حاجت نہ رہی وهل يصير قابضا ان قبضه لنفسه او قبضه ولم يظهر لهما اور کیا مشتری اسکا قابض ٹھہرے گا یا نہیں اسکا جواب یہ ہے کہ اگر اسنے اسپر قبضہ کیا ہے اپنے واسطے یا قبضہ کیا اور کسیکو گواہ نکیا تو مشتری قابض ٹھہرے گا یعنے اسواسطے کہ یہ غصب کا قبض ہوا اور وہ بجاے قبض عن البیع ہے کیونکہ وہ قبض ضمان ہے قبض بیع کے مانند وان اشهد لا كان قبضا امانة فلا ينوب عن قبض الزمان كانه اقوى منه ايه اور اگر قابض مذکور نے غلام گریختہ کے قبضہ کرنے کے وقت لوگوں کو گواہ کیا ہو کہ میں اسکے مالک کے واسطے قبضہ کرتا ہوں تو وہ قابض نہ ٹھہریگا اسواسطے کہ یہ قبض امانت ہے تو وہ قائم مقام قبض ضمان کے نہوگا اسواسطے کہ قبض ضمان قوی تر ہے قبض امانت سے کذا فی الخانیہ ھ اگر غلام مذکور ہلاک ہوگا مشتری کے پاس قبل تجدید قبض کے تو بائع کا مال ہلاک ہوگا نہ مشتری کا ولا ان ابق من الغاصب فباعه المالك منه فانه صحيح لعدم لزوم التسليم في خيره اور بیع غلام گریختہ کی فاسد ہے مگر جبکہ غلام بھاگ گیا غاصب کے پاس سے پھر مالک نے اسکے ہاتھ بیچا تو بیع صحیح ہے بسبب لازم ہونے تسلیم کے کذا فی النہر ھو مراد یہ قول علف ہوا من برعم پر ولو باعه ثم عاد وسلمه تم البيع على القول بفساده وبه جزم الحلواني وقيل لا يتم على القول ببطلانه وهو الظاهر من الرواية واختاره في الهداية وغيرها وبه كان يفتي الحلواني وغيره بحر ابن کمال اور اگر مالک نے اپنے غلام گریختہ کو بیچا پھر غلام پھر آیا اور مالک نے اسکو مشتری کے قبضے میں کر دیا تو بیع تمام ہو جائیگی بیع مذکور کے فاسد ہونے کے قول پر اور اسکی ترجیح دی ہے ابن ہمام نے اور دوسرا قول یہ ہے کہ بعد تسلیم بھی بیع تمام نہیں ہوتی اسکے باطل ہونے قول پر یعنے جبکہ نزدیک بہ بیع باطل ہو تو تسلیم سے بھی صحیح نہیں ہوتی اور یہی قول ظاہر الروایہ ہے اور اسکو صاحب ہدایہ وغیرہ نے پسند کیا ہے اور حلوانی وغیرہ اسکا فتوی دیتے تھے کذا فی البحر وابن کمال ھ فتح القدیر میں ہے کہ بطلان بیع غلام گریختہ مختار مشائخ بلخ اور حلوانی ہے بنا بے مشائخہ وجسیم کذا فی الطحطاوی وعليه ولو امة على الاظهر كما في جزاء ذي الرحم المحرم والمحي وكاخيه في اللبن فلا يحل الميل اور فاسد ہی بیع عورت کے دودھ کی اگرچہ وہ دودھ برتن میں ہو اور اگرچہ عورت لونڈی ہونا بر قول ظاہر کے اسواسطے کہ دودھ آدمی کا جزء ہے اور ملوک ہونا جاندار کے ساتھ مخصوص ہے اور حالانکہ دودھ میں حیات نہیں تو اسمیں ملک کا طول نہیں دشمر الحنذير لنجاسة عينه فانه يطلق بيعه ابن كمال ولو جاز الاستقاء به لضرورة الخمر حتى لو لم يوجد بلا ثمن جاز الشراء للضرورة وكره البيع فلا يطيب ثمنه ويفسد الساقي على البيع خلافا لمحمد قيل هذا في المجبور فظاهر عناية ايه سوے کے بال کی بیع باطل ہے اسکے نجس العین ہونے کے سبب کذا صحح ابن کمال اگرچہ اُس سے فائدہ لینا جائز ہے موزہ بنانے کی ضرورت سے

سیان تک کہ اگر بدون ثمن کے نہ لے تو اسکا خریدکرنا بسبب ضرورت کے جائز ہو اور بالغ کو اسکی بیع مکروہ ہو تو حلال اور پاک نہیں ثمن اسکا اور بال اسکا پانی کو بقول صحیح فاسد یعنے نجس کردیتا ہے بخلاف محمد کے بطہور کے کہا کہ یہ حکم ہے اوکھاڑے بال میں اور ترا شا بال طاہر ہے کذا فی العنایہ ہم سور کا بال سرے پر سخت ہوتا ہے اونگلی کے مقدار اور بعد اسکے نرم ہوتا ہے تاگے میں گرہ دینے کے لائق لہذا زمانہ قدیم میں موچی اس سے جوتیاں اور موزے سیتے تھے جیسے اب سوزن سے سیتے ہیں و عن ابی یوسف یکرہ للخرز بہ لانہ نجس ولذا لم یلبس السلف مثل ھذا الخف ذکرہ ھلال القصتانی ودلھ ھلال فی زمانہم ولما فی زمانا فلا حاجۃ الیہ کما لا یخفی اور ابو یوسف سے روایت ہے کہ مکروہ ہے موزہ سینا سور کے بال سے کیونکہ وہ نجس ہے اور اسی واسطے علماء سلف ایسا موزہ نہیں پہنتے تھے چنانچہ اسکو قصتانی نے ذکر کیا ہے اور شاید کہ یہ یعنے سور کے بال سے انتفاع لینا علماء سابقین کے زمانے میں تھا اور ہمارے زمانے میں اسکی کچھ حاجت نہیں یعنے بسبب سوزن وغیرہ کے چنانچہ یہ امر بوشیدہ نہیں ہم صاحب بحر نے کہا کہ ظاہر اکلام فقہا اسپر دلالت کرتا ہے کہ درصورت عدم ضرورت یعنے جیکہ اسکے سوا اور چیز سے دوخت متصور ہو تو اس سے فائدہ لینا جائز نہیں کذا فی الطحطاوی وجلد میتۃ قبل الدبغ ولو بالملح علی المذھب وبالثمن فیناط ولم یفصلوا ھھنا حتما واعلم ما سبق قالہ الوانی فلیحفظ اور فاسد ہے بیع جانور مردار کے کھال کی اسکی دباغت سے پہلے اگرچہ بعوض سباب کے ہو اور اگر بیع کچے چمڑے کی ثمن یعنے چاندی یا سونے سے ہو تو باطل ہے اور مصنف یعنے صاحب درر نے بیان فاسد اور باطل کی تفصیل نکی بیان سابق کے اہتمام دیکر ایسا کچھ کہا ہے والی محشی درر نے اسکو یاد رکھنا چاہیے وبعدہ ای الدبغ یباع لکل احد انسان مختار بروحیۃ وبعد دباغتہ کے یعنے چمڑا کمانے کے اسکی بیع جائز ہے مگر آدمی اور سور اور سانپ کے چمڑے کی بیع جائز نہیں وینتفع بہ لطہارتہ حینئذ لغیر اکل ولو جلد ماکول علی الصحیح سراج لقولہ صلعم ایما اھاب دبغ فقد طہر الا المیتۃ وھذا جزء ھا اور جانور مردہ کی کھال سے فائدہ لیا جائے بسبب اسکے پاک ہو جانے کے اسوقت میں انتفاع جائز ہے سوائے اسکے کھانے کے اگرچہ کھال ماکول اللحم مردہ کی ہو بر قول صحیح بدلیل حق تعالے کے اس قول کے کہ نہیں حرام کردیا جانور مردہ اور یہ یعنے کھال جبکہ مردہ کی وفی المحیط وتجیز بیع الدھن المتنجس فی الانتفاع بہ فی غیر اکل بخلاف الودک اور محیط میں ہے کہ ہم جائز جانتے ہیں ناپاک تیل کی بیع اور اس سے فائدہ لینا سوا کھانے کے بخلاف مردہ کی چربی کے ہم غیر اکل کا انتفاع چنانچہ چراغ میں جلانا سوائے مسجد کے ودک عبارت ہے چربی اور ہڈیوں کے گودے سے کذا فی الطحطاوی کما ینتفع بما لا تحلہ حیوۃ منہا کعصبہا وصوفہا کما مر فی الطہارۃ جیسے فائدہ لینا مردے کی اس چیز سے جائز ہے جسمیں زندگی حلول نہیں کرتی چنانچہ اسکا پٹھا اور رویاں چنانچہ مذکور ہو چکا کتاب الطہارۃ میں ہم بال اور پر اور چونچ اور سم اور کھر مردہ جانور کے پاک ہیں کیونکہ انمیں حیات کا دخل نہیں کہ موت دخل کرے اور ہاتھی دانت کی بیع جائز ہے اور ہاتھی سے انتفاع لینا بوجہ لادنے اور سوار ہونے اور نقاشہ کرنے کے جائز ہے کذا فی المنح وفسد شراء ما باع بنفسہ او بوکیلہ من الذی اشتراہ ولو حکما کوارثہ بالاقل من قدر الثمن الاول قیل نقد کل الثمن الاول صونہ بنوع شیئا بعشرۃ لم یطب لہ الربح ولو تصدق بالربح لم یحل لہ اھلا فاسدا فقی اور جو چیز بذات خود یا اپنے وکیل نے بیچی اسکا خریدکرنا اسی سے جسنے اسکو خریدکیا اگرچہ مشتری حکمی ہو چنانچہ مشتری کے وارث سے خریدکرنا بعوض کمتر ثمن کے ثمن اول کی مقدار سے قبل یا نقد ثمن اول کے فاسد ہے صورت اسکی یہ ہے کہ کوئی چیز مثلاً دس درم کو بیچی اور ثمن پر قبضہ نکیا پھر اسکو پانچ درم سے خریدکیا تو جائز نہیں اگرچہ اس چیز کا نرخ ارزان ہو گیا ہو فساد بیع بسبب بیاج کے ہے بخلاف امام شافعی کے مذہب کے ہم جب دس درم کو بیچا پھر پانچ کو خریدکیا تو پانچ درم زیادہ بلا عوض باقی رہے تو یہ فائدہ ہوا اور صورت عدم ضمان کے حالانکہ یہ حرام ہے کذا فی شرح الزیلعی مشتری کے وارث کی قید اسواسطے لگائی کہ بالغ کے وارث کو اقل ثمن سے زیادہ کرنا جائز ہے قبل قبض ثمن کی قید اسواسطے لگائی کہ بعد قبض ثمن کے خریدکرنا فاسد نہیں اور کل ثمن کی قبض کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر ایک درم بھی باقی رہیگا تو خرید جائز نہوگی کذا فی الطحطاوی وشرط ان یحضر الثمن لیجعل شہادتہ علی قبضہ کما بینہ فلا یجعل ایضا خلافا لھما

فی غیر عبدہ و مکاتبہ اور خریدکرنا اسکا جسکی گواہی بالغ کے فائدے کے واسطے جائز نہیں چنانچہ اسکے بیٹے اور باپ کی خرید بالغ کی ذات کی خرید کے برابر ہو تو اسکا خریدکرنا بھی جائز نہیں بخلاف صاحبین کے کہ انکے نزدیک بالغ کے اصول اور فروع کو کمتر ثمن سے خرید کرنا جائز ہے سوائے انکے غلام اور مکاتب کے ولا بد لعدم الجواز من اتحاد جنس الثمن و کون المبیع بحالہ فان اختلف جنس الثمن او تعیب المبیع جاز مطلقا کما لو شراہ بالنقد او بعد النقد و ضرورہ ہے عدم جواز کے واسطے جنس ثمن کا متحد ہونا اور مبیع کا بحال خود باقی رہنا اور اگر جنس ثمن مختلف ہو یا مبیع میں مشتری کے پاس عیب لگ جائے تو ہر طرح بیع جائز ہے خواہ نقصان ثمن بقدر غبن کے ہو یا زیادہ چنانچہ بیع جائز ہے اگر بالغ نے ثمن اول سے زیادہ ثمن کو خریدکیا یا بعد قبض کرنے ثمن کے کمتر ثمن سے خریدکیا والدراہم والدنانیر جنس واحد فی ثمانی مسائل منہا ما ذکرہ فی قضاء دین و شفعۃ و اکراہ و صغر ابتداء و انتہاء و بقاء و امتناع مرابحۃ و یزاد ذکوۃ و شرکات و قسم متلفات و ارش جنایات کما بسطہ المصنف معزیا الی العلامۃ اور دراہم اور دنانیر ایک ہی جنس ہیں آٹھ مسئلوں میں ان کا بیان جملہ یہ مقام ہے اور ادائے دین میں اور شفعہ اور اکراہ اور مضاربت میں یا عنبارا بتدا اور انتہا بقا اور امتناع مرابحہ میں اور چار مسئلے مسائل مذکورہ پر اور زیادہ کیے گئے ہیں زکوۃ اور شرکات اور اشیاء متلفہ کی قسمیں اور جنایات کی دیت چنانچہ اسکو مصنف بیان کیا ہے مصنف نے اپنی شرح میں عمادیہ کی طرف نسبت کرکے کہ اقل ثمن سے خریدکی صورت یہ ہے کہ عقد اول دراہم سے تھا پھر بالغ نے اسکو دنانیر سے خرید کیا جسکی قیمت ہی دراہم ہے تو جائز نہیں اسواسطے کہ باعتبار استحسان دراہم اور دنانیر بیان متحد الجنس ہیں اور ادائے دین کی یہ صورت ہے کہ ایک شخص پر دراہم کا دین تھا سو اسنے ادائے دین میں پیلوتنی کیا پھر اسکے دنانیر قاضی کے ہاتھ میں بیچے تو قاضی کو جائز ہے کہ دنانیر کو دراہم سے بدلا کرادے دین کرے اور غیر دنانیر کے اور مال سے قاضی ادائے دین نہیں کرسکتا امام کے نزدیک خلافا للصاحبین اور شفعہ کی یہ صورت ہے کہ مشتری نے گھر کو ہزار درم سے خریدکیا پھر تسلیم شفعہ ہوئی پھر ظاہر ہوا کہ مشتری نے دنانیر سے گھر خریدکیا جنکی قیمت ہزار درم ہیں یا زیادہ تو اسکو دراہم کا مطالبہ نہیں پہونچا اور اکراہ کی یہ صورت ہے کہ ایک شخص پر زبردستی ہوئی کہ اپنا غلام ہزار درم کو بیچے سو اسنے بیچا اس دینار کو بیچا جنکی قیمت ہزار درہم ہے تو یہ بیع علی حکم الاکراہ ہے اور اگر کیلی یا وزنی یا اسباب سے جسکی قیمت اوتنی ہے جو بیع ہوگی تو یہ بیع زبردستی کی نہ ہوگی اور ابتدائے مضاربت کی یہ صورت ہے کہ ایک شخص نے ہزار دینار پر عقد مضاربت منعقد کیا اور فائدہ بیان کردیا پھر مضارب کو اوتنے درم دیئے جنکی قیمت ہزار دینار ہیں تو مضاربت صحیح ہے اور فائدہ برقرار ہے شرط کے موافق اور اسی طرح انتہا اور بقائے مضاربت ہے اور امتناع مرابحہ کی یہ صورت ہے کہ ایک کپڑا دس درم کو خریدکیا پھر اسکو بطور مرابحہ بارہ درم کو بیچا پھر اسکو ایک دینار سے مول لیا تو اب اسکو بطور مرابحہ بیچ نہ سکے اور اسی طرح اگر دس درم کو خریدکرے اور ایک دینار کو بیچے جسکی بارہ درم قیمت ہے تو مرابحہ ممتنع ہے اور زکوۃ کی یہ صورت ہے کہ مثلاً دراہم کا دنانیر سے اور زکوۃ نکالنا ایک جنس کا دوسری جنس سے جائز ہے اور شرکات کی یہ صورت ہے کہ جب ایک شریک کا مال دراہم ہوں اور دوسرے شریک کا مال دنانیر ہوں تو دونوں میں شرکت عنان منعقد ہوگی اور اشیاء متلفہ میں قیمت کرنے والا مختار ہے چاہے دراہم سے اسکی قیمت مقرر کرے چاہے دنانیر سے اور جنایات کی دیت کی یہ صورت ہے کہ موضحہ میں نصف عشر دیت ہے اور ہاشمہ میں عشر ہے اور منقلہ میں عشر اور نصف عشر ہے اور جائفہ میں ثلث ہے اور دیت یا ہزار دینار ہیں یا دس ہزار درم ہیں تو اشیاء مذکورہ میں جاہے دیت سونے کی مقرر کرے چاہے چاندی کی کذا فی الطحطاوی و فی الخلاصۃ کل عوض ملک بعقد یفسخ بہلاکہ قبل قبضہ بحکم المصرف فیرد قبل قبضہ اور خلاصہ میں ہے کہ جو عوض کہ مملوک ہوا ایسے عقد سے جو فسخ ہو جائے عوض کی ہلاکی سے قبل اسکے مقبوض ہونے کے تو اس عوض میں تصرف جائز نہیں قبل اسکے قبض کے حکم چنانچہ مال منقول کو جبکہ خریدکرے تو مشتری کو اسمیں تصرف کرنا قبل قبض کے صحیح نہیں عین مذکور کی قید سے ثمن نکل گیا کہ اسمیں تصرف بطور مبیع کے قبل اسکے مقبوض ہونے کے جائز ہے خواہ ثمن متعین ہو جاتا ہو یا تعیین سے چنانچہ مکیل یا متعین ہو جاتا ہو چنانچہ نقود اور اسکی علت یہ ہے کہ عقد بیع فسخ نہیں ہوتا ثمن کی ہلاکی سے اسواسطے کہ

اصل بیع مین مبیع ہو نہ ثمن وصح البیع فاضم الیہ کان بالمبیع بعشرۃ ولم یقبضہا ثم شراہ مع شئ آخر بعشرۃ فسد فی الاول فجاز فی الآخر
فی نفسہ الامن حق قبضہا والا یضیع الفساد کالتطارق ولکان الاجتہاد اور صحیح ہو بیع اس چیز مین جو ملائی گئی اسکی طرف چنانچہ تخت
بیچا دس درہم کو مثلاً اور ثمن پر قبضہ نکیا پھر اسکو دوسری چیز لیے مثلاً کپڑے کے ساتھ دس درہم کو مول لیا تو بیع اول یعنے تخت مین بیع فاسد ہوگی اور دوسری یعنے
کپڑے مین بیع جائز ہوگی تو ثمن اسکی قیمت پر تقسیم ہوگا اور بیع اول کا فساد بیع ثانی مین نہ شائع ہوگا اسواسطے کہ وہ طاری ہوا ہی سے اور بسبب اجتہاد کے
یہان تک کہ اگر قاضی اسکے جواز کا حکم کرے تو بیع صحیح ہوگی کذا فی الزیلعی وبیع لیت علی ان یزنہ بظرفہ ویطرح عنہ بکل ظرف کذا رطلا ان یقتضی
الحق طرح مقدار وزنہ بکذا فاسدہ بقولہ بخلاف شرط طرح وزن الظرف فانہ یجوز کما لو عرف قدرہ وزنا نکلا او فاسد ہو
بیع زیتون کے تیل کی اس شرط پر کہ بائع تیل کو تول دے اسکے ظرف کے ساتھ اور اس سے کم کر ڈالے بمقابلہ ہر ظرف کے اتنے رطل اسواسطے کہ تقتضاے مقدار کم کر ڈالنا ہو وزن
کے وزن کے برابر اور وہ اس شرط مین علی التحقیق حاصل نہین چنانچہ مصنف نے اسکو اپنے اس قول سے بیان کیا کہ بخلاف شرط کم کر ڈالنے وزن ظرف کے کہ وہ جائز ہو
جیسا یون بھی بیع جائز ہو کہ اگر مقدار وزن ظرف معلوم ہوجائے ہم زیتون کا تیل بطریق مثال کے ہو اور یہی حکم ہر مجہول موزونات کا نہر الفائق مین کہا اسواسطے
یہ بیع جائز نہوئی کہ اس شرط کو عقد مقتضی نہین اور اسمین احد المتعاقدین کا نفع ہی اسواسطے کہ ظرف کا وزن شاید کم تر ہو مشروط سے تو اسمین مشتری کا نفع ہو
یا زیادہ ہو تو بائع کا فائدہ ہو اور اگر وزن ظرف کا ساقط کرنا مشروط ہو تو بیع صحیح ہو اسواسطے کہ ایسی شرط کو عقد مقتضی ہے تا مقدار مبیع معلوم ہوجاوے نہ مبیع سے
ثمن مخصوص ہو جاوے مبیع کے ساتھ ولو اختلفا فی نفس الظرف وقدرہ فالقول للمشتری بیمینہ لانہ قابض او منکر اور اگر بائع اور
مشتری نے اختلاف کیا نفس ظرف یا اسکی مقدار مین تو مشتری کا قول معتبر ہے قسم کے ساتھ اسواسطے کہ وہ قابض ہی یا منکر ہم طحطاوی نے کہا وقدرہ کا واو بمعنی او ہے
یعنی مانحنہ الحلو اسواسطے کہ گاہے ظرف کی مقدار واحد ہوتی ہے اور دو ظرفون کی ذات مختلف ہوتی ہے لہذا مترجم نے اسلیے موافق ترجمہ کیا اور مشتری کے قابض
یا منکر ہونے کی یہ وجہ ہے کہ بحیثیت مشتری کے نے ظرف پھیر دیا اور وہ تو لا گیا اور اسکا وزن دس رطل نکلا تو بائع نے کہا کہ میرا ظرف اسکے سوا اور تھا جسکا وزن پانچ رطل
تھا تو بیان مشتری ہی کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ یہ اختلاف یا ظرف مقبوض کے تعیین مین ہے یا ثمن کی مقدار مین اگر اول ہو تو مشتری قابض ہے اور قول
نہین مگر قابض کا اور اگر ثانی ہو تو فی الحقیقت ثمن کا اختلاف ہے تو بھی مشتری ہی کا قول معتبر ہوگا کیونکہ وہ منکر ہی زیادتی ثمن کا اور قول معتبر نہین
مگر منکر کا قسم کے ساتھ اور اگر بائع گواہ لاوے گا تو مقبول ہونگے وصح بیع الطریق فی الشرنبلالیہ عن الخانیہ کالبیع اور صحیح ہے بیع راہ کی اور
شرنبلالیہ مین خانیہ سے مذکور ہے کہ راہ کی بیع صحیح نہین ومن قسمۃ الوہبانیۃ **شعر** ولیس لہم فان کان ہم تقاسم وباعوا
ولم ینفذ کما البیع یذکر اور وہبانیہ کی کتاب القسمہ سے یہ بیت ہے کہ امام اعظم نے فرمایا کہ اہل کوچہ کو باہم تقسیم کر لینا کوچہ غیر نافذہ ہوا ہو تو جائز
نہین اور اسی طرح اسکی بیع بھی مذکور ہے یعنے بیع بھی جائز نہین اور غیر نافذہ کی قید اسواسطے لگائی تا معلوم ہوجاوے کہ کوچہ نافذہ یعنے شارع عام
کی بیع بطریق اولی جائز نہین کذا فی الطحطاوی ودفع ما یتوہم تعارضہ فی الخانیۃ کما ستعلمہ **شعر** وما مالت اکثر حرض لیس یملک بیعا
لغیر شریک ثم لمنعہ ینظر اور وہبانیہ کے سوال مشکل مسکت مین یہ بیت ہے اور اشباہ کی بیسلیون مین اسکو پسند کیا ہے کہ
مالک زمین کوچہ غیر نافذہ کے بیچنے کا مالک نہین سوائے اپنے شریک کے پھر اگر اپنے شریک سے بیچے تو اسمین تامل ہے یعنے ناظم اسکے جواب پر مطلع نہین
ہم عدم جواز بیع طریق خانیہ مین مذکور ہے اور متاخرین نے جواز کے قائل ہین کذا فی الطحطاوی اور ہدایہ اور وقایہ مین بھی بیع طریق اور اسکے ہبہ
کی صحت مذکور ہے حتی ابن الہمام طول وعرض اولا وہبتہ بیع طریق کی صحیح ہے خواہ اسکے حدود طول اور عرض مذکور ہو
یا نہو اور اسی طرح اسکا ہبہ بھی صحیح ہے واذا المبیع بین بقدر بعرض یعلم [illegible] بیع یا ہبہ طریق مین حدود کا بیان نہ

تو اسکا عرض بڑے گھر کے دروازے کے عرض کے برابر ٹھہرایا جاوے ہم بہتر یہ سمجھا کہ شارح باب الدار الاعظم کہنا یعنے اسواسطے کہ اعظم صفت ہی باب کی اور مراد اس سے پہلا دروازہ ہی گھر کا انتہی لیکن فتح القدیر وغیرہ مین بھی باب الدار العظمی وارد ہی تو ظاہر اعظم کہنے کی کچھ حاجت نہین اسواسطے کہ بڑے گھر کا اکثر بڑا دروازہ ہوتا ہی جسکو سہندمین پھاٹک بولتے ہین واللہ اعلم لا بیع مسیل الماء وھبتہ لجھالتہ اذ کل یدعی قدرہ یشغلہ ان الحکم صحیح نہین پانی بہنے کے مکان کی بیع اور نہ ہبہ اسکا بسبب اسکے مجہول ہونے کے اسواسطے کہ جتنا پانی مکان سیل مین پھیلتا ہی اسکی مقدار معلوم نہین ہر مسیل سے یا رتبہ مسیل مراد ہی یعنے وہ مکان جسمین پانی بہتا ہی چنانچہ نہر یا سطح یعنے چھت اور طریق سے یا رتبہ طریق مراد ہی یعنے وہ مکان جسمین مرور واقع ہی تو مقدار مسیل مجہول ہی لہذا اسکی بیع اور ہبہ جایز نہین اور رتبہ طریق معلوم ہی اگرچہ اسکی حدود مذکور نہون تو اسکی بیع اور ہبہ جائز ہی یا مسیل سے حق تسییل یعنے پانی بہنے کا حق مراد ہی تو اگر زمین پر سیل ہی سو مجہول ہی اور اگر چھت پر ہی تو وہ حق تعلی ہی جسکو لبنا نہین یا طریق سے حق مرور مراد ہی اسکی بیع مین دو روایتین ہین وجہ بطلان یہ ہی کہ یہ مال نہین اور وجہ صحت یہ ہی کہ اسکی طرف حاجت ہی اور وہ حق معلوم ہی اور عین باقی سے متعلق ہی یہ اس صورت مین ہی جب من حیث المسیل اعتبار ہو اور اگر عرض نہ بیان ہو اور اگر مسیل کو نہر ہونے کی حیثیت سے اعتبار کیجے تو وہ زمین مملوک ہی اور اسکی بیع جائز ہی چنانچہ خسرو نے ذکر کیا ہی یا من حیث المسیل اعتبار کیجیے لیکن اسکے حدود مذکور ہون تو بھی اسکی بیع جائز ہی بقول قاضی خان کذا فی شرح الوقایہ وھاشیتہ للحسن الچلپی وصح بیع حق مرور تبعا للارض لا خلافا مقصودا حدھا فی روایۃ وبہا اخذ عامۃ المشائخ وفی اخری وھو اصحہ ابو اللیث اور صحیح ہی بیع حق مرور یعنے راہ چلنے کے حق کی بیع زمین کے ساتھ بالاتفاق بلا خلاف اور بالذات فقط حق مرور کی ایک روایت مین بیع جائز ہی اور اسی روایت کو اکثر فقہانے لیا ہی اور دوسری روایت مین بیع اسکی صحیح نہین اور فقیہ ابو اللیث نے اسکو صحیح کہا ہی حق مرور کی بیع زمین کے ساتھ صورت اسکی یہ ہی کہ ایک شخص زمین کا مالک ہی اور اسکو دوسرے کی زمین مین ہو کر اپنی زمین مین آنا حق ثابت ہی اس شخص نے اپنی زمین اور حق مرور کو بیچا تو یہ بیع صحیح بیع ہی کذا فی الطحطاوی وکذا بیع الشرب فی ظاھر الروایۃ فسدہ الاتباعا نیہ وشرح ھبانیہ وتحققہ فی احیاء الموات اور اسی طرح شرب بالکسر کی بیع یعنے زراعت سینچنے اور جانورون کے پانی پلانے کو پانی لینے کی باری کی بیع جائز ہی زمین کے ساتھ بالاجماع اور فقط باری بیع بدون زمین کے ایک روایت مین جائز ہی اور یہی مشائخ بلخ کا مختار ہی اور دوسری روایت مین جائز نہین اور یہ قول مشائخ بخارا کا ممتاز ہی کذا فی المنح اور ظاہر الروایۃ مین یہ بیع فاسد ہی مگر زمین کے ساتھ کذا فی الخانیہ وشرح الوہبانیہ اور ہم اسکی تحقیق کرینگے احیاء الموات کی کتاب مین لا یصح بیع حق التسییل وھبتہ سواء کان علی الارض المجہول محلہ کھا او علی السطح لانہ حق التعلی وقد مر بطلانہ صحیح نہین بیع حق تسییل وہبہ اسکا خواہ سیلان آب کا حق زمین پر ہو بسبب مجہول ہونے اسکے مکان کے چنانچہ مذکور ہو چکا قبل اسکے یا چھت پر ہو اسواسطے کہ وہ حق تعلی ہی اور اسکے بطلان کی وجہ پہلے مذکور ہو چکی ولا المبیع بثمن مؤجل الی النیروز ھو اول یوم من الربیع تحل فیہ الشمس برج الحمل وھذا النیروز السلطانی ونیروز المجوسی یوم تحل الشمس برج الحوت وھذا البرجندی سبعۃ فاذا الربیعیا فالعقد فاسد لان المال اور صحیح نہین بیع اس ثمن سے جو مؤجل ہو نوروز تک نوروز پہلا دن ہی فصل ربیع کا جسمین آفتاب برج حمل مین آوے اور یہ نوروز سلطان ہی اور مجوسیون کا نوروز وہ دن ہی جسمین آفتاب برج حوت مین آوے اور برجندی نے سات نوروز شمار کیے ہین پھر جب عاقدین نے نوروز کی مدت بیان کی اور تصریح نکی کہ کون نوروز مراد ہی تو عقد فاسد ہی کذا مع ابن کمال یعنے بسبب مجہول ہونے مدت کے والمھرجان ھو اول یوم من الخریف تحل فیہ الشمس برج المیزان اور بیع صحیح نہین مہرجان کی مدت تک مہرجان پہلا دن ہی فصل خریف کا جسمین آفتاب برج میزان مین آوے ہم مہرجان معرب ہی مہرگان کا چونکہ وہ دن بھی متعدد ہی نوروز کے لہذا بیع صحیح نہین

صوم النصاریٰ وفطرھم وفطر الیھود صومھم فاکتفا بذکر احدھما اسراج اور نصاریٰ کے روزہ رکھنے اور نہ رکھنے کی مدت اور یہودیوں کے روزہ رکھنے اور نہ رکھنے کی مدت سے بیع صحیح نہیں مصنف نے نصاریٰ کے صوم اور یہودیوں کے فطر پر اکتفا کی اختصار کے واسطے کذا فی السراج اذالجہالۃ تتعاقبھما فی الیوم وزوالھا فلو عرفا حال من بیع اسرقت صحیح نہیں جبکہ متعاقدین لوزقرا اور اسکے مابعد کی مدت کو نہ جانتے ہوں اور اگر دونوں اوقات مذکورہ کو جانتے ہوں علی التحقیق تو بیع جائز ہے یعنے اسواسطے کہ اب جہالت مدت باقی نرہی بخلاف فطر النصاریٰ لبعد ما شرعوا فی صومھم للعلم بہ وھو خمسون لیوما بخلاف نصاریٰ کے روزہ توڑنے کی مدت مقرر کرنا انکے روزہ شروع کرنے کے بعد تو بیع صحیح ہے بسبب اسکے معلوم ہونے کے اور وہ یعنے صوم نصاریٰ کی مدت پچاس دن ہیں ہم درمیں غرتاشی سے صوم نصاریٰ کی مدت پچاس دن مذکور ہیں اور فتح القدیر اور نہر الفائق اور حموی میں پچہتر دن اور قہستانی میں سینتیس دن مسطور ہیں ولا الی قدوم الحاج والحصاد للزرع والدیاس للحب والقطاف للعنب لانہا تتقدم وتتاخر اور صحیح نہیں بیع حاجیوں کے آنے اور کھیت کاٹنے اور خرمن کوبنے یعنے کھلیان ماندنے اور انگور توڑنے کی مدت تک سواسطے کہ امور مذکورہ میں تقدم اور تاخر واقع ہوتا ہے تو جہالت باعث منازعت ہوگی ولو یاتم مطلقا عینا ای عن ھذہ الاجال ثم اجل الثمن الدین اما تاجیل الحبیب او الثمن الی العین فمفسد والی معلوم شھر الیہا صح الاجیل اور اگر مطلق بیع کی یعنے بلا ذکر اوقات مذکورہ کے بھر ثمن دین کی مدت اوقات مذکورہ میں مقرر کی تو اسطرح مدت ٹھہرانا صحیح ہے اور مبیع اور ثمن عین کی مدت ٹھہرانا مفسد بیع ہے اگرچہ مدت معلوم اور معین ہو کذا فی الشمنی ص ثمن دین کی اسطرح کی تاجیل صحیح ہے بقول اصح اسواسطے کہ یہ دین کی تاجیل ہے اور تاجیل بعد بیع تبرع ہے تو تاجیل مجہول کو قبول کر لیگا پس مفسد بیع وہ تاجیل مجہول ہے جو صلب عقد میں واقع ہو کذا فی المنح کما لو کفل الی ھذہ الاوقات لان الجھالۃ الیسیرۃ محتملۃ فی الدین والکفالۃ کالفاحشۃ جیسے کفالت میں فاحشہ جہالت ضامن ہونا ان اوقات تک صحیح ہے اسواسطے کہ کم جہالت دین اور ضمانت میں محتمل ہے نہ جہالت فاحشہ کثیر جیسے بیوب بیع اور قدوم غائب او اسقط المشتری الاجل فی الصور المذکورۃ خیر جعلوہ قبل افسخوہ قبل الافتراق حتی لو تفرقا تعین الاسقاط تالف للفساد کینقلب جائزا تفاقا ابن کمال وابن ملک بجہالۃ فاحشۃ کبیوب ریح وعجین مطر فلا ینقلب جائزا ولا یبطل الاجل عینی یا جیسے مشتری مدت کو ساقط کرے امثلہ مذکورہ میں قبل آنے مدت تک اور قبل فسخ کرنے بیع کے اور قبل افتراق کے یہاں تک کہ اگر عاقدین متفرق ہو جاویں قبل اسقاط مدت کے تو فساد بیع مضبوط ہو جائیگا اور منقلب بجواز نہوگا باتفاق کذا صرح ابن کمال وابن ملک مانند جہالت فاحشہ کے جیسے ہوا چلنے اور مینھ برسنے کی مدت سے بیع بدل کر جائز نہوگی اگرچہ مدت مذکورہ کو باطل کر دے کذا فی العینی او امر المسلم بیعہ خمرا وخنزیرا او تملک ای وکل المسلم ذمیا او امر المحرم غیرہ ای غیر المحرم ببیع صیدہ یعنے صح ذلک عند الامام مع اشتراکہما کراھۃ کما صرح بہ مرارا لعاقد یتصرف بما ھلیستہ وانتقال الملک الی الاحرام مرتحکی وقالا لا یصح وھو الاظہر شرنبلالیۃ عن البرھان یا جیسے امر کیا مسلم نے اپنے وکیل کیا مسلم نے ذمی کو شراب اور سور کے بیچنے یا خریدنے کے واسطے یا محرم نے غیر محرم سے کہا اپنے شکار کے بیچنے کے واسطے یعنے یہ توکیل اور بیع اور شرا المام کے نزدیک صحیح ہے نہایت کراہت کے ساتھ جیسے ضمانت سابقہ صحیح ہے اسواسطے کہ عاقد یعنے ذمی وکیل پہلی صورت میں اور غیر محرم وکیل دوسری صورت میں تصرف کرتا ہے بیع اور شرا میں اپنی اہلیت سے نہ وکل کی اہلیت سے اور انتقال ملک کا موکل کی طرف یا امر حکمی ہے اور وصاحبین کہا کہ بیع مذکور صحیح نہیں یعنے باطل ہے اور یہی قول ظاہر تر ہے کذا فی النہر شرنبلالیہ عن البرہان ص جلبی نے نزدیک جواز بیع زوشرا اشد کراہت کے ساتھ ہوا تو مسلم کو واجب ہے کہ درصورت خرید شراب کو سرکہ بنا دے یا اسکو زمین پر بہا دے اور سور کو چھوڑ دے اور درصورت بیع اسکے ثمن کو تصدق کرے کذا فی الطحطاوی عن الحموی ولا یبیع بشرط عطف علی التیرود اور صحیح نہیں یعنے فاسد ہے بیع شرط کے ساتھ شارح نے کہا بیع بشرط عطف ہے نہر فدیر ص بلکہ

معطوف علیہ البیع الی الیسر فہی نہ تفید نیز نکہ لا یخفی شرط سے بیع اسواسطے فاسد ہوگئی کہ حدیث مرفوع مین بیع اور شرط سے نہی وارد ہی کذا فی الطحطاوی یعنی الاصل الجامع فی فساد العقد بسبب شرط لا یقتضیہ العقد ولا یلائمہ وفیہ نفع لاحدھما او فیہ نفع لمبیع ھو من اھل الاستحقاق ینفسخ بان یکون ادمیا فلو لم یکن کشرط ان لا یرد العبد الآبق لم یکن مفسدا کما سیجئ مصنف نے اپنے قول بیع بشرط سے وہ قاعدہ کلیہ مراد رکھا جو جامع ہی فساد عقد کا ایسی شرط کے سبب سے جسکو عقد بیع مقتضی نہین اور نہ اسکے مناسب ہی اور اسمین فائدہ ہی بائع یا مشتری کا یا اسمین فائدہ ہی اس مبیع کا جو اہل ہی استحقاق نفعت کا اسطرح پر کہ مبیع آدمی ہو اور اگر مبیع آدمی نہو چنانچہ بائع کا یون شرط کرنا کہ مشتری خریدے جانور پر سوار نہو تو یہ شرط مفسد بیع نہین چنانچہ اسکا ذکر آویگا غرض جو شرط عقد بیع سے واجب ہی چنانچہ بائع کا تصرف کرنا ثمن مین اور مشتری کا مبیع مین تو اس شرط کو عقد مقتضی ہی اور جو شرط عقد سے واجب نہین اسکو عقد مقتضی نہین اور مناسب عقد وہ شرط ہی جو مؤکد ہو عقد کی اور غیر مناسب اسکے برخلاف ہی اور اگر ایسی شرط ہی جسمین بائع مشتری کی مضرت نہو جیسے کپڑا بیچنا اس شرط پر کہ مشتری اسکو نہ بیچے یا ہبہ نکرے تو بقول طرفین بیع جائز ہی خلافا لابی یوسف اور اسی طرح اگر ایسی شرط ہی جسمین نہ نفع ہی نہ مضرت چنانچہ خرید کرنا طعام کا بشرط اسکے کھانے کے یا کپڑا مول لینا بشرط پہننے کے تو بھی بیع جائز ہی کذا فی الطحطاوی ولم یجر العرف بہ لم یرد الشرع بجوازہ اما لو جری العرف بکبیع یفسد لورود الشرع بہ کخیار شرط فلا فساد اور ایسی شرط ہو کہ اسکا رواج نہ جاری ہوا ور شرع مین اسکا جائز ہونا نہ وارد ہوا اور اگر اس شرط کا رواج جاری ہو جیسے بیع الخلین کی تشریک یعنے شراکت لگانے کی شرط کے ساتھ یا اس شرط کی اجازت شرع مین وارد ہو چنانچہ خیار الشرط تو ایسی شرط سے بیع فاسد نہین کشرط ان یقطعہ للبائع ویخیطہ قباء مثلا لما یقتضیہ العقد ولا نفع للمشتری چنانچہ یہ شرط کرنا کہ کپڑے کو بائع قطع کرے اور اسکی قباسی دے یہ مثال ہی اس شرط کی جسکو عقد مقتضی نہین اور نہ اسمین فائدہ ہی مشتری کا ہو اور انجملہ یہ شرط ہی کہ بائع کی بیع مین بائع اسکے گرد کی دیوارین یا خندق بنا دے یا زمین کی بیع مین یہ شرط کرے کہ بائع اسمین مسجد بناوے یا طعام کی بیع اس شرط سے کہ اسکو خبز کرے ایسی شروط سے بیع فاسد ہی او یستحدث مثال لما فیہ نفع للبائع وانما قال مثلا لما مر ان الخیار اذا کان ثلثۃ ایام جاز ان یشترط فیہ کاستخدام دریا یون شرط کرنا کہ بائع لونڈی یا غلام سے ایک مہینہ خدمت لے یہ مثال ہی اس شرط کی جسمین بائع کا فائدہ ہی مصنف نے مہینے کی قید سواسطے لگائی کہ مذکور ہو چکا ہی کہ جب خیار الشرط تین دن کا ہو تو اسمین استخدام کا شرط کرنا جائز ہی کذا فی الدر او یعتقہ فان اعتقہ عن ان یعد قبضہ لزم الثمن عندہ ولا کاشر ح مجمع یا یہ شرط کی کہ غلام کو مشتری آزاد کرے پھر اگر وہ آزاد کریگا تو عتق صحیح ہی اگر اعتاق بعد اسکے قبضے کے واقع ہوا اور ثمن مشتری پر لازم ہوگا امام کے نزدیک اور اگر اعتاق بعد قبض نہین ہوا تو عتق صحیح نہین کذا فی شرح المجمع او یدبرہ او یکاتبہ او یستولدھا او کان یعجز الا قل من ملکہ مثال لما فیہ نفع لیستحقہ یا یہ شرط کی کہ مشتری غلام کو مدبر یا مکاتب کرے یا لونڈی کو ام ولد بناوے یا ملک مشتری کی ملک سے بطریق وغیرہ کے خارج ہو یہ اعتاق وغیرہ اس شرط کی مثال ہی جسمین نفع ہو اس مبیع کا جو مستحق ہی نفع کا مع اعتاق وغیرہ مین منفعت مملوک صحیح ہی اور عدم اخراج من الملک مین بھی فائدہ ہی اسواسطے کہ مملوک کو پسند یہ آتا ہی کہ دست بدست نہ بیچے کذا فی الطحطاوی ثم فرع علی کون الاصل بقولہ فیصح للبیع بشرط یقتضیہ العقد کشرط الملک للمشتری بشرط حبس المبیع لاستیفاء الثمن او لا یقتضیہ لکن لا نفع فیہ لاحد ولو اجنبیا عن ملک فلو شرطا ان لا یرد الآبق او ان یفرخ البائع والمشتری کذا فالاظہر الفساد ذکرہ اخی زادہ فظاھر البحر ترجیح الصحۃ پھر مصنف نے قاعدہ مذکور پر تفریع کی اپنے اس قول کی تو بیع صحیح ہو اس شرط سے جسکو عقد مقتضی ہی جیسے شرط کرنا ملک مبیع کا مشتری کے واسطے اور شرط کرنا حبس مبیع کا ثمن لینے کے واسطے یا ایسی شرط ہو جسکو عقد مقتضی نہین اور نہ اسمین کسی شخص کو فائدہ نہین اگرچہ وہ شخص جنبی ہو کذا صح ابن ملک تو اگر بائع نے یہ شرط کی کہ گھر مین فلانا شخص اجنبی رہے یا بائع یا مشتری

اسکو اضافہ قرض دے تو قول اظہر فساد ہے اس بیع کا چنانچہ خانی زادہ نے اسکو ذکر کیا ہے اور بحر الرائق کا ظاہر کلام صحت بیع کی صحیح پر دلالت کرتا ہے کہ شرط اذن کا بیع عبد ابن کمال بیر کیل الدابۃ المبیعۃ فانہ لیس باھل للنفع شرط غیر نافع جسکو عقد مقتضی نہیں جیسے یہ شرط کرنا کہ مبیع جانور کو مشتری نہ بیچے اور ابن کمال نے یوں تعبیر کی ہے کہ مشتری جانور پر سوار ہو اسواسطے کہ جانور مستحق نفع نہیں کیونکہ اہلیت استحقاق منفعت آدمی میں منحصر ہے لو کا یقتضیہ لکن یلائمہ لشرط رھن معلوم وکفیل حاضر ابن ملک یعنی بالغ مشتری سے کہے کہ میں بیچتا ہوں اس شرط سے کہ بابت ثمن کے تو فلانی چیز میرے پاس رہن رکھ یا اس شخص کو ثمن کا ضامن دے تو بیع صحیح ہے ایسی شرط سے بحر الرائق میں کہا کہ رہن کا معین ہونا خواہ باشارہ ہو یا بتسمیہ تو اگر مسمی اور مشار الیہ ہو تو جائز نہیں مگر جبکہ دونوں انکی تعیین میں مجلس عقد کے اندر راضی ہو جاویں اور قبل تفرق مشتری اسکو تسلیم کرے یا مشتری ثمن دینے میں تعجیل کرے اور عاقدین رہن کو باطل کر دیں حضور کفیل کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر ضامن غائب ہو اور قبل تفرق قبول کرے یا حاضر ہو اور ضمانت قبول نکرے تو جائز نہیں اجری العرف بہ لتبیع بغل الی حرم سلمہ وباسمہ مایؤدی الیہ عینی علی ان یحد وھو الیاتم ویشرکہ ای یضع علیہ للشراء وھو السیر ومثلہ تسمیر القباب استحسانا للتعامل بلا تکبیر یا عادت جاری ہو گئی ہو اس شرط کی جیسے خفین کی بیع اس شرط پر کہ بالغ چمڑا کاٹے اور اسپر دوال لگاوے اور اسکے ہم کیلین چمڑا ہے کھڑاؤں کا اس شرط سے بیع صحیح ہے بسبب تعامل اور رواج کے بلا انکار اہل علم شارح نے کہا مصنف نے چمڑے کا نعل نام رکھا باعتبار انجام کار کے کذا فی العینی شراک بکسر اول عبارت ہے سیر سے بفتح سین مہملہ وسکون یاے تحتانیہ لینے وہ دوام اور تسمہ جو نعلین میں پشت قدم پر رہتا ہے ھم صرم بفتح صاد مرجوب ہے چرم فارسی کا کذا فی الطحطاوی وھذا اذا علقہ بکلام والا بطل البیع لانہ بعت ان رضی فلان ووقتہ کخیار الشرط اشباہ من الشرط والتعلیق وبحر من مسائل شتی یہ یعنے شرط مذکورہ سے بیع صحیح ہونا اسوقت ہے جبکہ شرط کو بلفظ علی تعلیق کرے اور اگر بلفظ ان شرط تعلیق ہوگی تو بیع سب صورتوں میں باطل ہے مگر اس مثال میں کہ بیع کی اگر فلانا شخص راضی ہو اور اسکی رضامندی کی مدت تین دن معین کی خیار الشرط کے مانند کذا فی الاشباہ من الشرط والتعلیق والبحر من مسائل شتی ولذا قبض المشتری المبیع برضی عبد ابن کمال باذن بائعہ صریحا او دلالۃ بان قبضہ فی مجلس العقد بحضرتہ اور جبکہ مشتری نے مبیع پر قبضہ کیا اسکے بالغ کی رضامندی سے خواہ رضامندی صریحا ہو یا باعتبار دلالت حال کے اسطرح کہ مشتری اسپر قبضہ کرے مجلس عقد میں بالغ کے سامنے ابن کمال کے بیان میں بجاے رضاے بالغ اذن بالغ مذکور ہے ھم ابن کمال نے اذن ذکر کیا نہ رضا اسواسطے کہ بیع فاسد میں رضاے بالغ معتبر نہیں اور صاحب کنز نے تعبیر بامر بالغ کی ہے اور امر بالغ شامل ہے بیع اکراہ اور تسلیم اکراہ کو کہ اس سے ملک ثابت ہوتی ہے باوجودیکہ رضامندی اکراہ میں ثابت نہیں اگر مصنف کنز کے ماتند بجاے رضا امر بالغ کہتا تو بہتر تھا کذا فی الطحطاوی علی الدر المنتقی البیع الفاسد یہ خرج الباطل فقوم صح حکمہ مشتری نے قبضہ کیا بالغ کے امر سے بیع فاسد میں اور بیع فاسد کی قید سے بیع باطل نکل گئی اور اسکا حکم پہلے مذکور ہو چکا کہ بیع باطل کا یہ حکم مذکور ہو چکا کہ باطل میں قبض سے مشتری کی ملک ثابت نہیں ہوتی اگر اسکے پاس مبیع ہلاک ہو تو اسپر تاوان نہیں کیونکہ وہ امانت ہے اور قنیہ میں تاوان کی تصحیح کی ہے اور اسی پر فتوے ہے وحینئذ فلا حاجۃ لتعلیل الھدایۃ والعنایۃ وکل من عوضیہ مال کما قالہ ابن الکمال لکن اجاب بعضھم بانہ لما کان الفاسد یعم الباطل مجازا کما ھو حقق فی اجابہ بذلک فتنبہ اور اسوقت میں یعنے جبکہ بیع باطل بیع فاسد کے ذکر سے خارج ہو گئی تو کچھ حاجت نہ رہی اخراج کی باطل کے واسطے ہدایہ اور عنایہ کے اس قول کی اور بیع فاسد کے دونوں عوضوں میں سے ہر ایک عوض مال ہو چنانچہ اسکو ابن کمال نے بیان کیا ہے لیکن سعد نے جواب دیا ہے اسطرح کہ جب فاسد شامل ہے باطل کو مجازا چنانچہ اس باب کی ابتدا میں مذکور ہو چکا تو اخراج باطل کا بطریہ کے اس قول کے محتاج ہو گیا فتنبہ

۲۷ فی الفاظ عوض فی الاشباہ عوض فاسد مضمون مضبوط ہے ماشیہ البحر

ھم عمومی نے سعدی کے جواب کا جواب دیا ہو کہ باطل کی افراد سے وہ ہی جو اس قید سے بھی خارج نہین ہوتی یعنے بیع خمر اور خنزیر کی دراہم سے کیونکہ یہ بیع باطل ہو باوجودیکہ دونون عوض مال ہین تو اس قول کا خلاف کرنا ہی بہتر ہو کیونکہ مقتضی اس قید کا یہ ہو کہ یہ قسم باطل کی فاسد ہو جو قبض سے مملوک ہوتی ہو اور حالانکہ ایسا نہین کذا فی الطحطاوی ولہ یفہم البائع عنہ ولہ یک فیہ خیار شرط اور بائع نے مشتری کو نہی نکی ہو قبض سے اور اسمین خیار شرط نہو ھم نہی بائع کی قید کی کچھ حاجت نہ تھی اسواسطے کہ رضاے بائع مغنی ہی اس قید سے لیکن خیار شرط کی قید ضرور ہو اسواسطے کہ درصورت خیار الشرط کے قبض سے ملک ثابت نہوگی کیونکہ جب بیع صحیح مین خیار الشرط سے ملک نہین ہوتی تو بیع فاسد مین بطریق اولی نہوگی لملکہ یعنے بیع فاسد مین جبکہ مشتری بائع کے امر سے درصورت عدم خیار شرط مبیع پر قبضہ کریگا تو اسکا مالک ہوگا ھم یعنے اسکی ذات کا مالک ہوگا علماے رملے کے نزدیک اسواسطے کہ اگر مشتری غلام کو بعد قبض مذکور آزاد کرے تو صحیح ہو اور اگر اسکو بیع کریگا تو ثمن کا مالک وہی ہوگا اور اگر مشتری جاریہ کو پھیر دے تو بائع پر استبرا واجب ہوگا اگر بائع کی ملک سے جاریہ خارج نہوتی تو استبرا واجب نہوتا اور علماے عراق کے نزدیک مشتری تصرف کا مالک ہو نہ ذات کا الا ثلث فی بیع الہازل فی شراء الاب من مال الطفل او بیعہ لہ لذلک فاسد لا یملکہ حتی یستعملہ مگر تین صورت مین بعد قبض کے بھی ملک ثابت نہین ہوتی ہزل کرنے والے کی بیع مین اور باپ کے خرید کرنے مین اپنے مال سے اپنے طفل کے واسطے یا باپ کی بیع فاسد کرنے مین طفل سے اسی طرح لینے اپنے مال سے اسکا مالک نہوگا بدون استعمال الخ ھم بحر الرائق مین سیلعی محیط سے باین عبارت منقول ہی باع عبد امن ابنہ الصغیر فاسدا او اشتری عبد النفسہ من مال الصغیر فاسد الا تثبت الملک حتی یقبضہ ویستعملہ انتہی یعنے باپ نے بطور بیع فاسد کے غلام کو اپنے ولد صغیر سے بیچا یا صغیر کا غلام اپنی ذات کے واسطے اسی طرح فاسد خرید کیا تو ملک ثابت نہوگی تا وقتیکہ اسپر قبضہ نکرے اور استعمال مین نلاوے اسواسطے کہ قبض دونون صورتون مین باپ کا ہو تو ملک ثابت نہوگی مگر استعمال سے اور جبکہ خرید صغیر کے واسطے ہو تو استعمال ثابت نہوگا مگر جبکہ صغیر کی جانب مین متعمل ہو اگر شارح یون کہتا کہ فی بیع الاب من مالہ للطفلہ فاسدا او شرائہ لنفسہ من مال طفلہ کذلک لا یملکہ حتی یقبضہ ویستعملہ تو مطلب واضح تر ہوتا کذا فی الطحطاوی والمقبوض فی ید المشتری امانۃ کالمبیع فی ید البائع ھ اور جو مبیع قبل از عقد مقبوض ہو مشتری کے ہاتھ مین وہ امانت ہو مشتری اس قبض سے اسکا مالک نہوگا ھم یہ قول اسپر مبتنی ہو کہ تخلیہ قبض نہین کذا فی المجتبی والعنایہ اور دوسرا قول یہ ہو کہ تخلیہ قبض ہو اور خانیہ مین اسکی تصحیح ہو چنانچہ فتح القدیر مین کہا کہ اگر مشتری کے پاس ودیعت ہو تو اسکا مالک ہوگا بمجرد قبول اور جمیع تفاریق مین ہو کہ ودیعت حاضرہ کا مالک ہوگا کذا فی الطحطاوی ولا تملک تثبت کل احکام الملک الخسۃ لا یحل لہ اکلہ ولا لبسہ ولا وطیہا ولا ان یترجہا منہ البائع کما فی الشفعۃ لجارہ او عقارا اشباہ اور جب کہ مبیع فاسد کا مشتری مالک ہوا تو سب احکام ملک ثابت ہونگے سواے پانچ حکمون کے حلال نہین مشتری کو اسکا کھانا اور اگر مبیع طعام ہو اور نہ پہننا اسکا اگر لباس ہو اور نہ جماع لونڈی کا اور حلال نہین نکاح کرنا بائع کا لونڈی سے مشتری کے پاس اور شفعہ نہین اسکے پڑوسی کو اگر مبیع زمین ہو کذا فی الاشباہ ھم مشتری کو وطی اسواسطے جائز نہوئی کہ اگر فسخ بیع واجب ہو تا معصیت پر اصرار نہ پایا جاوے تو اشتغال بوطی اعراض ہو فسخ سے تو اس سبب سے وطی جائز نہوئی نہ بسبب عدم ملک کے اور شفعہ اسواسطے نہوا کہ حق بائع ہنوز منقطع نہین بسبب وجوب فسخ اور استرداد کے دے الجوہرۃ وشرح الجمع ولا شفعۃ فیما فی سادستہا او جو ہر ہو اور شرح مجمع مین ہو کہ شفعہ نہین بسبب خرید کرنے زمین کے تو یہ صورت سادسہ ہوئی یعنے اگر زمین بہ بیع فاسد خریدی اور اسکے جوار مین دوسری زمین معرض بیع مین ہوئی تو مشتری اسکو بحق شفعہ نہین لے سکتا بمثلہا ان مثلیا والا فقیمتہ یعنی ان بعد ھلاکہ او تغیر ردہ یوم قبضہ کان بہ یدخل فی ضمانہ فلا تعتبر زیادۃ قیمتہ کالمغصوب مشتری قبض سے مالک ہوگا مبیع کا مثل دیکر اگر مبیع مثلی ہو یعنے کیلی یا وزنی اور اگر مبیع مثلی نہین تو اسکی قیمت دیکر مالک ہوگا وہ قیمت جو قبض کے دن اسکی قیمت تھی اسواسطے کہ بسبب قبض کے مبیع اسکے ضمان مین داخل ہوئی تو زیادہ ہونا اسکی قیمت کا معتبر نہوگا مغصوب کے مانند مراد مصنف کی

یہ ہو کہ مبیع کے ہلاک ہونے اور تغیر زر دکے بعد مشتری پر قیمت لازم ہوگی ھم اسواسطے کہ قبل ہلاکی اور عدم تغیر زر دکے موت وغیرہ سے رد عین واجب ہو نہ قیمت کذا فی النہر والقول فیہا للمشتری کما لا یخفی زیادۃ اور نیت میں مشتری کا قول معتبر ہو یواسطے انکار زیادت یعنے مشتری زیادتی قیمت کا منکر ہو اور معتبر قول منکر ہو وجب علی کل واحد منہما فسخہ قبل القبض یکون امتناعا عنہ ابن ملک اور واجب ہو ہر ایک پر بائع اور مشتری سے فسخ کرنا بیع فاسد کا قبل قبض مبیع کے اور یہ فسخ باز رہنا ہوگا بیع سے کذا ذکر ابن ملک ھم بہتر یہ تھا کہ شارح لفظ یکون کو حذف کرتا نا امتناعا عنہ مفعول لہ ہوتا اعداما کے مانند کذا فی الطحطاوی لو بعدہ مادام المبیع بحالہ الجوہرۃ فی ید المشتری اعداما للفساد لانہ معصیۃ فیجب فیہا بعد قبض فسخ واجب ہوگی جب کہ مبیع بحال خود بلا تصرف مشتری کے ہاتھ میں ہو یہ وجوب فسخ فساد مٹانے کے واسطے ہو اسواسطے کہ بیع فاسد گناہ ہو تو انکا دور کرنا واجب ہو کذا فی البحر ھم اور اگر مبیع میں کچھ تصرف مانند بیع اور اعتاق کے ہوگا تو فسخ متنع ہوگا چنانچہ اسکا ذکر عنقریب آویگا وللبائع ان یشترط فیہ قضاء قاضی کان الواجب شرعا کما یعتبر بالقضاء درر اور چونکہ اعدام فساد ہر ایک عاقد پر واجب ہو لہذا فسخ کرنے میں حکم قاضی شرط نہیں اسواسطے کہ جو چیز شرعا واجب ہو وہ حکم قاضی کی محتاج نہیں کذا فی الدرر واذا اصر احدہما علی امساکہ وعلم بہ القاضی فلہ فسخہ جبرا علیہما حقا للشرع یزاد یہ اور جبکہ بائع یا مشتری امساک مبیع پر اصرار کرے اور قاضی کو معلوم ہو تو اسکو فسخ کر دینا بیع فاسد کا دونوں پر زبردستی کرکے جائز ہو حق شرع کے واسطے کذا فی الزیلعی ھم طحطاوی نے کہا مصنف کو مناسب تھا یہ کہنا اسواسطے کہ رفع معصیت قادر پر واجب ہو اسواسطے کہ وجوب سے جواز مستفاد ہوتا ہو نہ عکس ایکا وکل جمیع فاسدہ للمشتری علی بائعہ بجہۃ او صدقۃ او ہبۃ او بوجہ من الوجوہ کاعارۃ واجارۃ وغصب وقع فی ید بائعہ فہو متارکۃ للبیع ویرجع المشتری من ضمانہ قنیۃ اور جس بیع فاسد کو بھیردے مشتری اسکے بائع پر بطریق ہبہ یا صدقہ یا بیع کے یا کسی اور وجہ سے چنانچہ عاریت دینا اور اجارہ اور غصب اور واقع ہو مبیع اسکے بائع کے ہاتھ میں تو یہ باہم ترک بیع ہو اور مشتری اسکے تاوان سے بری الذمہ ہوگا کذا فی القنیہ ھم اگرچہ یہ متارکہ بیع ہو لیکن ظاہر ابدون توبہ ارتفاع گناہ نہ ہوگا وانما یحصل الاستحقاق بجہۃ اذا وصل الی المستحق بجہۃ اخری اعتبر واصلا بجہۃ مستحقۃ قاضیخان وصل الیہ من المستحق علیہ ولا فلا وتمامہ فی جامع الفصولین اور مسئلہ سابقہ کا قاعدہ کلیہ یہ ہو کہ جو چیز کہ مستحق ہو ایک جہت سے جبکہ وہ پہونچے شخص مستحق کو دوسری جہت سے تو وہ جہت مستحقہ واصل معتبر ہوگی بشرطیکہ مستحق کو مستحق علیہ کی طرف سے پہونچے اور اگر اسکی طرف سے نہ پہونچے تو واصل معتبر نہوگی اور اوپر بیان اسکا جامع الفصولین میں ہو ھم اگر مشتری نے مبیع فاسد غیر بائع کو ہبہ کی یا غیر کے ہاتھ بیچی اور مانعنے بائع کو ہبہ کی اور تسلیم کی تو مشتری قیمت سے بری الذمہ نہوگا اسواسطے کہ بائع کو جہت مستحقہ سے نہ پہونچی مستحق علیہ کے ہاتھ سے یعنے مشتری کے ہاتھ سے نہ پہونچی کذا فی المنح اب آگے مصنف نے وہ مسائل شروع کیے جنمیں بیع فاسد کا فسخ کرنا متنع ہو فلن باعہ باع المشتری المشتری الفاسد بیعا صحیحا باتا فلو فاسدا او بخیار لہ یمتنع الفسخ لغیر بائعہ فلو منعہ کان نقضا للاول کما علمت پھر اگر مشتری نے مبیع فاسد کو بیچا بطریق بیع صحیح بلا شرط کے اگر بیع فاسد کے طور بیچا یا بخیار شرط بیع کی تو فسخ کرنا بیع کا اسکے غیر بائع سے ممتنع نہوگا اور اگر مشتری نے خود اسکے بائع سے بیع کی تو یہ بیچنا اول کا نقض ہوگا چنانچہ تو ابھی معلوم کر چکا یعنے مصنف کے اس قول میں وکل مبیع فاسد الخ وفسادہ بغیر ما کرہ فلو بہ ینتقض کل تصرفات المشتری اور حالانکہ فساد اُس بیع کا بدون اکراہ کے ہو اور اگر فساد اسکا زبردستی کی جہت سے ہو تو جمیع تصرفات مشتری کے منقوض اور ناجائز ہونگے اوہبہ وسلم او اعتقد او کاتبہ او استولدہا ولو بتعیب رجع ما لم یعقہا انقاذا لسالم یا مشتری نے مبیع ہبہ کی غیر بائع کو اور قبضہ کروا دیا یا غلام کو آزاد کر دیا یا اسکو مکاتب کیا یا لونڈی کو حرم بنایا اور اگر وہ حاملہ ہوگئی ہو تو اسکو پھیر دے اسکے مہر مثل کے ساتھ بالاتفاق کذا فی السراج بعد قبضہ فلو قبلہ لم یعتق ولم یعتقہ بل یعتق المبائع بامرہ وکذا لو امرہ بعتق الجاریۃ او ذبح الشاۃ فیصیر المشتری قابضا اقتضاء سلک المأمور ما لا یملکہ الا بامرہ آزاد کیا غلام کو بعد اسکے قبض کے تو اگر قبل قبض آزاد کریگا تو آزاد ہوگا مشتری کے

آزاد کرنے سے یعنے بسبب عدم ملک کے بلکہ بامر مشتری بائع کے آزاد کرنے سے آزاد ہوگا یعنے اگر قبل قبض کے مشتری بائع سے کہے کہ اس غلام کو میری طرف سے آزاد کر اور بائع آزاد کرے تو آزاد ہوگا اور اسی طرح اگر مشتری نے قبل قبض گیہون یا بکری کے بائع کو امر کیا کہ گیہون کو پیسے یا بکری کو ذبح کرے تو مشتری اسطرح کے امر کرنے سے قابض ہوگا بالطریق اقتضاء کے اور یہ عجیب بات ہے کہ البتہ شخص مامور مالک ہوا اسکا جسکا امر کرنے والا مالک نہیں هذا فی الخانیة تعلم خلاف هذا اما رد یع او غلط من الکاتب کما بسطه العمادی اور جو خانیہ مین برعکس اسکے قول ہے یا دوسری روایت ہے یا اغلاط کاتب سے ہے چنانچہ عمادی نے اسکو مفتح بیان کیا ہے ھ خانیہ مین ہے کہ جب غلام کو بشراء فاسد خرید کیا اور قبل قبض بائع سے کہا کہ اسکو آزاد کرے میری طرف سے پھر بائع نے اسکی طرف سے آزاد کر دیا تو یہ عتق بائع کی طرف سے ہوگا نہ مشتری سے اور اسی طرح گیہون اور بکری کا مسئلہ کذا فی المنح اور وقفه وقفا صحیحا لا تملکه حین وقفه واخرجه من ملکه وما فی جامع الفصولین علی خلافه هذا غیر صحیح کما بسطه المصنف یا مشتری نے مبیع فاسد کو وقف صحیح کیا اسواسطے فسخ ممتنع ہوگا کہ مشتری نے مبیع کو مستہلک کیا جیکا اسکو وقف کیا اور اسکو اپنی ملک سے نکالا اور جو روایات جامع الفصولین مین برخلاف اسکے ہے سو صحیح نہین چنانچہ مصنف نے اپنی شرح مین اسکو مفصل بیان کیا ہے ھ جامع الفصولین مین یون ہے کہ اگر مبیع فاسد کو وقف کیا یا مسجد قرار دیا تو حق فسخ باطل نہین تا وقتیکہ عمارت بنا وے انتہی نہر الفائق مین اسکو روایت ثانیہ قرار دیا ہے اور یہ بہتر ہے تخلیط سے اور بحر الرائق مین اسکو عدم تسلیم پر تاویل قاضی پر محمول کیا ہے کذا فی الطحطاوی اور هذا واو علی ما قصد قربه نقل البیع الفاسد فی جمیع ما تقدم وامتنع الفسخ لتعلق حق العبد به کما فی رابع هذه الکلیة فی الاشباه یا مبیع فاسد کو رہن رکھا یا اسکی کسی شخص کے واسطے وصیت کی یا خیرات کی تو بیع فاسد نافذ ہوجاویگی جمیع تصرفات مذکورہ مین یعنے ہبہ یا عتاق یا کتابت یا استیلاد یا وقف یا رہن یا وصیت یا تصدق کرنے سے اور اب فسخ بیع ممتنع ہوگا بسبب متعلق ہوجانے حق العبد کے اسمسئلے مگر چار صورت مین جو اشباہ مین مذکور ہین ہم اشباہ مین ہے کہ عقد فاسد تعلق حق العبد سے لازم ہوجاتا ہے اور فساد مرتفع ہوجاتا ہے مگر چند مسائل مین اعادہ فاسد دیا پھر مستاجر نے اجارہ صحیح دوسرے کو دیا تو شخص اول کو اسکا توڑنا جائز ہے یا ایک شخص نے ملکر سے کوئی چیز مول لی پھر اسکی بیع صحیح کی تو ملکر کو اسکا توڑنا درست ہے مشتری نے مبیع فاسد کو اجارہ دیا تو بائع کو اسکا توڑنا جائز ہے اور اسی طرح اگر نکاح کر دیا انتہی چنانچہ کلام متن کا تقرف مشتری مین ہے تو مسئلہ اولی کا استثنا صحیح نہین اور اسی طرح مسئلہ ثانیہ کا کہ خود متن مین موجود ہے اور اسی طرح مسئلہ ثالثہ اور رابعہ خود شارح کے آیندہ قول مین موجود ہے کذا فی الحلبی کذا کل تصرف قولی غیر اجارة ونکاح اور اسی طرح مبیع وغیرہ کی مانند ہر تصرف قولی سوائے اجارہ اور نکاح کے چنانچہ تدبیر موجب ہے نفاذ بیع فاسد کا ھم اجارہ اور نکاح سے اسواسطے فسخ ممتنع نہوا کہ اجارہ فسخ ہوجاتا ہے عذر سے اور رفع فساد بھی عذر ہے اور نکاح مین اخراج عن الملک نہین وھل یبطل نکاح الامة یا فسخ المختار لهم ولو الجبیة ھ اور کیا نکاح لونڈی کا باطل ہوجاتا ہے اسکے فسخ بیع فاسد سے قول مختار یہ ہے کہ ہان باطل ہوجاتا ہے کذا فی الولوالجیة ھ یہان گفتگو اسمین ہے کہ مشتری بعد قبض نکاح کر دے چنانچہ یہی موضوع ہے جمیع مسائل سابقہ مین اور کلام ولوالجی قبل از قبض مین مفروض ہے تو یہ جواب کیونکر صحیح ہوگا کذا فی الطحطاوی ملخصا وتمامه فی المانع کرجوع هبة وصحح وکتابة وقدی رهن عاد حق الفسخ لو قبل القضاء بالفسخ لا بعده اور جبکہ مانع فسخ کا دور ہوجاوے جیسا کہ مبیع کا واہب کا اپنی ہبہ کو اور عاجز ہونا مکاتب کا میل کتابت سے اور خلاص ہونا رہن کا تو بیع فاسد کا حق فسخ عود کر لیگا اگر زوال مانع کا قبل قضا ہو قیمت کے ساتھ یعنے قاضی نے ہنوز مشتری پر ادائے قیمت کا حکم نہ کیا ہو نہ بعد قضا کے یعنے اگر بعد حکم قاضی مانع زائل ہوا تو حق فسخ عود نہ کریگا کیونکہ ابطال قضا لازم آویگا اور یہ جائز نہین وکذا یبطل حق الفسخ بموت احدهما فیخلفه الوارث به یفتی اور حق فسخ باطل نہین ہوتا بائع یا مشتری کے مرجانے سے تو میت کا وارث اسکا خلیفہ ہوکر فسخ کرنے مین اسیکا فتوی ہے وبعد الفسخ لا باحته یا تعه حتی یرد ثمنه المنقود بخلاف ما لو شرى من مدیونه بدینه شراء فاسدا

قال الطحطاوی وبالجملة انه لو اقال البیع او تفاسخا او تقایلا او تراضیا او تبایعا او تبارکا او تتارکا او تفاسخا او تقایلا او تراضیا او تبایعا او تبارکا او تتارکا فان الکل بمعنی واحد فی قول ابی یوسف وهو المختار لان البیع حتی انتقض قبل القبض انتقض من الاصل فصار کما لم یکن فکان الفسخ بالطلاق ولم یتعلق به استحقاق

حاشیہ ۱۲

حاشیہ ۱۲

حاشیہ ۱۲

حاشیہ ۱۲

حاشیہ ۱۲

فلو باعه المشتري جاز له ان يتصدق به كما جاز وهو في عقد صحيح والفرق في الكافي اور بعد فسخ بیع فاسد کے مبیع کو اسکا بائع نہ لے تا وقتیکہ اسکا ثمن نقود پھیر دے ثمن نقود سے ثمن مقبوض مراد ہے تا عم نقدین کو بھی شامل ہے بخلاف اس صورت کے کہ اگر صاحب دین نے اپنے مدیون سے بعوض اپنے دین کے چیز بطور شراء فاسد کے خرید کی تو مشتری صاحب دین کو بعد فسخ بیع کے جس کر تا مبیع کا اپنے دین کے لینے کے واسطے جائز نہیں مانند اجارۂ فاسدہ اور رہن فاسد اور عقد صحیح کے اور فرق دین اور غیر دین کا کافی مین مذکور ہوا ہم شرح زیلعی مین ہے کہ اگر اپنے مدیون سے بطور شراء فاسد غلام خرید کیا بعوض دین سابق کے اور غلام پر قبضہ کیا باذن بائع پھر بائع نے استرداد غلام کا ارادہ کیا بحکم فساد کے تو مشتری کو حبس غلام سے نیفاردین کے واسطے جائز نہیں بخلاف بیع صحیح کے اور اسی طرح اگر اجارۂ فاسدہ دین سابقہ ہو پھر مرجر اجارۂ فسخ کرے تو مستاجر کو حبس کرنا اجرت لینے کے واسطے جائز نہیں بخلاف اجارۂ صحیحہ کے اور یہی حکم ہے رہن فاسد کا بدین سابق انتہی قولہ بخلاف صحیح کا یہ مطلب ہے کہ اگر بیع صحیح یا اجارۂ صحیحہ بدین سابق ہو پھر عقد منفسخ ہو کسی وجہ سے تو مشتری کو حبس مبیع کا اپنے دین کے لینے کے واسطے جائز ہے اور اسی طرح مستاجر کو حبس جائز ہے جب یہ معلوم ہوا تو ظاہر ہو گیا کہ شارح کا قول و عقد صحیح غلط ہے بلکہ یوں کہنا تھا بخلاف عقد باطل الصحیح کذا فی الطحطاوی ہاہنا اور اسی طرح نہر الفائق مین ہے وان مات احدهما او لجا او استقرضا والراهن فلسا عينى وذيلعى بعد الفسخ فالمشتري ونحوه احق به من سائر الغرماء بل قيل يحبس حبسه حتى يأخذ ماله اھ پھر اگر بائع یا مشتری یا اجارہ فاسدہ کا موجر یا قرض فاسد کا مستقرض یا رہن فاسد کا راہن مر جاوے بعد فسخ کے کذا فی العینی والزیلعی تو مشتری اور مانند اسکے جانچہ وارث مشتری کا جب مشتری مر جاوے اور مستاجر اور مقترض اور مرتہن زیادہ تر حق دار ہین باقی ارباب یون سے بلکہ احق ہین قبل تجہیز میت کے تو مشتری وغیرہ کو حبس عین کا حق ہے یہان تک کہ اپنا مال لے دیوے هم بعد الفسخ نفس على المتوهم ہے واسطے کہ یہی حکم قبل الفسخ بھی ہے بطریق اولے عبارت زیلعی کا یہ مضمون ہے کہ اگر بائع مر گیا تو مشتری احق بالمبیع ہے تا استیفاے ثمن کیونکہ اسکی تقدیم ہے بائع کی حیات مین اسی طرح اسکی تقدیم ہوگی اسکی تجہیز پر اسکی وفات کے بعد اور اسی طرح اگر اجارۂ فاسدہ لیا اور اجرت تسلیم کی یا رہن فاسد لیا یا قرض فاسد دیا اور بواسطے قرض کے کوئی چیز رہن رکھ لی تو انکو اجارے کی چیز اور مرہون کا حبس جائز ہے تا وقتیکہ اپنا مال پاوے اور اگر موجر یا راہن یا مستقرض مر جاوے تو وہ شئ مقبوض کا زیادہ تر حقدار ہے باقی غرماء سے کذا فی الطحطاوی فیأخذ المشتري دراهم الثمن (مترجم)

دينها لو قائمة ومثلها لو هالكة بناء على تعين الدراهم في البيع الفاسد وهو الاصح تو مشتری دراہم ثمن کو بعینہا لے گا اگر دراہم ثمن کے موجود ہون اور انکے مانند اور دراہم کو لے گا اگر وہ موجود نہون بنا پر تعین ہونے دراہم کے بیع فاسد مین اور یہی قول اصح ہے ہم یہان سوال وارد ہوتا ہے کہ شارح نے کہا کہ بیع فاسد مین دراہم کا متعین ہونا اصح قول ہے تو اس سے یہ لازم آتا ہے کہ بائع کو منفعت ثمن کی نہ حلال ہو جیسے مشتری کو منفعت مبیع کی حلال نہین کیونکہ علت حرمت کی یہان تعین مال ہے تو جب ثمن بھی مبیع کے مانند متعین ہوا تو بائع کو ربح کیونکر حلال ہوگا اور حالانکہ بائع کو ربح حلال ہے نہ مشتری کو اسکا جواب شارح نے مصنف کے قول مین تفرد کر کے دیا واما طاب للبائع ما ربح في الثمن على الرواية الصحيحة للمقابلة للاصح بل غلط الاصح ايضا كان الثمن في العقد الفاسد غير متعين فله ان يعينه فلا يطيب له ربحه كما افاده سعدي اور یہی بات ہے کہ بائع کو جو حلال ہوا ہے وہ فائدہ جو اسکو ثمن مین حاصل ہوا ہے وہ روایت صحیحہ پر جو مقابل ہے قول اصح کے مبنی نہین بلکہ حلت بھی دوسرے قول اصح پر مبنی ہے بواسطے کہ عقد ثانی مین ثمن غیر متعین ہے کیونکہ وہ بیع فاسد ہے ثمن اور عقد اول مین ثمن کا متعین ہونا مقرر نہین چنانچہ اسکو علامہ سعدی افندی نے بیان کیا ہے ہم خلاصہ جواب یہ ہے کہ بائع کے واسطے نفع اسلئے حلال ہوا کہ وہ پیدا ہوا ہے ثمن سے باعتبار عقد ثانی کے اور ثمن عقد ثانی مین غیر متعین ہے اور صورت مسئلہ جامع ہے غیر متعین مین امام اعظم سے یون مروی ہے کہ ایک مرد نے لونڈی ہزار درہم کو بعقد فاسد خریدی اور دونون مین تقابض البدلین واقع ہوا اور ہر ایک کو نفع حاصل ہوا اور مقبوض مین امام نے فرمایا کہ جسنے لونڈی پر قبضہ کیا وہ نفع کو خیرات کرے اور جسنے دراہم قبض کیے اسکو نفع حلال ہے انہی سے واسطے مشتری کو نفع حلال نہوا کہ عقد

متعلق بال متعین لیعنے جاریہ ہو تو خبث اسمیں جم گیا اور بالع کو اسواسطے حلال ہوا کہ عقد ثانی مال متعین سے متعلق نہیں بلکہ اسکا مثل ذمہ پر واجب ہو تو خبث اسمیں متمکن نہوا تو اسکا تصدق واجب نہوا یعنے حکم ہو اس خبث کا جو بسبب فساد ملک کے تھا اور اگر بسبب عدم ملک کے خبث ہو جیسا کہ مغصوب اور امانات میں جیسا کہ اسمیں مودع خیانت کرے تو طرفین کے نزدیک مال متعین اور غیر متعین دونوں کو خبث شامل ہوگا چنانچہ مودع یا غاصب جب کہ عرض یا النقدین تصرف کرے اور نفع حاصل ہو تو طرفین کے نزدیک تصدق نفع لازم ہو لیعنے اگرچہ دونوں نے ضمان ادا کیا ہو اور حلت نفع بالع اور حرمت نفع مشتری کا محل وہ ہو جب تک بیع فاسد کو فسخ نہ کیا ہو اسمیں دونوں کو نفع حلال نہیں چنانچہ عقد صرف میں دونوں کو نفع حلال ہو کذا فی الطحطاوی لا یطیب للمشتری ما ربح فی مبیع یتعین بالتعیین بأن باع عبدا بألف معلق العقد بعینہ فملکہ الخبث فی الربح فیتصدق بہ حلال نہیں مشتری کو جو فائدہ کہ حاصل ہوا اس مبیع میں جو متعین ہو تعین سے اسطرح پر کہ مبیع مذکور کو زیادہ قرار دیکر بیچے بسبب متعلق ہونے عقد کے عین مبیع سے تو خبث جم گیا نفع میں تو اسکو تصدق کرے ھ طحطاوی نے کما عدم حلت اول میں منحصر ہو اور اگر مبیع بیچکر اسکے ثمن سے تجارت کرے اور نفع حاصل ہو تو یہ فائدہ حلال ہوگا بسبب عدم تعین کے عقد ثانی میں کما طاب ربح مال اصطاہ علی اخر فضلۃ علی الثمن فقضی ای اوفاہ ایاہ ثم ظہر عدم قصاصہما انہ لم یکن علیہ شیء کان بدل الصرف مملوکا لہ ملکا فاسدا والخبث لقسا حلالا انما یعمل فیما یتعین لا فیما لا یتعین چنانچہ حلال ہو نفع اس مال کا جسکا مدعی نے دوسرے شخص پر دعوی کیا اور مدعا علیہ نے اسکی تعدیق کی پھر اسنے مدعی کو مال ادا کیا بعد اسکے تصادق طرفین سے اسکا عدم ظاہر ہوا اسطرح پر کہ مدعا علیہ پر کچھ مال مدعی کا نہ تھا اسواسطے نفع حلال ہو کہ مستحق کا عوض مملوک ہوتا ہی ملک فاسد اور جو خبث کہ بسبب فساد ملک کے ہوتا ہی وہ فقط مال متعین میں عمل کرتا ہی نہ غیر متعین میں ھ مدعی مذکور کو نفع اسوقت حلال ہوگا جبکہ نقدین کا عوض کیا ہو دعوض کا کیونکہ عروض میں تین قول ہیں نقدین میں صورت مسئلہ جامع صغیر میں یوں مذکور ہو کہ اگر ایک مرد نے دوسرے مرد سے کہا کہ میرے تجھ ہزار درہم ہیں سو اسکو ادا کر اسنے ادا کیے پھر دونوں نفی مال پر متفق ہوئے اور مدعی نے مال مذکور میں تصرف کیا اور فائدہ اسکو حاصل ہوا تو یہ فائدہ اسکو حلال ہی اسواسطے کہ دین اقرار سے ثابت ہوتا ہی پھر جب مدعا علیہ نے اقرار کیا اور ادا کیا تو مدعی کو اپنی ملک میں نفع حاصل ہوا پھر جب بعد اسکے بعد دونوں نے عدم دین پر اتفاق کیا تو در اصل مقبوض بمنزلہ بدل مستحق کے ہوئے مستحق سے مراد میان دین ہی اور بدل سے مراد صاحب مقبوضہ ہیں کذا فی الطحطاوی واما الخبث لعدم الملک کالغصب فیعمل فیہما کما بسطہ خسرو وابن الکمال اور جو خبث کہ بسبب عدم ملک کے ہی چنانچہ غصب سو متعین اور غیر متعین دونوں میں عمل کرتا ہی چنانچہ ملا خسرو اور ابن کمال نے اسکی تصریح کی ہی وقال الکمال لو تعمد الکذب فی دعواہ الدین کما لو کذب اصلا وہو فتوی فی النہر اور کمال الدین نے فتح القدیر میں کہا کہ اگر مدعی مذکور عمدا دعوی دروغ اپنے دین میں کریگا تو نفع کا اصلا مالک نہوگا اور تہ الفائق میں اس قول کی تقویت کی ہی ھ نہر الفائق میں کہا کہ فقہا نے کتاب الاقرار میں تصریح کی ہو کہ اگر مقر یہ جانتا ہو کہ مقر کاذب ہی اپنے اقرار میں تو اسکو زیبا نہیں کہ اسکا حلال لینا حلال نہیں ہاں اگر اسکو شبہہ ہو تو محمد کے نزدیک حلال ہی بنا بو یوسف کے نزدیک تو اسوقت میں اسکو نفع حلال نہوگا اور بیان کلام ظن مدعی پر محمول ہی یعنے مدعی کو گمان ہوا کہ میرے باپ کا قرض مدعا علیہ پر ہی پھر معلوم ہوا کہ مدعا علیہ کے وکیل نے اسکے باپ کو قرض ادا کر دیا تھا سو دونوں کا دین پر تصادق ہوا تو اب نفع حلال ہوگا اور یہ نہایت خوب فہم ہی اسکو غور کرے انتہی وفیہ الحرام ینتقل فلو دخل بامان واخذ مال حربی بلا رضاہ واخرجہ الینا ملکہ وصح بیعہ لکن لا یطیب لہ وکذا للمشتری منہ بخلاف البیع الفاسد فانہ لا یطیب لہ لفساد عقدہ ویطیب للمشتری منہ لصحۃ عقدہ اور اسی کتاب میں ہی کہ حرام انتقال کرتا ہی ایک ذمہ سے دوسرے ذمہ تک سو اگر مسلم دار الحرب میں امان لیکر داخل ہوا اور حربی کا مال بدون اسکی خوشی کے لے اور دار الاسلام کی طرف نکال لاوے تو اسکا مالک ہوگا اور اسکی بیع صحیح ہوگی لیکن چونکہ اسکی ملک میں خبث ہو غلبے کے سبب سے تو وہ مال اسکو حلال نہوگا اور نہ اسکے خریدار کو بخلاف بیع فاسد کے کہ بالع کو حلال نہیں اسکے عقد کے فساد کے سبب سے اور جسنے اس سے خریدکیا اسکو حلال ہی بسبب اسکی صحت عقد کے ھ جب معلوم ہوا کہ حرمت منتقل ہوتی ہی تو معلوم ہوا کہ مال منہوب اور طعام مغصوب کی

ربح الدین بالدین کی بحث اور اس دونوں متن ہوں نہ فقہ ۱۲

مسئلہ عدم انتقال حرمت حلال دونوں جانب میں ہو

دلیل اول مع مناقشہ

دلیل دوم مع مناقشہ

بحث طاہر ۱۲

خریداری حرام ہو مگر یہ کہ غلبۂ گمان ہو کہ غصب کی قیمت ادا کرے یا مالک اسکو معاف کردے تو اب اسکو مال لینا درست ہو کذا فی الطحطاوی وفی خط العلامۃ الحموی تتقدم مع العلم بہا الا فی حق الوارث اور اشباہ کی کتاب الخظر میں ہو کہ حرمت متقدر ہوتی ہو اسکے دریافت ہونے کے ساتھ مگر وارث کے حق میں نہیں مگر حرمت کا علم ہو تو اشخاص متعددہ میں بھی متحقق ہوتی ہو سوائے وارث کے لیئے اگرچہ وارث جانتا ہو کہ مورث نے یہ مال بوجہ حرام پیدا کیا تو بھی اسکے حق میں وہ مال حلال ہو وقیدنا فی الظہیریۃ بان کا یعلم ارباب الاموال وستحقق نفسہ اور ظہیریہ میں حالت وارث کو باین قید مقید کیا ہو کہ وارث ارباب اموال کو نہ جانتا ہو اور ہم اسکی تحقیق کرینگے اسکے مقام میں ہم لیئے اگر وارث جانے کہ مورث نے فلانے فلانے شخصوں کا مال بسرقہ یا غصب یا رشوت لیا ہو تو اسپر واجب ہو کہ انکو یا انکے وارثوں کو مال مذکور پھیر دے اور اگر نہ پھیرے گا تو وارث پر وہ مال حرام ہی بمعنی یہ ہو کہ مورث مرگیا اور کسب انکا حرام ہو تو میراث حلال ہو پھر اُنے کہا کہ ہم اس روایت کو نہیں لیتے بلکہ میراث وارثوں پر مطلقاً حرام ہو انتہے اس قول سے معلوم ہوا کہ درصورت علم وارث حرمت ثابت ہو اگرچہ ارباب اموال کو نہ جانتا ہو کذا فی الطحطاوی ویصرف بہا فی مرافقہ اوفرس فیہا استترا کہ فلسد الشرع حتم فیہا یقطع حق الاسترداد من الاعقال الحسیۃ بعد الفراغ من القولیۃ لزمہ قیمتہا واعتبر الفسخ مشتری نے گھر بنایا یا درخت لگایا اسمیں جسکو فاسد خرید کیا تو اسکو گھر اور زمین کی قیمت کا دینا لازم ہوگیا اور فسخ ممتنع ہوگیا نتائج کہتا ہو یہ شروع ہو ان مسائل میں جنمیں حق استرداد قطع ہو جاتا ہو افعال حسیہ کے سبب بعد فارغ ہونے کے افعال قولیہ سے یعنے اول اقوال قاطعہ فسخ کو ذکر کیا بعد اسکے اب افعال حسیہ کا ذکر شروع کیا وہ کما ینقضہا ویرد البیع ویرجع الکمال اور صاحبینؒ نے کہا کہ مشتری عمارت کو توڑے اور درختوں کو اوکھاڑے اور مبیع کو پھیر دے اور اسی قول کی ترجیح دی ہو کمال الدین نے فتح القدیر میں کہا یہ جو امام کی دلیل ہو امتناع فسخ میں کہ عمارت بنانے اور درخت لگانے سے دوام مقصود ہوتا ہو سو ممنوع ہو اسواسطے کہ اجارہ میں اگر درخت لگا دے تو بالاتفاق قلع واجب ہو تو ظاہر ہوا کہ بنا اور غرس گاہے دوام کے واسطے ہوتا ہو اور گاہے نہیں وتعقبہ فی النہر بحصولہا بتسلیط البائع اور کمال الدین کی ترجیح کا تعقب کیا ہو لیئے دفع کیا ہو نہر الفائق میں بواسطے حاصل ہونے بنا اور غرس کے بائع کے مسلط کرنے سے ہم صاحب نہر نے کہا کہ جو عمارت کہ بائع کی تسلیط سے حاصل ہوا اُس سے دوام مقصود ہوتا ہو بخلاف اجارہ کے کیونکہ اُسمیں تسلیط نہیں تو معلوم ہوا کہ سارا استحلال بائع کی تسلیط پر ہو انتہی طحطاوی نے کہا یہ تعقب اُسوقت مسلم ہو جبکہ بائع کے حق سبب فسخ ہو تو یہ کہنا ہو سکتا ہو کہ اُسنے اپنا حق تسلیط سے ساقط کردیا حالانکہ مذکور ہو چکا کہ بیع فاسد کا فسخ کرنا حق اللہ کے سبب ہو تو اب کچھ فرق نرہا بیع اور اجارہ میں وکذا کل زیادۃ متصلۃ غیر متولدۃ کصبغ وخیاطۃ وطحن وخبز سویق وعزل قطن فجاریۃ علفتہا عندہ اور اسی طرح مانع فسخ ہو ہر ایک وہ زیادتی جو مبیع سے متصل ہو اور اس سے پیدا نہیں ہوئی چنانچہ رنگ اور دوخت کپڑے میں اور پسینا گیہوں کا اور لت کرنا ستو کا اور کاشتا روئی کا اور لونڈی جو حاملہ ہوگئی مشتری سے ہم طحطاوی نے کہا کہ حمل جاریہ مغایر زیادت غیر متولدہ ہی نظیر مرد کی منی کے فلو منفصلۃ کولد او متولدۃ کثمر فلہ الفسخ وبضمہا یاستقلال سوی منفصلۃ غیر متولدۃ جوہرۃ سو اگر زیادتی منفصل ہو لیئے غیر متولدہ چنانچہ ولد یا زیادتی متولدہ ہو جیسے گھی تو اسکو فسخ کا اختیار ہو اور اسکا تاوان دے اسکے استہلاک سے سوائے منفصل غیر متولد زیادتی کے کذا فی الجوہرہ ہم زیادتی منفصل غیر متولد چنانچہ کسب خلاصہ یہ ہو کہ چار قسم کی زیادتی مبیع سے ضمناً متصل غیر متولد زیادتی مبیں فسخ ممتنع ہو اور مشتری پر قیمت واجب ہو نہ باقی مبیں وفی جامع الفصولین لو نقص فی ید المشتری بفعلہ المشتری او البیع او آفۃ سماویۃ اخذہ البائع مع الارش ولو بفعل البائع صار مستردا ولو بفعل اجنبی خیر البائع اور جامع الفصولین میں ہو کہ اگر مبیع ناقص ہوگئی مشتری کے ہاتھ مشتری کے فعل سے یا مبیع کے فعل سے یا آفت سماوی سے تو بائع مبیع کو لے دیگا ساتھ لیئے بقدر نقصان کچھ مال مشتری سے لے اور اگر نقصان ہوا ہو بائع کے فعل سے تو مبیع مسترد ہوگی اور اگر اجنبی کے فعل سے نقصان ہو تو بائع مختار ہو لیئے چاہے مشتری سے نقصان کا مواخذہ کرے چاہے اجنبی سے کذا فی الہندیۃ وکرہ تحریما مع الصحۃ البیع عندنا ذان الاول لا اذا تبایعا عشیا ان فلا بأس بہ لتعلیل النہی بالاشغال

ف

مصنف نے قبل از وقت کہا کہ مشتری کو اختیار ہو فسخ کا اور اسکے بعد کہا کہ مشتری کو اختیار نہیں ہو فسخ کا

آخر میں کہا کہ اختیار ہو فسخ کا اور اختیار نہ ہو فسخ کا

ف

ذکر ہو ہر ایک کا ہم

بالبیع فاد المنتفی التشفی اور مکروہ تحریمی ہو صحت کے ساتھ بیع کرنا جمعے کے دن اذان اول کے وقت مگر جبکہ بائع اور مشتری نے خرید فروخت کی نماز کے واسطے چلنے کی نیت میں تو کچھ مضائقہ نہیں بواسطے تعلیل نہی کے چلنے کی خلل اندازی سے پھر جب خلل اندازی کی نفی ہوئی تو نہی بیع کی بھی نفی ہوگئی ھ قرآن مجید میں منصوص ہی کہ اذان سنکر نماز کے واسطے سعی کرنا اور ترک بیع واجب ہی اگر بعد اذان خرید فروخت واقع ہو تو سعی واجب میں خلل پڑے اس سے معلوم ہوا کہ چلنے کی حالت میں بیع مکروہ نہیں کیونکہ مانع سعی کی نہیں ہکذا فی العنایۃ والنہایۃ اور شرح زیلعی اور بحر الرائق میں اسکو بھی مکروہ کہا ہی یعنے اسواسطے کہ نصوص معلل نہیں کذا فی الطحطاوی وقد حض منہ من لا جمعۃ علیہ ذکرہ المصنف اور البتہ مخصوص ہی اُسی سے بیع اسکی جسپر جمعہ فرض نہیں مصنف نے اسکو اپنی شرح میں ذکر کیا ہی یعنے عورتیں اور مسافر اور بیماروں کی بیع بعد اذان کے مکروہ نہیں کیونکہ اُنپر سعی واجب نہیں وکرہ البعض بفتحتین ویسکن لان یزیدہ لا یرید الشراء او یعدہ بما لیس فیہ لبر د جہ اور مکروہ ہی لاڑیاں بخش بفتح نون وحیم اور سکون تحتیہ بھی جائز ہی اسکو کہتے ہیں کہ قیمت بڑھادے اور خریداری کا ارادہ نکرے یا مبیع کی ایسی توصیف کرے جو اسمیں نہیں تاکہ اسکی خریداری پر لوگ رغبت کریں ویجری فی النکاح وغیرہ ؎ اور لاڑیاں نکاح وغیرہ میں بھی جاری ہی ھ یعنے حرمت لاڑیے پن کی فقط بیع میں خاص نہیں نکاح وغیرہ میں بھی حرام ہی اسواسطے کہ حدیث میں وارد ہی لا تناجشوا یعنے لاڑیاں نہ کرو اور یہ نہی عام ہی بیع اور نکاح وغیرہ کو بھی ثم النہی محمول علی ما اذا کانت السلعۃ بلغت قیمتہا اما اذا لم تبلغ لا یکرہ لانتفاء الخدیعۃ عنایہ پھر دریافت کرنا چاہیے کہ نہی بخش کی محمول ہی اس صورت پر جب کہ چیز کی قیمت پوری ہوگئی ہو اور اگر ہنوز قیمت پوری نہوئی ہو تو بلا قصد خریدار کا زیادہ کردینا بقدر قیمت مکروہ نہیں بسبب انتفی ہونے فریب کے کذا فی العنایہ یعنے اس صورت میں بائع کا فائدہ ہی اور مشتری کا بھی کچھ نقصان نہیں لہذا مکروہ نہیں والسوم علی سوم غیرہ لو ذمیا او مستامنا اور مکروہ ہی مول چکانا غیر کے مول چکائے پر اگرچہ شخص غیر کا فر ذمی یا مستامن ہو ھ صحاح ستہ میں ابو ہریرہؓ سے مروی ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مول نہ چکاوے مرد اپنے بھائی کے مول چکائے پر اور نہ بیع کرے اپنے بھائی کی بیع پر اور نہ پیام نکاح کا دے اپنے بھائی کے پیام پر کذا فی التیسیر اگر کوئی کہے کہ حدیث مذکور میں بھائی کا لفظ وارد ہی تو مسلم مراد ہی نہ ذمی اور مستامن اسکا جواب شارح نے اپنے اگلے قول میں زیادہ ذکر الاخ فی الحدیث لیس قیدا بل لزیادۃ التنفیر نفر اور بھائی کا ذکر حدیث مذکور میں قید نہیں کافر کے اخراج کے واسطے بلکہ زیادتی تنفیر کے واسطے ہکذا فی النہر یعنے مسلم کے ساتھ یہ فعل کرنا زیادہ تر قبیح لائق تنفیر ہو وھذا بعد الاتفاق علی مسلۃ اللقن او الطرد کما لا یکرہ ان یبیع من یزید وقد باع علیہ الصلوٰۃ والسلام قدحا وحلسا بیعہ من یزید اور یہ یعنے کراہت مول چکانے کی اس صورت میں ہی کہ بائع اور مشتری کی منگنی کی بعد تفق ہونے مشتری اور بائع کے ہر مقدار ثمن پر یا مہر پر صورت پیام نکاح اور اگر طرفین کا ہنوز ثمن یا مہر پر اتفاق نہیں تو کراہت نہیں اسواسطے کہ یہ بیع من یزید ہی اور حالانکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک پیالہ اور کملی بطریق بیع من یزید کے بیچی ھ عنایہ میں ہی کہ اتفاق ثمن کی یہ صورت ہی کہ دو شخص مول چکاویں ایک پیسکا اور بائع اور مشتری ثمن پر راضی ہوجاویں اور ہنوز عقد بیع منعقد نکریں کہ تیسرا شخص آوے اور مول زیادہ کرے تو یہ جائز ہی لیکن مکروہ ہی کیونکہ اسمیں حیثیت انگیزی اور ضرر سافی ہی تو یہ مکروہ ہی اگر بائع بیع کی طرف مائل ہوچکا ہو بعد الفصال ثمن کے اور یہی حکم ہی نکاح کا اور اگر بائع ہنوز مائل نہوا ہو تو مول چکانا مکروہ نہیں انتہی اور جامع ترمذی میں انسؓ سے روایت ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک انصاری صحابی سوال کرنے آیا سو حضرت نے فرمایا کیا تیرے گھر میں کوئی چیز نہیں اسنے کہا کیوں نہیں ایک کمبل ہی جسکو کچھ میں اوڑھتا ہوں اور کچھ بچھاتا ہوں اور ایک پیالہ ہی جسمیں میں پانی پیتا ہوں فرمایا کہ انکو میرے پاس لے آسو وہ دونوں چیزیں لے آیا حضرت نے انکو لیا اور فرمایا کہ کون شخص ان دونوں کو خرید کرتا ہی سو ایک مرد نے کہا کہ میں انکو بعوض ایک درم کے خریدکرتا ہوں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا دو بار یا تین بار من یزید علی درہم کون ہی جو ایک درم سے زیادہ دے تو ایک مرد نے کہا کہ میں دونوں کو دو درم کو لیتا ہوں سو حضرت نے دونوں چیزیں انکو دیں اور دونوں درم مرد انصاری کو دے کر فرمایا کہ ایک سے طعام خرید کر کے اپنے اہل وعیال کو دے اور دوسرے کو لکڑی خرید کر لا سو وہ لایا اور رسول خدا

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسمیں پانے دست مبارک سے بیٹھ ڈالا پھر فرمایا کہ جالکر بیان لایا کر اور بیچا کر اور میں تجھکو پندرہ دن نہ دیکھوں تجھکو ایسا ہی کیا پھر وہ آیا اور اسکو دس درم حاصل ہوئے سوائے کچھ درموں کے کپڑا خرید کیا اور کپڑے کھانا تو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ تیرے حق میں بہتر ہے تیرے آنے سے سوال سیاہی کا داغ ہے متمیز ہو قیامت کے دن کذا فی الطحطاوی ۱۲ یہ حدیث جواز اسلام کی جو بالفعل ہند میں شہور ہے اصل ہے وتلقی الجلب بعضھم الجلوب والجالب اور مکروہ ہے اناج کی بھرتی کو آگے بڑھکر لینا اور خرید کرنا جالب الفتحتین یعنی محمولہ یا جالب ہے ہم تلقی جلب کی صورت ایسی بیان نہ دیون ذکر کی ہو کہ ایک شخص کو اہل شہر سے خبر ملی کہ اناج کا بڑا قافلہ آنیوالا ہے اور اہل شہر قحط میں گرفتار ہیں سو وہ شخص قافلے میں جاکر ملا اور انسے سب غلہ خرید کر لیا اور شہر میں اگر اسنے خاطر خواہ بیچا اور اگر یہ شخص نہ جاتا اور قافلہ شہر میں آتا تو اہل شہر کو گنجائش ہوتی درصورت قحط تلقی جلب مکروہ ہے اور اگر اہل شہر کو تلقی جلب سے ضرر نہ ہوتا تو مکروہ نہیں اور بعضون نے کہا صورت اسکی یہ ہے کہ شہر والا قافلے کو آگے بڑھ کر ملے اور شہر کے نرخ سے سستا خرید کرے اور حالانکہ اہل قافلہ کو نرخ شہر کا معلوم نہیں تو یہ خرید جائز ہے لیکن مکروہ ہے بسبب فریب کے خواہ اہل شہر کو ضرر ہوا ہو کذا فی الطحطاوی عن اللاقانی وھذا اذا کان یضر باھل البلدۃ اویلبس السعر علی الوارد ین لعدم علمھم بہ فیکرہ والضرر ہو یہ کہ اشیاء مبیعہ میں تغیر یعنے تلقی جلب اسوقت ہے جبکہ اہل شہر کو مضر ہو یا وہ شخص غلہ لانے والون پر شہر کے نرخ کو مخفی رکھے بسبب انکی لاعلمی کے تو یہ مکروہ ہے بسبب ضرر اہل شہر کے یہی صورت میں اور بسبب دھوکا دینے کے دوسری صورت میں اما اذا انتفیا فلا یکرہ اور جبکہ ضرر اور تلبیس نرخ منتفی ہون تو تلقی جلب مکروہ نہیں وکرہ بیع الحاضر للبادی اور مکروہ ہے بیع حاضر کی واسطے بادی کے یعنے شہر کا رہنے والا شخص بیرونی کا مال دلالی کر کے نہ بیچے صحیح مسلم وغیرہ میں جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمائی کہ حاضر بادی کے واسطے بیع نکرے اور چھوڑو لوگون کو تا اللہ تعالے روزی دے بعضے آدمیون کو بعضے سے وھذا فی حالۃ القحط وعوز الناس کما لا یخفی الخ البحر وھذا ھو المراد من قولھم فی قبیل الحاضر المالک والبادی المشتری وکما فی العینی انما السماسرۃ والیائع ملوما فقط اخذا الحدیث عوان ۱۲ یرتفق بہ بعضھم من بعض فلا اعتداد بالاذن کما فی الشرنبلالی بعضون نے کہا کہ حاضر سے مالک مراد ہے اور بادی سے مشتری اور قول صحیح تر جانیکہ مجتبی میں ہے یہ ہے کہ حاضر سے مراد دلال ہے اور بادی سے بائع بسبب موافق نجم الائمہ الحلوانی کے اخیر حدیث سے یعنے چھوڑو لوگون کو تا اللہ روزی دے بعضون کو بعضون سے اور اسی واسطے بیع کا تعدیلام سے ہوا نہ حسن سے ہم تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفی ہے سنن ابوداؤد میں لا یکون لہ تجارۃ ولا یحسن البیع من یزید بدلیل حدیث گذشتہ حسبین یا الہ اور کمل کا قصد نہ کرے ہو چکا اور اس بیع کو اہل مصر کے عرف میں بیع الدلالۃ کہتے ہین کذا فی الفتح اور بالفعل ہندوستان میں اسکو نیلام بولتے ہین اسکو بیع من تربیا سواسطے کہا کہ بائع زیادتی ثمن چاہتا ہے لہذا کہتا ہے کہ اس ثمن سے کون شخص زیادہ ثمن دیتا ہے ولا یفرق غیر المانع علیہ الصلوۃ والسلام من فرق بین الولد ووالدہ والاخ واخیہ رواہ ابن ماجۃ وغیرہ عینی وعن الثانی فساد مطلقا ویہ قال زفر والائمۃ الثلثۃ بین صغیر غیر بالغ وذی رحم محرم منہ کجھہ الام الا ان یضم الیھم ھو لرضاھما فھم وجدائی نہ کیجائے صغیر غیر بالغ اور اسکے قرابت دار محرم کے درمیان بیچ وہ محرم جو بسبب نسب کے ہو نہ رضاعت کے چنانچہ چچا کا بیٹا جو رضاعی بھائی ہو تو اسکو بوجہ اسکے شارح کہتا ہے مصنف نے نہی تفریق کو لفی کر تعبیر کیا مبالغے کے واسطے منع بیع میں بسبب لعنت کرنے نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے اسکو جو جدائی ڈالے درمیان باپ اور اسکے بیٹے کے اور درمیان ایک بھائی اور اسکے دوسرے بھائی کے روایت کیا اس حدیث کو ابن ماجہ وغیرہ نے اور ابو یوسف سے روایت ہے کہ یہ بیع فاسد ہے ہر طرح سے خواہ قرابت دلالت ہو یا نہ ہو ہم نفی میں مبالغہ منع کیا اسواسطے کہ تفریق کو محل عدم الوقوع ٹھہرایا اور صغیر بین غیر بالغ کی قید اس وہم کے دفع کے واسطے لگائی کہ صغیر سے وہ مراد ہی جو اپنا ضروری کام نکر سکے تو اس قید سے مراہین لیے قریب البلوغ بھی صغیر بین داخل رہا کما اذا کان التفریق باعتاق وما بعدہ لو خطا ملا وبیع ممن حلف بمنقطعا وکان للمالک کما فی العدم مخالطۃ بالمشائخ

لیعنے مسئلہ تفریق بین المحارم

لیعنے مسئلہ تفریق بین الاقارب

او متعتق ولو اکاحز لطفله او مکاتبه فلا یاس به او تعدد محارمه فلربع ملسوی ولد غیر الاقرب کالابوین والمعتق بعما فتح مگر جبکہ تفریق بسبب اعتاق اور اسکے تو ابع کے ہو چنانچہ پیر اور استیلاد اور کتابت اگرچہ اعتاق بعوض مال کے ہو یا اُس شخص کے ہاتھ بیع کے سبب سے تفریق ہو جیسے غلام مبیع کے آزاد کرنے کی قسم کھائی یا مالک غلام کا کافر ہو کیونکہ کافر مخاطب باحکام شرعیہ نہیں یا مالک متعدد ہوں اور اگر دوسرا غلام اسکے طفل یا مکاتب کا ہو تو تفریق میں کچھ مضائقہ نہیں یا غلام کے محارم چند ہوں تو مالک کو جو مبیع کا بیچنا جائز ہے سوائے ایک محرم غیر اقرب اور والد یا جد کے اور جو معتق بالوالدین ہو کذا فی الفتح ع اگر صغیر کی دادی اور عمہ اور خالہ ہو تو عمہ اور خالہ کی بیع جائز ہے نہ دادی کی کیونکہ وہ ان کے برابر ہوا و بحق مستحق کزوجہ مستحقا یا تفریق بواسطہ حق مستحق کے ہو چنانچہ ایک غلام کا مستحق نکلنا یعنے زید کے پاس دو غلام محرم ہیں اور ایک غلام تیسرے شخص کا مملوک نکلا تو اب تفریق ممنوع نہیں ع لدفع احدهما بالجنایة وبیعه بالدین او بالاذن بمال الغیر دفعا للضرر عن الغیر کما فی الضرر بالغیر اور چنانچہ دنیا دو میں سے ایک غلام کو بسبب اسکے ارتکاب جنایت کے اور بیع غلام کی غلام کے دین کے سبب سے یا غلام کا دنیا غیر کے مال تلف کر ڈالنے سے اور پھیر دینا غلام کا عیب ظاہر ہونے سے تو ان امور مذکورہ سے تفریق جائز ہے سوا سے اسکے کہ مالک کو جو تفریق غلام صغیر اور اسکے محرم میں منع ہے تو بنظر دفع ضرر کے ہر غیر سے صغیر سے نہ غیر کے ضرر میں ع یعنے منظور شرع یہ ہے کہ صغیر سے ضرر دفع ہو لہذا صغیر کو جدا کرنا اسکے محرم سے منع فرمایا اور یہ نظر نہیں کہ غیر کو یعنے مالک کو ضرر پہونچے تو اگر مطلقاً تفریق منع ہو تو در صورت جنایت غلام مالک پر فدیہ لازم آوے اور دوسری صورت میں قرضخواہوں کو قیمت دینی پڑے اور تیسری صورت میں عیب دار لینا پڑے کذا فی الطحطاوی بخلاف الکبیرین والزوجین فلا یاس فلا فاکحمد فالمستثنی احد عشر بخلاف کبیرین اور زوجین کی تفریق کے کہ انمیں کچھ مضائقہ نہیں برخلاف امام احمد بن حنبل کے مذہب کے تو مستثنی گیارہ ہیں ع یعنے صغیر اور اسکے محرم نسبی میں تفریق بطریق بیع یا ہبہ جائز نہیں مگر گیارہ صورتوں میں جائز ہے ۱ اعتاق ۲ توابع اعتاق ۳ اسکے ہاتھ بیچنا جسنے غلام کے آزاد کرنے کی قسم کھائی ۴ جبکہ مالک غلام کا کافر ہو ۵ جبکہ مالک متعدد ہوں ۶ جبکہ صغیر کے محارم کئی شخص ہوں ۷ جبکہ محرم صغیر صغیر کا مستحق نکلے ۸ دنیا غلام کو غلام کی جنایت میں ۹ بیچنا غلام کا غلام مدیون کے دین میں ۱۰ غلام کا بیچنا اتلاف مال غیر میں ۱۱ پھیر دینا بسبب عیب کے بحر الرائق میں بارھویں صورت یہ زیادہ کی ہے جبکہ صغیر قریب البلوغ ہو اور اسکی مان اسکی بیع سے راضی ہو وکما یکرہ التفریق ببیع وغیرہ من اسباب الملک لصغیر تو وصیة یکرہ لشراء الامن حربی ابن صلک وبقسمة فی المیراث والغنائم جوهره اور جیسے تفریق مکروہ ہے بیع سے اور اسکے سوا اور اسباب ملک سے چنانچہ ہبہ اور وصیت سے اسی طرح خرید کرنے سے بھی مکروہ ہے مگر حربی سے خرید کرنے سے مکروہ نہیں کذا ذکرہ ابن ملک اور میراث اور غنائم میں قسمت کرنے سے تفریق مکروہ ہے کذا فی البحر برو صم ایک شخص دو بیٹے اور دو غلام محرم جن میں ایک صغیر ہے چھوڑ کر مر گیا اور ایک ایک غلام ایک بھائی کو پہونچتا ہے تو واجب یہ ہے کہ دونوں غلاموں کو ایک بیٹا خرید کرے اور دونوں بھائی اُنکا ثمن قسمت کر لیں اور اسی طرح غنیمت کے قاسم اور غازی پر تفریق حرام ہے کیونکہ غازی غنیمت کے نزدیک مشتری کے ہے کذا فی الطحطاوی اب آگے شارح بیع مکروہ کا حکم بیان کرتا ہے بعد ذکر بیوع مکروہہ کے ف اعلم ان فسخ المکروہ واجب علی کل واحد منهما ایضا بحق الشرع کما ثم ع پس جاننا چاہیے اور معلوم کرنا چاہیے کہ بیع مکروہ کا فسخ کرنا ہر ایک بائع اور مشتری پر واجب ہے یعنے جیسے بیع فاسد کا فسخ واجب ہے ویسے ہی مکروہ کا بھی واجب ہے کذا فی البحر وغیرہ ودر کرمانی کذا فی المجمع ودقیقہ شراء کافر مسلما او مصحفا مع کراهیة اجماعا لمن ملکه وسیجی فی التفرقات واللہ اعلم اور مجمع میں ہے بھی یہ بات ہے کہ ہم صحیح کہتے ہیں شراء کافر مسلمان غلام اور مصحف کو اخراج عن الملک کی اجماع کے ساتھ اور سیجئے متفرقات میں اور کیا واللہ تعالیٰ اعلم یعنے اگر کافر مسلمان غلام یا مصحف کو خریدے تو یہ خرید صحیح ہے باطل یا فاسد نہیں لیکن اسکا فرض کیا جائیگا کہ اُنکو اپنی ملک میں نہ رکھے تا مسلمان ذلت سے اور قرآن مجید اہانت سے محفوظ رہے واللہ اعلم بالصواب

فصل فی الفضولی یہ فصل ہے بیع فضولی کے احکام میں ع فضولی نسبت ہے فضل کی طرف جو مجمع ہے فضل یعنی زیادتی کی چنانچہ فضاری ع ای مناسبة ظاهرة مناسبت بیع فضولی کی بیع فاسد سے ظاہر ہے کہ فاسد اور موقوف کی ملک ایک شئے پر موقوف ہے یعنے فاسد میں قبض پر اور موقوف علیہ اجازت پر کذا فی الجلبی وذکره فی الکنز

بعد کا استحقاق کا تھا من صورہ اور کنزمین بیع فضولی کو باب استحقاق کے بعد ذکر کیا ہی سواسطے کہ فضولی استحقاق کی صورتون مین سے ہو ہم جہانگیری یہ ہی کہ مستحق دعوی کے وقت یہ کہتا ہی کہ یہ مبیع میری ملک ہی اور جسنے تیرے ہاتھ بحکم حاکم سو یہی ہیبیع فضولی کی حقیقت ہی اور دوسری وجہ یہ ہی کہ بیع فضولی کے بعد اگر اجازت نہو تو ظاہر ہوتا ہی کہ مبیع غیر کا حق ہی ھُوَ مَنْ یَشْتَغِلُ بِمَا لَا یَعْنِیْہِ فَالْقَائِلُ لِمَنْ یَأْمُرُ بِالْمَعْرُوْفِ اَنْتَ فُضُوْلِیٌّ عَلَی الْکَفِّ فَتْحٌ وہ یعنے فضولی لغت مین اسکو کہتے ہین جو مشغول ہو بیفائدہ کام مین تو جسنے کہا اس شخص سے جو امر بالمعروف کرتا ہی کہ تو فضولی ہی تو اسپر کفر کا خوف ہی کذا فی الفتح اسواسطے کہ امر بالمعروف شرعًا واجب ہی اور فاعل کو مفید ہی تو اسکو فضولی کہنا ظاہر الغنی وجوب پر دلالت کرتا ہی اور قائل مذکور کی فی الحقیقت تکفیر ہوئی اسواسطے کہ اس کلام سے نفی وجوب مقصود تھین ہوتی واصطلاحا من یتصرف لغیرہ بحق تعلیقہ بمنزلۃ الجنس بغیر اذن شرعی فصل خرج بہ نحو وکیل وولی اور اصطلاح فقہ مین فضولی وہ ہی جو اپنے غیر کے حق مین تصرف کرے بدون اذن شرعی کے لفظ تصرف کرنا حق غیر مین بمنزلہ جنس کے ہی تو شاملین وکیل اور وصی اور ولی اور فضولی سب داخل ہین اور بغیر اذن شرعی نفس ہی جنس سے مانند وکیل اور وصی کے چنانچہ قاضی نکل گیا فضولی کی تعریف سے کل تصرف صدر منہ تملیکا کان کبیع وتزویج او اسقاطا کطلاق وعتاق فلم یجز ای لم ینفذ الا تصرف من یملک اجازۃ حال وقت عقد او تحقق موقوفا جو تصرف کہ صادر ہو فضولی سے خواہ وہ تصرف تملیک ہو جیسا کہ بیع اور تزویج یا اسقاط ملک ہو جیسا کہ طلاق اور اعتاق اور حالانکہ اسکا مجیز ہی یعنے اس تصرف کے واسطے وہ شخص موجود ہی جو قادر ہی اسکی اجازت پر تصرف کے واقع ہونے کے وقت مین تو یہ تصرف منعقد ہوگا مالک کی اجازت پر موقوف ہوکر ھم یعنے اگر مثلًا زید نے خالد کے مال کی بیع کی یا اسکا کسی عورت سے نکاح کر دیا یا اسکی زوجہ کو طلاق دی یا اسکا غلام آزاد کر دیا تو اگر خالد اجازت دیگا اور جائز رکھیگا تو بیع اور تزویج اور طلاق اور اعتاق نافذ ہوگا والا باطل ہوگا وما لا یجیز لہ حالۃ العقد لا ینعقد اصلا بان کان صبیا او مجنونا او عبدا او فضولیا ثم بلغ مثلا ثم قبل اجازۃ ولیہ فاجاز بنفسہ جاز کما لو باشرہ ولیہ حالۃ العقد بخلاف ما لو طلق مثلا ثم بلغ فاجاز بنفسہ لم یجز کما لو وقت العفو لم یجز لبطلہ ما لم یقبل او قعتہ فیہ استثناء کالاجازۃ کما بسطہ العمادی وجس تصرف کا کوئی مجیز نہین حالت عقد مین تو وہ اصلا منعقد نہوگا تفصیل اس اجمال کی یہ ہی کہ ایک صغیر نے اپنا مال بیچا مثلًا پھر وہ بالغ ہوا قبل اجازت اپنے ولی کے سو اسنے بیع سابق کو جائز رکھا تو بیع مذکور جائز ہوگی اسواسطے کہ اس بیع کے واسطے صغیر کا ولی اجازت دینے والا حالت عقد مین موجود تھا بخلاف اسکے کہ اگر صغیر نے مثلًا اپنی زوجہ کو طلاق دی پھر وہ بالغ ہوا اور اسنے بذات خود طلاق مذکور جائز رکھی تو طلاق جائز نہوگی اسواسطے کہ عقد طلاق کے وقت اسکا کوئی مجیز نہ تھا یعنے صغیر بسبب عدم بلوغ کے اہلیت طلاق کی نہ رکھتا تھا اور اسکے ولی کو طلاق مین مطلق دخل نہین تو طلاق مذکور باطل ہوگی جبکہ بعد بلوغ یون نہ کہے کہ مین نے طلاق واقع کی تو اب طلاق صحیح ہوگی بطور انشاء طلاق کے نہ بطریق اجازت کے چنانچہ اسکو عمادی نے مشرح بیان کیا ہم ہر چند صغیر تصرفات مذکورہ مین فضولی نہین کیونکہ غیر کی ملک مین متصرف نہین لیکن چونکہ اسکا تصرف اپنے مال مین نافذ نہین لہذا اسکو فضولی قرار دیا وقد یبیع مال الغیر او الغیر لانفاعا قلا فلو صغیرا او مجنونا لم ینعقد اصلا کما فی الزواہر معزیا للحاوی وغیرہ کے مال بیع موقوف ہی اگر شخص غیر بالغ عاقل ہو تو اگر غیر شخص صغیر یا مجنون ہو تو بیع اصلا منعقد نہوگی چنانچہ زواہر الجواہر مین ہی حاوی سے نقل کرکے دھذا ان باع علی انہ لمالکہ اور یہ یعنے تو قف بیع اس صورت مین ہی اگر فضولی نے مبیع کو اس شرط پر بیچا ہو کہ بیع مالک کے واسطے ہی یعنے بیع فضولی جو اجازت پر موقوف ہوتی ہی تو فقط اسی شرط سے ہی لما لو باع علی انہ لنفسہ او باعہ موقوفا لخیار ربہ لما لکہ المکلف او باع عرضا من غاصب عرض الغاصب علی مالکہ فذا لبیع باطل اور اگر اسکو بیچا اسطرح پر کہ مبیع میرا مال ہی یا اسکو بیچا اپنی ذات سے یعنے خود خرید کیا یا اسمین اسکے مالک کے واسطے خیار شرط کیا یا فضولی نے متاع کو بیچا اس شخص سے جسنے دوسری متاع مالک کی غصب کی بعوض متاع مغصوب کے تو بیع ان چار صورتون مین باطل ہی ھم ابو السعود نے حاشیۂ اشباہ مین ذکر کیا کہ دو شخصون نے ایک شخص کی دو متاع کو غصب کیا پھر ایک غاصب نے دوسری غاصب سے متاعین مغصوبین کی بیع کی پھر مالک نے اس بیع کو جائز رکھا تو بیع جائز نہوگی اسواسطے

کہ فائدہ بیع کا ملک رقبہ اور تصرف ہر سو مالک کو یہ دون عقد بھی بدلین مین حاصل ہی لہذا بیع منعقد ہوگی تو اجازت بھی اسکو لاحق ہوگی اور اگر دو غاصبون نے دو شخصون کی متاع کو غصب کیا اور بیع منعقد کی اور دونون مالکون نے اجازت دی تو جائز ہی اور ظاہر اسی حکم ہی دو فضولیون کا جنھون نے ایسا کیا تو غصب کچھ قید نہین اور متاع کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر دو غاصب ایک شخص کے نقود کو غصب کرکے عقد صرف کرینگے تو صحیح ہوگا اسواسطے کہ نقود معاوضات مین تعین نہین کذا فی الطحطاوی والحاصل ان البیع موقوف فلا فی ھذا الحصر فتبا طل او جاسس کلام یہ ہی کہ فضولی کی بیع موقوف ہی مگر ان پانچ صورتون مین باطل ہی ہم چار صورتین تو یہی ہین جو ابھی مذکور ہوچکین اور ایک صورت مال صغیر اور مجنون کی بیع ہر قید البیع لانہ لو اشتری لغیرہ نفذ علیہ کما اذا کان اشتری صبیا او مجنورا علیہ فیستر قضہ مصنف نے فضولی کی بیع کو بقید توقف مقید کیا اسواسطے کہ اگر فضولی غیر کے واسطے کوئی چیز خرید کرے لگا تو مشتری یعنی فضولی پنا نفذ ہوگی مگر جبکہ مشتری صغیر یا ممنوع التصرف ہو تو اسکی اجازت پر خرید موقوف ہوگی جسکے واسطے خرید واقع ہوئی ہم جب فضولی پر خرید نافذ ہوئی تو اگر غیر اب اجازت بھی دے تو بھی اسکے واسطے نافذ نہوگی کیونکہ اجازت موقوف کو لاحق ہوتی ہی نہ نافذ کو پھر اگر فضولی خریدی چیز غیر کو دے اور شن اس سے لے تو دونون مین بیع التعاطی اب ہوجائیگی کذا فی الطحطاوی عن البحر ھذا اذا لم یضفہ الفضولی الی غیرہ فلو اضافہ قربان قال ابو ھذا العبد الضعیف الحال فلا البائع بعتہ غلامک نو قف بزازیۃ وغیرھا یہ یعنے خریدکا نافذ ہونا فضولی پر اسوقت ہوچکا اسکے خریداری کو اپنی غیر کی طرف منسوب نکیا ہو تو اگر غیر کی طرف نسبت کی ہوگی اسطرح پر کہ بائع سے کہا ہو کہ اس غلام کو بیچ فلانے شخص کے ہاتھ سو بائع نے کہا کہ بیچا اسکے ہاتھ بیچا تو اسکی اجازت پر خرید موقوف ہوگی کذا فی البزازیۃ وغیرہا کان بیعہ لنفسہ باطلا کما فی البحر والاشباہ عن البدائع کانہ غاصب شئ اسواسطے کہ فضولی کی بیع اپنے واسطے باطل ہی کذا فی البحر والاشباہ عن البدائع شاید کہ یہ بیع اسواسطے باطل ہی کہ فضولی غاصب ہی مبیع کا ہم حلبی نے کہا کہ شارح کے قول سابق یعنے فالبیع باطل کی تعلیل ہی طحطاوی نے کہا بہتر یہ ہی کہ مصنف قول یعنے مالک کی یہ قول تعلیل ہو وکلا من نفسہ لان الواحد لا یتولی طرفی البیع الا الاب کما مر اور اسی طرح فضولی کا خرید کرنا اپنے واسطے باطل ہی اسواسطے کہ ایک شخص بیع کے دو طرفون کا یعنے ایجاب اور قبول کا متولی نہین ہوتا سوائے باپ کے چنانچہ کتاب البیوع کے اول مین مذکور ہوچکا وعبارۃ الاشباہ کبیع الفضولی موقوف کالاتی تلت فتبا طل اذا باع لنفسہ بلا نیۃ واذا شرط الخیار فیہ للمالک تلقیحہ واذا باع عرضا من غاصب عرضا الخ للمالک بہ فتح لکن تعقب المصنف کالاولی لمنعہا لقولہم بصح بیع الغاصب موقوف وبان للبیع اذا استحق فللمستحق اجازتہ علی الظاہر مع ان البائع باع لنفسہ لا للمالک الذی ھو المستحق مع انہ توقف علی الاجازۃ اور عبارت اشباہ یہ ہی کہ بیع فضولی کی موقوف ہی مگر تین صورتون مین باطل ہی جبکہ فضولی نے اپنے واسطے بیع کی کذا فی البدائع اور جبکہ اثنین مالک کے واسطے خیار شرط کیا کذا فی التلقیح اور جبکہ فضولی نے متاع بیچی اس شخص کے ہاتھ جسنے مالک کی متاع غصب کی یہون متاع مغصوبہ کے لیکن مصنف نے اپنی شرح مین پہلی صورت کو ضعیف کہا ہی بسبب اسکے مخالف ہونے کے مسائل مذہب سے کیونکہ فقہا نے تصریح کی ہی کہ بیع غاصب کی موقوف ہوتی ہی باطل اور اسکی تصریح یہ کہ مبیع جب غیر بائع کی مستحق نکلی تو شخص مستحق کو اس بیع کی اجازت درست ہی بنا بر ظاہر قول کے یا وہ دیکھ بائع کو اپنے واسطے بیچا نہ مالک مستحق کے واسطے ساتھ اسکے کہ وہ مالک کی اجازت پر موقوف ہی واما الثانیۃ ففی البحر ویستفاد الغاء الشرط فقط قلت وحاصلہ کما قالہ شیخنا ان بیعہ موقوف وہو نفسہ علی المعتمد اور دوسری صورت کی تضعیف نہر الفائق مین یون ہی اور فقط شرط خیار کا لکھ دینا لائق ہی شارح کہتا ہی مین کہتا ہون اور حاصل کلام صاحب نہر خیانچہ ہمارے استاذ نے فرمایا ہی یہ ہی کہ بیع فضولی کی درصورت شرط خیار موقوف ہی اگرچہ بیع اپنے واسطے ہو بنا بر قول صحیح کے انتہی کلام شیخ الشارح کذا فی الطحطاوی ولکن فی حاشیۃ الاشباہ کما نبہ المصنف وردت علیہ مسئلتین من الحاوی ھما بیع الفضولی مال صغیر ومجنون کما حققہ اصلا الا ھنا لیکن ابن عبد نے حاشیۃ اشباہ مین ہی اور بیع اشباہ کے تین مسئلون پر دو مسئلے اور زیادہ کئے ہین حاوی سے اور وہ دونون یہ ہین بیع فضولی کی مال صغیر اور مجنون کو کہ یہ بیع ہرگز منعقد نہین ہوتی لیئے

باطل ہو انتہی ملخصاً وفی الطحطاوی نے کہا الی ہنا انتہی ہر وہ وقف بیع العبد والصبی المحجور ین علی اجارۃ المولی والولی فکذا المعتوہ او غلام مرہون القرض او صغیر مرہون القرض کی بیع موقوف ہے مولی اور ولی کی اجازت پر اور اسی طرح معتوہ کی بیع جو کی اجارت پر موقوف ہو وفی العمادیۃ غیرھا لا یستقل قاریر العبد کا عقودہ وسقفہ فی الحجر او عمادیہ وغیرہا میں ہے کہ غلام کے اقرار منعقد نہیں ہوتے اور نہ اسکے عقود اور اسکی ہم تعین کریگے کتاب الحجر میں ہم ظاہر اعمادیہ کی عبارت متن کے مخالف ہے اسواسطے کہ بیع مجاز عقود کے جو اور وہ موقوف ہے نہ غیر منعقد اور جواب امکان یوں ممکن ہے کہ غیر منعقد سے غیر لازم مراد ہے وہ وقف بیع مالہ من فاسد وھل غیر رشید علی الاجارۃ القاضی اور بالغ کا بیچنا اپنے مال کو مرد فاسد العقل غیر رشید سے قاضی کی اجارت پر موقوف ہے ہم غیر رشید وہی جو تصرف کرنا بخوبی نہ جانتا ہو وبیع المرھون والمستاجر فلا یرضی فی مرۃ الغیر علی اجارۃ ہم رہن مستاجر مزارع مأذون جو چیز گروی ہو اور ہمیر کے احایے ہیں ہو اور جو تین غیر کے پاس ہیں ہو انکی بیع مرتہن اور مستاجر اور مزارع کی اجارت پر موقوف ہے ہم مرتہن اور مستاجر اجارت بیع کے مالک ہیں نہ فسخ بیع کے لیکن کرا سکتے ہیں کہ مرتہن اجارت اور فسخ دونوں کا مالک ہو نہ مستاجر کذا فی الطحطاوی وہ وقف بیع شیئ بزعمہ ای بالمکتوب علیہ فان علم المشتری فی مجلس البیع نفذ والا بطل اور موقوف ہے بیع شئ کی انکی رقم پر یعنے ثمن کی علامت اسپر لکھی ہو سو اگر مشتری نے مجلس بیع میں علامت مذکورہ کو دریافت کیا تو بیع نافذ ہوا اور نہیں تو باطل ہو ہم مصنف نے اس بیع کو صحیح عارض الفساد قرار دیا ہے اور بحر الرائق اور شرنبلالیہ میں اسکے بالعکس ہے قلت وفی مراجعۃ البحر انہ فاسد لمعرضیۃ الصحۃ لا بالعکس ھو الصحیح وعلیہ فتحھم صباشرتہ وعلی الضعیف کا مین کہتا ہوں اور بحر الرائق کے باب المرابحہ میں ہے کہ بیع بالرقم فاسد ہے جسکو صحت عارض ہو سکتی ہے یعنے علم فی المجلس سے نہ بالعکس اسکے یعنے صحیح عارض الفساد نہیں ہی قول صحیح ہے تو نہ بر قول صحیح کے مباشرت اس بیع کی حرام ہے اور نہ بر قول ضعیف کے جسکو مصنف نے لیا ہے مباشرت حرام نہیں درر المصنف قول الدرر وبیع البیع من غیر مشتریہ لاحتوائہ فی بیع مال الغیر اور مصنف درر کے اس قول کو ترک کیا اور بیع بیع کی اسکے غیر مشتری سے بسبب داخل ہونے اس بیع کے مال غیر کی بیع میں ہم در رمیں ہے کہ ایک شئ زید کے ہاتھ بیچی پھر اسکو بکر کے ہاتھ بیچا تو بیع ثانی ناقد نہیں یہاں تک کہ اگر بیع اول کو عاقدین فسخ کر دیں تو بھی ثانی منعقد نہ ہوگی لیکن مشتری کی اجازت پر موقوف ہوگی اگر بعد جس بیع ہوئی ہو مصنف نے اپنی خوشی سے کہا کہ بیع اس بیع کے ذکر سے اعراض کیا اسواسطے کہ یہ فی الحقیقت بیع مال غیر کی طرف راجع ہے جسکا ذکر پہلے ہو چکا اسواسطے کہ مشتری بیع کا مالک ہو گیا عربدگرنے سے کذا فی الطحطاوی وبیع المرید وبیع مرتد کی موقوف ہے انکی اجازت بعد الاسلام پر امام کے نزدیک خلافا للصاحبین والبیع مما یأکل ویلبس والمشتری لا یعلمہ والبیع بمثل ما یبیع الناس بہ او بمثل ما اخذ بہ فلان فان علم وقبل صح والا لا اور بیع موقوف ہے اوپر اس ثمن کے جو فلانے شخص نے بیچا اور حال تکہ بائع اسکو جانتا ہے اور مشتری نہیں جانتا اور بیع اس ثمن کے مانند جسپر لوگ بیع کرتے ہیں یا مانند اس ثمن کے جس ثمن سے فلانے شخص نے لیا تو اگر مشتری مجلس عقد میں ثمن کو دریافت کر گیا تو نہیں معہ ورنہ میں بیع صحیح نہ ہوا باطل ہو بیع الشئ بدیقیۃ فان بین فی المجلس صح والا بطل ولہ اور موقوف ہے بیع شئ کی اسکی قیمت پر سو اگر قیمت صحیح ہو گئی مجلس عقد میں تو صحیح ہے نہیں تو باطل ہو کذا ذکرہ العلامۃ الوانی وبیع خیار المجلس اور موقوف ہے وہ بیع جسمیں خیار مجلس ثابت ہوا ہے یعنے اگر مجلس میں اختیار کر لگا تو صحیح ہو والا غیر صحیح وہ وقف بیع الغاصب علی اجازۃ المالک بعد اذا ما عند المالک لا المفسر علما مر عن البدائع اور موقوف ہے بیع غاصب کی مالک کی اجازت پر بعد یعنے بشرطیکہ غاصب نے انکے مالک کے واسطے بیع کی ہو جیسا کہ بدائع سے مذکور ہو چکا وہ وقف ایضا بیع المالک المعقود علی البیت واجرار الغاصب اور بھی موقوف ہے بیع مالک کی شئ مغصوب کو گواہوں پر یا غاصب کے اقرار پر یعنے درصورت انکار غاصب اگر گواہ بیع ثابت کیا یا غاصب نے خود غصب کا اقرار کیا تو بیع صحیح ہو والا نہیں وبیع ما فی تسلیمہ ضرر علی تسلیم فی المجلس اور بیع اس چیز کی جسکی تسلیم میں ضرر ہے بائع کا اسکی تسلیم فی المجلس پر موقوف ہے ہم جیسا کہ چھت کی کڑی بیچا وبیع المریض لوارثہ علی اجازۃ الباقی اور مورث مریض کی بیع اپنے ایک وارث کے واسطے باقی وارثوں کی

اجازت پر موقوف ہے و بیع الورثۃ الترکۃ المستغرقۃ علی اجازۃ الغرماء اور بیچنا وارثوں کا ترکہ مستغرقہ کو مورث کی قرضخواہوں کی اجازت پر موقوف ہے و بیع احد الوکیلین والوصیین والناظرین لیاع یحتاج الی الاجازۃ او بغیبۃ رضا طل اور دو وکیلوں یا دو وصیوں یا دو ناظروں میں سے ایک وکیل یا وصی یا ناظر کی بیع دوسرے کے ساتھ موقوف ہے دوسرے کی اجازت پر یا دوسرے کی غیبت میں بیع کی تو باطل ہے و ادخلہ فی النھر الی منتھی ثلثین اور نہر الفائق میں بیع موقوف کو تیس ۳۰ ہاتھ کی قسم تک پہونچایا ہے ھم نہر الفائق میں الا تیس قسمیں بیع موقوف کی مذکور ہیں انا نجلہا مصنف رح شارح نے تیئیس ۲۳ قسمیں ذکر کی ہیں و حکم ھا حکم بیع الفضولی لولہ مجیز حال و قت عقدہ کما مر قبول الاجازۃ من المالک اذا کان اھلا للحکم والمشتری والمبیع فانھا بان لا یتغیر المبیع بحیث یعد شیئا اٰخر کان اجاز تہ کالمبیع حکما اور حکم لینے اثر مرتب بیع فضولی کا اگر اسکے واسطے مجیز ہو وقت بیع کے وقت بیع نہ گذرگیا قبول کرنا اجازت کا ہو مالک سے جبکہ بالغ ہے فضولی اور مشتری اور مبیع قائم ہو اسطرح پر کہ مبیع متغیر نہ ہوگئی ہو اسطرح پر کہ دوسری چیز نہ شمار ہوگئی ہو اسواسطے کہ اجازت مالک کی بیع حکمی کے برابر ہے ھم تغیر مبیع کی یہ صورت ہے کہ مثلاً کپڑے کی قطع اور دوخت متغیر ہو والا اجازت مفید نہ ہوگی کیونکہ اب اسکا نام کپڑا نہ رہا قبا یا قمیص نام ہوگیا بخلاف کپڑا رنگیں کرنے کے کہ اسمیں اجازت مفید ہوگی ایسا کچھ کہا ہے مصنف نے اپنی شرح میں لیکن بحر الرائق میں اسکے خلاف ہے یعنی بعد رنگنے کے اجازت غیر مفید ہے کذا فی الطحطاوی و لکن یشترط قیام الثمن ایضا لو کان عرضا معینا کانہ مبیع من وجہ فیکون ملکا للفضولی و علیہ مثل المبیع لو مثلیا والا فقیمتہ و غیر المعین ملک للمجیز اماننۃ فی ید الفضولی متفق اور اسی طرح شرط ہے قائم رہنا ثمن کا بھی اگر ثمن عرض معین ہو اسواسطے کہ عرض معین مبیع ہو سکتا ہے ایک جہت سے تو فضولی مشتری ٹھہریگا اور خریدنا فضولی کی خود فضولی پر نافذ ہے تو عرض مذکور فضولی کا ملک ہوگا اور فضولی پر مثل مبیع واجب ہوگا اگر مبیع مثلی ہے اور نہیں تو قیمت اسکی واجب ہوگی اور ثمن کہ غیر عرض ہے یعنی منجملہ نقود ہے تو وہ مالک مجیز کی ملک ہے فضولی کے ہاتھ میں امانت ہے کذا فی الملتقی و کذا یشترط قیام صاحب المتاع ایضا فلا یجوز اجازۃ وارثہ لبطلانہ بموتہ اور اسی طرح شرط ہے قیام صاحب متاع کا بھی قیام شرط ہے تو جائز نہیں اجازت اسکے وارث کی بواسطے باطل ہوجانے اجازت کے اسکی موت سے و حکمہ ایضا ان اخذ المالک الثمن او طلبہ من المشتری بکون اجازۃ عما دیۃ اور بیع فضولی کا یہی حکم ہے کہ ثمن لینا مالک کا اور انکا ثمن مانگنا مشتری سے اجازت ہے کذا فی العمادیۃ و ھل للمشتری الرجوع علی الفضولی بمثلہ لو ھلک فی یدہ قیل لا اجازۃ الا ان لم یعلم انہ فضولی و قت الاداء کالاداء کان علم تنفیذہ و اعتمدہ ابن الشحنۃ و اقرہ المصنف و جزم الزیلعی و ابن ملک بانہ اجازۃ مطلقا اور کیا مشتری کو جائز ہے مثل ثمن کا پھیر لینا فضولی سے اگر ثمن فضولی کے ہاتھ ہلاک ہوجائے قبل اجازت مالک کے قول اصح یہ ہے کہ ہاں رجوع بالمثل جائز ہے اگر مشتری ادائے ثمن کے وقت یہ نہ جانتا ہو کہ وہ فضولی ہے اور جائز نہیں اگر اسکو فضولی جان چکا ہو کذا فی الفیہ اور اسی قول کو معتمد جانا ہے ابن شحنہ نے اور اسکو ثابت رکھا ہے مصنف نے اپنی شرح میں اور زیلعی اور ابن ملک نے اسپر یقین کیا ہے کہ ثمن امانت ہے مطلقاً یعنی خواہ قبل اجازت کے ثمن ہلاک ہوا ہو یا بعد اجازت کے کذا فی الفتح اور درصورت امانت رجوع مثل ثمن جائز نہیں و قولہ اساء فی ما صنعت او احسن فیما اصبت علی المختار فتح اور مالک کا یوں کہنا فضولی سے کہ برا کیا تو نے کذا فی النہر بری چیز توڑنے کی یا خوب کیا تو نے یا اچھا کیا تو نے اجازت ہے بقول مختار کذا فی الفتح ھم اور غیر مختار قاضی خان کا قول کہ احسنت اور اصبت اجازت نہیں ہے کیونکہ استہزا کے واسطے بھی بولتے ہیں کما فی الطحطاوی و صحۃ الثمن من المشتری و التصدق علیہ اجازۃ لو المبیع دینا عمادیۃ اور ثمن ہبہ کرنا مالک کا مشتری سے اور ثمن کا تصدق کرنا مشتری پر اجازت ہے بیع کی بشرطیکہ مبیع قائم ہو کذا فی العمادیۃ و قولہ کالاجیز ر ح الحاوی للمبیع الموقوف فلو اجاز بعد ما رجع کان للمشتری کما یجیء خلافا للمستاجر لعقار الخ یعنی لاجیر مشترک لاجازۃ نہیں دیتا مبیع موقوف کا رد کرنا ہے اگر بعد اسکے اجازت دیگا تو جائز نہیں اسواسطے کہ مفوض اجازت نہیں ہوتا بخلاف مستاجر کے اگر کہے کہ میں اجازت نہیں دیتا اجارہ شئے والی کی بیع کو پھر بعد اسکے اسنے اجازت دی تو جائز ہے و افاد کلامہ جواز الاجازۃ بالفعل والقول وان للمالک الاجازۃ والفسخ وللمشتری الفسخ ۱۲ کجیاز ہ کذا لا تفسد فیما لا تفسد فی البیع کالنکاح ۱۲ منہ مصحح

اور مصنف کے کلام سے ثابت ہوا اجازت کا جائز ہونا فعل سے اور قول سے اور یہ کہ مالک بیع کا جائز رکھنا اور اسکا فسخ کر دینا جائز ہو اور مشتری کو فسخ جائز نہ ہو نہ اجازت اور سطح فضولی کو قبل اجازت مالک کے بیع میں فسخ کرنا جائز ہو نہ نکاح میں کیونکہ فضولی نکاح میں بمنزلہ محرم ہے کذا فی البزازیہ ہم جب فضولی نکاح میں بمنزلہ محرم ہے تو توقف نکاح موکول ہے متعلق ہونے فضولی سے نہ زوجات بیع کے کہ اسمیں فضولی کو فسخ کا اختیار ہے اپنی ذات سے دفع کرے اسواسطے کہ اجازت مالک کے بعد فضولی بمنزلہ وکیل ہوگا تو حقوق عقد اسکی طرف راجع ہونگے یعنی مطالب بالتسلیم اور مخاصم فی العیب ہوگا اور اسمیں اسکا ضرر ہے تو اسکو اپنے اوپر سے ضرر ہٹانا قبل اسکے ثبوت کے جائز ہو اور کذا فی الفتح وقولہ لما جاز للمالک اخذ المشتری فی حصتہ والبائع محمد بہا اور جب بیع ہو گیا دو مالکوں میں سے ایک مال کا بیع جائز رکھی تو مشتری نصف مال کے حصے لینے میں اور محمد نے مشتری پر حصے کی بیع لازم رکھی ہو بلا اختیار رد۔ وان فضولیا باع مملوکہ جاز ولو بعد مقدار الثمن فلما علم بالبیع فالمعتبر اجازتہ لصیرورۃ بالاجازۃ کالوکیل حتی یبطل حقہ من الثمن مطلقا بزازیہ مالک نے سنا کہ فضولی نے اسکا مال بیچ دالا اسواسنے بیع کو جائز رکھا اور حالانکہ اسکو ثمن کی مقدار معلوم نہیں پھر جب اسکو علم ہوا مقدار کا تو اسنے بیع کو رد کیا تو اسکی اجازت ہی معتبر ہوگی نہ رد بسبب جاننے فضولی کی اجازت سے مانند وکیل کے تا اینکہ اسکا کام کر دینا ثمن سے صحیح ہو مطلقا کذا فی البزازیہ یعنی جبکہ فضولی وکیل کے مانند ہوا اجازت دینے سے تو وکیل کو بیع کرنا قلیل اور کثیر سے جائز ہو مطلقا خانیہ مالک کو اسکا علم ہو یا نہ ہو کذا فی المتاع اشتری من غاصب عبدا فاعتقہ المشتری او باعہ فاجاز المالک بیعہ الغاصب وادی الغاصب الضمان الی المالک علی ما عهد ادی المشتری الضمان الیہ علی الصحیح زیلعی بقدر الاول وهو البیع عتق الثانی وهو البیع لان ما ھنا فی انما یقفر للمالک وقت نفاذہ کالو وقت ثبوتہ خرید کیا غاصب سے غلام کو پھر مشتری نے اسکو آزاد کر دیا یا اسکو بیچ دالا پھر مالک نے غاصب کی بیع جائز رکھی یا غاصب نے تاوان دیا مالک کو بنا بر اصح قول کے کذا فی الہدایہ یا مشتری نے مالک کو تاوان دیا بنا بر صحیح قول کے کذا فی شرح الزیلعی تو اول یعنی عتق نافذ ہوا نہ ثانی یعنی بیع اسواسطے کہ اعتاق محتاج ہو ملک کا اپنے نافذ ہونے کے وقت نہ ثابت ہونے کے وقت ہم یعنی تاعدم اجازت عتق موقوف تھا مالک کے دفع ضرر کے واسطے اور بعد اجازت کے نافذ ہو گیا اور اس حدیث شریف میں کہ لا عتق الا بعد ادم فیا لا یملک عتق نافذ فی الحال مراد ہی بخلاف بیع کے کہ وہ محتاج ملک ہو ثبوت کے وقت قید بعتق المشتری لان عتق الغاصب لا یفید ابدا کما یاتی الضمان لثبوت ملکہ بہ یلعی مصنف نے عتق مشتری کی قید لگائی اسواسطے کہ غاصب کا آزاد کرنا نافذ نہیں تاوان دینے سے بسبب ثابت ہونے اسکی ملک کے تاوان سے کذا فی الزیلعی ھم یعنی غاصب کی ملک تاوان سے ثابت ہوئی غصب کے کیونکہ غصب ملک کا سبب نہیں تو عتق اسوقت واقع ہوا جب کہ اصلا ملک نہ تھی لہذا نافذ نہ ہوگا بخلاف مشتری کی ضمان کے کہ اسمیں ملک ثابت ہوگی بیع کے وقت سے کذا فی الطحطاوی ولو قطعت یدہ مثلا عند مشتریہ فاجیز البیع فارشہ ای القطع لہ وکذا کل ما یحدث من المبیع کالکسب والولد والعقر ولو قبل الاجازۃ تکون للمشتری لان الملک ثبت لہ من وقت الشراء بخلاف الغاصب لما مر اور اگر ہاتھ کاٹا اسنے غلام بیع کا اسکی مشتری کے پاس پھر اسکی بیع کی اجازت ہوئی تو قطع کی دیت مشتری کی ہو اور اسیطرح جو چیز پیدا ہو بیع سے جیسا کسب اور بوندی کا لڑکا اور مہر اگرچہ قبل اجازت انکا حدوث ہو مشتری کے مملوک ہیں اسواسطے کہ اجازت کے سبب سے مشتری کی ملک پوری ہوگئی خریدنے کے وقت سے تو قطع وغیرہ اسکی ملک میں حادث ہوا بخلاف غاصب کے چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی اسکے ملک تاوان دینے سے ثابت ہوتی ہم غصب سے وتصدق بما زاد علی نصف الثمن وجوبا لعدم دخولہ فی ضمانہ فتح اور جس قدر دیت زیادہ ہو غلام کی نصف ثمن پر اسکو مشتری تصدق کرے بنا بر وجوب کے بسبب داخل ہونے زائد از نصف ثمن کے اسکی ضمان میں کذا فی الفتح ھم ایک ہاتھ کی دیت غلام میں نصف قیمت ہے اور مشتری کی ضمان میں اسقدر داخل ہے جو زیادہ ثمن سے ہے تو نصف ثمن سے جسقدر دیت زیادہ ہو گی اسمیں شبہہ ہو عدم ملک کا لہذا اسکا تصدق کرنا واجب ہوا کذا فی الطحطاوی عن الفتح باع عبد غیرہ بغیر امرہ قید بہ لانہ فی مشتری مشتری باذن المالک الفضولی وعلی قرار ت العبد انہ لو یامرہ بالبیع لعبدہ وادی المشتری ردہ البیع

کرنا ہے تو نہیں قبول کرتا ہے فضولی نے غیر کا غلام بیچا اور اسکے بیچا پھر مشتری نے گواہ گذرانے مثلاً بائع فضولی کے اقرار پر گواہوں نے گواہی دی کہ مالک نے فضولی کو بیع کے وقت وکیل کیا تھا اور مشتری نے بیع کے پھیر دینے کا ارادہ کیا تو اسکے گواہ مردود ہیں اور اسکا قول قبول نہیں ہے یہ قول ہے امام ابو یوسف کا اور یہ قیاسی ہے اسواسطے کہ حق نزاع بائع اور مشتری میں تو یہی امر ہے وجہ استحسان یہ ہے کہ عادل گواہ امر حضر پر بحث بیع اور اسکے نفاذ پر دلیل ہیں اور گواہ مقبول نہیں ہوتے مگر صحیح دعوی پر پھر جب دعوی باطل ہوا تو گواہ بھی باطل ہوئے کما قالوا فی البائع لیثبت انه باع بلا امره او برهن علی اقرار المشتری بذلک واصله ان من سعی فی نقض ما تم من جهته لا یقبل الا فی مسئلتین چنانچہ گواہ مقبول نہیں اگر بائع گواہ لایا اسپر کہ اسنے بیع کی بلا امر مالک کے یا گواہ لایا مشتری کے اسطرح کے اقرار پر اور قاعدہ اسکا یہ ہے کہ جو شخص سعی کرے اس چیز کے توڑنے میں جو اسی شخص کی جہت سے کامل اور پوری ہوئی ہو تو اسکی سعی مقبول نہیں مردود ہے مگر دو مسئلوں میں مقبول ہے ایک مسئلہ یہ ہے کہ ایک شخص نے غلام کو خرید کیا اور اسپر قبضہ کیا پھر دعوی کیا کہ بائع نے اسکو قبل اسکے فلانے شخص غائب کے ہاتھ بیچا تھا اور اسپر گواہ لایا تو گواہ اسکے مقبول ہیں دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ ایک لونڈی کسیکو بیچی اور موہوب لہ نے اسکو جرم بنایا پھر واہب نے دعوی کیا کہ اسکو میں نے مدبرہ کیا تھا اور اسپر گواہ لایا تو گواہ مقبول ہیں تو لونڈی پھر اسی واہب محبوس ہوگی کذا فی الہدایہ اور اسپر قبضہ کیا پھر وہ اسی بائع پر واپس کر دیا اور اسپر گواہ لایا کہ اسنے فسخ کیا پھر وہ اسی بائع پر واپس کر دیا تو گواہ مقبول ہیں کذا فی الظہیریہ

وان اقر البائع الذی تولی عقد غیر انه باشر بحضرة رب العبد او امره بالبیع وواقعه علیه علی عدم الامر المشتری انتقض البیع لان التناقض لا یمنع صحة الاقرار بالعدم المقضی به اذ کذا قالوا فی حق اثبات العتق بالاقرار فی حقهما الا فی حق اثبات العتق علی انه کان بامره فیطالب البائع بالثمن وله ان یحلف المشتری علی انه لا یعلم انه باعه بامره ولا یحلف علی فعل غیره علی العلم کذا فی الذخیرة

اور اگر بائع مذکور نے اقرار کیا اگر چہ قاضی کے سوا اور کسیکے پاس اقرار کیا ہو کہ اقرار اس طرح پر کہ غلام کے مالک نے مجکو بیچنے کا وکیل نہیں کیا اور عدم امر پر مشتری بھی بائع کے موافق ہو تو بیع ٹوٹ جائیگی اسواسطے کہ ایسا تناقض عدم اعتبار کا مانع نہیں ہوتا ہے اقرار کا تحت کے اپنی ذات کے اقرار میں جبکہ ایسا تناقض دونوں موافق ہوتے تو بیع باطل ہوا دونوں کے حق میں آزاد ہونا غلام کے مالک حق میں آزاد ہونا اور دونوں کی تکذیب کرے اور اسکا مالک ہونا ظاہر ہو پھر بیع اسپر موقوف ہوا مالک کے اجازت دینے پر کیونکہ وہ وکیل ہے مشتری سے بخلاف ابو یوسف کے یہ ہے کہ بیع نافذ ہے مشتری سے بھی ہے اگر مشتری حق ادا کرے تو بائع سے پھیر لے کذا فی الظہیریہ واقبضوا المشتری ظهرا مما في ایدیکم فقبلها وقبض ما في یده من غیر ان یجدد له امرا جاز البیع کذا فی الذخیرة اتفاقی ہے اقراری کذا فی الدرر ہم الامر مالک سے قید اتفاقی ہے کیونکہ یہی محل نزاع ہے شواعترف البائع الفضولی بالغصب لیرجع المشتری علی البائع فیه الا لانعدام سلامة اقراره علی المشتری بھر بائع فضولی نے غصب کا اقرار کیا اور مشتری نے غصب کا انکار کیا تو بائع کو کچھ نہ ملیگا بسبب ثابت کرنے اقرار بائع کے مشتری پر عدم سلامت اقرار بائع اسکے عدم ضمان کی علت نہیں بلکہ عدم سلامت مدعم مدعی کی علت ہے یعنی مشتری کے ساتھ گھر خریدا بائع کے اقرار سے اور عدم ضمان بائع کے باوجود اقرار غصب کے یہ علت ہے کہ زمین کا غصب کرنا ثابت نہیں کیونکہ ایک صحیح نہیں اور محدود کے نزدیک بائع قیمت دیگا خلاصہ ہے اور یہ ابو یوسف کا بھی پہلا قول ہے کذا فی الظہیریہ ولو برهن المالک انه غصبها منه وبرهن علیه بها او اقر المالک انه لا غصب ثم برهن المشتری انه غصبها منه فالبینة بینة المشتری لانها تثبت الغصب والاقرار لا یثبته کذا فی الذخیرة

فروع

سائل مفلسہ شاع کے باعه فضولی واخر رهنه فاجیز معا ثبت الاقوی فصیرها له لانه حجة فیه غیر کے غلام کو فضولی نے بیچا اور دوسرے فضولی نے اسکو اجارہ دیا یا اسکا نکاح کر دیا یا رہن رکھا پھر دونوں فضولیوں نے فعل کی اجازت ہوئی ساتھی یعنی پہلا تاریخ اور تاریخ قوی تر عقد ثابت ہوگا اور لونڈی محللہ ہوگی نزدیک کذا فی النتف یعنی اسواسطے کہ بیع قوی تر ہوتی ہے اجارہ سے اور اگر دونوں عقد برابر ہوں چنانچہ ایک شخص کا دو فضولیوں نے دو علیحدہ دعوے سے نکاح کیا یا غلام کو دونوں نے جدا جدا بیچا پھر دونوں کے واسطے

اجانت ہوئی ساتھی تو فلح باطل ہو گا اور دونوں مشتریوں کو نصف نصف غلام کے لینے یا چھوڑ دینے کا اختیار ہو گا کذا فی البنایۃ ویفسد بالشرط کما یفسد بالاقالۃ ویفسد بالشرط کما یفسد بالاقالۃ یعنی اجارۃ ماضیۃ من آخر فصل الاقالۃ فوائد اگر کاسکوت عقد کے وقت اجازت نہیں چنانچہ خانیہ میں ہے

باب الاقالہ

یہ باب ہو اقالہ کے احکام میں قسم مناسبت اقالہ کی فضولی سے یہ ہو کہ اقالہ عبارت ہو رفع عقد سے اور عقد فضولی درصورت عدم اجازت مرفوع ہوتا ہے فتدبر کذا فی الفتح وھی لغۃ رفع الشیء ومنہ اقال اللہ عثرتہ ای رفعہ من الارض اقالہ لغت میں رفع ہو قال راغب سے ماخوذ ہے اور وہ رفع ہو سبب کا ہو شامل ہے فسخ کو اور فسخ کیا کو اقالہ قول سے مشتق ہو فسخ سے من اقال اللہ عثرتہ کما العرب یقولون قایلہ البیع یا قال اللہ عثرتہ قول سے مشتق ہو تو فسخ ہو اقالہ کا سبب فعلی ہو یا قولی تا ہو اور وہ تعین لفظ کا اقالہ بیع کو مشتری کی جانب سے کذا فی الخلاصۃ صاحب محیط وغیرہا نے کہا کہ اقالہ قولی

اور زیادت منفصلہ متولدہ جیسا کہ ولد اور ثمر و قبض بدون الصداق فی اقالتہ اور شرط ہو قبض کرنا صرف کے بدلین کا صرف کے احالین دان کا یعنی البائع الثمن المشتری قبل قبضہ اور یہ شرط ہو کہ بائع نے مشتری کو ثمن ہبہ کیا ہو یا اسکے ذمہ کر دیا ہو یا اسکے ذمہ کرنے کے حکم کو طحطاوی نے کہا مشتری سے غلام ماذون مراد ہو اگر بائع نے اسکو ثمن قبل القبض ہبہ کیا تو اقالہ صحیح نہیں وان کان الثمن القیمۃ بیع مأذون و وصی و متولی اور یہ شرط ہو کہ مبیع اس ثمن سے جو مبیع سے زیادہ تر ہو غلام ماذون اور وصی یتیم اور متولی وقف کی بیع میں ہم یعنی ایک چیز کی نسبت ایک درم ہو اور غلام ماذون یا وصی یا متولی نے اسکو بعوض دو درم یا زیادہ کے بیچا تو اب اقالہ صحیح نہیں بہ رعایت ولی اور یتیم اور وقف کے اور سطیح اگر کثیر القیمت کو بعوض قلیل خرید کیا ماذون وغیرہ نے تو بھی اقالہ صحیح نہیں و تصح اقالۃ المتولی خیرا للوقف ولا تصح اقالۃ الا فی خمس المشتملۃ المذکورۃ او الوکیل بالشراء قیل و بالتسلم استحسانا اور صحیح ہو اقالہ کرنا متولی کا اگر اقالہ وقف کے واسطے بہتر ہوا و نہیں تو نہیں اور اسکا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو بیع کا مالک ہے اقالہ بیع کا بھی مالک ہو مگر پانچ صورتوں میں مالک بیع کا مالک اقالہ نہیں تین صورتیں مذکور ہو چکیں یعنی بیع ماذون اور وصی اور متولی اور چوتھی صورت خرید کا وکیل بعضوں نے کہا اور پانچویں صورت سلم کا وکیل ہو کذا فی الاشباہ یعنی سلم فیہ کی خرید کا وکیل اقالہ نہیں کر سکتا ابو یوسف کے نزدیک اور طرفین کے نزدیک اسکا اقالہ جائز ہے کذا فی الطحطاوی عن شیخہ الاشباہ للحموی و کالاقالۃ فی نکاح و طلاق و عتاق و ھبۃ اور اقالہ جاری نہیں نکاح اور طلاق اور عتاق میں کذا فی البحر ہاں اسکے کہ شارع علیہ السلام نے رفع مجلس کے واسطے رفع مجلس قرار دیا ہو یعنی طلاق یا فسخ وغیرہ اور طلاق بعد وقوع ہونے کے مرتفع نہیں ہوتی عتاق کے مانند و برابع بحر من باب الخلع اور اقالہ نہیں ابرا میں کذا فی البحر من باب التحالف اسواسطے کہ دین ابرا سے ساقط ہو گیا اور ساقط پھر عود نہیں کرتا و ھی مندوبۃ للحدیث اور اقالہ بیع مستحب ہو بدلیل حدیث شریف ما رواہ ابو داؤد و ابن ماجہ فی ابو ہریرہ سے روایت کی کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے من اقال مسلما بیعتہ اقال اللہ عثرتہ یوم القیامۃ یعنی جو مسلمان سے اپنی بیع کا اقالہ کرے حق تعالیٰ روز قیامت میں اسکی دنیا کی لغزش کو دور کرے اور بیہقی کی روایت ما بین مسلما او ابرد ہو کذا فی الفتح القدیر و یجب فی عقد مکروہ و فاسد بحر و فیما اذا عرہ البائع لیسیل فیہ جدا فلو فاسخا فلہ الرد کما سیجئ اور اقالہ واجب ہو عقد مکروہ اور فاسد میں کذا فی البحر اور اسمیں اقالہ واجب ہو جبکہ بائع نے مشتری کو تھوڑا زیادہ بیچا ہو اور جبکہ بائع نے اسکو زیادہ قریب دیا ہو تو مشتری کو رد بیع کا اختیار ہو چنانچہ آویگا حکمہا انہا فسخ فی حق المتعاقدین فیما ھو من موجبات بعقد الجائز لکل العقد اور اقالہ کا حکم یہ ہے کہ اقالہ فسخ ہے متعاقدین کے حق میں اس چیز میں جو منجملہ احکام عقد کے ہے موجبات نفع جیسے احکام عقد جائز میں ہم موجبات عقد وہ امور ہیں جو منفس عقد ثابت ہوں بدون شرط کے امام اعظم کے نزدیک اقالہ فسخ ہے خواہ قبل قبض ہو یا بعد قبض کے اور غیر متعاقدین کے حق میں بیع جدید نہیں مگر جبکہ بعد قبض کے ہو اور ابو یوسف کے نزدیک اقالہ بیع ہے مطلقاً متعاقدین کے حق میں اور غیر متعاقدین کے حق میں بھی اور محمد کے نزدیک فسخ ہے مطلقاً اما لو وجب بشرط او کان بیعا جدیدا فی حقہم ایضا کان فسخا فی حق غیرہم اثر تعذر لا لو جعل اجل فیہ فسخا لانہ باعہ منفعۃ بخلاف اقالۃ السلم یعاد الاجل لانہ فسخ و لو کان بہ کفیل تفسخ الکفالۃ فیہما خانیہ اور اگر عقد بیع بشرط رہن واجب ہوئی تو اقالہ متعاقدین کے حق میں بھی بیع جدید ہو گا چنانچہ صاحبین نے بعوض اپنے دین بیع مؤجل کے کسی شخص کو خرید کیا پھر متعاقدین نے اس بیع کا اقالہ کیا تو دین کی مدت اعادہ نہ کی گئی تو اسکا دین فی الحال لازم الادا ہو جائیگا کو یا صاحبین نے اس شخص کو مدیون سے بیچا اور اگر صاحب دین نے بسبب ایسے عیب کے حکم حاکم پھیر دیا کذا فی السراجیہ تو دین کی میعاد ثابت ہو گی کیونکہ یہ رد کرنا فسخ بیع نہیں ہوا اگر دین مذکور کا کوئی اصل ہو تو کہا ہے دیون میں عود نہ ہو گی کذا فی الخانیہ ص یعنی قال او رد بعیب بین تقالۃ کا اعادہ نہ ہو گا خلاصہ یہ ہو کہ بیع میں مدت اور کفالت کا اعادہ نہیں بعد اقالہ کے اور رد بالعیب بین مدت کا اعادہ ہو گا کفالت کا کذا فی الطحطاوی شرح درر کی فسخا فرضا لا نہا تبطل بعد و لا عادۃ البیعۃ لتعذر المعض بزیادۃ المفصولۃ بعد القبض حقا للشرع لا بقبلہ مطلقا ابن الملک پھر مصنف نے بیان میں

ملک نیز موجود ہے جس کا ثبوت مصدقہ ۱۲ اکتوبر ۱۹۶۳ء کو پیش کیا گیا

اقالے کے فسخ ہونے پر فروع ذکر کیے فرع اول یہ ہے کہ اقالہ باطل ہوتا ہے بعد ولادت مبیعہ کے بواسطہ متعدد ہونے فسخ بیع کے زیادت منفصلہ سے بعد قبض کے بنظر شرع شریف یہ قبض کے قبل مطلقاً گذا ذکرہ این ملک یعنی زیادت قبل القبض مانع اقالہ نہیں مطلقاً خواہ زیادت متصلہ ہو یا منفصلہ خلاصہ نقریر یہ ہے کہ اقالہ بعد ولادت باطل ہے اگر اقالہ بیع ہوتا تو بعد ولادت باطل نہ ہوتا تو ثابت ہوا کہ اقالہ فسخ ہے بیع دللثانی بیعہ مثل الثمن الاول بالسکون او طرح عامی کہ اقالہ بیع ہے ثمن اول کمیر ابرسے اور فسخ کے سکوت سے یعنی درصورت سکوت ثمن اول وطعب ہوگا بالاجماع تو اگر اقالہ بیع ہوتا تو سکوت فسخ سے جائز نہ ہوتا وہو مثل للشروط والمقبوض اجودا واس دار و ثمن پھیر دیا جاوے مانند شرط یعنی جو ثمن کہ بیع اول میں شرط ہوا تھا وہی دیا جاویگا اگرچہ مقبوض نہایت کھرا ہو یا نہایت کھوٹا اگر ثمن دین بنا تھا اور مشتری نے اسکے عوض درہم دیے پھر دونوں نے اقالہ کیا حالانکہ دراہم ازان ہو گئے تو مشتری دینار دیگا نہ درہم کذا فی المنہر ولو تقابلا وقد کسدت رجا الکاسد او ولا یستقاد ین نے کہا کہ یہ اور حالانکہ دراہم کاسد ہو گئے تو کاسد پھیرے کذا فی النہر عن الفتح الا اذا باع المتولی او الوصی العقد او للصغیر شیئا بالکثر من قیمتہ او اشتری لہما شیئا بالاقل منہا للوقف او للصغیر لم تجز اقالتہ ولو بمثل الثمن الاول وکذا المأذون کما مر ثمن اول اور سکوت سے اقالہ صحیح ہے مگر جب کہ متولی نے وقف کے واسطے اور وصی نے صغیر کے واسطے کوئی چیز بیچی اسکی قیمت سے زیادہ یا دونوں نے کوئی چیز خرید کی وقف یا صغیر کے واسطے اسکی کمتر قیمت سے تو اقالہ اسکا جائز نہیں اگرچہ ثمن اول کی مثل سے اقالہ ہو اور اسطرح غلام ماذون کا حکم ہے جیسا کہ عنقریب مذکور ہوچکا وان وصلیۃ شرط غیر جنسہ والثمرۃ او اجلہ وکذا فی الاقالۃ مع تعیبہ فیکون فسخا یا کل او بقدر العیب لا یزیدہ القصر فیہ الا یقدر ما یتغابن الناس فیہ ثمن اول اور سکوت سے اقالہ صحیح ہے اگرچہ بغیر جنس ثمن شروط ہو یا ثمن سے زیادہ تر شروط ہو یا ثمن کی صفت شروط ہو اور اسطرح کہ ثمن میں کوئی عیب ہو جانے کے ساتھ اقالہ ثمن سے اقالہ صحیح ہے تو یہ فسخ بالاقل ہوا اگر قلت ثمن بقدر عیب کے ہو نہ زیادہ تر یہ کنز میں ہے کذا فی السراج اور کمی میں کچھ مضائقہ نہیں جیسا لوگ متغابن ہونے میں شمار کرتے ہیں کہا ان شرط کا ان وصلیہ ہونا مسلم ہے ان شرط متعلق ہونا حصول استثناء سے تو اسکی تقدیم استثناء پر مناسب تھی کذا فی الحلبی والثالث کالفسد بالشرط الفاسد وان لم یصح تعلیقہا بالا کما یجیء اور فرع ثالث یہ ہے کہ اقالہ فاسد نہیں ہوتا شرط فاسد سے اگرچہ اسکی تعلیق شرط فاسد سے صحیح نہیں چنانچہ کتاب الصرف سے پہلے آویگا تعلیق کی صورت یہ ہے کہ خالد نے کہا زید کے ہاتھ بیچا اور کہا کہ تو نے ارزان خرید کیا سو زید نے کہا کہ اگر تو زیادہ ثمن دینے والا خریدار پاوے تو اسکے ہاتھ بیع کیجیو اور خالد نے زیادہ ثمن کو بیع کی توبیع ثانی منعقد نہ ہوگی سو اسکے کہ یہ اقالے کی تعلیق ہے شرط سے کذا فی الطحطاوی عن البحر والرابع جاز للبائع بیع المبیع منہ ثانیا بعد ما قبل قبضہ ولو کان بیعا فی حقہما لبطل کبیعہ من غیر المشتری حیتی اور فرع رابع یہ ہے کہ بائع کو جائز ہے مبیع کا بیعانہ مشتری سے دوسرے بعد اقالے کے قبل قبض کرنے مبیع کے اور اگر اقالہ بیع ہوتا دونوں کے حق میں توبیع ثانی باطل ہوتی جیسے بائع مذکور کی بیع غیر مشتری سے باطل ہو کذا فی المبسوط بطلان بیع سے فساد بیع مراد ہے نہ بیع منعقول ہو قبل اسکے قبض کے وانما سمی جاز قبض للکیل والموزون منہ بعدہا بلا اعادۃ کیل ووزن اور فرع خامس یہ ہے کہ جائز ہے بیعنہ کر یا کیل و وزن کا مشتری سے بعد اقالہ کے بلا اعادہ اسکے کیل اور وزن کے یعنی اگر اقالہ بیع ہوتا تو بلا اعادہ قبض جائز نہ ہوتا واسادس جاز ہبۃ المبیع منہ بعد الاقالۃ قبل القبض ولو کان بیعا فی حقہما لما مر کذلک اور فرع سادس یہ ہے کہ جائز ہے ہبہ مبیع کا مشتری کو بائع کے واسطے بعد اقالہ قبل قبض کے اور اقالہ بیع ہوتا بائع اور مشتری کے حق میں تو فروع ستہ مبنیہ پر کچھ جائز نہ ہوتا اسی وجہ عدم جواز ہبہ یہ ہے کہ بیع فسخ ہو جاتی ہے اگر مشتری بائع کو مبیع ہبہ کرے قبل قبض دانما بیع وحق الثالث وبعد القبض بلفظ الاقالۃ فلو قبلہ فہی فسخ فی حق الکل فی غیر الاقتاد ور اقالہ تو بیع ہے متعاقدین کے سوا تیسرے شخص کے حق میں بشرطیکہ اقالہ بعد قبض کے بلفظ اقالہ ہو اور اگر اقالہ قبل قبض کے ہو تو وہ فسخ ہے سب کے حق میں ماسوائے زمین کے کہ زمین کا اقالہ ہو بواسطے فسخ ہونے اگر بیع زمین کی قبضہ کرنے سے پہلے جائز ہے بخلاف منقول کے ولو بلفظ مقایضۃ او متارکۃ او تراد لم یجعل بیعا اتفاقا ولو بلفظ البیع فبیع جاعا اور اگر اقالہ بعد قبض کے بلفظ بیع ہو یعنی بایں طور کہ بائع نے کہا میں نے تجھ سے یہ غلام بیچا اور مشتری نے کہا میں نے خریدا تو یہ بیع ہے اگر اقالہ کا لفظ ذکر نہ کیا ہو کذا فی

باتفاق الامام و صاحبیں کے صحیح ہوجاوے گا اور اگر اقالہ بلفظ بیع ہو گا تو بالاجماع بیع ہوگا بلفظ بیع اقالہ کے یہ صورت ہو کہ بائع نے مشتری سے کہا کہ میں نے تجھ سے جو شے خریدی تھی وہ شے میں نے تجھ کو بیچ دی اور مشتری نے کہا کہ میں نے خرید لی اور اسکا ثمرہ یعنی حق ثالث میں اقالہ کے بیع ہونے کا ثمرہ چند مواضع میں ہے سو موضع اول یہ ہے کہ اگر مبیع زمین ہو اور شفیع نے شفعہ سے الکار کردیا پھر بائع اور مشتری نے اقالہ کیا ہو تو اب اگر شفیع مدعی ہوگا تو شفعہ اسکو دلایا جاویگا بسبب بیع ہونے کے بیع جدید تو شفیع شفعا مقدمین کا تیسرا ہوا والثانی لا یرد البائع الثانی علی الاول بعیب حدث بعد الاقالۃ بیع فی حقہ اور موضع ثانی یہ ہو کہ بائع ثانی بائع اول پر رد بیع نہیں کرسکتا بسبب اُس عیب کے جو اُسکو معلوم ہوا بعد اقالہ کے اسواسطے کہ وہ بیع ہوا اُسکے حق میں یعنی جبکہ مشتری نے مبیع کو دوسرے شخص کے ہاتھ بیچا پھر دونوں میں اقالہ ہوا پھر معلوم ہوا کہ مبیع میں عیب تھا بائع اول کے پاس اور بائع ثانی نے چاہا کہ اُسکو پھیر دے بائع اول کو تو اسکو یہ جائز نہیں اسواسطے کہ یہ اُسکے حق میں بیع ہے گویا بائع ثانی نے اپنے مشتری سے خرید کیا کذا فی المحیط والثالث لیس للواھب الرجوع اذا باع الموھوب لہ الموھوب من اجنبی ثم تقایلا لانہ کالمشتری من المشتری منہ اور موضع ثالث یہ ہو کہ واہب کو ہبہ پھیر لینا جائز نہیں جب کہ موہوب کہ نے موہوب کو دوسرے شخص کے ہاتھ بیچا پھر دونوں میں اقالہ ہوا اسواسطے کہ موہوب لہ مشتری کے مانند ہوا اپنے مشتری سے والرابع المشتری اذا باع المبیع من اجنبی قبل القبض ثم تقایلا البائع شراءہ منہ بالاول اور موضع رابع یہ ہو کہ مشتری نے جبکہ مبیع کو بیچا دوسرے کے ہاتھ قبل قبضہ کے تو بائع تو اُس سے خرید کرنا بشرط جائز ہے صورت اُسکی یہ ہو کہ کوئی چیز خریدی اور قبضہ کیا اور ہنوز ثمن نہیں دیا پھر اُسکو دوسرے کے ہاتھ بیچا پھر بائع ثانی اور مشتری اول میں اقالہ ہوا اور مشتری اول نے مشتری مذکور سے اُسکو خرید کیا قبل قبضہ ثمن اول سے کسر کو تو جائز ہے گویا بائع اول نے مشتری ثانی سے خرید کیا کذا فی الطحاوی والخامس اذا اشتری بعرض التجارۃ عبدًا للخدمۃ بعد ما حال علیھا الحول وجد بہ عیبا خرجہ بغیر قضاء واسترد العرض فھلکت فی یدہ لم تسقط الزکوۃ فالفقیر شریکہ اذا الرد بعیب بلا قضاء اقالہ اور موضع خامس یہ ہو کہ جب جنس تجارت سے خدمت کے واسطے غلام خریدا کیا بعد گذر جانے سال کے اجناس کے کہ وہ پرا ور غلام میں کوئی عیب نکلا مشتری نے اُسکو بغیر حکم قاضی کے پھیر دیا اور اجناس کو پھیر لیا اور اجناس ہلاک ہوگئیں مالک کے ہاتھ میں تو اُنکی زکوۃ ساقط نہ ہوگی پس بیان فقیر شریک ہونے مستحقین کا اسواسطے کہ بوا سطے پھیرنے بغیر حکم قاضی کے اقالہ ہوا غلام میں خدمت کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر تجارت کا غلام ہو گا تو اُسکی خرید استہلاک نہ ہوگا کیونکہ مال تجارت کو تجارت کے مال سے بدلنا استہلاک نہیں اور بغیر قضا کی قید کا یہ فائدہ ہے کہ اگر حاکم قاضی نے اُسکے حق میں فسخ ہی تو گویا بیع واقع نہ ہوئی اور اجناس ہلاک ہوگئیں تو زکوۃ واجب نہ ہوگی رد بالعیب بلا قضا اسواسطے اقالہ ہوا کہ وہ بیع جدید ہے تحریر کے حق میں تو مشتری پر بیع اول سے اجناس کی استہلاک ہوئی اور اگر اقالہ فسخ ہوتا فقیر کے حق میں تو بیع اول سے مرتفع ہو جاتا کذا فی الطحاوی ویراد التقابض فی الصرف ووجوب الاستیراء لانہ حق اللہ تعالیٰ فاللہ تعالیٰ اعلم صدر الشریعۃ اور موضع خمسہ پر یہ تقابض صرف کا اور وجوب استبراء کا مراد لیا گیا ہے اسواسطے کہ یہ تیسرا حق اللہ تعالیٰ ہے استہلاک مستحقین کا کذا فی صدر الشریعہ ص اور وجوب استبرا کی یہ صورت ہو کہ لونڈی خرید کی اور اسپر قبضہ کیا پھر اقالہ بیع ہوا تو یہ اقالہ بمنزلہ بیع کے ہے حق ثالث میں تو بائع اول کو وطی کی جائز نہ ہوگی مگر بعد استبرا کے والاقالۃ بعد الاجارۃ والرھن فی الاصح وقیل فسخ اور موضع سادس یہ ہو کہ مبیع پر زائد ہوا اقالہ بعد اجارہ اور رہن کے تو مثل مبیع کے ہے مستحقین کا کذا فی الہدایہ مع شرح کے اور ہم نے فصل ہذا میں جو اقالہ بعد اجارہ رہن سے تحریر کیا ہے تو میں نے جواب دیا کہ اقالہ موقوف ہے کہ مانند بدلیل قول فقہا کے اقالہ بیع جدید ہے ثالث کے حق میں اور ثالث یہاں رہن ہے لہٰذا سیطرح اگر اجارہ دیا پھر اقالہ کیا انتہی تو اقالہ بعد رہن کے اجازت رہن یا فصاد دین پر موقوف ہے اور اقالہ بعد اجارہ کے مستاجر کی اجازت پر موقوف ہے اگر اُسنے جائز رکھا تو نافذ ہے اور نہیں تو باطل ہے شارح کو یوں کہنا مناسب تھا کہ مرتہن اور مستاجر ثالث ہے کذا فی الطحاوی وقالا قبض صحتھا ھلاک المبیع ولحکما کا باق اور صحت اقالہ کا مانع ہے ہلاک ہونا مبیع کا اگر مبیع ہلاک حقیقی نہیں بلکہ حکمی ہو جیسا کہ بھاگ جانا غلام کا ہو اور اگر ہلاکی مبیع کی بعد اقالہ کے ہووے تو اقالہ باطل ہوگی کذا فی المحیط کما التمت

ف

ولو فی بدل الصرف نہ ہلاکی ثمن کی اگرچہ ہلاکی ثمن کی بدل صرف میں واقع ہو چونکہ اصل مبیع میں مبیع ہے نہ ثمن لہذا ہلاکی مبیع مانع صحت اقالہ ہے ہلاکی ثمن کی ۔ ھلاک بعضہ یعنم کا قالہ یقدر اعتبارا بالکل اور بعض مبیع کا ہلاک ہونا مانع اقالہ کا نہیں بقدر باقی کے جز کو کل کے ساتھ اعتبار کر کے بعض ہذا تنجیہ ہے کہ زمین کو جدید کیا کھیت کے ساتھ اور کھیت کاٹ لیا پھر اقالہ کیا تو زمین میں بقدر اسکے حصے کے اقالہ صحیح ہے جیسا کہ شائع اسکو قبضہ سے مذکور کیا ۔ ولیس ھذہ ساوش ی صاباونا فیہ فتقایلا لبقاء کل المبیع فتح اور ہلاک بعض مبیع سے یہ صورت نہیں اگر صابون خرید کیا پھر وہ خشک ہو گیا پھر وہ بیچ اقالہ کیا بسبب باقی رہنے تمام مبیع کے کذا فی الفتح تو مشتری کو ثمن کم کرنا جیسا کہ صابون کے جائز نہیں واذا ھلک بعض المبیع فی المقایضۃ وکذا فی السلم صح الاقالۃ فی الباقی وتعتبر حصۃ الھالک من الثمن قیمۃ لا مثلا ومثلہ ان مثلیا ولو ھلک کلہ بطلت الا فی الصرف اور جبکہ احد البدلین مقایضہ میں سے ہلاک ہو جاوے تو اقالہ صحیح ہو جاوے باقی بدل میں اور مشتری پر ہلاک کی قیمت لازم ہو اگر وہ قیمت والی چیز ہو اور مثلی ہو تو اسکا مثل لازم ہو اگر دونوں بدل ہلاک ہو گئے تو اقالہ باطل ہو گا مگر صرف میں باطل نہیں ہم مقایضہ عبارت ہے بیع العین سے یعنی متاع کو بعوض متاع کے بیچنا اور صرف کا استثناء منقطع ہے تقایلا لان العبد من یدالمشتری وھرب عن تسلیمہ ھلک المبیع بعدھا قبل القبض بطلت بزازیہ متاخرین نے اقالہ کیا پھر غلام بھاگ گیا مشتری کے ہاتھ سے اور وہ عاجز ہوا اسکی تسلیم سے بایں سبب مبیع ہلاک ہو گئی بعد اقالہ قبل القبض کے تو اقالہ باطل ہو گا کذا فی البزازیہ وان استرد ارضا منہ بعضھا فانقطعت بیدہ واخذ ارشھا ثم تقایلا صح وعلیہ جمیع الثمن وکان لہ ما بقی لہا ثم من ارش الشجر والید ان علما بہ یقطع الید والشجر وقت الاقالۃ وان غیر عالم خیر بین الاخذ بجمیع الثمن والترک قتبہ اور اگر درخت والی زمین خرید کی پھر درخت کاٹ لیا یا غلام خرید کیا اور اسکا ہاتھ کاٹا گیا اور مشتری نے اسکا ارش بھی لیا پھر دونوں نے اقالہ کیا تو اقالہ صحیح ہے اور تمام ثمن اسکو لازم ہے اور اسکے بائع کو درخت اور ہاتھ کے عوض سے کچھ نہیں اگر بائع قطع دست اور درخت سے آگاہ ہو اقالہ کے وقت اور وہ اگر آگاہ نہ ہو تو وہ مختار ہے تمام ثمن کے لینے میں یا ترک کرنے میں کذا فی الفتح وفیھا رش ھمام ضامن وعند ثم حصدھا ثم تقایلا صح فی الارض بحصتھا اور تخمیر میں ہے کہ زمین میں زید نے تخم ریزی کیا پھر کھیت کاٹ لیا پھر اقالہ کیا تو اقالہ صحیح ہے زمین میں اسکے حصے کے برابر یہ صورت نہیں مبیع کے ہلاک ہونے کی بلکہ مبیع کا ہونا بحالہ کذا فی التبیین ۔ ولو تقایلا بعد ما کبر لم یجز ۔ اور اگر دونوں نے اقالہ کیا کھیتی کے اگنے کے بعد تو جائز نہیں بسبب اسکے کہ عقد جدید ہوا زیادتی پر کیونکہ بڑھ گیا ہے مبیع دونوں کے نزدیک کذا فی الفتح ۔ وفیھا تقایلا ثم علم المشتری کان وطی البیعۃ رضا لو قبضھا اور قبضہ میں ہے کہ دونوں نے اقالہ کیا پھر بائع کو معلوم ہوا کہ مشتری نے بوقت بیع مبیع سے وطی کی ہے تو اسکو مبیع دے اور اسکا ثمن لے وفیھا مئونۃ الرد علی البائع علی التقایل وقبضہ ہے کہ پھیرنے کا خرچ بائع پر ہے بموجب طریق یعنی خواہ اقالہ مبیع کے حضور میں ہوا یا اسکے غیبت میں کذا فی السنح لیکن اطلاق قبض کی عبارت میں پایا نہیں جاتا کذا فی الحبوبی لو صرف اقالہ الاقالہ فلو تقایلا البیع ثم تقایلا ھا ای لہ قالہ ارتفعتہ عاد البیع الا اقالہ السلم فانھا لا تقبل الاقالۃ لکون المسلم فیہ دینا یسقط بالساقط لا یحتاج اشباہ اور صحیح ہے اقالہ کرنا اقالہ کا سوا مبیع کا اقالہ کیا پھر اقالہ کا اقالہ کیا تو اقالہ اٹھ جاتا ہے اور مبیع پھر اویگی ہوئے اقالہ سلم کے کہ وہ اقالہ کو قبول نہیں کرتا اسلئے کہ سلم میں مبیع دین ہے کہ ساقط ہو گیا اور جو ساقط ہوا وہ پھر نہیں آتا کذا فی الاشباہ وفیھا باع لرجل عبدا فاقالہ ثم قبلہا فاقالہ لا یتصرف فیہ بعدھا کما قبلھا اور اشباہ میں ہے کہ راس المال بعد اقالہ کے ویسا ہے جیسا قبل اقالہ کے تھا تو جس تصرف کرنا اقالہ کے بعد جدید سے نہیں جیسے قبل اقالہ تصرف جائز نہیں ہم یعنی مسلم الیہ کو قبض راس المال کے بعد اقالہ قبض راس المال کے تصرف جائز نہیں یعنی کوئی جز راس المال سے خرید نہیں کر سکتا کذا فی الظہیریہ وفی الخلاصۃ ھذا ھو الصحیح ۔ مسئلتین لو اختلفا فیہ بعدھا فالاقالۃ باطلۃ اگر اختلاف کیا راس المال میں بعد اقالہ کے تو دونوں پر باہم قسم نہیں ہم اسقوط یمین مسلم الیہ کا قول معتبر ہو گا اور اگر دونوں نے قبل اقالہ کے اختلاف کیا تو دونوں قسم کھاویں گے یعنی درصورت عدم بینہ کذا فی الظہیریہ وفی لو تفرقا قبل قبضہ الاقالۃ تصرف ۔ اور اگر رب السلم اور مسلم الیہ متفرق ہوئے قبل قبض کرنے راس المال کے بعد اقالہ کے تو جائز ہے مگر صرف میں جائز نہیں ہم

اور اگر مستغرق ہونے قبل قبض راس المال کے قبل اقالہ کے تو جائز نہیں ہوتا واسطے کہ قبض راس المال بقاء عقد کی شرط ہے تو لاتا فی الصرف استثنا منقطع ہے کیونکہ کلام راس المال میں ہے وفیہا اختلف ایضا یعنی فی الصحۃ والبطلان فالقول لمدعی البطلان وفی الصحۃ والفساد للمدعی الصحۃ اور اشباہ میں ذکر کیا تین نے مختلف کیا صحت عقد اور بطلان میں تو مدعی بطلان کا قول معتبر ہے اور صحت اور فساد کے اختلاف میں مدعی صحت کا قول معتبر ہے قلت لا فی مسئلۃ اذا ادعی المشتری بیعہ من بائعہ باقل من الثمن قبل النقد وادعی البائع الاقالۃ فالقول للمشتری مع دعواہ الفساد میں کہتا ہوں مگر ایک صورت میں مدعی فساد کا قول معتبر ہے جبکہ مشتری نے مبیع کی بیع کرنیکا دعوی کیا بائع سے پہلے قبض ثمن کے قبل ادا کرنے ثمن کے اور بائع نے اقالہ بیع کا دعوی کیا تو مشتری کا قول معتبر ہے باوجود دعوی فساد کے ہم اس صورت میں مدعی فساد مشتری ہے کیونکہ مشتری کا بیع کرنا بائع سے قبل ادائے ثمن فاسد ہے اور بائع مدعی صحت ہے اسواسطے کہ اوعا اقالہ مستلزم صحت بیع ہے کیونکہ اقالہ صحیح نہیں مگر بیع صحیح میں تو ہا وجودیکہ یہاں صحت و فساد میں اختلاف ہوا لیکن مدعی فساد کا قول معتبر ہوا نہ مدعی صحت کا و لو بعکسہ تحالفا بشرط قیام المبیع لہما اذا استہلکہ فی ید البائع غیر المشتری اور اگر برعکس اسکے ہووے یعنی بائع ہو کہ مدعی ہو کہ میں نے مبیع کو مشتری سے باقبل قبض ثمن خریدا کیا اور مشتری مدعی اقالہ ہو تو دونوں پر قسم لازم آویگی بشرطیکہ مبیع قائم ہو مگر جبکہ مبیع کو مشتری کے سوا کسی شخص نے بائع کے ہاتھ میں ہلاک کر ڈالا ہو تو دونوں پر قسم نہیں ہم جب کہ غیر مشتری نے مبیع کو ہلاک کیا تو قیمت مبیع قائم مقام ہووے مبیع کی اور جب کہ مشتری نے بائع کے ہاتھ میں مبیع کو ہلاک کیا تو وہ قابض قرار دیا جائیگا اور اقالہ متنع ہوگا فی الطحطاوی و رایت مجزیا بخطہ صلعم وسلم فاکل مشتریہ نزلہ سنۃ تقلا عن الامام الحصری و منسوب بخط واحد من فقہائنا کہ انگلو کا باغ ہیا اور تسلیم کیا مشتری نے آسکا پھل کہیا ایکسال پھر دونوں نے اقالہ کیا تو اقالہ صحیح نہیں ہم نزلہ ہر دو ان ذراعے تمہید اگرچہ یعنی روزی و مہینہ کے ہو لیکن بعد ان پھل آنکو تسلیم کیا ہے

باب المرابحۃ والتولیۃ

یہ باب ہے مرابحہ اور تولیہ کے احکام میں لما بین الثمن شرع فی الثمن مصنف نے جبکہ مبیع ثمن کے بیان سے فارغ ہوا تب شروع کیا ثمن کا بیان اون مبیع کا بیان تھا میں من جانب مبیع شروط تھا لہذا ثمن کا بیان شروع ہوا اجمن من جانب ثمن شروط ہوا جانچہ علامہ طحطاوی نے تولیہ کو اول کی قسم کیا اور صرف اور تقدیم اول کی قسم کیا اسواسطے ہوئی کہ بیع میں اصل ہے ثمن فرع ہے الفاروق میں ہے کہ تولیہ اور مرابحہ کی طرف اسواسطے محتاج ہے کہ ذاواقف تمام تر جزو قف کا رکے فعل کی طرف تو اسکے نہیں ثمن سے بازدے منفعت کے ساتھ خرید کرنے مشتاق کے واقف کی خاطر جمع ہوئی اور بروایت صحیحہ ثابت ہوا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ہجرت کا ارادہ کیا تو صدیق رضی اللہ عنہ سے دو اونٹ خرید کئے حضرت نے فرمایا کہ ایک اونٹ بطور ہبہ تبرعیہ کے دو صدیق نے فرمایا وہ آپ کے واسطے حضرت حاضر ہے حضرت نے فرمایا لکن میں ثمن دیکر لونگا پس ذکر کیا المساومۃ والوضیعۃ تظہر ہما اور مصنف نے مساومہ اور وضیعہ کا ذکر نہ کیا بسبب انکے ظاہر ہونے کے ہر مساومہ و بیع جبکہ ثمن میں متعاقدین کا اتفاق ہو کوئی ثمن کیوں نہ ہو اسمیں ثمن اول کی طرف التفات نہیں اور یہی قسم بیع کی اکثر رائج ہے اور وضیعہ بیع ہے کہ ثمن اول سے اور بسکار واج سے اگر دون میں کہتا ہے کیونکہ تجارت سے غرض اشتراح ہے اور مرابحہ مصدر ربح ہے اور مرابحہ مصدر ہے رابح کا مصوب بوقتیکہ بیع لتاع او اشتری مرابحۃ یعنی بیع متاع کو یا خرید کیا بطور مرابحہ کے جبکہ بقدر ثمن کے نفع مقرر کر دیا و شرعا بیع بما ملک من العروض بثمن بمثل ما قام علیہ بفضل مؤنۃ وان لم تکن من جنس کاجر قصارۃ و ثم یاعہ مرابحۃ علی ذلک التقویم جاز مبسوط اور اصطلاح شرع میں مرابحہ عبارت ہے اس چیز کی بیع کرنے سے جسکا بائع مالک ہوگیا ہے بمثل ثمن سابق اور ثمن کے ساتھ زیادہ کرنے منفعت کے اگرچہ منفعت ملکیت بسبب ہبہ یا وراثت یا وصیت یا غنیمت کے ہو تو جبکہ اسکا ثمن یا قیمت اتنی مقرر کرلیا جائے کہ مملوک اسکو حاصل ہوا اور ساتھ زیادہ کرنے منفعت کے اگرچہ منفعت مبیع کی غرض سے نہو جانچہ اجرت دھوبی کی اور مانند اسکے پھر بائع اسکو بیع کرے اس قیمت یا ثمن پر تو جائز ہے کذا فی المبسوط ہم خلاصہ یہ ہے کہ مرابحہ فقط اسی میں منحصر نہیں کہ مبیع بائع کی خرید ہو اور ثمن اول پر نفع لیکر بیچے جانچہ عبارت کنز اور وقایہ سے مجمل ہے بلکہ ہر مملوک چیز میں مرابحہ جاری ہے سو اگر مبیع خریدے بائع کی تو ہمیں مرابحہ ہوگا ثمن سابق پر نفع لیکر بیچے یا اگر بائع کو مبیع بطریق ہبہ یا ارث یا وصیت کے ملی ہو تو ہمیں مرابحہ ہے یہ کہ اس چیز کی قیمت اور مالیت پر نفع زیادہ کر کے بیچے طحطاوی نے کہا کہ عروض کی

قیمت سے دراہم کا مقابلہ نکل گیا تو اگر دراہم کو ذاتینہ سے خرید کیا تو بیع باطل ہے اسلئے کہ جائز نہیں ہتا پھر بیع الرائج بن دراہم عاشرہ لیعنی بن بدانع سے اسکا جواز منقول ہے غصب کی صورت میں کہ مغصوب غاصب کے پاس ضائع ہوا اور غاصب اسکی قیمت کا تاوان دیا پھر مغصوب مل گیا تو وہ مملوک ہو گیا غاصب کیلئے تو اسکو بیچنا بالبدیع للمالک جائز ہے یعنی ضمان پر نفع لیکر حلبی نے کہا کہ شارح نے مصنف کی تعریف میں تصرف کرکے کچھ کا کچھ کر ڈالا حالانکہ مراد مصنف یہ ہے کہ مراد بحصار ہی بیع مملوک سے ساتھ ثمن اور زیادتی ثمن کے اور یہ عبارت نہیں تھی واللہ اعلم والتولیۃ مصدر ولی غیرہ جعلہ والیا اور تولیہ مصدر ہے ولی غیرہ کا یعنی غیر کو والی اور کارساز مقرر کیا وشرعا بیع بثمن الاول وکما یجئ بقیدہ وعلیہ عامۃ ائمتنا لانہ الغالب اور اصطلاح شرع میں تولیہ بیع ہے مملوک چیز کی اسکے ثمن اول سے اگرچہ ثمن حکمی ہو مراد ثمن حکمی سے اس چیز کی قیمت ہو اور مصنف نے قیمت کو ثمن سے تعبیر کیا اسواسطے کہ تولیہ میں اکثر یہی ہوتا ہے کہ خریدکردہ اتنے کو بیچا اسکا نام تولیہ ہے لیکن ظاہر یہ تولیت بیع حاصب کو شامل نہ تھی جبکہ وہ مغصوب کو بقیمت قیمت کے بطریق تولیہ بیع کرے صدر الشریعہ نے ثمن کو عام رکھا یا ثمن حقیقی اور ثمن حکمی سے تاکہ اسکو بھی شامل ہو جاوے صاحب ملتقی نے کہا بتصریح کہ کشاف لفظ فیہا کو حذف کر ڈالا اسواسطے کہ ثمن سے مراد وہی ہو قیمت کو بھی شامل ہو نہ یہ کہ ثمن سے فقط قیمت ہی مراد ہو وشرط صحتہا کون المعوض مثلیا او قیمیا مملوکا للمشتری اور صحت اور تولیہ کے صحیح ہونے کی شرط ہونا عوض یعنی ثمن اول کا مثلی یا ہونا عوض کا قیمتی والی چیز مملوک مشتری کی ہو ثمن مثلی پیمانہ وزنی دراہم اور ذانیر اور مکیل اور موزون اور عددی متقارب اور مثلی ہونا ثمن کا اسواسطے شرط صحت ہوا کہ اگر ثمن غیر مثلی ہو جیسا کہ کپڑا معوض غلام کے خرید کیا تو بیان ملک ہوگیا اور تولیہ قیمت غلام پر ہوگا اور حالانکہ قیمت مجہول ہے بیان اگر مشتری اسی قیمت والی چیز کا مالک ہو جو عوض تھا مالک کی خرید میں تو غیر مثلی سے بھی مرابحہ جائز ہے صورت اسکی یہ کہ گھر خرید کیا عوض کپڑے کے اور اسکو تسلیم کر دیا پھر گھر کے بائع نے وہی کپڑا مثلاً زید کو بطریق بیع بیاب کے دیا پھر گھر کے مشتری نے کچھ بڑھا زیادہ کے ساتھ وہی کپڑا زید سے خرید لیا تو جائز ہے کیونکہ زید اسکے دینے پر قادر ہے کذا فی النہر تعرف وکون الربح شیئا معلوما ولو قیمیا مشارا الیہ کما الثوب کما فی الاتقانی حتی لو باعہ بربح درہم او زیادۃ ای العشرۃ باحد عشر لم یجز الا ان یعلم بالثمن فی المجلس فیخیر شرح المجمع للعینی اور شرط صحت مرابحہ ہونا نفع کا چیز معلوم اگرچہ نفع مثلی ہو لہٰذا قیمت والی چیز مشار الیہ ہونا بھی کپڑا ہے سبب نفی ہونے جہالت کے تو اگر بیع کریگا دو یا زیادہ کے نفع پر یعنی دس کو بیوض گیارہ کے بیچا تو جائز ہوگا مگر یہ کہ مشتری کو خبر ہو اسکا مبلغ ثمن سے معلوم ہو جاوے تو اسکو لینے نہ لینے میں اختیار ہوگا کذا فی شرح المجمع للعینی وہ یازدہ کے نفع سے کل ثمن اسکا معلوم ہوا لہٰذا بیع جائز ہوئی ویعلم البائع الی رأس المال اجر القصار والصبغ بای وزن کان والطراز بالکسر علم الثوب والفتل والحمل الطعام وسوق الغنم واجرۃ الغسل والخیاط وکسوتہ وطعام العبید بلا سرف وسقی الزرع والکرم کسعیہا دکری البستان والانہار وغرس الاشجار وتجصیص الدار اور بائع راس المال کی طرف مزدوری دھوبی اور رنگ کی کوئی رنگ کیوں نہ ہو اور مزدوری کپڑے کی نقش کاری کی اور بوٹا وغیرہ کے ٹورے بننے کی مزدوری اور غلہ اٹھالانے اور بھیڑ بکریوں کے چرانے کی مزدوری اور شوب اور درختوں کی مزدوری اور پوشاک اور طعام سب کا بیان اور کپڑے اور کھیت اور سچائی انگور کی اور اسکی جاروب کشی اور پیروں اور تہ دن کی صفائی اور درخت لگانا اور گھر کی چونہ کاری غم اور سیطرح لکڑی سے دروازہ بنانا اور قفل میں سوراخ کرنیکی مزدوری اسکے ثمن کے ساتھ ملاوے کذا فی النہر واجرۃ السمسار ھو الدلال علی مکان السلعۃ وصاحبہا المشترط فی العقد علی ما جزم بہ فی البدائع وہو رجح فی البحر الاطلاق اور راس المال کے ساتھ ملاوے سمسار کی وہ مزدوری جو عقد اول میں بشرط ہو یعنی ہی قید پر یقین کیا جو در میان بیع الرائج بن الاطلاق کو ترجیح دی ہے سمسار وہ شخص ہے جو متاع اور رضا صاحب متاع کو تباوے عدم اہل لغت کے نزدیک سمسار و دلال میں کچھ فرق نہیں صاحب ہدایہ نے کہا سمسار وہ دلال ہے جو متوسط ہو بائع اور مشتری میں لیکن عرف خاص میں دونوں میں فرق ہے سمسار وہ ہے جو متاع صنف کر لیا اور دلال وہ ہے جسکے ساتھ متاع ہو غالباً نہ اتفاق میں ہے کہ عدم صنف حرف لا الی ما جاء ثابت ہے وصنا بطہ کلما یزید فی الثمن فہو یضم درہما اعتاد المبیع وغیر عادۃ التجار بالضم اور قاعدہ کلیہ اشیاء مذکورہ کے ملانیکا یہ ہے کہ جو چیز کہ مبیع میں زیادہ ہو جاوے جیسے رنگ وغیرہا اور کمی قیمت میں زیادہ ہو جاوے جیسے حمل طعام وخیاطت تو وہ ملائی جاوے گی کذا فی الدرر اور صبغ اور سوداگروں کے ملانیکی عادت پر مقاد کیا ہے یعنی جسکو تجارب اپنے عروض میں راس المال کے ساتھ ملاتے ہیں اسکو ملانا چاہئے

ویقوم علی البکار ولا یقول اشتریتہ بکذا کذب اور بائع کہے کہ یہ چیز اسکو پڑی اور یوں نہ کہے کہ میں نے اتنے کو خریدی ہے واسطے کہ یہ جھوٹ ہے ہم مثلاً ایک کپڑا چار روپیہ کو خریدا اور ایک روپیہ اسکی سلائی میں صرف ہوا تو مالک کے بیچنے کے وقت یوں کہے کہ قیمتاً یہ قبا مجھکو پانچ روپے کو پڑی اور یوں نہ کہے کہ میں نے بائع کو خریدی کہ صاف جھوٹ ہے اس صورت میں ہے جبکہ بیع بطریق مرابحہ یا تولیہ کے منظور ہو اور اگر بطریق مساومہ بیچنا منظور ہو تو بلا بیان ثمن اور سلائی وغیرہ کے جسقدر کہنا چاہے یہ کہدے اذا قوم المذروث ذکرہ او باع برقمہ لو صادقا فی الرقم فتح اور بسیط مزابحہ جب کہ فروخت موروث وغیرہ کی قیمت ٹھہرادے یا بیع کو تولی قرار دیدے بشرطیکہ میان رقم میں سچا ہو کذا فی الفتح رقم عبارت ہی اس علامت سے جو کپڑے پر لکھی ہو اور ثمن پر دلالت کرے صدق فی الرقم سے مراد یہ ہے کہ مشتری رقم کو ثمن میں پہچانتا اور کپڑے پر جس روپے کی رقم لکھی ہو تو اگر بائع نے کہا کہ یہ دس کی رقم ہے میں اسپر اتنا نفع لیکر بیچونگا خواہ وہ رقم اصل ثمن کے موافق ہو یا زیادہ تو جائز ہے اور اگر دس کو گیارہ بتاویگا تو بیع صحیح نہ ہوگی کما یضم اجر الطبیب المعلم درہ ولو للعلم والشرف فیہ مافیہ فلا اعلاہ فی المبسوط لعدم العرف نہ ملاوے طبیب اور معلم کی اجرت کذا فی الدرر اگر یہ سبب علم اور شرف کا ہوا اور عدم ضم تعلیم کی علت میں جو کچھ کہ ہوا سو واسطے مبسوط میں عدم ضم تعلیم کی تعریف میں عدم عرف کو علت قرار دیا ہم یعنی علامے عدم ضم کی علت یہ بیان کی ہو کہ تعلیم سے کوئی چیز مملوک میں زیادہ نہیں ہو جاتی حالانکہ غلط ہو بلکہ تعلیم سے غلام کی قیمت زیادہ ہو جاتی ہو تو مبسوط کی تعلیل خوب ہے یعنی اگر رواج ہو ضم کریگا تو ملاوے ولانہ ملاوے کذا فی الفتح فحصا واللالۃ والراعی اور نہ ملاوے راس المال کے ساتھ تعریف دلالۃ چرانے والے کی کلا نفقہ نفسہ اور نہ ملاوے اپنی ذات کا خرچ ہم یعنی جو سودا گر کا خرچ ہوا اپنی ذات کے طعام اور کسوت میں سفر تجارت کے اندر اسکو بھی اس بیع میں حساب کرے کلا اجر عمل بنفسہ وتطوع بعدہ تطوع اور نہ ملاوے اجرت اس عمل کی جو بذات خود کیا یعنی مثلاً اپنا رنگنا اور سینا حساب نکرے یا کسی نے کوئی عمل متبرع کر دیا اسکی اجرت بھی نہ ملاوے وجعل الاتیقو کراءبیت الحفظ بخلاف اجرۃ المخزن فانہا تضم کما صرحوا بہ وکانہ للعرف وکلا الفارق یظہر فتدبر اور غلام کو رنجیدہ کے پکڑ لانے کی اجرت اور بیت الحفظ کا کرایہ نہ ملاوے بخلاف اجرت مخزن کے کہ اسکو راس المال کے ساتھ ملاوے چنانچہ فتح نے اسکی تصریح کی ہے اور گویا کہ ضم اجرت مخزن اور عدم ضم کرایہ بیت الحفظ بسبب رواج کے ہوا اور اگر یہ علت نہیں تو کچھ فرق ظاہر نہیں ہوتا بیت الحفظ اور مخزن میں سو تامل کرے ویاتی تحقیق فی الطریقۃ من النظم لا اذا جرت العادۃ بعدم ہذا ہو الاصل کما علمت فلیکن المعول علیہ کما یفیدہ کلام الکمال اور راس المال کے ساتھ نہ ملاوے اس خرچ کو جو لیا جاتا ہے راہ میں ظلم سے مگر اسوقت ملانا چاہیے جبکہ رواج میں اسکے ملانے کی عادت ہو عادت اور رواج یہی اصل ہے ضم اور عدم ضم میں چنانچہ معلوم کر چکا تو یہی و غیرہ کے کلام سے تو یہی قول مستند علیہ ہے چنانچہ کلام کمال الدین صاحب فتح القدیر اسپر دلالت کرتا ہے ہم کہتا ہوں کہ ہمارا عموم اعتبار عرف اسکو مقتضی ہے کہ در صورت رواج اپنی ذات کے خرچ کو بھی راس المال کے ساتھ ملاوے فان ظہر خیانتہ فی مرابحۃ بما قرر اوہو ان علی ذالک وبنکل عن الیمین احلف المشتری لکاذبۃ اور وہ لفوات الرضے پھر اگر بائع کی خیانت ظاہر ہو مرابحہ میں اسکے اقرار سے یا گواہوں سے یا انکار کرنے قسم سے تو مشتری اسکو پھیرے اسکے پورے ثمن سے یا اسکو پھیرے بسبب فوت ہونے غرامندی کے یعنی درصورت خیانت مشتری اس بیع سے کیونکر راضی ہوگا لہذا اسکو لینے یا نہ لینے میں اختیار ہو نہ الحاق میں ہو خیانت یہ کہ ثمن کے ساتھ اسکو ملاوے جیکا ملانا جائز نہیں ہوا جو نو درہم کو مثلاً خرید کی ہو اسکو دس درہم کی بتاوے ولم یحط قدر الخیانۃ للتولیۃ لفحش الربح اور مشتری کو اختیار ہے مقدار خیانت کا کم کرانا تولیہ میں تا تولیہ متحقق ہو یا واسطے متحقق ہونے تولیہ کے ہم یعنی اگر قدر خیانت کو کم کرے تو تولیہ ثابت نہ ہوگا واسطے کہ تولیہ میں اس سے زیادہ نفع ہوتا ہے حالانکہ مرابحہ کے واسطے ہلاک المبیع او استہلاکہ فی المرابحۃ قبل رد ہ او حدث بہ ما یمنع منہ مرد الا لعیب بہ او بالمبیع النقص المسمی وسقط حینئذ ما یخصہ اور اگر مبیع ہلاک ہو جاوے یا اسکو مشتری ہلاک کرے مرابحہ میں اسکے پھیر دینے سے پہلے یا وہ چیز حادث ہو جو مانع ہو رد کی چنانچہ عیب یا زیادت متصلہ تو مبیع اسکو لازم ہوگی نام ثمن سمی سے اور اسکے پھیرنے کا اختیار ساقط ہوگا وقدمنا انہ لو ہلک المولی بالمبیع بیعا لازما حدث لہ النقصان بوجہ ما لہ ان یرجع بالنقصان او جہل ولی کر چکے ہیں کہ اگر صاحب تولیہ مبیع میں عیب پاوے پھیر دے عیب آسمانی پیدا ہوا ہو تو قدر نقصان کو نہ پھیرے ہم مولی ہم مفعول ہو تولیہ سے رجوع بالنقصان

اسواسطے جائز نہیں کہ جموع سے بیع ثانی کمتر ہوگی بیع اول سے اور حالانکہ تولیہ تساوی عقدین کا مقتضی ہے کذا فی الطحطاوی وشراہ ثانیا بجنس الثمن الاول بعد بیعہ برجح فان رابح طرح مایرجح قبل الثالث خرید کیا اسکو دوبارہ ثمن اول کے بجنس سے بعد اسکے بیچنے کے نفع لیکر پھر اگر گراہک بچہ کیا چاہے تو لے کر اسے اسقدر کو جو نفع لے چکا ہے تبدیل اسکے ہم صورت اسکی یہ ہے کہ ایک کپڑا دس درم کو خرید کیا پھر وہ پندرہ کو بیچا پھر اسکے مشتری سے بعد تقابض کے اسی کپڑے کو خرید کیا تو اب اگر دوسری بار زیادہ لیکر بیچنا چاہے تو کپڑے سے پانچ کو ساقط کرے امام کے نزدیک اور یوں کہے کہ یہ کپڑا مجکو پانچ کو پڑا پھر اسے بیچنا چاہے نفیہ اور وہ بیچدیوے ثمن کا فائدہ یہ ہے کہ اگر ثمن اول استحاق یا واپسہ ہوا اور ثمن ثانی دس درم ہوں تو اسکو دس درم پر نفع زیادہ کرنا جائز ہے اسواسطے کہ خرید ثانی بغیر ثمن اول کے ہوئی تو اسلام کرنا متصور نہیں مگر قیمت سے اور حالانکہ قیمت کو مرابحہ میں مخل نہیں کذا فی النہر ولا استغرق الربح ثمنہ لم یرابح حلافا لما ھو رفق وفیہ لو اتفق بحر اور اگر فائدہ اسکے ثمن کو مستغرق ہو اسطرح کہ دس درم سے خرید کرکے بیس درم کو بیچے پھر مرابحہ کے پھر اسکو مشتری سے خرید کرے بموجب دس درم کے تو اب دوسری بار امام کے نزدیک بطور مرابحہ اسکو نہ بیچے بخلاف صاحبین کے کہ انکے نزدیک دونوں صورتوں میں ثمن اخیر پر نفع لینا بلا بیان جائز ہے اور یہ قول خلق پر سہل ہے اور امام کا قول مضبوط تر ہے کذا فی البحر ولو بین ذلک او باع بغیر الجنس او تحلل ثالث جاز اتفاقا فتح اور اگر اسکو بیان کردے اسطرح کہ بین نے اسکو بیچا تھا اتنا نفع لیکر پھر اتنے کو خرید کیا اور اب میں اتنے نفع پر بیچتا ہوں یا بیچے بغیر جنس ثمن اول کے یا میں شخص درمیان میں واقع ہو یعنی زید نے خالد کے ہاتھ بیچا اور خالد نے محمود کے ہاتھ پھر محمود سے زید نے خرید کیا تو خرید ثانی پر باتفاق امام اور صاحبین کے نفع لینا جائز ہے کذا فی النفع رابح ای جاز ان یبیع مواجحۃ غیر سیدکری من ساعۃ

او ماذونہ لو المستغرق دینہ لرقبتہ فاعتبار ھذا القید لتحقیق الشراء فغیر المدیون یالاولی علی ما ثری العاذون کعکسہ نفیا للتہمۃ

مرابحہ کرے یعنی بطور مرابحہ غیر شخص سے بیع کرنا جائز ہے اس کو جسنے اپنے مکاتب یا ماذون سے خرید کیا اگرچہ ماذون کا دین اسکی گردن کو مستغرق ہو مرابحہ کرے ماذون کی خرید پر جیسے بالعکس اسکے یعنی ماذون اگر اپنے مولی سے خرید کرے تو مرابحہ مولی کی خرید پر کرے نہمت دور کرنے کے واسطے شارح نے کہا اس قید یعنی استغراق دین کا اعتبار خرید کی تحقیق کے واسطے ہوا سواسطے کہ اگر غلام ماذون مدیون ہو تو مولی کا اس سے خرید کرنا صحیح ہوگا کیونکہ وہ مولی کا مال ہوگا تو غیر مدیون میں بطریق اولی یہی حکم ہوگا ہم صورت مسئلہ یہ ہے کہ ماذون مدیون یا مکاتب یا مدبر نے کپڑا دس درم کو خرید کیا پھر اسکے مولی نے اس سے پندرہ درم کو سول لیا تو مولی دس درم پر نفع لیکر بیچے اور اسیطرح اگر مولی نے کپڑا دس درم کو خرید کیا پھر اسکے غلام ماذور نے اس سے پندرہ کو سول لیا تو غلام دس درم پر بطور مرابحہ بیع کرے ایسا ہی امام اور صاحبین کے اسواسطے کہ یہ عقد اگرچہ صحیح ہے مگر اسمیں علم عقد کا شبہہ ہوا سواسطے کہ غلام کا مال حق مولی سے خالی نہیں تو گویا مولی نے اپنی ذاتی ملک کی اپنی ذات سے خرید فروخت کی لہذا حکم مرابحہ میں اس عقد کو معدوم فرض کیا نہمت خیانت کی نفی کرنے کے واسطے کذا فی النہر کان کلا لا یقبل انہا دتہ لہ کاصلہ وفرعہ ولو بین ثالث رابح علی شراء نفسہ ابن الکمال اور اسیطرح حکم ہے ہر ایک اس شخص کا جسکی گواہی اسکے حق میں مقبول نہیں جیسا کہ اسکی اصل اور فرع اور اگر مولی یا غلام یا اصل یا فرع بیان کردے کہ میں نے اسکو اپنے غلام یا مولے سے یا اپنی اصل یا فرع سے خرید کیا ہے تو اپنی ذات کی خرید پر نفع لیکر بیچے کذا صرح ابن الکمال ہم اس حکم میں اصل اور فرع کے ساتھ برادر عینی اور اخ لاب شقیقہ وعینی اور اخ لاب کے ملحق ہے اور مذہب امام کا خلافا للصاحبین کذا فی الطحطاوی ولو کان مضاربا مع عشرۃ بالنصف اشتری بیاع ثوبا وباعہ من رب المال بخمسۃ عشر باع الثوب مرابحۃ رب المال الثانی عشر ونصف لان

الربح مملکہ وکذا عکسہ کما یجیئ فی بابہ وتحقیقہ فی النہر اور اگر رابح ایسا مضارب ہو جسکے پاس دس درم میں المناصفہ نفع پر پانچ درم ہیں اسواسطے اسنے کپڑا خرید کیا اور صاحب مال سے پندرہ درم کو بیچا تو کپڑے کو بطور مرابحہ صاحب مال کا ساڑھے بارہ درم کو بیچے ہوا سواسطے کہ نصف نفع یعنی پانچ درم ملک ہے صاحب مال کی اور اسیطرح اسکے بالعکس میں حکم ہے یعنی جبکہ صاحب مال رابح ہو اور مضارب مشتری چنانچہ اسکا ذکر کتاب المضاربہ میں آویگا اور تحقیق اسکی نہر الفائق میں ہے وبراجع عویدھا بلا بیان ای مع بیان انہ اشتراہ لنفسہ اما بیان نفس العقد فواجب فتجب عند ہ بالتجنیب بانہ فاسد او یصح المبیع دون الثمن فیلزم نقصہا الوطی کقرض فاسد

نسخہ جس پر یہ نسخہ مقابلہ کرکے تصحیح کی گئی ہے وہ بھی مکتبہ برکاتیہ کا مطبوعہ ہے

وخرق ثوب المشتری قال ابو یوسف وزفر والثلثۃ لا یلزمہ شیء وبہ تاخذ وبہ اخذ الکمال واقرہ المصنف مریدہ رحمہ
نفع لیکر بیچنے بلا بیان یعنی بیع جائز ہے بدون اس طرح بیان کرنے کے کہ اسنے بیع کو باسلامت خرید کیا تھا اور اسمیں عیب کو گیا اسکے پاس حق عیب ناکی سے بسبب
آفت آسمانی کے یا بیع کے فعل سے اور شیء کے جزاء سے بغیر طریق جزاء سے اسمیں کچھ نقصان نہو گیا ہو چنانچہ چوہے کا کاٹنا اور آگ کا جلانا خریدے کپڑے کو شارح نے کہا
لیکن بیان نقص عیب واجب ہے قطع نظر اس سے کہ مشتری کے پاس عیب حادث ہوا یا بائع کے پاس اور ابو یوسف اور زفر اور ائمہ ثلثہ نے کہا کہ عیب کی کا بیان کرنا بیع مرابحہ
میں ضروری نہیں فقیہ ابو اللیث نے کہا اسی قول یعنی وجوب بیان کو ہم لیتے ہیں اور کمال الدین نے بھی اسکو ترجیح دی ہے اور مصنف نے بھی اسکو اپنی شرح میں ثابت کیا جو
ہم بیان نقص عیب سے واجب ہے تو اسکے خلاف میں نہ آوے خلاصہ یہ ہے کہ ایک شے نے متباع مبیوب کو بیچا اور وہ عیب کو جانتا ہے تو اسپر بیان کرنا واجب ہو
بنحو مثل اسکے نے کہا کہ درصورت عدم بیان فاسق مردود الشہادۃ ہوگا منتقی سمجھا جاوے گا کتمان عیب گناہ کبیرہ ہے کذا فی الطحطاوی وہو ایجاب بیان بالتعیب لو بفعل
غیرہ بغیر امرہ وان لم یاخذ الارش مرۃ قیل اجلہ فی الہدایۃ وغیرہا اتفاقی فتح اور نفع لیکر بیچنے عیب دار کر دینے کے بیان سے یعنی اگر انسان کے فعل سے
عیب لاحق ہوا تو بیان اسکا مرابحہ میں واجب ہے اگرچہ غیر مالک کے فعل سے بدون اسکے امر کے عیب لاحق ہو گیا ہو گو کہ مالک نے غیر شخص سے عیب لگانے کا خون بہا
اور نقصان نہ لیا ہو اور تجدد خون بہا لینے کی ہدایہ وغیرہ میں اتفاقی ہے اختیازی ذکر فی الفتح دوطی البکر کتکسیر بلشیۃ وطیہ لصیرورۃ الاوصاف مقصودۃ
بالاتلاف وللاقال ولو یتقصہا الوطی اور نفع لیکر بیچنے جماع امۃ کو بیان کرکے جیسا کہ بیان شکستگی کپڑے یا کاغذ کا اسکے کھولنے یا لپیٹنے سے لازم ہے بسبب
ہو جانے اوصاف کے مقصود تلف کرنے سے اور اسیواسطے خانیہ نے جماع ثیبہ میں یہ قید لگائی کہ عدم بیان اسوقت ہے جبکہ جماع سے اسمیں نقصان نہو گیا ہو
ہم ہر چند اوصاف کے مقابل ثمن نہیں ہوتا لیکن درصورت اتلاف اوصاف مقصود ہو جاتے ہیں تو اسکے مقابل ثمن واقع ہوگا چونکہ جماع امۃ کو ازالۃ البکارت کا حکم
ہے لہذا اسکے مقابل ثمن واقع ہوا بخلاف جماع ثیبہ کے پس اگر ثیبہ میں جماع سے نقصان لاحق ہوگا تو ثابت ہوگا کہ والی نے اتلاف کا قصد کیا اسواسطے
کہ ولی بلا قصد اتلاف اکثر ہو جب نقصان نہیں ہوتی اشتراہ بالف نسیئۃ وباعہ بربح ماۃ بلا بیان خیر المشتری اور خرید کیا نرد روم سے
اور بیچا سو درم کے نفع پر یعنی گیارہ سو کو بیچا بدون بیان کرنے مدت مذکورہ کے تو مشتری کو اختیار ہے چاہے کل ثمن نقد سے خرید کرے چاہے ترک کرے فان تلف
المبیع بتعیب فلیس بشیء بالاجل لزم کل الثمن حالا پھر اگر مبیع تلف ہوئی عیب دار ہو جانے سے یا غیب کر دینے سے پھر مشتری کو علم ہو جانے کا یعنی اسکو
معلوم ہوا کہ بائع نے اسکو اودھار خرید کیا تھا تو مشتری کو پورا ثمن نقد بلا مدت لازم ہوگا وکذا حکم التولیۃ فی جمیع ما مر اور اسیطرح مرابحہ کے مانند تولیہ کا
حکم ہے جمیع مسائل مذکورہ میں ہم یعنی درصورت عیب کر دینے اور والی یا کرہ کے بیان کرنا ضروری ہے اور درصورت عیب ہو جانے کے آفت آسمانی سے اور والی ثیبہ میں بیان
کرنا ضروری نہیں تولیہ مرابحہ کے مانند ہوا اودھار خرید نے میں بھی وقال ابو جعفر المختار للفتوی یرجع بفضل ما بین الحالۃ والمؤجل یحی ومصنف اور امام ابو جعفر
کہا کہ مختار فتوی کے واسطے پھیرنا ہے زیادتی کا جو مابین ثمن حال اور ثمن مؤجل کے ہے کذا فی المحیط خرج النصف ہم یعنی اگر ثمن حال خمسۃ دہ ہوں اور ثمن مؤجل ہو تو مشتری بعد مدت
کے پانچ درم بائع سے پھیرے ولی رجلا شیئا ای باعہ تولیۃ بما قام علیہ دیانۃ اشتراہ بہ ولو یعلم المشتری بکذا قام علیہ فہذا البیع لحقہ کالتولیۃ کذا فی
المرابحہ وخیر المشتری بین اخذہ وترکہ لعلمہ فی مجلسہ کالباطل تولیہ کیا اگر ہم سے کسی چیز کا یعنی اسکو بطریق تولیہ بیچا جو ثمن مقدر کے عوض اسپر آتا تھا ثمن اور اوصاف
کے باتولیہ کیا جو ثمن کے حیث سے اسکو خرید کیا اور حالانکہ مشتری کو معلوم نہیں کہ اتنا اسپر آتا ہے مذکور فاسد ہے بسبب معلوم ہونے ثمن کے اور یہی حکم ہوگا کہ اور مشتری
کو اختیار ہوگا اسکے لینے اور چھوڑنے میں بخیر یکہ مجلس میں ثمن کو معلوم ہو گیا ہو اور اگر مجلس میں معلوم ہوا تو بیع باطل ہے ہم طلاق بیع سے بتقاضا دیانۃ اور ہی ہے کہ
باطل نہیں فاسد ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر واعلم انہ لا ترد یعنی فاحش وہو ما لا یدخل تحت تقویم المقومین فی ظاہر الروایۃ وبہ افتی بعضہم مطلقا
کما فی التبیین ثم زعم وقال ویفتی بالرد رفقا بالناس وعلیہ الکثر وبہ یفتی ثم قال وفی المضمرات وبہ یفتی ثم قال وفی المشتری المیاثم او بالعکس او غیرہ

الدلال قالہ الزیلعی ولا یلزمہ الاقرار بالعیب عند الامام خلافا لہما وغیرہ ثم قال وتصرفہ فی بعض المبیع قبل علمہ بالعیب عیب مانع منہ فیرد مثل ما التقد ویرجع بکل الثمن علی الصواب انتہی ملخصا جان لیں ثمن کو کہ بیع میں ظاہر الروایہ میں عین فاحش یعنی نقصان ظاہر سے غبن فاحش وہ ہے جو قیمت متقوم کرنے میں واخل نہ ہو اور اسی عدم دخول کا بعضوں نے فتوی دیا ہے مطلقا خواہ اسکو دھوکا دیا ہو یا نہ دیا ہو کذا فی التبیین صاحب تحفہ نے فرمایا اور غبن فاحش میں بیچنے والے کا فتوی دیا جاوے لوگوں پر آسانی کرنے کے واسطے اور اسی قول پر کتاب الضمار یہ کے اکثر روایات میں اور اسیکا فتوی ہے پھر صاحب تحفہ نے فرمایا اور کہا اگر اسکو دھوکا دیا یعنی مشتری نے بائع کو یا بائع نے مشتری کو دھوکا دیا یا اسکو دلال نے دھوکا دیا تو اسکو رد بیع کا اختیار ہے اور غبن تو ثمن یعنی اگر اسکو کسی نے دکھوکا نہیں دیا تو رد بیع میں عند ائمہ ثلاثہ اور اسی قول کا فتوی دیا ہے صدر الاسلام وغیرہ نے پھر صاحب تحفہ نے کہا اور تصرف کرنا مشتری کا بعض مبیع میں قبل وریافت ہونے غبن کے مانع رد بیع نہیں تو مشتری اسکا مثل پھیر دے جسکو اسنے تلف کیا اور سب ثمن پھیر لے بنا بر صواب قول کے انتہی قول التبیین ملخصا جسقدر تصرف کیا اسکے مدعش کے ساتھ باقی مبیع کو بھی رد کرے چنانچہ فتحیہ میں مصرح ہے لیکن شارح نے رد باقی کو ساقط کیا ہا اسکا قول مردود ہوچکا قائل ہوا کہ رد باقی جائز ہے اسکے حصے کے موافق ثمن لیکذا فی الحلبی یقوم لکان قیمیا لسماوہ باقی رہی یہ بات کہ اگر مبیع قیمت والی چیز ہو اور اسمیں غبن فاحش ہوا ہو میں نے اس مسئلہ کو مصرح نہیں دیکھا قلت وباکا خیر جزم الامام علاء الدین السمرقندی فی تحفۃ الفقہاء وصححہ الزیلعی وغیرہ میں کتبہا ان قول امیر یعنی اگر غبن فاحش فریب دینے سے ہو تو رد بیع ہو والا نہیں یقین کیا ہم امام علاء الدین سمرقندی نے تحفۃ الفقہاء میں اور اسکی تصحیح کی ہے زیلعی وغیرہ نے ہم صاحب تحفہ نے ذکر کیا کہ ہمارے اصحاب کہتے ہیں کہ سنبوں وغیرہ ذکر کرے ولیکن یہ حکم اس سنبوں میں ہے جسکو کسی نے دھوکا نہیں دیا اور اگر اسکو فریب دینے سے غبن ہوا تو اسکو پھیر دینے کا اختیار ہے انتہی صاحب تحفہ نے قول مطلق کو مفصل کی طرف رد کیا کذا فی الطحطاوی وفی کفایۃ الاتقیاء عن بیوع الخانیۃ من فصل الغرور الغرور لا یوجب الرجوع الا اذا غبن فاحشا وہذا اولی ہ کذا فی الکفایۃ میں خانیہ کی کتاب البیوع فصل غرور سے منقول ہوا کہ غرور یعنی دھوکا چنانچہ موجب رجوع نہیں مگر تین صورت میں ذکر ہو چکی یعنی غبن فاحش سے رہے اگر اسکا دھوکا دیا ہو وضابطہا ان یکون فی عقد یرجع نفع المدلل الی الدافع کودیعۃ واجارۃ ملکہا ثم استحق اجر علی اللہ بما عملہ اور قاعدہ اسکا یہ ہے کہ غرور اس عقد میں ہو جسکا نفع دافع کی طرف راجع ہو چنانچہ ودیعت اور اجارہ پھر اگر دونوں تلف ہوئے پھر مشتری غیر نکلے تین دافع سے بھرے جسقدر اسنے تاوان دیا ہم دافع شامل ہے بائع اور مشتری اور مودع اور ہر جو اسکے سوا سکے کہ ودیعت رکھنے والا اپنے حفظ مال سے اور ہر جو اجرت سے نفع جاہا ہو ودیعت کی صورت یہ ہے کہ زید نے کوئی چیز خالد کے پاس امانت رکھی یہ ظاہر کرکے کہ یہ مال کا مالک ہوں پھر ودیعت ہلاک ہوئی خالد کے ہاتھ میں پھر وہ غیر کی ستحق نکلی تو مالک کو جائز ہے کہ خالد سے تاوان لے اور خالد کو اختیار ہے کہ زید سے بقدر ضمان بھر لے کیونکہ اسنے اسکو دھوکا دیا اسبات میں کہ ودیعت میری ملک ہے اور صورت اجارہ یہ ہے کہ مثلاً جانور اجارہ دیا یہ ظاہر کرکے کہ یہ میرا مملوک ہے پھر وہ ہلاک ہو گیا پھر مستحق غیر نکلا اور مالک نے اس سے تاوان لیا تو اسکو یہ ہے بقدر ضمان بھر لینا جائز ہے کذا فی الظہیریۃ ولا رجوع فی عاریۃ وہبۃ لکون النفع لنفسہ اور رجوع نہیں فریب دینے سے عاریت اور ہبہ میں کیونکہ قبضہ عاریت اور ہبہ میں اپنی ذات کے واسطے ہے یعنی جسنے عاریت اور ہبہ لیا اسکو اختیار ہے کہ مستعیر اور موہوب لہ کے پاس تلف ہو پھر وہ مستحق غیر نکلے اور مستعیر اور موہوب لہ سے مالک تاوان لے تو دونوں میں سے کسی سے رجوع نہیں کر سکتے کیونکہ مستعار اور موہوب لہ کا نفع اور مستعیر اور موہوب کی طرف راجع ہے تاویلہ یرجع المستعیر والواہب علی الثانیۃ ان یکون فی ضمن عقد معاوضۃ کما یعود عبدا او باقی فقد اشتہر ظہر حرا او ابن الغیر فجنی الغرور ان کان لا یرجع الا بعد العتق الی ہ یعنی غرور سے یہ ہے کہ غرور سماوضہ کے ضمن میں ہو جیسے غلام یا جانور خریدے کہ اسکو آزاد کرے یا مقرر بیچے اسکو یا جانور خریدے کہ اسکو جاتا ہوا کرے یا اسکا اون دے یا سیکھا ہوا پیشہ سکھا دے یا زید سے بھرلینا ہے غرور کا جیسے عبد ماذون کا ہونا یا باپ یعنی اذن دینے والا مستحق نکلا ہو اور اگر وہ غلام ہو تو اسکے آزاد ہونے کے بعد بھرلیں وھذا ان اضافہ الی جبایۃ اور یہ یعنی دھوکا دینے والے سے بھرلینا اسوقت ہے کہ جب اسنے اذن کی نسبت اپنی طرف کی ہو یعنی لوگوں سے کہا ہو کہ یہ غلام یا جانور میرا ہے اور اسکے ساتھ خرید او فروخت کا امر کیا ہو ومنہ لو بنی المشتری او استرد لہم استحقا رجع علی البائع بقیمۃ البناء او بنیۃ غرور عند سماوۃ کما یرجع بکل الثمن

مشتری مذکور میں عمارت بنائی یا لونڈی حرہ نہائی پھر گھر اور لونڈی غیر کی مستحق نکلی تو بائع سے عمارت اور ولد کی قیمت بھرے لہ بائع سے قیمت لینا عمارت کا ثابت ہو جبکہ عمارت بائع کو تسلیم کرے لیکن تسلیم ولد کو فقہائے ذکر نہیں کیا اگر آزاد کا حکم غلام اسپر دلالت کرتا ہے کہ وارث مشتری کو دلایا جاوے اور وہ آزاد ٹھہرے اور مشتری قیمت ولد کی لونڈی مالک کو دے اور بائع سے اُس قیمت کو بھرے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی ومنہ مایاتی فی باب الاستحقاق اشتری فاطمۃ بغلا ان ظھر ان زوجھا باعھا منہ وھی لا تعلم فولدت منہ اولادا ثم استحق الغلام فی ید ابیہ فاخذہ بالقیمۃ ثم استحق بعض الاولاد فی ید الاب فاخذہ بقیمتہ ثم استحق بعض الاولاد فی ید الاب فاخذہ بقیمتہ ثم استحق بعض الاولاد فی ید الاب فاخذہ بقیمتہ ثم مات الاب فان الاولاد یرجعون بقیمۃ الغلام علی ورثۃ الاب ولا یرجع ورثۃ الاب علی الاولاد بشیء لان الاب ضمن قیمۃ الغلام لھم فلا یرجعون بما ضمنوا لہ اھ

لہ یعنی مشتری کا حکم غلام کا ہوا

مین آویگا کہ ایک شخص نے کہا کہ مجھکو خرید کرے کہ مین غلام ہون مجھکو آزاد کہنے کے کہ مجھکو مین نے لہ یعنی اُسکے کہنے سے اُسے خرید کیا پھر وہ آزاد نکلا تو اگر بائع حاضر ہو قیمت مشتری لے لیوے اور نہ ہو تو فریب دینے والے پر کچھ نہین واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی سلمہ اللہ تعالیٰ کر در المختار کے نسخ میان مختلف ہین اکثر نسخون مین لان کراہ المشتری فاتا عبد الشتی اور بعضے نسخون مین ہون ہو بخلاف ارشتی چونکہ نسخہ ثانیہ صحیح تھا اور جو اُس کتاب کے بالکل استحقاق کے موافق لہذا مترجم نے اسکو اختیار کیا کیونکہ کتب فقہیہ مین مرجع ہو کر خرید کرنے مین جو ضمان جزیہ رہن کہنے مین واللہ اعلم الثالثۃ اذا کان المزوج یاکل الشرط کان زوجہ امۃ علی انہا حرۃ ثم استحقت رجع علی المخبر بقیمۃ الولد المستحق ویسجع احد الزوجین فیما اخذ من صاحبہ لانہ غرہ بسبب رقہ فکان کما لو غرہ اجنبی اھ یعنی جبکہ ایک شخص نے دوسرے شخص کا نکاح کر دیا ایک عورت سے اس شرط پر کہ وہ عورت آزاد ہی پھر وہ لونڈی ہی مستحق غیر کی نکلی تو مرد کو مہر کی قیمت مجنبہ سے بھرے اور یہ مسئلہ کتاب الدعوی کے آخر مین آویگا **فرع** مسئلہ لہ مشتری کا ھل ینتقل الرد بالتغریر الی الوارث استظھر المصنف لکل یغرمہ بان الحقوق الیہ ولا تورث قلت وفی حاشیۃ الاشباہ لابن المصنف وبہ افتی شیخنا العلامۃ علی المقدسی وفق مصر قلت قد قدمنا فی خیار الشرط معزیا للمزید کما انتقال کرتا ہی رد عیب فریب دینے والے کی طرف یعنی اگر عورت کو فریب دیا ہو تو اُسکا وارث اُسکو پھیر سکتا ہی یا نہین مصنف نے اپنے شرح مین عدم انتقال کو قوی کیا ہی بسبب تصریح بعض فقہا کے کہ حقوق مجردہ مورث نہین ہوتے حالانکہ یہ حق مجرد عن العوض ہی کیونکہ عبارت ہی فقط ارادہ اور مشیت سے مین کہتا ہون کہ شیخ صالح ابن مصنف کے حاشیہ اشباہ مین یون ہی کہ اسی پر انتقال کا فتوی دیا ہی ہمارے استاد علامہ علی مقدسی مصر نے مین کہتا ہون اور ہم اسکو پہلے ذکر کر چکے ہین خیار الشرط مین دُرر سے نقل کر کے لکن ذکر المصنف فی شرحہ منظومتہ الفقہیۃ ما یخالفہ وھو ان لہ ان یرد بالعیب فقط غنیۃ اینی فی کتابہ مصونۃ المفتی فی کتاب القرائض وایدہ بما فی بحث القول فی الملک من الاشباہ قبیل التاسع عشر ان الوارث یرد بالعیب فی بیع مورثہ بخلاف الوصی فتامل لیکن مصنف نے اپنی منظومہ فقیہ کی شرح مین جسکا تتمہ الاقوال نام ہی ذکر کیا ہو وہ جو اُسکے مخالف ہی اور مصنف مائل ہوا اُسکی طرف کہ رد بعیب سے مورث ہوتا ہی خیار العیب کے مانند اور مصنف سے اُسکے بعینہ شیخ صالح نے اپنی کتاب مصونۃ المفتی مین کتاب الفرائض کے مانند مورث ہونے کو نقل کیا ہی اور اُسکی تائید کی ہی اشباہ کے اُس قول کی بحث سے جو قاعدۃ اسوکے قبیل واقع ہو کہ وارث رد بعیب کرتا ہی بسبب عیب بیع کے اور مورث تصرف کرتا ہی بخلاف وصی کے کہ وہ مشتری نہین ہوتا بسبب عدم ملک کے سو اسکو تامل کرو حق تائید یہ ہی کہ وارث کا مشتری ہونا بعد ہی کہ خیار المورث ہو یعنی وارث مشتری ہو اور مورث بائع ہو اسکے دعوی سے وقد متنا عن الخانیۃ انہ متی ما بین ما یعرف بالعیان تقوم الزوائد فتکون لہ اور نہ عدم دعوی کرنا ہی

باب خیار الشرط مین نمایہ ہے کہ جب کسی نے مشاہدہ کی وہ چیز جو معلوم ہو جاتی ہی مشاہدہ کرنے سے تو خیارہ نہیں ساقط ہو جاتا ہی مگر کہ

فصل فی التصرف المبیع والنقد قبل القبض للمشتری الزیادۃ والطحو انما تامل الدیون فیصل قبضہ تحرف کہ قبض قبل قبضہ کرنے کے اور زیادہ اور کم کہ شدہ دونون مین اور دیون کی مدت مقرر کرنے مین صح بیع عقار لا یخشی ھلاکہ قبل قبضہ مرتع سرم الغرر لندرۃ ھلاک العقار حقیقۃ او کان مبنیا علی شاطئ نحوہ کان کمنقول قبل القبض فاسدا فی بیع عقار کی یعنی اس مال غیر منقول کی جسکے تلف ہونے کا خوف نہین قبل بات کے کہ اُسکے بائع سے لیکر اپر قبضہ کیا صحیح ہی بیع بسبب خلو انفساخ عقد کے بر تقدیر ہلاکی کیونکہ ہلاکی عقار نادر الوجود ہی تو اگر عقار بالاخانہ ہو یا زمین ہو دریا کے نمدے پر محل السقوط اور اندیشہ کے چنانچہ خوف ہو زمین یا گھر کے چھپکلی یا تبہ سے تو اُسوقت مین غیر منقول منقول کے ہو گا عدم صحت بیع مین تو اُسکی بیع بالاتفاق قبل قبض کے صحیح نہین ہم امام شافعی اور مجمع کے نزدیک بیع عقار کی قبل قبض کے جائز نہین کیونکہ حدیث شریف مین غیر منقول کی بیع سے نہی وارد ہوئی ہم کہتے ہین کہ یہ تقدیر ہلاکی سبب کے انفساخ بیع محتمل ہی اور ہلاکی عقار کا نادر ہی اور نادر کا کچھ اعتبار نہین نسخ انعقاد

ہو کہ مصنف نے تعمیم بیع کی نہ بنایا؛ اور لازم اسواسطے کہ تفاذ احد لازم ہے نقد ثمن یا رضای بائع پر موقوف ہیں تو بائع کو قبل اسکے ابطال بیع حاصل ہو طحطاوی نے کہا کہ قولہ بائعہ قبض سے متعلق ہو بیع سے کنایۃ و اجارہ و ہبہ منقول قبل قبضہ ولو من بائعہ کما سیجیء جیسے باتفاق صحیح نہیں کتابت غلام کی اور اجارہ زمین کا اور بیع منقول کی قبل اسکے قبض ہونے کے اگرچہ بیع غیر مقبوض کی اسکے بائع سے ہو چنانچہ عنقریب متن میں آویگا کذا فی الطحطاوی بخلاف عتقہ وتدبیرہ وهبته والتصدق به وقراضه ورهنه واعارته من غير بائعه فانه صحيح على قول محمد وهو الاصح بخلاف آزاد کرنے منقول کے قبضہ کرنے سے پہلے اور اسکے مدبر کرنے اور اسکے ہبہ اور تصدق کرنے اور قرض دینے اور رہن رکھنے اور عاریت دینے کے دوسرے شخص کو اسکے بائع کے سوا کہ وہ صحیح ہو محمد کے قول پر اور یہی اصح ہو ہم یعنی اگر منقول غیر بیکیا اور ہنوز اسپر قبضہ نہیں کیا تو اسکا عتق اور تدبیر اور ہبہ اور تصدق اور اقراض اور رہن اور اعارہ محمد کے قول پر صحیح ہو خلافاً لابی یوسف وجہ قول محمد یہ ہو کہ یہ تصرفات جائز نہیں مگر بعد قبض کے اور غیر بائع مشتری کا نائب ہو سکتا ہو قبض میں تو قبضہ ماموربہ کا قبضہ مشتری ہوگا اول بطریق نیابت کے پھر بالاصالت اپنی ذات کے واسطے قابض ہوگا تعلیک سے بخلاف بیع کہ وہ مفید ملک نہیں قبل قبض کے اور تملیک بیع قبل قبض کے فاسد ہو اور غیر بائع کی قید اسواسطے لگائی تا معلوم ہو کہ ہبہ وغیرہ تصرفات بائع سے بطریق اولی صحیح ہیں کذا فی الطحطاوی ولا اصل ان کل خروج ملك بعقد ينفسخ بهلاكه قبل قبضه فالمقروض فيه غير جائزه ملا فجائز عينی اور صحت تصرفات مذکورہ کا قاعدہ کلیہ یہ ہو کہ جو عوض کہ ملک ہو بسبب ایسے عقد کے جو فسخ پذیر ہو یا اسکی عوض سے قبل اسکے قبض ہونے کے چنانچہ مبیع اور اجرت بشرطیکہ عین ہو نہ نقد تو اسمیں تصرف قبل القبض جائز ہیں اور جو عقد کہ فاسخ ہو ملک کی عوض سے چنانچہ مہر اور عتق بعوض مال تو اسمیں تصرف کرنا قبل قبض کے جائز ہو کذا فی العینی والمنقول لو وهبه من البائع قبل قبضه فقبله البائع انتقض الجميع ولو باعه قبله منه لم يعد هذا البيع ولم ينتقض البيع الاول لان الهبة جائز عن الاقالة بخلاف بيعه قبله فانه باطل طلاقا جوهره قلت فالمواهبة فسخ بيع المنقول قبل قبضه لانتي ونقل الصحة يحتاج فتامل بر اور مبیع منقول اگر ہبہ کیا بائع کو قبل اسکے مقبوض ہونے کے سو بائع نے اسکو قبول کیا تو بیع ٹوٹ جائیگی اور اگر منقول کی بیع کی بائع سے تو یہ بیع ثانی صحیح نہیں اور بیع اول نہ ٹوٹیگی اسواسطے کہ یہ مجاز ہو اقالے سے یعنی اقالی کو ہبہ بولنا بطریق مجاز کے جائز ہو کیونکہ اقالہ بغیر لفظ اقالہ کے بھی صحیح ہو بخلاف بیع منقول قبل القبض کے کہ وہ باطل ہو مطلقاً خواہ بائع سے ہو یا غیر بائع سے کذا فی الجوہرہ میں اور رملی اسے الرحمن میں ہو کہ بیع منقول قبل القبض کے باطل ہو اتفاقی اور نفی صحت باطل اور فاسد دونوں کو محتمل ہو عرف میں بیع منقول کی قبل قبض کے بقول صاحب جوہرہ باطل ہو اور بقول صاحب فاسد اور مصنف نے اسکو غیر صحیح کہا تو باطل اور صحیح اسمیں دونوں محتمل ہیں کیونکہ باطل کو بھی غیر صحیح کہتے ہیں اور فاسد کو بھی طحطاوی نے کہا فاسد ہونا اس بیع کا ظاہر ہو اسواسطے کہ بیع کے دو رکن یعنی ایجاب و قبول ثابت ہیں تو فساد آیا دوسری جہت سے یعنی خلل انضباط عقد اور صورت اسکی بیع قبل الطلاق باطل کا فاسد پر کثرت ہو اشتری مكيلا بشرط الكيل حرم اي كره تحريما بيعه واكله حتى يكيله وقد شرحوه بفساده بانه كما لا يقال ان الكل حرام لعدم التلازم كما بسطه الكمال بكونه اكل ملكه فريد کیا مکیل کو بشرط کیل کے تو حرام ہو یعنی مکروہ تحریمی ہو اسکا بیچنا اور کھانا اور فقیہ اسکو بتاتے ہیں اور اسپر علما نے اسکے فساد بیع کی تصریح کی ہو اور اسکی کہ اسکے کھانے والے کو حرام خوری نہ کہیں گے بسبب عدم تلازم کے یعنی فساد کو حرمت لازم نہیں چنانچہ کمال الدین نے اسکو شرح ہدایہ کے علاوہ حرام خوری اسواسطے نہ کہیں گے کہ وہ اپنی مملوک چیز کا کھانے والا ہو یہ لاہی مکروہ گناہ ہو گا کیونکہ اسنے کیل کرنے کے حکم کو ترک کیا کذا فی الفتح ابن ماجہ نے جابر سے روایت کی نہی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عن بيع الطعام حتى يجري فيه الصاعان صاع البائع وصاع المشتري یعنی حضرت نے طعام کی بیع سے منع فرمایا تا وقتیکہ اسمیں دو صاع جاری نہوں ایک صاع بائع کا اور دوسرا صاع مشتری کا اور اس مضمون کو احمد اور بزار اور عبد الرزاق اور ابن ابی شیبہ نے بھی روایت کیا ہو اگرچہ اس حدیث میں ضعف ہو لیکن بسبب کثرت طرق اور تعدد اسناد کے وجوب العمل اور حجت ہو کذا فی فتح القدیر اور عدم جہالت کی علت فقہی کو شارح لہ اسکے بیان کرنیکا دمثله المولد والمعدة ويشترط الوزن والكيل تحمل الزيادة وهي بيع الصبرة اور مکیل کے مانند ہو موزون اور معدود فرید کرنا بشرط وزن اور شمار کے بسبب احتمال زیادتی کے اور حالانکہ زیادتی بائع کا حق ہو ہم یعنی جب مکیل اور موزون اور معدود کو خریدنا بشرط

کیل اور وزن اور شمار کے ساتھ ان میں تصرف کرنا قبضہ کرنے کے بعد بدون ناپنے اور تولنے اور شمار کرنے کے جائز نہیں کذا شاید زیادہ ہونا بائع نے کہا کہ چیز دس ہی قفیز ہے سو اس کو شمار کر واقع میں زیادہ ہو تو وہ بائع کا مال ہے مگر اگر مشتری کو ناپنا اور تولنا اور شمار کرنا واجب ہوا تھا جیسے کہ مال میں تصرف کرنا لازم آوے اور وہ ناپنا اور تولنا اور شمار کرنا یہ اگر دس کم ہو شرط سے تو مشتری کو اختیار فسخ کا ہے اور اگر دس سے عدد زیادہ ہے تو مشتری کو اختیار ہے اگر چاہے تو اس زیادتی کو بھی لے لے بخلاف مجازفہ کے کہ بالکل للمشتری غلہ ہے کیل اور وزن کے ساتھ بیچا اور عدد کے ساتھ بیچا بالکل کے یا وزن اور شمار کے چنانچہ ایک ڈھیر گیہوں کا خرید کیا تو اسکا تولنا اور ناپنا لازم نہیں اسواسطے کہ وہ بالکل مشتری کا مال ہے تو اسمیں احتمال زیادتی کا نہیں و قید بقولہ غیر الدراھم والدنانیر لجواز التصرف فیھما بعد القبض قبل الوزن کبیع التعاطی فانہ لا یختار فی الصرفیات اور وزن المشتری بناء علی انہ صار بیعا بالقبض بعد الوزن وقیدہ بعلیہ الفتوی خلاصہ اور مصنف نے موزون میں غیر دراہم اور دنانیر کی قید لگائی اسلیے کہ ان میں تصرف کرنا دراہم اور دنانیر میں قبض قبل وزن کرنے کے مانند بیع التعاطی کے اسواسطے کہ موزونات میں دوبارہ مشتری کو وزن کرنیکی حاجت نہیں کیونکہ قبض بعد الوزن بیع ہو گیا کذا فی القنیہ اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الغرر اور حاصل خلاصہ یہ ہے کہ بیع موزونات میں دو صورت ہیں ایک صورت میں مشتری کو دوسری بار وزن کرنیکی شرط نہیں ہے اور وہ دراہم و دنانیر کے علاوہ ہیں اسواسطے کہ اگلی مقدار تعریف میں غالباً تفاوت نہیں ہوتا اور دوسرے بیع التعاطی میں تو جب مشتری نے دراہم دیدیے اور بائع نے مقدار معلوم کو کیل یا وزن کر دیا تو بیع منعقد ہو گئی بطریق تعاطی کے کذا فی الطحطاوی و لکن کیلہ من لیاتع بحضرتہ ای المشتری بعد البیع لا قبلہ صلاۃ و جدۃ بغیبتہ فلو کیل بحضرۃ رجل فشراہ فباعہ قبل کیلہ یجوز وان اکتال الثانی لعدم کیل الاول لم یکن قابضا فتح اور کفایت کرتا ہو بائع کا کیل کرنا یعنی ناپنا مشتری کے سامنے بعد انعقاد بیع کے نہ قبل بیع کے مطلقاً خواہ اسکے سامنے کیل ہوا ہو یا پیٹھ پیچھے یا بعد بیع کے مشتری کے پیچھے تو اگر کیل ہوا غیبت مرد کے سامنے پھر اسکو بشرط کیل خرید کیا پھر اسکو بشرط کیل بیچا قبل اسکے کیل کرنے کے تو جائز نہیں اگرچہ مشتری ثانی نے اسکو کیل کر لیا جو اسواسطے کہ عدم کیل مشتری اول کے تو وہ قابض ہی نہیں کذا فی الفتح تو اسکی بیع غیر مقبوض کی بیع ہوئی ہم حضور مشتری میں کیل بائع اسواسطے کافی ہوا کہ سبب معلوم ہو گئی کیل واحد سے اور تسلیم ثابت ہو چکی اور قبل بیع کے کیل کرنا اسواسطے کافی نہ ہوا کہ سوقت بائع اور مشتری کا اطلاع دونوں پر صحیح نہیں تو کان للکیل والوزن ثمنا جاز التصرف فیہ قبل کیلہ و وزنہ لجوازہ قبل القبض فقبل الکیل الخ اور اگر کیل اور موزون ثمن ہو تو جائز ہوا اسمیں تصرف قبل اسکے کیل اور وزن کے بسبب اتصرف ثمن کے کہ قبل قبض کے تو قبل کیل کے تصرف بطریق اولی جائز ہے یعنی کیل اور وزن متاع قبض سے پہلے جیسے کہ ثمن میں تصرف قبل قبض کے جائز ہوا تو قبل تمام بطریق اولی جائز ہوگا لا یحل المذروع قبل ذرعہ وان اشتراہ بشرط الا انہ افرد لکل ذراع ثمنا فحینئذ یجوز فیہ ما ذکر کموزون والاصل ما مر مرارا ان الذرع وصف لا قدر فیکون کلہ للمشتری الا اذا کان مقصودا واستثنی ابن الکمال من الموزونات ما یدرہ البعض کالجوز الخ فافہم فیہ وصف حرام میں بیع نہ روع قبل از پیمائش گرا گرچہ اسکو بشرط کیل پیمائش خرید کیا ہو مگر جبکہ جدا جدا ہر گز کا ثمن مقرر کیا ہو تو اب روع بیع وغیرہ کی صورت میں موزنات کی مانند ہو گیا اور ذراع بیدستہ کا وہی ہے جو چند بار مذکور ہو گیا اگر وصف ہے نہ مقدار تو قبل از روع مشتری کا ہو چکا مگر جبکہ گز مقصود بالذات ہو جاوے یعنی ہر گز کا جدا ثمن مقرر کرنے سے اور اس سے موزونات کی مثل ہو گیا جسکو بعض یعنی اگر کسی سے خریدا ہو اسواسطے کہ اسمیں وزن میں وزن مقدار نہ رہا وصف ہو گیا ہم مقرر نہیں موزون جیسا کہ لمبے وغیرہ کا برتن قطع سے لائق استعمال کے منہیں ہوتا تو سوقت میں موزون میں تصرف کرنا قبل اسکے وزن کے جائز ہے اگرچہ بشرط وزن خرید کیا ہو بنا اس پر کہ اسکو وزن کی بحث میں شارح نے ذکر کر دیا کذا فی الطحطاوی وجاز التصرف فی الثمن بھبۃ وبیع واجارۃ ونحوھا لو عینا ای مشارا الیہ لو دینا فالتصرف فیہ کالمبیع علی الاصح بعوض لا بجوز من غیر ابراء بعد ملک قبل قبضہ اور قبضہ کرنے سے پہلے ثمن میں تصرف کرنا جائز ہے بطریق ہبہ یا بیع کے الا بطریق ابراء کلیہ ثمن سے یعنی اسکی طرف اشارہ ہو سکتا ہے متاع ہو یا نقد اور اگر ثمن میں تصرف اسکی تبدیلی کا ہے دیون کو اگرچہ تبدیلی بعوض ہو جیسے کہ مدیون کے کوئی چیز خرید کر عوض ثمن کے جو دین ذمہ زید کا ہے دین جائز نہیں غیر مدیون سے کذا فی البدائع اور بدون تعیین کے کیل و وزن کے بھی جائز نہیں اگرچہ مبیع میں جائز ہو کذا فی الغرر اور بدون قبض ک

ینبغی جائز ہے ہم عبداللہ بن عمر نے کہا کہ ہم اونٹ بقیع میں بیچتے تھے تو درہم کی جگہ دینار اور دینار کی جگہ درہم لیتے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسکو جائز رکھتے تھے کذا فی الفتح و کذا الحکم فی کل دین قبل قبضہ کھمر واجرۃ وضمان متلف وبدل خلع وعتق بمال وموروث وموصٰی بہ والحاصل جواز التصرف فی الثمن والمثمن کلما قبل تبعیضاً یعنی سوائے صرف وسلم فلا یجوز اخذ محلا جنسہ لفقدان شرطہ اور یہی حکم ہے ہر دین میں قبل اسکے مقبوض ہونے کے جیسا کہ مہر اور اجرت اور تلف کی چیز کا تاوان اور بدل خلع اور مال کا اور ارث اور وصیت کے چیز خلاصہ یہ ہے کہ تمام اثمان اور دیون میں قبل انکے مقبوض ہونے کے تصرف کرنا جائز ہے کذا فی العینی سوائے صرف اور سلم کے کہ انمیں خلاف جنس ثمن لینا جائز نہیں بسبب فوت ہونے اسکی شرط کے یعنی شرط صحت صرف وسلم قبض ثمن ہے تو قبل اسکے تصرف کرنا جائز نہیں درھم الزیادۃ فیہ ولو من غیر جنسہ فی المجلس او بعدہ مالم یتفرقا وعادت خلافہ لفقدان ملک او من اجنبی اور مبیع پر زیادہ کرنا ثمن میں اگرچہ زیادتی اسکے خلاف جنس میں زیادتی محلس عقد میں ہو یا بعد اسکے مشتری کی طرف سے زیادتی ہو یا اسکے دارث سے کذا فی الظہیریہ یہ کہ کوئی زیادتی اجنبی کی طرف سے ہو ہم اگر اجنبی کی زیادتی باطل ہو تو مشتری واجب ہو نہ اجنبی پر اگر اسکے بلا امر ہو تو اگر مشتری نے قبول کر لی تو اسپر لازم ہو ورنہ باطل ہو اور اگر اجنبی نے زیادہ کرنے کے وقت مشتری کی طرف سے ذمہ کر لیا اپنے مال سے کالاطمار کیا پھر اگر یہ بائع مشتری تھا تو اجنبی مشتری سے بھیرلے اور مشتری بائع سے کذا فی الطحطاوی عن البحر ان فی غیر صرف وقبل القبض والمجلس او بعدہ بطلت خلاصۃ زیادتی ثمن کی صحیح ہے اگر غیر صرف میں ہو اور بائع اسکو زیادتی کی مجلس میں قبول کر لے اور اگر مجلس کے بعد قبول کریگا تو زیادتی باطل ہو جائیگی کذا فی الظہیریہ خلاصہ صرف میں زیادتی اور کمی ثمن کی صحیح ہے اگر غیر صرف میں ہو اور بائع اسکو زیادتی کی مجلس میں قبول کر لے اور اگر مجلس کے بعد قبول کریگا تو زیادتی باطل ہو جائیگی کذا فی الظہیریہ خلاصہ صرف میں زیادتی اور کمی ثمن کی جائز نہیں کیونکہ یہ سودا دو سودا میں ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر ان فی غیر صرف وقبل القبض والمجلس او بعدہ بطلت خلاصۃ زیادۃ

بائع کو اسکا دینا لازم ہو بشرطیکہ زیادتی مسلم فیہ میں ہو کذا فی الزیلعی اور مشتری اسکو قبول کرے ہم زیلعی نے کہا مسلم فیہ میں زیادہ کرنا صحیح نہیں کیونکہ وہ فی الحقیقت سودا جدید ہے اسکو تو موجود فرض کیا ہم نے سلم الیہ کے رفع حاجت کے واسطے اور مسلم فیہ میں زیادہ کرنا اسکی حاجت کا واقع نہیں بلکہ رجوع مزید حاجت ہے لہذا اجائز نہیں وفی الحقائق ایضا بالعقد فلو ھلکت الزیادۃ قبل قبض سقط حصتھا من الثمن اور سبب کی زیادتی بھی مثل زیادت ثمن اصل عقد سے ملحق ہے تو اگر مبیع کی زیادتی ہلاک ہو گئی قبل قبض کے تو اسکا حصہ ثمن سے ساقط ہو گا مثلاً تہائی کو چھ سیر خرید لی اور بائع نے بعد عقد کے تین سیر اور زیادہ کر دی پھر تین سیر تلف ہو گئے قبل قبض کے تو مشتری کو دو ثلث لازم ہو گا ایک ثلث ساقط ہو جائیگا ولذا لو زاد فی الثمن عرضا فھلک قبل تسلیمہ للمبیع سقط بقدرہ العقد بقدرہ قبضہ اور اسیطرح اگر مشتری نے ثمن میں اسباب زیادہ کر دیا پھر وہ تلف ہو گیا قبل تسلیم کے تو عقد منفسخ ہو گا بقدر اسباب کے کذا فی الغیثیہ ہم مثلاً ایک چیز سو درم کو خرید کی اور بعد القاء الثمن البدلین مشتری نے ثمن میں ایک کتاب زیادہ کر دی حسبکی قیمت پچاس درم تھے پھر کتاب ضائع ہو گئی قبل تسلیم کے تو مبیع کی ایک تہائی میں بیع فسخ ہو گی کذا فی النہر یعنی ہو سکتا ہے کہ پچاس درہم کی تہائی ہے مطلوبی نے کہا چونکہ مبیع قائم ہے تو اسکا مقتضی یہ ہے کہ مشتری کتاب کی قیمت کا ضامن دے واللہ تعالیٰ اعلم ولا یشترط للزیادۃ ھنا قیام المبیع فقط بعد ھلاک الزیادۃ فی الثمن کما مر اور شرط نہیں ہے ثمن میں زیادتی کے یعنی زیادت مبیع میں قیام مبیع کا شرط نہیں ہے زیادہ کرنا صحیح ہو بعد ہلاک کے بخلاف ثمن کی زیادتی کے کہ اسمیں قیام مبیع شرط ہے جیسا غصب کو ہو چکا وھو الحط من المبیع دینا وان عینا لا یصح لانہ اسقاط واسقاط العین لا یصح لتحلل الدین فیرجع بما دفع فی براءۃ الاسقاط لا فی براءۃ الاستیفاء اتفاقا اور صحیح ہے حکم کر دینا مبیع سے اگر مبیع دین ہو اور اگر مبیع عین شارٹیہ ہو تو کم کرنا صحیح نہیں اسواسطے کہ کم کرنا اسقاط ہے اور اسقاط عین کا صحیح نہیں بخلاف دین کے کذا فی اسکا اسقاط صحیح ہے تو پھیرے جو اسنے دیا تھا برات اسقاط میں برات استیفا میں بالاتفاق ہم محیط میں ہے کہ تین آدمیوں نے ایک چیز خریدی پھر بائع سے مشتری نے چہارم کو ساقط کر دیئے قبل قبض کرنے کے تو جائز نہیں اسواسطے کہ کیونکر عین میں عینی متعین بدلین ہو جاتا ہے حالانکہ اسقاط عین صحیح نہیں اور اگر گیہوں کے ڈھیر سے ایک پیمانے کو خرید کیا پھر چہارم ساقط کیا قبل قبض کے تو جائز ہے اسواسطے کہ گیہوں یہاں دین ہیں اور اسقاط دین صحیح ہے انتہی برات اسقاط کی مثال یہ ہے کہ مشتری کہے بائع سے کہ میں نے تجکو بری الذمہ بطریق برات اسقاط کے کیا اور برات استیفا کی مثال یہ کہ میں نے تجکو بری الذمہ کیا بطریق برات استیفا اور بعض کے کذا فی الطحطاوی ولو اطلقا فقولان اور اگر برات کو مطلق کہا بلا قید اسقاط یا استیفا کے تو اسمیں دو قول ہیں یعنی جواز رجوع اور عدم رجوع میں اختلاف ہے دائما کالابراء المضاف الی القبض فصحیح ولو بھبۃ وحط فیرجح المشتری بما دفع علی ما ذکرہ الرحبی فیتأمل عند الفتوی بحر اور وہ ابراء جو شئی کبیر کی طرف مضاف ہو وہ تو صحیح ہے اگر چہ ابراء بطریق ہبہ یا بحر دینے ثمن کے ہو تو مشتری پھیرلے جو اسنے ثمن دیا تھا بموجب رحبی کے قول کے تو مفتی کو تامل کرنا چاہیے فتوی دینے کے وقت کذا فی البحر ہم یعنی شیخ الاسلام کے نزدیک ابراء میں تفصیل ہے کہ برات اسقاط میں رجوع ہے نہ برات استیفا میں اور رحبی کے نزدیک ابراء ثمن بعد استیفا اور قبض کے صحیح ہے تو بائع پر رد ثمن بعد قبض واجب ہے اور جب برات استیفا میں رجوع جائز ہوا تو برات اسقاط میں بطریق اولی جائز ہو گا اور جب اسمیں اختلاف ہوا تو مفتی پر تامل کر کے فتوی دینا لازم ہوا شارح نے جو سابقہ بالمتین میں رجوع کر نا برات اسقاط میں اور عدم رجوع برات استیفا میں بالاتفاق عما نقل کیا ہے سو خلاف واقع ہے کذا فی الطحطاوی وقال فی النھر ھذا سب للاطلاق نہر اتفاق میں کہا اور وہ یعنی رحبی کا قول ابراء کے مناسب ہے وفی البزازیۃ باعہ عن ثمن بعینہ ثم ابرأہ عنہ کذا لا یصح ولو علی ان یحط منہ شیئا کذا جاز الحط والحاصل العقد دون البینۃ اور بزازیہ میں ہے بیع کی اس شرط پر کہ مشتری کو ثمن سے اسقدر بیہ کرے تو صحیح نہیں اور اگر اس شرط پر بیع کی کہ ثمن سے اسقدر کم کرے تو بیع صحیح ہے لیکن حط ہونے اسقاط کے اصل عقد سے سو ہبہ کے یعنی بیہ اصل عقد سے لاحق نہیں ہو والاستحقاق الباقی ومشتراہ وشفیعہ یتعلق بما وقع علیہ العقد یتعلق الزیادۃ لتعلقہ بجمیع المشفوع بالکل واستحقاق بائع اور مشتری کا اور شفیع کا اس سے متعلق ہونا ہے جس پر عقد واقع ہوا اور زیادتی سے بھی متعلق ہو گا اگر عیب بغیر سے بیع پھر جاوے تو مشتری سب پھیرے یعنی حط اور زیادت بھی بیع سے متعلق ہو گا تو بائع کو حصہ مبیع کا اختیار ہو گا اور اگر مبیع کسی عیر بملک تو مشتری بائع سے ثمن مع زیادت پھیرلے اور شفیع سب مبیع کو ثمن قسمہ لے تو اس لئے کہ ساقط ہے جسکو بائع نے مبیع پر زیادہ کر دیا بعد عقد کے کذا فی الطحطاوی ولو مات احد الاثنین قبل القبض تولد لازم ہو تو حصہ میت بورثہ کی طرف پھیرا جاوے گا اور یہ قسم

دین ہو جو گردن پر ہو جب ہو بسبب ہلاک کے کذا فی الطحطاوی عن البحر قہستانی منہ اقول مگر یہ قید کی صحیح ہو جبکہ ثمن مبیع ہو یا اسوا سے اسکے اسواسطے کہ ثمن دین کو ساقط کرنا جائز ہو تو تاخیر بطریق اولی جائز ہوگی بشرطیکہ قبول مدیون اور جدید دین مدت کو قبول کرے تو دین حال بمعنی بلا مدت باقی رہیگا اور خانیہ میں ہے اگر مدیون نے کہا کہ میں مدت کو باطل کرتا ہوں اسکو کچھ اثر نہ ہوگا یعنی وہ حال ہو جائیگا اور اگر مدیون بولا کہ میں مدت سے بری ہوں یا مجھکو اسکی کچھ حاجت نہیں تو یہ قول ابطال اجل ہوگا انتہی باقی النہر کذا فی السراج اقول اگر ہو بھی ابطال اجل ہوگا تو ہم اسکو تسلیم نہ کرینگے اور اگر مدیون بولا کہ میں مدت سے بری ہوں یا مجھکو اسکی کچھ حاجت نہیں تو یہ قول ابطال اجل ہوگا انتہی باقی النہر کذا فی السراج اقول اگر ہو بھی ابطال اجل ہوگا تو ہم اسکو تسلیم نہ کرینگے اور اگر مدیون بولا کہ میں مدت سے بری ہوں یا مجھکو اسکی کچھ حاجت نہیں تو یہ قول ابطال اجل ہوگا انتہی باقی النہر کذا فی السراج اقول اگر ہو بھی ابطال اجل ہوگا تو ہم اسکو تسلیم نہ کرینگے اور اگر مدیون بولا کہ میں مدت سے بری ہوں یا مجھکو اسکی کچھ حاجت نہیں تو یہ قول ابطال اجل ہوگا انتہی باقی النہر کذا فی السراج اقول اگر ہو بھی ابطال اجل ہوگا تو ہم اسکو تسلیم نہ کرینگے

بدل صرف و سلم و ثمن عند قالہ و بعدھا و ما اخذ بہ الشفیع و بالبیعۃ والسابع القرض گھر سات صورتوں میں اجل لازم نہیں چنانچہ شامی میں ہے اور اجل لازم نہیں ہوتا بدل صرف و سلم میں یعنی راس المال میں اور ثمن میں اقالہ کے وقت اور اسکے بعد اور ثمن میں جسکے عوض شفیع نے شفعہ کیا اور دین بیت میں اور ساقوں قرض میں مدت ہم بدل الوقف میں ہے اگر مشتری شفیع سے ثمن کی مدت مقرر کرے تو صحیح نہیں علامیہ میں ہے اگر مدیون مر گیا اور دین حال ہو گیا اور وارث نے اسکے وارث سے دین کی مدت مقرر کی تو صحیح نہیں نہر الفائق میں ہے کذا فی کلام بعض المتاخرین اقول مگر وہ مدت جو اجل صحیح نہیں یہ کہ صحیح غیر لازم ہو چنانچہ ظاہر الرؤیۃ ہے کیونکہ صاحب بحر نے مسائل مذکورہ کو قرض کے ساتھ ملحق کیا ہے فالملازم تاجیل قرض کی لازم نہیں وجہ اسکی یہ ہے کہ قرض باعتبار ابتدا کے اعارہ اور ہبہ ہے اور ہذا ما لفظ اعارہ صحیح ہے اور جو شے کا مالک نہیں قرض نہیں کا بھی مالک نہیں چنانچہ موسی ما وصی اور ولی اور مکاتب اور عبد ماذون پر جب علیت ثابت ہو تو اسکو اجل لازم نہیں کیونکہ موجر اگر اسکے عاریت کی مدت ٹھہرائی ہو تو پھیر لینا قبل مدت کے جائز ہے اور باعتبار انتہا کے قرض ہے مدیون ہے کیونکہ اسکو اجل لازم نہیں اور جب اجل صحیح نہیں کیونکہ لازم نہیں تو ہر وقت مطالبہ کر سکتا ہے اور یہ مقتضی فساد قرض ہے حالانکہ خلاف اجماع ہے انتہی علامہ قاسم نے کہا ہے کہ قرض میں اجل قرض صحیح غیر لازم ہے کذا فی الزیلعی وفی البزازیہ یعنی اگر قرض معینہ بھیجکر دے دیا ہو تو قرض مشترق نہیں فی الحال علامہ کہتا ہے کذا فی الدرایہ اذا کان مجہولا ۱۲ اجل قرض لازم نہیں مگر جدید رضا مدیون میں لازم ہے جدید دین مجہول ہو یعنی مستقرض انکار کرتا ہو جو صورت عدم شہادت ہم صورت اسکی یہ ہے کہ مستقرض مقرض سے کہتا ہو کہ میں تیرے قرض کا اقرار کرونگا بشرطیکہ تو اسکی کچھ مدت نہ مقرر کرے اصل مال سے کچھ کم کر دے یہ مقرض نے ایسا ہی کیا تو صحیح ہے تو ثابت لازم ہوگی کہ اسکا فی الحال مطالبہ نہیں کر سکتا یہ اس صورت میں ہے جبکہ اسنے پوشیدہ کہا ہو اور اگر علانیہ گواہوں کے روبرو یہ کہا تو مقرض الحال ہو جاوے گا کذا فی الطحطاوی وحکم ما لکی بلزوم مجہول اصل الدین عفلہ یا مالی مذبذب لزوم مدت کا کہ اسکا اعادہ یا ثابت ہونے اصل دین کے مالکی کہتے ہیں واحالہ علی اجر فاجلہ المقرض واحالہ علی مدیون مؤجل دینہ کان الحوالۃ مبرئۃ اگر مستقرض نے قرض کا حوالہ دوسرے شخص پر کیا تو مقرض محال علیہ کے ذمہ سے مجہول مدت مقرر کر دی یا مستقرض نے اپنے اس مدیون پر حوالہ کیا جسکا دین مؤجل ہے اسواسطے کہ حوالہ بری الذمہ کر دینے والا ہے مجہل کا مع حوالہ کی دونوں صورتوں میں حوالہ ایک کفیل جیسے سلم الیہ کی موت کی صورت میں دونوں صورتوں میں قرض مستقرض پر حال ہو جاتا ہے (التتارخانیہ) وبیاعھا نظر الاولی والاحری بتاجیل قرضہ الذی لہ علی زید سنۃ یصح فیلزم چوتھی صورت اگر قرض کا اجل قرض کی وصیت ہو یعنی ایک شخص نے وصیت کی کہ اسکے مال سے ہزار درم فلانے شخص کو قرض دیئے جائیں مال بھی مدت معینہ تک وصیت لازم ہوگی اسکے ثلث مال سے اور اسانی کیلئے سال کی مدت میں لہذا قول اور بھی کے یا ایک شخص نے اپنے قرض کی جو زید پر ہے سال بھر کی مدت ٹھہرائی کو بوقت کی تو صحیح ہے اور مدت لازم ہو جاوے الحاصل ان تاجیل الدین علی ثلثۃ اوجہ باطل فی البدل صرف و سلم و صحیح غیر لازم فی قرض واقالۃ و شفیعہ و وصیت لازم فافہم ذلک فانہ المستفاد لتعقیبہ فرائد الفکر باب الحجر یا باب القرض تاجیل باطل اور خلاصہ یہ کہ اجل دین کی تین طرح پر ہے بدل صرف و سلم میں تو اجل باطل ہے اور اجل صحیح غیر لازم ہے قرض اور اقالہ اور شفیع اور دین بیت مال میں اور اجل لازم ہے سوا ان چار موں مذکورہ کے اور صاحب بحر کی اس تقریر کو مصنف نے اپنی شرح میں ثابت رکھا ہے لیکن نہر الفائق میں اس پر قرار نہ کیا ہے کہ ملحقات قرض یعنی اقالہ اور شفیع اور دین بیت مال کی تاجیل باطل ہے ہم قول صاحب نہر کا سابق مفصلا مذکور ہو چکا قلت من جعل تاجیل القرض کالہ مؤجلا فیتاخر عن الاصیل الی الدین احد جزئی فخلسۃ فلحظ ط بمن کتاب الحجر اور خلاصہ یہ ہے کہ اجل قرض کی ضمانت ہے قرض کی مدت ٹھہرانا قرض کا اصل سے ضمناً ساقط ہو جانیکا اسواسطے کہ دین ہر ایک کذا فی البحر والنہر تو یہ بالجزئیں صورت عدم جواز تاجیل قرض سے سمجھنی ہوئی اسکو یاد رکھنا چاہیے ص یعنی اگر زید نے شمعون خالد سے قرض لیا اور یا کہا ادائے قرض کی کچھ مدت مقرر ہو جاوے تو اسکا حاصل یہ ہوگا کہ زید محمود کو ضامن ہوئے اور محمود کو اسکا یا ایک مہینے کی مدت سے ضمانت کرنے تو ضمناً زید سے یہ مطالبہ ہٹ جائیگا لیکن نہر الفائق میں اس پر اعتراض کیا ہے کہ ابو یوسف کہتے ہیں کہ صورت ضمانت قرض ضامن سے ساقط ہو جاوے گا مگر مستقرض سے بالفعل مطالبہ ہو تو شاید یہ جواب کو وہ طریق کے مذہب پر مبنی ہو واللہ تعالی اعلم وفی جعل الاشباہ جملۃ

تاجیل دین المیت ان یقر الوارث بانہ حتم ما علی المیت فی حیاتہ مؤجلا الی کذا و یصدقہ الطالب لہ کان مؤجلا علیھما و یقر الطالب بان المیت لم یترک شیئا و لا کفیل لہ بالمبیع الدین وھذا علی ظاھر الروایۃ من ان الترکۃ اذا حل بموت المدیون لا یحل علی کفیل لہ اشباہ کباب المیت میں تاجیل دین میت، کا یہ حیلہ مذکور ہے کہ وہ وارث اقرار کرے کہ وہ یعنی وارث ضامن ہوا تھا میت کے دین کا اتنی مدت مقرر کرکے اور طالب اسکی تصدیق کرے کہ میت اور اسکے ضمین پر دین حال تھا اور طالب اقرار کرے کہ میت نے کچھ ترکہ نہیں چھوڑا اور اگر ترکہ ہوگا تو اُسکے بیچ ڈالنے کا اولاً دین کے واسطے وارث کو حکم ہوگا اور حیلہ ظاہر الروایۃ پر مبنی ہے کہ جب دین حال تھا اور طالب اقرار کرے کہ میت سے تو بیت کے ضمین پر حال ہی دین المال لازم ہوا ضمین پر متاخر مقرب مذکور ہو چکا کہ ضامن پر دین حال ہوجاتا ہے اگرچہ اصیل پر دین حال ہو المال واجب الادا ہو یا مدیون کی موت سے تو بیت کے ضمین پر حال لازم ہوا ضمین پر متاخر مقرب مذکور ہو چکا کہ ضامن پر دین حال ہوجاتا ہے اگرچہ اصیل پر دین حال ہو تو اُسکے واسطے فقط تصدیق ضامن کافی ہے علاوہ اسکے اگر طالب کی مراد ہو تو اس تکلف کی کچھ حاجت نہیں خلاف واقع ظاہر کرکے کذا فی الطحطاوی وقد مت سیجئ فی آخر الکتاب انہ لو عین مدۃ اداء قبل حلولہ لیس لہ من المرابحۃ الا بقدر ما مضی من الایام ھو جواب للمتاخرین من مشائخنا آخر کتاب بیع میں آویگا کہ اگر دین میدیون کی موت سے نی المال لازم الادا ہوا یا مدیون نے دین کو قبل اُسکی مدت کے آنے کے ادا کر دیا تو اُسکے واسطے منافع تجارت سے کچھ نہیں مگر بقدر ایام گذشتہ اور یہ جواب ہے متاخرین مشائخ کا یعنی جو کہا کہ جاری ہوا ہے مدیون اور دائن کی بیع میں تو یہ میں سے مدیون کچھ نہ پاویگا مگر بقدر ایام گذشتہ کذا فی الطحطاوی عن التقیۃ

فصل فی القرض یہ فصل ہے قرض کے بیان میں ھو لغۃ ما اعطیہ لتتقاضاہ قرض لغت عرب میں وہ چیز ہے جسکو تو دے تا اُسکا تو تقاضا کرے وھو خاص بالمثلی اور شرع میں قرض وہ مثلی سے اور تقاضا بھی عام ہے بعینہ ہو یا بمثلہ تو قرض لغوی عام ہے و شرعا ما اعطیہ من مثلی لتتقاضاہ وھو احص من جعلہ اور شرع میں قرض وہ ہے جسکو تو دے مثلی سے تا اُسکا تو تقاضا کرے اور یہ تعریف قرض کی مختصر ہے مصنف کی تعریف آئندہ سے صم طحطاوی نے کہا لیکن یہ تعریف آسپر بھی صادق آتی ہے جسمیں عین شے کا تقاضا ہو تا ہے بخلاف دیعت عقد مخصوص بلفظ القرض مخرج بہ دیعۃ و عاریۃ فھما لا یضمنان بالھلاک الا بتعد کما فی الدرر الجنس مثلی خرج القیمی کما فی الدرر مثلہ خرج بخلاف ودیعۃ ھبۃ قرض وہ عقد مخصوص ہے جو وارد ہوا مثلی کی دینے پر دوسرے شخص کو تا وہ شخص دیسا ہی مال پھیر دے شارح نے کہا عقد مخصوص بلفظ قرض ہوا مانند اُسکے بخلاف یوں کہنا کہ بچا تجھ کو تین درم دے تا میں بیچا تجھ سے اُسکا غلام بمثل اُسکی قید سے قیمت والی چیز نکل گئی اور بمثل کی قید سے مانند ودیعت اور پہنچ گئی صم ودیعت کے مانند عاریت پر کیونکہ ودیعت اور عاریت میں ہلاک عین ہونے سے ضمان نہیں ہوتا مثل اور ہبہ کے مانند صدقہ ہے کہ وہ دونوں میں رد عین ہونے سے ضمان نہیں ہوتا بخلاف وصحح اقرض فی عقارھا کلا ما یضمن بالمثل عند الاستھلاک اور صحیح ہے قرض مثلی میں مال مثلی وہ ہے جسکے تلف کر ڈالنے سے اُسیکے مانند اون و مناپے صم مال مثلی سوا قیمت والی چیز اور عددی متفارب چنانچہ انڈا اور اخروٹ آپس میں حیوانات اور ثیاب اور عددیات متفاوتہ میں قرض صحیح نہیں کذا فی العالمگیریۃ ظاہر اینت بخلاف اور خام عددی متفارب ہے بشرطیکہ قالب یکساں ہو لا فی غیرہ من القیمیات کحیوان و حطب و عقار وکل متفاوت لتعذر رد المثل قرض صحیح نہیں مثلی مال کے سوا قیمت والی چیز وں میں چنانچہ حیوان اور لکڑی اور زمین اور ہر متفاوت چیز بسبب تعذر رد مثل کے صم چونکہ شامیات کے سوا قیمیات میں پس نہ سکتا لہذا قرض اُنمیں صحیح نہ ہوا فتاوی عالمگیری میں ہے متفاوت چیزیں قرض صحیح نہیں چنانچہ حیوانات طبد و بقر اور لکڑی اور زمین اور جو اہر لیکن خیار اور دمہ اور باجرہ میں یا بالکل استقراض بطریق السلم کے کچھ ضائقہ نہیں واعلم ان المقبوض بقرض فاسد کمقبوض ببیع فاسد سواء فیھم الا ینتفع بہ لانعدام الملک ثبوت الملک جامع الفصولین اور درست کردہ چیز مقبوض بقرض فاسد ہے مع فاسد کے مقبوض کی بلا ریب ہے تو اُس سے فائدہ لینا حرام ہے لیکن اُسکا بیچ ڈالنا حرام نہیں بسبب ثابت ہونے ملک کے اذا فی جامع الفصولین وھو قرض فاسد جیسے گھر کا قرض لینا بلکہ سارا اعیان کا قرض فاسد ہے انتفاع اسواسطے حرام ہوا کہ شارع کی اسمیں اجازت نہیں ضی ہو جاوین کذا فی الطحطاوی فیصح استقراض الدراھم والدنانیر وکذا کل ما یکال او یوزن او یعد متقاربا فیصح استقراض جوز بیضۃ بیضۃ کاغذ عددا وکم وزنا مخروزنا وقحلا کما یجئ ترجمہ قرض صحیح ہے روپیہ اشرفی اور دانیر کا اور سیطرح ہر ایک اُس چیز کا جسمیں پیمانہ کرنا اور تولنا جاری ہے یا اُسکا شمار ہوتا ہے بشرطیکہ متقارب ہو پس قرض صحیح نہیں قرض لینا اخروٹ اور انڈے کا اور کاغذ کا خلاف کے اور گیہوں کا قول اصح میں کذا فی الجوہرۃ پیمانہ کا خلاف ہے استقراض عددی کا اور کوئی روایتی کو متعین نہیں کیا استقراض الفلوس

الرابحة والعدل الى فلس تعليمه مثلها كسدة ولا يعزم قيمتها ولكل كلما يكال ويوزن ويعامر انه معدود يعتله فلا عبرة بغلاته اور رخصة ذكره في المبسوط وغيره خلافا في جطه في الخزانة وغيرها قول الامام وعند الثاني عليه قيمتها يوم القبض وعند الثالث قيمتها آخر يوم رواجها وعليه الفتوى

ایک شخص نے فلوس مروجہ اور عدالی قرض لیے پھر ترک کردیا رواج جاتا رہا تو اس پر مثل اس کے غیر مروج فلوس لازم الادا ہیں اور وہ شخص ان کی قیمت کا تاوان نہ دے اور سیطیہ کیلئے اور روزنی چیز کے قرض کا حکم ہی اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ قرض میں ضمان بالمثل ہی تو کچھ اعتبار نہیں اس کی گرانی یا ارزانی کا سیوطی میں اسکو بلا ذکر خلاف مذکور کیا ہی اور زیلعی وغیرہ میں جو مثل کو امام اعظم کا قول ٹھہرایا ہی اور ابو یوسف کے نزدیک اس پر یوم القبض کی قیمت ہی اور محمد کے نزدیک رواج فلوس کے پچھلے دن کی قیمت اس پر لازم ہی اسی قول پر فتوی ہی وہم گرانی اور ارزانی کا اس وقت اعتبار نہیں جبکہ قرض لینا اور ادا کے قرض کرنا ایک ہی شہر میں ہو چنانچہ گنگوہ ہو گا عنایہ میں ہی کہ ظاہر الروایۃ جمع ہی عدالی کی اور سحر الرائق کے باب الصرف میں بنایہ سے منقول ہی عدالی بفتح عین مہملہ وتخفیف دال مہملہ ولام مکسورہ وہ دراہم ہیں جو حال کی طرف منسوب ہیں شاید عدالی باوشاہ کا نام ہو جسکی طرف دراہم منقوش ہیں کذا فی المغرب وفی الطحطاوی وقال الخلاف الا ان يستقرض طعاما بالعراق فاخذه وصاحبه بغير عينه بالعراق فيوفيه اقرضه هنا ان كان يعلم ان الطعام يوم يحل الاجل لا يوجد الا بالعراق او يعلم ان الطعام يوم يحل الاجل يوجد في كل مكان فعليه ان يوفيه حيث اقرضه وان كان لا يعلم ذلك فعليه ان يوفيه حيث استقرضه

مسئلہ فلوس کے متعلق ہی جسکا حاصل یہ ہی کہ جو شخص کسی کو فلوس رائجہ مطلقہ زید قرض لیا عراق میں جس مستقرض سے صاحب قرض نے لیا مکہ شریفہ میں تو ادا کرے قیمت طعام کی جو قیمت عراق میں اس کی ہو اس کے نزدیک اور ابو یوسف کے نزدیک وہ قیمت لازم ہی جو یوم قبض کی قیمت ہو اور محمد کے نزدیک آخر یوم رواجہا کی قیمت ہو اور فتوی اس پر ہی کہ مکہ میں کہ مستقرض کے ساتھ پھر جائے عراق کی طرف اور وہاں اس سے طعام لے اس مسئلہ میں قیمت عراق کی ہو قیمت مکہ کی معتبر کا حالانکہ وہاں نہیں کیا سو اگر دونوں قیمتوں کی برابر ہیں قیمت عراق کا لینا اعتبار ضرور نہیں اور اگر قیمت عراق کی زیادہ ہی تو بھی یہ حکم ہو گا بخلاف اس مسئلہ کے جو گذرا کہ قیمت مکان قرض کی لیوے جہاں قرض لیا ہی کذا فی البحر

بلد الطعام فيه قال فاخذه الطالب هقة فليس لرب الطعام ان يأخذ الطالب بشيء حتى يعطيه طعامه في البلد الذي منه

اور اگر اناج قرض لیا اس شہر میں جس میں اناج ارزان ہی پھر قرض دینے والے نے اس شہر میں قرض لینے والے سے ملاقات کی جس میں اناج گراں ہی اور طالب نے اپنے حق کا اسے مواخذہ کیا تو طالب کو قید کرنا مطلوب کا جائز نہیں اور مطلوب کو حکم ہو گا کہ اعتماد کرادے ضامن کرتا شخص مطلوب طالب کا اناج سستا جس شہر سے قرض لیا تھا استقرض شيئا من المكيل او الوزن فلم يقبضه حتى انقطع فانه يخير صاحب القرض على التاخير الى الحر يشء الا ان يترا ضيا على القيمة لعدم الوجوب بخلاف الفلوس التي مر وجه بخلاف الخانية قرض لیا کوئی سیوہ ناپ کر یا لینے سے یا تول کر اور قرض دار سے صاحب قرض کو اوا نہ کیا یہاں تک کہ سیوہ منقطع ہو گیا یعنی اسکی فصل جاتی رہی تو صاحب قرض پر جبر کیا جائیگا تاخیر قرض پر تازہ سیوہ پیدا ہونے تک مگر یہ کہ دونوں کی قیمت پر راضی ہو جاویں بسبب موجود ہونے بیچ کے بخلاف فلوس کے جبکہ انکا رواج جاتا رہا تو ادائی کی قیمت نہ لیا جائیگا کیونکہ فلوس غیر مروجہ نہیں پائے جاتے ہیں اور پورا ہیں اسکا خانیہ کے باب الصرف میں ہی وعليه للمستقرض القرض بنفس القبض عندهما اي الامام ومحمد خلافا لابي يوسف فله رد المثل ولو قيمتها خلافا لزفر على المعتمد

لفظ القرض وفي بعضها بنفس اعتماد لانه لا عادة له للملك الحال بحر اور یا اگر مر جاوے مستقرض قرض کا بموجب قبضہ کرنیکے امام اعظم اور محمد کے نزدیک خلاف ابو یوسف کے تو طرفین کے نزدیک وصول جائز ہی اگرچہ قرض موجود ہو بخلاف ابو یوسف کے انکے نزدیک قیام قرض کا وصول جائز نہیں ملتقی کے قول کی بنا قرض کے انعقاد پر بلفظ قرض یعنی بدون اسکے استہلاک کے اور اسمیں انعقاد اور عدم انعقاد دونوں قولوں کی تصحیح وارد ہی اور لائق ہی اعتماد کرنا انعقاد قرض پر بسبب اسکے سفید ہونے کو ملک کی مثل کذا فی البحر یعنی بموجب لفظ قرض اور قبض کے ملک عین فی الحال ثابت ہو جاتی ہی تو ثابت ہوا کہ استہلاک عین پر انعقاد موقوف نہیں فيجاز شراء المستقرض القرض لهم قائما من المقرض بدراهم مقبوضة ولو تقرقا قبل قبضهما يبطل لانه افتراق عن دين بدين فيحفظ تو جائز ہی مستقرض کو قرض کا خرید کرنا اگرچہ قرض قائم ہو خرید جائز ہی قرض سے بعوض دراہم مقبوضہ کے پھر اگر دونوں شخص متفرق ہوئے قبل قبض دراہم کے مذکورہ تو خرید باطل ہی کیونکہ یہ افتراق عن الدین ہی بالدین قبض کذا فی البزازیہ ہم خرید مستقرض افادہ

ملک پر متفرع ہو یعنی جبکہ مستقرض قرض کا مالک ہوا تو اسکے ذمہ پر ضمان ثابت ہوگیا تو اب اسکو اسکا خریدکرنا ثمن نقد جائز ہوا بحر الرائق میں ہو کہ بیع الدین بالدین جائز ہے بشرطیکہ بعد قبض بدلین افتراق ہو صرف میں یا بعد قبض احد البدلین افتراق ہو غیر صرف میں کذا فی الطحطاوی وا قرض صبیا مجنونا فاستهلك العین لا یضمن خلافا للثانی ولو اتلفا لو باعه او وهبه او تصدق به او اعتقه ضمنه المستقرض وقیمته یوم القبض لا یوم الاتلاف ولو باعه او وهبه او تصدق به او اعتقه ضمنه المستقرض وقیمته یوم القبض لا یوم الاتلاف اور اسیطرح خلاف ہو طرفین اور ابو یوسف کا اگر صغیر کے ہاتھ کوئی چیز بیچ کی یا اسکے پاس امانۃ رکھی اور اسنے تلف کردالی اور صغیر کے مانند بیہوش ہو ہم ابو یوسف کے نزدیک صغیر پر ضمان قرض ہو قنادی عالمگیری میں مبسوط سے منقول ہو کہ یہی قول صحیح ہو کذا فی الطحطاوی ولو کان المستقرض عبدا محجورا لا یؤاخذ به قبل العتق خلافا للثانی وهکذا لو دیعة مسلوحة ماذونه اور اگر قرض لینے والا عبد ممنوع التصرف ہو تو اس سے قرض کا مواخذہ نہیں اسکے آزاد ہونے سے پہلے بخلاف ابو یوسف کے اور قرض اور ودیعت حکم میں برابر ہیں کذا فی الخانیہ وفیها استقرض من آخر دراهم فاقام المقرض بها فقال المستقرض لقطتها فی ملکه فاقامها فاقام کل منهما البینة علی المستقرض وکان الدین والمسلم بخلاف الشراء والودیعة فان باعه لقطاء بعد ما ضاعت او القرض ان لم یعطه فاقام البینة لم تقبل بینته اور خانیہ میں ہو کہ ایک شخص نے دوسرے سے دراہم قرض مانگے سو مقرض نے اسکے پاس دراہم لا استقرض نے کہا کہ تو پانی میں ڈال دے اور اسنے دراہم پانی میں ڈال دیے محمد نے کہا کہ مستقرض پر کسی چیز کا مواخذہ نہیں اور یہی حکم دین مسلم کے رئیس المال کا ہو بخلاف خرید اور امانت کے کہ وہ یعنی مشتری اور صاحب ودیعت پانی میں ڈالنے سے قابض گنا جاویگا اور فرق دونوں صورتوں میں یہ ہو کہ مامور کے غیر کے دینے کا اختیار ہو پہلی صورت میں یعنی قرض اور دین اور راس المال میں دوسری صورت میں یعنی خرید اور ودیعت میں اور صاحب خانیہ یعنی قاضی خان نے اس قول کو روایت غریبہ ناد رہ کی طرف نسبت کیا ہم خرید سے مراد یہ ہو کہ بایع مبیع کو مشتری کے کہنے سے پانی میں ڈالدے اور ثمن متقوم کا پانی میں ڈالنا اور نہیں کذا فی الطحطاوی وفیها القرض لا یتعلق بالشرط الجائز من الشروط فالفاسد منها لا یبطله ولکنه یلغو شرط رد شیء آخر فلو استقرض الدراهم المکسورة علی ان یؤدی صحیحا کان باطلا وکذا لو اقرضه طعاما بشرط رده فی مکان آخر کان علیه مثل ما قبض اور خانیہ میں ہو کہ قرض متعلق نہیں ہوتا جائز شرط سے یعنی تعلیق بالشرط کو قرض قبول نہیں کرتا تو شرط فاسد قرض کو باطل نہیں کرتی ولیکن دوسری چیز کی شرط لغو ہو جاتی ہو تو اگر ٹوٹے ہوئے دراہم قرض لیے اس شرط پر کہ مستقرض صحیح اوزنات دراہم ادا کریگا تو یہ شرط باطل ہو اور اسیطرح اگر مقرض نے مستقرض کو آٹا قرض دیا اس شرط پر کہ اسکو دوسرے شہر میں لوٹادے اور واجب ہوگا مستقرض پر مانند مقبوض کے یعنی ٹوٹے ہوئے دراہم کا دینا اور اسیطرح اسی شہر میں آٹا کا دینا جہاں قرض لیا مجالس الفضولین میں ہو کہ قرض میں حمل المؤنة شرط نہیں اور قرض کا محل مستحق ہو کذا فی الطحطاوی فان قضاه بحر بالاشرط جاز ویجبر الدائن علی قبوله الا بحر وقیل لا بحر پھر اگر مستقرض نے نہایت کھری خصلت الی بدون شروط ہونے عمدگی کے تو جائز ہو اور صاحب دین پر زبردستی کیجائیگی کھری چیز کے قبول کرنے پر اور دوسرا قول یہ ہو کہ اسپر زبردستی نہیں کیجائیگی کذا فی البحر قول ثانی یعنی عدم جبر صحیح ہو جیسے ناقص ترکے کے قبول میں جبر نہیں کذا فی العالمگیریۃ اور اگر دین مؤجل تھا اور اسنے قبل حلول کے ادا کیا تو اسکے قبول میں جبر ہوگا شارح نے اسکا حکم بیان نہ کیا جبکہ مستقرض قرض سے زیادہ دے تو قنادی عالمگیری میں ہو کہ اگر ایسی زیادتی موجود دونوں میں جاری اور مروج ہو جیسا کہ ایک اگ یعنی بقدر چھ جو کے سو درم میں تو جائز ہو نہ ایک درم اور دو درم کی زیادتی اور نصف درم کے جواز اور عدم جواز میں دو قول ہیں اور اگر ایسی زیادتی ہو جو دونوں میں جاری اور مروج نہیں اور دونوں اسکو جانتا نہ ہو تو اسکو پھیر دینا چاہیے اور اگر دونوں زیادتی کو جانتا ہو تو اگر اس چیز کو بعینہ یعنی اسکا کا ٹا یا جدا کرا سکتا ہو تو جائز نہیں اور اگر درہم کا کاٹنا سفر ہو تو اگر تیسرے زیادت بدون توڑنے کے ممکن ہو ہر ہر اثمن میں کوئی خفیف الوزن درم بقدر زیادت موجود ہو تو جائز نہیں اور اگر تیسرے بدون توڑنے کے ممکن نہ ہو تو جائز ہے بطریق ہبہ کے انتہی ملخصا اور نبیین الحارم میں ہو کہ اگر مستقرض نے زیادت ہبہ کردی مقرض کو تو صحیح نہیں کیونکہ یہ مشاع محمل القسمۃ میں جائز نہیں اور غیر محمل القسمۃ میں جائز ہو کذا فی الخلاصۃ القرض بالشرط حرام والشرط لغو یان یقرض علی ان یکتب له الی بلد کذا لیوفیه ویه اور غلامہ میں ہو کہ شرط کرے کہ قرض نیا حولہ ہو اور شرط لغو ہو اسطرح کہ قرض دے اس شرط پر کہ مستقرض اسکو فلانے شہر کی طرف لکھدے تاکہ وہ اسکا دین ادا کردیوے اور اگر مستقرض مقرض سے بلا شرط ہو اور اسکو

ایفاء دین دوسرے شہر میں ہو تو مکروہ نہیں کذا فی العالمگیریۃ اس عورت کو ہندوستان میں ہندوی کہتے ہیں اور باقی بیان ہندوی کا کذا فی الحلبی اور اگر کہا فلانا لیس لی علیہ حق فقرض جر نفعا حرام فکرہ المرتھن سکنی المرھونۃ بأذن الراھن اور اشباہ میں ہے کہ جو قرض کہ نفع کھینچ لاوے وہ حرام ہے پس مرتہن کو گروی مکان میں رہنے کے اون سے رہنا مکروہ ہے یعنی اسوسطے کہ قرض سے سکونت کا فائدہ حاصل ہوا اور بعضوں نے کہا اگر سکونت باذن مالک ہو چنانچہ مصنف کتاب المرتہن میں بیان کریگا ہم کہتے ہیں کہ انفع قرض کا اسوقت حرام ہے جبکہ منفعت مشروط ہو اور اگر مشروط نہ ہو اور مستقرض عوض تبرعا ادا کرے تو کچھ مضائقہ نہیں ہے اگر بعد قبض درہم اسوسطے قرض دینے کے مستقرض اُس سے متاع بثمن غالی خرید کرے تو کراہت کے نزدیک جائز ہے اور طحاوی کے نزدیک مکروہ تنزیہی ہے اور سلف نہ چاہا کہ حرام کہا ہو تو شیخ الاسلام نے حرمت کو بشرطی الاستقراض مخصوص کیا ہے اور فصل یہ ہے کہ مقرض تحفہ مستقرض کا قبول نہ کرے اگر جانے کہ یہ قرض کے سبب سے ہے اور اگر دوستی اور قرابت کے سبب سے ہو یا مستقرض نہ جانتا ہو تو تحفہ لینے سے پرہیز کرے اور اگر سابق سے دوستی کے سبب سے تحفہ دیا قرض سے تو پرہیز کرنا چاہیے اور دعوت قبول کرنے کا بھی یہی حکم ہے شمس الائمہ نے کہا ہے کہ یہ جو محمد نے کہا ہے کہ مدیون کی دعوت کا کچھ مضائقہ نہیں تو اسپر محمول ہے کہ قبل اقراض کے بھی دعوت کرتا ہو اور اگر دعوت کی عادت نہ ہو یا بہ نسبت سابق کے مکرر دعوت کرتا ہو یا اقسام الطعام زیادہ کرے سابق سے تو قبول دعوت حلال ہے اور اگر دائن مدیون کے درہم بدلے نیشر یکہ بیع حال ہو اور درہم عوده ترسنوں تو اسکو لینا جائز ہے والا جائز نہیں چنانچہ اگر دو درم قرض ہوں اور اُسکے دینا پاوے تو لینا درست نہیں کذا فی الطحطاوی ملخصاً **فروع** مسائل لمعۃ تتارخانیہ کے استقرض عشرۃ دراھم وارسل عبدہ لاحتزاھا فقال المقرض دفعتہ الیہ اقرار القبض دفعتھا الی مولاک لکن لو قبض العبد العشرۃ فقال المولی لم ادفعھا لک لا یشتغ علیہ لا یرجع المقرض علی العبد لانہ اقرار قبضھا بحق انتھی بحسب قرض مانگے دس درم اور اپنے غلام کو اُسکے لیجانے کے واسطے بھیجا اور قرض نے کہا کہ میں نے غلام کو قبض دیا اور اسکے دینے کا خلاف نہ ظاہر کیا اور کہا کہ میں نے درم اپنے مولی کو دیے اور مولی نے قبض غلام کا انکار کیا یعنی دس درم غلام کے قبضے میں نہیں آئے تو مولی ہی کا قول معتبر ہوگا اور اسپر کچھ لازم نہ آویگا اور مستقرض غلام سے نہ لیگا اسواسطے کہ غلام مقر ہوا اسکے کہ درم اُسکے ہاتھ پر بواجبی قبضہ کیا انتہی کذا فی المحیط وجہ قبض کی وجہ یہ ہے کہ غلام نے بواسطہ استقراض مولی کے درہم پر قبضہ کیا تو معلوم ہوا کہ اگر مولی قبض غلام کا اقرار کریگا تو ادائے قرض سر پر لازم ہوگا کذا فی الطحطاوی وعن ابی حنیفۃ عشرون رجلا جاؤا واستقرض من کل واحد منھم درھما فدفع الیس لہ ان یطلب منہ کل واحد منھم درھما لانہ لا یعلم ان کل واحد منھم دفع الیہ درھما او غیرہ ومفادہ صحۃ التوکیل بقبض القرض کما لا یخفی قنیہ میں مرقوم ہے اور قرض لینا ایک مرد سے اور اُسکو امر کیا اپنے گروہ میں سے ایک مرد کے دینے کا سو مقرض نے ایک کو دیا تو قرض مطالبہ نہیں کر سکتا اُس شخص سے مگر بقدر اُسکے حصے کے میں کہتا ہوں اس قول سے مستفاد ہوا کہ قبض قرض کی توکیل صحیح ہے تو قرض لینکے کی توکیل کذا فی القنیہ ہم فتاوی عالمگیری میں کہا خلاصہ یہ ہے کہ اقراض کی توکیل جائز ہے اور استقراض کی توکیل جائز نہیں اور استقراض کی پیام رسانی لیکے واسطے جائز ہے اگر استقراض کے وکیل نے بطور رسالت کے کلام کیا ہو مثلاً یہ کہا کہ فلانے شخص مرسل کو قرض دے تو قرض مرسل کے واسطے ہوگا اور اگر بطریق وکالت کے کلام کیا یعنی قرض کو اپنی ذات کی طرف نسبت کیا ہو مثلاً یہ کہا کہ مجکو قرض دے فلانے شخص مرسل کے واسطے تو وکیل اپنی ذات کے واسطے مستقرض ہوگا اور جو درہم کہ قرض لیوے وہ اُسکے مملوک ہونگے اسکو ضمانت ہوگی ہلاک ہونے کی وفیھا استقرض الحجیج من ماء یحول ویتبع جوازہ فی الحنیرۃ بلا وزن سئل علیہ الصلوٰۃ والسلام عن خیرۃ یتعاطاھا الجیران یکون ابو اقل او اکثر فقال ما رأہ المسلمون حسنا فھو عند اللہ حسن وما رأہ المسلمون قبیحا فھو عند اللہ قبیح اور قنیہ میں ہے کہ قرض لینا گوندھے آٹے کا قول کراہت ہے اور اللوز ہو جائز ہے قرض کا خیر میں بدون وزن کے سوال خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے سوال ہوا اُس خیر کا جسکو پڑوسی ایکدوسرے سے کرتے ہیں کہ کیا یہ مباح ہے تو فرمایا کہ جسکو مسلمین اچھا جانیں وہ خدا تعالی کے نزدیک خوب ہے اور جسکو مسلمان برا جانیں وہ خدا کے نزدیک برا ہے منحۃ الخالق میں ہے کہ استقراض عجین بطریق وزن کے قول مختار ہے بخلاف وزن کے قید سے سائل کی کسی نے کہا کہ قرض بالوزن جائز نہیں اور حدیث مارأہ المسلمون کی مسند احمد میں ابن مسعود سے مروی ہے اور یہ حدیث موقوف حسن ہے یعنی ابن مسعود کا قول ہے نہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کذا فی الطحطاوی عن المقاصد الحسنۃ وفیھا شراء الشیء الیسیر بثمن غال للحاجۃ القرض بحر وذکرہ واقرہ المصنف اور قنیہ میں ہے کہ بہتر ہے کہ خرید کرنا غیر گراں سے بسبب حاجت قرض کے جایز ہے اور مکروہ ہے اور مصنف نے اسکو اپنی نسخہ میں ثابت کیا ہے ہم کہتے ہیں کہ بیع عینہ مکروہ ہے جیسا کہ گذرا ہے معروضات المفتی السوداوی

زید العشرۃ باثنی عشر او بثلثۃ عشر بطریق المعاملۃ فی زماننا بعد ان ورد کاحد السلطانی وفتوی شیخ الاسلام بانہ لا تعطی العشرۃ باحد عشر ۃ

وانہ ھو الذی علیہ العمل فلم یمتثل ما ذایلزمہ فظلم یعزر ویحبس الی ان تظہر توبتہ فصلاح فیترک میں کہتا ہوں ابوسعود کے مسودات

میں یہ سوال ہے کہ اگر زید نے دس درم پارہ یا تیرہ درم پر قرض دیے ہمارے زمانے میں بطریق معاملہ کے بعد ثبات کے کہ حکم سلطانی و فتوی شیخ الاسلام کا وارد ہوا ہے کہ دس درم

سامنے دس کے زاید پر نہ دیے جاویں اور زید کو بیچ کا کہ دیا گیا ہو اور اسنے نما نا کیا تو اسکا کیا حکم ہے تو مفتی مرحوم نے جواب دیا کہ اسکو تعزیر دیجاے اور قید کیا جاے یہاں تک کہ اسکی توبہ

اور صلاح ظاہر ہو تب اسکی خلاصی ہو ھم سماعہ سے مراد بیع العینہ ہے جیسا کہ ذکر کیا کتاب الکفالہ میں آویگا صورت اسکی یہ ہے کہ زید نے محمود سے قرض مانگا اور اسنے چیلہ کیا حصول نفع کے واسطے

کہ ایک کپڑا جسکی قیمت بازار میں دس درم تھی وہ زید کے ہاتھ بارہ درم کو بیچا پھر زید نے اسکو دس درم کو بیچ لیا تو محمود کو دو درم زیادہ حاصل ہوئے اور زید کو دس درم دیے

ھذہ الصورۃ تحصل برد ما اخذہ من الربح لصاحبہ فلیراجع ورد کلامہ بعد الرجوع لکن یظہر ان المناسب لکلامہ الربح وافید قولہ من السلم

حتی ان بعض القری قد یحرف بھذا الخ ص انتہی راقم حروف عفا اللہ عنہ کہتا ہے میں پھیرے جاتے نفع لیا ہوا ہے تو مفتی مرحوم نے جواب دیا کہ اگر اسکو

اس سے زیادہ حاصل ہوا تو حکم سلطانی عدم رجوع پر وارد ہوا ہے لیکن ظاہر اسکا پھیر دینے کا حکم مناسب ہے اور بیع العینہ سے بہتر سلم ہے یہاں تک کہ بعضے قریات میں فعل مخصوص سے ویران ہو گئے

انتہی حواشی المفتی المرحوم یہاں سلم سے ایک قسم خاص مراد ہے یعنی دراہم قلیلہ دے اور بیت سے کپڑا یا گھی وغیرہ لے اور ھو خیر کہ دراہم وغیرہ نصف قیمت معمولہ فیہ یا کمتر کہ دانی الطلاء اللہ تعالیٰ اعلم

باب الربوٰ

یہ باب ہر دو یعنی سود اور بیاج کے احکام میں مرابحہ کے بعد ربوا کو ہوسطے ذکر کیا کہ دونوں میں زیادت ہوتی ہے مگر یہ کہ مرابحہ کی زیادت حلال ہے اور ربوا کی زیادت حرام قطعی قال

اللہ تعالیٰ یا ایھا الذین اٰمنوا لا تاکلوا الربوا یعنی حق تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ایمان والو مباح نہ کھاؤ اس آیت میں ربوا سے مراد قدر زاید ہے خواہ زائد قرض میں ہو یا اموال

ربویہ کی بیع میں ہو اور کبھی ربوا النقد زیادت کو بھی کہتے ہیں یعنی بمعنی مصدری قال اللہ تعالیٰ وحرم الربوا یعنی حق تعالیٰ نے فرمایا کہ حلال کیا اللہ نے

بیع کو اور حرام کیا ربوا کو یعنی اموال ربویہ کے قرض اور بیع میں زیادہ دینے لینے کو از انجا فی فتح القدیر ملخصاً معلوم ہوا کہ جیسے بیع میں زیادہ حرام ہے ویسے ہی قرض میں بھی حرام ہے تو یہ

جو بعضے ناقص الفہم کہتے ہیں کہ سود تو مقطع بیع میں حرام ہے قرض میں سو غلط ہے صحیح مسلم وغیرہ میں ابن مسعود سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی سود کھانے

اور کھلانے والے پر ابوداؤد اور ترمذی میں اتنی روایت زیادہ ہے کہ سود کے دونوں گواہوں اور کاتب پر لعنت فرمائی ابوداؤد اور نسائی میں ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آویگا کہ کوئی باقی نہ رہیگا مگر سود کھانیوالا اور اگر سود نہ کھاویگا تو اسکو بھی بھاپ لگے گی اور ایک روایت میں ہے کہ اسکا غبار لگیگا نسائی وابن ماجہ

ھو لغۃ مطلق الزیادۃ ربوا نقد میں بمعنی مطلق زیادت کو کہتے ہیں یعنی خواہ کیل و وزن میں زیادت ہو یا سود اسکے وشرعا فضل ولو حکما فدخل ربوا النسیئۃ

والبیوع الفاسدۃ فکلہا من الربوا فجب دعین الربوا لو قائما او مثلہ لو ھالکا او قیمتہ یوم الخصومۃ ان انقطع المثل عیارا لقبض فیہ وجبر اور شرع میں ربوا عبارت ہے زیادتی

سے اگرچہ زیادتی حقیقی نہ ہو بلکہ حکمی ہر قسم سے ربوا النسیہ یعنی ناغہ کا ربوا اور بیوع فاسدہ ربوا کی تعاریف میں غلاف گھسیں سو اسطے کہ جمیع بیوع فاسدہ مجازاً ربوا ہیں تو واجب ہے

پھیرنا عین ربوا کا اگر قائم ہو اسکا اور ضمان اسواسطے کہ ربوا میں عوض مملوک ہو جاتا ہے قبضہ کرلینے سے کذا فی العینیہ والبرجوم نسیہ کی یہ صورت ہے کہ درم کو درم سے بیچے اور ایک درم

نقد دے اور دوسرے درم کا وعدہ ہو کہ دن یا دو دن کا تو اگرچہ یہاں حقیقی زیادتی نہیں لیکن حکمی ہے کیونکہ نقد بہتر ہوتا ہے نسیہ سے اور اسیطرح جمیع بیوع فاسدہ فضل حکمی سے خالی

نہیں جانچہ بیت باشد ازیں خار عن عوض خلی عن العوض جنس مسئلہ حرف الجنس مراد بخلو از جنس ربوا وہ زیادتی ہے جو عوضین سے خالی ہو اس قید سے سلم صرف جنس کا اسکے خلاف جنس

سے نکل گیا اور بعد حرف میں مذکور ہوگا کہ اگر پیمانہ جو گیہوں اور پیمانہ جو جوار کے دو جنس گیہوں اور جو سے بیع کرے تو جائز ہے کیونکہ گیہوں بمقابل جو اور جو بمقابل

گیہوں واقع ہو گئے تو زیادتی خالی عوضین سے نہ ہوئی کہ بیاج ثابت ہو بمعیار شرعی کہ اصل الکیل والوزن فیلیس الزراع والعدیر بروا زیادتی خالی از عوض معیار شرعی سے ہو

شرعی سے مراد کیل و وزن ہے تو گیہوں اور جو ناپنے میں یعنی کیل اور وزنی کی زیادتی عوض سے خالی رہا تو گیہوں اور جو کی زیادتی ربوا نہیں خلاصہ اس کلام کا تو یہ ہے کہ دی کو بیاج کے ڈبو دی سے

منسوب قبرت ۱۲

دست بدست بیچنا ربوا نہیں کیونکہ مقدار شرعی منتفی ہے اور اسیطرح ایک مُدّ کو دو اُمدّوں سے دست بدست بیچنا ربوا نہیں مشروط ذالک الفضل لاحد المتعاقدین
بائع او مشترط لو شرط لغیرھما فلیس بربوا بالیما فاسلا اور یہ زیادتی احد المتعاقدین کے واسطے مشروط ہو یعنی بائع اور مشتری کے واسطے تو اگر اُن دونوں کے سوا اجنبی کے
واسطے زیادتی مشروط ہو تو یہ ربوا نہیں بلکہ بیع فاسد ہوگی ربوا نہیں یعنی مصطلح ربوا نہیں داخل ہوگیا جو ہم نے کہا کہ شرط فضل کا ہر کہ کے بائع
اور مشتری کے واسطے کہ ثابت ہوا اشارہ فضل سے سو توت ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے متعاقدین کی تفسیر بائع اور مشتری سے بطور مثال کے ہے کیونکہ مقرض اور مستقرض اور ابن سبیل
بھی بائع اور مشتری کے برابر ہیں نہیں ہے خواہ انتفاع رہن جیسا کہ استخدام اور رکوب اور زراعت اور لبس اور سکونت اور کل غرر جیسا کہ امام ربوا نے کہا ہے جواہر زنجانی صحیح
ہے انتہی کذا فی الطحطاوی وفی المعاوضۃ فیلیس الفضل وفی الھبۃ بربوا فلو شرط عشرۃ دراھم فضۃ بعشرۃ دراھم وزادہ او النقان دھبۃ اھدم الربوا
او لم یفسد الشرط وھو الاصح کما فی الجوھرۃ عن المنتقی عن محمد ربوا وہ ہے جس میں فضل مذکور معاوضہ کے اندر شرط ہو تو فضل وہ
میں ربوا نہیں اگر خرید کیا دس درم چاندی کے بیس درم کے اور ایک انگ یعنی چھ جو کی برابر چاندی ثمن میں زیادہ دے اگر یہ زیادتی بائع کو ہبہ کردی مشتری نے تو
ربوا معدوم ہوگیا اور خرید فاسد ہوئی یعنی اسواسطے کہ فیلیس فی المبیعۃ فضل فی المعاوضۃ او فضل فی المبیعۃ نہیں اگرچہ فضل شرط ہو لذا فی الطحطاوی عن الدرالمنتقی اور
یعنی صحت ہبہ اسوقت ہوگی کہ بقدر دانگ درم کا تو نہ ہو درم کو سفر ہوا سواسطے کہ یہ بیع میں شائع کا ہو جو قسمت پذیر نہیں کذا فی المنح عن محمد وفی فتح القدیر
ان محمد الزیادۃ فی الحط قال الامام وان کان الحط باسم الحط وجعلہ ھبۃ بمنزلۃ الحط کالثمن وابطل الزیادۃ قال ابن الھمام والفرق بینھما ففی
اور محیط کے باب الصرف میں ہے کہ زیادہ کرنے اور کم کرڈالنے کی صحت امام کا قول ہے اور محمد نے کم کرنا جائز رکھا ہے اور اسکو ہبہ ابتدائی قرار دیا ہے تمام ہوا کہ کم کرنے کے مانند
اور زیادہ کرنے کو بھی ملحق کیا ہے ابن ملک نے کہا کہ زیادہ اور کم کرنے کے درمیان فرق ازمایرے نزدیک امر مخفی ہے ہم طحطاوی نے کہا یہ مسئلہ مستقل ہے موضوع اسکا
یہ ہے کہ استعاقد بن نے عوض متساویین پر عقد کیا پھر ایک عاقد نے عوض کم کرڈالا یا زیادہ کردیا بعد عقد کے اور مسئلہ سابقہ کا موضوع اُن دونوں کے مسئلے کے مانند
ہے جسمیں ایک درم کا وزن زیادہ ہے قال فی الخلاصۃ لو باع درھما بدرھم واحد ھما اکثر وزنا فحللہ او زادہ جاز لانہ ھبۃ مشاع لا یقسم ولو باع
قطعۃ لحم بلحم اکثر وزنا فھو الفضل لم یجز لانہ ھبۃ مشاع یقسم ابن ملک نے کہا اور خلاصہ میں ہے کہ اگر ایک درم کی بیع کی دوسرے درم سے اور ایک
درم کا وزن زیادہ تر ہے پھر زیادہ کو اُسنے حلال کردیا یعنی بطریق ہبہ کے تو جائز ہے کیونکہ یہ ہبہ مشاع غیر قسمت پذیر کا ہے اور اگر گوشت کا ٹکڑا بہ بیچا دوسرے گوشت کے ٹکڑے سے
جسکا وزن اکثر ہے سو زیادتی کو اُسنے ہبہ کردیا تو جائز نہیں کیونکہ یہ ہبہ مشاع قسمت پذیر کا قلت وما فیہ مما فی الذخیرۃ من تحلل بعضھم فی ھذا الفرق
بینھما وعلیہ الکلام الزیادۃ والحط والعقد صحیح عند محمد وکذا عند الامام سواء العقد فیہ فساد لعدم التساوی فیلحق فان لم یدر من ینقد
علی ھذا میں کہتا ہوں کہ ہم نے ذخیرہ سے محمد کا قول نقل کیا وہ صحیح ہے عدم فرق میں زیادہ کرنے اور کم کرنے کے اور جسکے لئے زیادہ کرنا اور کم کرڈالنا اور عقد
سب کچھ صحیح ہے محمد کے نزدیک اور اسیطرح امام اعظم کے نزدیک اسواسطے عقد کے کہ وہ فاسد ہے بواسطے عدم تساوی عوضین کے اسکو یاد رکھنا چاہیئے کہ میں نے
وہ شخص نہیں دیکھا جسنے اسپر آگاہ کردیا ہو ہم طحطاوی نے کہا کہ شارح نے یہاں ایک مقام کو دوسرے مقام سے خلط کردالا ہو اسواسطے کہ موضوع ذخیرہ وہ ہے جبکہ زیادہ
ہوگئی ہو احد العوضین میں یعنی بالقصد اور محیط کا موضوع وہ ہے جبکہ عقد متساویین پر ہوئی ہو پھر احد المتعاقدین نے اپنے عوض میں زیادہ کردیا ہو تو اول میں ہبہ کی
تفصیل جاری ہے اور ثانی میں زیادت باطل ہے اور عقد صحیح ہے تفلہ ای علۃ تحریم الزیادۃ القدر المعھود بکیل او وزن مع الجنس او رعلت اسکی یعنی تحریم
زیادت کی علت وہ مقدار ہے جو فقہا کے نزدیک تعین ہے کیل یا وزن سے ساتھ ضمیمہ کے مع اطلاع فقہ میں علت وہ ہے جسکی طرف حکم منسوب ہے بلا واسطہ اور ہر چند
لفظ قدر ذراع اور عدد کو بھی شامل ہے لیکن جب قدر معہود فقہا مراد ہوئی تو سوائے کیل یا وزن کے ذراع اور عدد کو شامل نہیں کذا فی الطحطاوی ضمیمہ علت ہے
مماثلت معافی سے اور اختلاف جنس معلوم ہوتا ہے اختلاف اسم خاص اور اختلاف مقصود سے اور اصل اسباب میں وہ حدیث ہے جو صحاح ستہ میں سوائے بخاری کے

عبادۃ بن الصامت سے مروی ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الذہب بالذہب والفضۃ بالفضۃ والبر بالبر والشعیر بالشعیر والتمر بالتمر والملح بالملح مثلاً بمثل سواءً بسواءٍ یداً بیدٍ فاذا اختلف ہذہ الاجناس فبیعوا کیف شئتم اذا کان یداً بیدٍ رواہ مسلم قلت زیادۃ واستمراء فقد روی الخ یعنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ سونے سے اور چاندی چاندی سے اور گیہوں گیہوں سے اور جو جو سے اور کھجور کھجور سے اور نمک نمک سے بیوش مثل کے برابر برابر بدست پھر جبکہ یہ اجناس مختلف ہوں تو بیچو تم جا ہو جس طرح بشرطیکہ دست بدست ہو صحیح مسلم میں تتی روایت زیادہ ہے کہ جتنے زیادہ دیا اور زیادہ لیا وہ ربا ہے اس حدیث مشہور میں تمام کو شرط بیع قرار دیا اموال خلق تلف ہونے سے محفوظ ہیں اور شیارستہ کو بطور مثال کے ذکر فرما کر قاعدہ کلیہ کی طرف اشارہ فرمایا یعنی سونے چاندی موزون ہیں اور گیہوں اور جو اور کھجور اور نمک مکیل ہیں تو گویا ارشاد ہوا کہ ہر کیلی اور وزنی چیز میں مماثلت واجب ہے اور پوری مماثلت دو چیزوں میں دو قسموں سے ہوتی ہے صورۃ سے اور باعتبار معنی کے کہ کیل اور وزن سے مماثلت صوری حاصل ہوتی ہے اور متحد الجنس ہونے سے مماثلت معنوی اور متحد تمیم تمام مماثل ساوات ہے تقابض المجلسین میں کیونکہ حلال کو خرید فرمت ہے مثل مشہور ہے النقد خیر من النسیئۃ لہذا امام اعظم نے کہا کہ علت تحریم ربوا کیل یا وزن ہے اتحاد جنسیت کے ساتھ فان وجد احدہم الفضل ای الزیادۃ والتساوی فی المعدل التاخیر فلم یحرم فقیز بر یقفیز منہ متساویا احدہما نسیئۃ سو اگر مقدار اور ضرب وزن ساتھی پائے جائیں تو فضل یعنی زیادت اور تاخیر دونوں حرام ہیں اور جائز نہیں قفیز گیہوں کی بیع قفیز گیہوں سے برابر اور حالانکہ ایک عوض میں تاخیر ہو مراد نساء بالمد فتح نون عبارت ہمزہ تاخیر ہے اور بسطرح اگر دونوں عوض نسیئہ ہوں تو بھی حرمت ثابت ہے شارح نے فضل پر تفریع نہ کی بسبب کے ظاہر ہونے کے اور اگر فضل اور تاخیر دونوں مجتمع ہوں تو حرمت فضل کے سبب سے ہوگی کذا فی الطحطاوی ان علم بکیل الدال من باب علم او ضرب حلا گھر وہو تیس لعدم العلۃ فبقی علی اصل الاباحۃ اور اگر مقدار اور تماثل عوضین معدوم ہوں تو زیادتی اور تاخیر دونوں حلال ہیں جیسا کہ ثوب ہروی کی بیع دو ثوب ہروی سے اسی بنیاد پر علت تحریم کے توبیع اپنی اصل اباحت پر باقی رہی شارح نے اس ملک سے نقل کیا کہ عدما بکیل الدال علم بعلم کے باب سے ہو ہم شیر میں نقد مقدار تو ظاہر ہی کیونکہ وہ ذرعی ہے کیلی اور وزنی اور نفی جنسیت بسبب اختلاف اسم اور اختلاف مقصود کے ہو پھر جب علت تحریم کے دونوں جزء پائے گئے تو بحکم اباحت اصلیہ زیادتی بھی جائز ہوئی اور تاخیر قبض کی بھی بسطرح نسخہ گلستان کو دو یا تین تسمہ زن بیرال الطلب سے بیچنا یا کاہ کے ایک تھان کو اور دھوبی کے دو چار تھانوں سے بدلنا حالانکہ ہر اگرچہ احد البدلین نقد ہو اور دوسرا نسیئہ وان وجد احدہما ای النقد وحدہ او الجنس مع الفضل وہم للنساء ولو مع التساوی حتی لو باع عبدا بعبد الحال لم یجز لوجود الجنسیۃ اور اگر دونوں چیزوں میں سے ایک چیز پائی جائے یعنی فقط قدر یا فقط جنس تو زیادتی حلال ہوگی اور تاخیر حرام اگرچہ تاخیر تساوی بدلین کے ساتھ ہو تو اگر ایک غلام دوسرے غلام سے بیچا کچھ مدت مقرر کرکے تو بیع جائز نہ ہوگی بسبب پائے جانے جنسیت کے ہم اجتماع علتین مذکورین حقیقی علت تھا تو ایک کے ہونے سے شبہ علت کا ہوگا تو حقیقت علت سے حقیقت فضل حرام ہوئی اور شبہ علت سے شبہ فضل کا یعنی تاخیر بسطرح کہ تاخیر مشابہ بفضل کی ہے اور حقیقت میں فضل نہیں تو اگر ایک پیمانہ بھر گیہوں دو پیمانہ بھر جو سے بیچے دست بدست تو جائز ہے کیونکہ یہاں فقط قدر ہے بسطرح کہ دونوں کیلی ہیں مگر جنس متعدد نہیں لہذا زیادت احد البدلین جائز ہوئی اور اگر چونتیس دن کا وعدہ دو روز کا یا بالعکس تو بیع حرام ہے اور فقط فضل ہے مشکی یہ مثال ہو کہ بیع غلام کی غلام سے یا کتاب کی کتاب سے یا ثوب ہروی کی ثوب ہروی سے یا تخت کی تخت سے سو بسطرح کہ اشیاء مذکورہ کیلی یا وزنی نہیں اگر کوئی کہے کہ ابو داؤد میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد اللہ بن عمرو بن عاص کو فرمایا کہ ایک اونٹ بعوض دو اونٹ کے بدست و بدست کرے اور ظاہر ہیں ہو کہ علی قبض نے ایک اونٹ بعوض دو اونٹ کے بدست بیچا تو معلوم ہوا کہ فقط تماثل حسی معتبر نہیں کہا جواب یہ ہے کہ ترمذی وغیرہ اصحاب سنن نے سمرہ بن جندب سے روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حیوان کا بحیوان ادھار بیچنے سے منع فرمایا اس حدیث سے فائدہ معلوم ہوا کہ علت ربوا کا ایک جزء یعنی اتحاد جنسی تحریم تاخیر کی پوری علت ہے اور اس حدیث سے اگلی دونوں حدیثیں معارض نہ ہوئیں کیونکہ وہ مکیل و موزون اور یہ محرم اور حلال کہ محرم مقدم ہے صحیح پر اور جمع بین الاحادیث یوں ہو سکتا ہے کہ اجازت مدت قبل تحریم پر ہو لہذا قولہ تعالیٰ واحل اللہ البیع مستثنی فی المجمع واللہ اعلم مفقود فی موزون کیلا یئۃ الخ ظاہر ہوا اسلم اور سلف کیا ہی محل اور وزن میں بشرطیکہ موزون جنس مسلم کے

بمنزلہ کی شرح
اسکا ترجمہ
تو نقصوہ یتزوہ
اوصلہ ۱۲ سے
منسوب ہمراد اور
اگر دونوں کیلی اس
کیلوں منسوب
کرسکتے ہیں قوم ذوی
یونقوت کرسکتا ہے
منسوب ۱۲

بندہ شوجا دین ہم یہ جواب ہے سوال مقدر کا تقریر سوال ہو کہ حدیث مشعر ہوا ہے کہ درصورت اختلاف جنس فضل جائز ہوا اور ناخیر حرام تو اس سے لازم آتا ہے کہ نقد یعنی ہاتھ اور ادھار میں کچھ فرق نہ رہا حالانکہ سونا روپیہ میں اور گیہوں اور روئی وغیرہ میں جائز ہے حالانکہ یہ بالاجماع جائز ہے تقریر جواب ہو کہ مراد ناخیر سے اسلام نقود کا سونا روپیہ میں بالاجماع مستثنیٰ ہے اور الاسلام کے اکثر ابواب بند ہوجاویں اور ہدایہ میں اسکے جواز کی دوسری علت بیان کی ہے یعنی نقود کا وزن تو لوہا اور ماشوں سے ہوتا ہے اور زعفران اور روئی وغیرہ کا سیر وغیرہ سے پھر جب طریقہ وزن کا مختلف ہوا تو باعتبار صورت کے دونوں مختلف ہوگئے علاوہ اسکے اختلاف معنوی اور حکمی بھی یہاں ثابت ہوا اختلاف معنوی یہ ہے کہ نقود ثمن غیر متعین ہیں اور زعفران اور روئی غیر ثمن متعین اور حکمی اختلاف یہ ہے کہ نقود میں تصرف قبل قبض کے جائز ہے بخلاف ثمن کے تو نقد اور موزونات کو ہر حیثیت سے قدر جامع نہ ہوئی و نقل ابن الکمال عن الغایۃ جواز اسلام الحنطۃ فی الزیت قلت ومفادہ ان القدر یراد بہ اقتداء لا یعم النساء بخلاف الجنس فلیحرر وقدمہ فی السلم بحرمۃ النساء تحقق بالجنس والقدر المتفق فتنبہ اور ابن کمال نے غایہ التحقیق سے نقل کیا ہے گیہوں کی سلم کا جائز ہونا روغن زیتون میں میں کہتا ہوں اور ابن کمال کے کلام سے مستفاد ہوا کہ فقط قدر ناخیر کی محرم نہیں بخلاف جنس کے تو اسکی تتبع کرنا چاہیے اور سلم میں گذر گیا کہ حرمت ناخیر کی جنس قدر متفق بحقیقت ثابت ہوتی ہم آگاہ رہنا چاہیے ہم عبارت ابن کمال یہ ہے کہ قد نص علی جواز اسلام الحنطۃ فی الزیت عندنا انتہی بلفظہ یعنی ہمارے مذہب میں گیہوں کا سلم زیتون میں منصوص ہوا اور اوسکی یہ ہے کہ دونوں مختلف القدر ہیں کیونکہ گیہوں کیلی ہیں اور زیتون وزنی تو ابن کمال کے کلام سے کہاں یہ نکلا کہ فقط قدر محرم ناخیر نہیں کیونکہ اسلام کیلی کا سونا روپا کا عین فرض کیا ہوا درحالانکہ وہ دونوں مختلف القدر ہیں۔ تو جواز اسلام سونا روپا میں یا کیلی کا کیلی میں کیونکر نکلا تو اب مقام خوب منقح ہو گیا زیادہ اس سے کچھ تنقیح کی حاجت نہ رہی اور جب سلم میں یہ ثابت ہوا کہ قدر متفق ناخیر کی محرم ہے تو اب اسکے سوا کچھ تنقیح باقی نہ رہی کذا فی الطحطاوی ثم طرء علی الاصل الاول بقولہ فہم بیع کیلی ووزنی بجنسہ متفاضلا ولو غیر مطعوم خلافا للشافعی لنا ما تقدم وبقولہ ﷺ الخ شارع کہتا ہے پھر اصل اول یعنی درصورت وجود قدر اور جنس بمعنے تفریح کی اپنے اس قول سے تو حرام ہے کیلی کی بیع اپنی بجنسہ کیلی سے اور وزنی کی بیع اپنی ہم جنس وزنی سے بڑھکر اگرچہ کیلی اور وزنی کھانے کی چیز نہ ہو بخلاف امام شافعی کے چنانچہ بیع کیلی اور لوہا وزنی ہم جیسے کیلی کا کیلی سے اور وزنی کا وزنی سے تفاضل سے تو اسید بھی حرام ہے ویسے ہی لیکن مصنف نے ہمارے واسطے ترک کیا کہ حرمت تفاضل کو حرمت نسیئہ لازم ہے بلا عکس اور حرمت تاخیر کو حرمت تفاضل لازم ہے بلا عکس کذا فی الطحطاوی ثم اختلاف الجنس یعرف باختلاف الاسم الخاص واختلاف المقصود کما بسط الکمال پھر معلوم کرنا چاہیے کہ اختلاف جنس کا معلوم ہوتا ہے ہم خاص کے اختلاف سے اور مقصود کے اختلاف سے چنانچہ شرح کیا ہے اسکو صاحب فتح القدیر نے فہم فتح القدیر میں ہے کہ اختلاف جنس اختلاف اسم خاص اور اختلاف مقصود سے معلوم ہوتا ہے تو گیہوں اور جو دو جنسیں ہیں اور ثوب ہروی اور مروی دو جنسیں ہیں بناوٹ کے اختلاف کے سبب سے اور قیام ثوب کا صنعت کی جہت سے ہوا اور تمر یعنی کھجور کا پھل سب ایک ہی جنس ہے اور لوہا اور تانبا اور پیتل اجناس مختلفہ ہیں اور سب طرح صوف اور بالوں کا سوت اور گائے بھیڑ اور بکری کا گوشت اور دنبے کی چکتی اور گوشت اور پیٹ کی چربی اجناس مختلفہ ہیں اور روغن بنفشہ اور غیری اور جنسیں ہیں اور یہاں جنکے اصول مختلف ہیں وہ اجناس مختلفہ ہیں انتہی ملخصا اور لحم ابل مختلف ہیں اور ابو یوسف سے مروی ہے کہ لحوم طیر کی بیع بعضہا ببعض سے زیادہ درست ہے اگرچہ بطریق نوع واحد ہو اسواسطے کہ چڑیوں کا گوشت سونوں میں ہوکر سیر نہیں ہوتا عادت میں کذا فی الہدایہ وھل یجیء ذلک متمائلا او متساویا علی الخلاف المعروف بیننا وبین الشافعی رحمہ اللہ تعالیٰ ولا یجوز بیع الحنطۃ بالحنطۃ الا مثلا بمثل یدا بید لقولہ ﷺ الحنطۃ بالحنطۃ مدی بمدی ولا یجوز بیع الحنطۃ بالدقیق ولا بالسویق ولا بالنخالۃ ولا بالحنطۃ المقلیۃ ولا بالحنطۃ المبلولۃ ولا بالحنطۃ التی قد طحن منہا شیء قل او کثر لان الشرع لم یقف المساواۃ الا علی الحنطۃ الصحیحۃ التی لم یدخلہا نقصان بالطحن والبلل والقلی وکذا لا یجوز بیع الحنطۃ بالحنطۃ وفیہا شعیر او تراب او حجر او شیء من التبن او من العصف الا مقدار ما جرت العادۃ بہ فی الحنطۃ فانہ لا یمکن تخلیصہا منہ الا بحرج فیعفی عنہ

احد البدلین نصف صاع کو نہ پہنچے اور اگر نصف صاع ہوگا تو بیع جائز نہیں فتح القدیر میں کہا کہ قول صحیح یہ ہے کہ لپ دو لپ میں بھی ربوا ثابت ہے انتہی وتفاضلا بتفاضل فلسر بالمسلبن فالکثر باعیانها فلو الزنة قیل فی الکل فلو کانا قیمة معینین او احدهما لم یجز اتفاقا اور حلال ہے ایک سیب کی دو سیبوں سے اور ایک پیسے کے دو پیسے سے یا زیادہ سے بشرطیکہ دونوں بدل متقوم ہوں شارح نے کہا کہ اگر صفت تعیین بدلین کی شرط ہوتی جیسا کہ گذرا تو بہتر ہوتا اسواسطے کہ بہر الفائق میں ہے کہ تعیین سبب میں قید ہے تو اگر دونوں عوض غیر معین ہوں یا ایک غیر معین ہو تو بیع جائز نہیں باتفاق شیخین کما فی محمد کے ذخیرة بنصرین حنفیین فی صورة بیعهما ثوبین بثوبین وشرطا ان یعطی احدهما ثوبا ویاخذ ثوبا من الآخر فی المجلس فیفترقا قبل التقابض او حلال ہے ایک کھجور کی بیع دو کھجوروں سے اور ایک اخروٹ کی دو اخروٹوں سے اور ایک تلوار کی دو تلواروں سے اور ایک دابہ کی دو دابوں سے اور ایک تن کی دو سرے تن سے بشرطیکہ یہ تن سونے یا چاندی کا نہ ہو اور اگر سونے یا چاندی کا یا تن ہوگا تو تفاضل متنع ہے کذا فی الفتح ودابة بدابتین وثوب بثوبین وثمرة بثمرتین وعقعة بعقعتین مما لا یدخل تحت الوزن بمثلهما لجواز التفاضل لفقد القدر وحرم النساء لوجود الجنس حتی لو انتفی کحفنة بر بعفنتی شعیر فضل مطلقا لعدم المماثلة حرم الکل محمد وصححه کما نقله الکمال اور حلال ہے بیع ایک سیب کی دو سیبوں سے اور ثوب برابر ثوبوں اور چاندی کی بیع چوخت الوزن وغیر موزونوں کے مماثل نہیں ہے یعنی ایک مذروہ کی بیع دو دوسرے سے تو فضل جائز ہے اشباہ میں بسیط سے نے مقدار کے یعنی اشیاء مذکورہ کے کیل اور وزنی نہونے کی وجہ سے جانے قبضہ سے یعنی چونکہ بدلین متحد الجنس ہیں لہذا تاخیر حرام ہے یہاں تک اگر ضبس بھی منتفی ہو جیسا کہ ایک سیب کو گیہوں کی بیع جو کے دو پیسے تو تاخیر حلال ہے مطلقا خواہ فضل ہو بسبب وہم ہو جانے علت ربوا کے اور حرام کہا ہے محمد نے سبکو یعنی مثل سابقہ کی بیع کو اور اس قول کی تصحیح ہوئی ہے جیسا کہ اسکو کمال الدین نے فتح القدیر میں نقل کیا ہے فتح القدیر میں ہے کہ اس سے تسکین خاطر نہیں ہوتی بلکہ جب علت تحریم ربوا صیانت اموال ناس ٹھہری تو وجب ہے تحریم ایک سیب کی دو سیبوں سے اور ایک پیسے کی دو پیسے سے اور اگر اسکا کیل نصف صاع سے کمتر ہوں جیسا کہ ہمارے دیار میں ہیں تو کچھ بھی شک نہیں اور عدم تقدیر شرعی کے لئے نصف صاع کی مستلزم نہیں کہ تفاوت یسیر کو بھی باطل کر دیجئے اور پھر کہا کہ اس کلام سے نہایت تعجب آتا ہے اور حالانکہ یہ علی محمد سے روایت کی ہے کہ انکے نزدیک وہ بیع تمر کی بیع دوتمر سے اور محمد نے کہا ہے کہ جو شے کثیر میں حرام ہے وہ اسکے قلیل میں بھی حرام ہے انتہی ملخصا فما نقل الشارح علی کونه کیلیا کبر وشعیر وقرو وملح اد ورز نیا کذهب وفضة فهو کذلک لا یتقید ایلا فلم یصح بیع حفنة بحفنتی وزنا کما لو باع ذهبا بذهب وفضة بفضة کیلا ولو مع التساوی کان الفضل ربا فی العرف فلا یترک الا فی الموزونی اور جس چیز کے کیلی ہونے پر صاحب شرع نے تصریح کی چنانچہ گیہوں اور جو اور کھجور اور نمک یا جسکے وزنی ہونے پر تصریح فرمائی چنانچہ سونا اور چاندی سو وہ اسیطرح ہوگا قیاسا کما مشی علیه المتن سونا کا تو صحیح متعین بیع گیہوں کی گیہوں سے قول کر کیونکہ وہ وزنی ہیں اگرچہ تساوی یا بیع کے ساتھ بیع ہو اسواسطے کہ نص شارع نوی ترہ عرف سے تو اقوی متروک نہ ہوگا ادنی سے ھم فعل سواسطے عرف سے اقوی ہے کذا فی الفتح اور جاہل پر ہو جاتا ہے جیسے ہمارے زمانے میں متعارف ہے کہ شمع اور چراغ قبرستان میں لیجاتے ہیں عید کی راتوں میں اور نص شارع معلل نہیں یا علل ہے نہیں ہوسکتی مگر عرف شارع سے اور عرف شارع پر مقدم ہے کذا فی فتح القدیر وما لیس فیه نص علیه حمل علی العرف اور جس چیز کے کیلی یا وزنی ہونے شارع سے تصریح نہیں تو وہ مدروع ہے پھر اصل ہے یعنی اگر رواج ہو اسکے کیلی کا تو وہ کیلی ہوگا اور اگر وزن کی عادت ہے تو وہ وزنی ہے وعن الشافعی اعتبار العرف مطلقا وهو الکمال اور ابو یوسف کے نزدیک فسکا اعتبار ہے ہر طرح سے اگرچہ کیلی یا وزن کا رواج خلاف شرع ہو اور اسی قول کو ترجیح دی ہے کمال الدین نے ھم ابو یوسف کے نزدیک عرف مطلقا اسواسطے معتبر ہوا کہ گیہوں وغیرہ کا کیلی ہونا اور چاندی سونے کا وزنی ہونا شرع عین دیا ہوا ہے تو اسسے یہ ہے کہ شارع علیہ السلام کے زمانے میں اشیاء مذکورہ کیلی یا وزنی متروج تھیں پھر جب [illegible] تو رواج ہی کا اعتبار ہوگا وحجر علیه بعد ما افتی استقراض الدراهم عددا وبیع الدقیق وزنا فی امانیا یعنی محمد اور ابو یوسف کے قول پر سمرقندی نے اختیار کیا ہے دراہم کا قرض لینا گاؤں کرا در بیع آٹے کی ہمارے زمانے میں اسکے مانند ہے قول کرھم یعنی دراہم وزنی ہیں اور آٹا کیلی تو جائز ہے قرض دراہم اور آٹے کی بیع اسکی مثل ہے قول کو جائز نہیں مگر عرف کے اعتبار پر اور یہ بھی توجیہ جائز ہے مستقرض ہو سکتی ہے کہ باعتبار عادت کے دراہم کے وزنی ہیں اعتراض نہیں ہوتا

فتدبر

فتاوی عالمگیری میں تاتارخانیہ سے منع استقراض رہم کرکر دار ہی اور غیاثیہ میں ابویوسف سے منقول ہی کہ استقراض وقبول تول کر جائز ہی اگر لوگوں میں رواج جواد ری فتوی ہی تو اسجدی فندی کے استخراج کی کچھ حاجت نہیں کذا فی الطحطاوی وفی الکافی الفتوی علی عادۃ الناس بھا واقرہ المصنف اور کافی میں واقع ہی کہ لوگوں کی عادت پر فتوی ہی کذا فی البحر اور مصنف نے اپنی شرح میں سکوت کیا ہی ہم کافی کے فتوی کے موافق ہندوستان میں گیہوں کا بدلنا گیہوں سے اور جو کا جو سے قول کر جائز ہی کیونکہ کیل سمان اور سمتین وزن ہی مروج ہی واللہ تعالی اعلم والمعتمد تعیین الربوی فی غیر الصرف ومصرح ذھب وفضۃ بلاشرط تقابض حتی لو لم یرا بدیعینھما وتفرقا قبل ان یتعین احدھما فلا فساد فی بیع الطعام اور مال ربوا کا سمتین ہونا سعیر ہی غیر صرف میں اور سونے چاندی کے برتن یا روپیہ کے غیر میں بلا شرط تقابض کے تو اگر کھوٹا کھوٹے سے بیچے سمین کرکے اور بالغ لوشتری متفرق ہوئے قبل قبض کے تو جائز ہی بخلاف امام شافعی کے بیع طعام میں ولو احدھما دینا فان ھو الثمن وقبض قبل التفرق جاز اور اگر احد البدلین دین ہو تو اگر وہ ثمن ہی ہو اور قبضہ کرے قبل تفرق کے تو بیع جائز ہی مثلاً گیہوں کو گیہوں سے بیچا اور ایک دین ہی تو اگر وہ ثمن ہی یعنی مرخول بالہ جارہ ہی اسطرح پر کہ بعت منک ھذا القفیز من الحنطۃ بقفیز حنطۃ اور جو مدخول الیہ جارہ منہیٰ وہ مبیع ہی قبض سوا سطے غیر طرفین جو از ہو اگر دین ہی تو بیع میں نہیں ہوتا اگر قبض سے والا لا لبیعہ ملیس عند الاسراح اور اگر دین ثمن ہو مثلاً مبیع ہو تو بیع جائز نہیں کیونکہ یہ بیع اس چیز کی ہی جو آسکے پاس نہیں کذا فی السراج وجید تمال الربوا لا حقوق العباد وھو بیتہ سواء اور ربوا کا گدر مال اور کھوٹا برابر ہی اور حقوق عباد میں کھرا کھوٹے کے برابر نہیں ہم سابدین کھرا کھوٹا اسوا سطے برابر ٹھہرا اگر جودت اور روایت کا تفاوت معتبر ہو تو بیع کا باب نہ ہو جاوے اسواسطے اگر مثلاً گیہوں دوسرے گیہوں کے مثل نہیں ہو سکتے ہو جہ سے اوار سواسطے کہ وصف میں تفاوت شمار نہیں کرتے اور اسواسطے کہ حدیث میں وارد ہی کہ جید ھا ورد یھا سواء کذا فی الطحطاوی پھر جب گدر مال کو کھوٹا برابر ٹھہرا تو ایک کی بیع دوسرے سے کم زیادہ کرکے جائز نہیں مال ربوا کی قید سواسطے لگائی کہ حقوق العباد میں جودت روایت کے برابر نہیں ہی اگر زید خالد کا مال ناحق کھا گیا تو اسکے برابر مقدار اور جودت میں زید پر دینا لازم آویگا اگر مال مثلی ہو والا قیمت اسکی لازم ہوگی ولکن یستحق جودۃ البعض بیع ھو کذا فی الطحطاوی والا فی اربع مال وقف علیھم وھم یرضون والقلب للھن اذا لکس اعتبارا مگر چار مسائل میں مال ربوا کی جودت اور مولدت برابر نہیں قف اور یتیم اور رہن کے غلام میں اور گروی یک لخت کنگن میں جبکہ وہ ٹوٹ جاوے کذا فی الاشباہ مال وقف کو مال یتیم سے صاحب بحر نے طرح کیا ہی بطریق بحث کے تو اگر وصی یتیم کے مال سے ایک قفیز گیہوں کو گیہوں کی قفیز سے بیچ کرے تو جائز نہیں اور اگر مرض قرب الموت جید کو ردی سے بیع کرے تو یصرف لثلث المال میں نافذ ہوگا یعنی برعایت حق ورضا اور اگر گروی کنگن رہن کے پاس ٹوٹ کر کم قیمت ہو جاوے تو مرتہن پر قیمت بخیر منکسر کا ضمان لازم آویگا کذا فی الطحطاوی وباع فلوسا بمثلھا او بدراھم او دنانیر فان نقد احدھما جاز وان تفرقا قبلا قبض احدھما لم یجز کما فلوس بیعا فلوس اذا لم یجز سے پھر اگر احد البدلین کو نقد دیا تو جائز ہی اور اگر بائع اور مشتری متفرق ہوئے بلا قبض احد البدلین کے تو بیع جائز نہیں چنانچہ مذکور ہو چکا ہم حاوی میں ہی کہ بیع مذکور اسواسطے صحیح ہی کہ بیع الفلوس بالفلوس میں اور بیع الفلوس بالنقد ین میں تقابض شرط نہیں چنانچہ کلام قدوری اسپر دلالت کرتا ہی اور علامہ محمد امین مختلف ہی انتہی اور بیع الفلس بالفلس میں شرط التعیین نہیں کو ہو چکا کہ قبض کذا فی الملتقی کما جاز بیع لحم بحیوان ولو من جنسہ کما تبیع الموزون بما لیس موزونا دینا بھی کیف ما کان بشرط التعیین اما تعیینہ فلا جیسے جائز ہی بیع گوشت کی جانور سے اگرچہ گوشت جانور کے خصیہ سے ہو مثلاً گائے کا گوشت گائے یا بیل سے بیع کرے تو جائز نہ ہوگا کیونکہ یہ بیع وزنی چیز کی ہی غیر وزنی سے تو جائز ہی جس طرح سے کہ ہو برابر یا کم و بیش بشرط تعیین کے ہو بطریق فسخ دین جائز نہیں ہم اگر گوشت جانور کی جنس سے ہو تو ظاہر ہی کہ اتحاد جنس میں تو حرام ہی اور اگر خلاف جنس سے ہو مثلاً گائے کا گوشت بکری سے بیچے تو اگر نسیہ بکری میں ہی تو بیع سلم ہی حیوان میں یا اور اگر اسکے بدلے میں ہی تو بیع سلم جائز نہیں ہی وشرط محمد زیادۃ التجانس اور محمد نے شرط کیا ہی زیادہ ہونا جنس کا ہم جنس سے گوشت مقطوع مراد ہی تا کچھ گوشت جانو کے گوشت کے مقابل ہو اور کچھ گوشت اسکے جگر اور طحال وغیرہ کے مقابل ہو والا ربوا ثابت ہوگا کذا فی الملتقی ولو باع مذبوحۃ بحیۃ او بعذیر وحمار الفا وکل الف مسلوخۃ بین ان تساویا من زنا بین ملاقیہ والا وما سلوخۃ لقطع عن السقط

الکرخی والطحاوی بجواز بیع بانفوز کو زندہ جانور سے یا ذبح سے بیچا تو باتفاق شیخین و محمد کے جائز ہے اور سیطح کھال اور دھیرے دو جانوروں کی باتفاق
بیع جائز ہے کذا فی البحر اور ہدایہ وغیرہ سے معلوم ہوا کہ ذکرہ ابن ہمام اور طحاوی نے مسلوخ سے اس جانور کا ارادہ کیا جو چھری اور تیر وغیرہ سے جانور زندہ کے ذبح کرنے کے بعد
ہوتا ہے کما یدل علیہ کلام الطحاوی کی طرح ہے شارح کو مناسب تھا کہ اس کا ذکر کرتا اس سے ہوجاتا مع انضمام تین ہمکہ مفہوم تین ہمکہ
تمام منطبق نہیں ہوتا چنانچہ کھال اور اوجھری اور ران اور تلی وغیرہ کا جائز بیع کرنا بر تقدیر قطع مطلقاً کیف ما کان کا خلافاً لما حسبہ
اور بیع روئی کے کپڑے کی روئی اور سوت سے مطلقاً جس طرح سے ہو برابر یا زیادہ بسبب مختلف ہونے دونوں کے باعتبار جنس کے یعنی ہوسطے کہ کپڑا بغیر نقص کے سوت اور
روئی نہیں ہوجاتا کذا فی البحر کبیع قطن بعزل القطن فی قطن بعزل وھو اکثر حتی جیسے روئی کی بیع روئی کے سوت سے جائز ہے مطلقاً کما فی القول المرضی اور
یہی قول اصح ہے کذا فی الحاوی القدسی وفی التبیینہ لا یاس بعزل قطن بثیاب قطن بالبیراتھا لیساء وزنا ویکون ذلک کالمستثنی کما جنبہ شارح
والله تعالیٰ اور فیہ میں ہے کہ کچھ مضائقہ نہیں روئی کی سوت کی بیع میں روئی کے کپڑوں سے دست بدست ہوسطے کہ دونوں زر نہیں جو زیادتی جائز ہو دونوں
مختلف الجنس نہیں کہ دست بدست شرط ہو اور سیطح مطلقاً دست بدست جائز ہے بیع جنس کے سوت کی اس کے کپڑے سے بشرطیکہ سوت موزون ہو اھ مسئلہ یہ
سے معلوم ہوا کہ سوت اور کپڑا مختلف الجنس ہیں تو اس سے معلوم ہوا ہے کہ ایک کی بیع دوسرے سے بھی بطریق نسیہ جائز ہو لیکن قیدیہ کا قول قریب یہ ہے کہ تفاضل جائز
ہونا تاخیر کذا فی الطحطاوی عن البحر وکبیع رطب برطب وتمر مثلاً کیلاً کذا فی التبیین فی الاموال الخ خلافاً لما فی المجاز فتدبر وقولہ مثلاً کیلاً
اتفاقاً ابن ملک اور چنانچہ جائز ہے بیع تر کھجور کی تر کھجور سے اندازہ خشک کھجور سے برابر برابر کیل کی رو سے نہ وزن سے بخلاف عینی کے کہ وہ تماثل وزنی کا قائل ہوا ہم کے نزدیک تساوی
رطب کی تمر سے فی الحال شرط ہے فی الحال کا مرمن نجاز اور صاحبین کے کہ کہتے ہیں کہ تماثل فی الحال کی تساوی کافی نہیں پھر جب تماثل کیلی شرط ہوا تو اگر بیع طعام بجنسہ اور سوا ذکر کے
ہوئی تو باتفاق امام اور صاحبین کے جائز نہیں کذا صرح بہ ابن ملک ہم صاحبین اور باقی ائمہ ثلثہ کے نزدیک طب کی بیع تمر سے ہوسطے جائز نہیں کہ رطب کم ہوجاتا ہے
خشک ہو کر انجام کار میں اور امام اعظم کے نزدیک مساوات عقد کے وقت معتبر ہوا اور فناتا حال کم ہوجانا مساوات فی الحال کا مانع نہیں بشرطیکہ جب خشک ہو مساوات
کیلی ہوسطے بالاتفاق شرط ہونی تماثل وزن سے مساوات معلوم نہیں ہوتی ہوسطے کہ ایک چیز دوسری چیز سے بھاری ہوتی ہے ترازو میں اور پیمانے میں ملکی ہوتی ہے
کذا فی الطحطاوی امام اعظم جب بغداد میں رہے تو اہل حدیث نے سوال کیا کہ رطب کی بیع تمر سے جائز ہے یا نہیں امام نے کہا کہ وہ حال سے خالی نہیں کہ رطب تمر ہے یا نہیں کہ رطب تمر ہے تو عقد جائز ہے بدلیل حدیث التمر بالتمر اور اگر تمر نہیں ہے تو بھی عقد جائز ہے بدلیل حدیث اذا اختلف النوعان فبیعوا کیف شئتم پھر اہل حدیث نے وہ جدید وارد کی جو موطا اور
سنن اربعہ میں زید بن عیاش عن سعد بن ابی وقاص سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال ہوا خرید کرنے تمر کا رطب سے تو فرمایا کہ ایکجا کم ہوجاتا ہے خشک ہو کر لوگوں نے کہا ہاں تو اس سے حکم منع فرمایا امام اعظم نے جواب دیا کہ اس حدیث کا مدار روایت زید بن عیاش پر ہے اور زید بن عیاش کی حدیث مقبول نہیں بخلاف حدیث ابن عمر جو ہمارے
کبریٰ تقدیر صحت سند حدیث مذکور نہی بیع کی بطریق نسیہ مراد ہے سوا کے ابو داؤد اور حاکم اور دار قطنی اور طحاوی نے شرح معانی الآثار میں یحیی بن کثیر سے روایت کی کہ ابو عیاش
نے جو کہ نام زید بن عیاش ہے سعد بن ابی وقاص سے سنا جس سے سوال ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن بیع الرطب بالتمر نسیئۃ یعنی منع فرمایا بیع رطب کا تمر سے بطریق نسیہ فتح القدیر وعند بعضہم لا یجوز بیع مطلقاً لانہ یصیر تمرا وجہ جائز ہے بیع تر انگور کی ترانگور سے یا خشک انگور سے برابر برابر سیطح یعنی فی الحال وکذا کل ثمرۃ بعضہا رطب وبعضہا یابس کذا فی الملتقی وعلیہ الفتوی
رطبہا برطبہا ویابسہا اور سیطح جو بصل کہ خشک ہوتا ہو چنانچہ پیاز ہو اور اس کا بھیجا جاوے تر سے اور خشک سے کیبع بصل رطبا او مبلولا بمثلہ فی الیابس ہو بیع جائز ہے
یا بھگوئے گئے کی اپنی مثل سے اور خشک سے وکذا بیع تمر او دقیق منفوع مثلہ او نیا الیابس منہما خلافا لمحمد ذیلعی اور سیطح جائز ہے بیع بھگوئی خشک کھجور کی خشک کی
اس کا تمر سے یا دونوں کی خشک سے بخلاف محمد کے کذا فی الزیلعی کہ کہتے ہیں کہ بیع مبلول سے بشرط اتحاد والا جائز ہے کذا فی الطحطاوی عن الخانیہ
وفی الخلاصۃ کما تقاوت خلقۃ الرطب والیبس والردی فہی شرط فاسد کذا تقاوت بعض الحبات کالحنطۃ بالدقیق وکلحظۃ للقلیۃ یفرھا فیکل سیمی اور

لہ قولہ بعین نقود ان عین نقود کی بیع بھی بطریق نسیہ جائز ہوتا اس لیے کہ شارح اسلام علیہ الرحمۃ نے آگے لکھا ہے شاید

مذابین ہو کہ جو تفاوت پیدائشی ہو جیسا چھوٹا کھجور اور عمدہ اور ناقص پس وہ ساقط الاعتبار ہے یعنی انمیں تفاضل جائز نہیں اور ہو تفاوت کہ تولیدی کے فصل سے ہو جیسا کہ گیہوں کی بیع آٹے سے اور بھنے گیہوں کی بیع بن بھنے سے وہ مفسد ہے جیسا کہ گذرا کہ طبیع لحم مختلف بعضہا بعض متفاضلا جائز ہے اور جیسے لحوم مختلفہ کی بعض سے زیادہ کر کے دست بدست لحوم مختلفہ میں تفاضل جائز ہے بسبب اختلاف جنس کے اور دست بدست کی شرط ہوئی بسبب زیادہ در ہے جلد بقبض ہم اور جائز ہے بیع گائے کے دودھ کی بھیڑ بکری کے دودھ سے برابر دست بدست بخلاف بکری اور بھیڑ کے دودھ کے کہ انمیں تفاضل جائز نہیں کہ دونوں ایک ہی جنس ہیں کذا فی المحیط والظہیریہ وفصل قل لقفیز حنطۃ حتی یصیر حنطۃ بأعتبار العادۃ یجعل عفو وجائز ہے تفاضل کھجور کے بیع انگوری سے کر کے بڑھا کر قول نقص واقع ہے عبارت ہذا ناقص کھجور سے اسکو مخصوص ہو کر کیا باعتبار عادت کے یعنی کھجور کے سوکھنے کا یہی حکم ہے لیکن عفو خلق ہے یہ کہ ناقص کا سر کہ بناتے ہیں لہذا فقط اسکو عفو کہ دیا ولہم بطریا بالفتح یابس اللحم والسمک والجمع العوام لیدہ ولحم اور جائز ہے بیع پٹ کی چربی کی دنبے کی چکتی سے یا گوشت سے اگرچہ دنبے کا گوشت ہو کذا فی الظہیریہ وقولہ ہو حسکو عوام عرب لیہ کہتے ہیں وخیز دلو من بسر افضل وہ دنبہ اور جائز ہے روئی کی بیع گیہوں اور آٹے سے اگرچہ گیہوں کی روئی گیہوں کا آٹا ہو تو بھی زیادتی جائز ہے اسواسطے کہ روئی بسبب قبول عبادکے دوسری ضیع تک کامل نہ رہی بخلاف گیہوں کے اور آٹے کے کہ وہ دونوں کامل ہیں تو قدر اور وصف دونوں مقصود ہیں یہاں تک کہ بیع لایق تسمیہ بھی جائز ہے کذا فی الظہیریہ عن المجرد زیت مطبوخ بغیر مطبوخ ودھن بنفسج بغیر البنفسج فضلا اولو زنا کیف کان لا اختلاف اجناسہا فلو اتحد لم یجز متفاضلا الا فی لحم الطیر لانہ لا یؤکل عادۃ حتی لو وزن لم یجز ایضا اور جائز ہے بیع روغن بنفشہ کی روغن بنفشہ سے اور روغن بنفشہ کی روغن سادہ سے بڑھا کر اول کو جیسے ہو بسبب مختلف ہونے انکی اجناس کے یعنی لحوم مختلفہ سے لیکر روغن بنفشہ تک کی بیع میں تفاضل اسواسطے جائز ہوا کہ اجناس مختلفہ ہیں اگر متحد الجنس ہوں تو تفاضل جائز نہیں مگر چربیوں کے گوشت میں باوجود اتحاد جنس کے تفاضل جائز ہے کیونکہ انکا گوشت موزون نہیں اور چربی میں اگر اسکا بھی وزنا رائج ہو تو تفاضل جائز نہیں کذا فی التبیین وفی الخبز لحم الدجاج والاوز فلان فی عادۃ مصروفی النہر لعلہ فی زمانہا ما فی زماننا فلا اختلاف لاختلاف یا اختلاف الاصل او المقصود او تبدل الصفۃ فیحتاط فی وضع القاعدۃ بین ہذا وبین ما یطبخ من الحبوب کالعدس والباقلا وغیرہما ہل یعتبر فیہ العادۃ کما فی الدجاج والاوز ہذا ما یقع فی خاطری الفاتر فی ہذا الوقت وہو ان ہذا یختلف باختلاف الزمان والمکان فی زماننا یعتبر فیہ العادۃ کما فی الدجاج والاوز لان العادۃ ہکذا فی زماننا وفی زمانہم لم یکن ہکذا

اوجلنز ودرهم بدرهمين كايمانيه بالشرط فاسد وقال الحلواني لا يجوز بيع البر البر متفاضلا وسويق هو الملحى وشعير بحنطة بيع حقيق بسويق مطلقا ولو متساويا لعدم المساواة فيهم بالشهرة الربوا خلافا لهما جائز نهين گيهون كى بيع گيهون كے آٹے يا آٹے كے ستو سے اور نه بيع آٹے كے ستو سے كسى حال مين اگرچه دونون برابر هون اسواسطے كه دونون كا برابر كرديني والا كوئى پيمانه نهين تو بيع حرام هوگى بسبب شبهه ربوا كے كه آٹے كى بيع ستو سے بسبب اختلاف نام اور خاصه اور مقصود كے جائز نه دست بدست گيهون كى بيع آٹے يا ستو سے امام كے نزديك اور صاحبين كے نزديك جائز نهين كيونكه دونون ميں فضل هوتا هے اسواسطے جائز نهين كه معيار دونون مين كيل هے اور كيل سے تو بيع مين تساوى معلوم نهين هوتا كيونكه گيهون پيسنے سے زياده هو جاتا هے واما بيع الدقيق بالدقيق متساويا بالكيل اذا كانا مكيولين فجائز اتفاقا ابن ملك كبيع سويق بسويق وحنطة مقلية بمقلية واما المقلية بغيرها فتفاسدا كما مر اور بيع آٹے كى آٹے سے برابر پيمانه كے كه اعتبار كيا هے دونون كو پيمانے مين وزن كر بهر دونو تو جائز هے باتفاق امام اور صاحبين كے كذا مر اين ملك جيسے ستو كى بيع ستو سے اور بهنے گيهون كى بيع بهنے گيهون سے جائز هے اور بهنے گيهون كى بيع غير بهنے سے تو فاسد هے جيسا كه مذكور هوا يعنى بهنا هوا گيهون ملا هوا هوتا هے مٹى اسكى بيع غير بهنے سے فاسد هے طحطاوى نے زيلعى سے نقل كيا كه اگر آٹا آٹے سے بيچے تول كر تو اسميں روايتين هين ولو الزيتون بزيت والسمسم بحله بالشيرج حتى يكون الزيت والحل اكثر معانى الزيتون والسمسم ليكون قدرا بمثله والزائد بالثقل فلذا كره فيهما التفاضل فيجوز بيعه بغير جنسه وبغير جنسه فان لا فهما له كبيع تراب الصاغة بالذهب فسد يا زيادة لربوا الفضل اور جائز نهين زيتون كى بيع روغن زيتون سے اور تل كى بيع ميٹهے تيل سے يهان تك كه روغن زيتون اور تيل زياده تر هو اوس روغن سے جو زيتون اور تل مين هے تاكه روغن كى مقدار روغن سے مقابل مين هو اور روغن ايسا كهلى كے مقابل هوا اور اسى طرح حكم هے هر ايك اس چيز مين جسكى كهل اور كهپچى كى قيمت هو جيسے اخروٹ كى بيع اسكے تيل سے اور دودهه كى اسكے گهى سے اور لكڑى كى اسكے غير سے سوا آگ كى جو لكڑى كى قيمت هوتى هے تو بيع فاسد هوگى سونا زياده هونے سے بسبب زيادتى كى بياج كے ويستقرض الخبز وزنا وعدا عند محمد وعليه فتوى هو كذا ذكره ابن ملك واستحسنه الكمال واختاره المصنف تيسيرا اور روٹى قرض ليجاوے تول كر اور گن كر محمد كے نزديك اور اسپر فتوى هے كذا ذكره ابن ملك اور اسكو كمال الدين نے اور پسند كيا هے مصنف نے اپنى شرح منيا مين كه واسطے دفع الحرج عن الناس كے يعنى فقد روٹيون كى بيع ايك روٹى اور دوسرے سے جائز نهين اجزا روٹى كے لكڑيون كے بدلے يعنى نقد اور نسيه كا ربوا بين سيد وعبده ولو مديونه كما تبا بالكل اسكے يعنى فقد دو روٹيون كى بيع ايك روٹى اور دوسرے سے جائز نهين اجزا روٹى كے لكڑيون كے بدلے يعنى نقد اور نسيه كا ربوا بين سيد وعبده ولو مديونه كما تبا اور بياج نهين دو ميان مولى اور اسكے غلام كے اگرچه غلام مديونه مكاتب هو غلام كا مال مملوك هے مولى كا جسطرح چاهے يهان تو ملكا كيا داخل هے بخلاف مكاتب كے كه وه بجائے حر كے قضاء و تصرف كى راه سے اذا لم يكن حر يته مستغرقا لرقبته وكسبه ولو مستغرقا يتحقق الربوا اتفاقا ابن ملك وغيره لكن في البحر المطلق التحقيق الاطلاق واعتبار الزائد للربوا يلي لتحقق الجنسية عند الشافعي اور ميان كے اسمين سوا مت بياج نهين جيسے كه غلام كا دين اسكى ذات اور كمائى كو مستغرق نهو سو اگر مستغرق نهو تو بياج ثابت هوگا بالاتفاق كذا ذكره ابن ملك وغيره ليكن بحر الرائق مين معراج سے منقول هے كه تحقيق الطلاق هے يعنى اسطرح بياج نهين هوگا اسكا دين مستغرق هو يا نهو اور غلام مديون كا زائد مال جو بهيڑ ديا جاتا هے تو بياج كے سبب سے نهين بلكه فرضخا اسكے حق متعلق هونے سے كذا ربوا بين متفاوضين في شركة عنان اذا تبايعا منهما او مال الشركة زيلعي اور بياج نهين دو متفاوضين اور عنان كے دو شريكون مين جبكه دونون نے خريد فروخت كى هو شركت كے مال سے كذا في الزيلعي هم فيه كو شركت عنان مين هى اسواسطے كه مفاوضه كے پاس مال شركت كے سوا كوئى مال مستقل نهين هوتا دونون ميں تو بياج اسواسطے ثابت نهين كه شريك اور مبيع مين دونون شريك هين تو احد العوضين كا فضل اسكے ملك سے خارج نهين هوا كه بيع تحقق هو كا بين حر ومسلم مستأمن او بعبد فاسد او قارضه كذا في الزيلعي هم فيه بر ضله مطلقا بلا عفو بخلاف الثلث والثلثة اور بياج نهين كافر حربى اور اس مسلم مين جو حربيون كا مستامن هو اگرچه عقد فاسد يا قمار بازى سے هو يا نهين وان يسمى دار الحرب مين اسواسطے كه حربى كا مال دار الحرب مين مباح هے مانند جهاڑ اور صيد كے تو حلال هوگا اسكى رضامندى سے هر طرح بدون دغا بازى كے بخلاف ابو يوسف

باقی ۱۳۳

اور ایسے ثلثہ کے حکم حلت ربوا میں دار الحرب کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر کافر حربی دار الاسلام میں آوے گا اور مسلمان سے ایک مہموم و درہم کے بیع کریگا تو بالاتفاق حرام نہوگا اور اباحت مال حربی کی تعلیل سے معلوم ہوتا ہے کہ مباح الاصل ہے نہیں جیسا کہ بادت مسلم کو حاصل ہوا اور حالانکہ مباح عام ہے خواہ زیادت مسلم کی طرف سے ہو یا حربی کی طرف سے اور جواب مسائلت دونوں صورتوں کو شامل ہے کذا فی الطحطاوی فتح القدیر میں ہے کہ ابو یوسف اور ائمہ ثلثہ کی یہ دلیل ہے کہ نصوص حرمت ربوا مطلق ہیں خواہ دار الحرب میں ہو خواہ دار الاسلام میں اور طرفین کی دلیل یہ حدیث ہے کہ لا ربوا بین مسلم و الحربی فی دار الحرب اور یہ حدیث غریب ہے سیوطی میں کہا کہ یہ حدیث محلی کی مرسل سے ہے اور محل ثقہ ہے اور ایسے شخص کی مرسل حدیث مقبول ہے اور دوسری دلیل یہ ہے کہ قبل ہجرت جب سورۂ روم نازل ہوئی تو صدیق نے غلبۂ روم کی فارس پر شرط کی تھی مشرکین مکہ سے اور یہ حکم صاحب شرع مال خطر کا زیادہ کر دیا تھا پھر جب اہل روم فارس پر غالب ہو گئے تو صدیق نے مال شرط مشرکین مکہ سے لیا اور یہ بعینہٖ قمار ہے اور یہ واقعہ دار الحرب میں تھا اور تیسری دلیل یہ ہے کہ مال اہل حرب مباح ہے بشرط عدم غدر اور اطلاق نصوص کا مال محظور میں ہونا مال مباح میں اور علماء نے مذہب نے درس میں التزام کیا ہے کہ حلت ربوا اور قمار سے فقہا کی مراد وہ ہے کہ زیادت مسلم کو حاصل ہو اگرچہ اطلاق جواب اسکے مخالف ہے انتہی ما فی الفتح ملخصاً وحکمہ من لسلم فی دار الحرب او بها حربی فاسلم احدهما او اسلما ثم دخل احدهما دار الحرب او بقیا حربیین

گر اسکا صحن غیر مسقف نہیں اور اسمیں مصطبل نہیں اور دالان ہے اس ساحت کا جسکے گرد حدود ہوں اور وہ مکان ہو تا اور مصطبل اور صحن غیر مسقف پر مشتمل ہو کذا فی النہر
وکذا لا یدخل الحلو بثمرہ ومنزلہ وما لا اصطبل فیہ الا بکل حق ھو لہ او بعرافقہ ای حقوقہ کطریق ونحوہ وعند الثانی المرافق المنافع اشباہ
اور اسطبل بالاخانہ داخل نہیں منزل کی خرید میں منزل وہ ہے جسمیں اصطبل نہیں مگر بکل حق ہو لہ یا بذکر مرافقہ بالسبۃ الاخانہ داخل خرید ہو گا مرافق سے مراد حقوق ہیں جیسا کہ
راہ وغیرہ اور ابو یوسف کے نزدیک مرافق سے منافع مراد ہیں کذا فی الاشباہ ہم مرافق جمع ہے مرفق کی بکسر میم وفتح فا مرافق عبارت ہیں توابع سے چنانچہ شرب مسیل اور حق
وہ ہے جو مبیع کا تابع ہو اور کل قلیل اور کثیر کا لفظ طریق سابا لفوہ مذکور ہوتا ہے تا بائع کا حق مبیع سے ساقط ہو جاوے اسکی تفصیل مزون سے سور جامع الفصولین میں ہے کہ حقوق
عبارت ہیں مسیل اور طریق وغیرہ سے بالاتفاق اور مرافق ابو یوسف کے نزدیک منافع دار ہیں اور ظاہر الروایۃ میں مرافق حقوق ہیں کذا فی النہر اور بکل قلیل وکثیر ھو الصحیح
او منہ یا بالاخانہ منزل کی خرید میں داخل ہوتا ہے بکل قلیل وکثیر ہو فیہ او منہ سے یعنی جو قلیل اور کثیر کہ منزل میں داخل ہے یا اُس سے متعلق ہو وہ مبیع ہے ہم چونکہ منزل اور
بیت دونوں سے شبیہ ہے لہذا بالاخانہ بذکر توابع وداخل ہو گا دار کی مشابہت سے اور اگر ذکر توابع نہیں تو داخل نہ ہو گا بیت کی مشابہت سے او یدخل الحلو بثمرہ
دار او الحلو یذکر شیئا لو لا بینۃ بتراب او بحمام او بیت او باب او منہ داخل ہو گا بالاخانہ دار کی خرید میں اگرچہ کچھ مذکور نہ ہو یعنی بلا ذکر حقوق یا بلا مرافق یا بکل قلیل وکثیر بالاخانہ
دار کی بیع میں داخل ہے اگر چہ کلمات دار کے متی کہے ہوں یا جیسے باشارہ کاہ ھذا التفصیل عرف الکوفۃ وفی عرفنا یدخل الحلو بلا ذکر فی الصور کلھا فتح
فکان سوء کان المبیع بیتا او فوقہ علو وغیرہ کالدار للملک فلسفی مساء یعنی اور تفصیل بیت اور منزل اور دار کی بحوالہ سراج کوفہ کے ہے اور ہمارے عرف میں بالاخانہ
داخل بیع ہو جاتا ہے بدوں اسکے ذکر کے سب صورتوں میں کذا فی الفتح والکافی خواہ بیت کے اوپر بالاخانہ ہو یا سوائے اسکے مگر والسلطان یسمی لہ سرائے ہو کذا فی النہر مع
استثناء کرنا دار ملک کا کلام سابق سے مرتبط نہیں اور خلل پیدا ہوا نہر الفائق کی عبارت کے حذف سے عبارت اسکی یہ ہے وفی عرفنا یدخل سمن غیر ذکر فی الصور کلھا سوا و
کان المبیع بیتا او فوقہ علو او منزل کذا بک لان کل سکن یسمی خانہ فی العجم ولو علوا سواء کان بغیر کالبیت او غیرہ الا دار الملک یتسمی بہ سرائے انتہی اور چونکہ بنا الاحکام علی العرف پر ہے
تو ہر اقلیم اور ہر زمانے میں وہاں کے لوگوں کا عرف معتبر ہو گا کذا فی الطحاوی کما یدخل فی بیع الدار الکنیف وبئر الماء والشجر الذی فی صحنھا کذلک البستان الا الزرع
وان لم یصرح بذلک جیسے داخل ہوتا ہے دار کی خرید میں پاخانہ اور پانی کا کنواں اور وہ درخت جو گھر کے صحن میں واقع ہیں اور اسیطرح داخل ہے وہ باغ جو گھر
اندر داخل ہو اگر چہ اسکی بیع کی تصریح نہ کی ہو کالبستان الخ اذا کان اسغونتھا فیدخل تبعا ولو منفصلا والا لو فصلا کالبستان یا بعلی وعینی داخل بیع
نہیں ہے باغ گھر کے باہر کا اسوقت داخل بیع ہے جب طریق بیت سے کھیا باغ گھر سے چھوٹا ہوا اور اگر گھر کے برابر ہو یا بڑا تو داخل نہیں مگر شرط سے کذا فی الزیلعی والعینی والظلۃ
کالدخل فی بیع الدار لینا فی علی الطریق فاخذ حکمہ کالکل حق وغیرہ ھامر وفاکان متصلا فی الدار تدخل کالعلو اور چھتا داخل نہیں ہوتا گھر کی
بیع میں اسواسطے کہ اسکی بنا راہ پر ہوتی ہے تو اسنے راہ کا حکم لیا مگر ذکر کل حق یا مانند اسکے جو مذکور ہو چکا البتہ چھتا داخل ہو گا اور صاحبین نے کہا کہ اگر چھتے کا دروازہ گھر کے اندر ہو تو
گھر کی بیع میں داخل ہو بالاخانے کے مانند ویدخل البناء الاعظم فی بیع بیت ودار مع ذکر المرافق لا تبعا من مرافقھا خانیۃ اور بڑا دروازہ داخل ہوتا ہے بیت اور
دار کی بیع میں ذکر مرافق کے ساتھ اسواسطے کہ دروازہ گھر کے مرافق سے ہے داخل ہے کذا فی الخانیہ لا یدخل الطریق والمسیل والشرب لا بکل حق ونحوھا ھو داخل بیع
نہیں راہ اور پانی کی جگہ اور پانی پینے کی باری گا مانند کل حق سے جو مذکور ہو چکا یعنی بذکر مرافق یا بکل قلیل وکثیر مع عدم دخول طریق سے طریق خاص مراد ہے جو انسان کی ملک میں ہو
لیکن وہ راہ جو کوچہ غیر نافذہ کی طرف ہو وہ داخل بیع ہے چنانچہ مجمع الفوائد میں مجمع الرافق سے منقول ہے اور گھر کی راہ کا عرض اُس گھر کے دروازے کے عرض کے برابر ہے اور طول اُسکا
شارع عام تک ہے چنانچہ قہستانی میں ہے اور سیلان وہ سکان ہے جیسے بارش وغیرہ کا پانی بہتا ہو اور شرب کا بول وسکون نانی عبارت ہے پانی کے حصے سے کذا فی الطحطاوی بخلاف
ما لا یملک الدار او ارض فتدخل بلا ذکر کما تعقد للمقام لا غیر فبلاف گھر اور بیع کے اجارے کے کہ طریق اور مسیل اور شرب اجارہ میں داخل ہونگے بلا ذکر حقوق اور مرافق کے اسواسطے
کہ عقد اجارہ انتفاع کے واسطے ہوتا ہے اسکے لیے تمین ہاں طریق وغیرہ کے انتفاع حاصل ہیں بخلاف بیع کے کہ اسمیں قطع نظر انتفاع کے ملک مقصود ہے والرھن والوقف کالبیع

اور وقف کے کذا فی الخلاصہ یعنی رہن اور وقف میں طریق اور مسیل اور شرب بلا ذکر حقوق داخل ہیں تو اتر بدا دا وصالح علیہا او اوصی بہا ولم یذکر حقوقہا و مرافقہا لا یدخل الطریق کالبیع اور اگر ایک شخص نے گھر کا اقرار کیا کہ فلانے کا ہے یا اُس پر صلح کی یا اُس گھر کی وصیت کی کسی شخص کے واسطے اور بیچے گھر کے حقوق اور مرافق ذکر نہ کیے تو راہ داخل نہ ہوگی بیع کے مانند ولا یدخل فی القسمۃ والاقرار الحقوق والمرافق کما یدخل فی البیع اور قسمت میں راہ داخل نہیں جس طرح حقوق و مرافق مذکور ہیں مگر صریح رضامندی سے کذا فی التہر عن الفتح وفی الحاوی القدسیۃ ینبغی ان یکون الرہن کالبیع اذا لا یفصد بہ الاستیفاء قلت ہو جواب الکلام الفقہ المنقول کما مر ولفظ الخلاصۃ ویدخل الطریق فی الرہن والصدقۃ الموقوفۃ کالاجارۃ واعتمدہ المصنف تبعا للبحر اور حواشی مسقویہ میں ہے لائق یوں ہے کہ رہن بیع کے مانند ہو واسطے کہ رہن سے انتفاع مقصود نہیں ہوتا میں کہتا ہوں کہ یہ کلام جید ہے اگر اسکی مخالفت منقول سے منہوق چنانچہ خلاصہ سے مذکور ہو چکا اور عبارت خلاصہ یہ ہے اور داخل ہے طریق میں اور صدقہ موقوفہ میں اجارہ کے مانند اور اس قول پر مصنف نے اعتماد کیا ہے بحر الرائق کا تابع ہو کر نعم ینبغی ان یکون الہبۃ والنکاح والخلع والعتق علی مال کالبیع والوجہ فیہ لا یخفی انتہی ہاں لائق اون ہے کہ ہبہ اور نکاح اور خلع اور عتق بعوض مال بیع کے مانند ہو عدم دخول طریق اور مسیل کی مخفی نہیں انتہی فائدہ مہمہ جو فوائد بحر سے مستفاد ہوئے ان کا جو تتبع میں نے کیا ہے مذکورہ ماتندیم ہوئے نہ ہے کہ آئین بیع کا حکم جاری ہو کذا فی الطحطاوی

باب الاستحقاق

ہو طلب الحق یہ باب ہے استحقاق کے احکام میں استحقاق لغت میں عبارت ہے طلب حق سے ہم اور استحقاق فقہ میں استحقاق عبارت ہے ہو جانے شخص سے مستحق واسطے ایک شئے کے حق اسباب کا یہ تھا کہ تمام ابواب بیوع کے بعد مذکور ہوتا کیونکہ یہ عبارت ہے طلوع عدم صحت بیع سے بعد تمام ہونے بیع کے ولیکن جب کہ استحقاق حقوق سے مناسب بلحاظ الفظا و معنی لہذا اسکے بعد مذکور ہوا کذا فی الطحطاوی الاستحقاق نوعان احدہما ابطال الملک بالکلیۃ کالعتق والحریۃ الاصلیۃ وثانیہما اثبات الملک کتابۃ استحقاق دو قسم ہے ایک قسم مطلق ہے ملک کی بالکل بنا بر عتق اور اصلی حر ہونا اور مانند اسکے جنانچہ بدیہ اور ثابت ہونا ام ہونا یعنی جبکہ یہ ثابت ہو کہ بیع غلام آزاد یا حر اصلی بامدبر یا مکاتب ہے تو استحقاق بالغ اور مشتری کی ملک کا بالکلیہ مطلق ہے دوسری قسم استحقاق بمعنی اثبات الملک بان ادعی زید علی بکر ان ما فی یدہ من بعد ملک لہ وہو ہذا اور قسم ثانی استحقاق کی ملک کی نقل کرنا ہوا ایک شخص سے دوسرے کی طرف چنانچہ ملک کے سبب سے مستحق ہونا اسطرح پر کہ زید نے بکر پر دعوی کیا کہ جو گھر فلانے محلہ میں غلام ہے وہ میرا مملوک ہے اور اسپر گواہی گذرانی فالقاضی لا یوجب فسخ العقد علی الظاہر لانہ لا یوجب بطلان الملک تو استحقاق قاضی کا فسخ عقد کا موجب نہیں بلحاظ ظاہر الروایۃ کے واسطے کہ قاضی بطلان ملک کا موجب نہیں ہم یعنی عقد سابق مستحق کی اجازت پر موقوف ہیگا اور نا عدم رجوع مشتری فسخ عقد منوگا والحکم بہ حکم علی ذی الید وعلی من تلقی ذو الید الملک منہ ولو مورثہ فیتعدی الی بقیۃ الورثۃ اشباہ فلا تسمع دعوۃ الملک منہ لحکم علیہم اور استحقاق کا حکم گزرنا بہ حکم ہے قابض پر اور ورثہ شخص پر جس سے قابض نے ملک حاصل کی اگرچہ وہ شخص قابض کا مورث ہو تو یہ حکم باقی وارثوں تک متعدی ہوگا کذا فی الاشباہ تو مسموع نہ ہوگا دعوی ملک کا استحقاق کے خلاف میں کیونکہ بنا پر حکم ہو چکا یعنی جب حکم استحقاق بقیہ ورثہ تک متعدی ہوا تو اب کوئی وارث دعوی نہیں کر سکتا بلا دعوی النتاج کہ دعوی نتاج کا مسموع ہوگا اسطرح پر کہ بالعین ہے کوئی بائع کے کہ عین شمن نہیں بھیرا کیونکہ مستحق کا ذب ہوا بسبب اسطے کہ بیع بیع ملک میں جنی ہوا بسبب ابطال کی ملک میں بوسطہ یا بلا واسطہ کذا فی الطلبی المخصا وکذا یرجع بعد حکم المشتری علی بائعہ ما لم یرجع علیہ ذو الید الکفیل اما لم یقض علی الکفول عنہ لئلا یحکم قضائین فی مال واحد لان بدل المستحق مملوک اور کوئی مشتری شمن پھیرے اپنے بائع سے جب تک اُس سے شمن نہ پھیر لیا جاوے یعنی مشتری اوسطے رجوع شمن کرنے کا وقتیکہ مشتری اپنے بائع سے رجوع کرے اور نہ قضا سے شمن پھیرے جب تک کہ قضا عنہ قاضی کا حکم نہ ہوا دوسرے سے کہ ایک ملک میں مجتمع ہو واسطے کہ چیز مستحق کا بدل مملوک ہم اجتماع قضیتین کی تعمیل غیر مشتری اخیر اور غیر بائع اول میں ظاہر ہوتی ہے یعنی بائع متوسطین میں واسطے کہ متوسطین میں سے ہر واحد کے پاس ایک شمن ہے تو اگر شخص متوسط شمن پھیر دیوے کہ تو اسکی ملک میں دو شمن مجتمع ہو جاویں تو ہلاکت کا جایز نہیں تو صاحب شئے قلیل الادبار اُس شئے کا رجوع علیہ قبل انکہ ان یرجع علی بائعہ ایضا لزوال البدل عن ملکہ اور اگر مشتری نے

صلح کرنی بائع سے کہ تیرے لیے ثمن بائع کو بری اللہ سے کہ قاضی کا حکم ہو گیا مشتری کو بائع سے ثمن پھیر لینے کا تو مشتری کے بائع کو اپنے بائع سے ثمن پھیر
جائز ہو سبب اول کے مشتری کی ملک سے یعنی جب مشتری نے بعد حکم رجوع کے اقرار کر دیا ثمن سے تو گویا اُسنے بائع سے لیا کذا فی الطحاوی فلو حکم المستحق علیہ
المشتری لم یرجع لانہ بالصلح ابطل حق الرجوع و تمامہ فی جامع الفصولین اور اگر مستحق کے واسطے حکم ہوا اور مشتری سے مستحق نے صلح کر لی کچھ ثمن دیکر
تو اب مشتری بائع سے ثمن پھیرے ہوا سطے کہ مشتری نے صلح سے حق رجوع کو باطل کر دیا اور پورا ایمان کا جامع الفصولین میں ہے یعنی مستحق نے مشتری سے کہا کہ کچھ تھوڑا
ثمن مجھسے لے اور مبیع مجکو دے تو اب مشتری اپنے بائع سے رجوع نہیں کر سکتا والمبطل یوجبلی یوجب فسخ العقود اتفاقا اور استحقاق مبطل ہو جب ہی
فسخ عقود کا بالاتفاق یعنی جو عقود کہ بالعین ہیں جاری ہوئے ہیں اُنکے فسخ ہونے میں قاضی کے حکم کی کچھ حاجت نہیں کذا فی الدرر و لکل احد من المتباعۃ الرجوع
علی بائعہ وان لم یرجع علیہ تو ہر ایک مشتری کو ثمن کا پھیر لینا اپنے بائع سے جائز ہے اگرچہ اُس مشتری سے ثمن پھیر لیا گیا ہو و یرجع ھو ایضا کل ذلک علی الکفیل
و لو قبل القضاء علیہ لعدم اجتماع الشخصین اخذ بدل الحر لا یصلت اور مشتری اسیطرح اپنے بائع کے ضامن سے بھی ثمن پھیرے اگرچہ قاضی کا حکم ضامن پہ
پھیر دینے کا نہ ہوا ہو بسبب عدم اجتماع ثمنین کے اسواسطے کہ آزاد کا بدل مملوک نہیں ہوتا بخلاف استحقاق تا قول کے چنانچہ مذکور ہو چکا و الحکم بالحریۃ کالحکم علی
الکفالۃ تمر ان لم یسلم سوفہ کا ربیبۃ او یقول لہ ان احراد الربیبۃ اقرار بالرق اشباہ اور اصلی آزادی کا حکم آزادی پر حکم ہی خواہ
ثبوت آزادی گواہی سے ہوا ہو یا خود اُسکے اس قول سے کہ میں آزاد ہوں بشرطیکہ اس قول سے پہلے اُس سے غلامی کا اقرار نہ ہو گیا ہو کذا فی الاشباہ صورت اسکی
یہ ہو کہ زید نے خالد پر دعوی کیا کہ یہ میرا غلام ہی خالد نے کہا کہ میں حر اصلی ہوں اور سابق میں اسنے غلامی کا اقرار نہیں کیا اور مدعی گواہی سے عاجز ہوا اور قاضی نے
اسکی حریت اصلی کا حکم کر دیا تو یہ حکم حریت کا سب لوگوں پر ہو گا کذا فی الطیبی فلا تسمع دعوی الملک مرۃ احد فلو حکم بحریتہ صلیکا حکم سب لوگوں پر ہوا تو
کسی شخص کی ملک کا دعوی اُسپر مسموع نہ ہو گا و کان العتق و فروعہ بمنزلۃ حریۃ الاصل و اسی طرح عتق اور فروع عتق مانند حریت اصلیہ کے ہیں ہم فروع عتق کتابت
اور تدبیر اور استیلاد ہیں اور عتق سے مراد وہ عتق ہو کہ ملک ثابت ہو واما الحکم بالعتق فی الملک الموروث فھو الکائن من وقت التاریخ و لا یکون بقضاء
قبلہ کما بسطہ ملا خسرو و یعقوب پاشا فاحفظہ فان الکتب عنہ خالیۃ اور عتق کا حکم ملک موروث میں سب خلق پر ہوتا ہی تاریخ کے وقت سے
اور حکم نہیں ہوتا قبل تاریخ کے چنانچہ اسکو ملا خسرو و یعقوب پاشا نے مشرح بیان کیا ہی اسکو یاد رکھنا چاہیئے کیونکہ اکثر کتب فقہ میں تفرقہ سے خالی ہیں ہم حالانکہ یہ
کہ عتق کا حکم ملک مطلق میں بمنزلہ حریت اصلیہ کے ہی کہ سب خلق پر حکم ہو اور ملک موروث میں عتق کا حکم سب خلق پر ہوتا ہی تاریخ کے وقت سے یعنی قبل تاریخ سب پر حکم نہیں ہوا اگر
زید نے مکاتب کہا کہ تو میرا غلام ہی میں تیرا مالک ہوں پانچ برس سے اور بکر نے کہا کہ میں تو محمود کا غلام تھا چھ برس سے سو اُسنے مکاتب آزاد کر دیا و اسنے اس دعوی پر گواہ
گذرانے تو زید کا دعوی مندفع ہو گا پھر اگر حامد بکر سے کہے کہ تو میرا غلام ہی میں تیرا مالک ہوں سات برس سے اور تو نے مجکو میرا مملوک ہونا اس دعوی کو اُسنے گواہی ثابت کیا تو
حریت کا حکم فسخ ہو گا اور بکر حامد کا مملوک ٹھہر جائیگا کذا فی الطحاوی عن الدرر و اختلفوا فی القضاء بالوقف قیل کالعتق و قیل کالقسمۃ فیہ دعوی ملک آخر و ھو
المختار و صححہ العمادی اور فقہا نے اختلاف کیا ہی وقف کے حکم میں بعضوں نے کہا کہ حریت کے حکم کے مانند ہی اور بعضوں نے کہا کہ وقف حریت کے مانند
نہیں تو وقف میں دوسری ملک کا دعوی مسموع ہو گا اور یہی قول مختار ہی اور عمادی نے اسکو صحیح کہا ہی و فی الاشباہ القضاء یتعدی فاریم حریۃ دون
نکاح و دکاء و فی الوقف یقتصر علی عینہ اور اشباہ میں ہی کہ قضا متعدی ہوتی ہی جاریہ حریت میں حریت اور نکاح اور دکاء میں اور وقف میں قضا متعدی نہیں مقصور ہی
عینہ کے اور یعنی جو عورت کے نکاح کا ایک شوہر سے حکم کر دے پھر دوسرے کا دعوی مسموع نہیں دیکھ رجوع المشتری علی بائعہ بالثمن
او کان لاستحقاق بالبینۃ لما سیجی انھا حجۃ متعدیۃ اور ثابت ہو ثمن پھیر لینا مشتری کا اپنے بائع سے جبکہ استحقاق گواہی سے ہوا سواسطے کہ آگے دیگا کہ شہادت
حجۃ متعدیہ ہی اما اذا کان لاستحقاق باقرار المشتری او بنکولہ او باقرار وکیل المشتری بالخصومۃ او بنکولہ فلا یرجع لانہ حجۃ قاصرۃ

۱۲۱۷

اور اگر استحقاق مشتری کے اقرار سے ہوا اُسکے انکار قسم سے یا مشتری کی خصومت کے دلیل کے اقرار سے یا اُسکے انکار قسم سے تو شئ بیعہ پر قبضہ نہیں ہوتا ہے اقرار
حجت قاصرہ ہے متعدیہ ولا اصل الا البینۃ حجۃ متعدیۃ تظہر فی حق کافۃ الناس لکونہ فی کل شئ کما ھو ظاھر کلامہ اور یا یعنی یا بمعنی بل اور شق
وغیرہ کما ذکرہ المصنف اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ شہادت حجت متعدیہ ہے ہر حکم الٰہی میں کے لئے حق ہوتا ہے لیکن ہر جزئیہ میں نہیں چنانچہ نکاح کا اقرار یعنی اور عینی کو
بلکہ عتق اور اُسکے مانند یعنی کتابت اور تدبیر اور استیلاد اور نکاح اور نسب اور ولاء شہادت میں چنانچہ مذکور ہو چکا ذکر کیا ہے اسکو مصنف نے اپنی شرح میں کہا اقرار میں حجۃ
قاصرۃ علی المقر لعدم ولایتہ علی غیرہ لا اقرار یعنی اقرار حجت متعدیہ نہیں بلکہ اقرار حجت قاصرہ ہے مقر پر بسبب نہ ہونے ولایت قہر کے اپنے غیر پر ہم چونکہ مقر کی ولایت غیر پر
ثابت نہیں لہذا اُسکا اقرار اُس پر حجت ہوگا نہ غیر پر بخلاف شہادت کے ہوسکتے کہ شہادت حجت نہیں ہوتی مگر قاضی کے حکم سے اور قاضی کو ولایت عامہ حاصل ہے لہذا قاضی
کے حق میں نافذ ہوگی ذکرہ فی الفتح یقضی لو اجتمعا فان ثبت الحق بھما قضی بالاقرار لانہ عند الحاجۃ فالبینۃ اولی فتح و نہر باقی رہا یہ احتمال کہ اگر شہادت اور
اقرار دونوں مجتمع ہوں سو اگر حق دونوں سے ثابت ہوتو اقرار پر حکم کیا جائیگا کیونکہ حاجت کے وقت پھر تو شہادت پر حکم کرنا اولی ہے کذا فی الفتح والنہر اجتماع کی صورت یہ ہے
کہ مدعی نے اپنا دعوی شہادت سے ثابت کیا پھر مدعا علیہ نے اُسکی ملک کا اقرار کیا تو یہاں اقرار پر حکم ہوگا اسواسطے کہ گواہی سنکر مسموع ہوتی ہے نہ مقرر پر کہ یہ حاجت ہے
چنانچہ مشتری کو بائع سے ثمن پھیرلینے کی حاجت ہو تو گواہی اقرار پر مقدم ہے کذا فی الظہیریہ فلو استحقت میتۃ ولدت عند المشتری ولا استیلادہ بینۃ
یتبعھا ولدھا بشرط القضاء بہ ای بالولد فی الاصح زیلعی کلام البزازی یفید تقییدہ بما اذا سلمت الشھود فلو بینا انہ لذی الید او قالوا لا ندری
لا یقضی بہ نہر پھر اگر وہ مبیع جو مشتری کے پاس بلا استیلاد مستحق غیر کی گواہی سے تو اُسکا بچہ اُسکے تابع ہوگا بشرطیکہ قاضی کا حکم ولد پر ہو گیا ہو قول اصح میں
کذا فی الزیلعی اور بزازی کا کلام مفید ہوا اس تقیید کا جبکہ گواہوں نے سکوت کیا ہو اسواسطے اگر گواہوں نے یہ بیان کر دیا ہو کہ بچہ قابض کا ہے یا یوں کہا ہو کہ ہم نہیں جانتے تو قاضی
ولد کا حکم نہ کرے کذا فی البزازیہ استیلادہ لا یمنع استحقاق الولد بالبینۃ فیکون ولد المغرور حرا بالقیمۃ للمستحق کما عرف بأبی دعوی النسب بھر
دریافت کرنا چاہیئے کہ قابض کا استیلاد ولد پر کے استحقاق کو گواہی سے مانع نہیں تو شخص مغرور کا ولد آزاد ہوگا اُسکے مستحق کو ولد کی قیمت دے کر چنانچہ دعوی نسب کے
باب میں مذکور ہو چکا ان اقر ذو الید بہا للرجل لا یتبعھا فیاخذھا وحدھا ان فرق القابض فی دعوی الاصل والا فمع الاصل والا فمع الفرع کما اقر کیا ایک شخص نے دوسرے کے واسطے
تو اُسکا بچہ اُسکے تابع نہ ہوگا اور وہ فقط اُس لونڈی کو لیگا اور فرق گواہی اور اقرار کا مذکور ہو چکا قاعدہ مذکورہ میں یعنی گواہی حجت متعدیہ ہے ہر اور اقرار حجت قاصرہ
ھذا اذا لم یدع بالمقر لہ فلو ادعاہ یتبعھا وکل اساری الروم اذا اسلموا لا یعتقون علیھا لانھم عبید الامام او ورثتہ او یعنی تابع ہوا ولد کا بسبب کے اسوقت کہ جبکہ مقر نے
ولد کا دعوی نہ کیا ہو اور اگر دعوی کیا ہوگا تو ولد تابع ہوگا اپنی والدہ کا اور ایسا ہی حکم ہے باقی زوائد کا چنانچہ درخت کے بھل درخت کے تابع ہیں اگر مستحق کے واسطے قاضی
نے درخت کا اقرار کیا مگر وصولت دعوی مقرلہ بان یدعیہ ہو کہ پاک اُس کا ہے ضمان نہیں مانند زوائد مغصوبہ کے ولہ یرد الثمن الا ان فرع حکم الاقرار فتستانی
معزیا للعادۃ اور مصنف نے اقرار کو مسکوت عنہ کیونکہ اسواسطے کہ وہ اقرار کے حکم میں ہے چنانچہ تستانی نے اسکو ذکر کیا ہے عبارہ کی طرف منسوب کرکے ومنہ التناقض فی الدرامنہ فی الکلا
دعوی الملک لاحدین او منفعۃ لثانی الصغر و طلب الکل لاحدھما یمنع دعوی عکسھا او خاص یعنی مخالف کلامی ذات یا منفعت کے دعوی ملک کی مانع ہے اسواسطے
کہ صغری میں ہے کہ لونڈی کا نکاح طلب کرنا اُسکے مالک ہونے کا دعوی کا مانع ہے ہر متناقض سواسطے مانع ہے کہ قاضی کلام متناقض پر حکم نہیں کر سکتا اسواسطے کہ ایک دوسرے
کو ابطال نہیں تو دونوں ساقط الاعتبار ہوئے چنانچہ ایک لونڈی کے مالک ہونے کا دعوی کرنا پھر اُسکے نکاح کی درخواست کرنا امر متناقض ہے کیونکہ عبد کسکا نہیں ہوتی
مثال ہوا ملک عین کے دعوی کے اور ملک منفعت کی مثال ہے کہ ایک عورت کے نکاح کا دعوی کرنا پھر اُسکے نکاح کا پیغام دینا کما صرحوا بہ لتفسیخھما لعین الاول اذا وفق
اور جیسے متناقض اپنی ذات کے دعوی کا مانع ہے اسطرح اپنے غیر کے دعوی کا مانع ہے مگر جبکہ توفیق ہو سکے یعنی رفع متناقض ہو سکے مثلاً زید نے ہمکو اول دعوی کیا کہ یہ چیز میری ہے فلانے مولکی ہے
پھر دعوی کیا کہ فلانے مولکی ہے تو یہ دعوی مقبول نہیں مگر وصورت توفیق اسطرح کہ بیع میرے فلانے مولکی تھی جسنے مجکو حصہ میں دیدی لیا تھا پھر اُسنے میرے دوسرے مولکی کے ہاتھ

بیا اور اسنے بھی مجکو خصومت کے واسطے وکیل کیا ان فی الطحطاوی ھل یکفی امکان التوفیق خلافہ فحققہ فی متفرقات القضاء اور کیا اسکا ان تجھ میں رفع تناقض کے واسطے کافی ہو یا تو نہیں بالفعل بھی ضرور ہی اسمیں اختلاف ہی علما کا اور اسکی تحقیق کرینگے کتاب القضا کی متفرقات میں وفروع ھذا الاصل کثیرۃ سیجی فی کتاب الدعوی ومنہا ادعی علی اخراجہ اخوہ وادعی علیہ انفقہ فقال المدعی علیہ لیس ھو باخی ثم مات المدعی عن ترکۃ فجاء المدعی علیہ بطلب میراثہ ان قال ھو اخی لم یقبل لانہ اقر ان قال انی ابنی قبل اور ایسا اصل یعنی مسئلہ تناقض کی بہت فروع ہین جو تناقض دعوی سے آتی ہین اور انمیں سے یہ ہی کہ دعوی کیا دو سرے پر کہ یہ میرا بھائی ہی اور میرے نفقے کا دعوی کیا اسوجہ سے علیہ نے کہا کہ وہ میرا بھائی نہین پھر مدعی کچھ ترکہ چھوڑ کر مرگیا تو مدعا علیہ نے اسکی میراث طلب کی تو اگر اسنے کہا کہ وہ میرا بھائی تھا تو مقبول نہوگا بسبب تناقض کے اور اگر اسنے کہا کہ میرا باپ یا بیٹا تھا تو مقبول ہوگا شارح کے کلام سے معلوم ہوتا ہی کہ مدعی نے اول خود کا دعوی کیا اسکے بعد علیہ نے ابوۃ یا بنوۃ کا دعوی کیا حالانکہ ایسا نہین ہی اور شارح کو یہ وھو کھا صاحب بحر وغیرہ کے کلام سے ہر گیا بلکہ مطلب یہ ہی کہ اگر بجاے دعوی اخوۃ مدعی بنوۃ یا ابوۃ کا دعوی کریگا تو دعوی مدعا علیہ کا مقبول ہوگا کینوکہ اسوقت فروع کا تناقض مقبول ہی بخلاف اخوۃ کے کہ اسکے دعوی میں تناقض نہین ہی جسکا سبب مخفی ہی چنانچہ ذیل طلاق اور جریم ہم تناقض نسب کی یہ صورت ہی کہ زید کے پاس ایک غلام پیدا ہوا اور اسنے اسکو بیچا اور مشتری نے دوسرے کے ہاتھ بیچا پھر زید نے دعوی کیا کہ غلام اسکا بیٹا ہی تو دعوی اسکا مسموع ہوگا اور بیع اول و ثانی باطل ہوگی اسواسطے کہ نسب کی بنا عاوق پر ہی اور یہ تناقض ایسا امر مخفی ہی تو مدعی تناقض مین معذور ہی اور بسبب اگر یہ لاکہ مین اسکا وارث نہین پھر یہ لاکر مین اسکا وارث ہون تو مسموع ہی اگر سبب تناقض مذکور کرے اور تناقض طلاق کی صورت یہ ہی کہ زوجہ نے اپنے زوج سے علیحدگی کا دعوی کیا پھر زوجہ نے اسکو قبل خلع کے طلاق دی تھی تو دعوی مقبول ہی اور خلع کا مال وہ پھیرلے گی اگرچہ کلام تناقض ہی اسواسطے کہ زوج ایقاع طلاق مین مستقل ہی اور اسکی زوجہ گواہ لائی کہ زوج نے اسکو قبل خلع کے طلاق دی تھی تو دعوی مقبول ہی اور خلع کا مال وہ پھیرلے گی اگرچہ کلام تناقض ہی اسواسطے کہ زوج ایقاع طلاق مین مستقل ہی اور اسکی

اطلاع زوجہ کو ضرور نہین کذا فی الطحطاوی عن المنح فلو قال العبد کنت اشتریتہ فانا عبدہ لزید فاشتراہ محمد علی ھذہ المقالۃ فاذا ھو حر اقر ان کان بالبائع حاضرا او غائبا غیبۃ معروفۃ یعرف مکانہ فلا شئ علی العبد لوجود التقابض تو اگر غلام نے کہا مشتری سے کہ مجکو زید نے کہا کہ مین زید کا غلام ہون پس اسنے خریدا اسکے کلام پر اعتماد کرکے اور وہ آزاد نکلا یعنی آزاد ہونا ظاہر ہوگیا پس اگر بائع حاضر ہو یا غیبت معروفہ غائب ہو یعنی مکان اسکا معلوم ہو تو غلام پر کچھ نہین بسبب موجود ہونے قابض کے یعنی قابض کے حق مین پھیر لینا مستحق ہی والاجر للمشتری علی العبد بالقیمۃ خلافا للشافعی اور اگر بائع حاضر نہو یا مکان غیبت اسکا معلوم نہو تو مشتری غلام سے حق پھیرلے بخلاف ابو یوسف کے عدم رجوع ابو یوسف کا مذہب نہین بلکہ ایک روایت ہی اُن سے کذا فی الطحطاوی عن البحر ولو قال استوفی فقط او ان العبد کاتبہ فعجز لا رجوع علیہ اتفاقا درر اور اگر اسنے کہا کہ مجکو زید نے فقط یا اذن کہا کہ مین غلام ہون فقط تو اسپر رجوع نہین یہ بالاتفاق کذا فی الدرر اور عدم رجوع کی وجہ یہ ہی صورت متن ہی کہ کبھی آزاد کی خریداسکی غلامی کے واسطے ہوتی ہی چنانچہ سلم اسیر کی خریدا جر ہے اور عدم رجوع کی دوسری صورت مین یہ ہی کہ ایک شخص کہا ہے غلام آزاد ہی کسی کا اور اسکا خریدنا صحیح نہین چنانچہ مکاتب کی خرید وجہ العبد علی البائع اذا اخذ المکاتب اور غلام تحمل پھیرلے بائع سے جب اسکو ادا کے بخلاف الرھن بان قال ارھنی فانی عبد کم یضمن اصلا والاصل ان التعزیر یوجب الضمان فی عقد المعاوضۃ لا الوثیقۃ بخلاف الرھن اس طرح پر کہ ایک شخص نے کہا تمسے کہ کھیت رہن کھو اپنے غلام کا اور وہ آزاد نکلا تو ضمان نہوگا اصلا اور قیاس یہ ہی کہ دھوکھا جسمین ہی عقد معاوضہ کے ضمن مین عقد وثیقہ کے ضمن یعنی بیع رہن ضمان سے واسطے ہو کہ وہ عقد معاوضہ ہو اور رہن بیع کے واسطے ضمان نہین کہ وہ عقد وثیقہ ہی عقد معاوضہ کا ثم برھن انہ وقف محکوم بلزومہ قبل والا لا لان برجوع الواقف لا یزیل الملک بخلاف الاعتاق وفیہ اعتمد المصنف تبعا للبرھان علی خلاف ما رجحہ فی الوقف وقدم فی الوقف فی الکتاب ایک شخص نے زمین مجھ پر شہادت لایا کہ وہ زمین وقف ہی جسکے لزوم وقف پر قاضی کا حکم ہوگیا ہی تو یہ تناقض مقبول ہی اور مرتہن تو نہین یعنی وقف غیر محکوم کا تناقض مقبول نہین اسواسطے کہ وقف جاہا حاکم قاضی غیر کا ملک نہین بخلاف عتاق کے کذا فی الفتح اور اسی قول پر مصنف نے اعتماد کیا بخلاف الرھن کی بیع وی کرکے برخلاف تصریح زیلعی کے اور اسکا ذکر کتاب الوقف مین ہوچکا اور ذکر کتاب الرھن مین آویگا

مع اشتراکہ کم قاضی لزوم وقف میں امام کا قول ہے اور فتوی زوال ملک پر ہے مطلقاً اشتری شیئاً وہ یقبضہ حتی دعا علی احد انہ لا تسمع دعواہ بدون حضور البائع والمشتری للقضاء علیھما خریدی ایک چیز اور اس پر قبضہ نہیں کیا تا آنکہ دوسرے شخص نے اسکا دعوی کیا کہ وہ چیز میری ہے تو دعوی اسکا مسموع نہیں بدون حاضر ہونے بائع اور مشتری کے تاکہ حکم قاضی نہ جاری ہو دلو شھد لہ بحضرتھما ثم یرھن احدھما علی ان المستحق باعہ من البائع ثم ھو باعہ من المشتری قبل ان یلزم البیع وتمامہ فی الفتح اور اگر مدعی کے واسطے بائع اور مشتری کے سامنے حکم قاضی ہو جاوے پھر ان یا مشتری اس پر گواہ لاوے کہ مستحق نے اسکا بائع پر بیچا پھر بائع اسکو مشتری کے ہاتھ بیچا تو مقبول ہے اور بیع لازم ہوگی اور پورا بیان اسکا فتح القدیر میں ہے کالبینۃ بل التاریخ الخفیۃ بتاریخ سابق علی ملک فلو قال المستحق ھذا الدعوی غابت منی ھذہ الدابۃ منذ سنۃ فقبل القضاء بہا للمستحق اخذ المستحق علیہا ثم علی البائع لو باعہ اثنا کانت ملکا لی منذ سنتین فلا وھو علی ھذا لو کان لم تندفع الخصومۃ بل یقضی بہا للمستحق لبقاء دعواہ فی ملک مطلق حال عن التاریخ من الطرفین من کم یوم تقادم غائب ہونے کی تاریخ کا ملک یا ملک ہونیکی تاریخ کا اعتبار ہوتو اگر مستحق نے دعوی کے وقت کہا کہ میرے پاس سے یہ جانور غائب ہوگیا ایک برس سے تو قبل اسکے کہ قاضی مستحق کے واسطے جانور کا حکم کرے مستحق علیہ نے اس حال کے بائع کو خبر کی سو بائع نے کہا کہ میرے پاس اسکے گواہ موجود ہیں کہ یہ جانور میرا ملک تھا دو برس سے متواتر گواہ لایا تو مستحق مندفع ہوگی بلکہ مستحق کے واسطے جانور کا حکم ہوگا بسبب باقی رہنے اسکے دعوی کے ملک مطلق میں جو خالی تاریخ سے دونوں طرف سے یعنی دخول ملک اور خروج ملک کی تاریخ نہ کہو نہیں اگر کوئی کہے کہ بائع کے کلام میں تاریخ موجود ہوا سکا جواب ہو کہ منع القنیہ میں محیط سے منقول ہے کہ ایک شخص کا بائع ذکر کرنا امام کے نزدیک معتبر نہیں تاریخ ذکر نہ کرنا ساقط الاعتبار ہو اور ملک مطلق کا دعوی باقی ہو لہذا مستحق کو جانور کا حکم ہوگا کذا فی الطحطاوی والعلہ بکونہ ملک الغیر کالیمین من الرجوع علی البائع عند الاستحقاق فلو استرد مشتراۃ یعلم غصب البائع ایاھا کان الولد رقیقا لانعدام العذر وبہ یفتی وان اولدھا المشتری یملکہ البیع المستحق ویرد الثمن لحرمۃ وطی جاریۃ بشبہۃ البیع بالثمن سے ثمن پھیر لینے کو استحقاق کے نزدیک مانع نہیں تو اگر مشتری نے ام ولد بنایا اس خریدی لونڈی کو حکم جو ثابت ہوا کہ بائع نے اسکو غصب کیا ہے تو ولد غلام ہوگا مالک کا بسبب شبہ بیع کے اور مشتری ثمن پھیرے بائع سے اگرچہ ملکیت بیع کا واسطے مستحق کے اقرار کرتا ہو یعنی مشتری حقیقت حال سے مطلع ہو تو بائع کا خبر ثابت نہیں کہ وہ اقرار اور ہوا وفی القنیۃ لو اقر بالملک للبائع ثم استحق من یدہ ورجع علیہ بطل اقرارہ فلو وھب الید بسبب علم بتسلیمہ البیع بخلاف ما اذا لم یعلم کذا فی المحیط بخلاف النصف اور قنیہ میں ہے کہ اگر مشتری نے بائع کا اقرار کیا پھر بیع مستحق غیر نکلی مشتری کے قبضہ میں اور مشتری نے بائع سے ثمن پھیر لیا تو مشتری کا اقرار باطل ہوگا اور اگر بیع مذکور مشتری کو کسی سبب سے یعنی خرید یا ہبہ یا وصیت سے پہونچی تو اسکو حکم ہوگا کہ بیع بائع کو تسلیم کرے بخلاف اس صورت کے جبکہ مشتری نے ملک بائع کا اقرار کیا ہو کیونکہ وہ محتمل ہے بخلاف بیع کے اقرار کرے یعنی اگرچہ خرید کرنا ملک بائع کا اقرار ہو لیکن محتمل ہو اور صریح اقرار محتمل نہیں لا یعلم القاضی بسجل الاستحقاق وشہادتہ انہ کتب فی کذا من کذا لان الخط یشبہ الخط فلا یعتمد علی نفس السجل بل لا بد من الشہادۃ علی مجموعہ لیقضی للمستحق علیہ بالرجوع بالثمن نہ حکم کرے قاضی استحقاق کی حجت پر لکھے ثبوت سے کہ یہ نوشتہ ہے فلانے قاضی کا اسواسطے کہ ایک خط دوسرے خط سے شباہت رکھتا ہے تو ساقط سجل پر اعتماد جائز نہیں بلکہ سجل کے مضمون پر شہادت کا ہونا ضرور ہے تا مستحق علیہ کے واسطے ثمن پھیر لینے کا حکم دیا جاوے ہم نے ذخیرہ میں ہے کہ بخارا میں ایک شخص کے پاس ایک مستحق غیر کا غلام اور مستحق علیہ نے اسکی سجل مانی بھیجا بائع کو اسنے سمرقند میں پایا سو اسکو شمر قند کے قاضی کے پاس لیگیا اور ثمن پھیر لینے کا ارادہ کیا اور قاضی بخارا کی سجل طلب کی اور بائع نے بیع کا اقرار کیا لیکن استحقاق اور سجل کا منکر ہوا تو مستحق علیہ نے گواہ گذرانے کہ یہ سجل قاضی بخارا کی سجل ہے تو سمرقند کے قاضی کو اسپر عمل کرنا اور ثمن پھیر لینے کا حکم دینا جائز ہے اور فقیہ کو گواہ اسکی گواہی ندین پس اگر کے قاضی نے مستحق علیہ کے ہاتھ سے گدھا نکال کر مستحق کو دلایا اور مستحق علیہ کے واسطے ثمن پھیر لینے کا اس بائع کے حکم نہ کیا تو فقیہ

منجی ہا خواہ بسجلات او صکوک کے ہو اسلئے کہ آنمیں ہر ایک الزام خصم کا مقصود ہے بخلاف نقل وکالت او شہادت کی اسواسطے کہ وہ دونوں قاضی کے سامنے ہوئی ہیں اور بسجلات اسلام شہود لازم ہی اگرچہ خصم کافر ہو یعنی نقل شہادت اور وکالت میں تو الیتہ قاضی کا نوشتہ کافی ہے اور صکوک شہادت اسکے مضمون کے متعینین سے نقل شہادت پر موقوف ہوگی گواہ اپنے خصم غائب پر گواہی دی تو قاضی اسپر حکم کرے ہاکہ گواہی لکھ لے قاضی مکتوب الیہ اسپر حکم کرے اور نقل وکالت کی بصورت کی مثل اور مدعی نے قاضی کے سامنے کسیکو اپنا وکیل مقرر کیا اور وکیل ایک شخص پر دعوی کرے دوسرے قاضی کی حکومت میں اور قاضی مکالمہ اس قاضی کو وکالت سے مطلع کرے تو وہی حکم ہے قاضی حصہ خصم پر دعوی اور شہادت لکھے اور بسجل ہے جو حاضر ہے اپنے لکھے اور رہ اسکے پاس ہوا اور ہمکہ وہ ہے جو مشتری اور شفیع پر ہوا لو لکھے کذا فی الطحاوی فکان جوع فی حصوص

قولہ ومع ذا رصد علی شیخ معین ویستحق بعضہا بجواز دعواہ فیما بقی ولا یستحق کلہا رد کل العوض لتعذر اللذی فی المستحق اور بدل صلح کا پہلے بیان ہوا کہ اگر کسی چیز کے دعوی میں صلح کیا پھر اسکا کچھ حصہ مستحق نکلا تو صلح کا کیا حکم ہے اب بیان ہوتا ہے

وان سلم مستحقا فلم یرض اقاضی علی من اشتری به فصالح الذی ادعاه به صلحا علی شیء له اداه به رجع فی کل الثمن علی الذی قد باعه وان سلم

اور اگر ایک سہم مستحق غیر نکلا ہو پھر قاضی نے مشتری پر استحقاق کا حکم کیا مشتری نے اُسکے مدعی سے کچھ اُسکے مال سے دیدی پر صلح کرلی تو مشتری سارا مہر میں تمام ثمن اُسکے بائع سے پھیر لے یعنی اسطرح کہ گویا مشتری نے مبیع کو تحفہ سے خرید کیا کذا فی المطاوی وفی المنیة شرى دارا وبنى فيها فاستحقت رجع بالثمن قيمة البناء على البائع

اذا سلم القصار اليه يوم تسلمه وان تسلم فيا لثمن كاغير اور سہم میں ہو کہ ایک گھر خرید کیا اور اُسمیں عمارت بنائی پھر وہ گھر مستحق غیر نکلا تو مشتری بائع سے

ثمن اور بنی بنائی عمارت کی قیمت جو اُسکے تسلیم کے دن قیمت تھہرے پھیرے بلکہ یہ قرض یعنی لکڑی اور اینٹ وغیرہ بائع کے قبضے میں کردے اور اگر قیمت نہ کروادیا ہو تو فقط

ثمن پھیرلے نہ کچھ اور کالو استحقت بجميع بنائها لما تقرر ان الاستحقاق متى ورد على ملك المشترى كما يوجب الرجوع على البائع بقيمة البناء مثلا

چنانچہ اگر گھر مستحق غیر نکلے اپنی تمام عمارت کے ساتھ تو رجوع ثابت نہیں مگر مشتری کا اسواسطے کہ ثابت ہوچکا ہے کہ استحقاق جبکہ ملک مشتری پر وارد ہوتا ہے تو بائع سے قیمت بنائی مثلاً پھیر

لینے کا موجب ہوتا ہے حفر بئرا او قلع نبا لو عذاه ورم من الدار شيئا ثم استحقت لم يرجع بشيء على البائع لان الحكم يوجب الرجوع بالقيمة

كما بالنفقة كما في مسئلة الخزانة حتى لو كتب في الصك فيما انفق المشتري فيها من نفقة اودرم فيها من مرمة فعلى البائع يفسد البيع اور اگر مشتری نے

کنواں کھدوایا یا مکان کا چھپر پاک کیا یا گھر میں کچھ مرمت کی پھر وہ گھر مستحق غیر نکلا تو اس قسم کا مرمت سے کچھ بھی بائع سے اسواسطے کہ قاضی کا حکم استحقاق بوجہ قیمت کے

موجب ہو نہ رجوع صرف کی چنانچہ ویران زمین کے مسئلہ میں مذکور ہوچکا یہاں تک کہ اگر بائع سے بیعنامے میں لکھا یا کہ جو مشتری گھر میں صرف کریگا اور اُسمیں کچھ مرمت کریگا تو

بائع کے ذمے ہے درصورت ظہور استحقاق تو بیع فاسد ہوگی کم فساد بیع کی وجہ یہ ہوگی کہ شرط عدم بیع میں اور عقد اسکو تقاضی نہیں اور حفر بیر اور طواہا وجہ قیمة

الطي لا بقيمة الحفر فاذا شرطاه فسد اور اگر کنواں کھودا اور اُسکی من بنائی تو من کی قیمت پھیرلے نہ کھودنے کی قیمت تو اگر بائع اور مشتری دونوں قیمت کی شرط کرلیں گے

تو بیع فاسد ہوگی وكذا لو حفر ساقية ان قدر عليها رجع بقيمة بناء القنطرة لا بنفقة حفر الساقية وبالجملة قالوا يرجع اذا بقي فيها اثر من

بقيمة ما يمكن نقضه وتسليمه الى البائع فالاول يرجع بقيمة حصاد وطين وقامه في الفصل الخامس عشر من الفصولين اور اسیطرح اگر نہ کھودی تو اگر

اُسپر پل بنایا تو بنانے پل کی قیمت پھیرلے نہ کھودنے کی خرچ کو اور خلاصہ یہ ہوگا کہ پھیر لینا تو اُسوقت ہوگا جبکہ اُسمیں کچھ عمارت بنادے یا درخت بودے اُس چیز کی قیمت پھیرے

جسکو توڑنا اور بائع کا اُسپر قیمت کروادینا ممکن ہو تو چونہ اور سڑی کی قیمت نہ پھیرے اور پولہ یا بان کا فصولین کی پندرھویں فصل میں ہر دفعہ شری کرما فاستحق نصفه

لم يرد الباقي قال لم يتغير في يده ولو باكل من ثمره اور فصولین میں ہو کہ اگر باغ خریدکیا اور نصف باغ مستحق غیر نکلا تو مشتری کو باقی باغ کا پھیر دینا جائز ہوگا اگر بائع

اُسکے پاس متغیر نہ ہوا ہو اسنے اُسکا پھل نہ کھایا ہو ولو شرى رطبا فيبس فاستحقت احداهما ان قبل القبض خير المشتري وان بعده لزم غير المستحق بحصته

من الثمن بلا خيار اور اگر دو قطعہ زمین کے خریدے اور ایک قطعہ مستحق غیر نکلا اگر استحقاق قبل قبض کے ہو تو مشتری مختار ہے چاہے دوسرے قطعہ کو لے چاہے پھیرے اور اگر استحقاق

بعد قبض کے ہو تو اُسکو قطعہ ثانیہ غیر مستحق کی بیع لازم ہوگی اسکی قیمت کے حصے کے موافق بلا اختیار ولو استحق العبد او البقرة لم يرجع بما انفق ولو استحق ثياب القوي او

بزعفرة الحمار لم يرجع بشيء وكل شيء يدخل في البيع تبعا لا حصة له من الثمن ولكن يخير المشتري فيه قنيه اور اگر غلام یا بیل مستحق غیر نکلا تو اُسپر جو خرچ کیا ہے اُسکو نہ پھیرے

اور اگر غلام کے کپڑے یا گدھے کی پیٹھ پر کی کمل مستحق غیر نکلی تو کچھ نہ پھیرے اور جو چیز کہ بیع میں التبع داخل ہوتی ہے قیمت میں سے اُسکا کچھ حصہ نہیں ہوتا ولیکن مشتری مختار ہے چاہے

لے چاہے چھوڑ دے کذا فی القنية ولو استحق من يد المشتري الاخير كان قضاء على جميع البائعة ولكل ان يرجع على بائعه بالثمن بلا اعادة بينة بكل ما رجع قبل

ان يرجع عليه المشتري عند ابي حنيفة رحمه الله وقال ابو يوسف رحمه الله ان يرجع قال الا ترى ان المشتري الثاني لو ابرا الاول من الثمن كان للاول الرجوع كما لو وجد

العيب فلكل الرجوع قبله حانية اور اگر بیع مستحق نکلی پھر مشتری کے ہاتھ سے تو یہ استحقاق کا حکم ہوگا جمیع بائعین پر تو ہر ایک کو جائز ہوگا ثمن پھیرلینا بائع سے

بلا اعادہ شہادت ولیکن پھیرنے قبل اسکے کہ اُسکا مشتری اُس سے پھیرے امام ابوحنیفہ کے نزدیک اور ابو یوسف نے کہا کہ اُسکو پھیر لینا قبل رجوع بھی درست ہے ابو یوسف نے کہا کہ یہ تو

نہیں دیکھتا کہ مشتری ثانی اگر مشتری اول کو ثمن معاف کردے تو مشتری اول کو رجوع درست ہوجاتا ہے اگر غلام آزاد یا اپاہج ہوجاوے تو ہرایک مشتری کو رجوع جائز ہوتا ہے پھر یہ کہنا کہ یہ ذاتی الخانیہ لکن فی الفصولین مایخالفہ فتنبہ لیکن فصولین میں اس روایت کے مخالف ہے خبردار رہنا ولو اشتری عبدًا فاعتقہ مولاہ استحق الجد لم یرجع المستحق بالمال علی المعتق اور اگر غلام خرید کیا پھر اس سے مال لے آزاد کردیا پھر غلام مستحق غیر نکلا تو مستحق مال نہ پھیرے آزاد کرنے والے سے کیونکہ اسکا آزاد کرنا بمنزلہ پورا مال ہوگیا ولو شری دارًا بعید واخذت بالشفعۃ ثم استحق العید بطلت الشفعۃ ویاخذ البائع الدار من الشفیع لبطلان البیع انتہی اور اگر ایک گھر خریدا عوض غلام کے اور وہ گھر شفیع نے بسبب شفعہ کے لیا پھر غلام مذکور مستحق غیر نکلا تو شفعہ باطل ہوگیا اور بائع شفیع سے گھر لیگا کیونکہ بیع باطل ہوجاتی ہے

باب السلم

یہ باب سلم کے احکام میں جمع مصنف نے اس بیع کا ذکر شروع کیا جسمیں قبض احد العوضین یا دونوں عوض کا شرط نہ ہو اور سلم کو صرف پر مقدم کیا اسواسطے کہ سلم بمنزلہ مصرف کے اور صرف بجائے سرکے ہے کیونکہ صرف میں قبض عوضین کا شرط ہوا اور سلم میں احد العوضین کا اور سلم جائز ہے قرآن اور حدیث سے اسواسطے کہ ابن عباس نے آیت مداینہ کو سلم پر محمول کیا ہوا ورسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب مدینہ میں تشریف لائے تو وہاں کے لوگوں میں بیع سلم کا رواج تھا ایک سال دو سال اور تین سال کی مدت تک تو فرمایا کہ جو شخص سلم کرے کسی چیز میں تو سلم کرے کیل معلوم اور وزن معلوم میں اجل معلوم میں کہ اسے سلم کے جواز پر اجماع منعقد ہوا بعد حاجت اور ضرورت کے کیونکہ فقیر اپنے نفقہ عیال کے واسطے بالفعل محتاج ہوتا ہے اور غنی نفع آیندہ کے واسطے کذا فی الظہیریہ وھو اخذ کالصرف وزنا سمی سلمًا لتقدیم رأس المال کذا فی الہندیہ یعنی سلم فقہ میں بیع سلم کے مانند ہے وزن اور سمی میں مگر سلم میں رأس المال پہلے دیا جاتا ہے اور بیع میں ثمن پیچھے دیا جاتا ہے کذا فی الہندیہ وشرعا بیع اجل وھو السلم فیہ یعاجل وھو راس المال اور اصطلاح شرع میں سلم عبارت ہے مدت والی چیز کی بیع سے بلاعوض مال کے ساتھ مدت والی چیز سلم فیہ ہے اور بلاعوض راس المال ہے یعنی مثلاً پہلے روپے دینا اور ایک مہینے کی مدت پر گیہوں یا جو خریدنا اسکا نام سلم ہے درر کذا فی البیع حوی نقل باللفظ الذی ہو کالصریح اور سلم کا رکن دو ہیں ایجاب اور قبول یہاں تک کہ سلم منعقد ہوتی ہے لفظ سے قول صحیح میں ہم اور قول غیر صحیح میں سلم بلفظ بیع منعقد نہیں ہوتی لیکن انعقاد بیع بالفظ سلم باتفاق روایات ہے سلم میں ایجاب اور قبول اس طرح ہے کہ ایک شخص کہے اسلمت الیک کذا فی کذا اور دوسرا شخص کہے قبلت کذا فی الظہیریہ فیسلم صاحب الراس رب السلم والمسلم بکسر اللام ہو صاحب درہم کو رب السلم اور سلم کا گیہوں میں اور خرمہ میں اور کپڑے میں ویسمی الآخر المسلم الیہ والحنطۃ مثلا المسلم فیہ والثمن راس المال اور دوسرا شخص جو مسلم الیہ کہتے ہیں اور گیہوں کو مسلم فیہ بولتے ہیں اور خرمہ کو راس المال درر حکم ثبوت الملک للمسلم الیہ فی رب السلم فالثمن فی المسلم فیہ لف ونشر مرتب اور حکم سلم کا ثابت ہونا ملک کا ہے ثمن میں مسلم الیہ کی ملک ثابت ہوا اور مسلم فیہ میں رب السلم کی ترکیب میں لف ونشر مرتب ہے یعنی رب السلم کی ملک مسلم فیہ میں باعتبار دین ہونے کے ہے لیکن ملک فی العین بالقبض ثابت نہیں کذا فی النہر ویضبط ضبطا یمکن ضبطہ کحنطۃ وشعیر اور ضبط کرے مسلم اس چیز میں جسکی صفت کا ضبط کرنا ممکن ہو جیسا کہ اس کی صفت کا ضبط کرنا ممکن ہے گیہوں کا ممکن ہونا اور ناقص ہونا مع ضبط صفت اور معرفت مقدار اسواسطے شرط صحت ہوئی کہ مسلم فیہ وزن ہو تو اگر اسکی صفت اور مقدار میں ضبط نہ ہو تو وہ مجہول ہوگا اور جہالت مفضی الی المنازعہ ہوگی لہٰذا جائز نہیں ومعرفۃ قدرہ کمکیل وموزون بحر بقولہ مقدم الدراھم والدنانیر کما مر فلم یجز فیھا السلم خلافا لمالک اور صحیح وسلم اس چیز میں جسکی معرفت مقدار کا ضبط کرنا ممکن ہو جیسا کہ مکیل اور وزنی جو متمثل قید سے درہم اور دینار نہیں گئے اسواسطے کہ درہم اور دینار اگرچہ وزنی ہیں لیکن یہ ثمن ہیں نہ ثمن تو انمیں سلم جائز نہیں یعنی درہم اور دینار میں سلم فیہ نہیں ہوتے بخلاف امام مالک کے وعددی متقارب کجوز وبیض وفلس کلا وعشرۃ وعشرین وبکسر الباء واجز الیس وعشرین صفۃ ومکان علما اور جیسا کہ عددی متقارب المقدار جیسے اخروٹ اور انڈے اور پیسے اور مرد اور عورتوں اور بکریوں کی اینٹ میں غالب کی جیسی صفت اور پاتھنے کا مکان صحیح ہوگیا ہو کذا فی الظہیریہ عددی متقارب سے مراد وہ ہے جسکی افراد قیمت میں متفاوت نہ ہوں اور اسکا ضمان بالمثل ہوتا ہو بحر الرائق میں کہا کہ جو سے جو زیادہ بڑا اور چھوہارہ قلی مراد ہے بسبب عدم تفاوت کے نہ جوز عندہما وذرع کثوب بین ذراع طولا وعرضا وصفۃ کقطن وکتان ومرکب منھا وصنعتہ کعمل الشام او مصر او لینا وعمرقۃ او غلظہ وقولہ ان بیع بغالب الذی یباع کالما تقل وزنہ زادت قیمتہ والحریر کالحاقہ وزنہ زادت

قیمتہ فلا یدری مبیانہ مع الذرع اور چنانچہ ذرعی یعنی وہ چیز جو گز سے ناپی جاتی ہو جیسے کپڑا کہ اسکی مقدار اسمیں مصرح ہوگئی ہو باعتبار طول و عرض کے اور صفت اسکی مصرح ہوگئی ہو چنانچہ روئی کا کپڑا یا دونوں سے رکیب اسکی صفت کا بیان ہوگیا ہو چنانچہ شام کا بنایا سمرکا بنایا یزد کا بنایا اعرض کا اور یہ تصریح ہوگئی ہو کہ یا یک تار کا ہے یا دو تار اسکی شرح ہوگئی ہو اگر وہ کپڑا دزن سے بکنا ہو اسکے کہ وہ بنا ہوا ہو اگر دزن ہوتا ہو قیمت اسکی زیادہ ہو جاتی ہو اور جریر غلبہ کا الحاق ہوتا ہو قیمت اسکی زیادہ ہوتی ہو تو ایسے کپڑے میں دزن کا بھی بیان ضرور ہے گرگٹ کے بیان کے ساتھ ھم اور مذکور کے بیان اسوسطے صحت سلم کے لیئے شرط ہوا آخر کا نزاع نہ واقع ہو اور گفتگو کا بقاعہ باقی رہے لا یعلم فی عدد و متفاوت حق یتفاوت مالیتہ کبطیخ و قرع و رمان قید بالعدد لامیز یعنی صحیح نہیں سلم عددی متفاوت وہ ہو جسکی مالیت میں متفاوت ہو یعنی باوجود اتحاد جنس کے اسکے افراد کی قیمت مختلف ہو چنانچہ خربزہ اور کدو اور روئی اور انار تو ایسی چیزوں میں سلم جائز نہیں گنکر یا میزان یعنی بذاذ رضا بالغبن چنانچہ لحوال غلط یا خیار فک فقط ذکر سے عدد سلم جائز نہیں کذا فی المنح و ما جاز عددا جاز کیلا و وزنا خ اور جسمیں سلم جائز ہو گن کر آسمیں کیل اور وزن سے بھی سلم درست ہو کذا فی المنح اور جسمیں کیل جائز ہو اسمیں وزن بھی جائز ہو اور جسمیں وزن جائز ہو بقول معتمد اور کچھ انیسمیں کیل یا وزن جائز ہو کذا فی الطحطاوی عن البحر و لیعلم فی مکیل و ملح الحدیبیۃ او صحیح ہو سلم خشک مچھلی تمام سود میں شارح نے کہا سمک ملیح بفتح فصحیح و رسمک لم کتنا لفت روی ہو فی طری حیدرہ جدد وزنا و عرفا یا ای تعاقدا علیہا اور صحیح ہو سلم تازہ مچھلی میں اسوقت جبکہ وہ پائی جاتی ہو وزن سے اور اسکی قسم میان کرے بیان وزن اور قسم خشک تازہ و دونوں کی قیمہ ہو لحطاوی نے کہا جواز سلم بوقت وجود ہر دو نا ہر قسم مچھلی کی قید ہے اسوسطے کہ خشک مچھلی بازاروں میں قسط وار ملتی ہو یہاں اگر بعضے وقت بازار میں منقطع ہو تو سلم جائز نہیں قسم مچھلی یکثرت میں جنہا خبرہ و بوار و حال و رشد و وزن اور بیان قسم اسوسطے شرط ہوا القید حاصل ہو جاوے کما عن الشافعی جائز نہیں سلم مچھلی میں ما عیناہ شاہ کے واسطے یعنی مچھلی کیسان نہیں جنہا کفایت کرے اونزاع واقع نہو دلو صغار اجازہ زنا وکیلا اور اگر مچھلیاں چھوٹی ہوں تو انمیں وزن اور پیمانہ دونوں جائز ہیں یعنی اگر کوئی نزاع منقطع ہو و فی الکبار روایتان مجتبی اور بڑی مچھلیوں میں دو روایتیں ہیں کذا فی المجتبی ہم جواز اور عدم جواز امام سے وزن میں مروی ہوا اور اصل قیود ثلاثہ واحدہ جائز ہیں اور بستوں میں تو جواز ثابت ہو کذا فی الطحطاوی و لا فی حیوان ملخلافا للشافعی سلم جائز نہیں کسی جاندار میں بخلاف امام شافعی کے ہم حیوان آدمی ہو یا غیر آدمی سلم آسمیں جائز نہیں سوا اسکے کہ عبد میں بھی وارد ہی سلف فی الحیوان سے اور سوا اسکے کہ بالحم حیوان منضبط نہیں ہو سکتا اگرچہ منضبط ظاہر ہو کذا فی البحر و اطال فی ذکر دلیل کل من الفریقین و الکلام خلافا للشافعی جائز و نافی مروایۃ اجازہ سلم جائز نہیں جانور کے اطراف میں جنہا چنانچہ اسکے حلہ یا لبون میں بخلاف امام مالک کے اور ایک روایت میں سلم جائز ہو قول کرکلا فی خطب بالحم و شحم و طبخ بالجر زا لا اذا انضبط بما لا یؤدی الی النزاع و جاز و زنا فقع اور سلم جائز نہیں لکڑیوں میں گٹھے باندھ کر اور نہ طبیعہ میں بھی باندھ کر مگر جبکہ اسوسطے ضبط اور تعیین ہو جاوے کہ یا عشرۃ اذرع لکڑیاں اور طبیعہ میں قول اسلم جائز ہو کذا فی الفتح و تعیین بتحالط نزاع کی یہ صورت ہو کہ جس جنس کے گٹھے باندھا جاتا ہو اسکا طول مصرح ہو جاوے اسطرح پر کہ تقام مقام متفاوت فی رءوس حزم و ثخن حتی فتح نزاع مجمع بحزمہ مکی یعنی گٹھا اور جزیم جیم و فتحہ اسے معلوم ہو جزرہ کی یعنی بقدر قبضہ کذا فی الطحطاوی فجواھر و خزف اور سلم جائز نہیں جواہرات اور پرسنگ چینوں میں و خزف بالخزف کو چینی ظروف جنکا مجمع ہو تا ہے چین کی ولی جاوے اللند سوتی وغیرہ کے لئی اور جواہرات اور موتیوں میں بطریق وزن کے بھی سلم جائز نہیں اسوسطے کہ دو موتیوں میں تفاوت فاحش ہوتا ہے اگرچہ عدد اور وزن میں اتفاق ہو کذا فی الطحطاوی لا صغار لؤلؤ تباع وزنا کما علم یہ مگر چھوٹے موتی بیچے جاتے ہیں قول کرا سوسطے کہ انکی قیمت تولنے ہی سے معلوم ہو جو طحطاوی نے کہی سے نقل کیا کہ یہی حکم ہے صغار جواہر کا دمنقطع لا یوجد فی الاسواق من وقت الحقاق او وقت الاستحقاق اور اس نایاب چیز میں سلم جائز نہیں جو بازار میں نہیں حتی عند سلم کے وقت سے استحقاق کے وقت تک سلم بازار کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر ایک چیز بازار میں ہو اور گھروں میں ہو تو اسکا اعتبار نہیں دلو انقطع فی اقلیم دون الخ لا یفی المنقطع اور اگر منقطع ہو ایک اقلیم میں تو دوسری اقلیم میں تو سلم جائز نہیں منقطع میں یعنی اظہر عدیم الوجود میں ثخنے منقطع کی سلم جائز نہیں سوا اسکے کہ اسکا لانا بدوں مشقت عظیم کے متصور نہیں تو جو عن القیاس بالمام آیا دلو انقطع بعد لا استحقاق خیر رب السلم بین انتظار وجوده و الفسخ و اخذ راس المال اور اگر سلم فیہ منقطع ہو گئی بعد استحقاق قبل القبض سلم فیہ کے تو رب السلم کو اختیار ہے چاہے اسکے پانے جانیکا انتظار کرے اور چاہے عقد سلم کو فسخ کرے اور اپنا راس المال لے دلم دلو منزوع عظم دجوزہ و ان ابی وصفہ

من یعلم انہ معلوم وبہ قالت الائمۃ الثلثۃ وعلیہ الفتوی بحر وفتح وغیرہما اور گوشت میں سلم جائز نہیں امام کے نزدیک اگرچہ بے ہڈی کا گوشت ہو اور صاحبین نے اسکو جائز کہا ہے جبکہ اسکا وصف بیان ہو گیا ہو یعنی موٹا یا دبلا اور گوشت کا مکان معرج ہو یعنی پشت کا گوشت یا ران یا پہلو کا اسواسطے کہ گوشت موزون اور معلوم خفیہ ہی اور یہی قول ہے متونوں اکثر کا اور اسی پر فتوی ہے کذا فی البحر وشرح المجمع اتقانی نے کہا کہ صاحبین کے نزدیک گوشت میں سلم جائز ہے بغیر بیان ضبط اور سلم اور نوع اور صفت اور ملکہ اور مقدار کے یعنی گائے بکا گوشت یا بکری کا جانور کبیر الجثہ ہو یا کم و بیش تر ہو یا مادہ موٹا ہو یا دبلا پہلو کا گوشت ہوا اور موضع کا دس سیر الم و بیش کذا فی الظہیریۃ لکن فی المغنی انہ یصح فی المنزوع علی الخلاف اما الحلاف وغیر المنزوع فتلیہ لیکن قہستانی میں ہے کہ بے ہڈی کے گوشت میں سلم جائز ہے بلا خلاف امام و صاحبین کے خلاف تو اس گوشت میں ہے جسکی ہڈی جدا نہیں ہے خزانۃ الروایات لکن صحح غیرہ بالروایتین فتدبر یہ لیکن قہستانی نے تصحیح کی ہے دو روایتوں کی سو تامل کر اھ یعنی امام سے دو روایتیں ہیں ایک روایت میں سلم گوشت میں جائز نہیں اور دوسری روایت میں تفصیل مذکور ہے طحطاوی نے کہا کہ مستند الکمین کا حذف کرنا بہتر تھا یعنی اسواسطے کہ جب فتوی صاحبین کے قول پر ہوا تو اب استدراک کی کیا ضرورت ہے واللہ اعلم بحواشہ اتقانی اور اگر قاضی جواز سلم کا حکم کر دے تو بالاتفاق صحیح ہے کذا فی البزازیۃ وفی العینی انہ فقہی عندہ مثلی عندھما اور عینی میں ہے کہ گوشت امام کے نزدیک قیمی ہے اور صاحبین کے نزدیک مثلی ولا بھکیال او ذراع معلوم فی قفیز معلوم اور جائز نہیں سلم پیمانہ مجہول اور گز مجہول سے شارح نے کہا مجہول دونوں کی قید سے نکلا پیمانہ معین اور گز معین ہو اور اسواسطے کہ وہ متعامل الملاک ہو تو انفاسا متعذر ہو مجہول کی قید سے اسطرف اشارہ کیا کہ اگر پیمانہ اگر معلوم المقدار ہو گا تو سلم جائز ہے وجوز الثانی فی الماء قربا للتعامل فتح اور ابو یوسف نے سلم کو جائز کہا ہے پانی میں مشکوں بھر کے بسبب رواج کے کذا فی الفتح یعنی سقے سے چند مشکیں پانی کی خریدنا معین سے جائز ہے وبقریۃ بجنبہا او ثمر قریۃ بعینہا او ثمر نخلۃ معینۃ الا اذا کانت النسبۃ الی قریۃ او نخلۃ او قریۃ لبیان الصفۃ کالمعدوم الخارج کقفیز حوجی او بلدی یارنا فالمانع والمقتضی العرف فتح اور جائز نہیں سلم خصوص گانوں کے گیہوں اور معین کھیت کے درخت کے پھل میں اگرچہ نسبت پھل اور کھیت کے درخت اور گانوں کے بیان صفت کے واسطے ہو نہ واسطے معین کرنے شے خارج کے جیسے مرغزاری یا شہری گیہوں کی نسبت ہمارے ملک میں بیان صفت کے واسطے ہوتی ہے قولہ او تقتضی سلم کا عرف یہی ہے ھ یعنی اگر اسکا عرف ہو کہ نسبت کا ذکر کرنا بیان صفت کے واسطے ہوتا ہے تو جائز ہے والا غیر جائز قریہ معینہ کے گیہوں یا درخت معین کے پھل میں سلم اسواسطے ناجائز ہے کہ شاید کسی آفت سے گیہوں اس گانوں میں یا پھل اس درخت میں پیدا ہوں تو قدرت علی التسلیم باقی رہی اسمیں احتمال فسخ عقد کا ہے لہذا صحیح نہیں علاوہ بریں یہ چیز فی الحال معدوم بھی ہے قریہ کی قید سے احتراز ہو گیا کیونکہ اقلیم کی طرف نسبت کرنا صحیح ہو اور یہ احتمال کہ شاید اقلیم میں بھی گیہوں نہ پیدا ہوں احتمال ضعیف ہے کالی فی حنطۃ معدومۃ قبل بدو صلاحہا لانہا منقطعۃ فی الحال ولوجودہا موجودۃ وقت العقد او وقت الحل شرط فتح اور صحیح نہیں سلم نئے گیہوں میں قبل اسکے پیدا ہونے کے اسواسطے کہ وہ منقطع فی الحال ہے اور ہونا انکا موجود عقد سلم کے وقت سے نا وقت حلول مدت شرط ہے کذا فی الفتح فتح القدیر میں ہے کہ سلم فیہ کا موجود ہونا عقد کے وقت سے نا وقت حلول مدت شرط ہے تو اگر عقد کے وقت منقطع ہو اور حلول کے وقت موجود ہو یا اسکے عکس اسکے اور دونوں وقتوں کے مابین میں منقطع ہوا اور عقد اور حلول کے وقت موجود ہو تو سلم جائز نہیں اور یہی قول ہے زفر اور ثوری کا اور شافعی اور مالک اور احمد اور اسحق کے نزدیک جو وجود وقت حلول کا فی ہے فی الجوھرۃ اسلم فی حنطۃ جدیدۃ او فی خزۃ جدیدۃ لم یجز لانہ لا یدری ایکون فی تلک السنۃ شیء ام لا قلت وعلیہ ما یکتب فی وثیقۃ السلم من قولہ جدید عامہ مفسل ای قبل وجود الجدید اما بعدہ فیصح کما لا یخفی اور جو ہر میں ہے عقد سلم کیا نئے گیہوں یا نئے چنے میں تو جائز نہیں کیونکہ معلوم نہیں کہ اس سال میں پیدا ہو گا یا نہیں میں کہتا ہوں اور جب یہ بیان ہو چکا ہے کہ وہ جو وثیقہ سلم میں یہ قول لکھا جاتا ہے کہ اس سال کے نئے گیہوں سے مراد یہ ہے کہ قبل اس سال جدید کے اور بعد پیدا ہونے کے تو سلم صحیح ہے چنانچہ مخفی نہیں وشرطوا فی شرط صحۃ التی نذکرہا فی العقد سبعۃ بیان جنس کبر او قمر وبیان نوع کسقی وبعلی وصفۃ کجید او ردی وقدر ککذا کیلا او وزنا بینقطع بہ المنازعۃ اور شرط سلم کی یعنی صحت سلم کی وہ شروط ہیں جو عقد میں مذکور ہوتی ہیں سات ہیں ۱ بیان جنس سلم فیہ کی جیسے گیہوں یا کھجور ۲ بیان نوع کا جیسے پانچ آسانی کے جیسے ۳ بیان اسکی صفت کا جیسے پانچ عمدہ قسم یا ناقص ۴ بیان مقدار سلم فیہ کا کہ اتنے

ہو گی اس کیل سے جو سکے گے اور پہلے نہیں واجل واقله فی السلم شهر بالفتح ۵ بیان موت کا اور کمتر مدت سلم میں ایک مہینہ ہے اسکا فتویٰ ہر درہم مقدار مدت میں اختلاف ہے اور صحیح وہ ہے جو محمد سے مروی ہو کہ ایک مہینہ ہے کمتر نہ اور فی جامع الفصولین جاری ہوا رواج خود ہر مسلم فیہ میں یعنی جو شہر کھانے کو زمین کو جلد والا دیکھا اور اسنے قبل تمام ہونے مہینے کے لا کر دیا تو جائز نہ ہوگا تو سلم حال ہوا کر ماذون شہر جاکر عاجل لیوے ہوا اور شہر ما فوق اسکے اصل ہم علمائے کرام اسی پر فتویٰ ہے کذا فی فتح القدیر وفی الخانیة لا یاس فی السلم فی نوع واحد علی ان یکون حلول البعض فی وقت البعض فی وقت اخر اور جاوی میں ہے کہ سلم کرنیکا کچھ بعض مقدار میں نوع واحد میں اس شرط پر کہ حلول بعض کا ایک وقت میں ہو اور بعض کا دوسرے وقت میں ویبطل الاجل بموت المسلم الیه لا بموت رب السلم فیاخذ السلم فیه من ترکته حالا بطلان الاجل بموت المدیون لا الدائن واذا شرط دام وجوهه لتعذر القدرة علی تسلیمه بموته اور باطل ہو جاتی ہے مدت سلم الیہ کی موت سے نہ رب السلم کی موت سے تو رب السلم سلم فیہ کو سلم الیہ سے لیگا بسبب باطل ہو جانے مدت کے مدیون کی موت سے نہ دائن کی موت سے اور اسیواسطے یعنی ترک سے سلم فیہ کے لینے میں واسطے دوام وجود سلم فیہ شروط ہوا ہے صحت سلم میں تا اسکی تسلیم پر قدرت ہمیشہ رہے بسبب اسکے الیہ کی موت سے یعنی اسلم الیہ کا وارث بعد اسکی موت کے تسلیم پر قادر ہو فبیان قدر رأس المال ان تعلق العقد بمقداره کالکیل والوزن وعددی غیر متفاوت والکتفا یاکاشارة کالذراع وصبرة ۹ مقدار راس المال کا بیان اگر عقد متعلق ہو راس المال کی مقدار سے چنانچہ تکیل اور وزن اور عددی غیر متفاوت میں اور صاحبین نے اشارہ پر کفایت کی ہے جیسے ذراع اور صبرہ میں ہم صاحبین کہا کہ جب راس المال کی طرف اشارہ ہوا تو بیان اسکی مقدار کا ضرور نہیں چنانچہ اگر راس المال مذروع یا صبرہ ہو تو بیان اشارہ بالاتفاق کافی ہے سواسطے کہ مذروع میں گزوں کا معلوم ہونا شرط نہیں کیونکہ عقد اسکی مقدار سے متعلق نہیں سواسطے کہ سلم فیہ گزوں کے شمار پر مقسم نہیں سواسطے کہ گز وصف ہے اسکے مقابل میں کچھ ثمن نہیں پڑتا تو اسکی جہالت سے جہالت سلم فیہ لازم نہیں کذا فی الطحطاوی قلنا یا لا یفضی الی تحصیل المسلم فیه فیحتاج الی رد ما سمی العالمین کمال ہم جواب دیتے ہیں امام کی طرف سے کہ گاہے سلم الیہ قادر نہیں ہوتا سلم فیہ کی تحصیل میں تو راس المال کے پھیر دینے کی حاجت ہوگی کذا صرح ابن کمال یعنی اگر مقدار راس المال کو عیب پاتا ہے تو اسکو پھیر دیتا ہے اور رب السلم محاسبہ میں اسکو بدل نہیں دیتا تو عقد سلم منفسخ ہوگا اسقدر راس المال میں جو پھیر دیا گیا اور عقد باقی رہیگا غیر مروی میں تو جہالت سلم فیہ لازم آوے گی مانفی میں کذا ذکرہ ابن ملک تو واجب ہوا بیان راس المال کی مقدار کا والا بقاء بیان کان کالا بقاء للسلم فیه فیحمله حمل دعوی نة اور بے الفاء سلم فیہ کے سکان کا بیان ہے جس سلم فیہ میں جبر برداری اور کلفت ہو یعنی جس سلم فیہ کی بار برداری میں کلفت اور مشقت ہو وہاں بیان سکان الفاء شرط ہے نہ اتنہ شکار وسوق کے دمثله الثمن فی الاجرة والقسمة اور مانند سلم کے خرچ اجرت اور قسمت ہو ثمن کے یعنی صورت یہ ہے کہ ایک شخص نے عبد حاضر کو کیل یا موزوں سے اوھا جزیرہ کیا مدت معین کرکے تو تمام کے نزدیک سکان الفاء شرط ہوا اور اجرت کی یہ صورت ہے کہ ایک شخص نے گھر یا جانور اجارہ پر لیا یا موضع کیل یا موزوں کے مدت مقرر کرکے تو تمام کے نزدیک سکان الفاء شرط ہوا اور قسمت کی صورت یہ ہے کہ دو شخصوں نے ایک گھر قسمت کر لیا اور ایک شخص نے اپنے حصے سے زائد لیا اور بقا بازیادہ کے کیل یا موزوں کے دینے کا وعدہ کیا مدت معین کرکے تو تمام کے نزدیک بیان سکان الفاء شرط ہے بخلاف صاحبین کے کذا فی الطحطاوی عینا مکان العقد فی قالت الثلثة کبیع وقرض فالاول دفعت قلنا هذا واجبة التسلیم فی الحال فلا الاول اور صاحبین نے سکان عقد سلم کو معین کر دیا ہے واسطے الفاء سلم فیہ اور یہی مذہب ہمارے باقی تینوں اماموں کا چنانچہ بیع اور قرض اور اتلاف مال اور غصب میں واسطے تسلیم مبیع اور قرض اور بدل متلف اور مغصوب کے سکان بیع اور قرض اور اتلاف اور غصب کا معین ہے ہم جواب دیتے ہیں امام کی طرف سے کہ یہ شے یعنی بیع اور قرض غیرہا واجب التسلیم فی الحال لہذا معین نہیں ہوگیا بخلاف بدل صورتوں کے یعنی سلم اور ثمن اور اجرت اور قسمت شرط الا یفاء فی مدینة لکل محل لقیا حتی لو اوفاه فی محلة سفاریا وسنن ان یطالبه فی محله اخری لیزیه الفاء سلم فیہ کو خواہ کسی ایک شہر میں تو سب محلے اسکے برابر ہیں الفا میں تو اگر وہ تسلیم کرے اس شہر کے کسی محلے میں بری الذمہ ہوگا اور رب السلم کو اختیار نہیں کہ اس سے مطالبہ کرے دوسرے محلہ میں کذا فی البزازیہ وفیہا قلنا شرط حمله الی منزله لیعد الا یفاء فی المکان المشروط ولم یصح اجتماع الصفیین لاجتماع قیمة اور بزازیہ میں قبل سلم سابقہ کے ہے کہ رب السلم نے مسلم فیہ کا لا کر سپرد نہ کیا اپنے گھر تک بعد الفاء سکان شروط کے شرط کیا تو صحیح نہیں سبب مجتمع ہو جائے دو عقد کے یعنی اجارہ

اور تجارت ہم اجارہ تو شرط ہے بعد الایجاب سے ثابت ہوا اور تجارت اور خود عقد سے ثابت ہو وما لا فلا وکذا فی وصف الاجل لا یشترط فیہ بیان مکان الایفاء اتفاقا وفیہ حیث شرط فی الاصح وصحح ابن الکمال مکان العقد اور جس چیز میں اٹھانے کی کچھ حاجت نہیں چنانچہ مشک اور کافور اور چھوٹے موتی تو اس میں مکان ایفاء سلم فیہ کا بیان کرنا شرط نہیں باتفاق امام اور صاحبین کے اور پہنچا وے جہاں اسکا جی چاہے قول اصح میں اور ابن کمال نے مکان عقد کی تصحیح کی ہم حال اور رسوخت اس چیز میں نہیں جسمیں پہنچ پر لادنے اور حمال کے مزدوری دینے کی حاجت نہیں اور یہی قول معتمد ہے کذا فی الطحطاوی وادخلوا فی ذکر مکانا لایصلح فلا حاجۃ لانہ یقید بسقوط حمل الطریق اور اگر مکان بیان کر لیا اس میں جو مذکور ہو چکا یعنی جسمیں بار برداری کی حاجت نہیں تو مکان شرط نہیں ہوتا قول صحیح یہ کذا فی الفتح ہوسکے کہ تعیین مکان سقوط خطر راہ کی مفید ہے وبقی من الشروط قبض راس المال ولو عینا قبل الافتراق تبادلا فسدا والا فلا الا فی السلم فیہ اور باقی رہا شروط سے راس المال کا مقبوض ہونا ایدان عاقدین کے افتراق سے پہلے اگر چہ راس المال عین ہو نقد اور گو کہ عاقدین ہو گئے ہوں یا بقدر تسع یا زیادہ ساتھی چلے گئے ہوں ہم مصنف اور شارح نے بیان شروط میں تغییر اسلوب سوسطے کیا کہ یہ شرط ایسی عین ہیں جنکا ذکر کرنا شرط ہے انکا وجود بلا ذکر کافی ہے دلو حمل الخنزیر الذمی ان لم نوازی عن المسلم الیہ بطل وان بحیث نراہ کلا واگر رب السلم سلم میں داخل ہوا دراہم نکال لاوے اگر مسلم الیہ سے چھپ گیا ہو تو مسلم باطل ہو گیا اور اگر اسطرح پر داخل ہوا ہو کہ اسکو دیکھتا ہو تو سلم باطل نہیں وصحت الکفالۃ والحوالۃ والاقرار بہا من رأس مال السلم یلزمہ اور ضمانت اور حوالہ اور گرو رکھنا سلم کے راس المال کے دوسطے صحیح ہے ہم تو اگر مسلم الیہ نے راس المال کو مثال علیہ باماسن رب السلم سے قبض کیا تو عقد سلم تمام ہوا شرط تمام ہونے کا اور اعتبار عاقدین کے مجلس کا ہے نہ مجلس علیہ اور ضامن کی مجلس کا اور درصورت عدم قبض مکفول سلم اور ضمانت اور حوالہ باطل ہیں اور صحت کفالت اور حوالہ کی یہ ہو کہ فائدہ مطالبہ بفضل راس المال علیہ کی طرف متوجہ ہو گا کذا فی الطحطاوی وھو شرط بقائہ علی الصحۃ لا شرط العقاد ہ بوصفہا فینعقد صحیحا ثم یحل بالافتراق بلا قبض او قبض راس المال سلم کے صحیح باقی رہنے کی شرط ہے نہ شرط ہونے انعقاد سلم کی بوصف صحت تو درصورت عدم قبض سلم صحیح منعقد ہو گا پھر بافتراق ایدان عاقدین سے باطل ہو جائیگا دلو ابی المسلم الیہ قبض رأس المال الجبر علیہ خلاصہ اور اگر مسلم الیہ قبض راس المال سے انکار کریگا تو اسپر زبردستی کیجائیگی کذا فی الخلاصہ وبقی من الشروط کون رأس المال منقودا وعدم الخیار ہ ان لا یشتمل البدلین احدی علتی الربوا وھو القدر المتفق والجنس لان حرمۃ النساء تتحقق بہما اور باقی رہا شرط سوم سے ہنا راس المال کا نقد اور خیار شرط کا نہونا اور نہ شامل ہونا بدلین کا ایک علت کو ربوا کی دو علتوں سے کہ وہ علت یا قدر متفق علیہ ہے یا خاص ہے اسواسطے کہ حرمت ناخیر ثابت ہو جاتی ہے ایک علت کے ہونے سے ہم قدر متفق علیہ کی قید سے سلم نقود کا نکلیگا میں اور اسیطرح زعفران اور گھی میں صحیح ہوا اسواسطے کہ اگر چہ بدلین میں وزن متفق ہے لیکن کیفیت میں دونوں مختلف ہو گئے باب علیحدہ ہیں اور زعفران وغیرہ کے جدا چنانچہ بالربوا میں ہدایہ سے اسکا ذکر ہو چکا وعدھا العینی تبعا للغایۃ سبعۃ عشر اور عینی نے باتباع غایۃ البیان کے سلم کی شرطیں تیرہ شمار کی ہیں ہم انا نجد چھ شرطیں رأس المال میں یعنی بیان اس میں جنس اور نوع اور صفت اور مقدار راس المال اور اسکا منقود اور مقبوض ہونا اور نو شرطیں مسلم فیہ میں یعنی بیان جنس اور نوع اور صفت اور مقدار اور مدت اور عدم انقطاع اور ایسا مال ہونا جو متعین ہو تعیین سے اور منضبط ہونا وصف سے چنانچہ اجناس لیموں کھیرے کھیل اور بروز دن اور ذرع اور سدود تقارب اور ایک شرط عقد سے متعلق ہے یعنی عقد کا لازم ہونا جسمیں خیار الشرط نہ ہو اور ایک شرط خطر بدلین ہے یعنی ربوا کی دو علتوں میں سے ایک علت کا نہونا کذا فی الطحطاوی عن المنح وزاد المصنف وغیرہ القدرۃ علی تحصیل المسلم فیہ اور اپنی شرح میں مصنف وغیرہ نے ایک شرط اور زیادہ کی ہے یعنی فاد ہونا سلم فیہ کی تحصیل کے ہم قدرت کی شرط کرنے کی کچھ حاجت نہیں ہے وجود شرط عدم انقطاع کے نہ الخانق میں کما قدمت علی التحصیل ہے کہ وہ چیز منقطع نہ ہو ثم فرع علی الشرط الثامن بقولہ فان سلم ما یأتی حرم فی کر یضم فتشدید ستون قفیزا والقفیز ثمانیۃ مکاکیک والمکوک صاع ونصف یعنی ہر حال کون الآتی مقسوطۃ دینا علیہ لرب السلم الیہ وعانۃ نقدا نقدھا

فی المجلس صح فالکل سقط شرط ناس یعنی قبض راس المال پر اپنے قول کو متفرع کیا اگر عقد سلم کیا دو سو درم کا ایک کر گیوں میں حالانکہ دو سو ہاں طریق تقسیم ہیں کہ ایک سو درم سلم الیہ پر دیں ہیں اور ایک قفیز جیکو رب السلم نے فی الحال دیا اور دونوں عاقد اسی حال پر جدا ہو گئے تو دین کے حصے میں سلم اصل ہوگا کیونکہ مبادلہ ہوا دین کا دین سے اور یہ جائز نہیں اور سلم صحیح ہوگا قفیز کے حصے میں اور یہ فساد تمام عقد میں شائع نہوا کیونکہ یہ فساد پیچھے لگ گیا یعنی سلم کل میں صحیح واقع ہوا بعد اسکے بقدر دین باطل ہو گیا مثلاً اگر مجلس عقد میں دین کو اور کر دیگا تو کل دو سو درم میں سلم صحیح ہوگا شارح نے کہا اگر تقسیم کا ف و تشدید راء سے معلوم عبارت ہو ساتھ تخفیف اور قفیز تحکوں کا ہوتا ہے اور ہر کوں دیڑھ صاع کا ہوتا ہے ہم اور صاع آٹھ رطل بغدادی ہے اور ہر رطل ایک سو تیس درم کا ذکرہ الواحد بما دونا یدل علی غیرہ العاقد فتح الکل اور اگر دو سو میں ایک سو ہوں اور ایک سو درم غیر عاقد پر دیں ہوں تو سب دونوں سو میں سلم فاسد ہے کما یعلم بالتصریف السلم الیہ فی رأس المال کالمقرض السلم فی المسلم الیہ قبل قبضہ نحو بیع وشرکۃ ومرابحۃ وتولیۃ ولو ممن علیہ حتی لو ذھبہ منہ کان اقالۃ اذا قبل اور جائز نہیں سلم الیہ کو تصرف کرنا راس المال میں اور نہ رب السلم کو مسلم فیہ میں اسکے قبضہ کرنے سے پہلے مانند بیع اور شرکت اور مرابحہ اور تولیہ کے اگرچہ تصرفات مذکورہ اسی شخص سے کیے ہوں جسپر راس المال مسلم فیہ ہو یہاں تک کہ اگر رب السلم سلم الیہ کو ہبہ کرے تو یہ اقالہ ہوگا سلم کا اگر سلم الیہ ہبہ قبول کرلے ہم راس المال میں سوائے تصرفات جائز نہیں وہ جو تحت القبض ہو یعنی عقد میں تصرف کرنا اسمیں راس المال کے قبض کو قوت کرتا ہو اور سلم فیہ میں سوائے تصرف دو مرتبہ نہیں کہ وہ بیع ہو اور بیع منقول میں قبل قبض کے تصرف جائز نہیں شرکت کی یہ صورت ہے کہ رب السلم دوسرے شخص سے کہے کہ راس المال سے آدھا سلم فیہ میرا ہو اور سلم کہے کہ میرا ہو اور مرابحہ اور تولیہ کی یہ صورت ہے کہ غیر شخص سے کہے کہ راس المال پر مجھکو فائدہ زیادہ دے یا اسکے برابر دے تا سلم فیہ بالخصوص تا ہو او فی الصغری قالہ ابن السلم جیا شرۃ اور قضاوی صغرا میں ہے کہ بعض سلم کا اقالہ کرنا جائز ہے یعنی بعض سلم میں اقالہ کرنا اور بعض کو قائم رکھنا جائز ہے بشرطیکہ باقی سلم ہو چنانچہ نصف وغیرہ خواہ بعد حلول اجل ہو یا قبل اسکے کذا فی الطحطاوی ولا یجوز رب السلم شراء شیء من المسلم الیہ برأس المال بعد الاقالۃ فی عقد السلم الصحیح فلو کان فاسدا جاز لانہ استبدال کسائر الدیون اور جائز نہیں رب السلم کو خرید کرنا سلم الیہ سے بعد قبول راس المال کے بعد اقالہ کے صحیح سلم کے عقد میں اور اگر سلم فاسد ہو تو استبدال راس المال سے جائز ہے جیسے باقی دیون میں جائز ہے قبل قبضہ بحکم کما قالہ لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام لا تأخذ الا سلمت او رأس مالک ای لا تسلم بحالۃ قیام العقد او رأس مالک حال انفساخہ فلم تتم الاستبدال خسہ بدنہ کور جائز نہیں قبل قبضہ کرنے راس المال کے بحکم اقالہ سلم بدلیل قول نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کہ نہ لے تو مگر اپنا سلم یا اپنا راس المال یعنی اپنا سلم فیہ سے درصورت قیام عقد سلم یا اپنا راس المال سے درحالت انفساخ عقد توبہ کرنا ممتنع ہو گیا ہم یہ حدیث بلفظ مذکور دارقطنی نے روایت کی ہے اور اہل حدیث کو سہو نہیں لیکن یہ حدیث ابوداؤد اور ابن ماجہ اور ترمذی میں بلفظ لا یحل لک بیع ما لیس عندک مروی ہے وقال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اسلم فی شیء فلا یصرفہ فی غیرہ یعنی جو ایک چیز میں سلم کرے وہ اسکے بدلے غیر میں پھیرے اور یہ مقتضی جواز اسکو کہ لے مگر اسی چیز کو کذا فی الفتح بخلاف بدل الصرف حیث یجوز کما استبدال عنہ لکن بشرط قبضہ فی المجلس کما قالہ لمجلس تفرقہ فیہ بطل السلم بخلاف بدل صرف کے کیونکہ راس المال سے استبدال جائز ہے لیکن بشرط مقبوض ہونے مجلس صرف کے اقالہ کی مجلس میں پس جائز ہوئے اسکے تصرف کے بدل صرف میں بخلاف سلم کے یعنی راس المال میں تصرف جائز نہیں ہم یعنی اگر عاقدین نے صرف کا اقالہ کیا تو صحت اقالہ کی شرط یہ ہے کہ بدل صرف پر قبضہ کر لیا ہو اقالہ کی مجلس میں سوائے کہ صرف میں تعیین محل نہیں ہوتی بدون قبض کے کیونکہ اسکا استبدال جائز ہے تو اسمیں قبض فی المجلس تعیین کے واسطے ضرور ہوا بخلاف سلم کے کہ اسکے اقالہ میں استبدال جائز نہیں تو اسمیں تعیین بالقبض کی حاجت نہیں لہذا اسمیں نفس قبض واجب ہوا بلا رعایت مجلس اقالہ کذا فی الطحطاوی ولو شری المسلم الیہ فی کر کرا وام المشتری رب السلم بقبضہ قضاء عما علیہ یعود الدین المکیل او قیمۃ فی الموجود اور جب سلم الیہ نے سلم قبول کیا ایک کر میں اگر اسنے ایک کر گیہوں مثلاً خرید کیے اور خریدار نوے رب السلم کو امر کیا اسکے قبضہ کر لینے کا اپنے اوپر سے دین ادا کرنے کے واسطے تو صحیح نہیں بسبب لازم ہونے کیل کے دوبارہ اور حالانکہ وہ یہاں پایا نہیں گیا ہم یہاں پایا دوبارہ اسکو جیسے کہ دو عقد واقع ہوئے ایک عقد سلم الیہ اور اسکے بائع میں اور دوسرا عقد سلم الیہ اور رب السلم میں اور دونوں عقد بشرط کیل میں سو یہاں حاصل نہیں لہذا صحیح نہیں اور اصل اسمیں

وہ حدیث ہے جس میں بیع طعام سے نہی وارد ہوئی اور فیتالہ اسمیں وہ صاع جاری ہوتا ہے جس کا ماپنے والا اور دوسرا مشتری کا اور محل حدیث وہ ہے جبکہ دو عقد متتابع ہوں اور ایک عقد میں ایک ہی بار کا پیمانہ کرنا کافی ہو اور قفیز کیل کی اتفاقی ہے تو یہی حکم ہے موزون اور معدود کا کذا فی الطحطاوی صحیح لو کان الکل قرضا دام مقرضہ بکذا باعادۃ الاستیفاء ورنہ اگر ایک کر قرض ہوا دوسرے پر مقرض کو وہ قفیز کیل کر دے تو صحیح ہوا سواسطے کہ قرض عادت دینا ہے نہ بدلنا شامی صورت قرض یہ ہو کہ زید خالد سے ایک کر گیہوں قرض لیے پھر زید نے ایک کر گیہوں خرید کیے اور خالد کو اسپر قبضہ کرنیکا امر کیا ادائے قرض کے واسطے اور دوسری صورت یہ ہو سکتی ہے کہ دین اول سلم تھا پھر وقت ادا کے آئی تو مسلم الیہ نے ایک شخص سے ایک کر گیہوں قرض لیے اور رب السلم کو امر کیا اسپر قبضہ کرنیکا مقرض سے تو جائز ہے کذا فی البحر کما صحح لو امر المسلم الیہ رب السلم بقبضہ منہ لنفسہ ففعل فاکالہ مرتین لزوال المانع چنانچہ قبض صحیح ہوا کر مسلم الیہ نے رب السلم کو امر کیا اپنی خریدی چیز کے قبض کا اسکے مال سے اپنی ذات کے واسطے اور اسکے امر کیا رب السلم کے واسطے قبض کرنیکا اور رب السلم نے ایسا ہی کیا اور اسکو دوبار ماپنا کیا یعنی کیلا مسلم الیہ کے قبض کے واسطے اور دوسری بار رب السلم کے واسطے تو قبض صحیح ہو جانے مانع کے یعنی مانع قبض عدم کیل مرتین تھا سو یہاں دو بار ماپنا کرنے سے زائل ہو گیا امرہ ای المسلم الیہ رب السلم ان یکیل للمسلم فیہ فی ظرفہ فکالہ فی ظرف ای فی وعاء ربا المسلم بفتیتہ اما بضرۃ فیصیر قابضا بالتخلیۃ او امر المشتری البائع بذلک فکالہ فی ظرفہ فظرفا ثم لم یکرر قابضا لعقد بعد ذلک کیلہ فی ظرف المشتری یامرہ فانہ قبض لان حقہ فی العین فکالاول فی اللامۃ رب السلم نے مسلم الیہ سے کہا کہ مسلم فیہ کو اپنے برتن میں سواسطے اپنے ماپ دیا اسکے ظرف میں یعنی رب السلم کے برتن میں رب السلم کی غیبت میں اور اگر رب السلم کے سامنے اپنے ماپا تو وہ قابض ہو جائیگا بسبب تخلیے کے یا مشتری نے بائع سے کہا اسی طرح کے اپنے کو واسطے ناپ دیا بائع کے ظرف میں تو وہ یعنی رب السلم اور مشتری اپنے حق کا قابض ہو گا بخلاف اپنے دینے کے مشتری کے ظرف میں مشتری کے امر سے کہ وہ تو قبض ہوا سواسطے کہ حق مشتری کا عین حاضر میں ہوا اول یعنی رب السلم کا حق ثابت فی الذمہ ہو یہ خلاصہ یہ ہوا کہ یہاں سواسطے اور جگہ میں فرق ہے کہ در صورت مذکورہ مشتری قابض ٹھہرا اسواسطے کہ مشتری کا حق شئ موجود میں ہے تو وہ مالک ہے بحکم عقد کے تو بائع اسکا وکیل ہو گیا اسکے ظرف میں قبض مسلم کے اسواسطے کہ رب السلم کا حق ثابت فی الذمہ ہو سواسکا مالک نہیں ہو سکتا بدون قبض کے پھر جب قبض صحیح نہ ٹھہرا تو مسلم الیہ متصرف ہو گیا اپنی مملوک چیز کے کھونے کے واسطے کیل الاعیان شرط ثم کیل الدین المسلم فیہ وجعلہما فی ظرف المشتری قبض یامرہ لتبعیۃ الدین للعین یا پھر کرا خرید ے عین کا پھر ماپ کر ادا دین مسلم فیہ کا اور دونوں کا پھر دینا مشتری کے ظرف میں قبض ہے یا مشتری بسبب بیع ہونے دین کے عین کو ہم صورت مسلم فیہ کی کہ ایک کر گیہوں کے ایک کر گیہوں پھر جنس کی مدت دی تو رب السلم نے مسلم الیہ سے معین گیہوں بعد ادا کر کے خریدے پھر رب السلم نے مسلم الیہ کو ایک برتن دیا کہ دونوں قسم کے گیہوں یعنی دین اور عین میں بھر دے تو اسنے پہلے عین گیہوں کا پیمانہ کیا ظرف میں تو عین کا قابض ہوا کیونکہ اسمیں امر کرنا صحیح ہوا اور دین مسلم فیہ کا بھی قابض ہوا بامر ہ ایاہ تا بیع عین کے اور اگر پہلے دین کا پیمانہ شروع کیا تو عین اور دین کسیکا قابض نہ ہو گا دین کا تو سواسطے قابض ہونے کے اسمیں امر کرنا صحیح نہیں ہوا اور عین کا اسواسطے قابض نہ ٹھہرا کہ ملک کا خلط ہو گیا قبل تسلیم کے اور خلط ملک مشتری کیساتھ بمنزلہ ہلاک کے ہے کذا فی الطحطاوی المختصر او عکسہ ھو کیل الدین اولا کما یکون قبضا مبرءا بین نقض البیع والشرکۃ اور اسکے برعکس یعنی پہلے دین کا پیمانہ کرنا قبض اور صاحبین کے نزدیک مشتری کو مبرا کرنا ہے نقض بیع اور شرکت میں ہم ہے کیونکہ خلط صاحبین کے نزدیک استہلاک نہیں لہذا مشتری مختار ہے چاہے بیع کو توڑ دے چاہے اسکے مال میں بائع کا شریک ہو جاوے اسلم امۃ فی کر بر وقبضت فتقایلا السلم فمات قبل قبضہا لحکم الاقالۃ بقی عقدا کما قالہ او مات فتقالا لم یبق عقدا علیہ ھو المسلم فیہ وعلیہ قیمتہما یوم القبض فیہما فی المثلثین کانہ سبب لضمان اونڈی کا عقد سلم کیا ایک کر گیہوں میں اور لونڈی پر قبضہ ہو گیا پھر رب السلم اور مسلم الیہ نے سلم کا اقالہ کیا سو لونڈی مر گئی قبل اسکے کہ حکم اقالہ وہ معقود علیہ ہو تو عقد اقالہ باقی ہے یا لونڈی پہلے مر گئی اسکے بعد اقالہ کیا تو اقالہ صحیح ہے بسبب باقی رہنے معقود علیہ یعنی مسلم فیہ کے اور مسلم الیہ پر لونڈی کی قیمت لازم ہے دونوں صورتوں میں روز قبض قیمت لونڈی کی جو یوم القبض تھی اسواسطے کہ قبض ہی سبب ہے ضمان کا لہذا یوم القبض ہی کی قیمت معتبر ہوئی ہم صورت ثانیہ میں اقالہ اسواسطے صحیح ہوا کہ صحت اقالہ بقاء عقد پر معتمد ہے اور بقاء عقد مبیع کی بقاء پر ہے یا اینکہ وہ

متعیوض ہو اور اسمیں کچھ شائبہ نہ ہو کہ بیع یعنی سلم فیہ سلم الیہ کے ذمے باقی ہو تو ہلاک اور عدم ہلاک لونڈی کا سلم فیہ کو معدوم نہیں کرتا اور بچہ کی لونڈی کا رد عین متعذر ہونیکی وجہ سے اسکی قیمت واجب ہونے کی طرف راجع ہونا نہ کہ المقابضۃ او اسیطرح سلم کے مانند محکم ہے تقابضین میں ہم یعنی اقالہ صحیح ہے خواہ دونوں عوض باقی ہوں یا ایک ہلاک ہو گیا ہو اسواسطے کہ بیع المقابضین میں ہر عوض بیع ہونے میں وجہ تو باقی مبیع ہونے میں وجہ اور شمن ہونے میں وجہ قرار دیا جائیگا اور ہلاک شمن بھی بخلاف ہلاک المثمن فیما لان الامۃ اصل فی البیع بخلاف رد عینہا کے ثمن سے دونوں صورتوں میں اسواسطے کہ لونڈی اصل بیع میں ہے یعنی اگر لونڈی کو مثلاً ہزار درم سے خرید کیا پھر لونڈی مر گئی بعد اقالہ قبل القبض کے تو اقالہ باطل ہو گیا یا اقالہ ہوا اسکی موت کے بعد تو صحیح نہیں اسواسطے کہ اس صورت میں لونڈی اصل مبیع ہے میں کیونکہ وہ مبیع ہوا اور مبیع ہلاک قبل القبض مسلم اقالہ ہے بخلاف مسئلہ سلم کے کہ وہاں لونڈی رأس المال تھی نہ مسلم فیہ والحاصل جواز الاقالۃ فی السلم فلا هلاك المجاريۃ وبعدہ بخلاف البیع اور خلاصہ یہ کہ اقالہ جائز ہے سلم میں قبل ہلاک ہونے مبیع کے اور بعد ہلاک ہونے کے بخلاف بیع کے کہ اسمیں اقالہ جائز نہیں وہ دونوں مرحلے ہلاک میں تقابلا البیع وغیرہ فانی تنکر الاقالہ من بدا لمشتری فاذا لم یقبض علی تسلیمہ المبائع بطلت الاقالۃ والمبیع بحالہ قدیہ انہ فی مشتری نے اقالہ کیا پھر مبیع پر غلام بھاگ گیا بعد اقالہ کے مشتری کے ہاتھ سے سوائر شد میں قادر ہونے کے تو اقالہ باطل ہو اور مبیع بحالہ جدید قائم رہا کذا فی الخانیہ والقول لمدعی عدم الموت یعنی نقصان بیان بطور مثال کے ہو تو اگر ایک شخص مدعی ہو ہلاکت کا اور دوسرا نافی ہو تو بھی ایسا ہی حکم ہو گا تاجیل عبارت ہے تقدیر اجل سے لیکن یہاں تاجیل سے اجل مراد ہے اور اجل عبارت ہے غایت وقت سے کذا فی النہر والبحر وہی والاصل ان من ترجح کلامہ فالقول لصاحبہ کلا فاق وان ترجح خصومۃ ووقع الاتفاق علی عقد واحد فالقول لمدعی الصحۃ عندہما وعندہ للمنکر اور سبب سابقہ کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جسنے اپنا کلام بطریق تعنت کے نکالا تو دوسرے کے ساتھی کا قول معتبر ہے باتفاق امام اور صاحبین کے اور اگر اسنے اپنا کلام بطریق خصومت کے نکالا اور اتفاق واقع ہو گیا ایک ہی عقد پر تو مدعی صحت کا قول معتبر ہے صاحبین کے نزدیک اور امام کے نزدیک منکر کا قول معتبر ہے ہم تعنت بعت میں اس سے عبارت ہے کہ الفاظ ایسی زبان سے نکلے کہ جان سے نکل نہ سکے لیکن یہاں تعنت سے مراد وہ ہے جو اسکے حق میں نافع ہو تعنت کی صورت یہ ہے کہ مشتری نے کہا میں نے تجھ سے غلام تین روز کی شرط پر خریدا تھا اور بائع نے کہا نہیں بلکہ بغیر شرط کے بیچا تھا اور چونکہ مسلم فیہ رأس المال بدلوں میں زائد ہوتا ہے تو رب السلم اپنی تعنت کا منکر ہوا اور سلم الیہ کا یوں کہنا کہ میں نے سلم الیہ کا قول معتبر ہو گا اور چونکہ مسلم فیہ کا قول معتبر ہو گا کہ سلم الیہ تعنت ہے اپنے حق کے انکار میں یعنی مدت میں اور خصومت کا کلام وہ ہو کہ اپنے مقر بہ چیز کا منکر ہو چنانچہ رب السلم کا یوں کہنا کہ میں نے تجھ سے غلام دس روز کی شرط پر خریدا تھا اور سلم الیہ نے کہا کہ نہیں بلکہ بغیر شرط کے بیچا تھا تو پہلی صورت میں رب السلم کا قول امام کے نزدیک معتبر ہو گا کذا فی الہدایہ اور صاحبین کے نزدیک سلم الیہ کا قول معتبر ہے کیونکہ اصل عدم شرط ہے تو پہلی صورت میں رب السلم منکر ہوا اور دوسری صورت میں سلم الیہ منکر ہوا اگرچہ صحت کا منکر ہوا اور صاحبین کے نزدیک سلم الیہ کا قول معتبر ہے کیونکہ وہ صحت کا مدعی ہے اگرچہ صحت کا منکر ہوا اور امام کے نزدیک منکر کا قول معتبر ہے اگرچہ صحت کا مدعی ہو اگرچہ وہ اپنے انکار سے صحت کا مدعی ہے اور صاحبین

بینۃ المطلوب لہا المسلم الیہ بہا الزیادۃ اور دونوں میں سے جو گواہ لاوے گا تو مقبول ہونگے اور اگر دونوں گواہ لاوینگے تو علیہ بہا مسلم الیہ کے گواہوں پر قاضی کا
حکم ہونا اسباب ثابت کرنے زیادت کے یعنی زیادت اجل کے وان اختلفا فی مضی بعض الاجل المطلوب لہ المسلم الیہ یعنی ان یقر بہ ثم الآخر او ینکرہ
بینۃ للمسلم الیہ اور اگر دونوں نے عتاقت کیا مدت کے گذر جانے میں تو مطلوب یعنی مسلم الیہ کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا جو کہ وہ بینہ گواہ لاوے اور اگر دونوں گواہ لاوینگے تو
تو مطلوب کے گواہ مقبول ہونگے ولو اختلفا فی المسلم فیہ تحالفا استحسانا فتح اور اگر دونوں مسلم الیہ یعنی ایک شخص عقد سلم کا متعہد ہوا اور دوسرا مدعی تو دونوں
قسم کھاوینگے بطریق استحسان یہ کذا فی الفتح والاستصناع ہو طلب عمل الصنعۃ اور استصناع عبارت ہے طلب عمل صنعت سے یعنی کوئی چیز بنوانا اس سے یعنی
بیع شرع میں استصناع یہ ہے کہ صانع یعنی کاریگر جو پانچہ موچی یا کفشگر یا بیچنے سے کہ مجھکو فلانا جوتا جوڑہ بنا دے یا فلانا پلنگ بنا دے یا فلانا صندوق بنا دے اور وہ
اتنا اور ایسی ہوتی قیمت کو بنا دے خواہ قیمت سے یا نہ دے اور صانع اسکو قبول کرے کذا فی البحر بالتمثیل فکری علی سبیل الاستقبال فانہ لا یصیر
سلما سلما فتعتبر شرائطہ استصناع سلم ہے اگر استصناع علی سبیل الاستقبال کو بیع موصوف کے طریق استعمال کے ہو سکے یعنی طریق استعمال کے مدت ذکر کرنے سے استصناع
سلم میں ہو جاتا ہے جب استصناع مؤجل سلم ہوگا تو شرائط سلم کی معتبر ہونگی یعنی قبض قبل الافتراق اور عدم خیار وغیرذلک ہم اگر استصناع میں سلم کی بابندی نہ ہو تو
ایک سببیہ یا زیادہ تو وہ امام کے نزدیک سلم ہے بالتفصیل اور اگر مدت سلم کے لائق نہیں تو وہ استصناع ہے اگر آسمین تعامل خلق جاری ہو اور اگر تعامل نہیں تو وہ استصناع
فاسد ہے اگر مدت علی سبیل الاستعمال نہ تو وہ بیع ہے اگر مدت علی سبیل الاستعمال نہ کو بیع بشرط جر کرکے کہا ہو کہ صانع اپنے عمل سے کل فراغت کرکے پابرہنہ تو یہ استصناع فاسد ہوگا
کیونکہ یہ مدت فراغ کے وسطے ہوتا خیر مطالبہ کے وسطے شرح زیلعی وعمدہ میں ایسا کچھ نہ کہو ہے پر مصنف کا کلام اس مدت میں موضوع ہے جو سلم کے لائق ہو تو معلوم ہوا کہ اشکال
کلام اپنے محل پر نہیں کذا فی الطحطاوی دریافت کرنا چاہیے کہ استصناع بطریق قیاس صحیح نہیں اور یہی قول زفر رحمۃ اللہ علیہ شافعی کا سو اسکے کہ وہ اجارہ نہیں ہو سکتا کیونکہ استصناع
عمل پر جو آدمی کی ملک میں ہو جائز نہیں ہوتا پھر اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ تو بنا لا مہینہ بھر میں ایسا پلنگ مجھکو بنا دے یا کپڑا کہ تین ہاتھ پہنا کپڑا تین روز میں سیکر تو
نہیں ہوتا استصناع بیع ہو سکتا ہے کیونکہ بیع معدوم کی جائز نہیں لیکن علماء حنفیہ نے اسکو بطریق استحسان اسلئے جائز رکھا ہے کہ تعامل اہل اور رواج کے جو اجماع عملی کے درجہ میں ہے
ساحب ہدایہ کہا کہ اور ان یعنی تعامل جاری ہو وہ استصناع ہے سلم بدلیل انہ لا یثبت فیہ خیار العیب والرؤیۃ وتفسخ بہلاکہ وذکرہ فی الجامع الصغیر
البعۃ وقد یقال ثبوت صحۃ الاستصناع اور بدون مدت کے جسمیں تعامل لوگوں کا جاری ہے چنانچہ موزہ اور آفتابہ اور طاس میں استصناع صحیح ہے شارح نے کہا
ثبت بالسنین مہملۃ اور عرب میں سکون نون سے ممیز ذکر کیا ہے اور لگا ہے اسکے ثبوت بھی ہوتے ہیں ہم نے ثابت طے میں بالسنین مشددہ کہا کہ سنین کو تائے مثناۃ فوقانیہ سے
بدل نہ لاوے اور ثبوت صحیح ہے ثبت کی تو اگر شارح یوں کہتا ثبوت بفعل فی جمیع ثبوت تو بہتر تھا کذا فی الطحطاوی یبقی الاشکال علی الصحیح ثم فرع علیہ بقولہ استصناع
صحیح ہوا بطریق بیع زید بطریق وعدہ بقول صحیح پھر مصنف نے اسکے بیع ہونے پر تفریع کی اپنے آئندہ قول سے فیجبر الصانع علی عملہ لا یرجع الآمر عنہ ولو کان عند الصانع لزم
تو کاریگر پر زبردستی کیجاویگی اسکے بنانے پر اور نہ پھر سکتا ہے آمر اسکے اگر استصناع وعدہ ہونا بیع تو صانع پر جبر اور آمر پر عدم رجوع لازم ہوتا والمبیع ھو
العین لا عملہ خلافا للشافعی اور استصناع میں بیع خود وہ شے مصنوع ہے نہ عمل اسکا برخلاف ابوسعید بردعی کے فان جاء الصانع بمصنوع غیرہ او بعضہ علیہ
قبل العقد فاخذہ صح ولو کان المبیع عملہ لما صح تو اگر کاریگر اپنے غیر کی بنائی چیز لایا یا اپنا مصنوع لایا جسکو قبل عقد کے بنایا تھا سو آمر نے اسکو لیا تو صحیح ہے اور اگر
کاریگر کا عمل مبیع ہوتا تو اسکا لینا صحیح نہ ہوتا وکا یتعین المبیع لہ ای للامر بالرضا فصح بیع الصانع لصنعہ قبل رؤیۃ الامر ولو تعین لما صح بیعہ اور

بیع متعین نہیں ہوجاتی مگر دے اسکے بدہن اُسکی نمائندی کے تو صحیح ہے بحدالنا کارگیا اپنی بنائی چیز کو قبل دیکھنے اسکے مگر کے اور اگر بیع اسکے دیکھنے سے متعین ہوئی تو اسکا بیان درستہ ہوتا ہے کہ ای الامر اخذہ وترکہ بخیار الرؤیۃ ومفادہ انہ لاخیار للصانع بعد رؤیۃ المصنوع لانہ ھو کالمبیع نہر اور اسکو یعنی امر کو اسکے بیچنے میں اختیار ہے بسبب خیار الرویہ کے اور مفاد اس کلام کا یہ ہے کہ صانع کو اختیار نہیں بعد دیکھنے اُس شخص کے جسکے واسطے وہ چیز بنائی گئی اور یہی قول صحیح ہے کذا فی النہر والفتح وبہ یفتی وبما لا یتعامل فیہ کالثوب الا باجل کما مر اور مستصنع صحیح نہیں اُسمیں جسکے بنوانے کا لوگوں میں رواج نہیں چنانچہ کپڑے میں کہ موت تحمیر اگر چنانچہ بالیسلم میں مذکور ہوچکا یعنی جسمیں تعامل نہیں اُسمیں فرائض صحیح نہیں بلا ذکر مدت ہوئی تو وہ عقد سلم ٹھہری تو اب اعطاء جمیع شرط سلم کی لازم ہوگی کذا فی الطحطاوی اھ بالفعل ہندوستان میں طبیعت کتب بکثرت رائج ہوا اور اکثر سود اگر اول مصنوع کتابیں چھپواتے ہیں آجکل ایسا استصناع صحیح ہوا گر کاغذ قیمت پیشگی دیجاوے یا السیفٹ کچھ نہ دیجاوے مگر فرائض میں یہ ذکر ضرور ہو کہ ایسا کاغذ ہو اور اوراق کا عدد تین سو اول انتہا اور خط ایسا الو تسمین اعداد نسخ اور تسمین مقدار مشغول عنہ وغیرذالک صاحب فرائض کو بعد دیکھنے کے اختیار ترک مبیع چھوڑنے والے کو قبل وقت صاحب فرائض کے بیع کتب میں اختیار ہو اور اگر شرط سلم نہیں مرعی ہوں تو اسوقت میں عقد سلم منعقد ہوگا واللہ تعالیٰ اعلم وان لہ یعلم فلہ الخیار اذا رآہ ذکرہ الاجل علی وجہ الاستعمال وان لم یذکر فعند الکل الا قرغہ عندنا کان صحیحا اور اگر مدت سلم کی لائق نہو یعنی مہینے سے کم مدت ہو تو استصناع فاسد ہوگا اگر وقت علی وجہ الاستعمال تاخیر المطالبۃ مذکور ہو اور اگر استعمال کے واسطے مدت مذکور نہو چنانچہ آجکل صانع سے یوں شرط کرنا کہ عمل سے کل تک فرغت ہونا تو یہ استصناع صحیح ہوگا طحطاوی نے کہا یہ تو بین ہوگی نہ وعدہ الی آخرہ تقدم کیونکہ یہ مدت بمنزلہ حال کے ہو فرع سلم لفظ شاح کا السلم فی اللغۃ بمعنی السلف وفی الشرع بیع شیء موصوف فی الذمۃ بثمن یعطی عاجلا کما فی الجوہرۃ وھو جائز بالکتاب والسنۃ والاجماع وھو رخصۃ علی خلاف القیاس لانہ بیع المعدوم وھو لا یجوز الا ما استثنی کما فی الدرر وشروطہ اربعۃ ان یکون مما یوجد فی اکثر الاوقات فی ایدی الناس فلا یجوز فی الندرۃ حتی لو کان فی ایدی الناس ولکن انقطع فی وقت دون وقت جاز کذا فی الکافی وان یکون مما یتناولہ الوزن او الکیل او العد او الذرع فلا یجوز فیما لا یتناولہ شیء منہا کالجواہر واللآلی والحطب والحشیش والتبن وان یکون مقدرا بمدۃ لہا حمل ومؤنۃ فی العادۃ فلا یجوز فی یوم او یومین او ثلثۃ وان یکون رأس المال معلوما فلا یجوز فیما لا یعلم ولا فی مجہول الجنس والنوع والصفۃ ولا فی مجہول القدر ولا فی مجہول الوصف ولا فی مجہول الاجل ولا فی مجہول المکان الذی یحتاج الی حمل المسلم فیہ ولا یجوز بالفلوس ولا بالمکیل والموزون والمعدود والمذروع ولا بالحیوان ولا بالجلود والرؤس ولا بالحطب والحشیش والتبن ولا بالآجر والقصب ولا بالبیض ولا بالجوز ولا بالرطبۃ ولا بالبقول ولا بالبطیخ ولا بالرمان ولا بالسفرجل ولا بالتفاح ولا بالخوخ ولا بالمشمش ولا بالاترج ولا بالقثاء ولا بالخیار ولا بالباذنجان ولا بالسکباج ولا بالخل ولا بالزیت ولا بالسمن ولا بالشحم ولا بالعسل ولا بالخبز ولا بالطبیخ ولا بالشواء ولا بالبقل ولا بالرطب ولا بالعنب ولا بالتمر ولا بالزبیب ولا بالجوز ولا بالفستق ولا بالبندق ولا بالسکر ولا بالفانید ولا بالنبات ولا بالدقیق ولا بالسویق ولا بالحنطۃ ولا بالشعیر ولا بالارز ولا بالباقلا ولا بالحمص ولا بالعدس ولا بالماش ولا بالجلبان ولا بالکمأۃ ولا بالفطر ولا بالثلج ولا بالملح ولا بالخردل ولا بالکمون ولا بالکزبرۃ ولا بالکراویا ولا بالکتان ولا بالقطن ولا بالصوف ولا بالغزل ولا بالحدید ولا بالرصاص ولا بالنحاس ولا بالصفر ولا بالزجاج ولا بالخزف ولا بالآنیۃ ولا بالثیاب ولا بالحصر ولا بالبواری ولا بالحیر ولا بالحبال ولا بالحشیش ولا بالقرطاس ولا بالکاغذ ولا بالکتب ولا بالدفاتر ولا بالسرجین ولا بالرماد ولا بالنورۃ ولا بالکبریت ولا بالزرنیخ ولا بالنفط ولا بالقار ولا بالشمع ولا بالعقاقیر ولا بالصبغ ولا بالنیل ولا بالزعفران ولا بالورس ولا بالعصفر ولا بالکسفر ولا بالوشق ولا بالحناء ولا بالکتم ولا بالعصب ولا بالاصباغ ولا بالادویۃ ولا بالرصاص ولا بالنحاس ولا بالصفر ولا بالزجاج ولا بالخزف ولا بالآنیۃ ولا بالثیاب ولا بالحصر ولا بالبواری ولا بالحیر ولا بالحبال ولا بالحشیش ولا بالقرطاس ولا بالکاغذ ولا بالکتب ولا بالدفاتر ولا بالسرجین ولا بالرماد ولا بالنورۃ ولا بالکبریت ولا بالزرنیخ ولا بالنفط ولا بالقار ولا بالشمع ولا بالعقاقیر ولا بالصبغ ولا بالنیل ولا بالزعفران ولا بالورس ولا بالعصفر ولا بالکسفر ولا بالوشق ولا بالحناء ولا بالکتم ولا بالعصب ولا بالاصباغ ولا بالادویۃ

باب المتفرقات

ھذا اوان یھلوعتر فی الکلز مسائل شتی وفلہ ایسائل شتی والعقد احد ھذا باب ہم اُن مسائل کے ذکر میں جو اپنے ابواب سے متفرق ہیں اور کنز میں ایک باب کے مسائل مشہورہ اور دُر وغرر میں مسائل شتی سے تعبیر کیا ہم اور تعبیرات ثلثہ کا سبب ایک ہی ہم عادت فقہاء یہ ہے کہ جو مسائل کے ابواب متعددہ میں چھوٹ گئے اور اپنے مواضع میں مذکور نہوئے تو اُن کو بمبا مذکور کردیتے ہیں اور انکو اسماء ثلثہ سے کسی ایک نام کر تسمی کرتے ہیں اشتری ثوبا او فرسا ممن حرف لا اجھل استسلم لیصیر لا فاسدہ لا ثمنہ لا یضمن مثلیہ وقیل بخلافہ بیضۃ یضمن قیمتہ خرید کیا میں یا گھوڑا یا جامہ سی کا لڑکے کی جی گنجے کے واسطے تو بیع صحیح نہیں اور اُسکی کچھ قیمت نہیں اور اُسکے توڑ ڈالنے والے پر ضمان نہیں اور قول ضعیف اسکے برخلاف ہے یعنی بیع صحیح ہے اور تلف پر ضمان ہو کذا فی القنیہ ورجیہ کہ بقول صحیح اسکی بیع صحیح نہیں تو اسکا حکم یہ ہوا اور تلف پر ضمان ہو اسواسطے نہیں کہ تملک ہوا ہو وفی الخزانۃ عن ابی یوسف یجب بہ ما یجب للصبیان یلعب بہا الصبیان اور مجتبیٰ کی کتاب الحظر

کے آخر میں ابو یوسف سے روایت ہے کہ کھلیہ ذکی کی بیع اور ارگون کا ارس سے کھیلنا جائز ہے ہم طحطاوی نے کہا کہ طرسیانی نے اس کی تصریح کی ہے کہ یہ قول بھی ضعیف ہے وصحح الکلب ولو عقورا والتمر والفیل والقرد وسباع بہائم وانتفاع بجلودھا حتی الحرۃ ولذا الصید وعلم شاۃ لا سوی الخنزیر وھو المختار للانتفاع بہا وبجلدھا کما قدمناہ فی بیع الفاسد۔ اور صحیح ہے بیع کتے کی اگرچہ قابل تعلیم ہو اور بلی اور درندوں کی بیع ہر قسم کی ہو یہاں تک کہ بلی کی بھی بیع جائز ہے اور سیطر درندوں پر ان کی خواہ وہ معلم ہوں یا نہ ہوں سوائے سور کے اور یہی قول اصحت ہے کیونکہ یہ نفع بخش ہے لینے کے لئے اور ان کی کھالوں کے چنانچہ ہم اسکو بیع فاسد میں پہلے ذکر کر چکے ہیں ہم امام شافعی کے مذہب کے مطابق حدیث صحیحین کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمائی ثمن کلب اور زانیہ کی خرچی اور کاہن کی شیرینی سے لیکن ابو حنیفہ نے اپنی سند میں ہیثم سے عن مکحول عن ابن عباس روایت کی قال خص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی ثمن کلب الصید یعنی حضرت نے رخصت دی کلب شکاری کی ثمن میں اور سند اس حدیث کی جید ہے اسواسطے کہ ابن حبان نے ذکر کیا ہے کہ ہیثم ثقات الناس ہے وعامۃ فی فتح القدیر والمنصوص بالقرد وان کان حراما لا یمنع بیعہ بل کرہ لعظیم شرھا وھذا اور خنزیر اس کرنا بدہ ہے اگر ہم اس کی بیع کا منع نہیں کرتے بلکہ اسکی بیع کو وہ ہم چنانچہ انگور کا پھوٹا پانی ہمپانا شراب بنانے والے سے کذا فی شرح وہبانیہ۔ فرع مسلمان شاں کا بیع لعاب کلب الصید او غیرہ لا بأس بہ شامی۔ اور کتے کے تو اسکے قواب سے ہر رود و قیر لوگ کتے جاونگے وجاز اقتناء کلب صید وحراسۃ ماشیۃ وزرع اجماعا اور جائز ہے کتے کا پالنا شکار اور چوپائے بکری اور کھیت کی حفاظت کے واسطے بالاتفاق کما صحح بیع حر حمام کنیس جیسے کبوتر کی بہت بٹ کی صحیح ہے کذا فی القنیہ وادنی القیمۃ التی تشترط فی البیع فلس وکثرۃ قیمت جو جائز ہے بیع کی شرط ہے ایک پیسہ ہے ولو کانت کثرۃ خطیر کالجوز بقشرہ او قیمت اگر بکثرت مثلاً اخروٹ بقشرہ ہو یعنی اگر بکثرت روئی کا تو جائز نہیں کذا فی القنیہ ہم یعنی اگر بکثرت روئی کا پیسے کے مساوی ہو تو بیع جائز نہیں کذا فی الطحطاوی کما لا یجوز بیع ھوام کالحیات مما لا نفع فیہ کالقاذورۃ والعقارب والوزغ والخنافس وسیہی اور بچھو اور چھپکلی اور گبرو کے ہم خافش جمع ہے خنفساء کی مثل ہے عجوہ سانوں فونے فتح کاف کہ یا کیڑا ہے کہ بدبو دار ہوتا ہے سوسے مثل کے خبیث ہوتا ہے کیڑا مکوڑا سانپ وغیرہ وکل ما یستقذر کما صحیحہ طحطاوی نے کہا کہ صحیح یہ ہے کہ جائز ہے بیع ان چیزوں کی جن سے لوگ اس واسطے جائز ہیں کہ ان میں نفع صحیح ہے لوگوں کے مطابق میں اسکی طرف حاجت ہے وکالھرۃ للحرۃ کالسنور اور جائز نہیں دریا کے کیڑے مکوڑے کی بیع اسلئے کہ وہ غیر کے ہم ہوتا جواز کا مادامت انتفاع بہ جواز کیلئے ہے اور کیڑوں سے فائدہ دنیا حرام ہے لہذا انکی بیع جائز نہ ہوگی کذا فی الطحطاوی عن التتارخانیہ سوی سمک وجراد فی القنیۃ بیع مالہ ثمن کسقفور وجعل وحرذون لا یحل اکلہ او لا یحل اکل لحمہ کالحمار اور جانور دریائی جو اسکے صوف سے کپڑا بنایا جاتا ہے جائز ہے جیسا کہ خرجانور ہے جسکا صوف بنایا جاتا ہے اور جانور دریائی جو اسکے صوف سے کپڑا نہیں بنایا جاتا ہے جائز نہیں بدلیل حدیث صحیحین کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمائی ثمن کلب اور زانیہ کی اور کاہن کی شیرینی سے لیکن ابو حنیفہ نے اپنی سند میں ہیثم سے عن مکحول عن ابن عباس روایت کی قال خص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی ثمن کلب الصید یعنی حضرت نے رخصت دی کلب شکاری کی ثمن میں اور سند اس حدیث کی جید ہے اسواسطے کہ ابن حبان نے ذکر کیا ہے کہ ہیثم ثقات الناس ہے وعامۃ فی فتح القدیر والمنصوص بالقرد وان کان حراما لا یمنع بیعہ بل کرہ لعظیم شرھا وھذا اور خنزیر اس کرنا بدہ ہے اگر ہم اس کی بیع کا منع نہیں کرتے بلکہ اسکی بیع کو وہ ہم چنانچہ انگور کا پھوٹا پانی ہمپانا شراب بنانے والے سے کذا فی شرح وہبانیہ۔ فرع مسلمان شاں کا بیع لعاب کلب الصید او غیرہ لا بأس بہ شامی۔ اور کتے کے تو اسکے قواب سے ہر رود و قیر لوگ کتے جاونگے وجاز اقتناء کلب صید وحراسۃ ماشیۃ وزرع اجماعا اور جائز ہے کتے کا پالنا شکار اور چوپائے بکری اور کھیت کی حفاظت کے واسطے بالاتفاق کما صحح بیع حر حمام کنیس جیسے کبوتر کی بہت بٹ کی صحیح ہے کذا فی القنیہ وادنی القیمۃ التی تشترط فی البیع فلس وکثرۃ قیمت جو جائز ہے بیع کی شرط ہے ایک پیسہ ہے ولو کانت کثرۃ خطیر کالجوز بقشرہ او قیمت اگر بکثرت مثلاً اخروٹ بقشرہ ہو یعنی اگر بکثرت روئی کا تو جائز نہیں کذا فی القنیہ ہم یعنی اگر بکثرت روئی کا پیسے کے مساوی ہو تو بیع جائز نہیں کذا فی الطحطاوی کما لا یجوز بیع ھوام کالحیات مما لا نفع فیہ کالقاذورۃ والعقارب والوزغ والخنافس وسیہی اور بچھو اور چھپکلی اور گبرو کے ہم خافش جمع ہے خنفساء کی مثل ہے عجوہ سانوں فونے فتح کاف کہ یا کیڑا ہے کہ بدبو دار ہوتا ہے سوسے مثل کے خبیث ہوتا ہے کیڑا مکوڑا سانپ وغیرہ وکل ما یستقذر کما صحیحہ طحطاوی نے کہا کہ صحیح یہ ہے کہ جائز ہے بیع ان چیزوں کی جن سے لوگ اس واسطے جائز ہیں کہ ان میں نفع صحیح ہے لوگوں کے مطابق میں اسکی طرف حاجت ہے وکالھرۃ للحرۃ کالسنور اور جائز نہیں دریا کے کیڑے مکوڑے کی بیع اسلئے کہ وہ غیر کے ہم ہوتا

ہو چکا کہ حرام چیز سے اُسوقت علاج کرنا جائز ہے جبکہ اُسی میں شفا معلوم ہو اور کوئی دوا اُسکے قائم مقام نہو کے نو توفیق میں اتنا اور کہہ سکتے ہیں کہ قول مقوم مجروح اس صورت پر محمول ہے جبکہ شفا سانپ کے استعمال میں منحصر معلوم ہو اور بداءۃ کا قول اس صورت پر محمول ہے جبکہ سانپ کا بدل دوسری دوا ہو سکتی ہو واللہ تعالیٰ اعلم ویجوز بیع دھن نجس ای متنجس کما قدمناہ فی البیع الفاسد اور جائز ہے بیع نجس تیل کی نجس سے مراد متنجس ہے کہ بالذات نجس نہیں نجاست کے پڑنے سے ناپاک ہو گیا چنانچہ ہم اسکو مسائل بیع میں بیع باطل کے باب میں مقدم ذکر کر چکے ہیں ہم متنجس کی قید سے مردار اور سور کے تیل سے احتراز ہو گیا وینتفع بہ للاستصباح فی مسجد کما مر اور فائدہ لیا جاوے روغن نجس سے چراغ روشن کرنا اُس مکان میں جو مسجد کے سوا ہو چنانچہ کتاب الطہارۃ میں گذر گیا والذمی کالمسلم فی بیع کلحم وسم وثیاب وغیرھا اور کافر ذمی مسلم کے مانند ہے بیع میں چنانچہ خمر اور سلم اور پیاج وغیرہ میں ہم ذمی مسلم کے مانند اسوا سطے ہوا کہ مکلف جاننے ہو جو بیاعات مسلم کو جائز ہیں وہ اُسکو بھی جائز ہو اور جو مسلم کو جائز نہیں وہ اُسکو بھی جائز نہیں بسوائے مستثنیات آیندہ کے غیر الخمر والخنزیر وجیفۃ لم تحف انفھا بل ھو حق او ضحیۃ مجوسی فانھا کالخنزیر وقد امرنا ان نترکھم وما یدینون بیع میں ذمی مسلم کے مانند ہے سوائے شراب اور سور اور اُس مردار جانور کے جو خود بخود نہیں مر گیا بلکہ گلا دابنے یا مجوسی کے ذبح کرنے سے مرا کہ وہ سور کے مانند ہوا اور ہم مامور ہیں اُنکے عدم تعرض پر اور اُنکے معتقدات کے ترک پر ہم شارح نے اس قول سے شافعی کیا کہ اہل اسلام کا عدم تعرض ان اشیاء میں اسوا سطے نہیں کہ یہ چیزیں اُنکے حق میں شرعاً مباح ہیں چنانچہ بعضے صحیحے میں بلکہ حرمت اُنکے حق میں بھی ثابت ہے کیونکہ یہ قول صحیح کفار مخاطب باحکام شرعیہ ہیں لیکن وہ اشیاء مذکورہ کی بیع سے روکے نہیں جاتے کیونکہ وہ اُنکی حرمت کے معتقد نہیں اور ہم مامور ہیں اُنکے اعتقادیات کے عدم تعرض پر وھو معنی قولہ ای الکافر کما قدمناہ فی البیع الفاسد عبداً مسلماً او مصحفاً او شقصاً منھما اور صحیح ہے کافر کو خرید کرنا مسلمان غلام کا اور مصحف شریف کا یا دونوں میں سے کچھ حصہ یوں لینا یعنی ربع یا نصف غلام یا مصحف چنانچہ ہم اسکو بیع فاسد میں ذکر کر چکے ہیں ویجبر علی البیع اور کافر زبردستی کیا جائیگا بیع ڈالنے پر یعنی اگر کافر غلام مسلم یا مصحف مجید کو خرید کر لیگا تو مالک ہو گا لیکن حاکم زبردستی اُس سے بیکوا دالے کیونکہ خدمت سے غلام مسلم کی ذلت ہو گی اور مصحف کی بے ادبی کا خوف ہو دلو المشتری صغیرا اجیر عدل لیقبلہ لیکن اقام القاضی لہ ولیا اور اگر کافر مشتری صغیر ہو تو بیع پر اُسکا ولی جبر کیا جاوے اور اگر صغیر کا کوئی ولی نہو تو قاضی اُسکے واسطے ولی قائم کرے تا کہ اُسپر بیع میں زبردستی کیجائے ولکن لو اسلم عبدہ ویتبعہ طفلہ اور اسپر جبر کیا جائیگا بیع میں اگر کافر کا غلام مسلمان ہو جاوے اور غلام کا باپ کافر کا غلام ہو گا اسلام میں ولو اعتقہ او کاتبہ جاز فان عجز جبر ایضاً اور اگر کافر نے غلام مسلم کو آزاد کر دیا یا اسکو کاتب کیا تو جائز ہے پھر اگر یہ کاتب ادائے بدل کتابت سے عاجز ہو گیا تو اُسکے مالک پر بھی جبر کیا جائیگا بیچ ڈالنے کے واسطے ولو ترک اداء استولدھا سعیاً فی قیمتھا اور اگر کافر نے مسلمان غلام کو مدبر کیا یا مسلمان لونڈی کو اپنا ام ولد بنایا تو دونو محنت مزدوری کریں اپنی قیمت کے ادا کرنے کے واسطے ویجبر ضرباً لو طیلسۃ مسلمۃ وذلک حرام اور ذمی مستول درزناک کیا جاوے مار کوٹ کر مسلمان لونڈی کے جماع کرنے سے اور یہ وطی حرام ہے فرع مسلم طبقہ شارح کا من عادتہ شرب الخمر ان یجبر علی بیعہ دفعاً للفساد ونحوہ وکذا لو محرماً لختم عید او نیروز یا رسالہ لونڈی کا بیچ ڈالنا جسکی عادت ہو تو اسپر جبر بیع پر کیا جاوے دفع فساد کے واسطے کذا فی الذخیرہ وغیرہ اور اسیطرح جس محرم نے شکار کیا تو اُسکے چھوڑ دینے کا حکم کیا جاوے ولو اسلم مقرض الخمر سقط قرضہ المستقرض فولیتان واگر شراب کا قرض دینے والا مسلمان ہو گیا تو شراب ساقط ہو گئی یعنی اسواسطے کہ قبضہ کرنا مسلم کو متعذر ہوا اور اگر قرض لینے والا مسلمان ہو گیا تو دو روایتوں میں ایک روایت امام سے سقوط شراب کی ہے اور دوسری روایت ادائے قیمت کی اور یہی قول ہم نے کتاب الطہارۃ میں فتح القدیر سے نقل کیا ولو اشتری خمراً فقبضہا قبل قبض المشتری بطل البیع وان قبضہا بتسلیط البائع فھلکت عندہ ضمن قیمتھا لو قیمیاً ومثلھا لو مثلیاً ولو تخلل فی یدہ لم یعد ملکہ ولو اشتری جاریۃ فزوجھا من عبدہ ثم قبضھا فطلقھا قبل الدخول بطل النکاح ولو بعد الدخول لم یبطل

الفتاح تو اگر بیع ٹوٹ گئی قبض سے پہلے تو تلف باطل ہو گیا ابو یوسف کے قول میں اور یہی مختار ہے وقیدہ الکمال بما اذا لم یکن بطلانہ بوجہ فاسد قبل القبض لم یسقط الثمن وان بطل البیع فجواز ما ھنا متفرع اور بطلان تلف کو کمال الدین نے مقید کیا ہے اس قید سے جبکہ بطلان بیع فاسد کی وجہ سے نہ ہو اور اگر بیع کا باطل ہو جانا اسکی موت سے ہو قبل قبضہ کرنے کے تو تلف باطل نہ ہوگا اگرچہ بیع باطل ہو گئی تو اسکے زوج پر مہر دینا مشتری کا لازم ہوگا مشتری کے واسطے مہر کا لازم ہونا فتح القدیر میں کہا اور شیخ شہاب احمد نے اس پر اعتراض کیا ہے کہ کیونکر ہوگا کہ لونڈی تو ہلاک ہو بائع کے مال سے اور مہر کا مالک مشتری ہو جائے تو حاصل اعتراض یہ ہے کہ نقصان بدلے نقصان کی ہو کذا فی الطحطاوی اشتری شیئا منقولا اذا العقار لا یبیع للقاضی وغائب فی المشتری وقبل القبض وفقد الثمن طبیعۃ

معروفۃ فاقام بائعہ بینۃ انہ باعہ منہ لم یبع فی دینہ کما کان ذھابہ الیہ ان حمل کانہ بیع البیع ای باعہ القاضی او مامورہ نظر الغائب

واحی الثمن ما لم یظہر وکیلہ الغائب ان نقص یبع الیائع اذا ظفر بہ خرید کی چیز منتقول اور مشتری قبل قبض اور قبل ادائے ثمن کے غائب ہو اور بیع معروف ہو یعنی اسکا مکان معلوم ہو اور اسکے بائع نے گواہ قائم کیے اسپر کہ اسنے اسکو بیچا شخص غائب کے ہاتھ تو وہ چیز اسکے دین میں بیچی جائیگی اسواسطے کہ بائع کا جانا مشتری کے پاس ممکن ہو اور اگر مشتری غائب کا مکان معلوم نہ ہو کہ گمان ہو تو بیع بیچی جاوے گی یعنی قاضی اسکو بیچے یا غائب کا مامور بیچے بر حالت حال غائب کے اور ثمن بائع کا ادا کرے اور جو ثمن سے زیادہ ہو تو اسکو غائب کے واسطے رکھ چھوڑے اور اگر ثمن سے کم ہو تو بائع اسکا پیچھا کرے جب کہ اسکو پاوے شارح نے کہا چیز منقول کی قید اسواسطے لگائی کہ زمین کو قاضی بیع کریگا ہم اور اگر مشتری غائب ہو قبل قبض کے تو قاضی بائع کی نالش سنے گا کیونکہ بائع کا حق بیع سے متعلق رہا اور بیع کے ہاتھ مرہون ہو یعنی اگر اس بیع بفسخ منفسخ غائب ہو گیا اور ثمن نے اپنے دین کے واسطے بیع مرہون کی نالش کی قاضی کے پاس تو لائق ہے کہ بیع اسکی جائز ہو کذا فی الطحطاوی عن جامع الفصولین ولو اشتری اشیاء شیئا وغاب واحدا منھا فلھا قبض ما حضر ثم قبض الباقی شیئا فشیئا قبل الکل ودفع الکل للحاضر

اور اگر دو شخصوں نے ایک چیز خرید کی اور انمیں سے ایک شخص غائب ہوا یعنی اسطرح پر کہ اسکا مکان معلوم نہیں کذا فی النہر تو شخص حاضر کو اسکا کل شئی دینا جائز ہو اور بائع پر زبردستی کیجائے کل ثمن کے قبول کرنے پر اور حاضر کو کل بیع کے دینے پر وله قبضه وحبسه عن شریکه اذا حضر حتی ینقد شریکه الثمن بخلاف احد المستاجرین اور حاضر کو جائز ہو بیع پر قبضہ کرنا اور اسکا روکے رکھنا اپنے شریک سے جبکہ وہ سفر سے آوے یہانتک کہ اسکا شریک ثمن ادا کرے بخلاف احد المستاجرین کے یعنی اگر ایک ستاجر غائب ہوا قبل نقد اجرت کے سو دو سرا ستاجر حاضر نے سب اجرت دی تو اسکو حبس کرنا اور اجرت جائز نہیں والفرق ان البائع حبس لاستیفاء الثمن فکان مضطرا بخلاف المؤجر اور فرق بیع اور اجارہ میں یہ ہے کہ بائع کو حبس کا بیع اثر ثمن کے واسطے جائز ہے تو مشتری حاضر مضطر ٹھہرا بخلاف موجر کے کہ یعنی جبکہ بائع کو حبس بیع کا اختیار ہوا تو مشتری حاضر کو اپنے ملک سے فائدہ لینا ممکن نہیں بدون ادا کرنے جمیع ثمن کے تو حاضر مضطر ٹھہرا اور مضطر کو رجوع ثمن اور حبس بیع میں اختیار ہے بخلاف احد المستاجرین کے کہ اگر ستاجر حاضر سب اجرت دیگا تو وہ تبرع ہوگا نہ یہ مضطر ہوا سواسطے کہ موجر کو حبس کا استیفاء اجرت کے واسطے جائز نہیں کذا فی النہر اللھم الا اذا شرط تعجیل الاجر؟ خداوندا مگر جبکہ تعجیل اجرت مشروط ہو یعنی درصورت شرط تعجیل اجرت اجارہ درحق بیع ہو گا یعنی بیع صاحب غرر الفرائد کی نذر وات مذہب یا عرضا یا الف مثقال ذھب وفضۃ تنصفا بہ ای یا بمثقال فیجب حسابہ مثقالا من کل منھما لعدم الاولویۃ کوئی چیز بیچے سونے اور چاندی کی ہزار مثقال سے سو سونا اور چاندی نصفا نصف ہونگے مثقال سے تو پانسو مثقال ہر ایک سے واجب ہونگے لیعنی ہم اولویت کے ہر مثقال چاندی اور سونے دونوں کی ہوتی ہے تو حساب مثقال کی اضافت دونوں کی طرف برابر ہوئی تو پانسو مثقال سونا اور پانسو مثقال چاندی واجب ہوئے مشتری پر یعنی ہم ترجیح کے نہر الفائق میں کہا لیکن اس صورت میں یہاں شرط جودت وغیرہا شرط ہے اور اگر یوں کہا کہ ہزار درہم اور دینار سے تو بیان شرط نہیں کہ وہاں یہ بھی مراد ہونگے وفی بیعہ شیئا بالف مثقال ذھب والفضۃ تنصفا والصرف للموزون المعھود فالنصف من الذھب مثاقیل والنصف من الفضۃ دراھم اور کسی چیز کی بیع میں جو ہزار مثقال سونے اور چاندی سے سونا اور چاندی نصفا نصف ہونگے اور ہر ایک کا وزن مقرری مراد ہوگا تو سونے کے نصف سے مثقال مراد ہونگے اور چاندی کے نصف سے درہم مراد ہونگے

ہم یعنی پانسو درم چاندی کے مراد ہونگے کیونکہ یہی متعارف ہے وقال الشافعی النذر وعقد له علی کل عشرة دنانیر وعشرة دراهم من کل ثلث کر دهذا قاعدته فی المعاملات کلها الخ وصیت و ودیعت غصب و اجارہ و بدل خلع وغیرہ فی موزون و مکیل بعدد و وزن و مکیل یعنی اور امام شافعی کے اقرار ہے کہ جیسا کہ ہم نے یوں کہا کہ اگر کسی نے اپنے اوپر ایک شیٔ ثلث مسکر کی تہائی لازم ہونی اور یہی تفصیل ہے اقسام قاعدہ کلیہ کی ہے معاملات میں مانند مہر اور وصیت اور امانت اور غصب اور اجارہ اور بدل خلع وغیرہ کے موزون اور مکیل میں عدد اور وزن کے ذریعے یعنی ہم مہر کی صورت یہ ہے کہ ایک عورت کا مہر ہزار مثقال ذہب یا فضہ معین کیا تو یا تو ہزار مثقال ذہب کے وجب ہونگے اور یا ہزار معین بے سونے اور چاندی کے تو ہر ایک کا زوج مستحق ہوگا یعنی یا سو دینار شرعی اور یا سو درم فضہ کے وعلی ہذا القیاس وصیت اور امانت وغیرہا موزون کی مثال ایسی ہے کہ کسی اور شخص نے زید کے ایک قفیز گندم کا اقرار کیا تو ہر ایک میں سے ثلث مقدار جب ہوگا اور مکیل کی صورت خود شارح بیان کر چکا اور عدد کی صورت یہ ہے کہ سو انڈے اور اتار اور سیب کا اقرار کیا اور موزونی کی مثال یہ ہے کہ سو گز کتان اور ریشم اور غزل کا اقرار کیا کذا فی الطحاوی فی قولہ ومن وجب علیہ نقد فی الزکوٰۃ اور مصنف کا یہ قول من وجب کتاب الزکوٰۃ میں گزر چکا ہم وزن سبعہ سے مراد یہ ہے کہ دس مسمات مثقال کے وزن کے برابر ہیں یا ہر مثقال بیس قیراط اور ہر درہم جو دہ قیراط ہو ہر قیراط پانچ جو ہو واضاف الکمال ان اسم الدراهم ینصرف للمتعارف فی البلد الخ فلوس ینصرف الفلوس اور کمال الدین نے فائدہ بیان کیا ہے کہ درم کا نام بھی اسی کی طرف جو شہر ہو عقد کے شہر میں تو مقرکے شہر میں درم سے فلوس مراد ہونگے واضاف فی النهر ان قیمته تختلف باختلاف الازمان فافهم المقال بانه یساوی نصف ثلثة فلوس لو اطلق الواقف الدرهم اعتبر زمنه ان عرف والا صرف للفضة لانه الاصل لکن لو قید بالنقرة کان کالمقید بالضربیة والا صرف نحو شیئة ونحوها فنقد درهما نصفان اور نہر الفائق میں تصریح کی ہے کہ درم کی قیمت مختلف ہوا باعتبار اختلاف زمان کے سو اتفاقی نے فتوی دیا کہ درم برابر ہوا ساڑھے تین فلوس کے تو اگر وقف کرنے والا درم کو مطلق کہے چاندی یا آنے کی قید لگاوے تو اسکے زمانہ کا اعتبار ہوگا اگر اسکے زمانہ کا کا عرف معلوم ہوا وہیں تو درم چاندی کے درم کی طرف منصرف ہوگا کیونکہ وہی اصل ہے چنانچہ اگر درم کو نقرہ کے ساتھ مقید کیا یعنی یوں کہا کہ نقرہ کا درم تو چاندی کا درم مراد ہوگا چنانچہ مشتہر ہے اور اسکے مانند نہ درم نقرئی کی قید لگائی ہو تو اسکے درم کی قیمت دو نصف ہے ہم نقاش وعلامہ ابن الدین یقینی مالکی کذا فی الدر المختار للحطاوی شمنی سے نقل کیا کہ درم کی قیمت نصف دانگ ہے نصف ہونا یہ کلام ہے صاحب نہر کا اور یہ سو قت مسلم ہے جبکہ وہ درہم مذکورہ صاحب نہر متعین نہ ہوگئے ہوں علاوہ ہے وہ جب متعین ہو گئے ہوں تو علاوہ ہے وہ جب متعین ہو گئے ہوں تو علاوہ ہے وہ جب متعین ہو گئے ہوں تو

پھیرے اور کھرے درہم اس پھیرے کے لحاظ سے احسان کے چنانچہ اگر ستو قراد و بہتر جبہ درہم ہوں تو یہ مثل جائز ہوا اور اسی قول کو پسند کیا ہوا بن کمال نے فتویٰ دیئے کیونکہ اسکے مختار ہونے اور اسی قول کو ترجیح دی ہو کنز الدقائق اور نہر الفائق اور شرنبلالیہ میں تو سبکا فتویٰ دیا جاوے ہم ستو قدرم جبہ چاندی کا تیرہ ہوا و بہتر جبہ دو درم ہوا فتح القدیر سلطانی میں ہے بنا ہو لو فرخ او یاض طیرٍ فی ارض رجل او تکسر فیہا طبخ ای تکسر رجل نفسہ فلو کسرھا رجل کان للکاسر الا اجر مثلی للبیوع اور اگر چڑیا نے بچہ یا انڈا دیا ایک مرد کی زمین میں یا برتن کا پانوں اسمیں خود بخود ٹوٹ گیا تو وہ اسکا مملوک ہی جس نے اسکو پایا اور ایسا کیونکہ اسکا قبضہ صحیح چیز پر پہلے ہو گیا تو اگر کوئی مرد اسکے پانوں توڑیگا تو ہرن توڑنے والے کا ہوگا نہ پانے والے کا لانہ اذا ھیأ ارضہ لذلک فھو لہ مگر جبکہ صاحب زمین نے پانی دیتے وقت ہرن کو اسکے واسطے میاں کر رکھا ہو تو صاحب زمین اسکا مالک ہوگا نہ آخذ اذا کان صاحب الارض قریبا مما یصید بحیث یقدر علی اخذہ او من یدلہ علی الاخذ ان لم یمکنہ منہ فلو اخذہ غیرہ لم یملکہ بھی ایزمین کا مالک شکار سے قریب ہو بسطرح کہ قادر ہو اسکے پکڑنے پر اگر اپنا ہاتھ پھیلاوے تو وہ شکار زمین کے مالک کا ہو بسبب اسکے قادر ہونے شکار پر یہ تو اگر شکار غیر مالک پکڑ لیگا تو اسکا مالک نہ ہوگا کذا مثل صاحب صید تعلق بشبکتہ نصبت للصید او دخل دار رجل ودھم او سکر نثر فوقع علی ثوبہ لیعدلہ سابقا ولم یکن لہ حق فلو اعدہ لہ لم یملکہ ھذا الفعل او بسطح بکوٹنے کو نہ اندر وہ شکار جو بغیر کسی اس حال میں جو پھیلایا گیا تھا خشک کرنے کے واسطے یا شکار وہ مال ہو گیا ایک مرد کے گھر میں اور درم یا شکر جو اچھالے گئے لینے والوں کے واسطے سو اس کپڑے پر پڑے جو اسلوب سے درم یا شکر لینے کے واسطے مہیا نہیں کر رکھا اور نہ کپڑا اسلئے گیا ہے کہ اسکے واسطے لے تو اگر درم اور شکر لینے کے واسطے کپڑا مہیا کیا ہوا کپڑا مہیا کیا ہوا بعد پڑنے درم اور شکر کے تو کپڑے کا مالک درم اور شکر کا مالک ہوگا اس فعل سے **فروع** سائل ملتقط شاخ کے عسل النحل فی ارض ملکہ مطلقا لا ان صار من ارض الموات شہد مکھی کا ہوا اسکی زمین میں تو وہ اسکا مالک ہوگا مطلقا خواہ زمین شہد کے واسطے مہیا ہوا ہو واسطے کہ شہد زمین کی زیادات میں سے پیدا الشیء سے ہو گیا ہم انزال النفع جمع ہونے دونوں کے معنی ربح و زیادت مزروع کذا فی الطحطاوی و شری دارا فطلب البائع منہ ان یکتب لہ البائع صکا لا یجبر علیہ کما لا یجبر علی الاشہاد والخروج الیہ لاحیاء بعد دخول وصک فلیس لہ اکاہ متناع من الاقرار گھر خریدا کیا اور مشتری نے بائع سے بیعنامہ لکھنا چاہا تو اسپر زبردستی نہ کیجائیگی اور نہ گواہ کرنے پر اور نہ مکان سے باہر نکل کر شاہد کرنے پر مگر جبکہ مشتری بائع کے پاس شاہد عدول لیکر جاوے تو بائع کو اقرار بیع سے امتناع جائز نہیں ہم صک وثیقہ ہے جسمیں قبض ثمن کا اقرار ہو بائع پر بیعنامہ پر اشہاد کے واسطے جبر اسلئے جائز نہیں کہ یہ تقاضائے عقد بیع سے نہیں ہو اور نہ شاہد عدول کی تعدیل ظہر مشتری کے ہو اسطرح کہ مشتری عدول ہی شاہدوں کو لاوے یا گمنام شاہد کے واسطے والا اگر مشتری فاسق گواہ ہوں کو لاوے گا تو بائع پر اشہاد ضرور ہوگا کذا فی الطحطاوی نہ شری فلھا منعہ لانہ علم انہ فعلہ لرؤیۃ خریدنے کی سو اسکی زوجہ نے اسکا سوت کاتا تو سوت مرد کا ہوا ہم جو کہ زوجہ نے اجرت کا تقاضہ کی شرط نہیں کی تو ظاہر اسکو زوج پر اجرت لازم نہ ہوگی المرأۃ اذا کلفت بالاذان الور تکلفت مثلہ رجعت فی الترکۃ زوجہ نے جبکہ بلا اذن دوسرے کے زوج کو کفن مثل دیا تو ترکہ سے زوج کو کفن مثل واپس دلوا کر لاوے گی ولو اکثر لا ترجع بشیء قال رحمہ اللہ ولو قیل ترجع بقدر کفن المثل لا یبعد اور اگر کفن زائد ہو کفن مثل سے تو زوجہ کو رجوع نہ دلوا سکے جائز نہیں قال رحمہ اللہ علیہ کما لا اگر کفن مثل کی قیمت ترکہ سے بھر کے تو بیشک نہیں فرمایا ہے کما کہ مرجع ضمیر قال ہیں مطلع نہیں ہوا ہم ظاہر مرجع ضمیر ملتقط کا مصنف ہو جو شارح نے یہ فروع نقل کی ہیں یا وہ بعید نہیں کہ خود شارح مرجع ضمیر ہو واللہ اعلم التنسیہ جہاں واشتری بیضا او ابا ھم المغصوب تمشیا قال الکرخی ان نقد قبل البیع تصدق بالربح والا فلا وھذا قیاس قول ابی بکر کذا ھما سواء کذا یطیب لہ کسب رام سے کچھ پیدا کیا اور اسنے یا اور ہم مغصوب سے کوئی چیز خریدی کرخی نے کہا اگر ثمن یا قبل بیع کے تو بیع کے فائدے کو خیرات کرے اور اگر ثمن ہمارے ثمن میں سے ہو تو ہمارے نزدیک سلامت ہے اور ابو بکر رازی نے کہا کہ قبل بیع کو بیع سے کو دونوں پر ہیں اور اسکو فائدہ دینا حلال نہیں ہم تصدق کرنا منفعت کا اور ہم مغصوب کے ضمان کے بعد مراد ہمارے نزدیک بالقول ابو بکر کا احسان ہو جو وہی حنفہ ہوگا اور کسب بلحم کی ایک صورت یہ ہو کہ غلام نے مغصوب کیا اور اسکو بیوض دوسرے غلام کے بیچا پھر دوسرے غلام کے بیچا پھر عرض کو درہم سے بیچا تو امام کے نزدیک قیمت عبد مغصوب کی ضمان سے بعد نہ زیادہ منفعت حاصل ہوئی اسکو تصدق کرے کذا فی الطحطاوی عن العلامۃ الشرنبلالی رسالہ ۱۲

ماخوذ از بیان مسئلہ مسمی بہ کوکبہ دریہ نسبت کرد و مرتبہ مولوی محمد فقیر الدین صاحب مدرس مدرسہ عالیہ فتحپوری

ولو اشتری ولم یقل بعته الدراهم او اعطی من الدراهم اور اسیطرح اگر کوئی چیز خریدی اور یہ نہ کہا کہ بعوض ان دراہم کے خریدی اور شمن میں یا دراہم سے یعنی درہم مقصد سے صم فتاوی عالمگیری میں محیط سے منقول ہی کہ اگر مال غصب کیا یا ودیعت اور مضاربت میں مخالف مالک کے عمل کیا اور خانہ حاصل ہوا تو امام کے قول میں زائد مال کو تصدق کرے اور ابو یوسف نے کہا کہ زائد مال اسکو حلال ہی اور اگر کوئی چیز بغیر غصب خریدی اور غصب کا ثمن دیا یا بعوض غصب خریدی اور غیر غصب سے ثمن دیا تو وہ بھی اسیطرح ہی ابو یوسف کے قول میں اور امام سے ایک اصح روایت کے ہی اور اسی پر فتوی ہی کذا فی الطحطاوی وفهم ماله مضاربة لرجل جاهل جاز اخذ ربه مالم یعلم انه اکتسب الحرام اپنا مال یا نفع مضاربت کے آسمی کو پہونچا مضاربت سے جاہل ہی تو اسکی صفت لینا جائز ہی جب تک معلوم نہ ہو کہ اسنے کسب حرام سے حاصل کیا ہے طحطاوی نے کہا مناسب مقام یہ ہی جو خانیہ میں مذکور ہی کہ ایک مرد نے کچھ خرید کیا تو اسپر لوگوں سوال کرنا کہ وہ حلال ہی یا حرام ہی لازم ہی یا نہیں تو تامل کرنا چاہیئے کہ اگر بائع اس شہر اور قریہ سے ہی جسکے اکثر مال حلال ہی تو مشتری پر پوچھنا لازم نہیں یا وہنا حکم ظاہر پر کھلی اور اگر غالب مال حرام ہو یا مال حلال حرام دونوں بیچتا ہو تو احتیاط کرے اور سوال کرے من مر علی بابه لا یجوز له اخذ الخراج مالم یقل حین دعی لیاخذه من اراد حتی یعلم انه اکتسب الحرام اور جسنے اپنا گھر اسکا لینا جائز نہیں جب تک کہ ا

او اُس بیانے کا ضمان سوائے سنین کی وہ مقبوض علی سوم المشتری یا علی سوم المنظر ہو یا بیان شُدہ تو وہ ہلاکت ہو کہ بلا تعدی ہلاک ہوئی لہذا مطلقاً مضمون نہیں ہوتا اخیرۃ بالیاء لہا وفی فلعہا من الاصل ضرر بالبائع یقطعہ من وجہ لا من من حیث کان یضمنہ البائع ولو ہدم من سقوطہ حائط ضمنت القائم مالو لد من قلعہ ایک درخت خرید کیا جڑ سمیت اور جڑ سے اُسکے اُکھاڑنے میں بائع کا ضرر ہو تو اسکو کاٹ لے زمین کے اوپر سے جہاں سے بائع کو ضرر نہ ہو اور اگر اُسکے ساقط ہونے سے کوئی دیوار گر جائے تو درخت کا اُکھاڑنے والا اُسکا تاوان دے جو اُسکے اُکھاڑنے سے پیدا ہوا دفع درا ہم زیوفا فکسرہا المشتری لا شیء علیہ ودفع صاصنع حیث غشہ وخانہ وکذا لو دفع الیہ لینظر الیہ فکسرہ کھوٹے درم دیئے سو مشتری نے انکو توڑ ڈالا اُسپر کچھ تاوان نہیں اور اسنے بہت اچھا کیا کیونکہ اُسنے اُسکو دغا دی اور خیانت کی اور سیطرح اگر اُسنے اُسکو دیا تا وہ اُسکو دیکھے اور اُسنے اُسکو توڑ ڈالا تو اُسپر کچھ نہیں ہم مناسب یہ تھا کہ شارح بجائے مشتری بائع کہتا یا یہ مسئلہ بعنوان مجہول ہو کہ وہاں ہر جگہ پر بائع اور مشتری صادق آتا ہے کما یاتی بیع المغشوش اذا بین غشہ او کان ظاہرا بر الجلا قال ابو حنیفۃ رحمہ اللہ فی صلح تخلت فیہا الشعیر والشعیر یرعی کما یاتی بیعہ وان لم تعہ لا یبیع کچھ مضائقہ نہیں مغشوش چیز کی بیع میں جبکہ بائع اسکی ملاوٹی بیان کردے یا ملی چیز ظاہر ہو کہ مشتری اُسکو دیکھتا ہو اور سیطرح امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ نے کہا اُس لپیوں میں جسمیں جو مخلوط ہوں اور جو نظر آتے ہوں اُسکی بیع میں کچھ مضائقہ نہیں اور اگر مخلوط کا آٹا پیسا تو نہ بیچے ہم سوائے کہ پیسنے سے امتیاز ہو سنین متتابعات اگر بیان کردے تو بیع جائز ہے وقال الثانی فی رجل معہ فضۃ نحاس لا یبیعہا حتی یبین اور ابو یوسف نے کہا اُس مرد کے بارے میں جسکے پاس تانبا ملی چاندی ہو کہ اسکو بیع کرے یہاں تک کہ بیان کردے وکل شیء لا یجوز فانہ ینبغی ان یقطع ویعاقب صاحبہ اذا لفقہ ذھبہ بعرفہ اور جو چیز کہ ظاہر نہیں ہو لائق یہ ہے کہ کاٹ دیئے جاوے اور اُسکا مالک سزا دیا جاوے جبکہ مغشوش کو دھوکہ کرے جان بوجھکر مشتری فلو سا بان ہم وفیہا الربح قال ابو حنیفۃ رحمہ اللہ لا ینفقہا حتی یعد ھا پیسے خریدے درم سے سو بائع نے اُسکو پیسے دینا اور کہا کہ یہ درم کے عوض میں تو انکو خرچ نکرے جب تک شمار نہ کرے ہم ظاہر شمار کرنا اُس صورت پر محمول ہے جبکہ بیع بطریق عدد کے ہوئی ہو بطریق وزن کے شمار کرنا اس احتمال سے ضرور ہے کہ شاید درم ناپید ہوں تو فلوس کے خرچ کرنے کے بعد معلوم ہو کہ کھوٹے پیسے تھے بشری بالدراہم الزیف ورضی بالفلوس فباعہا بالربح فہو لہ جو خریدی کھوٹے درم سے اور جسقدر کھرے درم سے سول لیتے ہیں اُسکے لوٹانے راضی ہو گیا تو اسکو حلال ہے یعنی ایک چیز کھرے درم سے مثلاً سیر بھر بکتی ہو اور اُسنے کھوٹے درم سے آدھ سیر لی راضی ہو کہ تو اسکے واسطے حلال ہے بشری تبرا یبغدادی علی ان لو فی نقد لم یجز لجہالۃ الاجل پھر خریدے بغداد میں اس شرط پر کہ اگر کاٹن سیمر قند میں ادا کریگا تو جائز نہیں بسبب مجہول ہونے مدت کے باعر نصفا رضہ لیشرط خراج کلہا علی المشتری جھنی فاسد ایک شخص نے اپنی نصف زمین بیچی اس شرط پر کہ ساری زمین کا خراج مشتری پر ہو تو بیع فاسد ہے یعنی اسواسطے کہ اس شرط کو عقد مقتضی نہیں ہے اور نہ بائع کا فائدہ ہے لہذا الخراج من کل کارلہ ان یرجع علی الدھقان استحسانا خراج یا گیہ کاشتکار سے تو اسکو زمیندار سے بھرلینا بطریق احسان جائز ہے مشی الکرم مع الغلۃ وقبضہا ان رضی الکار جاز البیع ولہ حصتہ من الثمن وان لم یرض لم یجز بیعہ انگور کے درخت خریدے پھلوں کے ساتھ اور اسپر قبضہ کیا اگر کاشتکار راضی ہو تو بیع جائز ہے اور کاشتکار کو بقدر اُسکے حصے کے ثمن ملیگا اور اگر وہ راضی نہیں تو اسکی بیع جائز نہیں ہے مرلو وہ کاشتکار ہے جبکہ پھلوں میں حصہ ہو قضاء درھما وقال الثقفہ والافرد علی فضلہ ولم ینفقہ لہ رد کا استحسانا بخلاف جاریۃ وجدہا عیبا فقال اطرضہا او بیعہا فان نفقت والا رجعہا فرضہا علی البیع فقط السرد مشتری نے بائع کو درم دیئے اور لیا اسکو خرچ کرا اور اگر خرچ نہ کیا تو محکمہ پھیرے سو بائع نے اسکو قبول کیا اور خرچ نہ کئے تو اسکو پھیر دینے کا اختیار ہے بطریق احسان کے بخلاف اس لونڈی کے جسمیں مشتری نے عیب پایا سو بائع نے کہا اُسکو بیع کے واسطے پیش کر یا بیچ ڈال سو اگر بیچ ڈالے تو مبیع ہو والا محکمہ پھیرے سو مشتری نے اسکو بیع کے واسطے پیش کیا تو پھیر دینا ساقط ہو گیا ہم دونوں صورتوں میں فرق یہ ہے کہ درم مقبوض عین حق قابض ہیں لہذا جو تصرف قبض میں کرے وہ بمین ملک قابض ہے لہذا اُسمیں خیار باطل ہے کذا فی الخلاصۃ وفی المختار قال ابو حنیفۃ رحمہ اللہ اذا دعی رجل امتہ ثم زوجہا مکانہ فللزوج وطیہا بلا استبراء

وقال ابو یوسف استبرأها حتی تحیض حیضة کما لو اشتراها کما یجئ فی الحظر والکل من الملتقط امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ نے کہا جس ایک شخص نے اپنی باندی
وطی کی پھر اسکا نکاح کر دیا وہ میں تو زوج کنواسکی وطی بلا استبرا جائز ہوا اور ابو یوسف نے کہا کہ میں اسکو قبیح جانتا ہوں اور زوج اسکا قرب نکرے جب تک اسکو حیض نہ آوے جیسے
اسکو خرید کرے تو ہے بلا زم ہو جیسا بحر اور لیکا کتاب الحظر میں اور سبب فروع ملتقط ہیں ہم امام کنز و بانک وج پر ہر چند یہ بلا زم نہیں مگر مالک پر بستبرا و جب ہی جبکہ شوہر نے
کتاب النکاح میں فیئ خیر سے نقل کیا ہو اور یہ جو کتاب الحظر کا حوالہ ہے سو شاید ملتقط کی عبارت میں ہو گا والا در المختار میں ہے کو نہیں کذا فی الطحطاوی ما یبطل بالشرط کالبیع
تعلیقہ یہ جو باطل یعنی فاسد ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی شرط فاسد سے اور اسکی تعلیق شرط سے صحیح نہیں وہ بیع اور قسمت اور اجارہ اور اجازت اور رجعت اور صلح عن المال اور ابراء دین سے
اور عزل وکیل اور اعتکاف اور قرار عہ اور معاملہ اور اقرار اور وقف اور تحکیم ہے ہمتا اصلان احدھما ان کل مکان مبادلة مال بمال یفسد بالشرط الفاسد
کالبیع وما لا فلا کالقرض یہاں دو قاعدے ہیں ایک قاعدہ یہ ہے کہ جو مال کا مبادلہ ہو مال سے وہ شرط فاسد سے فاسد ہو جاتا ہے جیسا بیع و غیرہ اور جو مبادلہ مال کا مال سے
نہیں وہ شرط فاسد سے فاسد نہیں ہوتا جیسا قرض وغیرہ ہم جو مبادلے کا مال سے نہیں ہیں اور صورتیں ہیں ایک کہ مبادلہ ہو مال کا غیر مال سے یا بہ جات سے تو وہ شرط فاسد سے فاسد ہوتی ہے
اسواسطے کہ شرط فاسدہ بیاج سے متعلق ہیں اور بیاج سماوات مالیہ سے ملحق ہیں تو وہاں فقط شرط ہی باطل ہو جائیگی ثانیہا ان کل ما کان من التملیکات او
التقلیدات کرجعة یبطل تعلیقہ بالشروط فی الاکا صحیح دوسرا قاعدہ یہ ہے ہمارے جو تصرف کہ تملیکات یا تقلیدات میں سے ہو جیسا رجعت ہو تو اسکا معلق کرنا شرط سے باطل ہو گا اور اگر تملیکات
یا تقلیدات سے نہیں ہیں بلکہ اسقاطات یا اطلاقات یا ولایات یا تحریضات سے ہو تو اسکی تعلیق شرط سے صحیح ہے ہم رجعت تعلیقی شامل ہزنہ تملیکی لکن فی اسقاطات التزامات
یحلف بھا کحج وطلاق یصح مطلقا لیکن ان اسقاطات اور التزامات میں جیسے قسم کھائی جاتی ہو جیسا حج اور طلاق تو انکی تعلیق شرط سے مطلقا صحیح ہو یعنی خواہ شرط منافی
یا غیر منافی سب ہم حج و طلاق میں لفظ فاشتر یا مرتب ہو یعنی حج التزام کی شامل ہو اور طلاق اسقاط کی فی اطلاقا وقد یأتی بیانہ بالملائم بزازیہ اور اطلاقات اور
ولایات اور تحریضات یعنی ترغیبات میں شرط منافی سے تعلیق صحیح ہے ہم اطلاقات جیسا خواندن و نیابتیں میں ولایات جیسے قضا اور امارات اور ترغیبات جیسا امام کا یوں کہنا
کہ جو غازی کافر کو مارے وہ اتنا انعام پاوے کذا فی الطحطاوی فالاول اربعة عشر علی ما فی الدرر والکنز واجارة الوقایہ سو اول یعنی جو تصرفات کہ شرط سے باطل
ہو جاتے ہیں چودہ ہیں بموجب درر اور کنز اور وقایہ کے کتاب الاجارہ کے ہم طحطاوی نے کہا کہ شارح کا یہ بیان اس کے خلاف ہوا سواسطے کہ مصنف نے دونوں اصلوں کی شامل
ساختہ ہی دی ہے نہ فقط اصل اول کی اور جو اصل اول کی شامل ہو وہ اصل ثانی کی بھی شامل ہو سکتی ہے اور شارح نے کتب ثلثہ کے ذکر سے اشارہ کیا کہ جو چیز بیع شرط فاسد سے باطل
ہو جاتی ہیں وہ بھی مذکورہ فی المتن میں منحصر نہیں کیونکہ جو باذون اور اجل و فسخ خطا اور رجعت ہو جو بالمال سے صلح کرنا بھی شرط فاسد سے باطل ہو جاتا ہے انتہی البیع ان علقہ
بکلمة اذا یعلی علی ما بینا فی البیع الفاسد جو وہ اسواسطے اول بیع ہو اگر بیع کی تعلیق بلفظ ان خرطیکہ یا لفظ علی چنانچہ ہمنے اسکو بیع فاسد میں بیان کیا ہے ہم کذا بالصوت
میں تعلیق بلفظ ان خرطیہ مطلقا بیع سے نہیں چنانچہ بائع کا یوں کہنا کہ بیچتا ہوں یہ جیسے اگر فلانا شخص تیرے ہاتھ بیچے اگر فلانا شخص تیرے ہاتھ بیچے اگر تو راضی ہو جاوے اسواسطے کہ اپنی کے واسطے غیبتا شرط کرنا صحیح
اور عاقد کا یوں کہنا کہ اشتریت علی ہو اور ضرور ہے کہ شرط واو کے ساتھ متصل مذکور ہو والا بیع جائز ہو اور ضرور ہے کہ صلہ عقد بیع شرط ہو تو الحاق شرط سے الحاق نہ ہو گا اصح درر میں اور
وتجب عین ہے کہ کذا فی خزید کیونکہ عین بیع میں بشرط صحیح اور خرید کی متصل الا شرط یوں کہا کہ اگر تین روز تک نہ بیچا ہے تو بیع فاسد ہیں کیونکہ یہ جملہ اکثر ہے کذا فی الطحطاوی والقسمة
الشلی اور قسمت اس شلی کی شرط سے فاسد ہوتی ہے ہم مراد ضد بیع احد عوضین اسواسطے کہ اجناس مختلفہ کی قسمت قیمی مال کی قسمت کے مانند ہے تعلیق کی صورت ہے کہ شریک آپس میں قسمت کریں فلانا
شخص راضی ہو اما قسمة القیمی فتجب بخیار شرط رؤیة وعیب وقسمت والمال کی قسمت تو صحیح ہے جیسا شرط اور خیار الرویہ سے ولا اجارة اور اجارہ ہم تعلیق اجارہ کی یہ صورت ہے
کہ اجارہ دے اس شرط پر کہ استاجر اسکو قرض دے یا استخدم دے یا سکان یا گھر کی مرمت کرے اور بتمام مستحق مرج ہو وہ کرایہ سے جو کہ اسے قبل اسکے فاسد ہو جاتا ہے کافی
قولہ اذا جاء راس الشہر فقد اجرتک فلانا فیھم یفتی کذا فیہ ہم یہ فتوی دیتے ہیں تعلیق اجارہ صحیح نہیں مگر اس قول میں کہ جب مہینے کا سر آوے تو مقرر ہے نیچے تجدید اجارہ کے اگر شکایت کرے اجارہ یا تو
اجارہ صحیح ہو اس شرط سے پہلا مہینہ کا اور دوسرا فاسد ہو گا اور تعلیق اجارہ کا شہر بلکل اجارہ کما یجئ فی متفرقات کلاجارة معہ تعلیق بعدم الدفع او الا کما ہے

قول میں غاصب دے سے کہ گھر کو فارغ کردے اور نہیں تو کرایہ اسکا مہینے میں تمام ہوجائیگا باوجودیکہ تعلیق ہے عدم تفریغ پر ولاجاز
یا لزانی فقولہ لیکرا جزت النکاح ان رضیت ھو مبطل للاجازۃ بزازیۃ اور اجازت برائے سجود تو باکرہ کا بولنا کہنا کہ میں نے نکاح کو جائز رکھا اگر سیری ما دامی ہو مبطل اجازت
کما لذا فی البزازیۃ وکذا کل ما لا یصح تعلیقہ بالشرط اذا انعقد موقوفا کما یجیء تعلیق اجازۃ بالشرط بخلاف فضولی کما وقع فی المنح
اور اسیطرح جسکی تعلیق شرط پر صحیح نہیں یعنی جسمیں تعلیک ہے تقلید ہے جبکہ وہ موقوف منعقد ہو تو اسکی تعلیق صحیح نہیں بشرطیکہ فضولی ہو بحر کذا فی البحر تو منحصر کرنا تعلیق اجازت کا بہ
مقصور بیان نوع جیسا کہ مشائخ المتقارمین واقع ہوا ہے ورنہ طحطاوی نے کہا منع انتقاد میں بیع کی تمثیل واقع ہوا ہے اور مثال سے تخصیص ثابت نہیں ہوتی اور کیا یہ صاحب بحر کو منصف
مذموم ذکر کیا ہے یعنی تو اب کچھ قصور ہوا والرجعۃ قال المصنف انما ذکر تبعا للکنز وغیرہ قال شیخنا فی ھذہ عثرۃ والصواب ان لا تبطل بالشرط اعتبارا لاصلھا وھو النکاح واطال الکلام لکون تعقبہ فی المنح وفرق بانہا لا تفتقر للشھود وھو لہ رجعۃ امۃ علی حرۃ لکنھا بعد طلاقتین وتبطل بالشرط
بخلاف النکاح اور رجعت مصنف نے پانچ جگہ میں کہا کہ بیع تو رجعت کو باتباع کنز وغیرہ کے ذکر کیا ہے ہمارے استاد نے اپنی کتاب بحر الرائق میں کہا کہ یہ رجعت کا
بیان اگر یہ خلط ہو اور ٹھیک بات یہ تو یہ رجعت شرط سے باطل نہیں ہوتی باعتبار اپنی اصل کے اور وہ اصل نکاح ہے یعنی جیسے رجعت کی اصل یعنی نکاح شرط سے باطل نہیں ہوتا ویسے ہی
رجعت بھی باطل نہیں ہوتی اور صاحب بحر نے یہاں بہت گفتگو رازی کی ہے لیکن منہ الفائق میں اسپر اعتراض کیا ہوا اور فرق یہاں کیا ہے کہ رجعت اور نکاح میں یہ طریقہ ہے کہ رجعت میں گواہوں
مہر کی حاجت نہیں اور مرد کو حق رجعت کا لونڈی کا اس حرہ پر جس سے نکاح کیا بعد اسکے طلاق کے دو بار سے اور رجعت باطل ہوتی ہے شرط سے بخلاف نکاح کے کہ اسمیں گواہوں اور مہر کی حاجت ہے
اور نکاح لونڈی کا حرہ پر جائز نہیں تو باطل نہیں تو شرط سے صحیح طحطاوی نے کہا ظاہر یہ اعتراض قوی نہیں کیونکہ یہ حکم کی مخالفت سے لازم نہیں کہ رجعت نکاح کے مخالف ہو
احسن کلام میں بھی اور تعجب ہو صاحب نہر سے کہ اسنے صوبت نزاع کو مخالفت کی صورت میں نہ کیا کذا فی الدرر وغیرھا اور صلح عن مال باطل کی بیوی ہاں کے کذا فی الدرر وغیرھا
وفی النھر الظاھر الاطلاق حتی لو کان من سکوت او انکار کما یدل علیہ فی حق المذکور لا یجوز تعلیقہ اور نہر الفائق میں کہا کہ ظاہر اطلاق میں کہ ذکر اطلاق صلح مراد ہے یعنی بیع کی تخصیص نہیں ہے تمثیل
کا اگر صلح سکوت یا انکار سے ہو تو یہ فدیہ ہو کا حق منکر پر اور اسکی تعلیق جائز نہیں ہے جیسے کہا کہ حق قصیہ تو نہ اطلاق کیونکہ یہاں گفتگو اسکی ہے جو شرط فاسد سے باطل ہوا اور یعنی معاوضہ
مالیہ پر سکوت اور انکار کی صلح معاوضات مالیہ سے نہیں اور جسکی تعلیق صحیح نہیں کلام ہو اسکے بطلان میں شرط فاسد سے کذا برہان الدین کما علیک مرۃ اور بدون
ہے بری الذمہ کرنیکی وہ تعلیک ہے ایک ایسے عدم منع انتفاع میں ہے کہ ابراء الدین ابک دے تعلیک ہے لہذا پھر جانا ہبہ رکن سے اگرچہ سید بیع استقاط ہے منتہی جائز ہے کہ ابراء الدین
میں بھی باطل کا کلام ہے نہیں تو ان یہ ہے کہ شرط سے باطل نہ ہو اور تملیکات میں اسکا معتبر کرنا دلالت نہیں کرتا مگر اسکے بطلان پر تو صورت میں مناسب تھا کہ قسم ثانی میں مذکور ہوتا الا
اذا کان الشرط متعارفا تعلیق ابراء صحیح نہیں مگر جبکہ شرط مشہور ہو جیسا کہ شوہر نے زوجہ سے کہا کہ میں نے تجھکو بری الذمہ کیا ہے بشرطیکہ تو تجدید نکاح کرے یہ عوض ہے کے
لہ ایسا مہر مثل ہو ورنہ وہ بری الذمہ نہ ہوگا بدون شرط کے کذا فی الطحطاوی دتلقہ یا مر کما ئن کان اعطیتہ شریکی فقال ابرأتک وقد اعطاہ صحیح یا ابراء کو مطلق
کرے امر اضی متعلق ہو جیسا کہ طالب کا مدیون سے کہنا کہ اگر تو فلاں چیز میرے شریک کو دی تو البتہ میں نے تجھکو بری الذمہ کیا اور حالانکہ مدیون اسکے شریک کو دی چکا ہو تو یمین مذکور
صحیح ہے کذا لو بقولہ دیکون وصیۃ ولو لوارثہ علی ما جزم فی النھر اور اسیطرح تعلیق صحیح ہے طالب کی موت سے اور تعلیق مذکور وصیت ہوگی اگر چہ اپنے وارث کے واسطے ہو
چنانچہ صاحب الفائق نے اسکو بطریق بحث کے ذکر کیا ہے وھل للوکیل الوکیل اما کان عنکان اور مشکل کرنا وکیل کا الوکیل عنکان ہم چنانچہ یون کہنا اپنے وکیل سے کہ میں نے تجھکو معزول کیا اگر تو
تو کچھ تصرف نہ کرے یا فلانے شخص کے واسطے جو حق تعالی کے واسطے ہے اگر یہ ایسا ہے تو صحیح ہے یا خاص شخص کے واسطے فانہا لیست مما یحلف بہ فلم یجز تعلیقہا بالشرط
اسواسطے کہ وکیل اور معتاف اس حق سے نہیں جسسے قسم کھاتے ہیں تو انکی تعلیق شرط سے جائز نہوئی وھذا فی احدی الروایتین کما بسطہ فی النھر اور یہ یعنی عدم جواز
تعلیق دو روایتوں میں سے ایک روایت ہے چنانچہ اسکو شرح میں کیا ہے منہ الفائق میں ہے کہ بہتر جسکی کی روایت میں تعلیق باشرط جائز ہوا اور عدم جواز تعلیق اعتکاف
منافی ہوا اسکی جو اعتکاف میں مذکور ہوچکا بلکہ خانیہ سے اعتکاف سلوے کے جواز پر جمع ثابت ہوتا ہوا اور جب اسکی تعلیق صحیح ہوئی تو شرط فاسد سے باطل نہیں ہو سکتا

جامع الفصولین میں ہے کہ کسی کی تعلیق بالشرط جائز ہے وہ شرط فاسد ہو باطل ہیں ہتا انہی والصحیح الحاق الاعتکاف بالمنذور یعنی اعتکاف کا نذر سے ملحق کرنا اعتکاف کا نذر ہونے میں صحیح قول ہے مفتی اول علاؤی نے کہا یوں کہنا واضح تر تھا کہ صحت تعلیق اعتکاف صحیح ہی کیونکہ وہ عبادات سے ہے اور اسکی صحت تعلیق منصوص ہی اسطرح کہ وہ عبادات سے جو نذر یہ کردہ کے ملحق بعبادات ہو دالمزارعۃ اور مزارعت جیسا کہ یوں کہنا کہ میں نے اپنی زمین تجھکو بطریق مزارعت دی اس شرط پر کہ تو مجھکو اتنا قرض دے یا فلاں شخص سے معاملہ اور مساقات کا معاملہ کرا دے اور معاملہ یعنی درختوں کی سچائی جیسا کہ یوں کہنا کہ میں نے تجھکو اپنا باغ عطا بطریق مساقات کے دیا بشرط قرض مزارعت اور مساقات سے کی تعلیق صحیح نہیں کیونکہ دونوں جائز ہیں واکفالۃ اور کفالت اسطرح کہ زید کی میرے ذمہ درہم میں اگر وہ تجھکو قرض دے یا فلاں شخص آدے بکفالت الوجہ میں کہا کہ اقرار ہر چند مساعات ایسے نہیں لیکن کسی کی تعلیق صحیح نہیں اور وہ باطل ہو جاتا ہے شرط فاسد سے الا اذا علق بموت المکفول لہ او المکفول عنہ او بدخول الدار یعنی دیلزم المکفول الخ یعنی اقرار باطل ہو جاتا ہے شرط سے مگر جب کہ کفالت کو کفیل کے آنے یا اپنی موت پر معلق کرے تو جائز ہے اور فی الحال لازم ہو جاتا ہے کذا فی العینی ہم اقرار کیا کہ مجھپر زید کے ہزار درہم میں جبکہ مہینہ پورا ہو یا لوگ موسم سے افطار کریں تو یہ اقرار جائز ہے اور دعوی مدت کا باطل اگر چہ یکہ مدت شہادت یا طالب کے اقرار سے ثابت ہو اقرار کیا کہ گواہ ہے کہ فلانے شخص کے میرے ذمہ ہزار درہم ہیں اگر میں مر جاؤں تو کہ ہزار درہم ثابت ہوئے خواہ وہ زندہ رہے یہاں تک گذرا فی الطحطاوی والوقف اور وقف کی تعلیق صحیح نہیں جیسا کہ میں نے کہا اگر گواہ نے وقف کیا اگر فلانا شخص مر جائے اور والرابع عشر التعلیق کقول الحکمین لخالد اھل الشہر فاحکم بیننا انہ صلح معنی فلا یصح تعلیقہ الا اضافۃ علی ما افتی بہ علماؤنا وعلیہ الفتوی کما فی قضاء الخانیۃ اور جو وہ حکم مقرر کرنا جیسا کہ محکمین کا یوں کہنا کشتی سے کہ جو مہینہ کا جانے موجود ہو تو بچایت کرے ہمارے درمیان سو ایسے کہ تحکیم صلح ہی ہے حقیقت کو اسکی تحکیم نہیں اور نہ ان سے تقابل کی طرف اضافت لازم صحیح نہیں ابو یوسف کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہے جیسا کہ خانیہ کی کتاب القضا میں ہے ہم تو ضیح اسکی یہ ہے کہ تحکیم صورۃ تولیت اور معنی صلح ہے پس باعتبار صلح کے تعلیق اور اضافت صحیح نہیں اور باعتبار تولیت کے صحیح ہے تو شک اور تمام کے ساتھ صحیح نہیں اور محمد کے قول غیر مفتی پر ہیں اسکی تعلیق اور اضافت صحیح ہے ویبقی الباطل کالحیل فتوالثلاثۃ انہ یبطل بالشرط الفاسد وکذا الحق بما ذکرنا اشباہ اور ان مسائل سے جو شرط فاسد سے باطل ہو جاتے ہیں ابطال باطل ہے باقی ہا سو برابر ہیں وہ ابطال ہو جاتا ہے شرط فاسد سے باطل ہو جاتا ہے اور اسطرح عبارۃ دوان کے تعرف کو دیکھا جیسا کہ سوال سے جو جواب میں ہم ابطال اہل کی صورت یہ ہے کہ مدیونین کہا ہمیں وہ مدت جو کہ ہمارے دین کی مقرر ہوئی باطل کر دی اس شرط پر کہ تو ہمارے محکوم لہ فانی چیز سبب کرے اور وہ ان فانی ہو گیا تو یہ ابطال باطل ہوا اور مدت باقی ہے وصایحہ وکذا یبطل بالشرط الفاسد لعدم المعاوضۃ المالیۃ بسقوط دین علی ما علی المصنف تبعا للعینی وزدت ثمانیۃ اور جو سائل کہ صحیح ہتے ہیں اور شرط فاسد سے باطل نہیں ہوتا شبانیہ میں ہم سماعہ ملالیکے وہ تمانیں ہیں جیسا کہ مصنف نے اپنی خریج میں ذکر کیا ہے وہی ملالیکے اور وہ سترہ آٹھ سائل اور زیادہ کئے ہیں ہم تو مجموع سولہ کی ذات اور شماع کے پہنچتی ہوئے جیسا کہ سوام ہے کہا القرض والہبۃ والصلح والنکاح والطلاق والعتق والرجعۃ وازالۃ الجہالۃ اول قرض مسمی بہ اسقدر مہر نکاح و طلاق و خلع و عتق و رجعت ہم تقرض کہا کہ میں تجھکو اتنا قرض دیا اس شرط پر کہ تو ایک مہینہ میری خدمت کرے تو اس شرط سے قرض باطل نہیں ہوتا جیسا کہ کہا میں نے تجھکو اپنی لونڈی تجھکو ہبہ کی یا صدقہ دی اس شرط پر کہ اسکے پیٹ کا بچہ میرا ہو تو ہبہ باطل ہو گیا کہا میں نے تجھسے نکاح کیا اس شرط پر کہ تیرا کچھ مہر نہیں تو نکاح صحیح ہوا اور شرط فاسد ہوا اور مہر مثل جب بھی دے کہا کہ تو طلاقہ ہے اس شرط پر کہ میرے سوا کسی سے نکاح نہ کرے تجھسے تو طلاق واقع ہو گئی اور مہر ساقط ہو گیا کہا میں نے تجھکو ایک مہینہ یا ایک مہینہ اختیار ہے تو طلاق واقع ہو گئی اور دونوں ہی باطل ہو گئیں کہا سوائے اسکے غلام ہے کہ تو آزاد ہے اس شرط پر کہ تین دن تک مجھکو خیار ہے اس سے کہا کہ میں نے اپنا غلام تیرے پاس بیچا کہ اگر تین دن تک اتنی مدت تک نہ چھڑاؤں تو وہ غلام تیرا ہے تو شرط باطل ہے اور رہن صحیح ہو گذا فی الطحطاوی والاوصاء لجعلتک وصیا علی ان تتزوج بنتی او کسیکو اپنا وصی مقرر کرنا جیسا کہ یوں کہنا کہ میں نے تجھکو وصی مقرر کیا اس شرط پر کہ تو میری بیٹی سے نکاح کرے والوصیۃ باوصیت جیسا کہ یوں کہنا کہ میں نے تیرے واسطے ثلث مال کی وصیت کی اس شرط پر کہ تو اپنے والد کا نکاح میری بیٹی سے کرے تو ایسا اور وصیت صحیح ہو اور شرط لغو ہو والشرکۃ لاشرکت جیسا کہ یوں کہنا کہ تجھکو میں نے اپنا شریک کیا اس شرط پر کہ تو مجھکو اتنا خانہ دے والمضاربۃ مضاربت اسطرح کہ اسکو ہزار درہم دے بغرض یہ کہ رب المال مضارب کو ایک سال تک اپنے ساتھ رکھے یا گھر رہنے کو دے تو شرط باطل ہو اور مضاربت صحیح ہو گذا فی البحر وکذا لو شرط ان یتملک الخ وقید بہ لانہ لو شرط ان یعمل معہ ویبطل الشرط فلہ عزلہ لا بحضرۃ اور اسطرح قاضی کرنا الخ حاکم اور امیر مقرر کرنا جیسا کہ بادشاہ کا یوں کہنا کہ میں نے تجھکو فلانے شہر کا والی مقرر کیا وہی تو صحیح ہو اور شرط باطل ہو تو بادشاہ کو اسکے معزول کرنے کا اختیار ہو ہم تو یہ سے ملزمیہ ہے کہ گاہے اسکو معزول کرے وھل یشترط الصحۃ عزلہ لمکنہ من اتباع السلطان ان یقول رجعت عن التاشیر او نحو بعضہم نعم لمن اشتہر فی

اطلاق الاصحاب اور قاضی ولی یا ولی قاضی کے معزول کرنے کی صحت میں بلا تفریق اس سے کہ بعد ہیجدگی کے واسطے سلطان نے مقرر کیا یوں کہنا کہ شرط ہے کہ مدت نامزدگی یعنی منصوب کرنے سے رجوع کیا یعنی علماء نے اسکا فتوی دیا ہے اور یہ الفاظ میں اطلاق صحت کو پسند کیا ہے یعنی خواہ رجوع عزل کرے یا رجوع عزل کرے ہر وقت معزولی کا بادشاہ کو اختیار ہے وفی البزازیۃ لو شرط علیہ ان لا یزیل شیئا فلہ العزل کما یشعر بہ الخبر کما یعلم خصومۃ زید مع المتولی لشرط اور بزازیہ میں ہے کہ اگر بادشاہ قاضی سے یہ شرط کرے کہ وہ رشوت نہ لے اور ظلم نہ کرے اور کسی کا کہنا نہ مانے اور زید کی مثلاً خصومت نہ سنے تو اطلاق قضا اور شرط دونوں صحیح ہیں یعنی اگر انمیں سے کوئی عمل کریگا تو معزول ہوگا اور زمان گذشتہ کا اسکا حکم باطل نہ ہوگا اور کسی کا حکم خصومت زید میں نافذ نہ ہوگا اور سلطان پر واجب ہے کہ اگر اسکا قضیہ پیش ہو تو آپ حاضر ہو کر اسکا فیصلہ کرے کذا فی الطحطاوی عن البزازیۃ وللقاضی ان یستخلف ما لم یشترط علیہ عدمہ کما مر فی الوکالۃ اور قاضی کو اختیار ہے کہ اپنی طرف سے دوسرا قاضی مقرر کرے جب تک کہ اسکو منع نہ کیا ہو جیسا کہ وکالت میں گذرا ہے اھ اذا شرط فی الحالۃ الاصلیۃ لم یملک العزل بغیر عذر لعدم قدرۃ علی الوفاء بالملتزم کما عزاہ المصنف للبزازیۃ بخلاف العکس اھ ھذا ملخص ما فی الدرر وغرر ۲ ھ حاشیہ ۱۲ منہ جب شرط کی حالت اصلی میں یعنی تقرر کے وقت عزل کا اختیار نہ رکھے تو بغیر عذر کے عزل کا اختیار نہیں ہے کیونکہ یہ شرط ملتزم کے پورا کرنے پر قدرت کے معدوم ہونے کی وجہ سے باطل ہے بخلاف اس کے کہ اصل حالت میں عزل کا اختیار رکھے اور بعد تقرر کے یہ شرط کرے کہ عزل کا اختیار نہ ہوگا تو یہ شرط صحیح ہے جیسا کہ مصنف نے اپنی شرح میں بزازیہ کا حوالہ نسبت کیا ہے اور درر الفائق میں جو بدیا کہ یہ قول مختار کی جانب سے وعدہ ہے اور وعدے میں کلام نہیں تو اسکی تنقیح کرنا چاہیئے مشارع ۱۲ انتہا تصحیحہ کہ کلام نہیں تامل ہے غیر منقح ہے کیونکہ یہ شرط وعدہ اور شرط بطلان علیہ کی جانب سے ہے نہ وہ محال کی طرف سے کذا فی الطحطاوی فی الوکالۃ ۱۲ وکالت اسطرح پر کہ میں نے تجکو اپنا وکیل کیا اس شرط پر کہ تو اپنے دین سے تجکو بری الذمہ کردے ولا قائلہ ۱۲ اقالہ اسطرح پر کہ عاقدین اقالہ کریں اس شرط پر کہ ثمن اندھا ہو اول سے بالکل تو اقالہ صحیح ہے اور شرط لغو کذا فی الطحطاوی والکتابۃ ۱۲ کتابت اسطرح کہ مولی کہے اپنے غلام سے کہ میں نے تجکو مکاتب کیا ہزار درم پر بشرطیکہ تو شہر سے باہر نکلے یا فلانے سے معاملہ کرے یا تو فلانی قسم کی سوداگری کرے تو کتابت صحیح اور شرط باطل ہو کذا فی الفتح اھ اذا کان الفساد فی سلب العقد فی نفس الکتابۃ علی نحو فتفسد وتبطل وعلی نحو یحمل الطلاق فقط کما ھو خصوص کرنا جب کہ فساد سلب عقد میں ہو یعنی نفس مبدل کتابت میں ہو چنانچہ اسکا مکاتب اپنا غلام پر تو اس سے کتابت فاسد ہو جاتی ہے اور اسی پر طلاق مقصور ہے چنانچہ اسکو ملاحظہ کرو در مین تحریر کیا ہم عادی اور استروشنی وغیرہا نے کہا کہ کتابت کی تعلیق شرط سے جائز ہے اور شرط فاسد سے کتابت باطل ہو جاتی ہے ملاحظہ کرو کہا کہ یہ طلاق اس فساد کے بطلان پر محمول ہے جو سلب عقد میں ہو لیکن بزازیہ کی یہ روایت اس حمل کے مخالف ہے کہ حاملہ لونڈی کو مکاتب کیا اس شرط پر کہ اگر حمل اخراج کتابت نہیں تو کتابت فاسد ہے اسواسطے کہ کتابت شرط فاسد سے باطل ہو جاتی ہے انتہی تو اگر اختلاف روایت پر حمل کیا جاوے تو اشکال زائل ہو کذا فی الطحطاوی واذن العبد فی التجارۃ ۲۰ غلام کو اذن تجارت میں چنانچہ یوں کہنا کہ میں نے تجکو تجارت کا اذن دیا اس شرط پر کہ تو ایک مہینہ تک تجارت کرے فلانے غلام میں تو یہ اذن جمیع تجارات اور اوقات کو عام ہوگا اور شرط باطل ودعوۃ الولد کما لو ادعی ان رضیت لعرأتے ۲۱ ولد کے نسب کا دعوی کرنا چنانچہ لڑکا میرا بیٹا ہے اگر میری عورت راضی ہو یعنی نسب ثابت ہوا اور شرط باطل والصلح عن العمد ۲۲ قتل عمد سے صلح کرنا یعنی جو شخص عمداً مقتول ہوا اسکا ولی قاتل سے کسی شئے پر صلح کرے اس شرط پر کہ قاتل اسکو قرض دے یا اسکو قرض صحیح ہو اور شرط فاسد اور قصاص ساقط کیونکہ استقاطات سے ہے اور شرط کا معتبر نہیں ہے کذا فی الفتح وکذا الابراء عنہ ولم یذکروہ والاستیفاء بالصلح در ۲۳ اور سر قتل عمد سے ابراء کرنا شرط فاسد سے باطل نہیں ہوتا اور فقہائے ابرار کو مذکور نہیں کیا صلح پر کتابت کرکے کذا فی الدرر وجہ کتابت یہ ہے کہ صلح اور ابرا میں چند ان فرق نہیں سوا اسکے کہ جب ولی نے قاتل عمد سے کہا کہ میں نے تجکو بری الذمہ کیا اس شرط پر کہ تو اس شہر میں نہ رہے یا اس سے صلح کرلے تو ابرا اور صلح صحیح ہے کذا فی الطحطاوی عن الدرر وعلی الواحد القود ولا کان من القصاص لا دل ۲۴ صلح کرنا اس جرم سے جسمیں قصاص لازم ہو اور اگر الیسا جرم ہے جسمیں مال لازم ہے تو وہ قسم اول سے ہوگا یعنی دیت میں سوال کا طرفہ جاری ہوگا تو گویا وہ سامان مالیہ میں ہے تو وہ شرط فاسد سے باطل ہوگا دعی حیلۃ تغصب ووديعۃ وعاریۃ اذا اضافها الحل وشرطها حوالۃ او کفالۃ در ۲۵ صلح کرنا چنانچہ غصب سے یعنی جناب مغصوب سے ۲۶ صلح کرنا جنایت دیت سے ۲۷ صلح کرنا جنایت عاریت سے جبکہ کوئی مروجہ جنایات ثلثہ کی صلح کا ضامن ہوا اور نہیں حوالہ یا ضمانت شرط کرکے کذا فی الدرر یعنی مخاصب مغصوب یعنی امانت والمانت یعنی مستعیر عاریت میں جنایت کرے اور کچھ ان پر صلح کرے اور بدل صلح میں کوئی شخص جانے کا ضامن ہوا و فصامن حوالہ یا ضمانت نہیں فرق کرے اسطرح کہ مغصوب یا امانت یا عاریت کی جنایت کی بدل صلح کا ضامن ہوا اور طلب

فلانا شخص کفیل ہوا فلانے شخص پر حوالہ ہو تو صلح صحیح ہے اور شرط باطل کذا فی الطحطاوی عن الدرر و جامع الفصولین والتنسیق الحجۃ علی الملا در نمبر ۲۸ نصب ۲۹ عبد یا ذون یہ تصرف کا دیکھنا کما فی النہر عن نسخۃ عوۃ ولد مدین مذکور ہو چکا لیکن وہ ولد مدین خاص ہو اور یہ عام ہو تو شرط فاسد سے باطل ہوگا والفصل الثانی عشر فی الاستحقاق ۳۰ نصب ۳۱ امان بعض کذا فی الاشباہ ہم یعنی حربی کو امان دینا نیز باطل یعنی فاسد صحیح ہو اور شرط باطل بعض نسخوں میں بجائے امان کفیل امان القرن مذکور ہو طحطاوی نے کہا کہ غلط ہے شاید ضمان فی بعض نسخ شرط مروہ والا نفس غصب ہم اشتراط شرط باطل وجہ ہو دعقد زنہ سطر جہ کہ بادشاہ کسے اُس کا فرمبرق سے جو دار الاسلام کی باقامت کا ارادہ کرتا ہو یہ شیخ مجد خرچہ مقرر کیا بشرطیکہ تو مجھکو کچھ تحفہ دے کذا فی الطحطاوی وعن الحموی وتعلیق الدر بالعیب ۳۲ ۳۳ ر بالعیب طلق کر نا بشرطیکہ اگر میں مبیع میں کچھ عیب پاؤنگا تو مجھکو پھیرونگا بشرطیکہ تو مجھکو بعض تحفہ سے بری الذمہ کرے طحطاوی نے کہا یہ مثال مناسب مقام ہے خیار عیبی وغیرہ کی مثال کے فتدبر ۳۴ ۳۵ ر بخیار شرط کو معلق کرنا بشرطیکہ میں تین دن میں جاری نہ کروں تو مجھکو پھیرو دوں بشرطیکہ میں مجھکو تحفہ دے طحطاوی نے کہا یہ بھی مثال مناسب مقام ہے وغرل القاضی کعزلک ان شاء وقال فیتعرع یبطل الشرط لما ذکرنا انہا کلہا ایت بمعاد وعتہ ایۃ فلان شرط الفاسد ۳۵ قاضی کا معزول کرنا جبکہ بادشاہ کا یوں کہنا قاضی سے کہ تجھکو معزول کیا اگر فلانا شخص چاہے تو قاضی معزول ہوگا اور شرط مذکور باطل ہوگی اسواسطے کہنے ذکر کیا ہو کہ جمیع تصرفات مذکورہ یعنی قرض سے عزل قاضی تک معاوضہ مالیہ یعنی تو ابعین شرط فاسدہ اثر نہیں کرتیں ہم ترجمہ میں مذکور ہو چکا کہ شرط فاسدہ بباطل کی طرف راجع ہیں اور بباطل متحقق نہیں ہوتا مگر معاوضات مالیہ میں دبقی ما یجوز تعلیقہ بالشرط وھو مختص بالاطلاقات المحضۃ التی لا یحلف بہا کالطلاق والعتاق وما لا التزامات التی یحلف بہا کالحج وصلوۃ النوافل کما فی الخانیۃ والاباحۃ کالاذن والاذن بالتجارۃ والتسلیم بشفعۃ بالاسلام کما فی الخانیۃ یعنی وہ تصرفات جنکی تعلیق شرط سے جائز ہو اور وہ مخصوص ہیں ان تصرفات خالصہ سے جسے قسم کھائی جاتی ہو چنانچہ طلاق اور عتاق اور ایلاء اور التزامات سے مختص ہو جیسے حج اور نماز اور مخصوص ہیں تولیات سے چنانچہ قضا اور امارت کذا فی العینی والبرجندی اور جمیع تصرفات مذکورہ باطل ہیں ہم کہتے ہیں کہ مراد فی النہر الاذن فی التجارۃ وتسلیم الشفعۃ والاسلام الی الشفیع یا بحوہ تعلیق بالاذن فی التجارۃ او تسلیم شفعۃ بالاسلام کو دیکھا ہو دحرر المصنف دخول الاسلام فی القسم لان لہ من الاقرار دخول الکفر ھکذا کتبہ ترک ۱۲ اور مصنف نے اپنی شرح مبین میں کہا ہو دخول اسلام کا قسم اول میں یعنی جسکی تعلیق شرط سے صحیح ہیں کیونکہ اسلام اقرار کی قسم سے ہو اور منع کیا ہو دخول کفر کا یہاں یعنی جواز تعلیق میں کیونکہ کفر عبارت ہو ترک سے یعنی ترک اسلام سے حالانکہ اسلام عبارت ہو اقرار سے علماء میں شیوع ہیں بلکہ تحقیق یہ ہو کہ اسلام عبارت ہو تصدیق قلب سے اور اقرار اجراء دنیویہ کا جو اکی شرط ہو ملا یعد صحت تعلیق اسلام کی وجہ یہ ہو کہ تصدیق قلبی کی تعلیق شرط سے صحیح نہیں اسواسطے کہ یہ معلوم ہو کہ جو کافر کہ اپنے اسلام کی فعل سے اقرار کرتا ہو غالباً اس فعل سے اقرار کرتا ہو تو معلق علیہ کی تحصیل کا ارادہ میں یقیناً اسکو کیونکر مسلمان قرار دیجیے باوجود اس تفرقہ کے جو تعلیق سے اُسنے ظاہر کیا ہو اور خود مصنف نے بھی اسکو آخر کلام میں بیان کیا ہو کذا فی الطحطاوی وصح تعلیقہ ھبۃ وصدقۃ وکفالۃ وابراء عنہا بخلاف الشہر اور صحیح ہو معلق کرنا ہبہ اور حوالہ اور کفالت کا اور کفالت کی ابراء کا شرط مناسب پر ہم نے ذکر کیا کتاب البیوع میں ہو کہ تعلیق ہبہ بلفظ ان جاء شرطیہ باطل ہو اور بلفظ علی ہو جائز ہو اگر شرط ملائم ہو چنانچہ یہ شرط عرض دار اگر شرط ملائم نہ ہو تو شرط باطل ہو اور یہ صحیح ہو اور تعلیق کفالت اگر متعارف ہو چنانچہ مطلوب کا آنا تو صحیح ہو اور اگر خطر محض ہو چنانچہ دخول او سہو ریح تو کفالت جائز نہ ہو اور شرط باطل کذا فی الطحطاوی وما لم یصح اضافتہ الی الزمان المستقبل کالاجارۃ وفسخہا والمزارعۃ والمعاملۃ والمضاربۃ والوکالۃ والکفالۃ والابضاع والوصیۃ والقضاء والامارۃ والطلاق والعتاق والوقف فھی اربعۃ عشر اور جسکا اضافت کرنا زمان مستقبل کی طرف صحیح نہ ہو وہ اجارہ ہو اور فسخ اجارہ اور مزارعت اور معاملت یعنی مساقات اور مضاربت اور وکالت اور کفالت اور کسیکو وصی مقرر کرنا اور کسیکے واسطے وصیت کرنا اور قضا اور امارت اور طلاق اور عتاق اور وقف تو یہ چودہ تصرف ہیں ہم یعنی تصرفات مذکورہ کو آیندہ زمانہ کی طرف مضاف کرنا بغیر صیغہ تعلیق صحیح ہو کیونکہ ذکر تعلیق سے فراغت ہو چکی اور فائدہ صحت اضافت کا یہ ہو کہ ساتھ تحقق مضاف الیہ کے عین کر سکتا ہو زمانہ مضاف الیہ کے آنے کے وقت اور یہ جو جائز نہیں کہ کسکے غیر کو اجارہ دے اضافت اجارہ کی یہ مثال ہو کہ یہ کہے کہ میں نے تجھکو اپنا یہ گھر اجارہ دیا بعد ایک مہینے کے اور وقف کی یہ مثال ہو کہ میں نے اپنا گھر باغ وقف کیا بعد اپنی موت کے اور جواز اضافت فسخ اجارہ پر ایک قول ہو جسپر الیوں ہو کہ اقتضاء عدم صحت اضافت معتمد ہو کذا فی الطحطاوی فی قول العاریۃ کالاذن فی التجارۃ فتعمل مضافا فیلزم اعادتہ اور باقی رہا ذکر عاریت اور اذن فی التجارۃ کرنا دونوں بھی مضاف بزمان آیندہ صحیح ہیں کذا فی العمادیۃ وہ لا تصح اضافتہ الی المستقبل عشرۃ البیع

واجارته وصحة القسمة والشركة والهبة والنكاح والرجعة والصلح عن مال لا عن دين لانها تمليكات في الحال فلا تضاف للاستقبال كالاعتاق بالشرط لما فيه من معنى القمار اور جن کی اضافت زمانہ مستقبل کی طرف صحیح نہیں ہوتی ہے وہ بیع اور اجارت بیع کی اور فسخ کرنا اسکا اور قسمت اور شرکت اور ہبہ اور نکاح اور رجعت اور صلح مال سے اور ابرا بھی ہے کیونکہ یہ تصرفات فی الحال کی تملیکات ہیں تو مضاف ہونگے زمانہ استقبال کی طرف جیسے کہ شرط کے ساتھ معلق نہیں ہوتے کیونکہ اسمیں معنی قمار ہے یعنی حاصل ہو کہ قمار متحقق ہوا سو ہم ظاہر رجعت اور ابرا پر تملیک صادق نہیں ہوتی کیونکہ رجعت تقلید ہوا اور ابرا اسقاط ہو مگر یوں کہیے کہ رجعت میں تملیک زوج ہی ہے تب سے اور ابرا میں تملیک دین ہی ہے مدیون کو دیتی الوکالة على قول الثاني المفتى به اور جنکی اضافت صحیح نہیں انمیں وکالت کا شمار کرنا باقی رہا جب ابو یوسف کے مفتی بہ قول کے موافق صحت اضافت وکالت پر فتوی ہوا تو اسکا شمار کرنا اُن تصرفات میں جنکی اضافت صحیح ہے قول طرفین پر ہو

باب الصرف

باب الصرف

یہ باب ہے بیان صرف کے عنونہ بالباء کالکتاب لانہ من انواع البیع مصنف نے اسکا عنوان باب سے کیا نہ کتاب سے یعنی اسکو بلفظ باء الصرف شروع کیا اور کتاب الصرف کہا سو اسکے کہ صرف بیع کی اقسام سے ہو ہم شارح نے یہ اشارہ کیا کہ مصنف کی تعبیر سے یہ تعبیر بہتر ہو کیونکہ اسمیں کتاب الصرف تابع ہو صرف انواع بیع سے اسطرح جو کہ بیع کی چار قسمیں ہیں چنانچہ کتاب البیوع کے شروع میں مذکور ہو چکا یعنی بایع العین بالعین ہو یا بیع العین بالدین ہو یا بیع الدین بالعین ہو اور بیع الدین بالدین ہو اور صرف بیع کی عبارت ہو صرف سے اور دین سے مراد الحد النقدین ہو هو لغة الزيادة صرف لغت میں بمعنی زیادت کے ہو ہم ولہذا حدیث شریف میں آیا صرف فرمایا چنانچہ ارشاد ہوا کہ جو چاہے بابے صرف کے سوا غیر سے اپنا نسب لگاوے تو حق تعالی اسکا صرف و عدل قبول نہ کریگا صرف سے مراد نافلہ ہی کیونکہ وہ فرض سے زائد ہی اور عدل سے مراد فرض ہی اور لغوی معنی شرعی معنی میں داخل ہو ہم سے اسکے صرف عین تقابض بدلین شرط ہو تو یہ زیادتی ہی غیر صرف پر کیونکہ اور بیوع میں تقابض بدلین شرط نہیں قال عليه الصلوة والسلام الثمن بالثمن اى مخالف للثمنية ومنه المصوغ جنسا بجنس او بغيره جنس كذهب بفضة اور شرع میں ثمن کی بیع ثمن سے صرف ہی خواہ بیع ثمن خلقی سے ہو جیسا چاندی کی چاندی سے اور سونے کی سونے سے یا غیر خلقی سے ہو جیسے سونے کی بیع چاندی سے اور قید سے مراد وہ ہی جو ثمن اخلقی کے وسیلے مخلوق ہوا ہو یعنی چاندی یا سونا اور چاندی سونے کا زیور اور برتن بھی اسمیں داخل ہو یعنی اسکی بیع بھی صرف میں داخل ہو خواہ زیور اور برتن کی بیع زیور اور برتن سے ہو خواہ نقد سے لیکن نہ ہو زیور اور برتن بصیغت ثمن صریح باقی رہا ولہذا عقد متعین ہو جاتا ہی کذا فی الفتح القدیر یعنی ہو جو ثمنیت ثابت ہی الذمہ ہو بطریق دین کے مقابلے کے وقت اور تقوم متحقق بالقصد نہیں ہوتے مگر بطریق دین کے ويشترط عدم التأجيل والخيار والتفاضل اى التساوى وزنا اور شرط ہو عدم تاجیل اور عدم خیار اور تفاضل یعنی دونوں عوضوں کا برابر ہونا وزن میں ہم عدم تاجیل و خیار بیان کریگا والتقابض لما مر الجائز قبل الافتراق اور شرط ہو باہم قبض کرنا عوضین کا انگلیوں کے جوڑوں سے قبل افتراق عاقدین کے تقابض یعنی تقابض بالتخلیہ یعنی تقابض بالتخلیہ کافی نہیں جب تک ہاتھ سے قبض نہ ہو اور ظاہر الراجح میں ہو کذا فی الطحطاوی وهو شرط بقائه صحيحا على الصحيح اور تقابض صرف کے صحیح باقی رہنے کی شرط ہی بنا بر قول صحیح کے ہم تو اگر احد البدلین کی مدت معین ہوئی پھر مدت معین کے آنے سے عاقدین نے ابطال کر دی قبل افتراق کے اور عوض کو نقد یا پھر افتراق واقع ہوا بعد تقابض جانبین کے تو عقد متقابل صحیح ہو گا اور بعد افتراق کے صحیح نہیں انما عفا جنسا واحدا وصفة مختلفا جودة وصياغة لما مر فى الربوا تفاضل اور تقابض شرط ہو اگر دونوں عوض ایک ہی جنس میں سے ہوں اگرچہ عمدگی اور صنعت زرگری میں مختلف ہوں اسواسطے کہ باب الربوا میں مذکور ہو چکا کہ مال ربوا میں جید اور ردی برابر ہو ہم جبکہ عمدگی یا صنعت شرعاً ساقط الاعتبار ہوئی تو یہ جو معمول ہی کہ عمدہ چاندی بنا بر عمدہ روپے دیکر خریدتے ہیں یا اچھا آرسی بصیغت سادہ کاری کے بڑھا کر روپے سے سوا لیتے ہیں صحیح نہیں ہوا اور حرام قطعی ہی مسلمانوں کو اُس سے اجتناب واجب ہو اور تدبیر یہ طرح کی خرید کی یہ ہو کہ جنس مال اُسے یعنی چاندی کو خریدیں یا پیسوں سے خرید کرے وکالہ بان لم يقابلا شرط التقابض لحرمة النساء اور اگر دونوں عوض نہ جنس متحد ہوں چنانچہ چاندی کا پیسا سونے سے تو نقد یا ادھار ہونا قبض شرط نہیں جب تک ہم یعنی دونوں خیار سے ہم ہونے تاخیر کے ہم یعنی دونوں صورت اختلاف جنس کے تقابض البدلین شرط ہو تا ثمن شرط نہیں لمطلق ما ذكرنا كما لو صرف نقدين من جنسين او ثمنين او مثمنين او ثمن ومثمن او مكيلين او موزونين او ثوبين او حيوانين او مثمن ومكيل او موزون او ثوب وحيوان او مكيل وموزون او ثوب ومكيل او موزون او حيوان

فیہ ای المجلس صح تو اگر تقدیرین یعنی چاندی سونے میں سے ایک کے بیچا دوسرے سے بلا وزن اور مثل کے یا زیادہ کر کے بیچا اور عاقدین نے عوضین کو ہاتھ پر قبضہ کیا ما لم یتفرقا عن عقدہ اندر تو صحیح ہے تفریح ہے تقابض سے یعنی جب خلاف جنس میں فقط تقابض شرط ہوا بلا تماثل تو بیع تحیتی اور فضولی و فلس و سُست میں اگرچہ ایک شرعی سے ہزار روپے کو خرید کرے یا ایک روپے سے ہزار اشرفی سول لے بشرط تقابض المجلس اور اگر ختم کو سونے یا چاندی کو چاندی سے بیچا بطور تخمین بلا وزن تو جائز نہیں پھر اگر اسی مجلس میں مساوی عوضین سپرد ہو گئی ورنہ فاسد ہو جائیگی ملزمین واقع ہوا تو بیع صحیح ہو جائیگی والعوضان لا یتعینان حتی لو استقرضا فادیا قبل افتراقہما او اسکما اشار الیہ فی العقد وادیا مثلہما جاز اور اگر عوضین متعین ہوں جیسے الصرف میں یہاں تک اگر عاقدین نے عوضین کے ایک دوسرے سے قرض لیا پھر قرض ادا کیا جدا ہونے سے پہلے یا کہہ چھوڑا اوس نقد کو جسکی طرف عقد نے اشارہ کیا تھا یا مثل عوضین کو ادا کیا تو بیع جائز ہو گی اسی طرح اگر عوض مستحق غیر نکلا اور عاقد نے بدل اسکا جنس مستحق ادا کیا تو جائز ہے کذا فی المنح ویفسد الصرف بخیار الشرط والاجل لا خلاف لہما فیفسد او فاسد ہو جاتی ہے بیع الصرف خیار الشرط اور مدت مقرر کرنے سے اسطرح کہ خیار الشرط اور مدت قبض کے خلل انداز ہیں یعنی اسطرح کہ جب اختیار باقی رہیگا انفساق قبض متمتع ہو گا کیونکہ انفساق قبض ملک پر مبنی ہے اور اختیار اوسکا مانع ہے اسطرح مدت مانع قبض ہے ویجوز مع استقاطہما فی المجلس لا الیاس اور صرف صحیح ہے دونوں کے اسقاط کر دینے کے ساتھ اسی مجلس میں جبکہ ناامید ہو جائیں دونوں کو ساقط الاعتبار کر دیا تو بیع صحیح ہو گی اور شرط ساقط ہو جائیگی تقابض المجلسین فی المجلس وصح خیار رؤیۃ وعیب معہ لا الفقد او خیار الرؤیۃ اور خیار العیب چاندی سونے کے زیور یا تبر میں صحیح ہے نہ نقدین میں خیار الرویۃ نقدین میں صحیح نہیں کیونکہ انعقاد عقد نقدین کا مثل بیع سلم ہے یعنی نقدین پر بخلاف بیع اور بہ ترجیح اوخیار کلام شارح والا ظہر کہ نقد میں خیار العیب بھی نہیں ہوتا حالانکہ الاشباہ میں ہے بلکہ خیار العیب نقدین میں داخل ہوتا ہے تو اگر عیب کے مجلس بیع پر ہو دیگا تو صرف باقی ہے اگر اسکا بدل داخل کر دیگا اسی مجلس میں اور اگر بعد تفرق دیگا تو بیع الصرف باطل ہو گی کذا فی الطحطاوی

فروع سکۂ طحطاوی شارح کا الشرط الفاسد یلتحق باصل العقد عند الخلافا لہما یعنی شرط فاسد اصل عقد سے لاحق ہو جاتی ہے امام کے نزدیک خلافا صاحبین کے کذا فی النہر مراد وہ شرط فاسد ہے جو بعد عقد کے مذکور ہو ظن بعض الثمن او فائدہ ینتفض فیہ فقط کچھ فرق نہیں کہ سونا نکلا اسنے اسکو پھیر دیا تو اسپر مزید میں بیع ہو گئی یعنی اسطرح کہ اسمیں قبض نہ ہوا اور دوسرے عوض میں قبض شریک ہو جائیگا نقد طرفین کی اسمیں دنیا زیادہ ہو جو شخص مردود کی مقدار پھیر دیگا کذا فی الطحطاوی کالمتصرف فی الثمن قبل قبضہ لوجوبہ حقا للہ تعالیٰ تصرف کرنا اچنا بیچے صرف کے ثمن میں قبضہ کرنے سے پہلے اسلیے کہ واجب ہوئے قبض کرنا حق اللہ تعالیٰ کی وجہ سے فلو باع دینارا بدراہم او اشتری بہا قبل قبضہا ثوبا مثلا فسد بیع الثوب والصرف بحالہ تو اگر بیچا دینار کو بعوض درم کے اور درم سے مثلاً کپڑا خریدا قبل قبض درم کے تو کپڑے کی بیع فاسد ہو اور بیع الصرف بحالہ باقی ہے یاکرہ تعدل الدراہم مع طوق فضۃ وغیرہا فقیمۃ الطوق فیہما یقید انقسام الثمن علی المشہور او انہ غیر مشکل اطلاقہ دالا فالعبرۃ لوزن الطوق لا لقیمتہ فقد یکون بمقابل بہ والباقی بالجاریۃ یہ چاندی کو جسکی قیمت ہزار درم کے برابر ہے اسی چاندی کے طوق کے ساتھ جو اسکی گردن میں ہے جسکے طوق کی قیمت ہزار درم ہے مصنف نے لونڈی اور طوق کی قیمت مقرر نہیں کی اسطرح بیان کی تا انقسام ثمن پر معلوم ہو یا یہ معلوم ہو کہ وہ یعنی غیر نقد منسلک طوق کی خلاف ہے کہ وزن طوق کا اعتبار ہے اسکی قیمت کا تو ثمن برابر طوق کے طوق کے مقابل ہو گا اور باقی ثمن لونڈی کے مقابلے میں واقع ہو گا ہم لونڈی کی قیمت سے برابر ہوا خواہ ثمنین بلکہ اصل یہ ہے کہ جب نقد کو غیر نقد کے ساتھ ملا کر بیچے بعوض نقد مجانس کے تو یہ ضرور ہے کہ نقد مضموم الیہ سے ثمن زیادہ ہو یا نقیض معلوم ہو یا نقیض مقابل من الثمن الفا او باعہما بالفین لیعد نقدا والفضیۃ او باعہما سیفا محلیۃ حسنوں وبخلصہ بلا ضرر فبأعز عما ثمن ونقد حسین مما نقد فہو ثمن الفضۃ سواء سکت او قال خذ ہذا من ثمنہما تحریا للجواز جائز ہے سونے اور طوق مذکور کو بیچا بعوض دو ہزار درم کے اور ثمن سے ہزار درم معین کیا جاوے یا ہزار کے ساتھ ہر ایک کا نقد اور یکمشت کا وعدہ بالجملہ جسکا زیور بیچا ہے سونے کا ہو کہ بلا ضرر جدا ہو سکتا ہو سو اسکو بعوض سو درم کے بیچا اور پھر اس درم ثمن میں سے سو جو نقد ہوا کیا وہ چاندی کا ثمن ہے خواہ مشتری مالک سارا ہو یا دوں ہوا ہو کہ ہے دونوں کے ثمن بیچنے سے کہا شارح نے کہا ثمن چاندی کا ثمن قرار دیا باب اللہ کے درست ہونے کے واسطے جو کہ عاقدین مسلمان ہیں تو باعتبار حسن ظن کے انکا حمل حق الاسلام صلح پر ہو تو ثمن حمل اسکا محمد پر اسی شرط ہوا اگرچہ اسنے یہ بھی کہا ہو کہ یہ دونوں کا ثمن ہے اسطرح کہ ثمنیہ سونے کا ہو اور ہم جنس ہو

قرآن مجید میں ہے کہ لنساحوغما اوجزہ منہا للذوق والمرجان شافعی المذہب نے کہا کہ خط میں طلا مذکر کا ذکر ہوا ہم کہتے ہیں کہ یہ شرط ہے اور حنفیہ میں جائز ہے یعنی ضرورت ہم کہتے ہیں کہ یہ ان کے نزدیک ہے کذا فی الطحطاوی و خصاصۃ یدت وکذا لو قال ھذا السیف حصۃ السیف کذا فی الحلیۃ ایضا لو حذفہا فی بیعہ تبعا ولو ذکرہا خاصۃ فسد البیع کالدابۃ کالحمال اور سیدھے مثل الحق چاندی کا ثمن ٹھہرایا جائیگا اگر مشتری نے دیدیا کہ یہ تین سو مثقال تلوار کا حصہ ہے اسوقت کہ تلوار زیور کا بھی نام ہے جب ثمن خود زیور کے تلوار کی بیع تابع ہو کر یعنی تلوار زیور کیوا ایک چیز میں اگر مشتری خاصۃ کا لفظ زیادہ کیا یعنی یوں بولا کہ یہ تین سو مثقال فقط تلوار ہی کا ثمن ہے تو بیع فاسد ہوگی اگرچہ قبض نے حتمال کو دور کر دیا یعنی اب سمجھ گئے کہ تین سو مثقال زیور کو تلوار میں داخل کیے فان افرد قائم غیر مقبوض بطل فی الحلیۃ فقط وھم فالسیف ان یخلص للاصوب کطوق الجاریۃ وان

تخلص کالاصوب بطل اصلا سو اگر بیع مذکور میں عاقدین کا اتفاق ہوا ہو اور قبض ثمن تو بیع فقط زیور میں باطل ہوگی اور تلوار میں صحیح ہو اگر زیور بلا حاضر حد اسکو کہتا ہے جو بیع کو فاسد کرتا ہے اگرچہ انہوں کہتا ہو بدون حاضر کے تو بالکل بیع باطل ہوگی یعنی نہ زیور میں بیع صحیح ہے نہ تلوار میں اسوقت کہ زیور کا حصہ قبل الافتراق و جب القبض ہی پھر قبض واقع ہوا تا افتراق تو زیور کی بیع باطل ہوئی بواسطہ فقدان شرط اور اسیطرح تلوار کی بھی باطل ہوگی کیونکہ تسلیم کی بلا حاضر متعذر ہے بخلاف طوق وغیرہ کے جسکا حاضر نہیں کیونکہ وہاں فقط جدا کرنے میں ضرر نہیں کیونکہ وہاں صحیح ہوگی کیونکہ تسلیم بہ ہیت حال بلا حاضر و کالاصل انہ متی یمنع نقد مع غیرہ کمفصض فی مزکش ینقد من جنسہ شوط زیادۃ الثمن فلو شاملہ او اقل وجعل بطل او لو بغیر

جنسہ شوط التقابض فقط اور مسائل مذکورہ کا قاعدہ کلیہ یہ ہے جب عقد غیر نقد سے ملا کر خریدا یعنی مفصض اور مزکش بیچا جائے بعوض ثمن نقد کے جو اسکے جنس ہو تو زیادہ ہونا ثمن کا شرط ہے تو اگر ثمن نقد بیع کے برابر ہو یا کمتر ہو اگرچہ کسی معلوم ہو تو بیع باطل ہوا اور اگر نقد کی بیع باطل ہوئی تو فقط قابض شرط ہی ہم مفصض کو تین سیر چاندی کا بیچا جیسا کہ لکڑی کا زین یا کرسی یا پلنگ کے پائے چاندی کے پترے منڈھے اور مزکش جیسا کہ کھوا ب زردوزی کی چیز تو مفصض کے ثمن میں بالتعیین زیادت لازم ہوتا کہ چاندی کے مقابل سے برابر چاندی واقع ہو اور باقی ثمن مثلاً اس کپڑے کے مقابل اور جسے چاندی کا پترا اور روصت تساوی ثمن اسطرح بیع فاسد ہوگی مثلاً لکڑی کے عوض میں کچھ ثمن نہیں ہوتا اور روصت عدم علم کی وجہ سے اسمیں شبہ ہے فصل اول اور شبہ ملحق بحقیقت ہوا ہو اور اگر مفصض کی بیع مثلاً شیروانی کی تو بہتر ان زیادت اور قلت اور ساوات کچھ شرط نہیں بخلاف خبز کے کہ اسمیں ہاں تقابض احد البدلین بالتعیین شرط ہے ومن باع اناء فضۃ بفضۃ او بذھب فنقد بعضہ فی المجلس ثم افترقا فسد فیما قابض فیہ کما فی اناء لا کالصرف اور جیسے چاندی کا برتن چاندی یا سونے سے بیچا اور اگر کچھ ثمن ادا کیا مجلس عقد میں یعنی بقبض طرف پھر دونوں میں جدائی واقع ہوئی تو بیع صحیح ہے اور عقد میں جسمیں قبض ہوا اور دونوں شیخین کے نزدیک شریک ہو گئے کیونکہ یہ صرف ہے ولا خیار للمشتری للعیب من قبل العلم نقدا او اسمیں اختیار نہیں مشتری کا بسبب عیب کے جو جانے پر ثمن کے جانب سے پر اثمن دینے سے ہم یعنی ہو جب کہ شرکت مشتری رہن نہیں ہوگئی کہ عیب اسکی طرف سے ہو ابائع کی طرف سے بخلاف ھلا لاحد العبدین قبل القبض فیخیر لعدم صنعہ بخلاف ہلاک احد العبدین کے قبل از قبض کہ اسمیں مشتری مختار ہے کیونکہ یہ عیب مشتری کے فعل سے نہیں والا سقط بعضہ کالثناء لعن المشتری وطابق فسقط ثمن للعیب بغیر صنعہ قدمنا قاعدہ بخصیط وتقاتہ بالبینۃ کالاقرار فیخیر او اگر بعض طرف یعنی نصف یا ثلث یا ربع ثمن ساقط ہو گیا تو مشتری باقی کو بقدر اسکے حصے کے خرید کرے یا رد بیع کرے تھا ہر سبب عیب ہو جانے مبیع کے بلا فعل مشتری میں کہتا ہوں اور مقاتلیہ کو ثبوت حق کے مخصوص ہونے کا ہی شہادت سے نہ اقرار سے تو اگر مشتری نے قبض کر لیا ہو اور پھر بیع کو رد کرنا چاہے ہم جب علت خیار مشتری عدم صفت مشتری تھہرا تو در صورت اتحاد صفت مشتری کا خیار ساقط ہوگا جیسا استحقاق مبیع کے گواہوں سے یا بائع کے اقرار سے ثابت ہونے مشتری کے اقرار سے کیونکہ ثبوت عیب مشتری کی جانب سے ہوگا تو بائع سے ثمن کو نہیں پھیر سکتا کیونکہ اقرار حجت قاصرہ ہے فان اجاز استحق قبل فسخ الحاکم العقد جاز العقد اختلفوا متی ینفسخ البیع اذا ظھر الاستحقاق وظاھر الروایۃ لا ینفسخ ما لم یفسخ وھو اختیار الصدر بطل قبض بیع کا اجازت دے قبل اسکے کہ حاکم عقد کو فسخ کرے تو عقد جائز ہو گیا یعنی اختلاف کیا ہے کہ کب فسخ ہو جاتی ہے جبکہ استحقاق ظاہر ہوا اور ظاہر الروایۃ یہ ہے کہ وہ فسخ نہیں ہوتی جب تک فسخ نہ کی جائے اور یہی صحیح ہے کذا فی الفتح وظاھر کلامہ ان الفسخ بالتراضی لا یبطل الاستحقاق وھو کذلک لانہ اذا لم یبطل بقضاء القاضی فبالتراضی اولی کما فی البحر وقیدنا بالتراضی لانہ لو اقام المشتری بینۃ بعد التراضی علی الفسخ قبل القبض بعد العقد تقبل کما فی الخانیۃ وقیدنا بقبل القبض لانہ لو ھلک المبیع فی ید البائع من المشتری بعد التراضی بالفسخ ھلک بالثمن الذی قبضہ البائع

ہوگئے ہوں بلا اجازت مستحق کے اور اس صورت میں عاقد یعنی بائع کو اجازت دینے والے کا وکیل جانیگا احکام عاقد سے متعلق ہونگے دیکھو مقبوض بالحکم عاقد کی ملک سے مستحق کی جدائی سے کذا فی البحر ہو دونوں کو قطعہ نقرہ فاستحق بعضہا اخذ المشتری ما بقی بقسطہ بالخیار کما فی التبعیض لا یضرہا اور اگر جاندی کا ڈلا بچا اور درہم سے کچھ مستحق غیر نکلا تو مشتری باقی کو بقدر اسکے حصے کے لے بلا اختیار رد بیع اسلئے کہ کاٹنے والے کو قدر اسکے حصے کے ضرر شرکت کی وجہ سے اختیار ہوا کہ اپنا حصہ جدا کرالے ممکن ہو بلا ضرر بخلاف ظرف کے کہ اسمیں قطع کرنا مضر ہے لہذا استحقاق بعد قبضہا وان قبل قبضہا للکل لتفرق الصفقۃ وکذا الدراہم جوہرہ اور یہ یعنی عدم خیار شرکت ثابت ہوگا اگر استحقاق ظاہر ہو بعد قبضہ کرنے جاندی کی ڈلی کے اور اگر قبض ہوا تو مشتری کو اختیار ہوگا بسبب متفرق ہونے عقد کے اور جسکا حکم ہو دینار یا دو درم کا کذا فی الجوہرہ یعنی اگر دینار یا دو درم خریدے اور بعض دینار یا درہم مستحق غیر نکلے تو مشتری باقی کو اسکے حصے کے بموجب نرخ کے واسطے کہ دینار اور درہم کی شرکت عیب پیدا کرنیوالی نہیں کیونکہ استیفاء کل حق عاقد ممکن ہو کذا فی الطحطاوی وصحیح دو درہم دینار یکدرہم و دینار یا دو درہم بخلاف جنس اور صحیح ہو بیع دو درہم اور ایک دینار کی ایک درہم اور دو دینار سے خلیہ کو غیر خلیہ کی طرف پھیر کر یعنی درہم بمقابلہ دینار اور دینار بمقابلہ درہم واقع ہوگی نہ کہ صحیح ہو کر دو صرف اختلاف جنس کی وجہ سے بدلین شرط نہیں ہونے مثلیہ بیع کی بردکوں شعیر یا دو کری شعیر اور مسئلہ سابقہ کے مانند ہو ایک کر گیہوں اور ایک کر جو کی بیع گیہوں کے دو کر اور جو کے دو کر سے یعنی گیہوں کا ایک کر جو کے دو کر کے مقابل ہو کر اور جو کا ایک کر گیہوں کے دو کر کے مقابل ہو کر بیع صحیح ہوگی بشرطیکہ ہر ایک عوض دوسرے عوض کے برابر ہو مثلاً بعشرۃ دراہم و دنانیر بالعشرۃ دراہم و دنانیر اور بسیط صحیح ہو بیع گیارہ درہم کی دو درہم اور ایک دینار سے ہم اگرچہ یہ مسئلہ صرف میں آئی خلاف القیاس سے معلوم ہو چکا لیکن مصنف نے اسلئے مکرر ذکر کیا تا معلوم ہو کہ جنس مختلف ہونے سے عوضین بیع ہر ایک عوض میں یا فقط ایک عوض میں دونوں صورتوں میں کچھ فرق نہیں اندا فی السراج وصح بیع درہم بھیجے درہم غلۃ فقط فتشترط المماثلۃ بیت المال ویقبلہ التجار بدرہم صحیح وزنا وعدم اعتبار الجودۃ اور صحیح ہو بیع ایک درہم صحیح اور دو درہم غلہ کی دو درہم صحیح اور ایک درہم غلہ سے بسبب رائج ہونے وزن کے اور نہ ہونے جودت اور عمدگی کے غلہ نبہرہ میں معیوب تر ہے درام وہ درہم ہے جسکو بیت المال یعنی سرکار بطانی پھیر دے اور سرکار اسکو بقیمت جاری کرے اور عوضین بیع ہر ایک عوض میں پائی جاویں یا فقط ایک عوض میں دونوں صورتوں میں کچھ فرق نہیں اندا فی السراج وصح بیع درہم بھیجے درہم غلۃ فقط فتشترط المماثلۃ بیت المال وقبول

سونے کی بیع غالب الفضہ والذہب سے اور بیع اسکے بعض کی بعض سے مگر برابر قول کر کیونکہ غالب حکم خالص ہے ھکذا الا یحضرہ الاستقراض منہا والد ناکما مر فی باب الربا بسیط ح غالب الفضہ والذہب کا قرض لینا صحیح نہیں مگر وزن کر کے خالص کے مانند چنانچہ بالتعرض مذکور ہو چکا والغالب علیہ الغش متعامل فحکمہ حکم العروض للغلبۃ اور جس میں غش یعنی غالب ہو چاندی مغشوش سے وہ اسباب اور اجناس کے حکم میں ہے غالب کو بسبب جہان کرم اعتباراً بالغالب مسئلہ سابقہ اور لاحقہ دونوں کی علت ایجاب فصح بیعہ بالخالص ان کان الخالص اکثر من المغشوش لیکون قدر بمثلہ والزائد بالغش کما مر تو صحیح ہے بیع غالب الغش کی خالص چاندی یا سونے سے اگر خالص زیادہ تر ہو مغشوش سے تا مقدار مثل مقابل مثل ہو اور زیادہ متعامل بغش واقع ہو چنانچہ مسئلہ جاریہ اور سیف میں مذکور ہو چکا وبیعہ متعاضلا وزنا وعدا الصوف الجنسی خلافہ اور صحیح ہے بیع مغشوش کی اپنی جنس سے زیادہ کر کے قول اور شمار میں بسبب پھرنے ضد کے طرف ضد کی بطریق مرسلاً ایک مغشوش میں تولہ بھر چاندی ہو اور دوسرے میں دو تولے چاندی ہو اور ایک تولہ یا زیادہ تانبا یا قوان دونوں کی بیع باہم جائز ہو اسکی چاندی اسکے تانبے کیطرف پھیر کر اور تانبے کو چاندی کے مقابل کر کے بشرط التقابض قبل الافتراق والمجلس فی الصرفیین لظہور التعیین بیع مذکور صحیح ہو بشرطیکہ عاقدین کا قبض واقع ہو جدا ہونے سے پہلے مجلس بیع کے دونوں صورتوں میں بسبب بعض ہونے مقبوض کے ہر دو نوں صورتوں میں یعنی بیع خالص کی مغشوش سے اور بیع مغشوش کی مغشوش سے تقابض قبل الافتراق سو اسکے شرط ہوا کہ صرف فی البعض ہو کیونکہ چاندی یا سونا دونوں جانب میں موجود ہے اور غش میں اسکے تقابض شرط ہوا کہ اسکے جدا کرنے میں چاندی یا سونے سے ضرر ہو دان کان الخالص مثلہ ای مثل المغشوش او اقل فانہ لا یتحرر الیسع المرابوا فی الاولین کما حققناہ فی الشائ اور اگر خالص برابر ہو مغشوش کے یا اس سے کم ہو یا معلوم نہ ہو کہ کتنا ہے تو بیع صحیح نہیں بسبب رباج کے پہلی دو صورتوں میں یعنی صورت تساوی اور قلت اور بسبب مجہول ہونے رباج کے تیسری صورت میں یعنی در صورت عدم علم مقدار خالص کیونکہ شبہہ ہوا رباجے حقیقت رباوا ہے اور در صورت تساوی اگر بسبب رباجے چاندی مثل چاندی کے مقابل بڑی ہو اور غش خالی عن العوض باقی ہا دھوای غالب الغش کالعین بالعین لان الرباجے التفاضل حینئذ اور وہ یعنی غالب الغش متعین نہیں ہوتا متعین کرنے سے اگر اسکا چلن ہو گیا ہو بسبب اسکے ختم ہو جانے کے اسوقت میں ہم غالب الغش سے رواج اسوا سطے شرع ہو گیا کہ قیمت اصطلاح اور چلن پر موقوف ہے تو جب تک اسکا چلن باقی ہے گا تو ثمنیت باطل نہیں یعنی اگر غالب الغش ہلاک ہو جائیگا قبل قبض تو عقد باطل نہ ہو گا چنانچہ خالص روپے یا اشرفی کی ہلاکی سے بطلان عقد نہیں بلکہ اسکا بدل دیا جائیگا واکالعروج تعین کسلعۃ اور اگر غالب الغش مروج نہیں تو معین کرنے سے متعین ہو جائیگا مانند تماش اور ضرب کے ہم متعین اسواسطے ہو گا کہ وہ اصل میں منجملہ اسباب ہے تماش کے ہو اور ثمن ہو گیا تھا بسبب اصطلاح اور رواج کے پھر جب اس سے معاملہ کرنا لوگوں میں متروک ہو گیا تو اسنے اپنی اصل پر رجوع کیا تو اب کے ہلاک قبل القبض سے عقد باطل ہو گا یہ اس صورت میں ہے جبکہ متعاقدین اسکا حال جانتے ہوں اور ہر عاقد یہ جانتا ہو کہ دوسرا عاقد بھی اسکو جانتا ہے سو اگر دونوں اس حال سے خبردار نہیں یا خبردار ہیں مگر ہر ایک نہ جانتا ہو کہ دوسرا عاقد جانتا ہے تو درہم رائج سے بیع متعلقہ ہو گی نہ کہ جیاد درہم غیر مروجہ کی طرف اشارہ کر دیا ہو کذا فی الطحطاوی عن البحر وان قبلہ البعض فکذلک یوخذ فیتعلق العقد بہ خلیہ فان علم البائع بحالہ والا فیفسخ جبلا اور اگر غالب الغش کو بعض لوگ لیتے ہوں اور بعض نہ لیتے ہوں تو وہ ناقص رہوں گے بدرجہ اولیٰ تو اسکے سبب نقص در سے عقد متعلق ہو گا اگر بائع اسکا حال جانتا ہو اور اگر نہ جانتا ہو تو اسکے ہم جنس عدد درہم سے تعلق عقد ہو گا وھو المراد بقولہ متعارفا حتی یجاز فیہ عملا بالعرف فیما لا نص فیہ اور صحیح ہے باہم خرید فروخت کرنا اور قرض لینا اس غالب الغش سے جبکہ رواج ہو عرف پر عمل کرکے اسی جیسی تعریف سے فان راج وزنا فیعتبر وعددا فیما یعد کما مر اور اگر اسی وزن رائج ہو یا شمار مروج ہو یا وزن اور شمار دونوں جاری ہوں تو وزن اور عدد ہر ایک سے بیع اور استقراض صحیح ہے والتساوی فیہ وفضتہ وذہبہ کغالب الفضۃ والذہب فی تیائع واستقراض فلم یجز کما لا یخفی بلا اشارۃ الیہا کما فی الخانیۃ

اور جس میں غش ہو چاندی یا سونا برابر ہو وہ غالب الفضہ یا غالب الذہب کے مانند ہے مزید وضاحت اور قرض لینے میں تو بیع اور استقراض اسمیں جائز نہیں مگر قول کر لیکن جب دونوں کی طرف اشارہ کر دیا تو وزن کرنا لازم نہیں چنانچہ دراہم یا دنانیر خالصہ مراد ہیں یعنی استقراض میں بہر صورت برابر وزن صحیح نہیں اور اسکا وجہ جو قصر کے ساتھ ہے اسواسطے کہ مذکور ہو گا واما فی الصرف فلغالب غشہ حکم الخالص یا عتبار المآل اور بیع الصرف میں تو غالب الغش کے مانند ہے صرف

CC-0.

صحیح ہوگی اعتبار گذشتہ سے یعنی اگر بعد خالص سے بیع المرابحۃ ہوئی ہو تو ضرور ہے کہ خالص اس سے اکثر ہو والا جائز نہیں اور اگر اپنے ہم جنس سے ہو تو فاضل جائز ہے اور خلاف جنس سے بھی جائز ہے باوجود قبض کے دونوں صورتوں میں کذا فی السلطانی واشتری شیئا بہ یعنی الیالغش وھو ناقد او بفلوس نافقۃ فکسدت قبل التسلیم الی الثانی بطل البیع کما لو انقطعت عن ایدی الناس فیما لو اشتری بالدراھم الساقطۃ کذا خرید کی کوئی چیز غالب الغش سے اور حالانکہ وہ رائج ہے یا فلوس مروجہ سے خرید کی پھر اسکا رواج جاتا رہا قبل تسلیم ثمن کے بیع باطل ہوگئی جیسا کہ توضیح باطل ہوگئی جبکہ یہ فلوس کے ہاتھ سے تو انقطاع کساد کے مانند ہے وکانا حکم الدراھم لو کسدت او انقطعت بطل اور یہی حکم ہے دراہم کا اگر انکا رواج جاتا رہے یا وہ منقطع ہو جاوے بیع توضیح باطل ہوگی وھلاکھا بقیمۃ المبیع دبہ یفتی فقایا الناس محمد حلوانی وصاحبین نے بیع کی قیمت سے بیع کو تعظیم کہا ہے اور اسی کا فتوی ہے لوگوں کی آسانی کے واسطے کذا فی البحر والمختار وصححہ جماعۃ عامۃ مشائخ صحیح کہا ہے قیمت بسبب کے کساد کے کذا صوبہ بعضھا علامۃ نوح نے کہا اور صورت بقاء عمدہ قیمت کا طرح ہے ابو یوسف کے نزدیک یوم البیع کی قیمت اور محمد کے نزدیک یوم الکساد کی قیمت معتبر ہے صاحب فیض الواحد اور غایۃ البیان وغیرہ نے شرح کنز میں کہا کہ ابو یوسف کے قول پر فتوی ہے اور وشرا محیط اور تتمہ اور خلاصہ نے کہا کہ محمد کے قول پر فتوی ہے لوگوں کی آسانی کے واسطے انتہی تو جو حال کہ مشائخ کے کلام میں ہر اس تقریر سے معلوم ہو گیا کذا فی الطحطاوی حد الکساد ان تترک المعاملۃ بھا فی جمیع البلاد فلو رائجۃ فی بعضھا کما یبطل الخیار الباقی تعیینھا اور کساد یعنی عدم رواج کی حد یہ ہے کہ اس سے معاملہ کرنا جمیع بلاد میں ترک ہو جاوے تو اگر بعضے بلاد میں رائج ہوں تو بیع باطل نہیں بلکہ بائع مختار ہے بسبب اسکے عیب دار ہو جانے کے مثل یعنی اگر بائع کے شہر میں رائج نہ ہوں تو اسکو اختیار ہو جاوے انکو لے جاوے اگلی قیمت لے کذا فی البحر وحد انقطاع عدم وجودہ فی السوق وان وجد بالصیارفۃ وفی البیوع کذا ذکرہ العینی وابن الھمام وغیرھما خلافا لما فی نسخ المصنف قدمناہ للھدایۃ واللہ اعلم اور انقطاع کی تحدید موجود ہونا بازار میں اگرچہ صرافوں کے پاس اور گھروں میں ہو جود ہو سو یہ طرح اسکے ذکر کیا ہے عینی اور ابن ہمام نے بحرف علطت یعنی فی البیوت کا لفظ بڑھایا وعامۃ مذکورہ ہیں بخلاف شرح منیہ کے نسخوں کے کہ انمیں عطف مذکور نہیں اور مصنف نے عدم عطف کو ہدایہ کی طرف منسوب کیا ہے اور میں نے ہدایہ میں اسکو نہیں دیکھا واللہ اعلم طحطاوی نے کہا کہ یہ عبارت ہدایہ میں اس مسئلہ کے بیان میں مذکور نہیں شاید کسی اور محل میں مذکور ہو وفی الذخیرۃ لو راجت قبل فسخ البائع البیع عاد جائزا لعدم الفساخ العقد بالفسخ دعایۃ فقول المصنف بطل البیع فتبعہ البائع فلا یصح فسخ اللہ الموفق اور ذخیرہ میں ہے کہ اگر دوسرے بار رواج ہو گیا قبل اسکے کہ بائع بیع کو فسخ کرے تو جائز ہو گی بیع پھر کے سبب فسخ نہ ہونے بیع کے بدون فسخ کرنے کے اور بسبب اسکے تو مصنف کا یہ کہنا کہ قبل تسلیم کے عدم رواج سے بیع باطل ہو گئی اسکا علاقہ ہے کہ بائع کو اسکے فسخ کی ولایت اور اختیار ثابت ہو اور حق تعالی توفیق دینے والا ہے وقید بالکساد لانہ لو نقصت قیمتھا قبل القبض فالبیع علی حالہ اجماعا کما یاتی للبائع اور بطلان بیع میں مصنف نے کساد کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر غالب الغش کی قیمت کم ہو جانے قبل قبض کے تو بیع بحال خود قائم ہے بالاجماع اور بائع فسخ میں مختار نہیں ہے جب غالب الغش کی ارزانی اور گرانی قیمت کا حکم معلوم ہوا تو غالب النقد کا حکم بطریق اولی ثابت ہو گیا وسکت عن غلبۃ قیمتھا وازدادت فکذلک البیع علی حالہ ولا یتخیر المشتری لبطلان نقد ذلک اعتبار اللذی کان وقد قبض المبیع اور بالعکس اسکے اگر غالب الغش کی قیمت گران ہو گئی اور زیادہ ہو گئی تو اسطرح بیع بحال خود قایم ہے اور مشتری مختار نہیں اور مشتری سے اسقدر نقد کا سطا بہ وہ جو بیع کے وقت تھا کذا فی الفتح ھم عبارتے سے مراد وہ مقدار ہے جو وقت عقد مذکور ہوئی اور بعد اسکے قیمت زیادہ ہو گئی اعتبار نہیں کذا فی الطحطاوی قید بقولہ قبل التسلیم لانہ لو باعہ کل ذلک فضولی تتعلق اجازتہ بحال قیامھا فکسدت قبل ان یجیزھا او رفع البائع لا یفسد لکون القبض لہ عینی وغیرہ اور مصنف نے بطلان بیع میں کساد قبل التسلیم کے قید لگائی ہے اسواسطے کہ اگر دلال اور سمسار فضولی نے غیر کی متاع کو بدون اسکے اذن کے وزن کیا ہو جیسا اور دراہم مذکورہ مشتری سے پورے بھر لیے پھر انکا رواج موقوف ہو گیا صاحب متاع کے دینے سے پہلے تو بیع فاسد ہونے کی ہو اسواسطے کہ حق قبض کا دلال اور فضولی کے واسطے ثابت ہو کذا فی العینی وغیرہ کیونکہ عاقد وہی ہے نہ صاحب متاع صرف بطریق اگر وکیل کیا ایک مرد کو وکیل کیا دوسرے کو اور امر دیا ہے فلوس خریدنے کے اسواسطے فلوس خریدنے اور قبضہ کیا پھر انکا رواج جاتا رہا تو وہ فلوس وکیل کے ہیں اور اگر کساد قبل قبض وکیل ہے تو فلوس مذکورہ وکیل ہی کے ہیں کذا فی الطحطاوی

دھم البیع بالفلوس المتفقۃ رائج فیھما او صحیح وبیع فلوس رائجہ سے اگرچہ دو تہائی سے زیادہ سکے صحیح ہوں کہ وہ بمنزلہ انواع مال میں ہونے کے ہیں اگرچہ ناپسند آتا ہو اگر ہلاک ہوں قبل قبض تو عقد منفسخ نہیں اور اگر فلوس مثل کردے تو جائز ہے اور فلوس رائجہ متعینہ سے سوائے متعین ہونے کے اثمان میں داخل ہیں اور ثمن نقد کی تعیین جیسی تعیین بلکہ اگر ثمن کو متعین کردے تو بھی متعین نہیں ہوتا اگرچہ عاقدین یوں کہیں کہ ہم نے تعلیق حکم کا فلوس معینہ سے ارادہ کیا تو اب البتہ تعلق عقد کا معینہ فلوس سے ہوگا کذا فی النہر بالکاسدۃ حتی جنسھا کسلع اور مبیع کا متعین نہیں ہوتا ضرور ہے کذا فی النہر وجب علی المستقرض مثل فلوسہ فی الاظہر خانیۃ اکسدت او حبست قیمتھا یوم القبض علیہ الفتوی بسراجیۃ اور قرض لینے والے پر قرض کے فلوس کے مانند کا پھیر دینا واجب ہے جبکہ فلوس کا رواج جاتا رہے اور مصنف نے فلوس کی قیمت یوم القبض کی جو اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی البزازیہ ازیں محل خلاف اس صورت میں ہے کہ جب بسبب قرض کے فلوس ہلاک ہوگئے ہوں پھر انکا رواج موقوف ہوگیا ہو اور اگر مستقرض کے پاس سے ہلاک ہوئے تو بعینہا انکو پھیر دینا چاہیے بالاتفاق کذا فی الطحطاوی عن الاشباہ عن شرح المجمع وفی النہر وتاخیر صاحب الہدایۃ دلیلھما ظاھر فاختیار قولھما اور النہر میں ذکر کیا صاحبین کی دلیل کو ظاہر ہونے سے صاحبین کے قول کے مختار ہونے میں یعنی صاحب ہدایہ کی عادت ہے کہ قول مختار کی دلیل کو پیچھے ذکر کرتا ہے المشتری شیئا بنصف درھم مثلا فلوس صح بالایمان علی ما ھو المعلوم بہ علیہ فلوس بتایا نصف درھم اور خریدی کوئی چیز مثلاً نصف درھم کے فلوس سے تو خرید صحیح ہے یہ دیون بیان کرنے قابو کے شمار کے سبب اسکے معلوم ہونے کے اور بتری پر اسقدر فلوس واجب ہیں جو نصف درھم کو بیچے جاتے ہیں یا دراہم سیطرح ثلث درھم رابع درھم کے فلوس سے خرید کرنا صحیح ہے درھم نزدیک کے نزدیک خریدنا کو صحیح نہیں کیونکہ فلوس عددی چیزیں ہیں تو بلا بیان عدد ثمن مجہول ہوگا جواب اسکا یہ ہے کہ ثمن مجہول نہیں بلکہ معلوم ہے کیونکہ جب نصف درھم کو ذکر کیا پھر نصف کو موصوف بفلوس کیا اور حالانکہ نصف درھم کا فلوس ہونا ممکن نہیں تو معلوم ہوگیا کہ مراد کو پہنچے اتنے فلوس کا جتنے فلوس کا اتنے درھم سے چوتھائی درھم کے بیچے جاتے ہیں اور یہ معلوم ہو تو ذکر عدد فلوس کی کچھ حاجت نہیں کذا فی النہر وکذا لو اشتری بدرھم فلوسا بدرھم فلوس جاز عندنا خانیۃ وھو الاصح للکرخی کذا فی اور اسیطرح اگر خریدی کوئی چیز ایک درھم کے فلوس سے یا دو درھم کے فلوس سے تو جائز ہے امام ابو یوسف کے نزدیک اور یہی صحیح ہے بسبب عرف کے کذا فی الکافی ومن اعطی صیرفیا درھما کبیرا فقال اعطنی بہ نصف درھم فلوسا یا نصف صفر او نصفا من الفضۃ صغار الاجزاء جاز ویکون النصف الاجزاء بقدر ذلک من الفلوس وما یقابل الفلوس اور جسنے صراف کو درہم کبیر یعنی درہم کامل یا پھر ایسا کہ وہ بمجموعہ اسکے نصف درہم فلوس اور نصف چاندی کا درہم صغیر اگر بقدر حصہ یعنی وہ درہم صغیر جو وزن میں بقدر نصف درہم کبیر ہو ایک حصہ کم کذا فی النہر تو عقد صحیح ہے اور جو کچھ مقابل اپنے مثمن کے اور باقی بمقابلہ فلوس کے قرار دے کہا لفظ فلوس منصوب ہونے نصف کی دلو کر لفظ نصف بطل فی کل الدرھم السود اور اگر نصف کا لفظ دو بار کہا اس طرح کہ اعطنی نصفہ فلوسا ونصفہ نصفا الاجود یعنی دے بجائے بعوض نصف درہم کبیر کے فلوس اور بعوض نصف دوسرے کے درہم صغیر جسکا وزن بقدر نصف درہم کبیر ہو اگرچہ تو فلوس اور درہم صغیر سب میں بیع باطل ہے بسبب لازم آنے بیاج کے ہم بیاج اوسطے لازم آیا کہ نصف درہم کبیر بقدر حصہ زائد مجمعہ اور درہم صغیر سے تو بقدر حصہ خالی عن العوض ہا منہ الفاتح میں ہو کہ عقد نہ کرایا ہے کہ تنزیہ باطل ہوا اور صاحبین کے نزدیک فلوس میں عقد صحیح ہوا اور جو مقابل ہے چاندی کے آسین باطل ہوا اور اگر لفظ اعطا کو مکرر کہا یعنی سطرح کہ اعطنی نصفہ فلوسا واعطنی نصفہ نصفا الاجود تو فلوس میں بیع جائز ہوا اور چاندی میں باطل انتہی وکذا فی الطحطاوی وبہ تعلم ان الاموال ثلثۃ الاول ثمن بکل حال وھو النقدان بمجتبی الثانی مبیع بکل حال کالثیاب والدواب الثالث ثمن من وجہ مبیع من وجہ وھو الفلوس وقیمۃ الخ ہو جو کچھ کہ ہم نے ذکر کیا کہ فلوس درہم سے ہر حال میں یعنی خواہ اپنے خرید سے ہر حال میں یعنی خواہ اپنے خرید سے متقابل ہوں یا غیر خرید سے بازار میں زیادہ آوے یا زیادہ آوے والثالث

بیعا الباء وفتحہا لا لمجرد البیع سواء کان مقابلا بالنقد کالدراہم والدنانیر او بالمنفعۃ کالثمن فی بیع الدار
ہم بحر الا لغو من ایمان ہو کہ اگر مثلی معین ہو عقد میں تو وہ مبیع ہو اور اگر معین نہ ہو اور سپرد بازار آوے اور اسکے مقابل مبیع واقع ہو تو وہ ثمن ہے واما الفلوس فان رایج
فکالثمن والا فکسلع اور فلوس اگر رائج ہوں تو ثمن کے مانند ہیں اور نہیں تو خرید و فروش کے مانند ہیں والثمن من حکمہ عدم اشتراط وجودہ فی ملک العاقد
عند العقد وعدم بطلانہ ای العقد بہلاکہ ای الثمن ویصح الاستبدال بہ فی غیر الصرف والسلم کما یاتی اور منجملہ احکام ثمن مشروط ہونا اسکے وجود کا ہو عاقد کی
ملک میں عقد کے وقت اور نہ باطل ہونا عقد کا ہو ثمن کے ہلاک ہو جانے سے اور صحیح ہو بدل لینا ثمن سے یعنی اسکو بیع کرڈالنا اور اسکے عوض اور دینا غیر صرف اور سلم میں نہ
ان دونوں میں یعنی بیع الصرف اور سلم میں ثمن اور رأس المال کا استبدال صحیح نہیں وحکم المبیع خلافہ والثمن فی الکل فیشترط وجودہ المبیع فی ملک بعضہم
اور حکم مبیع کا برخلاف ثمن کے ہے جس صورت مذکورہ میں کہ شرط ہو مبیع کا موجود ہونا عاقد کے ملک میں عقد کے وقت اور اسی طرح باقی صورتوں میں بیع باطل ہو جاتی ہے مبیع کے
ہلاک ہو جانے سے اور بیع کا استبدال جائز نہیں ومن حکمہا جواز المتساوی عند المقابلۃ بالجنس فی المقدار دات کما تقرر اور ثمن اور مبیع کی برابری کا واجب ہونا
منجملہ احکام کے ہے مقابلہ جنس کے وقت مقدرات میں یعنی مکیلات اور موزونات میں جیسا کہ اوپر ثابت ہو چکا ہے باب الربوا میں یعنی مکیل ماپوروں میں اور موزون تولوں میں اور صورت تساوی شرط
ہے بیع دونوں کا برابر ہونا واجب ہو تذنیب فی بیع العینۃ ویاتی متنا فی الکفالۃ وبیع التلجیۃ ویاتی متنا فی الاقرار یہ کتاب البیوع کا دونیا ہے العینہ کے
ذکر میں اور اسکا بیان کتاب الکفالہ کے متن میں آویگا اور بیع التلجیہ کے بیان میں اور اسکا ذکر کتاب الاقرار کے متن میں آویگا مذنیب عبارت ہے اس سے جسکو آخر کلام میں یا دین اور اسکو کلام
سابق سے تعلق ہو وہ مصدر ہے بمعنی مفعول اس مذنیب میں بیع العینہ کے ذکر کا کچھ فائدہ حاصل نہیں تو بہتر یوں تھا کہ شارح کہتا اقسام بیوع سے بیع العینہ باقی ہے اسکا
ذکر کتاب الکفالہ میں اویگا کذا فی الطحطاوی وھو ان یظہر احقا لا یریدہ بل الیہ یخوف عدوہ وھو لیس ببیع فی الحقیقۃ بل کالرہن الکاسد فی
منح علی البحر اور وہ یعنی بیع العینہ یہ ہے کہ عقد کو وہ شخص ظاہر کریں یا اور کاوں میں قصد کریں ایسے عقد کی طرف التجاء واقع ہوتی ہے دشمن کے خوف سے اور وہ حقیقت میں
بیع نہیں ہے بلکہ نزل اور بیہودگی کے مانند ہے چنانچہ اسکو میں نے شرح منار کے آخر میں ہم مذہب بیان کیا ہے شرح منار کے عبارت یہ ہے اس امر کے کہ نسبت جسکا باطن مخالف
اسکے ظاہر کے فتاوی عالمگیری میں ہے کہ تلجیہ وہ عقد ہے جسکا لوسان بضرورت امر پیدا کرتا ہے تو وہ مدفوع الیہ کے مانند ہو جاتا ہے اور تلجیہ تین قسم پر ہے ایک قسم یہ ہے کہ نفس مبیع
میں تلجیہ ہو بطریق کہ کسی مرد سے کہے کہ میں یہ ظاہر کرتا ہوں کہ میں نے اپنا گھوڑا تجھ سے ہاتھ بیچا اور یہ فی الحقیقت بیع نہیں اور تجھ کو گواہ کرے بیع ظاہر میں بیع کرے تو باطل ہے بیع
دوسری قسم یہ ہے کہ تلجیہ بدل میں ہو چنانچہ عاقدین باطل میں متفق ہوں کہ ثمن ہزار درم ہیں اور ظاہر میں پانسو دینار کو بیع کریں تو ثمن وہی ہے جو باطل میں مذکور ہوا اور زیادہ میں
گویا انھوں نے نزل کیا اور ابو یوسف سے ایک روایت یہ ہے کہ ثمن وہی ہے جو ظاہر میں مذکور ہوا تیسری قسم یہ ہے کہ عاقدین باطل میں یہ اتفاق کریں کہ ثمن ہزار درم ہوا اور ظاہر
میں بیع دینار سے بیع کریں محمد نے کہا فائدہ اسکا یہ ہے کہ عقد باطل ہو اور ہمارے ان میں سودنا سے بیع صحیح ہو اور اگر دونوں یہ اتفاق کریں کہ اس بیع میں گواہ کریں جو نہیں واقع ہوئی پھر اسکا
اقرار کریں تو وہ بیع باطل ہو اور دونوں کی احادیث سے بھی جائز نہیں طحطاوی نے کہا کہ شارح کی عبارت میں غموض ہے کما افاضہ یہ وقعت علی الاقسام الثلثۃ
سبعون الوجہ الثانی ان فرع کونہ تلجیۃ کما فرع کونہ تلجیۃ کی مختصر قسمین میں دعقد قاض خلف فصلا اخر کما لا یخفی وھو یستفاد من قولہم البیع بالخیار
اور تحاضی خلاف فرع اخر اور اوپر بیع تلجیہ کے ہمیشہ ایک فصل منعقد کی ہے علامہ کہتا ہے کہ تلجیہ بیع منعقد غیر لازم ہو بیع خیار کے مانند وجعلہ الیاقانی فاسدا اور یاقانی نے تلجیہ
بیع فاسد قرار دیا ہے وادعی احدھما مع التلجیۃ والاخر فالقول لمدعی الجد بیمینہ اور اگر ایک شخص نے تلجیہ کا دعوی کیا اور دوسرے نے انکار
کیا تو مدعی جد کا قول اسکی قسم کے ساتھ معتبر ہو طحطاوی نے کہا شاید یہ ہو اسطے ہو کہ جد اصل ہو یعنی تنزل خلاف اصل ہو لہذا اسکا قول معتبر ہوا ولو برھن حدھما قبل
ولیھنا فالتلجیۃ اور دونوں میں سے اگر کوئی گواہ لاوے اپنے دعوی پر تو گواہی مقبول ہوئے اور اگر دونوں گواہ لاویں تو مدعی تلجیہ کی گواہی مقبول ہوگی
یعنی اسطے کہ شہادت وقت خلاف ظاہر کی ثبوت کے واسطے ہو ولو تبایعا فی العلانیۃ ان اعترفا بینہ علی التلجیۃ فالبیع باطل لانقاضہما انتہی کلامہ لانہ لازم ولو

لخصر هذا بناء باطل على الظاهر الخ اور اگر دونوں نے علانیہ بیع کی اگر دونوں نے اقرار کیا کہ بناء بیع ظنیہ پر تھی تو بیع باطل ہوگی بسبب تحقق ہونے دونوں کے اسپر کو الفاظ بیع کا نہ ہونے کے طور تھا اور نہیں تو بیع لازم ہے یعنی اگر دونوں اعراض پر متفق ہوتے یا نہ ہوا اور اعراض میں مختلف ہوئے تو بیع لازم ہے اور اگر دونوں کو بیع کے وقت کوئی نیت حاضر نہ ہوئی نہ دنیا کی نہ اعراض کی تو بیع باطل ہے قول اظہر پر کذا فی المبسوط سنا ہے میں صرح ہے کہ در صورت عدم حضور نیت عقد صحیح ہوا اور یہ سے معلوم ہوا کہ باطل ہے تو شاید یہ ہو ان دونوں میں کہ ان دونوں کے اعراض بالتعیین اس مسئلے میں متحقق ہوں چنانچہ قول یہ یعنی علی الظاہر سے یہ دلالت کرتا ہے واللہ تعالیٰ اعلم قلت صفاد ما تما لو توافقا علی الوفاء قبل الافتراق علی شرط الوفاء فالعقد جائز ولا عبرة للمواضعة بین کہتا ہوں کہ یہ کے قول سے مستفاد ہوا کہ اگر عاقدین وفا شرط بعد عقد کے پھر بیع منعقد کریں تو بھی شرط وفا سے تو عقد جائز ہوا ہو کچھ اعتبار نہیں ہے مواضعت یعنی مصمار کھنے کا حاصل وجہ افادہ یہ ہے کہ بناء علیہ اس وقت باطل ہوئی جبکہ دونوں کا اعتراض کریں کہ بناء علانیہ پر تھی والا بیع لازم ہو تو معلوم ہوا کہ اگر اسکا صدور وعدہ وفا پر ہو تو بیع باطل نہیں جائز ہے صحیح لو قلت هذا تبعا للدرر اور بیع الوفا کو میں نے بیان ذکر کیا اور کہا بیع ہو کر صورۃ تملیک بیع ہے یعنی ہو ظاہر علی انہ اذا جاء علی الثمن سماه الشافعی رح علیہ الرحمۃ بیع العہدۃ ویسمی بعض اہل زماننا بیع الامانۃ وبالشام بیع الطاعۃ اور بیع الوفا کی صورت یہ ہوتی کہ کوئی شخص بیع کرے ہزار درم سے مثلاً اس شرط پر کہ جب بائع مشتری کو ثمن پھیر دے تو مشتری اسکو مبیع پھیر دے اور شافعی مذہب والے اسکو بیع العہدۃ کہتے ہیں اور بعض بیع الامانۃ بولتے ہیں اور شام میں بیع الطاعۃ کہتے ہیں ہم بیع العہدۃ سے اسکے تسمیہ کی وجہ یہ ہوگی کہ اسکا عہد اس کی طرف ہوتا ہے ایفاء بعوض کے وقت اور بیع الامانۃ کی وجہ یہ ہوگی کہ صدور اس بیع کا امانت پر ہے یعنی ہوگی کہ صاحب وجہ نے بائع کو امین جان کر دیدیے اور بائع نے صاحب وجہ کو امین سمجھ کر بیع دی کہ جب میں اسکو درہم دونگا تو وہ بلا تکرار مبیع کو پھیر دیگا اور یہی وجہ ہے بیع الطاعۃ کی کہ اسکا دوسرے کی اطاعت کا منتظر ہونا بعد وجود شرط کے فیلھو رھن یتضمن زیادۃ اور بعضوں نے کہا کہ بیع الوفا فی الحقیقۃ رہن ہے تو زوائد اسکے مضمون میں یعنی مشتری کو منافع بیع حلال نہیں ہیں انتہی رہن کے دخیل بیع نفیل الانتفاع اور بعضوں نے کہا کہ بیع الوفا درحقیقت بیع ہے کہ رہن سے فائدہ لینے کے سبب ہو وفی الخانیۃ شرح الجمع علیہ النہایۃ وعلیہ الفتوی اور شرح مجمع کے باب الاقالہ میں نہایہ سے منقول ہے کہ اسی پر فتوی ہے یعنی بیع ہونے پر قیل ان بلفظ البیع یکرھنا اور بعضوں نے کہا کہ بیع الوفا بلفظ بیع ہو تو رہن ہوگی ہم تو رہن ہوا عقد مستقل ہے شرعاً اور بیع اپنے احکام متعلقہ ہیں کذا فی الدرر ثم اذا ذکر الفسخ قبله او بعده او معا غیر لازم کان بیعا فاسدا یعنی جبکہ عاقدین نے بیع الوفا کے اندر یا قبل اسکے فسخ کو ذکر کیا یعنی شرط کیا یا دونوں نے اسکو بیع غیر لازم گمان کیا تو بیع فاسد ہوگی ولو بعد علی حدة لم یجز وازم الوفا بیعه کان للمولی اعیده لتکون لازمة الحاجة الناشئة هی کما فی الکافی والخانیة اقره حسن وهنا والمصنف فی باب الاکراہ والمالک فی باب الاقالۃ بزیادۃ اور اگر فسخ کو بعد بیع الوفا کے بطریق وعدہ ذکر کیا تو بیع جائز ہوا اور اس وعدہ کا وفا کرنا لازم ہوا سواسطے کہ موا عید یکاہے لازم الایفا ہو جاتے ہیں لوگوں کی حاجت کے واسطے اور یہی قول صحیح ہے کذا فی الکافی والخانیۃ وثابت رکھا ہے اس قول کو ملا خسرو نے بیان اور مصنف نے باب الاقالہ میں اور اس کو نے باب الاقالہ میں زیادہ بیان کے ساتھ وفی الظہیریۃ اوذکر الشرط بعد العقد یلحق اصلا حتی عندنا یشتغر ابه یذکر انه فی مجلس العقد او بعده وفی ظہیریہ میں ہے کہ اگر شرط مذکور ہوئی بعد عقد کے تو وہ شرائط عقد کے ساتھ لاحق ہوگی اور صاحب ہدیہ نے ذکر کیا ہے کہ اگر شرط فاسد عاقدین میں ہوا بعد اسکے صرف شرط فسخ ہاتھ سے نزدیک ملحق عقد سے ہوئی تو بیع فاسد ہوگی اگرچہ شرط بعد مجلس ہو کذا فی المحیط السرخسی وفی الذخیرۃ وکذا بیعه کاتبا ثانیا توقف علی اجازۃ مشتریه وفی بیوع الدرر والبزازیۃ فللبائع اور شتہ حتی کا ستحقاق اور بزازیہ میں ہو اور اگر بیع الوفا کے بائع نے مبیع کو بیچا دوسرے مشتری کے ہاتھ بطریق بیع لازم کے تو بیع اسکے مشتری اول کی اجازت پر موقوف ہوگی جیسے بطریق بیع الوفا کے خرید کیا تھا اور اگر مشتری بالوفا نے اسکو بیچا تو اسکے بائع اور بائع کے وارثوں کو حق استرداد ثابت ہوا ہم مشتری کی اجازت پر اسواسطے بیع موقوف ہوئی کہ حق مشتری اس سے متعلق ہو گیا اور بالع اور اسکے وارثوں کو حق استرداد ہوا نظر جانب ثمن واقاد فی الزیلعی ان ورثۃ کل من الیائع والمشتری تقوم مقام مورثہ نظر الجانبی الرھن فالحفظ اور شرنبلالیہ میں ذکر کیا کہ بالع اور مشتری ہر ایک کے وارث اپنے مورث کے قائم مقام ہیں نظر جانب ثمن تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم یہی حکم فتاوی عالمگیری میں الغرائبی سے منقول ہے

ولو استاجر دابۃ لیحمل علیہا طعاما معلوما الی موضع کذا فحملہ الی موضع ابعد منہ فہلکت فی الطریق ضمن قیمتہا فقط ولو استاجرہا لیحمل علیہا حنطۃ فحمل علیہا شعیرا ضمن قیمتہا وقیمۃ الشعیر ولو استاجرہا لیحمل علیہا قفیزا من حنطۃ فحمل علیہا قفیزا من شعیر ضمن قیمۃ الشعیر فقط ولو استاجرہا لیحمل علیہا قفیزا من شعیر فحمل علیہا قفیزا من حنطۃ ضمن قیمۃ الحنطۃ فقط ولو استاجرہا لیحمل علیہا قفیزا من حنطۃ

السادس فی بیع الوفاء انہ صحیح لحاجۃ الناس فرارًا من الربا وقالوا لما ضاق علی الناس امرہم الاتم حکمہ صاحب شامہ نے کہا اور زیادہ بین بیع افاسد سے قول سادس بیع الوفا میں یہ ہے کہ بیع الوفا صحیح ہے بسبب حاجت آدمیوں کے بیاج سے بھاگنے کے واسطے اور فقہا نے کہا ہے کہ کوئی امر لوگوں پر تنگ نہیں ہوا مگر اسکا مکروہ ہو جانا ہے ثم قال والحاصل ان المذہب عدم اعتبار العرف الخاص واکثر افتوا کثیرًا باعتبارہ فالمفتی یعتبار یفتی بان مافیہ فی بعض الاسواق من خلو الحوانیت حقالہ فلا یعمل حقا الحانوت حواجہ فیہا کما کان تعاملہ ولو کانا وقفا پھر صاحب شامہ نے کہا کہ البتہ ظاہر مذہب عدم اعتبار عرف خاص ہے ولیکن بہت فقہا نے عرف خاص کے موثر رکھنے کا فتوی دیا ہے تو میں کہتا ہوں بموجب اعتبار عرف خاص کے یہ ہے کہ جو فتوی دینا لائق ہے کہ جو بعضے بازاروں میں واقع ہوا ہے دوکانوں کا خلو اور لازم ہوا ور دوکانوں کا خلو اسکا حق ہو جاتا ہے تو صاحب دوکان اسکے نکالنے کا دوکان سے مالک نہیں اور نہ اسکے کرایہ دینے کا اگرچہ دوکان وقف ہو ہم تحقیق خلو اول کتاب البیوع میں مذکور ہو چکی وکذا القول علی الاعتبار العرف الخاص قد تحارث الفقہاء النزول عن الوظائف بمال یعطی لصاحبہا فینبغی الجواز لانہ لو نزل لہ وقبض منہ المبلغ ثم اراد الرجوع لم یملک ذلک کما حققناہ فی الاجارۃ اور اسی طرح میں کہتا ہوں عرف خاص کے اعتبار کرنے پر کہ البتہ فقہا میں متعارف ہے نزول عن الوظائف یعنی باز دینا وظائف سعیہ سے بسوض کسی مال کے جو صاحب وظیفہ کو دیا جاوے تو لائق یہ ہے کہ یہ نزول جائز ہو اور لائق یہ ہے کہ اگر صاحب وظیفہ اپنا وظیفہ چھوڑے اور اوطاق نے وظیفہ سے قبض کرے پھر اپنے وظیفہ کے لینے کا ارادہ کرے تو وہ اسکا مالک نہیں ہو الا حوال والقوۃ الا بالد قلت ایدہ فی زواہر الجواہر بما فی واقعات الناصریۃ رجل فی یدہ دکان متعارف فرفع للمتولی امرہ للقاضی لیفتحہا فاجارتہ فتعمل المتولی ذلک حضر الغائب فہو اولی ان کان لہ خلو فہو اولی بخلوہ ایضا وللخیار فی ذلک فان شاء فسخ الاجارۃ وسکن فی دکانہ وان شاء اجاز ہا ورجع بخلوہ علی المستاجر یرادہ الی اور یعنی لو کان لہ خلو ہو الخ ہم سے الیکار انتہی ملفظہ شارح کہتا ہوں میں کہتا ہوں زواہر الجواہر میں قول اشباہ کی تائید کی ہے واقعات ناصریہ سے جو واقعات ناصریہ میں ہے کہ ایک مرد ہے کہ اسکے ہاتھ میں دوکان ہے خلو دکان کے سوا وہ غائب ہو گیا اور متولی وقف نے اسکا حال قاضی کے روبرو پیش کیا قاضی نے دوکان کھولنے اور اسکے اجارہ دینے کا دوسرے شخص کو حکم دیا سو متولی نے ایسا کیا اور شخص اول حاضر ہوا تو شخص غائب اپنی دوکان لینے کا مستاجر سے زیادہ حق ہے یعنی اسو سبب لگا سکی مدت اجارہ ہنوز باقی ہے اگر غائب کا خلو ثابت ہو دوکان میں تو وہ اپنے خلو کے لینے میں بھی اولی ہے اور اس کو اختیار ہے سو اگر وہ چاہے تو اجارہ فاسد کو فسخ کرے اور اپنی دوکان میں آکر رہے اور دوکان کے اجارہ کو جائز رکھے اور اپنا خلو مستاجر سے پھیر لے اور مستاجر ثانی کو حق خلو کے ادا کرنے کا حکم ہو گا اگر صاحب دوکان راضی ہو اسکے ثانی ہونے سے اور اسکو دوکان سے خارج ہو جانے کا حکم نہ ہو گا یعنی بلا دینے حق خلو کے انتہی بلفظہ النوا ہر کذا فی حاشیہ الدنی

کتاب الکفالۃ

یہ کتاب ہے کفالت یعنی ضمانت میں مناسبتہا للبیع لکونہا فیہ غالبا ولکونہا بالامر معاوضۃ انتہاء مناسبت کتاب الکفالۃ کی بیع سے بسبب ہونے ضمانت کے بیع میں اکثر اور بسبب ہونے ضمانت بالامر کے معاوضہ کے امر میں چونکہ اکثر ضمانت بالثمن کی ہوتی ہے بیع کی لہذا بیع میں ضمانت غالب الوقوع ہے تو یہ مناسبت ہوئی بیع سے عموما اور بالصرف سے مناسبت یہ ہے کہ ضمانت اکثر کا عند الرجوع معاوضہ ہوا ہے جو ذمہ ثمن پر ثابت ہے کذا فی البحر وہی لغۃ الضم کفالت لغت میں بمعنی ضم ہے یعنی ایک چیز کو دوسری چیز سے ملانا کفالت لغت میں بمعنی اشتمال ہے اور وہ عبارت ہے ضم سے بھی کذا فی الطحطاوی وحکی ابن القطاع کفلتہ وکفلت بہ عنہ وثلثیت الفاء اور ابن قطاع نے کفلتہ اور کفلت بہ اور کفلت عنہ اور ثلثیث فا کو نقل کیا ہے ضم یعنی کفالت منعقد ہوتی ہے بقول ہر متعدی بجرو جارہ دونوں مستعمل ہوا ہے میں کہتا ہوں کفالت ثلثہ جائز ہیں دشرعا ضم ذمۃ المکفول الی ذمۃ الکفیل فی المطالبۃ مطلقا بنفس او بدین او عین کخصوص وہو کما سیجیء کان المطالبۃ ثم ذلک اور شرع میں

کفالت عبارت ہے ملانے ذمہ کفیل سے ذمہ اصیل کی طرف مطالبہ میں مطلقاً خواہ مطالبہ ذات کا ہو یا دین کا یا عین کا جبکہ وہ عین مضمون یا غیر مضمون ہو جیسے اسکا ذکر اولیگا اسوقت کہ مطلع شامل ہو اس مذکور کو یعنی نفس اور دین اور عین کو ہدایہ وغیرہ میں مصرح ہے کہ کفالت ضم فی المطالبہ سے عبارت ہے نہ ضم فی الدین سے اور یہی قول صحیح ہے یعنی کفیل پر مطالبہ کا ثابت ہونا جبکہ دین ثابت نہیں ہوتا اور بعضوں کے نزدیک کفالت ضم فی الدین ہے یعنی ضامن کے ذمہ میں ثابت ہونا ہے اسقوط از ذمہ اصیل اور یہ قول غیر صحیح ہے طحطاوی نے مصباح سے نقل کیا کہ ذمہ عبارت ہے لغت میں عہد اور امان اور ضمان سے نہر الفائق میں تحریر سے منقول ہے کہ ذمہ وہ وصف شرعی ہے جس سے وجوب لہ اور وبا علیہ کی صلاحیت ثابت ہوتی ہے اور فخر الاسلام نے ذمہ کو نفس و قلب صاحب عہد تفسیر کیا ہے اور مراد ذمہ سے عہد و میثاق ہے ومن عرفہا بالضم فی الدین انما اراد تعریف نوع منہا وھو الکفالۃ بالمال لانہ محل الخلاف اور جسنے کفالت کی تعریف ضم فی الدین کی ہے اسنے تو کفالت کی ایک قسم کے بیان کا ارادہ کیا ہے یعنی مال ضامنی کا کیونکہ وہی محل خلاف ہے ہم فقہا کا اسمیں اختلاف ہے کہ دین ذمہ کفیل کے ثابت ہوتا ہے یا نہیں کذا فی الحلبی وبہ یستغنی عما ذکرہ ملا خسرو ومصنف کی تعریف سے حاجت نہیں رہتی اس تعریف کی جسکو ملا خسرو نے ذکر کیا ہے ہم ملا خسرو نے در رمیں کفالت کی یوں تعریف کی ہے ہی ضم ذمۃ الی الذمۃ فی مطالبۃ النفس او المال او التسلیم شامع کا مطلبہ یہ ہے کہ بسبب مطالبہ کو علی الاطلاق کہا تو اقسام ثلثہ کو شامل ہا تفصیل کی کچھ حاجت باقی نہ رہی ذکرتہا بایجاب قبول بالفاظ لایستہام بحمل النقل الثانی یعنی کہا اور ضمانت کا رکن ایجاب و قبول ہے الفاظ آئندہ سے اور ابو یوسف نے قبول کو رکن نہیں ٹھہرایا یعنی ابو یوسف کے نزدیک فقط ایجاب کفیل سے کفالت تمام ہوتی ہے طرفانی قبول کرے یا کرے وشرطہا کون المکفول بہ نفسا او مالا مقدورا للتسلیم من الکفیل فلم تصح کفالۃ حدود اور شرط ضمانت یہ ہے کہ جس چیز کی ضمانت ہو خواہ نفس ہو یا مال مقدور التسلیم ہو ضامن سے یعنی ضامن اسکی تسلیم پر قادر ہو تو حدود اور قصاص کی ضمانی صحیح نہیں یعنی ہوسکے کہ حدود اور قصاص کے ضامن پر اقامت نہیں ہوتی یا یہ جو ہدایہ میں ہے فی الدین ہو قائما او ساقطا بعد ہ مفلسا او ضعیفا کبدل کتابۃ ونفقۃ زوجۃ قبل الحکم بہا اور دین کی ضمانت میں ہو دین کا صحیح قائم شرط ہے نہ دین کا ساقط ہونا مدیون کے مفلس ہو جانے سے اور نہ ضعیف ہونا دین کا چنانچہ بدل کتابت اور نفقہ زوجہ کا نفقہ قاضی کے حکم دینے سے پہلے ہم دین صحیح وہ ہی جو مدیون ادا یا ابرا ساقط نہ ہو صحیح کی قید سے دین ضعیف نکل گیا چنانچہ بدل کتابت کیونکہ وہ در صورت عجز مکاتب ساقط ہو جاتا ہے اور دین قائم کی قید سے نفقہ زوجہ نکل گیا اور ظاہر کلام شارح سے دلالت کرتا ہے کہ نفقہ زوجہ بھی دین ضعیف کی مثال ہے حالانکہ نفقہ بدون حکم قاضی یا رضامندی اصلا دین نہیں ہوتا تو وہ دین غیر قائم کی مثال ہے خلاصہ یہ ہے کہ بدل کتابت اور مفلس سے کے دین کی ضمانت جائز نہیں اور عدم جواز ضمانت نفقہ یہ بخشہ ز صاحب منہ کی روایت مذہب فما لیس دینا کالاولی لیفسو تو جو چیز کہ دین نہیں چنانچہ نفقہ زوجہ قبل الحکم اور الرضا اسکی کفالت بطریق اولی صحیح نہیں یعنی جبکہ دین ضعیف کی کفالت صحیح نہوئی تو غیر دین کی بطریق اولی صحیح نہیں وحکمہا لزوم المطالبۃ علی المکفول بہا ھی الاصیل نفسا او مالا وکفالۃ کا حکم یعنی اثر مترتب لازم ہونا مطالبہ کا ہی کفیل پر اس چیز کا جو اصیل پر واجب ہوا بعد تلف نفس یا مال کے یعنی اگر اصل نے مر گیا یا مال ضامنی ہلاک ہو گیا تو ضامن سے حاضر کر دینے کا مطالبہ ہوگا اور اگر مال ضامنی ہلاک ہو گیا تو اسکا مطالبہ نہوگا واھلہا من ھو اھل التبرع فلا تنفذ من مجنون وصبی کما اذا استدان لہ ولیہ واموال یکفل المال عنہ فیہر ویکون ماذونا فی کاد الحیط اور ضمانت کا اہل وہ ہی جو تبرع کا اہل ہے یعنی ہر عاقل بالغ تندرست تو ضمانت نافذ نہیں مجنون سے اور نہ صغیر سے مگر اگر صغیر وقت جبکہ اسکے واسطے اسکے ولی نے قرض لیا اور صغیر کو لوٹ کیا یہ مال ضامن ہو تو یہ ضمانت صحیح ہے اور یہ ضمانت صغیر کا اذن ہوگا ادائے قرض میں کذا فی المحیط ہم مال ضامنی کی قید اسواسطے لگائی کہ صغیر کو اپنے ولی کی حاضر ضامنی کرنا درست نہیں اسواسطے کہ ضمان میں صغیر پر یہ شرط لازم ہے تو شرط سے کوئی چیز زیادہ نہوگی سو اسے تاکید کے تو صغیر متبرع نہ ٹھہرا بخلاف ضمان نفس کے اور یہی حکم ہے وصی اور منیم کا کذا فی البحر وصح ضمان الصبی یطالب بہ بعد المال ہو وجب بالکفالۃ ولو لاہا لطولب الولی بغیر اور صحت ضمانت صغیر کا فائدہ یہ ہے کہ صغیر سے اس مال کا مطالبہ نہوگا بوجب ضمانت کے اور اگر ضمانت نہوتی تو ولی سے مطالبہ ہوتا کذا فی النہر کذا فی بعض کتب اور ضمانت نافذ نہیں مریض سے مگر ثلث مال سے یعنی ضمانت متبرع ہو اور مریض کا متبرع صحیح نہیں مگر اسکے ثلث مال میں کیونکہ وہ ثلث میں وارثوں کا حق متعلق ہو گیا وکمن عبد ومأذونا فی التجارۃ دیطالب بہ بعد العتق اذ الدین لہ المولی اور ضمانت نافذ نہیں غلام سے اگرچہ غلام ماذون ہو بخلاف مکاتب کے زمین

اور غلام سے بعد آزاد ہونے کے مطالبہ ہوگا اگر مجبلا اسکو اسکے مولی نے ضامن ہونیکا اذن دیا ہو تو درحالت مملوکیت بیع لیا جائیگا ضمانت میں اشہد طریقہ عوام مدیون نہ ہو کذا فی الجوہر اس دلیل سے معلوم ہوا کہ حریت نفاذ ضمانت کی شرط ہے انعقاد ضمانت کی وکذا من مکاتب لو باذن المولی اور ضمانت ناقہ نہیں مکاتب سے اگرچہ مولی نے اسکو اذن دیا ہو مکفول لہ کی شرط باقی رہ گئیں وہ اصیل کی شرط ہے کہ قادر ہو کفوالہ کی تسلیم پر تو غلامیت سے ضامن ہونا صحیح نہیں اور یہ کہ اصیل معلوم ہو تو غیر معلوم سے ضمانت جائز نہیں اور اسکا آزاد اور عاقل بالغ ہونا شرط نہیں اور مکفول کی شرط یہ ہے کہ معلوم ہو اور مطالبہ میں موجود ہو اور یہ انعقاد ضمانت کی شرط ہے اور اسکا عاقل ہونا شرط ہرزہ آزاد ہونا کذا فی الطحطاوی عن البحر والملتقی وھو الذی یکفول لہ اور مدعی یعنی صاحب دین کو مکفول لہ کہتے ہیں یعنی جسکے نفس کے واسطے ضمانت ہوئی والملتقی علیہ وھو المدیون مکفول عنہ ویسمی اصیلا ایضا اور مدعی علیہ یعنی مدیون مکفول عنہ ہر یعنی جسکی طرف سے ضمانت ہوئی اور اسکو اصیل بھی بولتے ہیں والنفس او المال مکفول بہ اور نفس یا مال مکفول بہ ہے یعنی جس چیز کی ضمانت ہوئی ومن لزمتہ المطالبۃ کفیل اور جسپر کفالت سے مطالبہ لازم ہو وہ کفیل ہوگا کفیل کو زعیم اور ضامن اور حمیل اور قبیل بھی کہتے ہیں ودلیلھا الاجماع وسندہ قولہ علیہ الصلوۃ والسلام الزعیم غارم اور صحت ضمانت کی دلیل اجماع امت ہے اور سند اجماع کی حدیث ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کہ الزعیم غارم یعنی ضامن صاحب تاوان ہے اس حدیث کو ابوداؤد اور جامع ترمذی میں ہے ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے وترکھا المحیط مکتوبۃ فی التوراۃ الزعامۃ اولھا ملامۃ واوسطھا ندامۃ وآخرھا غرامۃ عجبتی اور ضامنی مکروہ ہے مبتلا ہونے تو ریت میں لکھا ہے کہ ضامنی کے اول میں ملامت ہے اور درمیان میں ندامت اور اسکے آخر میں تاوان عجبتی یعنی عجب صفات کے اول میں ملامت ہے یعنی خلق اسکو ملامت کرتی ہے کہ کیوں پرایا بوجھ اپنے اوپر لیا اور درمیان میں ندامت ہے یعنی بعد ضامنی کے آدمی سوچتا ہے کہ میں نے احمقانہ کام کیا اور بشدید جیم ہونے تو سخت ملال میں گرفتار ہوا اور غرامت سے اداء مال مراد ہے اور یہ اکثر ضمانت میں پیدا ہوتا ہے تو وہم ضرر پر ہوتا ہے اور یہ ضامنی کو شامل ہے کہ اس نے ضمانت کی پرایا کام کرکے اور اسکی خوبیوں سے سکوت کیا حالانکہ اسمیں عمدہ خوبیاں بھی ہیں تو انجملہ یہ ہے کہ ضامن ہونے سے طالب خیالات کا غم فتوحات ورہوتا ہے اور یہ مطلوب کو اپنی ذات پر خلاف ہوا اسکی تشویش دور ہوئی ہے چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ جو دین کی نشوائش اور مصیبت دنیا میں رفع کرے حق تعالی اسکی مصائب کو روز قیامت کے دور کریگا وکقالۃ النفس تنعقد بکلمات تنبئ عما یعبر بہ عن بدن کالطلاق وقد سنا غیرھم لو بغیر فواطلاق الید وعلی الجملۃ ضرب الطلاق فکذا فی الکفالۃ فتح اور کفالت نفس یعنی حاضر ضامنی منعقد ہوتی ہے یوں کہنے سے کہ میں ضمانت کی اسکی ذات کی اور مانند اسکے وہ لفظ ہو جس سے بدن انسان کو تعبیر کیا جاتا ہے مانند طلاق کے اور ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں وہاں کتاب الطلاق میں کہ اگر ایک قوم میں یونہی ہاتھ کا نام بدن پر صروف ہو اور مروج ہو تو اس سے طلاق واقع ہوگی تو اسیطرح کفالت میں کذا فی الفتح یعنی اگر یدی کہے یا رجل کہے یا بدن بولے جہاں تو اگر ایک شخص کہے کہ میرا اسکا ضامن ہوں تو ضمانت منعقد ہوتی ہے دیجہ شائع کفلت بنصفہ او ربعہ اور انسان کے جزء شائع سے آنا کفالت منعقد ہوتی ہے جیسے بیع کفالت کی اسکے نصف یا ربع کی ہر نصف یا اشد ربع کفول عنہ کا مارے تو اگر کفیل اپنے جزء شائع کی طرف ضمانت کرے جیسے کہ میرے واسطے سہ الف یا اسکے نصف یا اسکے ربع کا ضامن ہوا تو جائز ہے کذا فی الطحطاوی عن السراج وتتعدد بتعدد المجلس علی الاصح عندنا وانابہ ابھیم ای کفیل بہ او قبیل بہ او حمیل بہ او بالزاء او بالزعیم او بالحمیل او بالقبیل او بالضمین او بالضامن او بالکفیل او بالکفالۃ او بالضمان او بالضمانۃ او بالحمالۃ او بالحمالۃ او بالحمال

بیان المضمون بہ ھو نفس مال کما نقلہ فی الخانیۃ عن الثانی اور قول ضعیف یہ ہے کہ اگر ضامن حق مجتمعا سے ضمانت منعقد نہیں ہوتی مبسوط میں ہے کہ مضمون کے یعنی جس چیز کی ضمانت ہوئی اسکا بیان نہیں کردہ کیا ہے دین ہے یا مال ہے جنانچہ خانیہ قول خانیہ میں ابو یوسف سے مروی ہے قال المضمون ھو النفس والظاھر ھو المال لیس لہ ان یلتقط منہ فان فتاواہ انہ لو قال الطالب ضمنت بالمال و قال الضامن انما ضمنت بنفسہ لا یحلف مصنف نے اپنی شرح میں کہا ظاہر الروایہ انعقاد ابو یوسف کا مذہب نہیں بلکہ یہ صاحبین نے فتاوے میں استنباط کیا ہے اگر طالب کہے کہ تو نے مال کی ضمانت لی ہے اور ضامن کہے کہ میں نے فقط نفس کی ہے تو ضمانت صحیح نہیں ہم حلبی نے کہا ہو سکتے ضمانت صحیح نہیں کہ دونوں کا اتفاق لیکن اسپر نہیں ہو طحطاوی نے کہا کہ یہ استنباط منافی ضعف نہیں تو بقول معتمد قول مذکور کفالت بنفس ہی قال و ینبغی ان اذا اعترف انہ ضمن بالنفس ان یأخذ بالمال لانہ رجع بعض مصنف نے کہا کہ لائق یوں ہو کہ جب ضامن اقرار کرے کہ وہ ضامن ہوا ہے اسکی ذات کا کردہ ماخوذ ہو اپنے اقرار سے تو اس روایت کو تلاش کر کتب معتمدہ میں فلا تعقل فی قولہ انا ضامن و کفیل لوجہہ علی الی ھذا خلافا للثانی لانہ لا یلتزم المطالبۃ بل المعرفۃ جیسے معتمد نہیں ہوتی ضامنی اس قول میں کہ میں ضامن یا کفیل ہوں اسکی معرفت اور شناخت کا برخلاف ابو یوسف کے ضمانت ہو سکتے معتمد نہیں ہوتی کہ قائل نے مطالبہ کا التزام نہیں کیا بلکہ شناخت اور پہچان کا اختلف فی انا ضامن اتبرء اذا عرفوہ والصحیح الملزوم فتح اور اختلاف ہے اس قول میں کہ میں ضامن ہوں اسکی ذمہ لیتا ہوں یا اسکے ذمہ لیتا ہوں یعنی اسکے پیچھا دینے کا ضامن ہوں اور دلیل قوی لزوم ضمانت ہے کذا فی الفتح ہم اسپر سے کہ تعریف مصدر متعدی ہو تو قائل نے التزام کیا کہ طالب کو مطلوب کی طرف دلالت کرے برخلاف معرفت کے اس سے ثابت نہیں ہوتا مگر پہچنا کفیل کا مطلوب کو کذا فی الحوی کاتا ضامن لوجہہ حد لانہ یعبر بہ عن الجملۃ سراج پہنچا پچاس قول میں لزوم ضمانت ہے کہ میں اسکے چہرے کا ضامن ہوں ہو سکتے کہ چہرے سے سارے بدن کی تعبیر ہوتی ہے کذا فی السراج و فی معرفۃ فلان علی تبلزمہ ان یدل علیہ خانیۃ و لا یلزم ان یکون کفیلا اور اس قول میں کہ فلانے شخص کی شناخت مجھ پر ہے اسپر تبادینا لازم ہے اور تبادینے کو لازم ہونا ضامن نہیں کذا فی التبیین اذا کفل للامام مالا کل کفیل بعد الثلثۃ ایام مالا کل کفیل بعد الثلثۃ ایضا حتی لو سلم الکفیل الی المکفول لہ بعد ھذہ المدۃ لم یبرأ الکفیل لتأخیر المطالبۃ اور جبکہ ضامن ہوا تین دن تک مثلاً تو وہ ضامن ہو گا تین دن کے بعد بھی ہمیشہ تا وقتیکہ اسکی تسلیم کرے ہو سکتے کہ منقطع اور شرح مجمع میں ہے کہ اگر قول مدیون بالفصل مطلوب کو تسلیم کر دے تو ضامنی سے بری ہو گا اور مدت کا بیان تو مطالبہ کی تاخیر کے واسطے ہے یعنی ذکر مدت انقطاع ضمانت کے واسطے نہیں ہو سکتا تاخیر مطالبہ کے واسطے ہو تو انسلیم مطلوب یہ دلیل ضمانت ہو طحطاوی نے کہا کہ ابتداء ضمانت کے حذف سے اشارہ کیا اگر یوں کہے کہ جو چلا کفیل ضامن ہوں آج سے دس دن تک تو وہ بالفصل ضامن ہو جائیگا اور جب دس دن گذر جائینگے تو وہ ضامن باقی نہ رہے گا کذا فی البحر الرائق و لو زاد و لا ابرئ فلانا لم یصر کفیلا اصلا فی ظاھر الروایۃ و ھو الصحیح لا تلزم درھما واشباہ اور اگر اشارہ زیادہ کہا کہ میں بری الذمہ ہوں مطلب اسکے یعنی یوں کہا کہ دس دن تک ضامن ہوں اور اسکے بعد بری الذمہ ہوں تو ہمیشہ ضامن نہ ہو گا ظاہر الروایہ میں اور یہ حیلہ ہے کہ کفالت میں جو لازم منوط اصلا ضامن نہ ہو گا یعنی مطلقاً ضامن نہ ہو گا مدت کے اندر بعد مدت کے اسواسطے کہ اعتبار بہ تا ہی آخر کلام کا اور حالانکہ آخر کلام میں وجہ ضمانت سے بری ہو گیا تو اول کلام سے معلوم ہوا کہ وہ مطالب ہو گا لمجرد مدت کے کیونکہ مذکور ہو چکا کہ ذکر مدت تاخیر مطالبہ کے واسطے ہو اور پھر گفتگو سے ذکر کیا کہ بمجرد مدت وہ ضمانت سے بری ہو تو سمجھو قت آپ مطالبہ نہ ہوا تو ضمانت بھی نہ ہوئی کذا فی الطحطاوی قلت و العلم فی لسان الحکام عن ابی اللیث و ان علیہ الفتوی ثم نقل عن الواقعات ان الفتوی انہ یصیر کفیلا انتہی لکن تقوی کلام ابی اللیث فتنبہ میں کہتا ہوں کہ صاحب اشباہ نے لسان الحکام میں ابو اللیث سے نقل کیا کہ اسی پر فتوی ہے یعنی عدم کفالت پر پھر واقعات سے نقل کیا کہ اسی پر فتوی ہے کہ وہ کفیل ہو جاتا ہے انتہی کلام اور لیکن قول ابو اللیث یعنی عدم ضمانت کا فتوی قوی ہوتا ہے اس وجہ سے کہ وہ ظاہر مذہب ہے سوا گاہ رشہام یعنی وہ صورت تعارض امر ظاہر الروایۃ کے ساتھ جو علامہ ہے کہ یطالب بما یقول فی المال فی ظاھر الروایۃ و یبقی مجھولا فی المسامحۃ اور جبکہ مجہول رہا تین دن کی مدت سے ضمانت ہوئی تو ضامن سے مکفول بہ کا مطالبہ فی المال نہ ہو گا یعنی دن گذرنے کے ظاہر الروایہ میں اور اسپر فتوی ہے اور اسی قول کو صحیح کہا ہے صاحب محیط نے و فی المزازیۃ کفل علی انہ

متواد کما لو طلب قبل حل شهر حلت وله اجل شهر من طلبه فاذا تم الشهر فطالبه لزم التسليم ولا اجل له ثانيا اور ترازبین ہو کہ ایک شخص نے ضامنی کی اس شرط پر کہ جو ثوقت اور بہ بار اُس سے مطالبہ ہو تو اُسکے واسطے ایک مہینے کی مدت ہو تو ضامنی صحیح ہوا اور اسکو ایک مہینہ کی مدت ہوگی جیسے کہ طالب اصل سے طلب کریگا یعنی طلب اصل کے بعد یہ جب مہینہ پورا ہو تب طالب اُس سے مطالبہ کریگا تو ضامن کو حاضر کرنا مکفول کا لازم ہوگا اور ضامن کے واسطے دوسری بار مدت مقرر نہوگی ہم معنی مطالبہ ہے ایک مہینے کے بعد تبیین ظاہر ہوگی کیونکہ اگر الطال ضمانت لازم آوے عدم مطالبہ سے مطلقاً ثم قال وكفل على انه بالخيار عشرة ایام او الكفيل بخلاف البيع لان مبناها على التوسع پھر صاحب ترازیہ نے کہا کہ ضامن نے ضامنی کی اس شرط پر کہ دس دن یا زیادہ اسکو اختیار ہو یعنی چاہے مدت میں ضامنی کو رد کرے تو صحیح ہو بخلاف بیع کے کہ اسمین تین دن سے زیادہ خیار شرط صحیح نہیں ہوسکتا ہے کہ ضمانت کی بنا کشادگی پر ہو دان شرط تسليم فورا بعينه فيما طلب الدين مؤجل حل اور اگر شرط ہوگئی ہو مکفول بہ کی تسلیم اسی وقت مین تو ضامن اسکو اسوقت مین حاضر کرے اگر مکفول طلب کرے جیسے دین موجل کا ادا کرنا لازم ہے جسکی مدت ہو چکی ہم الحطاوی نے کہا کہ لفظ شرط کو مجہول پڑھنا چاہیئے تا کفیل اور مکفول لہ دونوں کی شرط کو شامل ہے فان احضره فيما والا حبسه الحاكم حتى يظهر مطله پھر اگر کفیل مکفول بہ کو حاضر کرے مدت مشترطہ مین تو خوب ہے اور نہیں تو حاکم اسکو قید کرے جب کہ اسکا مالنا ظاہر ہو ہم شارح کہ یوں کہنا بہتر تھا کہ اذا ظهر مطله اسواسطے کہ بحر الرائق مین ہے کہ ضامن کو حاکم قید نکرے تا وقتیکہ اُسکا مالنا ظاہر نہو کیونکہ حبس ظلم کی جزا ہے اور وہ ٹالنے سے پہلے ظالم متحقق نہیں اور یہ حبس نسخون مین حبس بظہر مطله ہوا اور یہ ظاہر ہو خانیہ اور ترازبین ہے کہ حبس اسوقت ہو کہ ضامن معترف ہو اور اگر ضمانت کا منکر ہو اور گواہون سے اسکی ضمانت ثابت ہو تو اُسوقت اُسکے حبس مین جلدی کرے کذا فی الطحطاوی ولو ظهر عجزه ابتداء لا يحبسه عينى اور اگر ضامن کی عاجزی حاضر کرنے مین شروع سے ظاہر ہو تو اُسکو قید نکرے کذا فی العینی فان غاب اعلم مدة ذهابه وإيابه ولو لدار الحرب عينى وابن ملك پھر اگر مکفول غائب ہو تو ضامن کو اُسکے پاس جانا اور آنا کی مدت کا اعلام ہے اگر یہ مکفول بہ دار الحرب مین ہو کذا فی العینی وابن ملک ولو لم يعلم مكانه لا يطالبه لانه عاجز ان ثبت ذلك بتصديق الطالب يلزمه الذهاب مدة اقامة الكفيل مستدلا بها وافتيه اور اگر ضامن مکفول بہ کا مکان نجانتا ہو کہ کون شہر مین وہ گیا ہو تو اُس سے مطالبہ کیا جاوے گیونکہ وہ عاجز ہے بشرطیکہ عدم علم مکان کا طالب کے تصدیق کرنے سے ثابت ہوا ہو کذا فی الزیلعی بحر الرائق مین اسنازیادہ کیا ہے یا ضامن کے گواہون سے ثابت ہوا ہو فیہ کی عبارت سے مستدل کرکے ہم طحطاوی نے کہا اسمین یہ خلل ہو کہ یہ گواہی اس چیز کی نفی پر ہے جسپر علم شاہد محیط نہین غاب المكفول به فللاش ملازمة الكفيل حتى يحضره مکفول بہ غائب ہو گیا تو ضامن کو ملازمت کفیل جائز ہوا اور وہ ملازمت کا یہ حیلہ ہو کہ دعوی کرے ضامن طالب پر کہ یہ شخص غیبت غیر سلہ سے غائب ہے سوا سکا مکان مجھے بیان کردے پھر اگر ضامن اپنے اس دعوی پر گواہی گذارنے تو طالب کی خصومت اُس سے مندفع ہو جائیگی ولو اختلفا فالقول له فاخرجه بتجارة صدقه وأمر الكفيل بالذهاب اليه ولا حلف لانه لا يدري موضعه اور اگر طالب اور ضامن مین اختلاف ہو یعنی ضامن کہتا ہو کہ مین مکفول کا مکان نہین جانتا اور طالب کہتا ہو کہ تو جانتا ہے تو اگر مکفول بہ سوداگری کے واسطے جاتا ہو اور وہ مکان مشہور ہو تو ضامن کو اُس تک جانیکا حکم ہوگا اور نہین تو اس سے قسم لیجاوے گی وہ اُسکا مکان نہین جانتا ہے فی کل موضع حلفنا بزهابه اليه للطالبان لا يستوثق بكفيل من الكفيل لئلا يغيب الآخر جس مکان مین ہمنے ضامن سے جانیکو کہا تو طالب کو جانیکو کہا ہے یہ کہ ضامن سے ضمین طلب کرے ضامن لیکر تا کہ دوسرا غائب ہو جاوے ويبدأ الكفيل بالنفقة وبموت المكفول به ولو عبدا ان اداه به دفعوا هم الا يعمل فاذا انفق تسليم لزمه قيمة ومحى ما لو كفل بقيمته اور بری الذمہ ہو جاتا ہے حاضر ضامن مکفول بہ کی موت سے اگرچہ مکفول غلام ہو مصنف نے غلام کا ذکر کرنیسے اس ہم کو دفع کیا کہ غلام تو مال ہے پھر جب اُسکی تسلیم متعذر ہوئی تو اُسکی قیمت ضامن پر لازم ہوتی اور آگے آویگا قید غلام کی ضمانت کا مسئلہ ويحول الكفيل والطالب الى ورثته ياحضار ه او بريادت محل ہوتی ہے ضامن کی موت سے اور قول ضعیف یہ ہے کہ ضامن کے وارث سے مکفول بہ کے حاضر کرنیکا مطالبہ ہوگا کذا فی السراج

لا بموت الطالب بل وارثہ او وصیہ یطالب الکفیل وقیل یبرأ وھو ہدایۃ والمذھب الاول اور ضامن بری الذمہ نہیں ہوتا طالب کی موت سے بلکہ طالب کا وارث یا اسکا وصی ضامن سے مطالبہ کریگا اور قول ضعیف یہ ہے کہ طالب کی موت سے ضامن بری الذمہ ہو جاتا ہے کذا فی الہدایہ اور قوی مذہب پہلا ہے ویبرأ بدفعہ من کفل لہ حیث ای فی موضع یمکن محاکمتہ سواء قبلہ الطالب او لا وان لم یقل وقت التکفیل اذا دفعتہ الیک فانا بری ویبرأ بتسلیمہ مرۃ واحدۃ سلمتہ الیک بحکم الکفالۃ او کالہ او الطلبہ منہ والا فلا یبرأ لان یقول ذالک اور بری الذمہ ہو جاتا ہے ضامن مکفول کو سپرد کرنے سے اس مکان میں جہاں اسکو محاکمہ ممکن ہو خواہ طالب اسکو قبول کرے یا نہ کرے اگرچہ ضامن نے ضمانت کے وقت یہ نہ کہا ہو کہ جب میں مکفول کو تیرے سپرد کروں تو میں بری الذمہ ہوں اور بری الذمہ ہو جاتا ہے بایں الفاظ تسلیم سے خواہ ضامن نے طالب سے یوں کہا ہو کہ میں نے اسکو سپرد کیا تیری طرف کفالت کی وجہ سے یا یہ کہا ہو یہ لے اُس شرط پر جو تجھ پر طالب نے مجھ سے مکفول کو طلب کیا ہو اگر طالب نے کہا ہو تو یہ لے حاضر ہو کہ میں نے اسکو بجہت کفالت تجھکو سپرد کیا ہو مکان میں کہ مخاصمت کی قید بطریق لگانی کے اگر جنگل یا دیہات میں تسلیم ہوگی تو ضامن بری الذمہ نہ ہوگا کیونکہ طالب وہاں خصومت پر قادر نہیں ولو شرط التسلیم فی مجلس القاضی فسلمہ فی غیرہ لم یبرأ لتفاوت الناس فی اعانۃ الحق اور اگر تسلیم مکفول کی کچہری قاضی میں شرط ہو تو ضامن وہیں اسکو حاضر کرے اور اگر کسی تسلیم غیر مجلس قاضی میں جائز نہیں ایسا فتوی ہمارے زمانے میں بسبب سستی کرنے لوگوں کے امر حق کی مددگاری میں ہم نے فرکا قول مفتی بہ ہے ولو سلمہ عند الامیر او شرط التسلیم عندھا لقاضی فسلمہ عند قاض اخر جاز بحر اور اگر صورت شرط یہ تھا جانبی ضامن مکفول کو اسکے امیر کے پاس حاضر کیا اسکی تسلیم قاضی کے پاس شرط تھی سو اسنے وہ حاضر قاضی کے پاس سپرد کیا تو جائز ہو کذا فی البحر ولو سلمہ فی السجن لو سجن ھذا القاضی جاز بحر امیر البلد وھذا للصلح او لا ان سجن ھذا القاضی او اگر اسکو قید خانہ میں سپرد کیا اگر اس قاضی کا قید خانہ ہے یا حاکم شہر کا قید خانہ ہے اس شہر میں تو جائز ہو کذا صرح بہ ابن ملک شرح المجمع کذا یبرأ الکفیل بتسلیم المطلوب نفسہ لحصول المقصود وبتسلیم وکیل الکفیل لقیامہ مقامہ ورسولہ الذی یرسلہ الی غیرہ کالاجنبی اور اسی طرح ضامن بری الذمہ ہوتا ہے مطلوب کی تسلیم سے اپنی ذات کو یعنی اگر مکفول بہ خود حاضر ہوا تو ضامن بری ہو گیا بسبب حاصل ہونے مقصد کے اور ضامن بری الذمہ ہو جاتا ہے وکیل کی تسلیم سے جو قائم ہوا ہے وکیل کے مقام اسکے اور بری الذمہ ہوتا ہے ضامن قرستادہ کی تسلیم سے طالب کی طرف سے اسطرح کہ ضامن کا قرستادہ غیر طالب کی طرف جیسی کے مانند ہے ہم تسلیم مطلوب سے اسوقت ضامن بری الذمہ ہوتا ہے کہ جب کفالت بامر مطلوب ہوا اور اگر اسکے بغیر امر ہو تو بری نہیں ہوتا اور غیر طالب کی طرف تسلیم رسول کی یہ صورت ہے کہ ضامن نے ایک شخص سے کہا کہ اے اسکو اور فلانے شخص کو سپرد کر دے وہ طالب کو سپرد کرے پھر رسول نے خود طالب کو سپرد کیا تو یہ اجنبی کے مانند ہوا اور تسلیم اجنبی کی یہ صورت ہے کہ شخص اجنبی نے مطلوب کو طالب کی طرف سپرد کیا اور کہا کہ میں اسکو تیرے پاس ضامن کی جانب سے سپرد کرتا ہوں سو اگر طالب اسکو قبول کرے تو ضامن بری الذمہ ہو گیا اور اگر نہ پھیرے تو ضامن بری نہیں کذا فی الظہیریہ ویشترط ان یقول لکل واحد منھما سلمت الیک عن الکفیل دون من کفالتہ ای بحکم الکفالۃ عنی وکالہ لا یبرأ ابن کمال فیحفظ اور تسلیم رسول میں قبول کرنا طالب کا شرط ہے اور یہ شرط ہے کہ ہر شخص کو جن سے یعنی مطلوب اور ضامن کا رسول طالب سے کہے کہ میں نے تجھکو سپرد کیا ضامن کی جانب سے کذا فی الدرر اسکی ضمانت سے یعنی بحکم ضمانت سپرد کیا کذا فی العینی اور اگر اسطرح نہ کہیگا تو ضامن بری الذمہ نہ ہوگا کذا فی صرح ابن کمال تو اسکو یاد رکھنا چاہیے فان قال ان لم اوافک بہ غدا فھو ضامن لما علیہ من المال فلم یوافہ مع قدرتہ علیہ فلہ ان یحبسہ ومع ذلک لم یلزمہ المال لانہ اذا عجز بموت المطلوب او جنونہ کما افادہ بقولہ اگر ضامن نے کہا کہ اگر میں مطلوب کو کل نہ لاؤں تو میں ضامن ہوں اس مال کا جو اسپر ہے سو وہ مطلوب کو نہ لایا باوجودیکہ لانے پر قادر تھا تو اگر ضامن اسنے سے عاجز ہو بسبب موت یا بیماری کے تو اسپر مال لازم نہیں مگر اسوقت جبکہ مطلوب کی موت یاد دیوانگی سے حاضر کر سکے چنانچہ مصنف نے اسکو اپنے آئندہ قول میں بیان کیا ہے اور اگر ضامن عاجز ہو طالب کے غائب ہو جانے سے تو مال لازم ہوگا خلاصہ میں ہے کہ جب طالب غائب ہو تو قاضی اسکی طرف سے وکیل قائم کرے حکذا فی الظہیریہ وعلیہ فتوی الطلوب فی الصورۃ المذکورۃ تضمن المال فی الصور تین لانہ علق الکفالۃ بالمال بالشرط فصح

یا مطلوب مرگیا صورت مذکورہ میں تو ضامن ہوگا مال کا دونوں صورتوں میں یعنی حاضر کرنے ضامن باوجود قدرت اور مطلوب کے مرجانے ضامن سے اسواسطے کہ حاضر ضامنی نے مال ضامنی کو شرط تعارف پر معلق کیا تو تعلیق صحیح ہوئی مطلوب کی موت سے ضامن حق تسلیم باطل ہوگئی نہ درحق مال لایعبر اعن کفالۃ النفس لعدم التعارف اور ضامن ضامنی سے حاضر ضامنی سے بری الذمہ ہوگا لانہ بسبب ضمان المخالفت کے یعنی الضامنی اور حاضر ضامنی میں تخالف ہے جس جہت سے ضامن قال برأ عنہا قلم یبرأ المال لفقد شرطہ سو اگر بصورت مذکورہ طالب نے ضامن کو حاضر ضامنی سے بری الذمہ کردیا پھر ضامن نے مطلوب کو حاضر نہ کردیا تو پھر مال واجب ہوگا کیونکہ پایا گیا شرط کے یعنی شرط وجوب مال عدم تسلیم مطلوب ہے درصورت بقاے حاضر ضامنی سوا براے طالب سے وہ باقی ہے قید بموت المطلوب لانہ لو مات الطالب ورثتہ ولومات الکفیل طولب ورثتہ ۱۲ مصنف نے موت طالب کی تقید لگائی اسواسطے کہ اگر طالب مرگیا تو اسکا وارث طلب کرے گا اور اگر ضامن مرگیا تو اسکے وارث سے مطالبہ ہوگا کذا فی الدرر فان دفع الوارث للطالب برئ وان لم یدفع حتی مضی الوقت کان المال علی الوارث یعنی من ترکۃ المیت یعنی پھر اگر ضامن کے وارث نے مطلوب طالب کو سپرد کیا تو وارث بری الذمہ ہوگیا اور اگر اسکو نہ دیا یہاں تک کہ وقت گذر گیا تو مال لازم ہوگا ضامن کے وارث پر یعنی میت کے ترکہ سے مال دینا لازم ہوگا کذا فی العینی ولو اختلفا فی المواقاۃ وعدمہا فالقول للطالب لانہ منکرہا وحینئذ فللاولیاء الکفیل خانہ اور اگر دونوں نے مطلوب کی سپردگی اور عدم سپردگی میں اختلاف کیا تو طالب کا قول معتبر ہوگا کیونکہ وہ منکر ہے اور اسوقت میں تو مال لازم ہوگا ضامن پر کذا فی الخانیۃ فیہا لو اختلفا فلم یحضر الکفیل نصب عنہ القاضی وکیلا اور خانیہ میں ہے کہ اگر جھگڑیں طالب ضامن سے تو اسکو نہیں تو قاضی اسکی طرف سے ایک وکیل قائم کرے یعنی جو طالب سے اسکو سپرد کیا جاوے ولا یصح الکفیل علی المواقاۃ کالحجۃ اور ضامن کی تصدیق نہ کیجائیگی مواقات پر یعنی مطلوب کے حاضر کرنے پر بہ دو گواہی کے ادعی احد حقا علی آخر مائۃ دینار او لہ علیہ کذا دینارا ولہ بینہا بجدۃ تام رد یۃ ام شرعیۃ لتعدد الدعوی ایک شخص دوسرے پر غیر معین حق کا دعوی کیا کذا فی العینی یا سو دینار کا دعوی کیا او اسکی صفت کا بیان نہ کیا کہ دینار عمدہ یا ناقصہ یا شرعی ہوتا کہ دعوی صحیح ہوتا قال ایجل المدعی دعواہ فانا کفیل بنفس فان لم یواف بہ غدا فعلی المائۃ فلم یوافہ الرجل بہ غدا فعلیہ المائۃ ای التی بینہا المدعی اما بالبینۃ او باقرار المدعی علیہ سو مدعی نے مدعا علیہ سے ایک روز کہا کہ مدعا علیہ کو چھوڑ دے میں اسکا حاضر ضامن ہوں اور اگر وہ کل ادا نہ کریگا تو میں سو دینار میں سو جسکے بعض ہونے کو مدعی نے بیان کیا جو یعنی ثابت کیا ہے یا گواہی سے یا بدیں حاضر کے اقرار سے دفعہ للکفالۃ کانہ اذا بین المتحق البیان باصل الدعوی تبین صحۃ الکفالۃ فترتب علیہا المطالبۃ اور صحیح ہوئی دونوں ضمانیں یعنی حاضر ضامنی اور مال ضامنی اسواسطے کہ جب دعوی کا بیان ہوگیا تو یہ بیان اصل دعوی سے ملحق ہوگیا تو حاضر ضامنی کی صحت ظاہر ہوگئی تو اسپر دوسری ضامنی یعنی مال ضامنی مترتب ہوگئی یعنی ہر چند مال دعوی مجہول غیر معین تھا لیکن جب خرکار اسکا بیان ہوگیا تو جہالت مرتفع ہوگئی اور حاضر ضامنی صحیح ہوگئی پھر جب حاضر صحیح ہوئی تو اسپر مال ضامنی کی بھی صحت مترتب ہوگئی والقول لہ ای الکفیل فی البیان لانہ یدعی صحۃ الکفالۃ اور بیان میں اسکا قول معتبر ہے یعنی کفیل کا کیونکہ وہ صحت کفالت کا مدعی ہے وہم شارح اجماع ضمنیہ میں صاحب درر کا تابع ہوگیا اور حالانکہ صواب یہ ہے کہ مرجع ضمیر کو مکفول لہ ہو چنانچہ شرح التنقیح میں ہے اسواسطے کہ اس صورت پر تعلیل مذکور ال ہے یعنی بانہ یدعی الصحۃ کیونکہ ضمیر مدعی کی مکفول لہ کی طرف مرجع ہے کذا فی الطحطاوی وکلام السراج یفید اشتراط اقرار المدعی علیہ بالمال فلیحرر اور سراج کا کلام مال کے مدعا علیہ کے اقرار پر مشروط ہونا مفید ہے تو اسکی تنقیح کرنا چاہیے م طحطاوی نے کہا الاعتماد کے لائق وہ ہے جو ہدایہ اور کنز اور اصلاح اور مجمع اور درر وغیرہا میں ہے کہ مدعا علیہ کا اقرار شرط نہیں بلکہ مدعی کا بیان کافی ہے لا یجبر المدعی علیہ علی اعطاء الکفیل بالنفس فی دعوی حق فی قود مطلقا ماعلیہ پر جبر نہیں حاضر ضامنی دینے کے واسطے حدود قصاص کے دعوی میں مطلقا وقال یجبر فی قود حد قذف سرقۃ لکفر برد لانہ حق اللہ تعالی والعباد یجبر للملازمۃ کالحبس اور صاحبین نے کہا کہ مدعا علیہ پر حاضر ضامنی دینے کے واسطے جبر ہے قصاص اور حد قذف اور سرقہ میں تعزیر کے مانند کیونکہ وہ آدمی کا حق ہے اور جبر سے مراد بقول صاحبین ملازمت ہے یعنی ساتھ پھرنا نہ قید کرنا ولو لعطی بہ ضامنا کفیلا فی قود

وقذف وسرقة جاز اتفاقا قال ط لكمال نظام الاسم انتفى بعضه تعالى لا يجوز نفيه حتى قيل لو قتل فليكن اليزيد فتوا ور اگر مدعا نے اپنی خوشی سے خاص دیا قصاص اور قذف اور سرقہ کے دعوی میں تو بالاتفاق جائز ہے کما صرح ابن کمال تو فہما کا ظاہر کلام یہ ہے کہ ضمانت حق تعالی کے حقوق میں جائز نہیں کذا فی النہر میں کہتا ہوں آگے آویگا کہ ضمانت نفس حد اور قصاص میں صحیح نہیں تو دونوں قول میں اتفاق ہو جانا چاہیے ہم نفس حد اور قصاص میں اسلئے ضمانت صحیح نہیں کہ بنائے حد اور قصاص ضامن سے ممکن نہیں وجہ تو فیق جواز اور عدم جواز ضمانت میں یہ ہے کہ جو حدود خالصہ میں ضمانت کا مجوز ہے جیسا کہ مصنف تو وہ تبعا لقول شرع کے قائل ہے بخلاف اسکے جو جواز ضمانت کا مانع ہے تو اب دونوں کلام میں تناقض نہ رہا و کالحاضر شاهدان مستورا ان او واحد عدل يعرفه القاضي بالعدالة لكن الحد للتهمة فروع وكذا التعزير للتهمة بخلاف حد صاد اور قصاص میں قید کرنا جائز نہیں جب تک دو شاہد ستور العدالۃ یا ایک شخص گواہی دیں یا ایک شاہد عادل جسکی عدالت کو قاضی جانتا ہو اسواسطے کہ قید کرنا بسبب تہمت کے شروع ہے اور اسیطرح تعزیر تہمت کی شروع ہے کذا فی البحر فوائد یہ چند فائدے ہیں جنکو شارح نے زیادہ کیا كالملزم احضار احد احضار الخصم الزوج احضار زوجته لمدعاه دعوى عليها كفيل بنفس ومعاملة والاية صوابين كفيلا ہ لازم نہیں کسی پر حاضر کرنا کسی کا تو مزوج پر لازم نہیں اپنی زوجہ کا حاضر کرنا دعوی مدعی کی سماعت کیواسطے مگر جبکہ شوہر نے حاضر کرنا لازم ہو حاضر ضامن پر اور قاضی کے دارندہ محصین پر اور باپ پر دعوے تو ان میں کذا فی الاشباہ ہم قیمنین ہیں کہ مدیون کو قاضی نے قید کیا اور وارد غہ محصن نے اسکو چھوڑ دیا تو صاحب دین کو وارد غہ سے اسکے حاضر کرنیکا سلا یہ جائز ہے اور انتہی باپ نے اجنبی سے کہا کہ میری بیٹی کا ضامن ہو شوہر نے اسکو طلب کیا تو باپ پر اسکا حاضر کرنا لازم ہے دوسری صورت یہ ہے کہ باپ نے اپنی بیٹی کا مہر اسکے زوج سے مانگا سو زوج نے فوت کر دیا یعنی مہر ادا چکا ہو اور اسنے زوجہ کے حضار کا سلا یہ کیا تا مہر دینا اس سے ثابت ہو تو اگر وہ عورت اپنی حاجات کے واسطے نکلتی ہو تو قاضی حکم کرے کہ باپ اسکو حاضر کرے اور نہیں تو امین اسکے پاس بھیجے وفی حاشیتها لابن المصنف عزيا كاحكامات الحامدية لاب يطالب باحضار طفلة اذا تعيب اور ابن مصنف کے حاشیہ اشباہ میں ہے احکامات حامدیہ سے نقل کرکے کہ باپ سے اسکے صغیر حاضر کرنے کا سلا یہ ہو گا جبکہ وہ غائب ہو جاوے الا یہ سوداگر نے کہا کہ شاید یہ اس صورت میں ہے جب باپ نے صغیر کو تجارت کا اذن دیا ہو اور وہ قرضدار ہو کر غائب ہو گیا ہو كذا في الطوري وفيها القاضي يأخذ كفيلا بإحضار الملدعى عليه كذا في يعمكاتبه وعاد وندوصي وكيل اذا لم يثبت الدفع او صاية او الوكالة اور اشباہ میں ہے کہ قاضی ضامن لے مدعا علیہ کے حاضر کرنے کے واسطے اگر وہ مال منقول ہو کذا فی التاتارخانیہ اور اسیطرح مدعا علیہ کے حاضر کرنے کے واسطے ضامن لیگا مگر چار صورتوں میں ضامن نہ لے اسکے مکاتب اور ماذون مدیون وصی اور وکیل میں جبکہ مدعی نے وصایت اور وکالت ثابت نہ کی ہو ہم جبکہ مولی نے مکاتب پر یہ دعوی ثابت یا کسی مدیون کا دعوی کیا تو اس سے ضامن لیا جاویگا اور عبد ماذون غیر مدیون نے اپنے مولی پر دین کا دعوی کیا یا الا کہ تو مولی سے حاضر ضامن لیا جاویگا اور اگر مدعی نے وصایت اور وکالت کو ثابت کر چکا ہو اور مدعا علیہ میت یا غائب پر اثبات دیگا ارادہ کرے اور مدعا علیہ سے تین دن کی ضامنی طلب کرتا ہے گواہوں کو حاضر کرے تو قاضی اسوقت وصی اور وکیل سے ضامن لیگا كذا في الطوري وفي شرح الجمع عن محمد اذا كان الدين على معروف بالكفيل ولو كان غريبا لا يحبس لانقطاع حقه في الحبس اور شرح مجمع میں محمد سے ایک روایت ہے کہ جب مدعا علیہ مشہور شخص ہو تو اسپر ضامن لینے کے واسطے اور اگر مدعا علیہ مسافر ہو تو بالاتفاق جبر نہیں بلکہ اسکا حق فقط قسم دینا ہم یہ روایت ظاہر الروایہ کے مخالف ہے وبالبراءة كان يصلي بهؤلاء الكفيل لا كفيل النفس اذا قال لاحق لي قبله فحلفه كذا لو قال لا يستحق عليه شيئا او ليس له قبلي شيء فحلفه يبرأ الكفيل اشباہ اصیل کے بری الذمہ کرنیسے ضامن بھی بری الذمہ ہو جاتا ہے مگر حاضر ضامن بری الذمہ نہیں ہوتا الا یہ صورت میں جبکہ طالب یوں کہے کہ اسکی جانب میرا کوئی حق نہیں مدعا علیہ میرے موکل کا حق اور نہ اس یتیم کا جسکا میں وصی ہوں اور نہ اس وقف کا جسکا میں متولی ہوں تو ضامن بری الذمہ ہو گا کذا فی الاشباہ واما كفالة المال فصحيحة ولو للمال مجهولا اذا كان في المال دينا صحيحا الا اذا كان الدين مشتركا كما سيجئ كالدين قسمة الدين قبل قبضه كما يجئ ظهيرية اور مال ضامنی تو صحیح ہے اگر یہ مال مجہول غیر معین ہو بشرطیکہ یہ مال دین صحیح ہو مگر جبکہ دین مشترک ہو تو ضامنی صحیح نہیں چنانچہ عنقریب

اسکا ذکر آویگا اسواسطے کہ دین کا ثابت کرنا اسکے قبضہ کرنے سے پہلے جائز ہے دین مشترک کے ضمانت کی یہ صورت ہو کہ حامد اور محمود کا دین بذمہ زید ہے سو حامد نے زید سے تقاضا کیا محمود اسکے حصہ کا ضامن ہوا تو یہ ضمانی صحیح نہیں اگرچہ دین صحیح ہے کیونکہ یہی قسمت دین قبل قبض لازم آتی ہے وہ صحیح نہیں ۵ کافی مستاف النفقۃ بالقرابۃ قضی بہا ثم سقطت بموت وطلاق اشیاء کانہم اخذوا دینا بالاستحسان للحاجۃ سو اوپر دین صحیح کے ضمانت صحیح نہیں اگر نفقہ مقررہ کے سلسلہ میں تو ضمانی صحیح ہے باوجودیکہ نفقہ موت و طلاق سے ساقط ہو جاتا ہے کذا فی الاشباہ اور اگر قضاء نے مستاف نفقہ ان استحسان پر عمل کیا ہر حاجت کے سبب سے نہ قیاس یعنی اگر یہ دین صحیح نہیں اگر ضمانی اسکی صحیح ہے تو یہ بحسب استحسانی ہوگی بقیاسی فالکافی بدل السعایۃ عندہ بزازیۃ وکانہ لحق بدل الکتابۃ ولا فرق لایسقط لانہ لا یقبل التعجیز فیلغز اذ دین صحیح کالمقبوض بہ داج یتوضیح دتعم بہ دین صحیح میں ضمانت صحیح ہے مگر بدل سعایت میں اگرچہ وہ دین صحیح ہے اسکی ضمانی صحیح نہیں امام کے نزدیک اور گویا کہ امام نے بدل سعایت کو بدل کتابت کے ساتھ ملحق کیا اور اگر بدل سعایت کو بدل کتابت سے ملحق نہ کیجئے تو بھی اسکو دین غیر صحیح قرار دیجئے تو صحیح نہیں کہ وہ ساقط نہیں ہوتا اسواسطے کہ وہ تعجیز کو قبول نہیں کرتا تو بطریق چیستان و پہیلی کے پوچھتے ہیں کہ کون صحیح دین ہے جسکی ضمانی صحیح نہیں تو جواب یہ کنایہ ہے کہ بدل سعایت ہو اور کون دین ضعیف ہے جسکی ضمانت صحیح ہے تو جواب یہ ہے کہ نفقہ ہم دین مشترک اور بدل سعایت کا استثناء نظر عدم صحت ضمانت کے ہے اور نفقہ کا استثناء نظر صحت کے ہے والدین الصحیح ھو ما لا یسقط الا بالاداء او الابراء او لحکما بفعل یلزم من سقوط الدین فیسقط دین المعسر بموتہ او عتقہ لان الزوج للا براء الحکمی بالاکساب اور دین صحیح وہ ہے جو ساقط نہ ہو کسی طرح پر دین اولیا ابرائے اگرچہ ابرا حکمی ہو اس فعل سے جسکو سقوط دین لازم ہے تو ساقط ہو گا عورت کا دین مہر بین زوج کی اطاعت سے یعنی اگر وہ جہاز پر زوج کے فرزند کی دعا سے راضی ہو تو مہر اسکا ساقط ہو جائیگا بسبب ابرا حکمی کے کذا ھر طان کمال فلا تھم بدل الکتابۃ لانہ یسقط بدونہا بالتعجیز ولو کفل فادی رجع بما ادی بخلاف ما مر یعنی لو کفل بما مر وسیجیء قبیل آخر تو ضمانی صحیح نہیں بدل کتابت کی کیونکہ بدل کتابت بدون اولیا ابرا تعجیز مکاتب سے ساقط ہو جاتا ہے اور اگر کوئی شخص مکاتب کا ضامن ہوا اور اسنے بدل کتابت ادا کیا تو مکاتب سے پھیر نہیں سکتا ہے دیا یعنی اگر وہ ضامن ہوا ہو مکاتب کے امر سے اور اسکے دوسرے قید آویگی ہم قید آیندہ یہ ہے کہ ضامن ادا کرے اس گمان سے کہ پھیر ادا کرنا لازم ہے ضمانت کے سبب سے بکفلت متعلق بیتحمہ عنہ بالمثل المعلوم ضمانی صحیح ہے اس لفظ سے کہ میں اسکا ضامن ہوا ہزار درم کا یہ مثال ہے دین معین کی ضمانت کی شارح نے کہا کہ کفلت لفظ قبض کے لفظ سے متعلق ہے دمثل المجھول بارجعۃ امثلہ بمائۃ خلیۃ بما یکلک فی ھذا البیع وھذا لسمی ھذا الملک اور مصنف نے دین مجہول کی چار مثالیں ذکر کیں پہلی مثال یہ ہے کہ میں ضامن ہوا اشتغال کا جو تیرا اسپر ہے دوسری مثال یہ ہے میں ضامن ہوا اشتغال کا جو تجھکو دنیا ہے اس بیع میں اور اسکو ضمان الدرک کہتے ہیں درک بفتحتین و بسکون ثانی عبارت ہے ثمن پھیر لینے سے جب مبیع میں استحقاق ثابت ہو کذا فی الطحطاوی اور ضمان درک کو ضمان استحقاق بھی کہتے ہیں یعنی ثمن پھیر دینے کی مشتری سے ضمانت کرے اگر بیع کا کوئی شخص مستحق نکلے کذا فی شرح الوقایہ للطحطاوی میں کہتا ہوں کہ جب بیع مستحق غیر ہو تو مشتری کو جائز ہے کہ اول بائع سے خصومت کرے پھر جب استحقاق ثابت ہو تو مشتری کو ضمان ہے بائع سے خصومت کرے اور ظاہر الروایۃ میں ضمان سے پہلے خصومت کرنا مشتری کو جائز نہیں دعا یا بعت فلانا فعلی کذا قول الرجل لامرأۃ الغیر کفلت لک بالنفقۃ ابدًا مادامت علی زوجیتہ تیسری مثال دین مجہول کی ضمانت کی یہ ہے کہ جو تو نے بیچا فلانے شخص سے سو میرے ہے اور سیطرح جو مہر کا کہ تیری عورت سے کہ میں تیرے نفقہ کا ضامن ہوا اسپر جب تک کہ زوجیت قائم ہے کذا فی التبیین دعا مصبک فلان فعلی ما ھذا شرطیۃ ای ان بایعتہ فعلی الخ اشتریتہ لنا بسبعین ان الکفالۃ بالمبیع لا تجوز اور جو غصب کر لیا تجھسے فلانے شخص نے وہ مجہول ہے لفظ ما کا مثل ثالث اور رابع میں خرطیہ ہے یعنی اگر تو بیچے گا فلانے سے تو وہ مجہول ہے تو وہ خرید کرے اس سے اسسے آگے آویگا کہ بیع کی ضمانی صحیح نہیں ہم جو لفظ کر لازم پر دلالت کرے وہ ضمانت کے مانند ہوتا ہے چار پول کہتا کہ جو اسپر وہ مجہول ہے یا مجہول ہے کہ میں اوارون جو اسپر ہے یا میں نے لازم کر لیا جو تیرا دین اسپر ہے تاتارخانیہ سے معلوم ہوا ہے کہ فقہاء کے نزدیک ایک قسم ضمانت کی ضمان تعاطی ہے چنانچہ ایک نے دوسرے سے اپنا دین طلب کیا سو ایک مرد نے طالب سے کہا کہ

تیرے دین کا ضامن ہوں کہ اُس سے کیونکر تجھکو دوں گا تو یہ ال ضامنی سنہیں بلکہ بمقتضائے ظاہر کفالۃ بالمال ہے کذا فی الطحطاوی قولہ فی الکل اقول ای لو کفالۃ بان یاخذ او غصب منہ للحال نفس اور ضمانت کی سب صورتوں میں قبول کرنا شرط ہے یعنی اگرچہ قبول عبارۃ حال کے ہو شرط ہے کہ اُس سے بیع کی پہلے اُس سے غصب کیا ہو کذا فی البحر یہ قبول غیر صریحی بحث ہے صاحب بحر کی یعنی زید نے خالد سے کہا کہ جو تو محمود سے خرید کریگا یا جو تجھسے محمود غصب کریگا اُسکا میں ضامن ہوں پھر فی الحقیقت بیع یا غصب واقع ہو تو ضامنی صحیح ہے اگرچہ قبول ضمانت صریح سنہیں فلو باع فانا لہ یلزم الکفیل الا فی کلما وقیل یلزم کما فی اذا دعا علیہ الی مستاجل والشیء یبلغ فلیحفظ اور اگر دوسری بار بیع کریگا تو ضامن پر ضمانت لازم ہوگی مگر کلام کے لفظ میں لازم ہوگی اور قول ضعیف یہ ہے کہ لازم ہوگی مگر اذا دعا کے لفظ میں لازم نہیں اور اسی قول ضعیف پر فتوی ہے اور جو بغیر اذا ہی ہو تو ضامن صحیح ہے اور کہنا چاہیے یعم صیغ بحر سے نقل کیا کہ امام اعظم نے کہا کہ اگر ضامن نے کہا کہ بایعت فلانا فعلی ثمنہ پھر اُسنے چند بار بیع کی تو پہر ضمانت لازم نہیں مگر اولی اور اشہا اور قول ضعیف میں بلفظہ کلما مفید ہے عمومًا کذا فی الطحطاوی ولو رجع عنہ الکفیل قبل المبایعۃ ہم بخلاف الکفالۃ بالمال وبہ اور اگر ضامن ضامنی سے رجوع کرلیا قبل خرید فروخت کے تو رجوع صحیح ہے بخلاف ضمانت بلفظ زوبہ ہم یعنی اگر ضامنی اس طرح کی کہ بایعت فلانا فعلی ثمنہ پھر قبل بیع اُسنے ضمانت سے انکار کیا تو صحیح ہے اور اگر یوں کہا کہ ماذاب لک علیہ فعلی یعنی جو تیرا دین اُس پر واجب ثابت ہوا وہ مجھپر ہے تو رجوع ضمانت سے صحیح سنہیں کیونکہ یہ ضمانت ہے دین متناثر الظہور کی بخلاف ما غصبک الناس او من غصبک من الناس او بایعک او قتلک او من عصبتہ او قتلتہ فانا کفیل فانہ باطل اور برخلاف اس قول کے کہ جو تجھسے غصب کریں لوگ یا جو شخص لوگوں میں سے تیرا مال غصب کرے یا جو شخص تجھکو قتل کرے یا جسکا تو غصب کرے یا تو قتل کرے تو میں اسکا ضامن ہوں تو یہ ضامنی باطل ہے ہم اسواسطے باطل ہے کہ اشارۂ مذکورہ میں یا مکفول عنہ کی جہالت سے یا مکفول کی کقولہ ما غصبک اھل ھذہ الدار فانا ضامن فانہ باطل حتی یسمی انسانا بعینہ چنانچہ یوں کہنا کہ جو تجھسے غصب کریں اس گھر کے لوگ تو میں ضامن ہوں سو یہ ضامنی باطل ہے جبتک ایک انسان معین کا نام نہ لے ہم بخلاف اس قول کے کہ جماعت حاضرین سے کہا کہ جو تم لوگ اُس شخص سے بیع کروگے تو میں ضامن ہوں تو یہ ضامنی درست ہے پھر جو شخص اُس سے بیع کریگا تو ضامن پر ضمانت لازم ہوگی کذا فی البزازیۃ او علقت بشرط صح ہم ای موافق للکفالۃ بالحدود ثلثۃ یا ضامنی کی تعلیق ہو بشرط جو ہم یعنی وہ شرط جو موافق اور مناسب ہو ضامنی کی واسطے امور ثلثہ سے ہم او علقت عطف ہے گان پر یعنی کفالۃ المال دینا کان المال دینا صحیحا او علقت بشرط یکون شرطا للزوم الحق نحو قولہ ان استحق المبیع او جحدک المودع او غصبک کذا او قتلک او قتل ابنک او صیدک فعلی الدیۃ ورضی بہ المکفول لجاز بخلاف ان کان سبیع ہو نا شہر ملا کا مناسب ضمانت ہسطرح پر کہ وہ لازم ہو نے حق کی اصیل پر شرط ہو یعنی وہ شرط وجوب حق کا سبب ہو چنانچہ یوں کہنا ضامن کا کہ اگر مبیع مستحق غیر نکلے یا امانت تیری امانت کا انکار کرے یا کوئی چیز تجھسے غصب کرے یا تجھکو یا تیرے فرزند کو یا تیرے غلام کو قتل کرے تو جو چیز دیت ہو اور مکفول یعنی مکفول لہ اس سے راضی ہو تو جائز ہے بخلاف اس شرط کے کہ اگر تجھکو درندہ کھا جاوے تو میں ضامن ہوں ہم بعض نسخے میں بجائے صیدک صیدلک ہے اور دیت سے مراد وہ ہے جو قیمت کو بھی شامل ہے اور قتل خطا مراد ہے اسواسطے کہ قتل عمد میں حنیفہ کے نزدیک قصاص ہے نہ خون بہا اکمل سبیع کی شرط اسواسطے صحیح نہیں کہ درندہ مکفول عنہ ہونیکی صلاحیت نہیں رکھتا اور اسواسطے کہ اسکا فعل بدیں ہو او شرط کالامکان کاستیفاء نحو ان قدم زید فعلی ما علیہ من الدین وھو معنی قولہ وھو ای والحال ان زیدا مکفول عنہ او مضاربہ او مودعہ او غاصبہ جازت الکفالۃ المتعلقۃ بقدوم المتوسل للادا ء یا شرط ہو امکان استیفا کی یعنی ضامن کو اصیل سے حاصل کرنا ممکن ہو چنانچہ اگر زید آوے تو مجھپر ہو وہ دین جو اُسپر ہو اور یہی مطلب ہے مصنف اس قول کا اور حالانکہ وہ یعنی زید مکفول عنہ ہو یا ضامن کا مضارب یا امانت دار یا اُسکا غاصب ہو تو وہ ضامنی جواسکے آنے سے متعلق ہو جائز ہے بسبب قادر ہونے ضامن کے ادا دین پر او شرط التعذر ای کالاستیفاء نحو ان غاب زید عن المصر فعلی او اشباھہ کثیرۃ فھذہ جملۃ الشروط التی تجوز بتعلیق الکفالۃ بھا یا شرط ہو تعذر کی یعنی استیفا دین کے تعذر کی چنانچہ یوں کہنا کہ اگر زید شہر سے غائب ہو تو اُسکا دین مجھپر ہو اور تعذر کی مثالیں بہت ہیں سو یہ کل وہ شروط ہیں جن پر معلق کرنا ضمانت کا جائز ہے

ہم منجملہ اشکال کثیرہ مذکورہ کے یہ مثالیں ہیں کہ اگر تیرا مال جو فلانے پر تلف ہوا وہ ہم جائے یا تیرے دین کا وعدہ آوے اور وہ مدے یا تیرا دین جو میرے ذمہ ہے تو میں ضامن ہوں ولا تصح ان حلفت بغیر ملائم نحو ان ہبت لازم وجاء المطالبۃ تعلیق یا خطر فتبطل ولا یلزم المال وما فی الہدایۃ سہو کما حررہ ابن الکمال اور ضمانت صحیح نہیں اگر اسکی تعلیق ہو شرط غیر ملائم سے جیسا کہ اگر ہوا چلا بیٹھا دے تو میرے ذمہ ہے یہ تعلیق چاہے یہ یقینی وجود اسکا بالیقین معلوم نہیں تو ایسی شرط باطل ہوگی اور مال لازم نہوگا ضامن پر اور جو ہدایہ میں ہے وہ سہو ہے جیسا کہ اسکو ابن کمال نے تحریر کیا ہے ہم خلاصہ ہدایہ یوں ہے کہ تعلیق بہ بیع صحیح و بھی مطلق اگرچہ صحیح نہیں مگر ضمانت صحیح ہے کیونکہ جب کفالت کی تعلیق شرط پر صحیح ہوئی تو شرط فاسدہ سے باطل نہوگی مانند طلاق اور عتاق کے فتح القدیر میں ہے کہ فلاصہ یہ ہے کہ شرط غیر ملائم کے ساتھ کفالت معلق صحیح نہیں ہوتی اور حمل غیر ملائم کے ساتھ فی الحال صحیح ہوتی ہے اور مدت باطل ہو جاتی ہے اور اس مقام میں بہت گفتگو ہے اسکا کچھ ذکر نہیں ہے اس خلاصہ کے کذا فی الطحطاوی ونعم ما حققہ اجلا بحثہ ولزم المال للحال فلیحفظ ہاں اگر شرط غیر ملائم کو ضمانت میں قرار دے تو ضمانت صحیح ہوگی اور فی الحال لازم ہوگا تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم مدت قرار دینا اسطرح کہ ضامن کہے کہ میں ضامن ہوں تا ہوا یہ بیع وبھی مطرد کما تعم ایضا بحالۃ المکفول عنہ وتعلیق واضافۃ فلا تغیر کلفت بما لک علی فلان او فلان فضرہ التعیین للمکفول لہ لانہ صاحب الحق اور صحیح نہیں ضمانت مکفول عنہ کی جہالت سے بھی تعلیق اور اضافت میں تحریر میں چنانچہ میں ضامن ہوں تیرے اس مال کا جو فلانے پر ہے یا فلانے پر تو تحریر میں یہ ضمانت صحیح ہے اور ایک کا تعین کر لینا مکفول لہ کے خیار میں ہے کیونکہ وہ صاحب حق ہے ہم تعلیق کی مثال یہ کہ اگر تجھے کوئی انسان کوئی چیز غصب کرے تو میں ضامن ہوں اور اضافت کی مثال یہ کہ جو لوگو پر تیرا دین ثابت ہوا اسکا میں ضامن ہوں کذا فی الطحطاوی ونعم ما قالہ کہ اس مثال کو اضافت کی مثال بعد ما بلا وجہ ہے اور جو حلبی نے تعلیق کی مثال دی اسکو عبارت میں اضافت کی مثال میں ذکر کیا ہے اور حالانکہ یہ بھی اضافت نہیں تو شاید اضافت سے زمان مستقبل کی اضافت مراد ہو واللہ تعالی اعلم کما یعلم کفالۃ المکفول لہ بہ مطلقا اور صحیح نہیں ضمانت مکفول اور مکفول بہ کی جہالت سے ہر طرح خواہ تعلیق ہو یا اضافت ہم مکفول عنہ سے مراد بیان نفس ہے مثال اسکی جو اسطے کہ سابق مذکور ہوچکا کہ جہالت حال مانع صحت نہیں نعم لو قال کفلت رجلا اعرفہ بعینہ او باسمہ او جاء ورجل فانا بہ او بحلقانہ ہو بری بخلاف ما لو قال کفلت بنفس فلان ولم یعرفہ جیسا کہ اگر کہے کہ میں ضامن ہوں اس مرد کا جسکا نام یا نسب یا حلیہ بیان کیا تو ضامنی جائز ہوا اور جس مرد کو لاویگا اور تسمہ کھا دیگا کہ یہی شخص مکفول عنہ ہے تو وہ بری الذمہ ہوگا ضمانت سے کذا فی البزازیۃ وفی الخانیۃ قال لغیرہ اضمن لی ما یدخل علی امرأتہ من الدین فقال ضمنت فماتت فادعی الزوج ان علیہا دینا وصدقتہ المرأۃ لا یلزم الضامن شیء لانہ اقر علی غیرہ اور اسی میں ہے کہ صاحب خانہ نے اپنے مہمان سے کہا اور حالانکہ مہمان اپنے جانور پر بچھر پنے سے ڈرتا ہے کہ اگر بچھر پا تیرا گر بار کھا جائے تو میں ضامن ہوں سو اسکو بچھر پا کھا گیا تو وہ ضامن نہیں ہم علت عدم ضمان کی سبب اکل میں بیان مذکور ہو چکی بخلاف ما اذا قال ما ثبت لک قبل الناس فعلی احد عشر مثال الاول معادل لما یعد اخر من الناس لانطباق جوابہ علیہ اور جو ہدایہ میں مذکور ہوا کہ اگر کسی شخص پر جو کچھ ہزار درہم مثال اول کی یعنی مکفول عنہ کی جہالت کے ساتھ ہے کہ جو تو بیع کرے کسی سے لوگوں میں سے تحریر یا کسیکا لوگوں میں سے تحریر یا کسیکا لوگوں میں سے تحریر یا کسیکا

اور ضامن پر تاوان ہر اسطرح سے کہ اپنے جانور پر ہو جو چیز اپنا لادے اور تسلیم پر طریق تعین بخلاف معین جانور کے کہ وہاں تسلیم واجب ہی نہ بار برداری ضائع نے عدم وجوب تسلیم سے تعلیل فی کیطرف اشارہ کیا جسکو ابو نصر اقطع نے ذکر کیا ہی اسطرح پر کہ ضمانت حمل دابہ متعینہ اسواسطے جائز نہیں کہ جانور معین ہو اور جو چیز پر تسلیم جانور واجب ہی نہ بار برداری پھر جب بار برداری کی ضمانت کریگا تو اسکا ضامن ہوا جو مکفول عنہ پر دو جہتین نہیں اور اگر جانور غیر معین ہو تو وہاں ایسا نہیں ہوتا کہ وہاں بار برداری واجب ہی سو اسکا حمل ہونا ضامن پر متصور ہی لہذا اسکی ضمانت صحیح ہی کذا فی الطحطاوی و لا یصح بما یحملہ و مرھون و امانۃ یا عیانا بخلاف دین ضمانت عین مبیع کی قبل اسکے قبض کرے اور نہ عین مرہون اور نہ عین امانت کی ہم صورت مذکورہ کی ضمانت صحیح نہیں بسبب فقدان شرط ضمانت وجہ یہ ہی کہ مکفول عنہ تو اصیل ہی اس طرح کہ عین مکفول بہ اسکے بدل کا اور یہاں ایسا نہیں کیونکہ مبیع مقبوض بالشراء پر مرہون مضمون بالدین ہی اور امانت کا عدم ضمان خود ظاہر ہی کذا فی النہر فلا یتسلیمھا حتی فی الکل و ھو وجہ الکمال تو اگر ضمانت ہوا سو مذکورہ کی تسلیم کی تو سب عین ضمانت صحیح ہی کذا فی الدرر اور ترجیح دی ہی اس قول کو کمال الدین نے ہم چونکہ تسلیم اسور مذکورہ اصیل پر واجب ہی تو اسکا التزام ضامن کو ممکن ہی کذا فی النہر فلو ھلک للمستاجر مثلا لا تحق علیہ کفیل النفس تو اگر تسلیم کی ضمانت کی صورت میں اجارہ کا جانور اغلام وغیرہ مثلاً ہلاک ہو جائے تو ضامن پر کچھ واجب نہیں حاضر ضامن کے اندھم مستاجر یہاں بفتح جیم زود بعدم لزوم یہ ہی کہ جانور وغیرہ کے ہلاک سے اجارہ فسخ ہو گیا تو اصیل طالب بالتسلیم نہ رہا اور واجب تو یہاں اجرت پھیر دینا ہی اور ضامن اسکا ضامن نہیں اور یہی حکم ہی ہلاک مبیع اور مرہون کا کذا فی الفتح و ھم ایضا و المکفول بہ ثمنا کان دینا صحیحا علی المشتری او اعیانا مضمونۃ علیہ فلا یلزم الکفیل تبعا للاصیل خانیۃ اور یہی ضمانت صحیح ہی اگر مکفول بہ ثمن ہو بسبب ہونے ثمن کے دین صحیح مشتری پر اگر موصوف دین صحیح نہیں جبکہ مشتری صغیر محجور علیہ ہو تو اب ضامن پر بھی ثمن لازم نہوگا اصیل کی حیثیت سے کذا فی النہایۃ یعنی جبکہ صغیر محجور علیہ پر ثمن مضمون نہ ہوا تو اسکے ضامن پر کیونکر لازم ہو گا دکل او مغصوبا او مقبوضا علی سوم الشراء ان شیا الثمن و ھلک تقاصا متر اور اسیطرح ضمانت صحیح ہی اگر مکفول بہ مغصوب یا مقبوض ہو خریداری کی طلب پر بشرطیکہ ثمن معین ہو گیا ہو اور نہیں تو مقبوض نہ کورا نات ہو چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی درصورت عدم قسمیہ ثمن ضمانت اسکی صحیح نہیں کیونکہ امانت ہیں ضمانت نہیں و مبیعا فاسدا قبلہ الصلح عن دم و خلع و مھرا نیہ اور اسیطرح ضمانت صحیح ہی اگر مکفول بہ بیع فاسد ہوا بدلا ہو صلح کا خون سے یا عوض ہو خلع کا یا مہر ہو کذا فی الخانیہ ہم و صحت اشیاء مذکورہ کی ضمانت کی یہ ہی کہ یہ چیزیں بالحال معین ہو جائیں ہلاک ہونے سے یعنی کہ ضمانت قیمت اشیاء مذکورہ انکے قائم مقام ہو جاتا ہی تو بہرحال ضامن ثمان ضامن ہیں ہوا الطحطاوی نے کہا اولی یہ ہی کہ لفظ مہر منصوب ہو یعنی تا بدل صلح یا عطف ہو کیونکہ خلع پر عطف اسکا بے معنی ہی و الاصل انھا تضمن بالاعیان المضمونۃ بنفسھا لا بغیرھا لا بالاداء ما نات اور مسائل مذکورہ میں قاعدہ کلیہ یہ ہی کہ ضمانت صحیح ہی اعیان مضمونہ بنفسہا کی نہ اعیان مضمونہ بغیرہا کی اور نہ اتلمات کی ہم دریافت کرنا چاہیے کہ اعیان اصیل پر مضمون ہیں یا غیر مضمون تو اعیان غیر مضمونہ چنانچہ ودیعت و مال مضاربت اور شرکت اور عاریت اور ستاجر بفتح جیم ستاجر کے پاس اور اعیان مضمونہ یا مضمون بغیرہا ہیں یعنی درصورت ہلاک انکی قیمت واجب نہیں چنانچہ مبیع قبل القبض کہ وہ مضمون بالثمن ہی اور چنانچہ رہن کہ وہ مضمون بالدین ہی سو کفالت اعیان مضمون بغیرہا کی صحیح نہیں یا اعیان مضمونہ بنفسہا میں یعنی انکی قیمت واجب ہی درصورت ہلاک چنانچہ مغصوب اور مبیع فاسد کا مبیع اور مقبوض علی سوم الشراء تو اسکی کفالت صحیح ہی اور ضامن پر وہ واجب ہی جو اصیل پر واجب ہی یعنی دفع عین اور اگر عاجز ہو تو قیمت اسکی یا مثل اسکا ضامن پر واجب ہی کذا فی الفتح و النہر لتضاد لانتصاف الکفالۃ بنوعیھا بلا قبول الطالب و نائبہ دون فضولیا فی مجلس العقد اور دونوں قسم کی ضامنی یعنی مال ضامنی اور حاضر ضامنی صحیح ہیں قبل کرنے طالب کے مجلس عقد میں یا قبول کرنے اسکے نائب کے اگرچہ نائب وکیل ہو فضولی ہو ہم تو اگر اصیل راضی ہو جائے ضمانت سے طالب کے قبول کرنے سے تو ضمانت کالعدم اصیل سے ضامن بری اور اگر وہ راضی نہ ہو بلکہ کہے کہ تو ضامن ہے سکتا اور اگر فضولی عقد ضمانت کی مجلس میں ضامنی قبول کرے تو وہ طالب کی اجازت موقوف ہی اور ضامنی سے آپ کو نکال سکتا ہی ضامن قبل اجازت کے کذا فی الطحطاوی دھو ھا الثانی بلا قبول و بہ یفتی حر ر دیزازیۃ اقرہ ابن الھمام و بہ

قالت الائمة الثلثة لكن نقل المصنف عن الطرطوسي ان الفتوى على قولهما واختاره الشيخ قاسم هذا حكم الاستثناء اور ابو یوسف نے جائز رکھا ضامنی کو بدون قبول کرنے طالب کے اور اسکا فتوی ہے کذا فی الدرر والبزازیہ اور ثابت رکھا ہے اسکو بحر الرائق میں اور یہی قول ہے منتقی الحنابلہ کا لیکن بعض نے اپنی شرح میں اسی سے نقل کیا ہے کہ فتوی امام اور محمد کے قول پر ہے اور شیخ قاسم نے اس قول کو پسند کیا ہے یعنی عدم صحت ضمانت بلا قبول طالب انشا ضمانت کا حکم ہے ولو اخبر عن بان قال تاکفیل بمال فلان علی فلان حال غیبتہ لطالبہ وکفل وارث المریض الملی عنہ بامرہ بان یقول المریض لوارثہ اکفل عنی بما علی من الدین فکفل بہ مع غیبۃ الغرماء صح فی الصور تین بالاقبول اتفاقا استحسانا کالایداعیۃ فلو قال لاعینی لم یصح وقیل یصح شرح الصحیح اور اگر ضامن جنوے ضمانت سے اس طرح پر کہ کہے کہ میں فلانے کے مال کا ضامن ہوں جو فلانے پر ہے جزوی طالب کے غائب ہونے کے وقت یا ضمانت کی مریض نے وارث کے واسطے مریض کی طرف سے اسکے اس طور پر کہ مریض کہے اپنے وارث سے کہ تو میری طرف سے ضامن ہو اُس مال کا جو مجھ پر ہے سو وہ ضامن ہوا وجہ وغائب ہونے قرضداروں کے تو ضمانت صحیح ہے دونوں صورتوں میں بلا قبول طالب کے باتفاق طرفین اور ابو یوسف کے بطریق استحسان کے کیونکہ ضمانت مریض مذکور کی بمنزلہ وصیت ہے تو اگر یہ مریض کہے کہ ضمانت صحیح ہو گی یا ولیضمنون نے کہا کہ صحیح ہے کذا فی شرح المجمع ص کقالت وارث ہو اسطے جائز ہونی کے مریض قائم مقام ہے طالب کے اس ضرورت سے کہ مریض غائب ہو جائے اور اسمیں طالب کا فائدہ ہے تو گویا وہ بذات خود حاضر ہے شارح نے تعلیل مسئلہ اولی مذکورہ کی بسبب اسکے ظاہر ہونے کے ہو اسطے کہ اخبار عن الغیر ہے اور دونوں کر سکے یعنی ایجاب اور قبول سے وفی الفتح الصحۃ اوجہ وحقق انہا کالقالۃ لکن یرد علیہ تقدمہا علی المال اور فتح القدیر میں ہے کہ ضمانت بالمعنی کا صحیح ہونا زیادہ موجہ ہے اور ثابت کیا ہے کہ وہ یعنی ضمانت وارث کفالت ہے نہ وصیت لیکن اُسپر عتراض وارد ہوتا ہے موقوف ہونے کفالت کا مال پر اگر کفالت ہوئی تو مطلقاً جائز ہوئی مال پر موقوف ہونی ولو لہ مال علی غائب ھل یؤمر العزیم بانتقالہ او یطالبہ لکفیل لعادہ ویبقی ھل لہ وصیتہ ان یستقرا علی انہا کفالۃ اور اگر مریض کا مال غائب پر ہو تو کیا صاحب دین کو اُسکے انتقال کا امر کیا جائیگا یا وہ ضامن سے مطالبہ کرے یعنی اُسکو کسی کتابت بین نہیں کیا اور اُسکے وصیت ہونے پر الزام یہ ہو کہ شخص غائب کے انتظار کیا جائے نہ اُسکی کفالت ہونے پر یہ بحث ہر صاحب نہ کی اور صاحب بحر الرائق نے بیان کیا ہے کہ مریض مذکور کی ضمانت ہر طرح ضمانت نہیں ہوا سواسطے کہ وہ صحیح نہیں ہوتا بدون مال مریض کے تو اگر مطلقاً کفالت ہوتی تو مطلقاً صحیح ہوتی اور وصیت نہیں ہوتی مطلقاً تو شخص صحیح سالم کا امر بھی صحیح ہوتا حالانکہ ایسا نہیں ہے وقیدنا باعراء الان یترع الوارث بضمانہ فی غیبتھم لاصح وروی الحسن الصحۃ اور قید لگائی ہے ہم نے ضمانت مریض میں اُسکے امر کے ہو اسطے کہ ترع وارث کا اُسکی ضمانت میں اصحاب دیون کی غیبت میں صحیح نہیں اور یہی قول مستند ہے کذا فی الطحطاوی اور حسن نے صحت کی روایت کی ہے بدون اسکے بھی لو ضمنہ بعد موتہ عم سراج ولعلہ قول الثانی لما مر فیہ اور اگر وارث ضامن ہوا میت کا اُسکی موت کے بعد تو صحیح ہے کذا فی السراج اور شاید کہ یہ ابو یوسف کا قول ہے چنانچہ مذکور ہو چکا کذا فی النہر مذکور یہ ہو چکا کہ ابو یوسف کے تردیک قبول کرنا شرط نہیں ہے فی البزازیۃ اختلفا فی الاخبار والانشاء فاھل الخبارہ وبزازیہ میں ہے کہ دونوں نے اختلاف کیا اخبار اور انشا ہونے میں تو مجتبیٰ کا قول مستند ہے یعنی مرعی اخبار کا اور وہ طالب ہے اسواسطے کہ اصل صحت ہے اور صحت عقد نے یہاں کام کو اختیار قرار دیا کذا فی الطحطاوی ولا تصح بدین ساقط ولو من وارث عن میت مفلس لا اذا کان بہ کفیل او دھن معراج وظہر لہ مال فتح یقدا بہ اور صحیح نہیں ضمانت اُس دین کی جو ساقط ہو میت مفلس سے اگرچہ ضمانت میت کے وارث کی ہو مگر اگر ثبوت دین ساقط نہیں جبکہ دین میت کا کوئی کفیل ہو گیا ہو اُسکی ذمہ کی گرو یا رہن ہو کذا فی السراج یا اُسکا مال ظاہر ہو گیا ہو تو ضمانت صحیح ہو گی بعد مال مذکور کے کذا ذکرہ ابن ملک ص سقوط دین میت مفلس دین کے احکام میں ہے بسبب ضرورت کے تو بقدر ضرورت اُسکی تقدیر ہو گی تو جو کفالت اُسکی حیات میں ہوئی یا اُسنے کہی ہو بعد کھلنا قرض اُسکا ساقط ہونا بسبب ہم ضرورت کے فیہ میں ہے کہ ایک شخص نے کفالت کی میت مفلس کی پھر میت کا مال ظاہر ہوا تو مستقر مال ضمانت صحیح ہو گی او لحقہ دین بعد موتہ فتح الکفالۃ بمان حق یؤدا علی الطریق فتلف بہ شیء بعد موتہ لزمہ ضمان المال فی مالہ وزمان النفس علی عاقلتہ لثبوت الدین مستندا الی وقت السبب وھو الحق الثابت حال

قیام المدۃ بحق یا میت کو دین لاحق ہوا اُسکی موت کے بعد تو اُسکی کفالت صحیح ہے اسطرح کہ امیت نے کنوان کھودا شارہ میں یعنی غیر ملک میں بھیجا اُس سے کوئی چیز تلف ہوگئی مبادا اُسکے موت کے قبل لازم آویگا ضمان مال کا اُسکے مال میں یا وہ ضمان فعل اُسکے اہل محلہ اور برادری پر بسبب ثابت ہونے دین کے سبب کے وقت سے مستند ہوکر اور سبب کنوان کھودنا ہے جو ثابت ہے قیام فوسہ کی حالت میں کذا فی البحر وھذا عندھما وھو المختار للفتوی قالت الثلاثۃ اور یعنی عدم صحت ضمانت دین میت علی المعتمد کنزدیک امام اور صاحبین ضمانت کو صحیح کہا ہے مطلقاً خواہ اُسکا مال ظاہر ہو یا نہو اور یہی قول ہے ائمہ ثلثہ کا وبہ یؤخذ واحتج صحح اجماعاً اور اگر کسی شخص نے بطریق تبرع ضمانت کی تو صحیح ہے بالاجماع اسواسطے کہ تبرع کا اعتماد قیام دین پر نہیں کذا فی المحیط وھو کل فیما کل بیعہ لان حق القصاص لھما کما فی التصیر ضمانا بالنفس اور صحیح نہیں ضامنی وکیل کی ثمن میں واسطے موکل کے اُس چیز میں جسکے بیچنے کے واسطے اُسکو وکیل کیا اسواسطے کہ قبض ثمن کا حق وکیل کے واسطے ہے بالاصالۃ تو وکیل اپنی ذات کے واسطے ضامن ہوگا اور حالانکہ یہ صحیح نہیں ہم وکیل کی قید اسواسطے لگائی کہ ضمانت سول صحیح ہے اور توکیل البیع کی قید اسواسطے لگائی تا وہ صورت نکل جائے جبکہ موکل دوسرے شخص کو وکیل کرے قبض ثمن کا وکیل سے تو ضمانت وکیل کی صحیح ہے اور ثمن کی قید اسواسطے لگائی کہ وکیل کو موکل کا ضامن ہونا صحیح ہے کذا فی النہر صفاد ھان الاولی والناظر لا یصح ضامنا عما لا ان القبض لھما ولذا لو ابرأ عن الثمن صح ومنھا اور تعلیل مذکور کا مفاد یہ ہے کہ وصی اور ناظر وقف کا ضامن ہونا مشتری کی طرف سے اُس چیز میں جسکو دونوں نے بیچا ہے صحیح نہیں اسواسطے کہ قبض ثمن کا حق انھیں دونوں کے واسطے ہے ولہذا اگر دونوں مشتری کو بری الذمہ کردیں ثمن سے تو صحیح ہے اور دونوں پر ضمان لازم ہوگا ہم یہ بتبادل ہے ضمانہ اور بحر کا فقہا کے کلام سے وکلا تصح کفالۃ المضارب لرب المال بہ ای بالثمن لما مر لان الثمن امانۃ عندھما فالضمان یقلب الحکم الشرعی اور صحیح نہیں مضارب کو ضمانت ثمن کی صاحب مال کے واسطے اُس دلیل سے جو کہ پہلے مذکور ہوچکی اور اسواسطے وکیل اور مضارب کی ضمانت صحیح نہیں کہ ثمن امانت ہے وکیل اور مضارب کے پاس قبض ضامن ہونا اُنکا حکم شرعی کا بدلدینا ہے کیونکہ امین پر ضمان نہیں ہم طحطاوی نے کہا کہ امین ہونا دونوں کا بدون قبض ظاہر نہیں اور عدم صحت کفالت کا حکم عام ہے قبض اور عدم قبض سے وکلا تصح للشریک بدین مشترک مطلقا ولو بارت لانہ لو صح الضمان مع الشرکۃ یصیر ضامنا لنفسہ ولو ھم فی حصۃ صاحبہ یؤدی الی قسمۃ الدین قبل قبضہ وذا لا یجوز اور صحیح نہیں ایک شریک کو دوسرے شریک کے واسطے ضامن ہونا دین مشترک میں کہ اس طرح کا ضامن ہونا مستلزم ہے اسواسطے کہ اگر ضمانت شرکت کے ساتھ صحیح ہو تو شریک اپنی ذات کا ضامن ہو یعنی اسواسطے کہ جو قلیل یا کثیر مشتری یا ضامن ثمن ادا کریگا تو شریک کا اسمیں حصہ ضرور ہوگا اور اگر اپنے شریک کے حصے میں ضمانت صحیح ہے تو قسمت دین قبل اُسکے مشغول ہونے کے لازم آتی ہے اور یہ یعنی ضمان نفس اور قسمت دین قبل قبض جائز نہیں نعم لو تبرع جاز کما لو کان صفقتین یعنی اگر شریک بطریق تبرع ضامن ہوگا تو جائز ہے جیسا کہ اُس صورت میں ضمانت شریک جائز ہے جب ہر ایک شریک کا عقد بیع جدا جدا ہو جدائی عقد امام کے نزدیک اسطرح ہے کہ لفظ تعجب کرے ہر ایک صاحبین کے نزدیک اسطرح کہ ثمن جدا جدا مذکور ہو تو اب ایک شریک کو دوسرے شریک کے حصے کا ضامن ہونا صحیح ہے کیونکہ ہر ایک کا حصہ جدا جدا ہوگیا تو شرکت باقی نہ رہی ولا تصح الکفالۃ بالمعہود لانتفاء المراد بھا اور عہدہ کی ضمانت صحیح نہیں کیونکہ عہدہ کی مراد میں اشتباہ ہے ہم ضمانت عہدہ اسطرح پر کہ خرید کرے تو ایک شخص مشتری سے عہدہ کا ضامن ہو اور مشتری اور ضامن سے سکوت کریں بیان نکریں کہ عہدہ سے کیا چیز مراد ہے تو ضمانت صحیح نہیں اسواسطے کہ عہدہ کا لفظ اس چیز میں مستعمل ہے جو کہ بائع کا شاہد ہو اور دوا لے کا ملوک ہو تو اگر اُسکی تسلیم کا مشتری کے واسطے ضامن ہوا تو اسکا ضامن ہوا جسپر فاروہ نہیں اور اسمیں حقوق اور رک اور خیار شرط میں اور نہ چیز کہ علی اسپر فیہ بیان متعذر ہے بسبب جہالت کے لہذا اُسکی ضمانت صحیح نہیں ہوا طال کذا فی المحیط وکذا تصح بالخلاص او تخلیص مبیع یستحق لغیرہ عندہ اور نہ ضمانت خلاص کی یعنی اُس بیع کے خلاص کرنے کی ضمانت صحیح نہیں جو غیر پر مستحق ہوئے بسبب چیز ہونے ضامن کے اسکے نعم لو حلف تخلیصہ لو یشاء ان قدر والا فیرد الثمن کان کلا علی الاصح یعنی ہاں اگر تخلیص بیع کا ضامن ہوا اگر چاہے تخلیص اسکے نعم لو حلف تخلیصہ لو یشاء ان قدر والا فیرد الثمن کان کلا علی الاصح یعنی ہاں اگر تخلیص بیع کا ضامن ہوا اگر چاہے تخلیص اسکے خرید کرنے کے سبب سے ہو اگر قدرت ہو خرید پر اور نہیں تو ثمن مشتری کو پھیرے تو یہ ضمانت مثل ضمان درک کے صحیح ہوگی کذا فی العینی فائدہ یہ فائدہ ہے جسکو شارح زیادہ

متی ادی بکفالۃ فاسدۃ یرجع کصحیحۃ جامع الفصولین ثم قال تظہر ثمرۃ لو کفل بدل الکتابۃ لیعجز فیرجع بما ادی اذا حسبت انہ یعجز علی ما ذکرنا لعدم انہا السابق واقرہ المصنف فلیحفظ جبکہ ضامن نے بسبب کفالت فاسدہ کے دین ادا کیا تو مطلوب سے بھرے کفالت صحیحہ کے مانند کذا فی جامع الفصولین پھر صاحب فصولین نے کہا اور ظہور اسکی ثمرہ یہ ہے اگر ضمانت کی بدل کتابت کی تو صحیح ہوئیں پس مکاتب سے بھرے اس دین کو جو اسنے ادا کیا بشرطیکہ ضامن کو یہ گمان ہو کہ مکاتب عاجز ہوں اسکے دینے پر بوسطہ اپنی ضمانت سابقہ کے اور ثابت رکھا ہو مصنف نے اپنی شرح میں تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ص تو معلوم ہوا کہ اگر ادا کر دیگا ظالم لئے دم ہیں یا مستقب ضمانت دیگا تو رجوع جائز نہیں ولو کفل بما مر ای بما مر المطلوب بشرط قولہ تعالیٰ ومن اوفی بعہدہ من اللہ فاستبشروا ببیعکم الذی بایعتم بہ اور کفالت کرے مطلق کسی سے بشرطیکہ مطلوب نے دین کہا ہو کہ یہ میری طرف سے تو ضامن ہوا اس شرط پر کہ وہ مجھ پر لازم الادا ہو اور حالانکہ مطلوب صغیر محجور اور غلام محجور نہیں کذا صرح بہ ابن ملک تو معلوم ہوا کہ صغیر ماذون اور عبد ماذون کا کفالت صحیح ہو لائق رجوع ہے جو کچھ اسنے ادا کیا ضامن پر اور کفالت صحیحہ ہے اگر ادا کیا ضامن نے بعد ادا کرنے مکفول عنہ کے اور کفالت فاسدہ ہے اگر ادا کیا ضامن نے پہلے ادا کرنے مکفول عنہ کے اور کفالت صحیحہ ہے اگر ادا کیا ضامن نے بعد ادا کرنے مکفول عنہ کے اور کفالت فاسدہ ہے اگر ادا کیا ضامن نے پہلے ادا کرنے مکفول عنہ کے کما ہو ظاہر الروایۃ عن اصحابنا الثلثۃ رحمہم اللہ تعالیٰ وہو الصحیح کذا فی الہدایۃ وان ادی ما ضمنہ والا فما ضمنہ فکان کالطالب کما لو ملکہ بہبۃ او ارث عینی اگر مطلوب کے مرے سے ضامن ہوا ہو تو مطلوب سے بھرے جو کچھ اسنے ادا کیا ہو اگر اسنے ضمانت کے موافق ادا کیا اور اگر اسنے ضمانت کے مخالف ادا کیا اسطرح پر کہ مکفول عنہ جیدہ تھا سو اسنے رد نہ کی دیا یا اسکے قبضہ سے اگر چلا گیا پھر تو ادا کیا ہو بسبب ہلاک ہونے ضامن کے دین کو بسبب ادا کرنے کے تو اب ضامن ہو گیا طالب کے مانند اور چنانچہ اگر ضامن دین کا مالک ہو جائے بسبب ہبہ یا ارث کے کذا فی العینی ص ضامن کے مالک ہونے سے صورت ہی طالب ہو جائے اور ضامن اسکا وارث ہو یا طالب اسکو فی حیات میں دین کو ہبہ کیا ہو اور یہ ہبہ بقبض کے واسطے جائز ہے اگرچہ غیر مدیون کے واسطے ہبہ دین جائز نہیں کیونکہ بہبہ دین متضمن قبول ہوا قبض کی طرف مقتضائے ہبہ بسبب ضرورت کے کذا فی الطحطاوی وان یعجز لا یرجع لتبرعہ علی الاصح اذا ہجان فی المجلس فیرجع عما ادی اور اگر بعجز مکاتب کے ضامن کی ہو تو جو ادا کیا ضامن نے دیا ہوا اسکو مکاتب سے نہ بھرے اسلئے کہ اسنے تبرع کیا مگر جبکہ مکاتب نے ضمانت دینے ضمانت کو جائز رکھا تو مکاتب سے بھرے کذا فی الہدایۃ وحیلۃ ان اراد الطالب ان یرجع علی الکفیل بما ادی ان یقول لہ اکفلت بنفسہ او بالدین الذی لک علی فلان بامرہ او بغیر امرہ ثم یؤدی عنہ بامرہ فیرجع علیہ بما ادی اور حیلہ یہ ہے کہ ضمانت بالامر کا یہ ہے کہ طالب ضامن سے کہدے اگر تو کفیل کر کہ اسکو تو دین کا وکیل کر دے اپنی جانب سے کذا فی المحیط اور ضمانت بغیر امر کا یہ ہے کہ ضامن کہدے مکفول عنہ سے بغیر اسکے حکم کے کما ہو ظاہر الروایۃ عن اصحابنا الثلثۃ رحمہم اللہ تعالیٰ وہو الصحیح کذا فی الہدایۃ اور حیلہ یہ ہے کہ کفالت ادا میں بھی ابتدا جاری ہو بعضوں نے کہا حیلہ اسوقت جاری ہو جبکہ ضامن نے بقدر دین یا اور زیادہ کر دیا کہ اصیل کا دین ہو اور اگر اسکا دین کم کر دیگا تو اصیل دین سے بری ہو جائیگا پھر یہ حیلہ صحیح نہ ہوگا کذا فی المحیط ولا یطالب کفیل اصیلا حال قبل ان یقع علی الکفیل عنہ لان ذلک یکون بالاداء ثم للکفیل اخذ رہن من الاصیل قبل ادائہ خانیۃ اور مطالبہ نہ کرے ضامن اصیل سے قبل اسکے کہ ادا کرے ضامن اصیل کی جانب سے ہو اسطرح کہ ضامن کا مال مرتہن ہو اور اگر مطالبہ کرے سے ہاں ضامن کو کوئی چیز رہن لینا اصیل سے قبل ادا مال جائز ہے کذا فی الخانیۃ فان لو زم الکفیل لا زمہ ای کلام ہو کہ اصیل ابطال حق خاص بحق عام کرے پھر اگر پکڑا جائے ضامن تو وہ بھی پکڑے اصیل کو تا اسکو وہ چھڑا دے واذا حبسہ لہ حبسہ ان ادی الکفیل یا مر ولیس علی الکفیل للمطلوب بدین مثلہ ولا قلا ملازمۃ ولا حبس الخ اور جبکہ طالب ضامن کو حبس کرے تو ضامن کو حبس کرنا جائز ہے اس صورت میں ہے جبکہ اسنے بامر المطلوب ضمانت کی ہو اور ضامن پر مطلوب کا دین ضمانت کے مال کے مانند ہو اور اگر بلا امر ضمانت ہوا مطلوب کے اوپر دین ہو تو نہ ملازمت ہے جبس کذا فی السراج وذلک اشیاء اداء الکفیل وموت الطالب ۔ روا شباہ میں ہے کہ ضامن کا ادا کرنا طالب کو ضامن اور اصیل کی برات کا موجب ہے ہر طالب سے متعلق ہو اور اسلئے باوجود فصل کے کذا فی الحاوی کما اذا احالہ الکفیل علی رجل ولم یقبل ولم یرض فقط برات نفسہ فقط مگر جبکہ ضامن طالب کا حوالہ کرے اپنے مدیون پر اور قطع اپنے نفس کی برات شرط کرے تو اصیل بری ہو جائیگا مدیون قید نہیں بلکہ مطلق حوالہ بالنفس قبول طالب اور محال علیہ بھی حکم رکھتا ہے وبری الکفیل باداء الاصیل اجماعا الا اذا برھن علی انہ قبل الکفالۃ فقط کما لو حلف بحر اور بری الاصیل ہو گا ضامن اصیل کے ادا کرنے سے بالاتفاق مگر جبکہ اصیل گواہ لاوے اپنے ادا کرنے پر قبل ضمانت کے تو قطع اصیل بری ہو گا چنانچہ اگر اصیل قسم کھا لیگا کہ جس قبل کفالت کے ادا کیا تو قطع اصیل بری الذمہ ہو گا کذا فی البحر ص مسئلہ قسم کا منع الشفعہ مرین قدیمہ سے منقول ہے تو یہ جو خانیہ نے بحر الرائق کی طرف نسبت کیا ہے سو بے محل ہے ظاہر یہ مسئلہ مشکل ہے کیونکہ مطلوب مدعی ہے تو بسبب نکرنے قسم آنے کے تو تصور اسکی یہ ہے کہ مدعی نے مال کا دعوی کیا سو کوئی آدمی اسکا کفیل ہوا اور مدعا علیہ مال کا منکر ہوا تو مدعی کے پاس گواہ نہیں ہیں اور مدعا

سورت

قسم کھائی تو وہی بری الذمہ ہوگا کہ کفیل کذا فی الطحطاوی ولو ابرأ الطالب الاصیل او اخّر عنہ ای اجّلہ برئ الکفیل تبعا للاصیل الاکفیل النفس کما مر اور اگر بری الذمہ کردے طالب اصیل کو یا اس سے تاخیر کرے یعنی ادائے دین کی کچھ مدت مقرر کردے تو ضامن بھی بری الذمہ ہوگا اصیل کا تابع ہوکر اگر کفیل نفس نہ بری ہوگا چنانچہ مکفول بہ حاضر ضامنی کی وجہ سے بری نہ ہوگا بخلاف کفیل بالدین عنہ تبعا للاصیل الا اذا صالح المکاتب عن قتل العمد علی مال ثم عجز المکاتب تاخیرت مطالبۃ المصالح الی عتق الاصیل ولہ مطالبۃ الکفیل الآن اشباہ اور تاخیر ہوگا مطالبہ دین کا ضامن سے اصیل کا تابع ہوکر مگر جبکہ صلح کی مکاتب نے قتل عمد سے بعوض مال کے پھر مکاتب کا کوئی آدمی ضامن ہوا پھر عاجز ہوا مکاتب بدل صلح کے ادا کرنے سے تو مطالبہ صلح کرنیوالے کا یعنی وارث مقتول کا متاخر ہوجائیگا تا عتق اصیل یعنی مکاتب کے آزاد ہونے تک اور اولیاء مقتول کو ضامن سے مطالبہ کرنا بالفعل جائز ہوگا کذا فی الاشباہ ھم خانیہ میں کہا کہ وجہ علت تاخیر مطالبہ تنگدستی اور خلاص اصیل ہے بحر الرائق میں کہا تو معلوم ہوا کہ اصیل اگر تنگدست ہو تو طالب اس سے مطالبہ نہیں کرسکتا اور ضامن سے کرسکتا ہے اگر وہ مقدور الادا ہو کذا فی الطحطاوی کان یتعلق بالمطالبۃ التبعیۃ الاصیل الفرع او حکمہ کما سنحکمہ یعنی براءت کفیل براءت اصیل کی موجب نہیں اور تاخیر عن الکفیل تاخیر عن الاصیل کی موجب ہے بخلاف تاخیر عن الاصیل کے واسطے فرع کے نعم لو تکفل بالحال او حوّلہ تاجیلا علی الکفیل تاجیل علیھما ہاں اگر قرض اول کی ضامن ضمانت کرے مدت مقرر کرکے تو اصیل اور کفیل دونوں سے مطالبہ متاخر ہوجائیگا اسواسطے کہ طالب کا مہلت دینا ضامن اور اصیل اور ضامن دونوں پر مہلت دینا ہے وفیہ یشترط قبول الاصیل والاجراء والتاجیل الکفیل اور کتاب میں ہے کہ قبول کرنا اصیل کا ابراء اور تاجیل کو شرط ہے نہ قبول کرنا کفیل کا صاحب ظاہر الروایہ فیہ بحر الرائق کی طرف رجوع ہے جو قبل اسکے مذکور ہوا حالانکہ یہ عبارت اسمیں نہیں بلکہ آسمیں نہایہ کے یوں مذکور ہے کہ ابراء اصیل اور تاجیل اسکے رد کرنے سے پھر جاتی ہے اور ابراء کفیل رد کرنے سے پھرتا ہے اور تاجیل اسکی نہیں پھرتی انتہی خلاصہ اسکا یہ ہے کہ ابراء قبول پر موقوف نہیں بلکہ رد کرنے سے پھرتا ہے کذا فی الطحطاوی کما اذا وھبہ او تصدق وردّ علیہ وردّ قبول کفیل شرط نہیں مگر جبکہ طالب اسکو ہبہ کردیا یا آسپر تصدق کیا تو قبول شرط ہے کذا فی الدر مع ہبہ در صورت غنی ہونے کفیل کے ہو اور صدقہ میں حالت فقیر ہونے کے قبول اسواسطے شرط ہوا کہ ہبہ اور صدقہ دین میں تملیط علی المدیون شرط ہے قلت وفی فتاوی ابن نجیم اجلہ علی الکفیل یتاجل علیھما وغلط القدستانی فلیحفظ میں کہتا ہوں اور ابن نجیم کے فتاوے میں ہے کہ کفیل نے مہلت دینے سے کفیل اور اصیل دونوں پر مہلت ہوجاتی ہے اور اس قول کو ابن نجیم نے حاوی قدسی کیطرف منسوب کیا ہے تو یاد رکھنا چاہیے صاحب طحطاوی نے کہا یہ قول مستثنی صورت پر محمول ہے یعنی تو کفل بالحال الخ تو اب تین سے کچھ منافات نہ رہی وفی القنیۃ طالب المدیون الکفیل فقال لہ اصبر حتی یحل الاصیل فقال لا تعلق لی علیہ انما تعلق علیک ھل یبرأ اجاب نعم وقیل لا وھو المختار اور قنیہ میں ہے کہ صاحب دین نے ضامن سے مطالبہ کیا سو اسنے کہا صبر کر تا کہ اصیل آجائے سو صاحب دین نے کہا کہ اسپر میرا کچھ تعلق نہیں میرا تو تعلق تجھی پر ہے کیا اس قول سے اصیل بری الذمہ ہوجائیگا جواب یا کہ ہاں بری الذمہ ہوگا اور بعضوں نے کہا کہ بری نہ ہوگا اور یہی قول مختار ہے ہم دیکھا مختار ہونے قول مکفول کی منح التقاسیمن قنیہ سے یوں منقول ہے کہ ایسے قول سے نفی تعلق کا ارادہ نہیں کرتے بلکہ نفی تعلق حسی کا ارادہ کرتے ہیں انتہی اور ظاہر مراد اس قول سے تفسیق ضامن ہے براءت اصیل واذا حل الدین المؤجل علی الکفیل وھو قادر علی الاصیل فلو اداہ وارثہ لم یرجع لو لملقالہ یامرہ الا الی اجلہ خلافا لزفر اور جبکہ دین موجل حال ہوجائے ضامن پر اسکی موت سے تو حال نہیں ہوتا اصیل پر تو اگر ضامن وارث اسکو ادا کرے تو اصیل سے پھر نہ لے اگر کفالت اسکے امر سے ہو مگر اسکی مدت تک اصیل سے نہ لیسکے بخلاف قریبہ کما یحل المؤجل علی الکفیل اتفاقا اذا حل علی الاصیل ای بموتہ ولو ما تا خیر الطالب دس برس چنانچہ حال نہیں ہوتا دین موجل ضامن پر الا اتفاق جبکہ دین حال ہو اصیل پر اسکی موت سے اور اگر ضامن اصیل دونوں مرگئے تو طالب مختار ہے کذا فی الدرر یعنی اسکو اختیار ہے چاہے ضامن متوفی سے لے چاہے اصیل کے صالح احدھما ربا لمال عن الدین علی نصفہ مثلا برئا لان الابراء عن بعض الاصیل کقبض بعضہ کما لو صالح سے ہزار دو سو دین کی صلح کی اسکے نصف پر مثلا یعنی بعضِ دین پر صلح کی تو دونوں بری الذمہ ہوگئے مگر مسئلہ صلح کا جاہ صورت کو متمل ہو ہم ایک صورت یہ ہے کہ دونوں کی برات صلح میں شرط کی ۲ فقط اصیل کی برات شرط کی ۳ سکوت واقع ہوا برات سے ۴ فقط کفیل کی برات شرط کی الطحطاوی نے کہا بلکہ مسئلہ ثمنہ ہو یعنی آٹھ صورت کو متمل ہو جاہ صورتیں جنابت صلح اصیل کے اور چار باعتبار صلح کفیل کے کا ۱۲

فقط برأ تھا اور برأۃ الاصیل اوسکت برئا تو جبکہ دونوں کی براءت شرط کی صلح میں یا براءت اصیل یا براءت سے سکوت کیا تو دونوں بری الذمہ ہونگے واذا شرط براءۃ الکفیل وحدہ کانت فسخا للکفالۃ لا اسقاطا لاصل الدین اور جبکہ صلح میں فقط کفیل کی براءت شرط کی تو یہ فسخ ہو ضمانت کا نہ اسقاط اصل دین ہم فسخ کفالۃ مستفاد ہے من ہم جسمیں صلح واقع ہوئی نہ مستغرق نصف میں من دین میں فیبرأ ھو فحدہ عن حصتہ دون الاصیل فیبقی علیہ الکفالۃ فیرجع علیہ الطالب بخمسمائۃ و الکفیل بخمسمائۃ لو یا مرہ تو فقط کفیل کی براءت میں فقط کفیل ہی بری الذمہ ہوگا یا نہیں یہ اصیل تو اصیل ہی بری الذمہ رہیگا تو طالب اصیل سے پانسو بھر لے اور کفیل سے پانسو بھر لے اگر ضمانت اصیل کے امر سے ہوئی ہو اور اصالۃ علی جنس الرجوع بالاقل کما مر اور کفیل نے صلح کرلی طالب سے کسی دوسری جنس پر مثلاً بیوض درہم کے کپڑے دیا تو کفیل اصیل سے ہزار درہم بھر لے جیسا کہ مذکور ہو چکا ہم ہزار سو ہوئے یہ گیا کہ وہ سیاہ ویسے دین کا مالک ہو گیا صالح الکفیل الطالب علی شیء لیس ہو من الکفالۃ لہ یرجع الاصیل الا بحجۃ المال علی الکفیل خانیۃ وھو یطالبہ لانہ یرجع بالکفالۃ بالمال والتصالح مع الکفیل عن الکفالۃ بالمال صلح عن المال فلا یکون ابراء للاصیل عن المال صلح مع کفیل پر مال صلح کا حوالہ نہیں کفالۃ کا حوالہ نہیں کذا فی الخانیۃ اور وہ یعنی عدم صحت صلح بسبب اطلاق کے مال ضامنی اور حاضر ضامنی دونوں کو شامل ہوگا کذا فی البحر ہم کفالت نفس میں عدم صحت صلح بالاتفاق ہو تو اگر ضامن طالب کو وہ مر ہم شیلا دے تا اسکو حاضر ضامنی سے بری الذمہ کردے تو اسکو عوض لینا بالاتفاق وایات مسلم نہیں اور اسکی براءت میں کفالت سے دو روایتیں ہیں کذا فی البحر اھ قال للطالب للکفیل برئت الی من المال الذی کفلت بہ یرجع الکفیل بالمال علی المطلوب اذا کانت الکفالۃ بامرہ لاکراہ یا بالقبض کہا طالب نے ضامن سے کہ برئت الی یعنی تو بری الذمہ ہوا مجھ کو اس مال سے جسکا تو ضامن ہوا تھا تو ضامن مطلوب سے مال بھر لے جبکہ ضمانت مطلوب کے امر سے ہوئی ہو بسبب اکراہ کرنے طالب کے قبض مال کا ضامن سے ہم اقرار قبض نکلتا ہے برئت الی کی ترکیب سے ہوئے کہ نقطہ الی موضوع ہے انتہاء غایت کے واسطے اور متکلم صادق ہیں منتہی ہوا اس ترکیب میں تو ضرور ہوگا منتہی کے واسطے مبتدا تو ہو سو یہاں ابتدا نہیں ہے مگر قبض مال سے تو طالب کے کلام سے براءت مال سے ثابت ہوئی جسکی ابتدا کفیل سے ہے تو گو یا طالب نے یوں کہا کہ تو نے مجھ کو مال یا تو اب طالب ضامن سے مال لے سکتا تو ضامن سے حاصل سے مال نہ کو لیگا واللہ اعلم ومفادہ براۃ المطلوب لطالبہ اقرارہ کالکفیل اور بمقابلہ تعلیل براءت مطلوب ہو طالب کی طرف سے بسبب اکراہ کے ضامن کے مانند یعنی طالب کیلئے مطالبہ مطلوب سے متوجہ نہیں ہو سکتا بسبب اقرار قبض کے کفیل سے کیونکہ ایک دین ہی دو بار متقوض نہیں ہوتا وفی قولہ الکفیل برئت یلاقی ابراءتک لا رجوع لکقولہ اذا فی حل لانہ اراد اقرار یا القبض اور طالب کے یوں کہنے میں کفیل سے کہ براءت بدون لفظ الی یعنی تو بری ہو گیا یا میں نے تجکو بری کردیا رجوع نہیں یعنی کفیل مطلوب سے مال نہیں لے سکتا چنانچہ اس قول میں رجوع نہیں کہ انت فی حل یعنی تو خلاصی اور کشادگی میں ہے کیونکہ یہ بری کردینا طالب کیطرف سے اقرار قبض مال کا ہم بحث محتمل ہوا برائے طالب ادائے کفیل کا تو رجوع ثابت نہیں ہو سکتا بسبب شک کے اور ابراءتک میں تو صاف ابتدا اور انتہا ظاہر ہے اقرار قبض کا کیونکہ متکلم نے فعل کو اپنی ذات کی طرف نسبت کیا اور کفیل مالک دین نہیں ہوتا مگر الفاظ سے تو اس لفظ میں بالاتفاق رجوع نہیں مگر طالب نے دین کو مطلوب سے لیگا کیونکہ اسنے تو فقط کفیل کو بری الذمہ کردیا ہے نہ مطلوب کو اور لنت فی حل اسقاط ہو اجماع ابراء ربعہ کیونکہ لفظ حل براءت بالابراء متسلسل ہو خبر براۃ یا القبض میں کذا فی الطحطاوی خلافا لابی یوسف فی حل ای برئت فانہ جعلہ کالاول الی قیل ھو قول الامام واختارہ فی الہدایۃ وھو اقرب لاحتمالین فکان اولے وھو معنی بالعنایہ بخلاف ابو یوسف کے لفظ اول میں یعنی برئت میں بسوائے کہ ابو یوسف نے برئت کو لفظ الی یعنی برئت الی کے مانند کہا ہے اور بعضوں نے کہا کہ وہ امام اعظم کا قول ہے اور ہدایہ میں اسکو پسند کیا ہے اور وہ یعنی ابو یوسف کا قول اقرب الاحتمالین ہو تو وہی معتبر ہوا کذا فی النہر من العنایہ ص ورد احتمال یعنی براءت استیفاء اور براءت اتفاق ولجمعہ انہ لو کتبہ فی الصک کان اقرارا بالقبض عملا بالعرف اور اجراء علامہ کہ اگر طالب لفظ براءت کو کاغذ میں لکھیگا تو یہ قبض مال کا اقرار ہوگا بنا بر عمل بالعرف کے ہم یہ راجح ہے مسئلہ خلافی کیطرف یعنی اگر لفظ برئت طالب لکھیگا تو ضامن ہو جائیگا بالاتفاق ہو بسبب کہ عرف میں کتابت نہیں مگر ایفای مال کے بعد تو کتابت اقرار محض ہے کذا فی الطحطاوی ھذا کلہ ہم غیبۃ للطالب فی مجمع حضر تہ وجہ البیان لمرادہ اتفاقا کانہ للجہل اور یعنی جو تفصیل سائل نمبر ۱ کی سقدم ہو چکی طالب کے غائب ہونے کے ساتھ ہو اور اسکے

حاضر ہونے کے ساتھ اسکی طرف رجوع ہوگی اسکے مراد کے بیان میں بالاتفاق کیونکہ اسکا کام محل ہے یعنی طالب سے پوچھا جائیگا کہ تو نے قبض مال کا ارادہ کیا ہے یا نہیں اور یہ لفظ بحرالرائق میں شامی سے اور فتح القدیر میں بلفظ قیل مذکور ہے کذا فی الطحطاوی دمثل الکفالۃ الحوالۃ اور مانند کفالت کے حوالہ ہے یعنی اگر مال مدعی علیہ نے کہا کہ یہ شے الی تو محال علیہ محل سے مال بھر لیگا اور اگر ایسا نہ کیا تو رجوع نہیں اور اگر یہ شے کہی فقط اسمیں اختلاف ہے وبطل تعلیق البراءۃ من الکفالۃ بالشرط العنبر للملائم علی ما اختارہ فی الفتح والمعراج واقرہ المصنف ھنا وفی المتفرقات لکن فی النہر ظاھر الزیلعی وغیرہ ترجیح الاطلاق اور باطل ہے تعلیق براءت کی کفالت سے شرط غیر ملائم پر بموجب اختیار فتح القدیر اور معراج کے اور اسی قید کو مصنف نے یہاں ثابت رکھا ہے اور متفرقات میں لیکن نہر الفائق میں ہے کہ ظاہر کلام زیلعی غیر سے ترجیح اطلاق نکلتی ہے یعنی ہر صورت تعلیق باطل ہے خواہ شرط موافق ہو یا غیر موافق شرط غیر ملائم وہ شرط ہے جسمیں طالب کو فائدہ نہیں چنانچہ دخول دار اور مجئی خدا وشرط ملائم چنانچہ استجار بعض مال التجمل بعض قید بکفالۃ المال لان فی کفالۃ النفس تفصیلا مذکورا فی الخانیۃ مصنف نے بطلان تعلیق براءت میں کفالت مال کی قید لگائی سو اسلئے کہ کفالت نفس میں وہ تفصیل ہے جو خانیہ میں مذکور ہے ہم مصنف نے قید کفالت مال متن میں مذکور نہیں کی تو یہ طالب ہے کہ اقتصار سائل کفالت مال پر کذا کرتا بجائے تقیید ہے واللہ اعلم خانیہ میں تفصیل مذکور یوں ہے کہ جب کفالت نفس براءت معلق بشرط ہو تو اسکی چند وجوہ ہیں ایک وجہ یہ ہے کہ براءت جائز اور شرط باطل چنانچہ طالب کفیل نفس کو بری کیا دس دن مہینے کی شرط پر یا دوسری وجہ یہ کہ براءت اور شرط دونوں جائز ہیں چنانچہ ایک شخص نے مناسب اور حاضر مناسب ہر سو طالب نے کفیل سے کہا کہ اگر تو مال دے اور طالب سے اسکو بھر لے تو یہ باطل ہے کذا فی الطحطاوی عن المنبع فقضاء لا یسترد اصیل ما ادی الی الکفیل بامرہ لیس فعل الطالب ان لم یعطہ طالبہ ✱ نہ پھیرے اصیل اس مال کو جو دیا اس کفیل کو جو ضامن ہوا اصیل کے امر سے اسکے کفیل کو دیا کہ کفیل دے مال طالب کو دے اگرچہ کفیل مال نہ کو اسکے طالب کو دے دے ہم باوجود یکہ کفیل طالب کو نہ دے تو بھی اصیل اسکو نہیں پھیر سکتا سوا اسکے کہ ضمانت باذن اصیل سے دو دین ثابت ہوتے ہیں ایک دین طالب کا کفیل پر اور دوسرا دین کفیل کا اصیل پر لیکن دین طالب کا حال اور دین کفیل کا مؤجل تا وقت ادا جو تو جبکہ کفیل نے ادا کیا دین اصیل عجلت کریگا تو ادا صحیح ہوگا اور کفیل اسکا مالک ہو جائیگا لہذا اصیل اسکو پھیر نہیں سکتا کذا فی شرح الوقایۃ وکذا لو عجل المحیل عن الاداء لو کفیلا بامرہ ولا محال لانہ حینئذ یعلم انہ لا یسترد اذ جبر وا فی المصنف لکنہ قدم قبلہ ما یخالفہ فتحرر اور کچھ عمل نہ کریگا روکنا اصیل کا ادا سے دین سے اگر وہ ضامن ہوا اصیل کے امر سے اور اگر ضمانت باذن نہیں تو اسکا روکنا معمول ہوگا سوا اسکے کہ اصیل اسوقت دین مشتری کا مالک ہو کذا فی البزازیہ اور ثابت رکھا ہو اسکو مصنف نے اپنی شرح میں لیکن شرح مذکور میں قبل اسکے اس مضمون کو متقدم کر چکا ہے جو اسکے مخالف ہے تو اسکی تحریر کرنا چاہیے ہم طحطاوی نے کہا کہ جب صاحب نہر اور حموی نے بحرالرائق کے قول کو ثابت رکھا تو اب اسکے مخالف قول کا کچھ اعتبار نہیں یعنی اب تحریر کی کچھ حاجت نہیں وان دیر الکفیل بہ طالبہ لانہ ادی ملکہ حیث قبضہ علی وجہ الاقتضاء فلو علی وجہ الرسالۃ فلا نضحہ اما نقضا فالثانی اور اگر مال مذکور میں کفیل کچھ نفع حاصل کریگا تو اسکو حلال طیب ہے کیونکہ نفع مذکور اسکے مملوک مال کی زیادتی اور بڑھوتی ہے بشرطیکہ کفیل نے مال کو بروجہ اقتضا قبضہ کیا ہو تو اگر بروجہ رسالت قبضہ کیا ہوگا تو نفع اسکو حلال نہیں کیونکہ وہ مال خالص امانت ہے برخلاف ابو یوسف کے ہم قبض بطریق اقتضا کی یہ صورت ہے کہ کفیل سے کہے کہ دین تو اپنا حق ہے تو لے اصل مال کو تو اپنے ادا کرنے کے اور قبض بطریق رسالت اسطرح ہے کہ کفیل سے کہے کہ یہ مال لے اور طالب کو دے اور اگر اصیل نے بیان اقتضا سے سکوت کیا تو بطریق اقتضا ہی واقع ہوگا پھر جب قبض بطریق اقتضا ہوگا تو صفت کفیل کو حلال ہوگا خواہ اصیل طالب کا دین ادا کرے خواہ اصیل کذا فی الطحطاوی وللدائن ان یحبس الاصیل اذا قضی الدین بنفسہ ورہنا بما یتعین بالتعیین کحنطۃ لا فیما لا یتعین کنقود فلا یملک ویستحب کما فی المنح اور مستحب ہے منفعت کا پھیر دینا اصیل کو جبکہ اصیل بذات خود دین ادا کرے کذا فی الدر اور دین میں پھیر دینا مستحب ہے جو متعین ہو جاتا ہو متعین کرنے سے جیسا کہ گیہوں متعین

جو تعمیر سے مستغنی نہ ہوتا ہو چنانچہ نصوتو وہاں رکنا مسجد نہیں ہم جامع صغیر میں استحسان کے واسطے اذاے اصل کی قیمد کو نہیں لیکن در کی عبارت سو ہم ہی خلاف تصحیح کذا فی الطحطاوی ہو چکا ہے یہ کہ اسمعیل حنیفہ آگیا ہی ہستیلان ہونے حق علوب کے لیکن جاکم اسکے پھروا دینے پر جبر نہیں کر سکتا کذا فی النہر دلورد ہ ھل یطیب للاصیل الاشیء لغم ولو غیا عنایہ اہر اگر نقد مثل اصل کو بھیدے تو کیا اصیل کو وہ حلال طیب ہی یا نہیں قول اشبہ بالحق یہ ہی کہ ہاں حلال طیب ہی اگر یہ اصیل غنی ہو کذا فی التتارخانیہ اھر اصیل کفیل لہ بیع العینۃ ای بیع العین بالربح نسیئۃ لبیعھا المستوضع قال لیقضہ دینہ اختر عہ اکلۃ الربوا وھو مکروہ شرعا لما فیہ من الاعراض عن عبرۃ الاقراض اھر کیا اصیل فیانے ضامن کو بیع العینہ کا یعنی جیسا صیر کا اور دھار فائدہ لیکر قرض لینے والا اسکو خریدے اس سے کہ قرض دینے والا قرض لینے والے کو بیع العینہ کا کہ پہلے اپنا مال بیچ کر پھر اسی سے زیادہ لے لے اختراع کیا ہے اکلو سود خواروں نے اور وہ مکروہ ہے شرع مین کیونکہ اعراض ہے عبرت سے قرض مین اور عبرت یہ ہے کہ آدمی قرض دے اپنے بھائی کو ساتھ نیکی کے اور یہ مع شرع مین مکروہ ہے اور مذموم ہی کیونکہ آسمین قرض دینے کے احسان سے رو گردانی ہی ہم عینہ کہتے ہین صحابہ سے اور سلف سے اسکو بیع العینہ ہوے واسطے کہا کہ اسمین سیلان ہی دوین سے بدین کی طرف سکین کے واسطے کہا کہ عینہ مشتق ہی عین سے بیع العین بالربح کی صورت یہ ہی کہ دس روپے کی قیمت کا کپڑا بیچ اپندہ روپے کو اور جاے بیچنے منفعت حاصل کرنے کے واسطے پھر وہ مشتری وہ کپڑا دس روپے کو بیچے اور بانچ دینے کا نقصان اٹھاوے اور یہ عینہ اس لیے کہا صورت اسکی یہ ہی کہ عین خریدے کہ زیادہ تر اسکی قیمت سے تا اس ثمن سے کہ کنز بیچے غیر بانع کے ہاتھ پھر ہلاک اول شخص غیر سے جو قرض تھا شتری کے ذمے غیر کو غیر نقد خرید کیا اور بالک اول شخص غیر کو کہتا ہے ثمن دے اور غیر شخص مشتری مدیون کو دے مثلاً زید نے عمرو سے دس روپے کی قیمت کا کپڑا خالد کے ہاتھ بیس روپے کو اُدھار بیچا پھر خالد نے عمرو کے ہاتھ وہ کپڑا دس روپے کو بیچا پھر عمرو سے زید نے دس کو خرید کیا اور دس عمرو نے اسکو دیے محمود نے ہی دس روپے خالد کو دیے تو ہلاک شخص غیر کے واسطے فرض ہوا تا خرید کرنا مال کا کنز شرا اول سے قبل از نقد ثمن الاول مہتاوے بسبب طریق العینہ کی چند صورتیں اور بھی ہین محمد نے کہا کہ یہ بیع سیر کبیر المین ہارون کے لیے ہی اسکو سود خواروں نے اختراع کیا ہی اور شارع علیہ السلام نے اسکی مذمت کی ہی سو ذایا کہا اذا تبایعتم بالعینۃ الخ حدیث ابو داؤد و غیرہ ذکرہ علیہ عدو کم یعنی جب تم خرید و فروخت بطریق بیع العینہ کے کروگے اور بیلون کے پونچھ پر رہوگے یعنی کھیتی مین مشغول ہو کر جہاد کرنے سے غافل ہوگے تو ذلیل ہوگے اور تمھارے دشمن تم پر غالب ہونگے اور ابو یوسف نے کہا کہ یہ بیع مکروہ نہین کیونکہ اکثر صحابہ نے ایسا کیا ہی کمال الدین نے فتح القدیر مین کہا کہ یہ رد علی من یقول ہی آیا ہی کہ جسکو دافع اخراج کرتا ہی اگر اسنے ایسی صورت کی بیع کی جسمین وہ چیز بائع بعض واقع کی طرف عود کر آئی جیسے کہ بیکا عود آیا بہلی صورت مین اور چنانچہ وہ روپے قرض کے تھے بھیر اسکے ہاتھ دس روپے کا کپڑا اپندہ روپے کو بیچا اور پندرہ روپے جو قرض میرے تھے پھیر لیے تو دافع سے خارج نہوے مگر دس اور جو خارج ہوا تھا اسمین سے بعض پھیر آیا تو ایسی بیع مکروہ ہی یعنی مکروہ تحریمی اور اگر عین مبیع اسکی طرف راجع نہوئی تو اس بیع مین کراہت نہین نگر خلاف اولی ہی بیخ الاسلام صغتی ابو سعود نے کہا کہ جو فتح القدیر مین کہا کہ بعض متاخرین القائلین کی صلاحیت رکھتا ہی اسطرح پر کہ قول محمد کا بربیع العینہ کے صورت پر محمول ہی جبکہ دافع کی طرف کل المبیع عین پھر آوے اور قول ابو یوسف بعدم کراہیت کا صورت پر محمول ہی جبکہ بعض کی طرف کچھ عود نکرے بطریق حدیث بحملی ہوت پر محمول ہی جو کچھ کا قول محمول ہو اتو اوپر شبہ لخط ہوگیا کہ ابو یوسف بیع العینہ کی عدم کراہت سے کیونکر قائل ہوے اور جو اس حدیث کے جو کہ مقتضی ہمذمت کی والد اعلم کذا فی الطحطاوی ثم فتح القدیر مین مذکور ہی کہ جب دافع کیطرف سے عود کرے جسکو اسکے ہاتھ سے مبیع ہوئی عوض کر لی تو وہ بیع بیع عینہ نہوگی کیونکہ وہ ماخوذ ہی عین خریدے سے مطلق عین بیچے والا بیع بیع العینہ ہو جائے فقط الکفیل وزیادۃ الربح علیہ فی العاقد کما لو باعہ الاصیل ثم اشتراہ الوکیل بالبیع ذلک کما فی البیع لظہر ان الوکیل بمنزلۃ الاصیل ذلک باطل پھر کفیل فرمایا ہی کیا یعنی ہر جب ہر اصیل الطریق بیع العینہ کے خریدے کی تو بیع نکو کفیل کرانے سے ہی اور زیادتی منفعت کی جو ناجر کو حاصل ہوئی اسکی صرف کفیل ہی کو ہی کیونکہ کفیل ہی عاقد ہی اس بیع کا اور کچھ لازم نہین اصیل اگر خریدنے پر کہیونکہ وہ باضافت ہی نقصان کی یا بمحمل کی تو کفیل ہی اور وہ یعنی ضمان نقصان یا توکیل بمحملی الملی ہم خلاصہ یہ ہی کہ یہ صورت کفالت فاسدہ یا وکالت فاسدہ کی طرف راجع ہی ضمان خسران ہوے واسطے باطل ہی کہ ضمان نہین ہوتا مگر مضمون کا اور نقصان کسی پر لازم نہین کیونکہ اگر بائع باذن مدیون کے مشتری سے کہ جو نقصان بجکو لاحق ہوا وہ مجھپر ہی یا غلام کے خریدار سے کہے کہ اگر یہ غلام بھاگ گیا تو وہ مجھپر تو جائز ہی نہین وکالت فاسدہ کی وجہ یہ ہی کہ مقدار مبیع اور ثمن کو نہین کفل عن رجل بما ذاب لہ او بما قضی لہ علیہ او بما لزمہ صحیح لانہ لزم بلا ضمان درک فی الحال وھذا ما عن زید بہ المستقبل کقولہ اطال اللہ بقاءک ضامن ہوا ایک شخص کی طرف سے اُس مال کا جو مقبول لہ کیواسطے ثابت اور واجب ہوا اُس مردود پر یعنی

یعنی اصیل پر یا اس مال کا ضامن ہو جسکا قاضی نے حکم کیا ہو اور کہا کہ اسکو لازم ہو درک کی عبارت میں لفظ لازم بدون ضمیر کے ہو اور بدایہ میں ہے کہ یعنی لفظ واجب اور قضی قاضی ہے اور مراد اسے مستقبل ہے چنانچہ المال المدعی بفلانک میں فقابلہ اصیل فیرھن المدعی علی الکفیل ان لہ علی الاصیل کذا لم یقبل برھانہ حتی یحضر الغائب ویقضی علیہ فیلزمہ تبعا للاصیل پھر ضمانت مذکورہ کے بعد اصیل غائب ہوا سو مدعی نے ضامن پر گواہ ہی ثابت کیا کہ مدعی کا اصیل پر اتنا مال تو گواہی اسکی مقبول نہوگی جب تک کہ اصیل غائب حاضر نہو پھر جب وہ آویگا تو بدستور مذکورہ کا حکم دیا جائیگا پھر ضامن پر مال دینا لازم آویگا یا تبع اصیل ہو یا اسکی کفیل نے اس مال کا التزام کیا جو اسپر قاضی زمان مستقبل میں حکم کرے یا جو اصیل پر واجب اور ثابت ہو زمان آیندہ میں تو یہ ضمانت ہوا اس مال کی جو اصیل پر ثابت ہو بعد عقد کفالت کے نہ قبل کفالت کے اور مدعی کا دعوی مطلق ہو کیونکہ اسنے وجوب مال بعد کفالت کا تعرض نہیں کیا بلکہ مطلق ہو کہ قبل کفالت کے واجب تھا اور وجوب قبل کفالت تحت کفالت داخل ہیں تو دعوی فاسد ہوا لہذا گواہی مسموع نہیں کمافی الطحطاوی عن الاتقانی وان برھن انہ علی الغائب کذا من المال وھو فی الحاضر کفیل قضی بالمال علی الکفیل فقط اور اگر مدعی نے بگواہی ثابت کیا کہ اسکا زید غائب پر اتنا مال ہوا وہ یعنی شخص حاضر ضامن ہو غائب کی تو فقط ضامن پر مال کا حکم کیا جائیگا ولو ادعاہ وقضی علیہ فالکفیل الرجوع لان الکفیل لہ ھنا مال مطلق فالمکفول بہ اثباتہ بخلاف ما تقدم اور اگر مدعی نے قول مذکور میں اتنا زیادہ کہا کہ شخص حاضر ضامن ہو غائب کے اسکے امر سے تو ضامن اور زید غائب دونوں پر مال کا حکم کیا جائیگا تو اب ضامن کو مال کا بعد لینا اصیل غائب سے جائز ہوا سو اسطے گواہی مسموع ہوئی کہ مکفول بہ یہاں یعنی مسئلہ ماتن میں مال مطلق ہو تو اسکا اثبات ممکن ہو بخلاف تقدم کے حکم گواہی یہاں قبول ہوئی مسئلہ متقدمہ میں اسواسطے کہ وہاں مکفول بہ مال مقید ہے یعنی جو مال کہ ضامن پر بعد کفالت کے ثابت ہوا اور دعوی مدعی کا مطلق تھا تو دعوی فاسد ہوا لہذا گواہی مقبول نہوئی اور یہاں مکفول بہ مال مطلق ہوا اور مال کا دعوی بھی مطلق ہو تو دعوی صحیح ہوا لہذا گواہی مقبول ہوئی کیونکہ وہ صحت پر مبنی ہے جو دعوی نے کہا کہ اگرچہ یہ قضا علی الغائب ہے مگر یہ کہ حکم ضمنی ہوا اور اگر صریحا حکم ثابت ہوتی ہوا اور قصدا اثبات نہیں ہوتی کذا فی الطحطاوی وھذہ جملۃ اثبات الدین علی الغائب اور یہ یعنی مسئلہ ماتن چند طریق ہوا اثبات دین کا غائب پر یعنی بعضی کفالت غائب پر دین ثابت ہو جاتا ہے ولوجوہ اخر اظھر من الشمس موضح ہیں ذیل و یدعی علیہ مثل ھذہ الکفالۃ فیقر الرجل بالکفالۃ ویذکر الدین فیرھن المدعی علی الدین فیقضی بہ علی الکفیل ولا اصیل ثم یحضر الکفیل فیبقی المال علی الغائب وکذا الحوالۃ وتمامہ فی الفتح وابن ہو اور اگر طالب یعنی صاحب دین شاہد کے مرجانے سے ڈرے تو اوقفت کرکے کسی مرد کے ساتھ اور اسپر بسیط حق کی کفالت یعنی کفالت بالامر کا دعوی کرے پھر وہ مرد کفالت کا اقرار کرے اور دین کا منکر ہو جائے پھر مدعی گواہی سے دین ثابت کرے تو دار القضا میں ضامن اور اصیل پر ثبوت دین کا حکم کیا جائیگا پھر مدعی ضامن کو بری الذمہ کردے تو غائب پر مال باقی رہیگا اور بسیط حق کفالہ کے مانند جملہ اقرار اور بحر الرائق میں ہے کفالۃ بالدرک تسلیم ثمنہ لبیع کفالت بالدرک تسلیم مبیع کے جانب ثمن سے ہم یعنی جیسے ثمن کی ضمانت کی درصورت انتفاق مبیع تو اسنے تصدیق اور اقرار کیا کہ مبیع بائع کی ملک ہو تو اگر بعد اسکے یہ دعوی کریگا کہ مبیع مذکور میری ملک ہے تو دعوی اسکا مسموع نہوگا کیونکہ اقدام علی التلف تلک بائع کا اقرار ہوا سکے بیع کے وقت تو بعد اسکے اپنے ملک کا دعوی صحیح نہیں کذا فی الطحطاوی کشفعۃ فلا دعوی لہ مانند شفعہ کے پھر اسکا دعوی نہیں یعنی کفالت بالدرک تسلیم ثمن شفعہ کی تو اگر ایک شخص شفیع ہوا ایک حویلی کا اور حویلی کا مالک کوئی ہے اور شفیع درصورت انتفاء مبیع ثمن کا ضامن ہو تو اب شفعہ کا دعوی کرنا بعد ثبوت مذکورہ کے صحیح نہیں کلکتب شھادتہ فی صک کتب فیہ بالم تحملکہ او یاع تبعا تا فذ ایاتا فانہ تسلیم ایضا چنانچہ اپنی گواہی لکھنا اسکا اس شخص نے جسمیں یہ لکھا ہو کہ بائع نے اپنے ملک بھی بایع تا فذ لازم کی تو یہ شہادت بھی تسلیم اور تصدیق ہو ملک بائع کی کما لو شھد بالبیع عند الحاکم وقضی بھا کما چنانچہ یہ بھی ملک بائع کی تصدیق ہو اگر گواہی دی بیع کی حاکم کے نزدیک خواہ حاکم نے گواہی کے بموجب حکم دیا ہو یا ہم حوی نے نقل کیا کہ گواہی دینا نفاذ بیع کا اقرار ہے باتفاق روایات لا یکون تسلیما کتب شھادتہ فی صک بیع مطلق عما ذکر تسلیم نہوگا اپنی گواہی کا لکھنا اس بیع کے کاغذ میں جو مطلق ہو قید مذکورہ سے اعم قید مذکور سے وہ ہو اور یہ جو اعتراف کیا بائع نے کہ مبیع قید ملکیت بائع اور بیع کا نافذ اور لازم ہوا تو اگر ایسی قید سے مبیع نہوئی تو گواہی

لکھنے سے تسلیم اور تصدیق ثابت نہوگی ملکیۃ دعوی ملکیت شاید بعد کے مسموع ہوگا کیونکہ اسمین وہ بات نہین جو ملک بائع کے اقرار پر دلالت کرے ہوا سطے کہ بیع گاہے غیر اکراہ سے صادر ہوتی ہے چنانچہ فضولی سے اور شاید اسواسطے لکھے ہوتا واقعہ یاد رہے اسلیے کہ اثبات بینہ مین کوشش کرے یا تامل کرے کہ اسواسطے گواہی لکھی ہو کہ اگر اسمین یہ بات معلوم ہو تو اسکو جائز رکھے کذا فی المطاوی اوکتب شہادتہ علی اقرار العاقدین کذا مجردا خبارا فلا تناقض یا اپنی گواہی لکھے عاقدین کے اقرار پر تو بھی تسلیم اور تصدیق ملک بائع نہین کیونکہ مجرد اخبار جو تو کچھ تناقض نہین یعنی دعوی ملکیت شاید مسموع ہوگا کیونکہ شہادت بیع مین مشہود بہ نہین اور نہ گواہی ملک کا اقرار ہوا سواسطے کہ بیع گاہے اکراہ سے صادر ہوتی ہوگا ہے غیر اکراہ کذا فی السرد لدلیل کل اختصر کانہ وقع اتفاقا باعتبار عادتھم اور مصنف نے کتاب شہادت کے ساتھ مہر کنایہ کیونکہ کیا چنانچہ کنز وغیرہ مین مذکور ہوا سواسطے کہ مہر کا ذکر اتفاقی ہو یا عتبار عادت قدیم اہل زمانہ کے یعنی اہل زمان سابق کی عادت یہ تھی کہ بعد کتابت شہادت اپنے اسمون کے مہر بھی کر دیتے تھے انیسیر اور تردد سے محفوظ رہے لیکن حکم ہر صورت ایک ہی ہو مہر ہو یا نہ ہو قال الکمال فصفتہ لک الی شہر وقال الطرابلسی حال قالقول للضامن کتہ بتکل المطالبۃ ضامن نے کہا کہ اگر ایک کا تجھسے ضامن ہوا ہون ایک مہینہ تک مطالبہ کرنا کہ وہ یعنی دین حال ہو نہ مؤجل تو ضامن ہی کا قول معتبر ہوگا کیونکہ وہ مطالبہ کا منکر ہوا وعلیہ الحکم المذکور فی قولہ لک علی مائۃ الی شہر مثلا فقال الآخر دھو للمقر لہ حالۃ کان المقر لہ یتکل الاجل اور حکم مذکور کے بالعکس حکم ہوا اس قول مین کہ تیرے مجھپر سو ہین ایک مہینے کی مدت تک مثلا جب دوسرے شخص یعنی مقر نے کہا کہ سو حال ہین نہ مؤجل اسواسطے کہ مقر لہ مدت کا منکر ہوا والحیلۃ ان علیہ حالین مؤجلا فاذا اکذب دحلولہ اقر باحدھما حالا وموجلا فان قال حال انکر ولا حرج علیہ یلعبی اور حیلہ یہ ہین سو حال سو اور وہ کذب یا حلول دین سے بسبب اپنے اقرار کے دوسے تو اسکا حیلہ یہ ہی کہ کہے صاحب دین سے کہ تیرا دین مجھپر حال ہی یا مؤجل بھر اگر وہ اس کہے کہ دین حال ہی تو مین یون اسکا انکار کرے اور اس انکار مین کسیر کچھ حرج نہین کذا فی الزیلعی ہم خوف کذب ثبوت انکار دین ہوا اور حلول کا خوف یعنی مواخذہ حلول دین کا بسبب اقرار دین مؤجل کے ہوا انکار حلول مین اسواسطے حرج نہین ہوگا کہ وہ اسمین صادق ہوگا ولا یؤاخذ ضامن الدرک اذا استحق المبیع قبل القضاء علی البائع بالثمن اخ مجرد لا سقطہ ولا ینتقض البیع علی الظاھر کما مر اور نہ اخوذ نہین ہوتا ضامن درک کا جبکہ مبیع مستحق غیر نکلے قبل اسکے بات کے کہ بائع پر ثمن پھیرنے کا حکم ہو اسواسطے ضامن ماخوذ نہین ہوتا کہ مجرد استحقاق کے بیع منتقض نہین ہوتی تا بظاہر مذہب کے چنانچہ گزرا البیوع مین مذکور ہو چکا وھو ضمان الخراج ای الموظف فی کل سنۃ وھو ما یجب علیہ فی الذمۃ لغیرہ قولہ والرھن بہ اذا الراھن بخراج المقاسمۃ باطل بخلافھما اطلقہ فی البحر اور صحیح ہو ضمانت خراج کی یعنی خراج موظف کی جو ہر سال ایکبار ہوتا ہی خراج موظف وہ ہی جو کاشتکار کے ذمہ پر واجب ہوتا ہی قید موظف کی مصنف کے اس قول کے نیچے سے نکالی اور صحیح ہی بواسطہ خراج کے رہن لینا اسواسطے کہ رہن لینا بذریعہ خراج مقاسمہ باطل ہی کذا فی النہر بخلاف اطلاق بحر الرائق کے عدم خراج موظف کی تخصیص ضمانت کی یہ وجہ ہی کہ موظف دین ہی ہوسکا مطالبہ بین جہۃ العباد ہو تو موظف باقی دیون کے مانند ہوگیا مضمون ہونے مین بخلاف خراج مقاسمہ کہ وہ غیر مضمون ہی یہان تک کہ اگر کھیتی تلف ہو جائے تو کاشتکار پر کچھ واجب نہین اور کفالت اعیان غیر مضمونہ کی جائز نہین اور صاحب بحر نے اطلاق اور تغلیب دونون نقل کیے ہین تو اسپر کچھ اعتراض وارد نہین کذا فی المطاوی للمصنف وبجواز الرہن بالموظف قال فی کل ما یجوز بہ الکفالۃ بجامع التوثق مخصوص بالمدرک فیجوز الرھن دون الکفالۃ بہ اور جائز رہن کرنا ہر ایک اس چیز مین جسکی کفالت جائز ہو بواسطے جامع توثق کے منقوض ہو درک سے بوجہ جائز ہونے کفالت بالدرک کے نہ رہن بالدرک کے عم جامع توثق یعنی حصول توثق کے کفالت اور رہن مین سے ہر طحطاوی نے کہا انقض مر صاحب بحر سے جواب دیا ہو کہ جو صاحب بحر نے کہا جواب دیا ہو کہ فضا کے فضا با غلبیہ مین نہ کلیہ اور اوڑکو کلیہ جو کہتے ہین تو یا بمعنی کردہ ہل تحت ثمر نہین ہین یا بمعنی کہ ہر فرد پر منطبق ہین دلکن الموائف اور اسیطرح نواب کی ضمانت صحیح ہو ہم نواب جمع نائب کی یعنی مصیبت وحادثہ سماوی مراد وہ مال ہی جسکو حاکم لوگون پر مقرر کرے نہر الفائق مین ہو کہ نوائب دو قسم ہین واجبی اور غیر واجبی جیسے نہر مشترک کا صاف کرنا جس سے شرب متعلق ہی اور

جو کیدہ محلہ کی اجرت اور جو مال کہ بادشاہ اسلام لشکر اسلام کے سامان کے واسطے اور مسلمان قیدیوں کے چھوڑانے کے واسطے معین کرے درصورتیکہ بیت المال خالی ہو قولہ کفالت کی کفالت بالانفاق جائز ہے کیونکہ یہ امور مذکورہ ہر مسلم بالغ عاقل پر واجب ہیں اس واسطے کہ اطاعت بادشاہ اسلام کی انہی امور میں ہے جن میں مصلحت ہر مسلمین کی ہو جب ہو بشرطیکہ بیت المال میں کچھ مال موجود ہو دوسری قسم نواب غیر وہبی جنانچہ جبایات یعنی مظالم سلطانی جو ہمارے زمانے میں لوگوں پر ناحق مقرر ہوگئے ہیں انکی صحت کفالت میں اختلاف ہے لیکن المنہاج والاصلاح میں صحت کفالت پر فتوی ہے اور اشبہ بحق کجبایات زماننا فاتفاق المطالبۃ کالدیون بل فوقہا حتی تؤخذ من الاطفال خلافا لما رجح فی حالات الاکراہ وعلیہ الفتوی صدر الشریعۃ واقرہ المصنف وابن الکمال کفالت نواب کی صحیح ہے اگرچہ نواب غیر وہبی اور ناحق ہوں جنانچہ مظالم سلطانی ہمارے زمانے کے کیونکہ وہ مظالم مطالبہ میں دیون کے مانند ہیں بلکہ انسے بھی فوق ہیں یہاں تک کہ اگر شرع سے ثابت ہیں کہ انہوں نے حاکم کے لئے تو مزارع کو مالک ہیں سے اسکا بھر لینا جائز ہے اور اسی پر فتوی ہے کذا فی شرح الوقایۃ اور مصنف نے اپنی شرح اور ابن کمال نے الاصلاح میں اسکو مسلم رکھا ہے اور اتفاق میں ہے کہ اسکو معلوم کرنا چاہیے اسپر فتوی دینا چاہیے فتح القدیر میں ہے کہ جبایات موظفہ جو لوگوں پر ہمارے زمانے میں بلاد فارس کے مذرزئی اور زنگیزی وغیرہم پر بطور باج مرزا بوسعید یا سلاطین کے واسطے مقرر ہوا بتایہ میں ہے کہ یہ مصیبت کبیرہ ہے لمس ہے یعنی مصادرہ سلطانی وہ قطعاً حرام ہے اور اسکی کفالت جائز نہیں کذا فی الطحطاوی وقید شمس الائمۃ بما اذا امر بہ طائعا فلو مکرہا فی الاصح لم یتبع المامور بالرجوع وکرہ لا کمل اور شمس الائمہ نے رجوع میں قید لگائی ہے جب اسکو اسکا امر کرے بخوشی سو اگر اسپر زبردستی ہوگی امر کرنے میں تو اسکا امر بالرجوع ستیر نہ ہوگا ذکر کیا ہے اسکو اکمل نے عنایہ میں یہ کلام مرتبط ہے محذوف سے جسکے حذف کرنے سے مطلب میں خلل نہ آیا مضمون عبارت مصنف متن التفاقین یہ ہے کہ جو غیر کے نائب کو اسکے امر سے ادا کرے تو اس سے بھرے اگرچہ بہ رجوع شرط نہ کیا ہو یہی صحیح ہے جنانچہ خانیہ میں ہے جیسے کہ ایک شخص نے غیر شخص کا دین اسکے امر سے ادا کیا اور عنایہ میں ہے کہ شمس الائمہ نے کہا کہ یہ اسوقت ہے جبکہ اسکا یعنی ادا کے دین کا امر اکراہ سے نہ کیا ہو اور اگر زبردستی سے امر کیا ہو تو اسکا امر بالرجوع ستیر نہیں کذا فی الطحطاوی وقالوا من قام بتوزیعہا بالعدل الجور علیہ فلا یتفق عدل وہو نادر اور علمانے کہا ہے کہ جو شخص تقسیم جبایات میں قایم بالانصاف ہو یعنی متولی قسمت ہو بین المسلمین زبردستی انصاف کے ہو وہ ماجور ہوگا یعنی ثواب پاویگا اور اس عمل کے برجب متولی قسمت فاسق نہ ہوگا جبکہ وہ عدل کرے اور ایسا شخص نادر الوجود ہے کذا فی الشرنبلالی وفی وکالۃ البزازیۃ قال لرجل خلصنی من مصادرۃ او الی او قال لا سیر ذلک فخلصہ رجع بلا شرط علی الصحیح قلت وہذا تقع فی دیارنا کثیرا وہو ان الصوباشی یمسک رجلا ویجسہ فیقول الآخر خلصنی فخاصرہ صبلغ فخلصہ یرجع بغیر شرط الرجوع بالمجرد الامر فتدبر کذا بخط المصنف علی حاشیتہا فلیحفظ اور بزازیہ کی کتاب الوکالہ میں ہے کہا کسی شخص نے کہ مجکو چھوڑا مصادرہ حاکم سے یا قیدی نے اسیطرح کہا سو اسنے چھوڑایا تو مال تحاسبین میں جو خرچ کیا ہو وہ اس شخص سے بھرے بلا شرط رجوع بنا بر صحیح مذہب کے میں کہتا ہوں اور ایسا حادثہ ہمارے ملک میں کثیر ہوا کرتا ہے کہ صوباشی پکڑ رکھتا ہے کسی مرد کو اور اسکو قید کرتا ہے تو وہ مجبوس دوسرے شخص سے کہتا ہے کہ مجکو چھوڑا لے سو وہ اسکو چھوڑا لیتا ہے کچھ بیان دیگر تو ایسے وقت میں بیان مذکور بھرنے مجبوس سے بلا شرط رجوع بلکہ مجبوس اسکے امر کرنے کے سوا نہ لیگا کرایسا کچھ مذکور ہے حاشیہ زیلعی میں مصنف کے خط سے تو یاد رکھنا چاہیے والقسمۃ ای النصیب من النائبۃ وقیل ہی النائبۃ الموظفۃ وقیل غیر ذلک وایا ما کان فالکفالۃ صحیحۃ صک الشریعۃ اور ضمانت قسمت یعنی نائبہ کے حصے کی صحیح ہے اور بعضوں نے کہا کہ قسمت عبارت ہے نائبہ موظفہ معینہ سے اور بعضوں نے سوائے اسکے تفسیر کی ہے اور جو کچھ کہ قسمت سے مراد ہے سو اوسکی ضمانت صحیح ہے کذا فی شرح الوقایہ صک قسمت تفویض کو رسعد یعنی مقسوم نائبہ موظفہ سے نائبہ مزبورہ جو ہمراہ بادشاہ ہی میں مقرر ہو بعضوں نے تفسیر قسمت یوں کی ہے کہ پہلے دونوں شریک قسمت کرلیں پھر ایک شریک دوسرے کو دخل دے سو اسکا کوئی ضامن ہوا اور بعضوں نے یوں تفسیر کی کہ ایک قسم کی قسمت کی درخواست کرے اور دوسرا شریک تمامے پھر اسکا کوئی ضامن ہو تو صحیح ہے کذا فی التتارخانیہ وجب ہے کذا فی الطحطاوی قال رجل لآخر اسلک ہذا الطریق فانہ امن فسلک اولئک مالہ لبعضہم ایک مرد نے دوسرے سے کہا کہ یہ راہ چلو اسلئے کہ اس راہ میں امن ہے پھر کچھ مال اسکا راہ میں گیا اور اسکا مال چھین لیا گیا تو وہ شخص

ضامن ہیں ۔ وقال ان کان مخوفا والخ مالک فاما ضامن والمسئلۃ بحالہا میں اور اگر یوں بولا کہ اگر یہ راہ خوفناک ہو اور تیرا مال چھن جائے تو میں ضامن ہوں اور یہ مسئلہ بحالہ ہے یعنی جو کہ اسکے کہنے کے وہ شخص اس راہ میں گیا اور اسکا مال چھن گیا تو وہ شخص ضامن ہوگا ھذا وارد علی ما قدمہ بقولہ لجہالۃ المکفول عنہ کما فی الشرنبلالیۃ یہ اعتراض وارد ہوتا ہے مصنف کے اس قول مقدم پر کہ ضمانت صحیح نہیں ہوتی مکفول عنہ کی جہالت سے کذا فی الشرنبلالیہ ہم یہاں صحت ضمان صحت کفالت کی جہت سے منہ پھیرا اعتراض مذکور وارد ہوتا ہے بلکہ ضمان سے وہ کہ قائل نے دھوکا دیا اور فریب رجوع کا موجب ہوگا اگر بشرط ہو چنانچہ اشباہ کی آئندہ عبارت میں ہے وکذا فی الطحطاوی عن ابی السعود والاصل ان المغرور انما یرجع علی الغار اذا لحصل الغرور فی ضمن معاوضۃ او ضمن ایفاء صفۃ السلامۃ للمغرور لفقدہ رد ما تمامہ فی الاشباہ اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ فریب کھانیوالا فریب دینے والے سے اسی صورت میں رجوع کرتا ہے کہ فریب دینے والے نے عقد معاوضہ میں فریب دیا ہو یا فریب دینے والا سلامتی کی صفت کا فریب کھانیوالے سے بیوجہ ضمانت کے کذا فی الدرر اور پورا بیان اس کا اشباہ میں ہے اور باب المرتد میں گزرا ہوگا کہ عقد معاوضہ خواہ تبرع جیسے عقد تبرع سے چنانچہ ہبہ اور صدقہ اور ضمانت سلامتی کی شامل جس میں مذکور ہوا سوائے اس تعلیق مذکور کا صحاح ہے کہ وہ اسکے مال کے سلامت رہنے کا ضامن ہوا

فروع مسائل ملحقہ شارح کے ضمان الغرور فی الحقیقۃ ھو ضمان الکفالۃ فریب کا ضمان فی الحقیقۃ وہ ضمان کفالت کا ہے یعنی کفالت کے مانند ہے ضمان اتلاف کے مانند للمکفول منہ الاصیل من الحرف لو کفالۃ بحالۃ لخلاصہ منہا باداء او ابراء او مال ضامن کو مکفول عنہ کا اصیل کے حرف سے جائز ہے اگر اسکی کفالت فی الحال کی ہو یہ موجل یا اصیل ضامن کو ضمانت سے خلاص کرے بسبب ادا کرنے قرض دین کے یا معاف کر دینے طالب کے حرف تو معلوم ہوا کہ ضمانت موجل میں رجوع کرنا اسکو جائز نہیں اگر ضامن چاہے اسکے ساتھ بتا بیتا حلولیت و فی الکفیل بالنفس یردہ الیہ کما فی الصغری او بالمال او کفیل بالنفس میں تو یہ حکم ہے کہ حاضر ضامن اصیل کو پھیر لاوے اسکے پاس کما فی الصغری یعنی اگر حاضر ضامن اصیل کے امر سے ہو من قام عن غیرہ بواجب بامرہ رجع بما ادی وان لم یشترط رجوع کا حاصل بالانفاق وبقضاء دینہ لا فی مسائل امرہ بتعویض عن ہبتہ وباطعام عن کفارتہ وباداء زکوۃ مالہ وبان یہب فلانا عوضا لفلانا جو شخص غیر کی طرف سے مال واجب کے کہنے سے ادا کرے تو جو مال یا ہوا اسکو اس غیر سے بھر لے اگرچہ رجوع مال شرط نہ کیا ہو چنانچہ اتفاق زوجہ اور اسکے اولاد دین کے امر میں مگر چار مسئلوں میں رجوع مال نہیں ۱ یہ مسئلہ کہ غیر شخص نے امر کیا اپنے ہبہ کے عوض دینے کا ۲ امر کیا اپنے کفارہ کے کھانا دینے کا ۳ امر کیا اپنے مال کی زکوۃ دینے کا ۴ امر کیا کہ فلانے شخص کو میری طرف سے ہزار ہبہ کرے ہم فتاوی عالمگیری میں ہے کہ اگر ایک نے دوسرے اجنبی کو مال ہبہ کیا پھر ہبہ کرنیوالے نے دوسرے شخص سے کہا کہ واہب کو اپنے مال سے اسکے ہبہ کا عوض دے سو اسنے ایسا ہی کیا تو جائز ہے اور یہ شخص امر سے رجوع مال کرے مگر بشرط رجوع انتہی اور استثنا نظر اس مسئلے کے منقطع ہے کیونکہ عوض دینا موہوب لہ پر واجب نہیں فی کل موضع یملک المدفوع الیہ المال الملک المدفوع الیہ مقابلا بملک مال فان المامور یرجع بلا شرط والا فلا وتمامہ فی وکالۃ السراج والکل فی کفالۃ البحر یہ ضمان کسیں کہ وہ شخص جسکو مال دیا گیا وہ اس مال کا مالک ہو جاتا ہے مقابلہ ملک مال کے تو امور سے اپنا مال بھر لیگا بدون شرط کے اور اگر ایسا نہیں تو رجوع نہیں اور پورا بیان اسکا سراج کی کتاب الوکالہ میں ہے اور سبب فروع مذکور شبہا سے منقول ہیں ہم مالکیت مال بمقابلہ ملک مال چنانچہ بائع ثمن کا مالک ہی بمقابلہ مملوک ہونے مبیع کے دوسرے مشتری کے تو اگر مشتری کسی سے کہے کہ میری طرف سے ثمن ادا کر تو صحیح ہوگا اور اگر مامور اپنا مال بھر لے گا مشتری سے اور اسیطرح اگر غاصب اپنی طرف سے غصب کئے بدلا کسی سے دلاوے تو صحیح ہے کیونکہ مغصوب منہ مالک ہی ہوا بدلے مغصوب اور اگر ملک بمقابلہ ملک نہیں چنانچہ کسی سے اپنے کفارہ دینے کا امر کیا اپنی طرف سے جو کر دیا ۔ نے کا ہم کیا تو یہاں مرجوع الیہ طعام یا مال مملوک بمقابلہ ملک مال نہیں تو مامور کو یہاں اپنا مال بھر لینا امر سے جائز نہیں الا بشرط رجوع کذا فی الطحطاوی و فی الملتقط الکفیل للمختلعۃ بہا ادا علی الزوج من الدیون یتبعہ الزوج بہ لانہ لم یؤد عنہ بامرہ الا لیتخلص بہ من النکاح وکذا لو اعطی ثوبا لیکسوہا فاختلعت بہ ولو اعطی الکفیل للمختلعۃ بہا ادا علی الزوج من الدیون لا

ضامن ہوا درج کیطرف سے پھر عورت اور حرمین عقد جدید ہوا تو ضمانت علی حالہا باقی ہیگی کیونکہ عقد ثانی سے کفالت ماخوذہ نہیں ساقط ہوئی ثوب غائب عن
دلال لا ضمان علیہ کپڑا غائب ہوگیا دلال سے تو اسپر تاوان نہیں ہم سواسطے کہ دلال وکیل اجرت گیر ہوتو وہ امین ٹھہرا اور امین پر ضمان نہیں مگر تعدی سے
ولو غاب عن صاحب الحانوت وقد ساوم وانفقا علی ثمن فعلیہ الثوب اور اگر کپڑا غائب ہوگیا دوکاندار سے اور حالانکہ اسنے خریدار کی خواہش کی
تھی اور مالک ثوب اور دوکاندار شمن پر متفق ہوگئے تھے تو دوکاندار پر قیمت کپڑے کی واجب ہوگی ولو طار به الدلال ودفعه فی حانوت فهلك بمن
بلا اتفاق کذا ضمان علی صاحب الحانوت عند الامام لانه مودع المودع اور اگر دلال کپڑے کو لے پھرا پھر اسکو دوکان میں رکھدیا سو کپڑا ضائع ہوگیا
تو دلال ضامن ہیگا بالاتفاق اور دوکاندار پر تاوان نہیں امام اعظم کے نزدیک کیونکہ وہ امانت دار کا امانت دار ہے ہم سو دلال پر اسواسطے ضمان ہوا کہ اسنے بلا اذن مالک
کیوں دوکان پر کپڑا رکھدیا تو تعدی اسکی ثابت ہوئی دلالا ممروف فی یده ولو ثبت انه مسروق فقال ردد ت علی الذی اخذت منه برئ
مشہور دلال ہو جسکے ہاتھ میں کپڑا دیکھا ہو جسکا مسروق ہونا کھل گیا سو دلال نے کہا کپڑا بھید دیا جس سے لیا تھا تو وہ بری الموآخذہ ہو ولو قال طالب عمری فی مصر کذا
فاذا انفذت معی فلك عشرة منه جاز الاجل لا یزاد علی عشرة للتفاوت اور اگر صاحب دین نے کہا کہ میرا مدیون فلانے شہر میں ہے جو مدت
کہ تو میرا مال اس سے لیکر تو بھیجے واسطے دس درہم یا دینار ہیں اس مال سے تو اجرت مثل واجب ہوگی جو دس سے زیادہ نہو کذا فی الملتقط واعلم بان ضمان
الدلال والسمسار الثمن فیما یظهر بالعرف وقد ذکر ان الوکیل لا یضمن لانه یضمن لعامله لانه یصیر عاملا لنفسه فلیحفظ شارح کہتا ہوا دین نے
اسکا فتوے دیا ہے کہ دلال اور سمسار کا ضامن ہونا ثمن کا بایں سے باطل ہوگیا کیونکہ وہ اجرت دار وکیل ہے درمختار نے ذکر کیا ہے کہ وکیل کی ضمانت صحیح نہیں
کیونکہ وہ اپنی ذات کے واسطے عامل ہو جاتا ہے تو اسکی تحریر کرنا چاہیے ہم عامل لنفسہ اسواسطے ٹھہرا ہے کہ قبض ثمن کی ولایت اسکے واسطے ہے اور ضامن
غیر کے واسطے عامل ہوتا ہے دلال وہ ہے جسکے پاس قماش اور متاع ہو غیر کی اور سمسار وہ ہے کہ جو متاع اور اسکے مالک کو بتا دے چنانچہ کتاب البیع میں گذر چکا

فائدة ذکر الطرسوسی فی مؤلفه له ان مصادرة السلطان کل ما له مولی لا یحل الا لعمال بیت المال مستدلا بان عمر رضی الله عنه عزل
صاحبا باهر برة انتهی وذلك حین استعمله علی البحرین ثم عزله واخذ منه اثنی عشر الفا ثم دعاه لیعمل فابی ذکره الحاکم وغیره انتهی فائدہ ہے
جسکو طرسوسی نے اپنی کتاب میں ذکر کیا کہ سلطان کو ڈانٹ لینا مالداروں سے جائز نہیں مگر بیت المال کے عاملوں سے بایں استدلال کہ عمر رضی اللہ عنہ نے
ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ڈانٹ لیا انتہی کلامہ اور یہ ثابت ہوا تھا جبکہ فاروق اعظم نے انکو بحرین کا عامل کیا تھا پھر انکو معزول کیا اور بارہ ہزار انسے لیے پھر انکو عامل کرنے کو بلایا سو انھوں نے نہ مانا حاکم وغیرہ نے یہ روایت کی ہے صہیبی نے تفسیر منثور میں سورہ یوسف کے اندر اجعلنی علی خزائن الارض کی تفسیر میں ابن عساکر و ابن
ابی حاتم ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ عمر نے انکو بحرین کا عامل کیا پھر انکو معزول کیا اور دس ہزار سے ڈانٹ لیے پھر عامل کے واسطے انکو بلایا میں نے انکار کیا سو فاروق نے
کہا کیوں انکار کرتے ہو اور حالانکہ یوسف علیہ السلام نے عامل کی درخواست کی اور حالانکہ وہ بہتر تھے تجھ سے تو میں نے کہا کہ یوسف علیہ السلام خود نبی اور فرزند نبی کے
اور یوسف نبی کے اور پردادے نبی کے اور میں تو امیہ کا بیٹا ہوں ڈرتا ہوں کہ بے علمی سے کچھ کلام کروں اور بے علمی سے کچھ فتوی دوں اور میری پیٹھ پر مار پڑے اور میری
بے عزتی ہو اور میرا مال چھینا جاوے کذا فی بطلانوی وکذا اراد بعمال بیت المال خذ ما تمر الذین یجبون اموالہ وبین ذلك کتبته اذا تتبعوا فاکثر عمالہ
لان ذلك دلیل علی خیانتهم ولکثرة کتبته لاوقات ونظارها اذا تتبعوا نعاطوا انواع اللهو والعب وبنوا کما کان فلحاکم اخذهم
منه دون عزلهم فان عرف خیانتهم فی دفتر معین دلا فی دفتر بیت المال الیه ولا فی صغیر بیت المال هو بخطه وطرسوسی نے عمال بیت المال سے خادم مراد لیے ہیں جو
بیت المال کے اموال کی تحصیل کرتے ہیں اور منجملہ انکے منشی اور متصدی ہیں بیت المال کے جبکہ وہ لوگ گشائش اور بہتایت مال میں ظاہر کریں اسواسطے کہ وسع
انکی خیانت کی دلیل ہے اور انھیں کے ساتھ متصدیان اوقاف کے ناظر ملحق ہیں جبکہ وہ گشائش اور فضول خرچی کریں اور انواع لہو ولعب میں مشغول ہوں اور

ف ۱۲ منہ

ف زیادہ ہے چنانچہ کتاب البیع میں گذر چکا

ف ۱۲ منہ

عمارت بنادین تو حاکم کو اُنکے مال اُنسے چھین لینا اور اُنکا مال معزول کرنا جائز ہو سوا گر اُنکی خیانت کسی وقت مخصوص مین معلوم ہو جاے تو اُنکا مال کر اُسی وقت مین داخل کرے اور نہین تو بیت المال مین رکھے کذا فی النہر والبحر مسئلہ سید حموی نے کہا کہ یہ مسئلہ اُس قسم کا ہی جسکو دریافت کیجیے اور چھپا ڈالیے اور اسکا فتوی دینا جائز نہین کیونکہ یہ فتوی ارتکاب ممنوع کا ذریعہ ہوگا اسواسطے کہ اگر ہمارے زمانے کے حاکمون کو اسکا فتوی دیا جاے تو وہ عمال مذکورین کے سوال کو چھین لینے مین زیادہ تر اُن اموال کو داخل کرینگے بیت المال مین بلکہ اُنکو لائق امور مین صرف کرینگے یعنی اپنی خواہش نفسانی مین تو اُسکو خوب یاد رکھنا چاہیے کذا فی الطحطاوی وَفِی التَّلْخِیْصِ لَوْ کَفَلَ الْحَالَّ مُؤَجَّلًا مَاخَّرَ عَنْہُ کَفِیْلٌ وَلَوْ قَرَضًا لِاَنَّ الدَّیْنَ وَاحِدٌ قُلْتُ وَقَدَّمْنَا اَنَّہَا حِیْلَۃٌ تَاْجِیْلُ الْقَرْضِ اور تلخیص مین ہی کہ اگر دین فی الحال کی ضمانت کرے کوئی مدت مقرر کرکے تو مطالبہ مؤخر ہو جائیگا اصیل سے اگرچہ دین قرض ہو اسواسطے کہ دین تو ایک ہی ہو مین کہتا ہون اور ہم مقدم ذکر کر چکے ہین کہ کفالت مؤجلہ تاجیل قرض کا حیلہ ہی وَسَیَجِیْءُ اَنَّ بِالْمَدْیُوْنِ السَّفَرَ قَبْلَ حُلُوْلِ الدَّیْنِ لَیْسَ لِلدَّائِنِ مَنْعُہٗ وَلٰکِنْ لَیْسَ لَہٗ اَنْ یُّسَافِرَ مَعَہٗ اِذَا حَلَّ مَنْعُہٗ لِیُؤَدِّیَہٗ اور آویگا کہ مدیون کو سفر کرنا قبل حلول دین جائز ہو اور صاحب دین کو اُسکا روکنا دست نہین لیکن صاحب دین اُسکے ساتھ سفر کرے پھر جب دین کی مدت ہو چکے تو اُسکو سفر سے روکے تاوہ ادا ے دین کرے ہم منتقی مین ہی کہ درصورت ارادۂ سفر مدیون صاحب دین کو ضمان لینا جائز ہی اگرچہ دین مؤجل ہو اور بعضون نے کہا کہ اگر مدیون ادا ے دین مین مال بال کرتا ہو تو ضمان سے اور نہین تو نہین کذا فی الطحطاوی وَاسْتَحْسَنَ اَبُوْ یُوْسُفَ اَخْذَ کَفِیْلٍ شَہْمٍ کَاَمْرِہٖ اِنْ طَلَبَتْ کَفِیْلًا بِالنَّفَقَۃِ لِسَفَرِ الزَّوْجِ وَعَلَیْہِ اُفْتِیَ اور ابو یوسف نے بطریق استحسان جائز رکھا ہی ایک مہینے کا ضمان دینا اُس عورت کے واسطے جسنے اپنے نان نفقہ کا ضامن مانگا بسبب سفر کرنے زوج کے اور اسی قول پر فتوی ہی ہم جواز کفالت نفقہ بطور استحسان ہی اور بطور قیاس اسکی کفالت صحیح نہین کیونکہ نفقہ دین صحیح نہین وَقَاسَ عَلَیْہِ فِی الْمُحِیْطِ بَقِیَّۃَ الدُّیُوْنِ لٰکِنَّہٗ مَعَ الْفَارِقِ کَمَا فِیْ شَرْحِ الْوَہْبَانِیَّۃِ لِلشَّرْنْبُلَالِیْ اور محیط مین کفالت نفقہ پر بقیہ دین کا قیاس کیا ہی لیکن وہ قیاس مع الفارق ہی چنانچہ شرنبلالی کی شرح وہبانیہ مین ہی ہم یعنے صاحب محیط نے بقیہ دین موجلہ کو قیاس کیا ہی کہ کفالت اُسکی لیجاے بسبب سفر کرنے مدیون کے حالانکہ عبد البر نے کہا کہ یہ ترجیح قول ہی صاحب محیط سے قیاس مع الفارق ہونے کی وجہ یہ ہی کہ دیون قوی تر ہین نفقہ سے کیونکہ وہ مدت گذر جانے اور موت مدیون سے ساقط نہین ہوتے بخلاف نفقہ کے علاوہ برین منتقی مین تجویز تکفیل مدیون مسافر مصرح ہر اگرچہ دین مؤجل ہو اور بلاشک صاحب محیط کی ترجیح مین لوگون کو آسانی ہی کذا فی الطحطاوی لٰکِنْ فِی الْمَنْظُوْمَۃِ لِلْحَنَفِیَّۃِ اَشْعَارٌ لَوْ قَالَ مَدْیُوْنِیْ مُرَادُہُ السَّفَرُ وَحَلَّ الدَّیْنُ عَلَیْہِ مَا اسْتَقَرَّ وَطَلَبَ التَّکْفِیْلَ قَالُوْا یَلْزَمُ وَعَلَیْہِ اِعْطَاءُ کَفِیْلٍ لَکُمْ لیکن منظومۂ حنفیہ مین ہی کہ اگر صاحب دین نے کہا کہ میرے مدیون کی مراد سفر ہی اور دین کی مدت آپہنچی ہو مستقر نہین اور اُسنے تکفیل کی طلب کی تو فقہا نے کہا کہ اُسکو ضامن کا دینا لازم ہی وہ کفیل جو معلوم اور مشہور ہو یعنے اسواسطے کہ کفیل مجہول الاسم اعتماد نہین اشعار وَحُبِسَ الْمَکْفُوْلُ قَالُوْا جَازَ لَہٗ اِذَا اَرَادَ حَبْسَ مَنْ قَدْ کَفَلَہٗ وَاِنَّہٗ قَدْ کَانَ کَالْاَجْلِ وَحُبِسَ فَلْیُجَازِہٖ بِفِعْلِہٖ اگر ضامن محبوس ہو تو علما نے کہا کہ جب وہ حبس اصیل کا ارادہ کرے تو اُسکو جائز ہی کیونکہ ضامن کی محبوسی اُسیکے واسطے ہوئی ہی تو چاہیے کہ وہ اُسکو بدلا دے اپنے فعل سے اشعار ثُمَّ الْکَفِیْلُ اِنْ یَمُتْ قَبْلَہٗ حَلَّ کَاَنْ دَانَ الدَّیْنَ فِی الْحَالِ حَلَّ عَلَیْہِ فَاَوْرَثَ اِنْ اَدَّاہُ لَمْ یَرْجِعْ بِہٖ مِنْ قَبْلِ مَا التَّاْجِیْلُ لَہٗ پھر اگر ضامن مر جاے قبل مدت کے تو بیشک اس حالت مین دین فی الحال اُسپر واجب الادا ہو گیا اگر ضامن کا وارث حکم ادا کرے تو اصیل سے بعد قبل تمام ہونے مدت کے ہم اصیل مین یعنی تاکہ رجوع مین قبل تمام الاجل بمعنے یہ اور فاعل فعل مقدر ہو گیا یعنے اپنے فعل پر اور یہ بعضون کے نزدیک جائز ہی ابتدا اور خبر ہو کذا فی الطحطاوی

باب کفالۃ الرجلین

یہ باب ہی دو مدیون کے ضامن ہونے کا ہم جنکہ کفالت رجلین مرکب کے مانند ہے تو بعد فراغت مفرد اُسکو شروع کیا حَتَّی حَلَّ مَا کَاَحَدِہِمَا کَاَنْ اشْتَرَیَا مِنْہُ

کتاب الکفالۃ باب کفالۃ الرجلین

عَبْدًا يَأْمُرُهُ وَكَفَلَ كُلٌّ مِنْ صَاحِبِهِ بِأَمْرِهِ جَازَ وَلَكِنْ يَرْجِعُ عَلَى شَرِيكِهِ بِمَا أَدَّاهُ زَيْلَعِيٌّ وَالْمُصَنِّفُ يُرِيدُ بِمَا ذَكَرَهُ الْمَالَ الْمُشْتَرَكَ بَيْنَهُمَا وَالْمُرَادُ بِالْمُسَاوَاةِ فِي الْمَالِ الْمُسَاوَاةُ فِي أَصْلِ الْمَالِ لَا فِي الْقَدْرِ حَتَّى لَوْ كَانَ لِأَحَدِهِمَا أَلْفٌ وَلِلْآخَرِ أَلْفَانِ وَاشْتَرَكَا عَلَى أَنَّ الرِّبْحَ بَيْنَهُمَا نِصْفَانِ جَازَ وَالْوَضِيعَةُ عَلَى قَدْرِ رَأْسِ الْمَالِ وَلَوْ شَرَطَا الْوَضِيعَةَ نِصْفَيْنِ لَمْ يَجُزْ وَالشَّرْطُ بَاطِلٌ وَلَوْ شَرَطَا التَّفَاضُلَ فِي الرِّبْحِ وَالْوَضِيعَةُ عَلَى قَدْرِ رُءُوسِ أَمْوَالِهِمَا جَازَ وَالرِّبْحُ عَلَى مَا شَرَطَا وَالْوَضِيعَةُ عَلَى قَدْرِ رُءُوسِ أَمْوَالِهِمَا وَلَوْ شَرَطَا الْوَضِيعَةَ عَلَى قَدْرِ رُءُوسِ أَمْوَالِهِمَا وَالرِّبْحَ عَلَى قَدْرِ الْعَمَلِ بِأَنْ شَرَطَا لِأَحَدِهِمَا أَكْثَرَ مِنْ رِبْحِ رَأْسِ مَالِهِ لَمْ يَجُزْ وَالشَّرْطُ بَاطِلٌ وَلَوْ شَرَطَا الرِّبْحَ عَلَى قَدْرِ رُءُوسِ أَمْوَالِهِمَا وَالْوَضِيعَةَ عَلَى قَدْرِ الْعَمَلِ بِأَنْ شَرَطَا لِأَحَدِهِمَا أَقَلَّ مِنْ وَضِيعَة

اکثر من النصف لما مرّ اور رجوع نہیں ہے اپنے ساتھی سے تاوقتیکہ اکثر نصف دین سے ادا نکرے جیسا کہ پہلے مسئلہ اولی کی تفصیل میں مذکور ہو چکا کہ وہ اصیل ہو نصف دین اور کفیل ہو نصف باقی میں تو جو ادا کریگا وہ اسکے دین میں شمار ہوگا کیونکہ اصالت سے زیادہ ہوگا تو زائد کفالت میں داخل ہوگا تو یہ متعدد دین رجوع ہے کما کاتب سیّدہ علی کتابۃ واحدۃ وکفل کل من العبدین عن صاحبہ عجز نجما مولی نے مکاتب کیا اپنے دو غلاموں کو ایک کتابت سے یعنی یوں کہ مثلاً کہ میں نے تمکو مکاتب کیا ایک ہزار درم پر ایک سال تک اور ہر غلام اپنے ساتھی دوسرے غلام کا ضامن ہو تو صحیح ہے طریق ہے استحسان کے حکم بطریق قیاس کفالت صحیح نہیں کیونکہ کفالت مکاتب کی اور بدل کتابت کی کفالت علیحدہ علیحدہ صحیح نہیں تو صورت اول بطریق اولی صحیح نہ ہوگی وجہ استحسان یہ ہے کہ تصرف انسان کا حتی الامکان واجب العمل اور شارع کی رضامندی حتی المقدور میں ثابت ہو کذا فی الطحطاوی المنصاۃ وحینئذ فما ادی احدھما رجع علی صاحبہ بنصفہ کما سیأتیھما اور اسوقت میں جو کچھ کہ ایک مکاتب ادا کریگا اپنے ساتھی سے اسکا نصف مال بھر لیگا بسبب برابر ہونے دونوں کے یعنی اصالت و کفالت میں ولو اعتق المولی احدھما فالولاء بینھما ان ادی ذا حد یا شاء ومنھا صحۃ من یعتق المکفول بالکفالۃ والاخر بالاصالۃ اور اگر مولی نے ایک مکاتب کو آزاد کر دیا اور مسئلہ بہ تصور سابق ہو تو صحیح ہے اور مواخذہ کرے مولی دونوں میں سے جس سے چاہے پس غلام کا حصہ جسکو اسنے آزاد نہیں کیا غلام آزاد سے مطالبہ کرے بسبب کفالت کے اور دوسرے غلام غیر آزاد سے بباعث اصالت کے فان احد المعتق رجع علی صاحبہ بالکفالۃ وان اخذ الاخر لا لاصالتہ پھر اگر مولی مواخذہ اور مطالبہ کرے آزاد غلام سے تو وہ اپنے ساتھی سے بھرے بسبب اسکی ضمانت کے اور اگر دوسرے غلام سے مطالبہ کرے تو وہ رجوع نہیں کر سکتا بسبب اپنی اصالت کے واذا کفل شخص عن عبد مالا موصوفا بانہ امر بطلبہ فی حق مولاہ لہ فی حقہ اجنبیۃ بکل لزمہ باقرار او استھلاک او دیعۃ ھو ای المال المذکور سواء کان لم یسمہ او سماہ ای الحلول علی العبد وقدم مطالبتہ لعسرتہ والکفیل غریم یرجع بعد عتقہ لو اثر ولو کفل موجلا تأجل کما مرّ اور جبکہ ضامن ہوا ایک شخص غلام کے طرف سے اسر مال کا جسکا دین ہوتا حق مولی میں ظاہر نہیں بلکہ غلام کے حق میں ظاہر ہو بعد آزاد ہونے کے چنانچہ وہ مال جو غلام کو لازم ہوا اقرار یا استقراض یا استہلاک و دیعت سے تو وہ یعنے مال مذکور حال ہو نہ موجل اگرچہ اسنے معلول کا نام لیا ہو بسبب حلال ہونے مال کے غلام پر اور وجوب مطالبہ مال غلام سے بسبب اسکی تنگدستی کے ہو اور کفیل اسکا فقیر تنگدست نہیں اور ضامن غلام سے مال مذکور بھر لیگا اگر کفالت غلام کے امر سے ہوئی ہو اگر ضامن نے مال کی ضمانت موجل کی ہو تو اس صورت میں مال موجل ہوگا تا وقتیکہ مدت مذکور ہو جیسا ادا حتی تحضر رقبہ عبد کفل رجل فمات العبد المکفول بہ قبل تسلیمہ فبرھن المدعی انہ کان لہ ضمن الکفیل قیمتہ یوم ادائہ عیان المضمونۃ بھا مرّ وعوی کیا ایک شخص نے غلام کی گردن کا سو اسکا ایک موصوف ضامن ہوا پھر غلام کفیل مر گیا قبل اسکی تسلیم کے مدعی نے شہادت ثابت کیا کہ وہ غلام اسکا مملوک تھا تو ضامن میں ان سے اسکی قیمت بسبب جائز ہونے اعیان مضمونہ کی ضمانت کے چنانچہ مذکور ہو چکا اعیان مضمونہ سے ہیں اعیان مضمونہ بنفسہا مراد ہیں اعیان قابض پر عین واجب ہو اور عین ہالک کی عین یہ قیمت واجب ہوا سیطرح ضامن پر شہادت کی قید سوا سطے لگائی کہ اگر ملک سے ہی قابض کے اقرار سے یا عند التحلیف قسم کے اسکا ہونا ثابت ہو تو قیمت عبد مدعی علیہ پر لازم ہو کفیل پر کذا فی الطحطاوی ولو ادی علی عبد کلا کفل بنفسہ فی نفس العبد جل فمات العبد بری الکفیل کما مرّ فی الحرّ اور اگر غلام پر مال کا دعوی کیا سوا ایک مدعا غلام کا حاضر ضامن ہوا پھر غلام مر گیا تو ضامن بری الذمہ ہو گیا جیسا کہ آزادگی حاضر ضامنی میں مذکور ہو چکا یعنی سوا سطے کہ مکفول بہ کی موت سے ضمانت باطل ہو جاتی ہے بسبب تعذر تسلیم کے ولو کفل عبد غیر مأذون مستعر عن سیدہ بامرہ وجب کون المحق لہ اور اگر وہ غلام جو ماذون تھا غرق بالدین نہیں ضامن ہوا اپنے مولی کی طرف سے اسکے امر سے تو جائز ہوا سوا سطے کہ حق ملکیت غلام مولی کے واسطے ثابت ہو ہم ظاہر الغلام میں قیاس کفالت نہیں کیونکہ اہل تبرع نہیں مانند صغیر کے مگر مولی کے امر سے اسکی عدیم التصرفی زائل ہو گئی پس جبکہ غلام پر دین ہوا تو اسکی الیت میں مولی کا حق ہو لہذا سوا سطے اذن اسکے ضامن ہو لینے کا ہی ہو گیا اور اگر غلام مستغرق بالدین ہو گیا تو اسکی کفالت صحیح نہیں کذا فی الطحطاوی واذا اعتق فاداہ او کفل عنہ بامرہ فادی او کفل عنہ بامرہ فادی ولو بعد

متوقفۃ رجوعہا فیہما علی انعقادہا غیر موجبۃ للرجوع کفت کلا منہما لا یستوجب دینا علی الآخر فلا تنقلب موجبۃ لہ بعد ذلک پھر جبکہ غلام کفیل آزاد ہوا پھر اُسنے مولی کا دین ادا کیا یا مولی غلام کا ضامن ہوا غلام کیطرف سے اُسکے امر سے پھر اُسکا دین ادا کیا اگرچہ بعد عتق غلام دین ادا کیا ہو نہ رجوع کرے کوئی غلام اور مولی میں سے دوسرے پر بسبب منعقد ہونے کفالت کے غیر موجب ہونے کفالت کے سوا سطے کہ ہر واحد غلام اور مولی سے مستوجب دین ہیں ہر ہر پر تو کفالت منقلب بایجاب دین نہوگی بعد اُسکے یعنی بعد انعقاد غیر موجب کے کما لو کفل رجل عن رجل بغیر امرہ فبلغہ فاجاز الکفالۃ لم تنقلب الی کفالۃ موجبۃ للرجوع علیہ لما قلنا چنانچہ اگر ضامن ہوا ایک دوسرے مرد کی جانب سے پھر مکفول عنہ کو کفالت مذکورہ کی خبر پہنچی سو اُسنے کفالت جائز رکھی تو یہ کفالت رجوع دین کی موجب نہوگی اُس دلیل سے جسکو ہم کہہ چکے یعنی انعقاد غیر موجب منقلب بایجاب رجوع نہیں ہوتا وقالوا فائدۃ کفالۃ المولی عن عبدہ وجوب مطالبتہ بایفاء الدین من سائر اموالہ اور علمانے کہا کہ مولی کے ضامن ہونے کا فائدہ اپنے غلام سے موجب مطالبہ مولی ہوا ادائے دین کفالت کیواسطے اُسکے باقی اموال سے یعنی غلام کے سوا اور جو کچھ مولی کا مملوک مال ہو اُس سے ادائے دین غلام کرے نہ غلام کو بحکم وفائدۃ کفالۃ العبد عن مولاہ تعلقہ المطالبۃ بما علی المولی من الدین بقدرہ وہذا المرتبتہ المصنف متنا فی شرحہ اور غلام کے ضامن ہونے کا فائدہ اپنے مولی کی جانب سے متعلق ہونا دین کا ہوا اُسکی گردن سے اور یہ یعنی فائدہ کفالت مولی و کفالت غلام کو مصنف نے اپنی شرح ملتقی میں متن کیطرح ثابت نہیں کیا یعنی بطور شرح اسکو داخل کیا ہے بطریق متن واللہ اعلم واستغفر اللہ العظیم

کتاب الحوالۃ

یہ کتاب ہے حوالہ کے احکام میں وجہ مناسبت حوالہ کی کفالت سے یہ ہے کہ دونوں عقد میں التزام ہوا اُس کا جو اصیل پر ہے واسطے وثوق اور اعتماد کے مگر یہ کہ حوالہ میں اصیل کی برأت کی قید ہے چنانچہ معلوم ہوگا خلاف کفالت کے تو حوالہ مرکب ہے مانند ہوا اور کفالت مانند مفرد اور مفرد متقدم ہوتا ہے مرکب سے لہذا حوالہ کا مؤخر ہونا کفالت سے کذا فی الفتح وہی لغۃً النقل حوالہ لغت میں بمعنی نقل و زوال ہے وشرعا نقل الدین من ذمۃ المحیل الی ذمۃ المحتال علیہ اور اصطلاح شرع میں حوالہ عبارت ہے دین کے نقل سے محیل کے ذمہ سے محتال علیہ کے ذمہ کیطرف وہل توجب البراءۃ من الدین الصحیح فیہ اور کیا حوالہ برأت دین کا موجب ہے قول صحیح یہ ہے کہ ہاں یعنی محیل سے لازم ہو جاتا ہے دین سے کذا فی الفتح ھو الصحیح اور تاتارخانیہ میں کہا اسی قول پر فتوی ہے اور اصل سے کہ اگر محتال محیل کو دین سے کرے یا اُسکو بری الذمہ کرے بعد حوالہ صحیح نہیں اور اگر دین اُسکے ذمہ پر باقی رہتا تو یہ اور ابرا صحیح ہوتا کذا فی النہر المدیون محیل والدائن محتال لہ ومحال علیہ ومال المحال لہ ودراہم حامس وہو مؤنث فتح مدیون محیل ہے یعنی حوالہ کرنے والا اور دائن یعنی جسکا دین ہے وہ محتال لہ اور محتال علیہ اور محال اور مال محال اور ان چار الفاظ پر پانچواں مزید لفظ محیل ہے کذا فی الفتح ومن یقبلہا محتال علیہ ومحال علیہ فافترقا بالصلۃ وفی الخلاصۃ والدائن محتال ومحال لہ اور جو شخص کہ حوالہ قبول کرے وہ محتال علیہ اور محال علیہ ہے فرق صاحب دین میں اور حوالہ قبول کرنے والے میں فرق بواسطہ صلہ کے ہے یعنی دائن میں لہ کا لفظ صلہ ہے چنانچہ محتال لہ اور محال لہ اور قبول کرنے والے میں لفظ علیہ صلہ ہے چنانچہ محتال علیہ اور محال علیہ اور گاہی اول یعنی دائن سے صلہ محذوف ہوتا ہے اور مال محال یہ ہے دھم نقد یحال بصیغۃ اسم فاعل مضاف محول بکسر واو ہے اور محال بصیغۃ اسم مفعول محول بفتح واو ہے اور لفظ لہ کے صلے کی محال اسم فاعل کے ساتھ کچھ حاجت نہیں بلکہ محال علیہ کے ساتھ صلہ ہے تو وہ محتال علیہ اور محال علیہ ہر دو میں فرق بلکہ وعدم صلہ ہے کذا فی الفتح تصویر الفاظ مذکورہ بطریق تمثیل یوں ہے کہ مثلاً زید کے ہزار درم خالد پر قرض ہیں سو خالد نے اپنے قرض کا محمود پر حوالہ کیا یعنی بنا قرض اُسپر اتارا اور اُس سے دلایا اور محمود نے قبول کیا تو اس معنی رسیں خالد محیل ہوا و زید محتال و عمرو محال لہ اور بکر محال اور محمود محتال علیہ اور محال علیہ اور ہزار درہم محال بہ **فائدہ جلیلہ** رکن حوالہ ایجاب و قبول ہے ایجاب محیل سے اور قبول محتال علیہ و محال سے ایجاب اسطرح کہ محیل کہے کہ میں نے تیرا حوالہ فلاں شخص پر کیا تب دین کا اور محتال علیہ اور محتال سے قبول اسطرح کہ ہر واحد کہے میں نے قبول کیا یا میں راضی ہوا یا مانند اسکے جو کہ قبول اور رضا پر دلالت کرے صاحب ہدایہ نے کہا اسیطرح ہمارے اصحاب سے مروی ہوا اور محیل میں عقل و بلوغ شرط ہوا اور یہ شرط نفاذ ہے تو صغیر کا حوالہ منعقد ہوا اور اسکے ولی کی اجازت پر موقوف ہوا اور حریت محیل کی شرط نہیں

تو حوالہ علیہ ماذون ابمجور کا صحیح ہوا ور رضاے محیل بھی شرط ہوتو اگر وہ مکرہ ہوگا تو صحیح نہوگا اور صحت محیل شرط نہیں فی مرغینانی حوالہ صحیح ہوا ور محتال مین بھی عقل اور بلوغ شرط نہیں ہو توصغیر عاقل کا احتیال ولی کی اجازت پر موقوف ہوگا اگر محتال علیہ محیل سے زیادہ تر مالدار ہو اور منجملہ شرائط رضا ہو تو احتیال مکروہ غیر صحیح ہوا ور ہوا اسکا مجلس حوالہ مین شرط ہو تو اگر محتال غائب ہو مجلس سے اور سنکر جائز کہے تو حوالہ منعقد نہیں اور محال علیہ مین عقل و بلوغ شرط ہی تو حوالہ قبول کرنا صغیر کا صحیح نہیں اگرچہ باذن محیل ہوا و گو اسکا ولی اسکو جائز رکھے اسواسطے کہ باذن رضا ہوا اور منجملہ شرائط رضا ہوا اور ہونا محال علیہ کا مجلس حوالہ مین اور یہ شرط انعقاد ہوا و محال یہ مین یہ شرط ہو کہ دین صحیح لازم معلوم ہو تو دین کتابت کا حوالہ صحیح نہین فی مسیکی کتاب صحیح نہین اسکا حوالہ بھی صحیح نہین کذا فی الطحطاوی عن البحر و الحوالۃ شرط لصحتہا رضا المحیل لا رضا المحتال کما قال وھو المختار فلا یشترط علی المختار شرط سلامۃ المواھب اور صحت حوالہ کیواسطے رضا مندی سب کی بالخلاف مشروط ہو مگر اول یعنی محیل مین ہو اسکی رضا مندی تبا بر قول مختار شرط نہین کذا فی الشرنبلالیہ عن المواہب صرف زیادات مین رضاے محیل شرط نہین مگر قہستانی مین شرط ہی رضا مندی محتال کی سواسطے شرط ہی کہ دین متعلق بحوالہ محتال کا حق ہی ہوا و لوگ حسن ذاہ اور مطل یعنی ٹال مٹول مین متفاوت ہوتے ہین تو اسکی رضا مندی ضرور ہی کہ اسکا ضرر لازم نہ آوے محتال علیہ کی ناوہندی سے اور رضا محتال علیہ کی اسواسطے شرط ہوئی کہ اسپر دین گا اداکرنا لازم ہوتا ہی اور لزوم دین نہین ہوتا مگر اسکے اثرام سے اگرچہ محال علیہ محیل کا مدیون ہو کیونکہ لوگ تقاضا کرنے مین متفاوت ہوتے ہین کوئی آسانی سے مانگتا ہی اور کوئی سختی سے اور رضاے محیل اسواسطے شرط نہوئی کہ بقول مختار کہ دین کا التزام یعنی قبول کرنا یہ تصرف ہی محال علیہ کا اپنی ذات کے حق مین اور محیل کا اسمین کچھ ضرر نہین بلکہ اسمین اسکا فائدہ ہی کیونکہ محتال علیہ اسپر رجوع نہین کرسکتا جبکہ حوالہ باذن محیل نہو کذا فی النہر امام احمد بن حنبل اور ابن ابی شیبہ نے روایت کی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مطل الغنی ظلم اذا احیل احدکم علی ملی فلیحتل یعنی مالدار کا ٹالنا اور اداے دین کرنا ظلم ہی اور جب تم مین کسیکو حوالہ کیا جاوے مالدار پر تو چاہیے کہ حوالہ قبول کرے اکثر اہل علم کے نزدیک یہ استحباب کا امر ہی اور امام احمد کے نزدیک واجب ہی اور حق ظاہر یہ ہی کہ یہ امر اباحت کا ہی یعنی لابس ہی جواز نقل دین یا نقل مطالبہ کی شرح مجمع کذا فی الفتح تلخیصا بل قال ابن الکمال انما شرطہ القدوری الرجوع علیہ فلا اختلاف فی الروایۃ بلکہ ابن کمال نے کہا کہ قدوری نے رضاے محیل اسواسطے شرط کی ہی کہ اسپر رجوع درست ہو تو کچھ اختلاف نہین روایت مین ہر یہ توفیق مبین التوکلین ہی یعنی اشتراط رضا کا قول اسپر محمول ہی کہ محتال علیہ محیل پر رجوع نہین کرسکتا مگر جبکہ حوالہ اسکی رضاسے ہوا اور عدم اشتراط کا قول صحت حوالہ پر فی حد ذاتہا محمول ہی کہ استطہار لا کمحیل اذا تبادرا ھا ان من المحیل شرط بعضہم شرطا لا اور اکمل نے عنایہ مین قول ظاہر الروایۃ کو کہا ہی کہ استدراک حوالہ اگر محیل کی طرف سے ہی تو رضاے محیل ضرور شرط ہی اور نہین شرط نہین صریحا یعنی اگر محیل کی جانب سے ہی تو احالہ ہوا اور یہ فعل اختیاری ہی کہ بدون ارادہ اور رضا کے متصور نہین اور یہ روایت قدوری کا محمل ہی اور اگر ابتدا اسکی محال علیہ کی جانب سے ہی تو احتمال اسکا ہی کہ فقط رضاے محال علیہ سے تمام ہو جاتا ہی بدون رضاے محیل اور یہ روایت زیادات کا محمل ہی انتہی خلاصۃ العنایۃ الحاصل حوالہ قدوری کے کلام مین بمعنی احالہ ہی اور زیادات کے کلام مین بمعنی احتمال ہی کذا فی الطحطاوی عن البحری و زاد بل الاوجہ القبول فان قبولہا فی مجلس لا یجاب شرط لانعقادہ بحر عن البدائع اور رضا سے قبول کا ارادہ کیا یعنی عدم رد و ابا قبول مراد نہین اسواسطے کہ حوالہ قبول کرنا ایجاب کی مجلس مین انعقاد حوالہ کی شرط ہی کذا فی البحر عن البدایع اور بعضے نے مین نوٹ لکھا ہی یعنی قبول احتمال اور محتال علیہ شرط انعقاد ہی یہ مذہب ہی طرفین کا اور ابو یوسف کے نزدیک قبول انعقاد حوالہ کی شرط ہی تو اگر محتال علیہ غائب مجلس سے پھر اسکو خبر پہنچے اور وہ جائز رکھے تو حوالہ منعقد نہوگا طرفین کے نزدیک خلافا لابی یوسف اور صحیح طرفین کا قول ہی کذا فی البحر لکن فی الدرر و غیرہا الشرط قبول المحتال ظاہرا و باطنا کما قدمنا فافہم المصنف کی رد و غیرہا مین محتال کا اسکے نائب کا قبول کرنا شرط ہی اور باقی متحصون کی رضامندی شرط نہین حاضر ہونا محیل اور محتال علیہ کا ثابت رکھا اسکو مصنف نے اپنی شرح مین ہر زاہد اور خانیہ مین بھی مذکور ہی اور اگر ان کتب کے روایات کو ابو یوسف کے قول پر محمول کیجیے تو منافات باقی نہین رہتی یعنی یہ ہوگا کہ طرفین کا قول صحیح ہی نہ ابو یوسف کا کذا فی الطحطاوی و تعقب بان المعلوم کما فی العینی زاد فی البحر ھو الحق فانتفی اور حوالہ صحیح ہی دین معلوم غیر محمول مین عین مین جو ہر مین زیادہ کیا اور نہ حوالہ صحیح ہی حقوق مین بھی صرف عین مین اسواسطے حوالہ صحیح نہین کہ وہ ثابت فی الذمہ نہین تو اسکا نقل کرنا

کذا فی الدرر دوسرے ذریعہ سے ثابت نہیں ہو سکتا اور یہ عدم صحت حوالہ مطلقہ میں ہے اور حوالۂ مقیدہ میں حوالہ صحیح ہے کافی بین ہے کہ حوالہ دو قسم ہے مقیدہ اور مطلقہ مقیدہ کا محال علیہ پر عمل کا دین ہو یا اسکے پاس عین ہو عمل کا طریق خصومت یا دعوت یا اور طرح سے اور مطلقہ وہ ہے کہ اصل حوالہ کو مقید بدین یا عین نہ کرے چنانچہ اس شخص پر حوالہ کرے کہ جسپر اسکا دین ہے نہ اسکے پاس عین کا عین ہے کذا فی الظہیریہ وفیہ عُرِفَ اَنَّ حَوَالَۃَ الْعَادِیْ تُحْمَلُ عَلَی الْمُقَیَّدَۃِ مِنْ غَیْرِ عَکْسٍ تَحَرَّرْ لَا تَصِحُّ اور جو ہر وی کی روایت سے معلوم ہوا کہ غازی کو حوالہ کرنا اپنے حق کا غنیمت غیر محرز سے بطریق ولی حوالہ جائز نہ ہوگا وَکَذَا حَوَالَۃُ الْمُحِقِّ عَلَی الْمُحِقِّ عَلَی الْمُوَفِّ فِی الْوَقْتِ عَلَی الْمُمَاطِلِ بِنَهْرٍ اور اسیطرح حوالہ مستحق ناظر پر اپنے وظیفہ معلومہ کا وقف صحیح نہیں کذا فی النہر تَعَالَی اَحَدٌ وَمَتَنٌ وَهٰذَا فِی الْحَوَالَۃِ الْمُطْلَقَۃِ ظَاهِرٌ وَاَمَّا الْمُقَیَّدَۃُ فَفِی الْبَحْرِ اَلْمَالُ فِی یَدِ الْمُحَالِ عَلَیْهِ اَمَانَۃٌ اَوْ دَیْنٌ فَاِنْ کَانَ اَمَانَۃً فَاِنْ اَحَالَهُ عَلَی الْمُوْدَعِ وَلَا شَیْءَ لَهُ اَوْ عَلَی الْمُسْتَاْجِرِ اَوْ عَلَی الْمُرْتَهِنِ بَرِئَ وَاِنْ اَحَالَهُ عَلَی غَیْرِهِمْ لَمْ یَبْرَءْ وَاِنْ کَانَ دَیْنًا فَاِنْ اَحَالَهُ عَلَی مَدْیُوْنِهِ بَرِئَ وَاِنْ عَلَی غَیْرِهِ لَمْ یَبْرَءْ وَاِنْ اَحَالَ الْمُحَالُ عَلَیْهِ الْمُحْتَالَ عَلَی رَجُلٍ بِدَیْنٍ لَهُ عَلَیْهِ فَاَحَالَ الْمُحْتَالُ الْمُحَالَ عَلَیْهِ عَلَی الْمُحِیْلِ بَرِئَ الْمُحَالُ عَلَیْهِ مِنْ دَیْنِ الْمُحِیْلِ وَالْمُحْتَالُ مِنْ دَیْنِ الْمُحَالِ عَلَیْهِ وَالْمُحَالُ عَلَیْهِ مِنْ دَیْنِ الْمُحِیْلِ وَاِنْ اَحَالَ الْمُحَالُ عَلَیْهِ الْمُحْتَالَ

قسم تو بین بدین علیہ پر اور اعتبار قول محیل کی یہ وجہ ہے کہ وہ عود دین کا منکر ہے وھذا بخلاف المحتال علیہ المحیل بما ای بمثل المحال بہ صدقا قضاء دینہ باصرہ فقال المحیل انما اخذت بدین ثابت لی علیک لو یقبل قولہ بل صار المحیل مثل الدین المحتال علیہ لانکارہ مطالبہ کیا محتال علیہ نے محیل سے امر دین کے محال بہ کی مثل کا حیسکا محیل نے حوالہ کیا مطالبہ کیا دین مدعی ہو کر کہ اسکا دین اسکے امر سے محیل نے کہا میں نے تو اسی دین کا حوالہ کیا جو دین ثابت تھا تیرے اور پر تو اسکا قول مقبول ہو گا بلکہ محیل محال بہ دین کا ضامن رہیگا محتال علیہ کو بسبب منکر ہونے محتال علیہ کے ہم یعنی محیل مدعی دین ہوا اور محتال علیہ منکر ہوا لہذا منکر کا قول معتبر ہوا اگر کوئی شبہ کرے کہ محتال علیہ نے حوالہ قبول کیا تو معلوم ہوا کہ وہ محیل پر دین تھا اسکا جواب شارح نے آئندہ قولہ فلان دین یا وقبول المحولہ لیس باقرار المدیون لجحتہا بدونہ اور حوالہ قبول کرنا دین کا اقرار نہیں بسبب صحیح ہونے حوالہ کے بدون دین ہونے بھی واللہ تعالیٰ اعلم قال المحیل للمحتال احلتک علی فلان بمثل ما لی علیہ وکان لہ علیہ مثل ما لہ علی المحتال بل احلتنی بدین لی علیک فالقول للمحیل لانہ منکر ولفظ الحوالۃ یستعمل فی الوکالۃ اور اگر محیل نے محتال سے کہا میں نے تیرا حوالہ کیا فلانے پر یعنی تجکو وکیل کیا اسکا دین میرے واسطے قبض کرنے کو سو محتال نے کہا نہیں بلکہ تو نے میرے دین کا حوالہ کیا تھا جو بھیجہ ثابت ہوا تو محیل کا قول معتبر ہے کیونکہ وہ منکر ہے یعنی محتال مدعی دین ہوا اور وہ دین کا منکر ہوا اور لفظ حوالہ وکالت میں مستعمل ہوتا ہے یعنی باعتبار مجاز ہم اگر کوئی کہے کہ حقیقت حوالہ نقل دین ہو تو حوالہ بمعنی وکالت مخالف حقیقت ہے ملا مسکین اسکا جواب یہ ہے کہ وکالت مجاز ملحوظ لفظ سے ہے اسواسطے کہ حوالہ وکالت میں نقل ہونا ہی مجاز ہے کیونکہ وکالت میں نقل تصرف ہے موکل سے طرف وکیل کے تو اسکا ارادہ کرنا جائز ہوا تو محیل کی تصدیق ہوگی اس مراد میں لیکن قسم کے ساتھ کیونکہ اصل میں کوئی مخالفت ہے ظاہر کی کذا فی الطحطاوی لحال مالہ علی زید حال کونہ ودیعۃ بان اودع اجلا القائم لحال بعد صحت حوالہ کیا محیل نے اپنے اس مال کا جو زید کے پاس ہے اور اسکا مالک وہ ودیعت ہے اسطرح پر کہ امانت رکھی ایک مرد کے پاس ہزار روپے اسکا حوالہ کیا اپنے دائن کو تو حوالہ صحیح ہے ہم ودیعت سے امانت مراد ہے تو عاریت اسمیں داخل ہوئی اور وہ بعین بسبب جائز ہونے رجوع کی کے فان ھلکت الودیعۃ برئ المودع وعاد الدین علی المحیل لان الحوالۃ مقیدۃ بھا فتختلف بالمقیدۃ بالمغصوب فانہ لا یبرأ لان مثلہ بخلافہ پھر اگر ودیعت ہلاک ہو تو دین محیل کا محتال علیہ پر عائد ہو جائیگا حوالہ سے اور دین محیل کا بری الذمہ ہو جائیگا بخلاف اس حوالہ مقید بھا ودیعت کے وجود سے بخلاف اس حوالہ کے جو مقید بمغصوب ہے اسواسطے کہ ہلاک مغصوب سے محال علیہ یعنی غاصب بری الذمہ نہیں ہوتا زائد سے کیونکہ مثل یعنی بدل مغصوب اسکے قائم مقام ہوتا ہے ہم تعلیل مذکور سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر مغصوب ملک بدل ہلاک ہوا اسطرح پر کہ وہ مستحق ملک غیر ثابت ہو شہادت سے تو مغصوب ودیعت کے مانند ہوگا یہ بات میں کذا فی الطحطاوی عن شرح الاشباہ للمصنف وتضمن ایضا مابین خاص مضارت الحوالۃ للمقید بہ ثانیا قضاء اور حوالہ صحیح ہوتا ہے دین خاص سے بھی تو حوالہ مقید دو قسم ہو گیا ہم یعنی ایک حوالہ مقیدہ بودیعت اور دوسرا مقیدہ بمغصوب اور تیسرا مقیدہ بدین خاص تقیید بدین خاص اسطرح پر کہ حوالہ کو قرض یا مانند اسکے اور کسی دین کے ساتھ مقید کرے وحکمھا ان لا یملک المحیل مطالبۃ المحتال علیہ ولا المحتال علیہ دفعا ان المحال بہ اسوۃ لغرماء المحیل لعموم حقہ اور حوالہ مقیدہ کا حکم یہ ہے کہ محیل محتال علیہ سے مطالبہ کا مالک نہیں ہوا اور نہ محتال علیہ محیل کو اسکے دینے کا مالک ہے باوجودیکہ محتال محیل کے دیگر غرباء کے برابر ہے کیونکہ حق سب کا عام ہے بخلاف الحوالۃ المطلقۃ فانہ بسطہ خزانہ وغیرہ بخلاف حوالہ مطلقہ کے چنانچہ ملا خسرو وغیرہ نے اسکو شرح بیان کیا ہم یعنی حوالہ مطلقہ مخالف ہے حوالہ مقیدہ کے احکام مذکورہ میں یعنی محیل محتال علیہ سے مطالبہ کر سکتا ہے اور محتال علیہ محیل کو دے سکتا ہے اور محال علیہ محیل سے رجوع کر سکتا ہے بعد ادا کے اگرچہ حوالہ اسکی رضا سے ہو کذا فی الطحطاوی فتح القدیر میں ہے کہ حوالہ مطلقہ یہ کہ محیل طلب سے کہے کہ میں نے تجھ پر حوالہ کیا اس مرد پر اور یہ نہ کہا کہ محال علیہ اس مال سے ادا کرے جو مرد اسپر ہے تو اگر اسطرح حوالہ کرے اور محیل کا محال علیہ کے پاس نہ مغصوب یا عدیت یا دین تو محیل اسکو طلب کر سکتا ہے کیونکہ اس عین اور دین سے محتال کا حق متعلق نہیں اسواسطے کہ حوالہ اس سے مطلق واقع ہوا ہے بلکہ حق محتال کا محال علیہ کے ذمہ پر ہے اور وہ دین کشائش اور گنجائش رکھتا ہے یعنی وہ اپنے مال سے ادا کرے تو محیل محال علیہ سے اپنا دین پائیگا اور حوالہ باطل ہوگا اور تتمہ حوالہ مطلقہ یہ صورت ہے کہ اسپر حوالہ کرے جس

یہ تحویل کا دین ہو اسکے پاس اسکا مبیع ہو اتنی بات شرط ان یبیع علی المشتری بالثمن غریمہا ای للبائع بطل ولو باع بشرط ان یقال بالثمن حتی لا یلزمہ شرط ملزم کشرط الکفیل بخلاف الاول بائع نے مبیع کی اس شرط سے کہ مشتری پر ثمن کا حوالہ کریگا بائع اپنے دین والے کو تو بیع باطل ہو اور اگر بیع کی اس شرط سے کہ بائع ثمن کا حوالہ قبول کریگا تو بیع صحیح ہو اسواسطے کہ احتیال شرط ملزم عقد ہو مانند شرط کرنے جودت ثمن کے بخلاف اول کے ھم وہ بطلان بیع یہ ہو کہ اس شرط کو عقد مقتضی نہیں لہذا مشتری بائع کا فائدہ ہو پھر جب بیع باطل ہوئی تو حوالہ بھی باطل ہو گیا بخلاف مسئلہ ثانیہ کی شرط کے کہ وہ مناسب عقد ہی کیونکہ وہ مانا کید عقد کی موجب ہو اسواسطے کہ حوالہ عادت میں اکثر اس شخص پر ہوتا ہی جو مالدار اور خوش معاملہ ہو تو یہ جودت ثمن کی شرط کے مانند ہوئی کذا فی الدرایۃ فی المسألۃ الفاسدۃ وھو بالخیار ان شاء رجع علی المحال بالثمن ان شاء رجع علی المحیل لانہ لم یوجد منہ تسلیط ولا استیفاء فی حق المحال علیہ مال واکیا حوالہ فاسدہ میں تو اسکو اختیار ہو جاہے اپنا مال محتال قابض سے پھیر لے اور چاہے محیل سے پھیر لے اور اسیطرح حکم ہو ہر ایک اس مکان میں جہاں استحقاق وارد ہو کذا فی الذخیرۃ ھم استحقاق وارد ہونیمیں محال علیہ کا استحقاق رجوع ثابت ہو چنانچہ بائع نے کوئی چیز بیچی اور ثمن کا حوالہ کیا ایک شخص کو پھر مبیع مستحق غیر ثابت ہوئی تو بعد ادا کرنے کے محتال علیہ کو اختیار ہو جاہے بائع سے جاہے قابض سے اپنا مال پھیر لے وبیعا من صور مسائل الحوالۃ سألہ الحوالۃ شرط فیہا الاعطاء من ثمن دار المحیل مثلا لیجیء عن الوفاء بالملتزم لہم لو احالہ رجلا رجلا کما لو کفلا بہا المحتال علیہ بشرط الاعطاء من ثمن داره ولکنہ لا یجبر علی البیع لو باع یجبر علی الادا اور نزازیہ میں ہو کہ فسا دحوالہ کی صورتوں میں سے وہ صورت ہی جسمیں مثلا محال بہ کا دینا ثمن دار محیل سے شرط ہو بسبب عاجز ہونے سے جسکا التزام کیا ہان اگر محیل اپنے گھر بیچنا جائز رکھے تو حوالہ جائز ہو گا چنانچہ اسطرح سے جائز ہی اگر حوالہ کو محتال علیہ قبول کرے بشرطیکہ محیل اپنے گھر کے ثمن سے عطا کرے ولیکن محال علیہ پر زبردستی نہو گی بیع پر اور اگر بیع کریگا تو ادائے محال پر زبردستی ہو گی ھم یعنی اگر محیل نے اپنے گھر کی بیع کا اقرار کیا محال علیہ کو تو اب حوالہ جائز ہو گا کیونکہ اب اسکو بیع اور ادا پر قدرت حاصل ہو گئی لیکن اسکے بیچ ڈالنے پر زبردستی نہو گی کیونکہ ادا واجب نہیں قبل بیع کے ہاں اگر بیع کریگا تو ادا پر زبردستی ہو گی بسبب ثابت ہونے وجوب کے کذا فی المحیط وہی ملخصا ولا یصح تأجیل عقد ھا قال صیغت مالک علی فلان علی ان احیلک بہ علی فلان الی شہر فرضت التأجیل الی الدین لانہ لا یصح تأجیل عقد الحوالۃ بحر عن المحیط اور عقد حوالہ کی تاجیل صحیح نہیں تو اگر ایک شخص نے کہا کہ میں تیرے اس مال کا ضامن ہوا جو فلانے شخص پر ہی اس شرط سے کہ میں تیرے مال کا فلانے پر تجھکو حوالہ کرونگا بعد مہینہ کے تو یہ تاجیل دین پر طرف منصرف ہو گی یعنی ضامن ادا ے دین بعد ایک مہینے کے لازم ہو گا اسواسطے کہ عقد حوالہ کی تاجیل صحیح نہیں کذا فی البحر عن المحیط وکرہ ھبۃ الستیتجۃ بضم التین وتفتح الناء اور مکروہ ہی ستیجہ بضم سین وسکون تا و فتح تا اور سین کا فتحہ بھی جائز ہی ھم ستیجہ معرب ہی ستہ کا جو معنی شی محکم ہی چونکہ اس فرض میں سقوط خطر طریق سے محکمی اور مضبوطی حاصل ہو گی لہذا مسمی بستیجہ ہوا یعنی اقراض لسقوط خطر الطریق اور ستیجہ یعنی ہنڈوی کرنا قرض دینا ہی خطرہ راہ کے ساقط ہو جانے کے واسطے ھم صورت اسکی یہ ہی کہ اپنا مال دے کسی شہر میں ایک غریب حاجی کو بطریق قرض تاکہ وہ اسکے دوست یا وکیل کو مثلا دوسرے شہر میں دے تا اس طریقے سے خطرہ راہ سے محفوظ رہے تو قرض کو اس قرض سے فائدہ حاصل ہوا یعنی خطرہ راہ کا ساقط ہو گیا وجہ کراہت وہ حدیث ہو جو حارث بن اسامہ کی مسند میں علی مرتضی رضی اللہ تعالی عنہم سے مروی ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کل قرض جر نفعا فہو ربوا یعنی جو قرض نفع فائدہ کھینچے وہ بیاج ہو اور یہ حدیث ضعیف ہو کیونکہ اسکی سند میں سوار بن مصعب ہی جسکو عبد الحق نے متروک کہا اور ابن عدی نے کامل میں چابر بن سمرہ سے روایت کی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الستیجۃ حرام یعنی ہنڈوی حرام ہی اور یہ حدیث بواسطہ عمرو بن موسی ضعیف ہی کذا اسکی بخاری اور نسائی کو ابن معین نے تضعیف کی ہی اور ابن جوزی نے اسکو موضوعات میں ذکر کیا اور اس باب میں جو روایت صحابہ اور سلف سے منقول ہو وہ اثر ہی ہو ابن ابی شیبہ کے مصنف میں عن خالد الاحمر عن عجاج عطا سے منقول ہی کانوا یکرہون کل قرض جر منفعۃ یعنی صحابہ کرام مکروہ جانتے تھے ہر ایک اس قرض کو جو منفعت کھینچ لاوے کذا فی الفتح ملخصا حموی نے کہا اور دوسری وجہ کراہت یہ ہی کہ یہ طریقہ اہم ہی فرض جب یہ شرط ہو کہ دوسرے شہر میں دے تو یہ بکلم تاجیل ہی اور تاجیل اعیان میں صحیح نہیں فکانہ لمحال الخطر المتوقع علی المستقرض فکان فی معنی الحوالۃ گویا مقرض نے خطر متوقع کو قرض لینے والے پر ڈالا تو یعنی حوالہ ہو کیا ھم شارح نے یہ جو

مناسبت متعلق کتاب الحوالہ کے ساتھ بیان کی بایتباع امام کردی فتح القدیر اور نہر الفائق میں وجہ مناسبت یوں مذکور ہے کہ متعقبہ معاطی الدین ہوا مانند کفالت اور حوالہ کے طحطاوی نے علامہ دانی سے نقل کیا کہ ہندوی مشتبہ خوالہ ہوا اس جہت سے کہ معترض قرض دیتا ہے تاجر کو پھر معترض حوالہ کرتا ہے اس مال کا جو مستقرض پر اپنے دائن ثالث کے واسطے جو دوسرے شہر میں ہے وقال اذا لم تکن للنفعۃ منہ ولذا کان متعارفۃ فلا بأس بہ اور فصاف نے کہا کہ جب ہندوی میں منفعت مذکورہ مشروط اور متعارف نہ ہو تو اسکا کچھ مضائقہ نہیں ہم ظاہر عبارت اسپر دلالت کرتی ہے کہ یہ قول متفق علیہ ہے اور حالانکہ ایسا نہیں بلکہ ایک قول یہ ہے کہ کراہت اس فعل کی مطلقا ہے چنانچہ اس متن میں اور کنز کے متن کے اطلاق سے معلوم ہوتا ہے شارح زیلعی نے کہا کہ مناط کراہت حرام نفع ہے خواہ مشروط ہو یا نہ ہو اور دوسرا قول یہ ہے کہ جب منفعت مشروط نہ ہو تو کچھ مضائقہ نہیں اور اسی قول پر جزم کیا ہے فتوی صفر امین اور واقعات حسامیہ اور کفایہ شہید میں اور ذخیرہ کے باب الصرف میں بھی اسیکو مذکور کیا ہے کذا فی النہر فتح القدیر اور شرح حموی میں واقعات سے شرط کی صورت اسطرح مذکور ہے کہ ایک مرد نے دوسرے کو مال قرض دیا اس شرط پر کہ مستقرض اسکو لکھدے فلانے شہر میں اور اگر قرض بلا نفع اس شرط کے لکھا جائز ہے فتح القدیر اور نہر الفائق میں ہے کہ فلانے کہا کہ عدم شرط کے ساتھ اسوقت حلال ہے جبکہ اسکا لینا دوسرے شہر میں لکھنے کا رواج اور عرف ظاہر نہو اور اگر معروف اور رائج ہو کہ یہ فعل اسواسطے ہوتا ہے یعنی یہ اقراض سقوط خطر کے واسطے مروج ہو تو حلال نہیں انتہی طحطاوی نے کہا خلاصہ یہ ہے کہ عدم اشتراط کے قول پر حلت ہونے کا محل وہ ہے جبکہ اسکا رواج نہو اسواسطے کہ متعارف مشروط کے مانند ہے انتہی

فرع مسئلہ ملحقہ شارح کافی المہر فی البحر عن صرف البزازیۃ ولو ان المستقرض ذہب منہ الی بلد آخر لا یطالبہ الا فی ذلک البلد لانہ مشاع یحتمل القسمۃ نہر اور بحر میں بزازیہ سے باب الصرف سے منقول ہوا اور اگر مستقرض اسمیں سے زائد کو مبہ کردے تو جائز نہیں کیونکہ وہ مشاع ہے جو محتمل القسمۃ ہے شارح نے اختصار کیا عبارت کا اور بعد ہی ثابت بزازیہ کی یوں ہے کہ مدیون کے ہدیہ قبول کرنے اور اسکی دعوت قبول کرنے میں بلا شرط کچھ مضائقہ نہیں اور اسیطرح اگر عمدہ ترا کرے مقبوض سے تو حلال ہے بلا شرط اور اگر ناقص تر یا دون میں راجح تر لوٹا کرے اگر وہ کثیر ہے تو جائز نہیں اور اگر قلیل ہے تو جائز ہے اور جو تفاوت موازین میں داخل نہر اور تبن الکیلین جاری ہو تو وہ اسکو یعنی ان کو مسلم نہیں بلکہ اسکو پھیر دے اور ایک درہم کو سو درہم میں بالاتفاق پھیر دے اور نصف درہم میں باختلاف بعضوں نے کہا قلیل ہے اور اگر مستقرض قسمت سے زائد ہبہ کرے تو جائز نہیں کیونکہ وہ مشاع محتمل القسمۃ ہے انتہی واسکو تامل کرکہ اگر نصف دینار تین لے اور پورا دینار ادا کرے اور زائد کو ہبہ کردے تو وہ ایسا مشاع ہے جو محتمل القسمۃ نہیں ہم میں نے عارف سنان افندی کی تعلیق المحارم سے لکھا کہ اول تو اوپر نے قاضی خان سے کہا مطلقا فعل کیا پھر یہ کہا کہ جبکہ احتمال قسمت نہ ہو تو جائز ہے یعنی ہبہ مشاع کذا فی الطحطاوی **ولو توکل المحیل عن المحتال لقبض دین المحالۃ لم یصح** اور اگر وکیل ہو محیل محتال کی طرف سے دین حوالہ کے قبض کرنے کا تو صحیح نہیں ہم اسواسطے صحیح نہیں کہ محیل اپنے واسطے عمل کرتا ہے تا ایں موجب حاصل کرے کذا فی البحر طحطاوی نے کہا مطلقے نسخے میں بجائے عن المحتال علی المحتال ہے تو مان علی بمعنی عن ہو **وکذا لو اشترط المحتال الضمان علی المحیل صح ویطالب ایاً شاء کان الحوالۃ بشرط عدم براءۃ المحیل کفالۃ خانیۃ** اور اگر محتال محیل پر ادا ان شرط کرے تو صحیح ہو اور مطالبہ کرے جس سے چاہے خواہ محیل سے خواہ محال علیہ سے اسواسطے کہ حوالہ بشرط عدم برات محیل کفالت ہے کذا فی الخانیہ چنانچہ کفالت بشرط برات اصیل حوالہ ہے کذا فی الحاکمیریۃ **وفیہا عن المتاخرین لو غاب المحال علیہ ثم جاء المحال وادعی الحوالۃ وانکر المحال لم یصدق وان برہن لان المشہود علیہ غائب فلو حاضرا وانکر الحوالۃ وکابتہ کان القول لہ وجعل کمجحود مضی** اور خانیہ میں یوسف سے مروی ہے کہ اگر محال علیہ غائب ہو پھر محتال آوے اور اسکے انکار مال کا دعوی کرے تو اسکی تصدیق نہ ہوگی اگرچہ اس دعوی کو شہادت ثابت کرے اسواسطے کہ مشہود علیہ یعنی محال علیہ غائب ہے سو اگر محال علیہ حاضر ہو اور وہ حوالہ کا انکار کرے اور گواہ نہوں حوالہ کے تو محتال ہی کا قول معتبر ہوگا اور اسکا انکار فسخ حوالہ قرار دیا جائیگا ہم تو اس صورت میں محیل پر دین عود کرجائیگا کیونکہ براءت محیل مشروط بسلامت حق محتال ہوا اور یہ مسئلہ ہلاکت ثمن کا ہے جو سابق میں مذکور ہو چکا

فرع مسئلہ ملحقہ شارح کالاب والوصی اذا احال بمال لیتیم فان کان خیرا لیتیم بان کان لقاضی اھلا مقتدرا جبہ والا لم یجز کما فی حضانۃ البحر قلت ومفادہ عدم الجواز لو تساویا تعاد یا وبہ جزم فی الخانیۃ والحیلہ لانہ حینئذ لاشتغال ذمتہ بما لا یفید والعفو اغاثۃ لفائۃ انتہی باپ یا وصی جبکہ

مال قیم کا حوالہ قبول کرے فقیر یتیم کے حق میں بہتر ہوا سطرح پر کہ دوسرا شخص یعنی بحال علیہ زیادہ تر مالدار ہو تحمیل سے نہ تھا ہو کہ کفالی الملیسرۃ اور اگر زیادہ تر مالدار نہ ہو تو حوالہ قبول کرنا جائز نہیں ہے پھر جو ہرہ کی کتاب المضاربہ میں ہے میں کہتا ہوں کہ معاد اشہر اخیرت عدم جواز حوالہ ہوا اگر وہ دونوں شخص تحمیل و بحال علیہ متساوی ہوں مالداری و ادائی دین میں یا دونوں متفاوت ہوں اسکا تعین کیا ہو خانیہ میں اور دلیل بھی اسی کی مقتضی ہوا سواسطے کہ وہ صورت تساوی یا تقارب حوالہ قبول کرنا اُس پر کالاشتغال ہو جو مفید سہیں اور مشتر غیست فقود تبین ہے فائدہ کیواسطے واللہ تعالیٰ اعلم ھم مدیون سے دائن کا حوالہ کیا سو بحال علیہ شہر سے اسطرح نہ ہوا تھا گیا کہ اُسکا مکان علوم سنین بسبب اُسکی عسرت وعاجزی کے سوت ہونے جا ہا کہ اپنا حق تحمیل سے بھر لے تو اسکو رجوع بالدین تحمیل ہونا نہیں جبتک ثبوت نہ کرے کہ کفالی الظطاوی عن ابی الجگیۃ واللہ سبحانہ اعلم واستغفر اللہ العلیم

کتاب القضاء

کتاب القضاء

یہ کتاب ہے مسائل قضا یعنی حکم کرنے میں لما کان اکثر منازعات تقع فی الدیون والبیاعات اعقبہا بما یقطعہا ہر گاہ کہ اکثر جھگڑے دیون اور بیاعات میں واقع ہوتے ہیں قطع مصنف دیون و بیاعات کے متعاقب اسکو لایا جو اُنکی قاطع اور رافع ہو یعنی قضا یون و بیاعات سے دیون سے مراد وہ دیون ہیں جنمیں کفالہ اور حوالہ واقع ہوتا ہو بھی بالمد یقضی راجع القضاء الحکم قضا بالمد مذکر ہو اور بالقصر مؤنث ہی آتا ہو لغت میں بمعنی حکم ہو ہم چنیں قضا لغت میں بمعنی حکم و فراغ و ہلاک و ادا و انہا و منقی و صنع و امر مستعمل ہو کذا فی المجر لیکن شارح نے فقط حکم پر اقتصار کیا تا معنی لغوی اور اصطلاحی کی مناسبت ظاہر ہو جائے و شرعاً فصل الخصومات وقطع المنازعات و اصطلاح شرع میں قضا عبارت ہو فیصل کرنے خصومات و قطع کرنے منازعات سے ھم یعنی وہ فیصلہ جو خصومات میں واقع ہوا سطرح کہ مقدار کا حق بیان ہو اور مبطل کا منع اور الزام ثابت ہو تو فصل راجع معنی قطع ہو تو تعریف میں عطف تفسیری ہوا اور بہتر یہ تھا کہ مصنف علی وجہ مخصوص کی قید زیادہ کرتا تا امیر اور حکم کی فصل خصومات قضا سے نکل جاتی کذا فی الظطاوی وقیل خیر ذلک کما بسط فی المطولات اور بعضوں نے تعریف قضا کی اسکے سوا اور طرح سے بھی کی ہو چنانچہ کتب مطولہ میں مصرح ہو صلوا انجلہ بوائع میں تعریف یوں مذکور ہو کہ قضا عبارت ہو حکم میں الناس بالحق سے جو دعا کے نزدیک حکم حادثات میں ثابت ہو خواہ حکم قطعی ہو اسطرح پر کہ اُسپر دلیل قطعی ہو یعنی نص مفسر کتاب اور سنت متواتر یا مشہور یا اجماع سے خواہ حکم ظاہر ہو اسطرح پر کہ دلیل ظاہر قائم ہو جو غلبہ ظن کے موجب ہو کتاب اور سنت اور قیاس سے اور قیاس اُن مسائل اجتہادیہ میں مصرح ہو صلوا انجلہ اختلاف فقہا ہو یا صحیح سلف سے روایت نہیں ہے اگر قاضی وہ حکم کرے جو دلیل قطعی کے مخالف ہو تو وہ جائز نہیں کیونکہ وہ حکم باطل ہو اور اسطرح موضع اختلاف میں وہ حکم کرے جو اقاویل فقہا سے خارج ہو تو جائز نہیں کیونکہ حق اُنسے متجاوز نہیں اور یہ تفصیل مذکور محمد قاضی کے حق میں ہو اور مقلد قاضی یعنی مسئلا شافعی یا شافعی برتوبہ واجب ہو کہ اپنے مذہب کے معتمد قول پر حکم کرے تو وہ بہ نسبت اپنے خلاف مذہب کے حکم کرنے میں معزول ہو اور اگر غیر مذہب کے موافق حکم کریگا جان کر تو اُسکا حکم جاری نہو گا اور اگر نادانستہ حکم کرے تو اسکو ابطال حکم مناسب ہو اور بعضی روایات میں اُسکی قضا امام اعظم کے نزدیک جائز ہو برخلاف صاحبین کذا فی الظطاوی عن البحر وارکانہ ستۃ علی ما نظمہ ابن الغرس بقولہ اشعار اطراف کل قضیۃ حکمیۃ ستۃ یلیح بعدہا التحقیق حکم ومحکوم علیہ وحاکم وطریق اور ارکان قضا کے چھ ہیں چنانچہ ابن الغرس نے اپنے اس قول میں نظم کیے ہیں یعنی اطراف ہر قضیہ حکمیہ کے چھ ہیں جسکے شمار کر لینے سے تحقیق ظاہر ہوتی ہو احکم ہو ۲ محکوم ۳ محکوم علیہ ۴ محکوم لہ ۵ حاکم ۶ طریق ھم ابن الغرس یعنی محمد فواکہ دیہ کا مصنف ہو اور ابن الغرس سے مراد از کان ہیں اور قضیہ عبارت ہو حادثہ سے جسکو عرف میں مقدمہ کہتے ہیں حکم بقسم ہو قولی اور فعلی حکم قولی یہ کہ قاضی کہے کہ جو میں نے تحریر حکم کیا یا لازم کیا یا تحریر قضا میں نے جاری کی نیز دیک مرہا صحیح ہو گیا یا میں جان گیا اور حکم فعلی اسطرح پر کہ قاضی نے متلاشیم کا مال آپ خرید کیا یا اپنا مال تیم کے ہاتھ بیچا تو جائز نہیں کیونکہ قاضی کی بیع حکم ہو اسکا اور وہ اپنی ذات قاضی نہو سکتا اور محکوم یہ یعنی جسپر امر کا قاضی نے حکم دیا اسکی شرط یہ ہو کہ معلوم ہو اور محکوم لہ یعنی مدعی اُسکی شرط یہ ہو کہ دعوی اُسکا صحیح ہو اور مدعی علیہ ہو جسکی شہادت قاضی کیواسطے مقبول ہو اور محکوم علیہ یعنی مدعا علیہ میں یہ شرط ہو کہ حاضر ہو کیونکہ قضا علی الغائب صحیح نہیں اور حاکم یعنی قاضی کی نو شرطیں ہیں اول عقد ۲ بلوغ ۳ اسلام ۴ حریت ۵ سمع ۶ بصر ۷ نطق ۸ عدم قذف سے سلامت رہنا ۹ حکم دینے کیواسطے مقرر ہونا فقط دعوی کی سماعت کیواسطے

او مرتبہ اجتہاد ہونا شرط نہیں بلکہ طریق عبدیت ہو جیسا انوار یا نکوں سے کذا فی الطحطاوی قضاء وَاَهْلُهُ اَهْلُ الشَّهَادَةِ اَیْ دَائِرًا عَلَی الْمُسْلِمِیْنَ کَذَا فِی الْحَوَاشِی السَّعْدِیَّةِ او رلائق قضاء کے وہ ہے جو گواہی کے لائق ہو یعنی جو ادائے شہادت علی المسلمین کے لائق ہو کذا فی الحواشی السعدیۃ ھ اور اسے شہادت کی قید سے محل شہادت خارج ہو گیا کیونکہ محل شہادت کا رقیت اور کفر کی حالت میں صحیح ہونا اور مراد ماتن یہ ہے کہ قضاء اور شہادت دونوں کا مرجع ایک چیز کی طرف ہو یعنی ھر مسلم یا لغ عاقل عادل ہونا نہ اعمیٰ محدود فی القذف نہ ہو گونگا ہونا اور چونکہ اوصاف شہادت زیادہ تر مشہور تھے اور اوصاف قضاء سے لہذا اوصاف قضاء کو اوصاف شہادت کے بیان کرنے پر اور اطرش یعنی جو تھوڑا کان سنے قول صحیح یہ ہے کہ اسکا قاضی ہونا جائز ہے کذا فی النہر ویرد علیہ ان الکافر یجوز تقلیدہ المقضاء لیحکم بین اھل الذمۃ ذکرہ الزیلعی فی التحکیم اور کلیہ مذکورہ پر یعنی جو اہل شہادت علی المسلمین ہو وہ قضاء کا اہل ہو یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ کافر کو تقلید قضاء جائز ہے حالانکہ وہ ذمیوں میں حکم کرے چنانچہ زیلعی نے اسکو باب التحکیم میں ذکر کیا ہے ھ خلاصہ اعتراض یہ ہے کہ کافر باوجود یکہ شہادت علی المسلمین کی اہلیت نہیں رکھتا مگر اسکا قاضی ہونا ذمیوں پر صحیح ہے تو کلیہ مذکورہ صادق نہ رہا یہ اعتراض ہے صاحب نہر کا جو اعتراض ہے کہ یہ قاضی خاص کی تعریف ہے یعنی قاضی مسلم کی اور یہ خود ظاہر ہے کہ شاہد علی المسلم شاہد علی الذمی ہوتا ہے تو ذمی پر اسکی قضاء بھی جاری ہوگی کذا فی الطحطاوی وَشَرْطُ اَهْلِیَّتِهٖ لِشَرْطِ اَهْلِیَّتِهٖ فَاِنْ کَانَ لَا یَصِحُّ مِنْهُمَا مِنْ بَابِ الْوِلَایَةِ وَالشَّهَادَةِ اَقْوٰی لِاَنَّهَا مُلْزِمَةٌ عَلَی الْقَاضِیْ وَالْقَضَاءُ مُلْزِمٌ عَلَی الْخَصْمِ فَلَنْ یَّصِحَّ حُکْمٌ الْقَضَاءِ یَسْتَقِیْ مِنْ حُکْمِ الشَّهَادَةِ اِنْ کَمَالٍ اور اہلیت شہادت کی شرط اہلیت قضاء کی شرط ہے اسواسطے کہ شہادت اور قضاء دونوں ولایت میں داخل ہیں اور شہادت قوی تر ہے قضاء سے کیونکہ شہادت قاضی پر لازم ہے اور قضاء خصم پر لازم ہے اسیواسطے کہا گیا ہے کہ حکم قضاء حکم شہادت سے مترتب ہے کذا فی امرح البرکان ھ علی نے کہا کہ ماتن کا یہ قول مکرر ہو گیا اسکے قول سیاتی کے ساتھ طحطاوی نے کہا تکرار کا فائدہ یہ ہے کہ قول آیندہ یعنی والفاسق اھلا ولا فیکون اھلہ لکنہ یقلد جُوْبًا وَاَمَّا مُقَلِّدُهٗ کَقَابِلِ شَهَادَتِهٖ بِهٖ یُفْتٰی اور فاسق اہل ہے شہادت کا تو قضاء کا بھی اہل ہو گا لیکن واجب ہے کہ فاسق کو قاضی نہ کیجئے اور اسکا قاضی کرنے والا گنہگار ہوتا ہے جیسے اسکی گواہی قبول کرنے والا عاصی ہوتا ہے اسیکا فتوی ہے ھم مغرب میں ہے کہ لغت میں فسق خروج عن الاستقامۃ کو کہتے ہیں اور شرع میں ارتکاب کبیرہ یا اصرار علی الصغیرہ فسق ہے فاسق کو اسواسطے قاضی کرنا نہ چاہیے کہ قضاء بالیات سے ہے اور فاسق مردوں میں امانت داری کے لائق نہیں اسکی قلت مبالات کے سبب سے اور قول متفقہ کے مقابل وہ قول ہے جو بعضوں نے کہا کہ شہادت فاسق مقبول نہو اور اگر قبول کرے تو جائز ہے اور وہ قول ہے کہ قضاء فاسق صحیح نہیں اور یہی قول ہے ائمہ ثلثہ کا اور یہی مختار ہے طحطاوی کا یعنی نے کہا اسی قول پر فتوی دینا لائق ہے خصوصًا اس زمانے میں نہر الفائق میں ہے کہ اگر اسکا اعتبار کیجئے تو قضاء کا دروازہ بند ہو جائے خاص کر ہمارے زمانے میں لہذا جو مصنف نے اختیار کیا وہی اصح ہے چنانچہ خلاصہ میں ہے اور یہی اصح الاقاویل ہے چنانچہ عمادیہ میں ہے کذا فی الطحطاوی وقنیہ فی القاعدۃ الثامنۃ اِذَا غَلَبَ عَلٰی ظَنِّهٖ صِدْقُهٗ فَلْیَحْفَظْ دُرَرَ اور قاعدہ میں قبول شہادت کو اسطرح مقید کیا ہے جبکہ قاضی کے گمان میں فاسق کی صداقت اور راستی غالب ہو جائے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے کذا فی الدرر یعنی اگر ظن غالب صدق کا نہو یا صدق اور کذب گمان میں دونوں برابر ہوں تو اسکو قبول نہ کرے یعنی اصلا قبول کرنا صحیح نہیں وَاسْتَثْنَی الثَّانِیْ الْفَاسِقَ ذَا الْجَاهِ وَالْمُرُوْءَةِ فَاِنَّهٗ یَجِبُ قُبُوْلُ شَهَادَتِهٖ بِنَازِلِیَّهٖ قَالَ فِی الْمَغْرِبِ وَعَلَیْهِ فَلَا یَاْثَمُ اَیْضًا بِتَوْلِیَتِهِ الْقَضَاءَ حَیْثُ کَانَ کَذٰلِکَ اِلَّا اَنْ یُّفْرَقَ بَیْنَهُمَا انتہی قُلْتُ سیجئ تُضَعِّیْفُهٗ لِذٰلِکَ اور ابو یوسف نے فاسق صاحب جاہ اور مروت کو مستثنی کر لیا ہے کیونکہ اسکی شہادت قبول کرنا واجب ہے کذا فی البزازیہ نہر الفائق میں کہا تو بموجب اس قول کے اسکے قاضی کرنے میں بھی گنہگار نہو گا جبکہ فاسق صاحب جاہ اور مروت ہو مگر یہ کہ ابو یوسف قبول شہادت اور قضاء کی تقاعید میں فرق کرتے ہوں انتہی مافی النہر میں کہتا ہوں تضعیف اس قول کی آگے آوے گی سو اسکی طرف رجوع کرو ھم کتاب الشہادۃ میں فتح القدیر سے مذکور ہو گا کہ فاسق صاحب مروت کی گواہی مقبول نہیں کیونکہ یہ تعامل بمقابلہ نص ہے وفی معروضات المفتی ابی السعود لما وقع التساوی فی قضاۃ زماننا فی جو العدالۃ ظاھرا ورد الامر بتقدیم الافضل فی العلم والدیانۃ والعدالۃ اور مفتی ابو سعود کی معروضات میں ہے کہ ہر گاہ ظاہر التساوی واقع ہوتی ہمارے زمانے کے قاضیوں میں وجود عدالت میں تو قع امر سلطانی وارد ہوا اسکی تقدیم کا جو افضل یعنی زیادہ تر علم اور دیانت اور عدالت میں ھم یعنی ممدوح کے زمانے میں تھا اور اس

عدم عدالت مین تساوی ہو جو ہو تو اب اسکو مقدم کیجئے معروضات مفتی سے وہ مسائل ہرا دمین جو مفتی موصوف کے زمانے مین سلطان کے روبرو معروض ہوئے اور انسے جو انمین ہر کیے گئے فانی الطحطاوی والعدو لا تقبل شہادتہ علی عدوہ وانکانت دنیویۃ ولو قضی القاضی بھا لا ینفذ ذکرہ یعقوب باشا فلا یصح قضاءہ علیہ بالفقر وان اھلہ اھل الشہادۃ وقال الصفتی وبہ افتی مفتی مصر شیخ الاسلام امین الدین ابن عبد العال اور دشمن کی گواہی مقبول نہین ہے اسکے دشمن پر جبکہ وہ دونون مین سے دنیوی عداوت ہو اور اگر قاضی دشمن کی گواہی کے بموجب حکم کرے تو اسکا حکم نافذ نہین یعقوب باشا نے اسکو ذکر کیا ہے تو دشمن کی قضا بھی نہ صحیح ہے نہین اسواسطے کہ ثابت ہو چکا کہ اہل قضا وہ ہی جو اہل ہین شہادت کا مصنف نے اپنی شرح مین کما اسیکا فتوی دیا مصر کے مفتی شیخ الاسلام امین الدین ابن عبد العال نے قال وکذا یعتبر العدد کما یقبل علی عدوہ کما مفتی امین الدین نے اور اسیطرح جسکا عدو پر حکم مقبول ہے اسکے عدو پر مدعی ہو دوسرے قاضی کی طرف لکھکے بھیجا تو اسکے مقدمے مین اوس سے مقدمہ موافق کلام دشمنین کیونکہ خط پر عمل کرنا ہمارے نزدیک نہین ہے اور ضمیر قال راجع ہے مفتی نہ کو بطور کیونکہ یہ عبارت مصنف کی شرح مین مجتبی سے ہے اور مفتی نہ کو اوس نے نقل کیا ہے اور ابن وہبانیہ نے بطریق بحث کے کہا اگر قضا نے دشمن پر قاضی کے علم سے ہو نہی ہو جب اسکی دانست کے تو جائز نہین اور اگر بشہادت عادل ہو لوگون کے سامنے تو جائز ہے انتہی کلامہ قلت واعتمدہ القاضی محب الدین فی منظومتہ فقال اشعا

ولو علی عدوہ قاض حکم	ان کان عدلا صح ذاک وانہزم	واختار بعض العلماء وفضلا	ان کان بالعلم قضی لن قبلا
وان یکن بحضر من الملا	وبشہادۃ العدول قبلا		

مین کہتا ہون اور اعتماد کیا قول مذکور پر قاضی محب الدین نے اپنی منظومہ مین پس اگر اپنے دشمن پر قاضی نے حکم کیا کہ اگر قاضی عادل ہو تو یہ حکم صحیح ہے اور مرسم اور بعضے علمانے پسند کیا اور یون تفصیل کی ہے کہ اگر قاضی نے اپنی دانست پر علم یا تو مقبول ہو گا ہر نہ اور اگر بحاجت کے سامنے شہادت عدول سے ہو تو مقبول ہے قلت لکن نقل فی البحر والعینی والزیلعی والمصنف وغیرہم عند مسئلۃ التقلید ان الجائر عزلہ صحیح فی تہذیب الاداب القاضی الخصاف ان من لم یجز شہادتہ لم یجز قضاءہ ومن لم یجز قضاءہ لم یعتمد علی کتابہ انتہی وھو صریح او کالصریح فیما اعتمدہ المصنف کما لا یخفی فلیعتمد وبہ افتی محقق الشافعیۃ الرملی ومن خطہ نقلت انہ لو قضی علیہ ثم ثبت عدالتہ لم یظہر قضاءہ فلیحفظ مین کہتا ہون بحر الرائق اور مین نے اور زیلعی مصنف وغیرہم نے ساتھ طحطاوی کے تقلید قضا کے مسئلے کے پاس خصاف کی تہذیب الاداب قاضی مین ماضی سے نقل کیا ہے کہ جسکی شہادت جائز نہین اوسکی قضا جائز نہین اور جسکی قضا جائز نہین اوسکے مکتوب پر اعتماد نہین انتہی کلام الناصحی اور یہ قول صریح یا صریح کے مانند ہے اور اسی قول پر مصنف متن مین پس اعتماد کیا چنانچہ یہ شیخ مین تو اسی پر اعتماد کرنا چاہیے اور اسیکا فتوی دیا ہے رملی محقق شافعیہ نے اور رملی کے قول سے مین نے نقل کیا اگر ایک شخص پر قاضی نے حکم کیا پھر اوسنے قاضی کی عداوت ثابت کر دی تو اوسکی قضا باطل ہے اسکو یاد رکھنا چاہیے وفی شرح الوھبانیۃ للشرنبلالی ثم اما ثبت العداوۃ بتجریح وقتل ولی کہ بخاصۃ ھی نعم ھی تمنع الشہادۃ فیما وقعت ھی بالخاصۃ کشہادۃ ولی کل علی قاتل ولیہ ووصی وشریک اور شرنبلالی کی شرح وہبانیہ مین ہے پھر عداوت تو ثابت ہوتی ہے مانند قذف اور زخمی اور قتل کرنے ولی کے نہ خصومت سے باین ہمہ مانع شہادت ہے اس معنے مین جسمین خصومت واقع ہو گئی جیسے شہادت وکیل کی اس مقدمہ مین جسمین وہ وکیل ہوا اور جیسے شہادت ولی اور شریک کی مدعی دیہ کی گواہی اوس امر مین مقبول نہین جسکی اوسکو وصیت اور نہ شریک کی مال شرکت مین کذا فی الطحطاوی

والفاسق لا یصلح مفتیا لان الفتوی من امور الدین والفاسق لا یقبل قولہ فی الدیانات ابن ملک زاد العینی واختار کثیر من المتاخرین وجزم بہ صاحب المجمع فی منظومتہ ولہ فی شرحہ عبارات بلیغۃ وھو قول الائمۃ الثلثۃ ایضا اور فاسق صلاحیت نہین رکھتا مفتی ہونے کی یعنی عام کو فاسق کا مفتی مقرر کرنا لائق نہین اسواسطے کہ فتوی دین کے امور سے ہے اور فاسق کا قول دیانات مین مقبول نہین ہوتا کذا صرح ابن الملک علامہ عینی نے

زیادہ کیا اور اسی سبب متاخرین فقہا نے اعتبار کیا ہوا اور اسی پر صاحب مجمع نے اپنے متن میں یقین کیا ہے اور یعنی کی شرح مجمع میں علامات بلیغہ ہیں اور یہی ائمہ ثلثہ کا بھی قول ہے وظاہر ما فی المحرر انہ لا یحل استفتاء ہ اتفاقا کما بسطہ المصنف اور جو کچھ محرر میں ہے اسکا ظاہر یہ ہے کہ فاسق سے فتوی لینا اور مسئلہ پوچھنا بالاتفاق حلال نہیں چنانچہ اسکو مصنف نے اپنی شرح میں شرح بیان کیا ہے وقیل لہم صلہ ربہ جزم فی الکبرٰی انہ یحتمل لعدم اہلیۃ العطاء اور قول ضعیف یہ ہے کہ فاسق مفتی گری کی صلاحیت رکھتا ہے اور اسی قول پر کتب میں یقین کیا ہے اسواسطے کہ مفتی فاسق قول صواب کے بتانے میں کوشش کرتا ہے بنسبت خطا کے خوف سے یعنی شرع سے کہ کوئی اسکو عاطی نہ کہے مصطاوی نے کہا بہ یہ تعالٰی کہا اسواسطے کہ خداوند معنی اعذر ہے یعنی بمعنی المرکز فی القاموس وکذا فی اشتراط الاسلام وعقلہ وشرط بعضہم یقظتہ لاحریتہ وذکوریتہ وظنہ بیضہ افتاء لا خبرہ لا قضاء اور علماء میں خلاف ہیں مفتی کے اسلام اور عقل کے شرط ہونے میں اور بعضوں نے مفتی کی ہوشیاری شرط کی ہے مفتی کا آزاد ہونا اور نہ اسکا مرد ہونا اور نہ گویا ہونا تو گونگے کا فتوی دینا صحیح ہے نہ اندھے قاضی کا فتوی دینا اسوقت صحیح ہے جبکہ اسکا اشارہ مفہوم ہو بلکہ مفتی ناطق سے اگر کہا جائے کہ یہ چیز کیا جائز ہے پھر وہ سر ہلا دے یعنی ہاں کہدے تو اسکے اشارے پر عمل کرنا جائز ہے کذا فی النہر فائدہ جلیلہ فتاوی عالمگیری میں ہے مفتی خوارج مروت سے منزہ اور فقیہ النفس سلیم الذہن حسن التصرف ہو اور صحیح یہ ہے کہ فتوی دینا غیر مکروہ ہے اس شخص کو جو اسکی لیاقت رکھتا ہو اور حاکم پر لازم ہے کہ تفحص اور تلاش کرے کہ کون عالم فتوی دینے کے لائق ہے اور منع کرے فتوی دینے سے اسکو جو اسکے لائق نہیں رکھتا اور شرط فتوے سے یہ ہے کہ ترتیب مستفتیوں کی یاد رکھے اغنیا اور اخوان سلطان اور امراء کو طرف میلان نہ کرے بلکہ پہلے اسکا جواب لکھے جسنے پہلے استفتا کیا خواہ وہ غنی ہو یا فقیر اور آداب افتا سے یہ ہے کہ کاغذ استفتا کو بحر مسئلے اور سوال کو ہوشیاری سے پڑھے بار بار تا اینکہ حقیقت سوال خوب ظاہر ہو جائے پھر جواب لکھے اور یہ شرط ہے کہ کاغذ کو پھینک نہ دے جیسے کہ بیوقوفوں کی عادت ہے کیونکہ اسمیں اللہ تعالٰی کا نام ہے اور تعظیم نام مقدس کی واجب ہے اور جب مفتی جواب تحریر کرے نو لائق یہ ہے کہ جواب کے بعد واللہ اعلم یا مانند اسکے لکھے اور واجب ہے کہ مفتی علیم رزین نرم زبان خندان وہموار اور لائق نہیں بدون سوال کے فتوے کو اسطے احتجاج کرے اور اگر فتوے دینے میں حرج پائے تو رجوع کرے اور واجب ہے نہ شرماوے نہ تنگ کرے اور یہ شرط ہے کہ اپنے امام کے مسائل یاد کرے اور اسکے قواعد اور اسالیب کو معلوم کرے اور واجب نہیں افتا اس مرتبہ پر ہو واقع نہیں اور فتوی میں تساہل کرنا اور حیلوں کی پیروی کرنا حرام ہے اگر اغراض میں فساد واقع ہو اور فتوی نہ دے اس حالت میں جبکہ جو اس سے متغیر ہوں اور رشوت یہ ہے کہ فتوی دے اور اگر بیت المال سے رزق لے تو جائز ہے باوجود کفایت کے اور مستفتیوں سے اجرت نہ لے اور اہل شہر اسکے واسطے کچھ روزی مقرر کر دیں تو جائز ہے اور حاکم پر لازم ہے کہ مدرس اور مفتی کیواسطے بقدر کفایت روزی مقرر کرے اور ہر شہر کو اسطے اصطلاح ہوتی ہے پھر اس حال میں تو متعلقات لفظ سے اہل شہر کو فتوی دینا اس مفتی کو جائز نہیں جو انکی اصطلاح سے واقف نہیں اور حاکم اور مفتی کو قبول ہدیہ اور اجابت دعوت خاصہ جائز ہے بوجہ سے متقول ہے کہ جب آپ سے کوئی مسئلہ پوچھا تو بے شک میں عمامہ باندھ کر بیٹھے اور فتوی دینے سے تعظم افتا کے سبب سے کذا فی الطحطاوی ملتقط محمد بن حسن سے سوال ہوا کہ مرد کو فتوی دینا کیسا ہے فرمایا کہ جب اسکا صواب اکثر ہو اسکی خطا سے انہی بعضوں نے کہا کہ اگر مفتی سے مسائل اجماعیہ اہل سنت کا سوال ہو تو لائق ہے کہ لکھے جواب کے بعد واللہ الموفق یا باللہ التوفیق لکھے کذا فی المحرر ویکتفی بالاشارۃ ومنہ کامر للقاضی للزوم صیغۃ مخصوصۃ حکمت والزمت بعد دعوی صحیحۃ اور مفتی سے اشارہ کرنا کفایت کرتا ہے نہ قاضی سے بسبب لازم ہونے صیغہ مخصوصہ کے چنانچہ حکمت اور الزمت بعد دعوی صحیح کے یعنی قاضی میں ملفظ صیغہ حکم بعد دعوی لازم ہے تو یہ گونگے کے اشارہ کرنے سے نہیں ہو سکتا بخلاف مفتی چنانچہ مذکور ہو چکا واما الاطرش وہو من یسمع الصوت القوی فالاصح الصحۃ بخلاف الاخرس اور اطرش یعنی جو شور کی آواز سنے تو صحت اصح قول ہے بخلاف اس بہرے کے جو مطلق نہیں سنتا ویفتی القاضی ولو فی مجلس القضاء وہو الصحیح درس تعجبا جہم الیہ ظہیریۃ ویستفتی ہ اور فتوی دے قاضی اسکو جو اسکے پاس فیصلہ کروانے نہیں آیا کذا فی الظہیریۃ اور آگے یہ مسئلہ واضح ہو گا فتوی دینا قاضی مفتی کا جو اگر مجلس قضا میں ہو اور یہی قول صحیح ہے کذا فی الدرر خواہ مسئلہ معاملات کا ہو خواہ دیانات کا کذا فی البزازیۃ وبہ اخذ القاضی ابو حفص وقیل بقول ابی حنیفۃ علی الاطلاق اور قاضی مفتی کے مانند امام ابو حنیفہ کا قول ہے مطلقا یعنی خواہ صاحبین امام کے ساتھ متفق ہوں یا نہ ہوں ہر جامع المفصولین میں ہے اور اگر ایک مسئلہ میں صاحبین سے اصحاب مخالف ہوں تو امام ابو حنیفہ کے

سلامۃ صاحبین ہیں ہے کہ اگر دونوں کے قول کے لیے ظاہر ہو جیسے صاحبین کے اتفاق کیا ہو حنیفہ سے تو اگر اختلاف انکا بحسب زمان ہو جیسے ظاہر عدالت پر حکم کرنا دونوں صاحبین کا قول ہے باسطہ تغیر احوال مردم اور ضرر عامہ اور معاملت میں بھی صاحبین کے قول کو اختیار کرے کیونکہ یہ متاخرین کا اجماع ہے اور اسکے سوا میں بعضوں نے کہا کہ مجتہد مجیر ہوا پنے اقوال کے موافق عمل کرے اور بعضوں نے کہا کہ یہاں بھی حنیفہ کے قول کو لے انتہی کذا فی الطحطاوی ثم یقول الحبی یوسف ثم محمد ثم بقول الحسن بن زیاد ثم زفر والحسن هو ابن زیاد وهو کما فی حنیفیہ وسراجیہ وعباب الفہر ثم یقول الحسن فتنبہ پھر ابو یوسف کا قول لے پھر انکے بعد محمد کا قول لے پھر انکے بعد زفر اور حسن بن زیاد کا قول لے اور یہی ترتیب کنز اور اصح قول ہے کذا فی المنیہ والسراجیہ اور عبارت نہر الفائق اسطرح ہے کہ پھر زفر کے بعد حسن بن زیاد کا قول لے سو خیر وارہ ہو یعنی ہر رتبہ حسن کے بعد نہ دے ہے نہر الفائق میں اور منیہ اور سراجیہ میں فرمایا اور حسن بن زیاد ہمیشہ میں حموی نے کہا کہ جیسا ایک مسئلہ میں دو قولوں کی تصحیح واقع ہوئی ہو تو مفتی مختار ہو جسکا چاہے فتوی دے اور یہ جائز نہیں کیونکہ ایک مقدمہ میں دو قولوں کا فتوی دے جیسا کہ ہمارے زمانے کے بعضے مفتیوں سے ایسا ہی واقع ہوا وصحح فی الحاوی اعتبار قوۃ المدرک دلالۃ الاول اضبط نہر اور حاوی قدسی میں اعتبار کرنے قوۃ مدرک کی تصحیح کی ہے اور قول اول اضبط ہے کذا فی النہر ہم تصحیح حاوی الطلاق میں کے مقابل ہے اور مدرک بفتح المیم اسم مصدر ہے بمعنی ادراک یعنی دو مختلف قولوں میں قوت ادراک متعین ہو اور قوت ادراک مجتہد ہو دلیل کی طرف یا مدرک سے محل ادراک مراد ہے یعنی دلیل صاحب نہر نے قول اول یعنی مبنیہ اور سراجیہ کے قول کو اسواسطے اضبط کہا کہ وہ حاصل اور معلم کو شامل ہے علم وہ تجمع قوت مدرک کو ادراک نہیں کر سکتا علاوہ اسکے کہا ہے انسان کو بقدر اپنے ادراک کے قوت معلوم ہوتی ہے اور واقع اسکے خلاف ہوتا ہے یا بحسب دلیل قوت معلوم ہوتی ہے اور صاحب شرنبلالیہ کی دوسری دلیل ہے جسپر تعین مطلع نہیں بحر الرائق میں کہا کہ تصحیح حاوی قوی اس صورت میں ہے جبکہ امام ایک جانب میں ہو اور صاحبین دوسری جانب میں صاحب بحر الرائق نے کہا کہ اگر تو کہے کہ مشائخ کو فتوی دینا بغیر قول امام میں کیونکر جائز ہوا باوجودیکہ وہ مقلد ہیں امام کے میں کہتا ہوں کہ یہ شبہہ مجھ مدت دراز تک مشکل رہا اور اسکا جواب میں نے نہیں دیکھا مگر جواب میں سمجھا ہوں انکے کلام سے وہ یہ ہے کہ مشائخ نے ہمارے اصحاب سے نقل کیا کہ اگر مسئلہ فتوی دینا ہمارے قول کا خلاف نہیں جب تک نہ جانے کہ ہمنے کہاں سے کہا ہو اور ہمارا جو یہ میں نقل کیا کہ عصام جو امام کی مخالفت کیا کرتے تھے تو اسکا بھی سبب تھا اور وہ بخلاف قول امام اکثر فتوی دیا کرتے تھے کیونکہ امام کی دلیل اکثر کو نہ معلوم ہوتی تھی اور اوپر دوسری دلیل ظاہر ہوتی تو اسکے موافق فتوی دیتے تھے سو میں کہتا ہوں کہ یہ تمہارے مشائخ سابقین کے زمانے میں تھی یعنی اسواسطے کہ انکو رتبہ اجتہاد حاصل تھا اور ہمارے زمانے میں تو حفظ یعنی حفظ اقوال امام کافی ہے جیسا کہ فقیہ وغیرہ میں ہے تو اب فتوی دینا بقول امام علال ہے بلکہ واجب ہے اگرچہ یہ معلوم نہ ہو کہ امام نے کہاں سے کہا اور یہ وجب اس تقریر کے جو قول ال جاوی نے تصحیح کی وہ اسی شرط مذکور یعنی واقعہ نے تصحیح کی ہے اور مفہمانے تصحیح کی ہے کہ فتوی دینا امام کے قول پر ہمیشہ یہ حاصل ہوا کہ ہمیشہ یعنی مقلدین پر اتباع قول امام واجب ہے اگرچہ مشائخ نے بخلاف اسکے فتوی دیا ہو کیونکہ اگر متعدد نے بخلاف قول امام فتوی دیا بسبب فقدان شرط کے انکے حق میں یعنی واقعہ ہونا امام کی دلیل پر اور ہمیشہ اتباع قول امام لازم ہے اگرچہ انکی دلیل نہ جانیں انتہی مضمون البحر کذا فی الطحطاوی ولا یجوز لہ تقلید غیرہ فی شیء بل المقلد متی خالف معتقدہ عمدا فہو لا ینفذ حکمہ وینقض وہو المختار للفتوی کما بسطہ المصنف فی فتاواہ وغیرہ وقدمناہ فی اول الکتاب وسیجیء اور قاضی کو نہیں جائز کہ اخذ مذاہب میں جبکہ وہ مجتہد نہ ہو بلکہ قاضی مقلد جیسا اپنے مذہب کے معتمد قول کا خلاف کریگا تو اسکا حکم جاری نہ ہوگا بلکہ تو دیکھا چاہیگا بھی قول اضعف پر فتوی کیوں اسطرح پر جسکو مصنف نے اپنے فتاوے میں اور غیر مصنف نے بھی اور ہم اس کتاب کے اول میں قبیل کتاب الطہارۃ اسکو مقدم کر کر چکے ہیں اور آگے بھی ہوگا وفی المقدسانی وغیرہ اعلم ان کلامہم موضح خالوا الرأی فیہ للقاضی فانما اراد ما اصلہ ملکۃ الاجتہاد انتہی اور قدسانی وغیرہ میں ہے معلوم کر کہ جس مقام میں علماء نے کہا کہ امین قاضی کی رائے ہے تو وہاں وہ قاضی مراد ہے جسکو قوت اجتہاد حاصل ہو انتہی وفی الخلاصۃ وانما ینفذ القضاء فی التحقیق فیما اذا علم انہ مجتہد فیہ والا فلا اور خلاصہ میں ہے کہ مجتہد فیہ یعنی جسمیں اختلاف مجتہدین ہو اسمیں قوت اسوقت حکم قاضی نافذ ہوتا ہے جبکہ قاضی کو معلوم ہو کہ وہ مجتہد فیہ ہے اور اگر یہ معلوم نہ ہو تو حکم اسکا نافذ نہیں ہے حکم جو قاضی مجتہد کا اسواسطے ہے معلوم ہو جبکہ وہ قاضی مقلد یہ اتباع ہے غیر مذہب واجب ہے غیر مذہب کا اسکو خلاف معلوم ہو یا نہ ہو اور مجتہد کو علم مجتہد فیہ اسواسطے شرط ہوا کہ شاید صحابہ یا غیر صحابہ کے اجماع سے اسکا حکم مخالف نہ ہو جاوے کذا فی الطحطاوی واذا اختلف مفتیان فی جواب

حادثۃ لم تجد بعد افقہھم بما کان یکون ناوسر عملیہ اجیبہ اور جبکہ مفتی ایک مقدمہ کے جواب میں متعلمت ہوں تو قیمہ کا قول کے لیتی تو نے کہ کذا فی الاشباہ یعنی جو دونوں میں زیادہ فقیہ اور زیادہ تر پرہیزگار ہو اسکے قول پر قاضی عمل کرے وفی الملتقط واذا اشکل علیہ امر ولا کان رأی لہ فیہ شاورا العلماء ونظر احسن القولین عندہ وقضی بہ لا اہ صوابا لا بغیرہ الا ان یکون غیرہ اقوی فی لفقہ ووجوہ الاجتہاد فیجب ترک رایہ برایہ اور ملتقط میں ہے اور جب قاضی پر کوئی امر مشکل ہو اور اسکی رائے انمیں نہ ہو یعنی اسکا اجتہاد کسی نتیجہ پر واضح نہ ہو تو علما سے مشورہ لے اور انکے اقوال میں سے خوب تر قول کو تامل کرے اور جس قول کو ٹھیک اور حق جانے اسپر حکم کرے نہ اُس قول پر کہ اسکے سوا ہو مگر اُس صورت میں جبکہ غیر قاضی فقہ اور وجوہ اجتہاد میں قوی تر ہو تو اب قاضی کو اپنا اجتہاد ترک کرنا پڑیگا یا اپنا اجتہاد ج

یہ لینے والے پر حرام ہے جیسے رشوت لہ کذا ایک شخص نے رشوت دیکر اسوا سطے کرایا اسوا سطے کا کام یا بنا دے تو معاف ہوگا یہ رشوت ہے اور قسم ثالث کے حلال ہونے کا حیلہ لینے والے کیواسطے یہ ہے کہ آخر کو ایک دن رات یا دو دن تک بقدر رشوت نوکر رکھ لے کہ یہ اجارہ صحیح ہے تو اسکے منافع مملوک ہو جائینگے پھر اسکو سلطان کے پاس فلانے کا کام کیواسطے بھیجے اور حوادث فتوی سے یہ ہے کہ اولیں شانے اپنی ذات کا اجارہ کیا تھا لیعنے امراسے اسوا سطے کہ فلانے شہر میں اُسپر سے دفع ظلم کیا کرین پھر اولیں شاہ گیا تو یہ اجارہ کیا صحیح ہے اور مستاجر پر اجرت لازم ہے تو مین نے اس استفتا کا جواب لکھدیا کہ یہ اجارہ صحیح نہین اسواسطے کہ یہ اجارہ تھا اُس طاعت پر جو اُسپر واجب تھی یعنی وہ شخص ناظم ملک تھا اور ناظم پر رعایا کی رعایا اور دفع ظلم واجب ہے اور دلیل اس جواب کی وہ ہے جو خلاصہ وغیرہ مین مذکور ہے کہ ہدیہ تین قسم ہے ایک وہ جو وہ دن جانب سے حلال ہے مرتبہ کیواسطے دوسری قسم وہ جانبین کو حرام ہے یعنی ہدیہ لینا ظلم کی مددگاری کیواسطے تیسری قسم یہ ہے کہ لینے والے کیطرف سے حرام ہے دینے والے کیطرف سے یعنی دفع ظلم کیواسطے تحفہ دینا اور حیلہ اُسکا یہ ہے کہ اُس سے اجارہ کرلے تین دن کا کام کرنے کیواسطے پھر وہ اُس سے کام لے بشرطیکہ وہ کام کرنا اُسپر جائز ہو انتہی اور یہ اشک اس فصل کا اُسکو یعنی الملین باشاہ کو اجارہ کرنا جائز نہین چنانچہ تو معلوم کر چکا یعنی فصل ظلم ناظم پر واجب ہے نہ جائز کہ اُسکا اجارہ جائز ہو جو تیسری قسم رشوت کی وہ ہے جو دفع خوف کیواسطے دے یعنی ظالم مدفع عالیہ کا خوف ہو خواہ خوف جان کا ہو یا مال کا تو یہ رشوت دینے والے پر حلال ہے اور لینے والے پر حرام ہے اور درایہ مین اسی قسم رابع سے اُسکو شمار کیا ہے کذا فی النہر الفائق وی عالمگیری مین ہے اور رشوت کی ایک قسم یہ ہے کہ ایک دوسرے کو کچھ مال بطریق ہدیہ دے تا اُسکا مطلب سلطان سے درست کروا دے اُوسکی حاجت کا معین ہے اور یہ دو وجہ پر ہے وجہ اول یہ کہ حاجت اُسکی حرام ہو تو اس وجہ مین دینے والے کو دینا اور لینے والے کو لینا حلال نہین وجہ ثانی یہ کہ حاجت اُسکی مباح ہو اسکی بھی دو صورتین ہین پہلی صورت یہ ہے کہ شرکیے کہ یہ ہدیہ اسواسطے دیتا ہے تا اُسکی اعانت سلطان کے نزدیک سے اس صورت مین کسیکو لینا حلال نہین اور اسمین اختلاف ہے کہ دینا حلال ہے یا نہین بعضون نے کہا کہ حلال ہے اور بعضون نے کہا حلال نہین اور یہ علت اعطا اور اخذ کا یہ ہے کہ سلطان کے نزدیک کہ اہل معاملہ اُس سے ایک رات کا اجارہ مقرر کرلے تا وہ اُسکا کام کرے بعضون اس مثال کے جو اُسکو دیا چاہتا تھا تو یہ اجارہ صحیح ہے اور اجیر مستحق اجر ہوگا پھر مستاجر کو اختیار ہے چاہے اُس سے وہی کام لے چاہے دوسرا کام فقہا نے کہا کہ یہ حیلہ اُسوقت صحیح ہے جبکہ وہ کام جسکے واسطے اُسکو بطریق اجارہ لیا ایسا کام ہو جس پر استیجار صحیح ہو چنانچہ بیا مرسانی اور مانند اُسکے اور اگر مدت اجارہ بیان نہو گی تو اجارہ صحیح نہین اور معطی کو اختیار بدون اس حیلے کے حلال ہے یا نہین اسمین اختلاف ہے بعضون کے نزدیک حلال نہین اور بعضون کے نزدیک حلال ہے اور یہی یعنی علت اعطا کا قول اصح ہے یہ اسوقت ہے جبکہ اُسنے قبل رسمی مقدمہ دیا اور اگر بعد رسمی مقدمہ اور بعد نجات از ظلم دیا تو دینے والے کو دینا حلال ہے اور لینے والے کو لینا حلال ہے محیط مین کہا کہ یہی قول اصح ہے دوسری صورت یہ ہے کہ رسمی مقدمہ کو صریحا شرط نہ کرے لیکن طلب اسکا ہدیہ دینے سے یہی ہو کہ سلطان کے پاس اُسکی اعانت کرے اس صورت مین اختلاف مشائخ ہے اکثر مشائخ کا یہ قول ہے کہ یہ مکروہ نہین یہ اُسوقت ہے جبکہ قبل اس مقدمہ کے دونون مین معاملات نہو یعنی باہم یہ دینے لینے کی عادت ہو اور اگر دونون مین معاملات کی عادت ہو قبل اسکے بسبب دوستی یا قرابت کے پھر وہ ہدیہ دے چنانچہ قبل اسکے دیتا تھا پھر وہ اُسکا مقدمہ درست کردے تو یہ خوب بات ہے کیونکہ یہ عوض ہوا احسان کا احسان سے اور کرم کا کرم سے انتہی فتح القدیر مین ہے کہ اگر یہ بلا شرط ہو لیکن یالیقین معلوم ہو کہ اسواسطے یہ دیا ہے کہ اُسکی اعانت کرے سلطان کے نزدیک تو مشائخ ہمارے اسپر ہین کہ اسکا کچھ مضائقہ نہین اور اگر اسکا کام بلا شرط اور بلا طمع کردے پھر بعد اسکے وہ ہدیہ دے تو وہ حلال ہے اُسمین کچھ مضائقہ نہین اور عبد اللہ بن مسعود سے جو اسمین گراہت منقول ہے سو وہ ورع اور تقوی ہے انتہی دمنہ لو جعل المولیٰ مبلغا فی کل شہر یاخذہ منہ ویفوض الیہ قضاء ناحیۃ فتاوی للمصنف ولکن فی الفصل من قلد بواسطۃ الشفعاء کمن قلد احتیاطا ومتلم فی البزازیۃ بزیادۃ وان لم یحل للطلب بالشفعاء اور اسی عدم نفاذ حکم سے ہے یہ صورت کہ آدمی عہدہ قضا کے دینے والے کے لیے کچھ روپیہ مقرر کردے کہ ہر مہینے مین تم مجھے دے لیا کرو اور کسی پرگنہ کی قضا میرے حوالہ کردو کذا فی فتاوی المصنف لیکن فتح القدیر مین ہے کہ جو قاضی ہوا بواسطہ سفارشیون کے وہ اُسکے مانند ہے جو قاضی ہوا بطریق احتساب کے اور فتح القدیر کے مانند بزازیہ مین ہے اگرچہ بطلب قضا سفارشیون کیواسطے حلال نہین ہم یہ استدراک ہے جامع الفصولین کا جو قبل اس قول کے مذکور ہو چکا دلو کلا عدا نفسہ یاخذہا او بغیرہا وخصمہا لانہ المعظم استحق العزل وحیئی یا

دتیہ ینعزل وعلیہ الفتوی ابن الکمال وابن الملک اور اگر قاضی عادل ہو پھر فاسق ہو جائے رشوت لینے سے یا بغیر رشوت کسی اور گناہ کبیرہ کرنے سے تو لائق معزولی کے ہوگا بایں وجہ کے معنی سلطان ہے اسکا معزول کرنا واجب ہے کذا فی البزازیۃ اور دوسرا قول یہ ہے کہ فسق سے قاضی خود بخود معزول ہو جاتا ہے یعنی بدون معزول کرنے کے اور اسی پر فتوی ہے کذا صرح ابن الکمال وابن الملک شارح نے کہا کہ مصنف نے احتذر رشوت کو اسواسطے خاص کر کے ذکر کیا کہ قاضی کا فاسق ہونا اکثر رشوت لینے سے ہوتا ہے ھم عادل وہ ہے جو احکام شرع بجا لاوے اور اسکے نواہی سے بچے اور فاسق یہ کہ حکم الہی سے باہر ہو جاوے کبیرہ گناہ کر کے جیسا کہ اصل گناہ غصب وقصداً اخذ رشوت وغیرہ ذالک فسق قاضی رشوت سے ثابت ہوتا ہے خواہ قاضی آپ رشوت لے یا اسکا بیٹا یا اور کوئی قرابت والا جسکی گواہی اسکے حق میں درست نہیں بشرطیکہ قاضی اسکی رشوت لینے کو جانتا ہو کذا فی الطحطاوی وفی الخلاصۃ عن النوادر لو فسق وارتد اوعمی او صم او ابکم فھو علی قضائہ وما قضی فی فسقہ وبحرہ باطل واعتل فی البحر اور خلاصہ میں نوادر سے منقول ہے کہ اگر قاضی فاسق یا مرتد یا اندھا ہو جائے یا بہرا ہو جائے یا گونگا ہو جائے تو یہ اور اسلام سے یا اسکو نظر لگنے لگے تو وہ اپنی قضا پر قائم ہے اور جو اسنے اپنے فسق وغیرہ میں حکم کیا وہ باطل ہے اور اس قول پر بحر الرائق میں اعتماد کیا ہے میں کہتا ہوں اس قول پر کہ فسق سے قاضی مستحق عزل ہو جاتا ہے معزول نہیں ہوتا طرسوسی نے کہا کہ فسق سے استحقاق عزل کا قائل ہے وہ اسکے احکام کی صحت کا قائل ہے اور جو اسکی معزولی کا قائل ہے وہ ابطال احکام کا قائل ہے واللہ تعالی اعلم کذا فی الطحطاوی وفی الفتح انفقوا ان الامارۃ والسلطنۃ علی عدم الاتفاق لانھا مبنیۃ علی القھر والغلبۃ اور فتح القدیر میں ہے کہ امارت اور سلطنت قہر اور غلبہ پر ہے لیکن فی اول دعوی الخانیۃ الوالی کالقاضی فلیحفظ خانیہ کی اول کتاب الدعوی میں ہے کہ والی قاضی کے مانند ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ھم بحر الرائق میں خانیہ سے منقول ہے کہ حاکم جب فاسق ہو جائے تو وہ بمنزلہ قاضی تحکیم کے عزل ہے معزول نہیں ہوتا تو یہ استدراک ہے عدم عزل الملک کے اتفاق پر ینبغی ان یکون مولیہ قابہ فی عفافہ وعقلہ وصلاحہ وفھمہ وعلمہ بالسنۃ والآثار وجوہ الفقہ اور منزاویہ ہے کہ قاضی موثوق بہ اور معتمد علیہ ہو اپنے عفاف اور عقل اور صلاح اور فہم اور سنت اور آثار اور وجوہ فقہ کے علم میں ھم عفاف یعنی پاک دامنی عما یشین المروات ہے محرمات اور خوارم مروت کے باز رہنے سے اور عقل بقول اکثر عبارت ہے اس قوت سے جو مدرک کلیات ہے یعنی قاضی کا کامل العقل چاہیے تو احمق ناقص العقل لائق قضا نہیں خصاف نے کہا کہ اہل صلاح وہ ہے جو مستور ہو نہ پردہ دور نہ صاحب تہمت نہ متہم الطرفین سلیم الناحیہ کامن الذی قلیل السورۃ شارک فی نبیذۃ یسیرۃ نہ سبات جبان نہ قذاف بمصمات نہ معروف بالکذب وفہم بعضوں کے نزدیک وہ قوت ہے جس سے نفس انسانی کتاب تدابیر اور طالب کیواسطے مستعد ہو جاتا ہے اور سنت عبارت ہے حدیث قولی اور فعلی وتقریری سے اور آثار سے صحابہ وتابعین کے اقوال مقصود میں اور وجوہ فقہ سے وہ طریق مراد ہیں جن سے مستنبط ہوتی ہے اصول جن پر بنائے فقہ ہے طحطاوی نے کہا کہ ظاہر کلام بحر الرائق اس پر دلالت کرتا ہے کہ اوصاف مذکورہ انتخاب کی شروط ہیں ذکا اجتھاد شرط الاولویۃ لا للصحۃ اور اجتہاد اولویت کی شرط ہے بسبب تغیر زمانے اجتہاد کے ھم یعنی وجود اجتہاد ہر زمانے میں متعذر ہے اور قضا کی طرف ہر زمانے میں حاجت ہے لہذا اجتہاد سے قضا موقوف نہیں بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ اجتہاد لغت میں عبارت ہے بذل طاقت سے مشقت والی چیز کے حاصل کرنے کیواسطے اور اصطلاح میں اجتہاد عبارت ہے خفیہ کیلئے طاقت سے حکم شرعی ظنی کی تحصیل کیواسطے تبویب میں کہا بذل طاقت سے مراد یہ ہے کہ اسی کوشش سے کہ اس سے زیادہ کوشش کرنے سے عاجز ہو جائے اور خرد وا اجتہاد سلامۃ الاعقل اور یقظۃ الفطن یعنی شدید الفہم بالطبع ہونا اور لغت عربی کا عالم ہونا اور کتاب اللہ کا حاوی ہونا اور متعلقات احکام اور حدیث کا عالم ہونا طریق متین اور سند اور ناسخ اور منسوخ کے اور قیاس کا ماہر ہونا اور بقدر الوسع مجتہد مطلق کے حق میں ہیں جو جمیع احکام شرعیہ میں فتوی دیتا ہے اور جو ایک حکم خاص میں مجتہد ہو نہ دوسرے حکم میں تو اسپر معرفت اسیقدر کی لازم ہے جو اس حکم خاص سے متعلق ہے مثلاً حکم متعلق بالصلوۃ کا اجتہاد جمیع متعلقات نکاح کی معرفت پر متوقف نہیں اور یہاں اجتہاد بمعنی اول مراد ہے کذا فی الطحطاوی عن المحمدی علی انہ یجوز تولیۃ الرجل من عنہ عندہ اکثر من فیصح تولیۃ العامی ابن کمال وبحکم یفتوی خلیہ علاوہ بر آن خالی ہونا زمانے کا اجتہاد سے اکثر اہل علم کے نزدیک جائز ہے کذا فی النھر تو اس صورت میں جاہل عامی کا قاضی ہونا صحیح ہوگا کذا ذکر ابن کمال اور حکم کرے

فتوی جاہل غیر مختص کے فتوے سے ہو اسواسطے کہ مقصود قضا یعنی حقدار کو حق کا پہنچنا حاصل ہو سکتا ہے غیر کے فتوے سے کذا فی البحر ابن غنم صاحب فواکہ بدیہ نے کہا کہ قضا کی ولایت عامہ سے جاہل عش نہیں بلکہ یا ہیں علم اور فہم ضرور ہو اور کتب مرتبہ یہ ہو کہ بعض حوادث اور مسائل دقیقہ کو خوب جانتا ہو اور طریقہ تحصیل احکام شرعیہ کا کتب مبسوطہ اور صعود مسائل سے جانتا ہو اور وقائع اور دعاوی اور حجج میں کیفیت تطبیق ہو اور اشتباہ سے واقف ہو انتہی کذا فی شرح الحموی وغیرہ لکن فی ایمان البزازیۃ للمفتی یفتی بالدیانۃ والقاضی یقضی بالظاہر ثم قال وعلی ان الجاہل لا یکفر القاضی یکفر المفتی ایضا لان من کون الحاکم فی الدماء والفروج عالما دینا کالکبریت الاحمر وان الکبریت الاحمر داء کبیر العلماء لیکن یتأذیہ کی کتاب الایمان میں ہے کہ مفتی دیانت پر فتوی دیتا ہے اور قاضی ظاہر پر حکم کرتا ہے یہ قول سیوطی ہے کذا ہے کہ جاہل کو غیر کے فتوے پر حکم دینا ممکن تو دماء اور فروج میں قاضی حاکم کو عالم اور دیندار ہونا ضرور ہے اور عالم دیندار ہونا کبریت احمر کے مانند ہے اور کہاں ہے کبریت احمر اور کہاں علم انتہی کلام البزازی ھ یعنی جب یہ ثابت ہوا کہ بنائے فتوے دیانت پر ہے یعنی فیما بینہ وبین اللہ اور بناء قضا ظاہر لفظ پر ہے اور جیسے قرائن دلالت کریں تو اب قاضی کو مفتی کے فتوے پر حکم کرنا غیر ممکن ہے یعنی ہر قضیے میں مقصود نہیں اسواسطے کہ جائز ہے کہ فتوی بالدیانت ہو دماء اور فروج کو اسواسطے خاص کرکے ذکر کیا کہ دونوں میں خبر زیادہ اور اختلاف انساب سے ضرر زائد ہے طحطاوی نے کہا بعضوں نے اسکا جواب یوں دیا ہے کہ افتا سے وہ مراد ہے جسپر قاضی عمل کرے اسطرح پر کہ قاضی مفتی سے سوال کرے کہ اگر ایسی صورت قاضی کے روبرو پیش ہو تو وہ اسمیں کیا حکم کرے علاوہ اسکے مخالفت دیانت کی قضا سے نادر مسائل میں ہے نہ ہر مسئلے میں فمثلہ فاذکر المفتی اور قاضی کے مانند اوصاف مذکورہ میں مفتی ہے یعنی مفتی کا بھی موثوق بہ ہونا سزاوار ہے عفت اور عقل اور صلاح اور فہم اور حدیث اور اتاراد وجوہ فقہ کے علم میں وھو عند الاصولیین الحبر الذی یحفظ اقوال المجتہد فلیس عندھم مفتیا ولا یفتوی بما یسمعہ من کلامہ کما بسطہ ابن الہمام اور مفتی اصولیین کے نزدیک عبارت ہے مجتہد سے اور جو اقوال مجتہد کو یاد کرلے وہ مفتی نہیں اور اسکا فتوی بھی فتوی نہیں بلکہ وہ نقل کلام مجتہد ہے ابن ہمام نے اسکو فتح القدیر میں شرح بیان کیا ہے ھ اسے اصولیین پر ستدرک ہوگئی ہے کہ مفتی وہ ہے جو مجتہد ہو اور غیر مجتہد جو مجتہد کا قول یاد کرلے وہ مفتی نہیں اور جب اس سے کوئی سوال کرے تو اسپر واجب ہے کہ مجتہد کا مثلاً امام ابوحنیفہ کا قول بطریق حکایت کے ذکر کرے تو اس سے معلوم ہوا کہ ہمارے زمانے میں علماے موجودین کا فتوی درحقیقت فتوی نہیں بلکہ وہ کلام کی نقل ہے اور اسکے نقل کرنے کے وہ طریقے ہیں یا یہ کہ ناقل کی اس نقل میں مجتہد مفتی تک سند ہو یعنی قول مجتہد بواسطہ رواۃ معتمدین اسکو پہنچا ہو یا ناقل نے کتاب مشہور سے جو دست بدست متداول ہو قول مجتہد کو لیا ہو جیسا کہ محمد بن حسن شیبانی کی کتب یا مانند انکی تصانیف مشہورہ معتمدہ ہیں سے کیونکہ کتب کو زبر نہ خبر متواتر یا مشہور کے ہیں ایسا کچھ ذکر کیا ہے رازی نے انتہی کلام الفتح وکما یطلب القضاء تقلید یسئل بسائلہ اور نہ خواہش کرے قضا کی اپنے دل سے اور نہ اسکا سوال کرے اپنی زبان سے ھ یعنی نہی ہے ابوداؤد اور ترمذی وابن ماجہ میں انس سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو قضا کا سوال کریگا اور اپنی ذات پر سپرد کیا جائیگا یعنی خدا کے تعالی کی طرف سے توفیق خیر اسکو نہ ہوگی اور جسپر خیر کیا جائیگا یعنی جو زبردستی قاضی کیا جائیگا تو اسکی طرف فرشتہ نازل کیا جائیگا وہ اسکو طریق مستقیم پر قائم رکھیگا اور صحیح بخاری میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عبد اللہ بن سمرہ امارت کا سوال نہ کیجیو اسواسطے کہ اگر امارت سوال سے تجھکو دیجائیگی تو اسکی طرف تو سپرد کیا جائیگا اور اگر بدون سوال کے تجھکو امارت دیجائیگی تو تیری اعانت کیجائیگی کذا فی الفتح معلوم ہوا کہ طلب سوال قضا کا حلال نہیں حرام ہے اسواسطے کہ جب اس سے اعانت ربانی نہ ہوئی تو سوائے خذلان اور سوائے دارین اسکا کیا ثمرہ ہوا اور اسواسطے کہ طالب قضا اپنے نفس پر اعتماد کرتا ہے تو محروم رہیگا اور جسپر زبردستی ہوگی وہ اپنے رب پر توکل کریگا تو وہ علم یا خیر ہوگا والخلاصۃ طالب الامارۃ لا یولی الا اذا تعین علیہ لفقد اوکانت التولیۃ مشروطۃ لہ او اعتاد ان العزل من القاضی لا یدل بغیر حجۃ ھ اور خلاصہ یہ ہے کہ جو ولایت طلب کیے سے اسکو حکومت نہ دیجائے مگر جبکہ طالب پر قضا متعین ہو جاے یا تولیت وقف اسکے واسطے مشروط ہو یا متولی یا قاضی جدید سے یہ وعدہ کرے کہ معزولی میری قاضی اول کیجانے سے بلا تصور ہے کذا فی النہر ھم نہر الفائق میں ہے کہ جیسے طلب ولایت نہ میں ویسی ہی تولیت بھی طالب کی جائز نہیں اور اسمیں کچھ فرق نہیں بلکہ قضا اور تولیت وقف اور وصایت کے اور درصورت مشروطیت تولیت اگر طلب کریگا تو یہ تقدیم شر کی طلب ہے اور

وہ مدت دعوی تقصیر کی اگر قاضی جدید سے بحالی عہدہ قدیمہ طلب کرے تو قاضی اس سے کہے کہ تو اپنی اہلیت ثابت کر پھر اسکو متولی کرے انتہی بحر الرائق میں ہے کہ اگر قاضی معتقین ہو اسطرح کہ اسکے سوا کوئی لیاقت قضا نہ رکھتا ہو تو اب اُسپر طلب قضا واجب ہے تا حقوق مسلمین محفوظ رہیں اور ظلم ظالمین دفع ہو قال واستحب الشافعیۃ والمالکیۃ لطلب القضاء لمن لم یکن غیرہ اھل الکفایۃ نشر العلم اور صاحب خلاصہ نے کہا اور شافعیہ اور مالکیہ نے مستحب کہا ہے طلب قضا کو شخص کے تمام کیواسطے تا کہ اُسکا علم ظاہر ہو بخلاف القضاء لمن لا قدر ولا اولیۃ لہ اور سلطان قاضی کا معین کرنے والا اُس شخص کو اختیار کرے جو قادر تر اس عہدہ کیواسطے بہتر ہو اپنے غیر سے یعنی تفید قضا میں قادر تر ہو اور اپنے غیر سے بہتر ہو یعنی جو علم اور فہم اور حلم میں افضل ہو اُسکو یہ عہدہ جلیلہ عطا کرے صحیح بخاری میں ابن عباس سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شخص متولی امر مسلمین جو کسی شخص کو مسلمین میں بھیجے وہ حاکم اور عامل کرے اور حالانکہ وہ جانتا ہے کہ امین یعنی مسلمین کو کسی شخص والی باین عمل ہے اور اُس سے زیادہ تر عالم کتاب اللہ اور سنت رسول کا تو البتہ اُسنے اللہ کی اور اُسکے رسول کی اور جماعت مسلمین کی خیانت کی اور مانند اسکے مستدرک حاکم اور مسند ابو یعلی موصلی میں مروی ہے اور سلطان کیلازم ہے کہ قاضی کا رزق بیت المال سے مقرر کرے اور قاضی کو بیت المال سے لینا جائز ہے اگرچہ وہ غنی و مقدور والا ہو اور اگر کچھ نہ لے اور للہ عمل قضا کرے تو افضل ہے اور اصل اسمیں قول ہے اللہ تعالی کا مال یتیم میں جسکو وہی اُسکی کارسازی کرے (وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ وَمَنْ كَانَ فَقِيرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوفِ) یعنی جو غنی ہو وہ عفت اختیار کرے اور جو فقیر ہو تو دستور کے موافق کھائے جو فاروق رضی اللہ عنہ نے سلیمان بن یسار کو اہلی کو بعہدہ قضا یا نسودرم کا مشاہرہ دیتے تھے بقدر کفایت اُنکی عیال کے اور شریح قاضی کو سو درہم مشاہرہ دیتے تھے اور علی رضی اللہ عنہ شریح کو یا نسو درہم دیتے تھے اسواسطے کہ شریح کی عیال فاروق اعظم کے وقت میں کم تھے اور غلا ارزان تھا اور خلافت مرتضوی میں اُنکی عیال بکثرت ہوئی اور غلہ گراں تھا قاضی کی روزی میں کچھ تقدیر اور حد نہیں بلکہ کفایت چاہیے کیونکہ یہ اجرت نہیں اسواسطے کہ قضا پر اجرت لینا حلال نہیں کذا فی الفتح وکان فظا غلیظا جبارا عنیدا لانہ خلیفۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قاضی بدخلق سخت دل متکبر غضب آلود فاجر سیئ معاند حق ہو کیونکہ وہ خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے یعنی احکام شرعیہ کے جاری کرنے میں خلیفہ ہم عنی نے کہا مقصود قضا سے رفع فساد ہے اور اخلاق مذکورہ تو اب ہی فساد ہیں وفی اطلاق اسم خلیفۃ اللہ خلاف تتارخانیۃ اور خلیفۃ اللہ کے نام لینے میں خلاف ہے کذا فی التاتارخانیہ ہم بعضوں کے نزدیک جائز ہے قاضی کو خلیفۃ اللہ کہنا اسواسطے کہ خلیفۃ اللہ خلیفۃ الرسول کے معنی پر محمول ہے اور بعضوں کے نزدیک جائز نہیں بتاویل اسواسطے کہ یہ لفظ مخصوص ہے بانبیا علیہم السلام ہے مانند آدم اور داؤد علیہما السلام کے وکرہ تحریما التقلد ای اخذ القضاء لمن خاف الحیف ای الظلم والجور دیانۃ احرھما فی الکراھۃ ابن کمال اور مکروہ تحریمی ہے قضا کا قبول کرنا اُس شخص کو جو ظلم یا عاجزی سے ڈرے ظلم اور عجز میں سے ایک چیز کراہت کیواسطے کافی ہے کذا ذکرہ ابن کمال ہم اگر تنقیح درمختار میں کرہ التقلید ہے اور مصنف کی شرح میں قالوا ہے اور یہی مناسب ہے اور اسطرح الگے قول میں التقلید خصمہ ہے اور بحر و التقلید رخصۃ ہے کذا فی الطحطاوی وان تعین لہ او استکفی کرہ فتحا لقولہ الخصر فرض عینا او کفایۃ بحر اور اگر باوجود خوف ظلم عمدہ قضا اُسکے واسطے متعین ہو یا وہ شخص ظلم یا عجز سے بے خوف ہو تو قبول قضا مکروہ نہیں کذا فی الفتح پھر اگر کہا قضا اُسی شخص میں منحصر ہو تو قبول کرنا فرض عین اور نہیں تو فرض کفایہ ہے ہم فتح القدیر میں ہے محل کراہت اُسوقت ہے جبکہ قضا اُسپر متعین نہ ہو اور اگر اُسی پر منحصر ہو تو قبول قضا فرض عین ہے اور اُسپر واجب ہے کہ آئے ظلم وغیرہ سے تھامنے رہے مگر یہ کہ سلطان سے مفصل خصومات ممکن ہو انتہی والتقلد خصہ اوعیہ والتی عزیمۃ عند العامۃ زاد یہ فالاولی عدمہ او قضا کا قبول کرنا رخصت ہے یعنی مباح ہے اور ترک قضا عزیمت ہے اکثر فقہا کے نزدیک کذا فی الزازیہ تو عدم قبول قضا بہتر ہے ہم درصورت عدم خوف ظلم قبول قضا مکروہ نہیں سواسطے کہ کبار صحابہ اور تابعین نے قضا قبول کی ہے اور ہامش قنیہ میں ہے کہ بعضے قضا کے نزدیک قضا میں داخل ہونا جائز نہیں مگر زیدی سے اور ابو حنیفہ کا یہی مذہب ہے اور صحیح یہ ہے کہ دخول عزیمت ہے اور امتناع رخصت انتہی تو بموجب اسکے اولی عدم دخول ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ دخول فی القضا عزیمت ہے اور امتناع رخصت ہے زاہدی نے کہا عامہ مشائخ قول اول پر ہیں ابن ابی الفتح القدیر میں اسی پر یقین کیا ہے دلیل سے کہ اکثر ظنا ثابت ہے اُس شخص کے گمان میں جو اپنے نفس پر اعتماد کا گمان رکھتا ہے پھر اُسی سے خلاف اُسکے ظاہر ہوتا ہے کذا فی النہر ویحرم علی غیر اھل الدخول فی

فیہ قطعاً من غیر تردد فی الحرمۃ ففیہ الاحکام الخمسۃ اور حرام ہے بزاہل پر داخل ہونا قضا میں یقیناً بلا تردد فی الحرمۃ تو اسمیں احکام پنجگانہ ہیں ۱۲ خلاصہ یہ ہے کہ قبول قضا گاہے فرض عین ہوتا ہے اگر وہی شخص معین ہو قضا کیواسطے اور فرض کفایہ ہے وہ اسکے مماثل ہو سکے جبکہ اسکے سوا اور لوگ بھی اہلیت قضا رکھتے ہوں اور مکروہ ہے جبکہ ظلم کا خوف ہو اور حرام ہے اگر ظلم کا ظن غالب ہو اور مباح ہے جبکہ یقینی درصورت یقینی ظلم و نیت انصاف کذا فی النہر اب چند احادیث درباب تحذیر قضا نقل کرنا مناسب مقام ہے اصحاب سنن اربعہ نے ابوہریرہ سے روایت کی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من جعل علی القضاء فقد ذبح بغیر سکین یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو قاضی بنایا گیا وہ بغیر چھری ذبح ہو گیا ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے اور ابن عدی نے کامل میں ابن عباس سے حدیث مرفوع روایت کی من استقضی فقد ذبح بغیر سکین یعنی جسنے قضا طلب کی وہ بے چھری ذبح ہو گیا ولہذا اکثر سلف قضا سے پرہیز کیا چنانچہ امام اعظم ابوحنیفہؒ نے ضرب اور قید اختیار کی مگر قضا نہ قبول کی اور یہاں تک صبر کیا کہ قید خانے میں مر گئے اور محمد بن حسن اسیواسطے ایک مہینہ چند روز قید رہے ابوحنیفہ نے فرمایا کہ قضا عمیق سمندر ہے کیونکر اسکے پار ہو سکوں تب کر لیا ابو یوسف نے کہا کہ بیمر عمیق اور سفینہ وثیق ہے اور ملاح عالم واقف کار ہے امام نے فرمایا کہ کافی بذلک قاضیا یعنی شاید کہ تو قاضی ہو گا صحیح مسلم میں ابوذر سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوذر میں تیرے واسطے وہ چیز پسند کرتا ہوں جو اپنی ذات کیواسطے پسند کرتا ہوں مگر تو ہرگز حکم نہ کیجیو دو شخصوں پر اور مال یتیم کا متولی نہ ہیجیو اور ابوداؤد میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قاضی تین ہیں دو دوزخ میں ہیں اور ایک بہشت میں ایک مرد وہ ہے جسنے حق کو دریافت کیا پھر اسکے موافق حکم دیا تو وہ بہشت میں ہے اور ایک مرد وہ ہے جسنے حق کو دریافت کیا اور اسپر حکم نہ دیا اور حکم میں جور کیا تو وہ دوزخ میں ہے اور ایک مرد وہ ہے جسنے حق کو نہ دریافت کیا اور لوگوں کا فیصلہ کیا نادانی اور جہل سے تو وہ دوزخ میں ہے اور صحیح ابن حبان میں عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ میں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ فرماتے تھے کہ قاضی عادل بلایا جائیگا قیامت کے دن تو شدت حساب میں آہ آہ کرتا رہ جائیگا کہ نجات میں دو شخصوں پر فیصلہ نہ کیا ہوتا اور نسائی میں ولایت ہے کہ لوگوں کی خصومت کیا نادانی اور جہل سے تو وہ دوزخ میں ہے اور صحیح ابن حبان میں عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ میں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ فرماتے تھے کہ قاضی عادل بلایا جائیگا قیامت کے دن تو شدت حساب میں آہ آہ کرتا رہ جائیگا کہ نجات میں دو شخصوں پر فیصلہ نہ کیا ہوتا اور نسائی میں ولایت ہے کہ لوگوں کی خصومت کیا نادانی اور جہل سے تو وہ دوزخ میں ہے اور ابوداؤد میں ابن عباس سے حدیث مرفوع نقل کی کہ جو دس شخصوں پر حاکم ہوا پھر اسنے اغلال کی خوشی یا ناخوشی کے موافق حکم کیا تو وہ قیامت کے دن بلایا جائیگا اور اسکا ہاتھ گردن میں بندھا ہوگا سو اگر اسنے قرآن کے موافق حکم کیا اور زشوت نہ لی اپنے حکم میں اور ظلم نہ کیا تو حق تعالیٰ اسکے غل و زنجیر شرک چھوڑا دیگا اور اگر نہ قرآن کے حکم کیا اور اپنے حکم میں رشوت لی اور ظلم کیا تو اعین اسکا بایاں ہاتھ داہنے ہاتھ کیطرف بندھا جائیگا پھر وہ دائیں یا جائیگا جہنم میں کیونکہ فی فتح القدیر وبجوز تقلد القضاء من السلطان العادل والجائر ولو کافرا ذکرہ میسلین وغیرہ الا اذا کان یمنعہ عن القضاء بالحق فیحرم اور جائز ہے قبول کرنا قضا کا بادشاہ عادل اور ظالم سے اگرچہ بادشاہ کافر ہو ذکر کیا ہے اسکو میسلین وغیرہ نے مگر جبکہ بادشاہ ندکور قاضی کو قضا بالحق سے منع کرے تو اب حرام ہے صحیح عادل وہ ہے جو ہر شے کو اسکے مقام پر رکھے اور بعضوں نے کہا جو توسط اختیار کرے افراط اور تفریط میں خواہ توسط عقائد میں ہو یا اعمال میں یا اخلاق میں وغیر ذلک از ابن حجاج بن یوسف کے ظلم میں کچھ شک نہیں اور حالانکہ علماء سلف نے اسکے زمانے میں قضا نہوں کی تاتار خانیہ میں ہے کہ اسلام شرط نہیں اس دستار میں جو قاضیوں کیواسطے مقرر کرتا ہے اور جو بلاد اسلام کہ کافروں کے قبضے میں ہیں وہ بلاشک بلاد اسلام ہیں بلاد حرب ہیں سواسطے کہ انمیں کفر کا حکم جاری نہیں کیا اور قاضی وہاں مسلمان ہیں اور رسولؐ کے آگے اطاعت ضرور ہے کرتے ہیں وہ مسلمان ہیں اور اگر بلا ضرورت اطاعت کرتے ہیں تو فاسق ہیں اور جس شہر میں کفار غلبہ سے حاکم مسلم ہے تو اسمیں اقامت جمعہ و عید اور اخذ خراج اور تقلید قضا اور ترویج ایامی جائز ہے کیونکہ اسپر مسلم مستولی ہے اور اطاعت کفر تو نہ ہوئی اور وہ بلاد جمعہ کفار جاری ہے حاکم عدل مسلمانوں کو اسمیں اقامت جمعہ اور عید کا حکم کرتا ہے اور قاضی تو قاضی ہو جاتا ہے تو اسمیں مسلمین ہے اور مسلمانوں پر واجب ہے کہ کفار سے حاکم مسلم کی درخواست کریں انتہی اور مسکین نے اسکو اپنی شرح میں اصل کیطرف منسوب کیا ہے اور مانند اسکے جامع الفصولین میں ہے کذا فی النہر ولو تغلب والٍ بغلبۃ کفار وجب علی المسلمین تعیین والٍ امام الجمعۃ فتح اور اگر حاکم مفقود ہو بسبب غلبہ کفار کے تو مسلمین پر واجب ہے معین کر لینا حاکم اور امام جمعہ کا کذا فی الفتح

فتح القدیر میں ہے کہ اگر بادشاہ نہو اور نہ وہ ہو جسے تقلید قضا جائز ہے چنانچہ بعضے بلاد مسلمین میں ہے تو فرمانے گئے ہیں جیسے قریہ میں مسلمین پر واجب ہے کہ منجملہ مسلمین ایک شخص پر اتفاق کریں اور اسکو والی قرار دیں پھر وہ قاضی کو مقرر کرے تاوہ انمیں فیصلہ کیا کرے اور اسیطرح ایک شخص کو امام ٹھہراویں جو انکو جمعہ پڑھایا کرے انتہی اور یہ وہ قول ہے جسکے طرف نفس مطمئن ہوتا ہے تو اسی پر اعتماد کرنا چاہیے کذا فی النہر و من سلطان الخوارج و اھل البغی و اذا صحت التولیۃ صح العزل و اذا امر فرغ قضاءہ الباغی الی قاضی العدل نفذہ و قیل کاوہ یہ جزم الناطفی اور جائز ہے قضا قبول کرنا خارجیوں کے بادشاہ اور باغیوں سے اور جسکو اہل بغاوت کی تولیت قضا صحیح ہے تو انکا معزول کرنا بھی صحیح ہے یعنی اگر قاضی عادل کو معزول کرکے قاضی باغی مقرر کرے تو صحیح ہے اور جسکو قاضی باغی کا مقرر ہونا قاضی عادل کی طرف تو اسکو جاری رکھے اور جنہوں نے کہا کہ جاری نہ کرے اور اسی پر تقید کیا ہے ناصحی نے ھ بحر الرائق میں ہے کہ قاضی باغی کی قضا نافذ ہے جیسے قضاۃ اہل عدل کی قضا نافذ ہے اسواسطے کہ قول اصح میں فاسق صلاحیت قضا کی رکھتا ہے اور یہی قول معتمد ہے انتہی تو معلوم ہوا کہ قول ناصحی خلاف معتمد ہے فاذا تقلد القضاء طلب دیوان قاضی قبلہ یعنی التسجلات پھر جسکو عہدہ قضا پر منصوب ہو تو قبل قاضی کے قاضی سے دیوان یعنی تحلیلات کو طلب کرے ھ دیوان اصل میں بمعنی حریدہ حساب ہے پھر حساب پر اسکا اطلاق ہوا پھر موضع حساب پر اور یہاں مراد وہ تحلیلیان اور بیسے ہیں جنمیں تحلیلات اور محضر وغیرہا ہوں دستور یہ ہے کہ قاضی دو نسخے لکھتا ہو ایک اپنے پاس رکھتا ہو کہ شاید اسکی طرف حاجت ہو اور دوسرا خصم کے ہاتھ میں دیتا ہو اور جو خصم کے ہاتھ میں ہو وہ اعتماد کے لائق نہیں تو قاضی منصوب شخص یا ایک امین کو بھیجے تا قاضی معزول یا اسکے امین سے کوا غذ مذکورہ لے اور ہر ایک کاغذ کا حال اُس سے پوچھے اور ہر قسم کو علیحدہ علیحدہ تحلیلی میں رکھے تاکہ آسان ہو پھر بعد قبض کے اسپر مہر کرے نغیر کے خوف سے بحیل و جہیں خصوصت تحاصمیں اور اقرار مدعی علیہ یا انکار اور حلف یا شہادت یا نکول اسطرح پر مدت کو ہو کہ اشہاد نہ رہے اور اسکو مختصر کہتے ہیں اور صک جمع یا رسہا اور اقرار وغیرہ مکتوب ہوا وجحت اور وثیقہ یعنی کو شامل ہی اور حال کے عرف میں سجل وہ ہے جسکو شاہد دیوے واقعہ میں لکھا اور قاضی کے پاس رہا اور اُسپر قاضی کا خط نہیں اور حجت وہ جسمیں سجل سے واقعہ منقول ہوا اور اسکے اوپر قاضی کی علامت ہو اور نیچے اُسکے شاہدوں کا خط ہو اور خصم کو دیا جاوے کذا فی الطحطاوی عن البحر و نظر فی حال المحبوسین فی سجن القاضی اور قاضی نظر کرے اُن قیدیوں کے حال میں جو قاضی کے قید خانہ میں ہیں ھ یعنی قاضی ایک معتمد کو قید خانہ میں بھیجے اور وہ قیدیوں کے نام اور اُنکی اخبار اور اُنکے مقید ہونے کا سبب لکھے اور دریافت کرے کہ کسنے انکو مقید کیا و اقام المحبوس فی سجن الوالی فعلی الامام النظر فی احوالہ اور جو شخص حاکم کے قید خانے میں محبوس ہو تو امام یعنی بادشاہ پر اُنکے حال کا نظر کرنا لازم ہے فمن لزمہ ادب ادبہ و الا اطلقہ سو جس قید کو ادب دینا لازم ہو تو اسکو ادب دے یعنی تعزیر دے اور نہیں تو اُسکو چھوڑ دے ھ یوں کہنا مناسب تھا جیسا کہ بحر الرائق میں ہے شرح ادب ہے کہ اگر محبوس کا کوئی قضیہ نہو تو چھوڑ دے اسواسطے کہ جائز ہے کہ محبوس لائق تادیب نہیں مگر اُس سے تضیہ متعلق ہو وکذا یطلق احدا فی قید الا ولد و الوالد مطلقا لسلطہ علیہ الا کہ سیکو شب باش نہونے دے قید میں مگر اُس مرد کو جو خونریزی میں مشہور ہو و نفقہ من لیس لہ مال فی بیت المال ہر اور اُس قیدی کا خرچ جسکے پاس مال نہو بیت المال میں ہے کذا فی البحر یعنی مفلس محبوس کی خوراک روشناک بیت المال میں ہے اور یہی حکم ہے مستحقین کے محبوسوں کا اور سزاوار یہ ہے کہ اسکام پر ایک مرد صالح کو مقرر کرے جسکے پاس اُنکے نام لکھے ہوں اور ہر محبوس کا خرچ ماہ بماہ دیتا رہے اور ہر شخص کو بلا کر اپنے ہاتھ سے دے کذا فی الطحطاوی فمن اقر منہم بحق او قامت علیہ بینۃ کتب مدۃ الحبس ثم دعا المحق سو جس قیدی سے حق کا اقرار کرے یا اُسپر گواہی قائم ہو تو اسکا حبس لازم رکھے اسکو مسکین نے شرح میں ذکر کیا ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ اُسپر حق لازم کردے یہ قول عینی و ابن ہمام کا ہے و کلما نادی علیہ بقدر ما یری ثم یطلقہ بکفیل بنفسہ فان ابی نادی علیہ فیطلقہ اور جب بار بار اُسپر منادی کرائے تحقیق کہ مدت قاضی کی رائے میں آئے پھر محبوس کو چھوڑ دے اُس سے حاضر ضامن لیکر یا گروہ حاضر ضامنی دینے سے انکار کرے تو اُسپر مہینہ بھر منادی کرادے پھر اسکو چھوڑ دے ھ طریقہ مذابون ہے کہ قاضی اپنے جلوس کے وقت محلے میں منادی کو بھیجے کہ وہ پکار دے کہ جسکو فلاں فلاں محبوس سے کچھ دعوی ہو وہ حاضر ہو تا اُسکی روبکاری ہو و عمل فی الودائع و غلات الوقف بینۃ او اقرارہا دی الید اور قاضی عمل کرے اموال ودیعت اور حاصل وقف میں گواہی

یا قابض کے اقرار سے ہم عمومی نے کہا کہ شاید یہ حکم فقہاء سابقین کے عرف پر مبنی ہو کہ ودائع اور وقف قاضی کے امین کے پاس رہتے تھے اور ہمارے زمانے میں تو اموال وقف ناظروں کے تحت میں ہیں اور ودائع یتامیٰ کے اوصیاء کے قبضے میں ہیں اگر یہ فرض کیجئے کہ قاضی معزول نے غلۂ وقف یا ودیعت یتیم کو کسی امین کے پاس رکھوایا تو اسکے موافق عمل کرے جیسا کہ کتاب امین مذکور ہے وَلَمْ یَعْمَلْ الْمُوَلَّی بِقَوْلِ الْمَعْزُوْلِ لِانْتِفَاءِ بِالرِّعَایَۃِ وَشَہَادَۃُ الْفَرْجِ لَا تُقْبَلُ خُصُوْصًا بِفِعْلِ نَفْسِہٖ وَرَدِّ مَفَادُہٗ رُدَّ هَا وَلَمْ یُخْرِجْ وہ اور قاضی منصوب عمل نہ کرے معزول قاضی کے قول پر بسبب ملحق ہو جانے معزول کے رعایا کے ساتھ اور اگر اسکو شاہد قرار دیجئے تو گواہی ایک شخص کی مقبول نہیں خصوصاً اپنی ذات کے فعل کی گواہی کذا فی الدرر اور لفظ خصوصاً کا مقابل وہ شہادت ہے معزول ہو اگرچہ دوسرے گواہ کے ساتھ ہو کذا فی النہر یعنی جبکہ اپنے فعل نفس کی گواہی معزول کی مقبول نہ ہوئی تو باقی رہا ایک گواہ تو نصاب شہادت پوری نہ رہی اسکی گواہی بھی مردود ہوگی قُلْتُ لٰکِنِ افْتَی قَارِیُ الْهِدَایَۃِ بِقَبُوْلِهَا وَتَبِعَہٗ ابْنُ نُجَیْمٍ فِیْ مَنْسَکِہٖ میں کہتا ہوں لیکن قاری ہدایہ نے قبول شہادت مذکورہ کا فتوی دیا ہے اور ابن نجیم صاحب فتاوی اسکا تابع ہوا ہے تو خبردار رہو ہم طحطاوی نے کہا بحر الرائق میں تو نہر الفائق کے مانند عدم قبول شہادت مذکور کیا ہے شاید ابن نجیم کے فتاوے میں قبول شہادت کا فتوی مذکور ہوا ہے اِلَّا اَنْ یُقِرَّ ذُوالْیَدِ اَنَّہٗ اَیِ الْمُعْزُوْلَ سَلَّمَہَا اَیِ الْاُجَرَ وَالْغَلَّاتِ اِلَیْہِ فَیَقْبِلُ قَوْلَہٗ فِیْهِمَا اَمَّا لَوْ یَدِ لَا اِذَا بَدَأَ ذُوالْیَدِ بِالْاِخْرَاجِ وَالْمَغِیْبُ مَتَی اَقَرَّ بِتَسْلِیْمِ الْقَاضِیْ اِلَیْہِ فَاَقَرَّ الْقَاضِیْ بِاَنَّهَا لَاخَرَ فَیُسَلِّمُ لِلْمُقَرِّ لَہٗ الْاَوَّلِ وَیَضْمَنُ الْمُقِرَّ قِیْمَتَہَا اَوْ مِثْلَہٗ لِلْقَاضِیْ بِاِقْرَارِہٖ الثَّانِیْ یُسَلِّمُ لِاَنَّ اَقْرَارَ لَہٗ الْقَاضِیْ قول معزول پر عمل نہیں مگر جبکہ قابض یہ اقرار کرے کہ قاضی معزول نے اسکو ودائع اور محاصل وقاف سپرد کیے ہیں تو ودائع اور محاصل میں معزول کا یہ قول مقبول ہوگا کہ وہ زید کے ہیں مگر جبکہ قابض نے پہلے غیر کو واسطے اقرار کیا پھر اقرار کیا کہ قاضی معزول نے اسکو سپرد کیا سو قاضی معزول نے دوسرے شخص کیلئے واسطے اقرار کیا تو اس صورت میں ودائع اور محاصل پہلے مقر لہ کو تسلیم کیے جائینگے اور تاوان دے مقر قیمت اگر وہ مثلی ہو قاضی کو اسکے اقرار ثانی کے سبب پھر قاضی منصوب قیمت یا مثل قاضی معزول کے مقر لہ کو تسلیم کرے وَیَقْضِیْ فِی الْمَسْجِدِ وَیُخْتَارُ مَسْجِدًا فِیْ وَسْطِ الْبَلَدِ یَتَیَسَّرُ لِلنَّاسِ وَیُسْتَدْبَرُ بِالْقِبْلَۃِ کَخَطِیْبٍ وَمُدَرِّسٍ خَانِیَۃ اور قاضی مسجد میں بیٹھکر حکم کرے اور وہ مسجد اختیار کرے جو شہر کے درمیان ہو لوگوں کی آسانی کیواسطے اور پشت بقبلہ ہو کہ بیٹھے مانند خطیب اور مدرس کے ہر چونکہ قضا عبادت ہے لہٰذا مسجد میں جائز ہے اور مشرک کو مسجد کے آنے سے منع نہ کرے اور اسکو جو نجس کیا ہو تو باعتبار نجاست اعتقادی کے حموی نے کہا قضا فی المسجد بنظر زمان سابق صحیح تھی اور ہمارے زمانے میں تو مناسب نہیں کیونکہ لوگ مساجد کا ادب قرار واقعی نہیں کرتے اور بحال جنابت جانے سے احتراز نہیں کرتے اور مساجد میں وہ کام کرتے ہیں جو ہرگز لائق نہیں وَاُجْرَۃُ الْحَضِیْرَۃِ عَلَی الْمُدَّعِیْ هُوَ الْاَصَحُّ بَحْرٌ عَنِ الْبَزَّازِیَّۃِ وَفِی الْخَانِیَۃِ عَلَی الْمَشْهُوْدِ وَهُوَ الصَّحِیْحُ اور احضر حاضر کرنے والے کی مدعی پر ہے یہی قول اصح ہے کذا فی البحر عن البزازیہ اور خانیہ میں ہے کہ اجرت ستمگر و سرکش پر ہے اور یہ قول صحیح ہے ہم پہلا قول معتمد ہے کیونکہ اصح معتمد صحیح پر ہے طحطاوی نے کہا اور مضمون نے کہا کہ اجرت حاضر کرنے والے کی بیت المال میں ہے بحر الرائق میں ہے کہ حاضر کرنے والے کی اجرت اسی شہر میں نصف درہم سے ہے درہم تک مفتاح شہر ہے یا بقدر درہم سے چار درہم تک اور یہ بزازیہ میں ہے کہ حاکم کے اعوان سے احضار کی درخواست کرے وَکَانَ السُّلْطَانُ وَالْمَفْتِیْ الْفَقِیْہُ اور اسیطرح سلطان ابن الشحنہ وَمُفْتِیْ مدرس فقہ کو مسجد میں جلوس جائز ہے اور ذی جاہ وَیَأْذَنُ عُمُوْمًا یا قاضی حکم کرے اپنے گھر میں اور لوگوں کو آنے کی اجازت دے علی العموم ہم خلاصہ یہ ہے کہ قاضی مشہور مکان مجمع الناس میں جلوس کرے اور وہ اور حاجب مقرر کرے یہی افضل ہے لیکن شرح ادب میں ہے کہ اگر دفع اژدحام خصوم کے واسطے دربان مقرر کرے تو جائز ہے اور حکم نہ کرے شغل قلب کی حالت میں بغضب یا تشویش حاجت جمع یا نہایت سردی یا گرمی یا بول یا رفع حاجت میں ہو جس سے مجلس کا ارادہ کرے فضل وروزہ نہ رکھے اور نہ احسن شاب اعدل الحوال میں کذا فی الطحطاوی وبدونہ التنکیر للتقلیل ابن کمال اور قاضی ہدیہ اور موقوفات نہ لے بعد رد ابن کمال نے کہا لفظ ہدیہ کا نکرہ لانا تقلیل کیواسطے یعنی تھوڑی حقیر چیز کا بھی ہدیہ لینا قاضی کو جائز ہے یسیر دینے کے لفظ سے معلوم ہوا کہ ہدیہ کو بیت المال میں نہ رکھے اور یہی قول ہے اکثر مشایخ کا اور بعضوں نے کہا بیت المال میں نہ رکھے ہدیہ یسیر دینے کا حکم اسواسطے ہوا کہ وہ رشوت کے مشابہ ہے یہی طریقہ تھا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کذا فی الطحطاوی وهو مَا یُعْطٰی بِلَا شَرْطٍ اِعَانَۃً بِخِلَافِ الرِّشْوَۃِ ابْنُ مَلَکٍ اور ہدیہ وہ ہے جو دیا جائے بلا شرط

اعانت بخلاف رشوت کذا فی الکرمانی ابن ملک یعنی ہدیہ اور رشوت میں یہ فرق ہے کہ ہدیہ میں اعانت مشروط نہیں ہوتی اور رشوت میں بیگاری اور کارسرآری مشروط ہوتی ہے ولو تاذی المہدی بالرد یعطیہ مثل قیمتہا خلاصہ اور اگر ہدیہ لانے والے کو پھیر دینے سے رنج ہو تو قاضی اسکو بقدر اسکی قیمت کے عطا کرے کذا فی الخلاصۃ وکذا لو تعذر الرد لعدم معرفتہ او بعد مکانہ وضمنہا فی بیت المال اور اگر ہدیے کا پھیر دینا اسکی عدم معرفت یا اسکے مکان کی دوری سے متعذر ہو تو اسکو بیت المال میں رکھے ومن خصوصیاتہ علیہ السلام ان ہدایاہ لہ تتار خانیہ اور خصوصات رسول معصوم علیہ السلام سے یہ ہے کہ آپکے ہدایا آپکے مملوک تھے کذا فی التاتارخانیہ صریح یہ وقع فی دخل ہے یعنی اگر کوئی کہے کہ قاضی تو نائب ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور آنحضرت علیہ السلام تو ہدیہ قبول فرماتے تھے پھر کیا وجہ ہے کہ قاضی قبول نہ کرے اسکا جواب یہ ہے کہ امر خصوصات نبویہ سے ہے اور فعل مخصوص میں اتباع جائز نہیں اور وجہ خصوصیت شاید واللہ اعلم یہ ہے کہ آنحضرت علیہ السلام معصوم تھے رعایت خاطر عدی خلاف شرع حضرت سے منصور تھی بخلاف قاضی کہ وہ معصوم نہیں مفاد یہ انہ لیس للامام قبول الہدیۃ والا لعد ذلک خصوصیۃ وقیدنا بحرو لو امام والمفتی والواعظ بقولنا لھدیۃ لانہ انما یھدی الی العالم لعلمہ خلافا للقاضی وتاتارخانیہ کا مفاد یہ ہے کہ امام یعنی سلطان کو ہدیہ قبول کرنا جائز نہیں والا خصوصیت نہیں ہوتی وتاتارخانیہ میں ہے کہ امام ومفتی اور واعظ کو ہدیہ قبول کرنا جائز ہے اسواسطے کہ عالم کو تو ہدیہ دیا جاتا ہے اسکے علم کے سبب بخلاف قاضی کے یعنی اسکے ہدیہ دینے میں قوی دنیا کی کارسازی کا احتمال ہے ہم شارح نے اس تقریر سے تاتارخانیہ کے دونوں خولوں میں منافات ثابت کی یعنی پہلے قول سے ثابت ہوا کہ قبول ہدیہ خصوصات نبویہ سے ہے تو سلطان کا ہدیہ قبول کرنا جائز نہوا اور دوسرے قول سے سلطان کا ہدیہ قبول کرنا ثابت ہوتا ہے طحطاوی نے اسکا جواب دیا ہے کہ اختصاص مفہومی سے یہ لازم نہیں آتا کہ سلاطین ہدیہ قبول نہ کریں اسواسطے کہ اگر وہ ہدیہ قبول کریں بیت المال میں رکھدیں تو جائز ہے جیسا کہ فصل خمیر میں گزر چکا کہ اہل حرب کا ہدیہ لینا امام کو جائز ہے اور اسکو مصالح مسلمین میں صرف کرے اور اگر امام سجدہ کرا دینے تو منافات مطلق بھی نہیں ہے الا من ارجع السلطان والباشا اشیاء ویجری فیہ المحرم ومن جرت عادتہ بذلک بقدر عادتہ لا خصومۃ لہما در بیگ جاشیہ خصوص کو ہدیہ قاضی سے سلطان کا اور باشا یعنی نائب سلطان کا کذا فی الاشباہ والنجر اور اپنے قرابتی محرم کا یا اس شخص کا جسکو ہدیہ دینے کی عادت ہو قبل از قضا بشرطیکہ ہدیہ بقدر عادت قدیم ہو اور خصومت نہو دونوں کی کذا فی الدرر یعنی بشرطیکہ قرینہ معنا وکالۃ مقدمہ دار القضا میں رجوع نہو ہم تو اگر عادت سے ہدیہ زیادہ دے اور تا پھیرے اور اگر مقدمہ رجوع ہو تو قبول نہ کرے اور مثل

علوت تعزیر ہے تو نہ بتول کرے مگر اس صورت میں کہ شخص متہم کا حال زیادہ ہو گیا ہو کذا فی الخلاصۃ وہذا اذا کان یعرف بالفجور اما لو کان یعرف بالصلاح لا یفعل ذلک کذا فی الظہیریۃ ولو شہد الجیران انہ لیس لہ مال ظاہر وانہ یکتسب قوتہ کل یوم لا یحبسہ حتی یعلم ان لہ مالا کذا فی الذخیرۃ وان شہدوا انہ لیس لہ مال ظاہر ولا یعرف لہ مال باطن حبسہ کذا فی الکافی ولا یحبس احد بالتہمۃ ولا بالشبہۃ ولا بالظنۃ ولا بالریبۃ ولا بالعداوۃ ولا بالشہادۃ علی الشہادۃ کذا فی الکافی ولا یحبس احد بالدعوی الا ان یکون المدعی علیہ معروفا بالظلم والمدعی رجلا صالحا فحینئذ یحبسہ القاضی ثلثۃ ایام او اربعۃ ایام او خمسۃ ایام کذا فی الذخیرۃ

حکم منع فرمایا اس سے کہ ہم ایک شخص کی ضیافت کریں مگر اسکے ساتھ اسکا خصم ہو اور اسیطرح عبدالرزاق اور دارقطنی نے روایت کی اور اسواسطے کہ اسمیں عدم تہمت میلان ہے کذا فی الفتح تعم لو فعل ذلک معہا معا جاز بخلاف ما لو فعل معہا منفردا فانہ لا یجوز کذا فی النہر ہم نہ الضافت میں ہے کہ ضیافت میں ہم معا کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر دونوں کی ساتھی ضیافت کرے تو جائز ہے اور قیاس اسکا یہ ہے کہ اگر دونوں سے سرگوشی کرے یا دونوں کیطرف ساتھ ہی اشارہ کرے تو جائز ہے انتہی کالبحر وفی المجلس الحکم مطلقا ولو بغیرہا لذہابہ بہا عادۃ اور قاضی خوش طبعی نہ کرے حکم کی مجلس میں مطلقاً اگرچہ خصم کے سوا اور کسی سے کرے اسواسطے کہ خوش طبعی سے ہیبت نہیں جاتی ولا یلقن حجۃ عن الخصم کالا یأس بہ ینبغی اور قاضی کسی مدعی یا مدعی علیہ کو حجت نہ سکھائے اور ابو یوسف سے روایت ایک یہ بھی ہے کہ تلقین حجت میں کچھ مضائقہ نہیں کذا فی العینی ص تلقین حجت اسواسطے جائز نہیں کہ اسمیں تہمت ہے اور دوسرے کی دل شکنی ہے ولا یلقن الشاہد شہادتہ واستحسنہ ابو یوسف فیما لا یستفید بہ زیادۃ علم اور قاضی شاہد کو تلقین شہادت نہ کرے اور تلقین شہادت کو ابو یوسف نے پسند کیا ہے جس میں تلقین میں شاہد کو زیادہ دانست حاصل ہو ہم ابو یوسف اور شافعی کا ایک قول یہ ہے کہ جس شاہد پر حیرت اور ہیبت غالب ہو وہ شہادت سے کچھ ترک کرے تو مضائقہ نہیں کہ قاضی اسکی اسطرح اعانت کرے کہ گواہی دینا ہی ایسی اور ایسی شرط تک محل تہمت ہو اور اگر محل تہمت ہو اسطرح جیسے کہ مرد شی پندرہ سو کی دعوی کرے اور مدعی علیہ پانسو کا منکر ہو اور شاہد ہزار کی شہادت دے تو قاضی کہے کہ شاید مدعی نے پانسو معاف کر دیے ہوں یا شاہد کو اس سے علم حاصل ہو سو قاضی کے قول سے اپنی شہادت کو دعوی مدعی کے موافق کرے جسطرح قاضی نے فیصلہ دی تو یہ بالاتفاق جائز نہیں جیسے تلقین احد الخصمین جائز نہیں اور مبسوط میں ہے کہ طرفین کا قول غریب ہے اور قول ابو یوسف رحمۃ اسواسطے کہ جب ابو یوسف مبتلا بالقضا ہوئے اور دیکھا کہ ہیبت مجلس قضا سے شاہد ادائے شہادت سے بند ہو جاتا ہے تو کہا کہ اگر ہم اسکو تلقین کریں تو حق ضائع ہو جائے کذا فی الفتح والفتوی علی قولہ فیما یتعلق بالقضاء لزمانہ تجربتہ کذا فی البزازیہ اور فتوی ابو یوسف کے قول پر ہے متعلق قضا میں ابو یوسف کے زیادہ تجربہ ہونے کے سبب سے ہم اور فتنہ میں بھی بزازیہ کے موافق فتوی بقول ابو یوسف نہ کو ہے کذا فی النہر طحطاوی نے کہا کہ فتوی بقول ابو یوسف قضا میں اقلی ہے یعنی کمزوری ہے کلی وفی ابو اللیث الحیلۃ کی ان ابا یوسف قد مر بتہ قال اللہم انک تعلم انی لم احکم الا بالحق المحض عنی بالقلب لکن اعترضہ نصر فی فتح الرشید لم استرب بہما وقضیت علی الرشید ثم بکی انتہی قلت ومفادہ ان القاضی یقضی علی من کذبہ وفی الملتقی ویصح لیمین دافع دعلیہ وسیجئ اور وہ لو الحیر میں حکایت ہے کہ ابو یوسف نے اپنی موت کے وقت کہا آلمی تو جانتا ہے کہ میں نے میزان کیا فیصلہ میں نہیں مگر بحق محکما احد الخصمین کسی طرف نہیں مائل ہوا دیں سے بھی مگر ایک نصرانی کی خصومت میں ہارون رشید کے ساتھ میں نے دونوں کو برابر بیٹھنے کی مجلس میں اور حکم کیا میں نے ہارون رشید پر یعنی اسکو برابر بٹھایا اور نصرانی کو جتایا پھر ابو یوسف رحمۃ اللہ نے رو کر کہا کہ اس حکایت سے معلوم ہوا کہ قاضی کا حکم جاری ہے ہمارے یہاں بادشاہ پر جیسے اسکو قاضی مقرر کیا اور مستحق لایعزل ہے اور قاضی کا حکم صحیح ہے اور اس سلطان کے فعل اور حضرت میں جسنے اسکو قاضی کیا اور اسکا ذکر کرنگے آگے فروع مسائل متعلقہ شتی کے وابلغ من جملۃ ادب القاضی انہ لا یکلم احد الخصمین بلسان لا یعرفہ الآخر وابن میں ہے کہ منجملہ ادب قاضی کے یہ ہے کہ قاضی کلام نہ کرے احد الخصمین سے ایسی زبان میں جسکو دوسرا نہ سمجھتا ہو یعنی اسواسطے کہ یہ بمنزلہ کلام خفیہ کے ہے فی التتارخانیۃ وکذا لو تکلم احدہما بلغۃ لا یعرفہا الآخر لیکن ینبغی ان یحکم بینہما حتی اذا کان فی التقلید خلل یصیر حکما بتحکیمہما اور قنیہ میں ہے اور زیادہ تر احتیاط یہ ہے کہ قاضی مدعی اور مدعی علیہ سے کہے کہ تمہارے مابین میں حکم کروں تو کہ قاضی کی تقلید قضا میں کچھ خلل ہو گا تو قاضی حکم اپنے ہی ہو جائیگا دونوں کی تحکیم سے ہم یعنی قاضی حکم کرنے کی دونوں سے اجازت لے لے وہ کہیں کہ حکم کیجئے بنحکم کرے فائدہ اسکا یہ ہے کہ اگر تقلید قضا میں کچھ خلل ہو مثلاً ثبوت دیگر عمدہ قضا لیا ہو تو بطور پنچایت کے فیصلہ صحیح ہو کذا فی الخلاصۃ وفی ہو من امور السلطان بالاتیان بحجتی من العلماء ثم یلزمہ بزازیہ قاضی نے فیصلہ واجبی کیا پھر بادشاہ نے اسکو حکم کیا کہ پھر سر نو سے علماء کے سامنے فیصلہ کرے یعنی دعوی اور گواہی سنکر تو قاضی پر استیناف لازم نہیں کذا فی البزازیہ ہم طحطاوی نے کہا بحر الرائق میں بزازیہ سے یوں منقول ہے کہ قاضی پر یہ فرض نہیں تو معلوم ہوا کہ استیناف جائز ہے طالب القضا علیہ نسخۃ العجل من القضاۃ لہ یعرضہ علی العلماء

هو صحیح ام لا قامت الرمة القاضی یلزمه جواهر الفتاوی ہے جو بادشاہ کے نسخہ مجعول کا مانگا اُس سے جو جیتا تا مجعول کو علماء کے سامنے کرے کہ وہ صحیح ہے یا نہیں سو اُس نسخہ پر یا تو قاضی اُس پر اسکا لازم کردے یعنی دلوا دے کذا فی جواہر الفتاوی فی الفصل ممکن اقامة الحق بلا اظہار صدیر کان اولی افتح القدیر میں ہے کہ جب اقامت حق بلا کینہ توزی طلب ممکن ہو تو بہتر ہے طریقہ اسکا مبسوط میں ہے کہ جو شخص ناحق اُس سے قاضی غدر کرے اور وہ حکم اُس سے بیان کرے اور کہے کہ مجھ پر حجت نہیں اور نہ یافت کی لیکن حکم شرع اسیطرح تھا اسکے سوا نہیں ہو سکتا تھا یہ اعتماد اسواسطے ہے کہ وہ لوگوں سے شکایت نہ کرے اور قاضی کو ظالم کہنے اور لوگ اسکی شکایت سنکر گمان نہ کریں کذا فی الظہیریہ وان یقبل فصل الخصوم ان جلس للقضاء والا اخذ ها وان یاخذ بما فیها اذا اقر بلفظ صریح اور قاضی ان مقدمات کی حکایات قبول کرے یا نہ کرے جواب اسکا یہ ہے کہ اگر قاضی فیصل کیواسطے بیٹھ چکا ہو تو قبول نہ کرے اور اگر ہو نہیں بیٹھا تو قبول کرے اور حکایات میں کوئی بات نہ پکڑے مگر اُس بات کو کہ پکڑے جسکو اُسنے بلفظ صریح اقرار کیا ہو وہ حکایات مراد ہیں جو دعوی سے متعلق ہیں چنانچہ مضاربت کی یوں کہا کہ میں نے مال مضاربت کو بھیجا تھا لے گیا اور فلانے شہر میں اُسکو بیچا اور اُس سے اجناس کو خرید کیا اور مانند اسکے اور وہ حکایات مراد نہیں جو متعلقات دعوی سے نہیں مجلس حکم میں سماع حکایات اسواسطے نہیں کہ مجلس سماع دعوی اور بینات اور اقرار اور حکم کیواسطے ہے اسطرح پر کہ مدعی کہے کہ اسکے پاس میرا مال مضاربت تھا سو یہ سفر میں لے گیا پھر اُسنے مان نگہبانی نہ کی سو مال ضائع ہو گیا اب میں اُس سے تاوان چاہتا ہوں تو مدعی علیہ جواب میں کہے کہ مان یا اسکا انکار کرے اور اقرار بلفظ صریح اسطرح کہ مضارب کہے کہ میں نے مال مضاربت سمندر کے کنارے پر بلا محافظ چھوڑا اور میں شہر میں حمال لانے کیواسطے گیا پھر جو کنارے پر آیا تو مال نہ پایا کذا فی الظہیریہ

فصل فی الحبس

فصل ہے حبس کے احکام میں ہم چونکہ حبس سنجملہ احکام قضا تھا اور متعلق باحکام کثیرہ تھا لہذا مصنف نے اُسکو علیحدہ فصل کرکے ذکر کیا حبس مصدر ہے بمعنی منع یعنی روکنا اور بند کرنا پھر موضع حبس پر اُسکا اطلاق ہوا کذا فی المحوی اہل ہند حبس کو قید خانہ اور بندی خانہ اور جیل خانہ بولتے ہیں وهو مشروع بقوله تعالى او ینفوا من الارض حبس مشروع ہے حق تعالی کے اس قول سے یا نفی کیے جائیں زمین سے یعنی قطاع الطریق ہم نفی سے نفی من جمیع الارض مراد نہیں کیونکہ متصور نہیں تو نفی سے حبس اور ہے وحبس علیه الصلوة والسلام رجلا بالتهمة فی المسجد اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ملک مرد متہم کو مسجد میں محبوس کیا ہم رسول علیہ الصلوۃ والسلام کے زمانے میں اور زمانہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عثمان رضی اللہ عنہم کے زمانے میں حبس مسجد میں تھا یا ڈیوڑھی میں یا باندھ رکھنا قول یہ ہے کہ فاروق نے ایک گھر مکہ معظمہ میں چار ہزار درہم کو خریدیا اور اُسکو بحبس عُمیر ایا واتخذ السجن الحی رضی الله عنه بناء من قصب فسماه نافع النقیر النقوض فنخ غیره سمه دسما فحیسا بفتح الیاء وتکریر موضع التحبیس وهو التذلیل اور امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے قید خانہ ایجاد کیا اور اُسکو بانس سے بنایا اور اُسکا نام نافع رکھا سو اُسمیں کھجل یا چوٹوں نے یعنی وقیدیوں کو نکال لے گئے پھر حضرت رضی نے اُسکے سوا اور حبس بنایا جسکے دیواریں مٹی کی تھیں اور یقیناً اُسکا نام مخیس رکھا اور کسر یا بھی جائز ہے مخیس موضع تخییس یعنی ذلیل کرنے کا کان هم محیس بضم میم وفتح خاء وفتح یاء مع التشدید اسم مفعول یعنی محل تذلیل وبکسر یا اسم فاعل ہے یعنی ذلیل کرنے والا وفیه یقول علی رضی الله عنه شعر الا تراني کیسا فکیسا ✦ بنیت بعدنا فنعم محیسا ✦ حصناً حصیناً وامناً کیسا اور اسی میں علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کیا تو مجھکو نہیں جانتا عاقل بنانے والا میں نے بعد نافع کے مخیس بنایا کہ مکان مضبوط اور سپردار و غلامانت دار عاقل بنھرا ہم خلاصہ یہ ہے کہ حبس کتاب وسنت اور خلفاء راشدین کے فعل سے ثابت ہوا اور اُسکے جواز پر اجماع امت قائم ہے کذا فی الزیلعی صفته ان یکون بموضع لیس فی فراشه ولا وطاء یفوق فی صفت قید خانہ یہ ہے کہ ایسا مکان ہو جہاں فرش اور رسہ رہنے کا بچھونا نہ ہو محبوس کو تکلیف ہو تو میں والے کرے هم بہتر یہ ہے کہ مصنف ان یکون موضع کہتا تجدف باردجاره اور وطاء بوزن کتاب وسحاب خلاف غطاء ہے چنانچہ قاموس میں ہے تو معلوم ہوا کہ فراش اور وطاء ایک ہی چیز ہے اور بعضوں نے کہا کہ وطاء وہ فرش ہے جو سونے کیواسطے مہیا ہو تو اب عطف خاص کا عام پر ہوگا کذا فی الطحطاوی وصفاده ملفا لو حشیه منع منه اور مفاد تعلیل ہے یہ کہ اگر محبوس کیواسطے بچھونا لایا جائے تو منع کیا جائے دلیل اس حکم کی یہ ہے کہ میں علیه الاستنا سلا قارورة جرانة لاحتیاجه للستاورة اور کوئی قارورہ نہ کیا جائے اُسکے پاس جانے پر بھی لگانے کیواسطے مگر اُسکے ذریعے

اور پڑھی جانے یا دین مشورے کی احتیاج کے سبب سے ہو یعنی سوا اسکے کہ اسکے مشورے سے حصول مقصود متصور ہو یعنی ادائے دین کا بھی کہ تو دین عذر طویل الاقامۃ
ان زوجتہ کالحبس معہ لو ھی الحابسۃ نفسھا بظلمہ اور اقارب بھی ہمسائے اسکے نزدیک زیادہ نہ ٹھہریں اور مقام دعدم طول مکث اقارب یہ ہو کہ محبوس کی زوجہ اسکے ساتھ قید
نہ کیجائے اگر قید کرنے والی وہی ہو اور یہ قول ظاہر ہو صرف زوجہ داخل نہیں تو اخوۃ مذکور کو یہ گمان حاصل ہوا اور یہ خلل پیدا ہوا نہر الفائق کی صدر عبارت کے خلاف کرنے سے
نہر الفائق میں یہ مذکور ہے کہ جب محبوس جماع کا محتاج ہو تو اسکی زوجہ یا لونڈی اسکے پاس جائے اگر وہاں رکا ممکن ہو اور اسمیں دلیل یہ ہے کہ زوجہ اسکی قید نہ کی جائے
اسکے ساتھ اگر وہ حابسہ ہو اسکی اور یہ ظاہر ہے انتہی لیکن اسمیں بھی خلل ہے کہ حابسہ ہونے کی تقیید ماتقدم سے مستفاد نہیں بلکہ عدم حبس زوجہ مطلقاً ثابت ہوتا ہے
بحر الاولیٰ میں ہے کہ اگر زوجہ بسبب تمال فساد ہو تو مشائخ حبس کے نزدیک زوج کے ساتھ قید کیجائے کذا فی الخلاصۃ وفی الملتقی یمکن وطی جاریتہ لو فیہ خلوۃ
اور ملتقی میں ہے کہ محبوس کو قدرت دیجائے اسکی لونڈی کی قوت پر اگر محبس میں خلوت ہو وکا یخرج لجمعۃ ولجماعۃ ولا لجمع فرض خفیۃ اولی اور محبوس نہ نکلے نماز جمعہ
اور جماعت پنجگانہ اور نہ فرض حج کیواسطے تو غیر فرض یعنی حج واجب اور حج نفل کیواسطے بطریق اولیٰ نہ نکلے وکا لحضور جنازۃ ولو کان بکفیل زیلعی وفی الخلاصۃ
یخرج بکفیل لجنازۃ اصولہ وفروعہ کغیرھم وعلیہ الفتوی اور نہ نکلے جنازہ پر حاضر ہونے کیواسطے اگرچہ فرض خانمی میں ہے کذا فی شرح الزیلعی اور خلاصہ میں
ہے کہ خانمی میں ہے کہ نکلے اپنے اصول اور فروع کے جنازے کیواسطے نہ سوائے اسکے اور اسی پر فتوی ہو ولو موضع رضا اضناہ ویہون یخرج بکفیل وکالا
بہ یفتی اور اگر بیماری اسکو ضعیف اور قریب الہلاک کر دیا اور نہیں ہے اسکیواسطے جو اسکی خدمت کرے تو ضامن دیکر نکلے اور اگر ایسا نہ ہو یعنی سخت بیمار نہ ہو یا وہ ان میں سے
ڈرنے والا ہو یا ضامن نہ دے تو نہ نکلے اسکا فتوی ہے وکا یخرج لعلاجہ وکسبہ بل وکالہ یکتسب بیدہ ولو لہ دین خرج لیتعاطاہ ثم یحبس ثانیۃ اور نکلے علاج
اور کمائی کیواسطے بلکہ محبس میں ہی کسب کرے اور اگر محبوس کے لوگوں کو یہ دیوں کی خصومت کیواسطے قاضی کے پاس جائے پھر قید کیا جائے کذا فی الخانیہ وکالمحبوس لمحبوس
الا فی ثلث اذا امتنع عن کفارۃ الظہار والافاق علی قریبہ والقسم بین نسائہ بعد وعظہ والضابط ما یفوت بالتاخیر الی خلف اشباہ
اور نہ محبوس مارپیٹ کر تنگ کیا جائے مگر تین صورت میں ایک کفارہ ظہار ادا کرے یعنی باوجود قدرت دوسرے یہ کہ اپنے قرابتیوں پر احتیاج پر مال خرچ نہ کرے تیسرے یہ کہ اپنی زوجہ کے درمیان
مارچ تک کے سے نصیحت کرنے اور سمجھانے کے بعد اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو حق کہ فوت ہو جائے تاخیر سے اور کوئی ضرر اسکے قائم مقام نہ ہو سکے اسکے ترک میں ضرب ہے کذا فی الاشباہ
صم ضرر کیواسطے ہوئی کہ ماخر نفقہ میں نفع حبہ اور زیادتی حبس میں قرابت اگر حاضر ہو کیونکہ اسکا نفقہ ساقط ہو گا مدت گذر جانے سے اور اسید راج فرد یہ جس میں نفع حاصل
کا فوت ہو جی ہو قلت وزاد مافی الوھبانیۃ شعر وان فریضۃ بدون قید شاۃ بابہ لطیبین باب الحیض فتح العنت یذکرہ یہ میں کہتا ہوں
اور مسائل ثلثہ ضرب وہ مسئلہ زیادہ کیا جائے جو وہبانیہ میں ہے یعنی اور اگر محبس میں جائے تو اسکے بدلے کیواسطے مار جائے بدون بیڑی ڈالنے کے اور دروازہ محبس لوہے سے بند کرنا سختی
میں کو ہے وھو قضی اگر محبوس تنگ کرتا ہو اور مال ادا کرتا ہو تو دوا تجویز کیا جائے اور ایک کے ساتھ محبس میں بھیجا جائے جس سے رہائی پائی اسکو دیا جائے اور دوسرا قول ہے کہ امین قاضی کی رائے
و دخل ہو جیسا مناسب سمجھے کہ کذا فی الظہاری وکا یخلی الا اذا خاف فراره فیقیدہ او یحول الی سجن اللصوص وھل یطلق الباب الخارجی فیہ للقاضی
بذا زیدہ اور محبوس کے گلے میں طوق نہ ڈالا جائے مگر جبکہ اسکے بھاگ جانے کا خوف ہو تو پیر میں ڈالی جاوے بیڑی تا محبس میں جا کر اور نہ جائے تو جوتوں کیواسطے مخصوص ہو اور کیا دروازہ محبس جو بند کیا
جائے امین قاضی کا اختیار ہے جیسا مناسب سمجھے کرے کذا فی البزازیۃ وکا یجرد اور نہ محبوس سے سنکیا جائے کپڑے اوتار کر وکا یوجر وعن الثانی لو جر القضاء سیئا اور نہ
محبوس سے سخت مزدوری کرائی جاوے اور بلو بوسعت سے روایت ہے کہ مزدوری کرائی جائے اسکے ادائے دین کیواسطے وکا یقام بین یدی صاحب الحق اھانۃ
اور محبوس صاحب حق کے آگے کھڑا کیا جائے اسکی ذلت کیواسطے ولو کان بسلا قاضی فیلازمہ لیلا ونھارا حتی یاخذ حقہ جواہر الفتاوی اور اگر
صاحب حق اس شہر میں سے جہاں قاضی ہے نکل جائے یعنی حق لیکر اپنا حق پا جائے کذا فی جواہر الفتاوی ہم صاحب حق کو ملازمت میں
اختیار ہے اور یہ اختیار نہیں کہ مدیون کو کسب کرنے دے یا گھر میں جانے دے اور اسکی طرف اشارہ حدیث شریف میں ہے کہ لصاحب الحق الید واللسان یعنی حق سے ملازمت

حاشیہ والی کاغذ سے اور زبان سے ۱۲

مرد ۴

مراد ہو اور زبان سے سخت تقاضا کرنا اور منع کسب اور دخول بیت حکومت سے متعلق ہو بخلاف قاضی کے اسکو منع اور حبس کی ولایت ثابت ہے کذا فی الفتح وتعیین مکانہ
ای مکان الحبس عند عدم الارادۃ صار الی القاضی او تعیین مکان حبس قاضی کے اختیار میں ہو جبکہ صاحب حق نے تعیین مکان کا ارادہ نہ کیا ہو کما اذا طالب المدعی مکانا
آخر فیجیبہ لان قضیہ مگر جبکہ مدعی دوسرے مکان کی درخواست کرے تو قاضی اسکو مان لے فی التقنیہ واقتصر المصنف تبعا للقاری والہدایۃ وغایۃ البیان العبرۃ
فیہ للقاضی لا للمقضی لہ انتہی اور مصنف نے فتوی دیا قاری ہدایہ کے تابع ہو کر کہ تعیین مکان میں صاحب حق کا اعتبار نہ ہو قاضی کا انتہی فی النہر ینبغی ان یکون الطالب الحبس
فی مکان اللصوص فی نحو ہ اور نہر الفائق میں ہے لائق یہ ہے کہ تعین کیا جائے اگر مدعی نے محبوس کن مدعی علیہ کا چوروں کے مکان یا مانند اسکے اور سخت مکان میں غلبہ کیا
ہو **فرع** مسئلہ ملتقطہ شارح فی البحر عن المحیط ویجعل للنساء محبسن علی حدۃ نفیا للفتنۃ بحر الرائق میں بیچ سے منقول ہے اور عورتوں کیواسطے علیحدہ مردوں سے
محبس بنایا جائے فتنہ رفع کرنے کیواسطے **ذا ثبت الحق المدعی ولو دانقا وھو بسدسی رھم بینۃ عجل حبسہ بطلب المدعی لظھور المطل بانکارہ** اور جبکہ
مدعی کا حق ثابت ہو گیا گواہی سے اگرچہ اسکا حق بقدر ایک دانگ کے ہو اور دانگ چھٹا حصہ ہے درہم کا تو قاضی اسکو جلد قید کرے مدعی کی درخواست سے بسبب
ظاہر ہو جانے ناداہندگی کے مدعی علیہ کے انکار سے **ھم** درہم ہوتا ہے ستر ورتی اور خمس ورتی چاندی کا تو دانگ کچھ کم تین ورتی چاندی کی شھری الطحاوی نے کہا طالب
مدعی کی تمنا سے سوا اسکے لڑائی کہ بدون اسکی طلب کے قاضی حبس کرے الجائز تین کیونکہ شریح کے قول میں کہ ثابت بینۃ قبل اقرار لم یعجل حبسہ بل یامرہ بالاداء خان
الی حبسہ اور اگر مدعی کا حق گواہی سے نہ ثابت ہو بلکہ مدعی علیہ کے اقرار سے ثابت ہو تو قاضی اسکے حبس میں جلدی نہ کرے بلکہ اسکو ادا کرنے کا حکم کرے سوا اگر وہ مدت
تو اسکو قید کرے **ھم** جبکہ اقرار سے ثابت ہو تو اسکی ناداہندگی ظاہر نہوئی لہذا اسکے حبس میں شتابی نہ کرے اور اداء دین کا اسوقت امر کرے جبکہ اسکے اداء دین پر قدرت ہو
اور اسطرح جبکہ مدعی علیہ نے دوسرے پر دعوی علیہ ثابت کیا اور اس دعوی کو گواہی سے ثابت کیا اور وہ چیز اسکے پاس نکلی تو قاضی اسکو لے اور اداء دین کرے کذا فی
النہر وعکسہ البرجندی اور اسکے بالعکس کما سرحنی نے اگر حق گواہی سے ثابت ہو تو حبس میں شتابی نہ کرے اور اقرار میں جلد حبس کرے اسواسطے کہ مدعی علیہ کہ سکتا ہو دوصورت
گواہی کو جھوٹا کرنا بینہ سے معلوم ہوا سو میں نے اگر دیا اور یہ احتمال اقرار میں نہیں ہو سکتا کذا فی الحلبی ومسوی بینھما فی الدرر واستحسنہ المرادی الحنفی اور اسکو
اقرار میں ثبوت بگواہی اور اقرار میں برابری کی ہے اور زیلعی نے اسکو پسند کیا **ھم** یعنی گواہی اور اقرار دونوں میں حبس کی تعجیل کرے اسواسطے کہ ایفاء دین محتمل ہو تو حبس میں
شتابی نہ کرے تاوقتیکہ اسکی ناداہندگی بعد اصرار و مطالبہ کے ظاہر ہو کذا فی الحلبی **ولا دین مختار ابن ھلال والوقایۃ والمجمع قال فی البحر وھو المذھب عند نا انتھی**
اور قول دل یعنی متن کا قول ہدایہ اور وقایہ اور مجمع کا مختار ہے بحر الرائق میں کہا کہ یہی مذہب قوی ہے ہمارے نزدیک انتہی کلامہ قلت وفی المنیۃ انظر لو ثبت بینۃ بحبس
ذی العسرۃ ھل یحبس فی الثانیۃ وثالثۃ وان کان الاولی فلیکرر ویفتی بہ کما یفتی بہ المفتی میں ہے کہ اگر حق گواہی سے ثابت ہو تو اول بار کے انکار بعد اقرار کے
محبوس کیا جائے اور اگر حق ثابت ہوا اقرار سے تو دوسری بار اور تیسری بار کے انکار میں قید کرے نہ اول بار کے انکار میں قوانی الحال ثلثۃ مذکورہ میں التفات ہو جانا چاہیے
ھم یہ فتوی سنیوہ کے قول میں ظاہر نہیں ہے قنی اور نہ سرخسی کے قول میں سواسطے کہ اسکے نزدیک حبس مقرر میں شتابی ہے تہمت سے نہیں کہہ سکتے کہ حبس متہم میں تعجیل ہے
دوسری کیلئے اور تیسری بار یا حبس بکرر میں تعجیل ہے واں راوی ظاہر الروایہ قول رابع ہے اور ماخذ اور شارح نے نکوا کا حکم مذکور نہ کیا بحر الرائق میں غلط ہے مذکور ہو کہ جب حق ثابت ہو گیا
نکوا لی اور مطلوب تسلیم میں تاخیر کرے اور طالب اسکے حق کا طالب ہے تو قاضی اسکے حبس کا حکم دے کذا فی الطحاوی **ویحبس المدین فی کل دین ھو بدل**
مال وصل لزم بعقد او جبر او مجھم ومستھلک مثل الثمن والاجرۃ والقرض وولد المغرور بحر والمھر المعجل ومال الزکوۃ کفالۃ ولو بالدرک او کفیل
الکفیل وان لم تجز الزیادۃ کفالتہ الترمہ بعقد کالمھر وھذا ھو المعتمد خلافا لفتاوی قاضیخان لتقدیمہ المتون والشروح علی افتائہ وی یجب
فلیحفظ اور حبس کیا جائے مدیون ہر ایک دین میں جو کسی عوض ہو مال کا بالازم کیا ہو دین عقد سے کذا فی الدرر والمجمع والملتقی مانند ثمن بیع کے اگرچہ ثمن بعوض
منفعت ہو جیسے اجرت اور مانند قرض کے اگرچہ ذمی کا قرض ہو مسلم پر اور مانند مہر محجل کے اور جو دین کہ اسکو لازم ہو کفالت سے اگرچہ کفالت بالدرک یا ضامن کا

ضامن ہو اگرچہ ضامن بکثرت ہوں کذا فی البزازیۃ اسواسطے کہ ضامن نے دین کو اپنے اوپر لازم کرلیا بسبب عقد کفالت کے مانند مہر کے اور یعنی ثمن اور قرض اور مہر معجل اور دین کفالت میں محبوس ہونا بلا التصدیق و دعوی محتاجی قول معتمد ہے برخلاف فتوی قاضی خان کے بسبب معدوم ہونے متون اور شروح کے فتاوی پر کذا فی البحر تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ھم قاضی خان نے کہا کہ درصورت دعوی افلاس حبس نہیں اگر ثمن اور قرض ہیں اور مہر معجل اور دین کفالت میں حبس نہیں اظہار مفلسی میں لیکن یہ فتوی متون اور شروح مذہب کے مخالف ہے لہذا معتمد نہیں اشیاء مذکورہ میں حبس کرنے کی وجہ باوجود دعوی افلاس یہ ہے کہ جب بال اُسکے ہاتھ میں آیا یعنی مبیع اور قرض تو ادائے دین پر قدرت ثابت ہوئی اور جو دین بعقد التزام کیا مانند مہر اور کفالت کے اُسمیں بھی قدرت ایفا ثابت ہے کیونکہ قبول مہر اور کفالت پر پیش قدمی کرنا دلیل ہے قدرت ایفا پر تو یہ حبس نہ ہوگا اور اُسکا یہ قول کہ میں محتاج ہوں صحیح نہ ہوگا کیونکہ یہ قول مناقض کے مانند ہے بسبب وجود دلیل کشادہ دستی الحاصل اس علت میں حال غالب کو معتبر رکھا والا اشیاء مذکورہ کو باوجود افلاس بھی کرتے ہیں کیونکہ مناط احکام غالب پر ہے نہ نادر کذا فی الطحطاوی ودفع عک فی الاختیار بدل لھم خطأ فتنبہ ہاں اختیار شرح میں مختار بدل خلع کو بیان شمار کرنا خطا ہے سوا گاہ رہنا ھم بدل خلع کو بیان شمار کرنا یعنی جہاں حبس لازم ہے باوجود دعوی محتاجی وزاد القلانسی انہ یحبس ایضا فی کل عین یقدر علی تسلیمھا کالعین المضوبۃ او فلانسی نے اشیاء اربعہ مذکورہ پر یہ بھی زیادہ کیا ہے کہ مدعی علیہ حبس کیا جاوے ہر ایک اُس عین میں جسکی تسلیم پر وہ قدرت رکھتا ہے چنانچہ غصب کی ہوئی چیز کہ یحبس فی غیرہ ای غیر ما ذکر وھو تسع صور بدل خلع ومغصوبۃ ومتلفۃ دم عمد وحق حط شریک وارث جنایۃ ونفقۃ قریب فی زوجتہ ومھر معجل حبس کیا جاوے اُسکے غیر میں یعنی اشیاء اربعہ مذکورہ کے غیر میں اور بدل خلع ۲ بدل منصوب ۳ متلف یعنی جو چیز تلف کردالی اسکا بدل ۴ دم عمد کا بدل ۵ شریک کا حصہ آزاد کردینا ۶ جنایت کی دیت نفقہ قرابت ۷ نفقہ زوجہ ۹ مہر معجل قلت ظاھرہ ولو بعد طلاق یعنی کہتا ہوں اور ظاہر اطلاق مہر معجل کا اسپر دلالت کرتا ہے کہ اُسمیں حبس نہیں طلاق کے بعد بھی یعنی اگرچہ مہر معجل طلاق سے معجل ہو گیا تو بھی حبس نہیں وفی نفقات البزازیۃ ثبت الیسار بالاخبار ھنا بخلاف سائر الدیون اور بزازیہ کے نفقات میں ہے کہ کشادہ دستی خبر دینے سے ثابت ہوتی ہے یہاں یعنی نفقات میں بخلاف باقی دیون کے کہ وہاں فقط اخبار سے ثابت نہیں ہوتی لکن افتی ابن نجیم بالقول الیمین والم یثبت عندنا فراجعہ لیکن ابن نجیم نے فتوی دیا ہے کہ تنگدستی میں متفق کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہے تاوقتیکہ اُسکی تونگری ثابت نہ ہو تو اُسکی طرف مراجعت کرو مدار استدراک اسپر ہے کہ تعبیر ہوسکے متیاد یہ ہے کہ کشادہ دستی شہادت سے ثابت ہونا اخبار سے اور جو اپنے نہ ہوسکتا ہے کہ میں نفقہ متنع ثابت اخبار سے ہوتا ہے اور اُسکے غیر میں اشہاد سے کیونکہ اُسکی عبارت میں نفسین نہیں کذا فی الطحطاوی ولو اختلفا فقال المدیون لیس لہ مال وقال الدائن وانہ ھو متاع فالقول للمدیون مالم یبرھن بیت الدین طلوسی مختار واقرہ فی النھر اور اگر دونوں میں اختلاف ہوا اور مدیون نے کہا ہو کہ بعد دین کے اگر مال نہیں ہے اور دائن کہتا ہو کہ وہ تمہارا متاع ہے تو مدیون ہی کا قول معتبر ہوگا تاوقتیکہ صاحب دین گواہی سے ثابت نہ کرے چنانچہ اسکو طرسوسی نے طریق بحث کے بیان کیا ہے اور نہر الفائق میں اسکو ثابت رکھا ہے ھم مدیون محبوس نہ ہوگا اگر مدعی فقیر ہو

فرع مسئلہ لحفہ کہ یحبس فی دین مؤجل وکذا لا یمتنع من السفر قبل حلولہ الا جل وان بعد ولہ السفر معہ وان احل ممنوعہ حتی یوفیہ بدائم وقدمناہ فی الکفالۃ مدیون محبوس نہ ہوگا دین مؤجل جو اسیطرح سفر خارجے سے ممنوع نہیں ہوسکتا قبل آنے مدت دین کے اگرچہ سفر بعید ہو اور صاحب دین کو اختیار ہے کہ اُسکے ساتھ سفر کرے بعد جو ثابت دین ہو چکے تو اُسکو سفر سے روکے تا ایفاء دین کذا فی البدایع اور ہم اسکو مقدم ذکر کر چکے ہیں کتاب الکفالت میں ان ادعی المدیون الفقر اذا کان اصل العسرۃ اشیاء اربعہ کے غیر میں محبوس نہ ہوگا اگر مدعی اپنے افلاس اور فقر پر گواہ دعوی کرے اس لیئے کہ اصل تنگدستی ہے ھم یعنی ہر شخص کے حق میں عسرت اصل ہے اسواسطے کہ ہر آدمی عدیم المال پیدا ہوا کذا فی الفتح اور مدعی امر عارض کا دعوی کرتا ہے یعنی مالداری کا تو بدون شہادت اُسکا دعوی مقبول نہ ہوگا کذا فی البحر الا ان یبرھن غریمہ علی غناہ ای قدرتہ علی الوفاء ولو ایفاضا او تقاضا غریمہ مگر یہ کہ اُسکا صاحب دین اُسکی مالداری اور تونگری کی گواہی سے ثابت کرے یعنی مدیون کا قادر ہونا ادائے دین پر ثابت کرے اگرچہ قدرت قرض لینے یا اپنے مدیون کے تقاضا کرنے سے

حاصل یہ ہوا شارح نے فحنا کو بتقدیر علی الوفا سواسطے تعبیر کیا یا معلوم ہو کہ خدا سے فحنا کی زکوۃ مراد نہیں تو اگر مدیون نے قرض دینے والا ملے اور وہ قرض نہ لے تو وہ ظالم ہو گا کیونکہ حدیث جس میں ظلم ہے اور اسکا ظلم ثابت ہو چکا بجز غرض سے اور اگر قاضی مدیون کی غیبت جانے لیکن اسکا مال دوسرے پر ہو تو اس سے تقاضا کرے تو اگر مدیون کا دوست ہے جو اسکی طرف سے قرض دیتا ہے تو مدیون سے تقاضا نہ کرے اور اگر یہ کہ مدیون نے تقاضا نہ کرے تو محبوس کو اگذانی الطحطاوی عن الحموی فحبسہ حینئذ بمالہ رأی ولو یوما ھو المختار تو قاضی جب کسے اسوقت میں جسقدر مدت کہ اسکی رائے میں آوے اگرچہ ایک ہی دن حبس کرے یہی قول صحیح ہے ھم لعدم جواب گواہی سے کشادہ دستی ثابت ہو تو ست حبس قاضی کی رائے پر موقوف ہے سو اگر قاضی کو گمان غالب ہو کہ اگر اسکا مال ہوتا تو اتنی مدت کی حبس میں آپکو خلاص کروا تا تو محبوس سے سوال کرکے چھوڑ دے محمد کی روایت میں حبس دو یا تین مہینے میں اور حسن کی روایت میں چار مہینے سے چھ مہینے تک ایہ میں کہا کہ صحیح یہ ہے کہ تقدیر لازم نہیں اور قاضی کی رائے پر موقوف ہے کیونکہ لوگوں کے حال تفاوت پذیر ہے کذا فی النہر یل فی شہادات الملتقط قال ابو حنیفۃ اذا کان المعسر معروفا بالصبر لم احبسہ فی الحال بینہ ولو فقہ ظاھرا سال عنہ عاجلا وقیل بینہ علی افلاسہ حتی یسیلہ بھر بلکہ ملتقط کی شہادات میں ہے کہ ابو حنیفہ نے کہا کہ جب مفلس مشہور یا افلاس سچ تو میں اسکو محبوس کروں یعنی اسکے حبس کا حکم نہ کروں اھ۔ قنیہ میں ہے کہ اگر اسکی محتاجی ظاہر ہو تو اسکا حال جلد لوگوں سے دریافت کرے اور اسکے افلاس کی گواہی قبول کرے اور اسکو چھوڑ دے کذا فی النہر و فی البزازیۃ قال المدیون لکفیلہ انہ ما یعلم انی معسر فاجابہ القاضی فان حلف حبسہ بطلبہ وان نکل خلاہ واقرہ المصنف قلت وبہ یفتی اور بزازیہ میں ہے کہ مدیون نے قاضی سے کہا کہ مدعی کو قسم دیجیے کہ وہ مجکو مفلس نہیں جانتا تو قاضی اسکو قبول کرے پھر اگر مدعی قسم کھائے تو اسکو حبس کرے مدعی کی درخواست سے اور اگر قسم نہ کھائے تو اسکو چھوڑ دے اور اس قول کو مصنف وغیرہ نے ثابت رکھا ہے قلت وقد صار ان الرأی فی لہ ملکۃ الاجتہاد فتنبہ میں کہتا ہوں ہم پہلے ذکر کر چکے کہ اس قاضی کی رائے کا اعتبار ہے جسکو قدرت اجتہاد حاصل ہو سو خبردار رہنا یعنی قاضی غیر مجتہد کی رائے کا کچھ اعتبار نہیں ھم حلبی نے کہا کہ شارح امین مستانی کا تابع ہوا ہے میں کہتا ہوں کہ کہ ایسا امر یعنی تقدیر مدت حبس قاضی کے مجتہد ہونے پر موقوف نہیں انتہی ثم یعد حبسہ عما یراہ لحالہ مشکلا عند القاضی والا عمل بما ظھر ہو اعتمدہ المصنف پھر بیان کے حبس کرنے کے بعد بقدر اس مدت کے جو اسکی رائے میں آوے اگر اسکا حال مشکل ہو قاضی کے نزدیک یعنی تنگدستی و کشادہ دستی اسکو نہ معلوم ہو تو لوگوں سے اسکا حال دریافت کرے وہ اگر ظاہر ہو تو موجب ظاہر کے عمل کرے کذا فی البحر اور مصنف نے اپنی شرح میں اسپر اعتماد کیا ہے یسال عنہ احتیاطا لا وجوبا من جیرانہ ویکتفی بعدل احتیاطا لان پھر بعد حبس اسکے حال کے پڑوسیوں سے پوچھے بنا بر احتیاط کے نہ بنا بر وجوب کے اور کفایت کرتا ہے ایک عادل سے پوچھنا صاحب دین کی غیبت میں یعنی اسکا حضور ضرور نہیں ھم جو اخبار کرے اسمیں ایک شخص عادل کا قول کافی ہے چنانچہ تعمیل و رغبل کی خبر میں و شخصوں سے دریافت کرنا احوط ہے اور کیفیت اخبار یہ ہے کہ تخبر کرے کہ مدیون محبوس کا حال محتاجوں کا سا حال ہے خوراک و لباس میں اور حال اسکا تنگ ہے اور ہمیشہ اسکا حال ظاہر اور مخفی دریافت کیا ہے کذا فی الطحطاوی واما المستور فان وافق قولہ رأی القاضی عمل بہ والا لا کالا نفع المسائل بخلافہ اور اگر عدالت یا فسق مخبر مستور اور مخفی ہو تو اگر اسکا قول قاضی کی رائے کے موافق ہو تو اسپر عمل کرے اور نہیں یعنی نہیں کفی فی نفع المسائل بخلافہ بحر الرائق میں ہے کہ فاسق کی خبر تو قبول نہیں و لا یشترط حضرۃ الخصم ولا لفظ الشہادۃ کالاخبار بدعاوی الیسار واعسار ھم بخلاف اور شرط نہیں کہ اخبار میں حاضر ہونا مدعی کا اور نہ لفظ شہادت مگر جیسکہ مدعی اور مدعی علیہ تنگدستی و کشادہ دستی میں تنازع کریں کذا فی التمستانی ھم یعنی اگر مدعی کہتا ہو کہ یہ کشادہ دست ہے اور مدعی علیہ کہتا ہو کہ میں تنگدست ہوں تو اخبار کافی نہیں لفظ شہادت ضرور ہے اور اسیطرح خبر واحد و صورت شنیع مقبول نہیں بلکہ بینہ ضرور ہے قلت لکنہ ایضا کالاعسار للمنفی وھی لیست بحجۃ وللامام یجب لسؤال النفع الوسائل فتنبہ میں کہتا ہوں لیکن تنگدستی کی گواہی نفی غنا کی گواہی ہے اور نفی کی گواہی حجت نہیں و لہذا اسکے حال کا سوال کرنا واجب نہیں لنفی النفع الوسائل سو خبردار ہو جا ھم بحر الرائق میں صفائی سے منقول ہے کہ یہ شہادت نفی پر نہیں کیونکہ اعسار بعد یسار کے مرحادث ہے تو یہ شہادت امر حادث پر ہوئی نفی پر انتہی اور علامہ طحطاوی نے کہا کہ شہود کہتے ہیں کہ مدعی علیہ صبح الحال کثیر العیال ہے اور یہ نفی نہیں یعنی ثبات ہے کذا فی الطحطاوی خان لم یظھر لہ مال خلاہ بلا کفیل الا فی ثلث مال یتیم ووقف واذا کان الدائن غائبا

پھر اگر محبوس کا مال ظاہر نہ ہو تو قاضی اُسکو چھوڑ دے بلا ضامن لئے یہ تین صورتوں میں ضامن لیکر چھوڑے یتیم کے مال میں اور وقف کے مال میں اور جبکہ صاحب دین غائب ہو مفلس کے چھوڑ دینے کی وجہ یہ ہے کہ عسرت اُسکی قاضی کے نزدیک ظاہر ہو گئی تو وہ مہلت دینے کے لائق ہو گیا بموجب آیت قرآنی کے تو حبس اسکے اُسکو مقید کرنا ظلم ہے اور مال وقف کھسا جانے کا یا ضائع ہو جانے کا پورا ملحاء متاخرین اُسکے تابع ہو گئے ہیں اور قیاس یہ کہتا ہے کہ ضامن لینا واجب ہے کما لا یخفی علی الطحطاوی ثم لا یخفی انی الطحطاوی ثم لا یخفی انی الطحطاوی ثم لا یخفی ان

روزی جاتی رہے تو حاشیہ شامی میں ہے کہ اگر سکو چھوڑ دے کذا فی الطحطاوی ج للطالب ملازمتہ بلا اجر وقاضی لو مقرا بحقہ اور طالب کو اسکی ملازمت کا اختیار رہیگا پھر بعد قاضی کے حکم کے اگر مطلوب اسکے حق کا مقر ہو ولا یقبل برھانہ علی الافلاس بخلاف ما لو قال قضیتہ لغیابہ علی الاصح اور مقبول نہیں ہوں گے گواہ اسکے افلاس پر بمقابل بیان اسوا سطے کہ اب چند مدت سے مجبوس ہا تو ظاہر ہو گیا کہ اگر اسکے پاس مال ہوتا تو حبس کی سختی نہ اوٹھاتا اور اس قول کی صاحب ہدایہ اور اکثر مشائخ نے بھی تصحیح کی ہے کذا فی الطحطاوی وغیرہ الہدایہ وھو غیر مقبول بھا اور غیر غزی زادہ اور علماء نے قبول شہادت افلاس قبل الحبس کی تصحیح کی ہے اور اسیکا فتوی دیا ہے محمد بن فضل اور شمس بن حجا بن ابی حنیفہ اور نصیر بن یحیی نے اور یہی قول ہے شافعی اور احمد کا کذا فی الطحطاوی والمعول علیہ دلیلہ کما مر فان علم اعسارہ قبلہا والا لا فلیحفظ اور اسمیں معتمد علیہ قاضی کی رائے ہے سو اگر قاضی اسکا افلاس معلوم کرے تو گواہی قبول کرے اور نہیں تو نہیں کذا فی النہر تو اسکو یاد رکھنا چاہیے وبینۃ یسارہ احق من بینۃ اعسارہ بالقبول لان الیسار عارض والبینات للاثبات اور گواہی مالداری مدیون کی احق ہے بالقبول ہونے کے گواہی سے اسوا سطے کہ مالدار ہونا امر عارضی ہے اور گواہی بیان تو اثبات کیواسطے ہے نفی کیواسطے ہے یعنی اگر طالب گواہ لاوے مطلوب کی مالداری پر اور مطلوب گواہ لاوے اپنے افلاس پر تو اس صورت میں مالداری کی گواہی احق بالقبول ہے دلیل گذشتہ ثم لو بین سبب اعسارہ کو شہد وا بہ فتقدم کما تیا اخرا عارضا فتح بحثا واعتمدہ فی النہر بان اگر مدیون اپنے مفلس ہو جانے کا سبب بیان کرے اور گواہ اسکی گواہی دیں تو اب افلاس کی گواہی مقدم ہوگی بسبب ثابت کرنے شہادت مذکورہ کے امر عارض کو یعنی یہ گواہی اثبات کی ہوئی نفی کی کذا فی الفتح بحثا اور اسی پر نہر الفائق نے اعتماد کیا وفی القنیۃ ان لم یبین ما مقدارہا لم یقبل قبلت لانہ لا یمکن قبولہا لانہا قامت للجبر وھی مشکلۃ والبینۃ متی قامت للمنکر لا تقبل اور قنیہ میں ہے کہ اگر شہود مالداری کے تعارض کے وقت بیان کریں اس مقدار کو جسکا مدیون مالک ہے تو گواہی مقبول ہوگی اور اگر مقدار بیان کریں تو اسکا قبول کرنا ممکن نہیں اسواسطے کہ محبوس کیواسطے گواہی قائم ہوئی ہے اور وہ منکر ہے اور گواہی جب منکر کیواسطے قائم ہو تو مقبول نہیں وابد یحبس الموسر کتہ جزاء الظلم قلت وسیجئ فی الحجر اتہ یباع مالہ لدینہ عندھما وبہ یفتی وحینئذ فلا تیا قد حبس قنیتہ اور محبوس مالدار کی دائمی کبھی نہیں اسواسطے کہ حبس بدلا ہی ظلم کا ہے کہتا ہوں اور کتاب الحجر میں آئے گا کہ مدیون کا مال بیچ سکے دین کیواسطے بیچ لیا جاتا ہے صاحبین کے نزدیک اور اسی کا فتوی ہے اور اسوقت میں اسکا حبس دائمی نہیں رہتا تو خبر ہا رہو جاھم یعنی محبوس نہیں ہوتا ہے بلکہ مال بیچکر دین ادا کرکے وہ چھوڑ دیا جائیگا پھر وہ اسم حبس کہاں باقی رہا ولا یحبس لما مضی من نفقۃ زوجتہ ولو اداء علی النفقۃ وان قضی بہا لانہا لیست بدل مال ولا لازمۃ بعقد علی ما مر حتی لو برھنت علی یسارہ حین طلبہا اور نفقہ نہ کیا جائیگا زوجہ اور بیٹے کے نفقہ گذشتہ کیواسطے جبکہ وہ اپنی محتاجی کا دعوی کرے اگرچہ قاضی نے نفقہ دینے کا حکم بھی کر دیا ہو اسواسطے محبوس نہ ہوگا کہ نفقہ بدل مال نہیں اور نہ اسکو لازم ہوا ہے بسبب عقد کے چنانچہ مذکور ہو چکا یہاں تک کہ اگر زوجہ زوج کی مالداری شہادت سے ثابت کر دی تو اسکی درخواست سے حبس ہوگا ھم خلاصہ یہ ہے کہ نفقہ واجبہ محبوس نہیں ہوتا صورتیکہ دعاء فقر کرے اس صورت میں جبکہ زوجہ اسکی مالداری ثابت کرے کذا فی المنح بل یحبس اذا برھنت علی یسارہ بطلبہا کما لو ابی ان ینفق علیہا اصلہ وفروعہ فیحبس احیاء لا بحجر بل لامتناعہ عن الواجب علیہ کما مر اور اصول و فروع کا نفقہ بھی ایسا ہی ہے کہ اگر مرد انکار کرے زوجہ اور ولد پر خرچ کرنے سے یا اپنے اصول و فروع پر خرچ کرنے سے تو حبس کیا جاوے ان لوگوں کے جلانے کیواسطے قلت وھل یحبس المحرم لو ابی لم ارہ وظاہر تقییدھم بالکسر عدم الاکتساب لا یضر بالمحبوس الا فی ثلث یقدر فتامل عند الحنو مین کہتا ہوں اور کیا آدمی محبوس ہوتا ہے اپنے محرم کے سبب سے اگر نفقہ دینے سے انکار کرے میں نے اسکو مصرح نہیں دیکھا اور ظاہر تقیید نہایہ ہے کہ محبوس نہو یعنی تقیید زوجہ اور اصول اور فروع اسکی مقتضی ہے کہ محرم کے نفقہ نہ دینے سے محبوس ہو لیکن جو روایت اشباہ سے مذکور ہو چکی کہ نہ مارا جاوے محبوس مگر تین صورتوں میں مفید حبس ہوتا تو کیونکر فتوی دینے کیوقت ہم مجملہ صورت مثلثہ ایک صورت یہ ہے جبکہ انفاق نہ کرے اپنے قریب پر اور مراد قریب سے غیر اصول اور فروع ہیں کیونکہ اصول اور فروع اقارب ہیں

واصل نہیں ہوا فاقہ ہے میں کسیکا نفقہ واجب نہیں مگر قرابت دار محرم کا ملخطاوی نے کہا میں کہتا ہوں کہ عدول جائز نہیں قول اصر بیج سے اُس تقیید کیطرف جو ذکر کیا ہے دوسرے صحیح جیسا کہ لوٹ جائیں اصغیر اور آگے آویگا مجبوس مولی کا صغیر کے دین سے یعنی جو دین کہ ذمہ صغیر پر مترتب ہوا اُسکے ادا کرنے سے ولی اُسکا سرتابی کرے تو ولی مجبوس ہوگا کذا فی البنع عن السراج کما یحبس اصل وان تعالی فی دین فرعہ یلزم المقضی لقاضی دینہ من عین مالہ او فیہ الصحیح عند ھما بیع عقارہ لنفقۃ بہ فلیحفظہ مجبوس مولی اصل اگر دیدار ہو یعنی دادا پردادا سر دادا اپنے فروع کے دین میں بلکہ قاضی فروع کا دین اصل کے عین مال سے یا اُسکی قیمت سے ادا کرے اور صاحبین کے نزدیک صحیح بیع اُسکی اراضی کی ہو مانند اُسکے مال منقول کے کذا فی البحر تو اُسکو یاد رکھنا چاہیے ہم حبس اصول اسواسطے جائز نہیں کہ حبس عقوبت ہے اور والد اپنے والد کے سبب سے مستحق عقوبت نہیں ہوتا سوا اسکے کہ جب اصل کو اف کہنا حرام ہوا ہو جب نص قرآنی کے تو حبس اُس سے فوق ہوا اور اصل سے مراد وہ ہے جو نانا کو بھی شامل ہو اور اصل کی قید اسواسطے لگائی کہ ولد مجبوس ہوگا اپنے اصل کے دین میں اور مالک قرابتی اور دوسرے قرابت دار کے دین میں مجبوس ہوگا عین مال اصل سے سوا وقت فساد دین کے جبکہ موجود ہو جنس دین کی عین سے ہو اور قیمت سے اسوقت جبکہ مال موجود اُسکے حق کی جنس سے نہو کذا فی الطحطاوی وکذا یستخلف قاضی نائب الا اذا افوض الیہ صریحا کولیتہ من شئت او دلالۃ کجعلتک قاضی القضاۃ والدلالۃ ھنا اقوی کان فی الصریح المذکور یملک الاستخلاف کالعزل وفی الدلالۃ یملکھما کقولہ بدل من شئت واستبدل او استخلف من شئت فان قاضی القضاۃ ھو الذی یتصفح فیھم مطلقا تفویضا وعزلا اور خلیفہ مقرر کرے قاضی کسی نائب کو مگر اسوقت جبکہ بادشاہ کیطرف سے اُسکو نائب کرنا مفوض ہو گیا ہو صریح جیسا نیچہ سلطان کا یوں کہنا قاضی سے کہ ولی کر جسکو تو چاہے یا تفویض یا عتبار دلالت کے ہو جیسا نیچہ یوں کہ نا سلطان کا کہ میں نے تجکو قاضی القضاۃ کیا اور دلالت یہاں قوی تر ہے صریح سے اسواسطے کہ تفویض صریح مذکور میں قاضی نائب کرنیکا مالک ہوا معزول کرنے کا اور دلالت میں نائب کرنے اور معزول کرنے دونوں کا مالک ہے جیسا نیچہ سلطان کے اس قول میں کہ ولی کر جسکو تو چاہے اور مبدل ان خلیفہ کر جسکو تو چاہے اسواسطے کہ قاضی القضاۃ وہ شخص ہے جو تصرف کرے قاضیوں میں ہر طرح منصوبانہ و معزول کرنے میں ہم غیر مفوض کو استخلاف میں اختیار نہیں اگرچہ استخلاف بعذر ہو مصنف نے استخلاف کی قید اسواسطے لگائی کہ قاضی کو توکیل اور ایصا جائز ہے بلا اذن سلطان بخلاف استخلاف اسواسطے کہ نائب قاضی وہ کر سکتا ہے جو توکیل اور وصی نہیں کر سکتا تو توقع فساد و نیابت قضا میں زیادہ ہے اور اگر قاضی نائب کو سماع بینہ اور شہادت کا امر کرے اور کتابت قرار کی عبارت نہ دے اور نہ حکم دینے کی تو اُسکے امر کے موافق کرے اور اُسکو حکم دینا جائز نہیں اور زیادتی میں ہے کہ نائب حکم کرے اُس گواہی پر جو قاضی کے روبرو ہوئی اور قاضی حکم کرے جو نائب کے روبرو گواہی ہوئی کذا فی الطحطاوی وبخلاف للمامور بالقامۃ الجمعۃ فانہ یستخلف بلا تفویض للاذن بالدلالۃ بغیر بخلاف اُس شخص کے جو مامور ہوا سلطان کی طرف سے جمعہ کی نماز پڑھانے کیواسطے اسواسطے کہ وہ خلیفہ کر سکتا ہے بدون تفویض کے بسبب اذن کے بنا بر دلالت حال کے کذا فی البحر بلکہ خیر ہم اسواسطے کہ جمعہ کا ایک وقت معین ہے تو اگر اسوقت کوئی عارضہ امام جمعہ کو عارض ہو تو جمعہ فوت ہو جاوے اور یہ ظاہر ہے کہ انسان فسٹانہ ہے آفات و بیماریوں کا لہو گا یا سلطان نے اُسکو نائب کیے تو میرا اذن دیا بنا بر دلالت کے اور یہ ممکن نہیں کہ سلطان کا انتظار کیا جاوے اسواسطے کہ جمعہ تاخیر الوقت کا تحمل نہیں بخلاف تاخیر سماع خصومت تا اذن سلطان کے وہ ممکن ہو اور ظاہر تعلیل جواز استخلاف بلا سبق مدت کو بھی مقتضی ہے چنانچہ خطیب اگر بیمار ہو جائے یا اُسکو کوئی مانع عارض ہو پھر دوسری جگہ دوسرے خطیب کو نائب کرے تو جائز ہے چنانچہ بحر الرائق میں ہے امام جمعہ کو استخلاف اسوقت جائز ہے جبکہ نائب نے خطبہ سنا ہو اور اگر خطبہ نہ سنا ہو تو جائز نہیں اسواسطے کہ سماع خطبہ شرط ہے انعقاد جمعہ سے ہے بخلاف اُس امام کے جسکا وضو ٹوٹا اور اُسنے اُسکو نائب کیا جو وقت خطبہ حاضر تھا تو وہ جائز ہوا اسواسطے کہ مامور یہاں بانی ہے مفتتح اور خطبہ شرط افتتاح ہے سو وہ درحقیقت اصل موجود ہے کذا فی الطحطاوی عن الفتح وما ذکرہ ملا خسرو قال فی البحر لا اصل لہ انتہا وفھم فھم من بعض العبارات قدموا فی الجمعۃ اور جو ملا خسرو نے در رمیں ذکر کیا بحر الرائق میں کہا کہ اُسکی کچھ اصل نہیں تو اُسکا فہم ہے جو بعض عبارات سے سمجھا ہے اور البتہ یہ گفتگو جمعہ میں مذکور ہو چکی ہم ملا خسرو نے کہا کہ خطیب کو استخلاف ابتداءً جائز نہیں بلا اذن انتہی یعنی بلا سبق مدت اور در صورت عدت جائز ہے تو استخلاف فی الصلوٰۃ کو اُسنے بغیر ضرورت جائز کہا اپنی شرح میں

کذا فی الطحطاوی و نائب القاضی المفوض الیہ کالمستنابۃ فقط کالعزل ثابت عن الاصل وھو السلطان وحینئذ فلا یعمل ان ینزلہ القاضی بغیر تفویض منہ للعزل ایضا کوکیل وکل وکذا لا ینعزل ایضا بعزل لہ ولا بموتہ کما بموت السلطان الخ لہ ایضا وعینی وابن ملک وعزمی فی الوکالۃ واعتمدہ فی الدرر والملتقی وفی البزازیۃ وعلیہ الفتوی وتمامہ فی الاشباہ وفی فتاوی المصنف وھذا ھو المعتمد فی المذھب حاصلہ کما فی ابن الشرنبلالیۃ المذھب ان قاضی کا نائب جسکو خط نائبگی کا معزول ہونے کا مالک منصب نہ تھا نہ معزول ہوتا ہے اس قاضی سے جسکو سلطان کیطرف سے اور اسوقت میں تو قاضی کے معزول کرنے کا مالک منصب نہ تھا نہ معزول کرنے سے سلطان کے معزول کرنے کو بھی مانند اس وکیل کے جسنے دوسرے کو یعنی یا اوس کو معزول کر دیا ہو مگر اوس وکیل کے معزول ہونے سے اوسکا معزول ہوجانا اوسکے عزل سے اور بیطرح نائب قاضی بھی معزول نہیں ہوتا قاضی کے معزول کرنے سے اور نہ اوسکی موت سے اور نہ سلطان کی موت سے بلکہ نائب کو سلطان کے معزول کرنے سے معزول ہوتا ہے چنانچہ ملا و عینی و ابن ملک نے کنز الدقائق میں کو کیا ہے اور در و ملتقی میں اسپر اعتماد کیا ہے اور ذخیرہ میں ہے کہ اسی پر فتوی ہے اور بزازیہ میں ہے کہ اسی پر اعتماد ہے اور مصنف کے فتاوی میں ہے اور یہی قول معتمد فی المذہب ہے وہ قول جو ابن نجیم نے ذکر کیا بسبب مخالف ہونے اقوال کے واسطے مذہب کے ہم نے نہیں ذکر کیا فائدہ یہ ہے کہ نائب قاضی ہمارے زمانے میں معزول ہو جاتا ہے کی معزولی اوموت سے کذا فی الطحطاوی عن المنح و نائب غیرہ ای غیر المفوض الیہ کما مر فقط عزلہ وفی غیبتہ واجازتہ القاضی بحضرۃ شھود یعلمون بالعزل وھو نفوذ یتبعہ واجازۃ لا ان کان المقصود حصول الرائد بحر قال فی ردہ یعلم دخول القضاء فی الفضولی فی القضاء اور غیر قاضی مذکور کا نائب یعنی جسے قاضی نے نائب کیا سلطان کیطرف سے مفوض نہیں اسکا نائب اگر فیصلہ کرے قاضی کے روبرو یا قاضی کی غیبت میں فیصلہ کرے اور قاضی اسکو جائز رکھے تو نائب کا فیصلہ صحیح ہے اگر نائب بالعزل موقوف کا یعنی اگر قبل یا بحضور قاضی کے المعزول یا کافر ہو تو صحیح نہیں بلکہ اگر شخص اجنبی یا خود قاضی اگر غیر نوبت قضا میں فیصلہ کرے اور بعد قاضی ہونے کے اسکو جائز رکھے تو جائز ہے اسواسطے کہ مطلق نوابت اسکی رائے حاصل ہوتا ہے اور وہ ان صورتوں میں حاصل ہے کذا فی البحر صاحب بحر نے کہا اور اس سے معلوم ہو گیا فضولی کا داخل ہونا قضا میں فقط مسئلہ ملحقہ شارح کا فی الاشباہ والمنظومۃ المحبیۃ لو فوض لعبد فوض لغیرہ صح ولو حکم بنفسہ لم یصر ولو حق فقضی صح بخلاف صبی یعنی اشباہ اور منظومہ محبیہ میں ہے کہ اگر سلطان نے غلام کو عہدۂ قضا مفوض کیا اور اسنے غیر شخص کو جو لیاقت قضا رکھتا ہے قضا تفویض کی تو صحیح ہے اور اگر غلام نے خود بحکم کیا صحیح نہیں اگر غلام مذکور آزاد ہو جائے اسنے حکم کیا تو صحیح ہے بخلاف صبی کے جو بالغ ہوا ہے صاحب اشباہ نے احکام صبیان میں نزازیہ سے نقل کیا کہ سلطان یا قاضی نابالغ کو مقرر کرے پھر جبکہ وہ بالغ ہو تو تقلید جدید کی حاجت ہے انتہی اور اسنے قاضی کا ذکر نہیں کیا مگر مفہوم والی میں قاضی بھی داخل ہے کذا فی الطحطاوی واذا رفع لیہ حکم قاضی خرج المحکوم لہ دخل المیت والمعزول والمخالف لرائہ کلہ نکرۃ فی سیاق الشرط فیعم فافھم الخ قیدہ اتفاقی اذ حکم غیرہ کذلک کذا فی ابن کمال نفذ ان لزم الحکم والا یقضاء اور جبکہ مرافعہ ہو قاضی کیطرف دوسرے قاضی کے حکم کا تو اسکو نافذ کر دے یعنی اوسکے حکم کو اور عمل بمقتضائے حکم کو یعنی اپنے حکم سے اوسکے حکم کو نافذ اور لازم کر دے شارح نے کہا قاضی کی قید سے حکم نکل گیا اور قاضی میت اور قاضی معزول اور وہ قاضی جسنے اپنے مذہب کے خلاف حکم کیا داخل ہو گیا اسواسطے کہ لفظ قاضی نکرہ ہے سیاق شرط میں تو عام ہوگا جمیع انواع نکرہ کو سوا اسکو سمجھ لے اور دوسرے قاضی کی قید اتفاقی ہے اسواسطے کہ حوزہ اس قاضی کا حکم قبل اسکے یعنی قبل مرافعہ ایسا ہی ہے یعنی اپنے حکم کو بھی بعد مرافعہ جاری کرنا چاہیے کذا ذکرہ ابن کمال حکم کو اسواسطے نکالا کہ اگر اوسکے حکم کا مرافعہ ہو قاضی کے پاس تو اگر قاضی کے مذہب کے موافق ہو تو جاری کرے اور اگر موافق نہ ہو تو باطل کرے اسواسطے کہ محکم کا حکم رافع خلاف نہیں ہے تا چنانچہ باب التحکیم میں آویگا اور عموم قاضی میں اہل یعنی کا قاضی بھی داخل ہے اسواسطے کہ قاضی اہل عدل اوسکے حکم کو نافذ کرے بشرطیکہ اہل عدل کے موافق ہو قہستانی میں منتقی سے منقول ہے کہ قاضی ثانی پر قاضی اول کا حکم جاری کرنا واجب ہے تو وہ اوسکو رد نہیں کر سکتا اور اگر رد کرے تو قاضی ثالث قاضی اول کے حکم کو جاری کرے اور ثانی کے رد کو رد کرے کذا فی الطحطاوی وبہ جزم فی عامۃ بالخلاف الفقہاء وعلیہ فلو لم یعلم یحتمل قضاءہ وھو یضمر الثانی فی ظاھر المذھب فیلزم عینی وابن کمال قاضی ثانی قاضی اول کا حکم نافذ کرے بشرطیکہ حکم عہدہ فیہ ہو یعنی جس امر میں مجتہدوں کا اختلاف ہو اور ہر قول مستند بدلیل ہو اور قاضی جانتا ہو کہ عین فقہا

یعنی مجتہدون کا اختلاف ہو تو اگر قاضی نہ جانتا ہو اختلاف مجتہدین کو تو اُسکی قضا جائز نہیں اور نہ قاضی ثانی اُسکو جاری کرے ظاہر مذہب مین کذا ذکرہ الزیلعی والعینی
واین کمال اھ خلاصہ مقام یہ ہے کہ جب قاضی نے امر مجتہد فیہ مین اُسکو مختلف یہ جانکر حکم کر دیا تو وہ مجمع علیہ ہو گیا تو دوسرے قاضیکو اُسکی تنفیذ واجب ہے یہ اُس صورت مین ہے جبکہ
قاضی نے اپنے مذہب کے موافق حکم کیا اور اگر اپنے مذہب کے مخالف حکم کیا تو اگر نسیان مذہب سے حکم کیا تو امام کے نزدیک قاضی ثانی اُسکو جاری کرے اور اگر عمداً حکم کیا تو
اسمین دو روایتین مین یعنی تنفیذ اور عدم تنفیذ اور صاحبین کے نزدیک نسیان اور عمد دونون صورتون مین اُسکا حکم نافذ نہ کرے اسواسطے کہ اُسنے اُسکا حکم کیا جو خود
اُسکے نزدیک خطا ہو اور فتوی صاحبین کے قول پر ہے کذا فی شرح الوقایہ طحطاوی نے کہا یہ مجتہد قاضی کے حق مین محمول ہے قنیہ مین ہے کہ قاضی مقلد جب اپنے مذہب کے
مخالف حکم کرے تو نافذ نہو گا اور فتح القدیر مین ہے کہ فتوی صاحبین کے قول پر ہے اسواسطے کہ مجتہد فیہ مین اپنے مذہب کے مخالف سہواً یا عمداً قضاءً نافذ نہین اسواسطے
کہ جو اپنا مذہب عمداً چھوڑتا ہے تو خواہشِ باطل ہی سے چھوڑتا ہے نہ قصد جمیل سے اور باغی کی قضا اسواسطے نافذ نہین کہ مقلد نے اُسکی تقلید نہین کی مگر اُسکے مذہب
کی جہت سے نہ اُسکے غیر کے مذہب سے اور یہ سب مجتہد قاضی کے حق مین ہے اور قاضی مقلد کو تو سلطان نے اتنے واسطے قاضی کیا ہے تا وہ ابو حنیفہ کے مذہب پر مثلاً نسیان ۱۲ منہ
حکم کرے اور وہ خلاف نہین کر سکتا تو وہ بہ نسبت حکم مخالف معزول ہو گا انتہی اور بحر الرائق مین دعوی کیا کہ مقلد قاضی جب غیر کے مذہب پر حکم کرے یا روایت ضعیفہ
یا قول ضعیف پر حکم کرے تو نافذ ہو اور اُسکی قوی تر دلیل وہ ہے جو نہر الفائق مین ہے کہ اگر قاضی مجتہد نہو اور فتوی لیکر اپنے مذہب کے مخالف حکم کرے تو نافذ ہو گا اور دوسرے قاضی
کو نقض حکم جائز نہین محمد کے نزدیک خود اُس قاضی کو اپنا حکم توڑنا جائز ہے اور ابو یوسف کے نزدیک جائز نہین انتہی ثانی الزازیہ اور جو فتح القدیر مین ہے وہی قول معتمد علیہ ہے
مذہب مین الزازیہ کا قول صاحبین کی ایک روایت پر محمول ہے اسواسطے کہ نہایت کار یہ ہو کہ قاضی مقلد جسنے اپنے مذہب کے مخالف حکم کیا بمنزلہ اُس قاضی مجتہد کے
ہو جسنے لسان سے اپنے مذہب کے مخالف حکم کیا اور مجتہد مین صاحبین سے روایت قوی مذکور ہو چکی کہ حکم اسکا نافذ نہین تو مقلد کی قضا بطریق اولی نافذ نہو گی کذا
فی النہر والحموی شرنبلالی نے کہا اور برہان مین بھی فتح القدیر سے بھی منقول ہے پھر شرنبلالی نے کہا کہ یہ حق صریح ہے جسکو دانتون سے پکڑ لینا چاہیے انتہی کلام طحطاوی
لکن فی الخلاصۃ ویفتی بخلافہ وکان تیسیرا فلیحفظ لیکن خلاصہ مین ہے کہ خلاف اُسکے فتوی دیا گیا اور گویا کہ یہ فتوی آسانی کر دینے کیواسطے ہے تو اُسکو
یاد رکھنا چاہیے اھ خلاف اسطے فتوی دیا گیا ہو یعنی قضا علی الخلاف نافذ ہے خواہ قاضی اُس مسئلے مین اختلاف مجتہدین کو جانتا ہو یا نہ جانتا ہو ابن الغرس نے کہا
تو اگر یہ مدیریہ مین ہے کہ مین کہتا ہون لائق یہ ہے کہ علم بالاختلاف کو شرط نفاذ نہ کیجیے خصوصاً ہمارے زمانے مین اسواسطے کہ ہمارے زمانے کے قاضیون کو اپنے مذاہب کی
معرفت حاصل نہین ہو جاتے علم بمذاہب یعنی مجتہدین پھر اُسنے خلاصہ سے روایت مذکورہ کو نقل کیا انتہی طحطاوی نے کہا مذکور ہو چکا کہ یہ بعینہٖ اشتراط علم مذاہب مجتہدین
قاضی مجتہد کے حق مین ہے یعنی جب یہ ثابت ہوا کہ علم مذاہب مجتہدین کی لازم ہے نہ مقلد کو تو اختلاف زمانہ کے عدم علم کا ذکر کرنا بے محل ہوا اسواسطے کہ قضاۃ زمانہ مقلد
محض ہین نہ مجتہد بعد دعوی صحیحۃ من خصم علی خصم حاضر یعنی بعد دعوی صحیح کے ایک خصم سے دوسرے خصم حاضر پر حکم طلبی نے کہا بعد دعوی ظرف ہے الزم کا
یعنی قاضی حکم کو لازم کرے بعد دعوی صحیح کے جو صادر ہوا ہو اُسکے سامنے یعنی قاضی ثانی کے روبرو انتہی طحطاوی نے کہا بہتر یہ ہے کہ ظرف مذکور کو ماتن کے قول یعنی
حکم قاضی کی طرف راجع کیجیے یعنی قاضی ثانی قاضی اول کا حکم اُسوقت نافذ کرے جبکہ قاضی اول کا حکم دعوی صحیح کے بعد واقع ہوا ہو اور احضار شہود اصل شرط نہین بلکہ
ثبات قضا، قاضی کافی ہے نزازیہ مین ہے کہ ایک شہر کے قاضی نے ایک مرد پر مال کا حکم کیا اور سجل لکھدی پھر قاضی مر گیا اور مدعی نے اپنے خصم محکوم علیہ کو دوسرے قاضی
کے پاس حاضر کیا اور قضاء اول کی ثابت کیا تو قاضی ثانی زید سے اُس سے مال لاوے بشرطیکہ پہلا حکم صحیح ہو اور ضرور ہے نامہ لینا قاضی کا اور بیان اُسکے نسب کا انتہی وکان اعتماد
فیما علمہ بخطہ غیر بحر اور اگر ایسا نہین ہے تو یہ افتا ہے تو اپنے مذہب پر حکم کرے نہ غیر کے کذا فی البحر اھ طلبی نے کہا کہ حکم سے سوا افتا ہے بقرینہ قولہ کان افتاءً اور اسواسطے
کہ بدون دعوی حکم نہین ہوتا انتہی طحطاوی نے کہا کہ بہتر یہ ہے کہ کان افتاءً حکم اول کی طرف راجع ہو جو بدون دعوی صحیح صادر ہوا انتہی خلاصہ مطلب طلبی یہ ہوا کہ اگر قاضی ثانی
کے روبرو دعوی صحیح واقع نہو تو یہ افتا ہو یعنی طلب فتوی ہو نہ طلب قضا تو قاضی ثانی اپنے مذہب کے موافق فتوی دے اور قاضی اول کے حکم کو جاری نہ کرے اور حاصل

مضمون مطاوی یہ ہو کہ جب قاضی اول کا حکم صادر ہوا بلا دعوی صحیح تو وہ انعقاد نہ قضا تو اب قاضی ثانی اپنے مذہب کے موافق حکم کرے و سیجئ اخر الکتاب فانہ اذا تعارض فی حکمہ الاول طلب شیخ الاصل اور آخر کتاب یعنی مسائل شتی میں قبل کتاب الاقرار میں کے مسئلہ مذکورہ آویگا اور یہ آویگا کہ جب قاضی ثانی کو ترجیح اور شبہہ پڑے قاضی اول کے حکم میں تو اسکو اختیار ہو کہ اصل کو طلب کرے ھو ارتیاب کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر اسکو شک نہ پڑے تو اس سے متعرض نہو کذا فی الحلبی قال وبہ عرف ان ما فی زماننا لا اعتبار لہ ماذکر صاحب بحر نے کہا اور اس سے یعنی شرائط صدر دعوی سے معلوم ہوا کہ ہمارے زمانے کے تنفیذات معتبر نہیں سبب یہ کہ نے اس چیز کے جو بلا دعوی ہو چکی ھو یعنی قاضی ثانی کا جاری کردینا اسواسطے معتبر نہیں کہ بلا دعوی اور بلا حادثہ وہ جاری کردیتا ہے اسطرح پر کہ صاحب واقعہ گواہ گذرانتا ہے قاضی کے حکم پر تا قاضی ثانی اسکو لکھدے کہ قاضی اول کا حکم اسکو ملا اور اسنے اسکو نافذ کردیا چنانچہ بحر الرائق میں ہے کہ میں کہتا ہوں اور گاہی یہ لکھدیا جاتا ہے کہ قاضی اول کے ثبوت پر بدون اثبات قضاء اول کذا فی الطحطاوی وقد تعارف فی زماننا القضاء بالموجب اور البتہ رائج ہو گیا ہے ہمارے زمانے کے قاضیوں میں قضا بالموجب یعنی ہو سبب حکم کرنا ھو شارح نے قضا بالموجب کا مسئلہ نہر الفائق سے نقل کیا اور صاحب نہر نے ابن غرس سے مزید توضیح کیا اسطرح اصل سے نقل کرنا چاہیئے ابن غرس نے فوائد میں کہا قضا بالموجب کا ذکر سلف میں موجود نہیں سلف میں قول صریح فیصلے ہوتے تھے مثلاً یوں کہتے تھے کہ فلانے کیواسطے گھر کا فیصلہ ہوا یا گھوڑے کا یا تسلیم میں صحیحہ کا حکم یا قبض میں کا حکم سو اکر تا تھا وغیرذلک اسطرح حکم صریح ہونا اصل ہے اس باب میں پھر قضا بالموجب متعارف ہو گئی بوسعت اور آسانی کیواسطے پھر تو یہودی کی برہان تک کہ سبب پہونچ کر جو قاضی کے موجب کے مدلول اور معنی سے آگاہ ہو یعنی سمجھتا ہو کہ میں نے حکم بالموجب کیا انتہی ملخصاً موجب لغت میں اسکو کہتے ہیں جسکو کوئی شئی واجب کرے اور اسکو مقتضی ہو اور اصطلاح شرعی شارح بیان کرتا ہے کذا فی الطحطاوی وھو عبارۃ عن المعنی المتعلق بما اضیف الیہ فی ظن القاضی شرعاً من حیث انہ یقتضی بقاءہ وموجبات ہر معنی متعلق بالعقد سے جو کہ عند کہ شرعاً مضاف اور منسوب ہو موجب کیطرف قاضی کے ظن میں جس حیثیت سے کہ قاضی اسکا حکم کرتا ہے ھو مثلاً اسکی یہ ہو کہ ایک شخص نے بیع صحیح کی اور قاضی نے اسکے موجب کا حکم کیا تو اس بیع کا موجب اس صورت میں مقتضائے بیع ہو یعنی خارج ہونا مبیع کا بائع کی ملک سے اور داخل ہونا اسکا مشتری کی ملک میں وتسلیم اور تسلم ثمن اور ثمن میں الی غیر ذلک من مقتضیات البیع و لوازمہ تو یہ معنی محکوم بہ ہو مضاف اور منسوب ہو بیع کیطرف اور متعلق بالبیع ہو قاضی کے ظن میں شرعاً وہی موجب ہو بیان اور اسی کو مقتضی ہو اور حیثیت قضا کی قید سے وہ صورت نکل گئی کہ مثلاً قاضی حنفی المذہب نے بیع ارض کی صحت اور اسکے موجب کا حکم کیا تو اس حکم سے شفعہ ہمسایہ کا ثابت نہوگا اگرچہ شفعہ موجب بیع سے ہو اسواسطے کہ دعوی شفعہ حکم کیوقت موجود نہیں اور قاضی کو اسکا وجدان بھی نہیں تو یہ موجب متعلق بالحکم نہوا اس راہ سے کہ قاضی نے اسکا بھی حکم کردیا قال کذا فی الطحطاوی فاذا حکم حنفی بموجب بیع المدبر کان معناہ الحکم ببطلان البیع سو جب کاضی حنفی نے بیع مدبر کے موجب کا حکم کیا تو مطلب اسکا حکم ببطلان بیع کا ھو یعنی ایک شخص نے اپنے غلام مدبر کو بیچا پھر اس بیع میں تنازع واقع ہوا اور معاملہ حنفی قاضی کے پاس رجوع ہوا اور قاضی نے اس کے موجب کا حکم کیا تو یہ حکم صحیح ہوگا اور مطلب اسکا یہ ہوگا کہ یہ بیع باطل ہے اور موجب اس صورت میں وہ معنی ہے جو اس بیع محکوم بہ کیطرف مضاف ہے شرعاً قاضی کے ظن میں یعنی اس بیع کا باطل ہونا کذا فی الطحطاوی ولو قال الموثق وحکم بعقضاہ لا یصح کان الشئ لا یقتضی بطلان نفسہ اور اگر موثق یا قاضی نے کہا کذا فی الطحطاوی اور بیع مدبر کی مقتضا کا حکم کیا تو حکم صحیح نہوگا اسواسطے کہ شئ اپنی ذات کے باطل ہونے کو مقتضی نہیں ہوتی ھو یعنی اگر قاضی یا موثق یوں کہے کہ میں نے بیع مدبر کی مقتضا کا حکم کیا تو حکم صحیح نہوگا اسواسطے کہ بیع مدبر کا کوئی مقتضا نہیں حنفی کے نزدیک حکم باطل ہے معنی ہو اور اگر قاضی شافعی اسکی صحت کا حکم دے سکتا ہے اور جو حنفی قاضی نے کیا وہ فعل شافعی کو نافع نہیں ہو سکتا اسواسطے کہ مدبر کی بیع حنفی کے نزدیک باطل ہے تو بمقتضائے بیع مدبر حکم متوجہ نہوا اسواسطے کہ اس بیع کا کچھ مقتضا ہی نہیں اسواسطے کہ بیع اپنی ذات کے بطلان کو مقتضی نہیں کذا فی الطحطاوی عن النہایہ کذا فی الحلبی اھ وھذا ظہر ان الحکم بالموجب اعم من ان یکون مقتضی او لا ھو اور تقریر گذشتہ سے ظاہر ہو گیا کہ حکم بالموجب عام تر ہے حکم بالمقتضی سے کذا فی النہر ھو نہر الفائق کی عبارت مختصرہ سے بتائید ظاہر ہوتا ہے اور عموم تو ابن غرس کی عبارت سے ظاہر ہوتا ہے ابن غرس خواہ کہیں کہ لازم یہ بتاتا ہے کہ بیان حکم میں موجب اعم ہے مقتضا سے تو موجب صادق آتا ہے بدون مقتضا کی قضا کے بعضی صورتوں میں چنانچہ بیع المدبر کی

صورت میں انتہی اور موجب استفتاء مجمع ہو جانے میں بیع صحیح کی قضا بالموجب میں جو کچھ اول مذکور ہو چکا فوائد مدیریہ میں کہا حاصل یہ کہ موجب یہاں مقتضا کے ساتھ صادق آتا ہے اور بدون مقتضا بھی اور صورت صدق اکثر اور غالباً استعمال ہی فلہذا متبادر ہوتا ہے کہ موجب نے مقتضا میں تساوی کی نسبت ہی انتہی آخرہ ماقال کذا فی الطحطاوی کاھا ملخصاً عن دلیل مجمع۔ درصورت مرافعہ قاضی ثانی کے حکم کو قاضی ثانی نافذ کرے مگر جو کہ معراج ہو دلیل سے اسکو جاری نہ کرے کذا فی المجمع ہم صاحب مجمع نے اسکو بعد کتاب اور سنت اور اجماع کے ذکر کیا۔ مراعن البرہان کی ایک عبارت یہ ہے کہ قاضی سقوط دین کا حکم کرے جبکہ چند سال صاحب دین مطالبہ نہ کرے کذا فی الطحطاوی واو خالف کتابا اھ یخالف فی تادیہ السلف کمتروک التسمیۃ یا قاضی اول کا حکم مخالف قرآن مجید ہو جسکی تاویل میں سلف کا اختلاف نہیں کما چنانچہ متروک التسمیہ یعنی قضا بفروج متروک التسمیہ عمداً ہم سلف سے مراد وہ علماء ہیں جو امام شافعی سے سابق تھے دریافت کرنا چاہیے کہ امام شافعی کے نزدیک جو متروک التسمیہ عمداً حلال ہو اسکا کھانا اور بیع اسکی صحیح ہو اور ہمارے نزدیک متروک التسمیہ عمداً حلال نہیں نہ اسکی بیع صحیح ہی بدلیل آیت قرانی (ولا تاکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ) اور نہ کھانا اور حلال ہونا جس پر اللہ کا نام نہیں لیا گیا کذا فی الطحطاوی چونکہ نہ مذہب شافعی متروک التسمیہ میں ظاہر آیت مذکورہ کے موافق نہیں لہذا اگر شافعی قاضی اسکی صحت بیع کا حکم کر دیگا تو حنفی حنفی اسکو باطل کر دیگا اور سنۃ مشہورۃ کتعلیل بلالا وطی لما فسخ حدیث العسیلۃ المشہور یا قضا سنت مشہورہ کے مخالف ہے چنانچہ علۃ مثلثہ کی تحلیل بدون وطی کرنے زوج ثانی کے سبب مخالف ہونے اس قضا کے حدیث عسیلہ سے جو مشہور ہے حضرت سعید بن مسیب کا یہ مذہب ہے کہ مطلقہ ثلثہ کی تحلیل بدون وطی کے ہو جاتی ہے بدون اسکی وطی کے تو اگر کوئی اس مذہب کے حکم دے تو قاضی ثانی اسکو نافذ نہ کرے کہ حدیث مشہور کے مخالف ہے اور یہی حکم ہے حدیث متواتر کے مخالف کا جیسا کہ کہا مشہور کی قید سے حدیث غریب خارج ہوا اور اجماعاً محل استشہاد اجماع صحابہ علی فساد ہ کبیع ام الولد علی ما ظہر وقیل یتفذ علی الاصح یا قضا مخالف اجماع ہو چنانچہ جملت منعہ کا حکم دینا بسبب اجماع ہونے صحابہ کرام کے اسکے فساد پر اور جیسے ام ولد کی بیع بنا بر قول اظہر اور بعضوں نے کہا کہ ام ولد کی بیع کا حکم نافذ ہو بر قول اصح ہم داؤد ظاہری کا یہ مذہب ہی کہ ام ولد کی بیع صحیح ہو تو اگر قاضی بصحت بیع کا حکم کرے تو قول اظہر پر نافذ نہ ہوگا اور اسی پر فتوی ہی اور یہی قول ہی محمد کا اسواسطے کہ اجماع متاخر خلاف متقدم کا رافع ہی اور شیخین کا یہ مذہب ہی کہ قضا مذکور نافذ ہو کیونکہ اجماع متاخر خلاف متقدم کا رافع نہیں تا بعض صحابہ یہ کہی تفصیل لازم نہ آوے اور قسم القسم یہ ہو کہ قضا مذکورہ دوسرے قاضی کے جاری کرنے یا باطل کر دینے پر موقوف ہو بایں معنی کہ اگر قاضی ثانی اسکو بجتہدیہ جانتا ہو تو اسکو جاری کرے اور اگر اسکا عقیدہ ہو کہ یہ اجتہاد کی حد سے نکل گیا اور موافق علیہ ہو گیا تو جاری نہ کرے بلکہ رد کر دے کذا فی الطحطاوی ومن ذلک ما وقفی بشاھد ویمین المدعی فی القضاء للحدیث المشہور البینۃ علی من ادعی والیمین علی من انکر اور بجملہ احکام غیر نافذہ کی یہ صورت ہے کہ قاضی ایک گواہ اور مدعی کی قسم سے فیصلہ کرے بسبب مخالف ہونے اس قضا کے اس حدیث مشہور سے کہ گواہ اور قسم اسپر ہی جو دعوی کرے اور قسم اسپر ہی جو منکر ہو او بقضا ما یتعلق بالولی واحد من اھل المحلۃ یا قضا کا حکم دینا بسبب متعین کر دینے ولی مقتول کے ایک شخص کو اہل محلہ سے ہم جنسے علماء نے کہا کہ یہ مالک اور شافعی کا قول قدیم ہی کہ جب مدعی علیہ میں اولیاء مقتول میں عداوت ظاہر ہو اور اسکی عداوت غیر مدعی علیہ سے معلوم نہ ہو بلکہ مدعی علیہ محلہ میں موجود ہو اور عداوت قتل قریب ہو تو قاضی قسم لے ولی مقتول سے اسکے دعوی پر پھر جب قسم کھالے تو اسپر قصاص کا حکم دے اور ہمارے نزدیک اسمیں وجہ اور مسائلہ ہم تو جب قاضی قصاص کا حکم دے اور اسکا مرافعہ ہو دوسرے قاضی کے پاس تو اسکو باطل کرے کیونکہ یہ قضا مخالف اجماع ہی کذا فی الطحطاوی عن العالمگیریۃ او بصحۃ النکاح للمتعۃ او الموقت یا قاضی نکاح متعہ یا نکاح موقت کی صحت کا حکم دے تو قاضی ثانی نافذ نہ کرے او بصحۃ بیع عبد معتق البعض یا غلام معتق البعض کی صحت بیع کا حکم دے ہم خصاف نے ذکر کیا کہ قاضی ثانی اسکو جاری نہ کرے شمس الائمہ حلوانی نے مشائخ سے نقل کیا کہ جو خصاف نے ذکر کیا سو بعض اصحاب سے کچھ منقول نہیں اور اگر خصاف کا قول نہ ہوتا تو ہم کہتے کہ قاضی ثانی اسکو جاری کرے کیونکہ یہ قضا ہی فصل مجتہد فیہ میں کذا فی الطحطاوی او بسقوط الدین بمضی سنین یا حکم دے سقوط دین کا چند سال کے گذر جانے سے او بصحۃ الطلاق الدور او بقاء النکاح کما عرفی بابہ یا قاضی صحت طلاق دور کا اور بقاء نکاح کا حکم دے چنانچہ مذکور ہو چکا طلاق دور کا مسئلہ کتاب الطلاق کے باب بین و قضاء لعبد و صبی مطلقا

ف یعنی جان لو کہ یہ مسئلہ کہ قاضی ثانی کو اختیار ہی کہ اسکو جاری کرے یا باطل کر دے جبکہ اول کا حکم ہو دوسرا مسئلہ ہی کہ قاضی ثانی کو اختیار نہیں کہ اسکو جاری کرے یا باطل کر دے جبکہ اول کا حکم ہو اور یہ مسئلہ اول سے جدا ہی اور اسکو اول سے ملانا غلط ہی اور اسکو اول کے ساتھ ملانا اور اسکو اول کے ساتھ ایک ہی مسئلہ سمجھنا غلط ہی

اور قضاء علام اور صغیر کی طرف نافذ نہیں ہوتی خواہ حر یا حکم کرنے والا علام یا نابالغ صغیر یا صغیر مسلم یا کافر ذمی یا حربی اور قضاء کافر ذمی مسلمان پر ہمیشہ اور یا نابالغ اُسکے خلاف نفاذ میں فرق بین الزوجین بشہادۃ المرضعۃ کا ہمیشہ نفاذ فی الکل

گواہ مقبول ہونگے۔ عورت کے اور صاحبین کا بھی یہی قول ہے انتہی کذا فی الطحطاوی فاستثنی محشوھا من الاول مسائل منھا ادعیاہ میراثا فلا یسقط بالتاریخ اور اشباہ کے محشیوں نے مستثنے کیا ہے چند مسائل کو اول سے یعنی یوم موت سے جو داخل قضا نہیں ذا بخلاف یہ کہ وہ محشیوں نے ایک چیز مین میراث کا دعوی کیا تو اسکے واسطے ہی جسکی تاریخ سابق تر ہو ہم سے مخفی نہ رکھنا ہے کہ یہ چیز میری ہی مین نے اسکو اپنے باپ سے میراث مین پایا ہے اور وہ چیز تیسرے شخص کے قبضے مین ہو تو یہان تاریخ متقدم کا اعتبار ہوگا اور اگر دونون نے تاریخ نہ کورنہ کی یا دونون نے ایک ہی تاریخ بیان کی تو وہ چیز دونون مین نصفا نصف ہوگی کذا فی الطحطاوی برھن الوکیل علی وکالتہ محکوم بھا فادعی المطلوب بموت الطالب صح الدفع قبض مین کے وکیل نے اپنی وکالت گواہی سے ثابت کی اور ثبوت وکالت کا حکم ہوگیا پھر یہ دیون مطلوب نے دا مین طالب کی موت کا دعوی کیا یعنی طالب مرگیا لہذا تو کیل کے دفع صحیح ہے یعنی وکیل اب مطالبہ نہین کرسکتا اسواسطے کہ موکل کی موت سے وکیل کیواسطے حق قبض باقی نہین رہتا طحطاوی نے کہا بیان حکم کہان ہوچکیے کہ یوم الموت تحت الحکم داخل نہین یہ تو فقط دفع ہے دعوے کا یوھن الدفع دعوی ان ابیہ مثلا سنۃ و برھن ذو الید علی موتہ منذ سنتین یستشھد فی تسعی گواہ لایا کہ اسنے فلانی چیز کو ذو الید کے باپ سے خرید کیا ایک سال سے اور ذو الید گواہ لایا اپنے باپ کی موت پر دو سال سے تو موت کی گواہی مسموع نہوگی اور دوسرا قول یہ ہے کہ مسموع ہوگی ھم استثنا نیطر قولی فی ہی اور رد سماع عن فقہ کا قول ہے قنیہ مین ہے کہی قول صواب ہے کذا فی الطحطاوی و سرہ ان القضاء بالبینۃ عبارۃ عن رفع النزاع والموت من حیث انہ موت لیس محلا للنزاع لا یرتفع بالبینۃ بخلاف القتل فانہ من حیث ھو محل للنزاع کما لا یخفی اور چونکہ اسکا یعنی موت اور قتل کے فرق کی حکمت کا یہ ہے کہ قضا بالبینۃ عبارت ہے رفع نزاع سے اور موت اسلیے کہ موت ہی محل نزاع نہین کہ نزاع مرتفع ہو اثبات موت سے یعنی موت سے کوئی حکم متعلق نہین اور میراث کا سبب منعقد ہی موت سے پہلے تو صورت کہ موت ہوگی مال اسکا وارث پائیگا بلا خصوصیت زمانہ موت بخلاف قتل کہ وہ من حیث القتل محل ہی نزاع کا جنایہ بخطی نہین ھم اجناس مین ہے کہ فرق دونون مین فرق بیان کیا ہے اسطرح کہ قتل سے حق لازم متعلق ہوتا ہے اور موت مین کوئی لازم نہین توضیح اس اجمال کی یہ ہے کہ قتل نظلم خالی نہین قصاص یا دیت سے اور عورت کے گواہ مقبول کرنا نکاح ہر زمان متاخرین مین چنانچہ مسئلہ سابقہ مین مر کور ہو چکا اسقاط ہے اسکا جو قتل سے لازم ہوا کیونکہ یہ نہین ہوسکتا کہ آدمی مقبول ہو ایمان سابق مین پھر زندہ باقی رہے اور نکاح کرے خلاصہ یہ ہے کہ ثبوت قتل چونکہ حق لازم کا متضمن ہی تو عورت کے گواہ لائق اعتبار کے نہونگے بواسطہ تضمن اسقاط حق لازم اولیاء کے گواہ باپ کی موت پر ایسے نہین اسواسطے کہ یہان عورت کے گواہ تضمن اسقاط حق ابن نہین لہذا سیلیے کہ ابن وارث ہوتا ہی زوجہ کے ساتھ جسطرح حالت انفراد مین وارث ہوتا ہی تو دونون گواہیون مین باب تعارض نہوا اسکے اسقاط اور اثبات مین لہذا عورت کے گواہ یہان مقبول ہونگے کذا فی الطحطاوی وینفذ القضاء بشھادۃ الزور ظاھرا و باطنا و نافذ ہو قاضی کا حکم کذب کی گواہی سے ظاہرا اور باطن مین ھم امام کے نزدیک اگر مدعی بواسطے سبب معین دعوی کرے اور جھوٹے گواہ لاوے اور قاضی تحلیل یا تحریم کا حکم کرے تو قضا نافذ ہو ظاہرا اور باطن مین کذا فی الفتح نفاذ ظاہر کے مر لویہ ہی کہ اگر مثلا مدعی نے ایک عورت کے نکاح کا دعوی کیا تو قاضی عورت کو مدعی کے سپرد کرے اور عورت سے کہے کہ اپنی ذات کو تسلیم کرے کہ وہ تیرا زوج ہی اور نفقہ وغیرہ لوازم زوجیت کا حکم کرے اور نفاذ باطن سے مراد یہ ہی کہ مرکوحہ علی اور عورت کیلئے عند اللہ حلال ہی اسواسطے کہ رجال غلامین اللہ تعالی کے اور نساء لونڈیان ہیں پس مولی کو ولایت جبار ثابت ہی اپنے مملوکون کے نکاح مین اور ولایت اللہ تعالی کی کامل تر ہی زوجین کی ولایت سے اپنی ذاتون پر کذا فی الطحطاوی یعنی قاضی نائب ہی شارع کا اور مامور ہی شہادت کے سماع کا اور قضا بالنکاح گویا عقد جدید کا انشا ہی شارع کی جانب سے حیث کان المحل قابلا والقاضی غیر عالم بزورھم قضا نافذ ہی بشرطیکہ محل قابل حکم کے ہو اور قاضی گواہون کے زور کو نہ جانتا ہو ھم محل قابل کی قید اسواسطے لگائی کہ عورت کیسی منکوحہ ہو یا معتدہ یا مرتدہ یا مدعی کی محرم ہو بسبب مصاہرت یا رضاع کے تو قضا نافذ نہی کیونکہ محل قابل انشاء نکاح نہین بحر الزانی بن فتاوی الصغیر ہے ہی کہ اگر قاضی کو زور شہود کا عالم ہو تو قضا نافذ نہوگی کذا فی الطحطاوی فی العقود کبیع و نکاح و الفسوخ کاقالہ و طلاق لقول علی رضی اللہ عنہ شاھد الزور ینعاقب قضا بشہادت دروغ نافذ ہی عقود مین مانند بیع اور نکاح کے اور فسوخ مین مانند اقالہ اور طلاق کے

وطلاق کے بدلیل قول علی رضی اللہ عنہ کہ تیرے دونوں شاہدوں نے تیرا نکاح کردیا عورت یا مامہ کی دلیل ہے مروی ہے کہ ایک دن عورت پر نکاح کا دعوی کیا علی مرتضی رضی اللہ عنہ کے سامنے اور دو گواہ اُسنے قائم کیئے تو آپ نے دونوں میں ثبوت نکاح کا حکم کیا تو عورت نے کہا یا امیر المؤمنین اگر مجبوری اور ناچاری ہے تو میرا نکاح اُس سے کردیجئے تو علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تیرے دونوں شاہدوں نے تیرا نکاح کردیا تو اگر وہ دونوں میں نکاح منعقد نہ ہوجاتا آپ کی قضاسے تو آپ جدید نکاح سے استمتاع نہ کرتے یا وجود یکہ عورت طلب نکاح کرچکی تھی اور مرد راغب تھا اور البتہ اسمیں دو نوں کا محفوظ رہنا تھا زنا سے اور شہود بلاشبہہ کاذب تھے پس قصہ مذکورہ کذا فی البدیع کی صورت یہ ہے کہ مشتری نے غیر پر دعوی کیا کہ اُسنے اس لونڈی کو اُسی سے بیچا اور بائع نے انکار کیا سو مدعی نے شہود زور قائم کیئے سو قاضی نے لونڈی کا حکم کیا مشتری کیواسطے تو یہ حکم نافذ ہی باطن میں بھی امام کے نزدیک اور اُسکو اُسکی ملی حلال ہے اور طلاق کی یہ صورت ہے کہ عورت نے اپنے زوج پر طلاق ثلثہ کا دعوی کیا اور اُسپر شہود روقائم کیئے اور قاضی نے فرقۃ بین الزوجین کا حکم کیا اور عورت نے بعد عدت دوسرے زوج سے نکاح کیا تو امام کے قول پر زوج اول کیواسکی ملی ظاہر اور باطن حلال نہیں بزوج ثانی کو ظاہر اور باطن ملی حلال ہے خواہ زوج ثانی حقیقۃ الحال جانتا ہو کہ زوج اول نے اُسکو طلاق نہیں دی اسطرح پر کہ زوج ثانی احد الشاہدین ہو یا حقیقۃ حال نہ جانتا ہو اسطرح پر کہ وہ اجنبی ہو کذا فی الحاکمی یہ تو اگر تو کہے کہ امام کا مذہب سخت مشکل ہے اسواسطے کہ حرام محض یعنی شہادت کاذبہ کیونکر سبب ملک کی حلت کا تو اسکا جواب یہ ہے کہ ہمنے حرام محض کو سبب حلت کا نہیں ٹھہرایا بلکہ قاضی نے بسبب اپنے حکم دینے کے گویا عقد جدید کو انشا کیا ولہذا اکثر فقہا کے نزدیک صحت شہود شرط ہے یعنی در صورت حکم نکاح اور قاضی کا حکم حرام نہیں بلکہ وہ واجب ہے اسواسطے کہ قاضی کو ثبوت سے واقف نہیں اور قضا مرتب ہے شہادت پر اور اسکے نزدیک شہادت حق ہو یا بر عدم ظہور تاویل شہادت تو حلت مترتب ہوئی انشاء عقد لازم پر قاضی کی جانب سے کذا فی المحیط اور صدر الشریعۃ تصریف دا یا مامہ کی دلیل تحریم بالقضا سے یہ ہے کہ اگر تفریق میان زوجین واقعہ ہو زوج کے امر سے تو نافذ ہو ظاہر اور باطن میں تو تفریق بامر اللہ تعالی ہوئی نہ بالقضا ہے کیونکہ قاضی اسکا مامور ہوتا ہے تعالی کی جانب سے کذا فی الفتح وقالا وزفر والثلثۃ ظاہرا فقط وعلیہ الفتوی شرنبلالیہ عن البرجندی اور صاحبین اور زفر اور ائمہ ثلثہ نے کہا کہ قضا شہادت زور سے فقط ظاہر میں نافذ ہے اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الشرنبلالیہ عمر البرہان ہم یعنی قضا بشہادت زور ظاہر میں نافذ ہے نہ باطن میں اسواسطے کہ شہادت زور ظاہر میں حجت ہے نہ باطن میں تو قضا بھی اسیطرح فقط ظاہر میں نافذ ہوگی نہ باطن میں اسواسطے کہ قضا نافذ ہوتی ہے قدر حجت کے قہستانی میں حقائق سے منقول ہے کہ عدم نفاذ باطن پر قوی ہے جلاب الرائق میں فتح القدیر سے ہے کہ قول ابو حنیفہ رحمہ اللہ قوی ہے کذا فی المحیط وفی بخلاف الاملاک المرسلۃ ای المطلقۃ عن ذکر سبب الملک ظاہرا فقط اجماعا لترجح الاسباب بخلاف قضاء املاک مرسلہ یعنی وہ املاک جنمیں ذکر سبب ملک سے مطلق ہیں تو فقط ظاہر میں نافذ ہوگی بلا اجماع بسبب ترجح اسباب کے ہم یعنی املاک مرسلہ عقود اور فسوخ کے مخالف ہیں طلاق ہی میں فقط قضا نافذ ہے واسکی یہ ہے کہ مثلا نکاح میں نکاح مقدم ہوجاتا ہے قضا پر بطریق اقتضا کے کما مر پس تو نے نکاح اُس سے کردیا تو دونوں میں نکاح کا حکم کیا قطع منازعت کے واسطے اور املاک مطلقہ میں ایسا نہیں ہوسکتا اسواسطے کہ ملک کیواسطے کوئی سبب ضرور ہے اور بعض سبب اولی ہیں بعض سے بسبب ترجح اسباب ملک تو بیان اثبات سبب سابق عالی تقضا ہے جب باطن میں قضا نافذ نہ ہوئی تو مقتضی اگر وہ علی وارکان خبر علاز ہیں اور مقتضی علیہ کو حلال ہے لیکن وہ شبہہ کیا کرے کیونکہ اگر ظاہر میں کریگا تو لوگ اُسکو نسبت تفسیق کریگے یا تفریر دینگے کذا فی المحیط وعن ابو الحسن حتی لو علم بسببا فعلی الخلاف ان کان سببا یملک انشاء تو اگر املاک میں سبب پر علم کو نہ کرے تو خلاف سابق پر مجرل ہوگا بشرطیکہ وہ سبب ایسا ہو جسکا انشا اور سبب اگر ایسا ہو کہ ملک قاضی کی قضا سے چنانچہ بیع ہم یعنی اگر مدعی نے دعوی کیا کہ فلانی چیز میری مملوک ہے بسبب خرید کے اور شہادت کاذبہ اسپر قائم کی اور قاضی نے ثبوت ملک کا حکم کیا تو ملک کے نزدیک قضا نافذ ہوگی ظاہر اور باطن اور صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک ظاہر میں نافذ ہوگی نہ باطن میں لا ینفذ تفاقا کا مر ت اور اگر ایسا سبب ہو جسکا انشا قاضی سے ہو سکتا ہو جیسے ہبہ مقبوضہ تو قضا باطن میں بھی نافذ ہوگی کذا فی المحیط اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الخانیہ اور اگر ایسا سبب ہو جسکا انشا قاضی سے ہو سکتا ہو جیسے ہبہ مقبوضہ تو قضا باطن میں بھی نافذ ہوگی کذا فی المحیط اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الخانیہ اور اگر ایسا سبب ہو جسکا انشا قاضی سے نہیں ہو سکتا جیسے بیع تو قضا باطن میں نافذ نہیں

مُحَرَّمَةً بِنَحْوِ عِدَّةٍ أَوْ رِدَّةٍ وَكَمَا لَوْ عَلِمَ الْقَاضِي بِكَذِبِ الشُّهُودِ حَيْثُ لَا يَنْفُذُ أَصْلًا كَالْقَضَاءِ بِأَقْيَمِيِّ الْعَاذِبَةِ زِنًا وَنِكَاحِ الْفَتَاةِ وَبِنْتِهَا أَوْ بِنْتِ بِنْتِهَا أَوْ بِعُرْسِ مَحْرَمِيَّةٍ مُدَّعًى بِهَا مُحَرَّمَةٌ بِالْمُصَاهَرَةِ بِسَبَبِ ثَابِتٍ بِالتَّوَاتُرِ وَغَيْرِهَا كَمَا لَوْ عَلِمَ الْقَاضِي بِكَذِبِ الشُّهُودِ حَيْثُ لَا يَنْفُذُ أَصْلًا كَالْقَضَاءِ بِأَقْيَمِيِّ الْعَاذِبَةِ زِنًا وَنِكَاحِ الْفَتَاةِ وَبِنْتِهَا أَوْ بِنْتِ بِنْتِهَا أَوْ بِعُرْسِ مَحْرَمِيَّةٍ مُدَّعًى بِهَا مُحَرَّمَةٌ بِالْمُصَاهَرَةِ بِسَبَبِ ثَابِتٍ بِالتَّوَاتُرِ وَغَيْرِهَا كَمَا لَوْ عَلِمَ الْقَاضِي بِكَذِبِ الشُّهُودِ حَيْثُ لَا يَنْفُذُ أَصْلًا كَالْقَضَاءِ بِأَقْيَمِيِّ الْعَاذِبَةِ زِنًا وَنِكَاحِ الْفَتَاةِ وَبِنْتِهَا أَوْ بِنْتِ بِنْتِهَا أَوْ بِعُرْسِ مَحْرَمِيَّةٍ مُدَّعًى بِهَا مُحَرَّمَةٌ بِالْمُصَاهَرَةِ بِسَبَبِ ثَابِتٍ بِالتَّوَاتُرِ وَغَيْرِهَا

یعنی مدعی پر حرام ہو بسبب بارتداد وغیرہا کے اور جیسا کہ اگر قاضی گواہوں کی دروغ گوئی سے واقف ہو جیسکہ وہاں اصلا قضا نافذ نہو گی جیسی قسمی کی قضا کے ساتھ کذا فی الزیلعی ونکاح فتح القدیر ہم تبرہ تھا کہ عورت محرمہ اور علم قاضی کے مسئلے کو شارح ملحمہ و ذکر تواتر کے ساتھ تشبیہ دینا کیونکہ دونوں صورتوں میں اصلا قضا نافذ نہیں تو ظاہر ہے باطل ہے بخلاف ارث کے کہ اسمیں فقط بطلان بن نافذ نہیں رہتا ہے صورت ہی کہ اگر زوجہ نے دعوی کیا کہ زوج نے اسکو مطلقہ کیا بطلقات ثلثہ تو اسکا منکر ہو قاضی نے اسکو قسم دی اور اسنے قسم کھائی انکار پر اور عورت جانتی ہو کہ بلا شبہہ طلاق واقع ہوئی تو اسکو زوج کے پاس رہنا جائز نہیں اور نہ اسکی میراث لینا اسکو درست ہے خلاصہ میں ہے کہ زوج کو اسکی ولی حلال نہیں ہے کذا فی الطحطاوی وعلی ہذا سوا اسطے حلال نہیں ہے کہ امام کے نزدیک شہادت کاذبہ سے قضا نافذ ہوتی ہے یعنی کاذبہ سے قضی فی مجتہد فیہ بخلاف رایہ ای مذہبہ مجمع وابن کمال لا ینفذ مطلقا ناسیا او عامدا عندھما والائمۃ الثلثۃ وبہ یفتی مجمع ووقایۃ وملتقی وقیل بالنفاذ یفتی قاضی نے حکم دیا مسئلہ مجتہد فیہا میں برخلاف اپنی راے کے یعنی اپنے مذہب کے مخالف کذا فی المجمع وابن کمال تو نافذ نہو گا مطلقا نہ بھولے سے نہ عمدا عند صاحبین اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک اسی قول کا فتوی ہو کذا فی المجمع والوقایہ والملتقی اور قول ضعیف یہ ہے کہ نافذ ہو بہ فتوی ہے چنانچہ صغری میں کافی سے فتوی ہے قول ہو کذا فی الطحطاوی ہر مسئلہ غیر مبنی بر شرع مذکور ہو چکا وفی شرح الوھبانیۃ للشرنبلالی قضی من لیس مجتھدا کخفیۃ نھا تا بخلاف من ھو عامد لا ینفذ تفا وکذا ناسیا عندھما اور شرنبلالی کی شرح وہبانیہ میں ہے کہ جو قاضی کہ مجتہد نہیں جیسے ہمارے زمانے کے قاضی حنفی المذہب اسنے حکم دیا اپنے مذہب کے مخالف جانتے ہوئے تو حکم نہ کور نافذ نہو گا باتفاق امام اور صاحبین کے اور اسیطرح اپنا مذہب بدل کر حکم کرنا تو نہو گا صاحبین کے نزدیک ہم حکم خلاف مذہب چنانچہ حنفی مذہب شافعی یا مالکی حکم کرے یا بالعکس نافذ نہو گا اور اگر حنفی ابو یوسف یا محمد وغیرہما امام کے ستاگردوں کے قول پر حکم کرے تو یہ حکم خلاف مذہب نہیں ہے چنانچہ وریمین ہے بلکہ قاضی کو حکم عدم نسب امام کی تقیید نہ واقع ہوئی ہو والا وہ معزول ٹھہریگا کذا فی الطحطاوی ولو قیدہ السلطان بصحیح مذھبہ کزمانیا تقید بلا خلاف للکو مغر وگا عنہ انتہی اور اگر سلطان نے قضا کو اپنے صحیح مذہب کے ساتھ مقید کیا چنانچہ ہمارے زمانے میں تقید صحیح مذہب امام واقع ہوئی ہے تو قضا بلا خلاف مقید ہو گی بسبب ہونے قاضی کے معزول حکم مخالف مذہب سے انتہی کلام الشرنبلالی وقد غیرت بیت الوھبانیۃ فقلت شعر ولو لحکم القاضی بکلمہ مخالف لمذھبہ وھا تم اصلا بسطر + اور التبیین نے متغیر کر دیا وہبانیہ کے بیت کو سو لوگوں کہا اور اگر قاضی حکم کرے اپنے مذہب کے مخالف تو اصلا صحیح نہیں عامدا کما سبقا ہوا اسکو یاد رکھنا چاہیے قلت واما امر الامیر مفتی صادق فصلہ مجتھدا فیہ نقلوہ کما قدمناہ عن سیر التتارخانیہ وغیرھا فلیحفظ کیا کتاب دون الدرر کا حکم نہ جیسکا حکم مجتہد فیہ سے ملیگا نوام اسکا نافذ ہو گا چنانچہ ہمنے اسکو مقدم ذکر کیا سیر التارخانیہ وغیرہا سے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے لا یقضی علی غائب ولا لہ ای لا یصح ولا ینفذ علی المفتی بہ پر حکم دیا جائے شخص غائب پر حاضر پر اور نہ اسکے واسطے یعنی غائب کی مضرت و منفعت کیواسطے حکم درست صحیح نہیں بلکہ حکم نافذ ہی ضعیف قول مفتی بہ کذا فی البحر ہم امام شافعی اور مالک و احمد کے نزدیک غائب پر حکم کرنا جائز ہے لنا حدیث البینۃ علی المدعی والیمین علی من انکر تو حصر حصول کو شرط کرنا اس حدیث پر زیادت ہے بداہ ہم اخبار ہماری دلیل وہ حدیث صحیح ہے جو ابو داؤد نے مروی ہو کہ جب علی مرتضی کو یمن کا قاضی کر کے بھیجا تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب تیرے سامنے دونوں خصم بیٹھیں تو حکم نہ کیجیو جب تک دوسرے سے نہ سن لیجیسے اول سے سنا اور اسکو احمد اور اسحق و طبرانی و حاکم نے بھی روایت کیا ہے تو اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دوسرے کا کلام معلوم ہونا حکم کا مانع ہے اور یہ ثابت ہے خصم کے غائب ہونے سے یا اسکے نائب کے غائب ہونے سے اور اسیواسطے گواہ شہادت کا حجت ہونا اسپر موقوف ہے کہ منکر غائب ہو دفع اور طعن فی الشہادت سے اور اسکا غائب ہونا بدون حاضر ہونے کے معلوم نہیں ہو سکتا کذا فی فتح القدیر الا بحضورہ نائبہ ای من یقوم مقام الغائب حقیقۃ کوکیلہ ووصیہ ومتولی الوقف غائب پر قضا نہیں مگر اسکے نائب کے حضور میں نائب سے مراد وہ شخص ہے جو قائم مقام ہو غائب کے حقیقۃ چنانچہ غائب کا وکیل اور اسکا وصی اور متولی وقف کا مگر خواہ وکیل خصومت اور دعوی کا ہو خواہ حکم کے واسطے

اسطرح پر کہ عاملیہ پر اقامت بینہ ہوئی سوائے کسیکو وکیل مقرر کیا اسپر حکم بیقینہ بینہ ہی اقامت بینہ ہوئی سو وہ غائب ہو گیا اور موکل اسکا حاضر ہوا یا بالعکس یا ورثت پر اقامت ثابت ہوئی سو وہ مر گیا اور اسکا وارث حاضر ہوا یا ایک ثابت پر اقامت ہوئی سو وہ غائب ہو گیا اور دوسرا وارث حاضر ہوا سو بینہ مذکورہ سے اسپر حکم ہو گا جو حاضر ہوا تھا اور وصی سے وہ وصی مراد ہے جو میت کی طرف سے ہو نہ قاضی کیطرف سے اور متولی وقف پر قضا جائز ہے اگرچہ وہ امین نہو کذا فی الطحطاوی افادہ بالاستثناء اِنَّ الْقَاضِیَ اِنَّمَا یَحْکُمُ عَلَی الْغَائِبِ وَالْمَیِّتِ لَا عَلَی الْوَکِیْلِ وَالْوَصِیِّ فَلْیُکْتَبْ فِی السِّجِلِّ اَنَّہٗ حَکَمَ عَلَی الْمَیِّتِ وَعَلَی الْغَائِبِ بِحُجَّۃِ کَذَا وَلِیْلِہٖ وَبِحُضُوْرِ وَصِیِّہٖ جَامِعُ الْفُصُوْلَیْنِ مصنف نے وکیل اور وصی کے استثنا کرنے سے یہ فائدہ نکالا کہ قاضی تو فقط غائب اور میت پر حکم کرتا ہو نہ وکیل اور وصی پر تو قاضی سجل میں یوں لکھے کہ اسنے میت اور غائب پر حکم کیا وکیل کے سامنے اور میت کے وصی کے روبرو کذا فی جامع الفصولین وَاِفَادَۃُ الْکَافِ عَدَمُ الْحُضُوْرِ فَاِنَّ اَحَدَ الْوَرَثَۃِ لَوْ کَذٰلِکَ یَنْتَصِبُ خَصْمًا عَنِ الْبَاقِیْنَ وَکَذَا اَحَدُ شَرِیْکَیِ الدِّیْنِ وَاَجْنَبِیٌّ بِیَدِہٖ مَالٌ یَنْتَصِبُ وَبَعْضُ الْمَوْقُوْفِ عَلَیْہِمْ اَوِ الْوَقْفُ ثَابِتًا لِمَا مَرَّ فِیْ بَابِہٖ اور مصنف نے کاف تمثیلی سے فائدہ ظاہر کیا عدم حضر کا یعنی نیابت تحقیقی کیلئے وصی اور متولی وقف میں ضروری نہیں سو اسطرح کہ ایک شخص وارثوں میں سے اسطرح خصم قائم ہوتا ہے باقی وارثوں کی طرف سے اور اسطرح دین کے دو شریکوں میں سے ایک شریک خصم ہو جاتا ہے دوسرے شریک کیطرف سے اور اسطرح وہ اجنبی جسکے ہاتھ میں کسی کا مال ہو خصم ہو جاتا ہے قیم کی جانب سے اور جزء وقف ہوا ان تینوں سے اپنے سرے کا نائب ہو جاتا ہے یعنی اگر وقف ثابت ہو چنانچہ بالفعل وقف میں نزاع ہو یا وقف ثابت ہو چکا ہو اور متولی اسکا منکر ہو تو ان سب صورتوں میں متولی خصم ہو گا اور اسکے ساتھ فیصلہ ہو گا اَوْ کَوْنِیِّ نَصَبَہُ الْقَاضِیْ خَرَجَ الْمُسْتَحِقُّ کَمَا سَیَجِیْءُ اِقْتِضَاءً جائز ہے غائب پر اسکے شرعاً نائب کے سامنے جیسے غائب کا وہ وصی جسکو قاضی نے مقرر کیا قاضی کے وصی کی قید سے نکل گیا جیسا کہ عنقریب آئیگا ذکر اوپر کا خصم سے یہ ہے کہ قاضی ایک وکیل قائم کرے غائب کیطرف سے تاوہ مدعی کا دعوی سنے کذا فی الاشباہ عَنِ الْبَحْرِ اَوْ حُکْمًا بِاَنْ یَّکُوْنَ مَا یَدَّعِیْ عَلَی الْغَائِبِ سَبَبًا لِلْحَالَۃِ فَلَوْ شَرٰی اَمَۃً ثُمَّ ادَّعٰی اَنَّ مَوْلَاھَا تَزَوَّجَھَا مِنْ فُلَانٍ الْغَائِبِ وَاَرَادَ رَدَّھَا بِعَیْبٍ لَمْ یَجُزْ لِاَنَّہٗ یَقْبَلُ لِاحْتِمَالِ اَنَّہٗ طَلَّقَھَا وَزَالَ الْعَیْبُ فَلَا یَمْلِکُ الرَّدَّ اِلَّا اِذَا ادَّعٰی عَلَی الْحَاضِرِ قضا جائز ہے غائب پر اسکے حکمی نائب کے سامنے اسطرح پر کہ وہ دعوی کیا غائب پر وہی للاحالہ بلا احتمال سبب ہو اس دعوے کا جو شخص حاضر پر دعوی کیا جاوے تو اگر ایک شخص نے لونڈی خریدی پھر لونڈی کے مالک نے یہ دعوی کیا کہ اسنے میرا نکاح فلانے شخص غائب سے کر دیا اور مدعی نے ارادہ کیا کہ لونڈی کو پھیر دے منکوحہ ہونے کے عیب سے تو دعوی اسکا مقبول نہو گا اس احتمال سے کہ شاید غائب نے اسکو طلاق دی ہو اور عیب زائل ہو گیا کذا اصرح ابن کمال ہم شارح نے یہ تفریع کی للاحالہ کی قید زیادہ کرنے سے تو طلاق کے احتمال سے ادعاء علی الغائب یا علی الحاضر کا یعنی ترجیح غائب پر دعوی علی الموالا کا سبب قطعی نہ تھا اذ الدعوی علی الانفکاک کے احتمال سے مثلاً اذا ادعی دارا فی ید رجل وبرھن المدعی عَلٰی ذِی الْیَدِ اِنَّہٗ اشْتَرٰی الدَّارَ مِنْ فُلَانٍ الْغَائِبِ فَحَکَمَ الْحَاکِمُ عَلٰی ذِی الْیَدِ اَنَّھَا لِلْغَائِبِ کَانَ ذٰلِکَ حُکْمًا عَلَی الْغَائِبِ اَیْضًا حَتّٰی لَوْ حَضَرَ وَاَنْکَرَ لَمْ یُعْتَبَرْ کَانَ الشِّرَاءُ بَیْنَ الْمَالِکِ سَبَبُ الْمِلْکِیَّۃِ کا للاحالہ مثال سبب للاحالہ کی جیسا کہ دعوی کیا اس گھر کا جو ایک مرد کے قبضہ میں ہو اور مدعی قابض سے ثابت گواہ لایا کہ مدعی نے اس گھر کو فلانے شخص غائب سے خرید کیا ہے حاکم نے قابض حاضر پر حکم کیا تو یہی حکم شخص غائب پر بھی ہو جائیگا تو اگر قابض حاضر ہو بعد اس حکم کے بیع کا انکار کرے تو معتبر نہو گا اسواسطے کہ خرید کرنا مالک سے سبب ہے ملکیت کا للاحالہ قطعاً اس صورت میں دعوی الغائب یعنی شراء دار سبب ہے ثبوت ادعاء علی الغائب کا یعنی بالکیت کا اسواسطے کہ مالک سے خرید کرنا سبب ہے ملک کا للاحالہ یعنی بلا احتمال انفکاک سببیت کذا فی الکافیۃ وَلَہٗ صُوَرٌ کَثِیْرَۃٌ ذَکَرْتُ مِنْھَا فِی الْبُحُوْرِ تِسْعًا عشر اور غائب کی نیابت حکمی کی بہت صورتیں ان تینوں سے مبنی ہیں اور میں صورتیں مذکورہ بین ہم ازانجملہ یہ ہے کہ مدعی گواہ لایا اسپر کہ اسکا فلانے غائب پر اتنا دین ہے اور یہ شخص حاضر اسکا ضامن ہو اسکے امر سے تو غائب اور حاضر دونوں پر حکم ہو گا اور اگر صرف بامر غائب نہ کہتا تو غائب پر حکم نہوتا اور ازانجملہ یہ ہے کہ مدعی نے دعوی کیا حاضر پر کہ تو نے خرید کیا یہ گھر فلانے غائب سے اور میں اسکا شفیع ہوں اور حاضر منکر ہوا اور مدعی گواہ لایا اسکی خرید مذکور پر تو غائب جسکے ہو گا اس سے خرید کرنے کا اور حاضر پر لزوم شفعہ کا اور ازانجملہ مسئلہ متن ہے اور ازانجملہ اثبات عتق علی الغائب کا مسئلہ ہے جو ذکر کریگا

کذافی الطحطاوی عن المنح عن النہر وَلَوْ کَانَ مَا بِیَدِ عَلَی الْغَائِبِ شُرِطَ لَہٗ مَا بِیَدِ عَلَی الْحَاضِرِ کَمَا اِذَا ادَّعٰی عَبْدٌ عَلٰی مَوْلَاہُ اَنَّہٗ اَعْتَقَ عَبْدَہٗ بِتَطْلِیْقِ زَوْجَۃِ زَیْدٍ وَبَرْھَنَ عَلَی التَّطْلِیْقِ بِغَیْبَۃِ زَیْدٍ لَا یُقْبَلُ فِی الْاَصَحِّ اِذَا کَانَ فِیْہِ اِبْطَالُ حَقِّ الْغَائِبِ فلو لم یکن کما اذا اعتق طلاقا امرأۃ زید دخول زید الدار یقبل لعدم ضرر الغائب اور جو دعوی کیا جاے غائب پر اگر وہ شرط ہو اُس دعوی کی جو حاضر پر ادعا ہو اپنانچہ اگر غلام نے اپنے سیان پر اسکا دعوی کیا کہ اُسنے معلق کیا میرے عتق کو زوجۂ زید کی تطلیق پر اور گواہ لایا زید کی زوجہ کے طلاق واقع ہونے پر زید کی غیبت میں تو گواہ مقبول نہونگے قول اصح میں جبکہ اسمیں حق غائب کا ابطال ہو پنانچہ مطلقہ ہونا زوجۂ زید کا صورت مذکورہ میں تو اگر غائب کا حق باطل نہوتا ہو پنانچہ اگر زوج نے اپنی زوجہ کی طلاق زید کے دخول دار پر معلق کی یعنی یوں کہا کہ اگر یہ گھر میں داخل ہو تو اُسکی زوجہ مطلقہ ہو تو ثبوت دخول دار کے گواہ مقبول ہونگے بسبب عدم ضرر غائب کے یعنی زید کا کچھ ضرر نہیں دخول دار کے ثابت ہونے میں ھم فی الشرط میں اختلاف مشائخ ہے اور صحیح یہ ہے کہ مقبول نہیں سبب اور شرط میں فرق یہ ہو کہ سبب اصل ہو نسبت بہ سبب تو حاضر نائب ہو گا صاحب سبب کا یعنی غائب کا مانند وکیل کے اور ایسا نہیں جبکہ شرط ہو یعنی شرط اصل نہیں ہے نسبت بمشروط تو حاضر غائب کا نائب نہیں ہو سکتا کذا فی صدر الشریعۃ وَمِنْ حِیَلِ اِثْبَاتِ الْعِتْقِ عَلَی الْغَائِبِ اَنْ یَّدَّعِیَ الْمَشْھُوْدُ عَلَیْہِ اَنَّ الشَّاھِدَ عَبْدُ فُلَانٍ وَبَرْھَنَ الْمُدَّعِیْ اَنَّ مَالِکَ الْغَائِبِ اَعْتَقَہٗ قَبْلَ اور اثبات عتق علی الغائب کے حیلوں میں سے ایک حیلہ یہ ہے کہ مشہود علیہ یہ دعوی کرے کہ شاہد مدعی کا فلانے شخص کا غلام ہے سو گواہ لاوے مدعی کہ اُسکے مالک غائب نے اُسکو آزاد کر دیا ہے تو گواہی عتق کی مقبول ہوگی وَمِنْ حِیَلِ اِبْطَالِ حِیْلَۃِ الْکَفَالَۃِ بِمَالِھَا مُعَلَّقَۃً بِطَلَاقِ زَوْجِھَا اور حیل طلاق سے حیلہ ہے عورت کے مہر کی کفالت کا معلق بطلاق عورت ھم صورت اُسکی یہ ہے کہ عورت ایک مرد پر دعوی کرے کہ تو نے کہا ہے کہ اگر میں زوج تجھکو طلاق دے تو میں تیرے مہر کا ضامن ہوں زوج پر ہے سو اُسنے کفالت کا اقرار کیا اور طلاق کا انکار کیا اُسنے الطلاق پر گواہ قائم کیے تو طلاق اور کفالت کا حکم ہو گا طحطاوی نے کہا یہاں سے تین تک بیچنے مسائل ہیں وہ قول ضعیف پر متفرع ہیں پنانچہ منح النہار میں اسکی تصریح ہے سو اسواسطے کہ من قبیل شرط مضر ہیں غائب کیواسطے جامع الفصولین ہیں ہے کہ اگر وجود اسکے اگر قاضی سے حکم کریگا تو حکم نافذ ہو گا اختلاف مشائخ کے سبب سے وَدَعْوَی کَفَالَۃِ الْعِدَّۃِ بِنَفَقَۃِ الْعِدَّۃِ مُعَلَّقَۃً بِالطَّلَاقِ اور نفقہ عدت کی کفالت معلق بطلاق کا دعوی ھم صورت اُسکی یہ ہے کہ عورت نے ایک مرد پر دعوی کیا کہ تو نے کہا ہے کہ اگر تیرا زوج تجھکو طلاق دے تو میں نفقہ عدت کا ضامن ہوں سو اُسنے کفالت کا اقرار کیا اور طلاق کا انکار کیا سو عورت نے طلاق پر گواہ قایم کیے تو طلاق اور کفالت کا حکم ہو گا یہ قول ضعیف ہے وَمَنْ اَبْرَاَ اَنَا بِرِیْءٌ فَخَیَّلَتْہُ مَا فِیْ دَعْوَی الْبَرَاءَۃِ اَدَّعٰی عَلَیْھَا اَنَّ زَوْجَھَا الْغَائِبَ طَلَّقَھَا وَانْقَضَتْ عِدَّتُھَا وَتَزَوَّجَھَا فَاَقَرَّتْ بِزَوْجِیَّۃِ الْغَائِبِ وَاَنْکَرَتْ طَلَاقَہٗ فَبَرْھَنَ عَلَیْھَا بِالطَّلَاقِ یُقْضٰی عَلَیْھَا لِاَنَّ زَوْجَۃَ الْحَاضِرِ لَا یَحْتَاجُ اِلَی اِعَادَۃِ الْبَیِّنَۃِ اِذَا حَضَرَ الْغَائِبُ اور جو شخص ابراء کرے کہ زنانہ کرے تو اسکا حیلہ وہ ہے جو نیزہ کی کتاب الدعوی میں ہے کہ دعوی کیا ایک عورت پر اسکا کہ اُسکے زوج غائب نے اُسکو طلاق دی اور اُسکی عدت منقضی ہو گئی اور مدعی نے اُس سے نکاح کر لیا سو عورت نے غائب زوجیت کا اقرار کیا اور اُسکے طلاق دینے کا انکار کیا تو مدعی نے عورت پر یہ گواہی طلاق ثابت کر دی تو عورت پر حکم ہو گا کہ وہ زوجہ ہے حاضر کی واعادہ شہادت کی حاجت نہوگی جبکہ شخص غائب حاضر ہو گا ھم طحطاوی نے کہا کہ اگر یہ دعوی راست ہے تو اُسکو حیلہ کہنا بلاوجہ ہے اور زوجہ کو عدم ارادہ زنا بے موقع ہے اور طرز بیان شیخ سے ہم کو دعوی و دفع میں حیلہ جاری ہے اور حالانکہ ایسا نہیں بلکہ ایسا فصل کبیر الکبائر میں ہے اور ظاہر کلام نیز یہ ایسی دلالت کرتا ہے کہ بیان اطلاق مثبت و حجت ہے حالانکہ دونوں میں تلازم نہیں تو اگر یہ مراد ہو کہ گواہی طلاق اور نکاح دونوں پر قائم ہوئی تو اب ظاہر ہے انتہی وَلَوْ قَضٰی عَلٰی غَائِبٍ بِلَا نَائِبٍ یَنْفُذُ فِی الْاَظْھَرِ الرَّاجِحِ عَنْ اَصْحَابِنَا ذَکَرَہُ مُلَّا خُسْرَوْ فِی بَابِ خِیَارِ الْعَیْبِ اور اگر قاضی نے حکم کر دیا غائب پر بدون نائب کے تو قضا نافذ ہو گی حنفیہ کی اظہر اور راجح روایت میں بیان کیا ہوا سکو ملا خسرو نے درر کے خیار العیب کے باب میں ھم طحطاوی نے کہا کہ مجہول ہے اُس صورت پر جبکہ مفقود کی منفعت کیواسطے حکم ہو نہ مطلق غائب میں بخلاف الرائج میں ہے کہ اس قول سے کہ قضا علی الغائب کے نفاذ پر فتوی ہے بہت لوگوں نے دھوکہ کھایا ہے یعنی وہ نہ عالم سمجھے ہیں کہ خواہ قاضی شافعی ہو جسکے مذہب میں

قضا علی الغائب کا ہونا فتوی جسکے نزدیک جائز نہیں اور ظاہر الفتوی اس قاضی کے حق میں ہو جسکے نزدیک قضا علی الغائب جائز ہو اسواسطے کہ یہ مسئلہ کا اجماع ہو کہ قضا علی الغائب جائز نہیں چنانچہ صدر شہید کی شرح آداب القاضی میں ذکر کیا ہو اگر عاصر ہو تو ہمارے اصحاب کا ہم مذہب لازم نہ آوے یا فتوی نفاذ کا معقود کے حق میں ہو یہ مطلق غائب میں وقیل لا ینفذ مرجحہ غلو واجید وفی الملتقی والبزازیۃ ومجمع الفتاوی علیہ الفتوی اور دوسرا قول یہ ہو کہ قضا علی الغائب بلا نائب نافذ نہیں اور اسی قول کو راجح کہا ہو اکثر علماء نے اور منیہ اور بزازیہ اور مجمع الفتاوی میں کہا اور اسی قول پر فتوی ہو وترجح فی الفتح توقفہ علی ایضاء الی اخرہ اور فتح القدیر میں قضا علی الغائب کے موقوف ہونے کو ترجیح دی دوسرے قاضی کے جاری کر دینے پر یعنی قضا علی الغائب اسوقت نافذ ہوگی جب دوسرا قاضی اسکو جاری کر دے ہم طحطاوی نے کہا بیان مشارح اسکا مقتضی ہو کہ توقف کا قول تیسرا قول ہو حالانکہ یہ بعینہ وہی قول ہو عدم نفاذ کا وفی البحر والمعتمد ان القضاء علی المستخی لا یجوز الا للضرورۃ وھی فی خمس مسائل اور بحر الرائق میں ہو اور قول معتمد وہ ہو کہ حکم کرنا سخر پر جائز نہیں مگر ضرورت کے سبب سے دریہ نصوریت پانچ مسئلوں میں ہو ہم سخر کی تفسیر عنقریب گذری یعنی جسکو قاضی سماع خصومت کیواسطے وکیل مقرر کرے غائب کیطرف سے اشتوی بالخیار فوائد پہلا مسئلہ یہ ہو کہ کوئی چیز بشرط خیار خریدی سو بائع چھپے ہاہم یعنی مشتری نے مدت خیار میں رد مبیع کا قصد کیا اور بائع مخفی ہو تو مشتری قاضی سے دعوی کرے کہ بائع کیطرف سے وکیل قائم کرے تا اسکو مبیع پھیر دے صاحب بحر نے اسمیں دو قول نقل کئے میں بلا ترجیح استفی المقول لہ دوسرا مسئلہ یہ ہو کہ مکفول لہ چھپ رہا ہم عورت اسکی یہ ہو کہ ایک شخص کا حاضر ضامن ہوا اس شرط پر کہ اگر اسکو کل حاضر نہ کرے تو مکفول عنہ کا دین کفیل پر ہو سو مکفول لہ کل غائب ہو گیا اور کفیل نے اسکو نہ پایا یہاں تک کہ مدت گذر گئی تو کفیل پر مال لازم ہو گیا اور اگر کفیل نے قاضی سے نالش کی سو اسنے مکفول لہ کیطرف سے وکیل قائم کیا اور کفیل نے اسکو مکفول عنہ کے سپرد کیا تو کفیل بری الذمہ ہو جائیگا اور یہ ظاہر الروایۃ کے مخالف ہو تو یہ ابو یوسف کی بعضی روایت میں ہو کذا فی البحر عن جامع الفصولین حلف لیقضینہ الیوم فتعذب الدائن میسر اسمسئلہ یہ ہو کہ مدیون نے قسم کھائی کہ الیتہ اسکا دین آج ادا کریگا سو دائن غائب ہو گیا ہم خواہ طلاق کی قسم ہو یا عتاق کی منجز ہو یا معلق اور حالف حنث سے ڈرا تو قاضی غائب کیطرف سے وکیل قائم کرے اور اسکو دین ادا کرے تو حانث نہ ہوگا ہر قول نحار معتمد یہ چنانچہ اکثر کتب معتمدہ میں ہو اور اگر وہ ان قاضی نہ ہو تو حانث ہو گا بقول مفتی بہ کذا فی الطحطاوی وجعل امرھا بیدھا ان لم تقض فقضت فتبین انہ لا یقع لعدم الشرط چوتھا مسئلہ یہ ہو کہ زوج نے زوجہ کو طلاق کا اختیار دیا اگر اسکا نفقہ نہ ہو سکے سو عورت چھپے ہو یعنی بقصد انتزاع طلاق تو قاضی وکیل قائم کرے نفقہ قبض کرنے کیواسطے اذا توارای الخصم فالمتاخر دون ای القاضی ینصب لکلا فی الکل وھو قول الثانی خانیۃ پانچواں مسئلہ یہ ہو کہ جب متحاسم چھپے ہے دار القضا میں حاضر نہ ہو تو متاخرین نے کہا کہ قاضی وکیل قائم کرے سب صحیح تو ان علماء کا یہ قول ہو ابو یوسف کا کذا فی الخانیۃ قلت ونقل شراح الوھبانیۃ عن شرح ادب القاضی انہ قول الکل وای القاضی یجیب بنفسہ مدۃ ما لم یتضرر الوکیل اور وھبانیہ کے شارحین نے شرح آداب القاضی سے نقل کیا کہ یعنی نصب وکیل امام اور صاحبین کا قول ہو اور یہ کہ قاضی غیر حاضر کے گھر پر پھرے جسقدر مدت کہ اسکو من تضرر نہ ہو پھر وکیل قائم کرے وکالۃ بیع الترکۃ المستغرقۃ بالدین للقاضی لا للورثۃ لعدم ملکھم حیث کان الدین یغترق والا یتبع ترکۃ مستغرقۃ الدین کے قاضی کو واسطے وصول دین کے اگر ورثاء کو کسی سبب سے وکالت بیع کا نہ دیا ہو سوا ورثاء کے جبکہ دین ورثاء کے سوا اوروں کا ہو ہم مسلمانوں کا ہو یا ہم اپنا ہو یا وہ تو اب قاضی اسکو جبکہ ادا سے دین کر سکتا ہو اسکے وارث نہ جبکہ ایسا نہ ہو یعنی جبکہ وارث راضی ہوں اور وارثوں کی اخلاص متروکہ کا حق ہو تو اگر وارث اخلاص کا قصد کرے اور مال نقد ادا کرے تو اربابِ دین پر یہ بھی قبول کرنے پر مجبور ہونگے اور اگر وارث کہیں جو ہم دین ادا کرینگے اور مال نقد حاضر کریں تو بھی ترکہ کا اختیار ہو کذا فی الطحطاوی یقبض القاضی مال الموقف والغائب والمفقود والیتیم ممن ملی مؤنتھم حیث کان وصیا او لا وکذا مستغلا لیشتری بہ قاضی قرض دے مال وقف اور مال غائب اور مال لقطہ اور مال یتیم جسکا والد امانت دار کو جبکہ یتیم کا کوئی وصی نہ ہو اور نہ وہ شخص ہو جو مال کو بطریق عقد مضاربت قبول کرے اور نہ مستغل ہو جسکو قاضی خرید کو دے

ہو قاضی بسبب کثرت اشتغال کے بذات خود اموال مذکورہ کی حفاظت نہیں کرسکتا لہذا مستحب ہے کہ بطریق قرض کے دے کیونکہ قرض لینے والا ضامن ہوتا ہے وہ بہت امین اور متولی کو مناسب ہے کہ قرض لینے والوں کا حال دریافت کرے تاکہ اگر کسی کا حال پریشان دیکھے تو اس سے مال کو لے لے اسواسطے کہ قاضی اگرچہ استغناء کا وہ بہ سے محتاج ہے لہذا محتاج کو قرض دینا جائز نہیں اور قاضی کو یہ جائز نہیں کہ اپنی ذات کیواسطے مال مذکور قرض لے اور اگر کسی کا کوئی وصی ہو تو قاضی کو قرض دینا جائز ہے چنانچہ قنیہ میں ہے کذا فی الطحطاوی مستغرق وہ چیز جو بعد آبدنی ہو چنانچہ زمین یا عت کی یا مکان کرایہ کا یا غلام کما یحق ولایۃ" التقنیہ یعنی اسواسطے کہ تا طفل صغیر کا مال بباد نہ جاوے دیکھتا رہے لصدق امینا یحفظ اور مشک کھوا یا جاوے اموال مذکورہ کے قرض لینے والے سے بطریق استیجاب کے تا قرض دار سے ہم حموی نے کہا مسک عبارت ہے مال وغیرہ کے اقرار نامہ سے وہ فارسی معرب ہے کذا فی الاب او قاضیا لانہ لا یقضی لہ لانہ قرض دے بانچ فرزند صغیر کا مال اگرچہ باپ قاضی ہو اسواسطے کہ باپ قضا نہیں کرسکتا اپنے فرزند کیواسطے ھ یعنی اگر مستغرق نہ قرض کا منکر ہو تو گواہی کی حاجت ہوگی اور اسکی سماعت اور حکم دینا قاضی سے متعلق ہے اور قاضی کو اپنے فرزند کیواسطے حکم دینا جائز نہیں تو جواز اقراض کی علت متعلق ہوگئی کذا فی الطحطاوی ولا الوصی ولا الملتقط فان اقرضوا ضمنوا البحر ھم عن التحصیل مخلاۃ فی القاضی اور نہ قرض دے وصی تیم کا مال اور نہ ملتقط لقطہ کیونکہ قرض دے سو اگر باپ اور وصی اور ملتقط قرض دینگے تو ان دینا اس پر لازم ہوگا بسبب انکے عاجز ہونے کے تحصیل قرض سے بخلاف قاضی کے کہ وہ تحصیل پر قادر ہے ھم شارح نے قدرت تحصیل قاضی سے جواب دیا اس دوسری روایت کا کہ باپ کو طفل صغیر کا مال قرض دینا جائز ہے کیونکہ ولایت اسکی قاضی کی ولایت سے عام تر ہے اسواسطے کہ قاضی اور مال یتیم دونوں کی ولایت یکساں ہے مگر یہ شفقت میں باپ سے بادہ ہے قاضی سے تو ظاہر اباپ اسکو قرض نہ دیگا چونکہ یہ کہا جائے خلاف جواب ہے کہ جواز قرض عدم قرض میں قرب قرابت اور زیادت شفقت کو دخل نہیں بلکہ عام قدرت علی الاسترجاع کا اعتبار ہے بعد وجود اصل ولایت کے اور باپ پر یہ لینے پر قدرت نہیں بخلاف قاضی کے اسواسطے کہ اگر قاضی گواہوں کو نہ پاوے بسبب موت یا غیبت کے تو اپنے علم اور دانست پر حکم کریگا یا مال نکال لیگا کذا فی الطحطاوی علی الدر المختار ویستثنی قراضہ للضرورۃ کخوف ذوی الاموال ونحوہ فیجوز اتفاقا وینبغی ان یجوز اتفاقا بحر اور عدم جواز اقراض سے اشخاص مذکورین کا قرض لینا مستثنی ہے بسبب ضرورت کے چنانچہ آتش زنی یا غارتگری کا خوف تو ایسی ضرورت میں مال الناس کا قرض لینا جائز ہے کذا فی البحر ومتی جاز للملتقط الصدقۃ فالاخراج الی الموقوف علیہ اولی اور جسوقت کہ ملتقط کو تصدق جائز ہے تو اسوقت میں قرض دینا بھی جائز ہے تو اسوقت میں قرض دینا بطریق اولی جائز ہوگا ھم یعنی جبکہ لعدم تعریف کے ملتقط کو ظن غالب یہ ہو کہ صاحب مال کا پتہ نہ ملیگا تو اسوقت اسکا خیرات کرنا جائز ہے تو اس حالت میں قرض دینا بھی جائز ہے تو اسوقت میں قرض دینا بطریق اولی جائز ہوگا ھم یعنی جبکہ لعدم تعریف کے ملتقط کو ظن غالب یہ ہو کہ صاحب مال کا پتہ نہ ملیگا

تَعَدَّتِ الْجُورَ اِعْتَزَلَ عَنِ الْقَضَاءِ وَفِيهِ عَنْ اَبِي يُوسُفَ اِنْ غَلَبَ جَوْرُهُ اَوْ رِشْوَتُهُ رُبِعَتْ قَضَايَاهُ وَتَمَامُهُ وَمَنَعَ الْقَاضِي مِنْ هُوَ سِرَاجُ كُلِّ مُسْلِمٍ بِشَهَادَةِ كُلِّ مُسْلِمٍ بِرَكَ كَهُ عَمَدْ نَے كَهَا كَاگَرْ قَاضِي كَهَے كَهُ مِيں نَے عَمَداً ظُلْم كِيَا تَو مَعْزُول ہو جَائِيگَا قَضَا سے اور اَسمِيں اَبُو يُوسُف سے ہِي كَه جَب قَاضِي كَا ظُلْم اور رِشوت غَالِب ہو تو اُسكے فَيصلے اَور گَواہِي رَد ہِي فَرْعٌ مسائل مُهِمَّه شَارِح كے اَلْقَضَاءُ مُظْهِرٌ لَا مُثْبِتٌ قَضَا ظَاهِر كَرنے والی ہِي حَق كی نَه ثَابِت كَرنے والی هم يعنی حُكْم قَاضِي ظَاهِر ہِي خَصم كے حَق كَا اسوَاسطے كَه حَق ثَابِت ہِي عِنْدَ اللّٰه قَبْل حُكْم كے اور اُسكَا مُثْبِت نَهِيں ہِي قَبْل حُكْم ثَابِت نَهِيں يه اُس صُورت مِيں ہِي جَبكِه حُكْم واقِع كے مُطَابِق ہو اَور اگَر خِلَاف اُسكے واقِع ہو تو حُكْم ثَابِت ہی نَه ہو گَا چُنَانچِه حُكْم لِشَهَادَةِ زُوْر كَا ذِكْر كَرَانِي اَلطَّحْطَاوِي وَ يَخْتَصُّ بِزَمَانٍ وَمَكَانٍ وَخُصُوْمَةٍ حَتّٰى لَوْ اَمَرَ السُّلْطَانُ بَعْدَمِ سَمَاعِ الدَّعْوٰى بَعْدَ خَمْسَةَ عَشَرَ سَنَةً فَسَمِعَهَا لَمْ يَنْفُذْ اَور قَضَا خُصُوْمَت قَبُول كَرنی ہِي زَمَان وَمَكَان اَور خُصُوْمَت كی تو اگَر سُلطَان اَمر كَرے عَدَم سَمَاعَت دَعوٰی كَا پَندرہ بَرس كے بَعد سو قَاضِي نے دَعوٰی سُنَا تو حُكْم نَافِذ نَه ہو گَا هم ظَهِيريه مِيں ہِي كَه اگَر اِمَام اَيسے كو اَيكْ مَحْدُود اَيك مَجْلِس كے لِئے قَاضِي مُقَرَّر كَرے تو جَائِز ہِي اَور خُلَاصه مِيں ہِي كَه اگَر سُلطَان قَضَا مِيں خُصُوْمَت اِسْتِثْنَا كَرے يَعنِي يُوں كَهے كَه قَضَا مُدَّت مَذْكُوْر مِيں نَه سُنِي تو صَحِيح ہِي كَذَا فِي الطَّحْطَاوِي قُلْتُ فَلَا تُسْمَعُ الْاٰنَ بَعْدَ هٰذِهِ الْمُدَّةِ اِلَّا بِاَمْرٍ اٰخَرَ اِلَّا فِي الْوَقْفِ وَالْاِرْثِ وَجُوْدِ عُذْرٍ شَرْعِيٍّ وَبِهِ اَفْتَى الْمُفْتِي اَبُو السُّعُوْد فَلْيُحْفَظْ مِيں كَهتَا ہُوں تو اب بَعد اَمر سُلطَان كے دَعوٰی نَه سُنا جَاوے پَندرہ بَرس كے بَعد مَگر سُلطَان كے اَمر سے لِيكن وَقف وَمِيرَاث اَور مَوجُود ہونے عُذر شَرعی مِيں بَعد پَندرہ بَرس كے عُلَمَاء اَور سُلطَان بھی سَمَاعَت ہو گی اِسِيكَا فَتوٰی دِيا ہِي مُفتِی اَبُو سُعُود نے تو اِسكو يَاد رَكھنا چَاہِيے هم حَمَوِی نے اَپنے اُستَاد يَحيٰی مَنقَار سے نَقل كِيَا كَه سَلَاطِين يَعنِي سَلَاطِين رُوم اَپنے قَاضِيوں كو حُكْم كَرتے ہِيں اَپنی سَب وِلَايَت مِيں كِسی دَعوٰی كو نَه سُنيں پَندرہ بَرس كے بَعد سِوَاے وَقف وَارِث كے اِنتِهٰی اَور يه بھی قَطع حُصُول رَفع تَردُّد كِيلِئے سُلطَان ہو اَور ہَمچُو رِوَايَت تَيِّس بَرس يَا تَيِّس بَرس يَا تَيِّس بَرس كی عَلَامه اَيُّوبی مَبسُوط اَور فَتَاوٰی عَيَانی مِيں ہِي دَر بَاب عَدَم سَمَاع سو يه رِوَايَت قَبِيل صُدُور نَهی سُلطَانی ہِي عُذر شَرعی چُنَانچه طَحطَاوِی وَرَدِّ المُحتَار وَغَيرِه كَذَا فِي الطَّحطَاوِي وَفِي الْمِنَحِ اَمْرُ السُّلْطَانِ اِنَّمَا يَنْفُذُ اِذَا وَافَقَ الشَّرْعَ وَاِلَّا فَلَا اِشْبَاهٌ مِنَ الْقَاعِدَةِ الْخَامِسَةِ وَثَلَاثِيْنَ قَوْلُهُ اَمْرُ قَضَائِهِ تَعْجِيْزُ الشُّهُوْدِ وَجَبَ عَلَى الْعُلَمَاءِ اَنْ يَنْصَحُوْهُ وَيَقُوْلُوْا لَهُ كَلَّفَكَ قَضَاؤُكَ اِلٰى اَمْرٍ يَلْزَمُ مِنْهُ سُخْطُكَ اَوْ سُخْطُ الْخَالِقِ تَعَالٰى حُكْم بَادشَاه كَا اُسوَقت نَافِذ ہو تا ہِي جَبتَك شَرع كے مُوَافِق ہو اَور نَه نَافِذ نَهِيں جَيسے بَچے اَشيَاء كے بَالِغوں فَارِغ عَدے اَور فَوَائِد شَتی مِيں كَه رِبو تو اگَر بَادشَاه نے اَپنے قَاضِيوں كو شَاہِدوں كے قَسم دِلَانے كَا حُكْم كِيَا تو عَالِموں پَر وَاجِب ہِي كَه بَادشَاه كو نَصِيحت كَرِيں اَور اُس سے كَهيں كَه اَپنے قَاضِيوں سے وَه اَمر نَه كَروَاے جِس سے آپكَا غَضَب لَازِم آوے يَا خَالِق پَر تَرَكَا غَضَب يَعنِي اگَر تِيری اِطَاعَت كے لِئے خَالِق كَا غَضَب ہو هم اَور اگَر تِيری نَافَرمَانی كَرِيں تو تِيرا غَضَب ہو هم صَاحِب بَحر نے اَيمه حَنَفِيه سے نَقل كِيَا كَه اِطَاعَت اِمَام غَيرِ مَعصُوم مِيں وَاجِب ہِي تو اگَر سُلطَان اَيك اِن سے رُوزه رَكھنے كَا حُكْم كَرے تو رُوزه وَاجِب ہو گَا صَيرَفِيه سے جَوَاز تَحلِيف مَنقُول ہِي يَعنِي شَاہِدوں سے قَسم لِينا جَائِز ہِي مُفتِی اَبُو سُعُود نے كَهَا كَه مُفِيد ہِي اِس قَضِيه كے سَاتھ كَه كَب قَاضِی قَسم لِينے كو دُرست جَانے اُسطَرح پَر كَه وَه صَاحِب رَاے ہو يَعنِي مُجتَهِد ہو اَور اگَر صَاحِب رَاے نَه ہو تو تَحلِيف نَهِيں جَائِز ہو كَذَا فِي الطَّحطَاوِي قَضَاءُ الْبَاشَا وَكِتَابَتُهُ اِلَى الْقَاضِي جَائِزٌ اِنْ لَمْ يَكُنْ قَاضِيَ مُدَّةٍ مِنَ السُّلْطَانِ قَضَا بَاشَا كی اَور مَكتُوب اُسكَا قَاضِی كی طَرف جَائِز ہِي اگَر سُلطَان كی طَرف سے قَاضِی مُعَيَّن نَه ہو هم بَاشَا اَور كُوتَه مِيں هم مِير بَاشَا كی قَيد اسوَاسطے لَگَائی كه قَضَا سُلطَان

اور دوسرے پنچ کو اسکا قبول کرنا درست ہے اور پنچ کا حکم ایک ورثہ سے باقی وارثوں کیطرف نہیں پہنچتا اور حکم کا حکم غیبت بالغ کے بارے کیطرف نہیں پہنچتا اگر میت وہ تحکیم سے راضی ہوا اور اگر حکم نے وکیل پر عیب مبیع کا حکم کیا تو اسکا حکم موکل کیطرف نہیں متعدی ہوتا اور حکم اسکا صغیر کے وصی پر نافذ نہیں جسمیں صغیر کا ضرر ہو اور حکم حکم کا تحکیم کے ساتھ مقید نہیں بلکہ اسکا حکم جایز ہے جمیع بلاد میں یعنی بعد رضا سے متخاصمین اور اگر حکم من انفصال ہو گواہی کے اختلاف کے سبب سے سوا ایک کے گواہ کی گواہی کے اسکو خصومت میں دخل کیا ہو فقہائے مفتیہ کیطرف اور دوسرا شاید کہتا ہو کہ دوسرے فقیہ کیطرف تو ایک فقیہ کو حکم کرنا جائز نہیں اور حکم کا حکم رافع خلاف نہیں بخلاف قاضی کے جمیع مسائل مذکورہ میں حلبی نے کہا محال ان مسائل کا باب التحکیم میں انتہی ملخصاً اور منجملہ مسائل مذکورہ یہ ہے کہ لعان میں اگر دو حبین میں حکم کا حکم جایز نہیں چنانچہ برجندی میں ہے کذا فی الطحطاوی و فی الفصل الاول من جامع الفصولین القاضی تلجئہ الحکم یأثم وفی الولوالجیۃ اور جامع الفصولین کی فصل اول میں ہے کہ قاضی حکم کی تاخیر سے گنہگار رہتا ہے اور معزول کیا جاسے اسکو اور تعزیر کیجاسے وفی الاشباہ لا یجوز للقاضی تاخیر الحکم بعد وجود شرائطہ الا فی ثلث لریبۃ ولرجاء صلح اقارب واذا استعجل المدعی اور اشباہ میں ہے کہ جائز نہیں قاضی کو تاخیر کرنا حکم دینے میں شرائط حکم کے پائے جانے کے بعد مگر تین وجہ سے تاخیر جائز ہے شک راشتباہ کے سبب سے اور امید صلح اقارب سے اور جبکہ مدعی عجلت چاہے ہم اشتباہ یہ کہ قاضی کو شہود میں شبہ پڑے چنانچہ اسطرح کہ انمیں اختلاف ہو قاضی کے پاس ایک مقدمے میں گئی دی اور تنوخ اُنکی گواہی کے بموجب حکم نہیں ہوا کہ ایک گواہ امین سے بولا استغفر اللہ میں نے جھوٹی گواہی دی اور قاضی نے یہ کلام سنا مگر یہ معلوم نہیں کہ تینوں میں سے کس نے یہ کلام کیا سو قاضی نے اُسکو اُن سے پوچھا سو سب نے کہا کہ ہم اپنی گواہی پر قائم ہیں تو قاضی اُنکی گواہی پر حکم نہ کرے اور لسان الحکام میں ہے کہ جب قاضی کے پاس بھائی یا چچیرے بھائی جھگڑا لاویں تو قاضی کو لائق ہے کہ اُنکو عقد اُٹھالے اور جلدی حکم نہ دے شاید وہ باہم صلح کر لیں اسواسطے کہ حکم اگرچہ حق ہو مگر اکثر عداوت کا سبب ہو جاتا ہے بھائیوں میں علامہ شیخ صالح نے کہا کہ تاخیر حکم بامید صلح اقارب میں مخصوص نہیں بلکہ اجانب میں بھی ایسا ہی کرنا چاہیے کیونکہ حکم قاضی کینے کا موروث ہو فتحی الامکان اس سے احتراز کرنا چاہیے اور نخالف نہیں قضا فی الفور کے اسواسطے کہ قضا فی الفور اس صورت پر محمول ہو جبکہ قاضی کو حصول صلح کی توقع نہ ہو اور اسکا موید وہ ہو جو اختیار اور خزانۃ المفتین میں ہے کہ جب قاضی محرر ارضاء خصمین کی توقع ہو تو اُسکے رد کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں اور دونوں میں حکم جاری نہ کرے شاید صلح کر لیں اور اُنکو دو بار سے زیادہ رد نہ کرے اور اگر توقع صلح نہ ہو تو حکم جاری کر دے انتہی اور جیسے استعمال مدعی سے تاخیر حکم جائز ہے ویسے ہی استعمال مدعی علیہ سے جبکہ وہ دفع دعوے کا مدعی ہو بشرطیکہ دفع صحیح کا مدعی ہو نہ دفع فاسد کا اور ایک صورت اور باقی رہگئی جسمیں تاخیر قضا جائز ہے یعنی جبکہ قاضی اہل شہر کے فتوے پر اعتماد نہ کرے اور دوسرے شہر کے علماء سے فتوی دریافت کرے تو تاخیر قضا سے گنہگار رہیگا چنانچہ خلاصہ میں ہے کذا فی الطحطاوی ولا یعقوہ رجوعہ عن قضائہ الا فی ثلث لو بعلمہ او ظہر خطاہ او بدل مذہبہ او رجوع قاضی کو اپنے حکم سے پھر جانا یعنی اسپر عمل کرنا اور اُسکو باطل کر دینا جائز نہیں مگر تین صورتوں میں اگر حکم کیا اپنے علم اور واقعہ پر یا حکم کی خطا ظاہر ہو گئی یا اپنے مذہب کی مخالفت حکم دیا ہم اپنے علم پر حکم کیا پھر ظاہر ہو گیا کہ اسکا علم وہم تھا چنانچہ قاضی کے نزدیک ایک شخص نے دوسرے شخص کو اسکے مسلمہ کا اور ایک اور دو نوں زمان سے غائب ہونے کے سبب سے خصومت سے معزولی کیا قاضی کے پاس سے قاضی نے ایک شخص کا اس گمان سے کہ یہ شخص وہی معروف ہے پھر معلوم ہوا کہ یہ اسکے سوا کوئی اور ہے تو قاضی کو حکم توڑنا جائز ہے بلکہ واجب ہے اور ظہور خطا کی یہ صورت ہے کہ مثلاً حنفی المذہب نے مشائخ محل التقسمہ کی صحت پر یہ کا حکم دیا پھر اسکو اپنی خطا ظاہر ہو گئی اور خلاف مذہب کا حکم دیا عمداً یا سہواً سابق تفصیل مذکور ہو چکا فتح القدیر میں ہے کہ امام کے نزدیک قاضی کو اپنے علم پر حکم کرنا جائز ہے اس واسطے کہ جانتا ہو اپنے عہدہ قضا کیوقت اُس شہر میں جسمیں کا وہ قاضی ہے اُس حق کا علم جو بعد عاصل نہ ہوا نہیں چنانچہ اگر شہود نے بیع یا غصب یا طلاق یا قتل عمد یا حد قذف اور اگر مثل عہدہ قضا جانتا ہو حقوق العباد میں پھر وہ قاضی ہوا اور وہ مقدمہ اُسکے سامنے آوے یا حالت قضا میں جان چکا غیر شہر میں پھر اُس شہر میں داخل ہوا اور مقدمہ اُسکے پاس رجوع ہوا یا ایک جانا معلوم ہوا اور وہ اُسی شہر میں قاضی ہے پھر وہ معزول ہو گیا پھر بحال سابق منصب ہوا تو امام کے نزدیک حکم نہ کرے اور صاحبین کے نزدیک حکم کرے اور عصر ہمارے زمانہ میں تو قضا علم قاضی نا لائق نافذ نہیں انتہی مختصراً فصل القاضی

القاضی حکمٌ فلو زوج الیتیمۃ من نفسہ او ابنہ لم یجز قاضی کا فعل حکم ہو تو اگر قاضی یتیمہ لڑکی کا نکاح اپنی ذات سے یا اپنے بیٹے سے کرے تو جائز نہیں مصدر فعل سے مراد وہ ہے جو قاضی سے صادر ہو بلا لفظ صیغہ حکم کے نکلے مذکور اسواسطے جائز نہیں کہ قاضی کا فعل مذکور جبکہ حکم ٹھہرا تو جائز نہوا کیونکہ قاضی کو اپنی ذات کیواسطے یا اپنے فرزند کیواسطے حکم کرنا صحیح نہیں لانہ فی المسئلتین لم یوجد الحکم نہیں ہم یہ استثنا ہی فصل القاضی حکم سے نہ لم یجز سے کذا فی الطحطاوی اذا اذن الولی القاضی بتزویجھا کان لیلا یکون تزویج صغیرہ کا اذن دے تو قاضی کفیل ہوگا ہم قاضی جب کفیل ٹھہرا تو فعل تزویج حکم ہوگا تو اگر اسکے عقد کا رافعہ ہو دوسرے قاضی مخالف مذہب کیطرف تو اسکو نقض نکاح جائز ہے کذا فی الطحطاوی عن الاشباہ واذا اعطی فقیرا من وقف الفقراء کان للعطاء غیرہ دوسری صورت یہ ہو کہ قاضی نے ایک فقیر کو دیا فقرا کے وقف سے تو دوسرے قاضی کو اسکے غیر اور فقیر کو دینا جائز ہے ہم اس مسئلے میں قیدیہ ہے کہ قاضی نے فقیر کیواسطے راتبہ نہ مقرر کر دیا ہو اور فقیر قرابت دار کیواسطے حکم نہ کر دیا ہو والا قاضی ثانی کو نقض اسکا جائز نہوگا کذا فی الطحطاوی امر القاضی حکم الا فی مسئلۃ الوقف المذکورۃ فامرہ فتویٰ فلو صح وقف بعضھم صح امر قاضی کا حکم ہے مگر اس مسئلہ وقف میں جو مذکور ہو چکا تو امر اسکا فتویٰ ہے تو اگر اسکے سوا اور کیطرف صرف کرے صحیح ہے ہم مثلاً قاضی کا یوں کہنا مدعی سے اقامت برہان کے بعد کہ اسکو تسلیم کرادیں اور کر دیا ہے حکم ہے اشباہ میں علویہ اور نزازیہ سے کہ وقف کیا فقرا پر پھر بعضے فقرا واقف کے احتاج ہو گئے سو قاضی نے امر کیا کہ کچھ وقت میں سے انکو دیا جاوے سو یہ امر فتویٰ ہے یہاں تک کہ اگر واقف یہ ارادہ کرے کہ اسکو دوسرے فقیر کو صرف کرے تو صحیح ہے القاضی یحلف غریم المیت ولو اقر بہ المریض قاضی قسم دے میت کے دین والے کو اگرچہ مریض نے اسکا اقرار کیا ہو یعنی میت نے مرض الموت میں دین کا اقرار کیا ہو تو بھی قسم دینا چاہیے اور اگر یہ وارث قسم خلاف کریں کذا فی الطحطاوی لا یقبل قول امین القاضی انہ تصدق بما شاھد بہ عند القاضی کے امین کا یوں کہنا کہ اسنے عورت پر یہ نفقہ معین کو قسم دلائی مقبول نہیں مگر دو شاہدوں سے ہم نزدوی نے کہا مخدرہ وہ عورت ہو کہ نہیں ہے جسکو غیر محارم نہ دیکھیں کواری ہو یا بیاہی اور جو عورت جلوہ گاہ عروسی میں بیٹھی اور اسکو رجال اجانب نے دیکھا چنانچہ بعضے بلاد میں عادت ہے وہ مخدرہ نہیں کذا فی الحموی من اعتمد علی امر القاضی الذی لیس بشرعی لم یجز عن العھدۃ انتہی جسنے اعتماد کیا قاضی کے اس امر پر جو شرعی نہیں وہ عہدے سے خارج نہوگا یعنی بری الذمہ نہوگا انہی کلام الاشباہ ہم مثال اسکی یہ ہو کہ ایک شہر سے کو وصیت کی کہ فلانے شہر کے فقیروں کو سو دینار خیرات کرنا سے اور وہ بھی وہ ہو اس شہر سے اور وہاں کے نہ پہونچے کے اور موصی کا اس شہر میں ایک مدیون ہے جسپر ہزار درم ہیں قاضی نے مدیون مذکور کو امر کیا کہ وہ ہم مذکور فقیروں کو دے تو مدیون باقی رہیگا اور دینار کو دینا قطع ٹھہریگا اور وصیت میت وہی بحال سابق قائم رہیگی کذا فی الطحطاوی وقد منا فی الوقف عن المنظومۃ البھیۃ مغزا للمبسوط ان المستطاب مخالفۃ شروط الواقف ولو غائبۃ قدیٰ ونزاع وانہ یعمل بما مر من غایر الشروط فلیحفظ اور سابق ہم ذکر کر چکے ہیں منظومہ بہیہ سے نسبت بمبسوط کہ سلطان کو مخالفت کرنا شرط واقف کا جائز ہم اگر اگر وقف ہیات اور کشت زار ہوں اور یہ کہ عمل کیا ہے سلطان کے امر پر اگرچہ اسکا امر مخالف ہو واقف کی شرط کا تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم مفتی ہو سو یہ فتویٰ ہے کہ مملوکہ کو رام کرنا وقف میں وقفین کی شروط کی رعایت نہیں اسواسطے کہ وہ اوقات یعنی راضی بیت المال کی مملوک بالبیت المال کی طرف سے ہے اسطرح پر کہ واقف انکا فی نفسہ بیت المال کا جسکی آمدنی ثابت نہیں نہتنہا اور یہ حکم مطلق نہیں بلکہ ان اراضی میں ہے جنمیں وقفین کی ملک ثابت نہیں اور اگر انکی ملک شرعی ثابت ہو تو شروط کی مخالفت صحیح ہیں کذا فی الطحطاوی مختصر اتصرف ثلث وجاب صنفی افتدی بانہ متی کان فی الوقف سعۃ لم یقتصر فی ادا بخمسۃ منکاہ منع فتنہ میں کہتا ہوں اور مفتی افندی نے یوں جواب دیا ہو کہ جب وقف میں گنجائش ہو اور جسکے واسطے سلطان نے وقف میں وظیفہ مقرر کر دیا بلا ضرر واقف نہ انہی متولی کے لوا کرنے میں مضرت نہ کرے تو ممنوع نہیں بھی سکو وظیفہ لینا حرام نہیں ہے آگاہ رہنا صریح یعنی اسی صورت پر محمول ہے جبکہ وقف واقف کا ملک ہو جواب اس اعتماد پر ہو کہ گنجائش وقف ظاہر اس مسئلہ سے ہے کہ اصل اسکی بیت المال سے ہے کذا فی الطحطاوی وفی الوھبانیۃ یحبس الولی بدین الصغیر حتی یوفیھا ویظھر فقرا الصغیر قلت لکن قدم شارحھا عن قاضی خان الحر والعبد والبالغ والصبی فی الحبس سواء طلبتا مثل

هٰذا تالله الشرنبلالی اور وہبانیہ میں ہے محجور ہوولی مثل صغیر کے دین میں یہاں تک کہ اسکو دار کرے یا صغیر کی محتاجی ظاہر کرے میں کہتا ہوں لیکن وہبانیہ کے شارح معنی علیہ السلام مقدم ذکر کیا ہے قاضی خاں سے کہ آزاد اور غلام اور بالغ اور صغیر محجور ہونے میں برابر ہیں تو غور کرنا چاہیے ولی کی نفی حجر کو یہاں یہ قول ہے شرنبلالی کا یعنی جب حجر صغیر جائز ہوا تو ولی اسکا کاہیکو محجور ہوگا حاصل یہ ہے کہ صغیر محجور علیہ محجور نہیں کیا جاتا دین کے استہلاک سے ولیکن اسکا باپ یا وصی حجر کیا جاوے انتہی اور ظاہر اوجہ توفیق بین القولین یہ ہو کہ قاضی خاں کا کلام صغیر ماذون میں اور خلاصہ اور وہبانیہ کا کلام صغیر محجور علیہ میں ہے چنانچہ خلاصہ کی عبارت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی قال فلیس للقاضی البیع مع وجود باب ووصی هی فائدة حسنة قلت وهی فی الغیبة ومتی بلغ فللقاضی نقضه لو اصلح کما نظم الفارض فضمته ولکن یتبع ببعضه فقلت شرنبلالی نے کہا اور قاضی کو بیع جائز نہیں باوجود باپ یا وصی کے اور یہ خوب فائدہ ہے میں کہتا ہوں اور یہ مسئلہ توقیعہ میں ہے اور جبکہ باپ اور وصی نے بیع کی تو قاضی کو اسکا توڑ دینا جائز ہے اگر نقض اصلح ہو چنانچہ وہبانیہ کے شارح نے اسکو نظم کیا ہے سو میں نے اسکو متن سے ملا دیا بعض الفاظ کو بدل کر سو یوں کہا ؎ ویُنقَضُ بیعٌ من اب ووصیة ولو مُصْلِحًا لا اصلح النقض بیّنوا اور توڑی جاوے بیع باپ اور اسکے وصی کی اگرچہ باپ یا وصی مصلح ہو نہ مفسد اور حالانکہ نقض اصلح ہے یہ حکم مسطور ہے کتبہ مصححہ ؎ ویُحبَسُ مَدْیُونٌ علی الطفل الدَّیْنَ وصیٌّ للتأدیب بعضٌ تصوّرا اور حبس کیا جاوے طفل صغیر کے دین میں باپ یا وصی اور تادیب کیواسطے بعضے علما حبس طفل کی بھی صورت بتاتے ہیں یعنی بعضوں کے نزدیک حبس صغیر تادیب کیواسطے جائز ہوتا کہ وہ ڈھیٹ نہ ہو جاوے ؎ وفی الدین لا یُحبَسُ اَبٌ ومکاتبٌ وعَبْدٌ ولو لاذ بالعتق وهو مُحْبَسُ اور صغیر کے دین میں باپ حبس نہیں ہوتا یعنی اگر صغیر کا دین باپ پر ہو تو وہ محبوس نہ ہوگا اور نہ مکاتب ہی کے دین کتابت کے غیر و میں اور نہ غلام مولی کے دین میں اور نہ مولی غلام کے دین میں اور نہ مدیون مفلس محبوس ہوتا ہے ثم لو العبدُ مَدْیونًا یُحبَسُ بدینه لانه للتجارة بان اگر غلام مدیون ہو غیر شخص کا تو مولی محبوس ہوگا اسکے دین میں اسواسطے کہ کسب غلام کا اب اصحاب دیون کا حق ہے یعنی حبس مولی اسواسطے ہے تاکہ انکو وہ دیون حاصل ہو جاویں جو غلام پر ہیں کذا فی الطحطاوی وکذا یُحبَسُ بدین مکاتبه لا فیما کان من جنس الکتابة اور اسطرح مولی محبوس ہوتا ہے اپنے مکاتب کے دین میں مگر اس دین میں محبوس نہیں ہوتا جو دین کہ کتاب کی جنس سے ہو یعنی گو دین مکاتب پر مثلاً دس من گیہوں ہیں بایں کتابت کی مثلاً دس رسم پر تو اس صورت میں بدل کتابت مقاربہ دین کے تو ہوئے محبوس ہوگا اور اگر کتابت بھی دس من گیہوں پر ہوئی ہے تو اب دین جنس کتابت سے ٹھہرا تو محبوس نہ ہوگا کما فی عتاق الوهبانیة ؎ وفی غیر جنس الحق یُحبَسُ سیّدًا ومکاتبه والعبدُ فیها یُحبَّرُ اور سو وہبانیہ کی کتاب العتاق میں ہے اور غیر جنس حق میں محبوس کرے مولی کو مکاتب اسکا اور غلام کتابت میں مختار ہے یعنی چاہے تو کتابت کو غلام فسخ کر دے بدون رضامندی مولی کے کذا فی الطحطاوی وفی جمعها ؎ ویُحبَسُ والکُتْبُ الصحاح المُجَرَّدُ علی الدین بالکتب یُعلَمُ اور وہبانیہ کی کتاب الحجر میں ہے اور صحیح کتابوں والا کاتب محبوس ہوگا دین پر اس واسطے کہ بسبب کتابوں کے وہ مفلس نہیں ہم قنیہ میں ہے کہ فقیہ پر دین ہے اور اسکے پاس کتابیں ہیں تو وہ درخور قضاء دین مقدور والا ہو تو وہ محبوس ہوگا اگرچہ وہ فقیہ ہے درخور صدقہ وجوب کو کذا فی الطحطاوی

باب التحکیم

باب التحکیم

یہ باب تحکیم میں یعنی پنچ مقرر کرنے میں تحکیم بھی قضا کے فروع سے ہے اور حکم یعنی پنچ کا مرتبہ کمتر ہے قاضی سے حکم رائی میں اسواسطے کہ قاضی کا حکم عام ہے اور محکم کا حکم فقط اوسی پر محبوس ہے جسنے اسکو پنچ ٹھہرایا اور پنچایت حدیث سے ثابت ہے اسواسطے کہ ابو شریح سے مروی ہے کہ میں نے کہا کہ یا رسول اللہ میری قوم میں جب اختلاف ہوتا ہے کسی امر میں تو میرے پاس آتے ہیں سو میں ان میں حکم کر دیتا ہوں تو مجھے فریقین راضی ہو جاتے ہیں حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا یہ کیا خوب ہے رواہ النسائی کذا فی الفتح هو لغة جعل الحکم فیما الی اثنین او اکثر وشرعا تولیة الخصمین حاکما یحکم بینهما اور تحکیم لغت میں بات میں سے کہ تو اپنے ملا میں غیر شخص کو اسطے حکم کرنا مقرر کرے شرعاً تولیۃ الخصمین حاکما یحکم بینهما اور تحکیم عرف میں یہ ہے کہ مقرر کرنے والے دو شخصوں سے ایک حاکم کو کہ وہ دونوں میں حکم کر دے ویرکنه لفظه الدال علیه مع قبول الآخر ذلک اور رکن تحکیم لفظ تحکیم ہے یا ہم معنی اسکا وہ لفظ جو تحکیم پر دلالت کرے مع قبول کرنے دوسرے کے یعنی تحکیم کے اسکا مع معنی تحکیم کے ایک دوسرے کو سپرد کیا ہے حاکم مقرر کیا ہے تو ہم میں حکم کرے اور وہ اسکو قبول کرے اور مانند تحکیم کے ایجاب و قبول ہے

حکم کرنا ہو ولی نہ متخاصمین اسکو قبول کرلیں بحیطہ بیان ہے کہ اگر متخاصمین ایک مرد کو حکم مقرر کریں سو وہ قبول نہ کرے تو اسکا حکم کرنا جائز نہیں مگر تحکیم کذا فی الطحطاوی وشرطه من جهة المحكم بالفتح العقل والحرية والإسلام فيصح تحكيم من فيه هذه الأوصاف ويشترط تحكيم من فيه هذه الأوصاف کے حکم ہونا یعنی جس کو حکم مقرر کرنے والے کیطرف سے قتل کرنے کا اختیار ہو نہ آزاد ہونا اور نہ مسلمان ہونا صحیح ہے تحکیم ذمی کی ذمی کو اور مسلمین کی مسلمین میں بامل ہے اور ذمیوں میں ذمی کا نیچ ہونا صحیح ہے کذا فی النہایۃ وشرطه من جهة التحكيم بالفتح صلاحيته للقضاء كما مر اور شرط تحکیم کی تحکیم بالفتح یعنی نیچ کیطرف سے لیاقت رکھنا اسکا ہے قضا کیواسطے جیسا کہ اسکا ذکر ہوچکا یعنی نیچ کی شرط یہ ہے کہ مسلم بالغ عاقل عادل ہو نہ اندھا نہ بہرا نہ گونگا محدود فی القذف فتاوی عالمگیری میں ہے کہ اگر فاسق حکم کرے تو واجب ہے کہ جائز ہو ہمارے نزدیک انتہی ہم طاہر ا فاسق کو نیچ مقرر کرنا مصنف ہوگا جیسے کہ فاسق کو قاضی بنانا گناہ ہے واللہ اعلم وتشترط الأهلية المذكورة في ولاية التحكيم وقت التحكيم جميعا فلو حكما أعلى فعلا أو صبيا فبلغ أو ذميا فأسلم نفذ حكمه لا ينقذ حكما هو الحكم في مقلد بفتح اللام مشددة تحكيم الشهادة اور اہلیت مذکورہ شرط ہے نیچ مقرر کرنے کے وقت اور حکم نفاذ کے وقت سب حالتوں میں تو اگر متخاصمین نیچ مقرر کریں غلام کو پھر وہ آزاد ہوجاوے یا صغیر کو پھر وہ بالغ ہوجاوے یا ذمی کو پھر وہ مسلمان ہوجاوے پھر وہ حکم کرے تو حکم نافذ نہ ہوگا چنانچہ یہی حکم ہے قاضی میں بخلاف شہادت کے یعنی شہادت میں فقط ادائے شہادت کیوقت اہلیت شرط ہے تکمل شہادت کیوقت فقد منا أنه لو استقضى العبد ثم عتق فقضى صح وهو تعيين منه للتبيين اور پہلے ہمنے اسکو ذکر کیا ہے کہ اگر غلام قاضی مقرر کیا جاوے پھر وہ آزاد ہوجاوے پھر وہ حکم کرے تو صحیح ہے اور سعدی نے اس مسئلہ کو بمنتے کیطرف منسوب کیا ہے ہم طحطاوی نے کہا یہ قول مخالف متن کے ہے اور ظاہر یہ ضعیف ہے حكما رجلا معلوما فإذا رضيا حكما اول من يدخل المسجد فحكما جاز إجماعا للجهالة فحكما بينهما بينة أو إقرارا أو نكولا ردا خيارا بحكمه صح لو في غير حد وقود وعلى عاقلة متخاصمین نے نیچ مقرر کیا ایک مرد معین کو سو اس نے دونوں میں حکم کیا گواہی یا اقرار یا انکار قسم سے اور دونوں اسکے حکم سے راضی ہوگئے تو حکم صحیح ہے اگر حد اور قصاص اور دیت علی العاقلہ کے غیر میں حکم کیا ہو مرد معین کی قید واسطے لگانی کہ اگر متخاصمین نیچ مقرر کریں اسکو جو اول مسجد میں داخل ہو تو بالاجماع جائز نہیں بسبب اسکے مجہول ہونے کے صاحب شارح نے جو صاحب متخاصمین کی قید زیادہ کی وہ اگلے متن کی مخالفت ہے اور فتاوی عالمگیری میں صاف مذکور ہے کہ رضائے متخاصمین فی وقت تحکیم شرط ہے نہ حکم کیوقت تو اگر شارح رضا تحکیم کہتا تو اولیٰ تھا بحکمه كما مر ليصح أنه تحكيم لا خارج ہوجاوے فتاوی عالمگیری میں ہے کہ تحکیم اس امر میں صحیح ہے جسکے فصل کا متخاصمین کو اختیار ہے یعنی حقوق العباد میں صحیح ہے نہ حقوق اللہ میں تو تحکیم اموال اور طلاق اور عتاق اور نکاح اور ضمان سرقہ میں جائز ہے نہ حد زنا اور سرقہ اور قذف میں انتہی اور قسامہ میں ہے کہ طلاق اور عتاق اور کتابت اور لعان اور فسخ عنین اور ایلاء اور ظہار اور رجعت کو تحکیم شامل ہے انتہی اور دیت علی العاقلہ میں اسواسطے صحیح نہیں کہ عاقلہ اسکے حکم سے راضی نہیں اسکے حکم سے اوپر نیچ کا حکم اسپر نافذ ہو راضی ہو کذا فی الطحطاوی لحصر الأصل أن حكما لحكمه بمنزلة الصلح وهذا لا يجوز بالصلح إذا وجوبا بالقياس قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ حکم کا منزلہ صلح کے ہے اور یہ یعنی حد اور قصاص اور دیت علی العاقلہ جائز نہیں صلح کرنے سے تو تحکیم سے بھی جائز نہ ہوگی وينفرد أحدهما بنقضه أي التحكيم بعد وقوعه كما ينفرد أحد العاقدين بمضاربة وشركة ووكالة بلا التماس طالب اور متخاصمین میں سے ایک شخص مختار ہے حکم کے توڑ دینے کا بعد وقوع تحکیم قبل اسکے حکم کے جیسے احد العاقدین مختار ہے نقد عند کا مضاربت اور شرکت اور وکالت میں بلا التماس طالب کے یعنی موکل کو اختیار ہے کہ وکیل کو معزول کرے جب چاہے خواہ وکیل طالب عزل ہو یا نہ ہو فإن حكم لزمه فيما دون القصاص وقذف وعفو لا يبطل حكمه بعزل ما لم يصر مرتدا أو يلحق بدار الحرب أو يجن جنونا مطبقا أو يموت أو يعم عماه اور اگر حکم نے حکم کیا تو متخاصمین کیلئے اسکا ماننا لازم ہوگیا اور اسکا حکم باطل نہیں ہوتا دونوں کے معزول کردینے سے بسبب پائے جانے ان امور کے جو ولایت شرعی سے لا یعزل حكمه أي عقد ما لا في مسئلة ما لو حكم أحد الشريكين غريما له رجلا فحكم بينهما وألزم الشريك الغائب الآن حكمه كالصلح بجامع التعدي للشريك الغائب وهو ظاهر لا في مسئلة ما لو حكم أحد الشريكين غريما له رجلا فحكم بينهما وألزم الشريك الغائب الآن حكمه كالصلح بجامع التعدي للشريك الغائب وهو ظاهر لا في مسئلة ما لو حكم أحد الشريكين غريما له رجلا فحكم بينهما وألزم الشريك الغائب الآن حكمه كالصلح بجامع التعدي للشريك الغائب وهو ظاهر لا في مسئلة ما لو حكم أحد الشريكين غريما له رجلا فحكم بينهما وألزم الشريك الغائب الآن حكمه كالصلح بجامع التعدي للشريك الغائب وهو ظاهر کے حکم کیا تو متخاصمین کیلئے اسکا ماننا لازم ہوگیا اور اسکا حکم باطل نہیں ہوتا دونوں کے معزول کردینے سے بسبب پائے جانے ان امور کے جو ولایت شرعی سے لا یعزل حكمه أي عقد ما لا في مسئلة ما لو حكم أحد الشريكين غريما له رجلا فحكم بينهما وألزم الشريك الغائب الآن حكمه كالصلح بجامع التعدي للشريك الغائب وهو ظاهر لا في مسئلة ما لو حكم أحد الشريكين غريما له رجلا فحكم بينهما وألزم الشريك الغائب الآن حكمه كالصلح بجامع التعدي للشريك الغائب وهو ظاهر لا في مسئلة ما لو حكم أحد الشريكين غريما له رجلا فحكم بينهما وألزم الشريك الغائب الآن حكمه كالصلح بجامع التعدي للشريك الغائب وهو ظاهر ہوتا حکم حکم کا متخاصمین کے غیر کیطرف مگر اس مسئلہ میں کہ اگر احد الشریکین اور اسکے دیون نے ایک مرد کو حکم ٹھہرایا سو اسنے دونوں میں حکم کیا اور شریک کو کچھ مال مشترک سے لازم کردیا تو وہ دوسرے شریک غائب کو حکم نافذ نہ ہوگا اسواسطے کہ اسکا حکم بمنزلہ صلح کے ہے کذا فی البحر یعنی اور صلح طریقہ ہے تجارکا تو ہر شریک صلح سے راضی ہوگا کذا فی الطحطاوی عن البحر فلو حكما في عيب بيع فقضيا برده ليس للبائع رجوع على بائعه لأنه رضي لبائع الأول والثاني والمشتري بتحكيمه فتنبه

ہوا اگر بائع اور مشتری سے ہو کہ فسخ بیع کا حکم کیا تو جائز نہیں بائع کو اسکا بھیر دینا اپنے بائع پر مگر بائع اول اور بائع ثانی اور مشتری کے راضی ہو جانے سے اس کی تصریح کی ہے کہ اتفاق فسخ کا کل المجتہدات کھلم بکون الکتاب باطل واجمع ففسخ الیمین الصفقۃ الی الملاک وغیرہ پھر دریافت کرنا چاہئے کہ تبریز یعنی جدا اور تصفیہ دونوں کا استثنا کرنا ہے ہمارے شیخ کا جمیع مسائل محلہ مجتہدین میں چنانچہ کنایات کے رجعی ہونے کا حکم کرنا اور یمین مضاف الی الملک کا فسخ کر دینا وغیر ذلک ہمارا غلبہ یہ کہ نہ شیخین سے مشہور ہے مسائل بیع اور اشتہار حاصل ہوا بعد زوجین نے ایک شافعی مذہب سے حکم مقرر کیا کہ وہ دونوں میں جدائی کے حکم کرے امام شافعی کے مذہب پر تو بقول اصح صحیح ہو کذا فی الطحطاوی ملخصاً لکن ھذا یعلم دیکذبہ ظاھر الھدایۃ انہ یجب بلا یحکما فاضل لیکن کذا فی ہدایت کے معلوم کیجئے اور چھپا ڈالیئے اور ظاہر ہدایہ یہ ہے کہ مفتی جواب ہے کہ حلال نہیں ہے سوا تامل کر ہم معنی اگر مفتی سے کوئی اسطرح کا سوال کرے جسکا کہ ممانعت کیا واسطے واجب ہو تو یوں جواب سے کہ حلال نہیں ہو اور اول قول پر مبنی سکوت کرے اور کچھ جواب نہ دے کذا فی الحلبی کہ ہمارے ہو واسطے واجب ہے تا عوام الناس ہم مذہب پر دلیر ہو جاویں وصح اخبار کہ باقرار احد الخصمین دبعد الیۃ الشاھد حال ولا یبقی ای بقاء تحکیم ہوا اور صحیح ہے خبر دینا حکم کا احد الخصمین کے اقرار اور شاہد کی عدالت میں اپنی ولایت کی حالت میں یعنی در صورت بقا حکم خصمین ہم یعنی اگر مدعی علیہ سر کشی کرے اور محکم حاکم کو اسکے اقرار کی خبر دے اخراج خصم کیواسطے یا مدعی علیہ شاہد کو فاسق کہے اور محکم اسکی عدالت ظاہر کرے تو صحیح ہے در حالتیکہ محکم کیونکہ اسکا اخبار اس حال میں قائم مقام ہو دو شاہدوں کی شہادت کے کذا فی الطحطاوی کالا یصح اخبارہ بعد الانفضاء ولا یصح نہیں اسکا خبر دینا اپنے حکم کا سبب منقضی ہو جانے سے اسکی ولایت کے یعنی حکم کے بعد اسکے ولایت باقی نہ رہی فوجہ جملہ رعایہ کے ہو گیا تو اب اسکا اخبار کرنے سے شہادت شاہدین ہو سکتا کذا یصح حکمہ کابویہ وولدہ وزوجتہ حکم القاضی اور صحیح نہیں حکم محکم کا اپنے والد اور ولد اور زوجہ کی منفعت کیواسطے جیسے قاضی کا حکم اشخاص مذکورین کیواسطے صحیح نہیں ہم اشخاص مذکورین کی قید سے معلوم ہوا کہ بھائیوں اور پھوپھیوں اور اخیافی اولاد اور سسرال اور داماد کیواسطے اسکا حکم صحیح ہو جیسے اسکے واسطے شہادت صحیح ہو کذا فی البحر لخلاف فی حکمہا ای القاضی المحکم علیہم حیث یصح کالشہادۃ بخلاف قاضی اور محکم کے حکم کے اشخاص مذکورین کی مغفرت پر کہ وہ صحیح ہو جیسے شہادت مغفرت کی صحیح ہو حکما رجلین فلا بد من اجتماعہما علی الحکوم لہ مدعی اور مدعی علیہ نے دو شخصوں کو پنچ مقرر کیا تو دونوں کا اجتماع محکوم ہو پر ضرور ہو یعنی ایک رائے پر فیصلہ صحیح ہو گا تا وقتیکہ دونوں متفق الرائے ہوں ویمضی القاضی حکمہ الذی یراہ ویبطل ما یخالفہ ابطلان حکم خلاف اور قاضی محکم کے حکم کو جاری کرے در صورت مرافعہ اگر قاضی کے مذہب کے موافق ہو اور اگر اسکے مذہب کے مخالف ہو تو حکم کو باطل کرے اسواسطے کہ محکم کا حکم اختلاف مجتہدین کا رافع نہیں ہم اسواسطے کہ ولایت محکم میں قصور ہو کہ وہ فقط محکمین پر مخصوص ہو بخلاف ولایت قاضی کہ وہ عام ہو تو اسکا رافع خلاف ہو گا ولیلہ للحکم بقویض الحکم الی غیرہ اور جائز نہیں محکم کو یہ کہ سپرد کرنا اپنے حکم کا کسی اور شخص کو یعنی اسواسطے کہ خصمین خبر کے حکم سے راضی نہیں اور اگر غیر شخص حکم کرے اور خصوم اسکو جائز رکھے تو جائز نہیں مگر خصمین کی اجازت سے البتہ جائز ہو گا کذا فی الطحطاوی وحکمہ بالوقف لا یرفع الخلاف علی الصحیح خانیہ اور وقف پر حکم کا محکم کرنا رافع خلاف امام نہیں بقول صحیح کذا فی الخانیہ یعنی امام کے نزدیک عدم لزوم وقف ثابت ہو تو بقول صحیح محکم کے حکم سے یہ خلاف مرتفع نہ ہو گا ولو بعد الحکم بلزومہ لکن ھبہ حکم ابتداء بلزومہ فیرتفع بہ الخلاف کما صححہ اکثر المتاخرین اور اگر محکم کے حکم کا رافع ہو تا اگر محکم کے مذہب کے موافق ہو حکم کے نزدیک تو وہ سر تو سے لزوم وقف کا حکم کرے اسکے ساتھ اور حکم کے حکم جاری نہ کرے کیونکہ وہ معتبر نہیں واقع ہوا لعدم لزوم وقت کی شرط یہ ہو کہ صادر ہو اہل سے اپنے محل میں کذا فی الطحطاوی والحاصل انہ کلما خالف فی مسائل عد فی البحر منہا سبعۃ عشر منہا واذا رفعت الخزانۃ فاذا اسلم احد الخصمین بعد ما حکم فی خلافہ القاضی خلاصہ مقامہ ہو جیسے قاضی کے ماتحت ہو مگر چند مسائل میں قاضی کے ماتحت نہیں ہے بحر الرائق میں سترہ مسئلہ شمار کئے ہیں ان سے ایک یہ ہو کہ اگر محکم مرتد ہو جاوے تو معزول ہو گا پھر جب مسلمان ہو تو محکم جدید کی حاجت ہو گی بخلاف قاضی کے کہ وہ اسلام بعد الارتداد سے معزول نہیں ہو تا منہا لو رد الشہادۃ للتہمۃ فلغیرہا قبولہا اور از انجملہ یہ کہ اگر محکم رد شہادت کرے بسبب تہمت کے تو غیر کو قبول شہادت جائز ہو وینفی ان کان یلی الحبس ولکن لا اور لائق نہ ہو کہ محکم متولی حبس نہ ہو اور

اور میں نے اسکو صریح نہیں دیکھا صرف بحث مباحث بحر کی ملحطاوی نے کہا صدر الشریعہ نے تصریح کی ذکر حکم کو جس کا اختیار ہو وکذا لو ارسل حکمہ بقبول الھدیۃ وبعثھا الی ابن الاخ وقت الحکومۃ او اسیطر حتی میں نہیں دیکھا حکم کے ہدیہ قبول کرنے کا حکم اور لائق یہ ہے کہ ہدیہ قبول کرنا جائز نہو اگر متخاصم نے اسکو ہدیہ دیا ہو تحکیم کے وقت

باب کتاب القاضی الی القاضی وغیرہ

ارادبغیرہ قولہ والمرأۃ تقضی الخ یہ باب ہو قاضی کے خط بھیجنے کا دوسرے قاضی کیطرف اور باب ہو غیر خط کا مصنف نے لفظ وغیرہ سے اپنے اس قول کا ارادہ کیا والمرأۃ تقضی الخ یعنی عورت قاضی ہوتی ہو حدود اور قصاص کے سوا اور احکام میں ھم کتاب یعنی مکتوب ہو اور غیر وعطف ہو کتاب پر کذا فی الطحطاوی خلاصہ یہ ہو کہ اس باب میں قاضی کے خط کے احکام مذکور ہیں اور خط کے سوا اور بھی احکام اسمیں ہیں اور القاضی یکتب الی القاضی فی کل حق بہ یفتی استحسانا قاضی مکتوب لکھ بھیجتا ہو دوسرے قاضی کیطرف ہر ایک حق کہ اسیکا فتوی ہو بطریق استحسان کے ھم یعنی دین اور نکاح اور طلاق اور نسب اور وکالت اور وصیت اور ایصاء اور موت اور وراثت اور قبول موجب مال اور غصب اور عتاق اور مضاربت اور اعیان مغصوبہ اور غیر منقولہ سب حقوق میں خط لکھنا جائز ہو اور یہی مروی ہو محمد سے اور اسی پر متاخرین ہیں اور اسیکا فتوی ہو بسبب ضرورت کے کذا فی البحر غیر حدود وقود للشبھۃ قاضی خط لکھے سوائے حدود اور قصاص کے بسبب شبہ کے یعنی شبہہ یدلیت علی الشہادۃ سے اور اسواسطے کہ حدود اور قصاص کی بنا اسقاط پر ہو تو ان میں خط پر عمل کرنا اثبات کی کوشش ہو کذا فی الدرر فان شھد علی خصم حاضر حکم بالشھادۃ وکتب بحکمہ لیحفظ سو اگر شاہد گواہی دیں خصم حاضر پر تو قاضی بواسطہ شہادت حکم کرا اور اپنے حکم کو لکھے تا محفوظ رہے ھر یہ قول مقصود بالذات ملکہ تحریر مکتوب الی القاضی کا توطئہ ہو کذا فی الدرر تحریر حکم کا فائدہ یہی ہو کہ طول مدت سے واقعہ بھول جاوے والا آخر پر حکم کی حاجت نہیں کیونکہ حکم تامہ مجلس ہو حضور خصم سے یا تمکن سے مگر یہ کہ غائب ہو جائے حکم کے بعد یا حکم کا منکر ہو تو اب لکھنا چاہیے تا حقدار کا حق سلامت رہے اور قاضی کا حکم نافذ بنا رہے کذا فی الزیلعی وکتاب الحکم وھو السجل الحکمی ای الحجۃ التی فیھا حکم القاضی ھذا فی عرفھم وفی عرفنا کتاب یکتب فیہ وقائع الناس او حکم کتاب ہی مجلس حکمی ہو یعنی وہ حجت اور سند جسمیں قاضی کا حکم مندرج ہو یہ اصطلاح بھی سلف میں اور ہمارے عرف میں سجل حکمی وہ بڑی کتاب ہو جسمیں لوگوں کے وقائع اور مقدمات لکھے جاوین ھم مغرب میں ہو کہ سجل قاضی کا نوشتہ ہو جسمیں اسنے اپنا حکم لکھا خواہ دوسرے قاضی کے پاس بھیجا یا نہیں اور محضر وہ ہو جو قاضی کے سامنے ماجرا گذرنا یعنی دعوی اور اسامی شہود اور ردا ھم انتہی اور کفایہ میں ہو کہ محضر وہ ہو جسمیں دعوی لکھا گیا قبل اجرا دوسرے کے پھر جب اسنے جواب دیا یا اقامت بینہ ہوئی تو وہ توقیع ہو اور جب قاضی نے حکم کیا تو وہ سجل ہو کذا فی الطحطاوی وان لم یکن الخصم حاضرا لانہ یحکم لانہ حکم علی الغائب وکتب الشھادۃ الی ان یکون الخصم فی ولایۃ لیحکم القاضی المکتوب الیہ بھا علی رایہ وامکان مخالفۃ رأی الکاتب لانہ ابتداء حکم وھو نقل الشھادۃ حقیقۃ ولیس بالکتاب الحکمی لیس بسجل اور اگر خصم حاضر نہو تو قاضی حکم نہ کرے کیونکہ یہ غائب پر حکم ہو اور لکھے گواہی کو اس قاضی کیطرف جسکی ولایت میں خصم ہو تا کہ قاضی مکتوب الیہ گواہی سے اور مذہب کے موافق حکم کرے اگرچہ اسکا مذہب مخالف ہو قاضی کاتب کے مذہب کے کیونکہ یہ ابتداء حکم ہو اور وہ یعنی قاضی کاتب کا نوشتہ نقل ہو شہادت کی فی الحقیقۃ یعنی اسواسطے کہ قاضی کاتب نے اسمیں حکم نہیں لکھا اور قاضی کاتب کا مکتوب مسمی بہ کتاب حکمی ہو اور سجل نہیں ھم سجل اسواسطے نہیں کہ اسمیں حکم مندرج نہیں اور اسکو کتاب حکمی کہا باعتبار انجام کار کے ونوا الکتاب علیھم ولا علیھم بہ وختم عندھما وعند ھما ای عند شھود الطریق اور قاضی کاتب نے کور کو شہود طریق پر پڑھے یا انکو فقط مضمون سے مطلع کر دے اور اپنی مہر کرے مکتوب پر انکے سامنے ھم شہود طریق وہ ہیں جو قاضی کا خط جانیں دوسرے قاضی کے پاس اور انکے سامنے خط پڑھنے کا فائدہ یہ ہو کہ یاد رہے کیونکہ یادگاری ضرور ہو وقت شہادت کے تا ادائے شہادت طرفین کے تزویر کیلئے کذا فی البحر وقولہ اسیر ہو کہ اگر خط شہود کے پاس ہو تو ہر شرط نہیں لو اگر مدعی کے پاس ہو تو ہر شرط ہو کذا فی القھستانی وسلم الکتاب الیھم بعد کتابۃ وعنوانہ فی باطنہ وھو ان یکتب فیہ اسم المکتوب الیہ وشھرتھما اور سیر دکرے خط شہود کو سرنامہ لکھنے کے بعد خط کے اندر اور سرنامہ یہ کہ اسمیں اپنا نام اور مکتوب الیہ کا نام اور شہرت دونوں کی لکھے ھم یعنی فقط نام اور کفایت عنوان میں کافی نہیں تا وقتیکہ وہ لفظ اور لقب نہ لکھے جس سے دونوں مشہور ہیں اسواسطے

تمام اور کنیت میں لوگ مشترک ہوتے ہیں امام رحموی نے کہا یہ شرط ہے کہ تاریخ لکھے اور اگر تاریخ نہ ہوگی تو مقبول نہیں انتہی اور یہ شرط ہے کہ مدعی اور مدعی علیہ کا نام بزوجہ امتیاز لکھے اور حق آمین ذکر کرے اور چاہے تو شہود کا ذکر بھی مندرج کرے نوائی الطحطاوی ولو کان العنوان علی ظاھرہ بان یقبل قبل ھذا فی عرفھم وفی عرفنا یکون علی الظاھر فعلی ہذا سوا اگر عنوان یعنی سرنامہ خط کے اوپر ہو یعنی لفافہ پر تو مقبول نہ ہوگا بعضوں نے کہا کہ یہ سالقین کے عرف میں تھا اور ہمارے عرف میں عنوان ظاہر خط پر ہوتا ہے تو اسی پر عمل کیا جائیگا والثانی بان یشھدھم انہ کتابہ وعلیہ الفتوی کما فی الغمیدیۃ عن الکفایۃ وفی الملتقی ولیس لہ الشہادۃ بالخط اور ابو یوسف نے کفایت کی ہے اسپر کہ قاضی کاتب شاہدوں کو اسپر گواہ کرے کہ وہ اسکا خط ہے یعنی خط کا پڑھنا شہود طریق کے سامنے اور تسلیم کرنا جیسا کہ طرفین کا مذہب ہے ضرور نہیں اور اسی قول پر فتوی ہے چنانچہ غرمیہ میں ہے کفایہ سے اور ملتقی میں ہے کہ خبر دیکھنے کے برابر نہیں ھم یعنی ابو یوسف قاضی ہوسکتے اور ادھوں نے وقائع کو دیکھا اور تعین مصلحت جمع اسکو معائنہ اور معلوم کیا اور طرفین کے مصالح تمنا کا معائنہ نہیں ہوا تو معائن تجربہ کار کا قول لائق فتوی ہے کذا فی الطحطاوی فاذا وصل الی المکتوب الیہ نظر الی خیط اولا ولا یقبلہ ای لا یعتمد علیہ الا بحضور الخصم وشھود ہیر جب خط پہنچے مکتوب الیہ کو تو اسکے مہر کو پہلے دیکھے اور اسکو قبول نہ کرے یعنی اسکو نہ پڑھے اگر خصم اور اور اسکے شہود طریق کے سامنے ہو اگر مدعی علیہ جمع اقرار کرے تو خط کی کچھ حاجت نہیں اور اگر منکر ہو اور مدعی کہے کہ میرے ساتھ قاضی کا خط ہے تو اس سے خط کے گواہ طلب کرے یہی مطلب ہے مصنف کا کہ شہود کے سامنے خط پڑھے یعنی شہود خط اور شہود طریق کے سامنے اور شہود طریق دو مرد ہیں مالکی نے دو عورتیں جدا اسکی گواہی دین کہ یہ فلانے قاضی کا خط ہے کذا فی الطحطاوی ولا یدل مما سلم شھودہ وھو کان لاحد بعد وفاتہ علی المسلم او ورثتہ علی انہ خطہ او ختمہ لیشھد ان علی المسلم او ورثتہ اور ضرور ہے شہود طریق کے اسلام سے اگرچہ قاضی کا خط ذمی کیلئے ہو دوسرے ذمی پر بسبب اسکے کہ گواہ ہونے کے مسلم کے فعل پر یعنی اگر یہ مدعی اور مدعی علیہ کافر ہوں تبھی اسلام شہود ضرور ہے کیونکہ وہ مسلمان کے فعل کے گواہ ہیں یعنی قاضی نے انکو اپنے خط کا گواہ قرار دیا ہے الا اذا اقر الخصم ولا حاجۃ الی الشھود بخلاف جبکہ مدعا علیہ نے دعوی کا اقرار کیا تو شہود کی کچھ حاجت نہیں بخلاف کتاب الامان فی دار الحرب حیث یحتاج الی البینۃ لانہ لیس ببدل یعنی بخلاف کتاب الامان کے دار الحرب میں کہ اسمیں شہود کی کچھ حاجت نہیں کیونکہ وہ ملزم نہیں یعنی مطلوب سے امان دے چاہے نہ دے ھم منھم الغدار ہیں عنایہ سے منقول ہے کہ جب آوے کفار کے بادشاہ کا طلب امان کو واسطے انتہی تو اب اسکی گواہی نہیں شہود کو گواہی دین کہ یہ خط دار الحرب کے بادشاہ کیطرف سے ہے تو بہتر یہ تھا کہ شارح بجای فی دار الحرب کہتا کذا فی الطحطاوی وفی الاشباہ کالاصل یلحق بالخط الا فی مسئلۃ کتاب الامان ویکفی بہ البراءات اور اشباہ میں ہے کہ خط معمول ہے اور لائق عمل کے نہیں مگر کتاب الامان کے مسئلے میں اور براءات میں یعنی کتاب الامان سے لکھے ہیں اور دربار خلافت عثمانیہ سے جو براءات سلطانیہ ہیں کسی انسان کی نظارت یا وظیفہ تدریس وغیرہ وظائف کے مقرر کرنے کیواسطے اور یہ الحاق صاحب اشباہ کیطرف سے ہے کذا منصوص علیہ کذا فی الطحطاوی وقد فتو بیاع وصراف وسمسار اور خط پر عمل نہیں مگر تین بیاع اور صراف اور سمسار متوسط بین البائع المشتری کے درمیان یعنی انکے لکھانے سے ہر صراف دفتر بیاع عطفت ہو کتاب الامان پر کیونکہ وہ منصوص اہل مذہب ہے نقل ابو سعود نے خزانۃ المفتی سے نقل کیا کہ بیاع وہ شخص ہے کہ اہل دانش اسکے عمل پر خرید و فروخت میں اعتماد کریں اور بیاع سے دلال مراد نہیں کیونکہ اسکے قول پر اعتماد نہیں شہادت میں کیونکہ کاتب میں کیونکر اعتماد ہوگا انتہی علامہ عبد البر نے شرح منظومہ میں برازیہ سے نقل کیا کہ علماء نے کہا کہ یاد گار بیاع کا خط بیاع حجت لازمہ ہے اسپر تو اگر بیاع کہے کہ میں نے اپنا نوشتہ یا مہر یا دستخط فلانے کے اتنے درہم میں بیع اسپر بیچ لازم ہوگیا سرخسی نے کہا اور اسیطرح صراف اور سمسار کا خط ہے انتہی تو موضوع مسئلہ اس صورت میں ہے کہ یہ کاتب بے دین ہو نہ کاتب کا دین خزانۃ المفتی میں ہے کہ صراف نے اپنی ذات پر کچھ مال معین لکھا یعنی مجھ پر فلانے کا اتنا دین ہے اور خط اسکا اہل شہر اور سوداگروں میں معلوم ہے پھر وہ مر گیا اور اسکا صاحب دین آگیا اور اسکی وارثوں نے دین کا مطالبہ کیا اور میت کا خط لوگ پہچانتے ہیں تو اسکے دین کا حکم ہوگا اسکے ترکہ میں انتہی طرسوسی نے ان مسائل پر اعتراض کیا کہ فقہا نے کہا ہے کہ خط مشابہ ہوتا ہے دوسرے خط کے اور یہاں اسکا اعتبار نہیں کیا اسکی وجہ نہیں کھلتی اشباہ میں کہا ابن وہبان نے اسکا جواب یا کہ وہ اپنے دفتر میں نہیں لکھتا مگر وہ دین جو اسکا ہے اور اسپر ہے انتہی بحیب نے فائدہ بہت وسیع کر دیا

حالانکہ مسائل کتاب کے اصل وضع اُس دین میں ہے جو کاتب پر ہے چنانچہ نصوص مستند الہیا سے معلوم ہوچکا تو اگر اُسنے یہ لکھا کہ میرے دین فلانے پر ایسا ایسا ہے تو پھر بھی عمل ہوگا اسواسطے اسکو کسی نے نہیں کہا بلکہ بعضے اور افتوں نے ابن وہبان کی تقسیم سے اسکو سمجھا ہے اور علامہ حموی نے ابن وہبان کا قول اسطرح رد کیا ہے کہ کہاں سے ہمکو معلوم ہو کہ سوائے مال اور یا علیہ کے وہ کچھ نہیں لکھتا اسواسطے کہ کاتب صراف وغیرہ اسکے سوا بھی لکھتا ہے انتہی علی الخصوص جبکہ مسلم علیہ مسلم ہو چنانچہ اکثر ایسا ہی ہے اس زمانے میں فتویٰ کیونکر عمل کیا جائیگا اُسکے خط پر اُسکے دین کے ثبوت میں رہا رہا اسکا فتویٰ دے وہ جاہل ہے اصل فن جہانتک اکمل سے اور منشا غلط تقلیل فن میں ہے کذا فی الطحطاوی مختصراً وجزمہ محمد الرملی وقاضی شاھدان یتیقن بہ قبل بہ یقیناً وحموی نے خط پر عمل کرنا جائز کیا ہے راوی اور قاضی اور شاہد کیواسطے اگر اُسکا تیقن ہو بعضوں نے کہا اور اسیکا فتویٰ ہے ہم تنزانہ اہل دین ہے کہ ابو یوسف اور حموی نے خط پر عمل کرنا شاہد اور قاضی اور راوی میں جائز رکھا ہے جبکہ وہ اپنا لکھا دیکھے اور عادۃً یاد نہو انتہی غیوں میں کہا اور فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے وہ صورت میں خط اگرچہ نوشتہ شاہد کے ہاتھ میں ہو اسواسطے کہ غلط نادر ہے اور تغیر اور جعل کے اثر پر اطلاع ممکن ہے اور کمتر مشقت ہوتا ہے خط ہر جرح سے تو جب تیقن ہو جاوے تو آخر اتم دجائز ہوگا لوگوں پر دست ہو جانے نقل امین باقی نہ رہے کذا فی الطحطاوی عن الحموی تبصرۃ متممہ خانیہ میں ہے کہ ایک شخص کے پاس زمین ہے ہو ایک مرد آیا اور اُس نے دعویٰ کیا کہ وہ زمین وقف ہے اور اُسنے صک ظاہر کی جسمیں خطوط امین عدول اور قضاۃ ناصبہ کے اور قاضی سے اُسنے حکم طلب کیا اس مسئلہ کا عمل نے کہا ہے کہ قاضی کو یہ جائز نہیں اسواسطے کہ قاضی تو فقط حجت شہادت سے حکم کرتا ہے اور حجت شہادت ہے اقرار یا کول اور صک یعنی نوشتہ جسمیں کچھ نہیں کہتا اسواسطے کہ خط مشابہ ہوتا ہے دوسرے خط کے اور اُسی خانہ میں ہے کہ ایک مرد سہال کا دعویٰ کیا سو مدعا علیہ نے انکار کیا تو مدعی نے مدعا علیہ کے خط سے اُسکا اقرار ظاہر کیا اور مدعا علیہ نے انکار کیا کہ یہ میرا خط نہیں سو اُس سے کچھ لکھوایا گیا اور دونوں کے خط میں مشابہت ظاہر نکلی تو اسمیں علما کا اختلاف ہے بعضوں نے کہا کہ اُسپر حکم ہوگا اور بعضوں نے کہا حکم نہوگا اور یہی قول صحیح ہے انتہی اور یہ جو حاوی زاہدی میں ہے کہ اگر صک یعنی وثیقہ قدیم ہو اور کوئی شخص اُسوقت کا باقی نہو اور اسمیں حکم ہو شہادت یا اقرار سے اور حاکم نے آخر سند میں لکھا ہو کہ یہ جسنے وقت حاجت کے واسطے لکھا تو یہ وثیقہ قائم مقام دو شاہدوں کے ہے تو جائز ہے اُسکے موافق حکم دینا لیکن یہ عامل تغیر اور تزویر کی تہمت اسمیں نہ کرے اور اگر تہمت کرے اور صاحب وثیقہ عدم تزویر کی قسم کھالے تو بھی اُسکے موافق حکم ہوگا کہ وہ شاہدین کے قائم مقام ہے اور اگر قسم نہ کھاوے تو اُسکا حجت ہونا باطل ہے انتہی سو یہ قول حاوی کا مخالف قاضی خان کے خانیہ کا ہے جو اصل مذہب کے موافق ہے کذا فی الطحطاوی وکذا

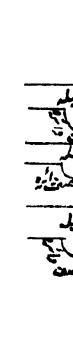
بین مسافۃ ثلثۃ ایام بین القاضیین کالشہادۃ علی الشہادۃ علی الظاھر وجوزھا الثانی بحثاً بوجودہ فی یومہ علیہ الفتوی شرنبلالیہ وسراجیہ اور فرمایا ہے مسافت تین دن کی دونوں قاضیوں کے مابین جیسے شہادت کی شہادت میں مسافت مذکورہ ضرور ہے بظاہر الروایۃ میں اور رابو یوسف نے کتاب القاضی الی القاضی کو اور شہادت علی الشہادت کو جائز رکھا ہے اونچی مسافت میں جسمیں آدمی عود نہ کر سکے اُسی دن اور اسی پر فتویٰ ہے کذا فی الشرنبلالیہ والسراجیہ ویبطل الکتاب بموت الکاتب وعزلہ قبل وصولہ الکتاب الی الثانی او بعد وصولہ قبل القراءۃ اجازۃ الثانی اور باطل ہو جاتا ہے خط قاضی کاتب کی موت اور اُسکی معزولی سے قبل پہونچنے خط کے دوسرے قاضی کیطرف یا بعد وصول خط قبل اُسکے پڑھنے کے اور اجازت دینے سے اُسکو جائز رکھا ہے وامامات بعدھا فلا یبطل اور بعد وصول الکتاب اور بعد قراءت کے اگر کاتب مر گیا یا معزول ہو گیا تو خط باطل نہیں یعنی اُسپر عمل ہوگا ویبطل بجنون الکاتب ردتہ وحدہ بقذف وعماہ وفسقہ بعد عدالتہ لخروجہ عن الاھلیۃ واجازۃ الثانی اور باطل ہو جاتا ہے خط کاتب کے مجنون اور مرتد ہو جانے سے اور اُسکے محدود فی القذف اور اندھا ہونے اور فاسق ہو جانے سے بعد اُسکے عادل ہونے کے بسبب نکلجانے کاتب کے بجہت اوصاف مذکورہ اہلیت قضا سے اور ابو یوسف نے اُسکو جائز رکھا ہے وکذا بموت المکتوب الیہ وخروجہ عن الاھلیۃ اور بیطرح خط باطل ہو جاتا ہے مکتوب الیہ قاضی کی موت سے اور خارج ہو جانے اہلیت قضا سے بلا اذا عقبہ بعد تخصیص اسم المکتوب الیہ بخلاف موت المکتوب الیہ کی موت سے خط باطل نہیں ہوتا جبکہ قاضی کاتب بعد تخصیص اسم مکتوب الیہ کے تعمیم کر دے یعنی یوں لکھے کہ خط ہذا کل قاضی کیطرف یا جو وہاں کا قاضی ہو تو اب قاضی منصوب کے عمل کرنا جائز ہے خلافا فی ما لو عمم ابتداء وجوزہ الثانی وعلیہ العمل خلافا لصدر الشریعۃ اسکے اگر ابتدا سے

تقسم کرے تو جائز نہیں اور ابو یوسف نے تقسیم ابتدا ہی کو جائز رکھا ہے اور اسی پر عمل ہے کذا فی الخلاصۃ کذا یبطل بموت الخصم یا کان یقام وارثہ او وصیہ مقامہ خط باطل نہیں ہوتا خصم کی موت سے کوئی ہو خواہ مدعی ہو یا مدعا علیہ بسبب قائم ہونے اسکے وارث یا وصی کے اسکے مقام پر قلت وکذا لا یبطل بموت شاھد الاصل کما سیاتی متنا فی باب الرجوع عن الشھادۃ وقد تقدم فی الحاشیۃ ھنا فانہ مخالف لما ذکرہ بنفسہ ثمۃ فتنبہ اور اسیطرح خط باطل نہیں ہوتا شاہد اصل کی موت سے چنانچہ شہادت علی الشہادت کے باب میں متن کے اندر آویگا بخلاف اسکے جو خانیہ میں بیان واقع ہوا ہے کہ وہ خلاف ہے اس قول کے جو خود صاحب خانیہ نے وہاں یعنی شہادت علی الشہادت کے باب میں ذکر کیا ہے سو خبردار رہنا اس مخالفت سے وھم خانیہ میں اس مقام پر یہ کہ شہادت فرع اصل کی موت سے باطل ہو کذا فی الحلبی واعلم ان الکتابۃ کالقضاء بعلم فی الاصح بحر من جدد جواھرھا ومن کلام الاشباہ ان المعتمد عدم حکمہ بعلمہ مطلقا انتھی اور معلوم ہو کہ کتابت یعنی قاضی کا لفظ لکھنا دوسرے قاضی کو بواسطہ اپنی دانست کے مانند حکم کرنے کے اپنے علم و دانست سے ہی قول صحیح میں کذا فی البحر سو جیسے قضاء بالعلم قاضی جائز نہیں ہے اسکے مانند کتابت بھی اسکی دانست سے جائز نہیں اور جیسے قضاء بالعلم کسی کے نزدیک بھی جائز نہیں اگر مگر یہ کہ حکم کرنا قاضی کا اپنے علم سے ہمارے زمانہ میں فتوی معتمد نہیں کذا فی الاشباہ ھم پھر جب قضاء بالعلم معتمد نہ ہوئی تو کتابت بالعلم کیونکر معتمد ہو گی وفیہ الاتمام یقضی بعلمہ فی حد قذف وتعزیر اور اشباہ میں ہو کہ سلطان حکم کرتا ہے اپنی دانست سے حد قذف اور قصاص اور تعزیر میں ثلث فعل الامام مفید کما قدمناہ فی الحدود ولم اره لکن فی شرح الوھبانیۃ للشرنبلالی والمختار کان عدم حکمہ بعلمہ مطلقا میں کہتا ہوں کیا سلطان کا حکم بھی قضاء بالعلم کے مسئلہ میں جیسے ہمارے اسکو پہلے ذکر کر چکے ہیں ہم نے دیکھا لیکن شرنبلالی کی شرح وہبانیہ میں ہو اور مختار یہ ہے عدم حکم قاضی ہو اپنے علم سے مطلقا ھم شارح نے شرح وہبانیہ سے اسکو اس کا قصد کیا ہو یعنی ذکر امام تمیہ ہو کیونکہ قاضی حکم نہیں کرتا بقول معتمد مطلقا خواہ حقوق العباد خالصہ میں حکم ہو خواہ حد قذف اور قصاص اور تعزیر میں کذا فی الطحطاوی کما لا یقضی بعلمہ فی الحدود لخالصۃ للہ تعالی کذا فی الاشباہ وجہ مطلقا جیسے قاضی حکم نہیں کرتا اپنی دانست سے حدود خالصہ للہ تعالی میں چنانچہ زنا اور شراب میں مطلقا یعنی خواہ حالت قضا میں اسکو علم حاصل ہوا یا قبل قضا ہو یا بعد ہو خواہ شراب پینے سے مست ہوا ہو یا نہ ہو چنانچہ اسپر قول آئندہ دلالت کرتا ہے کذا فی الطحطاوی غیر انہ یؤدب من اثر السکر لانہ معصیۃ مگر یہ کہ قاضی تعزیر دیتا ہے اس شخص کو جس میں اثر مستی کا بسبب پینے کے ھم اسواسطے کہ تعزیر دیتے کی اصل ہے شرع میں دعی الامام ان علم القاضی فی طلاق وعتاق وغضب یثبت الحمیلولۃ علی وجہ الحسبۃ کالنفقۃ اور امام سے روایت ہے کہ علم قاضی کا طلاق اور عتاق اور غضب میں حیلولت کرتا ہے طریق احتساب کے نہ طریق قضا کے ھم یعنی اگر قاضی طلاق اور عتاق اپنے سامنے یا گواہوں کے سامنے واقع ہوا اور گواہ نہوں تو رجوع کو اسکے نہ کرے زوجہ کی عدم حیلولت کا طریق نہ قضا سے طریق احتساب کے زوجہ اور ولی کو عدم استخدام قہری اور عدم دخول کا امر کرے اور غاصب کو امر کرے دفع مغصوب کا یا اسکو کسی امین کے پاس بھیجدے لیکن یہ طریق قضا سے نہیں ہو گا یعنی بطور فتوی نہ بطور حکم کذا فی الطحطاوی ولا یقبل کتاب القاضی من معزول یا ماض مولی من قبل الامام بملک اقامۃ الجمعۃ وقیل یقبل من قاضی رستاق الی قاضی مصر او رستاق واعتمدہ المصنف والکمال اور قبول نہیں کرتا کتاب قاضی کی طرف سے معزول کے اور نہ قاضی کی طرف سے جو امام سے ملک اقامت جمعہ کا رکھتا ہو بمبئی کا مالک ہو اور بعضوں نے کہا کہ دیہات کے قاضی کا خط شہر کے قاضی کی طرف سے مقبول ہے اور اس قول پر اعتماد کیا ہے مصنف نے اپنی شرح میں اور کمال الدین نے کتب کتابا الی من یصل الیہ من قضاۃ المسلمین فوصل الی قاض ولی بعد کتابۃ ھذا الملتوب لا قبل لعدم ولایتہ وقت الخطاب جواہر الفتاوی قاضی نے خط لکھا اس شخص کو طرف جسکو پہونچے اہل اسلام کے قاضیوں میں سے سو خط پہونچا اس قاضی کو جو قاضی مقرر ہوا بعد کتابت اس ملتوب کے تو قبول نہ ہو گا بسبب ولایت نہونے اس قاضی کے مخاطب کے وقت کذا فی جواہر الفتاوی یعنی تحریر ملتوب کے وقت وہ قاضی نہ تھا تو اسکا مخاطب ہونا تحریر ابتدائی مذہب ابو یوسف ہے جسپر عمل ہو وفیہا وجعل الخطاب للملتوب الیہ لیس لنائبہ ان یقبلہ اور اسی جواہر الفتاوی میں ہو کہ اگر خطاب ملتوب الیہ کی طرف معین ہو گیا تو اسکے نائب کو اسکا قبول جائز نہیں ھم اور اسیطرح اگر نائب کی طرف خطاب ہو تو منوب کو قبول کرنا جائز نہیں کذا فی المنح والاۃ تقضی فی غیر حد وقود وانی امرت لمن لھا الحق ان لم یفلح قوم ولوا امرھم امرأۃ اور عورت قاضی

ہوسکتی ہو سواسے جدا وقصاص کے اگرچہ عورت کا قاضی ہو خلافا لہ اگنہگار ہوگا بسبب بخاری کی اس حدیث کے بعلا ہوا اس قوم کا جسنے اپنا کاروبار عورت کو دیا ہم بحر الرائق مین ابن بطہ سے قوم ہو یعنی ہر گز بھلا نہوگا اُس قوم کا جنھون نے عورت کو حکومت دی وبہ عدم فلاح یہ ہو کہ اُونھون نے اپنا رئیس ناقص العقل یا توبیر لائق اُس سے تو ہوسکیگی ویصلح ناظرۃ لوقف دوصیۃ لیتیم شاہدۃ فتح فصح تقریر ھا فی الاولی ونبہ علیہ فی الثانیۃ وعورت یصلح ناظرۃ کہتی ہو وقف کا ناظر ہونے کی اور تیم کے وصی ہونے کی اور شاہد ہونے کی کذا فی المتن صحیح ہو مترکر یا اُسکا اعتبار اور اوقات کی شہادت مین اگر چہ ملا ضم ہو واقف ہو کذا فی البحر قال وقد اغفلت فیہم شروط الشہادۃ فتنبہ وقفہ لغلۃ بین ثم لولد لا ثالث ثم لیتیم لا یستحق وظیفۃ المشاہد حساب بحر نے کہا اور بنی فتوی دیا اُس شخص کے بارہ مین جسنے شہادت شرط کی اپنے وقف مدرسہ مین شخص کیواسطے پھر اُسکے ولد کیواسطے سو وہ شخص مرگیا اور اُسنے ایک لڑکی چھوڑی کہ وہ لڑکی روزینہ شہادت کی مستحق ہوگی ہم یفتوی فتح القدیر کے قول پر بنی ہو اور صاحب نہر نے اس فتوی پر اعتراض کیا ہو کہ عرف واقفین واجب الرعایہ ہو اور تا حال کبھی وقت اسکا اتفاق نہین ہوا کہ عورت شاہد ہوئی ہو تو واجب ہے اُنکے الفاظ کا صرف کرنا اُنکے عرف پر تو واقف کی مراد شاہد کا مرد ہو تو اسکی غیر لڑکیطرف کیونکر اُسکی لفظ کا صرف ہوگا کذا فی الطحطاوی وھی مختصر وفی الاشباہ من احکام الاثنی اختار فی المسایرۃ جواز کونھا بینۃ لا رسولۃ لبناء حاطم علی الستر اور اشباہ مین منجملہ احکام عورت کے مذکور ہو کہ مسایرہ مین عورت کے نبی ہونے کو اختیار کیا ہو نہ اُسکے رسول ہونے کو کیونکہ عورتون کا حال ستر اور اختفا پر مبنی ہو ہم اور رسول کو اختلاط رجال کا ضرور ہے تعلیم احکام اور اقامت دلائل کیواسطے اور یہنہین ہوسکتا مگر مرد سے اور جواز رجوت متقضی وقوع نہین ہوا الامالی مین کہا کہ عورت گواہ ہے نبی نہین ہوئی لمسایرہ رسالہ ہو علم کا صاحب فتح القدیر اُسمین عقیدہ امام غزالی کی شرح کی ہو کذا فی الطحطاوی ولو تضعضت حد وقوذ فوض الی قاض اخر وجازلہ قاء ضاہ لیس فیہ فوض الباطل الخلاف شرح منیہ یعنی اور اگر عورت نے حکم کیا حدود وقصاص مین پھر اُسکا رافعہ ہوا دوسرے قاضی کیطرف جسکے نزدیک عورتون کا حکم کرنا حدود وقصاص مین جائز ہو اُس قاضی نے عورت کا حکم جاری اور نافذ کردیا تو اُسکے غیر کو اُسکا ابطال جائز نہین بسبب خلاف شریح کے کذا فی العینی ہم یعنی نے ذکر کیا کہ شریح کے نزدیک عورتون کی شہادت مرد کے ساتھ حدود اور قصاص مین جائز ہو انتہی ہم جب اُنکی شہادت جائز ہوئی تو انمین قضا بھی عورت کی جائز ہوگی کونسلا مجتہد فیہ ہوا وتنبی ثانی کے نفاذ سے رفع اختلاف ہوگا کما مر والحنثی کالانثی وجبرا ولو فتنی عورت کے مانند ہو کذا فی البحر یعنی تو اُسکا حکم غیر جدا اور قصاص مین صحیح ہوگا واعلم انہ اذا ولاہ القاضی حادثۃ او ولد او نائب غیرہ تقضی نائب القاضی کالقاضی او ولدہ جاز قضاء کما لو تقضی لاتمام الذی قلدہ القضاء او ولی لاتمام جنون او دہ وفت کر جب قاضی یا اُسکے والد کا کوئی واقعہ حادث ہو یعنی غیر معین کیا ہو یا نا کرے سو قاضی کا نائب اُسکے یا اُسکے والد کے واسطے حکم کرے تو اُسکی قضا جائز ہو چنانچہ اگر قاضی اُس سلطان کے واسطے حکم کرے جسنے اُسکو عہدہ قضا سپرد کیا امام کے ولد کیواسطے حکم کرے تو جائز ہو ہم اور اسیطرح سلطان کے والد اور زوجہ کیواسطے حکم قاضی جائز ہو کذا فی العمادیہ وفی البزازیہ کل من نقبل شہادتہ لہ وعلیہ یصح قضاءہ لہ وعلیہ انتہی خلاصۃ فالنجوا ھو والملتقط فلیحفظ اور بزازیہ مین ہو کہ جس شخص کے نفع اور نقصان مین قاضی کی گواہی مقبول ہو تو اُسکے نفع اور نقصان مین اُسکی قضا بھی صحیح ہو انتہی برخلاف جواہر اور ملتقط کے تو اُسکو یاد رکھنا چاہیے ہم خلاف جواہر اور ملتقط سلطان اور اُسکے ولد کی قضا کیطرف راجع ہو چنانچہ منح الغفار کی عبارت سے سر دلالت کرتی کذا فی الطحطاوی وبقضیہا النائب بما شہد وابہ عند الاصل وبمثلہ وھو مضاء بہ الاصل بما شہد وا عند النائب فیقضی بتلک الشہادۃ باخبار النائب عن غیر قضاء اور حکم کرے نائب اُسکا جسکی گواہی دی گواہون نے اصل کے پاس اور بالعکس اسکے یعنی اصل کا حکم کرنا اُس گواہی سے جو نائب کے سامنے ہوئی تو قاضی کو جائز کہ حکم دے اُس گواہی سے نائب کے خبر دینے سے اور بالعکس اسکے یعنی نائب حکم کرے قاضی کے خبر دینے سے کذا فی الطحطاوی فروع مسائل ملحقہ شارح کے لا ینقض القاضی لان لا تقبل شہادتہ لہ الا اذا رد علیہ کتاب قاضی لان لا تقبل شہادتہ لہ یجوز ان یقضی بہ اشیاء کثیرۃ حکم نہ کرے قاضی اُس شخص کیواسطے جسکے واسطے قاضی کی گواہی مقبول نہین چنانچہ اصول وفروع مگر جبکہ قاضی کے پاس دوسرے قاضی کا خط آوے اُس شخص کے واسطے جسکے واسطے اُسکی گواہی مقبول نہین تو اُس قاضی کا حکم کرنا بواسطہ مکتوب جائز ہو کذا فی الاشباہ ہم معین الاحکام مین ہو

لہ قضا کے مانند افتا ہو تو مفتی کو مناسب ہے کہ اس سے کنارہ کرے جبکہ قادر ہو اسکی یعنی جس صورت میں کہ دوسرا مفتی موجود ہو تو خود فتوی نہ دے کذا فی العمومی وفیہ لا یقضی لنفسہ ولا لابیہ ولا لابنہ الا فی الوصیۃ اور اشباہ میں ہے کہ حکم نہ کرے اپنی ذات کیواسطے اور نہ اپنے والد کیواسطے مگر وصیت میں ہم میں مناسب تھا کہنا مگر یہاں صورت اسکی یہ ہو کہ ایک مرد کا قاضی پر دین ہو یا قاضی کے بیٹے اقارب پر جسکے حق میں قاضی کی گواہی مقبول نہیں پھر صاحب دین مر گیا پھر دوسرے مرد نے دعوی کیا اسکا دین ہونے کا وہی ہوں اور اسپر گواہی قائم کی قاضی مدعیوں کے سامنے سو قاضی نے ثبوت وصایت کا حکم کیا تو بطریق استحسان کے جائز ہو کیونکہ اس حالت میں قاضی شاہد ہو سکتا ہے تو قاضی بھی ہو سکیگا سو اگر وہی کو دین قاضی دیگا حکم ہو گا اور قاضی بری الذمہ ہو جائیگا اور اگر قاضی دینے لگا اس مرد کو جو اپنکو بھی وصیت گمان کرتا ہے پھر دینے کے بعد اسکی وصایت کی گواہی قائم ہوئی سو قاضی نے اسکی وصایت کا حکم کیا اسگی گواہی سے تو قضا اسکی نافذ نہوگی اور قاضی جس پر دین تھا وہ بری الذمہ نہوگا سوا بسطرح کے بعد ادا کے دین قاضی سر کا شاید نہیں ہو سکتا کیونکہ اس گواہی میں قاضی کی منفعت ہے یعنی سیادت فرمانروائی کی اپنی منفعت کیواسطے صحیح نہیں اسیطرح قضا بھی صحیح نہیں ہوئی اگر قاضی مذکور مر جاوے یا معزول ہو جاوے تو قاضی ثانی اسکے حکم کو باطل کریگا اور مدفوع الیہ کو وہی قرار نہ دیگا اور نہ قاضی اور اسکے قائمقام کو بری الذمہ ٹھہرا دیگا کذا فی الطحطاوی وحرر الشرنبلالی فی شرحہ للوھبانیۃ صحۃ قضاء القاضی لام امرأتہ وکابنہ واخیہ ولو فی حجۃ امرأتہ وأبیہ اور شرنبلالی نے وہبانیہ کی شرح میں صحت قضاء قاضی اپنی خوشدامن اپنی سوتیلی ماں کیواسطے تحریر کی ہے اگرچہ حکم اپنے ہی موجب اپنے باپ کی زندگی میں ہو وانما تنقض ظاھرا تحت نظر الاوقاف وزاد یقینا فقال اور یہ کہ قاضی حکم کرتا ہے اوقاف وزاد یقینا پر جسکے تحت نظر میں اوقاف ہیں اور شرنبلالی نے بھی صحون کو زیادہ تعین کیا ہے یعنی کہا ہے وبعضھم زاد یقینا حال حیوتہا وبعوس بعدہ وھو حق محررا اور حکم کرتا ہے قاضی اپنی زوجہ کی مان کیواسطے زوجہ کی حالت حیات میں اور حکم کرتا ہے اپنے باپ کی زوجہ کیواسطے اور حالانکہ باپ زندہ ہے حکم محرر ہے وبعد وفاۃ ان خلا عن نصبہ بمیراث مقتض بہ متصرف اور بعد وفات باپ اور زوجہ کے حکم کرتا ہے شرط یکہ جسکا سنے حکم دیا وہ خالی ہو نصیبہ میراث سے یعنی اسمیں حکم کرے جسمیں قاضی کیواسطے میراث نہو چنانچہ اس وقت میں دعوی ہو جو خوشدامن اور بیوی سوتیلی ماں کیواسطے مخصوص ہو قولہ مقتض یہ فاعل ہے خلا کا کذا فی الطحطاوی قولہ متصرف اور ای بہت ہے یعنی بصارت حاصل کرو اس حکم کو دریافت کرکے ویقضی بوقف مستحق لوقعۃ بوصف القضاء العلم او کان نفذ او حکم کرتا ہے قاضی اس وقف میں جسکی آمدنی کا بوصف قضا و علم مستحق ہو یا وقف قاضی کے تحت نظر ہو ہم یعنی اگر واقف نے وقف کیا فلانے شہر کے قاضی پر یا علماء اور قاضی اسکو جانتا ہے تو اسمیں قاضی کا حکم کرنا جائز ہے اگرچہ قاضی مستحق وقف ہو قضا یا علم کے وصف سے کذا فی الطحطاوی ھذہ مسائل اشتی ای متفرقۃ یکتاب القضاء کے چند مسائل متفرقہ ہیں مشتی ہے شتیت کی ہے بمعنی متفرق مختلف قال تعالی ان سعیکم لشتی یعنی مختلف الجزاء جاؤ اشتاتا ای متفرقین عرب بولتے ہیں مر ہ لوگ شتی یعنی متفرق آئے یمنع صاحب سفل علیہ علوا ای طبقۃ اخر من ان یبنی فی بیتہ او فوقہ بیتا او یدق فی سفلہ وتدا الا بیت التحتانی منع کیا جائے نیچے مکان والا اسپر دوسرے شخص کا بالاخانہ ہو اس سے کہ بیچ میں تحتانی بیت کے ہم ایک مکان دو منزلہ ہے بیچ کے مکان کا ایک شخص مالک ہو اور اوپر کے مکان کا دوسرا شخص مالک ہو تو نیچے مکان والا اگر بیچ یا کھونٹی دیوار میں گاڑے تو حاکم منع کریگا طحطاوی نے کہا تصرف دیوار کی قید سے معلوم ہوا کہ زمین میں تصرف جائز ہے خانہ بیت میں کہ اگر صاحب تحتانی زمین میں خواہ کھودے تو اما م کے نزدیک جائز ہے اگرچہ بالاخانے والے کا ضرر ہو اور صاحبین کے نزدیک جائز نہیں اور یثقب کوۃ بفتح الطاقۃ رکذا بالقلیج عوی الصحیح یا صاحب تحتانی روزن کھودے تو منع کیا جاوے اور اسیطرح بالعکس کذا فی دعوی الصحیح یعنی اگر صاحب علیا نہ چاہے کہ اوپر کچھ بناوے یا کڑیاں کھبے یا پاخانہ بناوے تو منع کیا جاوے کذا فی العینی کوفہ کے عادات وتشدد اور عبارت ہر طاق سے بلا رضی لہم اجود عندہ وھو القیاس یعنی صاحب تحتانی کو بیچ کا رہنے اور روزن کھودنے سے منع کرنا قیاس ہے اور یہی قیاس ہے کذا فی البحر فالا یکل بفعل ما لا یفعلہ اور صاحبین کے کہا دونوں میں سے ہر ایک کو فعل سے ہر دوسرے کو فعل سے منع کرنا یہ دلالت کرتا ہے کہ صاحبین کا قول صحیح ہے کیونکہ وہ انصاف ہے اور انصاف مقدم ہوتا ہے قیاس پر یعنی جو قیاس پر صحیح سے منقول ہے

کی یہی قول قوی ہے کیوں اسطے مختار ہے ولو انھدم السفل باٰیۃ صنع ربہ لم یجبروا علی البناء لعدم التعدی اور اگر نیچے کا مکان گر گیا اُسکے مالک کے بدون کرنے کے تو اُسپر اُسکے بنانے میں زبردستی نہوگی بسبب عدم تعدی کے ولذی العلو ان یبنی باذنہ او اذن قاض والا منعہ لبقاء البناء یوم بنی وتمامہ فی العینی اور صاحب بالا خانہ کو جائز ہے کہ بناوے یعنی نیچے کے مکان کو ورصورت انہدام بھرجو اُسکا خرچ ہو اوہ نیچے کے مکان والے سے بھرلے اگر اُس کے اذن یا قاضی کے اذن سے بنایا ہو اور نہیں تو جو اُسکی قیمت ہو بنانے کے دن اُسکو بھرے اور یہ رایہاں اُسکا عینی میں ہے ھم خلاصہ میں ہے کہ ایک شخص نے اپنا گھر گرایا سو اُسکے پڑوسی کا گھر گر گیا تو اُسپر بنا واجب نہیں کذا فی الطحطاوی زائعۃ مستطیلۃ ای سکۃ طویلۃ تشبہ عنقا سکۃ مثلھا لکن غیر نافذۃ الی محل آخر یمنع اھل الاول عن منع باب للمرور کالا ستطراق والرمی عینی فی القصوی الغیر نافذۃ علی الصحیح اذ لا حق لھم فی المرور بخلاف النافذۃ زائعۃ مستطیلہ یعنی لمبا کوچہ ہے جس سے دوسرا کوچہ پھوٹا ہے مانند پہلے کوچے کے لمبا لیکن وہ کوچہ نافذ نہیں دوسرے مکان کی طرف یعنی جنبہ دوسرے جانب سے تو رد کے جاوینگے پہلے کوچہ والے چلنے کیواسطے دروازہ پھوڑنے سے کوچۂ غیر نافذہ میں بقول صحیح اسواسطے کہ اُنکے واسطے چلنے کا حق ثابت نہیں بخلاف کوچہ نافذہ کے کہ اُسمیں فتح دروازہ پھوڑا جائیگا یہ عینی نے کہا روشنی کیواسطے اور ہوا آنے کیواسطے کوچہ غیر نافذہ میں دروازہ لگانا پہلے کوچہ والوں کو جائز ہے ھم یعنی اگر اہل کوچہ مستطیلہ کی دیوار ہو کوچہ غیر نافذہ میں اسطرح کہ اُسکا گھر کوچہ غیر نافذہ کے کونے پر واقع ہو تو وہ اپنی دیوار میں دروازہ نہیں پھوڑ سکتا کہ کوچہ غیر نافذہ میں نکل یا کرے اسواسطے کہ دروازہ لگانا مرور کیواسطے ہے اور اُسکے واسطے حق مرور نہیں کوچہ غیر نافذہ میں بلکہ اُسکا حق مرور کوچہ غیر نافذہ کے لوگوں کیواسطے ہے لہذا اگر کوئی گھر نکلتا ہو غیر نافذہ میں تو پہلے کوچے والوں کا شفعہ ثابت نہیں بخلاف اہل کوچۂ ثانیہ کہ اُنکو پہلے کوچے میں دروازہ لگانا درست ہے کیونکہ اُسمیں اُنکا حق مرور ثابت ہے بخلاف کوچہ نافذہ کے کہ اُسمیں سبکا حق مرور ہے بعضے مشائخ نے کہا کہ کوچۂ غیر نافذہ میں فتح باب ممنوع نہیں بلکہ مرور او ممنوع ہے اور اصح یہ ہے کہ انتھاب ممنوع ہے جیسا کہ جامع میں بنص محمد مصرح ہوا اور اسواسطے کہ منع مرور بعد فتح باب ممکن نہیں رات اور دن اُسکی نگہبانی ممکن نہیں اور رستا بد کیبد ترکیب باب اور طول زمان حق مرور کا وعدمی ہو تو ترکیب باب لاجماع حق مرور کی تمہید ہے کذا فی فتح القدیر تو معلوم ہوا کہ یعنی کا قول اگر غیر صحیح ہے اور مثال کوچہ مستطیلہ اور تشبیہ غیر نافذہ کے حاشیہ پر ہے ودنی زائغۃ مستدیرۃ لزق ای اتصل طرفاھا ای نھایۃ سعۃ اعوجاجا بالمستطیلۃ لا یمنع لانہا کالساحۃ شرح کنز کذا فی البزازیہ اور گول کوچے میں جسکے دونوں کنارے کوچۂ مستطیلہ سے متصل ہیں دروازہ پھوڑنا ممنوع نہیں کوچہ مستطیلہ والوں کو اسواسطے کہ گول کوچہ مانند اُس صحن کے ہے جو گھر میں مشترک ہے دونوں کناروں سے مراد گول کوچے کی نہایت کشادگی ہے ھم فتح باب اسواسطے جائز ہے اگر کوچہ مستطیلہ والوں کا مستدیرہ میں حق مرور ثابت ہے اسواسطے کہ وہ صحن مشترک کی مانند ہے ورنہ لہذا وہ لوگ شفعہ میں مشترکین کی گول گھر مستدیرہ کا بیع ہو کذا فی الفتح فتحصل یعنی ہو جبکہ مستدیرہ نصف دائرہ کے برابر ہو یا نصف سے کمتر تو اگر کوچہ مستدیرہ نصف سے زیادہ ہو تو اُس میں فتح باب جائز نہیں نھایہ میں دو صورتیں تصور کیا چاہیے پہلی صورت میں فتح باب جائز ہے نہ دوسری صورت میں وجہ فرق یہ ہے کہ صورت اولی میں مستدیرہ بھی مشترک ہے بخلاف صورت ثانیہ کے اسواسطے کہ جب اُسکا داخل کشادہ تر ہوا داخل سے تو وہ دوسرا ممنوع ھم مستطیلہ کا تابع ہونا کذا فی شرح الوقایہ ھم مستدیرہ میں تین صورتیں ہیں ایک یہ کہ استدارہ بقدر نصف دائرہ ہو دوسری یہ کہ کم نصف سے تیسری یہ کہ زیادہ نصف سے چنانچہ مثال اسکی حاشیہ سے واضح ہوگی بخلاف ما لو کانت مربعۃ فانہا کسکۃ ولذا یمنعون دم ب البوابۃ انتھی ابن کمال بخلاف الصورۃ کوچہ مستطیلہ اول کوچہ مستطیلہ کوچہ مستطیلہ بخلاف کوچہ مستدیرہ مربعہ کے کہ وہ مانند اُس کوچے کے ہے جو کوچے میں واقع ہو ولہذا اگرچہ مربعہ والوں کو نصف کوچہ پر ممکن ہے کذا ذکرہ ابن کمال بصورت مرقومہ شارح ھم یعنی کوچہ مستطیلہ والے کو جائز نہیں کہ کوچہ مربعہ میں دروازہ لگاویں اور اس محل کی صورت تین نسخوں میں مختلف الرقم ہیں لیکن مقام سے قریب النھم ہیں کذا فی الطحطاوی چنانچہ مترجم نے سہولت فہم کیواسطے حاشیہ پر مفصل مرقوم کر دیا ہیں تتمہ فتح القدیر میں ہے کہ کوچہ غیر نافذہ ہے اور وہاں کے لوگوں میں سے



ایک شخص نے کہا ہے ارادہ کیا تو اگر راہ اللہ سرور نوگوں کے چھوڑنے اور مٹی جلدا دھانے اور یہ فعل کبھی کبھی کرتا ہو تو منع نہ کیا جائیگا اور اگر ایک شخص کی دیوار دوسرے شخص کے گھر میں ہو اسنے اپنی دیوار میں مٹی لگنے کا ارادہ کیا اور کوئی راہ نہیں ہے وہاں جانے کی بدون داخل ہونے پڑوسی کے گھر کے یا دیوار منہدم ہوگئی اور اینٹ اور مٹی ہمسایہ کے گھر میں پڑی ہو اسنے اینٹ اور مٹی نکالنے کا ارادہ کیا تو صاحب مکان مانع ہوتا ہے یا اسکا مکان ہو دوسرے کے گھر میں اسنے اسکے صاف کرنے کا ارادہ کیا اور ممکن نہیں ہے وہاں اسکے گھر کے داخل ہوئے اور وہ منع کرتا ہے تو اسکے ہمسایہ سے کہا جائیگا کہ یا تو اسکو داخل ہونے سے منع نہ کرنا وہ درست کرلے یا تو اپنا مال خرچ کرکے اسکا مطالبہ کیجئے کردے یہی مسئلہ ہے محمد بن حسن سے اور اسی قول کو فقیہ ابو اللیث نے لیا ہے اگر ایک شخص اپنی ملک کنوان میں نجاست ڈالنے کا گرپا کھودا سوا اسکے ہمسایہ کی دیوار منہدم اور کمزور ہوگئی تو اسپر زبردستی نہیں پھر اگر دیوار منہدم ہوگئی تو اسپر تاوان نہیں یہی قول ظاہر مذہب ہے حکایت ہے کہ ایک شیخ نے امام اعظم سے شکایت کی کہ میرے پڑوسی نے اپنے گھر میں کنجے ان کھودا ہے یعنی میری دیوار کو اُس سے فرمایا امام نے کہا تو اپنے گھر میں اسکے قریب پرنالہ بنجی نجاست ڈالنے کا کنوان کھود سو اسنے ایسا ہی کیا تو اسکے پڑوسی کا کنوان بیٹھ گیا ناچار ہوگیا کہ کنوان بند کردے الامام منع حاقن کی فتوی نہ دیا بلکہ اسکو وہ تدبیر بتائی جس سے مطلب حاصل ہوگیا کذا فی الفتح ولا یمنع الشخص من تصرفہ فی ملکہ الا اذا کان الضرر بجارہ صریحا فیمنع من ذلک وعلیہ الفتوی براریۃ واختارہ فی الھدایۃ وافتی بہ فاری الھدایۃ حتی یمنع الجار من فتح الطاق وھذا جواب الاستحسان والقیاس ان یمنع کما جائے شخص اپنی ملک میں تصرف کرنے سے مگر جبکہ اسکے پڑوسی کو ضرر بیّن ضرر صریح تو اب اُس تصرف سے روکا جائیگا اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی البزازیۃ اور اسیکو پسند کیا ہے محمد نے اور اسیکا فتوی دیا ہے صاحب ہدایہ نے تو منع کیا جائیگا پڑوسی طاق یعنی کھڑکی اور روزن کھولنے سے اور یہ جواب ہے مشائخ کا بطریق استحسان کے ضرر بیّن یعنی ضرر صریح وہ ہے جسکے سبب ہم ہو اور جو عمارت کو کمزور یا سست کردے یا منفعت سے بالکل خارج کردے اور جو حاجات اصلیہ کا مانع ہو چنانچہ روشنی کا بالکل ہو کرنا اور اسکو علمانے فتوی کیواسطے پسند کیا ہے اور اگر اندگ ضرر بھی نافع ہو تو اپنی ملک سے فائدہ لینے کا باب بالکل مسدود ہو جاوے رازی نے کہا بالاستحسان منع کریگا ایک گھر کو ایک شخص چند گھروں کے بیچ اور اُس گھر کا مالک ارادہ کرے کہ اُسمیں تنور بنا دے جسمیں ہمیشہ روٹیاں پکا کریں دھوئیں کے مانند یا پیسنے کی چکی یا دھوبیوں کی گندی کرنے کی بھٹی بنا دی تو جائز نہیں کیونکہ اسمیں پڑوسیوں کا ضرر فاحش ہے جس سے بچاؤ نہیں ہو سکتا اسواسطے کہ تنور مذکور سے بکثرت دھواں شدت سے پھیلیگا اور چکی و گندی کی بھٹی سے دیوار بیٹھ جاویگی بخلاف حمام کے وہ ضرر نہیں مگر بسبب اسکے اور اُس سے بچاؤ ممکن ہو درمیان میں دیوار اٹھا کر اور بخلاف تنور صنعر کے جو گھر میں ہوتا ہے حموی نے علامہ مقدسی سے نقل کیا کہ میں نے تہذیب قلانسی میں قول پایا جو روزن بنانے کیواسطے اس عمارت میں جو مشترک ہو کسی کی مملوک گھر میں لائق اعتبار نہیں ہے وہ یہ ہے کہ اگر روزن دھوب یا شبنم کیواسطے ہو تو منع کیا جائیگا اور اگر روشنی کیواسطے ہو تو روکا نہ جائیگا یعنی اگر اسفل عمارت میں روزن ہو تو اعلی والے اور اگر اعالی عمارت میں ہے اسپر شبک یعنی جالی ہو تو دو سری صورت ہے کہ ظاہر روشنی کیواسطے ہے کذا فی الطحطاوی وجواب ظاہر الروایۃ عن عدم المنع مطلقا وبہ افتی طائفۃ کالامام ظہیر الدین وابن الشحنۃ وداود وجزم بہ فی الفتح فی قسمۃ المحیط وبہ یفتی واعتمدہ المصنف ثم نقال وقد اختلف الافتاء بینہ ان یقول علی ظاہر الروایۃ انتہی قلت وحیث تعارض منہ وشرحہ فالعمل علی المتون کما تقرر مرارا فمن ثم کان جواب ظاہر الروایۃ قاعدہ عدم منع بہر طرح سے خواہ پڑوسی کا ضرر صریح ہو یا نہ ہو اور اسیکا فتوی دیا ہے چند علمانے چنانچہ امام ظہیر الدین اور شیخ عمر اور اسکے والد نے اور فتح القدیر میں اسکو صحیح دی ہے اور مجتبی کی کتاب القسمۃ میں ہے کہ اسیکا فتوی ہے اور مصنف نے اپنی شرح میں یہاں یعنی کتاب القسمۃ میں اسی پر اعتماد کیا ہے سو یوں کہا اور البتہ فتوی دینے میں یہاں اختلاف واقع ہوا اور لائق یہ ہے کہ درصورت اختلاف فتوی ظاہر الروایۃ پر اعتماد کیا جاوے انتہی میں کہتا ہوں اور جبکہ مصنف کے متن اور شرح میں تعارض ہوا تو عمل متون پر لازم ہے چنانچہ یہ قاعدہ ثابت ہو چکا ہے بارہا سو تامل کر ہم جواب ظاہر الروایہ یہی قیاس ہے کہ انسان اپنے ملک کے تصرف میں مختار ہے کسیکا ضرر ہو یا نہ ہو اور جبکو معلوم ہو چکا کہ اکثر متاخرین جواب استحسان پر ہیں یعنی درصورت ضرر صریح ہمسایہ منع تصرف ہے نہ ہر ضرر بیّن واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی قلت وبقی ما لو اشکل ھل یقوم کما

وقد حرر حشی الاشباہ المسئلۃ سابقا علی مسئلۃ السفلی والعلو بانہ لا یتبدا اذا اضر وکذا اذا اشکل علی المختار للفتوی کما فی الخانیۃ قال الخصاف فکذا تصرفہ فی ملکہ ان اضر اوا شکل ممیز وان لم یضر لم یمنع قال ولم ار من نبہ علیہ ظیعلم فانہ من خواص کتابی انتہی ومن کتابہ ورد بانی کی یہ بات کہ اگر اشکال اور ترددواقع ہو کہ تصرف مالک پڑوسی کو مضر ہے یا نہیں اور البتہ اسکے جواب میں حشی اشباہ نے منع تصرف کی تحریر کی ہو مسئلہ سفل اور علو پر قیاس کرکے کہ صاحب سفل یا صاحب علو منع نہ ہونگے جب کہ دوسرے کو ضرر دے اور اسیطرح حکم ہو کہ جب تردد واقع ہو ضرر یا رعدم ضرر میں بنا بر اُس قول کے جو فتوی کیواسطے مختار ہو چنانچہ خانیہ میں ہو حشی نے کہا تو اسیطرح انسان کا تصرف اپنے ملک میں اگر دوسرے کو مضر ہو یا ضرر اور عدم ضرر میں تردد واقع ہو تو منع نہ ہوگا اور اگر ضرر نہیں تو منع نکیا جائیگا حشی نے کہا میں نے نہیں دیکھا اُس شخص کو جسنے اس تفصیل پر آگاہ کردیا ہو تو اسکو غنیمت جاننا چاہیئے کہ یہ تحقیق میری کتاب کے خواص سے ہوا انتہی کلام المحشی ھم طحطاوی نے کہا کہ حشی شباہ سے شیخ صالح مراد ہے اور حشی کے قول ثانی کی جاجت تھی سو اسطے کہ پہلا قول حشی کا ادائے طلب میں کافی تھا ادعی علی اخر ھبۃ مع قبض فی وقت فسئل المدعی ببینۃ فقال قد جحد بیانہا ای الھبۃ فاشتریتہا منہ او لم یقل ذلک ای یجحدہا ایک شخص نے دوسرے پر دعوی کیا ہبہ مع القبض کا ایک وقت میں مثلاً یہ دعوی کیا کہ اُسنے فلانی چیز مجکو رمضان میں دی سو مدعی سے گواہی طلب ہوئی سو اُسنے کہا کہ مدعا علیہ ہبہ کرکے منکر ہوگیا ہبہ سے تو میں نے اُس سے دوچیز خرید کرلی یا مدعی نے یہ نہ کہا یعنی انکار ہبہ مدعا علیہ کا ذکر نہ کیا مثلاً اول ہبہ کا دعوی کیا پھر اُسکے بعد خرید کا دعا فعاد الا کتفاء بامکان التوفیق وھو مختار شیخ الاسلام وعدم قبول انکار الہبۃ وعدم قبول انکار ہبہ کا اعتبار ہے بامکان توفیق اور یہ قول شیخ الاسلام کا مختار ہے منجملہ چار قولوں کے ھم حس موضع میں تناقض واقع ہو مدعی سے یا شہود سے یا مدعا علیہ سے تو اُسکی توفیق یعنی رفع تناقض میں فقہا کے چار قول ہیں پہلا قول یہ ہے کہ دونوں کلاموں میں بالفعل توفیق ضرور ہو اور امکان توفیق کافی نہیں دوسرا قول یہ ہے کہ امکان توفیق کافی ہے مطلقاً خواہ مدعی کی جانب سے یا مدعا علیہ کیطرف سے وجہ توفیق متعدد ہو یا متحد تیسرا قول وہ ہے جو مجتہدی کا مختار ہے جسکو شارح ذکر کریگا جو تعالی قول یہ ہے کہ امکان توفیق کافی ہے بشرطیکہ وجہ توفیق سمجھ میں متعدد کذا فی البحطاوی عن البحر جب یہ معلوم ہوا تو دریافت کرنا چاہیئے کہ جب مدعی نے ہبہ کا دعوی کیا پھر مدعا علیہ کا انکار ہبہ بیان کیا کہ خرید کا دعوی کیا تو مدعی کے کلام سے قول اول کے مطابق بالفعل توفیق حاصل ہوگئی اب تناقض باقی نہ رہا اور اگر ہبہ کا دعوی کیا پھر بلا ذکر انکار ہبہ خرید کا دعوی کیا تو یہاں توفیق بالفعل مدعی کے کلام سے نہیں بلکہ قول ثانی کے موافق جو شیخ الاسلام کا مختار ہے امکان توفیق ہو واختارہ المجتہدی لانہ یکفی من المدعی علیہ لان المدعی مجتہد لانہ مستحق ذلک دائر والظاہر بقی للدفع لان لہ استحقاق بزاز یہ اور مجتہدی نے یہ قول پسند کیا ہو کہ امکان توفیق مدعا علیہ کیطرف سے کافی ہے نہ مدعی کیونکہ یہ سوا سطے کہ مدعی طالب حق ہو اور وہ یعنی مدعا علیہ دافع استحقاق ہو اور ظاہر دفع کیواسطے کفایت کرتا ہو نہ استحقاق کیونکہ اذا تعارضا یعنی امکان توفیق کے نزدیک وجود اور وقوع اُسکا ظاہر ہو اور ظاہر توفیق میں حجت ہو نہ استحقاق میں کذا فی البحر فاقام بینۃ علی الشراء بعد وقتہا ای وقت الہبۃ تقبل فی الاصح یعنی پھر مدعی مذکور نے بعد وقت ہبہ کے خرید پر گواہ قائم کئے یہ نہیں مثلاً شوال کی خرید پر گواہ قائم کئے تو گواہی مقبول ہوگی دونوں ہبہ توں میں یعنی ایکصورت یہ کہ مدعا علیہ نے ہبہ کا مجھے انکار کیا دوسری صورت یہ کہ کہا ھم بعد وقتہا ظرف ہے شراء کا تقاما للکذا فی الحلبی وقیلہ لا یصح التوفیق فی الوجہ الاول وظہور التناقض الخ اور قبل وقت ہبہ کے خرید پر گواہ قائم کئے تو گواہی مقبول نہوگی بسبب واضح ہونے توفیق کے وجہ اول میں اور ظاہر ہونے تناقض کے وجہ ثانی میں ھم حاصل مسئلہ یہ ہے کہ مدعی نے ہبہ مع القبض کا دعوی کیا اور گواہوں نے گواہی دی کہ مدعی نے وہ چیز مثلاً شوال میں خریدی تو گواہی مقبول ہے کیونکہ توفیق بین القولین واضح ہے اسواسطے کہ بعد وقت ہبہ کے خرید میں تناقض نہیں کہ اُسکی ملک بعد ہبہ ثابت ہوئی اور اگر گواہوں نے کہا کہ مدعی نے اُسکو شعبان میں خریدکیا تو اسمیں قول مدعی اور شہادت شہود میں تناقض ہے اسواسطے کہ دعوی ہبہ میں اسکا اقرار ہے کہ موہوب واہب کا مملوک ہے قبل وقت ہبہ کے اور گواہی اس اقرار کی مناقض لہذا مقبول نہیں ورد لو لم یذکر تاریخا او ذکر احدھما تقبل لامکان التوفیق بتکثیر الشراء اور اگر مدعی نے ہبہ اور خریداری کی تاریخ مذکور نہ کی یا خط ہبہ یا خط خرید کی تاریخ مذکور نہ ہو

تو دعوی مقبول ہی بواسطہ امکان توفیق کے بسبب تاریخ خریداری یعنی جب ہبہ اور خرید کی تاریخ مذکور ہونی تو احتمال ہی کہ خریداری بعد ہبہ واقع ہوئی ہو حالانکہ شرط ہی کہ دونوں کلام متناقض ہوں تاکہ قاضی کے سامنے ہمارے بیان یا نقطہ کلام ثانی کا صادر ہونا قاضی کے پاس ثابت ہو اسمیں خلاف ہی اور قول ثانی کی ترجیح سزاوار ہی کنز اور البحر اسواسطے کہ کلام ثانی ہی کے سبب سے تو متناقض ثابت ہوتا ہی حالانکہ علامہ مقدسی نے کہا کہ یہ خلاف لفظی ہی اسواسطے کہ جو کلام مجلس قاضی سے پیشتر ہوا جب تک کہ وہ قاضی کے نزدیک ثابت نہ کیا جائیگا تب تک متناقض متحقق نہ ہوگا تو گویا دونوں مجلس قاضی میں صادر ہوئے کذا فی الطحطاوی وَالتناقضُ یرتفعُ بتصدیق الخصم وبقولِ المتناقض ترکتُ الاولَ واَدّعی بکذا وبتکذیب الحاکم وتحامله فی البحر اور المصنّف اور تناقض دفع ہوجاتا ہی خصم کی تصدیق سے اور متناقض کے یوں کہنے سے کہ میں نے کلام اول کو چھوڑا اور اب میں دعوی کرتا ہوں اور حاکم کی تکذیب سے اور پورا بیان اسکا بحر الرائق میں ہی اور مصنف نے اسکو اپنی شرح میں مسلم کہا ہی مثلاً یہ صورت ہی کہ زید نے دعوی کیا کہ عمرو اُسکے مدیون کا ضامن ہی سو عمرو نے ضمانت کا انکار کیا اور زید گواہ لایا اُسکے ضامن ہونے پر اور حاکم نے ثبوت ضمانت کا اور مکفول لہ کو ضامن سے مال لینے کا حکم کیا پھر ضامن نے مدیون مذکور پر دعوی کیا کہ میں اسکا ضامن ہوا تھا اُسکی اجازت سے اور اسپر گواہ لایا تو ہمارے نزدیک مقبول ہی اور مدیون سے مال ضمانت پھر لینا جائز ہی یعنی یہ لایق نہیں کہہ سکتا کہ کفیل ضمانت کا اول منکر تھا اور اب دعوی ضمانت کا یہ بسبب تناقض ہی اسواسطے کہ کفیل کے انکار کی شرعاً تکذیب ہوگئی بسبب قضا کے کذا فی البحر تصرف کما اولاً اِلّا اَنّہا اِنّی الدّار مُنذُ وقفُ علیه تَنَاقَضَا دعاها لنفسه اَو دعاها لغیرِه تُنَاقِضَا دعاها لنفسه لم تُقبل للتناقض چنانچہ اگر دعوی کیا اول کہ وہ یعنی مثلاً گھر وقف ہی مجھ پر پھر اُسکی ملکیت کا دعوی کیا اپنی ذات کیواسطے یا دعوی کیا کہ وہ گھر مخصر کا ہی پھر اُسکی ملکیت کا اپنے واسطے دعوی کیا تو مقبول نہیں بسبب تناقض کے صریح یا تنبیہ ہی نفی قبول میں جب وقف کا پھر ملکیت کا دعوی کیا تو توفیق بین الکلامین ممکن نہیں اسواسطے کہ وقف مملوک نہیں ہوتا وقیل یُقبل اِن وَفّق قَالَ کان لفلان ثُمّ اشتریتُه درر اور اخیر الدعوی اور بعضوں نے کہا کہ اگر مسئلہ ثانیہ میں توفیق ہے مدعی اسطرح پر کہ کہے گھر اول فلانے شخص کا تھا پھر میں نے اُسکو خرید کیا تو مقبول ہی چنانچہ درر کی کتاب الدعوی کے اواخر میں ہی قال ولو ادّعی الملکَ لنفسه اولاً ثم ادعی الوقفَ علیه تُقبل صاحب درر نے کہا اور اگر اول دعوی ملکیت کا اپنی ذات کیواسطے کیا پھر دعوی کیا کہ وہ مجھ پر وقف ہی تو مقبول ہی صاحب منح الغفار میں اسیطرح ہی اور بحر الرائق اور حموی میں تقیید بلفظ علیہ نہیں تو جب صورت مذکورہ کے توفیق ممکن ہی اسطرح پر کہ اول مدعی کا وہ مملوک ہے پھر مدعی اسکو وقف کردے اور درصورت تقیید مذکور توفیق ظاہر نہیں کیونکہ تناقض ظاہر ہی تعیین توفیق نہیں مگر قول ابو یوسف تو ممکن ہوسکتی ہی کہ اُنکے نزدیک اپنی ذات پر وقف کرنا صحیح ہی کذا فی الطحطاوی کما اولا دعاها لنفسه ثم لغیره فانه یُقبل چنانچہ اگر دعوی کیا اپنی ذات کیواسطے پھر اپنے غیر کیواسطے تو وہ مقبول ہی اس احتمال سے کہ غیر نے مدعی سے خرید کر لیا ہو وَمَن قال لآخر اشتریتُ منّی هذا الجاریة وانکر الآخرُ الشراءَ جاز للبائع ان یطاها ان ترکَ البائعُ الخصومةَ واقترنَ ترکُه بفعلٍ یدُلّ علی الرضی بالفسخ کما مرّ آنِفاً ونقلها المصنّف لما تقرّر انّ الانکارَ الخارجَ الشراءَ یجوز جمیعُ العقودِ ما عدا النکاحَ فسخٌ اور جس شخص نے دوسرے سے کہا کہ تو نے مجھسے یہ لونڈی خرید کی اور دوسرے شخص نے خرید کا انکار کیا تو بائع کو اُس لونڈی سے جماع کرنا جائز ہی اگر بائع نے جھگڑا کرنا چھوڑ دیا ہو اور ترک خصومت اُس فعل سے مقارن ہو جو فسخ بیع کی رضامندی پر دلالت کرے چنانچہ لونڈی کو رکھ لینا اور اُسکو اپنے مکان میں لیجانا جماع اسواسطے جائز ہی کہ ثابت ہوچکا ہی کہ جمیع عقود کا انکار سوائے نکاح کے فسخ ہی یعنی جب بیع فسخ ہوگئی مشتری کے انکار سے تو لونڈی بائع کی ملک میں داخل ہوگئی تو وطی حلال ہوئی فَلِلبائع رَدُّها بعیب قدیم بالتراضی یعنی تو بائع کو لونڈی کا بعیب دینا بسبب عیب قدیم کے جائز ہی باعث عام ہوجانے فسخ بیع کے تراضی سے کذا فی العینی ہم اُس عیب قدیمی سے رد جائز ہی جسپر اُسکو اطلاع نہوئی تھی قبل بیع کے والا رد جائز نہیں کیونکہ بیع پر اقدام کرنا بعد اطلاع عیب پر رضا بالعیب کی علامت ہی یعنی نے شرح کنز میں تو کہا کہ جب مشتری نے خریداری کا انکار کیا تو بیع فسخ ہوئی مشتری کی جانب سے پھر جبکہ بائع نے اُسکی مساعدت کی ترک خصومت سے تو فسخ بیع پورا ہوگیا

الزیلعی والطحطاوی اما النکاح فلا یقبل الفسخ اصلا لان الزوجیۃ تزول بھا تارۃ وبموتھن علی النکاح یقبل برھانہ اور نکاح تو اصلا فسخ مقبول نہیں کیونکہ تا ہنوز اگر زوج روجہ کے نکاح کرنے سے منکر ہو پھر بعد اسکے نکاح کا دعوی کرے اور نکاح پر گواہ لاوے تو دلیل اسکی مقبول ہو ہم نکاح مثل فسخ نہیں کیونکہ سبب سے تو اگر عورت دعوی کرے ایک مرد پر نکاح کا اور مرد منکر ہو تو عورت کو دوسرے مرد سے نکاح جائز نہیں کیونکہ انکار زوج فسخ نکاح نہیں تو قاضی کو حاجت ہو کہ اسکے بعد دیوے کہ کیوں تم دونوں میں تفریق کردی یا مرد یوں کہے کہ میری زوجہ تھی میں نے اسکو طلاق بائن دیدی اور اگر مرد نے عورت کے نکاح کا دعوی کیا کہ عورت نکاح کی منکر ہی پھر مرد مر گیا اور عورت نے میراث کا دعوی کردی تو اسکو میراث ملیگی کذا فی الطحطاوی بخلاف البیع فانہ اذا انکرہ تعالی عاد لا یقبل لانفساخہ بالانکار بخلاف النکاح بخلاف بیع کے اسواسطے کہ جب بیع کا منکر ہوگا اور پھر بیع کا دعوی کریگا تو مقبول نہیں بسبب فسخ ہو جانے بیع کے انکار سے بخلاف نکاح کے ہم پہنچ چکا کہ شارح لفظ بخلاف النکاح کو حذف کرتا کہ اسکی کچھ حاجت نہیں اور ان مسائل کا ذکر کتاب الدعوی میں مناسب تھا مگر بیان انکا ذکر اسواسطے ہوا تا حکم قضا ان میں ظاہر ہو

ہوا اقر بقبض عشرۃ دراھم ثم ادعی انھا زیوف او ستوقۃ صدق بیانہ لان اسم الدراھم یتناولھا ستوقہ لغۃ عشیا اقرار کیا دس درم کے قبضہ کرنے کا پھر مقر نے دعوی کیا کہ دراہم مذکورہ زیوف ہیں یا نہرجہ تو اسکی تصدیق ہوگی قسم کے ساتھ اسواسطے کہ دراہم کا نام زیوف اور نہرجہ کو شامل ہے بخلاف ستوقہ کے کہ انکو اسم دراہم شامل نہیں بسبب غلبہ خالص کے انکے غش کے ہم زیوف جمع ہے زیف کی زیف وہ درہم ہے جو خزانہ سلطانی میں نہ لیا جاوے اور سود اگروں میں اسکا لینا دینا رائج ہو اسواسطے کہ خزانہ سلطانی میں کھرا مال لیا جاتا ہے اور ستوقہ وہ درہم ہے جسکے اندر تانبا یا سیسہ ہو اور دونوں طرف چاندی حموی نے ابوسعود سے نقل کیا کہ حق یہ ہے کہ نہرجہ کے لفظ میں بہ مقدم ہے دونوں پر چنانچہ معرب سے معلوم ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی وقالوا لو ادعی انھا ستوقۃ کان تصدیقا لکن البیان موصولا وصدق لو بین موصولا نہایۃ فالتفصیل فی المفصول لا الموصول اور چونکہ درہم کا نام ستوقہ کو شامل نہیں اگر یہ مقر مذکور یہ دعوی کرے کہ دراہم مقبوضہ ستوقہ ہیں تو اسکی تصدیق نہوگی اگر یہ بیان موصول ہوا قرار قبض سے اور تصدیق ہوگی اگر بیان کیا اسی اقرار قبض سے ملا کر کذا فی النہایہ تو تفصیل مذکور مفصول میں ہے نہ موصول میں ہم یعنی تفصیل زیوف و نہرجہ میں اور ستوقہ میں درصورت انفصال بیان ہے یعنی اگر دراہم مقبوضہ کو زیوف یا نہرجہ کہا بطریق انفصال تو تصدیق نہوگی اور اگر ستوقہ کہا تو بطور انفصال تصدیق نہوگی اور اگر اقرار کے ساتھ بیان متصل واقع ہوا تو بلا تفصیل تصدیق ہوگی خواہ زیوف کہا خواہ نہرجہ خواہ ستوقہ ولو ادعی القبض اجیادا وصدق مطلقا ولو موصولا للتناقض اور اگر کھرے درموں کے قبضہ کرنے کا اقرار کیا اور پھر دعوی کیا کہ دراہم زیوف یا نہرجہ یا ستوقہ تھے تو تصدیق نہوگی مطلقا اگرچہ یہ بیان موصول واقع ہوا بسبب تناقض کے یعنی جید ہونے کا اقرار کیا تو اب اسکے خلاف دعوی کرنا صریح تناقض ہے ولو اقر انہ قبض حقہ او قبض الثمن او استوفی حقہ صدق فی دعواہ الزیافۃ لو بینہ موصولا لا لو مفصولا اور اگر اقرار کیا کہ اسنے اپنے حق پر قبضہ کیا یا ثمن پر قبضہ کیا یا اسنے اپنا حق پورا پورا لیا تو اگر تصدیق ہوگی دعوی زیافت میں یعنی اگر یوں کہا کہ وہ دراہم زیوف تھے تو تصدیق ہوگی بشرطیکہ اسکو موصول بیان کیا ہو اور اگر اسکو موصول بیان نہیں کیا تو تصدیق نہوگی ہم نہرجہ ہونے کا دعوی مانند دعوی زیافت کے کیونکہ سب کا حکم ایک ہی ہے نہایہ میں ہے اگر اپنے قبض حق کا دعوی کیا پھر بولا کہ وہ ستوقہ تھیں یا دراہم زیوف میں تو موصولا تصدیق ہوگی نہ مفصلا کذا فی الطحطاوی وکان قولہ جیادا مفسرا فلا یحتمل التاویل بخلاف غیرہ کانہ ظاہر او نص یحتمل التاویل ابن کمال اسواسطے کہ مقر کا جیاد یعنی کھرے درم کہنا مفسر ہے تو محتمل تاویل نہیں بخلاف غیر جیاد کہنے کے کیونکہ وہ ظاہر ہے یا نص تو جیاد میں تاویل کا احتمال ہے کذا ذکرہ ابن کمال ہم مفسر بیّن مشہود سے زیادہ تر واضح ہوا سطرح پر کہ اسکے ساتھ احتمال تاویل باقی نہ رہے اور ظاہر وہ ہے جس میں غیر مراد کا احتمال بعید ہو اور نص وہ ہے جس میں غیر مراد کا احتمال بعید بھی نہ ہو کذا فی الطحطاوی تو جب جید ہو تو غیر جید کا احتمال باقی نہ رہا کیونکہ وہ مفسر ہے بخلاف قبض حق یا قبض ثمن یا استیفاء حق کے اقرار کے کہ وہ ظاہر ہے یا نص کما بیّن زیافت وغیرہ کا احتمال ہے اگرچہ احتمال بعید ہے اقول ابن نجید عن ابی یوسف عن علیہ فیل برھانہ فیہ عن علماء الدین ویجیء فی الاقرار اما اقرار کیا دین کا پھر دعوی کیا کہ بعض دین فوض ہے اور بعض ہاج ہے اور اسپر گواہ لایا تو گواہی اسکی مقبول ہوگی چنانچہ تتمہ میں ہے علماء الدین سے اور آگے کتاب الدعوی

ہیں آئیگا قال کا خرجتک علی الف درہم فرد علیہ المقر لہ ثم صدقہ فی مجلسہ فلا شئی علیہ لعدم تحقق الاقرار ثانیا ولکن الاحکم فی کل ما فیہ الحق لواحد
ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ تجھے مجھ پر ہزار درہم میں سو جسکے واسطے اُسنے اُسکا اقرار کیا اُسنے اُسکا اقرار رد کیا یعنی یوں کہا کہ میرا تجھ پر کچھ نہیں یا وہ درہم تیرے ہیں یا فلانے شخص
کے ہیں کذا فی الفتح پھر مقر نے مقر کی تصدیق کی اسی مجلس میں تو مقر لہ کا کچھ ثابت ہوگا مگر شہادت سے یا مقر کے دوسرے اقرار سے اور اسیطرح کا حکم ہر ایک اس اقرار
میں ہیں ایک شخص کا حق ہو ہم مقر لہ مذکور کا دین اسواسطے ثابت نہوا کہ مقر کا اقرار دین مردود ہوگیا مقر لہ کے رد کرنے سے اور بعد انکار کے تصدیق کرنا یہ دعوی
ہوا تو اسکے ثبوت کے واسطے گواہی یا تصدیق منعم ضرور ہے مصنف نے اقرار مال کی قید اسواسطے لگائی کہ رقیت اور طلاق و عتاق و نسب اور ولا کا اقرار
رد کرنے سے مردود نہیں ہوتا اور تصدیق بعد رد کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر اول اقرار قبول کریگا پھر رد کا کریگا تو مردود ہوگا اسیطرح ایراء عن الدین ابراء ہبہ
دین قبول کرنے سے تام ہو جاتا ہے پھر رد کرنے سے رد نہیں ہوتا اور اسیطرح اگر وقف کیا ایک شخص پر سو اُسنے قبول کیا پھر رد کیا تو رد نہوگا اور اگر فضل رد کریگا
تو رد ہوگا تصدیق مجلس کی قید اسواسطے لگائی تا معلوم ہو کہ تصدیق بعد مجلس سے بطریق اولی کچھ دین ثابت نہوگا ایک شخص کے حق کی مثال بھی مسئلہ مذکورہ ہو تو
یہاں مقر لہ منفرد ہوا اقرار ہی کے خلاف اُسکے اگر دین کہا کہ تو نے خریدا اور دوسرے نے انکار کیا تو اُسکو جائز ہوگا بعد انکار کے مدعی سابق کی تصدیق کرے اسواسطے کہ احد
المتعاقدین فسخ بیع میں منفرد نہیں جیسے عقد میں منفرد نہیں خلاصہ یہ ہوا کہ جس چیز میں دو شخصوں کا حق ہو اگر اُسمیں منکر رجوع کرے تصدیق کیطرف قبل اس بات کے کہ شخص آخر اُسکے انکار
کی تصدیق کرے تو جائز ہے جیسا کہ بیع اور نکاح اور جس چیز میں ایک شخص کا حق ہو جیسا کہ ہبہ و صدقہ اور اقرار تو اسکی تصدیق بعد الانکار رافع نہیں کذا فی الخلاصی ومنہ
ومن ادعی علی آخر مالا فقال المدعی علیہ ما کان لک علی شئی قط فبرھن المدعی علی انہ کان لہ علیہ الف وبرھن المدعی علیہ علی القضاء او الابراء او البرأۃ ولو
بعد القضاء او الحکم بالمال او الدفع بعد قضاء القاضی صحیح لانہ فی المسئلۃ الخمسۃ کما سیجئ قبل برھانہ لامکان التوفیق کان غیر الحق قد یقضی
دیناً منہ وقد یبرأ منہ وقد یعاد للخصومۃ مثلہ اور جیسے دوسرے پر مال کا دعوی کیا سو مدعا علیہ نے کہا کہ تیرا تو مجھ پر کچھ نہ تھا پھر مدعی سو گواہ لایا کہ مدعی کے
مدعا علیہ پر ہزار درہم اور مدعا علیہ ایفاء دین یا ابراء مدعی پر گواہ لایا اگرچہ گواہی ایفا یا ابرا کی بعد قضاء قاضی کے ہو یعنی اگرچہ قاضی نے مدعی کی بریان سے مال دینے کا
حکم کیا ہو اسواسطے کہ دفع کرنا دعوی مدعی کا بعد حکم قاضی کے صحیح ہو مگر مسئلہ خمسہ میں دفع صحیح نہیں جنانچہ مسئلہ مذکورہ کا ذکر کتاب الدعوی میں آویگا
مدعا علیہ کی بریان مقبول ہوگی بسبب ممکن ہونے توفیق کے انکار اور ایفا یا ابرا میں اسواسطے کہ چھٹا امر شائع کے واسطے کبھی غیر حق کا بھی حکم دیا جاتا ہے اور حق سے ابرا کیا جاتا
ہے ہم یعنی جب مدعا علیہ نے مال اول انکار کیا اور پھر کہا کہ میں اُن دنوں بچا ہوا مدعی نے معاف کر دیا ہو اور اسکو گواہی ثابت کیا تو اگرچہ ظاہر میں متناقض ہو لیکن گواہی مقبول ہو
کیونکہ رفع متناقض یہاں ممکن متصور ہوا اس احتمال سے کہ واقع میں مدعی کا حق مدعا علیہ پر تھا مگر مدعا علیہ نے جھگڑا مٹانے کیواسطے ادا کر دیا ہو یا واقع میں مدعی کا حق مدعا علیہ
پر ثابت تھا لیکن مدعی نے دفع خصومت کیواسطے معاف کر دیا ہو مسئلہ خمسہ کی وجہ تسمیہ یہ ہوئی کہ اسمیں علما کے پانچ قول ہیں وسیجئ فی الاقرار انشاء اللہ وبرھن علی
قول المدعی انا مبطل فی الدعوی او شھود ی کذبۃ او لیس لی علیہ شئی صح لانہ فع الی آخرہ وذکرہ فی الدرر قبیل الاقرار فی فصل الاستثناء
اور کتاب الاقرار میں آویگا یہ کہ اگر مدعا علیہ مدعی کے استدلال پر گواہ لایا کہ مدعی میں جھوٹا ہوں یا میرے گواہ جھوٹے ہیں یا میرا اُسپر کچھ نہیں تو دفع دعوی مدعی صحیح
ہوا نح اور صدر میں اسکو کتاب الاقرار سے پہلے فصل استشہاد میں ذکر کیا ہے استشہاد یعنی خواہش خریداری کما یقبل لو ادعی القصاص علی اخر فانکر المدعی
علیہ فبرھن المدعی علی القصاص ثم برھن المدعی علیہ علی العفو او علی الصلح عنہ علی مال فانہ یقبل حتی لو اقر المدعی بالعفو او الصلح
پر قصاص کا دعوی کیا سو مدعا علیہ نے اسکا انکار کیا تو مدعی گواہ لایا قصاص پر پھر مدعا علیہ گواہ لایا خون قصاص پر یا گواہ لایا صلح کر لینے پر قصاص سے جو مال اسکے
ہم یہاں بھی کلام مدعی میں رفع متناقض اس احتمال سے ممکن ہے کہ واقع میں اُسپر قصاص تھا اور اُسنے جھگڑا مٹانے کیواسطے مال دیکر صلح کر لی ہو یا قصاص صحیح مگر معاف
کر دیا ہو وکذا فی دعوی الرق بان ادعی جاریۃ شخص فانکر فبرھن المدعی ثم برھن المدعی انہ اعتقھا قبل ان یدعی قبل ان لم یقض بحکم

اور ایسا ہی حکم ہے دعوی رقم مدین سطرح پر کہ دعوی کیا ایک شخص کے غلام ہونے پر سوا سنے غلامی سے انکار کیا تو مدعی گواہ لایا کہ مدعی نے اسکو آزاد کردیا ہے تو بربان مدعا علیہ مقبول ہوگا اگر اسنے صلح نہ کرلی ہو مدعی سے لعم یعنی بربان درصورت عدم صلح مقبول ہوگا اور اگر اول انکار کیا پھر کچھ مال پر صلح کرلی پھر گواہ لایا ایفا یا ابراء پر تو اسکی بربان مسموع نہوگی ایفا پر کذا فی المنح ولو ادعی الایفاء عما صالحہ قبل برھانہ علی الایفاء بخلاف ما لو ادعی الایفاء بعد البرھان علیہ کما فی الخانیۃ یعنی اگر مدعی کا دعوی ہے پھر مدعی سے کسی چیز پر صلح کرلی تو اسکا بربان ایفاء پر مقبول ہوگا کذا فی البحر یعنی صلح دعوی ایفا کی مبطل نہیں اسواسطے کہ موضوع خصومت کیواسطے گا سے غیر حق ہی دیا جاتا ہے کذا فی الطحطاوی وفیہ لو ھما ان لہ اربع مائۃ ثم اقر ان علیہ للمنکر ثلث مائۃ سقط عن المنکر ثلثمائۃ وقبل کان علیہ العشر ملتقط وکانہ لانہ لما کان المدعی علیہ جاحدا ان منہ غیر مشغولۃ فی زعمہ فاین تقع المقاصۃ واللہ اعلم اور بحر الرائق میں ہے کہ مدعی گواہ لایا کہ اسکے چار سو مین پھر مدعی نے اقرار کیا کہ مدعا علیہ منکر کے میرے اوپر تین سو مین تو چار سو سے تین سو ساقط ہوگئے اور بعضون نے کہا کہ تین سو ساقط نہین اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الملتقط اور شاید کہ عدم سقوط کی وجہ یہ ہو کہ جبکہ مدعا علیہ منکر ہوا تو اسکا ذمہ مشغول نہین اسکے گمان مین پھر مقاصہ یعنی باہم ایکا ہونا کمان واقع ہوتا ہے واللہ اعلم وان ادعی ھلاک الکفیل وکذبہ المکفول لہ لا یقبل لتعذر التوفیق اور اگر منکر ہلاک نے یہ لفظ زیادہ کیا اور مین تجکو نہین پہچانتا ہون اور مانند اسکے چنانچہ یون کہا کہ مین نے تجکو نہین دیکھا تو بربان ایفا یا ابرا مقبول ہوگی بسبب متعذر ہونے توفیق کے یعنی ایک شخص نے دوسرے پر مال کا دعوی کیا سو مدعا علیہ نے کہا کہ تیرا مجھ پر کچھ نہ تھا مگر اور مین تجھ کو نہین پہچانتا یا یون کہا کہ مین نے تجکو نہین دیکھا یا درمیان میرے اور تیرے مخالطت اور خلطہ نہیں ہوا یا زندہ نہین ہوا اور ایسا یا مدعی تو ایک مکان مین مجتمع نہین ہوے اور مانند اسکے پھر مدعا علیہ نے ایفاء دین یا ابراء دین پر گواہ قائم کئے تو مقبول نہین کذا فی فتح القدیر شرح وقایہ مین ہے کہ عدم قبول بسبب تعذر توفیق کے ہے اسواسطے کہ دو شخصون کے درمیان لینا اور دینا اور معاملہ اور ابراء دون حرف کے نہین ہوتا انتہی وقیل یقبل کان المحتجب ادعی الخدیعۃ قد یتأذی بالتغیب علی بابہ فیأمر بإدخاء الخصم ولا یعرفہ فیتعیر فلا حتی لو کان ممن یقبل بفسکا یقبل اور بعضون نے یعنی متاخرین نے کہا کہ ایفاء دین کی بربان باوجود عدم معرفت مقبول ہے اسواسطے کہ محجب یا عورت پردہ نشین کو گاہے اذیت ہوتی ہے اپنے دروازے کے غل شور کرنے سے تو اپنے وکیل وغیرہ سے وہ امر کرتا ہے مخاصم کے راضی کردینے کا اور حالانکہ مخاصم کو نہین پہچانتا کہ وہ کون ہے پھر اسکو معلوم کرتا ہے تو اگر مدعا علیہ اُن لوگون مین سے ہو جو اپنا کام بذات خود کرتے ہین بلا واسطہ وکیل تو اسکی بربان ایفا مع قول عدم معرفت مقبول نہوگی صرف یہ تفریع ہے قاضی خان کی محتجب وہ ہے جو متولی اعمال بذات خود نہو اور بعضون نے کہا کہ محتجب وہ شخص عظیم الشان ہے جسکو ہر شخص نہ دیکھے کذا فی الطحطاوی نعم لو ادعی اقرار المدعی علیہ بالوصول او الایصال صح درر اخر الدعوی کان الدفع مسموعا لتناقض مدعاہ یعنی اگر مدعا علیہ اُس شخص کے اقرار وصول یا ایصال کا دعوی کرے جسپر دفع یا ایفا کا دعوی کیا گیا تو صحیح ہے کذا فی الدرر فی اخر الدعوی کیواسطے کہ تناقض مدعون صحت اقرار اور کلام مانع نہین ہے طحطاوی نے کہا یہ قول مرتبط ہے اُس کلام محذوف سے جو مفہوم ہوتا ہے اس مقام سے تقدیر محذوف یہ ہے کہ جبکہ تناقض ممکن نہو تو تناقض مندفع نہوگا چنانچہ اُسنے کہا کہ مین نے اسکو کچھ نہین دیا پھر اُسنے دینے کا دعوی کیا تو مسموع نہوگا کیونکہ مال ہے کہ ایک واحد مین دو اقرار متناقض ہوجاتے ہین اگر مدعی کے اقرار وصول یا ایصال کا دعوی کرے یعنی جسپر دفع دین اور قضاء دین کا دعوی ہو چکا اُسکے اقرار کا دعوی کرے اسطرح کہ اُس نے یہ اقرار کیا کہ دین اسکو پہونچ گیا ہے مدیون سے یا مدیون نے اسکو پہونچا دیا ہے اور گواہی سے اسکو ثابت کرے تو مسموع اور مقبول ہے کذا فی الطحطاوی خلافا لابن وھبان حیث قال لا تقبل بینۃ المدعی علی الاقرار بالقبض لانہ اقرار بالبیع ولا تقبل بینۃ المقر علی اقرار المقر لہ بالقبض لانہ اقرار بالبیع بخلاف ما لو ادعی الابراء بعد الاقرار بالقبض حیث تقبل بینتہ لانہ اقرار بالفسخ ابن وھبان نے اسکے برخلاف کہا کہ بینہ مدعی کی کتاب الاقرار مین ہے ہم صحت انکار کا مطلب یہ ہے کہ کلام متناقض نہین اور اقرار سابق کی گواہی مسموع نہین ادعی علی اخر انہ باعہ امتہ منہ فقال لم اخرم ابعہا منک لم تقبل بینۃ المدعی علی الشراء منہ فوجد المدعی بیاعیا ردا ردھا فبرھن البائع انہ ای المشتری ابرئ الیہ من کل عیب لم تقبل بینۃ البائع للتناقض دعوی کیا دوسرے پر کہ اُسنے اپنی لونڈی اپنے

اُسکے ہاتھ بیچی تو دوسرے نے کہا کہ بیع اُسکو پہنچی ہاتھ نہیں بیچا ہر گز سو گواہ لایا مدعی بائع سے خرید کرنے سے پھر مدعی نے لونڈی میں عیب پایا اُسکے پھیر دینے کا ارادہ کیا سو گواہ لایا بائع اسپر کہ مشتری بائع سے برارت کر چکا ہے اُسکے ہر عیب سے تو گواہی بائع کی مقبول نہوگی بسبب تناقض کے ہم وجہ تناقض یہ ہے کہ اول بیع کا منکر ہوا پھر بیع کا مدعی ہوا سو اسکے کہ برارت عیوب ہے بدون بیع متصور نہیں وَعَنِ الثَّانِی نُقْبَلُ لِاِمْکَانِ التَّوْفِیْقِ بِبَیْعٍ وَلِیْلَہٗ وَاَبْرَاءٍ عَنِ الْعَیْبِ اور ابو یوسف سے روایت ہے کہ بائع کی گواہی مقبول ہے بسبب ممکن ہونے توفیق بائع کے وکیل کی بیع سے اور ابراء کیا کے عیب سے ہم جب اسکے وکیل نے بیع کی تو یہ کہنا درست ہوا کہ میں نے بیع نہیں کی یعنی بذات خود مباشر بیع نہیں ہوا اور برارت عیب کی نسبت اپنی طرف اسواسطے کی کہ فعل وکیل بمنزلہ فعل موکل کے ہے ومنہ واقعہ سمرقند اور مسئلہ مرتین واقعہ ہے سمرقند کا جسمیں تناقض تھا واقع ہم مطحاوی نے کہا اگر شارح واقعہ سمرقند کو مصرح بیان کرتا تو واضح تر ہوتا اَدَّعَتْ اَنَّہٗ نَکَحَہَا بِاَلْفٍ وَاَدَّتْہُ اِلَیْہِ وَاَنَّہٗ نَکَحَہَا بِاَلْفٍ اَیْضًا وَاَدَّتْہُ اِلَیْہِ فَاَنْکَرَ فَبَرْھَنَتْ فَاَدَّعٰی اَنَّہٗ خَلَعَہَا عَلَی الْاَلْفِ تُقْبَلُ لِاِحْتِمَالِ اَنَّ زَوْجَہَا اَبْرَاَہٗ وَھُوَ صَغِیْرٌ وَلَمْ یَعْلَمْ خَلْعَہٗ صحیح زوجہ نے دعوی کیا کہ اُس نے مجھے نکاح کیا اتنے مہر پر اور اُس سے مہر کا مطالبہ کیا سو اُس نے نکاح کا انکار کیا تو عورت گواہ لائی نکاح اور مہر پر سو مرد نے دعوی کیا کہ اُسنے عورت سے خلع کیا جو مہر کے تو مرد کا دعوی مقبول ہے یعنی مرد سے اس دعوی پر گواہ طلب ہونگے مقبولیت دعوی اس احتمال سے ہے کہ مرد کا نکاح اُسکے باپ نے کر دیا ہو اور وہ صغیر ہو اور اسکو معلوم نہو گذا فی الخلاصہ ہم یعنی اُسکا انکار نکاح اسپر محمول ہے کہ وہ خود مباشر نکاح نہیں ہوا اور نفی مباشرت وقوع نکاح اجباری کی منافی نہیں پھر جب ایسا ہوا تو بعد اسکے دعوی خلع بعوض مہر میں تناقض نہیں گذا فی المطحاوی سَیُبْطِلُ جَمِیْعَ ذٰلِکَ اِنْ شَاءَ اللّٰہُ فِیْ اٰخِرِہٖ باطل ہو جاتا ہے تمام مضمون اُس مسلک یعنی کا عذر مرقوم کا جسکے آخر میں ان شاء اللہ لکھا ہے ہم شارح نے بلفظ جمیع اشارہ کیا کہ نوشتہ باطل ہو جاتا ہے خواہ اسمیں ایک شئے مرقوم ہو یا چند اشیاء اور صاحبین کا خلاف ثانی میں ہے وَقَالَا اَخْوَہٗ فَقَطْ وَھُوَ اِسْتِحْسَانٌ رَاجِحٌ عَلٰی مَا ذَکَرَہٗ فَتْحٌ اور صاحبین کے کہا کہ فقط بھلا مضمون کا عذر مرقوم کا باطل ہوتا ہے جو انشاء اللہ تعالی سے متصل ہے اور قول صاحبین استحسان ہے جو راجح ہے امام کے قول پر گذا فی الفتح ہم وجہ استحسان یہ ہے کہ جمل میں اصل استقلال ہے یعنی ہر جملہ دوسرے سے متعلق نہیں اور وثیقہ لکھا جاتا ہے احتیاط اور وثوق کیواسطے تو اگر استثنا کل کیطرف راجع ہو تو کل کا ابطال لازم آوے اور یہ مقصود تحریر کے خلاف ہے تو استثنا اُسی کیطرف راجع ہوگا جو اُس سے متصل ہے گذا فی المطحاوی عن الزیلعی وَاتَّفَقُوْا اَنَّ الْعَجْعَجَۃَ کَفَاصِلِ السُّکُوْتِ اور امام اور صاحبین متفق ہیں اسپر کہ فرجہ خط میں فاصل سکوت کے مانند ہے ہم فرجہ یعنی انشاء آخر تحریر میں کا عذر سادہ چھوڑنا ایسا ہے جیسے فاصلہ میں سکوت کرنا تو انشاء اللہ تعالی مابعد فرجہ کیسرف راجع ہوگا جیسے سکوت میں مابعد سکوت کیطرف راجع ہوتا ہے وَعَلَی النَّصْرَانِیَّۃِ لِلْکُلِّ فِیْ جُمَلٍ عُطِفَتْ بِالْوَاوِ وَعُقِّبَتْ بِالْفَاءِ اور علماء ثلثہ متفق ہیں انشاء اللہ تعالی کے راجع ہونے پر کل کیطرف اور ان جمل میں جو عطف بحرف واو واقع ہوا ہو اور کل کے اخیر میں شرط ہو ہم چنانچہ ایک شخص نے یوں کہا کہ اُسکی عورت طلاق ہے اور اُسکا غلام آزاد ہے اور اسپر بیت اللہ تک پیدل جانا ہے ان شاء اللہ تعالی تو شرط تینوں جملوں کی طرف راجع ہے یعنی طلاق اور عتاق اور مشی کچھ لازم نہیں جمل منطوقہ فی قید رجعہ میں اسواسطے لگائی کہ جمل مکتوبہ میں امام اور صاحبین کا اتفاق نہیں چنانچہ مسئلہ مرقوم کو ہو چکا وَاَمَّا الْاِسْتِثْنَاءُ بِاِلَّا وَاَخَوَاتِہَا مِمَّا لَا خَیْرَ لَا یَقْبَلُہٗ کَمَا تَہٗ دِرْھَمٍ وَخَمْسُوْنَ دِیْنَارًا اِلَّا اَحَدَ عَشَرَ اَوْ مِائَۃٌ اِلَّا وَاحِدًا اور استثنا بلفظ الا اور اُسکے امثال سے اخیر کیطرف راجع ہوتا ہے مگر بقرینہ اول کیطرف راجع ہوتا ہے چنانچہ اگر قول میں سو درہم اور پچاس دینار الا احد عشر ہم نویہ استثنا اول یعنی درہموں کیطرف راجع ہوتا ہے اخیر کیطرف للزوم الحکم کے ہم قرینہ یہاں الحکم جنسیت مستثنی منہ اور مستثنی ہے وَاَمَّا الْاِسْتِثْنَاءُ بِاِنْ شَاءَ اللّٰہُ بَعْدَ جُمَلٍ تَلِیْ بَعْضُہَا بَعْضًا اتفاقًا اور استثنا بلفظ ان شاء اللہ بعد جملہ جملہ تالیہ اتفاقیہ دونوں کیطرف بالاتفاق راجع ہے ہم بحسب قاعدہ کے جملہ منجزہ ہم مراد ہے جسمیں تعلیق واقع نہیں بقرینہ مقابلہ چنانچہ یوں کہا کہ انت طالق وعبدی حر ان شاء اللہ کذا فی الحلی وَبَعْدَ طَلَاقَیْنِ مُعَلَّقَیْنِ اَوْ طَلَاقٍ مُعَلَّقٍ وَعِتْقٍ مُعَلَّقٍ فَاِلَیْہِمَا عِنْدَ الثَّالِثِ اَوْ اَخِیْرِہٖ عِنْدَ الثَّانِی اور استثنا واقع ہونا بعد دو طلاق معلق کے یا طلاق معلق اور عتق معلق کے تو دونوں کیطرف راجع ہوتا ہے محمد کے نزدیک اور اخیر کیطرف راجع ہوتا ہے ابو یوسف

کے نزدیک ہم دو طلاق معلق کی مثال ان شاء اللہ اور خلت ان شاء اللہ اور طلاق معلق اور عتق معلق کی مثال ان دخلت الدار فانت طالق وعبدی حر اور یہ خلاف غلق میں ہے اور صک میں جمع دونوں کا التقاق ہے دلو بلا عطف وہو بعد سکوت وفلا خیر التقاقا اور اگر شرط واقع ہو بعد چند اخیر متعاطفہ کے یا بعض میں عطف ہو لیکن ما بعد میں بعد سکوت واقع ہوا ہے تلطیف میں یا خرجہ واقع ہوا تاسا وخط میں تو استثناء اخیر کی طرف راجع ہے بالاتفاق اخیر سے مراد ما بعد سکوت ہے کذا فی الطحطاوی وعطفہ بعد سکوتہ لغو الا بما فیہ تشدید علی نفسہ وتمامہ فی النہر اور علت کرنا متکلم کا بعد اپنے سکوت کے تو ہو گا مگر اس میں تو ہمیں جسمیں سخت گیری ہے اسکی ذات پر اور رپورا بیان اسکا سحر الرائق میں ہے ہم یعنی جسمیں متکلم کی ذات پر مشقت ہے تو وہاں عطف بعد سکوت نہ ہو گا جیسا کہ یوں بولا کہ اگر تو اس گھر میں داخل ہوئی تو تجھ کو طلاق ہے پھر چپ رہا پھر بولا اور اس دوسرے گھر میں اور یہ ارادہ کیا کہ طلاق واقع نہ ہو مگر دونوں گھروں کے داخل ہونے سے اور جسمیں سخت گیری ہو اپنی ذات پر جیسا کہ یوں بولا کہ اگر تو گھر میں داخل ہوئی تو تجھ کو طلاق ہے اور چپ ہو گیا پھر بولا اور اس دوسری زوجہ کو تو زوجہ نہیں میں داخل ہوگی کذا فی الطحطاوی عاتہ ذمیۃ فقالت عربہ اسلمت بعد موتہ وقالت ورثتہ قبلہ صح فالمیراث لہا سوا اسکی زوجہ نے کہا کہ میں مسلمان ہوئی زوج کی موت کے بعد اور ذمی کے وارثوں نے کہا کہ قبل اسکی موت کے تو مسلمان ہوئی ہے تو وارثوں کی تصدیق ہوگی باعتبار تحکیم حال کے ہم یعنی بدلیل استصحاب حال اسواسطے کہ سبب حرمان ارث یعنی اسلام زوجہ فی الحال ثابت ہے تو زمان گذشتہ میں بھی ثابت ہوگا تحریر میں ہے کہ استصحاب عبارت ہو اس امر متحقق کے بقاء حکم سے جسکا عدم مظنون نہیں کما تحکم الحال فی مسئلۃ حیوان فی الطاحونۃ جیسے حال حاکم ہے ہر چکی کے پانی جاری ہونے کے مسئلے میں ہم یعنی ہر چکی کو ایک شخص نے اجارہ لیا سو مستاجر نے کہا کہ میں انتفاع پر قادر نہ ہوا اسکے پانی جاری نہونے سے اور مالک نے کہا کہ تو قادر ہوا تھا تو اب فی الحال پانی کو دیکھنا چاہیے اور اسکے موافق زمان گذشتہ میں حکم کرنا چاہیے یعنی اگر فی الحال پانی جاری ہے تو سابق میں جاری تھا اور اگر بالفعل جاری نہیں تو سابق میں بھی جاری نہ تھا تم الحال افاتصلح حجۃ للدفع لا للاستحقاق پھر دریافت کرنا چاہیے کہ استصحاب حال لیاقت رکھتا ہے حجت ہونے کی فقط دفع دعوی کیواسطے جیسا کہ مسئلہ سابقہ میں استحقاق کیواسطے کما فی مسلم مات فقالت عربہ اسلمت قبل موتہ فارثہ وقالوا بعدہ فالقول لہم لان الحادث یضاف لاقرب اوقاتہ یعنی جیسا کہ حکم ہے اس مسلمان کے باب میں جو مر گیا سو اسکی ذمیہ زوجہ نے کہا کہ میں اسلام قبول کر چکی ہوں قبل موت زوج کے تو میں اسکی وارث ہوں اور میت کے وارثوں نے کہا کہ بعد اسکی موت کے تو مسلمان ہوئی ہے تو وارثوں کا قول معتبر ہے اسواسطے کہ ہر چیز اپنے اقرب اوقات کیطرف منسوب ہوتی ہے یعنی ما بعد موت اقرب ہے ما قبل موت سے لہذا اسلام حادث ما بعد موت کیطرف منسوب ہوگا اور اگر عورت کا قول معتبر ہوتا تو تحکیم حال عورت کے استحقاق ارث کی موجب ہوتی ہم طحطاوی نے کہا ظاہر تمثیل اسیر دلالت کرتا ہے کہ یہ مثال ہے استحقاق ارث کی بسبب تحکیم حال کے اور حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ مسئلہ طاحونہ اصل متن تھا تو مسئلہ ذمی کے بعد مسئلہ مسلم تھا اور دونوں متن ہیں پھر شہاد اعتبار قول ذمہ تھی مسئلہ طاحونہ کے درمیان میں آنے سے یہ خلل پیدا ہو گیا تو اگر شارح متن کو بلا زیادت مسئلہ طاحونہ باقی رکھتا تو بہتر ہوتا انتہی تصرف فرع مسئلہ لمحقہ شارح کا وہم اختلفا فی کفر المیت و اسلامہ فالقول المدعی لاسلامہ بحر واقع سوا اختلاف میت کے کفر اور اسلام میں مدعی اسلام کا قول معتبر ہے کذا فی البحر ہم صورت اسکی یہ ہے کہ ایک شخص مر گیا اور اسکے والد اور فی میں اور بیٹا مسلم والد اور بیٹے نے کہا کہ میت کافر تھا اور بیٹے نے کہا کہ مسلمان ہو کر مرا تو میراث بیٹے کو ملیگی نہ والد کو قال المودع بالفتح ہذا ابن مودعی بالکسر المیت لا وارث لہ غیرہ وقد رفعہا الیہ وجوبا بقولہ ہذا ابنی دائعی کہا مودع بالفتح نے یعنی جسکے پاس غیر کی ودیعت ہے اسنے کہا کہ یہ شخص میرے مودع بالکسر یعنی جس میت نے میرے پاس ودیعت رکھوائی ہے اسکا یہ بیٹا ہے کوئی اسکا وارث نہیں سوائے اسکے تو واجب ہے کہ ودیعت اس شخص کو تو یعنی اولاد مسلم کو دے چنانچہ اس قول میں تسلیم دینی واجب ہے کہ یہ شخص میرے صاحب دین کا بیٹا ہے یعنی بعد موت والد اور بیٹا اقرار کرے کہ میرے والد نے مجھ کو ہبہ کیا تھا یا وکیل کیا تھا کہ میرا مال خرید لے تو یہ قبول نہ ہوگا مصنف نے وارث کی قید لگائی اسواسطے کہ امانت دار یہ اقرار کرے کہ وہ شخص میت مذکور کا وصی یا وکیل مشتری

ہو میت سے تو اسکو وہ ثابت نہ ہوسکے فان اقر ثانیا بابن آخر لم یقبل اقراره اذا کان به لان الاول کاذب اقر علی الغیر پھر اگر امانت وار دوسری بار میت کے دوسرے بیٹے کا اقرار کرے تو اسکا اقرار مفید نہ ہوگا جبکہ پہلا بیٹا اسکی تکذیب کرے کیونکہ یہ اقرار ہے غیر کی مضرت کا ہم اور اقرار علی الغیر حجت نہیں اسواسطے کہ اقرار اول صحیح ہوچکا کہ اسکا کوئی مکذب نہیں بخلاف دوسرا ثانی اور اگر ولد اول اقرار ثانی کی تصدیق کرے تو وہ بھی وارث ہوگا میت کا وینضم الثانی خطه ان خرلا وہ لا بالقضاء ذیلعی اور درصورت تکذیب ثانی کو بعد اسکے حصے کے امانت وار ثانی کو دے اگر ولد اول کی وفات دیکھا ہو بدون حکم قاضی کذا فی الزیلعی ھ قولہ فان نعم الخ یہی صواب ہے چنانچہ فتح القدیر میں ہے اور مقابل اسکے غایۃ البیان کا قول ہے عدم نعم ان کا کذا فی الطحطاوی ترکه قسمت بین الورثة ادا الغرماء بشهود لم یقولوا نعلم کذا فی شرح المنح شرح درر عبارة الدرر وغیرها لا نعلم له وارثا آخر غیر ما یکفلوا بانه لا یعلم له وارث آخر فانها للمکفول له ترکہ معصوم ہوگیا درمیان اثبوت کے یا دینوالوں کے اُن گواہوں کی گواہی سے جنہوں نے یہ نہیں کہا کہ ہم جانتے ہیں میت کا کوئی وارث یا صاحب دین اسیطرح ہو لفظ نعلم کا بلا حرف نفی متن اور شرح کے نسخوں میں اور عبارت درر وغیرہا کی یوں ہو کہ ان شہود کی شہادت سے ترکہ معصوم ہو انجنوں نے یہ نہیں کہا کہ ہم میت کا کوئی وارث یا صاحب دین نہیں جانتے ہیں قاضی نہ لیجائیگی اور اثبوت دین والوں سے بسبب محجوب ہونے مکفول لہ کے بخلاف صاحبین کے انکے نزدیک حاضر قاضی لیجائیگی ھ طحطاوی نے کہا شاید کہ شارح کے نسخہ متن اور شرح میں نعلم ہوگا باسقاط لا اور میرے پاس جو متن اور شرح کا نسخہ ہے اسمیں لا نعلم مذکور ہے اور لم یکفلوا یعنی للمحجوب مصنف العلی ہے اور ضمیر ورثہ یا تقسیم کیطرف راجع ہے انتہی خلاصہ مسئلہ یہ ہوا کہ ایک شخص مترکہ چھوڑ کر مرگیا اور شاہدوں نے قاضی سے کہا کہ میت کے فلانے فلانے وارث یا صاحب دین ہیں لیکن اُنہوں نے حصر ورثہ کی گواہی نہیں دی تو قاضی ترکہ قسمت کردے اُن دینوں سے ضامن طلب کرے وتلوم القاضی مدة تنقضی او قاضی کچھ مدت قسمت ترکہ میں تاخیر کرے پھر قسمت کا حکم کرے ھ تاخیر احتیاط کیواسطے ہو کہ شاید کوئی اور وارث یا صاحب دین ہو پھر جبکہ ان خالیوں کو اگر کوئی شریک نہ ہو تو حاضر ہو تو اب قسمت کا حکم دے اور مراد تاخیر حکم ہے نہ تاخیر رفع بعد القضاء اور مقدار مدت قاضی کی تجویز پر مفوض ہو اور طحطاوی نے ایک سال کی مدت مذکور کی ہو کذا فی الطحطاوی ولو ثبت بالاقرار اقتسما اتفاقا اور اگر ورثہ یا اصحاب دین اقرار سے ثابت ہوں نہ شہادت سے تو نہ ضامن دین بالاتفاق تمام لو وصاحبین کے ولو قال الشهود ذلك لا نعلم له وارثا غيرهم وهو كذلك او اگر شہود وہ کہیں یعنی یوں کہیں کہ ہم میت کا کوئی وارث یا صاحب دین سوائے انکے نہیں جانتے ہیں تو ضامن نہ ہوگا بالاتفاق کذا فی الطحطاوی ادعی علی آخر احضر المدعی

ولا خبره الغائب ارتاب برهن عليه على ما ادعاه اخذ المدعي نصف المدعى عينا او دينا ان علم لهما ثالث والا فالكل حد والدين دعواه اولى بخلاف ما اذا برهنا معا وقولهما استحسانا فيقاسم ایک شخص نے دوسرے پر ایک گھر کا دعوی کیا اپنے واسطے اور اپنے غائب بھائی کیواسطے بطریق ارث اور گواہ لایا اپنے دعوی پر تو مدعی نصف گھر لے بطور شائع اور چھوڑے باقی کو قابض کے پاس یوں ہی ضامن لینے کے خواہ قابض نے دعوی مدعی کا انکار کیا ہو یا خاموش رہا ہو بخلاف صاحبین کے یعنی انکے نزدیک صورت انکار دعوی باقی کو اسکے پاس رکھے اور صاحبین کا قول استحسان ہے کذا فی الہدایہ ھ امام کی دلیل یہ ہے کہ حاضر خصم نہیں غائب کیطرف سے استیفاء وارث ہیں اور قاضی کو فرض جائز نہیں دو خصم کے صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ جب اُس نے دعوی ارث کا انکار کیا تو اسکی خیانت ثابت ہوئی تو اب اُسکے پاس رکھنا مضرت سے خالی نہیں ولا تعاد البينة ولا القضاء اذا حضر الغائب في الاصح لانه لا يتصاب الا حق الورثة خصما للبينة تقضي منذ ديونه ثم اور گواہی کا اعادہ نہ ہوگا اور نہ قضا کا جبکہ مدعی کا غائب بھائی سفر سے آوے قول اصح میں بسبب قائم ہوجانے ایک ثلث کے مخاصم ہونا میت کیطرف سے یہاں تک کہ ادا کیے جاوینگے مترکہ سے میت کے دیون ثم انما يكون خصما بشروط تسعة ميسوطة في البحر پھر معلوم کیجئے کہ وارث حاضر خصم ہوتا ہے باقی وارثوں کیطرف سے اسمیں جو میت پر دعوی کیا جاوے لو شرطوں سے جو مشرح مذکور ہیں بحر الرائق میں م سید حموی نے کہا کہ بہتر یہ تھا کہ شارح شرط ثلثہ کہتا ایک شرط یہ کہ عین بالکل وارث کے ہاتھ میں ہو دوسرے یہ کہ اسمیں قسمت نہ ہوگئی ہو تیسرے یہ کہ وارث غائب اسکی تصدیق کرے کہ عین مذکور میراث ہے میت سے انتہی سو اسواسطے کہ جمیع امور جو بحر الرائق میں مذکور ہیں وہ شروط نہیں بلکہ بعضے شروط ہیں اور بعضے احکام اور وہ ہمگی اٹھ ہیں

ثم نقل فی الطحطاوی المختار الحق الفرق بین الدین والعین اور حق یہ ہے کہ دین اور عین میں فرق ہے ہم یعنی احداور نہ خصم نہیں باقی وارثوں کیطرف سے اُس عین کے دعوے میں جو میت پر ہو مگر جبکہ عین اُسکے ہاتھ میں ہو اور اگر میت پر دین کا دعوی ہو تو احد اور نہ خصم ہوگا باقی وارثوں کی جانب سے اگرچہ اُسکے ہاتھ میں عین ترکہ نہو اسواسطے کہ دائن کا حق جمیع ترکہ میں شائع ہے بخلاف عین مدعا بہا اور ہبایہ اور نہایہ اور عنایہ کا ظاہر یہ ہے کہ دعوی دین میں بھی عین ترکہ کیطرح کل ہاتھ میں ہونا ضرور ہے بحر الرائق میں کہا کہ جو فتح القدیر میں ہے یعنی فرق مذکور وہی حق ہے باقی سہو ہوا اور یہ اُس صورت میں ہے جبکہ وارث مدعا علیہ ہو چنانچہ مذکور ہو چکا اور اگر وارث میراث عین کا مدعی ہو قابض پر تو اگر اپنا دعوی ثابت کرے تو اُسکے اور باقی وارثوں کے واسطے ارث کا حکم ہوگا اگر اپنے اور اُنکے واسطے ارث کا دعوی کیا ہو اور اگر دعوی ثابت نہ کر سکا ہو اور مدعا علیہ نے اُسکا دفعہ کر دیا ہو اسطرح پر کہ میں نے اُسکو تیرے مورث سے خرید کیا ہے اور خرید کو ثابت کر چکا ہو تو دعوی وارث کا حاضر اور غائب کے حق میں مندفع ہوگا کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود وعلیہ ادمثل العقار المنقول فیما ذکر فی الاصح حریر اور مانند اسکے یعنی غیر منقول کے مانند منقول بھی ہو امر مذکور میں بقول اصح کذا فی الدرر ہم یعنی اگر مال منقول میں دعوی ارث مدعی ثابت کرے تو وہ اپنا حصہ لے اور غائب کا حصہ ذی الید کے پاس چھوڑے لکن عتد فی الملتقی انہ یؤخذ منہ تفاقا ومثلہ فی النہر لیکن ملتقی الابحر میں اس قول پر اعتماد کیا ہے کہ منقول لے لیا جاوے ذی الید سے بالتفاق اہ اور صاحبین کے اور اسکے مانند بحر الرائق میں ہے ہم اسواسطے کہ منقول میں حفاظت کی صاحبت ہوا اور اُس سے لے لینے میں زیادہ تر حفاظت ہوا اور زمین تو خود محفوظ ہے قال واجمعوا انہ لا یؤخذ لو مقرا صاحب بحر نے کہا اور امام اور صاحبین نے اجماع کیا ہے اسپر کہ غائب کا حصہ نہ لیا جاوے یعنی منقول میں اگر ذی الید مقر ہو ہم طحطاوی نے کہا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ غیر منقول میں اجماع نہیں حالانکہ ایسا نہیں اُنیکہ درحالت اقرار عقار اور منقول کا ایک ہی حکم ہے او ضمن لہ ثم قال مالہ یقر کذلک علی کل شئ کانہا اخت المیراث ایک شخص نے وصیت کی اپنے ثلث مال کی دوسرے کیواسطے تو یہ وصیت ہر حریر واقع ہوگی یعنی جمیع مسلہ کہ بسواسطے کہ وصیت میراث کی مین ہے یعنی جنس میراث ہر چیز میں جاری ہے ویسے ہی وصیت بھی ولو قال مالی وما املک صدقۃ فہو علی خمس مالہ لو کونہ استحسانا اور اگر کہا کہ میرا مال یا جس چیز کا میں مالک ہوں وہ صدقہ ہو تو وہ مال کو تہائی کی جنس ہو واقع ہوگا طریق استحسان کے ہم وجہ استحسان یہ ہے کہ ایجاد عبد معتبر ہے حق تعالی کے ایجاب سے یعنی جس چیز میں حق تعالی نے صدقہ واجب کیا ہے اُسمیں ایجاب عبد بھی واقع ہوگا مال کو تہائی میں کیونکہ سوائمہ اور نقدین اور اسباب تجارت داخل ہے خواہ نقد نصاب ہو یا نہو خواہ اشیاء مذکورہ مستغرق دین ہوں یا نہوں اسواسطے کہ جس چیز میں کہ زکوۃ واجب ہوئی ہے اُسکی جنس معتبر ہے قطع نظر اُسکی مقدار اور شروط سے کذا فی الطحطاوی وان لم یجد غیرہ امسک منہ قدر قوتہ فاذا ملک غیرہ تصدق بقدرہ اور اگر شخص مذکور نہ پاوے سوائے مال زکوۃ کے یعنی اُسکے پاس سوائے سوائم اور نقدین اور اسباب تجارت کے اور مال نہو تو اُسمیں سے بقدر اپنی قوت کے رکھ لے اور باقی خیرات کرے پھر سوائے اُسکے جبکہ مالک ہو تو نقد اُسکے تصدق کرے ہم علمائے متاخرین نے مقدار قوت کی یوں ٹھہرائی ہے کہ چیزہ ورانی ذات اور عیال کیواسطے ایک دن کا قوت رکھ لے اور صاحب غلہ یعنی جسکو مکان وغیرہ کا کرایہ حاصل ہوتا ہو وہ ایک مہینے کا قوت رکھ لے اور آرامی کا مالک ایسا کہ اسکا قوت اور سود اگر اتنا رکھ لے جو اُسکو کفایت کرے یہاں تک کہ اُسکو نیا مال حاصل ہو کذا فی الطحطاوی فی الحظر قال ان فعلت کذا فانما املکہ صدقۃ فحینئذ ان یتم ملکہ من رجل بثوب فی منديل ويقبضه ولم يره ثم يفعل ذلك تمييزه بخيار الرؤية فله يلزمه شئ بحر الرائق میں ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ اگر میں ایسا کروں یعنی مثلاً اگر زید سے کلام کروں تو جسکا میں مالک ہوں وہ صدقہ ہو تو اُسکا حیلہ یہ ہو کہ اپنی ملک کو ایک مرد کے ہاتھ بیچ کرے بعوض اس کپڑے کے جو رومال میں لپٹا ہوا ہو اور اُسپر قبضہ کرے بدون اُسکے دیکھنے کے پھر وہ فعل کرے یعنی زید سے کلام کرے پھر اُس کپڑے کو بسبب خیار رویت کے پھیر دے تو اُسپر کچھ صدقہ لازم نہ آویگا ہم اسواسطے صدقہ لازم نہوگا کہ وقت حنث یعنی مثلاً کلام زید کیوقت کوئی چیز اُسکی ملک میں نہ تھی بسبب بیچ ڈالنے کے اسواسطے کہ مالک کا اعتبار [illegible] کیوقت ہو نہ حلف کیوقت ولو قال الف درهم من مالي صدقة ان فعلت كذا فمفعله وهو عبد لا قال لزمه بقدر ما يملك

یہ صفحہ درست ہے

وَلَوْ يَكُونُ لَهُ شَيْءٌ وَكَيْفَ يَتَصَدَّقُ اور اگر یوں کہ ہزار درم میرے مال سے بعد قہ ہیں اگر میں سیار کروں پھر وہ ضل کیا اور حالانکہ وہ ہزار سے کمتر کا مالک ہے تو اسپر واجب صدقہ لازم ہوگا جتنے کا وہ مالک ہو اور اگر اسکی مملوک کوئی چیز نہیں تو کچھ واجب نہیں وَصَحَّ تَوْكِيلُهُ بِلَا عِلْمِ الْوَصِيِّ فَصَحَّ تَصَرُّفُهُ اور صحیح ہو وصیت کرنا موصی کا بدون علم وصی کے تو صحیح ہو تصرف وصی کا ھم یعنی اگر ایک شخص نے دوسرے کو اپنے طفل صغیر یا مترو کہ پر وصی کیا اور وصی کو معلوم نہیں پھر وصی نے کوئی تصرف کیا مثلاً کوئی چیز اسکی بیچدالی تو صحیح ہوگا لِأَنَّ التَّوْكِيلَ بِالْعَمَلِ لَيْسَ صَحِيحًا بدون علم وکیل کے یعنی اسکا تصرف بھی بدون علم کے صحیح نہیں وَالْفَتْوَى أَنَّ تَصَرُّفَ الْوَصِيِّ خِلَافَةٌ وَالتَّوْكِيلَ نِيَابَةٌ اور فتوی اس پر ہوا کہ تصرف وصی کا بطور خلافت ہے اور تصرف وکیل کا بطور نیابت ہے ھم جب تصرف وصی کا بطریق خلافت کے ہوا تو علم ضرور نہوا جیسے تصرف وارث بطریق ملک اور ولایت کے ہوتو اگر دادا پوتے کا مال بعد موت ابن بلا علم موت ابن بیچدالے تو جائز ہے اور وکیل کا تصرف بطریق نیابت موکل ہے نہ بطریق خلافت کیونکہ موکل کا تصرف ہتو زباقی ہے تو یہاں علم ضرور ہے تو اگر ایک شخص نے ہزار درم امانت رکھے ایک مرد کے پاس پھر مالک نے کہا کہ میرے لئے مثلاً زید کو اسکے قبض کا امر کیا اور زید کو اپنے مامور بالقبض ہونے کا علم نہیں پھر زید نے وہ درہم مذکور پر قبض کیا اور وہ تلف ہوگئے تو مالک کو اختیار ہے چاہے زید سے اور اگر امانت دار کو علم ہو وکیل ہو اور وہ مامور بالقبض کو قبضہ کروے اور پھر تلف ہو تو کسی پر ضمان نہیں کَمَا فِي الطَّحْطَاوِيِّ فَلَوْ عَلِمَ الْوَكِيلُ بِالتَّوْكِيلِ دُونَ مُمَيِّزٍ وَفَاسِقٍ فَتَحَ لَتَصَرُّفُهُ سوا اگر وکیل کو وکیل کرنے کا علم حاصل ہوا اگر یہ صغیر ممیز یا فاسق سے معلوم ہو تو اب اسکا تصرف صحیح ہوگا لِأَنَّهُ بِأَخْبَارِ عَدْلٍ وَإِنْ صَدَقَةٌ عِنَايَةٌ اور مستورین وفاسقین ۱۲ صحیح اور نیابت نہیں ہوتی وکیل کی معزولی مگر ایک شخص عادل کے خبر دینے سے یا فاسق کے اخبار سے لیکن بشرطیکہ وکیل فاسق کی تصدیق کرے بخبر بین کذا فی العنایہ یا معزولی ثابت ہوتی ہو دو شخص مستور العدالت سے یا دو فاسقوں کی خبر سے قول صحیح مین کَأَخْبَارِ السَّيِّدِ بِجِنَايَةِ عَبْدٍ فَوَلَاهُ كَانَ مُخْتَارَ الْقُدَمَاءِ مانند خبر دار ہونے مولی کے اپنے غلام کی جنایت سے تو اگر یا خبار عدل یا مستورین یا فاسقین جنایت عبد کی مولی کو خبر ہوئی پھر اسنے اسکو بیچدیا لا تو وہ فدیہ کا اختیار کرنیوالا ہی یعنی اسکو فدیہ جنایت دینا پڑیگا وَالشَّفِيعُ بِالْبَيْعِ اور جیسے شفیع کو بیع کی خبر پہنچنا یعنی اگر اخبار عادل یا مستورین یا فاسق شفیع کو بیع کی خبر پہنچی یا اور وہ ساکت رہا تو حق شفعہ باطل ہوگیا وَالْبِكْرِ بِالنِّكَاحِ اور جیسے باکرہ کو نکاح کی خبر پہنچنا یعنی اسکو خاموش رہنا نہیں مگر جبکہ اسکو عادل یا مستورین یا فاسقین نکاح ولی کی خبر دین یا اور اگر مستورین یا فاسق نے خبر دی نکاح ولی اور وہ ساکت رہی تو یہ سکوت رضا نہیں لِأَنَّ الْمُسْلِمَ لَا يَرْضَى بِالْعَارِ اَلْبَتَّةَ اور جیسے اس مسلمان کو جسنے دار الاسلام کو طرف ہجرت نہین کی احکام شرعیہ کی خبر پہنچنا یعنی ایک مستور یا فاسق کی خبر سے اسپر عمل احکام شرعی کا لازم ہوگا تا اگر عادل یا دو مستور خبر دین تو عمل لازم ہی یہان تک اگر فرائض ترک کریگا تو قضا اسپر لازم ہوگی حموی نے مفتاح سے نقل کی کہ قول اصح یہ ہے کہ اگر یہ فاسق کی خبر اسمین کافی ہو كَذَا الْإِخْبَارُ بِعَيْبِ الْمَبِيعِ وَحَجْرِ مَأْذُونٍ وَفَسْخِ شَرِكَةٍ وَغَزْلِ قَاضٍ وَمَعْزُولٍ وَقْفٍ تَقَعُ عَنْهُ يُشْتَرَطُ فِيهَا أَحَدُ شَطْرَيِ الشَّهَادَةِ لَا لَفْظُهَا اور اسیطرح عیب مبیع کی خبر دینا خریدکے ارادہ کرنے والے کو اور منع تصرف کی خبر عبد ماذون کو اور فسخ شرکت کی خبر احد الشریکین کو اور قاضی و متولی وقف کو معزولی کی خبر تو یہ دس چیزین ہین جنمین شہادت کے دو خبرون سے ایک خبر شرط ہو نہ لفظ شہادت ھم شہادت کے دو خبر ہین ایک یہ کہ وہ شاہد ہو عادل و سراد العدالت ہو امور عشرہ مذکورہ کی اخبار ہین ایک خبر شرط ہو یا عدد بلا شرط عدالت یا عدالت بلا شرط عدد عزل قاضی و متولی وقف بحث ہے کہ بحر کے نقل مذہب کذا فی الطحطاوی وَيُشْتَرَطُ سَائِرُ الشُّرُوطِ فِي الشَّاهِدِ اور خبر مذکورین مین باقی شروط مشاہد ہین شرط ہین یعنی آزاد اور بالغ ہونا اور یہ کہ سامع عادل و محدود فی القذف ہونا مع عدد و یا عدالت خلاصہ یہ کہ خبر مین وہ شروط ہی جو مشاہد مین شرط ہی بغیر لفظ شہادت و حضور مجلس قضا اور یہ سب مذکور امام کاسب ہے اور صاحبین کے نزدیک فقط تعبیر خبر مین شرط ہی کذا فی الطحطاوی وَتَمَامُهُ فِي الْبَحْرِ الْمُتَعَلِّقِ وَبِمَا إِذَا لَمْ يَقْصِدْ فِيهِ وَيَكُونُ الْمُخْبِرُ غَيْرَ الْمُرْسَلِ وَرَسُولُهُ فَإِنَّهُ يُعَدُّ بِخَبَرِهِ مُطْلَقًا كَمَا سَيَجِيءُ فِي بَابِهِ اور تمید لکائی ہے بحر الرائق مین قصدی معزولی کی اور اسکی کہ جبکہ کوئی مخبر کی تصدیق کرے اور اسکی کہ خبر مخبر پر رسل ہوا اور موکل کا پیام رسان تو اسواسطے کہ پیام رسان کی خبر پر مطلقاً عمل ہی جیسا کہ عزل وکیل کے باب مین آویگا ھم یعنی عزل قصدی مین عدد یا عدالت شرط ہو اور عزل حکمی مین تو قبل علم

منہ

معزولی کے معزول ہو جاتا ہے عزل حکمی یہ کہ موکل مر جائے یا اُسکو جنون مطبق ہو جائے غیر مرسل غلط ہے بلکہ صواب غیر خصم ہے چنانچہ بحر الرائق میں ہے یعنی اگر خصم غیر ہے تو عدد یا عدالت میں شرط ہے اور اگر متنفع کو خصم بنائے مثلاً بیع کی خبر دے تو بلا اجماع طلاق واجب ہوگا اگر خبر دیگا تو حق ساقط ہوگا بایں سبب کہ خبر عن طلاق عمل لازم ہے خواہ وہ قاضی ہو یا صغیر یا اُسکی تکذیب کرے کذا فی الخلاصۃ وی بَاعَ قَاضٍ اَوْ اَمِیْنُہٗ وَاِنْ لَمْ یَقُلْ جَعَلْتُکَ اَمِیْنًا فِیْ بَیْعِہٖ عَلَی الصَّحِیْحِ لِوَجْبَۃِ عَبْدُ الدِّیْنِ لِلْغُرَمَاءِ وَاَخَذَ الْمَالَ فَضَاعَ تَسْقُطُ عِنْدَ الْقَاضِیْ وَاَسْتَحْیِیْ الْعَبْدُ وَضَاعَ قَبْلَ تَسْلِیْمِہٖ لَمْ یَضْمَنْ لِاَنَّ اَمِیْنَ الْقَاضِیْ کَالْقَاضِیْ وَالْقَاضِیْ کَالْاِمَامِ وَکُلٌّ مِنْہُمْ لَا یَضْمَنُ بَلْ وَکَالَۃً بِخِلَافِ نَائِبِ النَّاظِرِ شَافِیْ یا اُسکے امین نے اگرچہ قاضی نے یہ نہ کہا ہو کہ جن کو تجکو امین مقرر کیا اُسکی بیع میں بقول صحیح کذا فی الولوالجیہ غلام کو بیچا دین واللہ کے ادائے دین کیلئے اور مال لیا سو اُسکا مثل ضائع ہو گیا قاضی کے پاس اور غلام ملک غیر نکلا یا غلام ہلاک ہو گیا قبل اُسکی تسلیم کے تو قاضی اور امین پر ضمان نہیں سوائے اسکے کہ قاضی کا امین قاضی کے مانند ہو اور قاضی سلطان کے مانند ہو اور ہر ایک اُنمیں سے تاوان نہیں دیتا بلکہ اُن سے قسم بھی نہیں لیجاتی بخلاف ناظر وقف کے تاہم یہ کہ اُسکا قول بدون قسم کے معتبر نہیں ہے قاضی اور سلطان پر سوائے تاوان نہ ہونے اس امانت کے قبول کرنے سے وہ یہ ہے کہ اگر قاضی کی مصالح معطل ہو جاوے کذا فی العینی وَرَجَعَ الْمُشْتَرِیْ عَلَی الْغُرَمَاءِ لِتَعَذُّرِ الرُّجُوْعِ عَلَی الْاَمِیْنِ اور مشتری اپنا ثمن دین والوں سے بعوض سبب متعذر ہونے رجوع کے عاقد پر یعنی قاضی یا امین پر ہے اور فائدہ یہ ہے کہ جب تعلق حقوق کا عاقد سے متعذر ہو تو اُس شخص سے تعلق حقوق کا عاقد سے متعذر ہو گا جو اُوپر الناس الی العقد ہے اور عقد کی طرف اُوپر اُن امور ہے جسکو عقد سے فائدہ حاصل ہو سو یہاں اصحاب دین میں سے واسطے بیع واقع ہوئی کیا تو نہیں جانتا کہ قاضی بیع کا حکم نہیں دیتا جب تک صاحب دین طلب نہ کرے کذا فی المحوی تصرف وَلَوْ بَاعَہٗ الْوَصِیُّ لِوَحْیٍ لِاَجْلِ الْغُرَمَاءِ وَبِاَمْرِ الْقَاضِیْ اَوْ بِلَا اَمْرِہٖ فَاسْتُحِقَّ الْعَبْدُ اَوْ مَاتَ قَبْلَ الْقَبْضِ لِلْعَبْدِ مِنَ الْوَصِیِّ وَضَاعَ الثَّمَنُ رَجَعَ الْمُشْتَرِیْ عَلَی الْوَصِیِّ لِاَنَّہٗ وَاِنْ نَصَبَہُ الْقَاضِیْ عَاقِدًا نِیَابَۃً عَنِ الْمَیِّتِ تَرْجِعُ الْحُقُوْقُ اِلَیْہِ وَہُوَ الرُّجُوْعُ عَلَی الْغُرَمَاءِ لَا تَسْتَقِیْمُ عَامِلٌ لَہُمْ اور اگر غلام کو وصی نے دین والوں کو سوائے بیچا قاضی کے حکم سے یا بدون اُسکے حکم کے پھر غلام مستحق غیر نکلا یا مر گیا قبل قبضہ کروا دینے غلام کے وصی کیواسطے اور ثمن ضائع ہو گیا تو مشتری وصی سے ثمن پھیرے سوائے اسکے کہ وصی کو اگرچہ قاضی نے عاقد قائم کیا نیابت کا میت کی طرف حقوق عقد وصی کی طرف راجع ہونگے اور وصی دین والوں پر رجوع کریگا کیونکہ وہ عامل ہے اُنمیں کی منفعت کیواسطے کام کرے اور اُس کام کے سبب سے اوپر تاوان لازم آوے تو وہ تاوان اُس سے پھیرنے کیواسطے کام کرنا تھا طحطاوی نے کہا میں یہ کہتا ہوں کہ شارح ترجیح کے وقت بجائے فَتَرْجِعُ کہتا لَوْ ظَفِرَ بِمَنْ لَہُ الْمَالُ رَجَعَ الْغُرَمَاءُ عَلَیْہِ وَاِلَّا فَلَا صَحِیْحٌ اور اگر بعد اسکے میت کا مال ظاہر ہو دین والا بنیاد میں اُس مال میں سے بھرے یہی قول صحیح ہے اَخْرَجَ الْقَاضِیْ ثُلُثَ لِلْفُقَرَاءِ وَلَمْ یُعْطِہِمْ اَیَاحَتَّی ھَلَکَ کَانَ اَبُوْلَکَ مِنْ مَالِ الْفُقَرَاءِ لِلْتَّلَفِ لِلْوَرَثَۃِ لَمَا مَرَّ قاضی نے ثلث کو موصی سے تہائی نکالی فقیروں کیواسطے اور اُنکو نہیں دیا یہاں تک کہ وہ تلف ہو گئی تو فقیروں کا مال ضائع ہو گیا اور باقی دو تہائی وارثوں کا حق ہے چنانچہ مذکور ہو چکا ہم یعنی قاضی فقیروں کیواسطے عامل تھا تو قاضی پر ضمان نہیں گا اَمْرُکَ قَاضٍ عَدْلٌ یَرْجِعُ اَوْ قَطَعَ فِیْ سَارِقٍ اَوْ ضَرَبَ فِیْ حَدٍّ قَضٰی بِہٖ بِمَا ذَکَرْتُ وَسِعَکَ فِعْلُہٗ لِوُجُوْبِ طَاعَۃِ وَلِی الْاَمْرِ اور مخاطب تجکو قاضی عادل نے امر کیا زانی محصن کی سنگساری کا یا ہاتھ کاٹنے کا چوری میں یا مار نیکا حد میں جسکا وہ حکم کر چکا ہو یعنی ثبوت رجم یا قطع یا ضرب کا حکم دے چکا تو تجکو اُسکے فصل میں گنجایش ہو گی نہیں بسبب واجب ہونے طاعت حاکم کے یعنی طاعت اولی الامر قرآن مجید سے ثابت ہوا اور محل طاعت حاکم کی تصدیق ہے وَمَنَعَہٗ مُحَمَّدٌ حَتّٰی یُعَایِنَ الْحُجَّۃَ لِتَعَلُّقِہٖ بِالْمُخْتَلَفِ فِیْہِ فِیْ زَمَانِنَا فَاخْتَارُوْا قَضَاءَہٗ وَمَنَعَ کیا ہے قاضی کو محمد نے تاوقتیکہ حجت ثبوت کو معاینہ کرے اور علماء نے اُسکو پسند کیا ہے ہمارے زمانے میں اور یہی قول میں ہے اسی قول کا فتوی ہے وجہ استحسان مذکور فساد قضاۃ ہے اسواسطے کہ اکثر قاضی رشوت دیکر عہدہ قضا حاصل کرتے ہیں تو احکام اُنکے باطل ہیں اور ادراک قطع وغیرہ کا غیر ممکن ہے بحر الرائق میں کہا لیکن میں نے بعد اسکے صدر شہید کی شرح آداب القاضی میں دیکھا کہ محمد نے شیخین کے قول کیطرف رجوع کیا ہے چنانچہ ہشام نے محمد سے رجوع کی روایت کی ہے انتہی خلاصہ یہ ہے کہ محمد اول شیخین کے موافق تھے پھر قائل منع مذکور کے ہوئے پھر اخیر کار رجوع کر لیا شیخین کے قول کیطرف صحیح ہے کذا فی الخلاصۃ

باب فی کتاب القاضی الی القاضی وشہادۃ فی کتاب القاضی کے متعلق میں اُسکے موافق عمل کرنا بلا معائنہ حجت جائز ہے بسبب ضرورت کے یعنی ضرورت احیاء حقوق اور اسواسطے کہ خیانت اسمیں کم واقع ہوتی ہے کذا فی الطحطاوی وقبل لو عدلا عاملا اور بعضوں نے کہا رجم یا قطع ید میں قبول ہوگا اگر قاضی عادل اور عالم ہو ہم یہ قول ہے ابو منصور کا اسواسطے کہ عدم اتقان اور غلط کے ہے اور یہ اگر عالم عادل میں متحقق ہے اور اسی طحاوی نے ذکر کیا کہ امام کے نزدیک قاضی کے موجب قتل کے عمل کرنا اُس صورت میں ہے جبکہ قاضی عالم عادل ہو اسواسطے کہ قاضی جاہل ظالم لائق قضا کے نہیں ہے اور اُسکا امر بالاتفاق لائق اعتماد کے نہیں اور ابو منصور کا قول کشف ہے مذہب امام سے کذا فی الطحطاوی وان عدلا جاهلا ان استفسر وما حسن تفسیرہ التقریر اطہ صدق کذلک اور اگر قاضی عادل جاہل ہو اگر اُس سے استفسار کیا جاوے تو بیان شرائط کا خوب کرے تو اُسکی تصدیق ہوگی اور نہیں تو تصدیق نہوگی ہم مثال اُسکی زنا میں یہ ہے کہ قاضی کہے کہ میں نے زنا کے متعلق سے استفسار کیا ہے زنا کا اور جس عورت سے اُسنے زنا کیا اُسکا سوال متعرض کیا تو اُسنے اقرار کیا چنانچہ اسمیں معروف ہوا اور اُسمیں نے سنگسار ہی کا حکم کیا اور حد رجم میں کہے کہ میرے نزدیک ثابت ہوا کہ اُسنے بقدر بضاب یکان محفوظ سے لیا جسمیں کچھ شبہہ نہیں اور قصاص میں کہے کہ اُسنے عمداً بلا شبہہ قتل کیا تو اب اُسکی تصدیق اور قبول قول مذہب ہے کذا فی المنح ولکن یقبل قوله لو کان فاسقا عالما لو کان جاهلا للشبهة فالقضاء بعده اور اسیطرح جو قاضی کا قول قبول نہیں اگر قاضی فاسق ہو عالم ہو یا جاہل بسبب تہمت کے تو قاضی جاہل عادل یا عالم غیر عادل ہو یا جاہل غیر عادل ہم تو قاضی اول کے قول پر قطع ید جاری کرینگے اور قاضی ثانی اگر یہ سوال سبب میں کرے تو تصدیق اُسکی واجب ہے اور قطع جاری نہوگا اور نہ سنا اور اسکا قول مقبول نہیں کذا فی صدر الشریعة الا ان یبین الحجة ای سببا ظاهرا اگر جبکہ حجت یعنی سبب شرعی کا معاینہ کرے تو اب قاضی جاہل اور فاسق کا قول مقبول ہے ہم اسواسطے کہ بعد معاینہ حجت تہمت باقی نہ رہے شارح نے حجت کو ماقبل بسبب اسواسطے کہا تا کہ اقرار کو بھی شامل ہو جاوے صب دهنا کان عند الشهود فاخبرني ما لك فيه فرنال الصاب كانت الدهن نجسة والكر المالك فالقول للصباغ لانكاره الصفة والشهود شهدوا بالصب لا على عدم الصفة ایک شخص نے دھلکا یا سی دی تیل کو اسوں کے سامنے سو اُسکے مالک نے اُسکے تاوان کا دعوی کیا اور دھلکا نے والے نے کہا کہ تیل پاک تھا اور مالک اُسکا انکار کرتا ہے تو دھلکا نے والے کا قول معتبر ہے بسبب منکر ہونے نقصان کے اور گواہ گواہی دیتے ہیں دھلکا نے پر نہ کہ تیل کی عدم نجاست پر مطابق جواب صفحہ مطلق پر دلالت کرتا ہے حالانکہ تیل اگر نجاست سے پاک کیا جاوے تو اُسکی طہارت ممکن ہے اور تیل پاک کا بیچنا غیر معین جلانا درست ہے غیر مسجد میں اور اگر اُسکو اسپر حمل کیجے کہ اُسپر پاک تیل کا ضمان نہیں ملکہ ناپاک کا ضمان ہے تو جواب ظاہر ہے ہو یعنی بلا نزدد صحیح ہے کذا فی الطحطاوی ومن ولی قتل رجلا وقال قتلته لو ردته او لفعله الی ایسمع قوله لیدفع الی ورثة المقتول ویقول کان القتل لذلك وامر الدم عظیم فلا یحمل بخلاف المال لو اقر بدینه او اقر ان رجلا قتل عبد فلان خطأ وانكر المولى فالقول للقاتل مع یمینه اور اگر ایک شخص نے قتل کیا ایک مرد کو اور بولا کہ میں نے اُسکو قتل کیا بسبب اُسکے ارتداد کے یا بسبب اُسکے مار ڈالنے کے میرے باپ کو تو قاتل کا قول مسموع نہوگا تا اسکہ گواہ شہادت دیں کہ اُسکے ورثاء نے قتل کیا ایک مرد کو اور بولا کہ میں نے اُسکو قتل کیا بسبب اُسکے ارتداد کے یا بسبب اُسکے مار ڈالنے کے میرے باپ کو تو قاتل کا قول مسموع نہوگا تا اسکہ گواہ شہادت دیں کہ اُسکے ورثاء نے قتل کیا بلا شبہہ معلوم ہو یعنی اگر اُسکا قول بلا شبہہ معلوم ہو تو قضاء عظیم پر یا ہو جو شخص جاسے دو سو سے کو ناحق مار ڈالے اور اُسکے ارتداد وغیرہ کا دعوی کرے لہذا وہ قاتل قتل کیا جاوے گا اور قاضی کے لئے قتل کیلئے واسطے تھا اور خون کا امر عظیم ہے مصور و محل چھوٹ نہیں سکتا بخلاف مال کے کذا فی الزیلعی ومن کتب الاقرار به ای بالف لفلان ثم قال تعمدت بقطع یدك فی ید واحد زید خطأ لا الف وقطعها الید ظلما واقر بذلك عما ای لا خطأ فقضاه الف وقطع فعلیه القصاص لوجود العمد المزیل فی الاصل لانه اسند فعله الی حالة معهودة منافیة للضمان فیصدق الا ان یبرهن زید علی کونهما فی غیر قضاء فالقاضی یکون مبطلا صدر الشریعة تصدیق کیجائیگی اُس قاضی معزول کی بدون قسم کے جسنے زید سے کہا کہ میں نے تجھسے وہ ہزار درم لیے جنکا میں نے حکم کیا قضا کیواسطے اور میں نے اُسکو دیئے یا قاضی نے کہا کہ میں نے حکم دیا تھا تیرے ہاتھ کا مجھے کا حق میں

سابق رجم میں قول ثانی کا قول اول سے فیصلہ ہونا قول اول کا قاضی ثانی کا قاضی اول کا قاضی ثانی کا قاضی اول کا قاضی ثانی کا قاضی

اور زید نے اُسکے ہزار درم لینے اور ہاتھ کاٹنے کا ازراہ ظلم کے دعوی کیا اور اقرار کیا کہ دونوں امر یعنی اخذ اور قطع اُس قاضی کی قضا کی حالت میں واقع ہوئی اور اسیطرح قاضی کی تصدیق ہوگی اگر اُسکے فعل مذکور کو گمان کیا قبل تقلید قضا یا بعد معزول ہونے کے قول اصح میں اسواسطے کہ زید نے قاضی کے فعل کی اُس حالت معینہ یعنی قضا کیطرف نسبت کی جو اوان کے منافی ہے تو قاضی کی تصدیق ہوگی مگر یہ کہ زید گواہ لاوے اسپر کہ اخذ اور قطع حالت قضا میں نہیں واقع ہوئی تو اب قاضی مبطل ہوگا اس فعل میں کذا فی صدر الشریعہ ص حالت قضا اسواسطے منافی ضمان ہے کہ ظاہر اُسکا شاہد ہو اسلیئے کہ ظاہر اقاضی ظلم کا حکم نہیں کرتا اور قاضی پر تسلم سے نہیں کہ فعل اُسکا قضا میں باطل ردعی ثابت ہوا کذا فی الطحطاوی **فرع** مسئلہ ملحقہ شاح کا نقل فی الاشباہ عن بعض الشافعیۃ اذا لم یکن القاضی شیئ فی بیت المال فلہ اخذ عشر ما یتولی من اموال الیتامی والاوقاف اشباہ میں نقل کیا کسی شافعی المذہب سے کہ جب قاضی کا بیت المال سے کچھ رزق نہ مقرر ہو تو اُسکو دسواں حصہ اموال یتامی اور اوقاف سے جنکا وہ کارپرداز ہو لینا درست ہے ص صاحب اشباہ نے اسقول کو صاحب انوار سے نقل کیا پھر اسکے انکار میں مبالغہ کیا وفی الخانیۃ للمتولی العشر فی مسئلۃ الطاحونۃ اور خانیہ میں ہے کہ متولی کو دسواں حصہ لینا جائز ہے مسئلہ طاحونہ میں ص اس محل کا یہاں کہ نہیں ہے علاوہ بریں یہ قول بحر اور منح بھی نہیں لیا شباہ میں خانیہ سے یوں منقول ہے کہ ایک شخص نے اراضی اپنے موالی پر وقف کی پھر واقف مرگیا اور قاضی نے وقف ایک متولی کو سپرد کیا اور حاصلات وقف کا دسواں حصہ متولی کیواسطے مقرر کردیا اور وقف میں ایک طاحونہ یعنی رک پنچکی ہے ایک شخص کے ہاتھ میں بطریق مقاطعہ جسمیں متولی کی کچھ حاجت نہیں اور اس پنچکی والے لوگ سکا علایا کرتے ہیں تو متولی کا دسواں حصہ اجمین واجب نہوگا اسواسطے کہ متولی کیلئے اگر بطریق اجیر کے تو مستوجب اجر نہوگا بدون عمل کے انتہی علامہ بیری نے کہا جواب یہ ہے کہ عشر جو متولی کیواسطے اس وقت میں مقرر ہوا تو مراد اُس سے اجرت مثل ہے تو اگر عشر زیادہ ہو اجرت مثل سے تو زائد کو پھیر دے اور تخلیص کرے اور خزانہ اکمل اور رملوالحیہ میں بطریق اجمال یوں ہے کہ متولی کو اجر مثل سے زیادہ لینا جائز نہیں کذا فی الطحطاوی ملخصا قلت لکن فی البزازیۃ کل ما یجب علی القاضی المفتی لا یحل لھما اخذ لاجل بہ کالنکاح صغیرۃ لانہ واجب علیہ وکجواب المفتی بالقول وامّا بالکتابۃ فیجوز لھما علی قدر کتبھما لان الکتابۃ لا تلزمھما وتمامہ فی شرح الوھبانیۃ میں کہتا ہوں لیکن بزازیہ میں ہے کہ جو فعل کہ قاضی و مفتی پر واجب ہو تو وہ دونوں کو اُسکی مزدوری لینا جائز نہیں جیسے صغیرہ کا نکاح کردینا اسواسطے کہ وہ قاضی پر واجب ہوا اور جیسے مفتی کا زبانی جواب دینا کہ وہ مفتی پر واجب ہو اور تحریر کی اجرت لینا سو قاضی اور مفتی دونوں کو جائز ہے بقدر اُنکی کتابت کیواسطے کہ کتابت قاضی و مفتی پر لازم نہیں ایم اور پورا بیان اسکا شرح وہبانیہ میں ہے ص خلاصہ میں ہے کہ قاضی کو سجلات وغیرہا کی کتابت پر اجرت لینا بقدر اجرت مثل جائز ہے یہی قول مختار ہے اور نکاح صغیرہ کچھ لینا جائز نہیں ایم اور اُسکے سوائے علال ہے اور مال ہم کے بیع کی اجازت پر اجرت سجلات نہیں ایم اگر اجرت لیگا تو بیع نافذ نہوگی انتہی شرح وہبانیہ میں کہا اور اصح یہ ہے کہ بقدر اجرت کی بقدر مشقت کے ہے اور کاتب ایک سو کے وسیع کی مشقت جسمیں اجناس مختلفہ ہیں زیادہ ہوتی ہے دس لکھ نقد کی مشقت پر میں کہتا ہوں اور عادہ میں منقطع سے ہے اور یہ جو بعضوں نے کہا کہ مقدار ہزار میں پانچ درم اجرت ہے سو متحد نہیں ایم اور ہمارے اصحاب رحمہم اللہ کی قصہ سے مناسب اسے لائق نہیں ایم رکو نسی مشقت ہے کاتب کو کثرت ثمن کی تحریر میں اُسکو تو اجرت مثل ہے بقدر اُسکی محنت کے اور بقدر اُسکی صنعت اور عمل کے مانند اجرت حکاک و رشقاب کے مشقت قلیلہ میں ایم رشرح تمرتاشی میں بضاب سے منقول ہے کہ اجر واجب ہے بقدر ریح اور بسبب کے اور یہ قول ہمارے اصحاب کے اصول سے اشبہ ہے اور کتاب السجلات میں ہے کہ صحیح قول ہے کہ وثیقہ نوشتہ کے طول و قصر اور اُسکی صعوبت اور سہولت کی مقدار کی طرف مرجع ہے اجرت کا انتہی کذا فی الطحطاوی وفیھا ولیس لہ اجر وان کان قاسما وان لم یکن بیت مال فمقدر اھ شرح وہبانیہ میں ہے اور قاضی کیواسطے اجرت نہیں اگرچہ وہ قاسم تھا ہو اور گو اُسکے واسطے بیت المال سے کچھ مقرر نہو ودرخص بعض لا بعدم مقدر وفی عصرنا فالاول اولی اھ اور بعضوں نے بسبب عدم مقرر کے اجرت جائز کہی ہے اور ہمارے زمانے میں نفع بسا اقوال منصور اور نہایہ ودجوز للمفتی علی کتب خطہ وعلی ھذا لخلیس فی الکتب یحصص اور مفتی کو اجرت بجوز نہ تھا اُسکے لکھنے پر بقدر اُسکی کتابت کے اسواسطے کہ مفتی کتابت میں منحصر نہیں یعنی اُسپر کتابت واجب

شروع مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ ہدایہ جلال الدین ابوالمحامد سے منقول ہے کہ تھانے کہا کہ مفتی کو کچھ مضائقہ نہیں جواب فتوی کی کتابت کی اجرت لینے میں سوا اسطے کہ مفتی پر زبان سے جواب دینا واجب ہے نہ کہ لکھنا اور باوجود اسکے لکھنا بہتر ہے یعنی افضل ہے قال سے بچنے اور پراپر ابتذال سے محفوظ رہنے کذا فی الطحطاوی واللہ تعالیٰ اعلم واستغفر اللہ العلیم

کتاب الشہادات

یہ کتاب ہے شہادات کے احکام میں ہم شہادت کی اگرچہ شہادت اصل میں مصدر ہے لیکن مصنف اسکو بصیغہ جمع لائے باعتبار اسکے انواع کے آخرہا علی القصد کہ یہ کتاب ہے شہادت کے احکام میں ہم شہادت کی اگرچہ شہادت اصل میں مصدر ہے لیکن مصنف اسکو بصیغہ جمع لائے باعتبار اسکے انواع کے آخرہا علی القصد

لانہا کالوسیلۃ وھو المقصود من الشہادۃ کو چونکہ شہادت قضا سے اسواسطے کہ شہادت بمنزلہ وسیلہ کے ہے اور قضا مقصود ہے اور مقصود مقدم ہے وسیلہ پر ہی لغۃً

ہے واسطہ شہادت بلفظ اشہد یا جو اسکا ہم معنی ہے یعنی قطعی الدلالت خبر جسمیں شک کا احتمال نہ ہو شرعاً اخبار صدق فی مجلس القاضی بلفظ الشہادۃ او ما یقوم مقامہ

اور شرع میں شہادت عبارت ہے اخبار صدق سے حق ثابت کرنے کو اسطے کذا فی الفتح میں کہتا ہوں جب شہادت اخبار صدق ہوئی تو جھوٹی گواہی کو شہادت زور کا مجاز ہونا بہ تحقیق جیسے قسم دو قسم پر ہے حقیقت جیسے قسم بولنا جھوٹی قسم پر مجاز ہے ہم اخبار بمنزلہ جنس کے ہے اور صدق کی قید سے اخبار کاذبہ حد شہادت سے نکل گئیں اور اثبات حق کی قید سے وہ خبر نکل گئی جو محض عرفیات کو کوئی شخص مجلس قضا میں بہ لفظ اشہد تکلم کرے بلفظ الشہادۃ اخبار صدق بلفظ شہادت ہو ہم یعنی شہادت میں بالخصوص لفظ شہادت معتبر ہے تو تحریر بلفظ علم یقین کافی نہیں فی مجلس القاضی ولو بلا دعوی کافی حق الآدمی اخبار صدق بلفظ شہادت مجلس قاضی میں اگرچہ بلا دعوی مدعی ہو چنانچہ نوٹری کی آزادی میں ہم مجلس کہنا کی قید سے شاہد کی وہ خبر خارج ہو گئی جو غیر مجلس قضا میں واقع ہوئی کہ وہ معتبر نہیں عتق جاریہ اور طلاق زوجہ میں صحت شہادت اسواسطے دعوی شرط نہیں بلکہ جمیع شہادت حسبیہ کا یہی حکم ہے کذا فی الطحطاوی وسببہ وجوبہا طلب ذی الحق او خوف فوت حقہ بان لم یعلم بہا غیرہ او خاف ان یجحد الامۃ ان یشہد بلا طلب فتح اور وجوب شہادت کا سبب طلب صاحب حق ہے یعنی جبکہ صاحب حق شہادت کی درخواست کرے یا صاحب حق کے حق کے فوت ہونے کا خوف ہو اسطرح پر کہ صاحب حق نہ جانتا ہو شاہد کی شہادت کو اور شاہد دے فوت ہو جانے حق سے تو اسکو گواہی دینا لازم ہو کا بلا طلب صاحب حق کے کذا فی الفتح یعنی اوپر کے حق میں شہادت شاہد پر واجب ہے بلا طلب آدمی مگر وجوب بوجہ خوف فوت حق اور حق اللہ کی ادائے شہادت میں قبح شاہد شرعاً مطالب ہو شرطہا احد

وتحمل شہادت کی شرطیں اکیس ہیں شرائط مکانیا واحد شرائط التحمل ثلثۃ العقل الکامل وقت التحمل والبصر ومعاینۃ المشہود بہ الا فیما یثبت بالتسامع اور تحمل شہادت یعنی شاہد ہونے کی شرطیں ہیں عقل کامل ہونا شاہد ہونے کیوقت اور بصارت اور معاینہ کرنا اس چیز کا جسکی گواہی دیجاوے مگر اسکا معاینہ شرط نہیں جسمیں تسامع سے گواہی ثابت ہو ہم جب عقل کامل شرط ہوئی تو مجنون اور صغیر لایعقل کا گواہ ہونا صحیح نہیں اور اسیطرح اندھے کی گواہی صحیح نہیں بسبب عدم بصارت کے لیکن تحمل شہادت کیواسطے بلوغ اور حریت اور اسلام اور عدالت شرط نہیں تو اگر گواہ ہونے کیوقت صغیر عاقل ہو یا کافر یا فاسق پھر صغیر بالغ ہو جاوے اور غلام آزاد اور کافر مسلمان اور فاسق عدہ کرے اور اتحاصل کو رد قاضی کے سامنے گواہی دیوے تو گواہی مقبول ہوگی کذا فی البحر وشرائط الاداء سبعۃ عشر عشرۃ عامۃ وسبعۃ خاصۃ اور ادائے شہادت کی سترہ شرطیں ہیں دس شرطیں عام ہیں جمیع انواع شہادت میں اور سات شرطیں بعض انواع شہادت میں خاص ہیں منہا الضبط اذا تحمل ضابطا ہونا یعنی یہ شرط ہے کہ شاہد کو واقعہ خوب یاد ہو بلا شک وشبہ تو امام کے نزدیک شاہد کو اپنے خط پر اعتماد کرنا جائز نہیں بدون مقدمہ یاد ہونے کے خلافا للصاحبین والولایۃ فیشترط الاسلام للمدعی علیہ مسلما اور منجملہ شرائط ولایت ہے یعنی شاہد کو ولایت حاصل ہو مشہود علیہ پر اسطرح کہ دونوں کافر ہوں یا ایک ہو یا شاہد دین حق ہو اور شاہد حربی بالغ ہو کذا فی الطحطاوی تو اسلام شاہد کا شرط ہے اگر مدعا علیہ مسلمان ہو ہم اور اگر مدعا علیہ کافر ہو تو اسپر مسلمان کی گواہی مقبول ہے والقدرۃ علی التمییز بالتکلم والبصر بین المدعی والمدعی علیہ اور از انجملہ یہ شرط ہے کہ شاہد کو قدرت ہو مدعی اور مدعا علیہ کے مابین امتیاز کرنے کی بسبب سماعت اور بصارت کے یعنی وارسنکر اور صورت دیکھ کر دونوں میں فرق کر سکتا ہو ومن الشرائط عدم القرابۃ والزوجیۃ اور منجملہ شرائط

نہ ہم ہے باعتبار ولادت اور زوجیت کے ہم تو گواہی اصل کی فرع کیواسطے اور اسکے بالعکس جائز نہیں اور اسیطرح زوجین کی گواہی ادعاء دیون پر
اور مجملہ شرائط عدم عداوت دینوی ہو تو دینی عداوت مانع شہادت نہیں اگرچہ معتبر کما سیجیٔ یہ متجانسہ شرائط دفع تاوان یا حصول منفعت
کا نہو ہی چنانچہ عنقریب اسکا ذکر آویگا یعنی شرط ہی کہ شاہد کو شہادت سے فائدہ نہ حاصل ہوا اور نہ اپنی ذات سے دفع مضرت کرے ہم ماتن اور
شارح نے شہادت کے شرائط کو بالاستیعاب ذکر کیا اور تفصیل شرائط اسطرح ہی کہ بعض شرائط الشاہد کی طرف راجع ہیں اُن میں سے پانچ جنسب وقبول کی شرطیں
یعنی عقل اور حریت اور بصارت اور نطق اور عدالت اور یہ کہ شاہد محدود فی القذف نہو اپنی ذات کیواسطے نہ مضرت کو دفع کرے اور نہ اپنی ذات سے نفع کو ثابت کرے اور
یہ کہ شاہد خصم نہو شہادت دعوی کی تکمیل کیواسطے اور وکیل کی موکل کیواسطے یعنی ضمن اور یہ کہ مشہود علیہ حاضر ہو اور یہ کہ مشہود بہ معین ہو یہ شرائط شہادت کیطرف بعض
ہیں وہ یہ ہیں کہ دونوں شاہدوں کا اتفاق ہو گواہی میں اور یہ شروط عامہ ہیں جمیع انواع شہادت میں اور جو بعض انواع میں مخصوص ہیں اُنمیں سے اسلام
ہو اگر مشہود علیہ مسلم ہو اور ذکورت یعنی مرد ہونا حدود اور قصاص کی گواہی میں اور تقدم دعوی متعلق عیاں میں اور موافقت شہادت کی دعوی سے جسمیں
موافق شرط ہو اور قیام رائحہ شرب خمر کی شہادت میں مگر بعد مسافت سے اور اصالت حدود اور قصاص کی شہادت میں اور حضور اصل کا متعذر ہونا شہادت
علی الشہادت میں تو یہ ادائے شہادت کی شروط ہیں اور مکان شہادت مجلس قضا اور عمل اور بصارت یہ دونوں تو تحمل اور ادا دونوں میں شرط ہیں اور ضابط
مشہود بہ یہ لفظ تحمل کی شرط ہو نہ ادا کی تو یہ سب بیس شرطیں ہوئیں اور امتیاز کرنا سماعت سے یہ شروط سے زائد ہو جسکو شارح نے اعتبار کیا ہو تو باعتبار سبع عشر
شرطیں ہوتی ہیں کذا فی الخطاوی وذکرنا لفظ اشہد لا غیر لتضمنہا معنی مشاہدۃ وقسم واخبار بالحال وکانہ یقول اقسم باللہ لقد
اطلعت علی ذلک وانا اخبر بہ فہذہ المعانی مفقودۃ فی غیرہ فتعین حتی لو شہد قائما انما اعلم بطل لاشتمالہ اور شہادت کا رکن لفظ اشہد ہو
بصیغہ مضارع متکلم کوئی اور لفظ سوائے اسکے بسبب متضمن ہونے کے اس لفظ کے معنی شہادت اور قسم اور اخبار حال کو تو شاہد نے لفظ اشہد بول کر گویا یوں کہا کہ میں اللہ
کی قسم کھاتا ہوں کہ مقرر میں مطلع ہوں اُسپر اور میں اُسکی خبر دیتا ہوں اور یہ معانی ثلثہ حاصل نہیں لفظ اشہد کے غیر میں تو سوا اسکے لفظ اشہد کا متعین
ہو گیا یہاں تک کہ اگر شاہد فیما اعلم زیادہ کریگا یعنی یوں کہے کہ اشہد فیما اعلم یعنی میں گواہی دیتا ہوں اپنے علم کے موافق تو شہادت باطل ہوگی بسبب شک کے
ہم لفظ اشہد بصیغہ مضارع جبکہ رکن شہادت کا تو شہرت کے لفظ سے گواہی جائز نہیں سوا اسکے کہ بصیغہ ماضی زمان گذشتہ کی اخبار کیواسطے موضوع ہو تو اگر
شہرت کہے تو اخبار ماضی کی اُسمیں محتمل ہوگی تو شاہد فی الحال کا مخبر نہوگا پھر جبکہ لفظ اشہد متعین ہو گیا شہادت میں تو علم اور یقین کا لفظ کافی نہو گا یعنی
اگر شاہد یوں کہے کہ میں جانتا ہوں یا فلانی چیز میرے نزدیک متیقن ہو تو شہادت مقبول نہیں اور اسیطرح یہ شرط ہو کہ بعد لفظ شہادت وہ لفظ نہ بولے جو شرک
دلالت کرے چنانچہ لفظ انما اعلم فی فتحی کذا فی الخطاوی یحلہا وجوب الحکم علی القاضی بوجوبہا بعد تزکیۃ بمعنی افترائہ فورا لا فی ثلث فتمناہا
اور حکم شہادت واجب ہے ناحکم کا ہو قاضی پر بمقتضائے شہادت کے تزکیہ شہود کے بعد وجوب حکم بمعنی افتراض حکم ہو فوراً مگر تین صورتوں میں جنکو ہم پہلے ذکر کر چکے
ہم یعنی جب تزکیہ شہود ہو گیا تو اب قاضی پر بمقتضائے شہادت کے فی الفور حکم کرنا فرض ہو گیا مگر جبکہ صلح اقارب کی توقع ہو یا مدعی مہلت طلب کرے یا قاضی کو
شک واقع ہو تو فی الفور حکم کرنا فرض نہیں لشرائط تزکیہ صاحبین کا قول مفتی بہ ہو کذا فی الشرنبلالیہ فلو امتنع بعد وجوہ شرائطہا اثم لترکہ الفرض واستحق
العزل لفسقہ وعن ابی یوسف لا تزکیہ ما لا یجوز شرعا ولی القاضی بمقتضائے شہادت حکم نہ دے شرائط متقدمہ کے پائے جانے کے بعد تو گنہگار
ہو گا بسبب ترک کرنے فرض کے اور معزول کرنے کے لائق ہو گا بسبب اُسکے فاسق ہو جانے کے اور اُسکو تعزیر دیجائیگی بسبب اُسکے مرتکب ہونے
اُس چیز کے جو شرعاً جائز نہیں کذا فی الزیلعی وکفران لم یر الوجوب ای ان لم یعتقد التواضعہ علیہ ابن ملک واطلق الکافی فکفرہ واستظہرہ
المصنف الا حق اور قاضی کافر ہو جائیگا اگر اسکا وجوب نہ جانے یعنی اگر حکم فرض ہونے کا اپنے اوپر معتقد نہو تب کافر ہو گا

کذا ذکرہ ابن ملک فی شرح المجمع اور کافی میں نے قاضی کا کفر امتناع حکم سے مطلق کہا بلا قید عدم اعتقاد و فرضیت اور منح نے اپنی شرح منیر میں قول اول یعنی در صورت عدم اعتقاد فرضیت کے تقویت کی ہو صر کافی میں کہا ہے حیکہ رسالہ ہو مسمی بسیف القضاء علی البغاۃ کذا فی المنح ویجب اداءھا بالطلب لو حکما کما مر اور واجب ہو ادا کرنا گواہی کا مدعی کی طلب سے جبکہ نہ کورہ ہو چکا یعنی جبکہ صاحب حق شاہد کی شہادت کو جانتا نہ ہو اور خوف ہو فوت حق کا تو شاہد پر بلا طلب ادائے شہادت واجب ہو صر اقرار ادائے شہادت صحیح علیہ ہے حق تعالیٰ نے فرمایا ولا تکتموا الشہادۃ ومن یکتمہا فانہ اثم قلبہ یعنی نہ چھپاؤ گواہی کو اور جو اسکو چھپاوے تو دل گناہگار ہو معلوم ہوا کہ کتمان قاضی سے حرام ہے تو قاضی سے اظہار فرض ہوا شاہدوں پر بھی کتمان حرام کی تاکید فرمائی کہ جو چھپاوے اسکا دل گنہگار ہے تو یہ تاکید یہ تاکید ہے اسواسطے کہ گناہ کی نسبت ہے دل کیطرف جو اشرف الاعضا ہے اور بدن کا رئیس ہے کیونکہ دل عمل کتمان ہے تو وہی بالکل معصیت کا محل ہے پھر اگر باقی معاصی کے جنکا تعلق اعضاء ظاہری سے ہے کذا فی الفتح امام رازی نے احکام قرآن میں حق تعالیٰ کے اس قول میں کہا (ولا یاب الشہداء اذا ما دعوا) یعنی انکار نہ کریں شاہد جبکہ وہ بلائے جاویں کہ یہ بھی عام ہے تحمل اور ادائے شہادت میں لیکن تحمل میں متعاقد ہیں کہ شاہد کرنے کیواسطے شاہدوں کے پاس جانا چاہیے شاہدوں کو اُنکے پاس حاضر ہونا لازم نہیں اور ادائے شہادت میں شاہدوں کو قاضی کے پاس حاضر ہونا چاہیے نہ کہ قاضی اُنکے پاس سماعت شہادت کے واسطے آوے پھر رازی نے کہا کہ شہادت فرض کفایہ ہے کہ بعض کی گواہی سے باقیوں سے ساقط ہو جاتا ہے اور اگر دو شاہدوں کے سوا تحمل اور ادا کیواسطے کوئی نہوئے تو شہادت فرض عین اور گواہ کرنا صالحات اور مداینات پر مستحب ہے اگرچہ دستور میں جنانچہ رہن اور بیاعی اور سلم اور کالی میں ہو کہ اشہاد عقود میں مستحب ہے مگر نکاح میں ہمارے نزدیک واجب ہے اور اسیطرح رجعت میں شافعی اور احمد کے نزدیک انتہی اور نزاز میں ہے کہ کچھ مضائقہ نہیں کہ احتراز کرے آدمی تحمل اور ادائے شہادت سے جبکہ اوشخص موجود ہوں تحمل اور ادا کیواسطے اور اگر اور لوگ نہوں تو امتناع جائز نہیں کذا فی الطحطاوی ولکن وجوبہ بشرائط سبعۃ مبسوطۃ فی البحر وغیرہ منہا عدالۃ القاضی وقرب مکانہ وعلمہ بقبولہ او بکونہ اسوع قبولا وطلب المدعی لو فی حق العبد ان لم یوجد بدلہ ای بدل الشاہد کتابۃ فرض کفایۃ تتعین ولم یکن الا اثنان للتحمل او الاداء ولیکن ان ادائے شہادت کا وجوب سات شرطوں سے ہے جو بحر الرائق وغیرہ میں شرح میں ازانجملہ عدالت قاضی اور اسکا مکان قریب ہونا تو شاہد قاضی کا قبول کرنا معلوم ہونا یا اُسکے شہر تر قبول ہونیکا علم اور مدعی کا طلب کرنا اگر گواہی حق العبد میں شرط ہے کہ اسکا بدل یعنی شاہد کا عوض کوئی موجود نہو اسواسطے کہ شہادت فرض کفایہ ہے فرض عین ہو جاتی ہے اگر تحمل اور ادا کیواسطے سوائے دو شاہدوں کے اور کوئی نہو صر شارح نے شروط سبعہ سے پانچ شرطیں ذکر کیں یا یہ کہ عدالت قاضی تو اگر قاضی غیر عادل ہو تو گواہی دینا جائز ہے کیونکہ غیر عادل اکثر طعن کی تہمت کرتے ہیں قبول نہیں کرتا اور اگر طعن غالب ہو قبول کرتا تو صاحب بحر نے کہا سزاوار یہ ہے کہ ادا اور شہادت اُسپر متعین ہو اور قرب مکان تو اگر قاضی کا مکان اتنا بعید ہو کہ قاضی تک جانا اور اُسی دن اپنے گھر پلٹ آنا ممکن نہو تو فقہا نے کہا کہ امتناع شہادت سے گنہگار نہو گا کیونکہ اُسکو اسمیں ضرر لاحق ہوتا ہے اور حق تعالیٰ نے فرمایا ولا یضار کاتب ولا شہید ولا ضرار یعنی نہ ہونچایا جاوے کاتب اور شاہد کو صر علم قبول تو اگر شاہد جانے کہ قاضی گواہی قبول نہ کریگا تو اُسپر گواہی دینا لازم نہیں یا علم سرعت قبول یعنی اگر شاہد جانے کہ میری گواہی جلد تر قبول ہو گی بہ نسبت اور شاہدوں کے تو اُسپر ادائے شہادت واجب ہے اگرچہ دیان اور بھی شاہد مقبول الشہادت ہوں چنانچہ فتح القدیر میں ہے علامہ مقدسی نے کہا اسمیں تامل ہے وجہ تامل شاہد یہ ہے کہ عیب ثابت نہ شخص صحیح جیسے حق ثابت ہو سکتا ہے تو وجہ وجوب کی ظاہر نہیں ۴ طلب مدعی تو بلا طلب ادائے شہادت واجب نہیں مگر در صورت خوف فوت حق و عدم علم مدعی باشہادت شاہد ۵ شاہد پر ادا شہادت کا متعین ہونا تو اگر متعین ہو اس طرح پر کہ دیان اور بھی شاہد مقبول الشہادت موجود ہوں اور اُنھوں نے گواہی بھی دی ہو اور مقبول بھی ہو گئی ہو تو اب امتناع شہادت سے گنہگار نہو گا اور اگر مقبول نہ ہوئی ہو تو اب گواہی نہ دینے میں گناہ ہو گا شرنبلالیہ سے یہ ہے کہ شاہد گو وہ عادل شخصوں نے طلاق مشہود بہ کی خبر نہ دی ہو تو اگر اُسکو عادلین نے اسطرح خبر دی ہو کہ مدعی اپنا دین قبض کر چکا ہے یا زوج نے تین بار طلاق دی ہے یا مشتری نے

غلام کو آزاد کرو یا جو بالغ مقتول نے قاتل کو خون معاف کر دیا ہو تو اب اسکو دیت اور نکاح اور بیع اور قتل کی گواہی دینا جائز نہیں اور اگر مخبر عدول نہوں تو شاہدوں کو اختیار ہے چاہیں گواہی دیں اور قاضی سے مخبرین کی خبر بیان کر دیں اور چاہیں گواہی نہ دیں اور اگر مخبر ایک عادل ہو تو ترک شہادت میں اختیار نہیں شرط سماع یہ ہے کہ شاہد کو یہ معلوم نہو کہ مقر نے خوف سے اقرار کیا ہو تو اگر یہ جانتا ہو کہ اُسنے خوف سے اقرار کیا ہو تو اُسکے اقرار کی گواہی نہ دے کذا فی الخطاوی ملخصاً متصرف وکذا الکاتب اذا تعین لکن لہ اخذ اجرۃ لا للشاہد حقی لو ارکبہ بلا عذر لم تقبل وبہ یفتی لحدیث الشہود ھم القضاۃ اور اسیطرح کاتب کا بھی حکم ہے یعنی کتابت فرض ہو جبکہ کاتب معین ہو جائے یعنی جب اُسکا کوئی بدل نہو لیکن کاتب کو اجرت لینا کتابت پر جائز ہے نہ شاہد کو یہاں تک کہ اگر مدعی شاہد کو بلا عذر سوار کریگا تو اُسکی گواہی مقبول نہوگی اور عذر سے سواری دینے سے گواہی مقبول ہے دلیل اس حدیث کے کہ اکرموا الشہود ھم قضاۃ عذر یہ ہے کہ شاہد ایسا بیمار مرد ہو کہ چلنے پر قادر نہو اور جانور کے کرایہ دینے کا مقدور نہو اور تفصیل صاحب نوازل کی ہے پوری حدیث خطیب نے ابن عساکر نے ابن عباسؓ سے یوں روایت کی ہے اکرموا الشہود فان اللہ تعالیٰ یستخرج بہم الحقوق ویدفع بہم المظالم یعنی تکریم اور توقیر کرو شاہدوں کی اسواسطے کہ اللہ تعالیٰ اُنکے سبب سے حقوق کو نکالتا ہے اور اُنکی جہت سے ظلم دفع کرتا ہے کذا فی الخطاوی تو بیمار مرد عاجز کو سواری دینا مجمل ہے تو قیر اور تکریم کے ہوتے جوز الثانی کالاول مطلقاً بہ یفتی ہدایہ وقالہ المصنف اور ابو یوسف نے شاہدوں کو کھانا مطلقاً جائز رکھا ہے اور اسیکا فتوی ہے اور مصنف نے اسکو ثابت رکھا ہے اپنی شرح میں ہم کہتے ہیں کہ کھانا مطلقاً ہو خواہ طعام جیسا ہو جیکا ہو شاہدوں کے انے سے پہلے یا انکے ساتھ طیار کیا ہو اور محمد نے مطلقاً منع کیا ہے اور بعضے مشائخ نے تفصیل کی ہے ویجب الاداء بلا طلب للشہادۃ فی حقوق اللہ تعالیٰ اور ادائے شہادت واجب ہے بدون طلب کے اگر شہادت اللہ تعالیٰ کے حقوق میں ہو صورت حکم اور فرض ہو خواہ فرض کفایہ ہو خواہ فرض عین حق اللہ میں قبل شہادت بلا طلب کی وجہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے حق کو ثابت کرنا ہر شخص پر واجب ہے تو شاہد بھی مجملاً اُنکے ہر حصہ پر واجب ہے تو شاہد مدعی ٹھہرا من جہۃ الوجوب اور شاہد ٹھہرا من جہۃ تحمل الشہادت تھا اور مدعی کی کچھ حاجت نہوئی اور بعضوں نے حق اللہ میں قاضی کو مدعی کہا ہے وھی کبیرۃ عند منا فی الاشباہ اربعہ شے اور حقوق اللہ تعالیٰ کے بہت ہیں اُن میں سے اشباہ میں جو وہ شمار کیے ہیں حد حقوق مذکورہ کی تفصیل یہ ہے طلاق عورت عتق جاریہ ندبیر جاریہ وقف بلال رمضان حدود سوائے حد قذف وسرقہ مسب ضلع ایلاء ظہار مصاہرت حرمت اصلیہ صاحبین کے نزدیک نکاح عتق عبد صاحبین کے نزدیک لیکن قاضی خان نے کہا لائق یہ ہے کہ وقف میں جواب علی التفصیل ہو کہ جب وقف ہو قوم پر یا عیاتم تو گواہی بدون دعوی عند الکل مقبول انہیں اور اگر فقراء پر اور مسجد پر وقف ہو تو امام کے نزدیک بدون دعوی مقبول نہیں اور صاحبین کے نزدیک دعوی مقبول ہے اسیکا فتوی دیا ابو الفضل کرمانی نے اور یہی مختار عادیہ ہے اور ہلال رمضان کی گواہی قاضی خان کے نزدیک بلا دعوی مقبول ہے اور ہدایہ میں فتاوی رشید الدین سے عدم قبول کو پایا اور اصحی میں اختلاف ہے بعضوں نے اُسکو ہلال رمضان پر قیاس کیا اور بعضوں نے بلال اظہر پر اور نسب میں خلاف ہے صاحب محیط نے قبول بلا دعوی نقل کیا ہے اور بعضوں کے نزدیک بلا دعوی مقبول نہیں اور ایلاء و ظہار اور مصاہرت میں شرط یہ ہے کہ مشہود علیہ حاضر ہو اور نکاح بلا دعوی ثابت ہوتا ہے اسواسطے کہ حلت اور حرمت شرعاً حق اللہ ہیں اور عتق عبد میں صاحبین کے نزدیک حق اللہ غالب ہے اسواسطے کہ حریت سے حقوق اللہ متعلق ہوتے ہیں یعنی وجوب زکوۃ اور جمعہ اور عید اور حج اور عدد اور امام کے نزدیک حق العبد غالب ہے اسواسطے کہ حریت کا نفع عبد کیطرف راجع ہے کذا فی الخطاوی قال وحتی اخر شاھد الحسبۃ شہادتہ بلا عذر وفسق فتوی صاحب بحر نے کہا کہ جب شاہد بحسب اپنی شہادت میں تاخیر کرے بدون عذر کے تو فاسق ہو جائیگا پس گواہی اُسکی مردود ہوگی ھم بحر الرائق میں قنیہ سے منقول ہے کہ بعضے مشائخ نے اُن گواہوں میں جواب دیا جنھوں نے حرمت غلیظہ کی گواہی دی پانچ دن کی تاخیر کے بعد بلا عذر کہ اُنکی گواہی مقبول نہیں کاکی نے کہا جو بے وجہ توقع آخرت کی توقع ہو کذا فی الخطاوی کطلاقہا امراتہ ای بلسانہا عتق لمتہ وتدبیرھا حق للہ چنانچہ عورت کی طلاق بائن بلفظ رانڈی کی آزادی اور اُسکا مدبر ہونا ہے عورت عالم ہو خواہ بی بی ہو یا لونڈی بائن کی قید اسواسطے لگائی کہ طلاق رجعی میں نہ جسمیں کا پاس رہتا ہے اور ازواج مخالف شرع

سلطان ہدایہ
وازہری کہ وہ

نہیں اسواسطے کہ مطرح کا رہنا جبت میں تبع رہنو گا لونڈی کی آزادی اسواسطے حق اللہ ہوئی کہ مولی پر اُسکی شرمگاہ اب حرام ہوگئی اور اسیطرح تدبیر سے اُسکی شرمگاہ دارفون پر حرام ہی مولی کی موت کے بعد اور جزت حق اللہ ہی وکذا اعتق عبدہ ومدبرہ شرح وھبانیۃ اور اسیطرح ہو غلام کی آزادی اور اُسکا مدبر کرنا کذا فی شرح الوہبانیہ ہم ابو یوسف نے کہا کہ غلام کے عتق اور تدبیر میں خلاف ہو اور لونڈی کا عتق اور تدبیر بالاتفاق حق اللہ ہو کذا فی الطحطاوی وکذا الرضاع کما لایخفی فی باب ہما اور اسیطرح رضاع حق اللہ ہی چنانچہ باب الرضاع میں کہ چکا وھل یقبل جرح الشاھد حسبۃ لظاھر الکون حقا للہ تعالیٰ او لا اور کیا طعن کرنا شاہد میں یا رد اور قوات مقبول ہی یا نہیں جو اظہار ہے یہاں مقبول ہی کیونکہ وہ حق اللہ ہو کذا فی الاشباہ ہم حسبہ حال ہی جرح سے یعنی اگر طعن شاہد میں بقصد قوات طعن کرے تو ظاہر امقبول ہو اور یہ بھی احتمال ہی کہ حسبہ شاہد سے حال واقع ہو چنانچہ بعضوں نے ذکر کیا ہو کذا فی الطحطاوی قبلہ ثمانیۃ عشر حقوق اللہ اشارہ تک پہونچ گئے یعنی جو وہ حقوق وہ جو بحر الرائق سے مذکور ہوئے اور چار حق شارح نے زیادہ کیے یعنی عتق عبد اور اُسکی تدبیر اور رضاع اور طعن شاہد اور یہ جو مصنف نے طلاق عورت اور عتق امۃ اور اُسکی تدبیر کو ذکر کیا سو تو جو وہ میں داخل ہیں بالجملہ حقوق اللہ حقوق مذکورہ میں منحصر نہیں چنانچہ شارح نے پہلے بہ لفظ کثرت اُسکی طرف اشارہ کر دیا ولیس لنا مدعی حسبۃ الا فی الوقف علی المرجوح فلیحفظ اور نہیں ہمارے واسطے مدعی حسبہ مگر وقت میں بنا بر قول ضعیف کے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم یعنی اگر موقوف علیہ اصل وقت میں دعوی کرے تو وہ بعض کے نزدیک مسموع ہی اور فتوی اسپر ہی کہ دعوی مسموع نہیں مگر متولی سے پھر جب موقوف علیہ کا دعوی مسموع نہوا تو اجنبی کا بطریق اولی مسموع نہو گا کذا فی الاشباہ وستورھا فی الحدود وجائۃ لحدیث من ستر ستر نا اللہ فی الکتمان الا لمتھتک یعنی بھر اور شہادت کا چھپا رکھنا حدود میں تبک تر ہی بدلیل اس حدیث کے کہ جو چھپائیگا وہ چھپایا جاویگا تو حدود میں کتمان شہادت بہتر ہی مگر جو جہاں پر وہ در کیونکہ اسواسطے کتمان بہتر نہیں بلکہ گواہی دینا بہتر ہو کذا فی البحر ہم ہر چند قرآن مجید میں نہی عن الکتمان عام ہی لیکن اسکی تخصیص حدود کی شہادت میں احادیث مشہورہ سے ثابت ہی اسواسطے کہ اسمیں پردہ پوشی ہی از انجملہ وہ حدیث ہی جو ابو ہریرہ سے بخاری اور مسلم میں مروی ہی من ستر علی مسلم ستر ہ اللہ فی الدنیا والاخرہ یعنی جو پردہ پوشی کرے مسلمان کی تو حق تعالی اُسکی دنیا اور آخرت میں پردہ پوشی کرے وعامہ فی فتح القدیر الا ان یقول الشاھد فی السرقۃ اخذ احیاء للغنی کا سرق رعایۃ للستر اور بہتر یہ ہو کہ شاہد چوری میں یوں کہے کہ اسنے لیا نا ساحیٹ ال کا حق تلف نہوا اور یوں نہ کہے کہ اسنے چوری کی پردہ پوشی کی رعایت کیواسطے ہم یہ قول بنا بر الاستدراک کے ہی یعنی جب حدود میں پردہ پوشی بہتر ہوئی تو اُس سے لازم آتا ہی کہ چوری کی گواہی مطلقاً نہ دے کہ وہ مستلزم حد ہی اُسکا جواب یا کہ اُس طرح کی گواہی دے کہ موجب قطع ید نہو اور مالک کی حق تلفی نہوا سواسطے کہ لفظ اخذ عام ہی خواہ بطریق غصب کے ہو یا بطریق ادعائے ملک وغیر ذلک فی شہادات اخذ مطلق کی مستلزم حد نہیں ابو یا وجود اسکے اسمیں مسروق منکی بھی مصلحت ہی اسواسطے کہ اگر چوری کی گواہی نہ لگائو قطع ید کا اور تاوان مال کا منتفی ہو گا در صورت اتلاف کذا فی الفتح لطیفہ امام رازی نے تفسیر میں حکایت کی کہ ہارون رشید کے پاس فقہا جمع تھے اُن میں قاضی ابو یوسف بھی تھے سو ایک شخص نے دوسرے پر دعوی کیا کہ اُسنے اُسکا مال اُسکے گھر سے لے لیا سو مدعا علیہ نے اخذ مال کا اقرار کیا یا شاہ نے فقہا سے سوال کیا اونھوں نے قطع ید کا فتوی دیا تو ابو یوسف نے کہا کہ قطع نہیں اسواسطے کہ اُسنے چوری کا اقرار نہیں لیا بلکہ اخذ کا اقرار کیا ہی پھر مدعی نے دعوی کیا کہ اُسنے چوری کی سو مدعا علیہ نے چوری کا اقرار کیا تو فقہا نے قطع کا فتوی دیا اور ابو یوسف نے اُسکے خلاف کہا فقہا نے ابو یوسف سے کہا کہ عدم قطع کی کیا وجہ ہی ابو یوسف نے جواب دیا کہ جب اُسنے اول اخذ مال کا اقرار کیا تو فقہا اسپر ثابت ہوا اور قطع ید ساقط ہو گیا تو اب اسکے بعد مدعا علیہ کا وہ اقرار کہ چوری نہوا کا جو مسقط قطع ہی تو فقہا اس جواب سے متعجب ہو گئے دنصابھا للزنا اربعۃ رجال لیس منھم ابنی وجنایۃ اور شہادت زنا کی نصاب وہ چار مرد ہیں جنمیں کوئی مرد عورت کے زوج کا بیٹا نہو ھم ثبوت زنا کیواسطے چار مرد گواہ ہونا چنانچہ قرآن مجید میں مصرح ہی اس تجانست پر وہ پوشی کیطرف مشیر ہی اسواسطے کہ چار مردوں کا بصفت خاص گواہی دینا کمتر واقع ہوتا ہی اور ابن زوج کی نفی مقید ہی اس قید کے ساتھ کہ جب باپ

مدعی ہو یا ابن زوج کی ماں نہ ہو اور اگر ایسا نہ ہو تو بان زوجگی گواہی جائز ہے بخلاف اس کے جو محیط بریانی کا خلاصہ یہ ہے کہ مرد کی اگر دو عورتیں ہوں اور ایک عورت کے پانچ بیٹے ہوں ان میں سے چار بیٹوں نے اپنے بھائی پر یہ گواہی دی کہ اُسنے زنا کیا اُنکی سوتیلی ماں سے تو گواہی مقبول ہوگی مگر جبکہ باپ مدعی زنا ہو یا اُنکی ماں نہ ہو تو گواہی اُنکی مقبول نہیں کذا فی المطحاوی وَلَوْ عَتَقَ عَبْدًا بِالزِّنَاءِ وَقَدْ رَجَعَ رَجُلَانِ وَكَانَا حَدَّا وَلَوْ قَالَ نے اپنے غلام کی آزادی اپنے زنا سے متعلق کی یعنی یوں بولا کہ اگر میں زنا کروں تو یہ غلام آزاد ہو تو آزادی واقع ہوگی دو مردوں کی گواہی سے اور حد نہ ہوگی ہوں پر یعنی اگر دو شاہد ہوں کہ زنا کی گواہی دیں تو ہر چند مولی پر حد نہیں کیونکہ چار گواہ نہیں لیکن عتق غلام ثابت ہوگا وَلَوْ شَهِدَا عَلَى الْعِتْقِ ثُمَّ شَهِدَ بَعْدَهُ بِزِنَاهُ مُحْصَنًا فَاعْتَقَهُ الْقَاضِي ثُمَّ رَجَمَهُ رَجَمَ الْكُلَّ ضَمِنَ الْمَوْلَى قِيمَتَهُ لِمَوْلَاهُ وَلَا رَجْمَ عَلَيْهِ وَلَوْ شَهِدَ عَلَيْهِ اَيْضًا اَرْبَعَةٌ لَمْ يُحَدُّوا اور اگر دو شاہدوں نے عتاق مولی کی گواہی دی پھر چار گواہوں نے غلام کے زنا و حالت احصان کی گواہی دی سو قاضی نے غلام کو آزاد کر دیا یعنی اُسکی آزادی کا حکم کیا پھر غلام کو سنگسار کیا پھر سب گواہوں نے شہادت سے رجوع کیا یعنی کذب شہادت کے قائل ہوئے تو دو پہلے گواہ غلام کی قیمت کا ضمان دیں اُسکے مولی کو اور زنا کے چار گواہ مولی کو غلام کی دیت کا بھی تاوان دیں مگر مولی غلام کا وارث ہو وَلِقِيمَةِ الْحَدِّ وَجْهٌ وَهُوَ اَنَّهُ اَسْلَمَ كَافِرٌ كِتَابِيًّا بِقَتْلِهِ خِلَافًا لِمَنْ اَبَى وَمِثْلُهُ رَدَّهُ مُسْلِمٌ رَجُلَانِ اور زنا کی حد و اور قصاص کی نصاب شہادت دو مرد ہیں اور من قبیل قصاص کے نر و مرد کے اسلام کی گواہی ہو کیونکہ انجام کار شہادت کا اُسکا قرار قتل ہو بخلاف اسلام عورت کذا فی البحر اور اسلام کافر کے مانند ارتداد مسلم ہو ہم مرد کافر کے اسلام کی گواہی میں دو مرد اسواسطے شرط ہوے کہ اگر وہ اپنے کفر پر اصرار کرے گا تو قتل کیا جائیگا بخلاف اسلام عورت کافرہ کے اسکے اسلام پر عورتوں کی گواہی مقبول ہوگی کیونکہ اُسکا مآل کار قتل نہیں اگر وہ کفر پر اصرار کرے اسیطرح ارتداد مسلم کی گواہی میں دو مرد شرط ہیں اسواسطے کہ در صورت اصرار اسکا بھی مآل کار قتل ہو بخلاف ارتداد عورت مسلمہ فتح القدیر میں ہو کہ زنا کے سوا باقی حدود اور قصاص میں دو مردوں کی گواہی مقبول ہو نہ عورتوں کی اسواسطے کہ ابن ابی شیبہ نے زہری سے روایت کی قال مضت السنۃ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والخلیفتین بعدہ ان لا یجوز شہادۃ النساء فی الحدود والدماء یعنی زہری نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اُنکے بعد دونوں خلیفوں سے یہ سنت جاری ہوی کہ جائز نہیں عورتوں کی گواہی حدود اور دماء میں یعنی قصاص میں اور تخصیص خلیفتین یعنی صدیق اور فاروق رضی اللہ عنہما اسواسطے کہ معظم تغیر شرع اور طریق احکام انھیں دونوں کے زمانہ میں ہوا اور اُنکے بعد اور خلفا میں تھا مگر اُنکا اتباع انتہی اِلَّا الْمُعَلَّقَ فَيَقَعُ وَلَا يُحَدُّ كَمَا مَرَّ مثلاً عتق معلق واقع ہوگا اور حد نہ ماری جائیگی چنانچہ عنقریب مذکور ہوچکا ہم یعنی اگر بعض شہود عورات ہوں تو امر معلق واقع ہوگا بدون حد کے صورت اُسکی یہ ہو کہ ایک شخص نے کہا کہ اگر میں شراب پیوں تو میرا غلام آزاد ہی پھر ایک مرد اور دو عورتوں نے اُسکے شراب پینے کی گواہی دی تو غلام آزاد ہوگا لیکن مولی پر حد قائم نہ ہوگی کیونکہ حدود میں شہادت عورات کی مجال نہیں

کذا فی المطحاوی وَلِلزَّكَاةِ وَاسْتِهْلَالِ الصَّبِيِّ لِلصَّلَاةِ عَلَيْهِ وَلِإِرْثِ عِنْدَهُمَا وَالشَّافِعِيِّ وَاحِدٌ هُوَ اَرْجَحُ فَتْحُ وَالْبِكَارَةِ وَعُيُوبِ النِّسَاءِ فِيمَا لَا يَطَّلِعُ عَلَيْهِ الرِّجَالُ اِمْرَاَةٌ مُسْلِمَةٌ وَاثْنَتَانِ اَحْوَطُ اور ولادت اور آواز طفل اسیر غازیہ ہونے کیواسطے اور بکارت اور عیوب نساء کیواسطے جس خصوصیت مرد مطلع نہیں ہوتے ایک عورت مسلمان آزاد ہی اور دو عورتوں میں زیادہ تر احتیاط ہو اور گواہی ایک عورت مسلمہ کی آواز طفل پر میراث کیواسطے صاحبین اور شافعی احمد کے نزدیک ہو اور یہی قول راجح ہو کذا فی الفتح یعنی مذکورہ میں ایک عورت کی شہادت کافی ہو قاضیخان نے کہا ایک عورت کی گواہی ولادت ثابت ہوتی ہو یعنی بحق ثبوت نسبت بحق میراث اسقول گردانی گواہی دے عقل کے رونے پر تو صاحبین کے نزدیک میراث ثابت ہوگی و امام کے نزدیک میراث ثابت نہوگی مان اُسکی یہ گواہی طفل پر نماز جنازہ پڑھنے کیواسطے کافی ہو عورات کے عیوب جنکے پر شرمگاہ میں ہڈی یا گوشت زاید ہو نامولڈی خرید کرنے میں اسکے دیافت کی حاجت ہو جیسے زہلی نے عورت شاہدہ میں یا قلعہ عاقلہ بالغہ کی قید و زیادہ نہ کرکی ہیں کذا فی المطحاوی فتح القدیر میں ہو کہ ایک عورت کے شاہد ہونے کی دلیل وہ ہی جسکو میسوط میں محمد نے کہا عن ابی یوسف عن غالب بن عبداللہ عن مجاہد و سعید بن المسیب و عطاء بن رباح و طاؤس قالوا اجاز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہادۃ النساء جائزۃ فیما لا یستطیع الرجال النظر الیہ

یعنی مجاہد اور سعید اور عطاء اور طاؤس تابعین نے کہا فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ شہادت عورتوں کی جائز ہے اُن میں جنکی طرف مرد نہیں نظر کر سکتے یہ حدیث مرسل واجب العمل ہے وجہ استدلال یہ ہے کہ نساء جمع محلی بالف ولام ہے اور مراد اُس سے جنس ہے تو مفید اقل الکثیر کو لازم ہے تو ایک عورت کی بھی گواہی صحیح ہوگی اور زیادہ احسن ہے اور عبد الرزاق نے زہری سے روایت کی کہ سنت جاری ہوئی اس پر کہ عورتوں کی گواہی اُس امر میں جائز ہے جسپر اُنکے سوا کوئی مطلع نہیں ہو سکتا اور پیدائش اولاد عیوب نساء انتہی دلیلا صحیحا قبیلا۔ رجل والعدد خلاصہ اور ملک مرد کی گواہی مقبول ہے قول اصح کذا فی الخلاصۃ ہم بحر الرائق میں ہے جب ایک مرد ولادت کی گواہی دے اور کہے کہ میں عورت کے پاس گیا جا پڑا اور ولادت کو وقت میری نظر پڑ گئی تو گواہی مقبول ہے اگر وہ عادل ہو اور اگر کہے کہ گواہی دیتا ہوں بالسماع اُسکی طرف نظر کی تو گواہی مقبول نہ ہوگی یعنی سوا اسطے کہ وہ نظر کرنے سے فاسق ہو گیا ذکرہ فی الجندی عن الملتقط ان المعلم اذا شہد منفردا فی حوادث الصبیان تقبل شہادتہ انتہی فلیحفظ اور جندی میں ملتقط سے منقول ہے کہ معلم جبکہ تنہا گواہی دے وقائع اطفال میں تو اُسکی گواہی مقبول ہے انتہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہمہ حموی نے حاوی قدسی سے ذکر کیا کہ فقط عورتوں کی گواہی حمام کے قتل میں بحکم دیت مقبول ہے تا خون منت منائع نمود مضابہا لغیرہا من الحقوق سواء کان الحق مالا او غیرہ کنکاح وطلاق ووکالۃ ووصیۃ واستہلال الصبی ولادۃ ورث رجلان وامرأتان اور امور مذکورہ کے سوا اور حقوق کی اضافہ شہادت دو مرد ہیں جو مال ہو یا غیر مال جیسا نکاح اور طلاق اور وکالت اور وصیت اور آواز طفل کہ رویا گواہی میراث کیلئے ہو کان فی حوادث صبیان المکتب فانہ یقبل فیہا شہادۃ المعلم منفردا فہستانی عن التجنیس مبیان مکتب میں سوا اسطے کہ اُن میں تو تنہا معلم کی گواہی مقبول ہے جیسا کہ فہستانی نے من ہ عن تجنیس سے ہم ابو سعود نے کہا ملتقط میں صبیان مکتب کی قید نہیں قید صبیان اہل حرفہ کو بھی شامل ہے تو ظاہر ہے صبیان مکتب کی قید اتفاقی ہے او رجل وامرأتان یا ایک مرد اور دو عورتیں یعنی زنا اور حدود اور قصاص کے سوا اور حقوق میں لفظ شہادت دو مرد ہیں یا ایک مرد اور دو عورتیں قال اللہ تعالی (فان لم یکونا رجلین فرجل وامرأتان) یعنی اگر دو مرد نہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں لہذا حاصل شہادت چار قسم پر ہے زنا میں چار مرد اور زنا کی حدود اور قصاص میں دو مرد اور انکے سوا اور معاملات مالیہ اور غیر مالیہ میں دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں اور اُن امور میں جنمیں مرد مطلع نہیں ہو سکتے مانند ولادت وعیوب نساء ایک عورت عادلہ کی گواہی ہو کما لا یفرق بینہما لقولہ تعالی فتذکر احداہما الاخری اور جدائی کرنا نہ چاہیے دو گواہ عورتوں میں بدلیل قول حق تعالی تو یاد دلاوے ایک عورت دوسری کو ہم جب تذکیر کا حکم ہوا تو یہ بدون اجتماع کے نہیں ہو سکتا ولم تقبل شہادۃ اربع بلا رجل لئلا یکثر خصمہن اور مقبول نہیں چار عورتوں کی گواہی بدون مرد کے تا عورتوں کا نکلنا کثرت سے نہو یعنی اگر تنہا عورتوں کی گواہی مقبول ہو تو ہمیشہ گواہی کیواسطے اکٹھو دار الحکومت میں آ پڑے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ عورات کی گواہی شرع میں ثابت نہیں وخصتہن الامۃ الثلث بالاموال وتوابعہا اور ائمہ ثلثہ نے عورتوں کی گواہی مرد کے ساتھ مخصوص کی ہے اموال اور اُنکے توابع کے ساتھ یعنی حقوق غیر مالیہ میں اُنکی گواہی مرد کے ساتھ امام شافعی اور مالک اور احمد کے نزدیک جائز نہیں فی ایع اموال جیسا کہ بیع اور شفعہ اور اجارہ او قتل خطا او جبر زخم سے کہ مال واجب ہو اور اسطرح فسخ عقود اور امام احمد سے دو روایتیں ہیں ایک روایت شافعی کے مذہب کے موافق ہے اور دوسری روایت ہمارے مذہب کے موافق ہے کذا فی الفتح ولہم فی الکلام المرتب الکریم لفظ اشہد بلفظ المضارع بالاجماع یقبل لہا وللزم ہے شہادت قبول ہونے کے واسطے جمیع مراتب ما بعد مذکورہ میں لفظ اشہد کا بلفظ مضارع بالاتفاق ہو یعنی شہادت میں ضرور ہے کہ گواہ یوں کہے کہ میں گواہی دیتا ہوں اسکی کہ مدعی کے دعوی مثلاً مدعا علیہ پر میرے آگے یوں کہے کہ میں جانتا ہوں یا یقین رکھتا ہوں اسکا تو مقبول نہیں یہ اخبار ہے شہادت نہیں فتح القدیر میں ہے کہ لفظ شہادت سوا اسطے شرط ہوا کہ نص اشتراط لفظ پر ناطق ہے قال تعالی واشہدوا ذوی عدل منکم واشہدوا اذا تبایعتم واستشہدوا واشہدن من رجالکم فاستشہدوا واعلیہن اربعۃ منکم واقیموا الشہادۃ وقال علیہ الصلوۃ والسلام اذا رأیت مثل الشمس فاشہد الحاصل کہ ان نصوص میں امر شہادت بلفظ شہادت وارد ہے سوا اسطے کہ لفظ شہادت قوی ہے تا

اور تقین سے کیونکہ معنی مشاہدہ اور قسم اور اخبار کے ہیں بخلاف تکبیر آفتتاح اسواسطے کہ اللہ اجل اور اعظم تعظیم میں ہر ہر چیز ہے اللہ اکبر کہنے سے لہذا التعظیم فقط اللہ اکبر کی لفظ میں منحصر ہے
انتہی المحصا تبصرت وکل ما لا یشترط فیہ ھذا اللفظ کطھارۃ ماء ورؤیۃ ھلال رمضان کی تو وہ اخبار ہے شہادت نہیں واللہ اعلم وجوبہ اور مراتب اخبار میں عدالت شاہد کی لازم ہے وجب قبول کیواسطے یعنی قاضی قبول
شہادت واجب نہیں بدون عدالت شاہد مع عدالت شرط ہوئی بدلیل آیت قرآنی واشھدوا ذوی عدل منکم یعنی مشاہد کرو دو شخص عدالت والوں کو اپنوں سے یعنی
اہل اسلام سے اور اسواسطے کہ عدالت ہی سے صدق کی جہت متعین ہوتی ہے اسواسطے کہ شہادت خبر ہے جسمیں صدق اور کذب دونوں کا احتمال برابر ہے بنظر نفس مفہوم
تو اس سے انکار لازم نہیں آتا کہ اسپر عمل کیا جاے کذا فی الفتح فی الینابیع لا یعمل من لم یعلم علیہ فی بطن کذا فرجہ منہ الکذب
لخروجہ من البطن ینابیع میں ہے کہ عادل وہ شخص ہے جسپر طعنہ نہو بیطور مشرگاہ میں زنا کیا کذب ہے سبب نکلنے کذب کے پیٹ سے صم علامہ عبدالبر نے کہا تفسیر
عدالت میں بہتر قول یہ ہو کہ عادل وہ ہے جو مجتنب ہو کبائر سے مصر نہو صغائر پر صلاح اور صواب اسکا اکثر ہو اسکے فساد اور خطا سے صدق اسکے استعمال میں
ہو اور کذب سے کنارہ گزین ہو دیانت اور مروت کی راہ سے اور یہی بیان مروی ہے ابو یوسف سے دریافت کرنا چاہیے کہ لفظ شہادت اور عدالت کے ساتھ
تیسری شرط بھی ضروری ہے یعنی تفسیر شہادت تو اگر شاہد یوں کہے کہ میں گواہی دیتا ہوں مثل اسکی شہادت کے قبول نہیں اور اگر کہے کہ گواہی دیتا ہوں مثل
گواہی اپنے ساتھی کے تو جمہور کے نزدیک مقبول ہے اور روجنبری نے اسمیں یہ قید لگائی کہ اگر یوں کہے کہ میں گواہی دیتا ہوں مثل اپنے ساتھی کی گواہی کے
جو اسنے مدعی کیواسطے مدعا علیہ پر دی خلاصہ میں ہے اسی قول کو فتوی ہے کذا فی الخطابی لا بصحتہ خلافا للشافعی فلو قضی بشہادۃ فاسق
نفذ واللہ اعلم فتح عدالت وجوب قبول کی شرط ہے صحت قبول کی برخلاف امام شافعی کے تو اگر قاضی حکم کرے فاسق کی شہادت سے تو حکم نافذ ہوگا اور قاضی گنہگار
ہوگا کذا فی الفتح الا ان یمنع منہ ای من القضاء بشہادۃ الفاسق الامام فلا ینفذ لما انہ یاثم ویتقید بزمان ومکان
بحادثۃ وقول معتد حتی لا ینفذ قضاء ہ باقوال الضعیفۃ مگر یہ امام منع کردے اسکے یعنی قضا بشہادت فاسق سے نواب قضا نافذ نہوگی
سواسطے رد مذکور ہو چکا کہ قضا موقت ومقید ہو سکتی ہے زمان اور مکان اور حادثہ اور قول معتمد سے تو قاضی کی قضا نافذ ہوگی اقوال ضعیفہ میں کما فی القنیۃ
والمجتبی من قبول ذی المرۃ الصادقۃ نقول الثانی ہو ضعفہ الکمال باللہ تعلیل فی مقابلۃ النص فلا یقبل واقوہ المصنف اور جو
قنیہ اور مجتبی میں ہے صاحب مروت صادقہ کی شہادت قبول ہونے سے سو ابو یوسف کا قول ہے کذا فی البحر اور اس قول کو ضعیف کہا ہے کمال الدین نے فتح القدیر
میں اسطرح کہ یہ تعلیل ہے نص کے مقابلہ میں تو مقبول نہیں لہذا اسکو مصنف نے اپنی شرح میں مسلم رکھا ہے ہم فتح القدیر میں ہے کہ ابو یوسف سے روایت ہے کہ فاسق
جبکہ لوگوں میں صاحب وجاہت اور جیسے سلاطین کے مصاحب تو اسکی گواہی مقبول ہے اسواسطے کہ بسبب اسکی رو داری اور وجاہت کے چھوٹی گواہی کیواسطے
کوئی اسکے واسطے اجرہ مقرر نہیں کر سکتا اور وہ کذب سے باز رہتا ہے بسبب اپنی مروت کے اور قول اول اصح ہے کیونکہ تعلیل ہے نص کے مقابلہ میں تو مقبول
نہیں انتہی نص سے مراد نص قرانی ہے یعنی واشھدوا ذوی عدل منکم صاحب عنایہ نے کہا مروت عبارت ہے اجتناب نفسانیہ سے جو ہی رسوائی خلاق اور جمیل عادات پر باعث
ہوں وھو ان علی حاضر یحتاج الشاھد الی الاشارۃ الی ثلثۃ مواضع ای المتخاصمین والمشہود بہ لو عینا لا حینا اور گواہی الزام
شخص پر ہو تو شاہد کو تین موضع کیطرف اشارہ کرنے کی حاجت ہے یعنی مدعی اور مدعا علیہ اور مشہود بہ یعنی جس امر کی گواہی دیتا ہے شہر میکہ مشہود بہ عین ہو
تو دین ہر مثلیون کے شاہد کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ تلوار اس مدعی کی ہے اس مدعا علیہ کے پس وان علی غائب کما فی نقل الشہادۃ او مثبتہ فلا
تقبل لعامۃ مشیختہ الی جدہ فلا یکفی ذکر اسمہ واسم ابیہ وصناعتہ الا اذا کان یعرف بھا ای بالصناعۃ لا بصحابۃ بان
کان شارکہ فی المصنع غیرہ اور اگر گواہی غائب پر ہو جیسا کہ نقل شہادت میں یا میت پر گواہی ہو تو اسکے قبول ہونے کے واسطے ضرور ہے نسبت مشہود علیہ کے

اسکے دادا کا ذکر کریا اُسکے نام اور اُسکے باپ کے نام اور اُسکے حرفے اور پیشے کا کافی نہین مگر جبکہ وہ اُس پیشے کے ساتھ مشہور ہو بلا تردد اسطرح پر کہ شہر مین دوسرا شخص اُس حرفے مین اُسکا شریک نہو فان تعفی بلا ذکر الجد فقال المعتبر التعریف لا التمییز فحروف حتی لو عرف باسمہ فقط او بلقبہ وحدہ کفی جامع الفصولین و ملتقط اور اگر قاضی بلا ذکر جد علم کرے تو حکم نافذ ہوگا پس معتبر مشہور علیہ کی تعیین ہے نہ تکثیر حروف یہان تک کہ اگر وہ فقط اپنے نام سے یا عرف اپنے لقب سے مشہور ہو تو فقط نام یا عرف لقب ذکر کرنا کافی ہے کذا فی جامع الفصولین و الملتقط ولا یسئال عن شاہد بلدہ طعن الخصم الا فی حدود و ہی اور قاضی شاہد کی عدالت اور فسق لوگون سے نہ پوچھے بدون طعن مدعا علیہ کے مگر حدود اور قصاص مین مدعیہ سوال کرے وعندہما یسئال فی الکل ان جہل بحالہ لہما سواء علنا بہ یفتی وہو لقلۃ زمان لا نعلمہا فی القرا الثلثۃ الاولی اور صاحبین کے نزدیک سب حقون مین شاہد کا حال دریافت کرے اگر قاضی اُنکا حال جانتا ہو کذا فی البحر سوال کرے مخفی اور علانیہ اسی قول کا فتوی ہے اور یہ اختلاف امام و صاحبین کا باعتبار اختلاف زمانہ کے ہے صاحبین چونکہ قرن ثانی سے ہم حموی نے کہا صاحبین کے نزدیک سوال واجب ہے تو قاضی گنہگار ہوگا ترک سوال سے مگر حکم باطل نہوگا انتہی مخفی سوال کا یہ طریقہ ہے کہ قاضی ایک رقعہ مین سب کو مسطور ہ بالا کتبے ہین مزکی کے پاس بھیجے اور اُس رقعہ مین شہود کے نام اور نسب اور حلیہ اور جس محلہ مین وہ رہتے ہون مرقوم ہو سو مزکی شاہد کی عدالت اُسمین لکھے اسطرح کہ وہ عادل جائز الشہادۃ ہے اور جسکی عدالت باتفاق اُسکو معلوم نہو تو یون لکھے کہ وہ مستور ہے اور جسکا فسق مزکی کو معلوم ہو تو اُسکی تصریح نہ کرے بلکہ سکوت کرے تا مسلمان کی پردہ دری نہو اور یہ لکھے کہ واللہ اعلم مگر جبکہ اُس شاہد کو کسی نے عادل کہا ہو اور مزکی نے اگر وہ تصریح نہ کرے تو اُسکی شہادت پر حکم ہو جائیگا تو اصح فتوی کے یہانتک ہے اور احتیاط مین ہی ہے اور اسکا فائدہ یہ ہے کہ اگر مزکی شاہد کو مجروح کرے تو قاضی مدعی سے کہے کہ دوسرا اور شاہد حاضر کرو اور قاضی یہ نہ کہے کہ یہ مجروح اور مطعون ہے تا مسلمان کی آبرو محفوظ رہے اور مزکی سے عداوت و غش پیدا ہو اور علانیہ سوال کا یہ طریقہ ہے کہ قاضی اپنے دو شاہد کو قاضی بلا بھیجے اور پوچھے کہ اسی شخص کو تو نے عادل کہا ہے لفظ مین ابو یوسف سے مروی ہے کہ تزکیہ علانیہ مقبول نہین مگر بعد تزکیہ سر کے یہی قول ہے صاحبین کا اور دونون شاہد کو قاضی بلا جمع کرے اور پوچھے کہ اسی شخص کو تو نے عادل کہا ہے لفظ مین ابو یوسف سے مروی ہے کہ تزکیہ علانیہ مقبول نہین مگر بعد تزکیہ سر کے یہی قول ہے صاحبین کا کہ قرن ثالث مین لوگون کے احوال متغیر ہو گئے تھے اور خیانت اور کذب ظاہر ہو گیا تھا لہذا صاحبین نے تزکیہ شہود کو معدم جانا بخلاف امام ابو حنیفہ کے کہ وہ قرن ثالث مین تھے جسکے واسطے خیر اور صلاح کی گواہی حدیث مرفوع مین جو ہے فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بہترین قرون میرا قرن ہی ہے پھر وہ لوگ جو اُنکے متصل ہین پھر وہ لوگ جو اُنکے متصل ہین پھر جھوٹ پھیلیگا یہانتک کہ مرد قسم کھائیگا درخواست قسم کے پہلے اور گواہی دیگا گواہی طلب کرنے سے پہلے انتہی اور یہ معنی ہے اسپر کہ قرن بھی بمعنی سکا ہے چنانچہ خضری نے شرح مسلم مین لکھا ہے اور ابن حجر عسقلانی نے شرح بخاری مین کہا کہ قرن عبارت ہے مدت زمانے سے اور اسکی تحدید مین اختلاف ہے دس برس سے ایک سو بیس برس تک لیکن ستر اور سو برس کا قول مین نے نہین دیکھا انتہی طبقات عبد الوہاب مین کہا ہے کہ امام مکی کا انتقال ۳۷۴ مین ہوا اور ابو یوسف کا انتقال ایک سو بیاسی مین ہوا اور محمد کا انتقال ایک سو ستاسی مین ہوا کذا فی الطحطاوی ولا کفایۃ بالمستور جاز بیع وشراء بہ یفتی سراجیہ اور اگر قاضی سوال مخفی پر کفایت کرے تو جائز ہے کذا فی الجمع اور اسی قول کا فتوی ہے کذا فی السراجیہ ہم فقط تزکیہ علانیہ صدر اول مین تھا اور محمد سے مروی ہے کہ تزکیہ علانیہ بلا اور قسم کے ولکن فی التزکیۃ قول المزکی ہو عدل فی الاصح لثبوت الحریۃ بالدار دردر یعنی الاصل فیمن کان فی دار الاسلام الحریۃ فہو بمعنی لفظ عادل جواب عن النقض بالعبد دبدلا تہ عن النقض بالحد دابن کمال اور تزکیہ مین مزکی کا یون کہنا کافی ہے کہ وہ عادل ہے قول اصح مین بسبب ثابت ہونے حریت کے بجہت دار الاسلام ہونے کے کذا فی المدد یعنی جو شخص کہ دار الاسلام مین رہتا ہو اُسمین اصل حریت ہے تو وہ معنی لفظ عادل کے اپنی عبارت ماذونہ مظنون سے جواب ہے نقض عبد سے اور اپنی دلالت سے جواب ہے محدود فی القذف کے نقض سے کذا ذکرہ ابن کمال انتہی لفظ عادل بلا قید جائز الشہادۃ کافی ہے تزکیہ مین اسواسطے کہ اسکا غلام نہ ہونا اور محدود فی القذف نہونا اس لفظ سے ثابت ہوتا ہے اسواسطے کہ نفی عبدیت بمعنا رقاالنقص ہے اور نفی محدود فی القذف بدلالۃ النقض ہے طحطاوی نے کہا یہ اُس وقت مسلم ہے جبکہ حریت لفظ عدل سے بطریق مفہوم

معصوم ہو اور ظاہر یہ عدالت پر دلالت کرتا ہو حالانکہ ایسا نہیں ولہذا مرغینی کا مختار یہ ہے کہ فقط عدل کہنا کافی نہیں اسواسطے کہ محدود فی القذف بھی تو یہ کہنے کے عدل غیر جائز الشہادت ہے اور اسی طرح باپ جبکہ اپنے فرزند کیواسطے کوا ہی دے تو مذہب پر زیادہ کرنا جائز الشہادہ کا چنانچہ ظہیریہ میں ہے ہمارے اکثر مشائخ نے کہا کہ یہ قول ترجیح کے لائق ہے اسی خصاف کی شرح ادب القاضی میں ہے کہ تکمیہ کی آٹھ شرطیں اول یہ کہ گواہی قاضی عادل عالم کے پاس ہو دوم یہ کہ مزکی شاہد کو زمانچکا ہو شرکت یا معاملہ یا سفر سے سوم مزکی کو معلوم ہو کہ شاہد غائب ہے چہارم یہ کہ شاہد دنیا را اور درم کی خواہش معاملگی میں مبتلا نہ ہو پنجم یہ کہ اداء امانت میں قاصر نہ ہو ششم یہ کہ راست گو ہو ہفتم یہ کہ کبائر سے مجتنب ہو ہشتم یہ کہ صغائر پر مصر نہ ہو اتقی ملائی الطحطاوی والتعدیل من الخصوص الذی لم یرجع الیہ فی التعدیل لم یصح اور تعدیل یعنی عادل کہنا اس مدعا علیہ سے جسکی طرف تعدیل میں رجوع نہیں کیا گیا صحیح نہیں ہم جبکہ مدعا علیہ کی تعدیل صحیح نہوئی تو مدعی کی تعدیل بطریق اولی صحیح نہیں حموی نے کہا تعدیل خصم اسواسطے صحیح نہیں کہ بسا اوقات اسکے شہود کے گمان میں مدعا علیہ کا تو یہ ہی انکار دعوی میں رسیلہ ہے اپنے اصرار میں لہذا وہ معدل ہونے کی لیاقت نہیں رکھتا فلو کان ممن یرجع الیہ فی التعدیل صح بزازیہ تو اگر یہ مدعا علیہ اُن لوگوں میں ہو جنکی طرف تعدیل میں رجوع ہوتی ہو تو اب تعدیل اسکی صحیح ہے کذا فی البزازیہ والمراد بتعدیلہ تزکیتہ بقولہم ھو عدل وذا دلکنہم اخطاؤا لقصور فہم ہذا اور مدعا علیہ کی تعدیل سے مراد اسکا تزکیہ ہے یوں کہنے سے کہ شاہد عادل ہیں خواہ اُسنے یہ قول زیادہ کیا ہو لیکن شاہدان نے خطا کی یا بھول گئے یا نہ زیادہ کیا ہو صحیح جب مدعا علیہ مرجع الیہ فی التعدیل ہو تو اسکی تعدیل صحیح ہوگی اور خطا یا نسیان کا قول باطل ہوگا واما قولہ صدقوا او ھم عدول صدقۃ فانہ اعتراف بالحق فیقضی باقرارہ بالبینۃ عند الجحود اختیار اور مدعا علیہ کا یوں کہنا کہ شاہد سچے ہیں یا وہ عدول ہیں سچے سو یہ توحق مدعی کا اعتراف اور اقرار ہے تو قاضی اسکے اقرار پر حکم کرے نہ گواہوں پر انکار کے وقت کذا فی الاختیار ہم یعنی اگر مدعی مدعی کا انکار کرے اور شاہدوں کو سچا کہے تو یہ درحقیقت ما قبال دعوی ہے تو اب جہاں مدعا علیہ کے اقرار پر حکم ہوگا گواہوں کی کچھ حاجت نہیں اور اسکا انکار بسبب تناقض کے لائق التفات کے نہیں واللہ اعلم وفی البرہان اذا شہد فی زمانہ التعدیل العزیمۃ اذا المجہول لا یعرف المجہول واخرہ المصنف ثم نقل عن الصیرفیۃ تفویضہ للقاضی بجار الربوں میں ہے تہذیب فارسی سے کہ قسم والی جاوے گا گواہوں کو ہمارے زمانے میں بسبب متعذر ہونے تزکیہ کے اسواسطے کہ مجہول کو اذ مجہول نہیں جانا سکتا مجہول کو اور مصنف نے اپنی شرح میں اسکو قول کی ثابت رکھا ہے پھر اُسنے صیرفیہ سے نقل کیا سپرد کرنا حلف کا قاضی کو یعنی اگر قاضی مناسب دیکھے تو شاہدوں سے قسم لے ہم تزکیہ کو متعذر رہنا بسبب غلبہ فسق فجور کے اور مجہول الحال سے مزکی مراد ہے اور مجہول الحال فی زمانہ شاہد یعنی مزکی کی عدالت اس زمانے میں خود مجہول ہے تو وہ شاہد مجہول کو کیا جانے اور لگا تلمذ ولا یناس عامۃ عن الاشباہ میں کہتا ہوں اور مجہول وہ قول ہے اشباہ سے ذکر ہو چکا ہم کتاب القضا میں قبیل تحکیم اشباہ سے مذکور ہو چکا کہ اگر سلطان اپنے قاضیوں سے تحلیف شہود کا امر کرے تو علماء اسکا تضییع کرنا واجب ہے اسطرح کہ کمیں کی تحلیف شہود سے اپنے قاضیوں کو اُمرا کی جبر سے تیری ناخوشی لازم آوے اگر وہ تیری مخالفت کریں یا خالق کی ناخوشی اگر وہ تیری موافقت کریں انتہی علامہ مقدسی نے ردو کرتے قول کو تہذیب کے کہا کہ یہ امر مخفی نہیں کہ تحلیف شہود کا قول کتب معتمدہ مانند خلاصہ اور بزازیہ کے مخالف ہے کہ شاہد پر قسم نہیں یوں نہیں کہہ سکتا کہ تحلیف شہود پر عمل واجب ہے اسواسطے کہ شاہد مجہول ہے مزکی کے مانند غالبا اور مجہول بنا نہیں کیجاتا مجہول کیونکہ ہم یوں کہتے ہیں کہ فی الواقع حال اسی طرح ہے لیکن فقیہ نے کہا کہ اگر ایسا استقصا کیا جاوے یعنی تفتیش عدالت و تقوی میں نہایت کدوکاوش کیجاوے تو دایرہ تنگ ہو جاوے اور کوئی مومن بلا عیب نہ رہے چنانچہ فائق نے کہا ہے ومن فروع الزی یعنی بجایا وکھانا یکفی المرء مثلا ان تعتد معاشرہ یکذا فی الطحطاوی یعنی ایسا کون ہے جسکے سب خصال پسندیدہ ہوں مرد کی خوبی کیواسطے اتنا کافی ہے کہ اسکی تیرا یمان غنی عاوین واشاھد لہ ان یشہد بما سمع اور رای فی مثل البیع ولو بالتعاطی فیکون من المروی ولو اورد ولو بالکتاب فیکون مرئیا اور شاہد کو جائز ہے کہ گواہی دے اُسکی جسکو سنے یا دیکھے بیع کے مثل

اگرچہ یہ طریق تعاطی کے ہو تو بیع بالتعاطی منعقد مرئیات اور مبصرات کے ہو کی اور مانند اقرار کے اگرچہ اقرار بطریق لکھنے کے ہو تو یہ اقرار محلہ مبصرات ہو کا کام یعنی اگر مشہود علیہ موصوفات سے ہو تو اسکو سنکر اور اگر مرئیات سے ہو تو دیکھکر گواہی دینا جائز ہوا ور گا جیسے شہادت مسموع اور مرئی دونون ہوتی ہو دو اعتبار سے اور اسی طرح انعقاد اگر بطریق قبول سے ہو تو وہ مسموعات سے ہو اور اگر تعاطی سے ہو تو مرئیات سے ہو اور تعاطی میں گواہ دینے کی گواہی دین اور اگر مبیع کی گواہی دینگے تو بھی جائز ہو جیسا کہ نزازمین ہو اور خریداری کی شہادت مین بیان قدر ضرور ہی اسواسطے کہ بغیر مجہول کی خریداری پر علم کرنا صحیح نہین اور اقرار لسانی مسموعات سے ہو اور اقرار بالکتابہ مرئیات سے لیکن معلوم کرنا چاہیے کہ اگر کوئی شخص نے اپنا اقرار شاہدون کے روبرو لکھا اور کچھ نہ کہا تو یہ اقرار نہین اور نہ گواہی دینا اس طرح کہ اسنے اقرار کیا حلال نہین کیونکہ لکھنا گاہے نقاشی سیاہی یا قلم کیواسطے ہوتا ہی اور اگر کتابت بصدر اور مرسوم ہو اسطرح کہ شخص غائب کو بطریق رسالت اور پیام کے یون لکھے کما بعد فلنک علی کذا یعنی بعد حمد یا سلام در ابتدا کرا ی مخاطب کہ تیرے بھیجے اتنے درہم مین ہیں و اگر لکھے اور شہود کے روبرو پڑھے تو انکو اسکے اقرار کی گواہی دینا درست ہو اگرچہ کاتب نے یہ نہ کہا ہو کہ تم گواہ رہنا میرے اقرار کے اور گرشاہدون کے روبرو لکھا اور کہا اسکے گواہ رہنا تو اگر انکو اسکا نوشتہ معلوم ہو تو یہ اقرار ہو اور نہین تو اقرار نہین اور گونگے کی کتابت تو بالضرور مصدر اور معنون چاہیے اگرچہ غائب کے واسطے اقرار ہو کذا فی الطحطاوی وحکم الحاکم والغصب والقتل وان لم یشہد علیہ ولو مختفیا یری وجہ المقر وقمہ اور غائب ہو گواہی دینا حاکم کے حکم اور غصب اور قتل کی اگرچہ شاہد کو اسپر گواہ نہ کیا ہو گو کہ شاہد اسوقت چھپا لکھا ہوا اسطرح پر کہ مقر کا منہ دیکھتا ہو اور اسکا اقرار سنتا ہو مر خلاصہ مین ہو کہ اگر مقر نے کہا کہ میرے اقرار کی جو تونے سنا گواہی نہ دینا تو بھی گواہی دینا جائز ہے انہی درصورت سکوت مقر بطریق اولی گواہی جائز ہے اور اگر شاہد مقر کو دیکھتے ہون و اسکا کلام سنتے ہون تو انکو گواہی اسکے اقرار کی دینا حلال نہین مگر درصورت آیندہ متن کذا فی الطحطاوی ولا یشہد علی محجب سماعہ الا اذا تبین القائل بان لم یکن فی البیت غیرہ لکن لو دستر لا یقبل اور شخص دیوار وغیرہ کی آڑ مین ہو اسپر گواہی نہ دے اس سے بات سنکر مگر جبکہ ظاہر ہو جاے قائل اسطرح پر کہ نہو کوئی کوٹھری مین سواے اسکے لیکن اگر شاہد آڑ کی سماعت کو بیان کریگا تو گواہی مقبول ہوگی کذا فی الدر مختار یعنی جبکہ شاہد کو ٹھری مین فی الفور ہو اور یہ بیان ایکسر کو دیکھا یعنی شاہد کل کر اسکے دروازے پر بیٹھا اور اسکی کوٹھری مین کوئی راہ نہین سواے دروازے کے تو جواز کے اقرار کی گواہی جائز ہے کذا فی الطحطاوی عن الخصاف او یری شخصہا ای القائلہ مع سماعہ اثنین بانہا فلانۃ بنت فلان بن فلان لا ابن فلان للشہادۃ علی الاسم والنسب وعلیہ الفتوی جامع الفصولین یا شاہد عورت کلام کرنیوالی کا جسم دیکھے دو مردون کی یون گواہی دینے کے ساتھ کہ وہ عورت فلانی ہے فلان بن فلان کی بیٹی اور یہ یعنی دو شخصون کی خبر عورت کے اسم اور نسب پر گواہی کیواسطے کافی ہے احوط اسی قول پر فتوی ہے کذا فی جامع الفصولین مر رویت شخص کی قید اسواسطے لگائی کہ نقاب دار عورت کی صحت پر اسکا چہرہ دیکھنا شرط نہین بعض مشائخ کے نزدیک چنانچہ شرنبلالیہ مین ہو اگر عورت کا جسم نظر آوے اور ردو مر دشاہد سے کہیں کہ یہ فلانی عورت ہے تو اسکو گواہی دینا جائز نہین چنانچہ ابن غانم سے مروی ہے جامع الفصولین مین ہو کہ اگر دعوا نام اور نسب تجرد کا مذکورہ کا تباوین فی عادیین کو لائق ہو کہ فرع کو اپنی شہادت پر شاہد کریں یا شاہد عورت پر نام اور نسب اور حق کی گواہی دے کذا فی الملا صالہ دے کذا فی الخلاصہ

فرع مسئلہ محقہ سراج کافی الجواہر عن محمد لا ینبغی للفقیہ ان یکتب الشہادۃ الا ان تذکرہ الاداء بعضہم المدعی علیہ فیضرہ جواہر مین ہو محمد بن جس سے کہ اہل فقہ اور اہل علم کو لائق نہین گواہی لکھنا یعنی وثائق پر اسواسطے کہ ادا سے شہادت کیوقت مدعا علیہ نفیض پیدا کریگا اور اس سے تو بعض اسکو مرکریگا بعض وہ بدتر یہ ہو کہ یہ ناحق بغض ہو اور لوگون سے بچ تر عا محبوب ہین یعنی اہل علم کی محبت شرعاً لازم اور تحمل شہادت آخر کا موجب بغض ہو گا تو اہل علم کو گواہی نہ لکھنا خوب ہی یہ اس صورت مین ہو جبکہ اہل علم مین تحمل یا ادا سے شہادت متعین نہو و ان کان بین الخطین اخرج المدعی خطہ اقرار المدعی علیہ فانکر کونہ خطہ فاکتب فکتب وبین الخطین مشابہ طاہرۃ علی انہما خط کاتب

وَاحِدٍ لَا يُحْكَمُ عَلَيْهِ بِالْمَالِ هٰذَا الصَّحِيحُ خَانِيَةٌ وَإِنْ فَتَى قَارِي الْهِدَايَةِ بِخِلَافِهِ فَلَا يُعَوَّلُ عَلَيْهِ وَإِنَّمَا يُعَوَّلُ عَلَى هٰذَا التَّصْحِيحِ كَانَ قَاضِي خَانْ مِنْ أَجِلِّ مَنْ يُعْتَمَدُ عَلَى تَصْحِيحِهِ كَذَا ذَكَرَهُ الْمُصَنِّفُ هُنَا وَفِي كِتَابِ الْإِقْرَارِ وَاعْتَمَدَهُ فِي الْأَشْبَاهِ اور اگر دونوں میں تشابہ ہو اس طرح کہ مدعی افرار نامہ لکھالے مدعی علیہ کے خط سے سو مدعی علیہ نے اپنے خط پہچاننے سے انکار کیا سو مدعی علیہ سے آزمایش کچھ اسطے کچھ لکھا یا دیا سو اُسنے لکھا اور حالانکہ دونوں خطوں میں ایسی مشابہت ظاہر ہو کہ دونوں خط ایک ہی کاتب کے ہیں تو مدعی علیہ پر ثبوت مال کا حکم نہ ہوگا یہی قول صحیح ہے کذا فی الخانیۃ اگرچہ قاری ہدایہ نے اسکے مخالف فتوی دیا ہو یعنی ثبوت مال کا تو اسپر اعتماد نہ کیا جائیگا اعتماد تو فقط اُس خانیہ کی تصحیح پر ہوگا اسواسطے کہ جن لوگوں کے تصحیحات پر اعتماد ہوتا ہے اُنمیں سے قاضی خان زیادہ جلیل القدر ہیں ایسا کچھ مصنف نے اپنی شرح میں بیان اور کتاب الاقرار میں ذکر کیا ہے اور اسی قول پر اشباہ میں اعتماد کیا ہے ہم مشابہت خطین سے عدم حکم ثبوت مال کی وجہ یہ ہوگی کہ مشابہت خط اس سے زیادہ تر نہیں کہ مدعی علیہ اقرار کرے کہ یہ میرا خط ہے اور میں نے اُسکو لکھا ہے لیکن مجھ پر مال نہیں ہے تو اُس اقرار سے مال واجب نہیں ہوتا تو اسیطرح تشابہ تصحیح سے بھی واجب نہ ہوگا کذا فی الفتح لکن فی شرح الوهبانية تَوَقَّفَ هٰذَا خَطِّي لٰكِنْ لَيْسَ عَلَيَّ هٰذَا الْمَالُ إِنْ كَانَ الْخَطُّ عَلَى وَجْهِ الرِّسَالَةِ مَصْدَرًا مَعْنُونًا لَا يُصَدَّقُ وَيَلْزَمُ بِالْمَالِ وَخَرَجَ فِي الْمُلْتَقَطِ وَفَتَاوَى قَارِي الْهِدَايَةِ فَوَاجِبٌ ذٰلِكَ لٰكِنْ شَرَحَ وَهْبَانِيَّتَهُ اگر مدعی علیہ کہے کہ یہ میرا خط ہے لیکن مجھ پر مال نہیں ہے اگر خط ابتدا بیان پیام کے مصدر اور معنون ہو تو انکار مدعی علیہ کی تصدیق نہ ہوگی اور مال اُسپر لازم کیا جائیگا اور یا مانند اسکے ملتقط اور قاری ہدایہ کے فتاوی میں ہو تو اُسکی طرف مراجعت کرو ہم یہ قول ہے قاضی نسفی کا کہ اگر غائب کو بطریق رسالت یوں لکھے اما بعد فلک علی کذا تو یہ مال کا اقرار ہے اسواسطے کہ مکتوب غائب سے ایسا ہے جیسے خطاب حاضر سے تو کاتب متکلم قرار دیا جائیگا انتہی لیکن جمہور علماء اسکے خلاف ہیں اسواسطے رد لکھنا گیا ہے تجربہ کیواسطے بھی ہوتا ہے کذا فی البحر لَمْ أَرَ مَا لَوْ شَهِدَ عَلَى شَهَادَةِ غَيْرِهِ مَا لَوْ شَهِدَ عَلَيْهِ وَقَيَّدَهُ فِي النِّهَايَةِ بِمَا إِذَا سَمِعَهُ فِي غَيْرِ مَجْلِسِ الْقَاضِي تَأَمَّلْ وَإِنْ لَمْ يَشْهَدْ عَلَى شَهَادَتِهِ شَرْنَبْلَالِيَّةٌ عَنِ الْجَوْهَرَةِ اور نہ گواہی دے اپنے غیر شخص کی گواہی پر جبتک کہ شخص غیر اسکی شہادت پر گواہ نہ کرے اور نہایہ میں اس مسئلہ کی یہ قید لگائی ہے کہ جب غیر کی شہادت قاضی کی مجلس کے سوا اور کہیں سنے تو گواہی دینا جائز نہیں بدون اسکے گواہ کرنے کے اور اگر حکمۃ قضا میں اُسکو سنے تو گواہی دینا درست ہے اگرچہ غیر شخص نے اسکو گواہ نہ قرار دیا ہو کذا فی الشرنبلالیہ عن الجوہرہ ہم وجہ جواز یہ ہے کہ شہادت اب لازم ہوا اور یہ تعلیل اسکی مفید ہے کہ قاضی نے اُس شہادت پر حکم کر دیا کذا فی الحموی اسواسطے کہ شہادت بدون فصل لازم نہیں وَيُخَالِفُهُ تَصْوِيرُ صَدْرِ الشَّرِيعَةِ وَغَيْرِهِ اور نہایہ کی قید مذکور کے مخالف ہے صدر الشریعہ وغیرہ کی تصویر ہم صدر الشریعہ نے اس مسئلہ کی صورت یوں بیان کی ہے کہ ایک مرد نے قاضی یا اسکے دائے شہادت کو سنا تو اُسکو اُسکی گواہی پر گواہی دینا جائز نہیں انتہی تو اگر اسکو قبل قضا پر محمول کیجیے تو منافات مرتفع ہو جاے کذا فی الطحطاوی وَهُوَ يَسْتَلْزِمُ الْفَصْلَ وَقَبُولَ التَّحْمِيلِ وَعَدَمَ النَّهْيِ بَعْدَ التَّحْمِيلِ عَلَى أَنَّ الظَّاهِرَ وَالنِّهَايَةَ قَيْدٌ مُخَالِفٌ فَيُفْتَى بِهِ اور ظاہر اور نہایہ کی قید کے مخالف ہے فتا کا یہ قول کہ ضرور ہے تحمیل سے یعنی گواہ کر دینے سے اور ضرور ہے قبول تحمیل اور عدم نہی سے بعد تحمیل کے بقول ظاہر ہم تو لہم عطف ہے تصویر اور مواضع ثلثہ میں تحمیل مصدر ہے باب تفعیل کا وہ بحسب لغت یہ ہے کہ تحمیل اور قبول تحمیل یہاں حاصل نہیں اسواسطے کہ شاہد عند القاضی نے اُسکو گواہ نہیں کیا اور سامع نے اُسکو قبول نہیں کیا اور جواب یوں ممکن ہے کہ شہادت بعد از قضا بمنزلہ قضا کی شہادت کے ہے کذا فی الطحطاوی نَعَمْ الشَّهَادَةُ بَعْدَ قَضَاءِ الْقَاضِي صَحِيحَةٌ وَإِنْ لَمْ يَشْهَدْ هُوَ الْقَاضِي عَلَيْهِ وَقَيَّدَهُ أَبُو يُوسُفَ بِمَجْلِسِ الْقَضَاءِ وَهُوَ الْأَحْوَطُ ذَكَرَهُ فِي الْمُحِيطِ صَحِيحٌ یہاں حکم قاضی کی گواہی صحیح ہے اگر قاضی نے شاہد پر گواہ نہ کیا ہو اور ابو یوسف نے شہادت قضا کو مجلس قضا کے ساتھ مقید کیا ہے یعنی شہادت حکم کی بلا اشہاد اُسوقت صحیح ہے جبکہ شاہد میں نے قاضی کا حکم مجلس قضا میں سنا ہو اور اسمیں زیادہ تر احتیاط ہے کذا فی الخلاصۃ كَفَى عَدْلٌ وَاحِدٌ فِي اثْنَا عَشَرَ مَسْئَلَةً عَلَى مَا فِي الْأَشْبَاهِ مِنْهَا إِخْبَارُ الْقَاضِي بِأَنَّ فُلَانًا أَوْصَى بَعْدَ الْمُدَّةِ كِفَايَتْ کرتی ہے ایک عادل کی خبر بارہ مسئلوں میں جنانچہ اشباہ میں ہے انمیں سے ایک

قاضی کا خبر دینا ہی محبوس کے اطلاق من العدالت جس کے حق عادل کی قید واسطے الخ کی مشعور العدالت کی خبر اور بسیط مشعور العدالت کی خبر دونوں میں قبول نہیں خبر قاضی کی یہ صورت ہو کہ قاضی نے ایک شخص کو محبوس کیا اُس مال میں جو دوسرے مال کا عوض ہو اور مدعی علیہ مفلس ہے اپنے افلاس کی دعوی کیا تو اُسکی تصدیق نہ کرے اور جب حال معلوم تک سکو مقید رکھے پھر جب اس حالت کے بعد شخص عادل اُسکے افلاس کی خبر دے تو اُسکی خبر کو قبول کرے اور اُسکو چھوڑ دے کذا فی الطحطاوی وَالتَّزْكِيَةُ اَیْ تَزْكِيَةِ السِّرِّ وَاَمَّا تَزْكِيَةُ الْعَلَانِيَةِ فَشَهَادَةٌ اِجْمَاعًا اور عادل واحد کافی ہو تزکیہ میں یعنی تزکیہ مخفی میں اور تزکیہ علانیہ نہ تو گواہی ہو بالاجماع ہم اور تزکیہ علانیہ میں وہ شرط ہی جو شہادت میں شرط ہی سوائے لفظ شہادت اور ظاہر تزکیہ علانیہ میں دو عادل یا ایک عادل اور دو عادل عورتیں مراد ہیں بینہ قاضی کو چاہیے کہ اُسکو مزکی شہود مقرر کرے جو لوگوں کے احوال خوب تر جانتا ہو اور لوگوں سے اختلاط رکھتا ہو اور خود عادل ہو اور جانتا ہو کہ کون چیز جرح ہی اور کون نہیں لالچی اور مفلس نہو مال پاکر دھوکا نہ کھاوے اور اگر شاہد کے پڑوسی میں یا اہل زار میں کوئی شخص لائق اعتماد کے نہو تو اب تو اُنکا اخبار معتبر ہوگا یعنی عدالت شہود میں کذا فی الطحطاوی وَتَرْجَمَةُ الشَّاهِدِ وَالْخَصْمِ اور شاہد اور خصم کے ترجمے میں ایک عادل کافی ہی ہم مصباح میں ہی ترجمہ کلام عربی بولتے ہیں جبکہ متکلم اپنے کلام کو ظاہر اور واضح کرے و ترجمہ کلام غیر کو بولتے ہیں جبکہ غیر کے کلام کو دوسری بولی میں تفسیر کرے اور اسم فاعل ترجمان ہی بفتح تا و ضم جیم لغت فصیح میں اور ضمہ تا بھی جائز ہی اور گاہے جیم اور تا دونوں کو مفتوح بولتے ہیں انتہی امام اعظم رحمۃ کے نزدیک شرط ہی گواہ اور خصم کا مترجم اندھا نہو اور اگر قاضی شاہد اور خصم کی زبان جانتا ہو تو ترجمہ کی کچھ حاجت نہیں اور مترجم کو مقرر کرنا جائز ہے اور اسلام دونوں میں داخل ہوا ہو چنانچہ زید میں ثابت ہے حکم سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم لغت عبرانی سیکھ کر عربی میں ترجمہ کیا کرتے تھے کذا فی الطحطاوی وَالرِّسَالَةُ مِنَ الْقَاضِي اِلَى الْمُزَكِّي وَالْمُتَرْجِمَيْنِ اَحْوَطُ اور کافی ہی عادل واحد پیام رسانی میں قاضی سے مزکی کیطرف اور دو شخصوں کے ہونے میں زیادہ احتیاط ہی ہم اسیطرح مزکی کی پیام رسانی میں قاضی کیطرف عادل واحد کافی ہی وَجَازَ تَزْكِيَةُ عَبْدٍ وَصَبِيٍّ قَالُوا اور جائز ہی تزکیہ غلام کا اپنے قبیلی کے واسطے اور بچہ کا تزکیہ اپنے والد کا تزکیہ اپنے والد کیواسطے وکذا بالعکس کذا فی الطحطاوی وَقَدْ نَظَمَ ابْنُ وَهْبَانَ مِنْهَا اَحَدَ عَشَرَ فَقَالَ اور الصبۃ ابن وہبان نے وہبانیہ میں بارہ مسائل مذکورہ سے گیارہ مسئلہ نظم میں بیان کیے ہیں موبون لہا سے وَيُقْبَلُ عَدْلٌ وَاحِدٌ فِي تَقَوُّمٍ + وَتَرْجِمَةٍ وَالْعَدْلُ قَبْلَ قَبَارِشٍ بفتح ر اور بضم ہی عادل واحد کا کلام قیمت ٹھہرانے میں اور جرح اور تعدیل شاہد میں اور دیت مقدر میں ہم یعنی صیدہ محرم کی قیمت ٹھہرانے میں اور تلف کردہ کی قیمت میں اسطرح کہ ایک شخص نے دوسرے شخص کی کوئی چیز تلف کر ڈالی سو مدعی سے دعوی کیا کہ اُسکی قیمت اتنی تھی اور مدعا علیہ کہتا ہو کہ اتنی قیمت اُسکی نہ تھی تو اُسکے اثبات قیمت میں عادل واحد کا قول کافی ہی لیکن بنصاب مرفہ اس کلام سے مستثنے ہیں کہ اسمیں دو شخصوں کی تعدیل ضرور ہی چنانچہ غنا میں ہی ہو سو کے زخموں کی دیت ٹھہرانے میں مثلاً ایک عادل کافی ہی سے وَتَرْجَمَةُ وَالسَّلَمُ هَلْ هُوَ جَيِّدٌ + وَاَفْلَاسِهِ بِالسُّؤَالِ وَالْعَيْبِ بِقَبْلُ اور مقبول ہی عادل واحد کا کلام ترجمہ میں اور مسلم فیہ میں کہ وہ عمدہ ہی یا ناقص اور افلاس محبوس میں اور قاضی کی پیام رسانی میں اور عادل عیب کو ظاہر کرتا ہی ہم سلم سے سلم فیہ مراد ہی چنانچہ جب مسلم فیہ حاضر ہوا اور رب السلم اور مسلم الیہ میں اختلاف ہوا اُسکے عمدہ یا ناقص ہونے میں تو عادل واحد کا قول اسمیں کافی ہی اور جبکہ بائع اور مشتری میں اختلاف ہو عیب بیع کے اثبات میں تو عادل واحد کا قول اسمیں کافی ہی کذا فی الطحطاوی سے وَصَوْمٍ عَلَى مَامَّةٍ اَوْ عِنْدَ عِلَّةٍ + وَمَوْتٍ اِذَا الشَّاهِدَيْنِ يُخْبِرُ + اور صوم میں چنانچہ مذکور ہو چکا یا علت ہونے کے وقت اور موت میں جبکہ دو شاہدوں کو ایک عادل موت کی خبر دے ہم مذکور ہو چکا کہ ہلال رمضان میں عادل واحد کی خبر کافی ہی اگرچہ آسمان پر علت نہو مانند ابر اور غبار کے یہ روایت ہی حسن کی اور ظاہر الروایہ یہ ہی کہ در صورت علت مذکورہ عادل واحد کافی ہی اور اگر عادل میت انسان کی خبر دے تو شاہدین کو اُسکی موت کی گواہی دینا جائز ہی کذا فی الطحطاوی وَالتَّزْكِيَةُ لِلذِّمِّيِّ تَكْفِي بِالْاَمَانَةِ فِي دِينِهِ وَلِسَانِهِ دِيَانَتِهِ وَاتِّجَارِهِ صَاحِبُ بِقَطْفَةٍ فَاِنْ لَمْ يَعْرِفْهُ الْمُسْلِمُونَ سَاَلُوا عَدْلَيْنِ مِنْ عُدُولِ الْمُشْرِكِينَ اخْتَبَرَا اور تزکیہ ذمی کا ہونا امانت داری سے

اسکے دین اور زبان اور ہاتھ مین اور یہ کہ وہ ہوشیار ہو موت نہین پہچانتے ہون تو اسکا حال عدول سے کہین سے دریافت کرین کذا فی الظہیریہ
اور دین ذمی کی امانت داری یہ کہ اپنے معتقدات شریعت پہ محافظ ہو اور زبان کی امانت داری یہ کہ جھوٹ نہ بولتا ہو اور ہاتھ کی امانت داری شاید یہ کہ سارق نہو
اور کثیر نے کہا کہ شارح کہتا کہ اگر یہ جانتے ہون تو قاضی عدول کفار سے اسکا حال دریافت کرے جیانچہ محیط اور اختیار مین ہو کذا فی الطحطاوی وفی الملتقط ثُمَّ
تَضَمَّنَ ثُمَّ اَسْلَمَ قُبِلَتْ شَهَادَتُهُ وَلَوْ تَنَصَّرَ الَّذِمِّیُّ لَا اَقْبَلُ اور ملتقط مین ہو کہ ایک نصرانی کی عدالت بیان کی گئی پھر وہ مسلمان ہو گیا تو اسکی گواہی مقبول
ہو یعنی وہ گواہی جو قبل اسلام دیچکا ہو اور اگر ذمی مست نصرانی مست ہوا تو گواہی اسکی مقبول نہین ہے طحطاوی نے کہا اسواسطے کہ فسق اور مستی کی حین مین حرام ہو
تو وہ فاسق ٹھہرا مثلاً ذمی کے دین مین وَكَاَنْ يَّشْهَدَ مَنْ رَاٰى خَطَّهُ وَلَمْ يَذْكُرْهَا اَوْ بِالْجَحَادَةِ اور وہ شخص گواہی نہ دے جسنے اپنا لکھا دیکھا اور رعادۃ اسکو
یاد نہین کذا القاضی والراوی لِاُسْتِيْعَابِهٖ الْخَطَّ لِلْخَطِّ اسی طرح قاضی اور راوی حکم نہ دے اور روایت نہ کرے اپنا خط دیکھکر کہ بدون یاد داشت کے
بسبب مشابہ ہونے ایک خط کے دوسرے خط سے ہم بنا صاحبین نے جمیع امور مین تنگ دی اختیار کی لہذا آن سے روایت احادیث مین قلت
واقع ہوئی باوجود کثرت سماع احادیث اسواسطے کہ امام نے بارہا مردون سے سماعت کی مگر امام کے نزدیک حفظ شرط ہو وقت سماع کے اور روایت کیے وقت
تو امام کے نزدیک شاہد کو واقعہ اور تاریخ اور مقدار مال اور صفت مال یاد رکھنا ضرور ہے تو اگر انمین سے کوئی چیز یاد نہو اور اسکو یقین ہو کہ یہ میرا خط ہے اور صحیح ہے
تو اسکو گواہی دینا لائق نہین اور اگر یاد ہو اسکے گواہی دینگا تو وہ شاہد زور ہے کذا فی المنح اور فقط تذکر مجلس شہادت کافی نہین وَجَزَمَ اَكْثَرُ فِيْ جُحُوْدِهٖ نَاحُنْ
بَحْرٌ عَنِ الْمُجْتَبٰى اور صاحبین نے اسکو جائز کہا ہے اگر کاغذ نومساسکے قبض اور حفاظت مین ہو اور اسی قول کو ہم لیتے ہین کذا فی البحر عن المجتبی ہم خلاصہ
مین ہے شاید یہ ہو کہ ممسک محفوظ ہو دست بدست نہ گیا ہو اور مدعی کے ہاتھ مین موجب سے کہ اسنے اپنا نام اور اپنی مہر الٹی سوا اگر ایسا نہو تو اسکو گواہی
دینا جائز نہین انتہی بحر الرائق مین ہے کہ ابو یوسف نے یہ قاضی اور راوی کیواسطے جائز کہا ہے نہ شاہد کیواسطے اور محمد نے کل مین جائز کہا ہے اعتماد کریا کتاب پر
جبکہ اسکو یقین ہو کہ یہ میرا خط ہے اگرچہ حافظہ یاد نہو لوگون پر آسان کرنے کیواسطے انتہی اور ظاہر کلام شارح مانند کلام صاحبین کے ہے کہ صاحبین اسپر متفق ہین اور
جو بحر الرائق مین ہے وہ معلوم ہو چکا اور اسیطرح عینی اور زیلعی مین ہے ابو سعود نے کہا وقع ثانی پر ممکن ہے کہ ابو یوسف سے دو روایتین ہین کذا فی الطحطاوی وَلَا يَشْهَدُ اَحَدٌ بِمَا لَا يَعْلَمُهٗ بِالْاِجْمَاعِ اِلَّا فِيْ عَشَرَةٍ عَلَى مَا فِيْ شَرْحِ الْاِهْبَانِيِّ اور نہ گواہی دے کوئی اُس چیز کی جسکو اُسنے معاینہ نہین کیا بالاجماع مگر دس مسئلون مین
بلا معاینہ گواہی درست ہے چنانچہ وہ بیانیہ کی شرح مین ہے ہم عدم معاینہ سے مراد عدم یقین ہے یعنی جس چیز کا یقین حاصل نہین انکے حائنہ یا سماع سے اسکی
گواہی نہ دے اور سماع کی مثال عقود مین کذا فی الطحطاوی مِنْهَا الْعِتْقُ وَالْوَكَالَةُ وَالْوَصَايَةُ عِنْدَ الثَّانِيْ وَالْمُتَاَخِّرُوْنَ عَلٰى اَنَّهٗ يَصِحُّ بِهٰذَا اَلْمَذْهَبِ منجملہ مسائل عشرہ ایک عتق ہے جو
ابو یوسف کے نزدیک سماع پر بقول صحیح کذا فی البزازیہ شمس الائمہ سرخسی نے کہا کہ شہادت سماعت سے عتق مین بالاجماع مقبول ہو اور سرخسی کے استاد حلوانی نے
ذکر کیا کہ اسمین خلاف ثابت ہے سوا ابو یوسف سے جو نقول ہے تو معتمد عدم قبول ہے عتق مین جیسے دلامین عدم قبول معتمد ہے اور علامہ عبد البر کی شرح وہبانیہ
مین ہے کہ شہادت عتق مین یعنی سماعت حلال نہین ہمارے نزدیک خلافا للشافعی پھر آسنے حلوانی کا قول معتمد مذکور کیا اور دلامین محمد کا کلام مضطرب ہے اور ظاہر
امام کا قول معتمد ہے کیونکہ ابو یوسف کے قول کی تصحیح ثابت نہین اور مہر مین محمد سے دو روایتین ہین اصح یہ ہے کہ مہر تابع ہے نکاح کا یعنی قبول شہادت بالسماع
مین چنانچہ علامہ عبد البر نے اسکو مذکور کیا ہے اور اسی کے مانند ہے بحر الرائق مین طہیریہ اور بزازیہ اور خزانہ سے اور شرنبلالیہ مین ہے خلاصہ سے کذا فی الطحطاوی
وَالنَّسَبِ بہم نسب ہم تو جسنے ایک جماعت سے امامہ کے نزدیک یا دو عادل سے سنا صاحبین کے نزدیک کہ شخص فلان بن فلان ہے تو اسکو گواہی
دینا جائز ہے اگرچہ اسنے اسکی ولادت اسکے فراش پر نہین دیکھی اور فتوی صاحبین کے قول پر ہے کذا فی الطحطاوی وَالصَّوْتِ صوت ہم تو جب لوگون
سے سنا کہ فلانا شخص مر گیا تو اسکو موت کی گواہی دینا درست ہے اگرچہ اسنے موت کا معاینہ نہ کیا ہو بزازیہ مین ہے کہ ایک مرد نے عورت سے کہا کہ اگر تیرا شوہر مر گیا

تو اُسکو نکاح کرلینا درست ہے اگر مخبر عادل ہو انتہی محیط مین ہے کہ اگر انسان کی موت کی خبر ائی سواسکے اپنون نے وہ سامان کیا جو میت پر ہوتا ہے تو جہاں تک مین اُسکی موت کی خبر دے یہانتک کہ شخص معتاد اُسکو یہ خبر دے کہ مین نے اُسکی موت کا معاینہ کیا اسواسطے کہ یہ سامان کیا ہے موت پر مقدم ہوجاتے ہین قہستانی سے یا مال کے بانٹ لینے کے حیلے کیواسطے کذا فی الطحطاوی والنکاح ہ نکاح ہم نے اگر جماعت سے سنے امام کے نزدیک اور دو عادلون سے سنے صاحبین کے نزدیک تو نکاح کی گواہی دینا جائز ہے خانیہ مین ہے کہ شہادت بشہرت اور تسامع نکاح مین جائز ہے تو اگر ایک مرد کو ایک عورت پاس آنے جاتے دیکھے اور لوگون سے سنے کہ فلانی عورت فلانے مرد کی جورو ہے تو اسکو اُسکی زوجیت کی گواہی دینا جائز ہے اگرچہ اُسنے عقد نکاح کا معاینہ نہین کیا اور درمختار مین ہے کہ اگر ایک شخص نے مرد اور عورت مین اختلاط اور انبساط دیکھا جیسے جورو خاوند مین ہوتا ہے تو گواہی دے کہ وہ اُسکی جورو ہے کذا فی الطحطاوی قہستانی

بذجملہ دخول بزوجیہ یعنی یہ بھی باسمع ہے اور قبول شہادت پر احکام مترتب ہین چنانچہ عدت اور مہر اور نسب دوکما فی القاضی ہ ولایت قاضی یعنی جب سنا کہ فلانا شخص قاضی ہوا فلانے شہر کا تو اسکو اُسکی قضا کی گواہی دینا درست ہے اگرچہ اُسنے تقلید سلطان کا معاینہ نہین کیا بحرالرائق مین معراج سے ہے کہ امیر قاضی کے مانند ہے تو امارت کی شہادت کو بھی زیادہ کرنا چاہیے وَاَصْلُ الْوَقْفِ الخ اصل وقف ہم یون گواہی دی کہ یہ وقف ہے فلانے موضع یا فلانی جماعت پر اور کیا ذکر مصرف کا شرط ہے یا نہین کافی مین ہر غینانی سے مروی ہے کہ ہان شرط ہے اور خزانہ مین ہے کہ شرط نہین بقول مختار اگر وقف قائم ہے تو تغیرون کی طرف مصرف ہوگا قیل وشرائطہ علی المختار کما مرّ فی باب ما یرجع اور قول ضعیف مین شرائط وقف کی بھی گواہی باسماع درست ہے بقول مختار چنانچہ مذکور ہوچکا وقف کے باب مین ہم طحطاوی نے کہا اسکو صیغہ تمریض کرکے نقل کیا بلاوجہ ہے کیونکہ دونون قول کی تصحیح ثابت ہے بحرالرائق مین فصول عمادی سے ہے کہ قول مختار یہ ہے کہ شرائط وقف پر گواہی دینا شہرت سے مقبول نہین انتہی اور مجتبی مین ہے قول مختار یہ ہے کہ شرائط وقف پر شہادت بشہرت مقبول ہے انتہی اور اسپر اعتماد کیا ہے معراج اور فتح القدیر مین وَاَصْلُہٗ ھُوَ کُلُّ مَا تَعَلَّقَ بِہٖ صِحَّتُہٗ وَتَوَقَّفَ عَلَیْہِ وَالَّا فَمِنْ شَرَائِطِہٖ اور اصل وقف ہر ایک وہ چیز ہے جس سے صحت وقف کی متعلق ہو اور جسپر وقف موقوف ہو اور اگر ایسا نہین تو وہ شرائط وقف سے ہے ہم تعلق صحت وقف شروط صحت وقف سے ہے چنانچہ وقف کا منجز ہونا متعلق و مسلم ہونا اور انجام کار کو اُس جہت کیواسطے مقرر کردینا جو منقطع نہو وغیر ذلک اور جسپر صحت موقوف نہین جیسے جہات مصرف کا ذکر کرنا چنانچہ امام اور موذن کا قولہ الشہادۃ بذلک اذا اخبرہ بھا بعد ما کاشیاء من تبقی الشاھد بہ من الخبر جماعۃ کما یتصور ذلک فی الکذب بلا شرط عدالۃ وشہادۃ العدلین الا فی الموت فیکفی العدل والواحد وھو المختار ملتقی وفتح تو شاہد کو بسبب تسامع کے گواہی دینا جائز ہے جبکہ ان اشیاء مذکورہ کی وہ شخص خبر دے جسپر شاہد اعتماد رکھتا ہے اُس جماعت کی خبر دینے سے جنکا متفق ہونا کذب پر متصور نہین بلا شرط عدالت مخبر مین یا وہ عادل کی شہادت سے سوائے موت کے کہ اُسمین ایک عادل کی خبر کافی ہے اگرچہ مخبر عورت ہو یہی قول مختار ہے کذا فی الملتقی والنفع ہم فتاوی صغری مین مذکور ہے کہ شہرت کی دو صورتین ہین ایک شہرت حقیقی چنانچہ تواتر دوسری شہرت حکمی کطرح کہ دو عادل مرد یا ایک مرد اور دو عورتین بلفظ شہادت خبر دین کہ فلانے مین ایک عادل کی خبر کافی ہے بلا لفظ شہادت انتہی مواضع مذکورہ مین باوجود عدم معاینہ بمجرد خبر اہل اعتماد و شہادت بطریق تسامع کے جائز ہے دفع حرج کیواسطے ورنہ کا تعطیل احکام لازم نہ آوے اسواسطے کہ اشیاء مذکورہ مین ہر شخص حاضر نہین ہوتا سوائے خواص کے کیونکہ نکاح مین ہر شخص موجود نہین ہوتا اور دخول روبرو مین کوئی واقف نہین ہوتا اور اسیطرح موت کو ہر شخص معاینہ نہین کرتا اور نسب کا ثبوت ہے سو یہان کوئی موجود نہین ہوتا سوائے دائی حنبائی کے اور سبب قضا تقلید سلطان ہے سو اسکا کوئی معاینہ نہین کرتا سوائے وزیر یا خواص کے اور اسیطرح وقف سے وہ احکام متعلق ہوتے ہین جو علی مرالدہور باقی رہتے ہین تو اگر ان امور مین تسامع مقبول نہو تو بڑا حرج لازم آوے اور احکام بالکل معطل ہوجاوین کذا فی العمادی اور ایک عادل کی خبر موت کی شہادت مین کافی ہے تو قضا کیونکر ثابت ہوسکے کیونکہ قاضی بدون دو شخص کی گواہی کے حکم نہ دیگا اور اگر موت کے وقت یا ایک ہی شخص موجود ہو تو اسکا طریقہ یہ ہے کہ وہ دوسرے کو خبر دے موت کی

پھر دونوں میں کرقاضی کے روبرو گواہی دیوے قاضی اُنکی شہادت پر حکم کرے کذا ذکرہ المسعودی وقیدہ شارح الوھبانیۃ بان لا یکون لاحدھما کبارث ومرتھن الخ وعبارۃ شارح الوھبانیۃ نے مخیر ہونے پر قید لگائی ہو کہ وہ متہم نہو چنانچہ وارث میت کا اور جسکے واسطے میت کے وصیت کی متہم ہو یہ کہ وارث شاہد اسواسطے مورث کی موت بیان کرتا ہو کہ اسکا مال بطریق وراثت کے حاصل کرے وتمامہ فی یدہ شیٔ سوی رقیق علیہ رقہ ویعتبر عن نفسہ والا فھو کمتاع فلان ان تشھد بہ انہ لہ ان لم تعلم ذلک انہ ملکہ اور جس شخص کے قبض اور موت تصرف مین کوئی چیز ہو سوائے اُس رقیق کے جسکی رقیت معلوم ہی اور وہ اپنا حال بیان کرسکتا ہو اور اگر رقیق صغیر ہو کہ اپنا حال بیان نہین کرسکتا تو وہ متاع اور اسباب کیمانند ہو تو جسکو اُس متاع مقبوض کی لون گواہی دینا درست ہی وہ قابض کی مملوک ہو شرطیکہ تیرے دل مین یہ بات واقع ہو کہ مقبوض قابض کی ملک ہی خلاصہ یہ ہو کہ جو چیز لونڈی غلام کے سوا الفد ہو یا اسباب زمین کی شہر کی قبض اور تصرف مین ہو اور شاہد کا دل گواہی دے کہ یہ چیز قابض کی مملوک ہی تو اُسکی ملکیت کی گواہی دینا درست ہی اسواسطے کہ قبض اور تصرف ملک کی پلے سرے کی دلیل ہی کیونکہ جمیع اسباب مین مرجع دلالت قبض ہی تو اسی پر اکتفا ہوگی اور صورت اُسکی یہ ہو کہ ایک چیز ایسی کہ قبض اور تصرف مین دیکھے پھر وہی چیز دوسرے شخص کے ہاتھ مین دیکھے اور پہلا آدمی اُسکی ملک کا مدعی ہو تو دیکھنے والے کو یہ گواہی دینا جائز ہو کہ وہ چیز مدعی کی مملوک ہی اور اگر مقبوض رقیق کبیر ہو تو گواہی رقیت یا حریت کو بیان کرسکتا ہو تو بھروسہ معائنہ قبض اُسکی مملوکیت کی گواہی جائز نہین اور اگر رقیق ایسا صغیر ہو کہ اپنا حال بیان نہین کرسکتا تو اب وہ متاع کے مانند ہو تو اُسکی مملوکیت کی گواہی معائنہ قبض سے درست ہی طحطاوی نے کہا یہ جو شارح نے جملہ زیادہ کیا کہ علم رقہ سو بلا وجہ ہو اور شارح کو دھوکا پڑا شرنبلالیہ کی عبارت سے مضمون عبارت مذکورہ کا یہ ہو رقیق میجر کے سوا یعنی جبتک نہ جانے کہ وہ رقیق ہو تو معائنہ قبض سے اُسکی رقیت کی گواہی نہ دے اور غیر میجر مین اُسکی رقیت کی گواہی دے انتہی یعنی معائنہ قبض سے مراد اُسکی یہ ہو کہ جو غلام اپنے حال کو بیان کرسکتا ہو تو اُسکی مملوکیت کی گواہی نہ دے معائنہ قبض سے مگر جبکہ اُسکی رقیت معلوم ہو اور یہ مطلب شارح کے کلام سے نہین نکلتا اور مگر شارح یون کہتا سو اُسے رقیق بصیر عن نفسہ والم یعلم رقہ والا فہو متاع تو کلام شرنبلالیہ تا انتہی شرنبلالیہ مین ہی غصب قلب یا لاتفاق شرط ہی اسواسطے کہ حلت متاع مین یقین ہونا اصل ہی تو عقد رقیق کے وقت شہادت طلبی کیطرف حاجت ہوگی اسواسطے کہ قبض دلیل ہوتا ہی بسبب حاصل ہونے گمان ملک کے پھر جو اب اسنے گواہی نہ دی تو ملک حاصل نہوا اور مجرد قبض صغیہ سو الدا علمانے کہا ہی کہ جب انسان گران قیمت موتی خاکروب کے ہاتھ مین دیکھے یا کتا چاہل کے پاس دیکھے جسکے قبضہ اور احاد یہ ہوئی اہل علم نہین ہوا تو اُسکی ملک کی گواہی قابض کیواسطے جائز نہین تو معلوم ہوا کہ فقط قبضہ کافی نہین انتہی اور یہ شرنبلالیہ کا شاہد گو وہ عادل اُسکی خبر نہ دین کہ چیز مقبوض غیر قابض کی ہی تو اگر خبر دین تو ملک قابض کی گواہی دینا جائز نہین چنانچہ خلاصہ مین ہی اور ایک عادل کی گواہی شہادت قلبی کی مزیل نہین مگر جبکہ تیرے دل مین یہ جم جاے کہ یہ شخص صادق ہی تو اب تجھکو اول قابض کیواسطے ملک کی گواہی دینا حلال ہی چنانچہ شلبی کے حاشیہ مین ہی خانیہ سے ولا لا اور نہین ونہین یعنی اگر تیرا دل ملک قابض کی گواہی نہ دے تو تجھکو اُسکی ملکیت کی گواہی دینا جائز نہین چنانچہ منصل مذکور ہو یکا ولو عاین القاضی ذا لید جاز لہ القضاء بہ وزادیہ ای اذا ادعاہ المالک وانما اذا ادعاہ المالک اور اگر قاضی اُسکو یعنی قبض اور تصرف کو معائنہ کرے تو اُسکو حکم دینا قابض کی ملکیت کا جائز ہی کذا فی البزازیہ یعنی اُسوقت حکم جائز ہی کہ جبکہ مالک اُسکا دعوی کرے اور اگر دعوی نکرے تو جائز نہین ھم دعوی ملک کی قید مین شارح صاحب کا تابع ہوا ہی اور صاحب بحر نے اس قید سے دفع ثانی کی ہی زیلعی کے کلام مین اور بزازیہ اور خلاصہ کے کلام مین اور زیلعی نے کہا کہ قاضی کو حکم دینا بمعائنہ قبض جائز نہین خلافا للخلاصۃ والبزازیہ تو صاحب بحر نے خلاصہ اور بزازیہ کا کلام حصول دعوی پر محمول کیا اور زیلعی کا کلام عدم حصول دعوی پر یعنی ابو سعود نے کہا کہ اس مخالفت کی کچھ حاجت نہین کیونکہ اس مسئلہ مین اختلاف ہی متقدمین اور متاخرین مین متقدمین کے نزدیک قاضی کو حکم دینا اپنے علم پر جائز اور متاخرین کے نزدیک جائز نہین فتح خلاصہ اور بزازیہ کا کلام متقدمین کے مذہب پر ہی اور زیلعی کا کلام متاخرین کے مذہب پر کذا فی الطحطاوی وان شہد الشاھد للقاضی ان شھادتہ بالسماع او بمعاینۃ الید رد ت علی الصحیح الا فی الوقف والموت اذا شہدا او قالا اخبرنا بہ من

لہ صورتہ جس مملوک کے ہاتھ مین دیکھے اُسکی مملوکیت کی گواہی دینا حلال ہی اور اسکے مملوک ہونیکی گواہی دینا حلال نہین ہی

بہ بقول علی ہمتہ خلافا لہما وان اگر شاہد بالتسامع قاضی سے بیان کرے کہ اسکی گواہی تسامع سے ہے یا معائنۂ قبض سے تو گواہی بقول صحیح مردود ہوگی مگر قضا اور موت میں جبکہ دونوں شاہد بیان کریں اور یوں کہیں کہ ہمکو وقت ماموت کی خبر دی ہے جسپر ہمکو اعتماد ہے تو بقول اصح گواہی مقبول ہوگی کذا فی الخلاصۃ ھو وی نے کہا علمانے فرمایا ہے کہ شاہد کو مناسب ہے کہ مطلق گواہی دے اور اسکی تفسیر نہ کرے یعنی تسامع یا معائنۂ قبض کو ذکر نہ کرے بل فی الغرصیۃ عن الخانیۃ معنی التفسیران یقول لا اشھد بالتاسامع التاس اقالو ولا لم نعاین ذالک ولکنہ اشتھر عندنا جائز ت فی الکل وصحح شارح الوھبانیۃ وغیرہ بلکہ درر کے حاشیہ غرری زادہ میں خانیہ سے منقول ہے کہ معنی تفسیر شہادت بالتسامع یہ ہے کہ شاہد یوں کہیں کہ ہمنے گواہی دی اسواسطے کہ نکاح وغیرہ لوگوں سے سنا اور اگر یوں کہیں کہ ہمنے اسکو معائنہ نہیں کیا لیکن وہ ہمارے نزدیک مشہور ہے تو جمیع امور میں شہادت بالتسامع جائز ہے اور شارح وہبانیہ وغیرہ نے اس قول کو صحیح کہا ہے ھم شہرت اور سماع من الناس میں فرق یہ ہے کہ شہرت وہ ہے جو سب لوگوں میں مشہور ہو یا اکثر میں اور سماع من الناس میں یہ بات حاصل نہیں کذا فی الطحطاوی واللہ تعالی اعلم

باب القبول وعدمہ

ای من یجب علی القاضی قبول شھادتہ ومن لم یجب کمن یعتاد قبولھا او کما یعلم بعجۃ شھادۃ الفاسق متاولا کما حققہ المصنف تبعا لیعقوب باشا وغیرہ یہ باب ہے قبول شہادت اور عدم قبول میں یعنی کس شخص کی شہادت قبول کرنا قاضی پر واجب ہے اور کسکی واجب نہیں نہ یہ کہ کسکی شہادت کا قبول کرنا صحیح ہے اور کسکی نہیں بسبب صحیح ہونے قضا کے فاسق کی شہادت سے مثلاً اور حالانکہ عدم قبول شہادت فاسق مذکور ہے چنانچہ اسکو مصنف نے اپنی شرح میں بتابع یعقوب باشا وغیرہ کے ذکر کیا ہے تقبل من اھل الاھواء ای اصحاب بدع لا تکفر بھا کجبریۃ وقدریۃ وخرجیۃ وتشیعۃ وتعطیلیۃ وکل مبتدعۃ اثنتا عشرۃ فرقۃ فضارت اثنتین وسبعین مقبول ہے گواہی اہل ہوی کی یعنی اہل بدعات کی جو منسوب بکفر نہیں چنانچہ جبریہ اور قدریہ اور خرجیہ اور تشبیہ اور تعطیلیہ اور ہر ایک ان چھ فرقوں میں سے بارہ فرقے ہیں تو اہل بدعات کے بہتر فرقے ہو گئے ھم ہوی عبارت ہے خواہش مذموم سے اور اہل ہوی ہی ایک فرقہ معین نہیں بلکہ جو مخالف سنت کے ہے تاویل فاسدہ اہل ہوی ہے مقرب ہیں ہر کہ اہل ہوا وہ لوگ ہیں جو مخالف رہے اہل سنت اور جماعت سے کچھ وی کر برائے اہل قبلہ ہوں یعنی آپ کو مسلمان کہتے ہوں انکی گواہی اسواسطے مقبول ہوئی کہ انکا فسق اعتقادی ہے اور بدعت میں اسکو نہیں ڈالا مگر اسکے مذہب نے یعنی اپنے نزدیک جو حلال اسنے بدعت سمجھا اسکی بخطاء فسق من حیث التعاطی کے فسق یعنی فاسق اعتقادی ہے متہم بہ کذب نہیں بخلاف فاسق فعلی کے کہ وہ متہم بکذب ہے لہذا اسکی گواہی مقبول نہیں جبریہ وہ فرقہ ہے جو قدرت عبد کی نفی کرے اور قدریہ وہ ہے جو حق تعالی کی قضا اور قدر کی نفی کرے اور کہے کہ عبد اپنے افعال کا خالق ہے اور رافضی فرقہ مشہور ہے اور خارجی وہ لوگ ہیں جو حضرت علی رضی اللہ عنہ اور طلحہ اور زبیر اور معاویہ کو کافر کہیں معاذ اللہ اور اہل تشبیہ وہ ہیں جو خالق میں مخلوق کے صفات ثابت کریں اور قسمانی میں عوض انکے مرجبہ کا ذکر ہے جو وہ فرقہ ہے جو کہے کہ ایمان کے ساتھ کوئی گناہ ضرر نہیں کرتا اور اہل تعطیل وہ فرقہ ہے جو حق تعالی کی ذات پاک کو صفات سے خالی اعتقاد کرے قسمانی کذا فی الطحطاوی مقبرت لا الخطابیۃ صنف من الرافضۃ یرون الشھادۃ لشیعتھم ولکل من حلف انہ محق فردھا لیدخل فیھم الکذب ولم یبق لھم ذکر بحر اہل ہوی کی گواہی مقبول ہے سوا خطابیہ کی وہ ایک قسم ہے رافضی سے جائز جانتے ہیں گواہی اپنے شیعوں کیواسطے اور اس شخص کیواسطے جو قسم کھائے کہ میں حق پر ہوں تو انکی شہادت کا رد ہونا انکی بدعت کے سبب سے نہیں بلکہ کذب کی تہمت کے سبب سے ہے اور انکے مذہب پر کذا فی البحر یعنی اس مذہب والا کوئی باقی نہیں معلم خطابیت ہے ابو الخطاب محمد بن ابی زینب اسدی اجدع کیطرف ابو الخطاب کوفہ میں خروج کیا اور عیسی بن موسی بن علی بن عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور امام جعفر صادق کی اطاعت کیطرف

اور یہ دعوی کیا کہ علی مرتضی خدا ہے اکبر پیمبر اور جعفر طیار وغیرہ صحابہ کی رد شہادت فقط بدعت سے اسواسطے نہیں کہ بعض بدعتی لائق تکفیر کے نہیں بلکہ بسبب اپنے دین کے مانند اعتقاد نہ رکھتے ہوں کذا فی الطحطاوی ودمن الذمی لو عدلا فی دینہم جوہرہ علی مثلہ الا فی خمس مسائل علی ما فی الاشباہ اور ذمی کی گواہی اسکے مانند دوسرے ذمی پر مقبول ہے اگر ذمی عادل ہو اپنے دین میں کذا فی البحر ہ مگر پانچ صورتوں میں ذمی کی گواہی ذمی پر مقبول نہیں چنانچہ اشباہ میں ہے منجملہ مسائل خمسہ ایک یہ کہ وہ نصرانی ایک نصرانی کے مسلمان ہوجانے کی گواہی دیوے پھر وہ گواہی مقبول نہیں اور نصرانیہ کے اسلام پر گواہی مقبول ہوگی اور اسکے اسلام لانے پر زبردستی کیجائیگی ہ جبکہ دو ذمی نصرانی میت پر گواہی دیں اور وہ مسلم کا مدیون ہو اور ترکہ ادا میں کفایت نہ کرتا ہو ہ جبکہ ذمی کی خرید پر مسلم سے گواہی دیوے اور مسلم منکر ہو ہ ہم جبکہ چار شخص گواہی دیں نصرانی پر کہ اسنے عورت مسلمان سے زنا کیا اگر چہ صورت استکراہ مسلمہ ہ مسلمان نے ایک غلام کا دعوی کیا جو کافر کے پاس ہے اور دو کافروں نے گواہی دی کہ وہ اسکا غلام ہے اور فلانے مسلم قاضی نے اسکا حکم دیا ہے وتبطل باسلامہ ای قبل القضاء فلو بعدہ لو یعقر بہ کفر دیجے اور باطل ہوجاتی ہے ذمی کی گواہی اسکے مسلمان ہوجانے سے قبل قضا کے اور اسیطرح بعد قضا بھی باطل ہوجاتی ہے اگر عقوبت کی گواہی ہے چنانچہ قضا کی فی البحر ہ اگر ذمی شہود علیہ مسلمان ہوجاوے تو گواہی باطل ہوجاویگی کیونکہ اگر اس گواہی پر حکم دے تو لازم آتا ہے مسلمان پر حکم کرنا کافر کی گواہی سے اور یہ جائز نہیں وان اختلفا ملۃ کالیہود والنصاری ذمی کی گواہی ذمی پر مقبول ہے اگر چہ شاہد اور مشہود علیہ کا دین ملت ہو چنانچہ یہود اور نصاری اسواسطے کہ کل ملت واحدۃ والذمی علی المستامن کالمسلم اور مقبول ہے ذمی کی گواہی مستامن پر نہ بالعکس یعنی مستامن کی گواہی ذمی پر مقبول نہیں کیونکہ ذمی افضل ہے مستامن سے اسواسطے دار الاسلام میں ہتھیار کے ساتھ ہے کالمرتد علی مثلہ فی الاصح اور نہ مرتد کی گواہی مقبول ہے ویسے دوسرے مرتد کی بقول اصح ونقل منہ علی المستامن مثلہ مع اتحاد الدارین اختلفوا واریہما یقطع الولایۃ کما تقطع التوارث اور مقبول ہے مستامن کی گواہی ویسے دوسرے مستامن کی ہم ملک ہونے میں ہم ملک ہونے کے ساتھ یعنی جبکہ دونوں ایک ہی ملک کے رہنے والے ہوں اسواسطے کہ دونوں کا ملک مختلف ہونا قاطع ولایت ہے جیسے توارث کا مانع ہے ہم مثلا ایک مستامن حربی کا ہو اور دوسرا جسکا اور دونوں دار الاسلام میں ہوں تو ایک کی گواہی دوسرے پر مقبول نہیں اور اسیطرح ایک دوسرے کا وارث بھی نہوگا اور ملک مختلف ہونا ہے باعتبار اختلاف سلطنت وحکومت کذا فی البحر وتقبل من عدو بسبب الدین لانہا من التدین بخلاف الدنیویۃ فانہ لا یامن من القول علیہ کما سیجیء اور مقبول ہے گواہی دشمن دینی کی اسواسطے کہ عداوت دینی بسبب دینداری کے ہے بخلاف عداوت دنیوی کے کہ اسمیں مدعیان نہیں دوسرے گواہی سے چنانچہ آگے آویگا اسی باب میں یعنی عداوت دینی ہونی ہے بسبب کمال دینداری اور عدالت کے اسواسطے کہ عداوت کا ہے واجب ہونی ہے اسطرح پر کہ ایک شخص کو مرتکب خلاف شرع دیکھے اور اسکے منع کرنے سے وہ باز نہ رہے ولہذا شہادت ملحد کی کافر پر مقبول ہے باوجودیکہ دونوں میں عداوت دینی ہے کذا فی الحاوی ذامالصدیق لصدیقہ فقبلت الا اذا کانت الصداقۃ متناہیۃ بحیث یتصرف کل فی مال الآخر قادی المصنف مفتیا المعین المحکام اور دوست کی گواہی دوست کیواسطے مقبول ہے مگر جبکہ دوستی نہایت مرتبہ کو اسطرح پر کہ تصرف کرتا ہو ہر دوست دوسرے دوست کے مال میں چنانچہ یہ مضمون فتاوی میں ہے معین الحکام کیطرف منسوب ومن ہو تلب صغیرۃ بالاصرار ان اجتنب الکبائر کلہا او غلب صوابہ علی خطائہ ہ ورد وغیرہا قال ہو معنی العدالۃ اور مقبول ہے گواہی اسکی جو مرتکب صغیرہ ہو بلا اصرار بشرطیکہ جمیع کبائر سے پرہیز کرتا ہو یا صواب اسکا غالب ہو خطا کے صغائر پر یعنی خطا پر کذا فی الدرر وغیرہا صاحب درر نے کہا اور یہی مذکور معنی عدالت ہے ہم تو اگر گناہ صغیرہ پر اصرار کرے یا اسکے کرنے سے خوش ہو یا اسکو ملکا جانے یا عالم ہو اور لوگ اسکی پیروی کرتے ہوں تو وہ صغیرہ اب کبیرہ ہوگیا فتح القدیر میں کہا بہتر قول وہ ہے جو ابو یوسف سے تفسیر عادل میں یوں منقول ہے کہ گناہ نہ کرے اور صغیرہ پر اصرار نہ کرے اور پردہ پوشی اکثر پر وہ دری سے اور صواب اسکا اکثر خطا سے اور مروت اسکی ظاہر خلق مستعمل صدق اور مجتنب کذب ہے باعتبار ریا کے اور مروت کے مفتاسی نے کہا کہ جو مجتنب ہو کبائر سے اور سونگیلا نہ کرتا ہو اور زنا نہ کرے صغیرہ تو وہ عادل ہے اور اگر ایک نیکی کرے اور دو گناہ صغیرہ تو وہ عادل تمہیر کذا فی الطحطاوی دفی الخلاصۃ کل فعل یوفض المروۃ والکلام

جاوۃ ابن کمال اور خلاصہ مین ہی کہ جو شخص کہ مروت اور کرم کو چھوڑ دے وہ کبیرہ گناہ ہوا اور ثابت رکھا ہوا اس قول کو ابن کمال نے ھ فتح القدیر مین اسپر اعتراض کیا ہی کہ یہ قول منضبط اور صحیح نہین لہذا منکی نے کہا کہ ترک مروت و کرم کبیرہ نہین ہو سکتا مگر مین حیث منع شہادت کما فی الطحطاوی قال وحینئذ یرتکب کبیرۃ سقطت عدالتہ ابن کمال نے کہا اور جبکہ مسلم مرتکب کبیرہ کا ہوا اسکی عدالت ساقط ہوگئی ھ حموی نے کہا مگر یہ زوال عدالت کا اسوقت حکم ہوگا جبکہ کبیرہ مزیلہ ظہور مین ہو چکے ولہذا شرنبلالی نے کہا کہ من ادمان شربہا اور قہستانی مین خلاصہ سے ہی کہ کبائر کے اصرار سے جسنیت ہوگا اگر ایکبار ارتکاب کبیرہ ہوا تو اسکی شہادت مقبول ہو وحینئذ اقلت لو من لحمتی بہ ولا یخفی بما ذکرنا عدم صحۃ ما فی الدرر تبعا لغیرہ من ان ترک خطبۃ عذر سے ہو اور اگر بلا عذر ہو تو گواہی مقبول نہین اور اسی قول کو ہم لیتے ہین کذا فی البحر ھ عذریہ کہ خطبہ ترک کرے اپنی جان کے تلف ہو جانے سے اور جیسے اسکی شہادت مقبول ہی ویسے ہی اسکی امامت بھی صحیح ہو اور خطبہ کے وقت بین اختلاف ہی خلاصہ مین کہا خطبہ یہ ہو کہ ابتدا وقت خطبہ سات برس ہیں اور آخر وقت بارہ برس ہین کذا فی الفتح ولا یشترط ان یشہد علی الشہادۃ کما ہو المختار اور خوش طبعی اور ہنسی کرنا ساتھ کسی چیز کے احکام شرعی سے کفر ہی ذکر ہ ابن کمال وحقق ذلک فی القنیۃ اور گواہی مقبول ہی خوجہ اور دست بریدہ کی ھ اسواسطے کہ خوجے کا عضو ظلم سے کاٹا گیا جیسے کسیکا ہاتھ کوئی کاٹ ڈالے اور جسکا ہاتھ چوری مین کاٹا گیا ہو گواہی اسوقت مقبول ہی جبکہ وہ عدل ہو کذا فی الطحطاوی ودلد الزنا ولو یا دنا خلافا لمالک ولد الزنا کی گواہی مقبول ہی اگرچہ وہ زنا کی گواہی دے بخلاف امام مالک کے مذہب کے ھ اسواسطے کہ فسق والدین فسق ولد کا موجب نہین جیسے کفر والدین کذا فی الفتح وخنثی کالنثی لو مشکلا والا فاشکال اور خنثی عورت کے مانند ہی اگر خنثی مشکل ہو اور اگر خنثی مشکل نہو تو کچھ اشکال نہین ھ شرنبلالیہ مین ہی اگر خنثی مشکل جمیع احکام مین عورت کے مانند ہی انتہی تو اسکی گواہی دوسری عورت کے ساتھ برابر ایک مرد کے ہوگی اور اگر خنثی مشکل نہو یعنی اگر علامت مردی غالب ہو تو اسکا مرد کا حکم ہوا اور خنثی عورت کا وتحقیق المعتقۃ وعکسہ لا التہمۃ لمالی الخلوۃ صیانۃ شہد بعد عتقہما ان الثمن کان عندہ فاختلط فی بائع ومشتر لم یقبل بخلاف ما لو قبل بجر المنفعۃ باثبات العتق اور غلام آزاد کی گواہی آزاد کرنے والے کیواسطے اور آزاد کرنے والے کی گواہی غلام آزاد کیواسطے مقبول ہی اگر بسبب تہمت کے مقبول نہین ہو اسواسطے کہ خلاصہ مین ہی کہ بائع اور مشتری کے اختلاف مشتری کے وقت دو غلاموں نے اپنے آزاد ہونے کے بعد یہ گواہی دی کہ ثمن اتنا تھا تو گواہی مقبول نہوگی بسبب پہنچنے منفعت کے اثبات عتق سے ھ جو منفعت کی وجہ یہ ہو کہ اگر دونون کی شہادت نہوتی تو بائع اور مشتری دونون قسم کھاتے اور بیع فسخ ہو جاتی تو عتق باطل ہوتا عتیق کی گواہی محقق کیواسطے اسواسطے مقبول ہی کہ شریح نے قنبر کی گواہی علی مرتضی کیواسطے قبول کی تھی اور قنبر آنکے غلام آزاد تھے کذا فی الطحطاوی ولا تجیز شہادۃ وعد ومن یجر مغرما وضاعا ومصاہرۃ الا اذا اشتدت الخصومۃ وخاصم معہ علی ما فی الخانیۃ اور مقبول ہی گواہی بھائی کی اپنے بھائی کیواسطے اور بھتیجے کی اپنے چچا کیواسطے اور محرم رضاعی یا سسرالی رشتہ کے محرم سے گواہی مقبول ہی مگر جبکہ نہایت جھگڑتا ہو اور شاید جھگڑتا ہو مدعی کے ساتھ تو گواہی مقبول نہوگی کذا فی التتارخانیہ مین ہی محرم رضاعی جیسے رضاعی بیٹا اور سسرالی رشتہ کے محرم جیسے خوشدامن یا زوجہ کی بیٹی دوسرے زوج سے اور داماد اور سوتیلی ماں اور بہو اشخاص مذکورین کی گواہی اسواسطے درست ہی کہ ملاک ہر ایک کی جداجدا ہوتی ہین اور ایک دوسرے کے مال مین تصرف نہین کرتا تو عمل تہمت نہین ہی بخلاف شہادت قرابت ولاد لیکن جبکہ شاہد مدعی کے منضم ہو تب تو گواہی مقبول نہوگی کیونکہ وہ اب مدعی علیہ کا گواہ بنا خاصم ہو گیا وفی الخانیۃ الشہود والمدعی علیہ تقبل لو عدلا ولو خزانہ مین ہو کر خاصم شہود اور مدعا علیہ مین گواہی مقبول ہی اگر شاہد عادل ہون ھ یہ قول قنیہ کے ظاہر الخلاف ہی صاحب بحر نے توفیق مین القولین کے واسطے اسکو عدم مساعدت مدعی پر محمول کیا ہی یا عدم کثرت مساعدت پر واللہ تعالی اعلم ودین کافر علی عبد کافر ہو لا مسلم او علی وکیل حربی کافر ہو کلہ مسلما یجوز عکسہ لغیا ما علی مسلم تصادقا فی الاول ضمنا اور مقبول ہی گواہی کافر کی اس غلام کافر پر جسکا مولی مسلم ہو اسی طرح وکیل حربی کافر پر جسکا مولی مسلمان ہی نہین جائز ہی اسکے بالعکس یعنی قائم ہونے شہادت کافر کے مسلم پر تصدقا اور اول مین قیام شہادت

ہوتا ہو نہ قصداً اور ضمناً جائز ہوتا ہو قصداً بالعکس یہ ہو کہ گواہی دے کافر اس مسلمان غلام پر جسکا مولی کافر ہو کذا فی الطحاوی وتقبل علی ذمی میت مسلم ۱۲ وصیۃ مسلم ان لم یکن علیہ دین یستغرقہ اور مقبول ہو گواہی کافر کی اس ذمی میت پر جسکا وصی مسلمان ہو بشرطیکہ میت پر کسی مسلمان کا دین نہو کذا فی البحر وفی کل شیاء کا تقبل شہادۃ کافر علی مسلم الا تبعاً کما مر او ضرورۃً فی مسئلتین فی الوصیۃ علی احد القولین فی الاولی کافران علی کافر انہ اوصی الی کافر واحضر مسلماً علیہ حق للمیت وفی النسب شہد ان النصرانی ابن المیت فادعی علی مسلم یحق دفعہ ایستحلف ۱۲ وجہہ فی الدرر اور اشیاء میں ہو کہ کافر کی گواہی مسلم پر مقبول نہیں مگر کافر کے ساتھ ہو کر چنانچہ مذکور ہو چکا مسلم کی گواہی عبد کافر میں یا کافر کی گواہی مسلم پر بضرورت مقبول ہو دو مسلمانوں میں وصیت کرنے میں چنانچہ دو کافروں نے ایک کافر پر یہ گواہی دی کہ اس نے دوسرے کافر کو وصی کیا ہے اور وصی نے اس مسلم کو حاضر کیا جسپر میت کا حق ہو اور نسب میں بضرورت مقبول ہو چنانچہ دو کافروں نے گواہی دی کہ یہ نصرانی میت کا بیٹا ہے سو اسنے مسلم سے حق میت کا دعوی کیا اور یہ استحسان ہے اور وجہ استحسان در میں مذکور ہے ہر صورتیکہ مسلم یتیمیاری وغیرہم کفار کی موت میں موجود نہیں ہے اور وصیت کا کفر موت کے قریب ہوتی ہے اور ثبوت نسب کا بسبب نکاح ہے اور اہل اسلام کفار کے نکاح میں نہیں ہوتے تو اگر یتیماری کی شہادت اثبات مسلم پر بنا الیصا میں حق موت پر مبنی ہے اور نسب میں جسکی بنا نکاح پر ہے مقبول نہو تو وہ حقوق ضائع ہو جاوینگے جو اثبات

لینا یا اسکے دینے پر گواہی لکھنا ہو مشائخ نے کہا کہ اگر گواہی دین تو اسپر لعنت کرنا حلال ہے کیونکہ وہ باطل پر شہادت ہو سو کیا حال ہو ان لوگوں کا جو سلطان سے جو فحش جائداد اور اجارات معاوضہ پر گواہی دینے میں انتقے محاسبین تنخواہ کے محل ہو اور بعضے کتب میں بجائے محمجہ جمع تکاس یعنی بالغ دواب در تسبیق کذا فی الطحطاوی وفی الوھبانیۃ امیر کبیر ادعی شہد لہ عمالہ وتوابعہ ودعایا ھما تقبل کشہادۃ المزارع لربہ لا المرض اور وھبانیہ میں ہے امیر کبیر نے دعوی کیا سو اسکے عمال اور توابع نے اور عمال کی رعایا نے اسکے واسطے گواہی دی تو مقبول نہیں جیسے مزارع کی گواہی زمین والے کے حق میں مقبول نہیں ہم عمال اور رعایا کی گواہی بسبب جہالت کے اور بسبب ستمگاری کے امیر کے خوف سے مقبول نہیں وقیل اداء العالی المتعرفین اتی بجرفۃ کالفقہ بہ وھی حرفۃ آبائہ واجدادہ والا فلا مروءۃ لہ لوددنیۃ فلا شہادۃ لہ لما عرف فی حد العدالۃ فتح واثرہ المصنف اور بعضوں نے کہا کہ عمال مقبول الشہادت ہے پیشہ ور سے مراد ہیں یعنی وہ پیشہ جو اسکے لائق ہو یعنی جو پیشہ وہ کے باپ دادوں کا پیشہ ہو اور اگر اسکا پیشہ اسکے لائق نہ ہو باپ دادا کے مخالف تو اس پیشہ ور میں مروت اور جوانمردی نہیں اگر اسکا پیشہ رذیل اور ذلیل ہو تو اسکی گواہی بھی جائز نہیں اسواسطے کہ مروت کا داخل ہونا حد عدالت میں معلوم ہو چکا کذا فی الفتح اور ثابت رکھا ہے اسکو مصنف نے اپنی شرح میں ہم فتح القدیر میں ہے کہ ترک مروت سقط عدالت ہے مروت کی تعریف میں بعضوں نے کہا کہ انسان ایسا فعل کرے جس سے اسکا مرتبہ اہل فضل کے نزدیک گھٹ جائے اور بعضوں نے کہا کہ مروت عبارت ہے روش تمکی اور حفظ لسان اور اسکی تخلق کے اقتباس سے اور خلق دینی کے لازم ہونے سے انتہی کا مقبل من اعمی ای لا یقضی بہا ولو قضی صح وعم قولہ مطلقا ما لو عمی بعد الاداء قبل القضاء وما جاز بالسماع خلافا للثانی نے مقبول نہیں کیونکہ اندھے کی مطلقاً یعنی اندھے کی گواہی سے قاضی حکم نہ دے اور اگر حکم دیگا تو صحیح ہو اور مصنف کا مطلقاً کہنا عام ہو اس صورت کو کہ شاہد اندھا ہو گیا بعد ادائے شہادت قبل قضا کے اور اس صورت کو جسمیں شہادت بالتسامع جائز ہو بخلاف ابو یوسف کے یعنی انکے نزدیک جسمیں سماع کی شہادت جائز ہو عدم سماع شہادت اعمی کی علت یہ ہو کہ ادائے شہادت میں اشارے سے تمیز کی حاجت ہو مشہود لہ اور مشہود علیہ کے درمیان اور اندھا امتیاز نہیں کر سکتا مگر اواز سے تو خوف ہو کہ اسکو کوئی شخص تلقین کر دے اسواسطے کہ ایک آواز دوسری آواز سے مشابہ ہو جاتی ہو وافاد عدم قبولہ الاخرس مطلقا بالاولی اور مصنف نے عدم قبول شہادت اخرس کا مطلقاً افادہ کیا بطریق اولی ہم گونگے کی گواہی مطلقاً مقبول نہیں خواہ اسمیں شہادت جسمیں تسامع کافی ہو یا اسکے غیر میں خواہ یا اشارہ ہو خواہ یا کتابت اولویت افادہ کی وجہ یہ ہو کہ اخرس کو اصلا بیان کی طاقت نہیں بخلاف اعمی کے کذا فی الطحطاوی ومملوک ولو مکاتبا او مبعضا اور مرتد اور غلام کی گواہی مقبول نہیں اگرچہ غلام مکاتب یا اسکا نصف یا ثلث آزاد ہو وصبی ومعتقا ومجنونا کان فی حال متحہ اور صغیر اور غافل اور دیوانے کی گواہی مقبول نہیں مگر دیوانے کی حالت صحت میں گواہی مقبول ہو ہم محیط میں ہے کہ جو ایک ساعت مجنون ہو جاتا ہو اور دوسری ساعت ہوشیار رہتا ہو سو حالت صحت میں گواہی دے تو مقبول ہو کہ یہ نیز بیہوشی کے ہوا انتہی تو معلوم ہوا کہ استثنا مجنون سے ہو کذا فی الطحطاوی الا ان یتحملا فی الرق والصبا ویؤدیا بعد الحریۃ والبلوغ کما مر وبعد البلوغ مگر یہ کہ غلام اور صغیر ملک اور بچپن کی حالت میں تحمل شہادت کریں اور بعد آزادی اور بلوغ کے ادائے شہادت کریں تو گواہی مقبول ہو اگرچہ غلام آزاد اپنے آزاد کرنے کے حق میں گواہی دے چنانچہ مذکور ہو چکا وکذا بعد بعماء او فسق وطلاق فی زعیۃ کان المعتبر حال الاداء شرح تکملہ اور اسیطرح گواہی اندھے کی مقبول ہو بعد بینائی کے اور کافر کی بعد اسلام کے اور فاسق کی بعد توبہ کے اور زوج کی بعد طلاق زوجہ کے اسواسطے کہ معتبر ادائے شہادت کا حال ہو کذا فی شرح التکملہ ہم عطف اسکا مقتضی ہو کہ اگر تحمل کے وقت اعمی ہو اور ادا کے وقت بصیر تو گواہی مقبول ہو حالانکہ ایسا نہیں ہو اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ بصارت شرط تحمل ہو اور باقی مسائل ثلثہ میں حکم صحیح ہو کذا فی الحلبی وفی البحر متی حکم بحجۃ لعلۃ فشہدت بہا لم یقبل اداء ہا بعد عبد وصبی واعمی وکافر علی مسلم اور بحر الرائق میں ہو جبکہ شاہد کی گواہی بحکم قاضی مردود ہو بسبب کسی علت کے پھر وہ علت زائل ہو جائے پھر

شاید اُسی مقدمہ میں گواہی دے تو مقبول نہوگی مگر چار شخصوں کی گواہی مقبول ہو بعبد رد کے غلام اور صغیر لواحقی اور کافر کی مسلم پر ہم حادثہ اولی کی قید اسواسطے لگائی کہ حادثہ ثانیہ میں اُسکی گواہی مقبول ہو بعبد رد شہادت کے عدم قبول کو مطلق اسواسطے کہا کہ اگر ایک حاکم شاہد کی گواہی ایک حادثہ میں رد کرے تو دوسرے حاکم کو اُسکی گواہی اس حادثہ میں قبول کرنا جائز ہے اگرچہ اُسکے نزدیک شاہد عادل ہو منح الغفار وغیرہ میں ہے چار شخصوں کے استثنا سے معلوم ہوا کہ شہادت زوج کی اور آجیر اور مغفل اور متہم اور فاسق کی بعبد رد شہادت مقبول نہیں انتہی اور قبول شہادت الی بعبد رد اسپر محمول ہے کہ تحمل اور ادا دے شہادت حال بعبارت میں ہوا اور تحمل اور ادا کے درمیان نابینائی واقع ہوگئی اور اسی پر شارح کا قول سابق محمول ہے یعنی وکذا بعبد العبارۃ اسلام کذا فی الطحطاوی وادخال الکمال احد الزوجین ہم کاربعۃ سھواً اور داخل کرنا کمال الدین بن ہمام کا احد الزوجین کو اشخاص اربعہ مذکورین کی تعد سہو ہے چنانچہ منح الغفار سے عنقریب گذرا وقد فی قذف تمام الحد وقبل بالاکثر دین تاب بتکذیبہ نفسہ فحکم کان الرد من تمام الحد فی الاصح اور اسکی گواہی مقبول نہیں جسپر پوری حد قذف ماری گئی اور بعضوں کے نزدیک اگرچہ بحدود فی القذف سے توبہ کی ہو اپنی دروغگوئی ظاہر کرکے کذا فی الفتح اسواسطے کہ رد شہادت منجملہ کمال حد قذف کے ہے نص قرآن مجید میں ارشاد ہوا والذین یرمون المحصنات ثم لم یاتوا باربعۃ شھداء فاجلدوھم ثمانین جلدۃ ولا تقبلوا لھم شھادۃ ابدا واولئک ھم الفسقون الا الذین تابوا من بعد ذلک واصلحوا فان اللہ غفور رحیم یعنی جو حرامکاری کا عیب لگادیں محصنات کو پھر چار گواہ نہ لاویں تو انکو اسی کوڑے مارو اور انکی گواہی کبھی قبول نہ کرو اور وہ لوگ فاسق ہیں مگر جو لوگوں نے توبہ کی بعد اسکے نیکوکاری کی تو البتہ اللہ غفور رحیم ہے انتہی تو ظاہر عطف ولا تقبلوا کا فاجلدوا پر دلالت کرتا ہے کہ مدت تجلد شہادت حد کے اندر داخل ہے اسواسطے کہ عدم قبول شہادت ہوا اور دردناک ہے کوڑے مارنے کے برابر اور قید تابعد اسکی مؤید ہے واللہ تعالی اعلم وکذا لاستثناء منصرف لما یلیہ وھو واولئک ہم الفسقون اور استثناء راجع ہے اپنے متصل جملہ سے وہ جملہ یہ ہے واولئک ہم الفاسقون ہم استثنا یعنی الا الذین تابوا راجع ہے واولئک ہم الفاسقون کیطرف نہ لا تقبلوا الخ شہادۃ ابدا کیطرف اسواسطے کہ علم اصول میں ثابت ہو چکا ہے کہ استثنا جبکہ جملہ متعاطفہ کے بعد واقع ہو تو اخیر کیطرف راجع ہوتا ہے مگر جبکہ دلیل قائم ہو رجوع الی الکل کی تو اسکی طرف راجع ہوگا چنانچہ آیت محاربین میں بربنا رامام شافعی اور مالک اور احمد کے نزدیک محدود فی القذف کی گواہی بعد توبہ کے مقبول ہے وعامہ فی الفتح الا ان یحد کافر فی القذف فیسلم فتقبل وان ضرب اکثرہ بعدا سلامہ علی الظاھر بخلاف عبد حد معتق لم تقبل مگر یہ کہ کافر پر حد قذف ماری جاوے پھر وہ مسلمان ہو جاوے تو اسکی گواہی مقبول ہوگی اگرچہ اکثر حد قذف بعد اسکے مسلمان ہونے کے ماری جاوے بخلاف عبد جسپر حد قذف ماری گئی پھر وہ آزاد ہو گیا تو اسکی گواہی مقبول نہوگی ہر کافر و غلام میں یہ فرق ہے کہ کافر فی الجملہ اہل شہادت ہے تو اسکی رد شہادت منجملہ تمامی حد ہوئی اور اسلام سے دوسری قسم کی اہلیت شہادت پیدا ہوئی لہذا اسکی گواہی مسلم اور ذمی پر مقبول ہے بخلاف غلام مذکور کے اسواسطے کہ غلام میں قیت کی حالت میں مطلق شہادت کی اہلیت نہ تھی تو رد شہادت حدوث شہادت پر موقوف رہا بخلاف جسمیں اہلیت شہادت کی بعد عتق کے پیدا ہوئی تو اب رد شہادت منجملہ اسکی تمامی حد کے ہوئی او یقیم الحد وبینۃ علی صدقہ اما اربعۃ علی زناہ اثنین علی اقرارہ بہ کما لو عکس قبل الحد وحد فی القذف گواہ قائم کرے اپنی راست گوئی پر اسطرح پر کہ یا چار گواہ لاوے مدعی علیہ کے زنا پر یا وہ مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں کذا فی الملتقی اسکے زنا کے اقرار پر لاوے چنانچہ اگر قبل حد کے گواہ لاوے یا گذا فی البحر خلاصہ یہ ہے کہ اگر قاذف بعد حد یا قبل حد اپنی صداقت ثابت کرے تو گواہی اسکی اب مقبول ہوگی کیونکہ اقرار کی تہمت اسپر سے اب منتفع ہوگئی جو مانع شہادت تھی وفیہ الفاسق اذا تاب تقبل شہادتہ الا المحدود بقذف والمعروف بالکذب اور بحر الرائق میں ہے کہ فاسق جبکہ توبہ کرے تو اسکی گواہی مقبول ہے مگر محدود فی القذف اور مشہور بالکذب کی گواہی بعد توبہ کے بھی مقبول نہیں ہم مشہور بالکذب کی اسواسطے گواہی مقبول نہیں کہ اسکا صدق توبہ کرنے سے معلوم نہیں ہو سکتا بخلاف سائر انواع فسق وشاھد الزور لو عدلا لا تقبل

اذنا ملتقط لکن سیجئ فی جمیع قبولہا اور شاہد ور اگر عادل ہوا سکی گواہی کبھی مقبول ہین کذا فی الملتقط لیکن سیجئ قبول شہادت مذکورہ آگے آویگی ہم عادل کی قید اسواسطے لگائی کہ غیر عادل اگر جھوٹی گواہی دے کر توبہ کریگا تو گواہی اُسکی مقبول ہوگی اور سیجئ موعود ہیہ کہ فقیہ ابو جعفر نے روایت کی کہ شاہد زور عادل کی گواہی بعد توبہ مقبول ہی اور اسی پر اعتماد ہی کذا فی الفتح وسیجئ فی حاوتقع فی السجن وکذا لا تقبل شہادۃ الصبیان فیما یقع فی الملاعب کما شہادۃ النساء فی ما یقع فی الحمامات وان مست الحاجات لانہم اشرعا یستحق بہ التعزیر وما یعیب الصبیان وحمامات النساء فکان التقصیر منہا فی الیہم کالی الشرع وازیقہ وصغیر وشرنبلالیہ ۔ کذا فی الحاوی تقبل شہادۃ النساء وحدہن فی القتل فی الحمام بمحکم الدیباج کما یہدر الدم استحسانا ولیکتب بہا عند الفتوی وقد منا قبول شہادۃ المعلم فی حوادث الصبیان او مقبول نہین گواہی مجوس کی اُس حادثہ مین جو واقع ہو مجوس اور جیلخانے مین اور اسیطرح لڑکون کی گواہی قبول نہین اُن حوادث مین جو انواع لہو ولعب مین واقع ہون اور نہ عورتون کی گواہی اُس واقعہ مین جو حماموں کے اندر واقع ہو کذا فی مساس حاجات ہو بسبب منع کرنے شرع کے اُس محل سے جسکے سبب سے عبوس مستحق حبس کا ہوا اور بسبب ممنوع ہونے ملاعب اطفال اور حمامات نساء کے عدم قبول شہادت مین تقصیر انکمین کیطرف منسوب ہوئی نہ شرع کیطرف کذا فی البزازیہ والصغری والاشباہ لیکن جامع وی مین ہی کہ فقط عورتون کی گواہی ہم کے قتل مین مقبول ہی محکم ثبوت دیت تاخون ضائع اور باطل نہو جاوے انتہی تو مفتی کو چاہیے فتوی دینے کے وقت خبردار رہے اور ہمنے پہلے ذکر کیا قبول شہادت معلم کو جو اوث صبیان مین ہم عبارت صغری ظاہرا اسپر دلالت کرتی ہی کہ اگر بالغ ملاعب اطفال مین حاضر ہو تو اسکی بھی گواہی مقبول نہین کیونکہ وہان جانے سے فاسق ہوگیا اور مجوس کے فسق مین گفتگو ہی اسواسطے کہ گاہے انسان معصیت بھی تیہ ہو جاتا ہی اور منع شرعی حق مجوسین اور نساء مین البتہ ظاہر ہی نہ اطفال مین کیونکہ وہ شرعا مکلف نہین ہین کذا فی الطحطاوی والدر وحکم لزوجہا وہو لہا جائز علیہا اور مقبول نہین زوجہ کی گواہی اپنے زوج کے حق مین اور نہ زوج کی زوجہ کے حق مین اور نہ اجیر کی اپنے مستاجر کے حق مین اور نہ غلام کی اپنے مولی کیواسطے انتہی لیکن خصاف یعنی ابو بکر رازی نے اپنی سند طویل سے روایت کی عن عائشہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا تجوز شہادۃ الولد لوالدہ ولا الوالد لولدہ ولا المرأۃ لزوجہا ولا الزوج لامرأتہ ولا العبد لسیدہ ولا السید لعبدہ ولا الشریک لشریکہ ولا الاجیر لمستاجرہ انتہی کذا فی الطحطاوی ولو فی عدۃ من ثلث لما فی لقیۃ طلقہا ثلثا وہی فی العدۃ یرجع شہادتہ لہا ولا شہادتہا لہ ولو شہد لہا ثم تزوجہا بطلت خانیۃ فعلم منع الزوجیۃ عند القضاء لا تخراج اداہا حد الزوجین کی گواہی دوسرے کے حق مین جائز نہین اگرچہ طلقات ثلثہ کی عدت مین گواہی واقع ہو اسواسطے کہ قضیہ مین ہی کہ زوجہ کو تین طلاق دی اور وہ عدت مین ہی تو جائز نہین شہادت زوج زوجہ کیواسطے اور نہ شہادت زوجہ کی زوج کیواسطے اور اگر گواہی دی پھر اُس سے نکاح کیا یعنی قبل قضا کے تو گواہی باطل ہی کذا فی الخانیہ لیکن منع زوجیت معلوم ہوا قضا کے وقت نہ تحمل وادا ے شہادت یعنی وقت ہم شارح کو بتا تھا کہ دوسرا مسئلہ بھی خانیہ سے نقل کرتا تاکہ تفریع زیادہ تر واضح ہو جاتی و مسئلہ یہ ہی کہ اگر شخص عادل نے اپنی زوجہ کیواسطے گواہی دی اور حاکم نے اُسکی گواہی رد نہ کی یہان تک کہ اُسنے زوجہ کو طلاق بائن دی اور عدت گذر گئی تو اسکی گواہی نافذ ہی انتہی جب زوجیت عند التحمل منع نہوئی تو اگر زوج گواہ ہوا حالت زوجیت مین اور ادا کیا قضا سے عدت اُسنے گواہی ادا کی تو جائز ہی اور عدم ممنوعیت نے زوجیت حالت ادا مین مسئلہ خانیہ مین ہی کہ ہو چکی

کذا فی الطحطاوی ۔ کذا فی الخانیہ ۔ کذا فی الخانیہ ۔ کذا فی الخانیہ

کذا فی الطحطاوی والفرع لا اصلہ وابن عدی ولا مقبول نہیں گواہی شاخ کی اپنی جڑ کے واسطے یعنی ولد کے آبا اور اجداد کیواسطے اگرچہ اصل بعید ہو یعنی دادا اور پردادا اور نانا پر نانا خصم دلیل اسکی قول شریح اور حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا ہے جو مذکور ہوچکا اور اسواسطے کہ منافع اولاد اور آبا میں متصل ہیں تو متہم ہے جو اپنی ذات کیواسطے گواہی ہوگی ولہذا انکو گواہ دینا جائز نہیں اور یہی مذہب تھا شریح قاضی کا یہاں تک کہ حسن مجتبےٰ کی گواہی جو انہوں نے قنبر کے ساتھ علی مرتضی کے حق میں دی تھی شریح نے قبول نہ کی تو علی مرتضی نے کہا کہ تو نے وہ حدیث نہیں سنی جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی کہ حسن وحسین دو سردار ہیں جوانان اہل بہشت کے شریح نے کہا کہ ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صادق ہیں لیکن آپ دوسرا شاہد لائیے یعنی روایت میں آیا ہے کہ علی مرتضی رضی اللہ عنہ نے انکو قضا سے معزول کیا پھر انکو بحال کیا اور روز بروز انکا احترام زیادہ کردیا بعضوں نے کہا کہ علی مرتضی نے شریح کے قول کیطرف رجوع کیا کذا فی الفتح الا اذا شہد الحسن بن علی علی ابیہ شاہد پر کہ بیٹا دادا اپنے پوتے کے حق میں گواہی دے اپنے بیٹے پر تو گواہی مقبول ہے کذا فی الاشباہ وہم صاحب محیط نے اس گواہی کو صورت مخصوصہ میں معمر بایا ہے وہ صورت یہ ہے کہ ایک عورت لڑکا جنی اور اسنے دعوی کیا کہ یہ لڑکا اسی زوج سے ہے اور زوج منکر ہے تو زوج کے اقرار پر گواہی دی کہ وہ میرا بیٹا ہے اس عورت سے تو دو بیٹوں کی گواہی مقبول ہے اور منح الغفار میں وہبانیہ کی شرح عبد البر سے مذکور ہے کہ خانیہ میں قبول مطلقا منقول ہے بلا تقیید حق اور شاید کہ وجہ قبول یہ ہو کہ بیٹا غیر پر تہمت رکھتا ہے تو بیٹے کے مخالف شہادت پر اقدام کرنا دلیل ہے اسکی صداقت کی تو تہمت کا مقام باقی نہ رہا اس مسئلہ کا محل ذکر بعید عکس کے تھا کیونکہ یہ شہادت اصل کی ہے فرع کیواسطے کذا فی الطحطاوی قال وجاز علی اصلہ الا اذا شہد علی ابیہ ولو بطلاق ضرتہا والا لم فی نکاح صاحب اشباہ نے کہا اور جائز ہے گواہی فرع کی اپنی اصل پر مگر جبکہ اپنے باپ پر گواہی دے اپنی ماں کیواسطے اگرچہ اسکی سوت کے طلاق کی گواہی ہو اور حالانکہ ماں اسکے باپ کے نکاح میں ہے ہم اصل کی مضرت پر اسواسطے گواہی مقبول ہے کہ محل تہمت نہیں لیکن صورت مستثنے میں اسواسطے مقبول نہوئی کہ اسمیں حرمت منتفت ہے ماں کیواسطے کذا فی المحیط وفیہا بعد ثمانی ورق لا تقبل شہادۃ الانسان لنفسہ الا فی مسئلۃ القاتل اذا شہد بعفو ولی المقتول فرارجعہا اور اشباہ میں آٹھ ورق کے بعد ہے کہ انسان کی گواہی اپنی ذات کے نفع کیواسطے مقبول نہیں مگر مسئلہ قاتل میں جبکہ وہ ولی مقتول کے عفو کی گواہی دے تو مراجعت کرا اسکی طرف فہم القاتل کا الف لام جنس کا ہے جو متعدد پر صادق آتا ہے صورت اسکی اشباہ میں یوں مذکور ہے کہ تین شخصوں نے ایک مرد کو خطا قتل کیا پھر اولیاء انہوں نے قتل کے بعد گواہی دی کہ ولی نے ہمکو معاف کردیا حسن نے کہا کہ گواہی مقبول نہیں مگر اسطرح کہ ان میں سے ہر شخص کہیں کہ ولی نے ہمکو معاف کیا اور اسلیئے کہ شخص کو تو اس صورت میں ابو یوسف نے کہا کہ شخص واحد کے حق میں گواہی مقبول ہے اور حسن نے کہا کہ سبکے حق میں مقبول ہے انتہی لیکن کہیں ہے کہ فتوی ابو یوسف کے قول پر ہے لیکن ابو یوسف کے قول پر انسان کی گواہی اپنی ذات کیواسطے نہوئی بلکہ دو کی گواہی ہوئی تیسرے شخص کے حق میں ہاں مگر حسن کے قول پر گواہی انسان کی اپنی ذات کیواسطے مقبول ہوئی منظر شاہد میں ہے کذا فی الطحطاوی قضاء وبالعکس للتہمۃ اور بالعکس یعنی اصل کی گواہی فرع کے حق میں مقبول نہیں بسبب تہمت کے ہر وجہ تہمت اتصال منافع اصول وفروع ہے تو گویا اپنے حق میں گواہی دی وسید لعبدہ ومکاتبہ والشریک لشریکہ فیما ھو من شرکتہما لا فیما یشتریہ وجیہ اور مقبول نہیں میاں کی گواہی اپنے غلام اور مکاتب کے حق میں اور شریک کی گواہی اپنے شریک کے حق میں اس مال میں جو دونوں میں مشترک ہے اسواسطے کہ یہ گواہی اپنی ذات کی منفعت کیواسطے ہے اور ایک را بسطے فی الاشباہ الخصم ان یطعن بثلثۃ وفی واحد شکہ اشباہ میں ہے کہ مدعی علیہ کو جائز ہے کہ شاہد میں طعن کرے تین طرح سے رقیت سے اور حد قذف سے اور شرکت سے ہر وجہ مطلقہ کیے کہ شاہد غلام ہے مدعی کو گواہ قائم کرے یا وہ آگی حریت پر اور اگر کہے کہ محدود فی القذف ہے یعنی طاعن پر اقامت بینہ لازم اور اگر کہے کہ شاہد شریک ہے مدعی کا اور اسپر گواہ قائم کرے تو گواہی مقبول ہے اور مدعی سے گواہ بدون شرکت پر قبول نہیں ظہیریہ اور جامع الرموز میں ہے کہ یہ شہادت علی النفی ہے کذا فی الطحطاوی وفی فتاوی النسفی لو شہد بعض اہل القریۃ علی بعض منہم بزیادۃ الخراج لا تقبل لانہ لم یکن خراج کل ارض معینا او کخراج للشاھد او قضاء ھی یعنی اگر گواہی دی

نے بعض اہل قریہ پر زیادتی خراج کی تو مقبول نہیں جب تک ہر زمین کا خراج معین نہو ہاں شاہد کیواسطے خراج میں منفعت ہو ہم اور اگر خراج ہر زمین کا معین ہو تو گواہی بعض کی بعض پر مقبول ہے کیونکہ یہاں جر منفعت اور دفع مضرت ہے اسیطرح جبکہ شاہد کو خراج میں وصل نہو وکذا اھل قریہ یشھد داخل ضیعۃ انھا من قریتھم لا تقبل وکذا اھل سکۃ یشھدون بشیء من مصالحھا لو غیر نافذۃ وفی النافذۃ ان طلب حقا لم یقبل والا قبل لا اخذ شیئا قبل وکان ابو وقف السدس رستہ انتہی فلیحفظ اور اسیطرح اہل قریہ نے گواہی دی قطعہ زمین پر کہ وہ انکے گاؤں میں ہے تو مقبول نہیں اور اسیطرح اہل کوچہ کسی چیز کی گواہی دیں منجملہ مصالح اور منافع کے مثلاً قطعہ میں کہ یہاں سے ہمارے سکنے میں ہے تو کذا فی العالمگیریہ نو مقبول نہیں بسبب جر منفعت کے اگر کوچہ غیر نافذہ ہو اور کوچہ نافذہ اگر اپنے واسطے حق طلب کرتا ہو اسطرح پر کہ شاہد اُس قطعہ زمین میں دروازہ، راہ چاہتا ہو تو گواہی مقبول نہیں اور اگر کہے کہ میں کچھ نہ لونگا تو گواہی مقبول ہے اور اسیطرح وقف مدرسہ میں گواہی مقبول ہے انتہی مافی فتاوی النسفی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم وقف مدرسکی شہادت کی قید اسواسطے لگائی کہ شہادت مستحق کی غلہ وقف میں مقبول نہیں کیونکہ شاہد کا حق ہے مشہود بہ میں تو وہ متہم ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر مسائل مذکورہ میں عدم قبول شہادت کی وجہ یہ ہے کہ شاہد کا اسمیں فائدہ ہے تو محل بہمت ہے ولا اجیر الخاص لمستاجرہ مسانھۃ او مشاھرۃ او الخادم او التابع او التلمیذ الخاص الذی یعد فی ضمن استاذہ ضرا نفسہ ونفعا نفسہ وقولہ علیہ السلام لا شھادۃ للقانع باھل البیت ای الطالب معاشہ منھم من القنوع کالمن القناعۃ او مقبول نہیں گواہی اجیر خاص یعنی نوکر اور چاکر کی اپنے مستاجر کیواسطے خواہ اجرت تعلیم رسالہ ہو یا ماہانہ یا یومیہ کذا فی الخلاصۃ یا اجیر خاص سے خادم یا تابع یا شاگرد خاص مراد ہے جو اوستاذ کے ضرر کو اپنی ذات کا ضرر اور اُسکے نفع کو اپنی ذات کا نفع سمجھے کذا فی الدرر اور وہی مطلب ہے اس حدیث کا کہ گواہی نہیں قانع اہل بیت کی یعنی جو اپنی معاش اُنسے یعنی گھر والوں سے طلب کرے قانع مشتق ہے قنوع یا لضم سے بمعنی سوال نہ کہ قناعت سے ہم اجیر خاص کی مراد میں اختلاف ہے مقبول اکثر علما اجیر خاص سے تلمیذ خاص مراد ہے جو اوستاذ کے نفع اور ضرر کو اپنا نفع اور ضرر جانے اور استاذ کے ساتھ کھائے اور یہی مراد ہے قانع سے جو حدیث میں مذکور ہے اور بعضوں نے کہا کہ سالانہ یا ماہانہ یا یومیہ دار سے اجیر مراد ہے اور حدیث مذکور کا مطلب یہ ہے کہ اُس شخص کا جو اپنے گھر والوں سے طلب معاش کرے اور یہی معنی ہے حدیث میں کہ ابن عمر بن شعیب عن ابیہ عن جدہ مروی ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ردشہادۃ الخائن والخائنۃ وذی الغمرۃ علی اخیہ وشہادۃ القانع لاھل البیت اجازہا لیعنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے رد کی شہادت خیانت والی مرد اور عورت کی اور عداوت والے کی اپنے بھائی پر اور شہادت قانع کیواسطے اہل بیت کے اور جائز رکھے کذا فی فتح القدیر طحطاوی نے کہا خادم اور تابع اور شاگرد میں بعضوں نے یوں فرق بیان کیا ہے کہ خادم سے وہ شخص مراد ہے جو بلا اجرت خدمت کرے اور تابع وہ ہے جو مشہود علیہ کے گھر میں نہ رہتا ہو بلا خدمت ماننا ملازم یا تابع اور شاگرد سے اہل صناعت مراد ہیں جو اپنے رئیس اور کبیر کے تابع ہوں اجیر خاص کی قید اسواسطے لگائی کہ اجیر مشترک کی گواہی جیسا کہ خیاط اور حداد اور نجار اور نائی اور دھوبی کی گواہی کیواسطے مقبول ہے اسواسطے کہ وہ مستوجب اجرت کا نہیں اگر اپنے کل سے توجب وہ اجارے سے کسی چیز کا مستوجب نہو تو تہمت باقی نہ رہی بخلاف اجیر خاص کہ اُسکے منافع مستاجر کے مستحق ہیں لہذا وہ دوسرے کی مزدوری اور چاکری نہیں کرسکتا مدت اجارہ میں تو اگر اُسکی گواہی جائز ہو تو شہادت بالاجر لازم آوے کیونکہ اُسکی شہادت بھی بمنزلہ اُسکے منافع کے ہے تو مستاجر کی تجارت وغیرہ میں مقبول نہیں انتہی دمفادہ قبول شہادۃ المستاجر وکالاستاذ تنبیہ اور مفاد حدیث مذکور کا یہ ہے کہ مستاجر اور استاذ کی گواہی اجیر خاص اور شاگرد کیواسطے قبول ہے یعنی اسواسطے کہ وہ اُسکا محتاج نہیں بخلاف اجیر خاص کے ہم مسئلہ فتح القدیر میں مصرح مذکور ہے ومخنث بالفتح من یفعل الرذی ولوثنی او مخنث کی گواہی مقبول نہیں مخنث لفتح نوع ہے جو نالائق فعل کرے اور لواطت کرادے ہم نالائق فعل کرانے یعنی عورتوں کے افعال کرے یعنی عورتوں کا سا شغار کرے اور قول او فعل میں اُنکے ساتھ مشابہت کرے فعلی مشابہت یہ کہ محل لواطت ہو اور قولی مشابہت یہ کہ عورت کیطرح نرم کلامی اختیار کرے بناوٹ سے کذا فی المغرب اور بعضوں کے نزدیک خنث قولی یا فعلی مشابہت کافی ہے مسند ابوداؤد میں ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لعن اللہ المخنثین من الرجال والمترجلات من النساء یعنی لعنت کرے اللہ مردوں میں سے مخنث پر

اور عورتوں میں سے اُن عورتوں پر جو مردوں کے ساتھ مشابہت کرتی ہیں وَاَمَّا بِالْکَسْرِ فَالْمُتَکَسِّرَاتُ الْمُتَلَیِّنَاتُ فِیْ اَعْضَائِہٖ وَکَلَامِہٖ خُلْقَۃً فَیُقْبَلُ بحر وَفَتْحًا مکسروں وہ شخص ہے جو بیہودہ پنے پر مرد کی مجالس میں ہوا اپنے اعضاء اور گفتگو میں اُسکی گواہی مقبول ہے کذا فی البحر اسواسطے کہ یہ امر اختیاری نہیں بیہودہ پنی ہے بخلاف مخنث ملعون کے وَمُغَنِّیَۃٍ وَلَوْ لِنَفْسِہَا لِجَمْعِہَا وَفِیْمَ مَوْدِہَا اور گانے والی عورت کی گواہی مقبول نہیں اگرچہ اپنی دختر وخدمت کیواسطے گاتی ہو اور لوگوں کو سناتی ہو بسبب حرام ہونے عورت کی آواز بلند کرنے کے کذا فی الدر رحم فرمائے نے کہا اگر یہ حکمت کا شعر گاتی ہو اسواسطے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عن الصوتین الاحمقین المغنیۃ والنائحۃ دریافت کرنا چاہیے کہ تغنی یعنی گانا لہو اور جمیع مال کیواسطے بالاتفاق حرام ہے اور اسطرح نوحہ گری خصوصاً جبکہ عورت سے ہو اسواسطے کہ عورت کو آواز بلند کرنا بالاتفاق حرام ہے کذا فی الطحطاوی عن الشلبی وَبِنَفْیِ تَقْبِیْلٍ وَمُدَاوَمَتِہَا عَلَیْہِ لَا تَظْہَرُ عِنْدَ الْقَاضِیْ کَمَا فِیْ مَدِّ مِنَ الْغَرْبِ عَلَی اللَّہْوِ وَکَذَا الزَّانِیْ اور لائق ہے راگ میں مداومت کی قید لگانا یعنی عورت ہمیشہ گایا کرتی ہو تاکہ قاضی کے نزدیک اُسکا فاسق ظاہر ہو جیسے دائم الشرب علی اللہو میں مداومت شرط ہے کذا ذکرہ الزانی ہم اسطیح جمیع ابواب کبائر میں مداومت کی تقلید ہے کذا فی الفتح یعنی بلا مداومت قاضی کے نزدیک ثبوت نہیں ہو سکتا کہ وہ گواہی رد کرے اور یہ مطلب نہیں کہ اگر عورت ہمیشہ گایا نہ کرے تو حرام نہیں ہے وَنَائِحَۃٍ فِیْ مُصِیْبَۃِ غَیْرِہَا بِاَجْرٍ وَبِدُوْنِہٖ فَتْحٌ زَادَ الْعَیْنِیُّ فَلَوْ فِیْ مُصِیْبَتِہَا تُقْبَلُ وَعَلَّلَہُ الزَّانِیْ بِزِیَادَۃِ اضْطِرَارِہَا وَانْسِلَالِ دُمُوْعِہَا وَاخْتِیَارِہَا فَاَنْ کَانَ لِلنَّدْبِ الْمُتَعَارَفِ اور اُس عورت نوحہ گر کی گواہی مقبول نہیں جو غیر کی مصیبت میں نوحہ کرے اجرت لیکر کذا فی الدر وبدون اجرت یعنی نے اتنا زیادہ کہا کہ اگر اپنی مصیبت میں نوحہ کرے تو گواہی مقبول ہے اور علامہ زائی نے وجہ بیان کی کہ گواہی مقبول ہے بسبب زیادہ ہونے اُسکا اضطرار کے اور بسبب ہونے اُسکے صبر اور اختیار کے تو اُسکا نوحہ اپنی مصیبت میں بلند شور سے بسکے ہوا علاج کیواسطے وَعَدُوٍّ وَیَسْتَحِبُّ الدُّنْیَا اور مقبول نہیں دشمن کی گواہی جسکی عداوت بسبب دنیا کے ہو نہ بسبب دین کے ہم عداوت دنیاوی جیسے ولی مقتول کی گواہی قاتل پر اور مجروح کی جارح پر اور مقذوف کی گواہی قاذف پر اور جسکا اسباب لوٹ میں لٹا اُسکی گواہی رہزن غارت گر پر اور یہ مطلب نہیں ہے کہ جو شخص کسی شخص سے حق میں خصومت اور نزاع کرے وہ اُسکا دشمن دنیاوی ہے جیسا کہ بعض متقدمین نے نوہم کیا ہم کذا فی البحر جَعَلَہُ ابْنُ کَمَالٍ عَلَی الْاَغْلَبِ وَالْاَصْلُ تُقْبَلُ لِاَنَّ عَلَیْہِ اور ابن کمال نے دشمن دنیاوی کی شہادت کو مسئلہ شہادت فرع لاصلہ بالعکس قرار دیا ہے تو اُسکی گواہی اپنے دشمن کے نفع میں مقبول ہے اُسکے مفرد پر اعتماد کرتے ہوئے فی الوہبانیۃ والمجتبیٰ قبولہا ما لم یفسق بسببہا فانوا الیوم یفسق بالتہم عَنْدَہٗ اور وہبانیہ اور مجتبیٰ منظومہ میں قبول شہادت دشمن دنیاوی پر اعتماد کیا ہے تاوقتیکہ دشمن بسبب عداوت کے فاسق ہو گیا ہو فقہا نے کہا ہے کہ دل میں کینہ رکھنا فسق ہے اسواسطے کہ شرع میں کینہ رکھنے سے نہی وارد ہے صریح یہ روایت منصوص ہے اور اطلاق اختیار متاخرین ہے فتنا فی سن ہو گئے قلیل متاخرین صحیح ہے اُنکے زمانے اور ہمارے زمانے میں کذا فی الطحطاوی وَفِیْ کَافِیْ النَّسَفِیِّ وَاِذَا اجْتَمَعَ الْحَلَالُ وَالْحَرَامُ غَلَبَ الْحَرَامُ فِی الْعَادَۃِ لِلدُّنْیَا لَا تُقْبَلُ سَوَاءٌ شَہِدَ عَلَی عَدُوِّہٖ اَوْ غَیْرِہٖ لِاَنَّہَا تَنْشَأُ وَہُوَ لَا یَتَحَرَّاہُ اور اشیاء میں اجتماع حلال وحرام کے قاعدے کے تتمہ میں ہے اور اگر دنیا کیواسطے عداوت ہو تو گواہی مقبول نہیں خواہ وہ شخص اپنے دشمن پر گواہی دے یا اُسکے غیر پر اسواسطے کہ عداوت دنیوی رکھنا فسق ہے اور فسق قسمت پذیر نہیں وَفِیْ فَتَاوَی الْمُصَنِّفِ لَا تُقْبَلُ شَہَادَۃُ الْجَاہِلِ عَلَی الْعَالِمِ الْفَاسِقِ بِتَرْکِ مَا یَجِبُ تَعَلُّمُہٗ شَرْعًا مُحَمَّدٌ لَا تُقْبَلُ شَہَادَتُہٗ عَلٰی مِثْلِہٖ وَغَیْرِہٖ وَالْحَاکِمُ تَعْزِیْرُہٗ عَلٰی تَرْکِہٖ ذٰلِکَ وَالْعَالِمُ مَنْ یَسْتَخْرِجُ الْمَعْنٰی مِنَ التَّرْکِیْبِ اَیْ بِالْمَعْنَی وَالْمُصَنِّفُ اور مصنف کے فتاوے میں ہے کہ مقبول نہیں گواہی جاہل کی عالم پر بسبب فاسق ہونے جاہل کے اُس چیز کے ترک کرنے سے جسکا سیکھنا اُسپر واجب ہے شرعاً یعنی احکام شرعیہ جبکہ وہ فاسق ٹھہرا تو اب اُسکی گواہی مقبول نہیں ویسے دوسرے جاہل پر غیر جاہل پر اور عالم کو حاکم کی تعزیر ہے کہ جاہل کو تعزیر دے ترک تعلم پر پھر مصنف نے کہا کہ عالم وہ ہے کہ جو معنی کو استخراج کرے ترکیب الفاظ سے جیسا کہ واقع ہے لائق ہم "العالم" کی تفسیر اسواسطے کی کہ تا کوئی نہ سمجھے کہ عالم سے مدرس مراد ہے اور اخراج معنی سے مراد فہم ہے اور ظاہر اور تفسیر مذکور سے یہ ہے کہ عالم وہ ہے کہ جو مسئلہ شرعیہ اور تعبیر [illegible]

علوم شرعیہ کو جانتا ہو یعنی صرف نحو طاعت کذا فی الطحطاوی وجہالت فی کلامہ اور اسکی گواہی مقبول نہیں جو ایسا کثیر الکلام ہو کہ راست گوئی کی پروا نہ رکھتا ہو جسکو باتونی اور بکی کہتے ہیں اسواسطے کہ کثرت کلام فضول گوئی اور بیہودگی سے خالی نہیں کذا فی الطحطاوی ھ فتح القدیر میں حکایت ہو کہ فضل بن ربیع وزیر ہارون الرشید نے قاضی ابو یوسف کے سامنے گواہی دی ابو یوسف نے گواہی اسکی رد کی وزیر نے خلیفہ سے شکایت کی خلیفہ نے کہا کہ ہمارا وزیر مرد دیندار ہو جھوٹی گواہی نہیں دیتا سو تمنے اسکی گواہی کیوں نہ قبول کی ابو یوسف نے کہا کہ میں نے اُس سے سنا کہ خلیفہ سے کہتا تھا کہ میں تیرا غلام ہوں تو اگر وہ اُس کلام میں صادق ہو تو غلام کی گواہی جائز نہیں اور اگر کاذب ہے تو کاذب کی بھی گواہی مقبول نہیں تو خلیفہ نے عذر قبول کیا اور میرے نزدیک رد شہادت بسبب کذب کے نہیں کیونکہ کاذب کا کہنا کہ میں تیرا غلام ہوں باختیار مجاز کے ہو یعنی قائم بخدمت ہوں اور طیع اور مجاز کلام میں شائع ہے یہاں تک قرآن مجید میں بھی وارد ہے بلکہ رد شہادت اس سبب سے ہو کہ اس مجاز کو خلوص میں آپکو پیش کرنا اور دنیا کیواسطے جاپوسی کرنا ہو الحاصل ترک مروت مستقط عدالت ہو انتہی مختصراً اور مخلف فیہ کثیراً اور اعتاد شتام کا عادہ او غیرھم کانہ معصیۃ کبیرۃ یا گواہی مقبول نہیں اسکی جو اپنی لغت کو میں بہت قسم کھانا ہو یا اپنی اولاد یا غیر کو گالیاں دیا کرتا ہو اسواسطے کہ اعتیاد شتم یعنی گالیاں دینے کی عادت کبیرہ گناہ ہو ھم کثرت حلف اگرچہ راستی میں ہو مگر امور دین کی قلت مبالات پر دلالت کرتی ہو اور شدہ شدہ کذب کی بھی نوبت پہونچتی ہو اور گالی دینا اسکے سامنے ہو یا پیچھے اگر سامنے ہو تو شوخ چشمی اور سوء ادب ہو جنمیں مروت اور حیا نہیں اور اگر پیچھے ہو تو غیبت ہو اور وہ موجب فسق ہو اور مستقط عدالت ہو اور اگر اسیطرح دشنام یا لفظ لعنت یا ہو جیسا بازاریوں کے بعضیب کی عادت ہو کذا فی الطحطاوی عن ابن وہبان لکن ترک زکوۃ اجح علی ما ذکرہ الزیلعی جیسے ترک زکوۃ باجح کبیرہ گناہ ہو بموجب روایت وجوب علی الفور کے ھم یعنی تاخیر ادائے زکوۃ بلا عذر فسق ہو یعنی مختار ہو فقیہ ابو اللیث کا اذا ترک جماعۃ او جمعۃ واکل فوق شبع بلا عذر یا ترک جماعت بیگانہ یا ترک نماز جمعہ یا کھانا آسودگی سے زیادہ بلا عذر گناہ مستقط عدالت ہو ھم بلا عذر ترک جماعت اور ترک جمعہ اور اکل تین کی فیدہ یعنی اگر جماعت استحقاف اور فسق سے ترک نہ کرے بلکہ تاویل سے ترک کرے اسطرح کہ امام فاسق ہو یا تارک جماعت اول وقت نماز پڑھتا ہو اور امام تاخیر کرتا ہو تو وہ ساقط العدالت نہیں اور اگر جمعہ عذر سرضی بعید مصر یا تاویل فسق ترک کرے تو فسق نہیں بعضوں کے نزدیک ایک بار ترک جمعہ فسق ہو اور بعضوں کے نزدیک تین بار چنانچہ سرخسی کا قول ہو اور اگر بعید ہو الا ست مہمان یا نیت روزہ زیادہ کھائے تو ساقط العدالۃ نہیں کذا فی الطحطاوی وغیرہ وخروج لفرجۃ قدوم امیر او نحلنا قدوم امیر سلطان کے تماشے کے واسطے ھم ظہیریہ میں فتوی اسپر ہو کہ اگر مستحق التعظیم کی تعظیم کیواسطے یا عبرت کیواسطے نہ نکلیں بلکہ تماشے کیواسطے تو ساقط العدالہ ہیں کذا فی الطحطاوی وکذا رکوب بحر او سمندر یعنی ہند کے سمندر کی سواری فسق ہو ھم اسواسطے کہ جب بحر ہند میں سوار ہو تو مال کیواسطے اپنی جان اور دین کو محض خطر میں ڈالتا مال دار ہو کر اپنے گھر میں بیٹھ آوے تو ایسے شخص سے کیا بعید ہو کہ کچھ مال لیکر جھوٹی گواہی دی ظہیر الدین نے کہا رکوب بحر منع نہیں علامہ عبد البر نے کہا کہ ظاہر رکوب بحر علی الاطلاق بلکہ قران تحصیل دنیا سے اور یہ حکم اسوقت تھا جبکہ ہندوستان تا حکم کفرستان عکس چنانچہ فعلیں سے معلوم ہوتا ہے اور کیونکر رکوب بحر منع ہو کہ نص قطعی سے مطلقاً اباحت ثابت ہو مگر جبکہ گمان غالب ہلاکی کا اور ہمیشہ سلف سمندر میں سوار ہوا کیے میں بلا انکار اور نص قرانی اعظم دلیل ہے جواز کی انتہی کذا فی الطحطاوی ودلیس حریدۃ فی سوق او الی قبلۃ او شمس وقعر طفیلۃ ومسخرۃ وقاص وشتام للدابۃ وفی بلاد نا یشتمون بانیع الدابۃ فتح وغیرہ اور ریشمی کپڑا پہننا اور بازار میں بیٹھنا کہ بیچا جائے قبلہ یا آفتاب یا ماہتاب کیطرف پیشاب مستقط عدالت ہو اور طفیلی اور مسخرہ اور ناچنے والے اور جانور کے گالی دینے والے کی گواہی مقبول نہیں اور ہمارے ملک میں جانور کے بیچنے والے کو گالی دیتے ہیں کذا فی الفتح وفی شرح الوہبانیۃ لا تقبل شہادۃ البخیل لانہ یحملہ یستنفیض نیابقۃ من الناس فیاخذ زیادۃ علی حقہ فلا یکون عدلا اور شرح وہبانیہ میں ہو کہ مقبول نہیں شہادت بخیل کی اسواسطے کہ وہ اپنے بخل سے میالغہ کرتا ہو اپنے قرض کے تقاضی میں لوگوں سے تو اپنے حق سے زیادہ لیتا ہو تو صاحب التنویر نے جو اسکو مقبول کہا ہے تعرض کے اور اسیطرح خلاصہ میں ہو اور وہبانیہ کی شرح عبد البر اور شرنبلالی میں تعرض ہو یا ہے تحفہ میں وقاف کذا فی الحلبی

وکذا شہادۃ الشراب من اھل العراق لتعصبہم اور مقبول نہین گواہی اہل عراق کے اشراف کی بسبب اُنکے تعصب کے ہم اہل عراق کی عادت ہو کہ جب
کسیکو عیب سے پیش آتی ہو تو وہ اپنے سردار قوم کے پاس جاتا ہو تو سید قوم اُسکے واسطے گواہی دیتا ہو اور اُسکی سفارش کرتا ہو تو جب بلحسن کہ جھوٹی گواہی دے
یعنی پاسداری اقوام سے کذا فی الطحطاوی عن شرح عبد البر ونقل المصنف عن جواہر الفتاوی وکان من حق المذہب الشافعی
ونقل کیا مصنف نے جواہر الفتاوی سے اور نہ اُسکی گواہی مقبول ہو جو امام ابو حنیفہ کا مذہب چھوڑ کر شافعی مذہب اختیار کرے ہم مصنف نے آخر باب بین جواہر الفتاوی
سے نقل کیا کہ اگر حنفی مذہب شافعی اختیار کرے بسبب قلت مسائل فی الاعتقاد کے اور اُسکو جرارت ہو ایسے مذہب سے انتقال کرنے کی دوسرے مذہب کیطرف
بسبب دنیا حاصل کرنے کی کوئی غرض حاصل ہونے کیواسطے تو اُسکی گواہی مقبول نہین انتہی ملخصا تو مذہب ابو حنیفہ کی کچھ قیمت نہین بلکہ ہر مذہب حق چھوڑ کر
یہی حکم ہر کیونکہ وضوع ہو کما افادہ کذا فی الطحطاوی تیمم قال وکذا باشر الاکفان والحنوط تتمۃ الموت مصنف نے کما بیانی شرح میں در اسیطرح
کفن اور دست کی تو شیوہ والے کی گواہی مقبول نہین بسبب نہار رکھنے اُس شخص کے موت کو ہم جو فقط کفن فروشی کرتا ہو اُسکی گواہی مردود ہو نہ ہر کفن بیچنے والے کی
کذا فی العالمگیریہ وکذا الدلال اور اسیطرح دلال کی گواہی مقبول نہین ہم طحطاوی نے کہا کہ شاید مراد یہ ہو کہ دلال کی گواہی بیع پر مقبول نہین اسواسطے
کہ فتاوی عالمگیری مین ہو کہ بیع کی دو وکیل اور دو دلال گواہی دین اور کہین کہ ہمنے اس بیع پر گواہی ہمچو فلانے کے ہاتھ تو گواہی مقبول نہین فتح القدیر مین ہو کہ اہل صناعات جیسے
جنہی ذبح کرنیوالے حلال خور اور جو لاہہ اور حجام صحیح یہ ہو کہ اُنکی گواہی مقبول ہو اسواسطے کہ قوم صالحین نے ان چیزون کو اختیار کیا ہو تو جب تک قادح شہادت
معلوم نہو رد شہادت کی بناظاہر صناعت پر نہین ہو سکتی اور یہی حکم ہو نجاسین اور دلالین کا انتہی والوکیل بالمناکحۃ اما الوکیل بالنکاح فلا یقبل والحیلۃ انہ یشہد بالنکاح وکذا یندب الوکالۃ تزایدہ وتسعیر اور اسیطرح نکاح کے وکیل کی گواہی مقبول نہین اگر اثبات نکاح کی گواہی
دے اور اگر یون گواہی دے کہ یہ عورت اس مرد کی زوجہ ہو تو گواہی مقبول ہو اور حیلہ قبول شہادت کا یہ ہو کہ نکاح کی گواہی دے اور وکالت کا ذکر نہ کرے
یعنی یون نہ کہے کہ میں وکیل تھا نکاح کا کذا فی البزازیہ والتسہیل ہم اسواسطے گواہی مقبول ہو کہ قیام نکاح کی گواہی ہو نہ عقد نکاح کی اور عقد نکاح کی گواہی اسواسطے مقبول
نہین کہ اُنکے شخص کی گواہی ہو داعتمدہ فلہری افندی فی رسائلہ وذکرہ المصنف فی اجارۃ معینہ معربا الابزازیہ وملخصہ انہ لا
یقبل شہادۃ الوکلاء والمحضرین والوکلاء المشتغلین علی ابواب القضاۃ کما فی فتاوی ہندیۃ واعتمدہ فی فتاوی مؤیدزادہ وقول سابق پر اعتماد کیا ہی قدری
افندی نے اپنے رسائل مین اور مصنف نے اُسکو ذکر کیا ہی اپنی کتاب نسمی بالمعین کی کتاب الاجارہ مین بزازیہ کیطرف نسبت کرکے اور خلاصہ اُسکا یہ ہو کہ
مقبول نہین گواہی وکیلون کی اور فیادلہ نویسون کی اور اُنکی جو مدعی علیہ کو قاضی کے پاس حاضر کردینے مین رو کیلان مشتغل کی جو قاضیون کے دروازون پر جاہ پر
یعنی راسکے مانند مؤیدزادہ کے فتاوی مین ہم فتاوی عالمگیری مین ذخیرہ اور خیانیہ اور فتح القدیر سے ہو کہ اگر قبالہ نویس غالب الصلاح ہو تو صحیح قول پر ہو کہ اُسکی گواہی
مقبول ہی انتہی فخر الدین نے کہا کہ اعوان حاکم اور وکیل کم قاضیون کے دروازون پر ہوتے ہین اُنکی گواہی مقبول نہین اسواسطے کہ وہ حق مستحقین کے ابطال مین
کوشش کرتے ہین اور وہ فسق ہو کذا فی الطحطاوی دینہا وہی اخرج من الوصایا بعد قبولہا لم تجز شہادتہ للمیت ابدا وکذا الوکیل بعد
ما اخرج من الوکالۃ ان خاصم اتفاقا والا فکذلک عند ابی یوسف اور فتاوی مؤیدزادہ مین ہو کہ ایک وہی خارج کیا گیا وصایت سے
بعد قبول کرنے وصایت کے تو اُسکی گواہی میت کے حق مین جائز نہین کبھی اور اسیطرح وکیل کی بعد اخراج وکالت اگر خصومت کی ہو تو بالاتفاق
گواہی مقبول نہین اور اگر خصومت نہ کی ہو تو ابو یوسف کے نزدیک مقبول نہین ہمارے مسئلہ کا ذکر ہم ایک ورق کے متن مین آویگا مدمن الشرب بقدح الخمر کان
یقطر یسیرا فملأ الکبیرۃ فرد شہادتہ وبما ذکرناہ ابن الکمال غلط فاحشۃ وفی البحر قال فی غیر الکفر یشترط ادمان کان شربہ کبیرۃ
اور گواہی مقبول نہین ہمیشہ شراب پینے والے کی سوائے شراب کے اسواسطے کہ شراب کے ایک قطرہ پینے سے بیشک کبیرہ ہوتا ہی تو اُسکی گواہی مردود ہوگی

اور جو ابن کمال نے ذکر کیا ہے سو غلط ہے جنانچہ بحر الرائق میں اُسکی تحریر کی ہے اور سوائے شراب کے اور مسکرات میں ادمان یعنی دوام شرب شرط ہے اسواسطے کہ غیر خمر کا شرب صغیرہ گناہ ہے ہم یہ شارح نے باتباع صاحب بحر کہا کہ رد شہادت میں غیر خمر میں ادمان شرط ہے نہ خمر میں سو یہ لائق اعتماد کے نہیں کہ صریح اقوال مذہب کے مخالف ہے کافی میں ہے کہ ادمان اسواسطے شرط ہوا تا کہ یہ فعل اُسکا ظاہر ہو کیونکہ جو خمر پیتا ہے لوشیدہ اور اُسکا یہ فعل ظاہر نہیں ہوتا تو عدالت ساقط نہیں ہوتی اگر چہ بکثرت پیتا ہو عدالت اُسیوقت ساقط ہوگی جبکہ شرب ظاہر ہو اُس سے یا مست ہو کر نکلے اور اطفال اُس سے کھیلیں تو ایسے شخص میں مروت نہ رہی اور ایسا شخص فاسق ہے یہ تبیین میں کہا ہے اور فتاوی قاضی خان میں ہے کہ مدمن خمر اور مدمن سکر کی گواہی مقبول نہیں اور ذخیرہ میں ہے کہ مدمن خمر کی شہادت جائز نہیں چنانچہ زیلعی اور عینی میں ہے اور نہایہ میں ہے کہ ادمان شرط ہے خمر میں بھی سقوط عدالت کے حق میں انتہی تو یہ بقول صریح ہیں کہ خمر اور غیر خمر دونوں میں ادمان شرط ہے بلا فرق اور سیاق مذکور سے ہو چکا کہ ہر کبیرہ گناہ میں استمرار شرط ہے یعنی سقوط شہادت کیواسطے ابن کمال نے کہا کہ شرب خمر کبیرہ گناہ نہیں تو عدالت ساقط نہ ہوگی مگر اصرار سے صاحب بحر نے کہا کہ یہ غلط ہے اسواسطے کہ مشائخ نے تصریح کی ہے کہ شرب خمر کبیرہ ہے اور حدیث مشہور میں شرب خمر کو کبائر سبعہ میں شمار کیا ہے انتہی تو خمر میں ادمان استمرار کیواسطے شرط ہوا ہے نہ اسواسطے کہ وہ صغیرہ ہے دریافت کرنا چاہیے کہ ادمان اور اصرار میں دو قول ہیں ایک قول یہ ہے کہ ادمان فعل سے ہوتا ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ نیت سے ہوتا ہے کزانی الطحطاوی وانما قال علی اللہو لیخرج الشرب للتداوی وذلک یسقط العدالۃ لا لتسببہ لاختلاف صدر الشریعۃ یعنی ابن کمال اور مصنف نے ادمان شرب میں لہو یعنی کھیل کی قید اسواسطے لگائی تا دوا کیواسطے نشہ پیا نکل جاوے تو عدالت ساقط نہوگی بسبب شبہ اختلاف ابن کمال اور مصنف کے کذا فی ذکرہ صدر الشریعہ وابن کمال ہم لہو عبارت ہے دل خوش کرنے سے یا واسطہ اُس قول اور فعل کے جو بمقتضاء سے حکمت نہیں اور رہا کھیل سے وہ جو دوا کیواسطے نہو تو عادت کا پینا بھی کھیل میں داخل ہے اور قول اصح یہ ہے کہ دوا کیواسطے بھی پینا حرام ہے ومن لعب بالصبیان لعلم مروتہ دعی بہ غالبا کما فی اور اُسکی گواہی مقبول نہیں جو لڑکوں کے ساتھ کھیلے اُسکی عدم مروت اور کذب کے سبب سے غالبا کذا فی الکافی ہم لڑکوں سے مراد نوجوان ہیں نہ اطفال صغار چنانچہ عدم مروت کی تعلیل اُسپر دلالت کرتی ہے غایۃ البیان میں حسن سے مروی ہے کہ اگر بڑھا نوجوان سے کشتی کرے مجامع میں تو اُسکی گواہی مقبول نہیں کذا فی الطحطاوی فتح القدیر میں کرخی سے منقول ہے کہ اگر شیخ نوجوانوں سے مجامع میں کشتی کرے تو گواہی اُسکی مقبول نہیں کیونکہ وہ سخیف ہے والطیور الا اذا امسکہا لاستئناس فباح الا ان تجر حمام غیرہ فلہ الکل کما فی الحرام علی وعیاب اور اُسکی گواہی مقبول نہیں جو چڑیوں سے کھیلے مگر جبکہ طیور کو دفع وحشت کیواسطے رکھے تو مباح ہے مگر جبکہ غیر کے کبوتر کو پھینچ لیوے اور پکڑ رکھتا ہو تو مباح نہیں بسبب اسکی حرام خوری کے کذا فی العینی والنہایہ ہم کبوتر بازی وغیرہ سے اسواسطے گواہی مردود ہوئی کہ مورث غفلت ہے اور وہ محمول ہے اُس صورت پر جبکہ کبوتر اوڑانے کے واسطے کو ٹھے پر چڑھتا ہو اور عورات کنارے مطلع ہوتا ہو کذا فی البحر والطیور وکل لہو شنیع مما یتأذی بہ الناس کالطنابیر والمزامیر وان لم یکن مسکرا نحو الحداء وضرب القصب فلا الا اذا فحش بان یرقص بہا خاسق فی الخول فی حد الکبائر بحر اور اُسکی گواہی مقبول نہیں جو طنبور اور ایسا باجا بجاوے جو قبیح اور معیوب ہو لوگوں میں چنانچہ طنبور اور مزامیر اور اگر معیوب نہو لوگوں میں چنانچہ اونٹوں کے تیز قدم کرنے کیواسطے جنگ کے ندکرنا اور ضرب قصب تو مانع شہادت نہیں مگر جبکہ اُسمیں مبالغہ اور زیادتی کرے اسطرح کہ اُسپر لوگ قصص کریں مانع شہادت ہے کذا فی المجانیہ بسبب اسکے داخل ہے حد کبائر میں کذا فی البحر ہم محیط میں بھی تفصیل مذکور ہے جو خانیہ سے مذکور ہو چکی اور معراج الدرایہ میں ہے کہ ملاہی دو قسم ہیں ایک قسم حرام ہے وہ الات مطربہ ہیں بدون اوراک کے یعنی طرب انگیز باجے چنانچہ مزمار خواہ وہ خشت کی ہوں یا قصب کی چنانچہ شبابہ یا طنبور بدلیل حدیث ابوامامہ ان اللہ بعثنی رحمۃ للعالمین وامرنی بمحق المعازف والمزامیر یعنی حق تعالی نے مجکو بھیجا سارے عالم کی رحمت کیواسطے اور مجکو حکم کیا معازف اور مزامیر کے مٹانے کیواسطے اور دوسری قسم ملاہی کی مباح ہے وہ دف ہے نکاح میں اور نکاح کے مانند ہر سرور عادت اور اسکے غیر میں دف بھی مکروہ ہے اور اسکو فتح القدیر میں بھی نقل کیا ہے بلا اعتراض کذا فی الطحطاوی عن البحر حدیث فاذا

مشکوہ میں مسند احمد بن حنبل سے منقول ہے معازف آلات سرود او قاموس میں ہے کہ معازف ملاہی ہیں مانند عود او طنبور کے اور مزامیر جمع مزمار آلہ نفاد اور جس قصبہ یعنی نے اور بانسری ہیں گانے والی کو زمارہ اور مزمار کہتے ہیں نام نووی نے اسکی حرمت کی تصریح کی ہے فقہا کہتے ہیں کہ گانا آلات مطربہ سے حرام ہے او فقط آواز سے مکروہ ہے اور اجنبی عورت سے سخت تر کرمانی شرح صحیح المشکوٰۃ ملا شیخ عبدالحق الدہلوی وَصَوْتُ الْمَرْأَةِ عَوْرَةٌ يَعْنِي لِلنَّاسِ لِأَنَّهُ يَجْمَعُهُمْ عَلَى كَبِيرَةٍ هِدَايَةٌ وَغَيْرُهَا اور اسکی گواہی قبول نہیں جو راگ گاتا ہو لوگوں کو اسطے اسواسطے کہ وہ لوگوں کو کبیر گناہ پر جمع کرتا ہے چنانچہ ہدایہ وغیرہا میں ہے وکلام سعدی افندی یفید تقیید بالمداومۃ تامل او سعدی افندی کا کلام فقہا کے کلام مطلق ہے مقید ہونے کا مفید ہے یعنی اس مغنی کی گواہی مقبول نہیں جو لوگوں سے اجرت لیکر گاتا ہو سو تامل کیا سکو طحطاوی نے کہا قید مذکور غیر ظاہر ہے بلکہ فقہا کا کلام مطلق ہے بالقید اجرت وَاَمَّا الْمُغَنِّي لِنَفْسِهِ لِدَفْعِ الْوَحْشَةِ فَلَا بَأْسَ بِهِ عَنْ عَامَّةِ عُلَمَائِنَا وصححہ العینی وغیرہ قال ولو فیہ وعظ وحکمۃ فجائز اتفاقا اور جو شخص کہ اپنی ذات کیواسطے گاوے دفع وحشت کے لیے تو اسکا کچھ مضائقہ نہیں جمہور فقہا کے نزدیک کہ انی الغنایۃ اور اسکو صحیح کہا ہے عینی وغیرہ نے کہا اور اگر سرود میں وعظ اور حکمت ہو تو بالاتفاق جائز ہے مگر محل اجتہاد سرود ہے کہ باجا ہو اسکے ساتھ اسواسطے کہ نزاری نے مناقب میں اجماع نقل کیا ہے حرمت سرود پر جبکہ سرود باجے پر ہو چنانچہ عود اور طنبورہ اور غنا میں ہے کہ لہو اور لعب کیواسطے گانا معصیت ہے جمیع ادیان میں وَمِنْهُمْ مَنْ أَجَازَهُ فِي الْعُرْسِ كَمَا جَازَ ضَرْبُ الدُّفِّ فِيهِ وَمِنْهُمْ مَنْ أَبَاحَهُ مُطْلَقًا وَمِنْهُمْ مَنْ كَرِهَهُ مُطْلَقًا انتہی وفی البحر والمذهب حرمته مطلقا فتقبل الشهادة بل ظاهر الهداية انه كبيرة ولو نفيه واقره المصنف اور بعضے فقہا نے تاثر کیا ہے سرود کو نکاح میں عیسے دف بجانا اسمیں جائز ہے اور بعضوں نے اسکو مباح کہا ہے مطلقاً نکاح اور غیر نکاح میں اور بعضوں نے اسکو مکروہ کہا ہے مطلقاً باجا ہو یا نہ ہو نکاح ہو یا غیر نکاح انتہی کلام البحر الرائق میں ہے اور مذہب یہ ہے کہ سرود مطلقاً حرام ہے فاسق ہونے کا منقطع ہو گیا ظاہر ہدایہ یہ ہے کہ صغیرہ کبیرہ گناہ ہو اگرچہ اپنی ذات کیواسطے ہو اور ثابت رکھا اس قول کو مصنف نے اپنی شرح میں ہم بحر الرائق میں ہے کہ جس نے تصریح نہیں کی کہ سرود میں مذہب کیا ہے اور ہدایہ اور غنایہ میں ہے کہ تغنی لہو کیواسطے معصیت ہے جمیع ادیان میں اور زیادات میں ہے کہ اگر اس چیز کی وصیت کرے جو معصیت ہے ہمارے نزدیک اور اہل کتاب کے نزدیک اور منجملہ اسکے وہ وصیت ذکر کی جو مغنیات و مغنیات کیواسطے ہو انتہی تو ثابت ہو گئی نص مذہب کی گانے کی حرمت پر اور فساد وصیت منقطع ہو گیا انتہی ماقال البحر اور تو خود جانتا ہے کہ جو صاحب بحر نے خصوص ذکر کیں وہ اطلاق حرمت کی موکد نہیں کیونکہ ہدایہ و غنایہ کی عبارت مفید لہو ہے اور زیادات کی عبارت تقیید شہرت کی مفید ہے اور شہرت اس وقت ہو گی جب لوگوں کے سامنے گاوے اور صاف وہ قید شہرت یہ ہے کہ وصیت مصرف ہوتی ہے متعارف کیطرف اور متعرف میں مغنیہ یا مغنی نہیں کہتے مگر اسکو جو راگ گانے کے ساتھ معروف ہو اور شرح ملتقی حرمت تغنی میں مصنف کا تابع ہوا ہے اور صحیح قول وہی ہے جو فتاوی عالمگیری میں خزانۃ المفتیین سے منقول ہے کہ مقبول نہیں گواہی اسکی لوگوں کو اسطے گاوے اور انکو سناوے اور اگر تغنی اپنی ذات کے سنانے کیواسطے ہو تا وحشت دفع کرے اپنی ذات سے بدون اسکے کہ دوسرا شخص سنے تو اسکا مضائقہ نہیں اور عدالت اسکی ساقط نہیں جو قول صحیح میں انتہی کذا فی الطحطاوی فتح القدیر میں ہے کہ فقہا نے تصریح کی ہے کہ لہو و لعب او جمیع مال کیواسطے تغنی حرام ہے بلا اختلاف اگر تو نے کہا ہدایہ کی تعلیل کہ فاسق لوگوں کو کبیرہ پر جمع کرتا ہے اسکی مقتضی ہے کہ تغنی مطلقاً حرام ہو اور حالانکہ ایسا نہیں ہے کیونکہ اگر اسطرح تغنی کرے کہ آپ سنے اور غیر نہ سنے تو اپنی ذات سے وحشت دفع کرے مکروہ نہیں اور بعضوں نے کہا کہ استغفار نظم قوافی اور فصیح اللسان ہونے کیواسطے تغنی مکروہ نہیں اور بعضوں نے کہا کہ اگر لوگوں کے سامنے کیواسطے نکاح اور وعظ میں تغنی کرے مکروہ نہیں تو جواب اسکا یہ ہے کہ اپنے سنانے اور دفع وحشت کیواسطے تغنی میں فقہا کا اختلاف ہے بعضوں نے کہا کہ مکروہ نہیں مکروہ و تغنی ہے جو علی سبیل اللہو ہو دلیل روایت انس بن مالک کی وہ اپنے بھائی براہن مالک کے پاس گئے اور وہ زنا بجا میں تھے اور وہ تغنی کرتے تھے اور اسی قول کو شمس الائمہ سرخسی نے لیا ہے اور بعضے مشائخ نے اسکو بھی مکروہ کہا ہے اور اس قول کو شیخ الاسلام نے لیا ہے اور مجمع ہے براہن مالک کا

یہ ہی کہ وہ اسمیں مباحہ کو خوش آوازی سے پڑھتے ہون جو اعظ اور حکم تعین اسواسطے کہ لفظ غناء معروف کو بولتے ہین ویسے ہی غیر معروف کو بھی کہتے ہین چنانچہ حدیث مین آیا ہی من لم یتغن بالقرآن فلیس منا اور اشعار مباحہ کی شعر خوانی جائز ہی پھر جبکہ اشتمال فحش کا حال معلوم ہوا تو جائز ہی کما صرح بہ العینی منہ یعنی کہا قال ہو شیخ الاسلام کے مانند مگر یہ معلوم ہو چکا ہی کہ فحش کے الفاظ ایسے ہون جو حلال نہین جیسے مرد معین اور عورت معینہ زندہ کا وصف باشر تعلق کی ایسی تعریف جو شوق انگیز ہو اسکی طرف یا جو ہو مسلم بادی کی شبہ قصد ہجو نہ تعریض استشہاد یا تعلم قضاء حدت، بلاغت اور اگر اشعار غیر معین عورت کے وصف مین ہون تو مباح مین بالسبل فقصیدہ بانت سعاد کہ خود صاحب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو پڑھا گیا اور حضرت نے اسپر انکار نہین فرمایا یا بیان اگر بطریق ملاہی کے ہو تو ممنوع ہی اگرچہ مواعظ اور حکم ہون منغنی مین ہر کہ ملاہی دو قسم ہین ایک محرم جنانچہ آلات طرب غنا جیسے مزمار اور طنبور وغیرہ اور دوسری مباح وہ دف ہی نکاح اور اسکے مانند اور سرور حادث مین اور اسکے قرین مکروہ ہی عبداللہ بن عمر سے مروی ہی کہ جب آواز دف کی سنتے تو خبر منگواتے اگر ملہو ہوتا تو سکوت کرتے اور اگر اسکے سوا اور کچھ ہوتا تو رکنے اور احتیاس مین ہر کہ محمد بن تجارع سے اس شخص کے حال کا سوال ہوا جو اپنے نفس کے ساتھ ترنم کرتا ہی جواب دیا کہ یہ اسکی شہادت کا قادح نہین اور قرآن خوانی الحان سے صفتون کے نزدیک مباح ہی اور بعضون کے نزدیک منع ہی اور غنا یہ ہی کہ اگر الحان سے حروف اپنی نظم اور حقیقت سے خارج نہین ہوتے ہون تو مباح ہی اور نہین تو غیر مباح ہی ایسا کچھ علما نے ذکر کیا ہی اور ہم باب الاذان مین مذکور کر چکے ہین کہ تلحین بدون تغیر تنصیبات حروف کے نہین ہوتی تو یہ تفصیل ہمیشہ ہی انتہی فالفتح تخصصا نصرت قال ولا یقبل شہادۃ من یستمع الغناء او یجلس مجلس الغناء وزاد العینی او مجلس الخمر وزاد الشرنبلالی او لم یشرب وان لم یسکر کان یشرب طلاء یحمد ویترکہ الامر بالمعروف یسقط طعن الکل مصنف نے کہا اور قبول نہین کرتا ہی اس شخص کی جو راگ کی مجالس مین بیٹھتا ہو یعنی نے اتنا زیادہ کیا یا صوفی وجو یا شرب کی مجالس مین بیٹھتا ہو اگرچہ وہ نشہ نہ پیتا ہو اسواسطے کہ اسکا مخلوط ہونا لہو کے ساتھ اور امر بالمعروف کا ترک کرنا اسکی عدالت کا مسقط ہی مجلس غنا مین بیٹھنا مسقط عدالت ہی اگرچہ وہ راگ نہ سنے بلکہ ذکر الہی مین مشغول رہے اور سپہلو سے جو راگ سنے اگرچہ راگ کی مجلس مین نہ بیٹھا ہو کذا فی الطحطاوی او یرتکب ما یحدہ بالفسق ومرادہ من یرتکب کبیرۃ قال المصنف علیہ یا اسکی گواہی قبول نہین کرتے اس چیز کے سبب سے اسکو حد مار یا حد یا بواسطہ فسق کے اور مطلب یہ ہی کہ جو کبیرہ گناہ کا مرتکب ہوا اسکی گواہی قبول نہین ہی یا کچھ گناہ ہی مصنف وغیرہ نے ہم کبیرہ کی حد مین اقوال مختلف ہین اور قول محقق وہ ہی جو شاہ ولی اللہ دہلوی نے قول المجتبی مین اختیار کیا ہی یعنی وہ ہی کہ کبیرہ گناہ وہ ہی کہ کبیرہ وارد ہوا قرآن مجید مین یا حدیث صحیح مین جو اہل حدیث کے نزدیک مشہور ہی یا اسکے مرتکب کو کافر کہا ہی چنانچہ تارک صلوۃ متعمد کو یا اسکے مرتکب پر شرع مین حد مقرر ہوا ہی جیسا کہ زنا اور سرقہ اور قطع طریق اور شرب خمر یا امور مذکورہ کے برابر یا اسکے زیادہ ہو جیسے تمرد و بیباکی مین بحکم براہت عقل او صغیرہ وہ گناہ ہی جو شرع مین منہی عنہ ہو یا خلاف مشروع ہو یا دون اسکے طریقہ ماثورہ کا رافع ہو انتہی شیخ ابو طالب کی منہ قوت القلوب مین کہا کہ مین نے ان طاعات کو جمع کیا جنمین کبائر کی تصریح وارد ہی تو سو تک پہنچا کبائر وہ ہی جو معصیۃ او نا امیدی رحمت الہی سے اور بیخوفی مکر الہی سے اور بیزار زبان سے شہادت دینے اور مار حد قذف بمحصن او بمحصنہ یا بین جوانح حرام اور تین پیٹ مین شرب خمر اور اکل مال یتیم اور اکل ربوا اور دو شرمگاہ مین زنا اور لواطت اور دو ہاتھ مین قتل خطا و جور ہی اور ایک پاؤن مین یعنی فرار صف کفار سے اور ایک گناہ سارے بدن سے یعنی عقوق الوالدین انتہی حق تعالی اپنے کرم سے ہمکو ایسے بچاوے آمین ذلک الحمام لعبور دار کانہ حرام یا اسکی گواہی قبول نہین جو حمام مین غسل کیواسطے جاتا ہو بر ہنہ جاے اسواسطے کہ یہ بیحیائی حرام ہی او بلعب بطنبور او کعاب مطلقا فاما دوکا یا اسکی گواہی مقبول ہی کما یعلم من کتاب الحظر والاباحۃ فی فتح القدیر مین ہی کہ لعب طاب کھیل ہی ہمارے بلاد مین معروف ہی مثل دوکے مانند اسکو حساب بلا فکر کھیلنے کے مین جو کھیل الشطرنج ہی اسکو بعض علماء نے مباح کہا خواہ بازی ہو یا نہ ہو بے فتح القدیر مین ہی کہ لعب طاب کھیل ہی ہمارے بلاد مین معروف ہی مثل دوکے مانند اسکو حساب بلا فکر کھیلنے کے مین جو کھیل الشطرنج ہی اسکو بعض علماء نے مباح کہا اور اہل غفلت اسکو کرتے ہون وہ مکروہ حرام ہی انتہی معلوم ہوا کہ طاب یک کھیل ہی جو سر کے بانسون کیطرح اسکو پھینکتے ہین مثل القمار اسکو بھی بعض علماء نے مباح کہا ہی فیشبہ ان یکون حراما فی شروط وما یعلم من سیرۃ فلانا قال او بقاعۃ مسطبہ بچھے اور شطرنج مین تو بسبب شبہ اختلاف کے سقوط عدالت کیواسطے

جو چیز دین سے کوئی ایک چیز مشروط ہو تو اسی واسطے مصنف نے کہا یا جو اپنے شطرنج سے تو اسکی گواہی مقبول نہیں ہم امام مالک اور شافعی کے نزدیک شطرنج حلال ہے امدادمصنف نے شطرنج کھیلنے کو مطلقاً مستلزم عدالت نکالا ویترک به الصلوة حتی یفوت وقتها یا شطرنج کی بازی سے نماز ترک کرے یہاں تک کہ نماز کا وقت فوت ہوجائے ہم ترک صلوٰۃ سے عدم فعل مطلقا نہیں بلکہ نماز قضا کرنا مراد ہے او یحلف علیه کثیرا یا شطرنج کھیلنے میں قسم بہت کھاتا ہو ہم زیلعی نے اور اتقانی نے اسمیں حلف کاذب کی قید لگائی ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ کثرت حلف بلاکذب یا کذب بلاکثرت سے شہادت مردود نہیں کیونکہ شہرت بدون کثرت نہیں ہوتی کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود او یلعب به علی الطریق او یذکر علیه فسقا مثلا یا شطرنج رستے پر کھیلے یا اسپر فسق کو ذکر کرے کذا فی الاشباہ ہم یعنے وہ چیز ذکر کرے جس سے فاسق ٹھہرے چنانچہ شتم اور قذف اور زنا اور لواطہ وغیرہا کما ذکرہ سعدی افندی ومعزیا للکافی والمعراج یا ہمیشہ شطرنج کھیلا کرتا ہو اسکی گواہی مقبول نہیں اسکو سعدی افندی نے کافی اور معراج سے نقل کیا ہم اسواسطے کہ مداومت تلہی کی دلیل ہے اور غالبا بعفہ فروریات میں خلل پڑتا ہے یہاں تک کہ یعنے شطرنج بازوں کا ایک گروہ گیا اور اسکی تجہیز وتکفین کے واسطے انھوں نے بازی موقوف نکی نعوذ باللہ من ھذا کما فی المعاصی او یاکل الربوا فیده به للشهرة ولایخفی ان الفسق عنهما شائع الا ان القاضی لایثبت ذلك الا بعد ظهوره له فالکل سواء بحر فلیحفظ یا اسکی گواہی مقبول نہیں جو بیاج کھاے بیاج کھانے میں علمانے شہرت کی قید لگائی ہے اور یہ امر مخفی نہیں کہ فسق بالغ ہی شہادت کا شرعاً مگر یہ کہ قاضی فسق کو ثابت نہیں کرتا مگر بعد ظاہر ہونے فسق کے قاضی کے نزدیک تو سب گناہ واسمیں برابر ہیں کذا فی البحر تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم مصنف نے اکل مال یتیم اور اکل ربوا میں اسطرح فرق کیا ہے کہ اگر یتیم کا مال کھاے ایکبار تو گواہی اسکی مقبول نہیں اور بیاج خوری میں شہرت شرط ہے صاحب بحر نے اسکو رد کیا کہ دونوں میں کچھ فرق نہیں فسق ہونے میں دونوں برابر ہیں اور اشتراط شہرت میں دونوں کیساں ہیں شہرت تو اسنے واسطے شرط ہے کہ قاضی اسکو ثابت کرے تو اسمیں سب گناہ برابر ہیں تخصیص بلا دلیل ہے او یسوی او یاکل علی الطریق وکذا کل ما یخل بالمروءة ممن کشف عورته لیستنجی من جانب الکعبة والناس حضور وقد کثر فی زماننا فحش یا اسکی گواہی مقبول نہیں جو پیشاب کرے یا کھاے راہ میں اور اسی طرح ہر ایک وہ فعل جو مخل مروت ہو از انجملہ اپنی شرمگاہ کھولنا تالاب کے کنارے استنجا کرنے کے واسطے اور حالانکہ لوگ سامنے ہیں اور ہمارے زمانے میں یہ فعل بکثرت ہوگیا کذا فی الفتح ہم فتح القدیر میں ہے اسکی گواہی مقبول نہیں جو افعال مستقرہ نالائق کرے اگرچہ فی نفسہ وہ حرام نہیں جیسے لوگوں کے روبرو راہ میں کھانا اور فقط سراویل یعنے پاجامہ پہنکر چلنا بھرنا اور لوگوں کے روبرو پانوں پھیلانا اور وہاں سر کھولنا جہاں جفت اوربے ادبی اور قلت مروت اسکو شمار کریں اسواسطے کہ جو شخص ایسا ہو اسسے بعید نہیں کہ جھوٹی گواہی دے اور حدیث مرفوع میں وارد ہے کہ لوگوں نے جو پہلے نبوت سے کلام پایا ہے وہ یہ ہے کہ جب تجھکو حیا نہ ہو تو جو تیرے دلمیں آوے سو کر اتنے طحطاوی انجملہ افعال خلاف مروت لقمہ کی چوری کرنا اور حد سے زیادہ خوش طبعی اور دل لگی کرنا کہ موجب استخفاف ہو اور کمینوں کی صحبت میں بیٹھنا اور لوگوں کو ذلیل کرنا اور بازار میں غل اور شور کرنا مروت عبارت ہے دین اور اصلاح سے اور بعضوں نے کہا کہ مروت عبارت ہے روشن نیک جو محفوظ کرے آدمی کو رذیل لوگوں سے اور سبکی عقل سے کنارہ گیری اور ارتفاع ہر خلق دنی سے انتہا او یظهر بسبب السلف لظهور فسقه بخلاف من یخفیه لانه فاسق مستور یعنے قال المصنف وانما قیدنا بالسلف تبعا للکلام بهم والا فالاولی ان یقال بسبب المسلم لسقوط العدالة بسبب المسلم وان لم یکن من السلف کما فی السراج والنهایة یا اسکی گواہی مقبول نہیں جو سلف کی بدگوئی ظاہر کرے بسبب ظاہر ہوجانے اسکے فسق کے بخلاف اس شخص کے جو سلف کو مخفی رکھتا ہو اسواسطے کہ وہ فاسق مستور ہے یعنے وہ مقبول الشہادت ہے کذا فی العینی مصنف نے اپنی شرح میں کہا کہ ہمنے سلف کی قید لگائی بہ اتباع کلام فقہاے مصنفین اور نہیں تو یوں کہنا بہتر تھا کہ جو مسلمان کی بدگوئی کو ظاہر کرے وہ مقبول الشہادت نہیں بسبب ساقط ہونے عدالت کے مسلمان کی بدگوئی سے اگرچہ وہ سلف نہیں سے ہو چنانچہ سراج اور نہایہ میں ہم سب یعنے دشنام اور گالی یہ ہے کہ انسان کی آبرو میں ایسی افشگو کرنا جو اسکے حق میں معیوب ہو حدیث میں وارد ہے کہ سباب المسلم فسق وقتاله کفر وفیها لطلاق بین السلف والخلف ان السلف الصلح الصدر الاول من التابعین

منهم ابو حنيفة رضي الله عنه والخلف بالفتح مع جدهم في الخير وبالسكون في الشر كما في النهر اور نہایہ مین ہی کہ درمیان سلف اور خلف کے فرق یہ ہی کہ سلف صالح سے مراد تابعین کا صدر اول ہی اُنمین سے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ ہین اور خلف بفتح اللام وہ لوگ ہین جو تابعین کے بعد نیک لوگ ہین اور خلف بسکون اللام بیکار لوگ ہین جنکو عرف مین ناخلف کہتے ہین کذا فی النہر صدر الشریعۃ نے کہا کہ سلف سے مراد صحابہ اور علماے مجتہدین ماضیین ہین رضوان اللہ علیہم اجمعین وضبہ من العنایۃ عن ابی یوسف لا اقبل شہادۃ من سب الصحابۃ واقبلها ممن تبرأ منهم لانه يعتقد دينا واذا كان كذلك فلم يظهر فسقه بخلاف الشاب اور بحر الرائق مین عنایہ سے ہی کہ ابو یوسف سے مروی ہی کہ مین قبول نہین کرتا گواہی اسکی جو صحابۂ کرام کی بدگوئی کرے اور اسکی گواہی قبول کرتا ہون جو صحابہ سے بیزار اور نارا ضی ہی اسواسطے کہ وہ ایک دین کا معتقد ہی کا لخوارج والروافض اگرچہ وہ باطل پر ہی تو متبری نے اپنا فسق ظاہر نہین کیا دلمین رکھا بخلاف بدگو کہ اسنے اپنا فسق ظاہر کر دیا ہم ظاہر ہیہ مسئلہ متفق علیہا ہی اور ابو یوسف کی طرف اسواسطے منسوب ہوا کہ وہ مخرج ہین اسکے شہدان اباها اوصى اليه فان ادعاه صحت شهادتهما استحسانا لشهادة دأمن الميت حمدي نية وللوصي لبها دوصيه لشالث على الاصح بیٹون نے گواہی دی کہ ہمارے باپنے فلانے شخص کو وصی کیا ہی تو اگر شخص مذکور اسکا دعوے کرے تو دونون کی گواہی صحیح ہوگی بطور استحسان کے جیسے میت کے دو دائمون کی گواہی ایک شخص کے وصی ہونے مین اور میت کے دو مدیونون کی گواہی کسی شخص کے وصی ہونے مین اور جن دو شخصون کے واسطے میت نے وصیت کی اُنکی گواہی کسیکے وصی ہونے مین اور میت کے دو وصیون کی گواہی تیسرے شخص کے وصی کرنے مین صحیح ہی کذا فی الطحطاوی وان انكر كان القاضي كما يعلم اجبار لعدم قبول الوصية عینی اور اگر وہ شخص قبول وصایت سے انکار کرے تو گواہی شاہدین مذکورین کی صحیح نہین اسواسطے کہ قاضی مالک نہین کسیکو زبردستی وصیت قبول کروانے کا کذا فی شرح العینی كما لا تقبل لو شهدا ان اباها اقر بكذا فانه يقبض دينه واد عى الوكيل او الكره والفرق قال القاضي لا يعلم نصب الوكيل من الغائب بخلاف الوصي جیسے قبول نہین گواہی اگر دو بیٹے گواہی دین کہ ہمارے غایب باپنے فلانے کو وکیل کیا ہی اپنے دیون کے قبض کرنے کا خواہ وکیل وکالت کا دعوے کرے یا انکار کرے اور فرق وصی اور وکیل کے مسئلہ مین یہ ہی کہ قاضی مالک نہین غایب کی طرف سے وکیل مقرر کرنے کا بخلاف نصب وصی کہ اسمین قاضی کو اختیار ہی شهدا للوصي حي وهو الميت بحق الميت بعدما غلبه القاضي عن الوصاية ونصب غيره او بعد ما ادرك الورثة لا تقبل شهادته للميت في ماله او غيره خاصم او لا لحلول الوصي محل الميت ولذلك لا يعلم عزل نفسه بلا عزل قاضي فكان كالميت نفسه فاستوى خصامه وعدمه گواہی دی وصی نے لیئے میت کے حق مین بعد اسکے کہ قاضی نے اسکو معزول کر دیا وصایت سے اور قائم کیا غیر کو یا گواہی دی بعد بالغ ہونے ورثہ میت کے تو اسکی گواہی میت کے حق مین اسکے مال اور غیر مال مین مقبول نہین خواہ وصی نے خصومت کی ہو یا نکی ہو بسبب ہوجانے وصی کے بجاے میت کے اور اسی واسطے وصی اپنی ذات کے معزول کرنے کا مالک نہین بدون معزول کرنے قاضی کے تو وصی مثل ذات میت کے ہوگیا تو اسکی خصومت اور عدم خصومت برابر ہوگئے ہم درصورت بقاے وصایت وصی کا بجاے میت کے ہونا ظاہر ہی اور درصورت معزولی ظاہر نہین مگر باعتبار ما کان پھر جب بجاے میت کے ہوا تو گویا اسنے اپنی ذات کے واسطے گواہی دی لہذا مقبول نہین بخلاف الوكيل فلذا قال ولو شهدا لوكيل بعد عزله للموكل ان خاصم في مجلس القاضي ثم شهد بعد عزله لا تقبل اتفاقا للتهمة بخلاف وکیل کے کہ اسکی خصومت اور عدم خصومت برابر نہین تو اسی واسطے مصنف نے کہا اور اگر گواہی دے وکیل اپنے معزول ہونے کے بعد موکل کے حق مین اگر اسنے خصومت کی ہو مجلس قاضی مین پھر گواہی دی بعد اپنے معزول ہونے کے تو گواہی بالاتفاق مقبول نہین بسبب تہمت کے ہم تہمت سے مراد تہمت تصدیق ہی لیئے کہ وکیل جس خصومت کر چکا ہی اسمین اپنی صداقت ظاہر کرتا ہی گواہی دیکر والا جلت لعدمها خلافا للثاني فجعله كالوصي سراج اور اگر خصومت نہین کی تو گواہی وکیل کی موکل کے حق مین بعد معزولی کے مقبول ہی بسبب نہ تہمت مذکور ہ کے بخلاف ابو یوسف کے کہ انکے نزدیک درصورت عدم خصومت بھی مقبول نہین تو گویا اُنہون نے وکیل کو وصی کے مانند ٹھہرایا کذا فی السراج وفي قسامة الزيلعي كل من صار خصما في حادثة لا تقبل شهادته فيها ومن كان

بعد ذلک ان یصیر خصما لہ فیہ تصب خصما بعد قبلہ وھذا کما لو شھد وقضی بھا قاضی فیہ اور شرح زیلعی کی کتاب القسامۃ مین ہی کہ جو شخص کہ مخاصم ہو گیا کسی مقدمہ مین تو اس مقدمے مین گواہی اسکی مقبول نہین اور جسکا مخاصم ہونا درپیش ہو اور حالانکہ ہنوز وہ مخاصم نہین ہوا تو اسکی گواہی مقبول ہوا اور یہ دونون قاعدے بالاتفاق ہین اور پورا بیان اسکا اسی شرح مین ہم زیلعی نے اپنی شرح مین کہا تو اصل اول کی جنس سے وکیل بالخصومۃ جبکہ اسنے حاکم کے پاس خصومت کی پھر وہ معزول ہو گیا تو اسکی گواہی مقبول نہین اور شفیع نے جب شفعہ طلب کیا یعنے قاضی کے پاس اور مشتری سے خصومت کی پھر اسکو ترک کیا تو اسکی گواہی بیع مین مقبول نہین اور اصل ثانی کی جنس سے وکیل ہی جبکہ اسنے خصومت نکی اور شفیع ہی جبکہ اسنے شفعہ طلب کیا بعد گواہی دی تو دونون کی گواہی مقبول ہی کذا فی الطحطاوی قید نا بمجلس القاضی لانہ لو خاصم فی غیرہ ثم عزل قبلت عندھما کما لو شھد فی غیر ما وکل فیہ او علیہ جامع الفتاوی قید لگانی بمجلس قاضی کی اسواسطے کہ اگر وکیل نے غیر مجلس قاضی مین حکومت کی ہو پھر موکل نے اسکو وکالت سے معزول کیا ہو تو طرفین کے نزدیک گواہی مقبول ہی چنانچہ اگر وکیل نے گواہی دی اس مقدمے کے سوا جسمین وہ وکیل مقرر ہوا یا موکل کی مضرت کی گواہی دی تو مقبول ہی کذا فی جامع الفصولین وفی البزازیۃ لا وکلہ بالخصومۃ عند القاضی فخاصم المطلوب بالف درھم عند القاضی شھدا ان لہ وکلہ علی المطلوب بمائۃ دینار تقبل بخلاف ما لو وکلہ عند غیر القاضی فخاصم وقام فیھا اور بزازیہ مین ہی کہ ایک شخص کو خصومت کے واسطے وکیل کیا قاضی کے نزدیک سو اسنے جھگڑا کیا مدعا علیہ سے ہزار درہم کا پھر موکل نے وکیل کو معزول کیا سو وکیل نے گواہی دی کہ اسنے موکل کے مدعا علیہ پر سو دینار ہین تو گواہی مقبول ہی یعنے اسواسطے کہ یہ دوسرا مقدمہ ہی غیر متعلق بوکالت بخلاف اس صورت کے کہ اسکو غیر قاضی کے نزدیک وکیل کیا اور اسنے خصومت کی تو گواہی مقبول نہین اور پورا بیان اسکا اسکی کتاب مین ہو ہم باقی بیان بزازیہ اور کافی مین یون ہی کہ اگر قاضی کو وکالت معلوم نہوا اور مدعا علیہ وکالت کا منکر ہوا اور وکیل اپنی وکالت گواہون سے ثابت کرے پھر موکل اسکو معزول کرے اور وکیل موکل کے واسطے گواہی دے تو گواہی اسکی مردود ہی ہر ایک اس حق مین جو وقت توکیل کے قائم ہی مگر جبکہ اس حق کی گواہی دی جو بنا پیدا ہوا تاریخ وکالت کے بعد تو اب گواہی مقبول ہو گی کذا فی الطحطاوی کما قبلت عندھما خلافا للثانی شھادۃ اثنین بدین علی المیت لرجلین ثم شھد المشھود لھما للشاھدین بدین علی المیت لان کل فریق یشھد بالدین فی الذمۃ وھی یقبل حقوقا شتی فلم تقع الشرکۃ لہ فی ذلک بخلاف الوصیۃ بغیر عین کما فی وصایا المجمع شرحہ سیجئ ثم جیسے طرفین کے نزدیک بخلاف ابو یوسف کے گواہی مقبول ہی دو شخصون کی گواہی دو مردون کے دین کی میت پر پھر مشہود لہما نے گواہی دی کہ شاہدین کا دین میت مذکور پر ہی اسواسطے کہ ہر فریق گواہی دیتا ہی کہ دین ثابت ہو ذمی پر اور ذمہ حقوق متفرقہ کو قبول کر سکتا ہی تو شاہدون کی شرکت نہ واقع ہوئی اسمین بخلاف اس وصیت کے جو غیر عین مین ہو چنانچہ مجمع اور اسکی شرح مین ہی اور اسکا ذکر کتاب الوصایا مین آویگا شاہدون کی شہادت شاہدون کی شرکت ثابت فی الذمہ مین ثابت نہین بلکہ شرکت مقبوض مین بعد قبض ثابت ہی اور وہ مانع شہادت نہین بخلاف وصیت غیر معین یعنے اگر ہر فریق دوسرے فریق کی گواہی دے کہ میت کے اسکے واسطے ثلث مین وصیت کی ہو تو بالاتفاق گواہی مقبول نہین اسواسطے کہ اسکا حق ترکہ مین ہی یعنے ثلث مین اور وہ دونون فریق مین مقسوم ہو تو یہ گواہی ہوئی اسمین جو دونون مین مشترک ہی اور اگر دونون شخصون نے گواہی دی کہ میت نے ان دو شخصون کے واسطے اس چیز معین کی وصیت کی ہے پھر مشہود لہما نے شاہدین کے واسطے دوسری چیز معین کی گواہی دی تو مقبول ہی کیونکہ اسمین شرکت نہین وکشھادۃ وصیین لوارث کبیر علی الحی فی غیر مال المیت فانھا مقبولۃ فی ظاھر الروایۃ کما لو شھد الوصیان علی اقرار المیت بشیء معین لوارث بالغ فقبل یزازیۃ اور جیسے گواہی دو وصیون کی وارث کبیر کے واسطے شخص حی پر مال میت کے سوا مین کہ وہ مقبول ہی ظاہر الروایہ مین چنانچہ اگر دو وصیون نے اقرار میت پر گواہی دی کسی معین چیز کی وارث بالغ کے واسطے تو وہ مقبول ہو کذا فی البزازیہ ہم وقت بالغ کی قید اسواسطے لگائی کہ صغیر کے واسطے گواہی مقبول نہین بسبب تہمت کے کذا فی الطحطاوی ولو شھد فی مالہ

ای المیت لا خلافا لمحمد او للصغیر لم یجز اتفاقا وسیجئ فی الوصایا اور اگر وہ وصی بنائے میت کے مال مین گواہی دی تو مقبول نہین بخلاف صاحبین کے اور اگر صغیر کے واسطے گواہی دی تو باتفاق امام اور صاحبین کے جائز نہین اور یہ کتاب الوصایا مین آویگا کما لا تقبل الشہادۃ علی جرح بالفسق ای فسق مجرد عن اثبات حق للہ تعالٰی او للعبد جیسے مقبول نہین گواہی جرح مجرد پر جو خالی ہو اثبات حق اللہ یا اثبات حق العبد سے ص جرح بالفتح اصطلاح شرح مین عبارت ہو اظہار فسق شاہد سے کذا فی البحر حق اللہ جیسا کہ حد اور حق العبد جیسا کہ قذف یا قتل فہستانی نے کہا جرح مجرد وہ ہی جسپر دفع خصومت مشہود علیہ سے مترتب نہ ہو فتح القدیر مین ہو کہ جرح مجرد کی گواہی دو وجہ سے مقبول نہین ایک یہ کہ گواہی مقبول ہوتی ہو حکم کے واسطے تو ضرور ہو کہ مشہود بہ تحت حکم داخل ہو اور فسق تحت حکم داخل نہین اسواسطے کہ حکم الزام ہو اور قاضی کے اختیار مین نہین الزام فسق کا کسی شخص پر کیونکہ فاسق اسکے دفع پر فی الحال قادر ہو تو یہ کرنے سے دوسری وجہ یہ ہو کہ مجرد اس گواہی کے شاہد فاسق ہوجاتا ہو کیونکہ اشاعت فاحشہ نص قرآن سے منع ہو اگر کوئی کہے کہ شہادت سے اشاعت فاحشہ مقصود نہین بلکہ مشہود علیہ سے دفع ضرر مطلوب ہو اسکا جواب یہ ہو کہ دفع ضرر اشاعت مین منحصر نہین اسطرح پر کہ ہر ملا قاضی کی مجلس مین گواہی دے بلکہ اگر پوشیدہ قاضی کو خبر کردے تو بھی مطلب حاصل ہو انتہی وان تضمنہ قبلت والا لا تقبل سو اگر گواہی اثبات حق اللہ یا اثبات حق العبد کی متضمن ہو تو مقبول ہو اور نہین تو مقبول نہین بعد التعدیل ولو قبلہ قبلت علی المذہب وقیل لا تقبل اجماعا وہو قبل الجرح المجرد وکل احتمالہ المصنف تبعا لما قدمہ فی الشرح بعد قولہ ملا خسرو وادخلہ تحت قولہم الدفع اسہل من الرفع وذکر وجہہ ط اطلق فی الدفع فشمل الکامل رجحہ تبعا لعامۃ الکتب وذکر وجہہ جرح مجرد پر گواہی مقبول نہین بعد ثبوت عدالت مشہود بہ کے اور اگر قبل ثبوت عدالت یعنی مجرد گواہی ہو تو مقبول ہو بلکہ اخبار مقبول ہو اگرچہ اخبار ایک ہی شخص سے ہو جرح مجرد پر اسی قول پر اعتماد کیا ہی مصنف رحمہ اللہ نے شرح لقطہ کے قرارداد کی پیروی کرکے اور اسکو ثابت رکھا ہی ملا خسرو نے اور غرر مین اور دررمین اور تحفہ مین اور اسکو فضا کے اس قول کے نیچے کہ دفع سہل تر ہو رفع سے یعنے قبل ثبوت کے ہٹانا آسان تر ہو بعد ثبوت کے اوٹھانے سے اور اسکی وجہ بیان کی ہی اور ابن کمال نے جرح مجرد کی شہادت کو مطلقا مردود کہا ہی یا تتبع عامہ کتب فقہ اور اسکی وجہ مذکور کی ہو ھم ملا خسرو نے وجہ یون بیان کی ہی کہ اگر کوئی کہے کہ جرح مجرد کی جرح صحیح کیون مقبول ہو قبل التعدیل شہود کے اور بعد تعدیل مقبول نہین مگر نصاب شہادت درسورتیکہ غیر مجرد ہو اسکا جواب تحقیقی یہ ہو کہ جرح مشاہد قبل تعدیل دفع ہو شہادت کا قبل ثابت ہونے شہادت کے اور یہ دیانت کے باب سے ہو ولہذا اسمین خبر واحد مقبول ہو اور بعد تعدیل کے رفع ہو شہادت کا بعد ثابت ہوجانے شہادت کے یہان تک قاضی پر عمل بشہادت واجب ہو جبتک جرح معتبر وجود نہو اور قواعد مقررہ سے یہ قاعدہ ہو کہ دفع اسہل تر ہو رفع سے اور یہی بھید ہو جرح مجرد کے مقبول ہونے مین قبل تعدیل کے اگرچہ ایک شخص سے ہو اور غیر مقبول ہو بعد تعدیل کے بلکہ نصاب شہادت اور اثبات حق شرع یا حق عبد کی احتیاج ہو اتنے اور ابن کمال نے یون وجہ بیان کی ہو کہ جرح مجرد پر اسواسطے گواہی مقبول نہین کہ تحت حکم داخل نہین اور گواہی اسمین مقبول ہوتی ہو جو تحت حکم داخل ہو اور قاضی کے اختیار مین انکا الزام ہو خواہ قبل تعدیل کے یہ ہو یا بعد تعدیل کے انتہے اب معلوم کرنا چاہیے کہ ابن کمال اور ملا خسرو کے کلام مین لفظی خلاف ہو مدعوی اسواسطے کہ ابن کمال نے یہ جو کہا ہو کہ شہادت فسق مجرد کی مقبول نہین اگرچہ قبل التعدیل ہو تو مراد اسکی یہ ہو کہ وہ معتبر نہین باین معنی کہ وہ ایسی شہادت نہین کہ ملزوم کو چیز قبول سے خارج کرے اور بعد التعدیل اسکے تعدیل مقبول ہو چنانچہ ابن کمال نے اسکو خود بطریق سوال اور جواب کے اسطرح بیان کیا ہی کہ اگر تو کہے کیا یہ بات نہین ہی کہ فسق شاہد کی خبر قبل ثبوت عدالت قاضی کو مانع ہو قبول شہادت سے اور اس شہادت کے موافق حکم دینے سے تو مین جواب دون کہ ہان مانع ہو لیکن یہ منع اس سبب سے ہو کہ خبر فسق طعن ہو انکی عدالت مین نہ اس سبب سے کہ کوئی امر ایسا ثابت ہوگیا جسنے شاہدون کو حیز قبول سے ساقط کردیا ولہذا اگر شاہدون کی عدالت ثابت ہو بعد اسکے تو انکی گواہی مقبول ہو اور اگر شہادت فسق کی مقبول ہوتی تو شاہد خبر شہادت سے ساقط ہوجاتی اور مجال تعدیل باقی نرہتی انتہی تو یہ قول ملا خسرو کے اسکے کلام کا منافی نہین فسق مجرد کی گواہی قبل تعدیل کے مقبول ہو اسواسطے کہ ہر حنیفہ نے یہ کہا لیکن اسنے یہ بھی کہا ہو کہ اگر شاہدون کی عدالت ثابت ہو بعد جرح مجرد کے تو عدل کے شہود کی گواہی ہی

مقبول ہوگی تو خلاف لفظی ٹھہرا کذا فی الطحطاوی لمضمرات وظاہر کلام الوانی وحزمی زادہ المیل الیہ اور علامہ دانی اور غزمی زادہ کا ظاہر کلام سے ابن کمال کے کلام کی طرف میلان ثابت ہوتا ہو ص علامہ دانی نے جو ابن کمال کی طرف سے جواب دیا ہو خلاصہ اسکا یہ ہو کہ ابن کمال کی مراد یہ ہو کہ فسق مجرد کی شہادت وحقیقت شہادت نہیں ہو خواہ قبل تعدیل یا بعد تعدیل ہو بلکہ وہ خبر محض ہو بدلیل قبول خبر واحد قبل تعدیل پھر جب وہ شہادت نہ ٹھہری تو اس بنا پر اسکا تعلق ہوا اسواسطے کہ اسباب میں سے ایک سبب وہ ہو جنکی گواہی مقبول ہو اور جنکی مقبول نہیں تو ابن کمال کا یہ قول کہ گواہی معتبرہ میں مطلب اسکا یہ ہو کہ وہ شہادت کے شمار میں ہیں اگرچہ قبل تعدیل ہو انتہی اسواسطے کہ اگر وہ شہادت کے شمار میں ہوتی تو مطعون کی شہادت بعد ثبوت عدالت مقبول ہوتی تو اس قول کا بھی حاصل خلاف لفظی کی طرف راجع ہوا کذا فی الطحطاوی وکذا التفصیل فی حیث قال وفیہ القاضی لم یلتفت لہذہ الشہادۃ ولکن یزکی للشہود سرًا وعلنًا فان عدلوا قبلہ الخ المضمرات اور اسی طرح قہستانی کا بھی میلان ابن کمال کے کلام کی طرف ظاہر ہوتا ہو اسواسطے کہ قہستانی نے کہا اور اسمیں یعنے نقایہ کے کلام میں اسکا اشارہ ہو کہ قاضی نہ التفات کرے اس شہادت کی طرف یعنے فسق مجرد کی شہادت کی طرف ولیکن شہود مدعی کا سرًا تزکیہ کرے پوشیدہ اور علانیہ سو اگر انکی عدالت ثابت ہو تو گواہی انکی قبول کرے اور اس قول کو قہستانی نے مضمرات کی طرف نسبت کیا ہو ہم نقایہ کا کلام یہ ہو کہ تفسیق مجرد شاہد معدل میں مقبول نہیں انتہی تو اس سے معلوم ہوا کہ غیر معدل میں مقبول ہو قولہ لم یلتفت الاولی لا یلتفت کذا فی الطحطاوی ولہذا منہ چونکہ لم یلتفت کی ظرف التفات نکیا بلکہ لا یلتفت کا ترجمہ کیا وجعلہ البرجندی علی قولہ فتنبہ اور برجندی نے قبول شہادت کو درصورت تعدیل صاحبین کا قول بتلایا ہو نا امام کا سو خبردار رہو جا صم طحطاوی نے کہا کہ تجھکو معلوم ہو چکا کہ اسکی کچھ حاجت نہیں اسواسطے کہ خلاف نقل ہو نہ معنوی مثل ان یشہدوا علی شہود المدعی علی الجرح المجرد بانہم فسقۃ اوزناۃ او اکلۃ الربوا او شربۃ الخمر چنانچہ مدعی کے شہود پر جرح مجرد کی یوں گواہی دیں کہ شہود مدعی فاسق ہیں یا زانی ہیں یا سود خوار ہیں یا شراب خوار ہیں ص جرح مرکب کی بھی مثالوں میں زنا اور اکل ربوا اور شرب خمر مذکور ہو تو مطلب یہ کہ جرح مجرد میں سبب اقدم پر محمول ہو اور جرح مرکب میں غیر تقادم پر محمول ہو علامہ مقدسی نے کہا کہ ظاہر تر وجہ فرق یہ ہو کہ جرح مجرد میں تفسیق بصیغہ اسم فاعل ہو اور اسم فاعل کا ہے یعنی استقبال ہوتا ہو تو یقین نہوا کہ شاہد بالفعل متصف بفسق ہیں بخلاف جرح مرکب کے کہ وہاں بصیغہ ماضی تفسیق ہو او علی اقرارہم انہم متہمون وباقرارہم انہم اجراء وفی ہذہ الشہادۃ اوان المدعی مبطل فی ہذہ الدعوی اوان لا شہادۃ لہم علی المدعی علیہ فی ہذہ الحادثۃ فلا تقبل بعد التعدیل بل قبلہ درر واعتمدہ المصنف یا جرح کے گواہ شہود مدعی کے اس اقرار کی گواہی دیں کہ انھوں نے جھوٹی گواہی دی یا شہود اجرت گیر ہیں اس شہادت میں یا اس اقرار کی کہ مدعی ناحق پر ہو اس دعوی میں یا اس اقرار پر کہ شہود کی شہادت ثابت نہیں مدعا علیہ پر اس حادثہ میں تو یہ گواہی مقبول نہیں بعد تعدیل کے بلکہ قبل تعدیل مقبول ہو چنانچہ درر میں ہو اور اسپر اعتماد کیا ہو مصنف نے ص طحطاوی نے کہا کہ عدم قبول بعد تعدیل اور قبول قبل تعدیل تکرار محض ہو وتقبل لو شہدوا علی الجرح المرکب کاقرار المدعی بفسقہم او اقرارہ بشہادۃ بزور او بانہ استاجرہم علی ہذہ الشہادۃ اور گواہی مقبول ہو اگر گواہوں نے جرح مرکب پر گواہی دی جیسے مدعی کے اقرار کی بفسق شہود یا مدعی کے اس اقرار کی کہ شاہدوں کی گواہی جھوٹی ہو یا اس اقرار کی کہ مدعی نے انکی جرح مقررہ کی اس گواہی پر ص جرح مرکب اسواسطے کہا کہ اس جرح پر دو شہادت مترتب ہو تو گویا جرح اور جواسپر مترتب ہوا اور وہ دو چیزیں ہیں یا در فسق شہود کی گواہی یا بزور مدعی اسواسطے مقبول ہوئی کہ شاہدوں نے اظہار فاحشہ کی گواہی نہیں دی بلکہ اظہار فاحشہ کی حکایت کی غیر شخص سے تو وہ اس گواہی سے فاسق نہ ٹھہرے اور اقرار ایسی چیز ہو جو بحق حکم داخل ہو اور قاضی بسبب اسکے الزام پر قادر ہو کیونکہ اقرار توبہ کرنے سے مرتفع نہیں ہوتا خانہ الکمل میں ہو کہ اثبات فجور مدعی بفسق شہود یا مبطل شہادت مقبول ہو اور یہ جرح اور طعن نہیں بلکہ اس بنا پر ہو کہ انسان کا اقرار اسکی ذات پر حجت ہو کذا فی الطحطاوی او علی اقرارہم انہم لم یحضروا المجلس الذی کان فیہ الحق یعنی یا گواہی دی شہود کے اس اقرار پر کہ وہ حاضر نہ تھے اس مجلس میں جسمیں مدعی کا حق تھا کذا فی العینی او انہم عبید او محدودون فی قذف او انہ ابن المدعی او ابوہ عنایہ او قاذف وللمقذوف ید علیہ یا جرح مرکب کی یوں گواہی دی کہ شہود مدعی غلام ہیں یا محدود فی القذف

ہیں یا گواہ مدعی کا بیٹا ہو یا اسکا باپ ہو کذا فی العنایۃ یا کہ شاہد قاذف ہو اور حالانکہ مقذوف انکا مدعی ہو دائما نہ زنا او وضعوہ او سرقوا مثی کذا فی البنایۃ او شرب الخمر ولم یتقادم العہد کما مر فی باب یا گواہی دی کہ شہود مدعی نے زنا کیا اور زنا کی حقیقت کو انھوں نے بیان کیا یا شہود نے میرا فلانا مال چوری یا ڈاکہ مسروق کی اسنے تصریح کی یا شہود نے شراب پی اور حالانکہ زمانہ شرب متقادم نہیں ہوا چنانچہ مذکور ہو چکا حد شرب میں کہ باب حد شرب میں مذکور ہو چکا کہ شرب کا تقادم ریح یعنی بو جانے سے ہوتا ہے اور غیر شرب کا تقادم ایک مہینہ گذر جانے سے او قتلوا النفس عمدا علی فلان یا گواہی دی کہ شاہد وں نے آدمی کو مار ڈالا جان بوجھ کر کذا فی العینی او شرکاء المدعی والمدعی مال یا گواہی دی کہ شہود شریک ہیں مدعی کے اور حالانکہ جسمیں دعوی ہو وہ مال ہو ہم مراد یہ ہے کہ شاہد شریک معاوض ہو مدعی کا تو جاس دکھو باطل ہے مدعی کو حاصل ہوگا تو شاہد کو اسمیں فائدہ ہوگا اور یہ مراد نہیں کہ شاہد مدعی کا شریک ہے مدعی یہ ہیں والا اسکا اقرار ہوگا کہ مدعی یہ مدعی اور شاہد کا مملوک ہے کذا فی فتح القدیر او انہ استاجرہم بکذا لہا الشہادۃ واعطاہم ذلک ہما کان لہ عندہم مال او لم یقل لہم تقبل لہ دعواہ لاحتیاجہا رغیرہ کلا ولا یلہ علیہ یا گواہی دی مدعی علیہ کے اس قول پر کہ مدعی نے شاہدوں کی اتنی اجرت مقرر کی گواہی کے واسطے اور انکو اجرت دی اس مال سے جو میرا اتھا مدعی کے پاس اور اگر یہ نہ کہتا تو گواہی قبول ہوتی کیونکہ دعوی کرتا ہے استیجار کے میر شخص کے واسطے اور حالانکہ اسکی ولایت ہیں غیر شخص پر لیذا تو وہ مخاصم نہ ٹھہرا ہم یعنے جب کہیگا کہ اجرت میرے مال سے دی اسوقت شہود مدعی کی گواہی مردود ہوگی اور شہود رجیع کی گواہی مقبول ہوگی اور فقط دعوی استیجار بلا قید مذکور رجیع مجرد ہی مقبول نہیں او اتی صاحبہم علی کذا او دفعتہ الیہ وای رشوۃ واکلا فلا اصلح بالمعنی المشروح ولو قال لم ادفع لہم یقبل علی انہ یشہد علی نفسہ واعلی ورثتہ شہادۃ زور وان اطیب ما اعطیتہم یا گواہی دی مدعی علیہ کے اس قول پر کہ شہود مدعی سے میں نے صلح کی تھی بعوض اتنے مال کے اور وہ مال انکو بطور رشوت کے میں نے دیا تھا اس شرط پر کہ مجھ پر جھوٹ گواہی نہ دیں ساتھ اسکے انھوں نے جھوٹ گواہی دی اور میں انسے طلب کرتا ہوں وہ مال جو انکو میں نے دیا شاہد نے کہا کہ اگر دینا مال کا بطور رشوت کے ظاہر نہ ہوا تو صلح بمعنی شرعی ثابت ہوگی اور اگر کہے کہ صلح کر کے میں نے مال نہیں دیا تو گواہی مقبول نہیں وانما ثبت فی ہذہ الصور کلہا حق اللہ او العبد قسمت الحاجۃ کما حیاہا اور ان صورتوں میں تو گواہی اسی واسطے مقبول ہے کہ امور مذکورہ یا حق اللہ ہیں یا حق العبد ہیں تو دونوں حقوق کے زندہ کرنے کے واسطے حاجت واقع ہوئی شہد علی فلم یترک من مجلس القاضی ولم یطل المجلس ولم یکذبہ المشہود لہ حتی قال او ہمت اخطات بعض شہادتی وکانا قضیۃ قبلت شہادتہم ما لم تعلم مخالفتہ لو عدلا ولو بعد القضاء وعلیہ الفتوی خانیۃ بحر گواہی دی شاہد عادل نے سو ہنوز وہ مجلس قاضی سے جدا نہیں ہوا اور مجلس بھی دراز نہیں ہوئی اور مدعی نے اسکی تکذیب نہیں کی یہاں تک کہ شاہد نے کہا کہ میں نے خطا کی بعض شہادت میں اور حالانکہ دونوں قولوں میں مناقضہ نہیں تو اسکی گواہی مقبول ہے سب پر میں جسکی اسنے شہادت دی بشرطیکہ شاہد عادل ہو اگرچہ اظہار خطا بعد حکم قاضی کے ہو اور اسی پر یعنے قبول بعد قضاء پر فتوی ہے کذا فی الخانیۃ والجامع خطا بعض شہادت خواہ بزیادت ہو خواہ بنقصان زیادت اسطرح کہ ہزار درم کی گواہی دی پھر بولا کہ میں چوک گیا حقیقت میں پانسو درم ہیں اور کمی کی یہ مثال ہے کہ پانسو کی گواہی دی پھر بولا کہ میں بھول گیا وہ تو ہزار درم ہیں تو گواہی بشرط عدالت شاہد دونوں صورتوں میں مقبول ہے اسواسطے کہ وہ مجلس قضاء سے گاہے ایسا ہو جاتا ہے کذا فی الفتح عدم مناقضہ کی قید اسواسطے لگائی کہ درصورت تناقض شہادت چنانچہ اول یوں گواہی دی کہ وہ چیز زید کی ہے پھر بولا کہ میں نے خطا کی بلکہ وہ خالد کی ہے تو گواہی مقبول نہوگی قلت لکن عبارۃ الملتقی تقتضی قبول قولہ لو ہمت وانہ یقضی بما بقی وہو مختار السرخسی وغیرہ وظاہر کلام الکمال وسعدی تجمعہ فتنبہ وتبصر میں کہتا ہوں لیکن عبارت ملتقی الابحر اسکی مقتضی ہے کہ شاہد کا یوں کہنا کہ میں نے خطا کی مقبول ہے اور اسکی کہ مابقی کا حکم ہوگا اور یہ قول سرخسی وغیرہ کے نزدیک مختار ہے اور الکمال وسعدی کا ظاہر کلام اس قول کی ترجیح پر دلالت کرتا ہے تو خبردار اور ہوشیار ہو جاصم تابع کا یہ ہتدراک بے معنی ہے کیونکہ اس قول میں صریح اختلاف ہے مابین اہل مذہب کذا فی الطحطاوی فتح القدیر میں ہے کہ دعوی کیا پندرہ سو کا تو شاہدے ہزار کی گواہی دی پھر بولا کہ میں چوک گیا اسکا حق تو پندرہ سو ہے تو اسمیں اختلاف ہے

کما کہ سبکا حکم ہوگا یعنے پندرہ سو کا اور بعضو ہیں کہ فقط مابقی کا حکم ہوگا یعنے ہزار کا یہان تک کہ اگر ہزار کی گواہی دے پھر کہے میں نے غلط کہا وہ پانسو ہین تو فقط پانسو کا حکم ہوگا اسواسطے کہ جو حادث ہو بعد شہادت کے وہ اُنکے مانند ہی جو شہادت کے وقت حادث ہوا اور اسیکی طرف شمس الائمہ سرخسی کا میلان ہی انتہی مختصرا وقالوا الشاھد بعد قیامہ عن المجلس یقبل علی الظاھر احتیاطا اور اگر شاہد کے بعض شہادت کی خطا ظاہر ہی اپنے اُٹھ جانے کے بعد مجلس سے تو گواہی مقبول نہین بنا بر ظاہر الروایۃ کے بنظر احتیاط ھم وجہ احتیاط یہ ہی کہ زیادت مین شاید مدعی نے اور کمی مین مدعی علیہ نے اسکو ورغلایا ہو طمع دنیا و دیگر صدر الشریعۃ نے کہا کہ عدم قبول اس صورت مین ہی جبکہ محل شبہہ ہو اپنے جیسا کہ زیادت یا نقصان مین اور اگر شبہہ کا مقام نہو تو باوجود تغائر مجلس گواہی مقبول ہی چنانچہ لفظ شہادت کو اسنے ذکر نکیا پھر دوسری مجلس مین لفظ شہادت کو زیادہ کیا انتہی اور اسی طرح اگر شاہد نے مدعی یا مدعا علیہ کی طرف اشارہ ترک کیا یا ایک کسیکا نام لیا تو مقبول ہی اسواسطے کہ قضا متصور نہین بدون امور مذکورہ کذا فی الفتح وکذا لو وقع الغلط فی بعض الحدود او النسب ھذا ہی اور اسی طرح گواہی مقبول ہی اگر غلطی واقع ہوگئی بعض حدود یا نسب مین کذا فی الہدایۃ ھم مثلا حد غربی کے مکان مین شرقی ذکر کیا یا بعض نسب مین خطا کر گیا چنانچہ بجاے محمد بن علی بن عمران کے محمد بن احمد بن عمر لیا گیا پھر اسی مجلس مین تدارک کیا تو مقبول ہوا اور بعد مجلس مقبول نہین کذا فی الفتح ططا وہنے بزازیہ سے نقل کیا کہ اگر شاہد دان ملک حد یا وحد مین غلطی کی پھر اسکا تدارک کیا اسی مجلس مین یا غیر مجلس مین تو در صورت امکان توفیق مقبول ہی چنانچہ شاہد یون کہے کہ اسکا نام فلانا تھا پھر اسکا نام فلانا ہوگیا بینہ انہ ای المجروح مات من الجرح الاول بینتہ الموت بعد البیع اسکی گواہی کہ زخمی مرگیا زخم سے اوے بالقبول ہی اس گواہی سے کہ بعد بیعت کے مرگیا ھم یعنے زید نے خالد کو زخمی کیا اور زخمی مرگیا تو اسکے اولیا نے گواہی قائم کی کہ وہ زخم کے سبب سے مرگیا اور زید کے مددگاروں نے گواہی قائم کی کہ وہ زخم سے جنگا ہوکر دس دن کے بعد مرگیا تو اولیا ومقبول کی گواہی اوے ہی کذا فی الدرر ولو اقام اولیاء المقتول بینۃ علی ان زیدا جرحہ وقتلہ واقام زید بینۃ علی ان المقتول قال ان زیدا لم یجرحنی ولم یقتلنی فبینۃ زید اولی من بینۃ اولیاء المقتول مجمع الفتاوے اور اگر اولیا ومقبول نے اسپر گواہی قائم کی کہ زید نے اسکو زخمی کیا اور قتل کیا اور زید نے گواہی قائم کی کہ خود مقتول نے کہا تھا کہ زید نے مجھکو زخمی نہین کیا اور نہ قتل کیا تو زید کی گواہی اولی اور اقدم ہی اولیا ومقتول کی گواہی سے کذا فی مجمع الفتاوے ھم ایسا کوئی نہ سمجھے کہ زید کی گواہی نفی ہی بلکہ قیام شہادت مقتول کے قول پر ہی وبینۃ الغبن من یتیم بلغ اولی من بینۃ کون الفقۃ ما اشتراہ من وصیہ فی ذلک الوقت مثل الثمن لانہا اثبتت امرا زائدا لان بینۃ الفساد ارجح من بینۃ الصحۃ درخلافا کما فی الوھبانیۃ اور ثبوت نقصان کی گواہی اس یتیم کیواسطے جو بالغ ہوگیا اوے ہی اس گواہی سے کہ قیمت ثمن کی مثل تھی یعنے جس قیمت سے مشتری نے مبیع کو یتیم کے وصی سے خریدا اس وقت مین یعنے وقت عقد اسکے کہ گواہی غبن کی کہ مرناندکو ثابت کرتی ہی اور اسواسطے کہ فساد کی گواہی راجح تر ہی صحت کی گواہی سے برخلاف اسکے وہ ہی جو وہبانیہ مین ہی یعنے اسین بینہ صحت کی تقدیم بینہ فساد پر مذکور ہی ھم درین صورت کہ مذکور ہی کہ یتیم کے وصی نے انگور کا باغ جو یتیم کا مملوک تھا بیچا پھر یتیم بالغ ہوا اور اسنے دعوی کیا کہ بیع مین غبن ہوا تو مشتری نے گواہ قائم کیے کہ اس باغ کی قیمت اسوقت مین مثل ثمن کے تھی تو غبن کے گواہ اولے بالقبول ہین انتہی اما بدون البینۃ فالقول لمدعی الصحۃ منیہ اور بدون گواہی کے تو مدعی صحت کا قول معتبر ہی کذا فی المنیہ ھم شرح وہبانیہ مین ہی کہ جب بالغ اور مشتری مین اختلاف ہوا یک صحت بیع کا دعوی کرتا ہو اور دوسرا فساد کا تو مدعی صحت کا قول معتبر ہی اور در صورت گواہی تو فساد کی گواہی مقدم ہی باتفاق روایات کذا فی الطحطاوی وبینۃ کون المتصرف فی مخو تدبیر اوظلم وخصومۃ ذا عقل او من بینۃ الوانہ مثلا کونہ مخلوطا لعقلہ او مجنونا اور اسکی گواہی کہ متصرف مانند تبذیر یا خلع یا خصومت کے تصرفات مین جب مباعقل تھا مقدم ہی اور فون کی مثلا اسکی گواہی کہ مورث متصرف مختلط العقل یا مجنون تھا ھم یعنے لونڈی نے گواہی قائم کی کہ اسکے مولے نے اسکو اپنے مرض الموت مین مدبر کیا حالانکہ وہ عاقل صاحب ہوش تھا اور وارثون نے گواہی قائم کی کہ وہ مختلط العقل تھا تو لونڈی کی گواہی مقدم ہی اور اسی طرح اگر زوجہ نے خلع کیا پھر زوج نے گواہی

قائم کی کہ وہ مجنون تھا خلع کے وقت اور نہ دوسرے گواہی قائم کی کہ وہ عاقل تھا یا ولی متصرف نے گواہی قائم کی کہ وہ مجنون تھا خصومت کے وقت اور عورت کے گواہی قائم کی کہ وہ عاقل تھا تو دونوں صورتوں میں عورت کی گواہی مقدم ہے کذا فی الدرر ولو قال الشہود لا ندری کان فی صحتہ ومرضہ فہو علی المرض اور اگر گواہوں نے کہا کہ ہمکو معلوم نہیں کہ طلاق یا عتاق صحت میں تھا یا مرض میں تو وہ مرض پر محمول ہوگا یعنے جبکہ مدعی صحت کا دعوی کرتا اور مدعی علیہ مرض کا کذا فی الطحطاوی ولو قال الوارث کان یھذی یصدق حتی یشہد انہ کان صحیح العقل بزازیہ اور اگر وارث نے کہا کہ مورث یہذیان کہتا تھا تو اسکے قول کی تصدیق کی جائیگی یہانتک کہ دو شاہد گواہی دیں کہ وہ صحیح العقل تھا کذا فی البزازیہ وبینۃ الکل اولی من بینۃ البعض وان ارخا واعمد تاریخا فالاعمد اختلفا او لم یؤرخا فبینۃ الطلاق اولی ملتقط وغیرہ واعتمدہ المصنف لانہ مثبت وغرمی زاد وا ور اقرار مقر میں المکراہ کی گواہی مقدم ہے طوع اور رضامندی کی گواہی سے اگر شاہدین نے تاریخ مذکور کی اور دونوں کی تاریخ متحد ہوئی اور اگر دونوں کی تاریخ مختلف ہوئی یا دونوں نے تاریخ مذکور نکی تو رضامندی کی گواہی مقدم ہے کذا فی الملتقط وغیرہ اور اسی قول پر مصنف اور اسکے فرزند شیخ صالح اور غرمی زادہ نے اعتماد کیا ہے **فروع** مسائل ملحقہ شتی کے بینۃ الفساد اولی من بینۃ الصحۃ شرح وھبانیۃ فساد عقد کی گواہی مقدم ہے صحت عقد کی گواہی سے کذا فی شرح الوہبانیہ ص طحطاوی نے کہا یہ مسئلہ مکرر ہوگیا مسئلہ فیہ ساتھ ذی صفحہ اختلف المتبایعان فی الصحۃ البطلان فالقول لمدعی البطلان وفی الصحۃ والفساد المدعی الصحۃ الا فی مسئلۃ الاقالۃ اور شاہد میں ہے کہ بائع اور مشتری نے اختلاف کیا صحت اور بطلان بیع میں تو مدعی کا بطلان کا قول معتبر ہے اور اگر صحت اور فساد بیع میں اختلاف کیا تو مدعی صحت کا قول معتبر ہے مگر مسئلہ اقالہ میں مدعی فساد کا قول معتبر ہے ص مسئلہ اقالہ کی یہ صورت ہے کہ مشتری نے دعوی کیا کہ میں نے بیع کی بیع کے بائع کے ہاتھ کثر ثمن سے قبل ادا کرنے ثمن کے اور بائع نے اقالہ بیع کا دعوی کیا تو مشتری کا قول معتبر ہے باوجود یکہ وہ فساد عقد کا مدعی ہے اور اگر اسکے بالعکس ہوتا تو دونوں قسم کھاتے کذا فی الطحطاوی وفی الملتقط اختلفا فی المبیع والمرھون فالبیع اولی اور ملتقط میں ہے کہ دو شخصوں نے اختلاف کیا بیع اور رہن میں تو بیع کا قول مقدم ہے اختلفا فی البینات والسوداء الوفاء اولی استحسانا دو شخصوں نے اختلاف کیا بیع کے لازم ہونے میں اور بیع الوفا میں تو بیع الوفا کا قول اولی اور اقدم ہے یعنی استحسان کے شہادۃ قاصرۃ بینہما غیرھم تقبل کان شہدا بالدار بلا ذکر انہا فی ید الخصم فشہد بہ احد ان شہادت قاصرہ کو پورا کر دیا اور شاہد دیئے تو مقبول ہوگی چنانچہ دو شاہد دیئے گھر کی گواہی دی کہ مدعی کا ہے بدون اسکے بیان کرے کہ وہ گھر مدعی علیہ کے قبضے میں ہے سود اور شاہد دیئے اسکی گواہی دی صرف دونوں گواہیاں ملکر مقبول ہیں اسواسطے کہ اثبات قبض مدعی علیہ کی جانب ہے کہ مدعی علیہ مخاصم تھے ملک مدعی کے اثبات میں کذا فی الدرر او شہد بالملک فالحد وطعن بالحدۃ دیا دو شخصوں نے ملک محدود کی گواہی دی لیکن بلا ذکر حدود اور انکے سوا اور دو شاہدوں نے حدود کی گواہی دی تو مقبول ہے او شہد احدھما بالاسم والنسب ولم یعرفا الرجل یعنہ فشہد اخران انہ المسمی بہ یہ دو دو یا دو شاہدوں نے نام اور نسب کی گواہی دی اور حالانکہ دونوں شاہد اس مرکو لایعنہ نہیں جانتے ہیں تو دو اور شاہد دیئے گواہی دی کہ فلانا الشخص مسمے باسم ونسب مذکور ہے کذا فی الدرر یعنے یہ نام اور نسب فلانے شخص کا ہے تو گواہی مقبول ہے شہد واحد فقال الباقون نحن نشہد کشہادتہ لم تقبل حتی یتکلم کل شاہد بشہادتہ وعلیہ الفتوی ایک گواہ نے گواہی دی تو باقی شاہدوں نے کہا کہ ہم بھی گواہی دیتے ہیں اس شاہد کی گواہی کے مانند تو مقبول نہوگی تاوقتیکہ ہر شاہد اسکی سی گواہی کو نہ بولے اور اسی قول پر فتوی ہے شہادۃ النفی المتواتی مقبولۃ نفی متواتر کی گواہی مقبول ہے ص یعنے اگر نفی متواتر ہو لوگوں کے نزدیک اسطرح پر کہ سب جانتے ہوں کہ مدعی علیہ اس مکان اور زمان میں نہ تھا تو اس شخص پر کوئی دعوی متعلق بمکان یا زمان مذکور مسموع نہوگا اور اسکے فراغ ذمہ کا حکم ہوگا تا اسکی تکذیب لازم آوے جو ضروری الثبوت ہے کیونکہ ضروریات میں شک داخل نہیں ہوتا اور اگر نفی متواتر نہو تو مقبول نہیں مگر دوسرے مسائل میں جو اشباہ کی کتاب القضا میں مذکور ہیں اور نوادر میں ابو یوسف سے مروی ہے کہ دو شخصوں نے قتل یا فعل کی گواہی دی تو اس گواہی سے مدعی علیہ پر اجامرہ یا کتابت یا طلاق یا عتاق یا قتل یا قصاص زمان اور مکان اور صفات میں لازم ہوگا اور اگر مشہود علیہ گواہ قائم کرے کہ وہ شخص زمان مذکور

موجود نہ تھا تو مقبول نہیں مگر جبکہ نفی متواتر ہو اور شہادت علی النفی کی وجہ سے قبول یہ ہے کہ شہادت متضمن ہو مشاہدہ کو اور مشاہدہ اور علم حاصل نہیں ہوتا نفی سے اور پورا بیان اسکا حواشی شباہ میں ہے کذا فی الطحطاوی والشہادت اذا بطلت فی البعض بطلت فی الکل الا فی عبدین مسلم ونصرانی فشہد نصرانیان علیہما بالعتق ثم رجعا فضمن النصرانی قیمۃ نصف العبد فقط ۱۲ جیسے گواہی باطل ہوئی بعض میں تو کل میں باطل ہو جاتی ہے مگر اس مقام میں جو مشترک ہے مسلم اور نصرانی میں سو دو نصرانیوں نے دونوں مالکوں پر آزاد کرنے کی گواہی دی تو فقط نصرانی کے حق میں قبول ہوگی کذا فی الاشباہ ہم بطلان بعض سے بطلان کل کی مثال یہ ہے کہ بھائی بہن نے ایک زمین کا دعوی کیا تو بہن کے زوج اور دوسرے شخص نے گواہی دی تو برائے بھائی دونوں کے حق میں مقبول ہوگی اور یہ قول معتمد محمد کا ہے اور ابو یوسف کے نزدیک جائز ہے کہ بعض میں شہادت باطل ہوا بعض میں باقی رہے کذا فی الطحطاوی عن الظہیریہ قلت وزاد محشیہا خمسۃ اخری بعینہا لکن بزیادۃ لابن کتابہون اور حاشیہ کے محشیوں نے پانچ صورتیں اور زیادہ کی ہیں بزازیہ سے نقل کر کے ہم ان میں سے ایک یہ ہے کہ اقطع ید کافر و مسلم کے قبضہ میں سو صاحب لقطہ نے دو شاہد کافر غیر ذمی کا پیش کیے تو فقط کافر کے حق میں شہادت مسموع ہوگی اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ کافر مر گیا اور اسکے دو بیٹوں نے اسکا ترکہ بانٹ لیا پھر ایک بیٹا مسلمان ہو گیا پھر دو کافروں نے باپ پر دین کی گواہی دی تو فقط کافر کے حق میں مسموع ہوگی اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ دو کافروں نے مسلم اور کافر پر کپڑے کی چوری کی گواہی دی تو برحق قطع مقبول نہیں اور کافر پر نصف کپڑے کا حکم ہوگا کذا فی الطحطاوی

باب الاختلاف فی الشہادۃ

یہ باب ہے شہادت کے اختلاف کا ہم اختلاف شہادت دو طرح ہے یا شہادت دعوے کے مخالف ہو یا شاہدین میں اختلاف ہو یعنی یہ باب علی اصول اجمالیہ اس باب کے مسائل کی بنا احکام چند قواعد مقررہ پر ہے ہم مبنی مصدر میمی ہے نہ اسم مکان لانہ یطلق لکن تو خود باب ہے معہا ان الشہادۃ علی حقوق العباد کما تقبل بلا دعوی بخلاف حقوق اللہ تعالی منجملہ قواعد مذکورہ یہ قاعدہ ہے کہ حقوق العباد پر شہادت مقبول نہیں بدون دعوے کے بخلاف اللہ تعالی کے حقوق کے کہ وہ دعوی پر موقوف نہیں ہم یہ قاعدہ اس باب سے نہیں کیونکہ یہ باب ہے اختلاف شہادت کا نہ قبول شہادت اور عدم قبول کا کذا فی الطحطاوی وصہا ان الشہادۃ بالکل من المدعی باطلۃ بخلاف الاقل فیہ اور ان میں سے یہ قاعدہ ہے کہ شہادت مدعا سے زیادہ باطل ہے بخلاف اس شہادت کے کہ جو مدعا سے کمتر ہے کہ وہ مقبول ہے بسبب تثابت ہونے اتفاق کے کمتر میں ہم جب شہادت زیادہ ہوئی مدعا سے تو مدعا اسکا مکذب ٹھہرا لہذا شہادت باطل ہے بخلاف اقل کہ اسمیں شہادت اور مدعا کا اتفاق ہے وصہا ان الملک المطلق اذا دل من الشہود لتثبت من اصل الملک بالسبب یقضی علی الصحیح اور ان میں سے یہ ہے کہ ملک مطلق یعنے جسمیں ملک کا سبب مانند خرید یا ہبہ مذکور نہ ہو وہ زیادہ تر ہے ملک مقید سے بسبب تثابت ہونے مطلق کے اصل سے اور ملک بواسطہ سبب فقط سبب پر متصور ہے ہم ملک مطلق اوساط اکثر اور ازیدہ ہے ملک مقید سبب سے کہ مطلق اولیکے مفید ہے اور ملک سببی مفید صوت ہے کذا فی الفتح یعنے اب پیدا ہوئی اول سے تو تھی بخلاف مطلق الطحطاوی نے کہا کہ یہ قاعدہ اصل مستقل نہیں بلکہ قاعدہ سابقہ کی فروع میں سے ہے وہو منہا ما فقر الشہادۃ حتی لفظا ومعنی وصہا فقر الشہادۃ الدعوی معنی فقط ویستظم اور ان میں سے موافقت شہادت تین ہے یعنے ایک شاہد کی گواہی دوسرے شاہد کی گواہی کے ساتھ مطابق ہو لفظ میں اور معنی میں اور مطابق ہونا شہادت کا دعوی سے فقط معنی میں ضرور ہے اور یہ آگے واضح ہوگا ہم شہادت اور دعوی کی مطابقت میں فقط معنی کا اعتبار ہے نہ لفظ کا بخلاف تقابل شہادتین کہ اسمیں تقابل لفظی اور معنوی دونوں ضرور ہیں تو اس سے معلوم ہوا کہ وقایہ کی عبارت کما ینبغی نہیں کہ اسمیں موافقت شہادت کی دعوی کے ساتھ اتفاق شاہدین کے مانند لفظا اور معنی شرط ہے کذا فی الدرر تقدم الدعوی فی حقوق العباد شرط قبولہا لتوقفہا علی مطالبتہم ولو بالتوکیل بخلاف حقوق اللہ لوجوبہا قائمۃ علی کل احد فکل احد خصم فکان الدعوی وجوبہا تقدم ہونا دعوی کا حقوق عباد میں قبول شہادت کی شرط ہے بسبب موقوف ہونے حقوق کے عباد کے مطالبہ پر اگرچہ مطالبہ اصالۃ نہو بلکہ وکالۃ ہو بخلاف حقوق اللہ کے کہ اسمیں تقدم دعوی شرط نہیں بسبب واجب ہونے اقامت حقوق مذکورہ کے ہر شخص پر تو ہر مسلمان صاحب خصومت ہو تو گویا دعوے موجود ہے ہم جب اقامت حق شرع ہر مسلم پر واجب ہوا تو شاہد بھی اسمیں داخل ہے تو شاہد گویا مدعی ٹھہرا

باعتبار وجوب اقامت کے اور شاہد ہوا باعتبار تحمل شہادت کے فاذا وافقها وقفت الشهادة على دعوى قبلت كما لو اقتصرا كقول هذا لصاحبه المقدمة صح جبکہ شہادت دعوی کے مطابق ہو گئی تو مقبول ہوا اور اگر مطابق دعوی نہوئی تو مقبول نہیں اور یہ ایک قاعدہ ہے قواعد متقدمہ سے صاحب شارح نے تقدم دعوی کو بیان قاعدہ نکہا حالانکہ اول نکو قاعدہ اعتبار کر چکا ہو یا تباع صاحب درر اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ تقدم دعوی کو اس باب میں دخل نہیں فلو ادعى ملكا مطلقا فشهد بالسبب كشراء وارث قبلت لكونها بالاقل مما ادعى خطيقا معنى كما مر تو اگر مدعی نے ملک مطلق کا دعوی کیا سو شاہدوں نے ملک بالسبب کی گواہی دی جیسے خرید یا ارث یعنے مثلاً مدعی نے دعوی کیا کہ میں اس گھر کا مالک ہوں اور سبب ملک کا بیان نکیا اور شاہدنے گواہی دی کہ مدعی نے اسکو خرید کیا ہے یا ارث میں پایا ہے تو گواہی مقبول ہے بسبب اسکے شہادت کے کمتر دعوی مدعی سے تو دعوے اور شہادت مطابق ہو گئی باعتبار معنی کے چنانچہ مذکور ہو چکا قواعد متقدمہ میں صاحب شارح نے ارث کو ملک مقید کی مثال میں مذکور کیا باتباع صاحب کنز اور حالانکہ قول مشہور یہ ہے کہ ارث ملک مطلق کے مانند ہے چنانچہ بحر الرائق میں ہے فتح القدیر سے اور خود شارح اسکو عنقریب ذکر کریگا تو اگر یہاں ارث کو ذکر کرتا تو خوب ہوتا کذا فی الحلبی وعكسه بيان ادعى بسبب وشهدا بمطلق لا تقبل لكونها بالاكثر بما مر اور بالعکس اسکے اسطرح کہ دعوی کیا ملک مقید کا اور شاہدوں نے ملک مطلق کی گواہی دی تو گواہی مقبول نہیں بسبب شہادت کے اکثر دعوی سے چنانچہ مذکور ہو چکا کہ جب شہادت اکثر ہو دعوی سے تو مقبول نہیں قلت وهذا في غير ما مر من الإرث والنتاج وشراء من مجهول النسب فإنه بمطلقه كاف كما مر میں کہتا ہوں اور یہ یعنے ملک سبب کے دعوے میں ملک مطلق کی شہادت کا مقبول نہونا دعوے ارث اور نتاج اور بائع مجہول سے خرید کرنے کے سوائے ہیں ہے چنانچہ اسکو شرح بیان کیا ہے کما لا یخفی یعنے فتح القدیر میں ہے اگر دعوی کیا ملک بالارث کا اور شاہدنے ملک مطلق کی گواہی دی تو مقبول ہے اسواسطے کہ ارث ملک مطلق کے مساوی ہے مقبول مشہور مذکور اور اگر نتاج کا دعوے کیا یعنے یوں دعوے کیا کہ یہ غلام میرا مملوک ہے کہ میری لونڈی سے پیدا ہوا اور گواہوں نے ملک مطلق کی گواہی دی تو مقبول ہے اسواسطے کہ مطلق اقل ہے نتاج سے اسواسطے کہ مطلق مفید ولایت ہے بطریق احتمال اور نتاج بطریق یقین مفید ولایت ہے اور اگر دعوی کیا کہ میں نے اسکو خرید کیا اور بائع کا ذکر نکیا یا یوں کہا کہ میں نے اسکو ایک مرد سے خریدکیا اور شاہدوں نے ملک مطلق کی گواہی دی تو مقبول ہے بدائع اسمیں اختلاف ہے کذا فی الفتح والحلبی بتصرف واستثنى في البحر من قوله وقفت الخ ما لو ادعى ملكا مطلقا فشهدا بسبب كما مر فإنه يقبل وفاقا لأنه أقل مما ادعى خطيقا معنى كما مر اور بحر الرائق میں تیس صورتوں کو استثنا کیا ہے جسمیں اس قاعدہ سے کہ شہادت قبول ہے اگر دعوی سے موافق ہو اور اگر موافق نہو تو مقبول نہیں بحر الرائق میں تیس صورتیں مستثنے کی ہیں طحطاوی نے کہا اور عبارت یہ تھا کہ شارح اسکو متن کے اس قول کے بعد فاذا وافقها قبلت والا لا مذکور کرتا چنانچہ صاحب بحر نے ذکر کیا ہے مجملا صورتیں مذکورہ چار صورتیں ہیں جو شارح فی کل قول جمع مع فعل کے تحت میں مذکور کریگا اور بائیسویں صورت شراء من المجهول ہے جو نکہ ہو چکی اقتصر هنا كل يجب مطابقة الشهادة للدعوى لفظا ومعنى اور اسی طرح مطابقت شہادتین کی لفظاً اور معنیً واجب ہے صح امام اعظم کے نزدیک تطابق شہادتین لفظاً اور معنی شرط ہے اور تطابق لفظی سے مراد یہ ہے کہ دونوں شاہد کے لفظ افادۂ معنی میں برابر ہوں خواہ وہی لفظ ہو بعینہ یا اس لفظ کا مرادف ہو تو اگر ایک شاہد نے ہبہ کی گواہی دی اور دوسرا عطیہ کی گواہی تو مقبول ہے کذا فی الفتح الا فی اثنین وعشرین مسئلة مبسوطة في الخزانة والله تعالى اعلم وفي الأشباه ثلاثة عشر آخرها كثيرة التطويل مگر بیالیس مسئلوں میں جو بحر الرائق میں مشرح مذکور ہیں مطابقت بشرط تعیین اور عدم کے فرزند شیخ صالح نے اپنے حاشیہ میں جو اشباہ پر ہے تیرہ مسئلے اور بڑھائے ہیں جنمیں سے ان مسائل کو بخوف تطویل ترک کیا ہم یعنے اس مقام میں بخوف تطویل مسائل مذکورہ کو ذکر نہیں کیا والا مسائل مذکورہ کو آخر باب وقف کے اخیر میں شارح ذکر کر چکا ہے بطریق الوضع لا التضمن فالكتفيا بالمواخذة ولم يقل الثلاثة لأن التطابق مذكور بطريق وضع واجب ہے نہ بطریق تضمن اور صاحبین کے موافقت معنوی پر بلا موافقت لفظی کے کفایت کی ہے اور یہی مذہب ہے ائمہ ثلاثہ باقیہ کا ہم وضع کی تمہید سے وہصورت نکل گئی کہ ایک شاہد نے یہ گواہی دی کہ زوجہ نے زوجہ کو کہا کہ تو خلیہ ہے اور دوسرے نے گواہی دی کہ بریہ کہا تو یہ گواہی مقبول نہیں اسواسطے کہ دونوں لفظ متباین ہیں اگرچہ لازم واحد یعنے بینونت میں مشترک ہیں اسواسطے کہ لغت میں خلیہ کے معنی غیر معنی بریہ ہیں کذا فی المحیط

ولو شهد احدهما النكاح والآخر بالتزويج قبلت كما تحادا معناهما اور اگر ایک شاہد نے نکاح کی گواہی دی اور دوسرے نے تزویج کی تو مقبول ہے اسواسطے کہ دونوں لفظوں کے ایک معنی ہیں ص مصنف نے اس قول سے اشارہ کیا کہ امام کے نزدیک موافقت میں یہ شرط نہیں کہ لفظ بعینہ ہو بلکہ بعینہ وہی لفظ ہو یا احکام اور لفظ یعنے ہم معنی وكل الهبة والعطية وغيرهما اور اسی طرح ہبہ اور عطیہ اور انکے مانند کی گواہی مقبول ہے ص مانند ہبہ اور عطیہ کی یہ صورت ہے کہ مدعیوں نے ایرار دین کا دعوی کیا تو ایک گواہ نے ایرار کی گواہی دی اور دوسرے نے ہبہ یا تصدق یا تملیک کی کذا فی الطحطاوی ولو شهد احدهما بالف والآخر بالفين او مائة ومائتين او طعام وطعامين او ثلثة دراهم لا تختلف المعنى اور اگر ایک شاہد نے ہزار کی گواہی دی اور دوسرے نے دو ہزار کی یا ایک نے سو کی گواہی دی اور دوسرے نے دو سو کی یا ایک نے ایکیا طلاق دینے کی گواہی دی اور دوسرے نے دو بار یا تین بار طلاق دینے کی تو مقبول نہیں مرد دو ہے بسبب مختلف ہونے دونوں معنوں کے ص حاصل یہ کہ ان صورتوں کے ترمیم یہ گواہی مقبول ہے اسواسطے کہ دونوں شاہد ایک ہزار اور ایک طلاق اور ایک سو پر متفق ہیں کیونکہ دو ہزار ایک ہزار کو متضمن ہیں اور ایک شاہد منفرد بزیادت ہے تو حجت علیہ ثابت نہ ہوئی بخلاف دو ہزار اور امام کی یہ دلیل ہے کہ دونوں شاہد معنوں کے لفظ مختلف ہیں اور اختلاف لفظ اختلاف معنوی پر دلالت کرتا ہے اسواسطے کہ ہزار کو دو ہزار نہیں بولتے کما لو احدهما غصبه والآخر قتل احدهما لم يعلم تقبل فچنانچہ اگر دعوی کیا غصب کا تو ایک شاہد نے غصب یا قتل کی گواہی دی اور دوسرے نے اقرار غصب یا قتل کی تو مقبول نہیں ص اسواسطے کہ شاہدوں کا اختلاف واقع ہوا دعوا اور اقرار میں فعل کے اندا لہذا قبول شہادت ممنوع ہوا ولو شهد احدهما بالاقرار قبلت اور اگر دونوں شاہدوں نے ایک اور غصب یا قتل کی گواہی دی تو مقبول ہے ص اسواسطے کہ یہاں اختلاف واقع ہوا شہادت اور دعوے میں بخلاف سابق کہ وہاں اختلاف تھا شہادتوں میں اور شہادت اور دعوے میں تطابق ولیس الخبر كالمعاينة شہادتوں میں شرط ہے کذا فی الطحطاوی تبصرف حلال الا تقبل في كل قول يجمع مع فعل بان ادعى احدهما بالقرض والآخر بالاقرار به لم تقبل بین قول فعل قتیبہ اور اسی طرح گواہی مقبول نہیں ہر قول میں جو جمع کیا گیا فعل کے ساتھ اسطرح کہ دعوی کیا ایک شاہد نے ہزار کا تو ایک شاہد نے ہزار کے دینے کی گواہی دی اور دوسرے نے ہزار کے لینے کے اقرار کی گواہی دی تو مسموع نہیں بسبب جمع کرنے کے مابین قول اور فعل کے کذا فی القنیہ ص جمع قول اور فعل سے مراد یہ ہے کہ ایک شاہد کے لفظ میں قول مذکور ہوا اور دوسرے کے لفظ میں فعل اذا الاتحاد اللفظ كشهادة احدهما ببيع او قرض او طلاق او عتاق والآخر به اقرار به فتقبل لاتحاد صيغة الانشاء والاقرار فانه يقول في الانشاء بعت واقترضت وفي الاقرار كنت بعت واقترضت فهي صيغة واحدة ص مگر جب اقرار اور انشا متحد ہو جاویں باعتبار لفظ یعنے دونوں کی تعبیر ایک ہی لفظ سے ہوتی ہو جیسے ایک شاہد کی گواہی بیع کی یا قرض یا طلاق کی یا عتاق کی اور دوسرے کی گواہی اقرار بیع یا اقرار قرض یا اقرار طلاق یا اقرار عتاق کی تو یہ گواہی جامع بین القول والفعل مقبول ہے بسبب متحد ہونے صیغۂ انشا اور اقرار کے یعنے تفرقات مذکورہ میں انشا اور اقرار کا ایک ہی لفظ ہے اسواسطے کہ انشاء بیع اور قرض میں عاقد کہتا ہے بعت اور اقرضت اور اقرار بیع اور قرض میں مقر کہتا ہے کنت بعت واقترضت تو قبول شہادت کا مانع نہ ہوا ص اتحاد صیغۂ انشا اور اقرار باعتبار آخر صیغۂ اقرار کے ہو والا فرار میں تو لفظ کنت کا لفظ زیادہ ہے اور اثبات لفظ کنت کی کچھ حاجت نہیں اسواسطے کہ اقرار میں بھی بعت اور مانند اسکے بولتے ہیں بقصد اخبار کذا فی الطحطاوی بخلاف شهادة احدهما بالبيع والآخر به يسكل لعدم تقبل لعدم تكرار الفعل لكل الآلة محيط سرخسي لالية بخلاف اس گواہی کے کہ ایک شاہد نے گواہی دی قاتل کے قتل کی عمداً تلوار سے اور دوسرے نے قتل عمد کی گواہی چھری سے تو مقبول نہیں بسبب نہ مکرر ہونے فعل کے آلۂ قتل کی تکرار سے کذا فی المحیط والتبرلالیہ ص فعل واحد یعنے قتل کا مکرر ہونا ممکن نہیں کہ ایکبار تلوار سے آدمی کی روح بدن سے نکلے اور دوسری بار چھری سے طحطاوی نے کہا ہمارے لوں تھا کہ شارح کہتا شرنبلالیہ عن المحیط اسواسطے کہ شرنبلالیہ میں یہ مسئلہ محیط سے منقول ہے وتقبل على الف في شهادة احدهما بالف والآخر بالف وماتة اذا دعى المدعي الاقل لان الاكثر لا يوفق لاستيفاء او امراء اين کے مال اور گواہی مقبول ہے ہزار پر اس شہادت میں کہ ایک گواہ نے ہزار کی گواہی دی اور دوسرے نے ہزار اور ایک سو کی اگر مدعی اکثر کا دعوے کرتا ہو یعنے گیارہ سو کا نہ اقل کا یعنے ہزار کا مگر اس صورت میں جب کہ

مدعی توفیق کرے استیفا یا ابراء دین سے کذا ذکرہ ابن کمال ص یعنے اگر مدعی نے گیارہ سو کا دعوی کیا اور ایک شاہد نے ہزار کی گواہی دی اور دوسرے نے گیارہ سو کی تو ہزار ثابت ہونگے اسواسطے کہ ہزار مین دونون کا اتفاق ہوا اور ایک شاہد سو مین منفرد ہوا اور اگر مدعی فقط ہزار کا دعوے کرتا ہو تو مقبول نہین اسواسطے کہ مدعی مکذب ہوا اس شاہد کا جسنے گیارہ سو کی گواہی دی کذا فی البرہان اگر مدعی اسطرح توفیق بیان کرے کہ واقع مین میرے گیارہ سو تھے سو مین سو درہم لیچکا یا مین نے اسکو معاف کردیئے تو دعوے اقل مین بھی گواہی مقبول ہی دھلا فی الدرر اور یہ یعنے اختراء موافقت بین شہادتین فقط بسبب وضع دین کے دعوے مین ہی تو اسمراشارہ اسکے طرف راجع ہی جو اصول سابقہ سے معلوم ہی کذا فی الطحطاوی وفی العینی تقبل علی الولد کما تقبل علی الوالد کما تقبل علی الاجنبی وتحصل ان ھذا فی العبد بین اثنین اخران ھذا قلت علی العبد الواحد الذی اتفقا علیہ انتھا قادر (اور دعوی عین مین گواہی مقبول ہی کیونکہ پیشتر گواہی دی ایک شاہد نے کہ یہ دونون غلام مدعی کے ہین اور دوسرے گواہ نے گواہی دی کہ یہ ایک غلام مدعی کا ہی تو گواہی مقبول ہی اس ایک غلام پر جسپر دونون شاہدون کا اتفاق ہوا باجماع امام اور صاحبین رح کے کذا فی الدرر عن المحیط وفی العقد لا تقبل مطلقا سواء کان المدعی اقل المالین او اکثرھا عزمی زادہ اور اثبات عقد مین کمی زیادتی کی گواہی مقبول نہین خواہ دعوے اقل المالین ہو یا اکثر المالین ہو کذا ذکرہ عزمی زادہ اور خواہ مدعی عقد بائع ہو یا مشتری کذا فی الدرر ثم فرع علی ھذا الاصل بقولہ فلو شھد واحد بشرٰی عبد او کتابتہ علی الف وشھد اٰخر بالف وخمسمائۃ لم تردّ لان المقصود اثبات العقد وھی تختلف باختلاف البدل فلم یتم النصاب علی کل واحد انتھی مصنف نے اس اصل پر تفریع کی اپنے اس قول سے ہوا اگر ایک شاہد نے گواہی دی غلام کی خرید یا اسکے مکاتب ہونے کی ہزار درہم پر اور دوسرے شاہد نے پندرہ سو کی گواہی دی تو مقبول نہین اسواسطے کہ جہان مقصود اثبات ہی عقد بیع یا کتابت کا اور عقد مختلف ہوجاتا ہی بسبب مختلف ہونے بدل کے تو عدد تمام ہونا یعنے نصاب شہادت تمام نہوئی ہر واحد پر ہر عقد مختلف ہوتا ہی اختلاف بدل سے اسواسطے کہ بیع بعوض ہزار مغائر ہی اس بیع کے جو بعوض پندرہ سو کے ہی تو مشہود بہ مختلف ہوگیا ثمن کے اختلاف سے اور اسواسطے کہ مدعی ایک شاہد کا مکذب ہی کذا فی الدرر وشملہ التقیید بالمال والصلح عن قود طرحہ والخلع ان ادعی الجعد والقاتل والراھن والمرأۃ نفذ ولغز مرتبا لذا مقصودھم اثبات العقد کما مر اور بیع کے مانند عتق بعوض مال اور صلح قصاص سے اور رہن اور خلع ہو اگر غلام مدعی ہو عتق مین اور قاتل مدعی ہو صلح مین اور راہن رہن مین اور خلع مین مدعی ہو شارح نے کہا عبارت متن مین لف ونشر مرتب ہی عتق وغیرہ مانند بیع اسواسطے ہوا کہ مدعیون کا مطلب اثبات عقد ہی نہ اثبات مال چنانچہ مذکور ہوچکا یعنے اور عقد مختلف ہوتا ہی باختلاف بدل تو ہر واحد پر نصاب شہادت پدری نہوئی وان لاقی الاٰخر کما لو شھد لا کذا لو ادعی المقصود ھم المال فتقبل علی الاقل کما مر اور اگر دوسرا شخص مدعی ہو مثلاً مولے مدعی ہو تو دعوے دیگر مانند ہی اسواسطے کہ مدعیون کا مقصود مال ہی نہ اثبات عقد تو اقل المالین پر گواہی مقبول ہوگی اگر مدعی اکثر المالین کا دعوے کرتا ہو چنانچہ مذکور ہوچکا ص توضیح دعاوی مذکورہ اسطرح ہی کہ غلام کے مولے نے کہا کہ یعنے تجھکو پندرہ سو درہم پر آزاد کیا اور غلام دعوی کرتا ہو کہ ہزار درہم پر یا ولی قصاص کہتا ہو کہ یعنے تجھسے پندرہ سو پر صلح کی اور قاتل ہزار کا دعوے کرتا ہو اسی طرح باقی دو صورتین کذا فی الدرر وکالاجارۃ کالبیع لو فی اول المدۃ لحاجۃ کاثبات العقد اور اجارہ مانند بیع کے ہی اگر اول مدت مین ہو بسبب حاجت اثبات عقد کے ص یعنے اگر مستاجر یا موجر نے دعوی کیا کہ اس گھر کی اجرت ایکسال کی پندرہ سو مین سوا ایک شاہد نے اسکے موافق گواہی دی اور دوسرے نے ہزار کی گواہی دی تو اجارہ ثابت ہوگا مانند بیع اسواسطے کہ قبل استیفاے منفعت کے اجرت کا استحقاق نہین تو مقصود اثبات عقد ہوا اور عقد مختلف ہوتا ہی باختلاف بدل تو اجارہ ثابت ہوگا کذا فی الفتح وکالدین بعدھا لو ادعی المؤجر ولو للمستاجر فدعوی عقد اتفاقا اور اجارہ دین کے مانند ہی مدت گذر جانے کے بعد اگر موجر مدعی ہو اور اگر مستاجر مدعی ہو تو عقد کا دعوے ہی بالاتفاق ص دعوی موجرین بعد تسلیم عین موجرہ اثبات عقد کی حاجت نہین خواہ مستاجر منفعت حاصل کی

ہو یا نہ حاصل کی ہو دعوی یہ دعوی اجرت کا ہو تو اگر گواہ ہزار کی گواہی دے اور دوسرا پندرہ سو کی اور مدعی ہو اکثر کا تو ہزار کا حکم ہوگا اسواسطے کہ موجر کا کچھ مقصود نہیں بعد مدت کے سوائے اجرت کے اور اگر مستاجر مدعی ہو تو بالاجماع عقد کا دعوے ہے کیونکہ وہ مال اجارہ کا معترف ہے تو مستاجر پر حکم ہوگا بقدر اسکے اعتراف کے خواہ شاہدین کا اتفاق ہو یا اختلاف اور عقد ثابت ہوگا بسبب اختلاف کے کذا فی الفتح وھم انکاح بالاقل ای بالف مطلقا استحسانا خلافا لھما وصحیح ہے نکاح اقل مال سے لیعنی ہزار سے مطلقا خواہ مدعی زوج ہو یا زوجہ خواہ اقل کا دعوی ہو یا اکثر کا بطور استحسان کے بخلاف صاحبین کے کہ انکے نزدیک نکاح باطل ہوگا وجہ استحسان یہ ہے کہ مال تابع ہے نکاح میں اور مقصود اصلی نکاح میں حلت اور ملک ہے اور اسمیں اختلاف نہیں بلکہ تابع میں ہے پھر جب تابع میں لیعنے مال میں اختلاف ہوا تو اقل المالین پر حکم ہوگا کیونکہ اقل پر اتفاق ہے شاہدین کو اتفاق شاہدین کے واجب ہوا اور وہ اقل المالین ہے بالضرورۃ قضا بالنکاح لازم ہوگی کذا فی الفتح ولزم فی صحۃ الشہادۃ الحریۃ والاسلام والعقل والبلوغ والعدالۃ والذکورۃ ان شہدا علی مسلم ولو ذمیا او عبدا او صبیا او امرأۃ او محدودا فی قذف او اعمی او ابنا او ابا او احدا ممن لا تقبل شہادتہ لہ او زوجا او زوجۃ او شریکا فی مشترک او مضاربا فیہ او مکاتبا او عبدا لہ او لمکاتبہ او لعدوہ او لاحد ممن ذکرنا او لاحد ممن لا تقبل شہادتہ ل

اگر شاہدین نے شخص زندہ کے قبضہ اور اقرار کی گواہی دی خواہ شاہد یوں کہا کہ ایک مہینے یا ایک سال سے قبضہ تھا یا یوں نہ کہا تو گواہی مقبول نہیں بسبب قائم ہونے گواہی بامر مجہول سبب چند قسم ہونے قبض زندہ کے ص مثلاً ایک گھر ایک مرد کے قبضہ میں ہے سو وہ دوسرے شخص نے دعوی کیا کہ میرا ہے اور گواہوں نے گواہی دی کہ وہ سابق میں مدعی کے قبضہ میں تھا تو مقبول نہیں بسبب جہالت مشہود بہ کے اسواسطے کہ ممکن ہے کہ اسکا قبضہ بطریق ملک تھا یا بطریق ودیعت یا اجارہ یا غصب تو قاضی بسبب شک کے حکم نہ دے گا کہ پھر اسکو دیا جاوے کذا فی الدرر بخلاف ما لو شہدا انہا کانت ملکہ او اقر المدعی علیہ بذلک او شہد شاہدان اقر انہ کان الخ فی الدرر ع فہو للمدعی لمعلومیۃ الاقرار وجہالۃ القبض یعنی بطل اقرار مدعا علیہ کا بسبب جہالت مقر بہ کے اور قبضہ مدعی کا ثابت ہوا بسبب معلوم ہونے اقرار کے اور جہالت قبض کے اور مقرر بہ یعنے جسکا مدعا علیہ نے اقرار کیا یعنے قبض مدعی کا اقرار مجہول ہے معلوم نہیں کہ اسکے قبضے میں بطور امانت یا غصب تھا یا بطور ملک کے تو یہ جہالت بطل اقرار مدعا علیہ ملانے کے حق میں نہیں خلاصہ یہ ہے کہ جب مدعا علیہ نے اقرار کیا کہ مثلاً گھر سابق میں مدعی کے قبض میں تھا تو قاضی حکم کریگا کہ مدعی کو تسلیم کرے اسواسطے کہ اقرار کا اقرار اسکی ذات پر بوجہ ہے لہذا اسکے اگر مدعا علیہ دعوے کرے کہ اسکے قبضہ میں بطور امانت یا غصب کے تھا تو اسکو گواہی سے ثابت کرے کذا فی الطحطاوی معترف والاصل ان الشہادۃ بالملک المطلق مقبولۃ لا بالید المقتضیۃ لتنوع الید ملک ہزاریہ اور مسائل مذکورہ میں قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ ملک مقتضی کی گواہی مقبول ہے نہ قبض مقتضی کی بسبب چند قسم ہونے قبض کے نہ چند قسم ہونے ملک کے کذا فی البزازیہ ص قبض مطلق سے زندہ کا قبض مراد ہے نہ قبض میت کا اسواسطے کہ قبض میت کی گواہی مقبول ہے چنانچہ مذکور ہو چکا کذا فی الطحطاوی ولو اقر انہ کان بید المدعی غیر حاکم یکون اقرارا لہ یأتی للمتن ہو ہو ہو ہو اور اگر مدعا علیہ اسکا اقرار کرے کہ وہ چیز مدعی کی قبض میں تا حق تھی تو یہ مدعی کے قبض کا اقرار ہوگا یا نہیں قول مفتی بہ یہ ہے کہ ہاں یہ بھی قبض کا اقرار ہوگا کذا فی جامع الفصولین ہو اگر بعد اسکے گواہی غصب پر قائم ہوگی تو مسموع ہوگی فروع مسائل ملحقہ شارح کے شہدا بالف وقال احدہما قضی خمسمائۃ قبلت بالف لانہا اشہد معہ آخر دو شاہدوں نے ہزار کی گواہی دی اور ایک اور گواہ نے کہا کہ مدعا علیہ نے پانسو ادا کیے ہیں تو ہزار میں گواہی مقبول ہوگی مگر جب کہ اصل شاہد کے ساتھ دوسرا شاہد بھی پانسو کے ادا کرنے کی گواہی دی تو اب پانسو میں مقبول ہوگی ص اور رد کرنا مدعی کا تکذیب شاہد ہوگی ہزار کی شہادت میں بلکہ تکذیب اس شہادت میں ہے جو اسکی حضرت میں واقع ہوئی اور ایسی تکذیب مانع شہادت نہیں لکا یشہد من علم حق المدعی بہ اور نہ گواہی دے اپنی واقفیت سے یہاں تک کہ مدعی اسکا اقرار کرے ص تبیین اور کافی میں ہے کہ پورے ہزار کی گواہی نہ دے جب اسکو معلوم ہو کہ مدعی نے پانسو ادا کیے ہیں تا وقتیکہ مدعی پانسو قبض کرنے کا اقرار کرے تاکہ شاہد مدعا کا ظلم کا نہ ہو کذا فی العالمگیریہ شہدا بسرقۃ بقرہ واختلفا فی لونہا قطع خلافا لہما واستحلفہ صدر الشریعۃ تو لیفا دو شاہدوں نے بیل کی چوری کی گواہی دی اور اختلاف کیا اسکے رنگ میں تو سارق کا قطع ید ہوگا بخلاف صاحبین اور صدر الشریعہ نے صاحبین کے قول کو ظاہر کہا ہے ص امام کی دلیل یہ ہے کہ چوری بہتیرات کو ہوتی ہے تو رنگت میں دھوکا پڑ سکتا ہے لہذا اسکا اختلاف مانع شہادت نہیں وہذا الخلاف مبنی علی ما ذکرہ الزیلعی اور یہ یعنے عدم اعتبار رنگ سوقت ہے جبکہ مدعی نے اسکی رنگت مذکور نکی کذا فی الزیلعی یعنے اگر مدعی رنگ ذکر کریگا تو بالاتفاق گواہی مقبول ہوگی اسواسطے کہ مدعی ایک شاہد کا مکذب ٹھہریگا ادعی المدیون الایصال متفرقا قام شاہدا بہ مطلقا اجلہ لم یقبل وہبانیۃ مدعی نے ایصال دین کا دعوے کیا بطریق ادا سے متفرق اور شاہدین نے ایصال مطلق یا ایصال یکبارگی کی گواہی دی تو مقبول نہیں کذا فی الوہبانیہ شہدا فی دین الحیاۃ انہ ادی علیہ کذا لم یقبل الا اذا اسلما الخصم عن بقائہ الان فقالہ لا تندرج فی دین المیت مطلقا حتی یقول کما مات وہو علیہ یعنی شاہد نے گواہی دی مدعی کے دین میں اس طرح کہ مجرد ادا دین تھا تو مقبول ہے مگر جب کہ مدعا علیہ نے شاہدوں سے ایک بقاے دین کا سوال کیا تو شاہدوں نے

کہا کہ ہمکو معلوم نہیں تو گواہی نہیں مقبول نہیں اور دینے کے وقت میں مطلقاً مقبول نہیں جبتک کہ شاہدین بولیں کہ میں کہ وہ مرگیا اور دین اسپر موجود ہے کذا فی البرجندی وبخلافہ ما فی معین الحکام من ثبوتہ بمجرد بیان سببہ وان لم یقولا مات وعلیہ یدل تعلیلہ بالاحتیاط لکن یخالف

کہ سلطان اور امیر کو گواہ کرنا جائز نہیں ہم کہتے ہیں جبکہ سلطان اور امیر شہر میں ہوں تو انکو اپنی شہادت پر دوسری کو گواہ کرنا جائز نہیں مگر جبکہ کذافی الطحطاوی دھلجی نلجی سلطان من غیر حاکم الخصومۃ نعم ذکرہ المصنف فی الوکالۃ اور کیا محبوس کو اپنی شہادت پر گواہ کرنا جائز ہے اگر اسکو غیر حاکم خصومت نے حبس کیا ہو تو ہاں جائز ہے مصنف نے اسکو کتاب الوکالہ میں ذکر کیا ہے ہم مصنف نے اپنی شرح میں وغیرہ سے نقل کیا کہ اکثر محبسین ہمارے زمانے کے مشائخ مختلف ہیں بعضوں نے کہا کہ اگر اسی قاضی کے پاس وہ شخص محبوس ہو تو جائز نہیں کیونکہ قاضی اسکو حبس سے نکال کر گواہی سنکر پھر قید کر سکتا ہے اور کوتوالی کے محبس میں ہو اور نکالنا اسکا ممکن نہو تو جائز ہے اتقانی کذافی الطحطاوی وقولہ عند الشہادۃ عند القاضی قید للکل کما علل قولہ جوازا الشہادۃ لانہ لا حکم اور مصنف کا یہ قول کہ قاضی کے روبرو ادائے شہادت کے وقت حضور اصل متعذر ہونیکے سب عذرات مذکورہ یعنے موت اور مرض اور سفر اور پردہ نشین عورت کی بسبب مطلق ہونے جواز اشہاد کے نہ ادائے شہادت کے چنانچہ مذکور ہو چکا اس خواہین کہ جائز الاشہاد مطلقاً ویشترط شہادۃ عدد نصابی فی حدود وقصاص وتزکیۃ وتحلیف اور گواہی پر گواہی مقبول ہے بشرطیکہ شہادت عدد یعنے بقدر نصاب شہادت اگرچہ ایک مرد اور دو عورتیں ہوں وھذا فی العادی غلط بحر اور جو قول حاوی میں ہے غلط ہے کذا فی البحر ہم حاوی میں ہے کہ اصل کی شہادت پر دو شاہدوں کی گواہی بقول نہیں کذا فی الطحطاوی عن الکمال واما نصاب شہادت فخلافہ یعنی اصل شہادت سے اگرچہ اصل شہادت بصورت ہو کہ تغایر فرع فیہ خلافا للشافعی نہ تغایر ہونا اس اصل کی دو فرع کا اور اس اصل کی دو فرع کا شرط ہی بخلاف شافعی ہم یعنے یہ واجب نہیں کہ ہر شاہد کے دو شاہد متغایر ہوں بلکہ دو شاہدوں کی شہادت ہر اصل شاہد سے کافی ہے کذا فی الدرر یعنے ہر اصل کی دو فرع لازم ہیں خواہ ہر ایک کے دو شاہد جدا جدا ہوں یا دو ہی شاہد دونوں کے ہوں اور امام شافعی کے نزدیک یہ شرط ہے کہ چار شاہد ہوں دو اسکے اور دو اسکے جدا جدا وکیفیتھا ان یقول الاصل اشھد طیب الفرع وولیانہ بحر اشھد علی شھادتی ان اشھد بکذا اور شہادت علی الشہادۃ کی کیفیت یعنے طریقہ اسکا یہ ہے کہ اصل کے فرع سے مخاطب ہو کر اگرچہ فرع بیٹا ہو اصل کا کذا فی البحر کہ تو شاہد ہو میری اس شہادت پر کہ میں ایسی شہادت دیتا ہوں ہم یہ ضرور ہے کہ اصل فرع کو گواہ کرے اسواسطے کہ فرع کو اصل کی گواہی پر گواہی دینا جائز نہیں اگرچہ فرع کے اصل سے گواہی سنی ہو کذا فی الطحطاوی عن الحموی ویکفی سکوت الفرع ولو رجع قبضہ اور کافی ہے سکوت فرع کا اور اگر فرع اسکو رد کرے یعنے گواہ ہونا قبول نکرے تو اشہاد رد ہوگا کذا فی الغنیہ یعنے بعد رد کرنے کے اگر گواہی دیگا تو مقبول نہوگی ولا یضیع ان یشھد علی شھادۃ من لیس بعدل عندہ حاوے اور لائق نہیں فرع کو گواہی بنانا اصل کی گواہی پر جو اسکے نزدیک عادل نہیں کذا فی الحاوی ہم بحر الرائق میں خزانہ سے منقول ہے کہ فرع جبکہ اصل کی عدالت اور عدم عدالت نجانے تو دو شہادت علی الشہادۃ میں وسعی یعنے بیکار ہے بسبب ترک کرنے احتیاط کے ویقول الفرع اشھد ان فلانا اشھد ان علی شھادتہ بکذا وقال لی اشھد علی شھادتی بذلک ھذا اوسط العبارات وفیہ خمس عشرات واقلھا صنعۃ ان یقول اشھد علی شھادتی بکذا ویقول الفرع اشھد علی شھادتہ بکذا وعلیہ فتوی المرحوم وغیرہ وابن کمال وھو الاصح کما فی القھستانی عن الذخیرۃ اور فرع کے کہ میں شہادت دیتا ہوں اسکی کہ فلانے شخص نے مجھکو شاہد کیا ہے اپنی اس شہادت پر اور اسنے مجھ سے کہا کہ تو شاہد ہو میری اس شہادت پر شارح نے کہا یہ سب عبارتوں میں سے اوسط عبارت ہے اور اسمیں پانچ شین ہیں اور اسسے مختصر زیادہ یہ عبارت ہے کہ اصل کہے کہ شاہد ہو میری اس شہادت پر اور فرع کہے کہ میں شہادت دیتا ہوں اسکی اس شہادت پر اور عبارت مختصر پر سرخسی وغیرہ کا فتوی ہے چنانچہ ابن کمال نے ذکر کیا ہے اور یہی قول اصح ہے چنانچہ قہستانی میں زاہدی سے منقول ہے ہم اوسط عبارت اسواسطے اختیار کی کہ شہادت فرع اور ذکر شہادت اصل اور ذکر تحمیل مذکور ہو اور عبارت مذکورہ اسکے واسطے کافی ہے اور اوسط سے اطول یہ عبارت ہے کہ فرع قاضی کے نزدیک کہے اشھد ان فلانا شھد عندی ان فلان کذا من المال واشھدنی علی شھادتہ وامرنی ان اشھد علی شھادتہ وانا اشھد علی شھادتہ بذلک اس عبارت میں اٹھ شین ہیں اور اوسط عبارت میں پانچ شین ہیں اور اقصر میں دو شین ہیں میں خیال میں ہے کہ اقصر عبارت فقیہ ابو اللیث وغیرہ کے نزدیک مختار ہے کذا فی الدرر ویکفی تعدیل الفرع کما صححہ ان جرحت الفروع ما لم یعدلوا کالاصل اور کفایت کرتی

ف۱ جن کو گواہی دینا جائز نہیں ان کو گواہ کرنا جائز نہیں ف۲ سلطان اور امیر کو گواہ کرنا جائز ہے ف۳ محبوس کو گواہ کرنا جائز ہے ف۴ اصل کی گواہی پر گواہی مقبول ہے ف۵ شہادت علی الشہادۃ کی کیفیت

ہو تعدیل فرع کی اپنی اصل کے واسطے اگر فرع مشہور بعدالت ہوں اور نہیں تو اصول اور فروع سبکی تعدیل لازم ہوگی کما یکفی تعدیل احد الشاھدین صاحبہ فی الاصح لکن العدل لا یتھم بمثلہ جیسے کفایت کرتی ہے ایک شاہد کی تعدیل دوسرے شاہد ساتھی کو قول اصح میں اسواسطے کہ عادل متہم نہیں ہوتا اپنے مانند دوسرے عادل کی تعدیل سے ھم یعنے بعضوں کے نزدیک یہ جائز نہیں کیونکہ وہ متہم ہے اسواسطے کہ احد الشاہدین اپنے رفیق کی تعدیل سے یہ چاہتا ہے کہ میری شہادت مقبول ہو اور قاضی اسپر حکم دے لیکن قول اصح ہے جائز ہے اسواسطے کہ عادل تعدیل مثل سے متہم نہیں جیسے اپنی ذات کی شہادت میں متہم نہیں یعنے اسکی ذاتی شہادت بھی اسنفعت کی متہمن ہے کہ وہ بمقبول القول ہو اور قاضی اسکی شہادت پر حکم کرے تو جیسے شرع نے بسبب اسکی عدالت کے اس نفعت کو مانع شہادت معتبر نہیں کیا ویسے ہی تعدیل مثل میں بھی کذا فی الفتح وان سکت الفرع عنہ نظر القاضی فی حالہ وکذا لو قال لا اعرف حالہ علی الصحیح شرنبلالیۃ و شرح المجمع وکذا لو قال لیست عدالتہ علی الوجہ المرضی عندی لجواز ان یکون فیہ ما یمنع قبولہ شرح المجمع للمصنف اگر فرع تعدیل اصل سے سکوت کرے تو نظر کرے قاضی اصل کے حال میں یعنے فرع کی گواہی جائز ہے پھر اگر غیر فرع اصل کی عدالت بیان کرے تو حکم دے اور نہیں تو نہیں کذا فی الفتح اور اسی طرح حکم ہے بقول صحیح اگر فرع کہے کہ میں اسکے حال کو نہیں جانتا کذا فی الشرنبلالیہ اور شرح المجمع اور اسی طرح اگر فرع کہے کہ اصل عادل نہیں چنانچہ فستانی میں محیط سے ہے سواگاہ رہنا وتبطل شہادۃ الفرع بامور بنھیھم عن الشھادۃ علی الاظھر خزانۃ المفتین تماما بخلاف اور باطل ہوجاتی ہے فرع کی گواہی چند امور سے بسبب روک دینے فرع کے شہادت سے یعنے اصول نے فرع سے کہا کہ تم ہماری شہادت کی گواہی نہ بھیجو تو شہادت فرع باطل ہے بقول اظہر کذا فی الخلاصہ اور آویگا متن میں مخالف اسکے ویخرج اصلہ عن اھلیتہا بالفسق وجرسنی بھی اور باطل ہوتی ہے شہادت فرع کی بسبب نکل جانے اصل کے شہادت کی اہلیت سے مانند فسق اور گنگی اور نابینائی کے یعنے اگر اصل شاہد فاسق یا گونگا یا اندھا ہوگیا تو فرع کی شہادت باطل ہے اسی طرح جنون اور ارتداد و بانکار اصل الشھادۃ تقولھم مالنا شھادۃ اولم نشھدھم اشھد ناھم غلطا اور فرع کی شہادت باطل ہے بسبب انکار کرنے اصل کے شہادت کو چنانچہ اصول کہا یوں کہنا کہ ہم گواہ نہیں یا بتحے انکو گواہ کیا اور بتحے غلط کہا کذا فی المین ہے صورت مسئلہ یہ ہے کہ اصول نے کہا کہ ہم اس حادثہ کے گواہ نہیں پھر وہ مرگئے یا غائب ہوگئے پھر فروع آئے اور انکی شہادت دی اس حادثے میں اور اگر اصول موجود ہیں تو فروع کی شہادت کی طرف التفات نہیں اگرچہ اصول منکر ہوں کذا فی الدرر لو سئلوا فسکتوا قبلت خلاصۃ و اگر اصول سے فروع کی شہادت کا سوال ہوا اور انھوں نے سکوت کیا یعنے نہ اقرار کیا نہ انکار تو فروع کی گواہی مقبول ہے کذا فی الخلاصہ ھم اس مسئلہ میں سکوت مانند نطق کے ہے شھدا علی شھادۃ اثنین علی فلانۃ بنت فلان الفلانیۃ وقالا اخبرانا بجمیع ذلک وجاء المدعی باموأۃ تزعم انھا ھی قیل لہ ھات شاھدین انھا ھی فلانۃ تو معرفۃ دو شاہدوں نے گواہی دی دو شخصوں کی شہادت پر فلانی عورت بنت فلان فلانی قوم والی پیا اور فریق نے کہا کہ ہمکو اصلیین نے خبر دی اسکی معرفت کی یعنے شاہد اصل اس عورت کو جانتے تھے اور مدعی ایک عورت کو لایا جسکو شاہد فرع نہیں پہچانتے کہ یہ عورت وہی ہے تو مدعی سے کہا جائیگا کہ تو دو شاہد لا کہ یہ عورت وہی فلانی عورت ہے اگرچہ عورت حاضر و اقرار کرتی ہو کہ میں وہی عورت ہوں ھم صدر الشریعۃ نے کہا کہ اس مسئلہ سے غرض یہ ہے کہ یہ شرط نہیں کہ فرع مشہود علیہ کو جانتے ہوں اور یہ غرض نہیں کہ بنسبت پوری پڑے اور گواہی مقبول ہو اسواسطے کہ شاہد بیچے جبکہ اسکے دادا کا ذکر نکیا تو سکہ صغیرہ یا قبیلہ مخصوصہ کے طرف نسبت کرنا طرفین کے نزدیک ضرور ہے تاکہ نسبت پوری ہو انتہی ملاخسرو نے درر میں کہا مدعی سے اسواسطے گواہ طلب ہوئے کہ تعریف بالنسبۃ ثابت ہوچکی دونوں کی شہادت سے اور مدعی دعوے کرتا ہے کہ نسبت مذکورہ عورت حاضرہ میں ثابت ہے مگر یہ احتمال ہے کہ شاید اور عورت ہو غیر اسکی تو ضرور ہوا انکا اثبات حاضرہ کے واسطے تو یہ گواہی شہادت قاصرہ کے مانند ہے جو اور شاہدوں سے پوری ہوتی ہے انتہی ومثلہ الکتاب الحکمی وھو کتاب القاضی الی القاضی لانہ کالشھادۃ علی الشھادۃ فلو جاء المدعی برجل لم یرفاہ کلفہ اثبات انہ ھو ولو مقرا لاحتمال التزویر بحر اور مسئلہ مذکورہ کے مانند کتاب حکمی ہے یعنے ایک قاضی کا خط دوسرے قاضی کو اسواسطے کہ وہ مانند شہادت علی الشہادۃ کے ہے تو اگر مدعی لایا ایک مرد کو جسکو قاضی کے خط کے دو شاہد نہیں پہچانتے تو قاضی

مکتوب الیہ مدعی کو تکلیف دے اثبات کی کہ یہ مرد وہی مدعا علیہ ہے جو قاضی کاتب کی مراد ہے اگرچہ مرد حاضر اقرار کرتا ہو بسبب محتمل ہونے تزویر اور تبادل کے کذا فی البحر ویلزم مدعی الاشتراک البیان کما بسطہ القاضیخان اور اشتراک مدعی کو بیان کرنا لازم ہے چنانچہ اسکو مشروح بیان کیا ہے قاضی خان نے ۱۲ قاضی خانیہ کہا کہ جب قاضی نے دوسرے قاضی کو خط لکھا اور اسمین مدعا علیہ کا نام اور نسب علی وجہ الکمال لکھا تو مدعا علیہ نے کہا کہ فلان بن فلان فلانی نسبت والا نہیں ہوں اور قاضی مکتوب الیہ اسکو نہیں جانتا تو مدعی سے کہے کہ تو گواہوں سے ثابت کر کہ یہ فلان بن فلان ہے پھر اگر مدعا علیہ کہے کہ میں فلان بن فلان ہوں اور اس محلہ یا اس قبیلہ خاصہ یا اس شہر میں میرے سوا ایک اور شخص ہے اس نام کا تو قاضی کہے کہ ثابت کر اگر وہ ثابت کرے تو خصومت اسسے منقطع ہوگی انتہی ملخصا کذا فی الطحطاوی ولو قال انا فیہا القدیمۃ ابحر حق ینسبہا الی جدھا الخ جدھا اور اگر شاہد نے مسئلہ مذکورہ میں عورت مدعا علیہا کو قدیمہ کہا تو جائز نہیں بیان تک کہ اسکو اسکے قبیلہ خاصہ کی طرف نسبت کریں چنانچہ اسکے والد کی طرف ۱۲ بو تمیم میں بکثرت قبائل ہیں لہذا اتنے سے معرفت حاصل نہیں ہوتی تبتک قبیلہ خاصہ کے طرف نسبت نہو ہدایہ میں فلذا مکسنا کی تفسیر قبیلہ خاصہ کی ہو اور زیلعی نے جدا علی کی ہو خلاصہ میں ہے الحاصل اعتبار تو حصول معرفت کا ہے اور انواع اشتراک کا الیضاح میں ہے کہ عجم یعنی غیر عرب میں ذکر پیشہ بجز لہ قبیلہ خاصہ کے ہے واسطے کہ عجم میں انساب ضائع ہیں انتہی زمخشری نے ذکر کیا کہ عرب کے چھ طبقات ہیں شعب بالفتح اور قبیلہ اور عمارہ اور بطن اور فخذ اور فصیلہ تو مضر اور ربیعہ اور حمیر اور یمن شعب ہیں واسطے کہ قبائل ان سے منشعب ہوتے ہیں اور کنانہ قبیلہ ہے اور قریش عمارہ ہے اور بنو تمیم بطن ہے اور ہاشم فخذ ہے اور عباس فصیلہ کذا فی الطحطاوی ویکفی نسبتہا لزوجہا والمقصود الاعلام اور کفایت کرتی ہے عورت کی نسبت اسکے زوج کی طرف اور مقصود اعلام ہے یعنی محیط طرح سے کہ حاصل ہو اشہد علی شہادۃ ثم نہاہ عنہا لم یصح ای تحمیہ فلان لیشہد علی ذلک درر واقرہ المصنف ھنا لکنہ قدم تصحیح خلافہ علی الخلاصہ اصل شاہد نے فرع کو شاہد کیا اپنی شہادت پر پھر اسکو منع کیا گواہی دینے سے تو صحیح نہیں یعنے منع کرنا صحیح نہیں تو فرع کو جائز ہے کہ اسپر گواہی دے کذا فی الدرر اور نہایت لکھا ہوا اسکو مصنف نے اپنی شرح میں یہاں لیکن اسکے خلاف کی ترجیح پہلے ذکر کی ہے خلاصہ سے ۱۲ چنانچہ شارح اسکو عنقریب ذکر کریگا کافر زنا شہد علی شہادۃ مسلم ثم کفر علی کافر لم تقبل کذا شہادۃ ھما علی القضاء لکافر علی کافر دو کافروں نے گواہی دی دو مسلمانوں کی شہادت پر ایک کافر کے حق مین دوسرے کافر پر تو مقبول نہین اسی طرح دو کافروں کی گواہی قاضی کے حکم پر ایک کافر کے حق مین دوسرے کافر پر مقبول نہین وتقبل شہادۃ رجل علی شہادۃ رجل علی شہادۃ ثانیۃ علی قضاء ثانیۃ الشیخ درر خلافا للمنتقی اور مقبول ہے گواہی ایک مرد کی دوسرے باپ کی گواہی پر اور اپنے باپ کی قضا پر قول صحیح مین کذا فی الدرر بخلاف ملتقط یعنے اصحین عدم قبول مذکور ہے من خزانۃ المفتین ترجمہ یان شہد بزنا علی نفسہ ولم یدع شہودا لا غلطا کما حررہ ابن کمال جس شاہد کا حال ظاہر ہوا کہ اسنے جھوٹی گواہی دی اسطرح ظاہر ہوا کہ اسنے اپنی ذات پر جھوٹ گواہی دینے کا اقرار کیا اور سہو کا دعوی نکیا اور نہ غلط کا چنانچہ ابن کمال نے اسکی تحریر کی ہے ۱۲ یا شہادت زور کے ظہور کی یہ صورت ہے کہ شاہد نے قتل ہونے ایک مرد یا اسکی موت کی گواہی دی پھر وہ شخص زندہ موجود ہوا یا رویت ہلال کی گواہی دی اور تیس دن گذر گئے اور آسمان پر کچھ ابر اور غبار کی علت نہین اور چاند نہ دکھلائی دیا اور مانند اسکے کذا فی الدرر فقہا کے نزدیک شہادت زور عبارت ہے شہادت باطلہ سے عمدا کذا فی الطحطاوی وکا یمکن اثباتہ بالبینۃ لانہ من باب النفی اور ممکن نہین شہادت زور کا اثبات گواہون سے اسواسطے کہ وہ من قبیل نفی ہے ۱۲ صحیح اسواسطے کہ گواہ یہ کہینگے کہ شاہد نے ناحق گواہی دی اور اسکی طرف اتفاق نہوگا کذا فی الطحطاوی عن الشلبی عن بالتشہیر وعلیہ الفتوی سراجیہ حبسکی گواہی جھوٹ ظاہر ہو وہ تعزیر دیا جاے تشہیر سے اور اسی پر فتوے ہے کذا فی السراجیہ ۱۲ تشہیر کا یہ طریقہ ہے کہ اگر شاہد شخص بازاری ہو تو قاضی اسکو بازار مین بھیجے اور اگر بازاری نہین تو اسکی قوم کی طرف عصر کے بعد جسوقت لوگ خوب جمع ہوتے ہون بھیجے اور قاضی کا آدمی کہے کہ ہمنے اسکو شاہد زور پایا تم اس سے بچو اور لوگون کو اسسے بچاؤ قاضی شریح صحابہ کے وقت مین یہی کیا کرتے تھے لہذا امام اعظم نے اسکو بسند کیا وزاد حسن بن زیاد حبسہ بعد ذلک اور حسن نے اسکا زمانا اور قید کرنا بھی زیادہ کیا کذا فی المجمع ۱۲ فتح القدیر مین اسی قول کو ترجیح دی ہے اور کہا ہے کہ یہی حق ہے واللہ اعلم

وفی البحر وظاهر کلامهم ان للقاضی ان یسجنه وجهه اذا رآه سیاسة بحر الرائق میں ہے اور ظاہر کلام متقدمین کا یہ ہے کہ قاضی کو جائز ہے کہ جھوٹے گواہ کا منہ کالا کرے بطور سیاست کے اگر انکو مصلحت دیکھے وقیل ان رجع مصرًّا ضرب اجماعا وان تاب لم یضرب اجماعا اور بعضوں نے کہا کہ اگر شاہد زور رجوع کرے مصر ہو کر تو باجماع امامؒ اور صاحبینؒ کے مارا جاوے اور اگر توبہ کرکے رجوع کرے تو بالاتفاق اسپر تعزیر نہیں ہم اصرار کی یہ صورت ہے کہ شاہد کہے کہ میں نے یہ جھوٹی گواہی دی اور میں ایسی گواہی سے نہ پھروں گا کذا فی الفتح وتقویض مدة توبته ولو رأی القاضی علی الصحیح لو فاسقا او لو عبدا او مستورا لا تقبل شهادته ابدا اور شاہد زور کے توبہ کرنے کی مدت قاضی کی رای پر مفوض ہے بقول صحیح اگر شاہد فاسق ہوا اور اگر عادل ہو یا مستور الحال ہو تو اسکی گواہی کبھی مقبول نہیں بعضے اسواسطے کہ اسکی توبہ معلوم العین ہو سکتی کذا فی الطحطاوی قلت وهو الذی یفیده تعلیل ابی یوسف وغیره میں کہتا ہوں اور ابو یوسفؒ کے سے روایت ہے کہ شاہد زور عادل یا مستور الحال کی بعد توبہ کے گواہی مقبول ہے دوسرا ہی قول پر فتوی ہے کذا فی العینی وغیرہ ہم اسواسطے کہ اسکا توبہ ظاہر ہو سکتی ہے شہادت زور پر مدت

باب الرجوع عن الشهادة

یہ باب ہے شہادت سے رجوع کرنے کا رجوع عن الشہادۃ یہ اضافی ہے اور صحیح یہ ہے کہ اضافی نہ ہو اور مفرد ہو عبارت ہے اس فعل سے جو اٹھایا جاوے اس چیز سے جسکو ثابت کرے کذا فی الطحطاوی هو لغة ترک ما شرع فیه یقال رجع عن الشهادة یہ رجوع عن الشہادۃ ہے کہ شاہد ترک کرے میں چیز سے جسکی گواہی دی اور عادۃ اس کلام کے ہم چنانچہ یوں کہنا کہ میں نے جھوٹی گواہی دی یا میں جھوٹا تھا گواہی میں کذا فی الطحطاوی یا میں نے غلط کہا شہادت میں یعنے حق یہ تھا انمیں کذا فی الدرر فلو لم یذکرها لا یکون رجوعا اور اگر شاہد نے شہادت کا انکار کیا تو یہ انکار رجوع عن الشہادۃ نہیں والرجوع شرط مجلس القاضی ولو عند الاول لانه فسخ او توبة وهی بحسب الجنایة کما قال علیه الصلوة والسلام السر بالسر والعلانیة بالعلانیة اور رجوع کی شرط قاضی کی مجلس ہے اگرچہ اول قاضی کے سوا دوسرے قاضی کے روبرو رجوع کرے مجلس قاضی اسواسطے شرط ہے کہ رجوع عبارت ہے فسخ شہادت یا توبہ سے اور توبہ گناہ کے موافق ہوتی ہے چنانچہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ مخفی گناہ کی مخفی توبہ ہے اور علانیہ گناہ کی علانیہ توبہ ہے پس شہادت زور گناہ ہے مجلس قضا میں تو اسکی توبہ بھی بمجلس قضا ہوگی فلو ادعی علیهما رجوعهما عند غیره وبرهن او ادی منهما لا تقبل لفساد المدعی لے اگر دعوے کیا مشہود علیہ نے شاہدین کے رجوع عن الشہادۃ کا غیر قاضی کے روبرو اور اسکو گواہی سے ثابت کیا یا درصورت عدم گواہ شاہدین سے قسم لینے کا ارادہ کیا تو مقبول نہیں بسبب فاسد ہونے دعوے کے ہم یعنے نہ بینہ اور نہ یمین دعوے صحیح پر قائم ہوتی ہیں اور یہ دعوے کہ شاہدین نے غیر مجلس قاضی میں رجوع کیا باطل ہے لہذا نہ بینہ مقبول ہے نہ تحلیف شاہد کذا فی الدرر بخلاف ما لو ادعی وقوع رجوعهما عند قاضٍ تضمینه ایاهما ملتقی بخلاف اسکے اگر دعوے کیا واقع ہونے رجوع کا کسی قاضی کے پاس اور ضمان لینے قاضی کا شاہدین سے کذا فی الملتقی ہم یعنے اگر یہ دعوے کیا کہ شاہدین نے فلانے قاضی کے پاس رجوع عن الشہادۃ کیا اور قاضی نے شاہدین سے ضمان مال لیا یعنے ضمان کا انپر حکم کیا اور اس دعوے پر گواہ قائم کئے تو مقبول ہے بسبب صحیح ہونے دعوے کے کذا فی الدرر وبرهنا انهما رجعا وضمن عند غیر القاضی قبل وجعل انشاء للحال بان ملك یا مدعا علیه گواہ لایا اس پر کہ دونوں شاہد نے رجوع شہادت کا غیر قاضی کے روبرو اقرار کیا تو مقبول ہے اور اقرار مذکور فی الحال کا انشا قرار دیا جائیگا کذا ذکره ابن ملك یعنے گویا بالفعل رجوع واقع ہوا فان رجعا قبل الحكم بها سقطت سو اگر شاہدین نے رجوع شہادت سے کیا اسسے پہلے کہ قاضی بموجب اس شہادت کے حکم کرے تو شہادت ساقط الاعتبار ہے قاضی اسپر حکم نکرے ولا ضمان وعزر ولو عن بعضها لانه فسق نفسر جامع الفصولین اور قبل حکم شاہد پر ضمان نہیں اور اسکو تعزیر دیجاوے اگرچہ شاہد بعض شہادت سے رجوع کرے اسواسطے کہ شاہد نے اپنی ذات کا منسوب بفسق کیا رجوع سے کذا فی جامع الفصولین اور حالانکہ فاسق کی گواہی مقبول نہیں کذا فی المنح ہم قبل حکم ضمان نہیں بسبب عدم اتلاف کے اور تعزیر سے وہی تعزیر مراد ہے

جو شاہد زور میں مذکور ہو چکے یعنے تشہیر امام کے نزدیک اور ضرب اور حبس صاحبین کے نزدیک اور بعض شہادت سے رجوع چنانچہ زمین اور اسکی عمارت کے اور گھوڑے اور اسکے بچے کی گواہی دی پھر عمارت اور بچے میں رجوع کیا وبعد لم یفسخ الحکم مطلقا الدرر مجمع للقضاء اور بعد قضا حکم فسخ نہوگا کسی طرح خواہ شاہد کا حال عدالت میں رجوع کے وقت برابر ہو اس حال کے جو شہادت کے وقت تھا یا ادنے یا اعلے ہو کذا فی المنح بسبب راجع ہو جانے خبر اول کے قضا سے ھ اگر شاہد رجوع کرتا الترجیح الاول بالتناقض بالقضاء تو بہتر ہوتا اسواسطے کہ ترجمہ کی ظاہر امیر حکم کے طرف راجع ہے اور وہ خلاف مقصود ہے حکم اسواسطے فسخ نہوگا کہ شاہدوں کی خبر ثانی مناقض ہے خبر اول کے تو حکم منقوض نہیں ہوسکتا بسبب تناقض کے اور اسواسطے کہ خبر ثانی صدق پر دلالت کرنے میں خبر اول کے مانند ہے اور حالانکہ خبر اول مرجح اور غالب ہو جعل اتصال قضا سے بخلاف خبر ثانی کذا فی الطحاوی وبخلاف ظہور الشاہد عبدا او محدودا فی قذف فان القضاء یبطل ویردما اخذا وتلزم الدیۃ لو قصاصا کما یضمن المشہود لہا مر ان الحاکم اذا اخطأ فالغرم علی المقضی لہ شرح تکملہ بخلاف ظاہر ہونے شاہد کے غلام یا محدود فی القذف اسواسطے کہ قضا اس صورت میں باطل ہو جاتی ہے اور قضی لہ پھیر دے جو اسنے لیا اور ولی مقتول کے واسطے دیت لازم ہے اگر قصاص کا حکم ہو گیا ہو اور شہود مذکورین پر ضمان نہیں اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ حاکم جسنے اگر حکم میں تو تاوان مقضی لہ پر ہے کذا فی شرح التکملہ ھ صورت مذکورہ میں سوائے حاکم کے کہ اسنے مال مشہود کا انتخاص نکیا معلوم ہوتا کہ وہ غلام ہیں یا محدود فی القذف وھذا ما ألقاہ للمشہود علیہم لعدم تعذر تضمین المباشر لانہ کالملجأ الی القضاء اور شاہدین راجعین تاوان دیں مشہود علیہ کے اس مال کا جس مال کو انھوں نے تلف کروایا اسواسطے کہ شاہدین تلف مال کے سبب واقع ہوئے تعدی کی راہ سے ساتھ متعدد ہونے قضیں مباشر لیعنے قاضی کے اسواسطے کہ قاضی نیز مضطر کے ہے حکم دینے میں ھ امام شافعی کے نزدیک شہود پر ضمان نہیں جبکہ وہ رجوع کریں اسواسطے کہ شہود سبب ہیں تلف مال کے اور قاضی مباشر ہے اور سبب کا اعتبار نہیں مباشر کے ہوتے انکا جواب یہ ہے کہ شہود نے اپنی ذات پر بسبب ضمان کا اقرار کیا یعنے شہادت باطلہ سے اور قاضی مباشر پر ضمین متعدد ہے اسواسطے کہ قاضی حکم دینے میں مضطر ہے کیونکہ قاضی پر حکم دینا واجب ہے جبکہ شہود کی عدالت ظاہر ہوتا اینکہ اگر حکم نہ دے تو گنہگار اور مستحق عزل اور للائق تعزیر ہو قبض المدعی المال لا بہ یفتی بحر وبزازیہ وخلاصہ وخزانۃ المفتیین شاہدین ضمان دین مدعی نے مال کو قبض کیا یا نکیا ہوا سکا فتوے ہے کذا فی البحر والبزازیہ والخلاصہ وخزانۃ المفتیین وفیہ فی الوقایۃ والکنز والدرر والملتقی بما اذا قبض المال لعدم الاختلاف قبلہ اور تقید کیا ہے ضمان کو وقتا یاد کنز اور عدد اور ملتقی الابحر میں ساتھ اس قید کے کہ جب مدعی مال کو قبض کرے اسواسطے کہ قبل قبض کے اتلاف نہیں وقیل ان المال عینا فکالاول دینا فکالثانی واقرہ الشرنبلالی وبعضوں نے کہا کہ اگر مال عین ہے یعنے غیر دین ہے تو اول قول کے مانند ہے یعنے قبض اور عدم قبض دونوں صورتوں میں ضمان ہے اور اگر مال دین ہے تو قول ثانی کے مانند ہے یعنے بشرط قبض ضمان ہے اور اس قول مفصل کو ثابت رکھا ہے قہستانی نے ھ وجہ تفصیل مذکور یہ ہے کہ ضمان مقید بمالت ہے سو عین میں تو مشہود علیہ کی ملک زائل ہو گئی قضا سے ولہذا مقضی علیہ کو اسمیں تصرف جائز نہیں اور مقضی لہ کو جائز ہے اور دین میں بلکہ اسکی زائل نہیں ہوتی جب تک مقضی لہ قبض نکرے تو اگر شاہد پر ضمان ہو قبض سے پہلے تو مماثلت متحقق نہوگی کذا فی الحلبی والعبرۃ فیہ لمن بقی من الشہود فلا لمن رجع اور ضمان میں انکا اعتبار ہے جو شاہد کہ باقی رہا نہ اس شاہد کا جسنے شہادت سے رجوع کیا ھ یہ قاعدہ کلیہ ہے ضمان کے حساب کا فان رجع احدھما فنصف النصف اور اگر شاہد بھیر گیا شہادت سے تو نصف مال کا تاوان دے ھ اسواسطے کہ دو مردوں کی شہادت میں ہر شاہد کی شہادت سے نصف حجت قائم ہے تو جب ایک شاہد اپنی شہادت پر باقی رہا تو نصف مال میں حجت باقی رہی تو راجع پر انکا ضمان واجب ہے جسمیں حجت باقی نہ رہی وہ نصف ہے کذا فی الدرر وان رجع احد ثلثۃ لم یضمن اور اگر تین شاہدوں میں سے ایک شاہد راجع ہوا تو وہ ضمان نہ دیگا ھ اسواسطے کہ دو شاہد باقی ہیں جنکی شہادت سے کل حق باقی ہے وان رجع آخر ضمنا النصف اور اگر تین شاہدوں میں دوسرا بھی پھر گیا تو دونوں شاہدین راجعین نصف مال کا ضمان دیں ھ اسواسطے کہ شہادت پر وہ شخص باقی ہے جس سے نصف مال باقی ہے یعنے ایک شاہد ان رجعت امرأۃ

من رجل وامرأتین ضمنت الربع اور اگر ایک عورت پھر جائے ایک مرد اور دو عورتوں سے تو وہ چوتھائی مال کا ضامن ہے ص اسواسطے کہ شہادت پر امتحنے شخص باقی ہیں
جن سے تین چوتھائیاں باقی ہیں وان رجعتا فالنصف اور اگر ایک مرد اور دو عورتوں سے دونوں عورتیں شہادت سے پھر گئیں تو دونوں نصف مال ضمان دیں
ص اسواسطے کہ وہ شخص شہادت پر قائم ہے جس سے نصف مال باقی ہے وان رجع ثمان نسوۃ من رجل وعشر نسوۃ لم یضمن شیئا اور اگر آٹھ عورتیں پھر گئیں ایک مرد اور
دس عورتوں سے تو کوئی تاوان نہیں ص اسواسطے کہ اسقدر شاہد باقی ہیں جنکی شہادت سے کل حق باقی ہے کیونکہ نصاب شہادت دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں ہیں
فان رجعت احدی اضمن التسع ربعۃ لبقاء ثلثۃ ارباع النصاب اور اگر ایک اور پھر گئی تو نو عورتیں چوتھائی مال کا ضمان دیں بسبب باقی رہنے نصاب
کی تین چوتھائیوں کے ص اسواسطے کہ نصف حق مرد سے باقی رہا اور ربع حق ایک باقی عورت سے قائم ہے کذا فی الدرر تو نو عورتوں کے رجوع سے تلف نہوا مگر ربع فان
رجعوا فالغرم بالاسداس سو اگر ایک مرد اور دس عورتیں سب مل کر شہادت سے پھر گئے تو امام کے نزدیک تاوان چھٹے حصوں کے حساب سے ہے یعنے چھٹا حصہ مرد
پر ہوا، باقی عورتوں پر ص امام کی دلیل یہ ہے کہ دو عورتیں بمنزلہ ایک مرد کے ہیں تو دس عورتیں قائم مقام پانچ مردوں کی ہوئیں تو ایسا ہو گیا گویا کہ گواہ مرد
گواہی دیکر پھر گئے تو اثر ضمان بالاسداس ہوگا کذا فی الدرر یعنے ہر مرد پر چھٹا حصہ تاوان ہوگا وقالا علیہن بالنصف کما لو رجعن فقط ص اور صاحبین رح کہا
دس عورتوں پر نصف مال کا ضمان ہے چنانچہ اگر فقط دس عورتیں پھر جائیں تو ان پر بالنصف تاوان ہے ص صاحبین رح کی یہ دلیل ہے کہ عورتیں اگرچہ بکثرت ہوں مگر
شہادت میں قائم مقام ایک مرد کی ہیں ولہذا انکی گواہی بدون ملنے ایک مرد کے مقبول نہیں اور ایک مرد کی شہادت سے نصف مال ثابت تھا تو نصف باقی انکی شہادت
سے کذا فی الدرر ولا یضمن راجع فی النکاح شہد بمہر المثل او اقل او اکثر الا تفاوتا یعوض کما لا تلاف اور ضمان نہیں دیتا شاہد راجع نکاح
میں جسنے مہر مثل یا کمتر مہر مثل کی گواہی دی یعنے مہر مسمی کی گواہی دی جو بقدر مہر مثل ہے یا کمتر اسواسطے کہ اتلاف بمقابلہ عوض بمنزلہ عدم اتلاف کے ہے ص شارح نے
جو اقل مہر مثل کی قید زیادہ کی اسکی حاجت نتھی اسواسطے کہ ماتن خود اسکی تصریح کر چکا کہ صورت اسکی یہ ہے کہ عورت نے دعوے کیا نکاح کا اور گواہ قائم
کئے اور عورت منکر نکاح ہے سو قاضی نے عورت پر نکاح کا حکم کیا شہادت سے پھر گواہ شہادت سے پھر گئے تو گواہ عورت کو ضمان کچھ نہ دینگے خواہ مہر مسمی سے مہر مثل
کے برابر ہو یا اکثر یا اقل کذا فی العالمگیریۃ من الذخیرۃ وان زاد علیہا ضمنتہا لو ہی المدعیۃ وہو المنکر عند محمد رح اور اگر مہر مسمی زیادہ ہو مہر مثل پر تو دونوں
شاہد بقدر زیادت تاوان دیں زوج کو اگر عورت مدعی نکاح ہو اور مرد منکر ہو کذا فی ذکرہ عزمی زادہ ص صورت اسکی یہ ہے کہ عورت نے اپنے نکاح کا مرد پر دعوی کیا اور قاضی
نے نکاح کا حکم دیا پھر شاہد رجوع شہادت سے رجوع کیا تو اگر اس عورت کا مہر مثل مہر مسمی کے برابر ہو یا زیادہ تو شاہدوں پر کچھ ضمان نہیں اور اگر اسکا مہر مثل مہر مسمی سے
یعنے مہر مسمی اکثر ہو مہر مثل سے تو زوج کو زیادت کا ضمان دیں کذا فی العالمگیریۃ عن الکافی اسواسطے کہ شاہد راجع زوج پر قدر زیادت کو تلف کیا بلا عوض کذا فی الدرر
خلاصہ یہ ہے کہ راجع فی النکاح پر مطلقاً ضمان نہیں خواہ مرد مدعی ہو یا عورت مگر جبکہ عورت مدعی ہو اور مہر مسمی مہر مثل سے زیادہ ہو تب بقدر زیادت ضمان ہے
ولو شہد بأصل النکاح بأقل من مہر مثلہا فلا ضمان علی المعتمد لتعذر اتلاف بین المبضع والمال اور اگر شاہدین نے اصل نکاح کی گواہی
دی عورت کے کمتر مہر مثل سے تو شاہدوں پر ضمان نہیں بقول معتمد بسبب متعذر ہونے مماثلت کے درمیان شرمگاہ عورت کے اور مال کے ص یہ ترکیب موہم ہے کہ مسئلہ اولی
میں شہادت اصل نکاح پر نہ تھی حالانکہ وہاں بھی اصل نکاح پر شہادت ہے تو اگر ماتن یوں لکھتا ولو باقل فلا ضمان تو مختصر اور واضح تر ہوتا اور یہ جو شارح نے
کہا کہ مماثلت متعذر ہے یعنے منافع شرمگاہ کے عند الاتلاف نیز متقوم ہیں تو تقوم سے ضمان نہیں ہو سکتا اسواسطے کہ تضمین مماثلت کی مستدعی ہے اور حالانکہ
شرمگاہ اور مال میں مماثلت نہیں اور زوج کے تملک سے جو ضمان اور تقوم ہوتا ہے تو اسکے اطمینان کے واسطے کیونکہ اس سے نسل حاصل ہوتی ہے کذا فی الکفایۃ
بخلاف ما لو شہدا علیہا بقبض المہر او بعضہ ثم رجعا ضمنا لہ کلہ او ما قبضتہ المعنی یخوف اس صورت کے کہ اگر شاہدین نے عورت پر بقبض تمام
یا بعض مہر کی گواہی دی پھر دونوں شہادت سے پھر گئے تو عورت کو دونوں شاہد ضمان دینگے بسبب تلف کر دینے مہر کے وضمنا ان لم یسلم والمشتری

مالنقص عن قیمۃ المثل لو الشہادۃ علی المباتع او الزائد لو الشہادۃ علی المشتری للاتلاف بلا عوض اور دونوں شاہد ضمان دین بیع اور شراین اسقدر کا جو کم ہوگیا ہو قیمت سے اگر گواہی بائع پر ہو یا ضمان دین اسقدر کا جو زیادہ ہوگیا ہو قیمت سے اگر شہادت مشتری پر ہو بسبب اتلاف بلا عوض کے ہم اتلاف بلا عوض نقصان اور زیادت دونوں کی تعلیل ہے پہلی صورت یہ ہے کہ مثلاً اس غلام کو اس مرد سے بعوض ہزار درہم کے لیا اور وہ دو ہزار کا ہے سو شاہدان نے گواہی دی پھر گواہی سے پھر گئے تو شاہد بائع کو ہزار درہم ضمان دین کیونکہ انھوں نے اسکے ہزار درہم تلف کئے اور دوسری صورت یہ ہے کہ بائع نے دعوے کیا کہ مشتری نے یہ غلام دو ہزار کو لیا اور ابھی ثمن نہیں دیا اور مشتری اسکا منکر ہے سو شاہدوں نے گواہی دی کہ مشتری نے غلام دو ہزار کو لیا اور حالانکہ وہ ایک ہزار کا ہے پھر شہادت سے پھر گئے تو شاہد مشتری کو ایک ہزار کا ضمان دین اسواسطے کہ انھوں نے مشتری کے ایک ہزار تلف کئے کذا فی الدرر ولو شہد بالبیع وبنقد الثمن فلو فی شہادۃ واحدۃ ضمنا القیمۃ ولو فی شہادتین ضمنا الثمن فی الحال اور اگر دو شاہدوں نے بیع اور اتنے ثمن کی گواہی دی تو اگر بیع اور نقد ثمن کے ساتھی ایک ہی بار گواہی دی تو شاہد قیمت کا ضمان دین اور اگر دو شہادت میں گواہی دی یعنے ایکبار بیع کی گواہی دی اور دوسری بار ثمن کی تو ثمن کا ضمان دین کذا فی العینی ہم اسواسطے کہ پہلی صورت میں مقتضی یہ بیع ہے ثمن اور دوسری صورت میں ثمن بلا استقلال مقتضی یہ ہے کذا فی الطحطاوی لمنحنا ولو شہدا علی البائع بالبیع بالفین الا مائۃ وقیمتہ الف فان شاء ضمن الشہود قیمتہ حالا والمشتری احد المشتری الی سنۃ وایا ما اختار برئ الاخر وقاسم فی خزانۃ المفتین اور اگر شاہدوں نے بائع پر دو ہزار کی بیع کی گواہی دی بمدت یکسال اور حالانکہ قیمت بیع کی ایک ہزار ہے تو بائع چاہے شہود سے فی الحال کی قیمت کا تاوان لے یعنے ہزار کا اور چاہے مشتری سے دو ہزار کا مواخذہ کرے تا یکسال اور دونوں میں سے جسکو بائع اختیار کرے گا دوسرا شخص بری الذمہ ہوگا بائع کے مواخذہ سے اور پورا بیان اسکا خزانۃ المفتین میں ہم صورت اسکی یہ ہے کہ مشتری نے دعوی کیا کہ بائع نے اسکا غلام دو ہزار کو لیا بمدت یکسال اور قیمت اسکی ایک ہزار ہے سو شاہدوں نے بھی گواہی دی پھر شہادت سے پھر گئے تو بائع کو اختیار ہے دونوں سے ایک کے مواخذہ کا اگر شہود سے تو شہود مشتری سے مدت آنے کے وقت دو ہزار درہم پھر لیں انکو ایک ہزار سلال میں اور دوسرے ہزار کو وہ خیرات کردیں سو اگر مشتری غلام میں کوئی عیب پاوے اور اسکو پھیر دے سو اگر اسنے بغیر حکم قاضی کے پھیر دیا تو یہ بمنزلہ بیع جدید کے ہے تو بائع سے وہ دو ہزار درہم لے اور انکا کچھ مواخذہ نہیں شاہدین پر اور اگر قاضی کے حکم سے بائع کو غلام پھیر دیا تو جو دو ہزار اسنے شاہدین کو دیئے ہیں انکو پھیرے اور جو شاہد بائع ایک ہزار درہم بائع کو دئے تھے وہ بائع سے پھیر لیں کذا فی العالمگیریۃ عن المضمرات وفتح القدیر للطحطاوی چونکہ بیان عالمگیری کا واضح تر تھا خزانۃ المفتین سے لہذا مترجم نے اسی کا ترجمہ مناسب سمجھا وفی الطلاق قبل وطی وخلوۃ ضمنا نصف المال المسمی او المتعۃ لبیسم اور طلاق قبل وطی اور قبل خلوت کے شہادت اور رجوع میں شاہدین نصف مال مسمی کا تاوان دین یا متعہ کا ضمان دین اگر مرد سے نہو ولو شہدوا ثلثا واحزان انہ طلقہا واحدۃ قبل الدخول ثم رجعوا ضمان نصف المہر علی شہود الثلث لغیر الحرمۃ الغلیظۃ اور اگر شاہدین نے گواہی دی کہ زوج نے اپنی زوجہ کو تین بار طلاق قبل دخول کے دی اور دو اور شاہد نے گواہی دی کہ اسنے انکو ایکبار طلاق دی قبل دخول کے پھر چاروں شاہد شہادت سے پلٹ گئے تو نصف مہر کا ضمان تین طلاق کے گواہوں پر ہے نہ اُنکے غیر پر بسبب حرمت غلیظہ کے ہم اسواسطے کہ طلقہ واحدہ کی شہادت پر قاضی حکم نہ دے گا کیونکہ وہ مفید نہیں اسواسطے کہ طلقہ واحدہ کا حکم حرمت خفیفہ ہے اور طلقات ثلثہ کا حکم حرمت غلیظہ ہے کذا فی الفتح حلبی نے کہا قبل دخول دونوں گواہیوں کی قید ہے ولو بعد دخول وخلوۃ فلا ضمان اور اگر گواہی دی طلاق بعد وطی یا بعد خلوت کی پھر شہادت سے پھر گئے تو شہود پر ضمان نہیں ہم سے قدوری اور ہدایہ میں ہے اور تحفہ میں ہے کہ ضمان نہیں مگر اوسا جو مہر مثل پر زیادہ ہے کذا فی الفتح ولو شہدا بالطلاق قبل الدخول والخلوۃ بالدخول ثم رجعوا ضمن شہود الدخول ثلثۃ ارباع المسمی شہود الطلاق ربعہ لتقدیر الطلاق بہ اور اگر دو گواہ بائع طلاق قبل دخول کے گواہی دی اور دو اور شاہدوں نے دخول کی گواہی دی پھر جا بدون شاہد گواہی سے پھر گئے تو دخول کے گواہ مہر کے تین ربع یعنے پون مہر کا ضمان دین اور طلاق کے شہود چوتھائی مہر کا ضمان دین کذا فی الاختیار ولو شہدا بعتق فرجعا ضمنا القیم

لمولاہ مطلقا ولو معسرین ان شاء ضمن الشاہدین لانہ تلف بشہادتہما اذ لولاہا لم یقض بالعتق فکان ہو المتلف اور اگر شاہدین نے عتق کرنے کی گواہی دی پھر دونوں گواہی سے پھر گئے تو علام کو مولے کو اسکی قیمت کا ضمان دین مطلقا اگرچہ شاہدین معسر ہوں اسواسطے کہ تلف کا ذمہ دار ہو والولاء للمولی لانہ لم یعتق الا بضمانہما ولانہ ہو المتلف لہ ولاء ہدایہ اور ولا یعنے حق آزاد کرنے کا مالک آزاد کرنے والے کے واسطے ہو بسبب نہ پھر جانے عتق کے ضمان دینے سے شاہدوں کی طرف تو ضمان والا کی طرف منتقل نہ ہوگا کذا فی الہدایہ وفی البدایہ ضمنا ما نقصہ وعلیہما ثلثا قیمتہ اور تدبیر میں شاہدین ضمان دین اسقدر کا جسکو تدبیر نے کم کر دیا یعنے اسکی ثلثا ثلث قیمت ہم یعنے شاہدوں نے گواہی دی کہ مولے نے اپنے غلام کو مدبر کیا سو قاضی نے اسکے مدبر ہونے کا حکم دیا پھر شاہد گواہی سے پھر گئے تو شاہد اسکے مولے کو ثلثا ثلث قیمت کا ضمان دین اسواسطے کہ مدبر غلام کی ثلثا ثلث قیمت کہ ہو جاتی ہو فن سے دلو مات المولی عتق من الثلث ولم یبق الا بقیۃ قیمتہ وعلیہما فی الجر اور اگر مولے مرگیا اور غلام ثلث متروکہ سے نکل سکتا ہو تو وہ آزاد ہو جائیگا اور قیمت مدبر کا ضمان لازم ہوگا شاہدوں پر وارثوں کے واسطے کذا فی الجر وفی الکتابۃ یضمنان قیمتہ کاتبا وان شاء اتبع المکاتب اور کتابت میں شاہد ضمان دین اسکی پوری قیمت اور اگر مولے چاہے تو مکاتب کے بچے ہوئے سے یعنے بعد ادائے کتابت کا تقاضا کرے ہم یعنے شاہدوں نے گواہی دی کہ مولے نے اپنے غلام کو ہزار درم پر مکاتب کیا بیت الکیسال اور قیمت غلام کی پانسو ہو اور قاضی نے کتابت کا حکم کیا پھر شاہد ہزار درم شہادت سے رجوع کیا تو قاضی مولی کو اختیار دے سو اگر وہ تضمن شاہدین اختیار کرے تو اسکو مکاتب سے بدل کتابت لینے کا اختیار نہ ہوگا ہے اور مکاتب ہزار درم کتابت کے شاہدین کو دے گا اور اگر مولے اتباع مکاتب اختیار کرے تو شاہدوں سے ضمان نہ لے گا یہ کذا فی الحاکمیہ وعن الحیط اختار مشائخنا رحمہم اللہ تعالی ان یضمن الشاہد قیمتہ عاملا علی انہما رجعا عن شہادتہما وقضی بہا القاضی وقضاؤہ نافذ ظاہرا وباطنا ولو عجز المکاتب عاد المولی بقیمتہ علی الشاہد اور اگر مکاتب عاجز ہو گیا اور مولے نے اسکو واپس لے لیا تو شاہدوں سے کچھ نہ لے گا اور اگر مکاتب عاجز ہونے سے پہلے مرگیا اور مولے نے بدل کتابت سے بعد ضمان دینے شاہدوں کے تو پھر آئیگا اپنے مولے کی طرف اور مولے اسکی قیمت جو شاہدوں سے لیچکا ہو وہ شاہدوں کو پھیر دے وفی الاستیلاد یضمنان نقصان قیمتہا بان تقوم قنۃ ولم ولد لو جاز بیعہا فیضمنان ما ینقص اور استیلاد میں شاہدین ضمان دین ام ولد کے نقصان قیمت کا اسطرح پر کہ قیمت ٹھہرائی جائے خالص لونڈی کی اور ام ولد کی اگر اسکی بیع جائز ہوتی تو ضمان دین شاہد اسقدر کا جو دونوں قیمتوں کے مابین ہیں ہم صورت استیلاد یہ ہے کہ شاہدوں نے گواہی دی کہ مولے نے اقرار کیا کہ میری لونڈی میری ام ولد ہے اور مولی مرسکتا ہو سو قاضی نے اسکے ام ولد ہونے کا حکم دیا پھر شاہد گواہی سے پھر گئے تو اگر لونڈی کے ساتھ الگ کا نہ ہو اور مولی زندہ ہو تو نقصان قیمت ضمان دین کذا فی الظہیریہ وہکذا فی الحاکمیہ وعن الحیط النقصان قیمت کی مثال مثل خالص لونڈی کی قیمت تین سو درم ہے اور ام ولد کی درصورت جواز بیع دو سو قیمت ہو تو شاہدوں پر سو درم کا ضمان لازم ہوگا خان مات المولی عتقت وضمنا بقیۃ قیمتہا اعتبارا للولد بامہ کما فی العینی اور اگر مولے مرگیا تو ام ولد آزاد ہوگی اور شاہد اوارثوں کو ضمان دین اسکی باقی قیمت کا یعنے خالص لونڈی کی بقیہ قیمت کا اور پورا بیان اسکا عینی میں ہے وفی القصاص الدیۃ قال الشاہد وہو شاہد علی القصاص میں دیت ہے شاہدین کے مال میں اور شاہدین شہود علیہ کے وارث ہوں گے ہم یعنے شاہدین نے گواہی دی کہ مثلا خالد نے محمود کو عمدا قتل کیا سو قاضی نے اسکے قتل کا حکم دیا سو مثلا قتل ہوا پھر شاہد گواہی سے پھر گئے تو شاہدوں پر دیت لازم ہوگی بحر الرائق میں سراج سے منقول ہے کہ شاہدوں کے مال سے تین سال میں دیت لیجائیگی اور شاہدوں پر کفارہ نہیں اور میراث سے وہ محروم نہیں یعنے اگر شاہدین خالد شہود علیہ کے بیٹے ہوں تو دونوں اسکے وارث ہونگے کذا فی الظہیریہ ولم یقتص لعدم المساواۃ اور شاہدین سے قصاص نہ لیا جائیگا بسبب عدم مساوات کے یعنے شاہدوں نے اپنے ہاتھ سے اسکو قتل نہیں کیا حتی قصاص آئیگر آتا ولو فعلہ بالعصا یضمنان لان القصاص یسقط باختیار اور اگر شاہدین نے قصاص معاف کر دینے کی گواہی دی تو ان پر ضمان

نہوگا اسواسطے کہ قصاص مال نہیں جو اُسپر ضمان لازم ہوتا کذا فی الاختیار وضمن شھود الفرع برجوعھم لاصناف المتلف الیھم اور ضمان لازم ہوگا شہود فرع پر بسببکے رجوع کے بسبب تلف ہونے تلف کے اُنکی طرف ھم اسواسطے کہ مجلس قاضی مین شہادت فروع سے صادر ہوئی نہ اصول سے اور قاضی کا حکم اُنھین کی شہادت پر مبنی ہوا کذا فی الطحطاوی کما تضمن الاصل بقولھم بعد القضاء لم تشھد الفروع علی شھادتنا او اشھدناھم وغلطنا نہ ضمان دین شہود اصل اس قول سے بعد قضا کے کہ ہمنے شہود فروع کو اپنی شہادت پر شاہد نہین کیا یا اس قول سے کہ ہمنے اُنکو شاہد کیا اور ہمنے غلط کیا ھم بعد قضا کے قید اسواسطے لگائی کہ اگر قبل قضا انکار اشہاد اصول کرینگے تو حکم نہوگا اسواسطے کہ انھون نے تحمیل شہادت کا انکار کیا اور حالانکہ وہ ضرور ہے کذا فی الدرر وکذا لو قالوا رجعنا عما تحملنا علیہ ھم تلافیھم ولا الفروع لعدم رجوعھم اور اسی طرح اگر اصول کہین کہ ہمنے شہادت سے رجوع کیا تو اُسپر ضمان نہوگا بسبب عدم اتلاف کے اصول کے جانب سے اور نہ فروع پر ضمان ہوگا بسبب عدم رجوع فروع ولا اعتبار بقول الفروع بعد الحکم کذا بلا اصول او غلطوا فلا ضمان اور اعتبار نہین فروع کے اس قول کا بعد حکم کے کہ اصول جھوٹ بولے یا انھون نے غلط کہا تو فروع پر ضمان نہین اسواسطے کہ جو حکم قاضی کا ہوگیا وہ نہین لوٹتا اُسکے قول سے اور فروع اپنی گواہی سے بھی نہین پھرے بلکہ انھون نے غیر پر رجوع کی گواہی دی کذا فی الطحطاوی ولو رجع الکل فعلی الفروع فقط اور اگر اصول اور فروع سب گواہی سے پھر گئے تو فقط فروع پر ضمان دینگے ھم یہ قول ہے تخییمین کا اسواسطے کہ سبب تلف وہ شہادت ہے جو معاملہ قضا مین قائم ہوئی سو وہ فروع سے پائی گئی اور تحقیق شہود علیہ قضا ہی چاہیے اصول سے نہ چاہے فروع سے اسواسطے کہ قضا فروع کی شہادت سے واقع ہوئی اس وجہ سے کہ قاضی نے اُنھین کی شہادت معاینہ کی اور اصول کی بھی شہادت سے واقع ہوئی اسواسطے کہ فروع نائب ہین اصول کے نقل شہادت مین اُنکا امر سکذا فی الدرر وضمن المزکون ولو للدیۃ بالرجوع عن التزکیۃ مع علمھم بکونھم عیونا فلانا لھا اور ضمان دین مزکی یعنے شہود کی عدالت ظاہر کرنے والے اگرچہ ضمان دیت کا ہو بسبب پھر جانے کے تعدیل سے باوجود اُنکی دانستگی کے کہ شہود فلان ممیز خلاف نہین گے ھم امام کی یہ دلیل ہے کہ حکم مضاف ہی شہادت کے طرف اور شہادت حجت نہین ہوتی مگر عدالت سے اور عدالت ثابت ہوتی ہے تزکیہ سے تو تزکیہ شہادت کی علت کا علت ہوا اور صاحبین کی یہ دلیل ہے کہ مزکیون نے تو خوبی شہود کی بیان کی پھر اس سے پھر گئے یعنے اس سے ضمان لازم نہین آتا کذا فی الدرر ضمان دیت کی یہ صورت ہے کہ مزکیون نے شہود زنا کا تزکیہ کیا سنداری سنگسار ہوا پھر ثابت ہوا کہ شہود غلام یا مجبوس ہین اور مزکیون نے تزکیہ سے رجوع کیا تو ضمان مزکیون پر ہوگا اور اگر تزکیہ سے رجوع منکرین اور یہ تزکیہ کرین کہ وہ آزاد ہین تو اُنپر ضمان نہین اور نہ شہود پر کذا فی الطحطاوی اما مع الخطاء فلا اجماعا بحر اور خطا کے ساتھ تو مزکیون پر ضمان نہین بالاتفاق امام اعظم اور صاحبین ھم خطا کی یہ صورت ہے کہ مزکی لکھے کہ میرے خطا کی تزکیہ شہود ہین کذا فی الطحطاوی وضمن شھود التعلیق قیمۃ القن ونصف قیمۃ المدبر بالدخول وضمان دین شہود تعلیق کی قیمت غلام اور نصف نہر کی قبل دخول زوجہ ھم صورت اسکی یہ ہے کہ شاہدین نے گواہی دی کہ مولا نے اپنے غلام سے کہا کہ اگر تو گھر مین داخل ہوگا تو تو آزاد ہی یا زوجہ سے کہا کہ اگر تو گھر مین داخل ہوگی تو تو مطلقہ ہی اور حالانکہ عورت سے قربت نہین ہوئی پھر اور شاہدون نے وجود شرط یعنے دخول در کی گواہی دی پھر فریقین نے بعد حکم قاضی شہادت سے رجوع کیا تو ضمان شہود یمین پر ہوگا نہ شہود شرط پر کیونکہ شہود یمین شہود علت حکم ہین اسواسطے کہ تلف حاصل نہین ہوا مگر اعتاق اور تطلیق سے اور یمین کے شاہدون نے یہ کلمہ ثابت کیا اور تعلیق بالشرط مانع تھی تو شرط پائی جانے کے نزدیک تلف مضاف ہوا اپنی علت کی طرف بسبب زائل ہونے مانع کے کذا فی الدرر اور بعد دخول اگر رجوع ہوگا تو شہود تعلیق پر ضمان لازم نہوگا بسبب استیفاء منافع نکاح کذا فی الطحطاوی لا شہود الاحصان لانہ شرط بخلاف التزکیۃ لانہا علۃ وضمان لازم ہوگا شہود احصان کا اسواسطے کہ احصان شرط ہی بخلاف تزکیہ کے کہ وہ علت ہی ھم صورت اسکی یہ ہے کہ چار گواہون نے زنا کی گواہی دی اور دو گواہون نے کہا کہ زانی محصن ہی پھر سب گواہ شہادت سے پھر گئے تو ضمان شہود زنا پر ہوگا کیونکہ زنا علت ہی اور شہود احصان پر ضمان نہوگا کیونکہ احصان علامت ہی شرط حقیقی نہین بہتر یہ تھا کہ شارح کہتا کہ تزکیہ علۃ العلۃ ہی کیونکہ علت تو شہادت ہی کذا فی الطحطاوی والشرط او نہ ضمان لازم ہوگا شہود شرط پر یعنے وجود شرط کے شہود پر چنانچہ اُنکا بیان شہود تعلیق مین ہو چکا ولو وجدھم علی الصحیح

یعنی اگرچہ فقط شہود شرط کی شہادت سے پھر جائیں بالرجوع شہود تعلیق تو بھی بقول صحیح انپر ضمان نہیں کذا فی العینی ہم شمس الائمہ نے کہا کہ مذہب صحیح یہ ہے کہ شہود شرط کسی حال میں ضمان نہیں چنانچہ زیادات میں منصوص ہے کذا فی فتح القدیر قال وضمن شاھد الایقاع لا المفوض لانہ علۃ والتفویض سبب یعنی نے کہا اور ضمان شہادت ایقاع کا تفویض کا اسواسطے کہ ایقاع علت ہے اور تفویض سبب ہم بحر الرائق میں ہے شاہدین نے گواہی دی کہ زوج نے اپنی عورت سے کہا کہ تو طلاق دی گئی اپنی ذات کو اور وہ اور گواہ یہ کہے کہ عورت نے اپنی ذات کو طلاق دی اور یہ ماجرا قبل دخول تھا پھر شاہد گواہی سے پھر گئے تو ضمان شہود طلاق پر ہوگا انتہے اشباہ اور بدائع میں علامت میں فرق دریافت کرنا چاہیے اہل صول کے نزدیک شرط وہ ہے جو وجود کی موقوف علیہ ہو اور حکم میں نہ موثر ہو نہ اسکی طرف مضفی ہو اور علت وہ ہے جو حکم میں موثر ہو اور سبب وہ ہے جو حکم کی طرف مضفی ہو بلا تاثیر اور علامت وہ ہے جو حکم پر دلالت کرے اور وجود کی موقوف علیہ نہ ہو کذا فی الطحطاوی واللہ اعلم وہ المستعان الکریم

کتاب الوکالۃ

یہ کتاب ہے وکالت کے احکام میں ضم وکالت بفتح وکسر اول لغت میں اسم ہے توکیل سے اور توکیل یہ کہ تو اپنا کام وکیل کو سپرد کرے اسپر اعتماد کرکے اپنی آسائش یا عاجزی کی وجہ سے اور وکیل وہ شخص ہے جو قائم مامر مفوض الیہ ہو تو وہ فعیل ہے بمعنی مفعول یعنے جسکے طرف امر موکول ہو کذا فی فتح القدیر بحر الرائق میں ہے کہ وکیل بمعنی فاعل بھی ہوتا ہے جیسکہ بمعنی حافظ ہو چنانچہ اس آیت میں حسبنا اللہ ونعم الوکیل طحاوی نے کہا اور یہ بھی صحیح ہے کہ آیت میں وکیل بمعنی مفوض الیہ ہو مناسبتہ ان کلا من الشاھد والوکیل مساع فی تحصیل مراد غیرہ مناسبت کتاب الوکالۃ کی کتاب الشہادۃ سے یہ ہے کہ شاہد اور وکیل ہر ایک کوشش کرنے والا ہے اپنے غیر کی تحصیل مراد میں یعنے شاہد مدعی کی مراد اور وکیل موکل کی مراد میں ساعی ہے الوکیل صحیح بالکتاب والسنۃ قال اللہ تعالیٰ فَابْعَثُوْٓا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ غیر کو اپنا وکیل کرنا صحیح ہے قرآن اور حدیث سے حق تعالیٰ نے فرمایا اصحاب کہف کی حکایت میں سو بھیجو ایک شخص کو اپنے درہم لیکر ہم وجہ استدلال یہ ہے کہ یہ بھیجنا بطریق توکیل تھا اور شرائع سابقہ ہمارے واسطے حجت ہیں جبکہ اللہ اور انکا رسول بیان کرے بلا انکار اور انکا فتح ظاہر ہو کذا فی فتح وکل علیہ الصلوٰۃ والسلام حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ اور رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حکیم بن حزام کو وکیل کیا قربانی کی خرید میں ہم ابوداؤد نے اس سند سے روایت کی جسمیں ایک راوی مجہول ہے کہ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حکیم بن حزام کو ایک دینار دیکر بھیجا کہ آپکے واسطے قربانی خرید کرے سو حکیم نے بعوض ایک دینار کے قربانی خریدی اور اسکو بعوض دو دیناروں کے بیچا پھر ایک دینار سے دوسری قربانی خریدی اور ایک دینار اور قربانی رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس لائے تو رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دینار کو تصدق کیا اور انکی تجارت کے واسطے برکت کی دعا کی اور مانند اسکے ترمذی میں ہے بالجملہ توکیل نبوی اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کذا فی فتح القدیر وعلیہ الاجماع اور انکی صحت پر اجماع اور اتفاق ہے وھو خاص وعام کانت وکیلی فی کل شیء عم الکل حق الطلاق قال الشہید وبہ یفتی وخصہ ابو اللیث بغیر طلاق وعتاق وقف واعتمدہ فی الاشباہ وخصہ قاضیخان بالمباحات فلا یملک التبرعات والہبۃ وھو المذھب کما فی تنویر البصائر وزواہر الجواہر وسیجیء ان بہ یفتی واعتمد فی الملتقط فقال اما الہبات والعتاق فلا یکون وکیلا عند ابی حنیفہ خلافا لمحمد اور توکیل خاص ہے اور عام ہے جیانچہ موکل کا یہ قول کہ تو میرا وکیل ہے ہر چیز میں یہ توکیل عام اور شامل ہے سب تصرفات کو یہاں تک کہ طلاق کو بھی شہید نے کہا اور اسی عموم کا فتوی ہے اور فقیہ ابو اللیث نے اسکو بغیر طلاق اور عتاق اور وقف کے مخصوص کیا ہے اور اسی پر اعتماد کیا ہے اشباہ میں اور قول مذکور کو قاضی خان نے معاوضات کے ساتھ مخصوص کیا ہے تو عتق اور تبرعات میں وکیل نہ ہوگا اور یہی مذہب قوی ہے چنانچہ تنویر البصائر اور زواہر الجواہر میں ہے اور آگے آویگا کہ اسی قول کا فتوی ہے اور اسی پر ملتقط میں اعتماد کیا ہے سو کہا کہ ہبات اور عتاق میں توکیل خاص ہے تو وہ شخص وکیل نہ ہوگا ابو حنیفہ کے نزدیک بخلاف محمد رح توکیل عام کی یہ بھی مثال ہے کہ جو کچھ تو کرے وہ جائز ہے اور تبرعات ہبہ وغیرہ میں اور توکیل خاص کی مثال یہ ہے کہ تو میرا وکیل ہے اس گھر کی خرید میں مثلوکذا فی الطحطاوی وفی المشرنبلالیۃ ولو لم یکن للموکل صناعۃ معروفۃ فوکالۃ باطلۃ وشرط لہ

معین ہو کہ اگر موکل کا کوئی پیشہ مشہور نہ ہو تو وکالت باطل ہے ہم یہ قول کہ یعنی سمجھو وکیل کیا اپنے جمیع امور میں اور قائم کیا تمھکو بجائے اپنی ذات کے تو وکیل عام نہیں ہوتا مگر وکالت کوئی پیشہ معینہ ہو جیسا کہ تجارت متعلق تو وہ تجارت کا وکیل ہوگا اور اگر اسکا کوئی پیشہ مقرری نہیں اور معاملات اسکے مختلف ہیں تو وکالت باطل ہے کذا فی فتح القدیر وھو قائمۃ الغیر مقام نفسہ فیما یقبل النیابۃ من تصرف جائز معلوم اور اصطلاح شرع میں توکیل قائم کرنا ہے غیر شخص کو اپنی ذات کے مقام پر اسائش یا عاجزی کی بہتیرے امور تصرف میں جو جائز اور معلوم ہو صحیح جائز کی قید سے خارج ہو گیا کہ غیر شخص کو اپنی زوجہ کی طلاق یا اپنے غلام کے عتق یا اپنے مال کے ہبہ کرنے میں وکیل کرے اور معلوم کی قید سے تصرف مجہول کی توکیل خارج ہو گئی اگر کوئی کہے کہ توکیل عام جائز ہے حالانکہ تصرف معلوم نہیں اسکا جواب یہ ہے کہ توکیل عام فی الحال معلوم ہے تو اگر اصلا معلوم نہو جیسا کہ وہ شخص جسکے معاملات کثرت ہیں تو توکیل باطل ہے کذا فی الظہیریۃ وفی جامع الفصولین ثبت الاذن وھو الحفظ تو اگر تصرف مجہول ہو تو اذن ثابت ہوگا اور وہ نگہبانی سے ہم تصرف مجہول جیسا کہ موکل نے وکیل سے کہا کہ میں تجھکو وکیل کیا اپنے مال کا کذا فی الفتح القدیر میں ہے کہ اگر تصرف معلوم نہو تو اذن کے تصرفات وکیل ثابت ہوگا وہ فقط حفظ ہوگا امام محبوبی نے کہا کہ جب غیر سے کہا کہ تو میرا وکیل ہے ہر شیء میں تو فقط حفظ کا وکیل ہوگا اتنے درر میں ہے کہ قول مذکور میں فقط حفظ اسواسطے مراد ہوا کہ نعت میں وکالت یعنی حفظ کے ہر ممن یملکہ ای التصرف نظرا الی اصل التصرف وان امتنع فی بعض الاشیاء بعارض الفوضی ابن کمال توکیل غیر کو قائم کرنا ہے اپنے مقام پر اس شخص کی جانب سے جو تصرف کا مالک ہے نظرا اصل تصرف کے اگرچہ تصرف موکل کو ممتنع ہو بعض اشیا میں بسبب عارضہ نہی شارع کے کذا ذکرہ ابن کمال اصل تصرف کی ملک سے مراد یہ ہے کہ متصرف کا کوئی شخص مانع اور عارض ہو تصرف میں قطع نظر حکم شرعی کے تو احمین داخل ہو گیا وکیل کرنا مسلم کا ذمی کو ہم اور محرم کا غیر محرم کو شکار کی بیع میں اور یہ قول مبنی ہے اسپر کہ اصل اشیا میں اباحت ہے ملک تصرف موکل اسواسطے شرط ہوئی کہ وکیل تو ولایت تصرف کی موکل سے حاصل کرتا ہے کذا فی الظہیریۃ فلا یصح توکیل المجنون ومحجور لا یعقل مطلقا وصبی یعقل بتصرف ضار محض طلاق وعتاق وھبہ وصدقۃ تو صحیح نہیں وکیل کرنا مجنون اور صغیر غیر عاقل کا مطلقا خواہ تصرف ضار ہو یا نافع یا ضرر و نفع دونوں کا محتمل ہو اور صحیح نہیں وکیل کرنا صغیر عاقل کا تصرف ضار میں جیسا کہ طلاق اور عتاق اور ہبہ اور صدقہ میں ہم توکیل مجنون اور صغیر اسواسطے صحیح نہیں کہ وہ تصرف کی مالک نہیں اور معلوم ہو چکا کہ توکیل میں وکیل کا متصرف ہونا شرط ہے وھو بما ینفع بلا اذن ولیہ لقبولہ اھلیۃ اور صحیح ہے صغیر عاقل کا وکیل کرنا بدون اذن اسکے ولی کے اس تصرف میں جو صغیر کو نافع ہے جیسا کہ ہبہ قبول کرنا وھو عاقر د بین ضرہ ونفع کبیرہ ولجواز ان ماذونا والا توقف علی اجازۃ ولیہ کالو باشرہ بنفسہ اور صحیح ہے صغیر عاقل کا وکیل کرنا اس تصرف میں جو ضرر اور نفع کا محتمل ہے جیسا کہ بیع اور اجارہ شرط یہ کہ صغیر مذکور ماذون ہو تصرف مسلوبہ میں اور اگر اسکو اسکے ولی نے اذن نہ دیا ہو تصرف کا تو وکالت موقوف رہیگی اسکے ولی کی اجازت پر جیسا کہ اگر صغیر عاقل بنیابت خود بیع یا اجارہ کا مباشر ہو بلا اذن تو وہ تصرف بھی ولی کی اجازت پر موقوف رہیگا وکذا یصح توکیل عبد محجور اور صحیح نہیں وکیل کرنا غلام ممنوع التصرف کا وھو لو ماذونا او مکاتبا اور صحیح ہے وکیل کرنا غلام ماذون یا مکاتب کی دتوقف توکیل مرتد فارالحرب بقتل وان وبات او بحق او قتل لاختلاف الدارین او لحاقہ بدار الحرب جاملا یا مقتولا ہو تو توکیل نافذ نہیں بخلاف صائر جیسے کی وھو توکیل مسلم مرتدا بیع خمر او خنزیر وشرائھما کما فی البیع الفاسد وھو محرما بیع صید وان امتنع ھذا الموکل لعارض النھی کما قدمنا متنبہ اور صحیح ہے وکیل کرنا مسلم کا ذمی کو شراب اور سور کے بیچنے اور اسکے خریدنے میں جیسا کہ مذکور ہو چکا بیع خامر میں اور صحیح ہے وکیل کرنا محرم کا غیر محرم کو شکار کے بیع میں اگرچہ فعل مذکور سے موکل ممنوع ہے بسبب نہی شارع کے جیسا کہ ہمنے مقدم ذکر کر دیا تو کیل کی تعریف میں سوا کلہ ہو جانا خذ من شرط الوکیل فقال اذ کان الوکیل یعقل العقد پھر مصنف نے موکل کی شرط کے بعد وکیل کی شرط کو ذکر کیا سو یوں کہا کہ جب وکیل عقد کو سمجھتا ہو سمجھتا ہو ہم یعنے وکیل میں اتنی عقل شرط ہے کہ خرید کرنا جانتا ہو کہ خرید کرنا جانے بیع اور رسالت میں اور بیچنا جانے بیع اور رسالت میں اور غبن فاحش کو غبن یسیر سے تفرقہ کرتا ہو اور ظاہر اصغیر عاقل میں بھی عقل کی یہی تفسیر ہے کذا فی الظہیریۃ لو صبیا او عبدا محجورا اگرچہ وکیل بمعنیہ

غیر ماذون یا غلام غیر ماذون ہو مع محجور صبی اور عبید دولوں کی صفت ہو تو معلوم ہوا کہ وکیل میں بقاء عقل شرط ہے بلوغ اور حریت شرط نہیں لا یخفی ان الکلام الان فی صحۃ الوکالۃ لا فی صحۃ تبع الوکیل فلا نام یقل ویقصد تبعا فالکنز یہ بات پوشیدہ نہیں کہ باب اسباب میں صحت وکالت میں گفتگو ہے نہ بیع وکیل کی صحت میں تو اسی واسطے مصنف نے سمجھا یوں کہا کہ وکیل عقد کا تصدی کرے باتباع صاحب کنز بعد مذکر رہم نے کہا اور وقایہ اور درر وغیرہا میں وکیل کی شرط میں یوں مذکور ہے کہ یتصل العقد بقصدہ یعنی وکیل میں شرط یہ ہے کہ عقد کا تصل کرے اور انکار اوہ کرے قصدی قید اسواسطے لگائی کہ اگر وکیل بطریق ہزل یا اکراہ کے بیع کرے گا تو وکل کی طرف سے واقع نہ ہوگی شارح نے کہا کہ درصورت عدم قصد اگرچہ بیع صحیح نہیں لیکن یہاں گفتگو صحت وکالت میں ہے نہ صحت بیع میں تو اس لفظ کے زیادہ کرنے کی کچھ حاجت نہیں ثم ذکر ضابطۃ الموکل فیہ فقال ولکل ما یلیہ اشارۃ الموکل بنفسہ لنفسہ پھر مصنف نے قاعدہ مذکورہ کا تکمیل میں ذکر کیا یعنے صحیح ہے وکیل کرنا ہر ایک اس چیز میں جسکو وکل بذات خود کرتا ہو اپنی ذات کے واسطے مع لنفسہ کی قید اسواسطے لگائی تا وکیل سے احتراز ہو جاوے اسواسطے کہ وکیل کو جائز نہیں دوسرے کو وکیل کرنا اس کام میں جسمیں وہ وکیل مقرر ہوا کیونکہ وکیل غیر کے واسطے تصرف کرتا ہے نہ اپنے واسطے اگر کوئی کہے کہ کلیہ توکیل کا صحیح نہیں اسواسطے کہ موکل استقراض کا مباشر ہوتا ہو بذات خود اپنے واسطے اور استقراض کے توکیل کا مالک نہیں ہوا الجواب یہ ہے کہ درصورت اضافت الی الموکل توکیل صحیح ہے اسواسطے کہ خانیہ میں ہے کہ اگر استقراض کا وکیل ہوا تو اگر وکیل نے استقراض کو موکل کی طرف مضاف اور منسوب کیا تو استقراض موکل کے واسطے ہوگا اور نہیں تو وکیل کے واسطے کذا فی الطحطاوی فشمل الخصومۃ تو توکیل شامل ہوئی خصومت کو ہم مصنف کا یہ قول کل ما یباشر بنفسہ کنز وغیرہ کے اس قول سے بکل ما یعقدہ اسواسطے کہ مصنف کا قول عقد اور غیر عقد یعنے خصومت وغیرہا کو شامل ہے خصومت لغت میں بمعنی جدل ہوا اور شرع میں ان یا نہیں کا جواب ہے یعنے مدعی نے کوئی دعوی کیا اور مدعا علیہ نے اسکے جواب میں اقبال کیا یا انکار یہ حقیقت شرعی ہے خصومت کی اور جو ہر دو میں ہر کہ خصومت عبارت ہے دعوے صحیح اور جواب صریح سے کذا فی الطحطاوی فلذا قال فصح بخصومۃ فی حقوق العباد برضی الخصم تو اسی واسطے مصنف نے کہا صحیح ہے وکیل کرنا اس خصومت میں جو حقوق العباد میں ہو مخاصم کی رضامندی سے وجوازہ بلا رضاہ بہ قالت الثلثۃ اور صاحبین نے توکیل کو بدون رضامندی مخاصم کے تجویز کیا ہے اور یہی قول ہے ائمہ ثلثہ کا مع امام اور صاحبین کا خلاف لزوم توکیل میں ہے نہ جواز میں یعنے امام کے نزدیک اگرچہ بدون رضاے مخاصم جائز ہے لیکن بدون اسکے راضی ہونے کے لازم نہیں بخلاف مع صاحبین مذہب صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ خصومت میں وکیل کرنا اپنے خالص حق میں تصرف کرنا ہے تو وقوف نہ ہوگا غیر کی رضامندی پر اور امام کی دلیل یہ ہے کہ جواب تحقق ہے مخاصم پر اور لوگوں کی عادت پختہ ہے خصومت میں تفاوت ہوتی ہے تو اگر لزوم توکیل کے ہم قائل ہوے تو مخاصم کا حضور ہوگا لہذا اسکی رضا پر موقوف ہے کذا فی الطحطاوی وعلیہ فتوی ابی اللیث وعلیہ عول الخانیۃ العتابی وصححہ فی النہایۃ والمختار للفتوی لقصد اصلاح الخلق اور صاحبین کے قول پر فقیہ ابو اللیث کا فتوی ہے اور پسند کیا ہے اسکو عتابی نے اور صحیح کیا ہے اسکو نہایہ میں اور فتوے کے واسطے یہ ہے کہ اسکو حاکم کی رائے پر موقوف کرنا چاہیے کذا فی الدرر ثم درر میں ہے کہ اگر قاضی کو لحنت اور سرکشی مخاصم کی عدم قبول وکالت میں معلوم ہو تو قاضی کو دخل نہ دے اور وکیل کو قبول کرے اور اگر معلوم ہو کہ موکل کو وکیل کرنے سے ضرر رسانی مخاصم کی مراد ہے تو توکیل قبول نہ کرے بدون رضا خصم اور یہ مختار خرشی کا ہے جبانیہ کافی میں ہے انتہی بالطحطاوی وسیجی بزازیہ سے نقل کیا کہ تعویض الی العالم بنظر سابق تھا جبکہ قاضی اہل دین اور صلاح تھے اور اس زمانہ کے قاضیوں کے اختیار دینے میں تو فساد ہی انتہی واللہ تعالی اعلم لکن لا یکون الموکل مولیا کما یکون حضور مجلس الحکم بقضیہ ابن کمال توکیل بدون رضا مخاصم لازم نہیں مگر یہ کہ موکل ایسا ہو جائز کہ اسکو حاضر ہونا مجلس حکم میں اپنے قدرت سے ممکن ہو تو اسکا توکیل لازم ہوگی بدون رضامندی مخاصم کے خواہ وکل مدعی ہو یا مدعا علیہ اذا کان مقیما موکلہ غائب القعد مدت سفر ہو یعنے اگر تین منزل غائب ہو تو توکیل بلا رضاے خصم لازم ہے ہم یہ اس صورت میں ہے جبکہ مخاصم انتظار نہ کرے ولہذا صحیح ہے کہ اگر موکل حاضر ہو لیکن مسافر ہو تو توکیل دونوں سے لازم نہیں بدون رضاے خصم بلکہ مدعی سے کہنا چاہیے کہ اگر تو اپنے مخاصم کا جواب چاہتا ہے تو صبر کر تا ارتفاع عذر و اگر صبر نہیں کرتا تو توکیل سے راضی ہو پھر جبکہ وہ راضی ہو جاوے تو توکیل لازم ہوگی ظاہر الروایۃ میں بقید مدت سفر کی قید اسواسطے لگائی کہ جو مدت سفر سے کمتر غیبت ہو

بمنزلہ حضور کے ہو کذا فی الطحطاوی اور میں یدل علیہ قولہ ان اراد السفر ابن کمال یا موکل سفر کا ارادہ رکھتا ہو تب توکیل لازم ہے اور کفایت کرتا ہو موکل کا اتنا کہنا کہ میں سفر کا ارادہ رکھتا ہوں کذا ذکرہ ابن کمال ھ یہ اس صورت پر محمول ہے جبکہ خاصم موکل کے قول کی تصدیق کرے مثلاً بحر الرائق میں ہے کہ ارادہ سفر مانع ہے تو اسپر دلیل چاہیے اور وہ یا خصم کی تصدیق ہے یا قرینہ ظاہرہ سفر کا اور یہ قول اسکا مقبول نہیں کہ میں سفر کا ارادہ رکھتا ہوں لیکن قاضی اسکے حال کو ملاحظہ کرے اور اسکے میلان میں اسواسطے کہ مسافر کا سامان مخفی نہیں رہتا کذا فی الطحطاوی او لعذرۃ تمام تحلط الرجال کھما او عورت پردہ نشین ہو جو مرد سے ملطت نہیں رکھتی ہے چنانچہ باب الشہادۃ میں مذکور ہو چکا کہ معذرہ کی شہادت پر شہادت مسموع ہے ھ پردہ نشینی عذر ہے متاخر پیکے نزدیک بدلیل استحسان اسواسطے کہ اگر پردہ نشین کچہری میں حاضر بھی ہو تو اپنے حق کی گفتگو نہ کر سکے گی حیائے سبب سے تو اسکو توکیل لازم ہے اگرچہ خاصم راضی نہو کذا فی الطحطاوی او حالتہا او نفساء والحاکم بالمحل لہا یرضی الخصم بالتاخیر بحر یا حیض یا نفاس والی عورت ہو اور حاکم مسجد میں ہو تو توکیل لازم ہے جبکہ خاصم تاخیر سے راضی نہو کذا فی البحر ھ اور اگر تاخیر سے راضی ہو تو حیض اور نفاس عذر نہو گا لزوم توکیل میں کذا فی البحر الینا او محبوسا من غیر حاکمہ الخصومۃ فلو منہ قید بہ لعذرۃ بحثا یا موکل محبوس ہو اس حاکم کی جانب سے جسکے پاس مقدمہ مرجوع نہیں تو اگر حبس اس حاکم کی طرف سے ہو جسکے پاس مقدمہ مرجوع ہے تو حبس عذر نہیں کذا فی البزازیہ ھ اسواسطے عذر نہیں کہ محبوس حاکم کے اختیار میں ہے اسکو محبس سے نکالے اور دعوی کا جواب لے پھر محبوس کرے اور اگر محبوس مع ہو تو دعوی کرے اگر تاخیر دعوے سے راضی نہو پھر اسکو قید کرلے کذا فی البحر او کاحبس الدعوے خانیہ یا موکل دعوی خود نہ کر سکتا ہو تب توکیل لازم ہے کذا فی الخانیہ لیکن اگر قاضی معلوم کرے کہ موکل عاجز ہے بیان خصومت سے یا لات خود تو وکالت اسکی قبول کرے اگرچہ خصم راضی نہو لانہ یکون مرکبا لاعذار ان کان الموکل شریفا لما ھم وحرمۃ یلی الشریف وغیرہ سواء بحر لزوم توکیل میں عذر نہیں اگر موکل مرد شریف ہو کہ خصم سے مخاصمہ ہو کہ شخص سے کہ اسکا شریف اور غیر شریف پر اثر ہے کذا فی البحر ولہ الرجوع عن الرضی قبل السماع الحاکم الدعوی لا بعدہ قنیہ اور مخاصم کو جائز ہے پلٹ جانا وکالت کی رضامندی سے حاکم کے دعوی سننے سے پہلے اور پلٹ جانا جائز نہیں سماعت دعوی کے بعد کذا فی القنیہ ھ اگرچہ بعد سننے کے ہو اور قنیہ میں الکیلت کی قید اتفاقی ہے کذا فی البحر ولو تخلفا فی کونہا مخدرۃ او من بنات الاشراف فالقول لہا مطلقا ولو بلیا فیرسل امینہ لیحلفہا مع شاھدین بحر ھذا قولہ المصنف اور اگر متخاصمین میں اختلاف کریں عورت کے پردہ نشین ہونے میں تو اگر عورت مدعا علیہا اشراف کی بیٹیوں میں سے ہو تو عورت ہی کا قول معتبر ہے ہر طرح اگرچہ باکرہ نہو شرعیہ ہو تو قاضی انہا امین دو شاہدوں کے ساتھ اسکے پاس بھیجے تاکہ اسکے قسم کھانے کذا فی البحر اور ثابت رکھا ہے اسکو منصف اپنی شرع میں ھ امین کے ساتھ دو شاہد اسواسطے احتیاط دین تاکہ امین کو اطلاع کریں کہ ہاں یہ وہی عورت ہے دوسری عورت نہیں تحلیف کھانا اور دو اور شاہد گواہی دین اسکے حلف یا نکول پر واد من الاوساط فالقول لہا ولو بکرا واد ھی من الاسافل فلا فرق ولو خلوا یا لظاہر مزادیۃ اور اگر عورت متوسط لوگوں کی بیٹیوں سے ہو تو عورت کا قول معتبر ہے اگر دوشیزہ ہو اور اگر عورت کمینوں اور رذال عورتوں سے ہو تو اسکا قول پردہ نشینی میں معتبر نہیں دونوں صورتوں میں خواہ باکرہ ہو خواہ ثیبہ ظاہر یہ عمل کرنے سے کذا فی البزازیہ ھ عمل ظاہر مسائل اشکل حالت ہے یعنے ظاہر حال یہ ہے کہ اشراف کی بیٹیاں مطلقاً پردہ نشین ہوتی ہیں اور اوساط کی بیٹیاں درصورت بکارت البتہ پردہ نشین ہوتی ہیں اور کمینوں میں مطلقاً پردہ نہیں تحطاوی کہا ظاہر اشراف سے عرفی اشراف مراد ہیں تو غنیای دنیاوی اس میں داخل ہیں کہ انکی بیٹیاں نہیں نکلتی ہیں اگرچہ علما اور سادات کی بنات سے نہوں و صحح بایفائہا وکذا باستیفائہا لا وجد وتر دبقیتہ وکلہ عن المجلس حاتی اور صحیح ہے وکیل کرنا حقوق کے لینے دینے میں اور اسی طرح حقوق کے لینے میں مگر حد اور قصاص کے دینے لینے میں وکالت صحیح نہیں درصورت غائب ہونے موکل کے مجلس ایفا اور استیفا سے کذا فی الملتقی ھ ایفا سے مراد یہاں دینا ان حقوق کا ہے جو موکل پر واجب الادا ہیں اور استیفا سے قبض لینا حقوق موکل کا ہے ادا دینے کی اور حد اور قصاص میں ایفا کی وکالت اسواسطے صحیح نہیں کہ حد اور قصاص گنہگار پر جاری ہوتا ہے سو وہ موکل ہے نہ اسکا وکیل اور استیفای حد اور قصاص موکل کی غیبت میں اسواسطے صحیح نہیں کہ حدود ٹل جاتے ہیں شبہات سے اور شبہہ معاف کر دینے کا موکل کی غیبت میں موجود ہے یعنے اگر شاید موکل حاضر ہوتا تو معاف کر دیتا کذا فی الطحطاوی حقوق عقد کالبیع من اضافتہا ای ذلک العقد الی الوکیل کبیع واجارۃ

وصح عن اقرار یتعلق بمعاملہم حیا ولو غائبا ابن ملک اور جس عقد کی نسبت وکیل کی طرف مزور ہو چنانچہ بیع اور اجارہ اور صلح اقرار کی تو اسکے حقوق وکیل سے متعلق ہین حیتک وہ زندہ ہی اگرچہ وہ غائب ہو کذا صرح ابن ملک ص اضافت الی الوکیل سے اسنادی الصیغہ مراد ہو چنانچہ وکیل کا یون کہنا کہ بیچنے اس گھر کو بیچا یا موکل کا فلانا گھر بیچنے بیچا یا اجارہ دیا اور اگر موکل کی طرف نسبت کریگا یا لوریا ہم رسانی کے کہ یہ گھر موکل نے بیچا تو وکیل تر ہے گا فضولی ہو جائیگا محیط مین ہی کہ اگر وکیل مرگیا امام فضلی نے کہا تو عقد کے حقوق اسکے وصی کی طرف منتقل ہونگے نہ موکل کی طرف اور اگر وصی نہو تو حاکم وصی قائم کرے اور یہی قول معقول ہو اور بعضون نے کہا کہ بعد ورث وکیل قبض کی ولایت موکل کی طرف منتقل ہونگی تو فتوے کے تردد کیا حیتاط کرنا چاہیے انتہے کذا فی الطحطاوی ولو لم یکن مجیبا الغیر طلیکہ وکیل مجبور یعنے ممنوع التصرف نہو ہم یا اعتراز ہر صغیر محجور اور غلام محجور سے اسواسطے کہ انکی وکالت جائز ہی لیکن دونون کے حقوق عقد موکل کی طرف راجع ہونگے کذا فی الدرر کتسلیم مبیع وقبضہ قبض ثمن وبیع بہ عند استحقاق وخصومۃ فی عیب بلا فصل بین حضور موکلہ وغیبتہ لانہ العاقد حقیقۃ وحکما حقوق عقد کے جیسے مبیع کا تسلیم کرنا اور مبیع کا قبض کرنا اور ثمن کا قبضہ کرنا اور ثمن کا پھیر لینا یا پھیر دینا استحقاق مبیع کے وقت اور خصومت کرنا عیب مبیع مین بیدون فرق کے درمیان حاضر ہونے اپنے موکل کے اور اسکے غائب ہونے کے لیئے خواہ موکل حاضر ہو یا غائب لیکن حقوق فقط وکیل ہی سے متعلق ہین اسواسطے کہ وکیل ہی تو عاقد ہی حقیقۃً وحکماً عقد قائم ہوتا ہی کلام سے اور کلام صادر ہوتا ہی وکیل سے تو وہی حقیقت مین عاقد ٹھہرا اور احکام عقد کے وکیل ہی کی طرف راجع ہوتے ہین تو وہی حکماً عاقد ہوا لکن فی الجوہرۃ لو حضرا فالعہدۃ علی احق الثمن کالعاقد فی اصح الاقاویل لیکن جوہرہ مین ہی کہ اگر موکل اور وکیل دونون حاضر ہون تو عہدہ حقوق عقد کا ثمن کے لینے والے پر ہی نہ عاقد پر اصح الاقاویل مین ولو اضاف العقد الی الموکل تتعلق الحقوق بالموکل اتفاقا ابن ملک فلیحفظ فانہ لا یدفیہ ما فیہ ولذا قال ابن کمال یکتفی بالاضافۃ الی نفسہ فاخرہا اور اگر وکیل نے عقد کی نسبت موکل کی طرف کی تو حقوق عقد کے موکل سے متعلق ہونگے بالاتفاق کذا صرح ابن ملک سو اسکو یاد رکھنا چاہیئے تو مصنف کا اس قول مین کہ نسبت عقد کی وکیل کی طرف مزور ہی وہ خلل ہی جو اسمین ہی اور اسی واسطے ابن کمال نے کہا کہ وکیل کفایت کرے اپنی ذات کی نسبت پر لیئے اسوقت حقوق عقد متعلق لو کیل ہونگے سو اسکو یاد رکھ لے ہم خلاصہ اعتراض شارح یہ ہی کہ وکالت مین نسبت کرنا عقد کا وکیل کی ذات کی طرف مزور نہین چنانچہ ابن ملک کی تصریح سے معلوم ہوا تو مصنف کا لایدکنایہ محل ہی طحطاوی نے کہا یزاید اور خلاصہ مین ابن ملک کے مخالف ہی لیئے خریدے عبد کا وکیل مالک عبد کے پاس گیا سو غلام نے کہا کہ یہ غلام مجھے موکل نے ہاتھ بیچا اور وکیل نے کہا کہ بیچنے قبول کیا تو بیع وکیل کو لازم نہین اسواسطے کہ وکیل نے امر موکل کے خلاف کیا اسواسطے کہ اسکا امر یہ تھا کہ عہدہ اسکے طرف راجع نہو سو راجع کر دیا اور ابو القاسم صفار نے کہا صحیح قول یہ ہی کہ وکیل کو وکیل فرما فضولی ہو گیا اور عقد موقوف رہے گا موکل کی اجازت پر انتہے تو معلوم ہوا کہ وہ وکیل نہ رہے گا مگر جبکہ عقد کو اپنی ذات کی طرف نسبت کرے اور اگر موکل کی طرف نسبت کریگا تو اسمین اختلاف مذکور ہی اور منع انتفار مین ہی کہ وکیل کی قید اسواسطے لگائی کہ رسول کی طرف حقوق عقد راجع نہین ہوتے اور رسول کی شرط یہی کہ اپنے بھیجنے والے کی طرف عقد کو نسبت کرے انتہے مافی الطحطاوی مختصراً تو معلوم ہوا کہ مصنف کا لایہ کنا لایہ تھا وشرط الموکل عدم تعلق الحقوق بہ لانہ یملک عزلہ لغوا باطل جوہرہ اور شرط کرنا موکل کا نہ متعلق ہونا حقوق کا وکیل سے لغو اور باطل ہی کذا فی الجوہرہ والملک یثبت للموکل ابتداء فی الاصح اور وکیل کے عقد سے موکل کی ملک ثابت ہوتی ہی سرے سے قول اصح مین ص یہ قول ابو طاہر کا ہی اور کرخی کا یہ قول ہی کہ پہلے ملک وکیل کی ثابت ہوتی ہی پھر موکل کی طرف منتقل ہوتی ہی فلا یعتق قریب الوکیل بشرائہ ولا یفسد النکاح زوجتہ بہ لو اراد ونہوگا قرابت دار وکیل کا اسکے خریدنے سے اور نہ فاسد ہوگا نکاح وکیل کی زوجہ کا وکیل کے خریدکرنے سے ص یعنے اگر وکیل نے اپنے بھائی کو خرید کیا یا وکیل کی زوجہ کسیکی لونڈی تھی اور اسنے زوجہ کو موکل کے واسطے خرید کیا تو نہ بھائی آزاد ہوگا نہ زوجہ کا نکاح فاسد ہوگا اسواسطے کہ عتق قریب اور فساد نکاح ملک سے ثابت ہوتا ہی سو ملک یمین ابتداء سے موکل کی ثابت ہی نہ وکیل کی یہ وجہ بقول ابو طاہر ہی اور کرخی کے قول پر بھی یہی حکم ہی اسواسطے کہ عتق اور فساد نکاح ملک ثابت اور مستقر سے ہوتا ہی نہ ملک منتقل سے اور اگر

موکل غلام کو آزاد کرے قبل قبض تو اعتاق نافذ ہو اسواسطے کہ اسنے اپنی ذاتی ملک کو آزاد کیا بحر الرائق مین کہا کہ ایسا ہی ظاہر اور کرخی کے قول کے خلاف کچھ فرق نہین اور اسکے احکام مذکورہ مین دونون کا اتفاق ہو لیکن ھٰذا ثابتان علی الموکل لو اشتری وکیلہ قریب موکلہ و لمجتہ لان الموجب للعتق و الفساد ھو الاستقر ولیکن دونون یعنے عتق اور فساد نکاح موکل پر ثابت ہین اگر موکل کے وکیل نے موکل قرابت دار اور اسکی زوجہ کو خریدا اسواسطے کہ عتق قریب اور فساد نکاح کا موجب ملک مستقر ہی ہے یہ تعلیل کرخی کے قول کے مناسب ہے نہ ابو طاہر کے قول کے چنانچہ شرح مذکور ہو چکا و فی کل عقد لا بد من اضافتہ الی موکلہ یعنے لا یستغنی عن اضافۃ الی موکلہ حتی لو اضاف الی نفسہ لم یصح ابن کمال اور جس عقد مین کہ نسبت کرنا اسکا وکیل کے موکل کی طرف ضرور ہی یعنے موکل کی طرف نسبت کرنے سے استغنا حاصل نہین تو اگر وکیل اس عقد کو اپنی ذات کی طرف نسبت کرے گا تو صحیح نہوگا کذا ذکرہ ابن کمال ھم عدم صحت عقد سے مراد یہ ہے کہ باعتبار وکالت صحیح نہین نہ باعتبار اصالت یعنے اگر وکیل نکاح کو اپنے طرف نسبت کریگا تو موکل کا نکاح صحیح نہوگا بلکہ خود وکیل کا نکاح واقع ہو جائیگا تو اب تفریع آئندہ سے مناسب باقی نہری یعنے قولہ حتی لو اضاف لنفسہ وقع النکاح لہ کنکاح و خلع و صلح عن دم عمد او انکار و عتق علی مال و کتابۃ و ھبۃ و تصدق و اعارۃ و ایداع و رھن و قرض و شرکۃ و مضاربۃ بخلاف توکیلہ بتقاضی موکلہ لا بصلحہ فیھا سفیرا محضا حتی لو اضاف لنفسہ وقع النکاح لہ فکان کالرسول اور جس عقد کی نسبت موکل کی طرف ضرور ہی چنانچہ نکاح اور خلع اور صلح قتل عمد سے اور صلح انکار سے اور عتق بعوض مال اور کتابت اور ہبہ اور تصدق اور عاریت دینا اور ودیعت رکھوانا اور رہن اور قرض دینا اور شرکت اور مضاربت کذا فی العینی تو اس عقد کے حقوق وکیل کے موکل سے متعلق ہوتے ہین نہ وکیل سے بسبب اسکے وکیل کے عقود مذکورہ مین محض سفیر سان ہونے کے اگر وکیل نکاح کو اپنی طرف نسبت کرے گا تو وکیل ہی کا نکاح واقع ہوگا تو وکیل رسول کے مانند ہو گیا فلا مطالبۃ علیہ فی النکاح بھم و تسلیم للزوجۃ تو مطالبہ نہین وکیل پر نکاح مین مہر اور تسلیم زوجہ کا ھم یعنے جو حقوق عقد موکل سے متعلق ہوے تو وکیل سے مطالبہ نہین اگر وکیل زوج کی طرف سے ہو تو اسسے مہر کا مطالبہ نہین اور اگر زوجہ کی طرف سے ہو تو تسلیم زوجہ کا مطالبہ نہین و للمشتری الا بایراء عن دفع الثمن للموکل و مشتری کو انکار کرنا جائز ہی موکل کو ثمن دینے سے ھم چونکہ بیع مین حقوق عقد وکیل سے متعلق ہین نہ موکل سے تو اگر ایک شخص نے وکیل سے کوئی چیز خریدی اور موکل اس چیز کا ثمن مانگے اور مشتری کہے کہ مین تجھکو ثمن نہین دیتا تو جائز ہی طحطاوی نے غرر سے نقل کیا کہ اگر وکیل موکل کو قبض ثمن کا وکیل کردے تو اب مشتری منع ثمن پر قادر نہین وان دفعہ صح و لو مع وھی الوکیل استحسانا و لا یطالبہ الوکیل ثانیا لعدم الفائدۃ اور اگر مشتری موکل کو ثمن دے تو صحیح ہی اگرچہ دینا وکیل کے روک دینے کے ساتھ ہو بدلیل استحسان اور وکیل دوبارہ ثمن کا مطالبہ کرے یہ اسواسطے عدم فائدہ کے ھم وجہ استحسان یہ ہے کہ ثمن بقبوض موکل کا حق ہی سو اسکو پہونچ گیا اور اسمین کچھ فائدہ نہین کہ اسسے لیا جاوے پھر اسکو دیا جاوے کذا فی الطحطاوی نعم تقع المقاصۃ بدین الوکیل لو وحدہ و بضمنہ لو کلہ ہان واقع ہوتا ہی باہم مجرا کر لینا ثمن کا وکیل کے دین سے مگر فقط وکیل مدیون ہو مشتری کا اور ضمان ید کا وکیل ثمن کا اپنے موکل کو ھم یعنے اگر فقط وکیل بیع کا مدیون ہو مشتری کا تو ثمن کا مقاصہ دین کے ساتھ واقع ہوگا دونون برابر سرابر ہو گئے ایک دوسرے پر مطالبہ نہین کر سکتا لیکن وکیل پر ضمان ثمن لازم ہوگا اسواسطے کہ وکیل نے اپنا دین موکل کے مال سے ادا کیا اور اگر فقط مدیون مشتری کا ہو یا موکل اور وکیل دونون مدیون ہون مشتری کے تو دونون صورتون مین موکل سے مقاصہ واقع ہوگا کذا فی الطحطاوی عن الذخیرہ بخلاف وکیل یتیم و صبی عینی بخلاف وکیل یتیم اور وکیل صرف کے کذا فی العینی ھم یتعلق ہی یا تعلق اس قول سے وان وقع الخ یعنے اگر مشتری موکل کو ثمن دے تو صحیح ہو مگر ان دو صورتون مین موکل کو دینا صحیح نہین عینی مین بجاے وکیل یتیم وصی یتیم ہو صورت اسکی یہ ہی کہ وصی نے مال یتیم کا بیچا اور مشتری نے یتیم کو اسکا ثمن دیا تو مشتری عہدہ سے خارج نہوگا بلکہ اسکو واجب ہو کہ دوسری بار وصی کو ثمن دے اسواسطے کہ یتیم کو اپنے مال کے قبضہ کرنے مین اختیار نہین تو اسکا دینا تسلیم ہی اور وکیل فی الصرف نے جبکہ عقد صرف کو منعقد کیا اور موکل نے بدل صرف پر قبضہ کیا تو عقد صرف باطل ہو گیا بسبب افتراق احد العاقدین کے بلا قبض کذا فی الطحطاوی و مثلہ ای مثل الوکیل عبد ماذون لا دین علیہ مع مولاہ فلا یعلم قبضہ

ھ

بیان تک کہ اگر عقد کو اپنے نفس کی طرف منسوب کریگا تو صحیح نہوگا

ف

ھو استحسانا ما لم یکن علیہ دین کالمرھون والمودع بزازیۃ اور مثل اسکے لیعنے وکیل کے ماننددو عہدیا ذمین فی الجملۃ ہیں پس دین نہین اپنے موکل کے ساتھ تو مولی مالک دیون عین کا قبض کرنے کا نہین ہے اگر قبض کرے گا تو صحیح ہوگا بدلیل استحسان مذکور جبتک کہ غلام پر دین نہو اسواسطے کہ غلام کے دین مین اسکے دایمون کا حق ہی کذا فی البزازیہ یعنے اگر غلام ماذون مدیون ہوگا تو اسکے دیون پر قبض موکل کا صحیح نہین کیونکہ اسمین ماذون کے دایمون کا حق ہے فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا التوکیل بالاستقراض باطل لا الرسالۃ ہے یعنے قرض لینے کے واسطے وکیل کرنا باطل ہے نہ رسالت کذا فی الدرر ھم درمین ہی تو کیل بالاستقراض اسواسطے باطل ہے کہ مالک غیر مین تصرف کو تفویض کرنا جایز نہین اور استقراض کی رسالت باطل نہین کیونکہ اسمین تو تفویض تصرف نہین اسواسطے کہ رسول صرف محض ہے اور مذکور ہوچکا کہ توکیل بالاقراض یعنے قرض دینے مین وکیل کرنا صحیح ہے اسواسطے کہ اسمین تفویض تصرف ہے اپنی ملک عین انتہی مختصر المحطاوی مین خانیہ سے مذکور ہے کہ مامور بالاستقراض اگر قرض سے یون کہے کہ مجھکو دس درم قرض دے تو یہ استقراض اپنے واسطے ہوگا نہ امر کے واسطے تو اسکو جایز ہے کہ درم امر کو نہ دے اور اگر یون کہے کہ فلانا شخص مجھسے دس درم قرض مانگتا ہے سو اسکے قرض دینا قبول کیا تو دس درم امر کے ہونگے لیکن ملبورس صورت مین رسول ہوگا نہ وکیل اور باطل ہے وکالت فی الاستقراض نہ رسالت انتہی والتوکیل بقبض القرض صحیح فتنبہ اور وکیل کرنا قرض کے قبض مین صحیح ہے سو اگاہ رہنا ہم صورت اسکی یہ ہے کہ موکل کسی شخص سے کہے کہ مجھکو اتنا قرض دے اور وہ اقبال کرے پھر وہ اسکے قبض کرنے کا کسیکو وکیل کرے

باب الوکالۃ بالبیع والشراء

یہ باب ہے بیع اور شرا کی وکالت مین اصل انہا ان عمم او علم او جھلت جھالۃ یسیرۃ وھی جھالۃ النوع الحصن کفرس صحت قاعدہ کلیہ اس باب مین یہ ہے کہ اگر وکالت عام ہو یا معلوم یا مجہول بجہالت یسیرہ ہو اور جہالت یسیرہ نوع خالص کی جہالت ہے چنانچہ فرس نوع خالص ہے صحت وکالت صحیح ہے مثلاً وکالت عام یہ کہ موکل وکیل سے کہے کہ خرید کر جو تجھکو بہتر معلوم ہو کیونکہ اسکے تفویض امر اسکی راے پر کی سو جو چیز کہ وہ خریدے گا احتمال امر ہو جائیگا یا معلوم اور متعین ہو اسطرح کہ موکل نے وکیل سے تصریح کردی ہو جو موصوف نے کہا کہ جو چیز معین کی خرید پر وکیل ہوا تو اسمین کسی چیز کی حاجت نہین یا غیر معین کی خرید پر وکیل ہوا تو اسکی جنس اور نوع کا ذکر کرنا ضرور ہے چنانچہ غلام حبشی یا ہندی یا اسکی جنس اور مقدار ثمن کا ذکر ضرور ہے تاکہ جسکے واسطے وکیل ہوا ہے وہ معلوم ہو جاے تا احتمال امر ممکن ہو اخیر نوع خالص کی قید اسواسطے دی تا اس نوع سے احتراز ہو جو متردد بین الجنس والنوع ہے چنانچہ عبد اور دار کہ اسمین تفصیل ہے وان فاحشۃ وھی جھالۃ الجنس کدابۃ بطلت اور اگر جہالت فاحشہ کثیرہ ہو اور وہ جنس کی جہالت ہے چنانچہ دابہ تو وکالت باطل ہے ہم دابہ لغت عرب مین ہر جاندار کا اسم ہے جو زمین پر چلے اور عرف مین گھوڑے اور خچر اور گدھے کو کہتے ہین تو اسمین چند اجناس مجتمع ہو گیئن اور اسی طرح کپڑا ملبوس کو شامل ہے اطلس اور کمخواب سے تا گزی اور گاڑھا وان متوسطۃ کعبد فان بین الثمن او الصفۃ کثرت کی صحت وکالت اور اگر جہالت متوسط ہو مابین جنس اور نوع کے چنانچہ غلام سو اگر موکل اسکا ثمن بیان کردے یا اسکی صفت مذکور کرے چنانچہ ترکی تو وکالت صحیح ہے اور اگر ثمن یا صفت مذکور نہو تو وکالت باطل ہے ہم اگر دو شی حقیقت اور مقاصد مین متحد ہون تو دونون ایک جنس ہین اور اگر حقیقت مختلف ہو یا مقاصد تو وہ دو جنس ہین پھر اگر جہالت جنس کی یکثرت ہو اسطرح پر کہ ایسی جنس مذکور ہو جسکے تحت مین چند اجناس ہون چنانچہ رقیق کہ وہ منقسم ہے مرد اور عورت کی طرف اور مرد اور عورت بنی آدم مین دو جنسین ہین لو اسطرح اختلاف مقاصد پھر ہر ایک دو نئی اور غلام سے گاہے خوبصورتی مقصود ہوتی ہے چنانچہ ترکی غلام مین اور گاہے خدمت مقصود ہوتی ہے چنانچہ ہندی غلام مین اور اسی طرح ثوب اور دابہ کذا فی شرح الوقایہ وکلہ بثمن اعلاہ ثوب ھروی او فرس او بغل صح بما یتحمل حال الامر لیلعی فراجعہ وان لم یسم ثمنا لانہ من القسم الاول وکیل کیا اسکو ہرات کے کپڑے یا گھوڑے یا خچر کی خرید کا تو صحیح ہے بقدر احتمال حال آمر کذا فی الزیلعی تو اس کتاب کی طرف مراجعت کرلو توکیل مذکور صحیح ہے اگر یہ موکل نے ثمن نہ کور نکیا ہو اسواسطے کہ وہ پہلی قسم سے ہے یعنے جہالت یسیرہ کہ عبارت ہو نوع خالص کی جہالت سے ہم اتفاقی نہ کہ اختلافی نوع کی عقود ہے اسواسطے کہ تفاوت مابین نوع قلیل ہے تو مانع احتمال امر کی نہین ہے لیکن وکالت متعرف ہوگی اسکی طرف جو موکل کے حال کے لائق ہو

انتہے زیلعی نے کہا حال اثر کے استعمال کی قید اسواسطے لگائی کہ وکیل فاسد ہوگا مقصود موکل کی تفصیل ہا سطرح کہ موکل کے حال کو دیکھ لے یعنے اسکے مقدور اور حوصلے کے موافق خرید کرے کذا فی الطحطاوی **ولیقرا وعبدا ان سمی الموکل ثمنا یخصص نوعا والا بیع او نوعا کجنس زاد فی البزازیۃ وقد اکد اقتضا** وکیل کیا گھر یا غلام کی خرید کا تو جائز ہے اگر موکل نے ثمن معین کر دیا خواہ اسکے ثمن سے خصوصیت ایک نوع کی معلوم ہو یا نہو کذا فی البحر یا موکل نے ایک نوع کو معین کر دیا چنانچہ غلام حبشی یا ترکیہ مین اختیار زیادہ کیا یا وکیل نے مقدار کو معین کر دیا چنانچہ اتنے قفیز گیہون یا جو ہم یہ حالت متوسط کی مثال ہے کہ ثمن یا نوع کی بیان سے وکالت صحیح ہو جاتی ہے صاحب ہدایہ نے دار لینے گھر کو جہالت فاحشہ مین شمار کیا ہے اسواسطے کہ گھر مین اختلاف فاحش ہوتا ہے یا عتبار اختلاف اغراض اور بڑے وسیعون اور مرافق اور محلات اور بلاد کے تو امثال متعذر ہے اور مصنف ماتند صاحب کنز قاضی خان کا تابع ہے اور صاحب بحر نے ہدایہ کا قول اس ملک پر محمول کیا ہے جہان گھرون مین اختلاف ہوتا ہو اور غیر ہدایہ کا کلام عدم اختلاف فاحش پر محمول کیا ہے منح الغفار مین ہے کہ بیان مقدار ماتند بیان جنس ثمن کے ہے چنانچہ بزازیہ مین ہے کہ موکل نے وکیل سے کہا کہ میرے واسطے گیہون خرید کر تو صحیح نہین جب تک گیہون کی مقدار نہ بیان کرے کذا فی الطحطاوی **ولا یسمی ذلک لا یصح ولجہالۃ الوصف وھی ما لو وکلہ بشراء ثوب او دابۃ کما یصح وان سمی نوعا بجہالۃ الفاحشۃ** اور اگر اسکو معین نکرے یعنے ثمن یا نوع یا مقدار کو تو توکیل صحیح نہوگی اور یہی بجہالت جنس ہوگی اور جہالت جنس وہ ہے کہ وکیل کرے کپڑے یا جانور کی خرید کا تو صحیح نہین اگرچہ موکل نے اسکا ثمن معین کر دیا ہو بسبب جہالت فاحشہ کے ھم یہ قسم ثانی ہے اقسام ثلثہ مذکورہ سے خلاصہ یہ ہے کہ جسکی خرید کے واسطے وکالت ہوی اگر اسکی جنس اور نوع اور صفت بیان کر دے تو قطعاً وکالت صحیح ہے اور اگر سب ترک کیا اسطرح کہ ایسا لفظ ذکر کیا جو اجناس مختلفہ پر دلالت کرتا ہے تو وکالت صحیح نہین بسبب کمال نادانستگی کے اور اگر ایسا لفظ ذکر کیا جو انواع مختلفہ پر دلالت کرے تو اگر اسکے ساتھ نوع یا ثمن کے بیان کو ملایا تو صحیح ہے اور نہین تو صحیح نہین اور اسی طرح اگر نوع بیان کرے بلا صفت چنانچہ حدود کذا فی الطحطاوی عن الحموی **ویشترط طعام وبیر قیدہ اد دفع غثہ وقمر فی غیر فذا کعلی المعتاد المہیاء للاکل من کل واحد من کلا بلا اذام کلحم مطبوخ او مشوی وبہ قالت الثلثۃ وبہ یفتی وعنی وغیرہ الاعتبار للعرف کما فی البحر** وکیل کیا طعام کی خرید کا اور اسکی مقدار بیان کر دی یا اسکا ثمن وکیل کو دیا تو توکیل واقع ہوگی ہمارے عرف یعنے صاحب نمازیہ کے عرف مین اس طعام پر جو مہیا ہو کھانے کے واسطے ہر ایک اس مطعوم سے جسکا کھانا بدون سالن کے ممکن ہو جیسے پختہ گوشت یا بھنا گوشت اور یہی قول ہے ائمہ ثلثہ کا اور اسی کا فتوے ہے کذا فی العینی وغیرہ باعتبار عرف کے جیسے قسم ثانی مین عرف اور رواج معتبر ہے ۱۲ م اور کوفہ کے عرف مین طعام عبارت ہے گیہون اور اسکے آٹے سے اور مصر کے عرف مین طعام کہتے ہین پختہ گوشت سثوربا دار کو کذا فی البحر **بالحلیۃ** موکل اور وکیل کا عرف معتبر ہے اگرچہ قیاس یہ ہے کہ خراد طعام کی وکالت باطل ہو اسواسطے کہ طعام ہر مطعوم پر واقع ہے تو اسکی جنس مین جہالت فاحشہ ہے **وفی الوصیۃ لہ ای شخص بطعام یدخل کل مطعوم طو دولو بہ خلافا لہ** سکنجبین **ب ذا زیبا** اور کسی شخص کے واسطے طعام کی وصیت مین داخل ہے ہر مطعوم اگرچہ وہ دوا ہو جسمین شیرینی ہے چنانچہ سکنجبین کذا فی البزازیہ ھم بزازی نے سکنجبین کو کتاب الیمین مین ذکر کیا ہے نہ وصیت مین اور شاید کہ شارح نے یہ ارادہ کیا کہ آگاہ کر دے اسپر کہ وصیت بحکم یمین ہے کذا فی الطحطاوی **والوکیل الرد بالعیب ما دام للبیع فی یدہ لتعلق الحقوق بہ ولو ارثہ او وصیہ ذلک بعد موتہ موت الوکیل فان لم یکن ثا فلو کلہ ذلک ای رد بالعیب وکذا الوکیل بالبیع** وکیل کو جائز ہے پھیر دینا مبیع کا بسبب عیب کے جب تک مبیع اسکے ہاتھ مین ہے بسبب تعلق ہونے حقوق کے وکیل سے اور اسکے وارث اور وصی کو وہ جائز ہے بعد مرنے وکیل کے سوا اگر وکیل کا وارث اور وصی نہو تو اسکے موکل کو وہ درست ہے یعنے بسبب عیب کے پھیر دینا اور اسی طرح بیع کے وکیل کا حکم ہے ھم یعنے وکیل نے کوئی چیز بیع کی اور مبیع مین عیب نکلا تو مبیع اسکو پھیر دی جاے گی جب تک وہ زندہ اور عاقل اور لزوم عہدہ کے لائق ہے اور اگر مجنون ہوگا تو موکل پر پھیری جائیگی اور

موکل اجنبی پر حضورت بالعیب بین کذا فی الطحطاوی عن البحر عن البزازیہ وھلک الثمن بیدہ قبل تسلیمہ الی موکلہ امتنع برء ہ ای تم وکالتہ الوکالۃ بالتسلیم اور یہ یعنے رد بالعیب اسوقت ہی جبکہ وکیل نے موکل کو مبیع تسلیم نہیں کردی اور اگر اسنے مبیع اپنے موکل کو سپرد کردی تو اب اسکو پھیر دینا ممتنع ہو مگر موکل کے امر سے بسبب آمر ہو جانے وکالت کے تسلیم موکل سے بخلاف وکیل بائع فاسدًا فانہ الفسخ مطلقا لحق الشرع قضیہ بخلاف اس وکیل کے جسنے کوئی شے بطریق بیع فاسد کے بیچی تو وکیل کو فسخ بیع جائز ہو مطلقا بسبب حق شرع کے کذا فی القنیہ ھ مطلقا یعنے اگرچہ مبیع مشتری کو دے چکا ہو اور اگر ثمن اپنے موکل کو دے چکا ہو تو بھی اسکو فسخ بیع کا اختیار ہو بلا اذن موکل اور ثمن اسسے پھیرلے بدون اسکی رضامندی کے کذا فی الطحطاوی والوکیل حبس المبیع بقبض فعر الوکیل من ملہ او لا کالدلال کالبائع ھ اور وکیل کو جائز ہو روک رکھنا مبیع کا موکل سے قبض ثمن کے واسطے خواہ وکیل نے ثمن اپنے مال سے دیا ہو یا نہ دیا ہو اگر نہ دیا ہو تو بطریق اولے حبس جائز ہو اسواسطے کہ وکیل بائع کے مانند ہو مطالبہ ثمن میں ولو اشتراہ الوکیل بنقد ثم اجلہ انیا ثم کان للوکیل المطالبۃ حالا وھی الحیلۃ خلاصۃ اور اگر وکیل نے اسکو بہ ثمن حال خرید کیا پھر بائع نے ثمن دینے کی کچھ مدت مقرر کی تو وکیل کو مطالبہ ثمن کا موکل سے فی الحال جائز ہو اور یہی حیلہ ہی کذا فی الخلاصۃ ھ یعنے تاجیل ثمن کا وکیل پر اور حلول ثمن کا موکل پر یہی حیلہ ہی کہ وکیل ثمن حال خرید کرے پھر بائع ثمن کی مدت ٹھہرادے کذا فی الطحطاوی ولو ھلک کل الثمن بیدہ کلا او لبعضہ رجع بالباقی لانہ حط بحر اور اگر بائع نے وکیل کو سب ثمن ہبہ کردیا تو وکیل اپنے موکل سے تمام ثمن پھیرلے اور اگر بائع نے بعض ثمن ہبہ کردیا تو باقی ثمن پھیرلے اسواسطے کہ بعض ثمن کا ہبہ کردینا ہی اصل ثمن کا کذا فی البحر فلو ھلک المبیع من یدہ قبل حبسہ ھلک بالثمن وقد تقدم کالثمن لان یدہ کیدہ پس اگر مبیع ہلاک ہوگئی وکیل کے ہاتھ سے قبل حبس مبیع تو موکل کے مال سے ہلاک ہوگئی اور ثمن ساقط ہوگا موکل کے ذمے سے اسواسطے کہ قبضہ وکیل کا مانند قبضہ موکل کے ہی ھم اور اگر ثمن ہلاک ہوا وکیل کے ہاتھ میں تو بھی موکل کا مال ہلاک ہوا اور اگر وکیل خرید کر چکا پھر موکل نے دیا سو ہلاک ہوگیا بائع کو دینے سے پہلے وکیل کے پاس تو وکیل کا مال ہلاک ہوا کذا فی الطحطاوی ولو ھلک بعد حبسہ ھلک کمبیع فیھلک بالثمن وقد تقدم ای لانہ کرھن اور اگر مبیع ہلاک ہوی بعد اسکے حبس کی تو وہ مبیع کے مانند ہی تو ہلاکی مبیع کی ثمن سے ہو یعنے اسکا ثمن ساقط ہوگیا موکل کے ذمے سے اور ابو یوسف کے نزدیک رہن کے مانند ہو ھم مبیع کے مانند ہی یعنے اس مبیع کے مانند ہی جو بائع کے پاس ہلاک ہوگئی اور بائع جبکہ حبس مبیع کرے گا استیفاء ثمن کے واسطے تو اسکے ہلاک ہونے سے ثمن ساقط ہوگا اسی طرح وکیل کے پاس ہلاک ہوتے سے موکل سے ثمن ساقط ہوگا اب وکیل موکل سے نہیں لے سکتا اور ابو یوسف کے نزدیک جبکہ وہ مثل رہن کے ہوا تو اگر ثمن اکثر ہو گا قیمت سے تو وکیل بقدر فضل موکل سے بھرلے گا کذا فی الطحطاوی کلا اعتبارا بقدر قہ للوکیل ولو حاضرا کما عزاہ المصنف تبعا للبحر خلافا للعینی وابن ملک اور صرف اور سلم میں اعتبار نہیں موکل کی مفارقت کا اگرچہ موکل حاضر ہو چنانچہ اسی پر اعتماد کیا ہی مصنف نے بحر الرائق کی پیروی سے برخلاف عینی اور ابن ملک کے ھم عینی نے کہا کہ وکیل نائب ہی پھر جب اصیل حاضر ہوا تو نائب کا کچھ اعتبار نہیں ہوی لے اسکا جواب دیا کہ وکیل نائب ہی اصل عقد میں اور حقوق عقد میں وہ اصیل ہی تو اب کچھ اعتبار نہیں حضور موکل کا کذا فی الطحطاوی بل بمفارقۃ الوکیل ولو حبسا فی صرف وسلم فیبطل العقد بمفارقۃ صاحبہ قبل القبض لانہ العاقد بل مکہ صرف اور سلم میں مفارقت وکیل کا اعتبار ہی اگرچہ وکیل صغیر ہو تو عقد باطل ہوگا صاحب عقد کی مفارقت قبل القبض سے اسواسطے کہ وکیل عاقد ہی یعنے چونکہ عاقد وکیل ہی اگر صاحب عقد وکیل سے جدا ہوگا قبل قبض تو عقد باطل ہوگا اسواسطے کہ احد العاقدین کا افتراق قبل قبض مبطل عقد صرف ہی والمراد بالسلم الاسلام لا قبول السلم لانہ لا یجوز ان یحال الا رأس المال سلم الیہ اسلام ہی نہ قبول سلم اسواسطے کہ قبول سلم کی تو کیل جائز نہیں کذا فی الکمال ھ اصلام کی یہ صورت ہی کہ رب السلم کسی شخص کو وکیل کرے تا وکیل راس المال مسلم الیہ کو دے اور قبول سلم کی یہ صورت ہی کہ مسلم الیہ کسی کو وکیل کرے راس المال کے قبضہ کرنے کا کذا فی الطحطاوی والمراد بقولہ فیما ای الصرف والسلم لا اعتبار بمفارقتہ بل بمفارقۃ موکلہ لان الرسالۃ فی العقد لا القبض اور صرف اور سلم میں مفارقت رسول کی معتبر نہیں بلکہ اسکے بھیجنے والے کی مفارقت

معتبر ہو اسواسطے کہ پیام رسانی مقدمین ہو نہ قبض مین واستفید صحۃ التوکیل بہما اور مستفاد اور معلوم ہوئی توکیل صرف اور سلم کی صحت یعنے مسئلہ عدم مفارقت وکیل سے معلوم ہوا کہ صرف اور سلم مین وکیل کرنا صحیح ہی بہتر یہ تھا کہ شارح اسکو قبل مسئلہ رسول ذکر کرتا وکلہ بشراء عشرۃ ارطال لحم بدرہم فاشتری ضعفہ بدرہم مما یساوی بدرہم عشرۃ بدرہم لزم الموکل منہ عشرۃ بنصفہ درہم خلافا لہما والثلثۃ قلنا انہ مامور بارطال مقدرۃ فیتقید لان الوکیل

وکیل کیا دس رطل گوشت کے خریدنے کا ایک درم سے سو وکیل نے دوچند گوشت لیا گیا خریدا یعنے بیس رطل ایک درم سے اس قسم کا گوشت جو دس رطل ایک درم کو بکتا ہی تو لازم ہوگا موکل کو بیس رطل سے دس رطل بعوض نصف درم کے بخلاف صاحبین اور ائمہ ثلثہ کے یعنے انکے نزدیک بیس رطل موکل کو لازم ہی اسواسطے کہ وکیل نے انکے حق مین بہتر کیا ہم کہتے ہین جواب ہمارا امام کی طرف سے کہ وکیل مامور ہی ارطال معینہ کا یعنے دس رطل کا تو اس سے زائد کی بیع وکیل پر نافذ ہوئی ہم خلاصہ جواب یہ ہی کہ وہ دس رطل کی خریدا مامور ہی نہ زیادہ کا تو زیادہ کی بیع وکیل کو لازم ہوگی نہ موکل کو ولو نثری مما لا یساوی ذلک وقع للوکیل الجاعا کغیر موزون اور اگر وہ گوشت خریدا جو انکے برابر نہین یعنے مثلاً جو گوشت کہ بیس رطل ایک درم کو بکتا ہی اسکو دو درم سے خرید کیا تو یہ بیع وکیل کے واسطے واقع ہوگی باتفاق امام اور صاحبین کے جیسے غیر موزون کی بیع ہم غیر موزون کی یہ صورت ہی کہ موکل نے وکیل کیا ایک غلام کی خرید کا بجس سو درم کے تو اسنے ایسے دو غلام خریدے کہ سو درم کو موکل کے واسطے کہ ہر ایک غلام سو درم کا ہی تو یہ بیع موکل کو لازم نہوگی اسواسطے کہ ہر ایک کا ثمن مجہول ہی اسواسطے کہ ثمن معلوم نہین ہوسکتا مگر اکثر سے بخلاف گوشت کے کہ وہ موزون مقدر ہی تو ثمن انکے اجزا پر تقسیم ہو جائیگا کذا فی الطحطاوی یتصرف ولو وکلہ بشراء شیء بعینہ بخلاف الوکیل بالنکاح اذا تزوج لنفسہ عجم منیہ والفرق فی الوافی غیر الموکل لا یشتریہ لنفسہ وکذا لو وکل اخر بأدائہ الی عند غیبتہ حیث لم یکن مخالفا فافہم الفرق

اور اگر اسکو وکیل کیا اس معین چیز کی خرید کا جو موکل کی غیر ہی تو وکیل اس چیز کو اپنے واسطے نہ خرید کری اور نہ دوسرے موکل کے واسطے بطریق اولے خرید کرے موکل کی غیبت مین جبکہ وکیل نے امر موکل کی مخالفت نکی ہو اپنے واسطے نہ خرید کرنا دفع فریب کی جہت سے ہی بخلاف وکیل نکاح کہ جب عورت معینہ سے وہ اپنا نکاح کرے گا تو صحیح ہوگا کذا فی المنیہ اور فرق خرید اور نکاح کی توکیل کا علامہ دانی کے حاشیہ در رمین مذکور ہی ہم غیر موکل کی قید اسواسطے لگائی تا وہ صورت نکل جائے جسمین چیز معین نفس موکل ہو چنانچہ ایک غلام نے کسی شخص کو اپنی خرید کرنے کا اپنے ملک سے وکیل کیا سو وکیل نے اسکو اپنے واسطے خرید کیا تو یہ خرید وکیل ہی کے واسطے واقع ہوگی چنانچہ آیندہ مذکور ہوگا اور غیبت موکل کی قید سے حضور موکل نکل گیا تو اگر شیء معین کو موکل کے سامنے وکیل اپنے واسطے خرید کرے گا تو صحیح ہی اسواسطے کہ وکیل کو جائز ہی کہ موکل کے حضور مین اپنی ذات کو وکالت سے معزول کرے اور خلاصہ فرق خرید اور نکاح کا یہ ہی کہ نکاح انہی عقود سے ہی جنکی اضافت موکل کی طرف ضروری ہی اور اسکا ثبوت نہین ہوتا موکل کے واسطے مگر جبکہ اسی کے طرف منسوب اور مضاف ہو بخلاف خرید کے کہ وہ بہرصورت موکل کے واسطے ثابت ہی اگرچہ وکیل اسکی نسبت اپنی طرف کرے چنانچہ مذکور ہوچکا کذا فی الطحطاوی مختصرا ولو اشتراہ بغیر النقود او بخلاف ما سمی للوکل لہ من الثمن وقع الشراء للوکیل لمخالفتہ امرہ ویتعزل فی حقہ المخالفۃ عینی تو اگر وکیل نے شیء معین کو خرید کیا بغیر نقود یا بخلاف اس ثمن کے جسکا موکل نے نام لیا وکیل سے تو یہ خرید وکیل ہی کے واسطے واقع ہوگی اسواسطے کہ وکیل نے امر موکل کی مخالفت کی اور وکیل معزول ہوگا وکالت سے درحق مخالفت امر کذا فی العینی ہم یہ تفریع ہی حیث لم یکن مخالفا بہ وان لم یشتر شیئا بعینہ فالشراء للوکیل الا اذا نواہ للموکل وقت الشراء وشراہ بمالہ ای بمال الموکل اور اگر اسکو وکیل کیا غیر معین چیز کی خرید کا تو خرید وکیل کے واسطے ہی مگر جبکہ موکل کے واسطے اسکی نیت کرے گا خرید کرنے کے وقت یا اسکو موکل کے مال سے خریدے گا ولو نکاحا فی النیۃ حکم بالنقد اجماعا اور اگر ما بین وکیل اور موکل ایک نے دوسرے کو کاذب کہا نیت مین تو نقد پر حکم ہوگا بالاتفاق یعنے اگر نقد سے خریدا تو موکل کے واسطے ہی اور نہین تو وکیل کے واسطے ولو تواقفا انتہا لو تحالفا فوا یتان اور اگر دونون مین اتفاق ہو اسبات پر کہ خرید کے وقت نیت موجود نہ تھی تو اسمین دو روائتین ہین

حم تفصیل اس مسئلہ کی تبیین اور بحر الرائق مین اسطرح ہو کہ اگر وکیل نے عقد کی اضافت اور نسبت ایک شخص کے مال کے طرف خواہ وکیل کے مال کی طرف یا موکل کے مال کی طرف تو وہ چیز اسی شخص کی ہوگی اور اگر مطلق مال کی طرف نسبت کی تو اگر وکیل اور موکل ایک شخص کی نیت پر متفق ہوئے تو وہ چیز اسکی ہوگی اور اگر نیت مین اختلاف واقع ہوا تو نقد پر حکم ہوگا اور اگر عدم نیت پر دونون کا اتفاق ہوا تو محمدؒ کے نزدیک وہ چیز عاقد کی ہو اور ابو یوسفؒ کے نزدیک وہ چیز حکم ہوگا انتہے جب یہ معلوم ہوا تو مصنف کے اس قول کو والاذا نواذ للموکل واجب ہو کہ اس صورت پر محمول کیجیے جبکہ وکیل عقد کو اپنے مال کی طرف نسبت نکرے خواہ اسکو موکل کے مال کی طرف نسبت کرے یا مطلق مال کی طرف خواہ شمن اپنے مال سے ادا کرے یا موکل کے مال سے اور یہ جو مصنف نے کہا کہ یا موکل کے مال سے خرید کرے مراد یہ ہو کہ موکل کے مال کی طرف اسکو نسبت کرے چنانچہ ہدایہ وغیرہا مین مصرح ہو خواہ وجود نیت اور عدم نیت پر اتفاق ہو یا اختلاف خواہ ادا ے شمن اپنے مال سے کیا ہو یا موکل کے مال سے اور نیت مین تکاذب اور توافق اسوقت کا مراد ہو جبکہ عقد مطلق مال کی طرف مضاف ہو اور دو روایتون سے صاحبین کا قول مراد ہو کزانی الحلبی زعم انه اشترى عبد الموكله فهلك وقال موكله بل شريته لنفسك فان كان العبد معينا وهو حي قائم فالقول للامر اجماعا مطلقا نقد الثمن او لا كاخباره عن امر يملك استيناف وكيل نے کہا کہ اسنے غلام اپنے موکل کے واسطے خرید کیا سو ہلاک ہوگیا اور اسکے موکل نے کہا بلکہ تو نے وہ غلام اپنی ذات کے واسطے خرید کیا تو اگر غلام معین ہو اور وہ زندہ موجود بھی ہو تو بالاتفاق امور کا قول معتبر ہو مطلقا خواہ اسنے شمن ادا کیا ہو یا نہ ادا کیا ہو اسواسطے کہ وکیل نے اسکی خبر دی جسکے استیناف کا وہ مالک ہو اور استیناف عقد یعنے سر نو عقد خرید جدید کر سکتا ہو یعنے اگرچہ وکیل نے اسکو اپنے واسطے خرید کیا ہو لیکن اسکو اعادہ اور استیناف کا اختیار ہو اسطرح پر کہ کہے کہ مین نے اسکو موکل کے واسطے خرید کیا اسواسطے کہ شی معین کی خرید مین وکیل کو اختیار نہین کہ اپنے واسطے خرید کرے وان میتا والحال ان الثمن منقود فكذلك لحكمه او لا كان الثمن نقدا ہو اسی طرح حکم ہو یعنے امور کا قول معتبر ہو اگر چہ نکول منقود ہو فالقول للموكل لانه يتكر الرجوع عليه اور اگر شمن نقد نہو تو موکل کا قول معتبر ہو اسواسطے کہ وہ اپنے اوپر سے رجوع شمن کا منکر ہو اور اعتبار کے لائق منکر کا قول ہو وان العبد غير معين وهو حي او ميت فلكل الا ان يكون الثمن منقودا لانه امين اور اگر غلام غیر معین ہو خواہ وہ زندہ ہو یا مردہ تو ایسا ہی حکم ہو یعنے امور کا قول معتبر ہوگا اگر شمن نقد ہو اسواسطے کہ امور امین ہو ولا فلا لانه ضامن للتجارة خلافا لهما اور اگر شمن نقد نہو تو امر کا قول معتبر ہو بسبب تہمت کے بخلاف صاحبین کے مر تہمت یہ ہو کہ شاید امور نے اپنے واسطے خرید کیا ہو پھر جب ایسمین نقصان دیکھا تو امر پر جھوٹا قرار کیا ہو فیاعله ثم انكر الامر اي انكر المشتري ان يكون الامر اشترى بالشراء احتاج عمرو لو انكر الامر الا ان قصد الاقرار بنو كيله بقوله یعنے جب ایک شخص نے کہا کہ اسکو بیچ مجھ سے عمرو کے واسطے پھر اسنے امر کرنے والے کا انکار کیا یعنے مشتری نے اسکا انکار کیا کہ عمرو نے اسکو خرید کرنے کا امر کیا تو عمرو اس بیع کو لے گا اور اسکا انکار آمر کے لیے لغو ہوگا بسبب متناقض ہونے اسکے انکار کے اسکی توکیل کے اقرار سے یون کہنے سے کہ مجھ سے بیع عمرو کے واسطے یعنے جب اسنے اول یون کہا کہ فلانے کے واسطے بیچ تو یہ اقرار ہوا اسکا کہ مین اسکا وکیل ہون پھر اسنے وکالت کا انکار کیا تو اب یہ انکار لغو ہوگا کیونکہ یہ انکار اقرار تو کیل کے مناقض اور مخالف ہی الا ان يقول عمرو لم امره به اي بالشراء فلا يلتفت عمرو لان اقرار المشتري ارتد برده مگر یہ کہ عمرو کہے کہ مین نے اسکو خرید کرنے کا امر نہین کیا تو اب اسکے عمرو نہ لے گا اسواسطے کہ مشتری کا اقرار رد ہوگیا اسکے رد کر دینے سے الا ان يسلم المشتري ليسلم الى عمرو لان التسليم على وجه البيع بيع بالتعاطي والثمن الى مگر یہ کہ مشتری بیع عمرو کو تسلیم کرے تو عمرو اسکو لے اسواسطے کہ دینا بطریق بیع کے بیع بالتعاطی ہی اگر چہ ادا ے شمن نہ پایا جاوے بسبب عرف اور رواج کے لیے تراضی شمن مروج ہی امره بشراء شيئين معينين او غير معينين فاشترى فاعطاه فلهما كل الحكم بحر امر کیا موکل نے وکیل کو دو معین چیزون کی خرید کا یا غیر معین چیزون کی خرید کا جبکہ وکیل نے اسکی خرید کے وقت موکل کے واسطے نیت کی چنانچہ مذکور ہو چکا کذا فی البحر ہم عنقریب مذکور ہو چکا کہ اگر غیر معین چیزی

خرید کا وکیل کیا تو وہ خرید وکیل کے واسطے ہوگی مگر جبکہ موکل کے واسطے نیت کرے گا تو خرید موکل کے واسطے ہوگی والحال انہ لم یسم ثمنا فاشتری لہ احدھما بقدر قیمتہ او بزیادۃ یسیرۃ یتغابن الناس فیھا صح عن الامر والا لا الا لیس لوکیل الشراء الشراء بغبن فاحش اجماعا بخلاف وکیل البیع کما سیجئ معین دو چیزوں کی خرید کا امر کیا اور حالانکہ اسکا ثمن مذکور نکیا سو وکیل نے موکل کے واسطے دو میں سے ایک چیز خرید کی بعقد انکی قیمت کے یا ایسی قلیل زیادتی کے ساتھ جسکے مابین لوگوں کو خسارہ ہو جاتا ہے تو وہ خرید صحیح ہے موکل کی طرف سے اور اگر ایسا نہیں بلکہ کثیر زیادتی سے خرید کیا تو وہ خرید موکل کی طرف سے صحیح نہیں اسواسطے کہ خرید کے وکیل کو غبن فاحش کے ساتھ خرید کرنا بالاتفاق جائز نہیں بخلاف وکیل بیع کہ اسکو غبن فاحش کے ساتھ بیچنا جائز ہے چنانچہ مذکور ہوگا وکذا لو اشتری بالف وقیمتھما سواء فاشتری احدھما بنصفہ لو اقل صح اور اسی طرح امر کیا دوسرے کو دو چیز کی خرید کرنے کا بعوض ہزار کے اور دونوں کی قیمت برابر ہے سو وکیل نے ان دو میں سے ایک چیز خرید کی یا بسنویا کمتر سے تو صحیح ہوگی اگرچہ مخالفت امر ہے لیکن یہ تعین موکل کو فائدہ دیتا ہے لہذا صحیح ہے ولو بالاکثر ولو بسیوا لا یلزم لکا مر اکا ان تشتری لی من للعتیبین مثلا بما بقی من الالف قبل الخصوص او للمقصود او ایک چیز پانسو سے زیادہ کو خرید کی اگرچہ زیادتی قلیل ہو تو موکل کو وہ لازم نہیں مگر یہ کہ وکیل دوسری چیز کو مثلا دونوں معین چیزوں سے ہزار کی مابقی سے قبل خصومت کے خرید کرلے تو اب موکل کو خرید لازم ہوگی بسبب حاصل سخن مطلب کے ہم مثلا دو غلام کے خرید کرنے کا بعوض ہزار درہم کے امر کیا سوانکے ایک غلام پانسو اور دو درہم کو خرید کیا تو یہ خرید موکل کو لازم نہیں ہاں اگر دوسرے غلام کو دو کم پانسو درہم سے خرید کرے گا خصومت سے پہلے تو موکل کو خرید لازم ہوگی بسبب حصول مقصود کے لیئے حاصل ہونا دونوں غلاموں کا ہزار درہم سے وجوازہ ان بقی ما یشتری بمثلہ الاخر اور صاحبین نے اسکو جائز کہا ہے اگر باقی رہی اتنی قیمت جتنی قیمت سے دوسرا غلام خریدا ہوسکے ولو امر مدیونہ بشراء شئ معین بدین لہ علیہ عینہ او عین البائع صح وصار البائع وکیلا بالقبض دلالۃ فیبرء الغریم بالتسلیم الیہ اور اگر ایک مرد نے اپنے مدیون کو چیز معین کی خرید کا امر کیا بعوض اسکے دین کے جو اسکا اسکے ہے اور مبیع کو اسکے معین کر دیا یا بائع کو معین کر دیا تو خرید صحیح ہے اور بائع صاحب دین کا وکیل ٹھہرایا جائے گا قبض دین میں یا عتبار دلالت حال کے تو مدیون بری الذمہ ہو جائے گا بائع کو دینے سے بخلاف غیر المعتین کان توکیل المجہول باطل ولذا قال لا یتعین فلا یلزم الامر ونفذ علی المامور فلہ ان علیہ خلافا لھما بخلاف غیر معین مبیع یا بائع کے اسواسطے کہ وکیل کرنا شخص مجہول کا باطل ہے اور اسی واسطے مصنف نے کہا اور اگر مبیع یا بائع کو دو معین نکرے تو خرید موکل کو لازم نہ ہوگی اور مامور پر نافذ ہوگی تو اسکی ہلاکی کا نقصان مامور ہی پر پڑے گا بخلاف صاحبین کے کہ انکے نزدیک امر پر خرید لازم ہے مامور کے قبض کرنے سے کذا فی الطحطاوی وکذا الخلاف لو امرہ ان یسلم صاعا علیہ ویصرفہ بناء علی التعین بالتعدف لو کالات عندہ وعدم تعینھا فی المعاوضات عندھما اور اسی طرح امام اور صاحبین کا خلاف ثابت ہے اگر صاحب دین نے اپنے مدیون کو یہ امر کیا کہ عقد سلم یا عقد صرف کرے بعوض اس دین کے جو اسپر ہے بناء خلاف ہے نقود کے متعین ہونے پر وکالت میں الم کے نزدیک اور نہ متعین ہونے سخن نقود کے معاوضات میں صاحبین کے نزدیک ہم چونکہ صاحبین کے نزدیک دراہم اور دنانیر معاوضات میں متعین نہیں خواہ دین ہوں یا عین تو توکیل صحیح ہے اور امر لازم ہے اسواسطے کہ تصرف مامور کا امر کے تصرف کے مانند ہے اور امام کے نزدیک چونکہ دراہم اور دنانیر وکالت میں متعین ہیں تو وکالت باطل ٹھہری تو درصورت تعین نقود غیر مدیون کو یہ تملیک دین ٹھہری یہ دین اسبات کے کہ اس غیر کو قبض دین کا وکیل قرار دیجئے اور یہ جائز نہیں کذا فی الطحطاوی لھضا ولو امرہ ای امر رجل مدیونہ بالتصدق بما علیہ صح امرہ یحمل المال بعد لقائہ ھو معلوم اور اگر اسنے اسکو امر کیا یعنے ایک مرد نے اپنے مدیون کو اس دین کے خیرات کرنے کا امر کیا جو اسکے ذمے پر ثابت ہے تو اسکا امر صحیح ہے بسبب ٹھہرانے صاحب دین کے مال کو اللہ تعالے کے واسطے اور وہ معلوم ہے پس معمول کر توکیل لقبض دین صحیح ہوگا بسبب حیلوں سے کہا کہ دین کو تصدق کردے تو گویا اسنے حق تعالے کو قبض دین کا وکیل ٹھہرایا اور فقیر بالتصدق میں نائب ہے فضل شانہ کما صح امرہ

لو امر الآجر المستاجر بمرمة ما استاجره عليه من الاجرة وكذا لو امره بشراء عبد يسوق الدابة وينفق عليها عرفا فانه يصدق لانه لا يجعد الآجر كله وقيل للاجر في القبض حبسے صحیح ہو امر اسکا اگر امر کرے اجارہ دینے والا مستاجر کو اسکی مرمت کا جسکو اسنے اجارہ لیا اس اجرت سے جو مستاجر پر ہو اور اسی طرح اگر موجر نے مستاجر کو امر کیا غلام کے خریدنے کا جو غلام کہ اجارہ کے جانور کو ہانکے اور اسکا خرچ کرے تو امر اسکا باتفاق آئمہ اور صاحبین کے صحیح ہو بسبب ضرورت کے اسواسطے کہ ستاجر موجر کو ہر وقت نہیں پاتا تو اجارہ والی چیز قبض اجرت مین اجارہ دینے والے کے مانند قرار دی گئی ھم موجر بفتح جیم عبارت ہو مستاجر سے اور موجر بکسر جیم اجارہ دینے والا قلت وفي شرح الجامع الصغير لقاضيخان ان كان ذلك قبل وجوب الاجرة لا يجوز وبعد الوجوب جاز على الثلاث الرواية فراجعه مین کہتا ہون اور قاضی خان کی شرح جامع صغیر مین ہو کہ اگر موجر کا یہ امر قبل واجب ہونے اجرت کے ہو تو جائز نہین اور بعد وجوب کے بعضون کے نزدیک یہ موجب خلاف آئمہ اور صاحبین کے ہو الخ تو اسکے طرف مراجعت کر ھم بیان خلاف یہ ہو کہ امر موجر کا بعد وجوب اجرت آئمہ کے نزدیک صحیح نہین بدون تعین مبیع یا بائع کے اور بلا تعیین مبیع مامور پر نافذ ہوگی اور صاحبین کے نزدیک ہر صورت امر پر نافذ ہوگی کذا فی الطحطاوی ودلوا المشتري بالف ودفع الالف فاستحق وقيمته كذلك فقال الآمر اشتريت بنصفه وقال المأمور بل كله صدق كانه امين اور اگر اسکو امر کیا اسکی خرید کا بعوض ہزار کے اور اسنے ہزار دئے سو وکیل نے اسکو خرید لیا اور قیمت اسکی ہزار ہی ہو سو موکل نے کہا کہ تو نے پانسو سے خرید کیا اور وکیل نے کہا بلکہ پورے ہزار سے خرید کیا تو وکیل ہی کے قول کی تصدیق ہوگی کیونکہ وہ امین ہو وان كان قيمته نصفه فالقول للآمر بلا يمين خلافا لابن كمال لانه اقر بالتعدي حيث قال صدق في الكل لا في النصف وتبعهم المصنف لكن جزم الولوالجي بانه تحريف وصوابه بعد الحلف اور اگر قیمت اسکی پانسو ہو تو موکل کا قول معتبر ہو بدون قسم کے جیسا کہ صاحب درر اور ابن کمال نے ذکر کیا ہو صدر الشریعۃ نے شرح وقایہ مین کہا ہو کہ موکل کی تصدیق ہوگی در صورت دفع الف اور عدم قیمت دونون صورتون مین بدون قسم کے اور وصف تالع ہوا ہو اسا فاصل تتمہ مذکورہ کا لیکن وانی مشی در رنے یقین کیا ہو کہ قول بعدم حلف تحریف ہو اور ٹھیک بات یہ ہو کہ بعد حلف کے موکل کی تصدیق ہوگی ھم طحطاوی نے کہا کہ مشی در رنے تحریف کی نسبت مین کوئی نص صریح بیان نہین کی تو ادعای تحریف در حق افاضل بلا سند بدگمانی ہو اور تخطیہ بے محل ہو وان لم يدفع الالف وقيمته نصفه فالقول للآمر بلا يمين قاله المصنف تبعا للدرر وكما لو قلت لكن في الاشباه القول للوكيل بيمينه الا في اربع فبالبينة قتيبة اگر موکل نے ہزار دئے وکیل کو نہین دئے اور حالانکہ قیمت اسکی پانسو ہو تو موکل کا قول معتبر ہو بدون قسم کے ایسا کچھ کہا ہو مصنف نے درر کا تالع ہو کر چنانچہ مذکور ہو چکا مین کہتا ہون لیکن اشباہ مین ہو کہ وکیل کا قول معتبر ہو قسم کے ساتھ مگر چار صورتون مین گواہ کے ساتھ قول اسکا معتبر ہو تو خبردار رہنا اس اختلاف سے ھم طحطاوی نے کہا یہ استدراک صحیح نہین ماقبل پر کیونکہ وہ موکل مین ہو اور یہ وکیل مین تو اس عبارت کی کچھ حاجت نہ تھی علاوہ اسکے اشباہ مین تصدیق قول وکیل مذکور ہو تو فی یمین اسکو لازم نہین انتہے لطخا وان كان قيمته الفا فاقام كل بينة يقضي بالعقد بينهما فيلزم للبيع المأمور اور اگر قیمت اسکی ہزار ہو موکل اور وکیل دونون قسم کھائین پھر دونون مین عقد فسخ کیا جاے تو مبیع وکیل کو لازم ہوگی وكذا لو امره لشراء معين من غير بيان ثمن فقال المأمور اشتريته بكذا وان صدقه يأخذه على الآخر وقال الآمر بنصفه تحالفا وفسخ الا اختلاف في الثمن وموجبه الخ اور اسی طرح اگر اسکو امر کیا چیز معین کے خریدنے کا بدون بیان کرنے ثمن کے سو وکیل نے کہا کہ مین نے اسکو اتنے ثمن کو خرید کیا اگرچہ بائع اسکا وکیل کی تصدیق کرے بقول اظہر اور کہا موکل نے کہ تو نے اسکو نصف ثمن سے خرید کیا تو دونون قسم کھائین بسبب واقع ہونے اختلاف کے ثمن مین اور اختلاف ثمن کا موجب باہم قسم کھانا ہو ھم تصدیق بائع کی تصحیح مین اختلاف ہو قول اظہر مذکور ابو منصور کا قول ہو اور قاضی خان نے باتباع فقیہ ابو جعفر اسکی تصحیح کی ہو کہ بائع کی تصدیق سے تحالف نہوگا کذا في الطحطاوي وان اختلفا في مقداره اي الثمن فقال الآمر اعرتك بثوبك هذا وقال المأمور بألف فالقول للآمر بيمينه فان برهنا فالبرهان المأمور لانه اكثر اثباتا اور اگر دونون نے

اختلاف کیا مقدار ثمن میں بیچنے تسمیۂ مقدار ثمن میں تو موکل نے کہا کہ بیچنے تجھکو اسکے خرید کرنے کا امر کیا سو دسے اور وکیل نے کہا کہ تو نے ہزار درم سے خرید کرنے کو کہا تو موکل کا قول معتبر ہی اسکی قسم کے ساتھ پھر اگر دونوں گواہ لاوین تو وکیل کے گواہ مقدم ہین باعتبار کثرت اثبات کے ولو امره بشراء اخيه فاشتراه الوكيل فقال الآمر ليس هذا الشتري يأخي فالقول له بيمينه ويكون الوكيل مشتريا لنفسه وهذا اصل ان الشراء متى لم ينفذ على الآمر ينفذ على المأمور بخلاف البيع كما مر فخيار الشرط اور اگر موکل نے اسکو امر کیا اپنے بھائی کے خرید کرنے کا سو وکیل نے خرید کیا تو موکل نے کہا کہ یہ جسکو خرید کیا میرا بھائی نہین تو موکل کا قول اسکی قسم کے ساتھ معتبر ہوگا اور وکیل اسکا مشتری ٹھہرے گا اپنی ذات کے واسطے اور قاعدہ کلیہ یہ ہی کہ خریداری جبکہ موکل پر نافذ نہوئی تو وکیل پر نافذ ہوتی ہی بخلاف بیع کے چنانچہ کتاب البیع خیار الشرط کے باب مین مذکور ہو چکا یعنے درصورت بطلان بیع ملک موکل باقی رہیگی وعتق العبد عليه اى على الوكيل لزم عتقه على موكله فيواخذ به خانيه اور غلام آزاد ہوگا وکیل پر بسبب گمان کرنے وکیل کے اسکا آزاد ہونا اپنے موکل پر تو وہ ماخوذ ہوگا اس گمان پر كذا في الخانية ولو امره عبد بشراء نفسه لآخر من مولاه بكذا ودفع المبلغ فقال الوكيل لسيده اشتريته لنفسه فباعه على الآمر عتق على المال فولاؤه لسيده كان للوكيل سفيها اور اگر غلام نے ایک شخص کو وکیل کیا اپنی ذات کے خریدنے کا اپنے مالک سے بعوض اتنے مال کے اور مبلغ اسکو دیا سو وکیل نے اسکے مالک سے کہا کہ بیچنے اس غلام کو خرید کیا اسکی ذات کے واسطے سو مالک نے اسکو بیچا اسی طریق پر تو وہ آزاد ہوگا مال مذکور پر اور حق آزادی اسکے مالک کا ہی اور وکیل نے اپنی طرف سے وکیل سفیر محض ہوا تو حقوق عقد اسکے طرف راجع نہونگے اور مطالبہ الف ثانی کا غلام پر ہے نہ وکیل پر یہی قول صحیح ہی آزاد اسواسطے ہوا کہ غلام کا بیچا غلام سے اعتاق ہی اور غلام کا خریدنا قبول اعتاق بعوض مال ہی كذا في الظهيرية وان قال الوكيل اشتريته لنفسي ولم يقل لنفسه فلم يعتمل للشك والا لفظ للسيد فيهما لانه كسب عبده والعبد الفاخر في الصورة الاولى بدل الاعتاق كما على الشتري الف مثلها في الثانية لان الاول مال المولى فلا يصلح بدلا اور اگر وکیل نے کہا کہ بیچنے اس غلام کو خرید کیا اور یہ نہ کہا کہ غلام کو غلام کے واسطے خرید کیا تو غلام مشتری کا مملوک ہوگا اور ہزار دونوں صورتون مین مالک کا مال ہی اسواسطے کہ وہ اسکے غلام کی کمائی ہی اور غلام پر دوسرے ہزار درم پہلی صورت مین واجب ہین عوض اعتاق کے جیسے مشتری پر ہزار ہین مانند اسکے دوسری صورت مین اسواسطے کہ اول ہزار مال ہی مولے کا تو وہ لیاقت عوض ہونے کی نہین رکھتا وشراء العبد من سيده اعتاق فتلغوا احكام الشراء فلذا قال فلو اشترى احد نفسي العطاء صح للشراء صح اور خرید کرنا غلام کا اپنی ذات کو اپنے مالک سے اعتاق ہی نہ بیع تو احکام خریداری کے لغو ہو جاوین گے تو اسی واسطے مصنف نے کہا سو اگر غلام نے اپنی ذات کو خرید کیا عطا تک تو خرید صحیح ہی كذا في البحر اور اگر خرید حقیقی ہوتی تو فاسد ہوتی بسبب مجہول ہونے مدت کے كذا في الظهيرية كما صح في حصة اذا اشترى نفسه من مولاه ومعه رجل آخر بطل شراء في حصة شريكه جیسے صحیح ہی خرید غلام کے حصہ مین جبکہ غلام نے اپنی ذات کو مول لیا اپنے مولے سے اور حالانکہ غلام کے ساتھ دوسرا مرد مشتری ہی اور باطل ہوگی خریداری غلام کے ساتھی کے حصے مین صم مراد یہ ہی کہ غلام اور اسکے شریک نے بصفقہ واحدہ خریداری کی چنانچہ تعلیل لاحق امیر وال ہی بخلاف ما لو شرى لآخر ولا معه رجل آخر فاده يصح فيهما بيوع الخانية من بحث الاستحقاق والفرق انعقاد البيع في الثاني لا الاول لان الشرع جعله اعتاقا ولذا بطل في حصة شريكه للزوم الجمع بين الحقيقة والمجاز بخلاف اس صورت کے کہ اگر باپ نے اپنا بیٹا خرید کیا ایک اور مرد کے ساتھ شریک ہوکر کہ یہ خریداری دونون شریکون کے حق مین صحیح ہی چنانچہ خانیہ کی کتاب البیوع مین ہی استحقاق کی بحث سے اور دونون صورتون مین وجہ فرق یہ ہی کہ بیع منعقد ہوتی ہی دوسری صورت مین یعنے باپ کی شرکت مین نہ پہلی صورت مین یعنے غلام کی شرکت مین اسواسطے کہ شرع نے غلام کی خریداری کو اعتاق قرار دیا سو لہذا بیع باطل ہی غلام کے شریک کے حصے مین بسبب لازم ہونے جمع بین الحقیقۃ والمجاز کے صم یہ شارح نے جواب دیا سوال مقدر کا حاصل سوال یہ

کیا وجہ ہو کہ بیع مذکور حق غلام میں اعتاق اور اسکے شریک حق میں مفید ملک ہو نوی خلاصہ جواب یہ ہو کہ یہ نہیں ہو سکتا اسواسطے کہ اس سے لازم آتا ہے ایک لفظ کا استعمال کرنا معنی مجازی لیے اعتاق میں اور معنی حقیقی لیے ثبوت ملک اور حالانکہ جمع بین الحقیقۃ والمجاز جائز نہیں قال احمد اشتر ونفذ بیع مولاک فقال لمولاہ یعنی نفسی لفلان ففعل ای بامرہ علی ھذا الوجہ فھو للآمر فلو وجد بہ عیبا ان علم بہ العبد فلا رد لہ کان علم الوکیل کعلم الموکل وان لم یعلم فالرد بعید اختیار کہا ایک شخص نے غلام سے کہ میرے لیے اپنی ذات کو خرید کر اپنے مالک سے سو غلام نے اپنے مالک سے کہا کہ بیچ میری ذات فلانے شخص کے واسطے سو اسنے کیا یعنے اسکے مالک نے اسکو اسی طرح بیچا تو وہ غلام موکل کا مملوک ہو سو اگر موکل نے اسمیں کوئی عیب پایا اگر اس عیب کو غلام جانتا تھا تو پھیر دینا جائز نہیں اسواسطے کہ وکیل کی موکل کی دلالت کے مانند ہو اور اگر اسکو معلوم نہ تھا تو غلام کو اپنی رد بیع کا اختیار ہو کذا فی الاختیار شرح المختار ھم غلام کو رد بیع کا اسواسطے اختیار ہوا کہ غلام وکیل ہو اور حقوق بیع میں اصل وکیل ہو وان لم یقل لفلان عتقک عنہ الی بتصرف اخر فنفذ علیہ وعلیہ الثمن فیھما لزمہ حجہ بعقد باشرہ مقترنا باذن المولی ولو اخر اگر غلام نے یہ نکہا کہ بیچ مجھکو فلانے شخص کے واسطے بلکہ یوں کہا کہ مجھکو بیچ میرے ہاتھ یا یوں کہا کہ مجھکو بیچ ڈال کذا فی الطحطاوی تو غلام آزاد ہو گا اسواسطے کہ وکالت کے سوا اسنے دوسرا تصرف کیا تو اسپر نافذ ہو گیا اور غلام پر ثمن لازم ہو دونوں صورتوں میں یعنے درصورت وکالت اور عدم وکالت میں بسبب زائل ہونے منع تصرف غلام کے اس عقد کے سبب سے جسکا وہ مباشر اور فاعل ہوا اذن مالک کے ساتھ متصل ہو کر کذا فی الدرر ھم یہ جواب ہو سوال مقدر کا تقریر اسکی یہ ہو کہ وکیل یہاں غلام ہو اور غلام محجور التصرف ہو تو چاہیے کہ حقوق بیع اسکی طرف راجع نہوں **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کا الوکیل اذا خالف ان خلافا الی خیر فی الجنس کبیع بالف درھم فباع بالف وفائز نقد او بعرضہ دینا کہ او لو خیر اخلاصہ ودرد وکیل نے جبکہ امر موکل کی لیعنے مخالفت کی اگر مخالفت موکل کی بہتری کی طرف ہو ایک ہی جنس کے اندر چنانچہ موکل نے کہا کہ بیچ الجوض ہزار درم کے سو وکیل نے گیارہ سو درم کو بیچا تو بیع نافذ ہی اور اگر بجوض سو دینار کے بیچا تو بیع نافذ نہیں اگرچہ موکل کے حق میں سو دینار بہتر ہوں ہزار درم سے کذا فی الخلاصہ والدرر ھم یہ مسئلہ درر میں خلاصہ سے منقول ہو تو بہتر یہ تھا کہ شارح فقط خلاصہ پر اختصار کرتا واللہ اعلم

فصل

یہ فصل ہو بیع اور شرا وغیرہما کی وکالت کے احکام میں لا یعقد وکیل البیع والشراء ولا جارۃ والصرف والسلم فیھا مع من ترد شھادتہ لہ للتھمۃ وکیل بیع اور شرا اور اجارہ اور صرف اور سلم اور انکی مانند کا چنانچہ تزویج کا وکیل عقد نکرے اس شخص کے ساتھ جسکی گواہی وکیل کے حق میں مردود ہو بسبب تہمت کے ھم مثلاً اپنے اصول اور فروع کے ہاتھ وکیل بیع نکرے نہ اجارہ کا کہ محل تہمت ہو اور اسواسطے کہ منافع مابین اصول اور فروع کے متصل ہیں تو گویا اپنی ذات سے بیع کی من وجہ حق وکیل کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر اسکے ہاتھ بیع کریگا جسکی گواہی موکل کے حق میں مقبول نہیں چنانچہ موکل کے باپ یا بیٹے یا غلام مدبون یا مکاتب سے وکیل بیع کریگا تو جائز ہی اور اپنی ذات سے عدم جواز بیع کا حکم بطریق اولی معلوم ہو گیا کذا فی الطحطاوی وعن البحر وجوز لا بمثل القیمۃ لا مدبرہ ومکاتبہ اور صاحبین نے عقد کو جائز کہا ہی قیمت کے مانند سے نہ اپنے غلام اور مکاتب سے الا اذا طلق الموکل البیع عمن شئت فیجوز بیعہ لھم بمثل القیمۃ اتفاقا وکیل کو اشخاص مذکورین کے ہاتھ بیچنا جائز نہیں مگر جبکہ موکل وکیل کو علی الاطلاق وکیل کرے چنانچہ یوں کہ بیچ جس شخص کے ہاتھ تیرا جی چاہے تو جائز ہو گا اسکے ہاتھ بیچنا ان لوگوں کے ہاتھ بمثل قیمت باتفاق امام اور صاحبین کے کما یجوز عقدہ معھم بالکثر من القیمۃ اتفاقا ای بیع لانشراء ہ بالکثر منھا اتفاقا جیسے جائز ہی عقد وکیل کا انکے ساتھ درصورت عدم اطلاق اکثر قیمت سے بالاتفاق یعنے بیع وکیل کی درصورت اکثر قیمت جائز ہی نہ خریداری اسکی اکثر قیمت دیکر بالاتفاق ھم شارح نے بیع کی قید لگا کر اشارہ کیا کہ مصنف مطلق بول گیا ہی محل تقیید میں کما لو باع باقل منھا بغبن فاحش کما یجوز اتفاقا وکذا بیسیر عند خلافا لھما

ابن ملک وغیرہ چنانچہ اگر بیچ کرے اشخاص مذکورین کے ساتھ کثر قیمت سے بنقصان کثیر تو بالاتفاق جائز نہیں اور اسی طرح بنقصان قلیل بیع جائز نہیں امامؒ کے نزدیک بخلاف صاحبینؒ کذا ذکرہ ابن ملک وغیرہ فالسراجیۃ لو صرح بہم جاز اجماعا کما من نفسہ وطفلہ وعبدہ غیر المدیون اور سراجیہ میں ہے کہ اگر وکیل نے تصریح کر دی ہو اشخاص مذکورین کے ساتھ بیع کرنے کی تو بیع بالاجماع جائز ہے مگر وکیل کو اپنی ذات اور اپنے طفل اور اپنے غلام غیر مدیون سے جائز نہیں وصح بیعہ بما قل او کثر وبالعوض اور صحیح ہے بیع وکیل کی قلیل قیمت یا کثیر قیمت سے اور بعوض سبا کے صم یعنے امامؒ کے نزدیک بیع بہر صورت صحیح ہے اگرچہ بغبن فاحش ہو اسواسطے کہ توکیل مطلق ہو تو بیع اپنے اطلاق پر جاری رہیگی اور گاہے انسان بیع سے عاجز ہو جاتا ہے تو نقصان قبول کر کے بیچتا ہے کذا فی الطحطاوی وخصاہ وبالنقد وبغبن یتغابن الناس فیہ اور صاحبینؒ نے صحت بیع وکیل کو قیمت اور نقود کے ساتھ مخصوص کیا ہے اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی البزازیہ ص محل خلاف درصورت عدم تقیید موکل ہے سو موکل اگر قیمت یا نقد کی تعیین کر دیگا تو اسکا خلاف جائز نہو گا کذا فی الطحطاوی ولا یجوز فی الصرف کدنانیر بدراہم بغبن فاحش اجماعا کالنسیئۃ بنسیئۃ من جنسہ متفاضلا من جنسہ صیرفیہ اور جائز نہیں عقد صرف میں جیسے ایک دینار کی بیع ایک درم سے بنقصان کثیر باجماع امامؒ اور صاحبینؒ کے اسواسطے کہ عقد صرف بیع ہے ایک راہ سے خریدنا ہے دوسری وجہ سے کذا فی الصیرفیہ ص اور معلوم ہو چکا کہ خریدنا بغبن فاحش جائز نہیں وصح بالنسیئۃ ان التوکیل بالبیع للتجارۃ وان کان للحاجۃ لا یجوز کلوا اذا وقت عرفا کالی الحصاد لبیعہ لہا وبنقد بہ یفتی خلاصہ اور صحیح ہے بیع وکیل کرنا بادھار سے اگر بیع میں وکیل کرنا تجارت کے واسطے ہو اور اگر حاجت کے واسطے ہو تو ادھار سے بیچنا جائز نہیں چنانچہ عورت کے جبکہ سوت دیا ایک مرد کو کہ اسے بیچ دے عورت کے واسطے اور اس صورت میں بنقد سے بیع دینا متعین ہو گا اسی قول کا فتوی ہے کذا فی الخلاصہ ص اسواسطے کہ دفع حاجت نہیں ہو سکتا مگر نقد سے بخلاف سوداگری کے وکذا فی کل موضع قامت القرائن علی الحاجۃ کما افادہ المصنف اور اسی طرح نقد تہرے بیچنا متعین ہو گا ہر ایک اس مقام میں جسمیں دلالت حال قائم ہو حاجت اور ضرورت پر چنانچہ اسکو بیان کیا ہے مصنف نے اپنی شرح میں وھذا ایضا ان یبایع الناس نسیئۃ فان طال المدۃ لم یجز بہ یفتی ابن ملک اور یہ بھی یعنے تجارت میں ادھار سے بیچنا اس صورت میں جائز ہے اگر وکیل نے بیع کی اتنی مدت کے ساتھ جتنی مدت تک لوگ ادھار بیچتے ہیں سو اگر وکیل بہت مدت دراز مقرر کریگا تو جائز نہو گا اسیکا فتوی ہے کذا صرح ابن ملک ومتی عین احدہم شیئا تعین لکل فی بعہ بالنسیئۃ بالف فباع بالنقد بالف جاز بخلاف ما لو باع وجبکہ موکل کوئی چیز مقرر کر دیگا تو وہ متعین ہو جائیگی مگر اس صورت میں کہ موکل نے کہا کہ بیچ اسکو ہزار درم ادھار سے سو وکیل نے اسکو ہزار درم نقد سے بیچا تو جائز ہے کذا فی المحیط اور اگر موکل نے کہا کہ بیچ مدت مقرر کر کے بالاتعیین بہت سوا سکے نقد سے بیچا امام سرخسی نے کہا کہ اصح یہ ہے کہ بالاجماع جائز نہیں کذا فی الطحطاوی وقلت وقع منا انہ الاخلاف الی غیر ذلک الجنس جاز والا لا میں کہتا ہوں اور ہم پہلے ذکر کر چکے کہ اگر وکیل نے مخالفت امر موکل کی بہتری کے ساتھ اسی جنس میں تو جائز ہے اور نہیں تو جائز نہیں واتفقا علی تقیید بزمان ومکان اور البتہ وکالت مقید ہوتی ہے زمان اور مکان کے ساتھ لکن فی البزازیۃ الوکیل الی عشرۃ ایام وکیل فی العشرۃ بعدھا فی الاصح وکذا الکفیل لکنہ لا یطالب الا بعد الاجل کما فی تنویر البصائر مگر لیکن بزازیہ میں ہے کہ دس دن تک کا وکیل دس دن میں اور بعد اسکے بھی وکیل ہے اور اسی طرح دس دن کا ضامن لیکن ضامن بیع مطالبہ نہو گا مگر مدت کے بعد کما فی تنویر البصائر وفی نوازل الجواھر قال ہبۃ اشہد ادیری فلانا وعلمہ معرفتہ دیانۃ بدونہم جاز بخلاف لا تبع الا بشہود او لا بحضرۃ فلان یفتی قلت وبہ علم حکموا قعۃ الفتوی وفہم لہ صلا وقال اشتر لی دینا بمعرفۃ فلان مذہب واشتر بلا معرفتہ فہلک الثمن یضمن بخلاف لا تشتر الا بحضرۃ فلان فلیحفظ اور نوازل الجواہر میں ہے کہ موکل نے کہا کہ بیچ اسکو گواہوں کے روبرو یا بیچ اسکو فلانے شخص کی تجویز سے یا اسکی دانست اور معرفت سے اور وکیل نے اسکو بیچا بدون اشخاص مذکورین کے تو جائز ہے بخلاف اس قول کے کہ نہ بیچنا مگر گواہوں کے سامنے یا نہ بیچنا مگر فلانے شخص کے

روسیہ کہ بدون انکے بیع جائز نہوگی اسی کا فتوے ہمین کہتا ہون اور اس قول سے معلوم ہوگیا اس واقعہ فتوے طلاق کا حکم کہ موکل نے وکیل کو مال دیا اور کہا کہ میرے واسطے روغن زیتون خرید کر فلانے شخص کی معرفت سو وکیل گیا اور اسنے بدون معرفت اس شخص کے خرید کیا پھر روغن مذکور تلف ہوگیا تو وکیل پر تاوان نہین بخلاف اس قول کے کہ خرید نہ کرا مگر فلانے شخص کی معرفت تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم فتاوے عالمگیری مین ہر کہ اگر موکل نے ایسی شرط عقد بیع کی جو اصلا مفید نہین بلکہ اسکو مضر ہی تو وکیل پر اسکی مراعات واجب نہین خواہ اسکی تاکید نفی سے کرے یا نہ کرے چنانچہ اسنے کہا کہ بعوض ہزار درم کے ادھار بیچ یا یون کہا کہ نقد بیچنا مگر ادھار ہزار درم سے سوا اسنے ہزار نقد سے بیع کی تو بیع موکل پر جائز ہوا اور اگر موکل نے ایسی شرط کی کہ ایک راہ سے مفید اور دوسری راہ سے مفید نہین تو اگر اسکی تاکید نفی سے کریگا تو مراعات اسکی واجب ہوا اور اگر نفی سے تاکید نکی ہو تو مراعات واجب نہین چنانچہ یون کہا کہ اسکو فلانی بازار سے نہ بیچنا سوا اسنے دوسرے بازار مین بیچا تو اگر اسنے تاکید نفی نہ کی ہو تو موکل پر بیع نافذ ہوا اور اگر تاکید نفی کی ہو تو موکل پر نافذ نہوگی کما فی الذخیرۃ اور قسم ثالث جھوٹ رہی وہ یہ کہ شرط مفید محض ہو اور ظاہر انکی تصریحات سے اس وقت مین تعیین شرط معلوم ہوتی ہر کذا فی الطحطاوی ودھم اخذ رھنا وکفیلا بالثمن فلاضمان علیہ لان ضاع الرھن فی یدہ او توی المال علی الکفیل کان جواز الشرعی بینا فی الضمان اور وکیل کو صحیح ہر ثمن مین رہن لینا اور ضامن لینا تو اسپر تاوان نہین اگر رہن ضائع ہوگیا اسکے ہاتھ مین یا مال ہلاک ہوگیا ضامن پر اسواسطے کہ جواز شرعی تاوان کی منافی ہر ہم ہلاکی مال کی صورت یہ ہر کہ مقدمہ رجوع کرے اس قاضی کے پاس جسکے مذہب مین اصیل بری الذمہ ہوجاتا ہر ضمانت سے پھر ضامن مفلس ہوکر مرجاے لہذا الصحیح نے کہا کہ کفالت سے بیان حوالہ مراد ہر اور بعضون نے کہا کہ کفالت اپنے معنی حقیقی پر ہو تو ہلاکی کی صورت یہ ہوگی کہ کفیل اور مکفول عنہ مفلس ہوکر مرجاے کذا فی الطحطاوی عن الوانی عن شرح الہدایۃ ویقید بطرفہ بمثل القیمۃ وبغبن یسیر وھو مایقوم بہ مقوم اور وکیل کی خرید مقید بمثل قیمت ہر یا بغبن قلیل کے ساتھ بغبن قلیل وہ ہر کہ اسکے برابر کوئی قیمت کرنے والا واقف کا قیمت کرتا ہو کذا فی الدرر ہم وبغبن یسیر کا وہ یعنی او ہر اور بغبن یسیر کی یہی تعریف مذکور اصح ہر کذا فی الطحطاوی وھذا اذا لم یکن سعر معروفا فان کان سعر معروف فابین الناس کخبز ولحم وموز وجبن کما یتغابن علی الوکیل وان قلت الزیادۃ ولو فلسا واحدا علیہ بفتح بحر وبنایہ اور یہ یعنے وکیل کی خرید جائز ہونا بغبن یسیر کے ساتھ اس وقت ہر جبکہ نرخ اسکا مشہور نہو اور اگر نرخ اسکا معروف اور مشہور ہو لوگون مین جیسے کہ روٹی اور گوشت اور کپڑا اور پنیر کا نرخ تو بغبن کے ساتھ بیع نافذ نہوگی موکل پر اگرچہ زیادتی قلیل ہو اگرچہ ایک پیسا ہو اسی کا فتوے ہر کذا فی البحر والبنایہ وکذا بیع عبد فباع نصفہ ثم کا طلاق التوکیل وفاکان باع الباقی قبل الخصومۃ جاز وکذا کا ھو امختار ناطیفۃ وھدایۃ وظاھرہ ترجیح قولھما والمفتی بہ خلافہ بحر وکیل کیا اسکو غلام کی بیع کا سو وکیل نے نصف غلام بیچا تو صحیح ہر بسبب مطلق ہونے توکیل کے اور صاحبین نے کہا اگر وکیل نے باقی غلام کو بیچ ڈالا قبل خصومت کے تو بیع جائز ہوا اور نہین تو جائز نہین اور یہ استحسان ہر کذا فی الملتقی والہدایۃ اور ظاہر ہدایہ مین قول صاحبین رح کی ترجیح ہر اور قول مفتی بہ اسکے مخالف ہر کذا فی البحر ہم امام کی دلیل یہ ہر کہ توکیل مطلق ہر اجماع اور افتراق سے اور صاحبین رح کی دلیل یہ ہر کہ شرکت ایسا عیب ہر کہ قیمت کو کم کرڈالتا ہر تو اطلاق ملزم نہوگا خلاصہ یہ ہوگا کہ امام کے نزدیک توکیل بالبیع مین عموم اور اطلاق مراد ہر اور توکیل بالشراء مین وہ متعارف مراد ہر جسمین ضرر اور تہمت نہین اور صاحبین کے نزدیک دونون برابر ہین وقیدنا بکمال الخلاف احترازا بقید بالکلیۃ ولاجتہاد افانہ ظاہر اجماعا اور ابن کمال نے امام رح اور صاحبین کے خلاف مین اسکی قید لگائی کہ جو شرکت سے معیوب ہوجاے اور اگر شرکت سے معیوب نو تو بالاتفاق جائز ہر تو اس تفصیل کو تلاش کرنا چاہیے کتب فقہ مین ہم بحر الرائق مین ہر کہ غلام سے مراد وہ ہر جسکی تبعیض مین ضرر ہر تو احتراز واقع ہوا اس سے جسکی تبعیض مین ضرر نہین جیسے گیہون اور جو کہ وہ بالاتفاق جائز ہر چنانچہ معراج مین ہر کذا فی الطحطاوی وفی الشراء یتوقف علی شراء ھا قبل الخصومۃ اتفاقا اور نصف غلام کی خرید مین خرید موقوف ہوا اسکی باقی کے خریدنے پر قبل خصومت کے بالاتفاق امام اور صاحبین رح کے لیے اگر قبل

عشرۃ کذا بوکیل کے وکیل نے نصف باقی کو تہائی کر لیا تو صحیح ہوا رہیں وقت دلو رد بیع بعیب علی وکیلہ بالبیع بینۃ او نکولہ او اقرارہ فیما کان یحدث مثلہ فی مدۃ قدر ہ الوکیل علی الاصح اور اگر بیع بھیر دیا گیا بسبب عیب کے اسکی بیع کے وکیل پر بواسطہ گواہوں کے یا قسم کھانے وکیل کے یا اقرار سے وکیل کے اس عیب میں کہ ویسا عیب اتنی مدت میں پیدا نہیں ہوتا تو وکیل اسکو پھیر دیگا موکل پر دلو یا قرارہ فیما یحدث کذا یردہ ولزم الوکیل اور اگر رد کیا ہوا وکیل کے اقرار سے اس عیب میں کہ پیدا ہو سکتا ہو اتنی مدت میں تو موکل پر نہ پھیر یگا اور وکیل کو وہ لازم ہو الاصل قالوکالۃ الخصوصۃ فی المضاربۃ العموم قاعدہ کلیہ وکالت میں خصوص ہو اور مضاربت میں عموم ہو ہم ولہذا وکالت بیان جنس سے صحیح نہیں بلکہ بیان نوع یا شخص ضرور ہو بخلاف مضاربت ولہذا رب المال کا مالک ہو دفع علیہ بقولہ فاتجر فیہ او ع الوکیل نسیئۃ فقال اوجبت بنقد قال طلقت صح قال المصنف اور مصنف نے قاعدہ مذکورہ پر تفریع کی اپنے اس قول سے سو اگر وکیل نے بیع کی ادھار اور موکل نے کہا کہ میں نے نقد کے ساتھ بیچنے کا امر کیا تھا اور وکیل نے کہا کہ تو نے مطلق کہا تھا تو موکل کی تصدیق ہوگی یعنی سواسطے کہ وکالت میں خصوص اصل ہو وفی المضاربۃ صدق المضارب عملا بالاصل اور مضاربت کے اختلاف میں مضارب کی تصدیق ہوگی اصل پر عمل کرنے سے یعنے مضارب نے اودھار بیچا اور رب المال نے کہا کہ میں نے نقد سے بیچنے کو کہا تھا اور مضارب نے کہا کہ تو نے مطلق کہا تھا تو مضارب ہی کی تصدیق ہوگی کیونکہ اصل مضاربت میں عموم ہو لا بنقد نصف احد الوکیلین معا کو کذا کما یکذا وصی الاحضر جمیعا او صیا او وحین نافذ نہیں تصرف فقط ایک وکیل کا ان دو وکیلوں میں سے جنکو موکل نے ساتھ وکیل کیا جیسا کہ دو وصی کیا موکل نے کہ بیع تم دونوں کو وکیل کیا فلانے کام کا اگرچہ دوسرا وکیل غلام یا صغیر ہو یا مر گیا یا دیوانہ ہو گیا ہو ہم اسواسطے ایک وکیل کا تصرف نافذ نہیں کہ موکل دونوں وکیلوں کی راے سے راضی ہوا ہو نہ فقط ایک کی راے سے اور یہ اس تصرف میں ہو جسمیں اجتماع سے کوئی مزاج نہیں اور اجتماع راے کی حاجت ہو اور توکیل بلفظ واحد ہو نحو کذا فی الدرر لا فیما اذا وکلہما علی التعاقب بخلاف الوصیین کما سیجئ فی باب الوصی مگر احد الوکیلین کا تصرف اس صورت میں نافذ ہو جبکہ موکل نے دو شخصوں کو وکیل کیا علی التعاقب نہ ساتھی بلفظ واحد بخلاف دو وصی کے کہ باوجود وصایت علی التعاقب ایک وصی کا تصرف بدون دوسرے کے نافذ ہو کما چنانچہ باب الوصایا میں آویگا وفی خصومۃ لشرط رأی الاحضر لا حضرۃ علی الصحیح تصرف احد الوکیلین نافذ نہیں مگر خصومت میں نافذ ہو بشرط شرکت راے وکیل ثانی کے نہ حاضر ہونا دوسرا وکیل کا بنا بر قول صحیح کے ہر خصومت میں تصرف ایک وکیل کا واسطے نافذ ہو اکہ وہاں اجتماع متعذر ہو کہ شور و شغب کا موجب ہوگا مجلس قضا میں کذا فی الدرر منع القنازعین عینی سے مذکور ہو کہ خصومت میں وکیل ثانی کی راے مشروط ہو لو اگر بدون راے ثانی وہ مباشر ہوگا تو ہمارے نزدیک جائز نہیں الا اذا انتہیا الی القبض محیط سرخسی جوہرہ خصومت میں احد الوکیلین کا تصرف نافذ ہو مگر جب دونوں وکیل منتہی ہوں قسمین کی طرف یعنے جب خصومت منتہی ہو تب جائز نہیں یہاں تک کہ دونوں وکیل مجتمع ہوں کذا فی الجوہرہ وعتق معین وطلاق معینۃ لم یعوضا بخلاف معوض وغیر معین احد الوکیلین نافذ نہیں مگر غلام معین کی عتق اور زوجہ معینہ کی طلاق میں جو عتق اور طلاق کہ بلا بدل ہو بخلاف معوض اور غیر معین ہم عتق اور طلاق معینہ بلا عوض میں ہو اکی حاجت نہیں لہذا فقط ایک وکیل کا تصرف کافی ہو بخلاف معوض اور غیر معین کی کہ اسمیں ایک وکیل کا تصرف بدون دوسرے کے کافی نہیں وتعلیق بمشیتہما ای الوکیلین فانہ یلزم اجتماعہما یا التعلیق قالہ المصنف اور تعلیق بمشیت وکیلین بمشیت وکیلین اسواسطے کہ اجتماع وکیلین لازم ہی تعلیق پر عمل کرنے سے الیہ کما ہو مصنف کے ہم چنانچہ موکل نے کہا دونوں وکیلوں سے کہ تم اسکو طلاق دو اگر تم چاہو تو وقوع طلاق میں دونوں کی فعل شرط ہی اسواسطے کہ جو چیز دو شرکے ساتھ معلق ہوئی وہ متحقق نہیں ہوتی ایک شرکے وجود کے ساتھ اور یہی حکم ہی عتق معلق کا قلت وظاہرہ عطفہ علی لم یعوضا کما یعلم من العینی والدرر لحق العبارۃ ولا عطفا بمشیتہما فتدبر میں کہتا ہوں اور ظاہر اعطف تعلیق بمشیتہما کا لم یعوضا

پر ہو چنانچہ عینی اور درر سے معلوم ہوتا ہے تو جس عبارت یوں تھا والا علی ما مر تو اب ترجمہ یوں ہوگا کہ تصرف احد الوکیلین نافذ نہیں مگر حق معین اور طلاق معینہ میں دونوں بدلا نہیں لیا گیا اور نہ وکیلین کی مشیت پر دونوں مفوض کئے گئے وفی التبیین ومرجع کل بعد العادۃ الخصوم وبیع فاسد بخلاف احد الوکیلین نافذ نہیں مگر مدبر کرنے اور رومیں میں چنانچہ وہ ولیت اور عاریت اور غصب اور بیع فاسد کے بھیجنے میں کذا فی الخلاصۃ بخلاف استرداد احدھما فانہ یملک لعدم الاولویۃ بقبض شیٔ منہ وحد السراج بخلاف استرداد میں کہ تو اگر وکیل ودلیت اور عاریت اور مغصوب اور مبیع فاسد کو بھیجے گا تو اسکے پورے کرنے کا تاوان دیگا یعنی درصورت ہلاکی شی مستردو اسبب ہونے امر مذکور کے اسمیں تحقیق تفصیل آئے گا تنہا یعنی موکل نے یہ نکہا تھا کہ ایک وکیل تنہا بعض شیٔ پر قبضہ کرے کذا فی السراج ھم یہ جواب ہے سوال مقدر کا جو یہ ہے کہ مستردشے پر تاوان ہونے کی کیا وجہ ہو لائق تو یوں تھا کہ وکیل پر نصف ضمان ہوتا اسواسطے کہ پر وکیل نصف شی کے قبض پر مامور تھا جواب یہ ہے کہ اسکو نصف پر قبضہ کرنے کا تنہا امر نہ تھا بلکہ اجتماع وکیلین امر تھا سو جب اسنے خلاف کیا اور وہ چیز تلف ہوگئی تو پورا ضمان اسپر لازم آیا وفی تسلیم ھبہ بخلاف قبضھا دلو الجمیع اور تسلیم ہبہ یعنے موہوب من احد الوکیلین کا دعوی ہو بخلاف قبض موہوب کہ اسمیں اجتماع وکیلین ضرور ہے کذا فی البدائع وقضاء دین بخلاف اقتضاء عین اور دین کے ادا میں ایک وکیل کافی ہے بخلاف دین کے تقاضی کے کہ اسمیں انفراد کافی نہیں کذا فی العینی ھم اور ادا عین اور قبض ہبہ اور اقتضاء دین میں ایک وکیل کا تصرف اسواسطے کافی ہوا کہ اجتماع وکیلین ممکن ہے اور اسمیں موکل کی غرض صحیح ہے اسواسطے کہ حفظ دو شخصوں کو ایک شخص کا حفظ کی برابر نہیں وبخلاف الوصایۃ کما تقدم فی کتاب المضاربۃ والتحکیم والقضاء والتولیۃ علی الوقف فان ھذہ الستۃ کالوکالۃ فلیس کل واحد منھما الا نفراد بھا بخلاف دو شخصوں کے وصی ہونے کے اور اسی طرح دو شخصوں کی مضاربت اور قضا اور تحکیم اور وقف پر متولی ہونے کے تو یہ چھ چیزیں وکالت کے مانند ہیں تو ایک شخص کو دو شخصوں میں سے انفراد اور تنہائی جائز نہیں کذا فی البحر ھم اشیاء مذکورہ پانچ ہیں نہ چھ تو شاید کہ شارح نے وصایت میں دو صورتیں شمار کیں ایک صورت یہ کہ دونوں کو ساتھی وصی مقرر کیا اور دوسری صورت یہ کہ علی التعاقب کیا چونکہ اشیاء مذکورہ میں رائے اور تجویز کی حاجت ہو لہذا انفراد کافی نہیں مثلاً بادشاہ نے ایک محل یا ایک حادثہ میں دو قاضی مقرر کئے تو ایک قاضی کا فیصلہ کرنا کافی نہوگا کذا فی الطحطاوی محتصرا بتصرف لا فی مسئلۃ ما اذا شرط الواقف النظر لہ او لاستبدال معہ فلان فان الواقف اذا فوض الی اثنین او اکثر ولم یشترط الاجتماع فلکل منھم ان یتصرف وحدہ کما فی الاشباہ مگر اس مسئلہ میں جبکہ واقف نے وقف کی نظارت یا استبدال کو اپنے واسطے شرط کیا فلانے شخص کے ساتھ تو واقف کو نظارت یا استبدال میں انفراد جائز ہے نہ فلانے شخص کو کذا فی الاشباہ والوکیل بقضاء الدین من مالہ او من مال موکلہ لا یجبر علیہ اذا لم یکن للموکل علی الوکیل دین وھو واقع الفتوی کما بسطہ العمادی واعتمدہ المصنف اور ادائے دین کا وکیل خواہ ادائے دین وکیل کے مال سے ہو یا موکل کے مال سے ہو اسپر زبردستی نہیں کیجائیگی ادائے دین میں بشرطیکہ موکل کا وکیل پر دین نہو اور یہ واقعہ کبھی فتوی طلب تھا چنانچہ اسکو عمادی نے مشرح بیان کیا ہے اور مصنف نے اسپر اعتماد کیا ھم اشباہ کی عبارت اسکے عام تر ہے چنانچہ اسمیں یوں ہے کہ وکیل پر جبر نہیں اگر وہ باز رہے اس فعل سے جسمیں وہ وکیل ہوا مگر تین مسئلوں میں انمیں سے اور ملتقات میں علت اسکی یہ مذکور ہے کہ اسکا کرنا اسپر واجب نہیں لکن تنویر البصائر میں ہے کہ وکیل پر جبر ہوگا دفع دین میں جبکہ اسکے پاس موکل کا مال ہو کذا فی الطحطاوی قال ومفادہ ان الوکیل ببیع عین من مال الموکل لوفاء دینہ لا یجبر علیہ کما لا یجبر الوکیل بنحو طلاق ولو طلبھا علی المعتمد وعتق وھبۃ من فلان وبیع منہ لکونہ تبرعا مصنف نے کہا اور عدم جبر وکیل کا مفاد یہ ہے کہ موکل کے مال سے ایک چیز کے بیچنے کا ایک شخص وکیل ہو موکل کے ادائے دین کے واسطے تو اسپر جبر نہوگا بیچنے پر چنانچہ وکیل پر جبر نہیں بمثل طلاق اگرچہ طلب کرے طلاق عورت کی خواہش سے ہو بنا بر قول معتمد کے اور جبر نہیں عتق پر اور فلانے شخص کے ہبہ کرنے پر اور اسکے ہاتھ بیچنے پر کیونکہ وکیل

افعال مذکورہ کے کرنے مین متبرع ہو یعنے افعال مذکورہ اسپر لازم الفعل نہین الا فی ثلث مسائل اذا وکلہ بدفع عین ثم غاب او بیع رھن شرط فیہ او بعدہ فی الاصح او بخصومۃ بطلب المدعی وغاب المدعی علیہ اشباہ خلافا لما افتی بہ قارئ الھدایہ مگر تین مسئلون مین موکل نے اسکو وکیل کیا دفع عین کا پھر موکل غائب ہوگیا یا اُس مرہون کی بیع کا وکیل کیا جسکے عقد رہن مین بیع مشروط ہو یا بعد رہن بیع کی شرط ہوئی قول اصح مین یا اُسکو وکیل کیا خصومت مین مدعی کے طلب کرنے سے اور مدعا علیہ غائب ہوگیا کذا فی الاشباہ بخلاف فتوی قاری ہدایہ ہم بیان شارح ظاہر الدلالت کرتا ہو کہ قاری ہدایہ مسائل ثلثہ مین مخالف ہر حالانکہ مخالفت اُسکی فقط متن کے مسئلے مین ہو کہ وہ جبر وکیل کا قائل ہو درصورت امر موکل بدفع دین وثبوت مال موکل بدست وکیل چنانچہ منح الغفار مین منح مذکور ہو کذا فی الحلبی قلت وظاھر کلامھم ان الوکیل بالاجر یُجْبَرُ فتدبر مین کہتا ہون اور ظاہر اشباہ و یہ ہو کہ وکیل بالاجر پر جبر ہو تامل کر اُسکو مم اشباہ مین ہو کہ وکیل پر جبر نہین بغیر اجرت کے متن کے تقاضی پر انتہے مختصرا اور ابن ضیا کی شرح مجمع مین ہو کہ جو اجرت لیکر عمتیا ہو جیسے بیاع اور سمسار اُسپر جبر کیا جائیگا استیفاء ثمن پر اسواسطے کہ اسکو مبیع گیا بدلا اسکے عمل کا مانند مضارب کے درصورت حصول نفع کذا فی الطحطاوی وکذا تنقیح مسئلۃ واقعۃ الفتوی والراجح بتوفیق البصائر فلعلہ وفی ورثہ سھوا واقعۃ الفتوے کے مسئلے کو اور مراجعت کر تنویر البصائر حاشیۃ اشباہ کی طرف کہ اُسنے پورا اسکو بیان کیا ہم واقعۃ الفتوے یہ ہو کہ جب وکیل ہو اُس دین کی قضا کا جو موکل پر ہو تو اُسپر جبر ہوگا تو مسائل اجبار وکیل ان دو مسئلون کے ساتھ ملا کر پانچ مسئلے ہوے خلاصۂ تنویر البصائر یہ ہو کہ اگر وکیل مامور ہو قضاے دین پر اپنے مال سے تو اُسپر جبر نہین اور اگر امر کے مال سے مامور ہو تو اُسپر جبر ہو کذا فی الطحطاوی ملخصا وفی فروق الاشباہ التوکیل بغیر رضی الخصم لا یجوز عند الامام الا ان یکون الموکل حاضرا بنفسہ او مسافرا او مریضا او محبوسا اور اشباہ کے فروق مین ہو وکیل کرنا بدون رضامندی مخاصم کے جائز نہین امام کے نزدیک مگر یکہ موکل بذات خود حاضر ہو یا مسافر یا مریض یا پردہ نشین ہو یہ مسئلہ مکرر ہوگیا کہ اول کتاب الوکالۃ مین مذکور ہو چکا الوکیل لا یتوکل الا باذن امرہ لوجود الرضی وکیل دوسرے شخص کو وکیل نہین کر سکتا مگر اپنے موکل کے اذن سے بسبب وجود رضامندی کے صم وکیل کو دوسرا وکیل کرنا اسواسطے جائز ہوا کہ اُسکو تصرف مفوض ہو نہ تو کیل اور موکل تصرف مین وکیل کی راے سے راضی ہوا اور لوگ راے مین مختلف ہوتے ہین اور مراد یہ ہو کہ جس کام مین وہ وکیل ہوا اُسمین دوسرے کو وکیل نہین کر سکتا تو حقوق عقد کی توکیل خارج ہوگئی مثلاً بیع کا وکیل دوسرے کو بیع مین وکیل نہین کر سکتا لیکن تقاضاے ثمن مین بلا اذن موکل کر سکتا ہو اسواسطے کہ حقوق عقد مین وکیل خود اصیل ہو اذا وکلہ فی دفع زکوۃ فوکل اخر ثم دفع فالخیر جازۃ کما یتوقف بخلاف شراء الاضحیۃ الخانیۃ وکیل دوسرے کو وکیل نہین کر سکتا مگر جبکہ وکیل کو دفع زکوۃ مین وکیل کیا سوائے دوسرے کو وکیل کیا اور دوسرے نے تیسرے کو اور تیسرے نے چوتھے کو وعلی ھذا القیاس سو وکیل اخیر نے زکوۃ فقیر کو دی تو جائز ہو اور یہ جواز موقوف نہ رہیگا وکیل اول کی اجازت پر بخلاف خرید قربانی کذا فی الضحیۃ الخانیہ یعنے موکل نے زید کو قربانی خرید کرنے پر وکیل کیا اور زید نے خالد کو وکیل کیا سو خالد نے قربانی خریدی تو یہ خرید زید کی اجازت پر موقوف ہو اگر اُسنے اجازت رکھی تو جائز ہوا ورنہین تو نہین کذا فی الطحطاوی وکالۃ الوکیل فی قبض الدین اذا وکل من فی عیالہ صح ابن ملک اور وکیل کو وکیل کرنا جائز نہین مگر قبض دین کا وکیل جب کہ وکیل کرے اسکو جو اُسکی عیال مین ہو تو صحیح ہو کذا ذکرہ ابن ملک وکالۃ عند تقدیر الثمن من الموکل اول لہ ای لوکیلہ فحینئذ بلا اجازتہ لحصول المقصود دوسرا وکیل کو توکیل جائز نہین مگر نزدیک ٹھہرا دینے ثمن کے موکل اول کے جانب سے اپنے وکیل کو تو جائز ہو بلا اجازت وکیل اول بسبب حاصل ہونے مقصود کے کذا فی الدرر ہم اسواسطے کہ راے کی طرف حاجت تقدیر ثمن کے واسطے ہوتی ہو سو یہان حاصل ہو بخلاف اُس صورت کے جبکہ دو وکیل مقرر کیے اور ثمن ٹھہرا دیا اسواسطے کہ جب دو شخصون کی طرف تفویض ہوئی باوجود تقدیر ثمن تو ظاہر ہو گیا کہ

عوض موکل جمع رائے وکیلین ہو زیادت ثمن اور اختیار وشتری مین کذا فی البدایہ وتفویض الوکالۃ کالعمل برائہ کالاخذ فاستوکیل کالاذن طلاقا وعتقا لانہما مما یحلف بہ فلا یقوم غیرہ مقامہ قنیہ اور یہہ کہ کرنا وکیل کی رائے کی طرف پنچانا موکل کا وکیل سے یون کہنا کہ عمل کر اپنی رائے اور تجویز سے اذن کے مانند ہو وکیل کرنے مین مگر طلاق اور عتاق مین اذن کے مانند نہین اسواسطے کہ طلاق اور عتاق منجملہ ان امور کے ہے کہ انسے قسم کھائی جاتی ہو تو غیر وکیل بجائے وکیل نہین ہو سکتا کذا فی القنیہ ص یہ حکم بنظر تفویض کے ہے اور اگر وکیل کو صرف اذن ہو طلاق اور عتاق کی توکیل مین تو بلاشبہ صحیح ہے کذا فی الظہیریہ فان وکل الوکیل غیرہ بدون اذنہ وتفویضہ فعل الثانی بحضرتہ او غیبتہ فلاجازۃ الوکیل الاول لہم وتعلق حقوق العقد بالثانی علی الاصح پھر اگر وکیل نے اپنے غیر کو وکیل کیا بدون اذن اور تفویض موکل کے پھر وکیل ثانی نے وکیل اول کے سامنے یا پیچھے وہ کام کیا سو وکیل اول نے اسکو جائز رکھا تو صحیح ہے اور حقوق عقد عائد ہونگے یعنے وکیل ثانی سے متعلق ہونگے بقول صحیح اسواسطے کہ مقصود حصول رائے وکیل اول ہے سو یہان حاصل ہے لانہ ما یسوی بعقد بخلاف طلاق وعتاق لتعلقہما بالشرط فکان الموکل علقہ بلفظ الاول او وجد الثانی مگر اس تصرف مین جو عقد نہین جیسے طلاق اور عتاق وکیل ثانی کا فعل باوجود اجازت وکیل اول صحیح نہین بسبب متعلق ہونے طلاق اور عتاق کی شرط سے یعنے دونون تعلیق بالشرط کی قابل ہین تو گویا موکل نے طلاق یا عتاق کو معلق کیا وکیل اول کی لفظ سے نہ وکیل ثانی کی لفظ سے وابرء عن الدین قنیۃ حضوری و قضاء دین فلانکلی الحضرۃ ابن ملک خلافا للخانیۃ اور دین سے ابرا کرنے مین کذا فی القنیہ او حضوری اور ابرای دین مین تو کافی نہین حاضر ہونا وکیل اول کا کذا ذکرہ ابن ملک برخلاف خانیہ کے ص خلاف خانیہ فقط حضوری مین ہے ا قلت یون ہو کہ اگر وکیل ثانی نے حضوری کی اور موکل حاضر ہو تو جائز ہو اسواسطے کہ جب وکیل اول حاضر ہوا تو گویا اسنے حضوری کی بنات خود مانند وکیل بیع کذا فی الطحطاوی وان فعل اجنبی فاجازہ الوکیل الاول جازما لا فی شرائہ فانہ ینفذ علیہ لا یتوقف علی وجود نقد اور اگر اجنبی شخص نے کام کیا سو اسکو وکیل اول نے جائز رکھا تو جائز ہو مگر خرید کرنے مین کہ وہ اسپر نافذ ہوگا اور موقوف نہ ہیگا جبکہ وہ نقد پاوے وان وکل ای باکر او المفوض فھو ما لمتاز وکیل الکر وحینئذ فلا یتعزل بعزل موکلہ او موتہ وینعزلان بموت الاول کما مر فی القضاء اور اگر وکیل نے دوسرے کو وکیل کیا موکل اول کے امر یا تفویض سے تو وکیل ثانی امر یعنے موکل اول کا وکیل ہے اور اس وقت مین تو وہ معزول ہوگا اپنے موکل یعنے وکیل اول کے معزول کرنے اور مر جانے سے اور دونون وکیل معزول ہونگے موکل اول کی موت سے بنا بر آنچہ مذکور ہو چکا کذا بالقنیہ ص وفی البحر عن الخلاصۃ والخانیۃ لہ عزلہ فی قولہ اصح ما شئت لرضاہ بصنعہ وعن لم من صنع بخلافہ اعمل برائک قال المصنف فعلیہ لو قبل المقاضی اصنع ما شئت فلہ عزل نائبہ بلا تفویض العزل ص یعنی ان النائب کوکیل الوکیل اور بحر الرائق مین خلاصہ اور خانیہ سے مذکور ہو کہ وکیل اول کو وکیل ثانی کا معزول کرنا جائز ہے موکل کے اس قول مین کہ کر جو تیرا جی چاہے بسبب راضی ہونے موکل کے وکیل اول کی صنعت سے اور اسکا معزول کرنا بھی اسکی صنعت سے ہے بخلاف اس قول کے کہ عمل کر اپنی رائے پر مصنف نے اپنی شرح مین کہا تو بموجب اس قول کے اگر قاضی سے کہا جاوے کہ کر جو تیرا جی چاہے تو اسکو اپنے نائب کا معزول کرنا جائز ہے بدون اسبات کے کہ اسکو معزول کرنا صریحا مفوض ہوا اسواسطے کہ نائب قاضی وکیل الوکیل کے مانند تر واعلم ان الوکیل وکالۃ عامۃ مطلقۃ مفوضۃ انما یملک المعاوضات لا الطلاق والعتاق والتبرعات بہبۃ وغیرہا والجواہر والتوہیر المصائر اور دریافت کرکہ وکیل بوکالت عامہ مطلقہ مفوضہ مالک نہین مگر معاوضات کا نہ طلاق اور عتاق اور تبرعات کا اسیکا فتوے ہے کذا فی زواہر الجواہر وتنویر المصائر قال لرجل فوضت الیک امر امرأتی صار وکیلا بالطلاق وتفویض طلاقہ بالمجلس بخلاف تملیکہ وکنایاتہ فی مسر امرائے فالیقین بعد رد کہا ایک مرد سے کہ مین نے تفویض کیا تیری طرف اپنی عورت کا امر تو وہ وکیل ہوگیا طلاق کا اور مقید ہوگا طلاق دینا اسکا مجلس مین

یعنے اگر وہی مجلس مین طلاق دیگا تو صحیح ہوگا نہین تو صحیح نہین بخلاف اس قول کے کہ مینے تجھکو وکیل کیا اپنی عورت کے امر مین تو طلاق مقید نہوگی اسی مجلس کے ساتھ۔ کذا فی الدرر یعنے اگر بعد اس مجلس کے طلاق دیگا تو صحیح ہوگا من لا ولایۃ لہ علی غیرہ لم یجز تصرفہ فی حقہ وحینئذ فاذا باع عبدہ او کاتبہ او دبرہ او اعتق مال صغیرہ الخ للمسلم الصغیر ولد منہ او زوجہ صغیرۃ لہ لذلک او امۃ مسلمۃ لم یجز لعدم الولایۃ جس شخص کو ولایت ثابت نہین اپنے غیر پر تو اسکا تصرف جائز نہین اس غیر کے حق مین اور اسوقت تو اگر بیچے غلام یا مکاتب یا ذمی یا حربی کذا فی العینی اپنے طفل صغیر آزاد مسلمان کا مال یا کوئی شخص انمین سے جو اس مال کے کچھ خرید کرے یا انکو ہبہ کردے اسی طرح کی صغیرہ کا اپنے آزاد مسلمان کا تو جائز نہوگا بسبب نہونے ولایت کے یعنے غلام کی ولایت آزاد پر نہین اور ذمی اور حربی کی ولایت مسلمان پر ثابت نہین تو تصرفات مذکورہ بھی جائز نہین والولایۃ فی الصغیر الی الاب ثم وصیہ ثم وصی وصیہ اذا اوصی بہ لانہ اب ثم الی الجد اب الاب ثم الی وصیہ ثم وصی وصیہ ثم الی القاضی ثم الی من نصبہ القاضی ثم وصی وصیہ اور صغیر کے مال مین اسکے باپ کی ولایت ہے پھر باپکے وصی کی پھر اسکے وصی کے وصی کی اسواسطے کہ وصی مالک ہے وصی کو وصی کرنے کا پھر ولایت دادا کی ہے جو باپ کا باپ ہے یعنے جد فاسد مراد نہین پھر دادا کے وصی کی پھر اسکے وصی کے وصی کی پھر ولایت قاضی کی ہے پھر اسکی جسکو قاضی نے وصی مقرر کیا پھر اسکے وصی کی ولیس لاحد من الاولیاء ان یتصرف فی مال الاصغر من ہذہ الاصناف الا بوصیہ او ابو وصیہ او الجد اب الاب او وصی احدہم اور ماں کے وصی اور بھائی کے وصی کو ولایت تصرف کرنے کی نہین ماں متروکہ مین اور اسی طرح بھائی کے متروکہ مین باوجود حاضر ہونے باپکے یا اسکے وصی کے یا اسکے وصی کے وصی کی یا باوجود ہونے دادا کے جو باپ کا باپ ہے وان لم یکن واحد منہا ذکر قاضیخان الوصی لاحد الحفظۃ اور اگر کوئی نہو انتخاص اربعہ مذکورہ سے تو اسکو یعنے ماں کے وصی کو ماں کے متروکہ مین حفاظت کی ولایت ہے وللوصی بیع المنقول لا العقار اور ماں کے وصی کو بیع منقول کی جائز ہے نہ زمین وغیرہ منقول کی صرح بیع منقول کی اسواسطے جائز ہے کہ وہ منجملہ حفاظت کے ہے ولا یشتری الا الطعام والکسوۃ لانہا تمام حیاۃ الصغیر خانیۃ اور ماں کا وصی کوئی چیز خرید کرے سوائے طعام اور لباس صغیر کے اسواسطے کہ وہ دونون منجملہ حفظ صغیر کے ہین کذا فی الخانیۃ فروع مسائل ملتقط شارح کے وصی القاضی لو صحح الاب اذا قید القاضی بنوع تقید بہ وفی الاب یعم الکل عمادیۃ قاضی کا وصی باپکے وصی کے مانند ہے مگر جبکہ قاضی وصی کو ایک قسم کے تصرف کے ساتھ مقید کرے تو اسکا وصی ہونا اسی قسم کے ساتھ مقید ہوگا اور باپکے وصی مین جمیع انواع تصرفات کا عموم ہے کذا فی العمادیۃ یعنے اگرچہ باپکے ایک نوع مین وصی کیا ہو تو بھی وہ جمیع انواع مین وصی ہوگا وفی متفرقات البحر القاضی او امینہ کہ ترجیح حقوق عقد باشارۃ للتسلیم بخلاف وکیل وصحح باب فرض القاضی او امینہ لمن ما یاتم للتسلیم بعد بلوغہ صح بخلافہ فیہما اور بحر الرائق کی متفرقات مین ہے کہ قاضی یا اسکے امین کی مجلس عقد کے حقوق راجع نہین ہونے عقد کے وفعال ومباشرت کے بخلاف وکیل اور وصی اور باپ کے تو اگر قاضی یا اسکا امین نابالغ کو بعد بالغ ہونے یتیم کے اس چیز کے ثمن کا جسکو قاضی یا اسکے امین نے یتیم کے واسطے بیچا تو صحیح ہے بخلاف ان لوگون یعنے وکیل اور وصی اور باپ کے ہم قاضی اور امین کا تاوان اسواسطے صحیح ہوا کہ دونون حقوق عقد سے اجنبی ہین بخلاف وکیل وغیرہ کے کہ انکے واسطے حق استیفا ثابت ہے تو انکا ضمان دینا اپنی ذات کے واسطے صحیح نہوگا کذا فی الطحطاوی وفی الاشباہ جاز التوکیل بکل ما یعقد الوکیل لنفسہ الا الوصی فلہ ان یشتری مال الیتیم لنفسہ لغیرہ بولایۃ اور اشباہ مین ہے کہ وکیل کرنا جائز ہے ہر ایک اس چیز مین جسکو وکیل عقد کرسکتا ہے اپنی ذات کے واسطے سوائے وصی کے کہ اسکو مال یتیم کا خرید کرنا اپنے واسطے جائز ہے نہ اپنے غیر کے واسطے بطریق وکالت کے ہم طحطاوی نے کہا اشباہ کے جس نسخے پر مفتی ابوسعود نے حاشیہ لکھا ہے انمین بجائے وکیل کے موکل کا لفظ ہے اور یہی موافق ہے ماقدم سے انتہی معنا التوکیل بالتوکیل اور وکیل کرنے کے واسطے وکیل کرنا جائز ہے ہم تو جب ایک شخص کو وکیل کیا اس بات کا کہ وہ فلانے شخص کو خرید کرنے مین وکیل کرے سو اسنے اسکو وکیل کیا اور کیا وکیل نے خرید کی تو وہ

شرح ہر امر سے پہلے اور ہر امر اپنے امر سے اور وکیل آخر اول سے نہ لے گا کذا فی الطحطاوی من الاشباہ

باب الوکالۃ بالخصومۃ والقبض

باب الوکالۃ بالخصومۃ والقبض

یہ باب ہر خصومت اور قبض کی وکالت کے احکام میں ہم مصنف نے زالداز ترجمہ وکیل ملازمت اور تقاضے وغیرہا کے بھی مسائل مذکور کیے ہیں خصومت عبارت ہے دعوی صحیح یا جواب صریح سے اسطرح کہ بیان یا تہیں چنانچہ سابق مذکور ہو چکا وکیل الخصومۃ والتقاضی ای اخذ الدین کما یملک القبض عند نزوح وبہ یفتی لفساد الزمان واعتمدہ فی البحر العر ۔۔۔ وکیل خصومت اور تقاضی کا یعنے دین کے لینے کا مالک نہیں قبض دین کا نزدیک اور امامین کے یہ فتوی ہے بسبب فساد زمانے کے کہ اکثر وکیل خیانت پیشہ ہیں اور بحر الرائق میں عرف پر اعتماد کیا ہے ہم تقاضا یعنی اخذ دین باعتبار اصل لغت کے ہے لیکن عرف میں تقاضا یعنی مطالبہ ہے نہ قبض اور عرف مقدم ہے لغت پر اور امام و صاحبین کے نزدیک وکیل تقاضا قبض کا مالک ہے اور یہی ظاہر الروایۃ ہے خواہ وہ چیز عین ہو یا دین صاحب بحر نے فتاوے صغرے سے نقل کیا کہ وکیل تقاضا میں عرف کا اعتماد ہے اگر ایسے شہر میں ہو جہاں سوداگروں میں رواج ہے کہ تقاضا کرنے والا وہی قابض دین ہوتا ہو تو وہ قبض دین کا مالک ہوگا اور نہیں تو نہیں منح الغفار میں سراجیہ سے منقول ہے کہ اس قول پر فتوی ہے کذا فی الطحطاوی ولا الصلح اجماعا بحر اور نہ خصومت اور تقاضی کا وکیل صلح کرنے کا مالک ہے بالاتفاق کذا فی البحر اسواسطے کہ صلح معاوضہ ہے اسکی جسکے واسطے وہ وکیل ہوا در رسول التقاضی یملک القبض لا الخصومۃ اجماعا بحر اور تقاضا کرنے کا رسول مالک ہے قبض کا نہ خصومت کا بالاتفاق کذا فی البحر امی سلتک اوکن رسولا عنی ارسال واموتک بقبضہ توکیل خلافا للزیلعی یوں کہنا کہ اسلتک یعنے میں نے تجھکو پیام رسان کیا یا یوں کہنا کہ کن رسولا عنی یعنے تو میرے طرف سے رسول یعنے پیام رسان ہو یہ رسول مقرر کرنا ہے اور یوں کہنا کہ میں نے تجھکو امر کیا اسکے قبضہ کرنے کا یہ توکیل ہے برخلاف زیلعی یعنے زیلعی نے امر تک بقبضہ کو ارسال کہا ہے نہ توکیل ولا یملکھما ای الخصومۃ والقبض وکیل الملازمۃ اور وکیل ملازمت مالک نہیں خصومت اور قبض کا صرف ملازمت عبارت ہے ساتھ کچھوڑنے سے سوائسکو خصومت اور قبض لازم نہیں کذا فی المنح کما لا یملک الخصومۃ وکیل الصلح جیسے وکیل صلح مالک نہیں خصومت کرنے کا کذا فی البحر وکیل قبض الدین یملکھا او الخصومۃ خلافا لھما لو وکیل المدعی ولو وکیل القاضی لا یملکھا اتفاقا اور قبض دین کا وکیل مالک ہے خصومت کا برخلاف صاحبین کے اگر وکیل صاحب دین کے ہو اور اگر قاضی کا وکیل ہو تو بالاتفاق امام اور صاحبین کے وہ خصومت کا مالک نہیں کوکیل بقبض العین اتفاقا جیسے قبض عین کا وکیل بالاتفاق مالک خصومت نہیں مع اسواسطے کہ وکیل مذکور امین محض ہے تو مشابہ رسول کے ہوا تو اگر اپنے غلام کے قبض کا وکیل کیا سو ذو الید نے گواہ قائم کیے اسپر کہ موکل نے اسکو بیچ ڈالا ہے تو امر موقوف رہیگا تا حضور موکل غائب کے کذا فی الطحطاوی واما وکیل قسمۃ واخذ شفعۃ ورد بعیب وھبۃ ورد بعیب فیملکھا مع القبض اتفاقا بان صالح اور قسمت کا وکیل اور شفعہ لینے اور ہبہ پھیرنے اور رد بالعیب کا وکیل تو مالک ہے خصومت کا قبض کے ساتھ بالاتفاق کذا ذکرہ ابن ملک اھ ہ بقبض ہبتہ وان لا یقبضہ الا جمیعا فقبضہ لاحدھما لم یجز قبضہ المذکور علی ما ھو المختار لفقدہ لہ فلم یصر وکیلا وما ھو الرجوع علی المعزز بکلہ ولکن لا یقبض منھما دون درھم بحر موکل نے وکیل کو امر کیا اپنے دین کے قبض کا اور اسکا کہ نہ قبض کرو دین مگر تمام سو وکیل نے دین قبض کیا سوائے ایک درم کے تو اسکا قبض مذکور جائز نہیں موکل پر بسبب مخالفت کرنے کے تو وہ وکیل ہی ٹھہرا اور موکل کو جائز ہے اپنے دین کا بھر لینا ربوں سے پورا احد ایسی طرح نہ قبض کرے ایک درم سوائے ایک درم کے کذا فی البحر فلو لم یکن المقر بہ بینۃ علی الایفاء فقضی علیہ بالدین وقبضہ الوکیل فتلفہ عنہ ثم برھن المطلوب علی الایفاء للموکل فلا سبیل لہ للمدیون علی الوکیل اغا یرجع علی الموکل کان یدہ کید ہ ۔۔۔ خصومت تو اگر مدیون کے گواہ نہوں ادائے دین موکل پر پھر مدیون پر قاضی کا حکم ہوا ادائے دین کا اور وکیل نے اسکو قبضہ کیا سو اسکے ہاتھ میں تلف ہو گیا پھر مدیون

مطلوب نے اسرار دین کے موکل پر گواہ قائم کیے تو مدیون کی کوئی سبیل نہیں وکیل پر اور وہ تو موکل سے بھر لے گا جو اسنے وکیل کو دیا اسواسطے کہ وکیل کا قبض اور تصرف موکل کے قبضہ کے مانند ہوگا ذخیرہ الوکیل بالخصومۃ اذا ابی الخصم ان یحضر علیہ اذا کان وکیلا بالخصومۃ بطلب المدعی وثبت علیہ دفی الاشباہ لا یجبر الوکیل اذا امتنع عن نحو ما وکل فیہ بخلاف الاجیر کما فی الملتقط خصومت کا وکیل جبکہ خصومت کرنے سے انکار کرے تو خصومت کرنے پر زبردستی نہ ہوگی مگر اس صورت میں کہ وکیل بالخصومۃ مدعی کی درخواست سے ہوا ہو اور مدعا علیہ روپوش ہوگیا ہو اشباہ میں ہے کہ وکیل پر جبر نہیں جبکہ وہ باز رہے اسچیز سے جسمیں وہ وکیل مقرر ہوا بسبب تبرع ہونے وکیل کے مگر تین مسئلوں میں جبر کیا جائے گا چنانچہ مذکور ہو چکا اس بات کے پہلے بخلاف الکفیل فانہ یجبر علیہا للالتزام بخلاف ضامن کہ اسپر جبر نہ ہوگا خصومت پر بسبب التزام کے مگر لیے جو ضامن ہوا خصومت کا اسپر جبر ہوگا اور تصویر الحکمی یوں ممکن ہو کہ ضامن ہو کسی شخص کا جو اسپر ثابت ہو سو مطلوبنے یا المنسوب کا اقرار کیا اور طالب مدعی ہے تو ضامن سے خصومت کیجائیگی اس مال میں جو مدیون پر ثابت ہوگا کذا فی الطحطاوی وکلہ بخصومتہ ولو لخلاف حقوقہ من التاسوع علی ان لا یکون وکیلا فیما یدّعی علی الموکل جاز ھذا التوکیل فلو اثبت الوکیل المال لہ ای لموکلہ لم یازم الخصم الدفع لانہ لیس وکیلا فیہ ردّ موکل نے ایک شخص کو وکیل کیا اپنی خصومات میں اور اپنے حقوق کے لینے میں لوگوں سے اس شرط پر وکیل کیا کہ وہ وکیل نہوگا اسمیں جو موکل پر دعوے کیا جاوے تو یہ توکیل جائز ہے سو اگر وکیل نے موکل کا مال ثابت کیا پھر مخاصم نے دفع مال کا ارادہ کیا تو اسکا دعوی وکیل پر مسموع نہوگا اسواسطے کہ وہ اسمیں وکیل نہیں کذا فی الدرر ہم تو مدعا علیہ پر مال کے دینے کا حکم ہوگا پھر مخاصم کو اختیار ہے کہ موکل سے دفع دین کا عہدہ کرے وصح اقرار الوکیل بالخصومۃ مطلقا بغیر الحدود والقصاص علی موکلہ عند القاضی دون غیرہ استحسانا اور صحیح ہے خصومت کے وکیل کا اقرار سوائے حدود اور قصاص کے اپنے موکل پر قاضی کے نزدیک نہ غیر قاضی کے نزدیک استحسان کے رو سے نہ غیر خصومت کے وکیل کا اقرار مطلقا نہ قاضی نہ غیر قاضی کے نزدیک یعنے وکیل صلح یا وکیل قبض یا وکیل ملازمت کا اقرار اپنے موکل پر صحیح نہیں وان العزل الوکیل بہ ای بھذا لا اقرار حتی لا یدفع الیہ المال وان برھن بعد عزل الوکالۃ للتناقض درر وکیل خصومت کا اقرار اپنے موکل پر صحیح ہے اگرچہ وکیل معزول ہوجانے کے بعد اس اقرار کرنے سے تو وکیل کو مال نہ دیا جائیگا اگرچہ بعد اس اقرار کے گواہ لاوے وکالت بزعم انہ قضی کذا فی الدرر ہم صورت اسکی یہ ہو کہ مکان نے اسکو وکیل کیا اسکا کہ خصومت کرے موکل کی جانب سے دعوی بیع سے سو وکیل نے اپنے موکل پر اقرار کیا کہ اسنے بیع کی ہے تو وہ اس اقرار سے معزول ہوگیا وکالت سے تو اب خریدکا ثمن مدعی سے نہیں لے سکتا کذا فی الطحطاوی وکذا لو استثنی الموکل اقرارہ بان قال وکلتک بالخصومۃ غیر جائز کہ اقرار صح التوکیل ولا یستثنی علی الظاہر بزازیہ اور اسی طرح جب کہ موکل نے اپنا اقرار مستثنے کر لیا اسطرح کہ میں نے تجھکو خصومت غیر جائز الاقرار میں وکیل کیا تو توکیل اور استثنا صحیح ہے قول ظاہر پر کذا فی البزازیہ ہم بحر الرائق میں کہا خلاصہ یہ ہو کہ وکالت پانچ طرح ہے ایک یہ ہے کہ خصومت کا اقرار کرے تو وہ خصومت اور اقرار دونوں کا وکیل ہوگا ۲ یہ کہ اقرار کو مستثنے کرے تو فقط انکار کا وکیل ہوگا نہ اقرار کا ۳ یہ کہ انکار کو مستثنے کرے تو فقط اقرار کا وکیل ہوگا ظاہر الروایۃ میں ہے کہ خصومت جائز الاقرار میں وکیل کرے تو خصومت اور اقرار میں وکیل ہوگا ۴ یہ کہ خصومت غیر جائز الاقرار والانکار میں وکیل کرے اسمیں متاخرین کا اختلاف ہے کذا فی الطحطاوی فلو اخر عنہ ای بقاضی کما یفیدہ خبر یدع من الوکالۃ فلانۃ مع خصمہ درر تو بعد استثنا کے اقرار کیا وکیل نے اقرار کیا قاضی کے نزدیک تو صحیح ہوگا اور اس اقرار سے وکالت سے نکل جائیگا تو اسکا خصومت کرنا مسموع نہوگا کذا فی الدرر وصح التوکیل بالاقرار کما یفیدہ اطلاقہ بالتوکیل مع الحبس اور صحیح ہے موکل کو اپنے اقرار کا وکیل کرنا اور موکل اس توکیل بالاقرار سے مقرر نہ ہوجائیگا کذا فی البحر ہم طحطاوی نے اسکی توجیہ یوں مذکور کی ہے کہ ممکن ہے کہ موکل اقرار کے واسطے وکیل کرے شہود اور شعب اور خصومت کے خوف سے اگرچہ البحر کہے حق واجب ہوا اسواسطے کہ ہر شخص خصومت پر قادر نہیں سو اگر مخاصم البحر اثبات مال کا ارادہ کرے بسبب توکیل بالاقرار کے تو قاضی اسپر حکم نکرے گا وبطل توکیل الکفیل بالمال

لا لما یصیر عاملا لنفسہ اور باطل ہو مال ضامن کو وکیل کرنا تاکہ وہ اپنی ذات کے واسطے عامل ہو سو اسکی صورت اسکی یہ ہو کہ اگر ایک شخص کا دوسرے پر دین ہو اور کوئی مرد اسکا ضامن ہو سو طالب ضامن کو اس دین کے قبض کرنے کا وکیل کرے مدعا علیہ اصلی سے تو وکیل صحیح نہوگی اسواسطے کہ وکیل وہ ہو جو غیر کے واسطے عمل کرے اور اگر یہ وکالت صحیح ہو تو وکیل اپنے واسطے عامل ٹھہرے یعنے وہ ساعی ہوگا اپنے بری الذمہ ہونے مین تو رکن وکالت معدوم گیا پس وکالت باطل ہوگئی کذا فی العینی کما لا یصح لو وکلہ بقبضہ ای المدیون من نفسہ او عبدہ لان الوکیل متی عمل لنفسہ بطلت کما اذا وکل المدیون بابراء نفسہ فیصح ویصیر عزلہ قبل ابرائہ نفسہ شباہ ۔ جیسے صحیح نہین تو وکیل اگر مقرض وکیل کرے قبض دین کا وکیل کی ذات سے یا اپنیکے غلام ماذون مدیون سے اسواسطے کہ وکیل نے جبکہ عمل کیا اپنی ذات کے واسطے تو وکالت باطل ہوگئی مگر جبکہ دائن مدیون کو برای ذات مدیون کا وکیل کرے تو وکیل صحیح ہو اور صحیح ہو مدیون کا معزول کرنا وکالت سے قبل اسبات کے کہ وہ اپنی ذات کو بری الذمہ کرے کذا فی الاشباہ ہم قولہ اذا وکل الخ ضمیر فاعل ہر راجع والی کہ طرف اور مدیون بالنصب مفعول ہو مقیۃ المفتی مین ہو کہ اگر وکیل برای نفس مدیون کا وکیل کرے تو صحیح ہو اگرچہ وہ عامل ہوا پنے کے واسطے بسبب اپنے فارغ الذمہ کرنے کے اسواسطے کہ وہ عمل کرتا ہو صاحب دین کے واسطے اسکے دین کے اسقاط سے اور وکالت کی شرط یہ ہو کہ غیر کے واسطے عامل ہو نہ یہ کہ اپنی ذات کے واسطے عامل ہوا تتہ شراح کا یون کہنا کہ وکیل جب اپنے واسطے عمل کرے تو وکالت باطل ہوا وجہ ہو مگر یہ کہ اپنی ذات کے عمل کو خالص لنفسہ عمل پر محمول کیجے کذا فی الطحطاوی لو وکل المحال علیہ المحال علیہ بقبضہ من المحال علیہ وکل المدیون وکیل الطالب بالقبض لم یصح لاستحالۃ کونہ قاضیا ومقتضیا قتیہ یا وکیل کرے محتال محیل کو قبض دین کا محال علیہ سے یا وکیل کرے مدیون طالب کے وکیل کو تو صحیح نہین اسواسطے کہ ایک شخص کا دینے والا ہونا اور تقاضا کرنے والا ہونا محال کذا فی القنیہ ہم اگر کوئی کہے کہ محیل کے ذمے سے دین منتقل ہوگیا بسبب حوالے کے تو وہ اجنبی ہوگیا تو اسکی توکیل کیون صحیح نہین اسکا جواب یہ ہو کہ محیل ساعی ہوا اپنی براءت نفس مین اسواسطے کہ اگر محال علیہ مفلس مرجاے یا منکر حوالہ ہو بلا بیان تو دین محیل پر راجع ہوگا خلاصہ عبارت قنیہ یہ ہو کہ اگر دائن نے کسیکو اپنے مدیون سے دین لینے کا وکیل کیا سو مدیون نے اسی وکیل کو اپنی طرف سے بھی وکیل کیا کہ یہ میرا سیاب بیچ کر صاحب دین کا دین ادا کر سو اسنے بیچا اور ثمن لیا اور وہ تلف ہوگیا تو مدیون کا مال تلف ہوگیا کیونکہ اسکا قاضی اور مقتضی ہونا محال ہو اور ایک شخص صلاحیت نہین رکھتا کہ مطلوب اور طالب کا وکیل ہو قضا اور اقتضا مین کذا فی الطحطاوی بخلاف الکفیل بالنفس الرسول وکیل الاعمام بیسیم العنائم والوکیل بالتزویج حیث یصح ضمانہم کما یاتی سفیر بخلاف حاضر ضامن کے اور رسول القبض دین کے اور بادشاہ کے وکیل کے جو غنائم بیچنے کا وکیل ہو اور تزویج کے وکیل کے کہ ان کا تاوان دینا صحیح ہو اسواسطے کہ ہر شخص امین سے سفیر اور معبر محض ہو لیے حقوق عقود انکی طرف راجع نہین جو انکا ضمان صحیح ہو الوکیل بقبض الدین اذا کفل صح وبطل الوکالۃ کان الکفالۃ اقوی للزومہا فتبطل ما دونہا تسمحہ قبض دین کا وکیل جبکہ ضامن ہو جاے مدیون کا تو صحیح ہو اور وکالت باطل ہوگی اسواسطے کہ ضمانت قوی تر ہو وکالت سے بسبب لازم ہونے ضمانت کے اور عدم لزوم وکالت کے تو ضمانت ناسخ ہو سکتی ہو وکالت کی بخلاف العکس یعنے جبکہ دین کا ضامن ہو پھر قبض دین کا وکیل ہوا تو وکالت صحیح نہین اور ضمانت باطل نہوئی یہی مطلب ہو صنیع کے قول سابق کا کہ مال ضامن کی توکیل باطل ہو فلذا صح کفالۃ من کیل بالقبض علیہ وکالتہ تقدمت الکفالۃ او تاخرت لما قلنا اور اسی طرح جبکہ وکیل بقبض دین کی ضمانت صحیح ہوگی وکالت اسکی باطل ہو [illegible] ہو وکالت پر یا موخر ہو بسبب اس دلیل کے جسکو ہم کہ چکے یعنے ضمانت قوی تر ہو وکالت سے تو اسکی ناسخ ہوگی وکیل بیع اذا ضمن الثمن من المشتری لم یجز کما دانہ لیصیر ما ملا لنفسہ بیع کا وکیل جبکہ بالغ کے ثمن کا ضامن ہو مشتری کی جانب سے تو باطل ہوگا اسواسطے کہ مذکور ہوا کہ وکیل اپنی ذات کے واسطے عامل ہو جاتا ہو یعنے اور شرط وکیل یہ ہو کہ عامل بغیر ہو نہ اپنی ذات کے واسطے حاشیہ [illegible] بحکم الضمانت

ہو جم لبطلانہ وبدونہ لا لتبرعہ پھر اگر وکیل نے ثمن ادا کیا بحکم ضمان تو مشتری سے پھرلے بسبب باطل ہونے ضمان کے اور اگر بدون حکم ضمان ادا کیا تو مشتری سے نہ پھرلے بسبب اسکے تبرع اور احسان کے ادعی انہ وکیل الغائب بقبض دینہ فصدقہ الغریم امر یدفعہ الیہ عملا بالقرار ولا یصدق لو ادعی الایفاء دعوے کیا کہ وہ شخص غائب کا وکیل ہوا اسکے دین کے قبضہ کرنے مین سو مدیون نے مدعی وکالت کی تصدیق کی تو اسپر ادائے دین کا حکم کیا جاویگا بنا بر عمل باقرار مدیون اور مدیون کی تصدیق ہوگی اگر وہ ایفائے دین کا دعوے کریگا یعنے بمجرد دعوی ایفائے دین ثابت نہوگا فان حضر الغائب فصدق فی التوکیل فیہا ونفت والا امر الغریم یدفع الدین الیہ ای الغائب ثانیا لفساد الاداء بانکارہ مع یمینہ پھر اگر غائب آیا سوائے اسکے وکیل کرنے کی تصدیق کی تو بہتر اور خوب ہوا اور نہین تو مدیون کو حکم کیا جائیگا کہ غائب کو دوبارہ دین ادا کرے بسبب فاسد ہوجانے ادائے اول کے اسکے اول منکر ہونے سے قسم کے ساتھ ھ یعنے جب غائب نے قسم کھائی کہ یہ شخص میرا وکیل نہین تو مدعی وکالت کو دین دینا فاسد ٹھہرا لہذا اسپر دوبارہ ادائے دین لازم ہوگا ودرجم الغریم بہ علی الوکیل ان باقیا فی یدہ ولو حکما بان استہلکہ فانہ یضمن مثلہ خلاصۃ اور مدیون وکیل سے دین پھیرلے اگر دین اسکے ہاتھ مین باقی ہو اگرچہ بقائے دین حکمی ہو نہ حقیقی اسطرح کہ وکیل نے دین کو ہلاک کرڈالا ہو تو اسپر ضمان مثل لازم ہوگا کذا فی الخلاصہ وان ضاع کاھلاکہ بتصدیقہ اور اگر دین ضائع ہوگیا وکیل کے پاس تو مدیون اسکو نہین لے سکتا اسکی تصدیق پر عمل کرنے سے یعنے جب اسنے دین دیا اسکی وکالت کو تصدیق کرکے تو مدیون کا قصور ٹھہرا لہذا رجوع نہین کرسکتا الا اذا کان قد ضمنہ عند القبض لقدرتہ علی الدائن فانما لا ماخذہ الوکیل لانہ امانۃ لا تخون بنا الا کفالۃ الزیلعی وغیرہ مگر مدیون اسوقت وکیل سے دین پھیرلے جبکہ وکیل دفع دین کے وقت ضامن ہوا ہو مال کا یعنے اسکے حسیکو دائن دوسرے بار لے نہ اس مال کا جسکو وکیل نے لیا کیونکہ وہ امانت ہے جسکی ضامنی جائز نہین کذا فی الزیلعی فھو ہر صورت ضامنی کی صورت یہ کہ مدیون کہے وکیل سے کہ مان تو اسکا وکیل ہے لیکن میری خاطر جمع نہین کہ موکل وکالت کا انکار کرے اور مجھ سے دوسری بار اپنا دین لے تو وکیل ضامنی داخل کرے مال ماخوذ کی کذا فی الطحطاوی وقال لہ قبضت منک علی ان ابرأتک من الدین فھو کما لو قال لا جنب اخذت منک ھذہ البنت علی ان ابرأتک من مھر بنتی فان اخذتہ البنت ثانیا رجع الختن علی الاب فکذا ھذا بزازیۃ یا وکیل نے مدیون سے کہا کہ مین نے تجھ سے مال لیا اس شرط پر کہ مین نے تجھکو بری الذمہ کردیا دین سے تو وہ ایسا ہی جیسا کہ باپ نے داماد سے کہا اپنی بیٹی کے مہر مینے کے وقت کہ مین اس شرط پر تجھ سے لیتا ہون کہ مین نے تجھکو بری الذمہ کردیا اپنی بیٹی کے مہر سے سو اگر مہر کو بیٹی دوبارہ لے گی تو داماد باپ سے پھیر لے گا سو اسی طرح یہ مسئلہ ہے کذا فی البزازیۃ وکذا یضمنہ اذا لم یصدقہ علی الوکالۃ بیع صورتی السکوت والتکذیب ودفع ذلک علی زعم الوکالۃ فھذہ اسباب للرجوع عند الھلاک اور اسی طرح وکیل نے مال ضامنی کی جبکہ موکل اسکی تصدیق نکرے وکالت پر اور مدیون نے اسکو دین دیا وکالت کے گمان پر عدم تصدیق وکالت شامل ہے دو صورتون مین سکوت اور تکذیب کو تو یہ اسباب ہین رجوع دین کے جبکہ دین ہلاک ہوجاوے وکیل کے پاس ھ رجوع کے تین سبب ہین ایک یہ کہ عند الدفع وکیل مال کا ضامن ہوا دوسرا یہ کہ قبض کرے بشرط ابرای مدیون تیسرا یہ کہ ضامن ہو درصورت عدم تصدیق موکل فان ادعی الوکیل ھلاکہ ادفعہ لموکلہ صدق الوکیل بحلفہ پھر اگر وکیل ہلاک دین کا یا اپنے موکل کے دینے کا دعوے کرے تو اسکی تصدیق ہوگی وکیل کی قسم کے ساتھ ھ تصدیق وکیل سوائے مسائل ثلثہ رجوع مذکورہ مین ہوگی کذا فی الطحطاوی وفی الوجوہ المذکورۃ کلہا الغریم لیس لہ استرداد حتی یحضر الغائب اور سب وجوہ مذکورہ مین مدیون کو یہ نہین لینا دین کا وکیل سے جائز نہین تا حضور موکل غائب وان برھن انہ لیس بوکیل او علی اقرار بذلک او ادار استحلافہ لم یقبل محیط فی نقض ما اوجبہ للغائب ۔۔۔ اور اگر مدیون گواہ لایا اسپر کہ وہ شخص وکیل نہین دائن کا یا گواہ لایا وکیل کے اس اقرار پر

یعنے عدم وکالت کے اقرار پر یا مثلاً وکیل سے قسم لینے کا ارادہ کیا تو مقبول نہین بسبب سعی کرنے مدیون کے اس چیز کے توڑنے مین جسکو اسنے واجب کیا غائب کے واسطے یعنے مال مدفوع حق ہے غائب کا اور واقع اسکا بھیر لینا چاہتا ہے کذا فی الطحطاوی لنعم لو برھن ان الطالب جحد الوکالۃ فاخذ منہ المال تقبل بحر ان اگر مدیون گواہ لاوے اس پر کہ موکل طالب وکالت کا انکار کر چکا ہے اور وکیل نے مجھ سے مال لیا ہے تو بیان مقبول ہے کذا فی البحر یعنے اسواسطے مقبول ہے کہ نقض موکل بیجا نہ سے ہے کیونکہ ثابت بالبیان ثابت بالعیان کے مانند ہے کذا فی الطحطاوی دلو مات الموکل وورثہ عن ولدہ وھبہ لہ اخذ قائلا ولو ھا لکا ضمنہ لکا اذا صدقہ علی الوکالۃ اور اگر موکل مرگیا اور مدیون اسکا وارث ہوا یا موکل نے دین مدیون کو ہبہ کر دیا تو مدیون مال کو وکیل سے لے گا اگر مال قائم ہو اور اگر ہلاک ہوگیا ہو تو اس کا تاوان نہ لے مگر جبکہ مدیون وکیل کی وکالت پر تصدیق کر چکا ہو تو قائم مال کو لے گا نہ مالک کو ولو اقر بالدین وانکر الوکالۃ حلف ما علم ان المدائن وکلہ عینی اور اگر مدیون نے دین کا اقرار کیا اور وکالت کا منکر ہوا تو یہ قسم کھائی کہ اسکو معلوم نہین کہ دائن نے اسکو وکیل کیا ہے کذا فی العینی قال ان وکیل بقبض الودیعۃ فصدقہ المودع لم یبرء مریا لدفع الیہ علی المشھور خلافا لابن الشحنۃ کہا مین وکیل ہون قبض امانت کا سو امانت دار نے اسکی تصدیق کی تو اسکو وکیل کے دینے کا حکم نہ ہوگا بنا بر قول مشہور خلافا لابن شحنہ ھم چلبی نے کہا کہ ابن شحنہ نے امر بالدفع کی ابو یوسف سے روایت کی ہے اور بیان مذہب مذکور ہے تو کچھ معارضہ نہین ولو دفع لم یبرء لکا سبق داد مطلقا ام اور اگر امانت دار وکیل کو دیگا تو استرداد امانت کا مالک نہ رہیگا کسی طرح خواہ اسنے تصدیق کی ہو یا تکذیب یا سکوت بدلیل گذشتہ وکذا الحکم لو ادعی شراءھا من المالک وصدقہ المودع لم یؤمر بالدفع لانہ اقر بعدم الملک اور اسی طرح حکم ہے اگر ودیعت کی خرید کا دعوی کیا اور امانت دار نے اسکی تصدیق کی تو اسکے دینے کا حکم ہوگا کیونکہ یہ اقرار ہے غیر شخص پر جسم یہ علت ہے ولو ادعی انتقالہ الیہ بارث او الوصیۃ منہ وصدقہ امر بالدفع الیہ تقاصا علی ملاء للوارث الغائب لکن لا الی المیت دین مستغرق وکذا یمن التلوم فیھما لاحتمال ظھور وارث اخر اور اگر دعوی کیا وکیل نے ودیعت کے انتقال کا صاحب ودیعت سے بسبب ہبہ یا وصیت کے اور امانت دار نے اسکی تصدیق کی تو اسکو اسکے دینے کا حکم ہوگا بسبب منتفی ہونے وکیل مدعی اور امانت دار کے وارث کی ملک پر بشرطیکہ میت پر دین مستغرق متروکہ نہو اور ضرور ہے انتظار سے دونون صورتون ارث اور وصیت مین دوسرے وارث کے ظاہر ہونے کے احتمال سے یا دین مستغرق کے احتمال سے ولو اقام موتہ او قال لا ادری یومہ صالبرھن اور اگر امانت دار نے اسکی موت کا انکار کیا یا بولا کہ مین نہین جانتا تو ودیعت کے دینے کا حکم نہوگا حتی یقیم وارث گواہ اس موت پر ودعوی الایصاء کوکالۃ فالمودع میت وھو یقول انہ دفع قبل ثبوت انہ وصی اور دعوی ایصاء کا وکالت کے دعوے کے مانند ہے تو میت کے امانت دار اور اسکے مدیون کو جائز نہین دینا ودیعت اور دین کا قبل اسکے ثابت ہونے کے کہ مدعی وصی ہے میت کا یا وکیل ہو کہ اوصی الیہ بعشر الورثۃ بری ء ان حصتہ فقط اور مدعی وصی نہو سو مدیون کو بیچتے وارثون کو دیا یعنے مدیون فقط اسی وارث کے حصے سے بری الذمہ ہو جائیگا یعنے باقی وارثون کا سونپا ہوا سپرد باقی رہیگا ولو دکلہ بقبض مال غائب فادعی الغریم ما یسقط حق موکلہ کاداء او ابراء او اقرار بانہ ملکی دفع الغریم المال ولو عقارا الیہ لو کیلا لا الی رسولہ تسلیم صالبرھن اور اگر ایک شخص کو قبض مال کا وکیل کیا سو مدیون نے وہ دعوی کیا جو اسکے موکل کے حق کو ساقط کر دے جیسا کہ اداء دین یا ابراء دین یا موکل کا یہ اقرار کہ وہ مال میری ملک ہے یعنے مدیون کی ملک ہے تو مدیون وکیل کو مال دے اگرچہ نہین ہوا سواسطے کہ مدیون کا جواب قبول کرنا ہے دین اور وکالت کا جبتک گواہ نہ لاوے اپنے دعوے پر یعنے جبتک یون نہ کہے ادا ے دین کا دعوی کیا مثلاً تو اسنے دین اور وکالت کا اقرار کیا لہذا اسپر دینا لازم ہوا سید جموی نے کہا کہ یہ قول تعلیل ہونے کے لائق نہین [illegible] دعوی مذکور سے وکالت ثابت ہوتی اور ادای دین مجرد

دعوی ثابت نہوا تو اسکے حق میں تاخیر ہوگی وله تعجیز الموکل کالوکیل لان النیابة لا تتجزی فالموکل فرع اور مدیون کو جائز ہے قرض یا مثلاً ادا دینے کے انکار میں موکل پر نہ وکیل پر اسواسطے کہ نیابت ادا میں نہیں ہوتی قسم میں بخلاف زفر کے ولو وکله بعیب فاقامه واحد علی الیمین ثم ان الشفیع (وصی نائب علیہ حتی یحلف المشتری والفرق بین القضاء هنا فتنبه لا یقبل النقض بخلاف ما مر فتنبه خلافا للجماع اور اگر ایک شخص کسی شے کا دعوی کرے کہ میں نے اسکو خریدا ہے اور دوسرا شخص دعوی کرے کہ میں نے اسکو خریدا ہے اور مشتری لونڈی کے عیب سے راضی ہوگیا تھا تو وکیل بالبیع پر دعوی ملکیت تک مشتری قسم کھائے اور فرق دونوں مسئلوں میں ظاہر ہے (بقیہ حاشیہ) پر کہ قضا ظاہر پر ہوتا ہے اور ظاہر یہ نہیں کہ قبضہ کا نقض کو قبول نہیں کرتا بخلاف اسکے جو مذکور ہوچکا بخلاف مذہب صاحبین کہ انکے نزدیک ظاہر پر بھی حکم ہوتا ہے اگر دو شخص یہ گواہی دیں کہ ہم نے قاضی کو دیکھا کہ اس نے فلاں شخص کا فلاں شخص پر دعوی سنا اور اسطرح کا رفع عقد ہوگیا کیونکہ یہ رفع ہے اور اسطرح کا رفع عقد ہمارے اور قضا بالعقود والفسوخ جاری ہی صحت پر اگرچہ خطا ظاہر ہو کیونکہ امام کے نزدیک قضا نافذ ہے ظاہر ہو یا باطن دونوں میں بخلاف دعوی کے کہ اسمیں تدارک ممکن ہر تقدیر کہ وکیل سے استرداد سے اگر خطا ظاہر ہو قسم کھانے کے وقت اسواسطے کہ قضا یہاں باطن میں نافذ نہیں کیونکہ حکم نہیں مگر بحر و تسلیم تو قضا حقوق اور تنفیذ میں نہ ٹھہری کذا فی الفتح فلو برهنا الوکیل علی البائع بالعیب حضر الموکل وصدقه علی الرضا لم تکن له لانا بینا مع اتفاقا فی الاصح لان القضاء لا یتحول بل یتعدی بالرضا ثم ظهر خلافه فلا یفید بالمثل (بقیہ حاشیہ) پھر اگر وکیل نے لونڈی پھیر دی بالکل کر لینے حکم قاضی پھیر دینا آیا اور اگر بائع کی تصدیق کے اپنے راضی ہوجانے پر تو وہ لونڈی موکل مشتری کی ہوگی بالاتفاق امام اور صاحبین کے قول اصح میں اسواسطے کہ قاضی کا حکم دلیل سے نہیں بلکہ ولایت کی رضامندی سے ہے پھر اسکے خلاف ظاہر ہوا تو حکم نافذ نہوگا باطن میں کذا فی التتارخانیة وللمأمور بالشراء والبناء والغرس والاستئجار والاستخدام والصبغ والقصارة والخیاط والحمل والرکوب والاستیداع والمضاربة والشرکة والرهن والارتهان والایداع والاستبضاع والاستعارة والاعارة والاقراض والاقتراض والبیع والشراء والنکاح والطلاق والخلع والصلح عن دم العمد والعتاق والکتابة والصدقة والهبة والتسلیم والقبض والاقباض والاستیفاء والایفاء والمرافعة الی القاضی والشهادة عنده والتزکیة والتعدیل والاقرار بالحقوق والدعوی والانکار والابراء عن الحقوق والخصومة فی کل شیء وقبض الودیعة والعاریة والمستأجر والمرتهن والمضاربة والشرکة والوکیل بالبیع والشراء والمستودع والمودع والمرتهن والمستأجر والمستعیر والمضارب والشریک

منتقل بالدیون کی طرف منسوب ہوا اور اسی طرح در المختار کے بعض نسخون مین ہو اور اسی طرح منح الغفار مین ہو بلا استدراک اور وجہ اسکی یہ ہو کہ جو دراہم کہ مدیون پر دین ہین گویا قائم اور موجود ہین تو وکیل متبرع نہوگا کذا فی الطحطاوی وصحّ انفق من مالہ لحلال مال الیتیم غائب فھو ای الوصی کاب متطوع ان یشھد انہ تمرضی علیہ اوالہ یرجع علیہ جامع الفصولین وغیرہ وعلل فی الخلاصۃ بان قول الوصی ان اعتبر فی الانفاق لکنہ لا یقبل فی الرجوع فی مال الیتیم الا بالبینۃ ایک وصی نے خرچ کیا اپنے مال سے اور حالانکہ مال یتیم اسوقت موجود نہین تو وصی باپ کے مانند متطوع اور متبرع ہو مگر یہ کہ وصی صرف کیوقت گواہ کرلے اسکے کہ وہ خرچ کرتا بطریق قرض کے ہو یا کہ وہ پھیر لیگا یتیم سے کذا فی جامع الفصولین وغیرہ اور علت اسکی خلاصہ مین یون بیان کی ہو کہ وصی کا قول اگرچہ خرچ کرنے مین معتبر ہو لیکن مال یتیم سے بھر لینے مین مقبول نہین بلا شہادت مع غائب ہونے کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر یتیم کا مال حاضر ہوگا تو بطریق اولے متبرع ٹھہرے گا **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے الوکالۃ المجردۃ لا تدخل تحت الحکم وبیانہ فی الدرر وکالت مجردہ یعنے جو وکالت حقوق العباد سے خالی ہو وہ تحت حکم حاکم داخل نہین اور بیان اسکا درر مین ہو مع صغرے سے منقول ہو کہ قبض دین کے وکیل نے جبکہ مدعا علیہ کو حاضر کیا سواسکے تو وکیل کا اقرار کیا اور دین کا منکر ہوا تو وکالت ثابت نہوگی تو اگر وکیل اثبات دین کے واسطے گواہ لانا چاہے تو مقبول نہین یعنے قاضی اسکو سماعت نکرے گا انتہے بقدر الضرورۃ وصح التوکیل بالتسلم اور صحیح ہو توکیل بیع سلم کرنے مین مع صورت اسکی یہ ہو کہ کچھ روپے کسی آدمی کو دے تاکہ وہ مثلاً گیہون پر عقد سلم کرے تو وکیل کرنا جائز ہو مانند بیع اور شرا کے کذا فی الطحطاوی لا یقبل عقد السلم صحیح نہین وکیل کرنا عقد سلم کے قبول کرنے مین مع صورت اسکی یہ ہو کہ کسیکو وکیل کیا کہ روپے طعام کے مین سو وکیل نے روپے لیلئے اور موکل کو دیئے تو طعام وکیل پر ہو نہ موکل پر اور روپے وکیل کے موکل کے ذمہ پر قرض ٹھہرنے کے اسواسطے کہ توکیل باطل ہو کذا فی الطحطاوی پھر شارح نے قاعدۂ مذکورہ پر تفریع کی فلا تتوکل ان یسلم من یدہ فی قریۃ فحصر یہ تو وقف کے ناظر کو جائز ہو کہ عقد سلم کرے وقف کے محاصل سے مسجد یا مدرسہ کے تیل اور چٹائیون مین مع لینے اگر وقف سے دراہم یا دنانیر حاصل ہوئے اور مسجد کے چراغ روشن کرنے کے واسطے عقد سلم کیا تیل مین یا فرش کے واسطے چٹائیون مین سلم کیا تو صحیح ہو اسواسطے کہ ناظر وکیل ہو واقف کا او توکیل بالسلم صحیح ہو ولیس لہ ان یوکل بہ من جعلہ بحل امینا علی القریۃ فیامرہ بعقد السلم ویسلم منہ ما قرر لہ بالطحلاء وکیل الواقف والوکالۃ امانۃ کالبضع یعمہا وتعامہ فی شرح الوھبانیۃ اور جائز نہین ناظر کو کہ وکیل کرے عقد سلم کا اس شخص کو جسکو امین مقرر کیا ہو قریہ وقف پر کچھ مال معین کرکے کہ ناظر امین کو عقد سلم کا امر کرے اس انا ج مین جو وقف کی زمین مین پیدا ہو اور راس المال سلم کا اس مین سے لے باطن مین بعوض اس وظیفے کے جو ناظر کے واسطے مال وقف سے مقرر ہوا یا اسواسطے جائز نہین کہ ناظر وکیل ہو واقف کا اور وکالت امانت ہو جیسکی بضع صحیح نہین اور پورا بیان اسکا شرح وہبانیہ مین ہو مع امین کو جو ب ارض وقف مین عقد سلم اسواسطے جائز نہین کہ توکیل بقبول عقد سلم صحیح نہین اور ناظر کو امین سے مال لینا اسواسطے جائز نہین کہ ناظر واقف کا وکیل ہو محاصل قریہ کے قبض کرنے کا تو جب ناظر نے امین سے کچھ مال لیا بعوض اپنے وظیفہ معینہ کے تو اسنے وکالت کو بیجا حالانکہ بیع کی وکالت کی صحیح نہین کذا فی الطحطاوی ملخصاً

باب عزل الوکیل

یہ باب ہو معزولی وکیل کے احکام مین الوکالۃ من العقود الغیر اللازمۃ کالعاریۃ فلا یلزم فیہا ما یلزم فی العقود کما ان العقود یعنی ہو جو لازم نہین جیسا کہ عاریت ہو وکالت مین خیار القبول داخل نہین ہوتا مع عقد لازم مین خیار شرط کی حاجت ہو جیسا صاحبین فتح عقد کرے اسکے اور وکالت خود عقد غیر لازم ہو تو اسمین خیار شرط کی بھی حاجت نہین ولا یصح الحکم بہا مقصودا وانما یصح فی ضمن دعوی صحیحۃ علی غریم وبیانہ فی الدرر اور حاکم کو ثبوت وکالت پر مقصود بالذات حکم کرنا صحیح نہین ثبوت وکالت کا تو حکم صحیح نہین ہوتا مگر ضمن دعوی صحیح کے مدیون پر اور بیان اسکا درر مین ہو مع قبیل اسیا کے عنقریب گذرا درسے کہ اگر مدعا علیہ وکالت کا منکر ہو اور دین کا منکر ہو

وکالت ثابت نہیں ہوتی عدم علم کی وجہ یہ ہو کہ حکم سے وکالت لازم ہو جاتی ہو اور حالانکہ وکالت شرعًا غیر لازم ہو پھر مصنف نے عدم لزوم وکالت پر تفریع کی آیندہ قول مین فللموکل العزل متی شاء سالم یتعلق بہ حق الغیر کوکیل خصومۃ بطلب الخصم کما سیجیء تو موکل کو اختیار ہو وکیل کے معزول کرنے کا جبکہ یہ تاوقتیکہ اسکے حق غیر متعلق منوجیسے خصومت کا وکیل مدعی کی طلب سے چنانچہ آگے آویگا ہم لینے اگر مدعی کی خواہش سے مدعا علیہ غائب کا کوئی وکیل مقرر ہوا ہو تو مدعا علیہ اسکو معزول نہین کرسکتا سواسطے کہ اگر مدعا علیہ حاضر ہے تو اسکا حق فوت ہو جاوے اور اگر مدعا علیہ موجود ہو یا وکالت بلا طلب مدعی ہو تو وکالت لازم نہین موکل کو اسکے معزول کرنے کا اختیار ہو ولو الوکالۃ بدودیۃ فی طلاق وعتاق علی ما صححہ البزازی وصیح عن العینی خلافہ فتنبہ معزول کرنا وکیل کا صحیح نہین اگرچہ وکالت دوری ہو طلاق یا عتاق مین بنا بر اسکے قول کے جسکی تصحیح کی ہو بزازی نے اور عنقریب آوے گا عینی سے تو خیار رہنا ہم وکالت دوری یہ کہ موکل کہے وکیل سے کہ بیچ تجھکو فلانے کام کا وکیل کیا جبکہ مین تجھکو معزول کردون تو تو میرا وکیل ہو کذا فی الدرر یشترط علم الوکیل اعنی القضری اما الحکمی فتثبت وینعزل قبل العلم کالرسول موکل کو معزولی کا اختیار ہو بشرطیکہ معلوم ہونے وکیل کے لیئے عزل قصدی مین علم وکیل شرط ہو اور عزل حکمی چنانچہ موکل کی موت مین تو عزل ثابت ہوگا اور وکیل معزول ہو جائیگا قبل علم کے چنانچہ رسول معزول ہو جاتا ہو رسالت سے قبل علم کے دلا یعزلہ قبل وجود الشرط فی المعلق بہ او الشرط بہ یعنی شرح وھبانیۃ اگرچہ اسکا معزول کرنا قبل وجود شرط کے ہو اس وکالت مین جو معلق بشرط ہو اسی قول کا فتوی ہو کذا فی فتح الوہبانیہ وثبت ذلک ای العزل بمشافہۃ بہ وبکتابۃ مکتوب بعزلک او ارسالہ رسولا کممیز اعدلا او غیرہ لقنا حرًا او عبدًا صغیرا او کبیرا صدقہ او کذبہ ذکرہ المصنف فی متفرقات القضاء اور وہ لینے معزول کرنا بالمشافہہ معزول کرنے سے ثابت ہوتا ہو اور معزول کے خط لکھنے سے اور رسول ممیز کی پیام رسانی سے خواہ رسول عادل ہو یا غیر عادل بالاتفاق آزاد ہو یا غلام صغیر ہو یا کبیر وکیل اسکی تصدیق کرے رسالت مین یا تکذیب ذکر کیا ہو اسکو مصنف نے اپنی شرح مین متفرقات قضا کے مسائل مین ہم ممیز کی قید سے مجنون اور بیہوش اور صغیر غیر ممیز خارج ہو گیا لذا قال الرسول الموکل ارسلتک الیک لا یلغک عزلہ ایاک عن الوکالۃ عزل ثابت ہوتا ہو جبکہ پیام رسان یون کہے کہ موکل نے مجھکو تیرے پاس بھیجا ہو تاکہ مین تجھکو تیرے معزول کردینے کی وکالت سے خبر پہونچاؤن ولو اخبرہ فضولی یا العزل فلا بد من احد شطری الشہادۃ عدلا او عدالۃ کاخوین تقا المتقدم فی المتفرقات اور اگر وکیل کو فضولی معزولی کی خبر کرے تو ضرور ہو ثبوت عزل مین شہادت کے دو طریقون مین سے ایک طریقہ باعتبار شمار کے یا عدالت پس انچہ اسکے مانند اور مسائل مین جو اوپر مذکور ہو چکے ہین ابواب تفرقہ مین ایک جزء شہادت کا شرط ہو ہم اخوات متقدمہ مساخیار مولے بجہالت عبد اور شفعی کو بیع کی خبر پہونچنا اور باکرہ کو نکاح کی اور مسلم غیر مہاجر کو احکام شرعیہ کی خبر اور عیب کی خبر قاصد شرا کو اور حجر ماذون اور فسخ شرکت اور عزل قاضی اور متولی وقف کی خبر ان سب امور مذکورہ کی اخبار مین یہ شرط ہو کہ یا دو شخص خبر کرین یا ایک عادل و قد منا انہ متی صدقہ قبل ولو فاسقا اتفاقا ابن ملک اور پہلے مقدم ذکر کیا کہ جب وہ مخبر کی تصدیق کرے تو اسکی خبر مقبول ہو اگرچہ مخبر فاسق ہو بالاتفاق کذا صرح ابن ملک و فرع علی عدم لزومہا من الجانبین بقولہ اور مصنف نے عدم لزوم وکالت پر دونون طرف موکل اور وکیل سے تفریع کی اپنے قول آیندہ سے فلو وکیلی ای بالخصومۃ وبشراء المعین لا الوکیل بنکاح وطلاق وعتاق وبیع مالہ وبشراء شیء بعینہ کما فی الکافی عزل نفسہ بشرط علم موکلہ خصومت کے وکیل اور شیء معین کی خرید کے وکیل کو اپنا معزول کرنا جائز ہو بشرطیکہ واقف ہو موکل کے نہ نکاح اور طلاق اور عتاق اور مال موکل کی بیع اور شیء غیر معین کی خرید کے وکیل کو کذا فی الاشباہ یعنے نکاح وغیرہ کے وکیل کو اپنا معزول کرنا صحیح ہو اگرچہ اسکا موکل معزولی کو نجانے وکذا یشترط علم السلطان بعزل قاض ولمام نفسہا ولکاتبہ کما بسطہ فی الجواہر اور اسی طرح دانست بادشاہ کی قاضی اور امام مسجد کے اپنی ذات کی معزول کرنے کی شرط ہو اور نہین تو معزولی ثابت نہین چنانچہ جواہر الفتاوی مین اسکو مشرح بیان کیا ہو لیکن اگر قاضی نے آپ کو قضا سے معزول کیا اور

امام جمعہ یا عید نے آپکو امامت سے معزول کیا تو صحیح نہین بدون علم سلطان کے وکلہ بقبض الدین ملہ عزلہ ان لغیر حضرۃ المدیون وان وکلہ بحضرتہ کالمتعلق حقہ بہ کما مر وکیل کیا کسیکو قبض دین کا تو وکیل اپنے معزول کرنے کا مالک ہوا اگر اسکو موکل نے بلا حضور مدیون وکیل کیا ہو اور اگر اسکو مدیون کے سامنے وکیل کیا تو وہ اپنے معزول کرنے کا مالک نہین لسبب متعلق ہونے حق مدیون کے ساتھ اسکے جیسا کہ مذکور ہو چکا کہ درصورت تعلق حق غیر وکالت لازم ہوتی ہے تعلق حق مدیون یون ہے کہ اگر معزول بلا علم مدیون صحیح ہو تو مدیون مغرور یعنے فریب خوردہ ہو جائیگا درصورت ادائے دین بوکیل لہ اذا علم بہ بالعزل المذکور فحینئذ ینعزل ثم فرع علیہ یقول لہ مگر جبکہ مدیون معزولی کو معلوم کر جاے تو اب فوت مین وکیل معزول ہو جائیگا یہ مصنف نے اس قاعدہ پر قول اسیدہ کو تفریع کیا فلو دفع المدیون دینہ المیراثی الوکیل قبل علمہ بالعزل برئ بعدہ کالمودعۃ لغیر وکیلہ اگر مدیون نے موکل کا دین وکیل کو دیا قبل دانست مدیون بعزل وکیل تو وہ بری الزمہ ہو گیا اور بعد دریافت معزولی کے بری الزمہ نہو گا بسبب دینے مدیون کے غیر وکیل کو یعنے جب اسکو معلوم ہو گیا کہ وکیل نے آپکو وکالت سے معزول کیا اور پھر اسکو دین دیا تو بری الزمہ نہو گا کیونکہ اسنے غیر وکیل کو دیا اور غیر وکیل کے دینے سے دین ادا نہین ہوتا ولو عزل العدل الموکل بیسیر الرھن نفسہ بحضرۃ المرتھن ان رضی بہ بالعزل صح وکان کما لو کان یتعلق حقہ بہ وکذا لو کان یطلب المدیع عند غیبتہ کما مر اور اگر اس عادل نے جو وکیل مقرر ہوا ہی راہن کا مرہون کی بیع کے واسطے اپنی ذات کو معزول کیا مرتہن کے سامنے اگر مرتہن راضی ہو گیا معزولی سے تو صحیح ہوا ورنہین تو صحیح نہین لسبب متعلق ہونے حق مرتہن کے ساتھ اسکے اور اسی طرح ہے خصومت کی وکالت مدعی کی طلب سے غیبت مدعا علیہ کے نزدیک چنانچہ مذکور ہو چکا عنقریب ہم طحطاوی نے کہا کہ ظاہر اقید عدالت وکیل کی بمقتضاے غالب عادت کے ہے والا تو وکیل بیع رہن کی عدالت پر موقوف نہین ولیس منہ توکیلہ بطلاقہا بطلبہا علی الصحیح کما نہ کاحق لہا فیہ وکما قولہ وکما عزلتک فانت وکیلی بعزلہ لم یکن عزلا کما مر معزول نہین اور نہین ہوا اس قسم سے جسمین حق غیر متعلق ہو وکیل کرنا زوجہ کی طلاق کا زوجہ کی طلب سے بنا بر قول صحیح کے اسواسطے کہ زوجہ کا حق اسمین کچھ نہین اور نہین ہو قسم مذکور سے موکل کا یون کہنا کہ ہر بار کہ مین تجھکو معزول کرون تو تو میرا وکیل ہی بسبب اسکے معزول ہونے کے اس قول سے کہ ہر بار کہ مین تجھکو وکیل کرون تو تو معزول ہی کذا فی العینی ہم طحطاوی نے کہا کلما عزلتک فانت وکیلی مین اسواسطے عزل ثابت ہوتا ہی کہ اسمین حق وکیل متعلق نہین وقول الوکیل بعد القبول بحضرۃ الموکل الغیب توکیلی او انا بری من الوکالۃ لیس باعزل لجحود الموکل بقولہ لم اوکلک الا لیکون عونا لی کما ان یکون خزانا لہ کذا ان یقول الموکل لہ لا اوکلک بشئ فقد مر تفصیلہ فتذکر اور وکیل کا یون کہنا بعد قبول وکالت کے موکل کے سامنے کہ مین نے تیری توکیل کو لغو کر دیا یا کہ مین بری ہون وکالت سے معزول کرنا نہین ہی جیسے موکل کا یون انکار کرنا کہ جیسے تجھکو وکیل نہین کیا غزل نہو گا مگر یہ کہ موکل وکیل سے کہے کہ واللہ مین تجھکو کسی چیز کا وکیل نہین کرتا سوا البتہ مین نے تیری سستی اور کاہلی معلوم کی تو عزل ثابت ہو گا کذا فی الزیلعی لکنہ ذکر فی الوصایا ان جحودہ عزل وحملہ المصنف علی ما اذا اوقر الوکیل علی الترک لیکن زیلعی نے کتاب الوصایا مین ذکر کیا کہ موکل کا انکار عزل ہی اور مصنف نے اپنی شرح مین اسکو اسپر محمول کیا ہی جب وکیل موکل کے ساتھ موافقت کرے ترک وکالت پر ہم یعنے انکار موکل اس وقت مین عزل ہی جب کہ وکیل بھی وکالت کو چھوڑ دے لکن اثبتا القہستانی اختلاف الروایۃ وقدم الثانی وعللہ بان جحودہ اعدلا النکاح فضخ ثم قال وفی الدرایۃ لم ینعزل بالجحود انتہی فلیحفظ لیکن قہستانی نے اختلاف روایت کا ثابت کیا ہی اور قول ثانی یعنے عزل ہونا انکار کا اسکو مقدم ذکر کیا ہی اور وجہ اسکی یون بیان کی ہی کہ ماورائے نکاح کے انکار فسخ ہی پھر قہستانی نے کہا اور دوسری روایت مین وکیل معزول نہین ہوتا انکار سے انتہے کلام القہستانی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم اور اسی طرح حموی نے اختلاف روایت ثابت کیا ہی چنانچہ ولوالجیہ سے نقل کیا ہی کہ اگر وکیل نے انکار کیا تو وہ رجوع ہی اور جامع کبیر مین ہی کہ یہ رجوع نہین تو اسمین دو روایتین ہین اور اسی طرح جحود وکالت مین وکیل یا موکل سے اور جحود

شرکت اور مجرد ودیعت اور مجرد متابعین یا مستاجرین مین خلاف ہی اور صحیح یہ ہی کہ مجرد رجوع ہی اسواسطے کہ مجرد منع ہی اتحے علامہ مقدسی نے کہا محتمل ہی کہ تصحیح خاص وصیت مین ہی یا سب مین اتحے اور ظاہر اصحیح کی تصحیح متبادر ہی چنانچہ تعلیل قہستانی کی اسکی مؤید ہی کذا فی الطحطاوی وینعزل الوکیل بلا عزل بنہایۃ الشئ للوکل فیکلہ وکلہ بقبض دین فقبضہ بنفسہ او وکلہ بنکاح فتزوجہ الوکیل بنزلایہ اور معزول ہوجاتا ہی وکیل بدون معزول کرنے کے اُس چیز کے منتہی ہونے سے جسمین وہ وکیل مقرر ہوا چنانچہ اگر اسکو قبض دین کا وکیل کیا سو موکل نے اسمیں بذات خود قبضہ کر لیا یا اسکو نکاح کا وکیل کیا سو موکل نے وکیل کے ساتھ نکاح کر دیا کذا فی البزازیہ دلو باع الموکل والوکیل معًا ولم یعلم السابق فبیع الموکل اولی عند محمدؒ وعند ابی یوسفؒ یتوقفان ویخیران کما فی الاختیار وغیرہا اور اگر موکل اور وکیل نے ساتھی بیع کی اور معلوم نہین کہ پہلی بیع کونسی ہی تو موکل کی بیع مقدم ہی محمدؒ کے نزدیک اور ابو یوسف کے نزدیک دونون مشتری مبیع مین شریک اور مختار ہین جاہین بیع قائم رکھین جاہین فسخ کرین کذا فی الاختیار وغیرہ وینعزل بموت احدھما وجنونہ مطبقا بالکسر ای مستوعبا سنۃ علی الصحیح درر وغیرھا لکن فی الشرنبلالیۃ عن المضمرات شہرًا وبہ یفتی وکذا فی القہستانی والباقانی وجعلہ قاضیخان فی فصل فیما یتعلق بالمجتہدات قول ابی حنیفۃ وعلیہ الفتوی فلیحفظ اور وکیل معزول ہوتا ہی وکیل اور موکل دونون مین سے ایکے مرجانے سے اور ایکے سال بھر کے جنون سے بنا بر قول صحیح کذا فی الدرر وغیرہا لیکن شرنبلالیہ مین ہی مضمرات سے کہ مہینے بھر کے جنون سے معزول ہوتا ہی اسیکا فتوے ہی اور اسی طرح قہستانی اور باقانی مین ہی اور قاضی خان نے اس فصل مین جسمین قضا بالمجتہدات کا مذکور ہی جنون شہری کو ابو حنیفہ کا قول قرار دیا ہی اور یہ کہ اسی قول پر فتوے ہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم مطبق بالکسر یعنی مستوعب کامل ہی اور اسیدون نے یعنی دائم تفسیر کیا ہی بحر الرائق مین مصباح سے منقول ہی کہ عوام مطبق بالفتح بولتے ہین وبالحکم یلحق المرتد ثم لا تعود وکالتہ مسلما علی المذہب وکایا فتہ بحس اور وکیل معزول ہوجاتا ہی وکیل یا موکل کے حکم لحوق دار الحرب سے مرتد ہوکر پھیر وکالت عود نہین کرتی اسکی پھر آنے سے دار الاسلام ہین مسلمان ہوکر اور نہ ایکے جنون جاتے رہنے سے بنا بر مذہب صحیح کذا فی البحر ہم یعنے جبکہ مرتد ہوگیا پھر وکیل ٹھہرا پھر دار الحرب مین جاکر مر گیا اور قاضی نے لحوق دار الحرب پر حکم کر دیا تو معزول ہوگا اسواسطے کہ مرتد کے تفرقات قبل حکم لحوق موقوف ہین انکے نزدیک تو اسی طرح وکالت مرتد بھی موقوف ہی اگر مسلمان ہوگیا تو نافذ ہی اگر مقتول ہوا یا دار الحرب مین جا ملا تو وکالت باطل ہی کذا فی الطحطاوی وفی شرح المجمع واعلم ان الوکالۃ اذا کانت لازمۃ کما تبطل بعذہ العوارض فلذا قال الا الوکالۃ اللازمۃ اذا وکل الراہن العدل او المرتہن ببیع الرہن عند حلول الاجل فلا ینعزل بالعزل کما یموت الموکل وجنونہ اور شرح مجمع مین ہی کہ جان لے کہ وکالت جب لازم ہوتی ہی تو ان عوارض سے باطل نہین ہوتی تو اسی وجہ سے مصنف نے کہا بجز وکالت لازمہ کے یعنے مثلاً جب راہن نے شخص عادل یا مرتہن کو وکیل کیا بیع رہن کا مدت کے آنے وقت تو وہ معزول نہوگا معزول کرنے سے اور نہ موکل کی موت اور اسکے جنون سے ہم مرتہن عطف ہی عدل پر اور راہن پر اسکا عطف کرنا صحیح معین اسواسطے کہ مرتہن بیع کا مالک نہین کذا فی الطحطاوی کالوکیل بالحکم بالبیع والوکیل ببیع الوفاء لا ینعزلان بموت الموکل بخلاف الوکالۃ بالحقوقیۃ الا للطلاق البزازیہ بتعبیر امر بالبیکا وکیل اور بیع الوفا کا وکیل معزول نہین ہوتے دونون موکل کی موت سے بخلاف خصومت یا طلاق کی وکالت کے کذا فی البزازیہ ہم یعنے وکالت بالخصومۃ اگرچہ لازم ہی لیکن وکیل اسمین موت اور جنون موکل سے معزول ہوجاتا ہی قلت والحاصل کما فی البحر ان الوکالۃ ببیع الرہن تبطل بالعزل حقیقۃ لو حکمیا کما بأحد وجہ عحاقہ یخرج رجعۃ وفیما عداھا من اللازمۃ کما تبطل بالحقیقی بل بالحکمی وبالخروج عن کاھلیۃ تبطل فاطلاق الکنز غیر نظر مین کہتا ہون اور خلاصہ یہ ہی جو بحر الرائق مین ہی کہ بیع رہن کی وکالت باطل نہین ہوتی عزل سے خواہ عزل حقیقی ہو یا حکمی چنانچہ موت اور نہ خارج ہوجانے سے لیاقت توکیل سے بسبب جنون اور ارتداد کے اور اسکے سوا وکالت لازمہ یا باطل نہین ہوتی عزل حقیقی سے بلکہ باطل ہوتی ہی عزل حکمی سے اور اہلیت کے خارج ہوجانے سے

مین کہتا ہون تو درر کے اطلاق مین بحث ہم درمین یون کہا ہی کہ جب حق غیر متعلق ہو تو وکیل معزول نہین ہوتا انتہے اور تعلق حق غیر وکالت بالخصومۃ بالتماس طالب کو بھی شامل ہی اور حالانکہ اسمین ایسا حکم نہین کذا فی المنح وینعزل بافتراق احد الشریکین او بتوکیل ثالث بالتصرف ان یعلم الوکیل انہ عزل حکمی اور وکیل معزول ہوتا ہی احد الشریکین کے افتراق سے اگرچہ وکالت بتوکیل ثالث ہو تصرف کے واسطے اور گو کہ وکیل کو عزل کا علم نہو اسواسطے کہ وہ عزل حکمی ہی ہم اطلاق ماتن اسکو شامل ہی کہ دونون شریکون مین افتراق ہو شرکت کے بطلان سے چنانچہ دونون مال یا ایک مال ہلاک ہو جاے قبل خرید کے تو وکالت تمیمیہ بھی باطل ہوگی اور اسکو شامل ہی کہ دونون یا ایک شریک نیسے شخص کو تصرف کا وکیل مقرر کرین تو بعد افتراق وہ معزول ہوگا وینعزل بحجر مولاہ عن التجارۃ وحجر ای مولاہ لو ماذونا کذا بالای علم الوکیل لانہ عزل حکمی کما مر اور وکیل معزول ہوتا ہی اپنے موکل کے عاجز ہونے سے ادائے بدل کتابت سے اگر موکل عبد مکاتب ہو اور اپنے موکل کے محجور ہونے سے اگر موکل عبد ماذون فی التجارۃ ہو اسی طرح معزول ہو جاتا ہی یعنے اسکو علم ہو عزل کا یا نہو اسواسطے کہ وہ عزل حکمی ہی چنانچہ مذکور ہو چکا وہذا اذا کان وکیلا فی العقود والخصومۃ اما اذا کان وکیلا فی قضاء دین واقتضائہ او قبض ودیعۃ فلا ینعزل بالحجر وحجر اور یہ یعنے عزل بسبب عجز اور حجر کے اسوقت ہی جبکہ وہ وکیل ہو عقود اور خصومت مین اور جب کہ وکیل ہو ادائے دین اور طلب دین اور قبض ودیعت مین تو معزول نہین ہوتا عجز مکاتب اور حجر ماذون سے وہو عزل المولی وکیل عبدہ الماذون لیس بعزل اور اگر مولے نے اپنے غلام ماذون کے وکیل کو معزول کیا تو وہ معزول ہوگا وینعزل بتصرفہ ای المولی بنفسہ فیما وکل فیہ لتضمنہ فیحجر الوکیل عن التصرف معہ دلالۃ کما لو طلقہا واحدۃ او العدۃ باقیۃ فللمولی تطلیقہا اخری لبقاء المحل اور معزول ہوتا ہی وکیل مولی کے بذات خود تصرف کرنے سے اس فعل مین جسمین وہ وکیل مقرر ہوا مولی کے ایسے تصرف سے عزل ہوتا ہی کہ وکیل اسکے ساتھ تصرف کرنے سے عاجز ہو جاے اور اگر وکیل عاجز نہو تو وہ معزول نہین ہوتا چنانچہ اگر موکل نے اپنی زوجہ کو ایکبار طلاق دی اور حالانکہ عدت باقی ہی تو وکیل کو دوسری طلاق دینا جائز ہی بسبب باقی رہنے محل طلاق کے ہم موکل کے جس تصرف کے ساتھ وکیل تصرف نہین کر سکتا اسواسطے معزول ہو جاتا ہی کہ وکالت کی حاجت باقی نہین رہتی چنانچہ عتاق عبد یا کتابت کا وکیل کیا پھر اسکو موکل نے خود آزاد کر دیا یا مکاتب کیا یا تزویج یا خرید کا وکیل کیا سو آپ نکاح کر لیا یا مول لیا یا طلاق کا وکیل کیا سو خود اسکو تین بار طلاق دی یا ایکبار طلاق دی اور عدت گذر گئی یا خلع کا وکیل کیا سو آپ خلع کر لیا ولو ارتد الزوج او لحق وقع حلال وکیلہ ما بقیتا لعدۃ اور اگر زوج مرتد ہو گیا یا دار الحرب مین لاحق ہوا تو اسکے وکیل کی طلاق واقع ہوگی جب تک عدت باقی ہی ہم بحر الرائق وغیرہ مین یون ہی کہ اگر زوج مرتد ہو جاے تو وکیل کی طلاق عورت پر بالبقاے عدت واقع ہوگی اور لحوق زوج بمنزلہ اسکی موت کے ہی انتہے تو شارح کے کلام مین لحوق اس محوق پر محمول ہی جسپر قاضی کا حکم نہین ہوا اور صاحب بحر وغیرہ کا کلام اس لحوق پر جسپر حکم ہو گیا کیونکہ وہی بمنزلہ موت کے ہی کذا فی الظہیریۃ وخذ الوکالۃ اذا عاد الیہ ای الموکل قدیم ملکہ کان وکلہ ببیع فباعہ موکلہ ثم ردّ علیہ بما ھو فسخ بقی علی وکالتہ اور پھر آتی ہی وکالت جبکہ موکل کی طرف اسکی قدیم ملک پھر آوے چنانچہ ایک شخص کو بیع کا وکیل کیا سو اسکو بیچ ڈالا اسکے موکل نے پھر وہ چیز پھیر دی گئی موکل کو اس سبب سے کہ وہ فسخ ہی چنانچہ بحکم قاضی رد بالعیب واقع ہوا تو وکیل باقی رہیگا اپنی وکالت پر او بقی اثرہ ای اثر ملکہ کمستحق العدۃ یا باقی رہے ملک موکل کا اثر مانند مسئلہ عدت کے یعنے زوج نے طلاق کا وکیل کیا پھر ایک طلاق خود موکل نے دی اور عدت ہنوز باقی ہی تو وکیل باقی طلاق دے سکتا ہی بخلاف ما لو تجدد الملک بخلاف اسکے اگر ملک جدید حاصل ہو ہم چنانچہ ایک چیز کی بیع کا وکیل کیا پھر آپ اسکو بیچ ڈالا پھر اسکو مشتری سے خرید کیا تو وکالت عود نہین کریگی اسواسطے کہ یہان قدیم ملک نے عود نہین کیا بلکہ وقتا ما ملک حاصل ہوئی فروع مسائل ملحقہ تتارخانیہ کے فی الملتقط عزل وکیلہ ینعزل ما لم یبلغہ الکتاب ملتقط مین ہی کہ معزول کیا اور معزولی لکھ بھیجی تو معزول ہوگا جب تک وکیل کو خط نہ پہونچیگا یعنے اسواسطے کہ یہ عزل قصدی ہی اسمین علم

وکیل شرط ہو اور علم خط بھیجنے سے ہو دکل غائبا ثم عزله قبل قبوله صح وبعده لا وکیل کیا شخص غائب کو پھر اسکو معزول کیا قبل اسکے قبول کرنے کے تو صحیح ہو اور بعد قبول کے صحیح نہیں یعنے قبل قبول بلا علم وکیل عزل صحیح ہو اور بعد قبول صحیح نہیں بدون علم کے درصورت عزل قدسی کذا فی الطحطاوی حضم الیه قسمة لیدفعها الی انسان یسلمها فدفعها ونسی لا یضمن الوکیل بالدفع دیا وکیل کو آفتابہ تا اس آدمی کو دے جو اسکو درست کردے سو وکیل نے اسکو دیا اور بھول گیا کہ کسکو دیا تو وکیل پر دینے سے تاوان نہیں اسواسطے کہ اسنے موافق اسکے کہنے کے عمل کیا اور نسیان سے تعدی اسکی ثابت نہیں ابراءه عما له علیه برئ من الکل قضاء ودیانة الا اذا قال لا یقتضی ما یتوهم ان له علیه صاحب دین نے مدیون کو بری کردیا اس دعوے سے جو اسپر ہو تو وہ بری الذمہ ہوگا کل دیدینے ظاہر حکم میں اور آخرت میں تو بری الذمہ ہوگا مگر اسقدر دین سے جتنا صاحب دین گمان رکھتا ہو کہ اسکا اتنا ہے اسپر رہے یعنے مجملا اسنے دین معاف کردیا لیکن اسکا گمان یہ ہو کہ میرے دس درم ہیں پھر ظاہر ہوا کہ اسکے سو درم ہیں تو باعتبار قضا سب سے بری ہوگیا بنظر اطلاق براءت اور عند اللہ فقط دس درم سے بری ہوگا کذا فی الطحطاوی وفی الاشباه قال الحدیدی نه علامة کذا اومن لحن صبعد وقال الاکذا فاد نهم الیهم لانه توکیل عمومی فلا یبرأ بالدفع الیهما اور اشباہ میں ہے کہا اپنے مدیون سے کہا کہ جو میرے پاس آوے فلانی نشانی لیکر یا جو تیری انگلی پکڑے یا تجھ سے فلانی بات کہے تو اسکو دیجیو تو صحیح نہیں اسواسطے کہ یہ توکیل مجہول ہو تو مدیون بری الذمہ ہوگا اسکے دینے سے وفی الوهبانیة ص دمن قال اعط للسائل البخصر فاعطاهم یبرأ وبالسائس ہیں اور وہبانیہ میں ہے اور جسکے دائس نے کہا کہ دے مال چھپکلی کے پکڑنے والے کو سو دیا اسکو تو یوں بری الذمہ ہوگا اور مال میں اسکو ضمانہ ہوگا یعنے دوبارہ اسکو دینا پڑے گا ص دبعه دیع یا النقد اوبع لخالد فخالفه قالوا یجوز التعریف اور جس وکیل نے کہا بیچ اسکو اور جیسے نقد بیان کہا کہ بیچ اسکو اور جیسے خالد کے ہاتھ سو وکیل نے اسکے خلاف کیا یعنے ادھار بیچا یا زید کے ہاتھ بیچا تو علمائے کہا کہ اتنا تغیر کرنا وکیل کو جائز ہے ھو لیه وبع بالنقد بیان ایک نوٹ ہے یہ وبع لزید دوسری صورت ہے وکیل کو مخالفت مذکورہ اسواسطے جائز ہے کہ یہ کلام مشورہ پر محمول ہے چنانچہ مضارب سے کہا کہ یہ مال لیکر مضاربت کے لیے اور اسسے گیہوں خرید کرنا تو اسکو جو خرید کرنا جائز ہے کیونکہ یہ کلام مشورہ ہے اسکا خلاف اس قول کے کہ یعہ بالنقد یا یوں کہا کہ بعہ من فلان ثوب اسکو مخالفت کرنا جائز نہیں کذا فی الطحطاوی عن شرح الوہبانیہ ص وفی الدفع قل قول الوکیل مقدم ہو کذا قول ردالمحتار اور مال کے دینے میں وکیل کا قول مقدم ہے اسی طرح صاحب دین کا قول مقدم ہے اور خصم یعنے موکل پر جبر کیا جائیگا ھم صورت اسکی یہ ہے کہ موکل نے وکیل کو مال دیا اور کہا کہ اسسے میرا دین ادا کر سو وکیل نے کہا کہ میں نے ادا کیا اور صاحب دین نے کہا کچھ اسنے نہیں دیا تو وکیل کا قول معتبر ہے بری الذمہ ہونے میں یعنے وکیل پر تاوان دینا لازم نہوگا اور وکیل کا قول مقدم ہے موکل کے اس قول پر کہ اسنے صاحب دین کو نہیں دیا اور صاحب دین کے اس قول پر کہ میں نے کچھ نہیں پایا لیکن یہ فقط دحق براءت ہے نہ دحق سقوط حق دائس تو وہ اپنا دین موکل سے لیگا اور دین کا قول موکل اور وکیل کے قول پر مقدم ہوگا عدم سقوط حق میں اور موکل سے زبردستی حق اسکا دلایا جائیگا لعدالت کے اگر موکل طالب کا مکذب ہو اور وکیل کا مصدق ہو تو طالب سے قسم لیجاے سو اگر اسنے قسم کھائی تو قبض دین ثابت نہوا اور اگر قسم نکھائی تو حق اسکا ساقط ہوگیا اور اگر بالعکس ہو یعنے موکل طالب کا مصدق اور وکیل کا مکذب ہو تو وکیل سے قسم لیجاے کذا فی الطحطاوی ص ولو قبض الدلال مال المبیع کی بیسلمه رضی یسقط اور اگر دلال نے مال مبیع یعنے ثمن لیا مشتری سے تا بائع کو تسلیم کرے اور ثمن ضائع ہوگیا تو دلال اور بائع میں نصفا نصف لیا جاے ھم یعنے معاملہ النصف ہوگا درمیان دلال اور بائع کے ناظم نے کہا یوں تفصیل کرنا لائق ہے کہ اگر بائع نے دلال کو قبض ثمن کا اذن دیا ہو تو دلال پر تاوان لائق نہیں اور نہیں تو بائع چاہے مشتری سے تاوان لیوے چاہے دلال سے اگر مشتری سے لے تو وہ دلال سے بھر لے تا وقتیکہ دلال اسکا مستادع نہو بائع کی طرف ثمن پہونچانے میں کذا فی الطحطاوی واللہ اعلم واستغفر اللہ العظیم

کتاب الدعوی

یہ کتاب ہے دعوے کے احکام میں کہ خفیف مناسبتہا للوکالة بالخصومة مناسبت دعوی کی خصومت کی وکالت سے پوشیدہ نہیں

ص مناسبت یہ ہو کہ خصومت کے وکیل کو دعوی کی طرف حاجت ہو بلکہ گاہے غیر خصومت کا وکیل بھی دعوی کی طرف حاجت مند ہوتا ہے ھی لغۃ قول یقصد بہ الانسان ایجاب حق علی غیرہ لغت میں دعوی وہ قول ہے جس سے آدمی اپنے غیر پر ایجاب حق کا ارادہ کرے یعنے بلا قید منازعت و مسالمت اور اسمیں دفع عن حق نفسہ سے کچھ تعرض نہیں والنیابۃ للتانیث فلا تنون اور لفظ دعوی کا الف تانیث کے واسطے ہو تو اسپر تنوین داخل نہیں کیجاتی کما جمعہا دعاوی یقال لواہ لکفتوی وفتاوی ص اور جمع دعوے کی دعاوی ہے بفتح واو ماند فتوی اور فتاوے کے کذا فی الدر لکن جزم فی المصباح بکسرہا ایضا فیہما محافظۃ علی الف التانیث لیکن مصباح العوام میں واو کے کسرہ پر یقین کیا دونوں میں یعنے دعاوی اور فتاوے میں الف تانیث کی محافظت کے واسطے ص عبارت مختلف ہے مصباح میں یوں ہے کہ جمع دعوی دعاوی بکسر واو ہے اسواسطے کہ وہی اصل ہے اور بفتح واو ہے الف تانیث کی محافظت کے واسطے کذا فی الطحطاوی اقتضا ص وشرعا قول مقبول عند القاضی یقصد بہ طلب حق قبل غیرہ خرج الشہادۃ والاقرار ص اور اصطلاح شرع میں دعوی عبارت ہے اس قول سے جو قاضی کے روبرو مقبول ہو اور اسسے طلب حق اپنے غیر شخص سے مقصود ہو نکل گئی شہادت اور اقرار ص قول مقبول سے قول ملزم مراد ہے تو غیر ملزم خارج ہو گیا قاضی کی قید اسواسطے لگائی کہ غیر قاضی کے روبرو دعوی مسموع نہیں اور طلب حق کی قید سے شہادت خارج ہو گئی دعوی کی تعریف سے اسواسطے کہ شہادت اگرچہ قول مقبول ہے مگر اسسے اثبات حق غیر مقصود ہے اور اسی طرح اقرار بھی او دفعہ ای دفع الخصم عن حق نفسہ دخل فیہ دعوی التعرض فتسمع بہ یفتی بزازیہ دعوی عبارت ہے دفع کرنے مدعی سے خاصم کو اپنی ذات کے حق سے تو اسمیں داخل ہوا تعرض کے دعوی کو دفع کرنا تو وہ مسموع ہوگا اسی قول کا فتوی ہے کذا فی البزازیہ ص دفع تعرض کی صورت یہ ہے کہ قاضی کے سامنے کہے کہ فلانا شخص ناحق میرا متعرض ہوتا ہے اور میں اسکے دفع تعرض کا مطالب ہوں تو یہ دعوی مسموع ہے قاضی اسکو ناحق تعرض سے باز رکھے تو جب اسکے پاس حجت نہیں ہے تو وہ تعرض سے روکا جاوے اور جب اسکو حجت ملے تو تعرض کرے کذا فی الطحطاوی بخلاف دعوی فسخ النکاح فلا تسمع سراجیہ بخلاف دفع فسخ نزاع کہ وہ مسموع نہیں کذا فی السراجیہ ص صورت اسکی یہ ہے کہ قاضی کے پاس جاوے اور کہے کہ اگر فلانے شخص کا مجھپر کچھ ہو تو دعوے کرے اور نہیں تو ابرا کرے تو اس شخص پر جبر نکیا جائیگا دعوی میں اسواسطے کہ وہ صاحب حق ہے کذا فی الطحطاوی وھذا اذا ادیں بالحق فی التعریف ای الوجودی ص اور یہ یعنے تعریف دعوی میں اور دفعہ عن نفسہ کا قول زیادہ کرنا اسوقت ہے جبکہ تعریف مذکور میں حق سے امر وجودی کا ارادہ کیجیے ص جب امر وجودی مراد ہوا تو امر عدمی چنانچہ دفع کو تعریف شامل نہ ہوگی تو قول مذکور کے زیادہ کرنے کی حاجت ہوئی تا دفع بھی دعوی کی تعریف میں داخل رہے اور عدمی سے مراد وہ ہے جو امر اعتباری کو بھی شامل ہو اسواسطے کہ دفع عدمی نہیں کیونکہ دفع سے کف عن المنازعۃ مراد ہے فالوا دیلہما یعم الوجودی والعدمی لم یحتج لہذا القید سوا اگرچہ سے وہ ارادہ کیجیے جو کہ وجودی اور عدمی دونوں کو شامل ہو تو اس قید یعنے زیادت دفع کی حاجت نہ ہی والمدعی من اذا ترک ترک ای کالمجبر علیہا اور مدعی وہ شخص ہے کہ جبکہ وہ اپنا دعوی ترک کرے تو چھوڑا جاوے یعنے حاکم اسسے زبردستی دعوے نکروا دے والمدعی علیہ بخلافہ ای یجبر علیہا اور مدعا علیہ وہ شخص جو مدعی کے برخلاف ہو یعنے جو ترک خصومت سے چھوڑا نجاوے بلکہ اسسے زبردستی خصومت کروائی جاوے فلو فی البلدۃ قاضیان کل فی محلۃ فللخیار للمدعی علیہ عند محمد وبہ یفتی بزازیۃ ولو القضاۃ فی المحلۃ الکبیرۃ علی الاظہر وبہ افتیت ط اور اگر ایک شہر میں دو قاضی ہوں ہر ایک قاضی ہو علحدہ علحدہ محلہ کا تو مدعا علیہ کو اختیار ہے قاضی کے پاس جاکر حاضر ہو محمد کے نزدیک اسی قول کا فتوی ہے کذا فی البزازیہ اگرچہ وہاں چار دن مدت سے قاضی ہوں بنا بر قول ظاہر کے اور اسیکا یعنے فتوی دیا ہے کئی بار کذا فی البحر ص علامہ مقدسی نے صاحب بحر کے قول پر اعتراض کیا کہ ابو یوسف کے قول پر اعتماد کرنا مناسب ہے یعنے مدعی کو اختیار ہے اسواسطے کہ ابو یوسف کا قول مدعی اور مدعا علیہ کی تعریف کے موافق ہے قال المصنف وبالولایۃ لقاضیین فالکثرۃ علی السواء فالخیرۃ للمدعی لعموم ولایۃ السلطان بآیۃ للمدعی علیہ لعموم اعتبارہ لعزلہ بالنسبۃ الیہما کما مر ص اور مراد کیا مصنف نے اپنی شرح میں اور اگر دو قاضیوں کی یا زیادہ کی ولایت برابر جمیع محلات شہر میں تو مدعی کا

اعتبار ہی یہان اگر سلطان نے اجابت مدعا علیہ کا حکم دیا ہو تو اسکا معتبر رکھنا لازم ہوگا بسبب معزول ہونے اس قاضی کے جسکو مدعا علیہ نے پسند نہین کیا اس دعوے کی سمت کے اعتبار سے چنانچہ چند بار مذکور ہو چکا کہ قدمنا فیدہ پذیر ہو کذا فی الطحطاوی قلت وھذا الخلاف فیما اذا کان کل قاض علی حدۃ اما اذا کانا فی المصر حنفی وشافعی و مالکی وحنبلی فی مجلس واحد والولایۃ واحدۃ فلا ینبغی ان یقع الخلاف فی نیابۃ المدعی لما اعتاد صاحب الحق کذا بخط المصنف علی حاشیۃ البزازیۃ فلیحفظ۔ مین یہ کہتا ہون اور یہ خلاف محمد اور ابو یوسف کا اس صورت مین ہو جبکہ ہر قاضی علحدہ علحدہ محلہ کا حکم ہو اور جبکہ شہر مین حنفی اور شافعی اور مالکی اور حنبلی ایک مجلس مین ہون اور ولایت ایک یعنے حکومت عامہ ہو تو لائق نہین کہ اجابت مدعی مین خلاف واقع ہو اسواسطے کہ بیشک مدعی ہی تو صاحب حق ہی اسی طرح لکھا ہی مصنف کے خط سے بزازیہ کے حاشیہ پر تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم اتحاد مجلس قید نہین بلکہ عموم ولایت پر مدار ہی چنانچہ مذکور ہو چکا تو اگر یتاج عموم ولایت پر کفایت کرتا تو خوب ہوتا دیکھنا اضافۃ الحق الی المتنازعین حیلۃ لکی یکون الحق لہ او اضافتہ الی من نائب المدعی صیانۃ کوکیل وصی عند النزاع متعلق باضافۃ الحق اور دعوی کا رکن نسبت کرنا ہی حق کا اپنی ذات کی طرف نزاع کے وقت اگر مدعی اصیل ہو چنانچہ یون کہنا کہ میرا مال ہی یا نسبت کرنا حق کا اسکی طرف جیسے مدعی قائم مقام ہی مانند وکیل اور وصی کے شارح نے کہا کہ عند النزاع اضافت حق سے متعلق ہی واھلھا العاقل المیز دلو صبیا لو ماخذ نا فی الخصومۃ والا لا اشیاء اور دعوے کا اہل وہ شخص ہی جو سوجھ بوجھ رکھتا ہو اگرچہ لڑکا ہو بشرطیکہ اسکے ولی نے اسکو خصومت کی اجازت دی ہو اور اگر اسکو اجازت ندی ہو تو وہ اہل دعوے نہین کذا فی الاشباہ وشرطھا ای فی طرفی الدعوی مجلس القضاء وخصم یخصم فلا تقضی علی غائب اور دعوی کی شرط یعنے جواز دعوی کی شرط قاضی کی مجلس ہی اور موجود ہونا اسکے مخاصم کا تو حکم نکیا جاے مدعا علیہ غائب پر وھل یحضرہ یجب الدعوی ان بالمصر او بحیث یبعث لہ نعم والا فغیر یحلف مدعیہ اور کیا قاضی مدعا علیہ کو بمجرد دعوی کرنے مدعی کے حاضر کرے اگر مدعا علیہ اسی شہر مین یا شہر سے باہر ہو اسطرح پر کہ جوابدہی کر کے اپنے گھر رات کو جا سکے تو ان بمجرد دعوی حاضر کرے اور اگر ایسا نہو تو اسکو نہ بلاوے تا وقتیکہ مدعی گواہ لاوے یا قسم کھاے کذا فی المنیہ ہم مدعا علیہ بعید کے احضار مین دو قول ہین بعضون کے نزدیک احضار نہین مگر بعد شہادت اور بعضون کے نزدیک بعد قسم قاضی مدعی کے یہ کہا یہ گواہی مدعا علیہ کے بلانے کے واسطے ہی نہ حکم دینے کے واسطے شلبی نے کہا کہ ہمارے زمانے کے قاضیون کا عمل برخلاف ما تقدم ہی کہ بمجرد دعوی مدعا علیہ کو طلب کرتے ہین اور دریافت نہین کرتے کہ دعوی صحیح ہی یا فاسد اور یہ انکی غفلت ہی فقہا کے کلام سے یا جہالت کذا فی الطحطاوی ومعلومیۃ المال المدعی اذا لا یقضی مجھول اور دعوی کے شرط معلوم ہونا اس مال کی جسکا مدعی نے دعوی کیا اسواسطے کہ مال مجہول کا حکم نہین دیا جاتا ولا یقال مدعی فیہ یکفی لان یقضی لہ جزاف اور مال مدعا کو مدعا فیہ اور مدعا نہین کہتے مگر جبکہ لفظ ادعا یعنی اخبار کے متضمن ہو جواب مدعا یہ بولنا درست ہی ہم مدعا فیہ اور مدعا یہ بولنا درست نہین اگرچہ تفقہین بولتے ہین مگر یہ مشہور ہی تو وہ بتبرع ہی صواب ہی مجوز سے کذا فی الحموی وشرطھا ایضا کونہا ملزمۃ شیئا علی الخصم بعد ثبوتھا والا کان عبثا اور یہی دعوی کی شرط ہی ہونا دعوی کا لازم کردینے والا کسی چیز کا مخاصم پر بعد ثابت ہونے دعوے کے اور اگر ملزمہ نہتا تو فائدہ ہوتا ہم جب ملزمہ ہونا دعوے کی شرط ٹھہرا تو وکیل کو اپنے موکل حاضر پر توکیل کا دعوی کرنا صحیح نہین امکان عزل کے سبب کذا فی البحر وکون المدعی مما یحتمل الثبوت فدعوی ما یستحیل وجودہ عقلا او عادۃ باطلۃ لتیقن الکذب فی المستحیل العقلی او المعروف النسب فلان کان یولد مثلہ مثلہ ھذا ابنی فظھر فی المستحیل العادی کذا فی معروض الافقر اموالاعظم علی احزانہ اقرضھا ایاھا دفعۃ واحدۃ او غصبھا منہ فظاھر عدم سماعھا کما یجیء وبہ جزم ابن الغرس فی الفواکہ البدریۃ اور دعوی کی شرط ہی ہونا اس چیز کا جسکا دعوی کیا اس قسم سے جو محتمل الثبوت ہو تو اگر دعوی جسکا وجود باعتبار عقل یا عادت کے محال ہی باطل ہی بسبب متیقن ہونے کذب کے محال عقلی مین چنانچہ یون کہنا معروف النسب کو کہ یہ میرا بیٹا ہی یا اسکو اپنا بیٹا کہنا کہ ویسا آدمی اس جیسے آدمی سے پیدا نہین ہوتا اور بسبب ظاہر ہونے کذب کے محال عادی مین چنانچہ

ف قولہ المحتمل شروط الدعوی بقی منہ ما لو ادعی علی غائب شراء دارہ فانکر فان من نکاتی لما علمتہ فحرر۔ منہ۔ انتھی تامل۔ ومن ھذا یعلم ما فی قولہ وکیل بالخصومۃ لیس بوکیل بالقبض ولا بالاقرار ولا بالصلح ولا بالابراء ولا بالاستیفاء ولا بالدعوی علی الغائب ولا بالاثبات ولا بالتحلیف ولا بالحلف ولا بالنکول ولا بالرد ولا بالاقالۃ ولا بالفسخ ولا بالتحکیم ولا بالتقاضی ولا بالتاجیل ولا بالتوکیل ولا بالعزل ولا بالاستحلاف ولا بالاستحلاف ولا بالاستحلاف

مفلس مشہور کا دعوے اموال غلیر کا دوسرے شخص پر اسطرح کہ اسنے اسکو مال قرض دیتے ہین ایک ہی دفعہ یا مدعا علیہ نے اموال مذکورہ کو اس سے غصب کر لیا تو ظاہر ا یہ دعوی غیر مسموع ہوگا کذا فی البحر اور اسی پر یقین کیا ہے ابن الفرس نے فوائد بدریہ مین وحکمہا وجوب الجواب علی الخصم وھو المدعی علیہ بالاویمین حتی وسکت کان الکاذا فتسمع البینۃ الا ان یکون اخرس من اختیار وسفقہ اور دعوی کا حکم واجب ہونا جواب کا ہے مدعا علیہ پر نہین یا ہان کر سکے تو اگر وہ چپ رہا نہ نہین بولا نہ ہان تو یہ سکوت انکار ہوگا لوگون ا ہی سنی جائیگی مگر یہ کہ مدعا علیہ گونگا ہو تو اسکا سکوت انکار نہو گا کذا فی الاختیار اور آگے ہم اسکو تحقیق بیان کرینگے یعنے قضی بنکولہ کی شرح مین وسیہا تعلق البقاء المقدر تبعا للمعاملات اور دعوی کا سبب متعلق ہونا بقاء مقدر کا ہے معاملات کے استعمال سے یعنے اور معاملات مین زیادت اور نقصان اور اقرار اور انکار اور توکیل وغیر ذلک جاری ہو تو دعوے کرنا اسی قسم سے ہے تھرا بقاء عالم بکلفین کا مقتضی ہے اسواسطے کہ اگر دعوے نکلے تو اکثر حقوق ضائع ہوجائین فلو کان ما یدعیہ منقولا فی ید الخصم ذکر المدعی انہ فی یدہ بغیر حق لاحتمال کونہ مودعا ونحوہا فی یدہ اوھی سابا لثمن فی یدہ تو اگر وہ مال جسکا مدعی دعوی کرتا ہے مال منقولی مدعا علیہ کے ہاتھ مین ہو تو مدعی یہ بیان کرے کہ وہ مال مدعا علیہ کے ہاتھ مین ناحق ہے بسبب احتمال ہونے اس مال کے مرہون مدعا علیہ کے ہاتھ مین یا یہ کہ مبیوع بواسطہ ثمن کے ہو اسکے پاس طالب للاحضار ان امکن فعلی الفور احضارہ لیشار الیہ فی الدعوی والشہادۃ ولا استحلاف اور مطالبہ کرے مدعی اسکے حاضر کرنے کا اگر لے آنا اسکا ممکن ہو بلا مشقت تو مدعون پر احضار اسکا واجب ہے تا اسکی طرف اشارہ کیا جاوے دعوے اور شہادت اور استحلاف مین وذکر المدعی قیمتہ ان نقد او احضار العین ان کان فی نقلہا مؤنۃ وان قلت بان کان لہا حمالۃ اور مدعی اسکی قیمت ذکر کرے اگر متعذر ہوا احضار عین کا اسطرح کہ اسکے لے آنے مین مؤنت ہو اگرچہ مؤنت قلیل ہو ابن کمال نے اسکو ذکر کیا ہے نسبت نجزانہ کرکے کہ کلام ابن کمال نے اسکی اور ڈھیر وغیرہ مین ہے نہ ہلاک مین مین تو شارح کا یہان اسکو ذکر کرنا سہو ہے کذا فی الطحطاوی جعلا کہا او غیتہا لانہ مثلہ معنا قیمت بیان کرے اگر احضار اسکا متعذر ہو اسکے ہلاک ہوجانے سے یا اسکے غائب ہونے سے اسواسطے کہ قیمت اسکی مانند ہے اسکے باعتبار معنی کے یعنے قیمت اسکی مماثل معنوی ہے وان نقد احضارہا مع بقائہا کرخی مہر طعام وقطیع غنم بعث القاضی امینہ لیشار الیہا اور اگر احضار اسکا متعذر ہو باوجود اسکے موجود ہونے کے جیسے حلی اور گیہون کا ڈھیر اور بھیڑ بکری کا کلہ تو قاضی اپنا امین بھیجے تا اسکی طرف اشارہ کیا جاوے والا تکن باقیۃ کالمعنی فی الدعوی بذکر الفضۃ اور اگر وہ چیز باقی نہ ہو تو دعوی مین بذکر قیمت کفایت کرے وقالوا لو ادعی انہ غصبہ عینا کذا ولم یذکر قیمتہا تسمع فیحلف خصمہ او یجیب علی البیان در لو لین ملاک ولو ادعی اعیانا مختلفۃ الجنس والنوع والصفۃ وذکر قیمۃ الکل جملۃ کفی ذلک لاجمال علی الاصح وتقبل بینتہ ویحلف خصمہ علی الکل مسرۃ اور فقہا نے کہا ہے کہ اگر دعوی کیا کہ مدعا علیہ نے مدعی سے فلانی چیز غصب کی ہے اور اسکی قیمت نہ بیان کی ہو تو دعوے مسموع ہوگا مدعا علیہ سے قسم لیجائیگی در صورت انکار یا اسپر بیان قیمت پر زبردستی ہوگی در صورت اقرار کذا فی الدرر وابن ملک اور اسی واسطے یعنے بسبب سماع دعوی غصب اگرچہ مدعی اسکی قیمت نہ بیان کرے اگر مدعی نے اشیاء مختلف الجنس النوع والصفۃ کا دعوی کیا اور سب چیزون کی قیمت بلا تفصیل جملہ بیان کی تو یہ اجمال کافی ہے صحت دعوی مین بقول صحیح اور مدعی کے گواہ بیان قیمت مین مقبول ہونگے یا اسکے مدعا علیہ سے قسم لیجائیگی سب چیزون پر ایکبار مع اعیان مختلف الجنس جیسا کہ اجناس اور مختلف النوع جیسا کہ گیہون اور جو اور مختلف الصفۃ جیسا کہ عمدہ گیہون اور ناقص وان لم یذکر قیمۃ کل عین علی حدۃ لانہ لما صح دعوی الغصب لا بیان قیمۃ کل جملۃ بالاولی قیمت مجمل کا دعوی مسموع ہوا اگرچہ قیمت ہر چیز کی علیحدہ نہ بیان کرے اسواسطے کہ جب دعوی غصب کا بلا بیان قیمت صحیح ہوا تو اگر صحیح ہے جب کہ کل اشیا کی قیمت مجملا بیان کرے تو بطریق اولی وفیل فی دعوی السرقۃ یشترط ذکر القیمۃ لیعلم کونہا نصابا تاما او غیر فلا یشترط عامۃ وبعضون نے کہا کہ چوری کے دعوے مین قیمت کا ذکر کرنا شرط ہے تا اسکا نصاب ہونا معلوم ہو اور چونکہ اسوے اسکی قیمت بیان نہین شرط نہین

ذالدعوی

کذا فی الحاویۃ وھذا کلہ فی دعوی العین لا الدین فلو ادعی قیمۃ شئ مستھلک اشترط بیان جنسہ ونوعہ فی الدعوی والشھادۃ کما یقتضیہ اطلاقہ اور یہ سب لیعنے اکتفا بذکر قیمت عین کے دعوے مین ہے نہ دین کے دعوے مین تو اگر مدعی نے شئ مستہلک کا دعوی کیا تو اسکی جنس اور نوع کا بیان شرط ہوگا دعوی اور شہادت مین تا قاضی جانے کہ کیا حکم کرے وقد اختلف فی بیان الذکورۃ والانوثۃ فی المدابۃ فشرطہ ابو اللیث ایضا واختارہ فی الاختیار وشرط الشھید بیان السن ایضا وتبعہ صاحب الھدایۃ اور فقہا کے اندر اختلاف ہے جانور کی نری اور مادگی کے بیان مین تو فقیہ ابو اللیث نے بیان قیمت کے ساتھ انکو بھی شرط کیا ہے اور اسی قول کو اختیار شرح مختار مین پسند کیا ہے اور حاکم شہید نے نری اور مادگی کے ساتھ جانور کی عمر کا بیان بھی شرط کیا ہے اور پورا بیان اسکا ما وبین ہے وفی دعوی الایداع لا بد من بیان مکان نھای مکان لایداع سواہ کان لہ حمل او لا اور ودیعت رکھنے کے دعوی مین مکان ایداع کا بیان کرنا ضرور ہے خواہ وہ چیز بار برداری کے لائق ہو یا نہو ھم بیان مکان اسواسطے شرط ہے کہ ودیعت رکھنے والے پر تخلیہ لازم نہین مگر اسی مکان مین جہان ودیعت رکھی گئی اور اسمین بیان قیمت کا اعتبار نہین کیونکہ مطلوب عین ودیعت ہے نہ اسکی قیمت وفی الغصب ان لہ حمل ومونۃ فلا بد لصحۃ الدعوی من بیانہ وکالحمل لا اور غصب کے دعوے مین اگر مغصوب لائق بار برداری اور مشقت کے ہو تو ضرور ہے اسکے صحت دعوے کے واسطے بیان مکان غصب اور اگر بار برداری کے لائق نہو تو بیان مکان ضرور نہین وفی غصب غیر المثلی یبین قیمتہ یوم غصبہ عند الظاھر عما دیدہ اور غیر مثلی کے غصب مین روز غصب کے اسکی قیمت بیان کرے بنا بر قول ظاہر کذا فی الحاویۃ ویشترط التحدید فی دعوی العقار کما یشترط فی الشھادۃ علیہ لو کان العقار مشھورا لاختلافا لھما اور گھر اور باغ وغیرہ غیر منقول کے دعوے مین حدود کا بیان کرنا شرط ہے جیسے اسکی گواہی مین تحدید شرط ہے اگرچہ غیر منقول مشہور ہو بخلاف صاحبین کے کہ انکے نزدیک درصورت شہرت تحدید شرط نہین م عقار بروزن سلام لغت مین عبارت ہے ہر ملک ثابت الاصل سے جنانچہ گھر اور کھجور کا درخت اور کارخانہ متاع کو بھی عقار بولتے ہین انتہے اور متاع نے تصریح کے ہر زمین عمارت اور نخل منقولات سے ہے اور اسمین قطعۃ نہین جبکہ اسکی بلا عرصہ بیع ہو کذا فی الطحطاوی عن البحر الا اذا عرف المشھور الدار بعینھا فلا یحتاج الی ذکر حدودھا غیر منقول کی تحدید ضرور ہے مگر جبکہ شہود گھر کو بالخصوص جانتے ہون تو اسکے حدود کے بیان کی حاجت نہین م اسمین گفتگو ہے اسواسطے کہ تحدید سے مقصود اعلام قاضی ہے اور شہود کی معرفت سے یہ حاصل ہوتا کذا فی الطحطاوی کما لو ادعی ثمن العقار لانہ دعوی الدین حقیقۃ بخلاف دعوی الدین حقیقۃ جیسا کہ زمین وغیرہ کے ثمن کا دعوے کیا تو تحدید شرط نہین اسواسطے کہ وہ فی الحقیقۃ دین کا دعوی ہے نہ زمین کذا فی البحر ولا بد من ذکر زیادۃ فیھا الدار ثم المحلۃ ثم السکۃ فیبدأ بالاعم ثم الاخص فالاخص کما فی النسب اور ضرور ہے اس شہر کے بیان سے جسمین وہ گھر ہے پھر محلہ پھر کوچہ کے بیان سے تو پہلے عام تر کو بیان کرے پھر خاص تر پھر خاص تر کو جیسا نسب مین م یعنے یون کہے کہ وہ گھر فلانے شہر فلانے محلہ فلانے کوچہ مین ہے پھر حدود بیان کرے اور نسب کی یہ صورت ہے کہ اگر ایک شخص پر دعوی کیا جسکا نام مثلاً جعفر ہے تو اگر معلوم اور مشہور ہو تو بہتر اور نہین تو خاص تر کی طرف ترقی کرے تو یون کہے کہ جعفر بن محمد سو اگر معلوم ہو تو بہتر نہین تو دادا کی طرف ترقی کرے اسطرح کہ جعفر بن محمد بن عبد اللہ ویکتفی بذکر ثلثۃ فلو ترک الرابع ھو ان ذکر وغلط فیہ لم یلتفت لان المدعی مخطئ فیہ اما ثبت الغلط بإقرار المشاھد فصولین اور تین حدود کے ذکر مین کفایت ہے تو اگر چوتھی کو ترک کرے تو صحیح ہے اور اگر چوتھی حد بیان کرے اور اسمین غلطی کرے تو صحیح نہین اسواسطے کہ مدعا اس سے مختلف ہو جاتا ہے پھر غلطی کی تو شاہد کے اقرار سے ثابت ہوتی ہے کذا فی الفصولین ہم زفر کے نزدیک حدود اربعہ کا ذکر ضرور ہے اسواسطے کہ تعریف یہی سے نہین ہوتی مگر حدود اربعہ سے ولہذا حد رابع کی غلطی مقبول نہین اور یہی قول ہدایہ ثلثہ کا اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی الحموی وہذکر اسمہ واسم اصحابہ ای احد ھذہ واسماء اباءھم ولا بد من ذکر لقب کل منھم ان لم یکن الرجل مشھورا والا کتفی بالاسم لحصول المقصود اور ضرور ہے اہل حدود کے نام ذکر کرنا اور انکے باپون کے نام ذکر کرنا اور ضرور ہے انمین سے ہر ایک شخص کے دادا کا ذکر کرنا اگر مدعا جسید مشہور نہو اور اگر مشہور ہو تو فقط اسکا نام کافی ہے بسبب

حاصل ہو بلا تعہد کے ہم فقط تعین ہوگیا اگر وہ امر معروف ہو تو امتیاز نہ حاصل ہوگا مگر اسکے موالی کے ذکر سے یا اسکے پیشہ یا وطن یا اسکی حلیہ سے تو تعین و تمیز ہم خواہ اقل سے حاصل ہو یا اکثر سے وذکر انہ ای العقار فی بیان التعیین خصما اور اسکا ذکر ہونا ضرور ہے کہ گھر یا باغ مدعا علیہ کے قبضہ میں ہے تاکہ وہ خاصم ٹھہرے ہم منقول اور غیر منقول ذکر قبض مدعا علیہ میں برابر ہیں اور تخصیص عقار اسواسطے کی کہ بیان تعیین عقار کا کذا فی الطوری ویزید علیہ بغیر حق ان کان المدعو منقولا لما مر اور زیادہ کرے اسپر بغیر حق کی قید اگر منقول ہو جیسا دعوی کیا چنانچہ مذکور ہوچکا کہ تعین ماحق اسواسطے ذکر کرے کہ شاید وہ چیز اسکے پاس مرہون ہو یا مبیوس بثمن ہو ولا تثبت الید فی العقار بتصادقهما بل لا بد من بینة او علم قاض لاحتمال تزویرهما بخلاف المنقول لمعاینة ید اور ثابت نہیں ہوتا قبض اور تصرف مدعا علیہ کا زمین میں تخاصمین کے باہم تصدیق کرنے سے بلکہ ضرور ہے گواہی سے یا قاضی کے علم سے بسبب احتمال تزویر تخاصمین بخلاف منقول کے کہ انمیں تصادق تخاصمین مثبت قبض ہی بسبب معاینہ ہونے قبض منقول کے ہم احتمال تزویر یہ ہے کہ شاید تخاصمین بیچ پر یا مال لینے کے واسطے اپنے آپکو مدعی اور مدعا علیہ بنایا ہو ثم هذا السبب على اطلاقه بل اذا ادعى العقار ملكا مطلقا بغير اشتراط بينة او علم قاضي قبض مدعا عليه يرعلى الاطلاق نہیں بلکہ جب زمین میں ملک مطلق کا دعوے کرے ہم ملک مطلق وہ ہے جسمیں ملک کا سبب مذکور نہو جیسا خرید یا میراث یا ہبہ اما فی دعوی الخصم وذوی الید فلا یفتقر لبینة لان دعوی الفعل کالتعریف علی ذوی الید فهم علی غیرهم بالبراءة اور غصب کے دعوے اور تلف سے خرید کرنے کے دعوے میں تو حاجت نہیں گواہی کی اسواسطے کہ فعل کا دعوی جیسا قابض پر صحیح ہے ویسا غیر قابض پر بھی صحیح ہے کذا فی البزازیہ ہم شارح نے دلیل سے اشارہ کیا کہ ملک مطلق کے دعوی میں اور فعل کے دعوی میں فرق ہے فعل سے مراد غصب اور خریدنا ہے وذکر انه يطالبه به لئلا يقضي عليه بالنكول لاحتمال رهنه او حسبه بالثمن وبه استغنى عن زيادة بغير حق فافهمه اور اسکا ذکر ضرور ہے کہ مدعی اسکا مطالبہ کرتا ہے مدعا علیہ سے بسبب وقوف ہونے حق مدعی کے اسکی طلب پر اور اسکے مرہون ہونے یا مبیوس بالثمن ہونے کے احتمال سے اور اشتراط مطالبہ سے بغیر حق کے زیادہ کرنے کی حاجت نہ ہی سو اسکو سمجھے ہم شارح نے اشارہ کیا کہ عقار اور منقول میں بغیر حق کا ذکر لازم نہیں کیونکہ اشتراط مطالبہ مبنی ہے اس پر ولو كان ما يدعيه دينا مكيلا او موزونا فقرا او غيره ذكر وصفه لئلا يعرف الا بهما اور جبکہ مدعی دعوے کرتا ہو اگر دین ہو خواہ مکیل ہو یا موزون نقد ہو یعنے چاندی سونا ہو یا سوائے اسکے تو اسکے وصف کو مذکور کرے اسواسطے کہ مکیل یا موزون درجہ نہ ہیں ہوتا مگر وصف کے بیان سے ہم وصف یہ کہ گیہوں مثلاً عمدہ یا ناقص چاندی کھری یا کھوٹی اور ذکر وصف کی اسوقت حاجت ہے جبکہ شہر میں کئی قسم کے روپے یا اشرفیاں رائج ہوں اور اگر ایک ہی قسم کا روپیہ یا اشرفی مروج ہو تو ذکر وصف لازم نہیں کذا فی الحموی والا بد فی دعوی المثليات من ذكر الجنس النوع والصفة والقدر وسبب الوجوب فلو ادعى كر بر دينا عليه فهو باطل بذكر سبب الوجوب اور ضرور ہے مثلیات کے دعوے میں بیان کرنے جنس اور نوع اور صفت اور مقدار اور سبب وجوب سے تو اگر مدعا علیہ پر ایک کر گیہوں کے دین ہونے کا دعوی کیا اور اسکا سبب نہ ذکر کیا تو یہ دعوے مسموع نہوگا ہم جنس جیسے گیہوں اور نوع جیسے سخے گیہوں یا سفید اور صفت جیسے جید یا ردی اور مقدار جیسے دو من یا چار من اور سبب وجوب جیسے قرض یا ثمن یا غصب واذا ذكر فقي السلم اتفاقا المطالبة في مكان عينا اور جبکہ وجوب کا سبب ذکر کیا تو بیع سلم میں اسکو مطالبہ جائز نہیں مگر اسی مکان میں جسکو مدعی اور مدعا علیہ نے معین کیا وفي نحو قرض وغصب واستهلاك في مكان القرض ونحوه يحرر فليحفظ اور مانند قرض اور غصب اور استہلاک مثلیات کے دعوے میں مطالبہ نہیں مگر قرض کے مکان میں اور مانند اسکے یعنے غصب اور استہلاک کے مکان میں کذا فی البحر تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ویسأل القاضي المدعى عليه عن الدعوى فيقول انه لازم عليك كذا فما ذا تقول بعد صحتها ولا تضر صحتها لا يسأل لعدم وجوب جوابه اور قاضی مدعا علیہ سے دعوی کو پوچھے تو یوں کہے کہ فلانے مدعی نے تجھپر ایسا دعوی کیا ہے سو تو کیا کہتا ہے سوال کرے بعد صحیح ہونے دعوی کے اور اگر صحیح دعوے صادر نہیں ہوا

تو مدعا علیہ سے سوال نکرے بسبب نہ واجب ہونے اسکے جواب کے صحیح قاضی کا سوال مدعی کی طلب پر موقوف ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ اگر مدعی جاہل ہو تو قاضی بدون اسکی طلب کے مدعا علیہ سے پوچھے کذا فی السراجیہ قال اقر بہا او انکر فبرھن المدعی علیہ بلا طلب المدعی سو اگر مدعا علیہ دعوی کا اقرار کرے تو خوب ہے یا انکار کرے سو مدعی گواہ لاوے تو قاضی حکم کرے مدعا علیہ پر لیعنے اسکو ہر اوے اور مدعی کو جتاوے بدون طلب مدعی کے صحیح اگر مدعا علیہ کہے کہ مین مدعی کے دعوے کو دفع کرسکتا ہون تو قاضی اسکو تین دن کی مہلت دے اور بعد مدت اسپر حکم کرے اور قاضی کا مدعا علیہ کو خبردار کرنا کہ ہم تجھپر حکم کرتے ہین مستحب ہے لازم نہین کذا فی الطحاوی والا یحلفہ حلفہ الحاکم بعد طلبہ اذ لا بد من طلبہ الیمین فی جمیع الدعاوی الا عند الثانی فی اربع علی ما فی البزازیہ اور اگر مدعی گواہون سے اپنا دعوی ثابت نکرے تو مدعا علیہ کو حلم قسم دے بعد مطالبۂ مدعی اسواسطے کہ جمیع دعاوے مین مطلق قسم کا جانب مدعی سے مفروض ہے مگر ابو یوسف کے نزدیک چار مواضع مین طلب مدعی مفروض نہین کذا فی البزازیہ ہم مواضع اربعہ سے ایک دعوا بالعیب مخبری خدا کی قسم کھاوے کہ مین راضی نہین ہوا ہون سے تا شفیع قسم کھائے کہ مین نے بیزار شفعہ باطل نہین کیا تا عورت جبکہ نفقہ طلب کرے اپنے زوج غائب سے تو دون قسم کھاوے کہ زوج نے اسکو نفقہ نہین دیا اور نکیح اسکے واسطے چھوٹ گیا تا مستحق قسم کھاوے کہ مین نے نہین بیچا کذا فی الجلبی عن البحر قال واجمعوا علی التحلیف بلا طلب فی دعوی الدین علی المیت ، بزازی نے کہا اور طرفین اور ابو یوسف بے بلا طلب قسم دلانے پر اتفاق کیا میت پر دعوی دین مین ہم صورت تحلیف یہان یون ہو کہ قاضی اسکو قسم دے اسکی کہ تو نے اپنا حق مدیون سے نہین پایا اور کسی نے اسکی طرف سے تجھکو ادا کیا اور نہ تیری طرف سے کسی نے اسپر قبضہ کیا تیرے امر سے اور نہ تو نے اسکو معاف کردیا کل نہ بعض اور نہ کسی کا تو نے اسمیں حوالہ کیا اور نہ تیرے پاس اسکی کوئی پیزر ہن ہے کذا فی الجلبی عن البحر واذ قال المدعی علیہ لا اقر ولا انکر لا یستحلف بل یحبس لیقر او ینکر وھذا اور جبکہ مدعی علیہ نے کہا کہ دعوی مدعی کا مین نہ اقرار کرتا ہون نہ انکار تو حاکم قسم نہ لیگا اسکو قید رکھے تا کہ وہ اقرار کرے یا انکار کذا فی الدرر یہ امام کا قول ہے اور صاحبین کے نزدیک اسپر قسم لینا چاہیے وکذا لو لزم السکوت بلا آفۃ عند الثانی خلاصۃ قال فی البحر وبہ افتیت لما ان الفتوی علی قول الثانی فیما یتعلق بالقضاء انتہی ثم نقل عن البدائع شبہ انہ ان کان رفیستحلف اور اسی طرح مدعا علیہ قید کیا جاوے اگر سکوت لازم پکڑے بدون کسی آفت اور عرض کے ابو یوسف کے نزدیک کذا فی الخلاصۃ بحر الرائق مین کہا اور اسی کا مین نے فتوی دیا اسواسطے کہ متعلقات قضا مین ابو یوسف کے قول پر فتوی ہوا ہے مافی البحر پھر صاحب بحر نے بدائع سے نقل کیا کہ مشابہ ترجیح یہ ہے کہ عدم اقرار اور عدم انکار ہی تو مدعا علیہ سے قسم لیجائیگی ہم شہادر یہ ہے کہ قول بلوغ کی ضمیر مسئلہ سکوت کی طرف راجع ہے حالانکہ ایسا نہین بلکہ وہ مسئلہ دوسرے کی طرف راجع ہے اور وہ صاحبین کے قول کی تصحیح ہے اسواسطے کہ لفظ اشبہ یصح کے الفاظ سے ہے کذا فی الجلبی لھذا قیدنا بتحلیف الحاکم لانھما لو اصطلحا علی ان یحلف عند عفر قاض ویکون بریئا فھو باطل کان الیمین عن القاضی مع طلب الخصم ولا عبرۃ لیمین ولا نکول عند غیر القاضی یعنے تحلیف حاکم کی قید کا اسواسطے کہ متخاصمین اگر آپسمین اسپر اتفاق کرین کہ مدعا علیہ قاضی کے سوا کہین اور قسم کھاوے اور بری الذمہ ہوجاوے تو وہ باطل ہے اسواسطے کہ قسم قاضی کا حق ہے ساتھ طلب کرنے مخاصم کے اور اعتبار نہین قسم اور انکار قسم کا غیر قاضی کے پاس فلو برھن علیہ ای علی حقہ یقبل ولا یحلف ثانیا عند قاض بزازیہ الا اذا کان حلفہ الاول عندہ فیکفی ہر سو اگر غیر حاکم کے پاس قسم کھائی پھر مدعی اپنے حق پر برہان لایا تو مقبول ہوگی اور اگر گواہ ملا یا تو مدعا علیہ سے دوسری بار قسم لیجائے قاضی کے پاس کذا فی البزازیہ مگر جبکہ پہلی قسم قاضی کے پاس لے گئی تو کافی ہے پھیر دوبارہ قسم کی حاجت نہین کذا فی الدرر ونقل المصنف عن القنیۃ ان التحلیف حق القاضی فلو لم یکن باسفلا فہ لم یعتبر اور مصنف نے اپنی شرح مین قنیہ سے نقل کیا کہ تحلیف حق قاضی ہے تو جبکہ تحلیف قاضی کے قسم لینے سے سنوگی معتبر سنوگی ہم یہ مسئلہ مغائر ہے متن کے مسئلے کا اسواسطے کہ مسئلہ مین یہ ہے کہ غیر قاضی کے پاس قسم کھانا

باطل ہوا اور یہان مطلب یہ ہو کہ قاضی کے پاس قسم کھانی مدعی کے استحلاف سے نہ قاضی کے استحلاف سے کذا فی الحلبی وکذا لو اصطلحا ان المدعی لو حلف فالخصم ضامن للمال وحلف المدعی لم یضمن الخصم کما فیہ تنویر الشرع اور اسی طرح اگر متخاصمین نے اسپر اتفاق کیا کہ اگر مدعی قسم کھائے تو مدعا علیہ ضامن ہو مال کا اور مدعی نے قسم کھائی تو مدعا علیہ ضمان نہ دے اسواسطے کہ ضمان بگار ہا ہی شرع کا خلاف وجہ تغییر شرع یہ ہو کہ قسم مدعا علیہ پر ہی نہ مدعی پر طحطاوی نے کہا کہ اگر مدعا علیہ اس شرط پر مال ادا کرے تو جبر نہ کیون کہ یہ شرط باطل ہی والیمین علی المدعی علیہ لحدیث البینۃ علی المدعی والیمین علی من انکر اور قسم بجز مدعی علیہ کے نہین ہوتی مدعی پر اس حدیث کی دلیل سے بینہ لینے گواہ مدعی پر ہو سم پوری حدیث بخاری اور مسلم اور ترمذی اور ابو داؤد اور نسائی مین بروایت ابن عباسؓ یون ہی البینۃ علی المدعی والیمین علی من انکر کذا فی التبیین لفظ گواہی مدعی پر ہی اور قسم اسپر جو انکار کرتا ہی طحطاوی نے کہا وجہ استدلال یہ ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے متخاصمین مین قسمت فرمائی اور قسمت منافی شرکت ہی اور دوسری وجہ یہ ہو کہ یمین کا الف لام استغراق کا ہی اسواسطے کہ لام تعریف استغراق پر محمول ہوتا ہی اور تعریف حقیقت پر مقدم ہوتی ہی جبکہ وہان معہود نہو تو مطلب یہ ہوا کہ جمیع ایمان منکرین پر ہین تو اگر مدعی پر بھی یمین ہو تو اس نص کی مخالفت لازم آوے وحدیث الشاھد والیمین ضعیف بل رد ہ ابن معین بل انکرہ الراوی نفسہ اور حدیث شاہد و یمین کی ضعیف ہی بلکہ اسکو یحیے بن معین نے رد کیا ہی بلکہ اس حدیث کے راوی نے اسکا انکار کیا ہی کذا فی العینی ہم مسلم اور ابو داؤد مین ابن عباسؓ سے روایت ہی قضے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یمین وشاہد کذا فی التبیین یعنے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم اور ایک شاہد پر حکم دیا یعنے مدعی کی قسم اور ایک شاہد پر کفایت کی طحطاوی نے عینی سے نقل کیا کہ راوی اس حدیث کا ربیعہ ہی سہل بن صالح سے اور سہل اسکی روایت کا منکر ہی تو حدیث مذکور حجت باقی نرہی بعد منکر ہونے اسکے راوی کے تو اب احادیث صحاح مشاہیر کی معارض کیونکر ہو سکے گی اتھے برھن المدعی علی دعواہ وطلب من القاضی ان یحلف المدعی انہ لحق فی الدعوی وعلی ان الشھود صادقون او الحجود فی الشھادۃ لا یجیبہ القاضی الی طلبہ لان الخصم لا یحلف مرتین فکیف الشاھد لان لفظ اشھد عند نا یمین فلا یکرر الیمین لانا امرنا باکرام الشھود ولذا لو علم الشاھد ان القاضی یحلف ویعلم المنسوخ لہ لا تمتنع ادلہ الشھادۃ لانہ لا یلزمہ یزاد لہ گواہ لایا مدعی اپنے دعوے پر اور مدعا علیہ نے قاضی سے یہ خواہش کی کہ مدعی سے قسم لے اسپر کہ وہ اس دعوے مین حق پر ہی یا یہ خواہش کی کہ گواہ قسم کھاوین کی کہ وہ سچے ہین یا اس گواہی مین وہ حق پر ہین تو قاضی انکی خواہش کو نمانے اسواسطے کہ مدعا علیہ مخاصمے سے دو بار قسم نہین لیجاتی تو مشاہد سے دو بار کیونکر قسم لی جائیگی اسواسطے کہ اشہد کا لفظ ہمارے نزدیک قسم ہی اور دو بار قسم نہین لیجاتی اسواسطے کہ یہ تعظیم اور تکریم شہود کے ملحوظ ہین اور اسی واسطے اگر شاہد جانتے کہ قاضی اسکو قسم دیگا اور منسوخ پر عمل کریگا تو اسکو ادائے شہادت سے باز رہنا جائز ہی اسواسطے کہ اسکو ادائے شہادت لازم نہین کذا فی البزازیہ اب ہندوستان مین نصاریٰ کی کچہریون مین شاہدون پر حلف معمول ہی تو اگر شاہد بلحاظ حلف ادائے شہادت مین پہلوتہی کرین تو بموجب اس روایت کے عند اللہ گنہگار ہونگے واللہ اعلم وبینۃ الخارج فی الملک المطلق وھو الذی لم یذکر لہ سببا حق مبینۃ وذی الید لا تدع المدعی والبینۃ لہ بالحدیث اور اگر گواہ شخص خارج غیر قابض کی ملک مطلق مین اور بالقبول ہین قابض کے گواہون سے اسواسطے کہ خارج مدعی ہی اور گواہ اسکے واسطے ہین موافق حدیث کے ملک مطلق وہ جسکا سبب مذکور نہو مانند خرید یا میراث کے صورت اسکی یہ ہی شخص غیر قابض نے ایک گھر یا مال منقول کی ملک مطلق کا دعوے کیا اور قابض نے اسی طرح ملک مطلق کا دعوی کیا اور دونون گواہ لائے بلا قید تاریخ یا دونون نے ایک ہی تاریخ بیان کی تو گواہ قابض کے مقبول ہونگے خارج کے واسطے حکم ہوگا اور اگر قابض کی تاریخ مقدم ہوگی تو قابض کے واسطے حکم ہوگا اور ظہیریہ مین ہی کہ اگر خارج نے ملک موروث کا دعوے کیا اور قابض نے ملک مقید موروث کا دعوے کیا اور تاریخ قابض مقدم ہی تو مدعی خارج کے واسطے حکم ہوگا کذا فی الطحطاوی لنصہا بخلاف الملک المقید بسبب کنتاج ونکاح والبینۃ لذی الید لما عرف بخلاف دعوے اس ملک کے جو مقید بسبب ہو جیسا کہ

نتاج اور نکاح تو قابض کے گواہ اولے بالقبول ہین بالاجماع چنانچہ آگے آوے گا ہم صورت نتاج یہ ہو کہ ہر ایک نے گواہ قائم کئے کہ لونڈی اسکے پاس جنی تو قابض کے گواہ مقدم ہین اسواسطے کہ دونون کے گواہ مثبت ملک ہین اور قابض کے ساتھ ترجیح ہے قبض کی اور نکاح کی صورت یہ ہو کہ دونون نے گواہ اسپر قائم کئے کہ اسنے نکاح کیا اس عورت سے تو قابض کے گواہ اولے بالقبول ہین تو ملک سے مراد وہ ہی جو ملک حقیقی اور حکمی دونون کو شامل ہو وقضی القاضی علیہ بنکولہ لو بنکولہ فی مجلس القاضی بحقیقۃ بقولہ لا احلفہ او حلفتہ فنکل او سکت وعلم انہ من عادتہ الفرار من الیمین ثم ادعی الفضولی الوطء وحلف القاضی المدعی علیہ بالبتۃ لا یلتفت الیہ والقضاء علی الغائب جائز فی الصحیح بشرط ان یحلف المدعی بالله ما ابرأه عن هذا الحق ولا استوفاه ولا اعتاض عنه ولا وهبه ولا باعه ولا شيئا من ذلك وان استحق شيئا من يده بسبب هذه الدعوى رجع عليه بما استحق كذا في الدرر اور اس خلاف مین یعنے کسی قول کی ترجیح نہین دیکھی یہ کہا ہی مصنف نے اپنی شرح مین مین کہتا ہون ہم پہلے مذکور کر چکے کہ حکم دینا فورًا فرض ہی مگر تین صورت مین ہم پہلی صورت یہ ہی کہ قاضی کو شک بڑے طریق قضا مین چنانچہ گواہون مین تو یہ کہ مدعی مہلت مانگے تو یہ کہ امید صلح ہو اقارب مین کذا فی الطحطاوی قضی علیہ بالنکول ثم اراد ان یحلفہ لا یلتفت الیہ والقضاء علی الغائب جائز فی الصحیح فلو حلف بعد ذلک تسمع دعواہ ویحلف ثانیا کما فی الخانیۃ حکم کیا مدعا علیہ پر انکار قسم سے پھر مدعا علیہ نے قسم کھانے کا ارادہ کیا تو اسکی طرف التفات نکیا جائیگا اور حکم مال خود جاری اور ثابت ہی کذا فی الدرر تو طریقے قضا کے تین ہو گئے یعنے بربان اور یمین اور نکول وحدها فانه شيئا يسيرا فرارا قويا فيمين فنكول عنه وشاهد علم قاض عمل بالموجوح والسابع قرينة قاطعة كان ظهر من دار خالية انسان خائف يسكين مضروب بدم فدخلوها خورا فرأوه ميتا وبيده الخاطئة اخذ لا يمترى احد انه قاتله اور اشباہ مین طرق قضا سات شمار کیے بین گواہ اور اقرار اور قسم اور انکار اور قسامت اور علم قاضی کا بقول ضعیف اور نشانون یقینی قرینہ جیسا کہ خانی مین ہی کہ ایک آدمی خوفناک خون سے لتھڑی چھری لیے نکلا پھر اس گھر مین فورًا لوگ داخل ہوئے تو اسی وقت کا ایک مذبوح آدمی دیکھا تو شخص خارج قاتل اسکے خون مین ماخوذ ہوگا اسواسطے کہ اسکے قاتل ہونے مین کوئی شک اور تردد نہین کرتا ہم اسمین گفتگو ہو اسواسطے کہ اقرار کو قضا کہنا مجاز ہی کیونکہ اقرار خود حجت ملزمہ ہی بلا حاجت قضا اور قسامہ یہ مین داخل ہی اور علم قاضی قول ضعیف ہی اور قرینہ قاطعہ کو تو فقط ابن غرس نے مذکور کیا ہی تو معلوم ہوا کہ طرق قضا تین ہی ہین قتامل کذا فی الطحطاوی شك فيما يدعى عليه ينبغي ان يرضي خصمه ولا يحلفه تحرزا عن الوقوع في الحرام مدعی کو شک بڑا اسمین جسکا اسنے دعوے کیا مدعا علیہ پر تو لائق یہ ہی یعنے واجب ہی کہ اپنے مخاصم کو راضی کرے اور قسم نلے تاکہ امر حرام مین واقع ہونے سے بچے وان ابى خصمه الا احلفه القاضي دائما ان المدعي مبطل حلفه لكن لا بأس ان غلب على ظنه انه لحق لا يحلف يزاد في يمينه اور اگر اسکا مخاصم نمانے سوائے قسم کے اگر اسکا ظن غالب یہ ہو کہ مدعی باطل پر ہی تو مدعا علیہ قسم کھائے اور اگر ایسا نہو اسطرح کہ اسکو ظن غالب ہو کہ مدعی حق پر ہی تو قسم نکھائے کذا فی البزازیہ مع یہ مسئلہ مخالف ہی مسئلہ شک سے خلاصہ یہ ہو کہ مدعی کو اگر اپنے دعوے کا یقین ہو تو مدعا علیہ سے قسم لے اور اگر شک ہو تو قسم نلے اور مدعا علیہ کو اگر بطلان مدعی کا یقین یا ظن غالب ہو تو قسم کھائے اور نہین تو قسم نکھائے ونقبل البينة لو اقامها المدعي وان قال قبل اليمين لا بينة لي سراج خلافا لما في شرح المجمع عن المحيط اور گواہ مقبول ہونگے اگر مدعی نے انکو قائم کیا اگرچہ قسم سے پہلے مدعی کہہ چکا ہو کہ میرے گواہ نہین کذا فی السراج یہ خلاف اس قول کے جو شرح مجمع مین ہی محیط سے ص شرح مجمع مین محیط سے منقول کہ جب مدعی نے کہا کہ

ف قد نظمها المجوي فقال شاهدي لمن راهم اقتضاء قالوا به بيا بيتي ان حكم الخطيب اقتضاه

یعنی مدعی کو قسم سے پہلے گواہ پیش کرنے کی اجازت ہی اسواسطے کہ اسکا گواہ پیش کرنا قسم سے پہلے اسکے حق ثابت ہونے پر دلالت نہین کرتا ہم اسکے حق ثابت ہونے پر دلالت کرتا ہی بعد قسم کے

میرے پاس گواہ نہین اس دعوے پر پھر وہ گواہ لایا تو امام کے نزدیک مقبول نہین اسواسطے کہ وہ خود اپنے گواہون کی تکذیب کر چکا اور محمدؒ کے نزدیک مقبول ہین اس احتمال سے کہ اسکے گواہ ہونگے پر وہ بھول گیا انتہے اسمین خلاف تو مذکور ہی لیکن قسم کا اسمین تعرض نہین مگر شرح مجمع کے حاشیہ مین سراجیہ سے قول محمدؒ کی ترجیح مذکور ہی کذا فی الطحطاوی بعد یمین المدعی علیہ کما تقبل البینۃ بعد القضاء بالنکول خانیہ گواہ مقبول ہین مدعا علیہ کی قسم کے بعد جیسے گواہ مقبول ہین بعد قضا بالنکول کے کذا فی الخانیہ عند العامۃ وھو الصحیح یقول شریح الیمین الفاجرۃ احق ان ترد من البینۃ العادلۃ ولان الیمین کالحلف عن البینۃ فاذا جاء الحلف حکم کما اصل انتہی حکم الحلف کانہ لم یوجد اصلا بحر گواہ بعد الیمین اکثر علما کے نزدیک مقبول ہین اور یہی قول صحیح ہی بدلیل قول شریح کہ جھوٹی قسم مردود کرنیکے لائق تر ہی عادل گواہون سے اور اسواسطے کہ قسم گواہون کے علیحدہ کے مانند ہی تو جب اصل کا حکم آیا خلیفہ کا حکم ہو چکا گویا کچھ نہ تھا کذا فی البحر ویظہر کذبہ یا قامتہا ای البینۃ لو ادعاہ ای المال بلا سبب فحلف ای المدعی علیہ ثم اقامہا حتی یحنث فی یمینہ وعلیہ الفتوی طلاق الخانیۃ خلافا کما طلاق المدرر اور ظاہر ہوتا ہی کذب مدعا علیہ کا گواہون کے قائم کرنے سے اگر مدعی نے مال کا دعوی بلا اظہار سبب کیا پھر مدعا علیہ نے قسم کھائی پھر مدعی نے گواہ قائم کیے تو مدعا علیہ اپنی قسم مین حانث ہوگا اور اس قول پر فتوی ہی کذا فی کتاب الطلاق من الخانیہ برخلاف اطلاق درر درر مین کہا صواب یہ ہی کہ اسکا کذب ظاہر نہوگا تو وہ معاقب بعقوبت شاہد زور نہوگا انتہی تو صاحب درر کا کلام عام ہی خواہ دعوے سبب کے ساتھ ہو یا بلا سبب ہو وان ادعاہ سبب فحلف انہ لا دین علیہ ثم اقامہا المدعی علی السبب لا یظہر کذبہ لجواز انہ وجد القرض ثم وجد الاداء او الابراء وعلیہ الفتوی فصولین دسراجیہ وشمنی وغیرہم اور اگر مدعی نے سبب ظاہر کرکے دعوے کیا پھر مدعا علیہ نے قسم کھائی کہ اس پر دین نہین ہی پھر مدعی نے سبب مثلاً قرض دینے پر گواہ قائم کیے تو مدعا علیہ کا کذب ظاہر نہوگا اسواسطے کہ جائز ہی کہ اول قرض پایا گیا پھر ابرا او قرض یا ادائے قرض پایا گیا اور اسی قول مفصل پر فتوی ہی کذا فی الفصولین والسراج والشمنی وغیرہم ولا تحلیف فی النکاح انکرہ ھو او ھی وھو احد ھما او ھو بعد عدۃ وفی الایلاء لنکرہ احدھما بعد المدۃ واستیلاد تدعیہ الامۃ کما یأتی عکسہ تثبتہ باقرارہ درق وتسبی ان ادعی علی مجہول النسب قنۃ او ابنہ دبا العکس کلام عتاقۃ او مولاۃ ادعاہ کما علی اسفل وحد ولعان اور منکر کو قسم دینا نہین نکاح مین خواہ مرد منکر ہو نکاح کا یا عورت اور قسم نہین رجعت مین خواہ مرد منکر ہو رجعت کا یا عورت اور ایلا مین جسکا مرد یا عورت نے انکار کیا بعد مدت ایلا کے اور اسی استیلاد مین جسکا دعوے لونڈی کرتی ہی اور اسکے بالعکس یعنے ادعای استیلاد دعوے حاصل نہین ہو سکتا بسبب ثابت ہونے استیلاد کے مولے کے اقرار سے اور رقیت اور نسب مین قسم نہین اسطرح کہ دعوے کیا شخص مجہول پر کہ وہ اسکا غلام ہی یا بیٹا یا اسکے بالعکس یعنے مجہول الحال ایک مرد پر دعوے کرے کہ وہ میرا مولے ہی یا بیٹا اور وہ منکر ہوا اور ولاے عتاقت یا ولاء موالات مین قسم نہین ولا کا دعوے کیا شخص اعلے نے یا اسفل نے یعنے معروف نے مجہول پر دعوی کیا یا مجہول نے معروف پر اور حد اور لعان مین قسم نہین ہم اشیای سبعہ مین امام کے نزدیک تحلیف نہین خلافا للصاحبین رجعت مین بعد عدت کے اسواسطے قید لگائی کہ قبل عدت رجعت ثابت ہو جائیگی مرد کے قول سے اگرچہ عورت اسکی تکذیب کرے اور ایلا مین بعد مدت کے قید اسواسطے لگائی کہ ایلا کی مدت مین ایلا ثابت ہوگا زوج کے دعوے سے اور اگر عورت مدعی ہوگی رجعت اور ایلا مین تو وہ مواضع خلاف سے ہی والفتوی علی انہ یحلف منکر کل الاشیاء السبعۃ ومن عدتہا ستۃ الحق امومیۃ الولد بالنسب الرق والحاصل ان المحقق بہ التحلیف فی الکل الا فی الحدود اور فتوے اسپر ہی کہ قسم لیجائیگی منکر سے اشیاء سبعۂ مذکورہ مین اور جسنے انکو چھ شمار کیا ہی اسنے ام ولد ہونے کو نسب مین ملایا ہی یا رق مین خلاصہ یہ ہی کہ قول مفتی بہ تحلیف ہی کل امور مذکورہ مین سواے حدود کے وفیہا حد قذف ولعان فلا یمین اجماعا اذا التعم حقا

یمین علی عتق عبدہ زنی نفسہ فللمدعی تحلیفہ فان نکل ثبت العتق کالزنی اور من جملہ حدود قذف اور لعان کی حد ہو تو ان سب قسم نہیں بلکہ جماع اعم اور صاحبین کے مگر جبکہ حد حق العبد کی متضمن ہو اسطرح پر کہ مولے نے اپنے غلام کی آزادی اپنے زنا پر معلق کی ہو تو غلام کو قسم لینا مولے کا درصورت انکار جائز ہے سو اگر مولے قسم کھاوے تو آزادی ثابت ہوگی نہ زنا سے غلام یوں کہے کہ مولے نے وہ فعل کیا جسپر میری آزادی معلق کی تھی اور یہ کہے کہ اسنے زنا کاری کی تا اپنے مولے کا قاذف نہ ٹھہرے کذا فی الطحطاوی وکذا یستحلف السارق لاجل المال فان نکل ضمن ولم یقطع وان اقر یدا قطع اور اسی طرح قسم لیجاوے سارق سے مال کے واسطے سو اگر وہ قسم کھاوے تو تاوان دے مال کا اور اسکا ہاتھ نہ کاٹا جاوے گا نکول سے اور اگر چوری کا اقرار کرے تو کاٹا جاویگا وقالوا یستحلف فی التعزیر بکل بسطم فی الدرر اور علمانے کہا ہے قسم لیجائیگی تعزیر میں چنانچہ اسکو درر میں مشرح بیان کیا ہے ہم وجہ اسکی یہ ہے کہ تعزیر حق العبد ہو لہذا عبد اسکو ساقط کرسکتا ہے معاف کردینے سے کذا فی الدرر وفی الفصول ادعی نکاحہا فحلفہ دفع عینہا ان تتزوج للحلف لا لفصل مین ہے کہ مرد نے عورت کے نکاح کا دعوی کیا تو عورت کے دفع یمین کا حیلہ ہے کہ وہ نکاح کرلے تو اسسے اب قسم نلیا جائیگا وفی الخانیۃ لا استحلاف فی احد عشر مسئلۃ اور خانیہ مین ہے کہ قسم لینا اکتیس مسئلون مین نہین ہم یہ مسائل کتاب الوقف کے اخیر مین مفصل مذکور ہو چکے الینا یستحلف فی الاستحلاف لا الحلف ویرفع علی الاول یقولہ فالوکیل والوصی والمتولی والولی الصغیر علی الاستحلاف فلہ طلب عین خصمہ نیابت جاری ہوتی ہے قسم لینے مین نہ قسم کھانے مین اور مصنف نے تفریع کی اول یعنے جو از استحلاف پر اپنے اس قول سے تو کیل اور وصی اور متولی وقف اور طفل صغیر کا باپ مالک ہے قسم لینے کا تو اسکو مطالبہ اپنے مخاصم کی یمین کا جائز ہے ہم اسکا مخاصم کہا باعتبار ظاہر کے اور حقیقت مین تو وہ مخاصم ہے اصیل کا یعنے وکیل موکل کے مدعا علیہ اور وصی یتیم کے اور متولی واقف کے اور باپ اپنے طفل صغیر کے مدعا علیہ سے قسم نے وکلا یحلف احد منہم لانہ اذا ادعی علیہ لعقد او صح اقر علی الاصیل فیستحلف ہو نیچے کا وکیل بالبیع فان اقر بہ صح علی الموکل فکذا یکون لہ اور وکیل اور وصی اور متولی اور صغیر کے باپ سے قسم نلیا جائیگی مگر جبکہ اسمیں عقد کا دعوے کیا جاے یا اسکا اقرار صحیح ہو اصیل پر تو اب اسوقت قسم لیجائیگی چنانچہ بیع کا وکیل کہ اسکا اقرار صحیح ہے اپنے موکل پر تو اسی طرح اسکا قسم نکھانا بھی صحیح ہے وفی الخلاصۃ کل موضع لو اقر یلزمہ فانا لکون یستحلف وقد ذکرہا والصواب فی اربع وثلثین لما مر من الخانیۃ وزاد ستۃ اخری فی البحر وزاد اربعۃ عشر فی تنویر البصائر حاشیۃ الاشباہ والنظائر لابن الحصنف ولو لاحتشیۃ التطویل لسردتہا کلہا اور خلاصہ مین ہے کہ جس مواضع مین کہ اگر آدمی اقرار کرے تو اسکو اقرار لازم آوے پھر جب اسکا منکر ہو تو اس سے قسم لیجائیگی سواے تین صورتون کے جسکو صاحب خلاصہ نے بیان کیا ہے اور ٹھیک بات تو یہ ہے کہ چونتیس صورتون مین حلف نہین چنانچہ خانیہ سے مذکور ہو چکا یعنے اکیس صورتون خانیہ کی اور تین صورتین خلاصہ کی مل کر چونتیس ہوئین اور چھ صورتین اور بحر الرائق مین زیادہ کی ہین اور چودہ صورتین تنویر البصائر ابن مصنف کے حاشیۂ اشباہ اور نظائر مین زیادہ کی ہین اور اگر تطویل کا خوف نہوتا تو مین ان سب صورتون کو مفصل بیان کرتا ہم تو سب چونتیس صورتین ہوئین جنمین منکرین پر قسم نہین اور ان سبکو شارح کتاب الوقف مین مذکور کرچکا ہے اب بیان مکرر ذکر کرنے کی کیا حاجت ہے اور تنویر البصائر شیخ شرف الدین کا حاشیہ ہے نہ ابن مصنف کا ابن مصنف کے حاشیہ کا تو ذاہر الجاہر نام ہے چنانچہ شارح بارہا ذکر کرچکا ہے تو یہ خطا اغلاط کاتب سے ہے واللہ اعلم التحلیف علی فعل نفسہ یکون البتات ای القطع بانہ لیس کذلک قسم لینا مدعا علیہ کے ذاتی فعل پر ہوتا ہے بتات یعنے یقین ہو اسطرح کہ دعوے مدعی کا ایسا نہین ہم منکر اپنے ذاتی فعل پر یقینی قسم کھالے چنانچہ مدعی نے دعوے کیا کہ زید نے میری حویلی ناحق چھین لی اور اسکے گواہ نہین تو زید یون قسم کھاے کہ واللہ مین نے اسکی حویلی نہین چھینی اسواسطے کہ آدمی اپنے فعل کو بلاشبہ بالیقین جانتا ہے والتحلیف علی فعل غیرہ یکون علی العلم

ای انہ کا یعلم انہ کذلک لعدم علمہ بما فعل غیرہ الظاہر اور قسم دینا غیر کے فعل پر ہوتا ہے علم پر یعنے نفی علم پر یعنے یوں قسم کھائے کہ وہ نہیں جانتا ہم کہ وہ جو مدعی کا ایسا ہی غیر کے فعل پر فعل علم کی اسواسطے قسم ہوئی کہ اسکو ظاہر امر علم حاصل نہیں کہ غیر شخص نے کیا فعل کیا اللہم الا اذا کان فعل الغیر شیئا یتصل بہ ای بالحالف وفرع علیہ بقولہ فان ادعی مشتری لعبد سرقہ العبد او اباقہ وثبت ذلک یحلف البائع علی البتات مع انہ فعل الغیر واقامہ بانعیار وجوب تسلیم سلیما فرجع الی فعل نفسہ فحلف علی البتات لانہا اکدولا اعتبر مطلقا درر ملخصا الا لیمین غیر کے فعل میں نفی علم پر قسم ہو یا رخصتا مگر جبکہ غیر کا فعل ایسی چیز ہو جو حالف سے متصل اور متعلق ہو اور مصنف نے اس پر تفریع کی اپنے اس قول سے تو اگر غلام کے مشتری نے غلام کی چوری یا بھاگنے کا دعوے کیا اور یہ ثابت ہو گیا تو بائع اپنے اوپر یہ قسم کھائے باوجودیکہ سرقہ اور فرار غیر کا فعل ہوا و فعل اور یقین تو اس اعتبار سے صحیح ہوا کہ بائع پر تسلیم غلام کی بلا عیب واجب ہوئی تو غیر کا فعل اسکے ذاتی فعل کی طرف راجع ہوا تو یقین پر قسم کھانی اسواسطے کہ حالف علی القطع سو کہ تر ہو نفی علم کی قسم سے ولہذا وہ معتبر ہوگا مطلقا خواہ اپنے فعل پر ہو یا غیر کے فعل پر بخلاف اسکے مگس کے یعنے یمین علم کی اپنے فعل پر کافی نہیں کذا فی الدرر عن الزیلعی ص بحر الرائق دین ہر کہ جبر مقام میں کہ یمین علی العلم واجب ہوئی ہو پھر اسنے یقین پر قسم کھائی تو کافی ہوا اور اسسے یمین ساقط ہو گئی اور بالعکس اسکے نہیں ہوئی یعنے بجای حلف علی القطع حلف علی العلم کافی نہیں اور جو حلف اسپر واجب نہیں اسکے نکول سے قاضی حکم نہ دے گا انتہے وفی شرح المجمع عند قول اذا قال المنکر لا اعلم لی بذلک ولو ادعی العلم حلف علی البتات کموضع ادعی قبض ربہا اور شرح مجمع میں زیلعی سے منقول ہوئی یعنے یمین علی العلم اسوقت ہوئی جبکہ منکر کہے کہ مجھکو اس دعوے کا علم نہیں ہوا اور اگر اسکی دانست کا دعوے کرے تب تو یقین پر قسم کھائے چنانچہ امانت دار نے صاحب ودیعت کے قبض کرنے کا دعوے کیا ص یعنے قبض صاحب ودیعت ہر چند فعل غیر ہوئی لیکن جب مودع نے اسکے علم کا دعوے کیا تو اب اسپر یمین علی القطع لازم ہوگی وفرع علی قولہ دفعل غیرہ علی العلم بقولہ واذا ادعی بکر سبق الشراء علی شراء زید وکابتہ یحلف خصمہ وھو بکر علی العلم لو انہ لا یعلم انہ اشتراہ قبلہ کما مر اور مصنف نے اپنے اس قول پر دفعل غیرہ علی العلم تفریع کی اس قول سے اور جبکہ منکر نے دعوے سبقت خرید کا کیا زید کی خرید پر اور گواہ نہیں تو اسکا مخاصم یعنے بکر قسم کھائے علم پر یعنے وہ یوں قسم کھائے کہ وہ نہیں جانتا کہ مدعی نے اسکو خرید کیا قبل اسکے بدلیل گذشتہ یعنے غیر کے فعل میں علم پر قسم ہوتی ہے مص اور یہ تھا کہ شارح بکجائے وہو بکر کے وہو زید کہتا اسواسطے کہ وہ خصم کی تفسیر ہو کذا فی الطحطاوی کذا اذا ادعی بیتا او عینا علی وارث او اعلم انفاقا حتی کو نہ مبرا ثا او اقربہ المدعو او برھن الخصم علیہ فیحلف علی العلم اسی طرح جبکہ دعوے کیا دین کا یا عین کا وارث پر بغیر طلبکہ قاضی اسکی میراث ہونے کو جانتا ہو یا مدعی نے اسکی میراث ہونے کا اقرار کیا ہو یا خصم یعنے مدعا علیہ اسکی میراث ہونے پر گواہ لایا ہو تو مدعا علیہ علم پر قسم کھائے ص صورت اسکی یہ ہے کہ مدعی کہے کہ یہ غلام جسکا تو وارث ہوا ہے فلانے مورث سے وہ میرا مملوک ہے اور تیرے پاس ناحق ہے اور مدعی کے گواہ نہیں تو وارث قسم کھائے کہ میں نہیں جانتا کہ وہ تیرا مملوک ہے علم قاضی اسواسطے شرط ہوا کہ اگر قاضی کو میراث کا علم نہ ہوگا تو یقین پر قسم لے گا نہ علم پر اور اقرار مدعی کی مثال تصویر میں ذکر کی ہو چکی اور برہان خصم کی اسطرح صورت ممکن ہے کہ ایک مدعی نے ایک شخص پر دعوی کیا کہ یہ چیز اسکی ہے اور مدعی اقامت برہان سے عاجز ہوا اور اسکی یمین علی القطع کا مطالبہ ہوا سو مدعا علیہ نے کہا کہ وہ میراث ہے اور اسکے یمین علی العلم کا ارادہ کیا سو مدعی نے اسکا انکار کیا تو وارث نے گواہ قائم کیے اپنے مدعا پر تو وہ علم پر قسم کھائے گا خلاصہ یہ کہ دعوی عین میں تحلیف وارث علی العلم کی یہ شرط ہے کہ امور ثلثہ میں سے ایک امر ہو کذا فی الطحطاوی ولو ادعاھا ای الدین کوالعین الوارث علی غیرہ یحلف المدعی علیہ علی البتات کمو ھوب ونحوہ ومر اور دعوے کیا دونوں کا یعنے دین اور عین کا وارث نے غیر شخص پر تو مدعا علیہ یقین پر قسم کھائے کہ اسمیں مورث کا حق نہیں چنانچہ موہوب اور خرید کذا فی الدرر ھبہ اور خرید کی صورت یہ ہے کہ اگر

ایک مرد نے دوسرے کو غلام ہبہ کیا اور اسکے واسطے قبضہ کیا یا ایک نے دوسرے سے غلام خریدکیا پھر ایک مرد آیا اور اسنے دعوی کیا کہ وہ اسکا غلام ہی اور اسکے پاس گواہ نہیں تو مدعا علیہ یمین پر قسم کھائے نہ علم پر طحاوی نے کہا کہ واجبی کا وا وبھی ادہی کما لا یخفی ویحلف جاحد النقود اجماعا اور نہ کھائی قصاص کا منکر باتفاق ائمہ اور صاحبین کے ہم خانہ میں ہی کہ قتل کی تحلیف کی کیفیت میں دو روایتیں ہیں ایک روایت یہ ہی کہ حاصل پر قسم کھائے کہ واللہ مجھ پر فلانے کا خون نہیں اور نہ میرے اوپر کوئی حق ہی اس خون کا جسکا وہ مدعی ہی اور دوسری روایت یہ ہی کہ سبب پر قسم کھائے یعنے میں نے واللہ فلان بن فلان کو عمداً قتل نہیں کیا اور سوائے قتل کے قطع اور جراحات میں حاصل پر قسم کھائی یعنے نہ سبب پر انتہی فان نکل فان کان فی النفس حبس حتی یحلف سو اگر منکر قصاص قسم نہ کھائے تو اگر قتل نفس میں دعوی ہو تو قید کیا جاوے یہاں تک کہ اقرار کرے یا قسم کھائے دیعاد ونہ یقتص لان الحلف خلف عن حق النفس کالمال فیجری فیہ التبادل خلافا لھما اور قتل نفس کے سوا اپنے قطع اور جراحات میں درصورت نکول قصاص لیا جاوے سوا بسبب کہ اطراف آدمی کے یعنے مثلاً ہاتھ یا نون حفاظت نفس کے واسطے پیدا ہوئے ہیں مال کے مانند تو انمیں ابتذال جاری ہی برخلاف صاحبین کے ہم ایک نسخہ میں بدل ہی بجاے ابتذال کے اور بدل اسکو وضع ہی ابتذال سے صاحبین کے کہا ماذون نفس میں نکول سے قصاص لازم نہیں اسواسطے کہ نکول وہ اقرار ہی جسمیں شبہہ ہی تو قصاص اس سے ثابت نہوگا اور مال واجب ہوگا کذا فی البحر قال المدعی لی بینۃ حاضرۃ فی المصر وطلب یمینہ فحلف خلافا لھما مدعی نے کہا میرے گواہ حاضر ہیں شہر میں اور مانگے اپنے مدعا علیہ سے قسم جاہے تو وہ قسم نکھائے برخلاف صاحبین کے ہم امام کی دلیل یہ ہی کہ ثبوت حق قسم میں مرتب ہی عاجز ہونے پر اقامت برہان سے تو تا امکان برہان کیونکر قسم لیجاے اور صاحبین کی دلیل یہ ہی کہ یمین مدعی کا حق ہی تو جب اسکی وہ طلب کرے تو قبول ہوگی ولو حاضرۃ فی مجلس الحکم لیحلفہ اتفاقا ولو غائبۃ عن المصر حلف اتفاقا ان ملک قد یخفی الغیبۃ عما فی المصر اور اگر گواہ مجلس حکم میں حاضر ہوں تو قسم نکھائے بالاتفاق اور اگر غائب ہوں شہر سے تو قسم کھائے بالاتفاق کذا صرح ابن ملک اور صاحبین میں غائب ہونے کو مدت سفر کے ساتھ معین کیا ہی یعنے اگر تین منزل پر گواہ دور ہوں تو مدعا علیہ پر قسم ہی گواہوں کا وہاں سے بلانا فرض نہیں وباخذ القاضی فی مسئلۃ المتن فیما لا یسقط بشبہۃ کفیلا بنفقۃ ہو من ھو ربہ یحفیظ من حضر ولو حبیبا او المال حقیرا فی ظاھر عینی بنفقۃ ثلثۃ ایام وھو الصحیح مسئلہ متن یعنے جبکہ مدعی نے کہا کہ میرے گواہ شہر میں حاضر ہیں اس دعوی میں جو شبہہ سے ساقط نہیں ہوتا یعنے غیر حدود میں قاضی متعہد ضامن لے کہ اسکے بھاگ جانے سے اطمینان حاصل ہو کذا فی البحر تو اسکو یاد رکھنا چاہیے تو قاضی مدعا علیہ سے حاضر ضامن لے تین دن کا قول صحیح میں اگرچہ مدعا علیہ صاحب اعتبار ہو اور مال بے حقیقت ظاہر سبب میں کذا فی العینی دعی الثانی الی مجلس لثالث وصح اور ابو یوسف سے روایت ہی کہ قاضی کی مجلس ثانی تک حاضر ضامن لے اور یہ قول بھی صحیح ہی فان امتنع من اعطاء ذلک الکفیل کان حبسہ بنفسہ وامینہ مقدار مدۃ التکفیل لثالا یغیب سو اگر مدعا علیہ ضامن دینے سے سرتابی کرے تو خود مدعی یا امین اسکا اسکے ساتھ نگہدار رہے بمقدار مدت تکفیل یعنے تین دن یا مجلس ثانی تک تاکہ مدعا علیہ غائب نہو جاے الا ان یکون الخصم غریبا ای مسافرا فیلازم او یکفل الی انتھاء مجلس القاضی وقال المضرحتی یعلم وقت سفرہ یکفلہ الیہ ینظر فی ذیہ او یستخبر رفقاءہ لو انکر المدعی غربتہ یعنے مگر یہ کہ مدعا علیہ غریب یعنے مسافر ہو تو مدعی اسکے ساتھ بھیجے یا حاضر ضامن لے تا انتہاے مجلس قاضی دفع ضرر کے واسطے یہاں تک کہ اگر مدعا علیہ کا وقت سفر معلوم ہو تو اسوقت تک ضامنی لے اور مدعا علیہ کی ہیئت اور لباس کو دیکھے کہ مقیمانہ ہی یا مسافرانہ یا اسکے سفر کے رفیقوں سے سفر کے وقت کو دریافت کرے اگر مدعی اسکی مسافری کا منکر ہو کذا فی البزازیہ ہم شارح نے غریب کی تفسیر مسافر سے واسطے کی تا معلوم ہو کہ مقیم مریض سفر کا بھی حکم غریب کے مانند ہی قال ولہ بینۃ بالطلب یمینہ فحلفہ القاضی ثم برھن علی دعواہ بعد الیمین قبل ذلک البرھان عنہ لا صام منہ مدعی نے کہا کہ میرے پاس گواہ ہیں

ف ۱ اس لیے کہ نکول کی حقیقت اقرار ہی اور اقرار کی حقیقت اخبار ہی اور اخبار میں احتمال صدق و کذب ہی اور احتمال کے ساتھ حق ثابت نہیں ہوتا تو نکول سے حق ثابت نہوگا

اور مدعا علیہ سے قسم چاہے سو قاضی نے اسسے قسم لی پھر مدعی گواہ لایا اپنے دعوے پر قسم کے بعد تو یہ برہان مدعی کے جانب سے احکم کے نزدیک مقبول ہوگی وکذا لو قال المدعی کل بینۃ اتی بہا فھی شھود زور اذا قال احلفت فانت بری ومن المال فحلف ثم برھن علی الحق قبل خانیۃ وبہ جزم فی السراج کما مر اور اسی طرح اگر مدعی نے کہا کہ جو گواہ میں لاؤں تو وہ کاذب گواہ ہیں یا بولا کہ جب تو قسم کھائے تو تو بری الذمہ ہے مال سے پھر اسنے قسم کھائی پھر مدعی گواہ لایا اپنے حق پر تو مقبول ہے کذا فی الخانیہ اور اسی پر یقین کیا ہے سراج میں چنانچہ مذکور ہو چکا وقبول البینۃ لو قائما بعد یمین کی شرح میں دقیل کا یقبل قائلا محمدا کما فی العمادیۃ وعکسہ ابن ملک اور قول ضعیف یہ ہے کہ گواہ بعد حلف کے مقبول نہیں قائل اس قول کے محمد بن حسن ہیں چنانچہ عمادیہ میں ہے اور اسکو بالعکس کہا ہے ابن ملک نے یعنی قبول کو محمد کی طرف نسبت کیا ہے اور عدم قبول کو امام کی طرف وکذا الخلاف لو قال لا دفع لی الیّ یدفع وقال الشاھد کان شھد قبل ثم شھد واکان صحح القبول لجواز النسیان ثم التذکر کذا فی الدرر واقرہ المصنف اور اسی طرح اختلاف ہے اگر مدعا علیہ نے کہا کہ میرے پاس دفع دعوے کی وجہ نہیں پھر وہ دفع دعوے کی وجہ لایا یا شاہد نے کہا کہ میری گواہی نہیں پھر اسنے گواہی دی اور قول صحیح تر یہ ہے کہ مقبول ہے بسبب جائز ہونے نسیان کے اور پھر یاد پڑنے سے کذا فی الدرر اور مصنف نے اسکو اپنی شرح میں ثابت رکھا ہے ادعی المدیون الایصال فانکر المدعی ذلک وکلا بینۃ لہ علی مدعاہ فطلب یمینہ فقال المدعی احلفوا فی الختم ثم استحلفہ لہ ذلک فحلفہ مدیون نے ایصال دین کا دعوے کیا سو مدعی اسکا منکر ہوا اور مدیون کے پاس گواہ نہیں اسکے مدعا پر سو مدیون نے اسکی قسم کی درخواست کی تو مدعی نے کہا کہ میرا حق ختم میں کر لیجئے حاضر کیجئے محمد سے قسم لے تو اسکو یمین اختیار ہے کذا فی القنیہ ص طحطاوی نے کہا کہ فی الختم سے مراد والعلم اعلم منقد ہوا سواسطے کہ قاموس میں ہے کہ ختم یوزن منبر وہ آلہ ہے جس سے پر رکھے ہیں اور مقصود احضار حق ہے اتنے اور ممکن ہے کہ اجعل حق کا یہ مطلب ہو کہ میرا حق تجھلی میں مہر کر کے حاضر کیجئے قسم لے واللہ اعلم والیمین باللہ تعالی لحدیث من کان حالفا فلیحلف باللہ تعالی ولینزہ ھو قولہ واللہ خزانۃ وظاھرہ انہ لو حلفہ بغیرہ لم یکن یمینا ولم اراہ صریحا بحر واقسم ہوتی ہے اللہ تعالی کے نام پاک سے جس وعلے بدلیل اس حدیث کے کہ جو قسم کھانے والا ہو تو چاہیے کہ اللہ تعالی کی قسم کھائے یا نہ قسم کھائے اور یمین یا اللہ یہ قول ہے کہ واللہ کذا فی الخزانۃ اور ظاہر اس کلام کا اسپر دلالت کرنا ہے کہ اگر غیر اس نام پاک کے قسم کھائے تو یمین نہ ہوئی اور میں سمجھ اسکو صریحا نہیں دیکھا کذا فی البحر لا بطلاق وعتاق وان الحرّ الخصم فعلیہ الفتوی تتارخانیہ لا ان الحلیف بھما حرام خانیہ قسم نہیں طلاق اور عتاق سے اگرچہ مدعی اسپر الحاح کرے اور اسی قول پر فتوے ہے کذا فی التاتارخانیہ اسواسطے کہ طلاق اور عتاق کی قسم دینا حرام ہے کذا فی الخانیہ وقیل ان مست الضرورۃ فوض الی القاضی لتشاجع المتعصبین اور بعضوں کا قول ضعیف یہ ہے کہ اگر طلاق اور عتاق کی قسم کی ضرورت آ لگے تو یہ قسم قاضی کے اختیار میں ہے یا تابع بعض فتوا فلو حلفہ القاضی بہ فنکل فقضی علیہ بالمال لم ینفذ قضاء علی قول لکذا فی خزانۃ المفتیین وظاھرہ انہ مفرع علی قول لا کلتزاما علی القول بالتحلیف بھما فیعتبر کولہ یقضی بہ واللہ اعلم عتبی واعتمدہ المصنف سو اگر قاضی نے اسکو طلاق یا عتاق کی قسم دی پھر اسنے قسم نکھائی تو اسپر مال کا حکم کیا تو حکم نافذ نہوگا اکثر علما کے قول پر کذا فی خزانۃ المفتیین اور ظاہر یہ کلام متفرع ہے اکثر کے قول پر اور طلاق اور عتاق کے جواز تحلیف پر تو نکول معتبر ہوگا اور اسی پر اعتماد کیا ہے مصنف نے اپنی شرح میں ص علامہ مقدسی نے کہا ہے فائدہ تحلیف یہ ہوتا ہے تا خاطر مدعی مطمئن ہو جاوے جبکہ مدعی پر دعوی مشتبہ ہو بسبب نسیان وغیرہ کے پھر جب مدعا علیہ نے طلاق یا عتاق کی قسم کھائی تو مدعی اسکی تصدیق کرے گا اتنے تو تحلیف لطلاق وعتاق باوجود عدم قضا نکول بے فائدہ نوعی قلت ولو حلفہ بالطلاق انہ کما قال علیہ ثم برھن المدعی علی المال اقام شھودا علی السبب کالاقرار لم یقض وان شھدوا علی تمام الدین یقضی لان السبب لا یستلزم قیام الدین میں کہتا ہوں اور اگر طلاق کی قسم کھائی کہ

اسپر مال نہین پھر مدعی گواہ لایا مال پر اگر شاہد دونے سبب مال پر گواہی دی چنانچہ اقرض پر تو فرق نکیا جائیگا اور اگر قیام دین پر گواہی دی تو فرق کیا جائیگا اسواسطے کہ سبب تو لازم نہین قیام دین کا ہم اسواسطے کہ شاید مدیون دین کو ادا کرچکا ہو یا مدعی نے اسکو معاف کردیا ہو یا ہبہ کردیا ہو اور یہی تفصیل مفتی بہ ہی کما فی الطحطاوی عن شرح الوہبانیہ للعلامہ سعید البرہ وقال محمد فی الشہادۃ علی قیام المال لا یحنث لاحتمال صدقۃ خلافا لابی یوسف کذا فی شرح الوہبانیہ للشرنبلالی قد تقدم اور محمد نے کہا کہ قیام مال کی گواہی مین حانث نہوگا بسبب احتمال صدق مدعا علیہ بخلاف ابو یوسف کے کہ انکے نزدیک حانث ہوگا چنانچہ شرنبلالی کی شرح وہبانیہ مین ہی اور البتہ یہ مسئلہ مقدم مذکور ہوچکا ویغلظ بذکر اوصافہ تعالے اور سخت اور شدید ہوجاتی ہی قسم حق تعالے کے اوصاف مقدسہ کے ذکر کرنے سے ہم از انجملہ ایک یہ مثال ہی کہ قاضی کہے مدعا علیہ سے کہ تجھکو قسم ہی اس اللہ پاک کی جسکے سوا کوئی معبود برحق نہین جو عالم ہی غیب اور شہادت کا کہ تیرے اوپر اس شخص کا مال نہین ہی وقید بعضہم بفاسق حال خطیر اور بعضے فقہا نے تغلیظ اور تشدید کو مدعا علیہ فاسق اور مال کثیر کے ساتھ مقید کیا ہی لیکن تو معروف بالصلاح اور مال حقیر پر تغلیظ نہین ولا اختیار فیہ وفی صفقۃ الی القاضی اور قسم مین اور قسم کی صفت یعنے تشدید مین قاضی کا اختیار ہی ہم یعنے یقین قسم مین قاضی کو اختیار ہی جیسے اسکو مصلحت معلوم ہو وہ اختیار کرے چنانچہ یون کہے مدعا علیہ سے کہ کہ واللہ یا باللہ یا رحمن کی قسم یا قادر کی قسم ویجتنب العطف کبللہ یکرر الیمین اور پرہیز کرے عطف سے تاکہ قسم مکرر نہوجائے ہم یعنے یون نکہے قاضی کہ باللہ والرحمن والقادر اسواسطے کہ مستحق تو ایک ہی قسم ہی اور عطف مین تکرار قسم ہوگی فلو حلف باللہ ونکل عن التغلیظ کالہ یفتی علیہ ای بالنکول لان المقصود الحلف باللہ وقد حصل بہ یلغی سواگر قاضی نے مدعا علیہ کو اللہ کی قسم دی اور اسنے تغلیظ یمین سے انکار کیا تو قاضی اسپر نکول سے حکم نکرے اسواسطے کہ مطلب تو اللہ کی قسم سے ہی اور وہ تو حاصل ہوچکا کذا فی الزیلعی لا یستحب التغلیظ علی الامین بزمان ولا بمکان کذا فی الحاوی وظاہرہ انہ مباح تستحب نہین مسلمان پر تشدید قسم کی زمان سے اور نہ مکان سے کذا فی الحاوی تو ظاہر اس کلام کا یہ ہی کہ تشدید زمانی اور مکانی مباح ہی یعنے اسواسطے کہ نفی استحباب نفی اباحت کو مستلزم نہین تغلیظ زمان یہ کہ رمضان شریف یا جمعہ کے دن قسم لے اور تغلیظ مکان یہ کہ مسجد یا بیت اللہ مین قسم لے ویستحلف الیہود باللہ الذی انزل التوراۃ علی موسی والنصاری باللہ الذی انزل الانجیل علی عیسی والمجوسی باللہ الذی خلق النار فیہ لظاہر الآیۃ ولکن یعتقہ فلو اکتفی باللہ کالمسلم کفی اختیار اور قسم لی یہودی سے اسطرح کہ قسم ہی اس اللہ کی جسنے موسے علیہ السلام پر تورت اتاری اور نصرانی سے اسطرح کہ قسم ہی اس اللہ کی جسنے عیسے علیہ السلام پر انجیل اتاری اور مجوسی سے اسطرح کہ قسم ہی اس اللہ کی جسنے آگ پیدا کی تو قسم مین تشدید کرے ہر دین والے پر اپنے اعتقاد کے موافق سواگر کفارہ مذکورین سے فقط اللہ کی قسم پر اکتفا کرے تو کافی ہی کذا فی الاختیار ہم مجوسی سے آگ کی قسم نہ لے اسواسطے کہ غیر خدا کی قسم جائز نہین بلکہ آگ کے خالق کی قسم لے تو اسی طرح ہنود سے گنگا کی قسم نہ لے بلکہ اللہ کی جسنے گنگا پیدا کی والوثنی باللہ تعالے لانہ یقر بہ وان عبد غیرہ اور بت پرست سے قسم لے اللہ تعالی کے نام پاک کی اسواسطے کہ بت پرست خدا کا اقرار کرتا ہی اگرچہ غیر خدا کی عبادت اور پوجا کرتا ہی ہم مصباح العلوم مین ہی کہ وثن صنم ہی لکڑی سے ہو یا پتھر سے یا سونے یا چاندی سے ہو اسکے دیکھنے سے ابن الکمال نے کہا کہ دہریہ لا یعتقد ونہ تعالے قلت وعلیہ فیما اظن یحلفون اور یقین کیا ہی ابن کمال نے اسکا کہ دہریہ آدمی حق تعالی کا اعتقاد نہین رکھتے مین کہتا ہون اور قسم دیجاتی ہی اسکو تو یہ لوگ کسکی قسم کھاوین ویبقی تحلیف الحاکم سوال یقول للقاضی علیک عہد اللہ ومیثاقہ ان کان کذا کذا فاذا ادعی ابرأہ او نحو صار حالفا اور باقی رہا گونگے کو قسم دینا اسکا طریقہ یہ ہی کہ قاضی اس سے کہے کہ تجھپر عہد ہی خدا کا اور اسکا میثاق اگر ایسا اور ایسا ہو پھر جب وہ اپنے سر سے اشارہ کرے کہ ہان تو وہ حالف ہوجائیگا ہم اور اگر انکار کا اشارہ کریگا تو نکول ہوگا اور دعوے ثابت ہوگا کذا فی الفتنیہ اور قاضی گونگے سے یون نہ کہے کہ خدا کی قسم کھا کہ تیرے اوپر اسکا حق نہین کہ یہ قسم نہوگی اگرچہ وہ اپنے سر سے اشارہ کرے کہ ہان اسواسطے کہ اسکا

اشارہ گویا یوں ہو جائیگا کہ مین قسم کھاتا ہون اور حالانکہ یہ قسم نہین کذا فی الطحطاوی عن اتقانی ولو صم ایضا کتب لہ لیجیب لخطہ ان عرفہ ولا فبالاشارۃ اور گونگا بہرا بھی ہو تو قسم کو لکھے تاکہ وہ اسکا جواب لکھے اپنے خط سے اگر وہ لکھنا جانتا ہو اور نہین تو اسکے اشارہ سے قسم لے ولو اعمی ایضا فابوہ او وصیہ او من نصبہ لقاضی شرح وہبانیہ اور اگر گونگا اور بہرا اندھا بھی ہو تو اسکا باپ قسم کھاے یا اسکا وصی یا جسکو قاضی نے منصوب کیا کذا فی شرح الوہبانیہ ص شارح کو یون کہنا لازم تھا من نصبہ القاضی اسواسطے کہ قاضی اسکی طرف سے نائب کو اسوقت قائم کریگا جبکہ باپ یا اسکا وصی نہو چنانچہ شرح وہبانیہ مین ہے اور قسم کیا علم پر ہوگی اسواسطے کہ متعلق بغیر ہی یا القین پر اسکو تحریر کرنا چاہیے پھر معلوم کرکہ قول المقدم کے مخالف ہو کہ نیابت استحلاف مین جاری ہوتی ہے نہ حلف مین کذا فی الطحطاوی ولا یحلفون فی بیوت عبادتہم للکراھۃ دخولہا للحر اور یہود اور نصارے اور بت پرستون سے قسم نہ لیجاے اسکے عبادت خانون مین وہان کے جانیکی کراہت سے کذا فی البحر یعنے قاضی وغیرہ کو کفار کے معابد مین جانا مکروہ ہے اسواسطے کہ وہ مجمع شیاطین ہین اور ظاہر کراہت تحریمی ہے اسواسطے کہ عند الاطلاق کراہت تحریمی ہی مراد ہوتی ہے اور یہ فتوی دیا ہے اُس مسلم کی تعزیر کا جو ملازم کنیسہ ہے یہود کے ساتھ کذا فی البحر الرائق ویحلف القاضی فی دعوی سبب یرتفع علی الحاصل ای علی الصورۃ انکار المنکر اور اس سبب کے دعوے مین جو ذکل اور اسم سکتا ہے قاضی قسم دے حاصل پر یعنے انکار منکر کی صورت پر ہم حاصل کی یہ تفسیر بمعنی اصطلاحی ہے اور معنی لغوی حاصل کا یہ ہے جو ہر چیز سے باقی رہے اور ثابت رہے اور ماسوا اسکے جاتا رہے چنانچہ قاموس مین ہے انکار منکر کی صورت پر اسواسطے قسم ہوی کہ منکر یون کہتا ہے کہ کارے مابین مین بیع اور طلاق اور غصب واقع نہین کذا فی الطحطاوی وفسرہ بقولہ ای باللہ مابینکما نکاح قائم ومابینکما بیع قائم ومایجب علیک ردہ لو قائما او بدل لہ لو ھالکا ومابرئت منک وقولہ الان متعلق بالجمیع مسکین فی دعوی نکاح وبیع وغصب وطلاق فیہ لقا ونشر او صفہ نے حاصل کی تفسیر کی اپنے اس قول سے کہ تجھکو اللہ کی قسم کہ تم دونون کے مابین مین نکاح قائم نہین اور تم دونون کے درمیان بیع قائم نہین اور تجھپر اسکا پھیر دینا واجب نہین اگر وہ قائم ہو یا اسکے عوض کا پھیر دینا اگر وہ ہلاک ہو گیا ہو اور وہ عورت تجھسے بائن نہین اسدم نکاح اور بیع اور غصب اور طلاق کے دعوی مین اس کلام مین لف ونشر مرتب ہے علامہ مسکین نے کہا کہ الان کا لفظ سب سے متعلق ہے یعنے نکاح اور بیع اور غصب اور طلاق اسدم ثابت نہین کا علی السبب ای باللہ ما ملکت وما بعت خلافا لمالک نظرا للمدعی علیہ لاحتمال الطلاق واقالتہ قسم لے سبب پر قطع نظر اسطرح پر کہ تجھکو اللہ کی قسم کہ تو نے نکاح نہین کیا اور تو نے بیع کی بخلاف ابو یوسف کے سبب پر قسم لے نیظر مدعا علیہ کے بھی اس احتمال سے کہ شاید اسنے بعد نکاح کے طلاق دی ہو اور بعد بیع کے اقالہ بیع کیا ہو ہم ابو یوسف کے نزدیک یمین تو استیقای حق مدعی کے واسطے ہی تو یمین کی مطابقت دعوی مدعی سے واجب ہوا اور دعوے تو سبب کا ہر طرفین کی دلیل یہ ہے کہ اگر مدعا علیہ نے بعد نکاح کے طلاق دی تو وہ اس قسم مین صادق ہوگا کہ واللہ ما ملکت اور اسی طرح بعد اقالۂ بیع واللہ ما بعت اور بعد ردّ غصب واللہ ما غصبت اور بعد ابانت تجدید نکاح سے واللہ ما طلقت کہنے مین صادق ہوگا الا اذا لزم من الحلف علی الحاصل ترک النظر للمدعی فیحلف بالاجماع علی السبب ای علی صورۃ دعوی المدعی کدعوی شفعۃ بالجوار ونفقۃ متبوتہ والخصم لا یراھا کونہ شافعیا یصدق بحلفہ علی الحاصل فی معتقدہ فیقضی للمدعی مگر جبکہ حاصل پر قسم کھانے سے مدعی کے جانب سے ترک نظر لازم آوے تو بالاتفاق سبب پر قسم کھاوے یعنے دعوی مدعی کی صورت پر چنانچہ شفعہ جوار اور نفقہ متبوتہ کے دعوی مین اور حالانکہ مدعا علیہ دونون کو واجب نہین دیکھتا بسبب شافعی مذہب ہونے کے بسبب صادق ہونے اسکی قسم کے حاصل پر اسکے اعتقاد مین تو مدعی کا حق رہوگا شافعی مذہب مین شفعہ جوار اور نفقہ متبوتہ واجب نہین تو اگر مدعا علیہ شافعی مذہب یون قسم کھاوے کہ واللہ بھیجپر شفعہ جوار اور نفقہ متبوتہ نہین تو آئین صحیح مدعی کا ضرر ہے تو یہان سبب پر اسطرح قسم کھائے کہ واللہ مین نے اس گھر کو نہین خریدا اور یہ عورت میری مطلقہ بطلان بائن عدت مین نہین ہے

ع

فیحلف فی نفقۃ الاصل وزوجۃ وقن مسکین وطلاق بائن فی ظاھر الروایۃ بل بکل ۱۲

شفعہ جوار اور ہمسایہ ہونیکی اسواسطے قید لگائی کہ شفعہ شرکت اور نقد رہی مین حاصل ہوگی نہ سبب پر قسم ہوگی نہ سبب پر قلت ومفادہ انہ لا اعتبار بمذہب المدعی علیہ واما مذہب المدعی فنفیہ خلاف واکاد وجہ ان یسأل القاضی ھل اعتقد وجوب شفعۃ الجوار او لا کذا فی الملتقط وجوب شفعہ الجوار کا ذکر ہم نے ملتقط مین کیا ہون اور قول سابق سے مستفاد ہوا کہ مدعلیہ کے مذہب کا کچھ اعتبار نہین تحلیف مین اور مدعی کے مذہب مین اختلاف ہی علما کا اور قول موجہ تر یہ ہی کہ مدعی سے قاضی پوچھے کہ تو وجوب شفعہ جوار کا معتقد ہی یا نہین اور اسی پر اعتماد کیا ہی مصنف نے اپنی شرح مین ہم تو اگر مدعی کہے کہ ہین وجوب کا معتقد ہون تو حاصل پر قسم لے اور اگر معتقد نہو تو سبب پر قسم لے کذا فی الطحطاوی وکذا ای یحلف علی السبب اجماعا فی سبب لا یرتفع برافع بعد ثبوتہ کعید مسلم یدعی علوہ کافر عتقہ لعدم انکارہ سرقہ اور اسی طرح یعنے سبب پر بالاجماع قسم لے اس سبب مین جو مرتفع نہین ہوتا کسی رافع سے بعد اپنے ثابت ہونے کے مانند اس غلام مسلمان کے جو اپنے مالک پر اپنے آزاد کرنے کا دعوے کرتا ہی سبب نہ مکرر ہونے اسکی رقیت کے واما فی کامۃ ولو مسلمۃ والعبد الکافر فلتکرر قضا بالحاق حلف مولاھا علی الحاصل اور لونڈی مین اگرچہ وہ مسلمان ہو اور کافر غلام مین تو سبب مکرر ہونے اسکی رقیت کے لحوق دار الحرب سے قاضی قسم دے دونون کے مالک کو حاصل پر قسم لینے مولے کو یون قسم دے کہ تم دونون کے درمیان اب عتق قائم نہین نہ یون کہ مین نے اسکو آزاد نہین کیا اس احتمال سے کہ شاید اسنے آزاد کیا ہو پھر وہ دار الحرب مین جا ملا ہو پھر وہ دار السلام مین پھر آیا ہو پھر رقیت کی طرف اسکے عود کیا ہو تو اس یمین کی صورت سے اسکو ضرر ہوگا اور یہی حال ہی لونڈی کا کذا فی الطحطاوی والحاصل اعتبار الحاصل الا تضرر مدعٍ وسببٍ غیر متکرر اور حاصل کلام یہ ہی کہ تحلیف مین حاصل کا اعتبار ہی مگر بسبب مضرر مدعی اور سبب غیر متکرر کے سبب کا اعتبار ہی وھو فداء الیمین والصلح منہ لحدیث دُبُّوا عن اعراضکم بأموالکم اور بدلا دینا قسم کا اور صلح کرنا قسم سے صحیح ہی بدلیل اس حدیث کے کہ اپنے مال دیکر اپنی آبرو بچاؤ حاصل فدیہ یمین ہوتا ہی بمقدار دعوی یا اقل سے اور صلح ہوتی ہی اقل سے خلیفہ رضی اللہ عنہ پر جب قسم آئی تھی تو انھون نے مال دیکر قسم نہ کھائی تھی اور اسی طرح عثمان رضی اللہ عنہ نے چالیس درم کے دعوی مین قسم کے عوض مال دیا اور قسم نہ کھائی لوگون نے کہا کہ آپ تو سچے ہین کیون نہین قسم کھاتے مین جواب دیا کہ شاید میری قسم کو کوئی یمین کاذبہ گمان کرے اتقیتُ اور اسواسطے کہ مال دینے اور قسم نہ کھانے مین حفظ آبرو ہی اور وہ مستحسن ہی عقلاً وشرعاً کذا فی الحموی لقضاء وقال الشہید الاحق ان یعمل بالمتعارف لو فی البحر ای ثابت بدلیل جواز الحلف صدقا او کما شہید نے کہا کہ سچی قسم سے بچنا واجب ہی بحر الرائق مین کہا کہ واجب ہی یعنے ثابت ہی بدلیل درست ہونے سچی قسم کے صلح لینے واجب سے واجب شرعی مراد نہین کہ سچی قسم کھانا جائز نہو بلکہ واجب یعنی ثابت ہی ولا یحلف المکرہ بعد ابلاغہ اسقط حقہ اور مکرہ کو قسم نہ دیجائیگی کبھی بعد فدیہ دینے اور صلح کرنے کے اسواسطے کہ مدعی نے اپنا حق ساقط کردیا یا مال لیکر وقید بالفداء والصلح لان المدعی لو اسقطہ ای الیمین قصدا بان قال برئت من الحلف او ترکتہ علیہ او وھبتہ لا یصح ولہ التحلیف بخلاف البراءۃ عن المال لان التحلیف للحاکم بناء علیہ اور مصنف نے سقوط یمین مین فدیہ اور صلح کی قید لگائی اسواسطے کہ مدعی اگر یمین کو بالقصد ساقط کردے اسطرح کہ کہے مدعا علیہ سے کہ تو بری الذمہ ہوگیا قسم سے یا مین نے اسکو چھوڑ دیا یا اسکو ہبہ کر دیا تو صحیح نہین اور اسکو قسم لینا جائز ہی بخلاف براءت عن المال کے اسواسطے کہ تحلیف حاکم کے واسطے مخصوص ہی یعنے بطلب مدعی کذا فی البزازیہ ہم براءت عن المال یعنے مال کا معاف کردینا مدعی کے اختیار مین ہی بلا دخل حاکم وکذا اذا اشتری بمبتہ لہ یحلف لعدم رکنیۃ البیع درر اور اسی طرح جبکہ مدعا علیہ اپنی قسم کو مول لے مدعی سے تو جائز نہین بسبب معدوم ہونے رکن بیع کے کذا فی الدرر رکن بیع یہ ہی کہ مبیع مال ہو اور حالانکہ یمین مال نہین فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا استطراد خصومۃ نقال خلفتنی مرۃ ان عند الحاکم اربعین قبل ذا کذلہ تحلیف درر مدعی نے قسم چاہی اپنے مدعا علیہ سے سو اسنے کہا کہ تو مجھکو قسم دے چکا ہی

ایکبار اگر تحلیف حاکم یا حکم کے پاس ہوئی اور وہ اسپر گواہ لایا تو مدعا علیہ کا قول مقبول ہوا ور نہیں تو مدعی کو اسکی تحلیف کا اختیار ہے کذا فی الدرر قلت ولم ار ما لو قال ان قد حلفت بالطلاق فی لا احلف فحلف فی بین کہتا ہون اور میں نے نہیں دیکھا یہ مسئلہ کہ اگر مدعا علیہ نے کہا کہ مقرر میں اسپر طلاق کی قسم کھا چکا کہ البتہ میں قسم نہ کھاؤن گا تو اسکے حکم کی تنفیع کرنا چاہیے کہ حاکم اسکو قسم دیگا یا نہ دیگا ہم ثابت ہو چکا ہے کہ استحلاف احد المتخاصمین کے الحاق ضرر سے قاضی ناچار ہے اور مراعات جانب مدعی اولے ہے تو ہمو جب اسکے حلف بالطلاق کے دعوے میں مدعا علیہ معذور نہو گا اور قسم نہ کھانے سے اسپر مال کا حکم کیا جائیگا کیونکہ اسنے خود اپنی ذات کو ضرر پہونچایا یا طلاق کی قسم کھا کر اور اگر اسکی قسم کو لحاظ کیجیے تو بطال حکم شرع لازم آتا ہے واللہ تعالی اعلم کذا فی الطحطاوی

باب التحالف

یہ باب ہے دو شخصوں کے باہم قسم کھانے میں لما قدم بین الواحد کر یمین الاثنین جیکہ مصنف ایک شخص کی یمین ماول ذکر کر چکا تو اسنے دعوی یمین کو ذکر کیا اختلفا ای المتبایعان فی قدر ثمن او وصفہ او جنسہ او فی قدر مبیع حکم لمن برھن کانہ وفق ردعواہ یا لحجتہ فی تبایعین نے اختلاف کیا ثمن کے مقدار میں یا اسکے وصف یا جنس میں یا مبیع کی مقدار میں تو اسکے واسطے حکم ہوگا جو گواہ لایا اسواسطے کہ اسنے اپنے دعوی کو روشن اور ظاہر کر دیا حجت اور برہان سے صم مقدار ثمن کا اختلاف یہ کہ بائع کہے ثمن دس درم تھا اور مشتری کہے پانچ تھا اور وصف ثمن کا اختلاف یہ کہ بائع کہے کہ ثمن بیدراہم مروجہ تھا اور مشتری کہے بیدراہم کاسدہ تھا اور جنس ثمن کا اختلاف یہ کہ بائع دعوے کرے کہ ثمن بدنانیر تھا اور مشتری نے کہا بیدراہم تھا وان برھنا فالبینۃ بینۃ الزیادۃ اذ البینات للاثبات اور اگر دونوں برہان لاوین اپنے دعوی پر تو بینت زیادت کے واسطے حکم ہوگا اسواسطے کہ بینات اثبات کے واسطے ہیں ہم مثبت زیادت خواہ بائع ہو یا مشتری مثبت زیادت کے واسطے اسواسطے حکم ہوگا کہ زیادت میں معارضہ نہیں وان اختلفا فیھما ای الثمن والمبیع جمیعا فقدم برھان البیاع ولا اختلاف الثمن اور اگر مبتابعین نے ثمن اور مبیع سب دونوں میں اختلاف کیا تو برہان بائع کی مقدم ہوگی اگر ثمن میں اختلاف ہو ہم صورت اختلاف یہ ہے کہ بائع کہتا ہے کہ میں نے یہ لونڈی تیرے ہاتھ سو دینار کو بیچی اور مشتری کہتا ہے کہ تو نے اسکو اور دوسری لونڈی کو اسکے ساتھ پچاس درم کو بیچا اور دونوں گواہ لایا تو بائع کے گواہ اسکے ثمن میں اور مشتری کے گواہ اسکے مبیع میں بنظر اثبات زیادت تو دونوں لونڈیاں مشتری کو ملینگے سو درم کو کذا فی الطحطاوی وعن الثانی وبرھان المشتری اولی فی المبیع نظرا لاثبات الزیادۃ اور برہان مشتری کی مقدم ہے اگر اختلاف بیع میں ہو بلحاظ اثبات زیادت وان نجز فی الصوالث عن البینۃ فان رضی کل بقالۃ الاخر فیھا اور اگر متبایعین تینون صورتون میں عاجز ہو گئے شہادت لانے سے تو اگر ہر شخص راضی ہو گیا دوسرے کے قول سے تو خوب بات ہے کہ جھگڑا نرہا صورت ثالثہ میں سے ایک صورت یہ ہے کہ ثمن میں اختلاف ہو دوسری یہ کہ مبیع میں اختلاف ہو تیسری یہ کہ ثمن اور مبیع دونوں میں اختلاف ہو وان لم یرض واحد منھما بدعوی الاخر تحالفا تحالفا ما لم یکن فیہ خیار فیفسخ من لہ الخیار ۔ اور اگر متبایعین میں سے کوئی راضی نہو دوسرے کے دعوے سے تو دونوں قسم کھاویں جبتک کہ بیع میں خیار نہو اور اگر خیار ہو تو فسخ بیع کرے جسکو خیار ہے ہم دونوں پر قسم اسواسطے آئی کہ ہر شخص دوسرے کے دعوی کا منکر ہے خلاصہ میں ہے کہ اگر مشتری کو خیار رویت یا خیار عیب یا خیار شرط ہو تو دونوں پر قسم نہیں انتہی ہمو نے کہا اور خیار میں بائع مشتری کے مانند ہے وبدا بیمین المشتری لانہ البادی بالانکار ۔ اور قاضی مشتری سے قسم لینا شروع کرے اسواسطے کہ وہی تو شروع کرنے والا ہے انکار کا ہم اسواسطے کہ مشتری سے پہلے مطالبہ ہوتا ہے ثمن کا اور وہ ثمن کا منکر ہے ھذا لو کان المبیع عینا بدین اور یہ یعنے مشتری کی قسم سے شروع کرنا اسوقت ہے جبکہ عین کی بیع ہو دین سے یعنے اسباب کی بیع ہو چاندی سونے سے ذا لانہ کان مفاوضۃ ۱۲ وصرفا فھو مخیر وقیل یقرع ابن ملک اور اگر عین کی بیع نقد سے ہو اسطرح پر کہ اسباب کی بیع ہو اسباب سے یا نقد کی بیع ہو نقد سے تو قاضی مختار ہے چاہے اول مشتری سے قسم لے چاہے بائع سے اور قول ضعیف

یہ ہو کہ قاضی قرعہ ڈالے کذا صرح ابن ملک ص بیع متعاقدین اور صرف مبین اسواسطے اختیار ہو اگر واحد متبایعین سے مشتری ہو من وجہ یقتصر علی النفی ج اور فقط نفی پر اقتدار کرے بقول اصح ص سیان ہو کیفیت یمین کا ان مسائل مین تو بائع یون قسم کھائے کہ واللہ مین نے بعوض ہزار نہین بیچا اور مشتری قسم کھائے کہ واللہ مینے بعوض دو ہزار کے نہین خریدیا اور قول غیر اصح وہی جو زیادت مین ہو کہ نفی کے ساتھ اثبات کو بھی ضم کرے تاکید کے واسطے وفسخ القاضی البیع بطلب احدھما وطلبھما او تقایضا فسخ بیع کرے ایک کی طلب سے یا دونون کی طلب سے ولا ینفسخ بالتحالف ولا بفسخ احدھما بل بفسخھما جبرا وبیع فسخ نہین ہو جاتی دونون کے قسم کھانے سے اور نہ احد المتبایعین کے فسخ کرنے سے بلکہ بائع اور مشتری دونون کے فسخ کرنے سے فسخ ہوتی ہو کذا فی البحر یعنی درصورت فسخ متعاقدین کے قاضی کو فسخ کرنے کی حاجت نہین ومن کل منھما المدعوی الاخر یا فھما واصلہ قولہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اختلف المتبایعان والسلعۃ قائمۃ بعینھا تحالفا وترادا اور ہر دونون مین سے جو کھائے اسکو دوسری قسم کھانے والے کا دعوی لازم ہو جائیگا قاضی کے حکم کر دینے سے اور تحالف متبایعین کے مسائل کی یہ حدیث اصل ہو کہ جب بائع اور مشتری اختلاف کرین او جنس بیع ہو موجود ہو تو دونون قسم کھاوین اور باہم رد بیع کرین وھذا کلہ لو لا اختلاف فی البدل مقصودا فلو فی ضمن شئ کاختلافھما فی الزق فالقول للمشتری فانہ الزق لا التحالف اور یہ سب یعنی تحالف اور فسخ اس شرط پر ہو جبکہ اختلاف بدل مین مقصود بالذات ہو تو اگر اختلاف کسی چیز کے ضمن مین ہو جیسے متبایعین کا اختلاف مشک مین تو مشتری ہی کا قول معتبر ہوگا الیمین کہ یہ وہی مشک ہو اور تحالف نہوگا مع صورت اسکی یہ ہو کہ مشتری نے کہی خریدا کپڑا مشک مین جکا خون سو طل ہو مثلا سو مشتری مشک لایا بھیر دینے کو جسکی تول بیس رطل ہو تو بائع نے کہا کہ یہ میری مشک نہین اور اسنے کہا کہ میری مشک کی تول دس رطل تھی تو یہان مشتری ہی کا قول معتبر ہوگا اور اسکے ضمن مین اختلاف ثمن لازم ہو تو بائع اسکو نوے ٹھہراتا ہو اور مشتری اسّی کہا تو اختلافی فی وصف المبیع لقولہ اشتریتہ علی انہ کاتب او خیاط وقال البائع لم اشترط فالقول للبائع ولا تحالف ظہیریہ اگر دونون نے وصف بیع مین اختلاف کیا چنانچہ مشتری کا یون کہنا کہ مینے اس غلام کو خریدا اس شرط پر کہ وہ کاتب یا نان پز ہو اور بائع کہتا ہو کہ مینے یہ شرطین نہین کین تو بائع ہی کا قول معتبر ہوگا اور قسم نہین دونون پر کذا فی الظہیریہ ہم خلاصہ یہ ہو کہ اگر وصف ثمن مین اختلاف ہو تو تحالف ہی چنانچہ عنقریب مذکور ہوگا اور اگر وصف بیع مین اختلاف ہو تو بائع کا قول معتبر ہو اور تحالف نہین وقیدنا باختلافھما فی ثمن مبیع لانہ لا تحالف فی غیرھما لکونہ لا یختص بہ قوام العقد بخلاف حمل وشرط رھن او خیار او ضمان وقبض بعض ثمن اور تحالف مقید ہو ثمن اور بیع کے اختلاف کے ساتھ اسواسطے کہ ان دونون کے سوا مین تحالف نہین اسواسطے کہ غیر ثمن اور بیع کے اختلاف سے قوام عقد مختل نہین ہوتا چنانچہ اختلاف مدت اور شرط رہن یا شرط خیار یا شرط ضمان ثمن اور قبض بعض ثمن کے اختلاف سے ہم شرط رہن یعنے بائع کہے کہ مین نے مشتری سے یہ شرط کر لی ہو کہ وہ تا ادائے ثمن کوئی چیز میرے پاس گرو رکھے اور مشتری اسکا منکر ہو اور ضمان ثمن کی یہ صورت کہ بائع کہے کہ مین نے اس شرط سے بیع کی ہو کہ مشتری ثمن کا کسیکو ضامن دے اور قبض بعض ثمن کی قید اتفاقی ہو اسواسطے کہ کل ثمن کے قبض کے اختلاف کا بھی یہی حکم ہو یعنے قبول قول بائع والقول للمنکر بیمینہ وقال زفر والشافعی یتحالفان اور اختلاف مدت وغیرہ مین منکر کا قول مقبول ہو اسکی قسم کے ساتھ اور زفر اور شافعی نے کہا انمین بھی دونون قسم کھاوین ولا تحالف اذا اختلفا بعد ھلاک المبیع لتوجہ عین ملکہ لاقتصارہ علی الایدی اور قسم دونون پر نہین جبکہ متعاقدین اختلاف کرین بعد تلف ہو جانے مبیع کے مشتری کے پاس یا اسکے خارج ہو جانے سے اسکی ملک سے یا عیب دار ہو جانے سے اس عیب کے ساتھ کہ اسکے سبب رد بیع نہین ہوتا چنانچہ حاملہ ہونا لونڈی کا مشتری سے ص ہلاک مبیع مین مشتری کے پاس ہونے کی قسم اسواسطے لگائی کہ قبل قبض بائع کے پاس ہلاک ہو جانے سے بیع فسخ ہو جاویگی کذا فی الطحطاوی

وحلف المشتری الا اذا استهلکه فی ید البائع غیر المشتری اور قسم کھالے فقط مشتری مگر جبکہ مبیع کو بائع کے پاس غیر مشتری نے تلف کیا ہو تو بائع اور مشتری دونوں قسم کھاویں ہم اور اگر مشتری مبیع کو تلف کرے بائع کے پاس تو وہ قابض ٹھہرے گا اور تحالف نہیں جبکہ اختلاف ثمن ہو بعد قبض کے وقال محمل والشافعی ینفسخ البیع ویتحالفان وینفسخ علی قیمة الهالك اور محمدؒ اور شافعیؒ نے کہا کہ بعد ہلاک مبیع بائع اور مشتری دونوں قسم کھاویں اور فسخ بیع ہوگا مبیع ہالک کی قیمت پر وهذا لو الثمن دینا فلو مقایضة تحالفا ایجابا لان البیع کل منهما مبیع ویرد مثل الهالك او قیمته اور یہ یعنے فقط مشتری پر قسم جب ہے کہ ثمن دین یعنے درہم یا دینار ہو اور اگر بیع مقایضہ ہو تو دونوں قسم کھاویں بالاتفاق اسواسطے کہ عوضین سے ہر ایک مبیع ہے اور مثل ہالک پھیر دیا جاوے اگر ہالک مثلی ہو یا اسکی قیمت پھیری جاوے اگر ہالک قیمت والی چیز ہو کھا هو اختلفا فی جنس الثمن بعد هلاك السلعة بان قال احدهما دراهم والآخر دنانیر تحالفا ولزم المشتری القیمة سراج چنانچہ اگر متعاقدین نے اختلاف کیا ثمن کی جنس میں بعد ہلاک ہونے مبیع کے اسطرح پر کہ ایک نے کہا کہ ثمن دراہم تھے اور دوسرے نے کہا دنانیر تھے تو دونوں قسم کھاویں اور مشتری کو رد قیمت لازم ہوگا کذا فی السراج ولا تحالف بعد هلاك بعضه او خروجه عن ملکه کعبدین مات احدهما عند المشتری وبعد قبضهما ثم اختلفا فی قدر الثمن لم یتحالفا عند ابی حنیفة رحمه الله اور تحالف نہیں بعد ہلاک ہونے بعض مبیع کے یا خارج ہونے کے ملک مشتری سے چنانچہ دو غلام کہ ایک انمیں سے مرگیا مشتری کے پاس بعد قبوض ہونے دونوں کے پھر بائع اور مشتری نے اختلاف کیا ثمن کے مقدار میں تو دونوں پر قسم نہیں ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک کما ان یرضی البائع یترك حصة الهالك اصلا فیحلف المشتری هذا علی خروج الجمهور وصرف مشایخ بلخ الاستثناء الی یمین المشتری بعض مبیع کے ہلاک ہونے کے بعد تحالف نہیں مگر یہ کہ بائع راضی ہو جاوے ترک حصہ ہالک پر اصلا تو اب دونوں پر قسم آویگی یہ یعنے استثنا کو تحالف کی طرف پھیرنا اکثر علما کی تخریج پر ہوا اور مشایخ بلخ نے استثنا کو یمین مشتری کی طرف پھیرا ہے ہم ایسے استثنا میں علما مختلف ہیں اکثر علما کے نزدیک یہ استثنا تحالف کی طرف منصرف ہوا سواسطے کہ قدوری کے کلام میں یوں ہی ہے کذا فی الکافی تقدیر کلام یہ ہوگی کہ لم یتحالفا بعد هلاك بعض المبیع الا اذا ترك البائع حصة الهالك فیتحالفان اور بعضے علما کے نزدیک استثنا یمین مشتری کی طرف منصرف ہے ہو تقدیر کلام یوں ہوگی کہ لم یتحالفا بعد هلاك بعضه بل الیمین علی المشتری الا ان یرضی البائع الخ تو اس صورت میں قسم ہوگی مشتری پر کذا فی الخلاصة وهی مختصرا وکافی قدر بدل کتابة لعدم لزومها اور تحالف نہیں بدل کتابت کے مقدار کی اختلاف میں بسبب لازم ہونے کتابت کے وقدر راس مال بعد اقالة عقد السلم بل القول للعبد والمسلم الیه کالعود المسلم اور تحالف نہیں اختلاف راس المال میں بعد اقالہ کر دینے عقد سلم کے بلکہ غلام کا قول مقبول ہے بدل کتابت میں اور مسلم الیہ کا قول مقبول ہے راس المال میں اور عقد سلم کا عود نہوگا وان اختلفا ای المتعاقدان فی مقدار الثمن بعد الاقالة ولا بینة تحالفا وعاد المبیع اور اگر متعاقدین نے اختلاف کیا مقدار ثمن میں بعد اقالہ بیع اور حالانکہ گواہ موجود نہیں تو دونوں قسم کھاویں اور بیع پھر ثابت ہو جائیگی ہم جب بیع عود کریگی تو بائع کا حق ثمن میں ہوگا اور مشتری کا حق مبیع میں چنانچہ قبل اقالہ تھا بخلاف سلم اسواسطے کہ اقالہ عقد سلم میں نقض کا احتمال نہیں رکھتا اسواسطے کہ وہ عبارت ہے اسقاط سے تو عقد سلم کا عود نہوگا کذا فی الطحطاوی لو کان کل من المبیع والثمن مقبوضا وله یرده المشتری الی بائعه حکما لاقالة فان رده الیه بحکم الاقالة لا تحالف خلافا لمحمد تحالف متعاقدین بعد اقالہ اس شرط پر ہے کہ ہر ایک مبیع اور ثمن مقبوض ہو اور مشتری نے اسکو بطور بائع کی طرف پھیر نہ دیا ہو اقالہ کی وجہ سے سو اگر اسکو پھیر دیا ہو بوجہ اقالہ تو تحالف نہیں برخلاف قول محمدؒ وان اختلفا ای الزوجان فی قدر المهر اوجنسه فمن اقام البرهان وان برهنا فللمرأة اذا کان مهر المثل شاهدا للزوج بان کان یکفلته او اقل وان کان شاهدا لها بان کان یکفلتها او اکثر فبینته اولی لانها تاخلاف الظاهر اور اگر زوجین نے اختلاف کیا کہ

مقدار مین یا اُسکی جنس مین تو اسکے واسطے حکم ہوگا جو گواہ لاوے اور اگر دونون گواہ لاوین تو عورت کے گواہ اولے ہین جبکہ انکا مہر مثل زوج کا شاہد ہو باسطرح پر کہ مہر مثل زوج کے قول کے برابر ہو یا اس سے کمتر اور اگر مہر مثل زوجہ کے قول کا شاہد ہو باسطرح پر کہ اُسکے دعوے کے برابر ہو یا زیادہ تر تو زوج کے گواہ اولے بالقبول ہین اسواسطے کہ گواہ خلاف ظاہر کے مثبت ہوتے ہین وان کان غیر مشاھد لکل منھما بان کان بینھما تھاتر للاستواء ویجب مھر المثل علی الصحیح اور اگر مہر مثل زوجین مین سے کسیکا شاہد نہو اسواسطے کہ قول زوجین کے مابین مین ہو تو دونون کے گواہ ساقط الاعتبار ہین بسبب مابہ ہونے کے اثبات مین اور اس صورت مین مہر مثل واجب ہوگا بقول صحیح ھو مابین قول زوجین کے ہونے سے یہ مراد نہین کہ مہر مثل دونون قولون کے درمیان متوسط ہو بلکہ مراد یہ کہ مہر مثل زوجہ کے دعوے سے کمتر ہو اور زوج کے دعوے سے اکثر ہو کذا فی الدرر وان تجر اعن البرھان تحالفا ولم یفسخ النکاح لتبعیۃ المھر للمبیع البیع اور اگر زوجین گواہ لانے سے عاجز ہون تو دونون قسم کھاوین اور نکاح فسخ نہوگا بسبب تابع ہونے مہر کے نکاح مین بخلاف بیع کے ہر ایک کی قسم نے زوجہ کے دعوے کو توڑا تو عقد بلا تسمیہ مہر باقی رہا اور عدم تسمیہ مفسد نکاح نہین اسواسطے کہ مہر تابع ہے نکاح مین بخلاف بیع کہ اسمین عدم تسمیہ ثمن مفسد ہے کذا فی الدرر ویبدأ بیمین کان الاول للتسلیم علیہ فیکون الاول الیمین علیہ ظہیریہ اور زوج کی قسم سے ابتدا کیجائے اسواسطے کہ دونسلیمون مین سے پہلی تسلیم زوج پر ہے تو دو قسمون سے پہلی قسم اسپر ہوگی کذا فی الظہیریہ ھم تسلیمین سے مراد تسلیم مہر اور تسلیم مہر زوجہ پر ہے اور دونون مین تسلیم مہر مقدم اور سابق ہے اور یہ یعنے تحالف عند العزر خی کی تخریج ہے خواہ مہر مثل زوج کے موافق ہو یا اقل یا زوجہ کے موافق ہو یا اکثر یا مابین قولین ہو اور سازی کی تخریج پر تحالف نہین مگر ایک صورت مین وجہ خمسہ مذکورہ سے وہ صورت یہ ہے کہ مہر مثل کسیکے قول کا شاہد نہو اور باقی صورتون مین زوج کا قول مقبول ہے قسم کے ساتھ اگر یہ مہر مثل اُسکے موافق ہو یا اقل از زوجہ کا قول قسم کے ساتھ مقبول ہے اگر مہر مثل اُسکے موافق ہو یا اکثر اور شرح ہدایہ ترجیح قولین مین مختلف ہے کذا فی الطحطاوی ویحکم بالتشدید ای یعمل بما ذکر من الحکم المذکور اعتبار التسمیۃ بالتحالف یقتضی بقولہ لو کان اقل تالثہ او اقل وبقولہ او کمقالتھا او اکثر وابہ لو بینھما ای یجب ما تدعیہ وبین عبدہ وزوجہ کا مہر مثل حکم ٹھہرایا جائیگا بسبب ساقط ہو جانے تسمیہ مہر کے تحالف سے تو زوج کے قول پر حکم ہوگا اگر مہر اُسکے قول کے موافق ہو یا اکثر اور زوجہ کے قول پر حکم ہوگا اکثر مہر مثل اُسکے قول کے مانند ہو یا اکثر اور مہر مثل مابین دعوے زوجہ اور دعوے زوج ہو ولو اختلفا ای الموجر والمستاجر فی بدل الاجارۃ او فی قدر المدۃ قبل الاستیفاء للمنفعۃ تحالفا وترادا وبدئ بیمین المستاجر لو اختلفا فی البدل والموجر لو فی المدۃ ولو برھنا فالبینۃ للموجر فی البدل والمستاجر فی المدۃ اور اگر اختلاف کیا موجر اور مستاجر نے بدل اجارہ مین یا مدت اجارہ کی مقدار مین منفعت حاصل کرنے سے پہلے تو دونون قسم کھائین اور اجارے کو زائل کرین اور مستاجر کی قسم سے شروع کیجائے اگر دونون بدل اجارہ مختلف ہون اور موجر کی قسم سے ابتدا کیجائے اگر مدت مین مختلف ہون اور اگر دونون گواہ لاوین تو موجر کے گواہ بدل مین مقبول ہین اور مستاجر کے گواہ مدت مین مقبول ہین ھم استیفاء منفعت سے مراد یہ ہے کہ استیفاء منفعت پر قادر ہو مدت کے اندر اور عدم استیفاء سے عدم قدرت استیفا مراد ہے اسواسطے کہ قدرت علی الاستیفا بمنزلے استیفا ہے وجوب اجرت مین یعنے در صورت صحت عقد کذا فی البحر وبعدھا کالا والقول للمستاجر کانہ منکر للزیادۃ ۲ اور بعد استیفاء منفعت تحالف نہین اور مستاجر کا قول مقبول ہے اسواسطے کہ وہ زیادت اجرت کا منکر ہے ھم بعد استیفاء منفعت تحالف اسواسطے نہین کہ تحالف تو فسخ کے واسطے ہوتا ہے اور بعد استیفاء منافع فسخ عقد متصور نہین کذا فی الدرر واگر مدت مین اختلاف ہو تو موجر کا قول مقبول ہوگا علما نے یہ مسئلہ مذکور نہین کیا اسواسطے کہ ظاہر ہے کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود ولو اختلفا بعد التمکین من استیفاء البعض من المنفعۃ تحالفا وفسخ العقد فی الباقی والقول فی الماضی للمستاجر لانعقادھا ساعۃ فساعۃ فکل جزء عقد یخصہ من البدل للمبیع اور اگر موجر اور مستاجر نے اختلاف کیا استیفاء بعض منفعت کی تمکین کے بعد تو دونون قسم کھاوین اور عقد اجارہ فسخ کر دیا جاوے باقی مین اور ماضی مین مستاجر کا قول مقبول ہے بسبب منعقد ہونے اجارے کے دم بدم تو ہر جزء اُسکا مانند عقد ہے

یعنے بمنزلۂ معقود علیہ کے بخلاف بیع کے کہ بیع عقد اجارہ و مبیع منعقد ہوتا ہے بحسب وصف سفعت تو ہر جزء منفعت کا بمنزلۂ معقود علیہ کے ہے بالاستقلال تو باقی گویا معقود بالعقد ہوا لہذا اثمین متحالف ہوگا بخلاف ہلاک بعض مبیع اسواسطے کہ ہر جزء مبیع کا معقود بالعقد مستقل نہیں بلکہ بالکل معقود بالعقد واحد ہے تو جب فسخ متعذر ہوا بعض مبیع میں سبب تالف ہونے کے تو بالفرورکل مبیع میں متعذر ہوگا وان اختلف الزوجان (دو مملوکین او مکاتبین او صغیرین او صغیر مع ماذونہ مسلم قام الکتاب او کافی بیت لہما او لاحدھما خزانۃ اکمل لان العبرۃ فلید کالملک اور اگر زوجین نے اختلاف کیا اگرچہ زوجین مملوک یا مکاتب یا صغیرین اور حالانکہ صغیر لیاقت جماع رکھتا ہو یا زوجہ ذمیہ ہو زوج مسلم کے ساتھ خواہ اختلاف کے وقت قائم ہو یا نہ قائم ہو خواہ اختلاف اس گھر میں ہوا ہو جو دونوں کا مملوک ہو یا ایک شخص کا اثمین سے کذا فی خزانۃ الاکمل عموم بیت اسواسطے ہوا کہ اعتبار تصرف کا ہے نہ ملک کا وقت متاع ھو ھنا ما کان فی البیت دلو ذھبا او فضۃ فالقول لکل احد منھما فیما صلح لہ مع یمینہ زوجین نے اختلاف کیا اس متاع میں متاع سے مراد سامان وہ چیز ہے جو گھر میں ہو اگرچہ سونا ہو یا جانور تو زوجین میں سے ہر واحد کا قول مقبول ہوگا قسم کے ساتھ جو اسکے لائق ہے ہر زوج کے لائق اسباب پگڑی اور تاج اور قبا و ہتھیار اور کمر بند اور کتابیں اور گھوڑا اور رندہ ہے اور زوجہ کے لائق اوڑھنی اور کرتی اور زیور اور انکے اور چیزیں ہیں لغت میں متاع عبارت ہے اس اسباب سے جس سے فائدہ حاصل ہوتا ہے چنانچہ فالدہ کپڑے اور اثاث البیت لیکن اس مقام میں متاع جاندی سونے کو بھی شامل ہے لانہ اذا کان کل منھما یفعل او یبیع ما یصلح للآخر فالقول لہ لتعارض الظاھر من الجانبین (رد و غیرھما اگرچہ زوجین میں سے ہر شخص بناتا یا بیچتا ہو اس متاع کو جو دوسرے کے لائق ہے تو اب زوج ہی کا قول مقبول ہوگا بسبب تعارض ہونے دونوں ظاہر کے کذا فی الدرر وغیرہا مثلاً زوج منکر ہے کہ زیور عورت کے بناتا ہے اور زیور میں اختلاف واقع ہوا زوج کہتا ہے کہ یہ میرا ہے اور زوجہ کہتی ہے کہ میرا ہے تو ظاہر صلاحیت زیور زوجہ کا شاہد ہے اور ظاہر بسعت زندگی زوج کا شاہد ہے تو دونوں ظاہر میں تعارض ہوا تو دونوں ظاہر ساقط الاعتبار ہوگئے تو اب اعتبار الفس صحیح ٹھہرے گا یعنے زوجہ اور جو زوجہ کے قبض ہے وہ زوج کے قبض و تصرف میں ہے لہذا اس صورت میں زوج ہی کا قول مقبول ہوگا کذا فی الطحطاوی نہر و القول لہ فی الصالح لانہا دعا فی یدہ والقول لذی الید اور زوج کا قول مقبول ہے اس متاع میں جو دونوں کے لائق ہے اسواسطے کہ زوجہ اور جو اسکے ہاتھ میں ہو وہ زوج کے ہاتھ یعنے تصرف میں ہے اور قول مقبول صاحب تصرف کا ہے ہم اسباب لائق زوجین کے چنانچہ فرش اور ظروف اور مواشی اور نقد اور لونڈی غلام اور حویلی اور زمین اور باغ بخلاف ما یختص بہا لان ظاھرھا الظلم من ظاھرھا وھو یدکالاستعمال بخلاف اس متاع کے جو زوجہ کے ساتھ مخصوص ہے اسواسطے کہ زوجہ کا ظاہر اظہر ہے زوج کے ظاہر سے اور وہ یعنے ظاہر زوجہ تصرف استعمال ہے ہم یہ جواب ہے اس سوال کا جو کلام سابق پر وارد ہوتا ہے یعنے جب دعاوی میں ذی الید کا قول مقبول ہوا اور زوجہ اور جو اسکے تصرف میں ہے وہ زوج کے تصرف میں ہے تو چاہیے کہ متاع مختص بزوجہ میں بھی زوج ہی کا قول مقبول ہو نہ زوجہ کا اسکا جواب یوں دیا کہ ید استعمالی زوجہ اظہر اور اقوی ہے زوج کے ید سے ولو قاما بینۃ تقضی بینتھما لانہا خارجۃ والبیت للزوج لانہ ان یکون لہا بینۃ بحر اور اگر دونوں نے گواہ قائم کیے تو زوجہ کے گواہوں پر حکم ہوگا اسواسطے کہ عورت خارج ہے یعنے ذی الید نہیں کذا فی الخانیہ اور گھر زوج کا ہے مگر یہ کہ زوجہ کے گواہ ہوں اس پر کہ گھر زوجہ کا ہے تو زوجہ کے گواہ مسموع ہونگے کذا فی البحر وھذا لو حیین فان مات احدھما واختلف وارثہ مع الحی فی المشکل للصالح لہما فالقول فیہ للحی ولو دقیقا وقال الشافعی و مالک الکل بینھما وقال ابن ابی لیلی الکل لہ وقال احمد ثلثہ للحی الکل لہا فھی لہا بسبعۃ وعد فی الخانیۃ تسعۃ اقوال اور یہ جو مذکور ہوا کہ اس صورت میں تھا جبکہ زوج اور زوجہ دونوں زندہ ہوں اور اگر ایک انمیں سے مرگیا اور میت کے وارث نے زندہ کے ساتھ مشکل میں یعنے اس متاع میں جو دونوں کے لائق ہے اختلاف کیا تو اثمین زندہ کا قول مقبول ہے اگرچہ وہ مملوک ہو اور شافعی اور مالک نے کہا کل مال دونوں کا برابر ہے اور ابن ابی لیلی نے کہا سب مال زوج کا ہے اور حسن بصری نے کہا تمام متاع زوجہ کی ہے اور اس مسئلے میں سات قول ہیں سات مجتہدوں کے اور خانیہ میں نو قول شمار کیے ہیں ہم انوں

نسفہ سے پہلا قول امام کا ہے جو متن مین مذکور ہو چکا یعنے متاع مشکل مین زندے کا قول مقبول ہے ۲ ابو یوسف کا قول کہ زوجہ کے واسطے بقدر جہیز مثل زوجہ ہے اور باقی زوج کا ہے ۳ ابن ابی لیلی کا قول کہ سب متاع زوج کی ہے ۴ قول ابن حسن اور شریک کا کہ دونون مین مال برابر ہے ۵ حسن بصری کا قول کہ سب مال زوجہ کا ہے ۶ قول شریح کا کہ گھر عورت کا ہے تو مال محمد کا کہ متاع مشکل طلاق اور موت مین زوج کی ہے ۸ قول زفر کا کہ متاع مشکل دونون مین برابر ہے ۹ قول مالک کا کہ کل مال دونون مین برابر ہے کذا فی البحر عن خزانۃ الاکمل ملخصاً ولو احدھما مملوکا او لو ماذونا او مکاتبا فالکل للحر فالقول للحی فی الحیوۃ وللحر فی الموت کذا فی البحر اخوی وکایدین للمیت اور اگر احد الزوجین مملوک ہو اگرچہ وہ ماذون یا مکاتب ہو تو حر کا قول زندگی مین معتبر ہے اور زندہ کا قول خواہ وہ حر ہو یا مملوک موت مین مقبول ہے حر کا قول زندگی مین اسواسطے معتبر ہوا کہ تصرف حر کا قوی تر ہے مملوک کے تصرف سے اور زندے کا قول موت مین اسواسطے مقبول ہوا کہ میت کے واسطے تصرف نہین اور صاحبین اور شافعی نے کہا کہ زوجین مملوک اور حر حکم مین حر کے برابر ہین اعتقت الامۃ او المکاتبۃ او المدبرۃ واختارت نفسھا فمافی البیت قبل العتق فھو للرجل وما بعدہ قبل اختیار نفسھا فھو علی ما بہ فمتاع الطلاق بحر آزاد ہو گئی لونڈی یا مکاتبہ یا مدبرہ اور اسنے اپنی ذات کو اختیار کیا یعنے زوجیت سابقہ سے راضی نہ ہی تو جو اسباب گھر مین ہے قبل آزاد ہونے کے سو وہ مرد کا ہے اور جو اسباب کہ بعد آزادی کے ہوا قبل اختیار کرنے اپنی ذات کے سو اسطرح پر ہے کہ جیسکو ہمنے کتاب الطلاق مین مذکور کیا صاحب لینے دونون حرین کے برابر ہین حکم مین کذا فی المنح وقید طلقھا ومضت العدۃ والمشکل للزوج طرشتہ بعد لانما صارت اجنبیۃ لا بد لما اور بحر الرائق مین ہے کہ زوجہ کو طلاق دی اور عدت گذر گئی تو متاع مشکل زوج کی ہے اور اسکے وارثون کی زوج کے بعد اسواسطے کہ زوجہ غیر شخص ہو گئی جسکا کچھ تصرف ثابت نہین ولہذا ذکر یان المشکل للمزوج فی الطلاق کذا الوارثۃ اور جبکہ ہمنے متاع مشکل کا طلاق مین ذکر کیا کہ وہ زوج کی ہے تو اسی طرح زوج کے وارث کی ہے صاحب طحطاوی نے کہا ما شرطیہ ہے اور اسکا جواب فکذا یکون لوارثہ ہے اور اس عبارت کے ذکر کرنے کا کچھ فائدہ نہین اور بحر الرائق کی عبارت اس سے خالی ہے اما لو مات وھو فی العدۃ فالمشکل لھا کانہ لم یطلقھا بدلیل ارثھا اور اگر زوج مر گیا اور زوجہ عدت مین ہے تو متاع مشکل زوجہ کی ہے گویا اسنے اسکو طلاق ہی نہین دی اسکے وارث ہونے کی دلیل سے ولو اختلف المؤجر والمستاجر فی متاع البیت فالقول للمستاجر بیمینہ ولیس للموجر الا ما علیہ من ثیاب بدنہ اور اگر موجر اور مستاجر نے اختلاف کیا اجارہ والے گھر کے اسباب مین تو مستاجر ہی کا قول مقبول ہے اسکے قسم کھانے کے ساتھ اور موجر کا کچھ نہین مگر جو اسکے بدن پر کپڑے ہین ولو اختلف اسکاف وعطار فی آلات الاسکاف والات العطار فھو فی ایدیھما فمن بینھما بلا تولیۃ یصلح لکل منھما وتمامہ فی البحر اور اگر کفشگر اور عطار نے جھگڑا کیا کفشگرون اور عطارون کے ہتھیارون مین اور حالانکہ دونون طرح کے ہتھیار دونون شخصون کے قبض اور تصرف مین ہین تو وہ دونون کے بین بلا نظر صلاحیت ہر واحد یعنے بہ رعایت تو کی کہ کفشگرون کے ہتھیار کفشگر کے ٹھہرین اور عطارون کے آلات عطار کے ہون اور پورا بیان اسکا سراج مین ہے ھم آلات مذکورہ دونون مین اسواسطے برابر ہوئے کہ گاہے ایک پیشہ اور دوسرے پیشے کے ہتھیار رکھتا ہے اپنی ذات کے واسطے یا بیچنے کے واسطے تو ترجیح نہین ہو سکتی رجل معروف بالفقر والحاجۃ صار سیدہ غلام وعلی عنقہ بدرۃ فادعاہ رجل عرف بالیسار وادعاہ صاحب الدار فھو للمعروف بالیسار ایک مرد مفلسی اور محتاجی مین مشہور ہے اسکے ہاتھ ایک غلام لگ گیا جسکی گردن مین روپے یا اشرفیون کی تھیلی معلق ہے اور وہ مفلس مذکور کے گھر مین ہے سو اس غلام کا اس مرد نے دعوے کیا جو مالداری اور تونگری مین مشہور ہے اور صاحب خانہ نے بھی اسکا دعوے کیا تو وہ غلام اس شخص کا ہے جو مالدار مشہور ہے ھم بدرہ اس تھیلی کو کہتے ہین جسمین ہزار یا دو ہزار یا پانچ ہزار درہم ہون یا سات ہزار دینار ہون کذا فی القاموس ولکذا لو کانا فی منزل رجل وعلی عنقہ قطیفۃ یقول الذی ھو علی عنقہ ھی لی وادعاہ صاحب منزل فھی لصاحب المنزل اور اسی طرح ایک جاروکش ہے ایک مرد کے گھر مین اور اسکی گردن پر مخمل کا بالاپوش ہے جسکی گردن پر ہے وہ کہتا ہے کہ یہ میرا ہے اور صاحب خانہ کہتا ہے

ع ۱۲

شرح فقرہ اول متعلق بمتن ہے فقرہ ثانی متعلق بشرح ہے فقرہ ثالث متعلق بمتن ہے فقرہ رابع متعلق بشرح ہے

کہ میرا ہے تو وہ صاحب خانہ کا ہی ہے اور مسئلہ السابقین فتحانہ ظاہر حال پر عمل کیا کذا فی الطحطاوی ویحلان فی سفینۃ یعادقیق فادعی کل واحد الشفینۃ وما فیہا فلمن ھا یعین بسم اللہ الذی لا الہ الا ھو فالدقیق للذی یعین بسمہ فلو لم یعین فالدقیق لمن ھو فی یدہ ملاح ۱۲ دو مرد ہیں ایک ناؤ میں جسمیں آٹا ہے سو ہر واحد نا اور آٹے کا دعوے کرتا ہے اور ایک شخص انمیں سے آٹا بیچنے میں مشہور ہے اور دوسرا ملاح ہیں تو آٹا اسکا ہے جو آٹا بیچنے میں مشہور ہے اور ایک ناؤ انکی ہے جو ملاح مشہور ہے بنا بر عمل بظاہر حال و لو فیھا راکب فالخارج مستاجر والداخر یحلفان یدعی کل منھما انہ لہ ویقضی بہ للملاح الا لمتاع فی یدہ الراکب والشئ للماء اور اگر ایک ناؤ میں ایک شخص سوار ہے اور دوسرا شخص اسکو کھیتے ہے اور تیسرا اسکو اپنی طرف کھینچتا ہے اور جو تھا اسکو بہاتا ہے اور سب اسکا دعوے کرتے ہیں تو وہ کشتی تین شخصوں میں تین تہائی ہے اور بہانے والے کا انمیں کچھ نہیں صحیح شاید کہ اسواسطے بہانے والے کا حصہ نہیں کہ وہ مزدور ہے کذا فی الطحطاوی رجل یقود فطارا بل واخر راکب ان علی الکل متاع للراکب فکلہ لہ والقائد الجیر وان لا شئ علیھا فللراکب ما ھو راکبہ والباقی للقائد بخلاف البقر والغنم وتمامہ فی خزانۃ الاکمل ایک شخص اونٹوں کی قطار کھینچتا ہے اور دوسرا شخص سوار ہے اگر پیرا اونٹ پر سوار کا اسباب ہے تو سب اونٹ اسکے ہیں اور قطار کھینچنے والا اسکا مزدور ہے اور اگر اونٹوں پر اسباب نہیں تو سوار کا وہ اونٹ ہے جسپر وہ سوار ہے اور باقی اونٹ قطار کھینچنے والے کے ہیں بخلاف گائے بیل اور بھیڑ بکری کے اور پورا بیان اسکا خزانہ الاکمل میں ہے یعنے اگر گائے بیل یا بھیڑ بکری کو ایک شخص کھینچتا ہو اور دوسرا ہانکتا ہو تو وہ ہانکنے والے کے ہیں کذا فی البحر

فصل فی دفع الدعاوی

یہ فصل ہے دعووں کے دفع کرنے میں یعنے مدعی علیہ اپنے اوپر دعوی مدعی کا نہ آنے دیا مگر جیسے دفع دعوے قبل برہان مدعی صحیح ہے ویسے ہی بعد برہان بھی صحیح ہے اور اسی طرح قبل حکم صحیح ہے جیسے بعد حکم صحیح ہے اور دفع الدفع اور دفع الرفع کا دفع صحیح ہے اگرچہ کثیر ہو قول مختار ہیں اور غیر عاطلہ کا دفع مسموع نہیں اور دفع احد الورثہ کا مسموع ہے اگرچہ مدعی نے دوسرے وارث پر دعوی کیا ہو کذا فی البحر ملخصا لما قدم من انہ یکون خصما ذکر ملکیۃ خصما جیکہ مصنف نے پہلے اسکے ذکر کیا اسکو جو خصم ہوتا ہے اب ذکر شروع کیا اسکا جو خصم نہیں ہوتا قال ذو الید ھذا الشئ المدعی منقولا کان او عقارا ادعینہ او اعارنیتہ او اجرنیہ او رھننیہ ولیس الغائب خصما فیہ من الغائب ویرھن علیہ علی ما ذکر والعین قائمۃ لا ھالکۃ وقال الشھود تعرفہ باسمہ نسبہ او بوجہہ او شرط بعضھم معرفتہ بوجہہ ایضا فلو حلف لا یعرفہ فلانا وھو یعرفہ لا بوجہہ لا یحنث ذکرہ الزیلعی وفی الشرنبلالیہ عن خط العلامۃ المقدسی عن البزازیۃ فتعویل الائمۃ علی قول محمد انتھی فی الحفظ کہا ذی الید نے کہ یہ شئ جسکا مدعی دعوی کرتا ہے خواہ وہ منقول ہو یا غیر منقول ہیرے پاس ودیعت رکھی یا مجھکو بطور عاریت دی یا اجارہ رکھی یا وکیل کر رکھی ہو زید نے جو غائب ہے یہاں سے یا مجھنے اسکو شخص غائب سے بخصب لیا ہے اور اسپر وہ گواہ لایا اور حالانکہ وہ شئ متنازع فیہ قائم ہے نہ مالک اور گواہوں نے کہا کہ ہم شخص غائب کو اسکے نام اور نسب سے یا اسکی صورت سے پہچانتے ہیں اور محمد نے اسمہ و نسبہ کے ساتھ اسکی رشناسی بھی شرط کی ہے تو بموجب قول محمد اگر قسم کھائے کہ میں فلانے کو نہیں پہچانتا اور حالانکہ وہ اسکو نہیں پہچانتا مگر اسکی صورت سے تو حانث نہوگا ذکر کیا ہے اسکو زیلعی نے اور شرنبلالیہ میں علامہ مقدسی کے خط سے بزازیہ سے مذکور ہے کہ آیہ فقہ کا اعتماد محمد کے قول پر ہے انتہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے دفعت خصومۃ المدعی للملک المطلق کان یدعی ذو الید انہ لیست لہ خصومۃ ذی الید کے قول مع البرہان سے دفع ہو جائیگی خصومت اس مدعی کی جو ملک مطلق کا دعوی کرتا ہے اسواسطے کہ قبضہ ان لوگوں کا ہے مودع اور مستعیر اور مستاجر اور مرتہن اور غاصب کا قبضہ خصومت نہیں ہے اور اگر ملک مقید کا مدعی ہو اسطرح کہ ذی الید نے اسکو خریدکیا پھر آزاد کر دیا اور ذی الید نے اسکو بذریعہ وراثت یا غصب یا رہن غائب دفع کیا تو خصومت دفع ہوگی اور ذی الید پر اسکے ازاد کر دینے کا حکم ہوگا کذا فی الطحطاوی وقال ابو یوسف ان عرف ذو الید بالحیل لا تندفع وبہ یدخل ملتقط واختارہ فی المحتار اور ابو یوسف نے کہا کہ اگر ذی الید حیلہ گری میں مشہور ہو تو خصومت اس سے دفع نہوگی اور یہی قول ماخوذ ہے کذا فی الملتقی اور اسی قول کو مختار میں پسند کیا ہے ہم صحیح اگر کسی اسطرح پر کہ کوئی شخص کسی آدمی کا مال غصب کر لیتا ہو پھر مخفی کسی سفر کرنے والے کو دیتا ہو اور مسافر گواہوں کے سامنے اس مغصوب کو غاصب کے

پاس ودیعت رکھتا ہوتا کہ جب اپنے ملک آوے اور اپنی ملک کے اثبات کا ارادہ کرے تو ذی الید اسپر گواہ قائم کرے کہ فلانے مسافر نے اسکو میرے پاس ودیعت رکھا ہے تو مالک کا حق باطل ہوجائے زیلعی نے کہا تو حاکم پر واجب ہے کہ لوگوں کے حالات دیکھتا رہے اور انکے حال کے موافق عمل کرے ابو یوسف قائل اس قول کے ہوئے بعد قاضی ہونے اور لوگوں کی حیلہ گری دریافت کرنے کے ولیس الخبر کالمعاینۃ کذا فی الطحطاوی ودھنۃ خمستہ کتاب للمدعی کلاھما اقوال خمستہ علماء کما بسطہ فی الدرر وکانت صور ھا خمس عینی وغیرہ اور یہ لفظ مسئلہ دفع محمہ ہے کتاب المدعی کا اسواسطے کہ اسمیں پانچ عالموں کے قول ہیں پانچ در میں فتح در بما محمہ ہونیکی یہ وجہ ہے کہ اسمیں کی پانچ صورتیں ہیں یعنے ودیعت اور اعارہ اور اجارہ اور رہن اور غصب کذا فی العینی وغیرہ ص اقوال خمسہ میں سے پہلا قول وہ ہے جو متن میں مذکور ہوا دوسرا قول ابو یوسف کا تیسرا قول محمد کا کہ معرفت اسم اور نسب کے ساتھ روشناسی بھی ضرور ہے چوتھا قول ابن شبرمہ کا کہ مدعا علیہ سے مطلق خصومت دفع نہیں ہوتی پانچواں قول ابن ابی لیلی کا کہ بدون گواہ ہونیکے خصومت دفع ہوجاتی ہے کہ اسنے غیر کی ملک کا اقرار کیا کذا فی الطحطاوی قلت وفیہ نظر اذا الحکم کذلک لو قال وکنی صاحبہ یحفظ او اسکنتی فیھا زید الغائب او سرقتہ منہ او انتزعتہ منہ او فصل متہ فوجدتہ بحرا وھو فی ید ہ مزارعۃ بزازیہ قالصور احدی عشرۃ قلت لکن الحق فی البزازیہ المزارعۃ بالاجارۃ او ودیعۃ قال فلا یزاد علی الخمس وفی فتح القدیر تتمیم بین نتائجہ وبین کے قول میں گفتگو ہے اسواسطے کہ حکم اسی طرح کا ہے اگر ذی الید نے کہا کہ اسکے مالک نے اسکی حفاظت کا مجھکو وکیل کیا یا اس گھر میں مجھکو زید غائب نے رکھایا بیچنے اسکو غائب سے بطور سرقہ لیا یا بیچنے اسکو نکال لیا یا اسکے پاس سے وہ چیز گم ہوگئی تھی سو میں نے اسکو پایا کذا فی البحر یا کہ وہ زمین میرے پاس بطور مزارعت کے ہے تو اب ہوگیا دو صورتیں ہوئیں میں کہتا ہوں لیکن حق بات یہ ہے وہ ہی جو بزازیہ میں ہے کہ مزارعت اجارہ یا ودیعت کے ساتھ ملحق ہے بزازی نے کہا تو پانچ صورتوں سے زیادہ نہیں اور البتہ میں نے اسکی شرح ملتقی میں تحریر کی ہے والکان ھا لکھا او قال للشھود اودع من لا دفع فدفع او اقر ذو الید بید الخصومۃ کان قال ذو الید استئجرتہ او اتھبتہ من الغائب او لم یدع الملک المطلق بل ادعی علیہ الفعل بان قال المدعی غصبتہ منی او قال سرق منی وبینا ہ للمفعول للمدعی علیہ فکانہ قال سرقتہ منی فلان غصبتہ منی فلان لفظا کما سیجیء حیث تندفع اور اگر مدعی یہ مالک ہوا گواہوں نے کہا کہ اسکو ودیعت رکھا ہے اسنے جسکو ہم نہیں پہچانتے یا ذی الید نے قبضہ خصومت کا اقرار کیا پانچ ذی الید کی یوں کہا کہ میں نے اسکو خرید کیا یا بطریق ہبہ کے لیا شخص غائب سے یا مدعی نے ملک مطلق کا دعوی نکیا بلکہ مدعا علیہ کے فعل کا دعوی کیا اسطرح پر کہ مدعی نے کہا کہ تو نے اسکو غصب کرلیا مجھسے یا یوں کہا چورا لیا گیا مجھسے مصنف نے چوری کو بصیغہ مجہول ذکر کیا مدعا علیہ کی پردہ پوشی کے واسطے تو گو یا مدعی نے یوں کہا کہ تو نے اسکو مجھسے چورا لیا بخلاف اس قول کے کہ غصب کرلیا گیا مجھسے یا اسکو غصب کرلیا مجھسے فلانے غائب نے چنانچہ عنقریب اسکا ذکر آویگا کہ وہاں خصومت مدعا علیہ سے دفع ہوجائیگی دھل تندفع بالمصحح لا بالمصحف کما بزازیہ اور کیا خصومت دفع ہوگی بصیغہ مصدر غصب قول صحیح یہ ہے کہ خصومت دفع نہوگی کذا فی البزازیہ ص یعنے اگر مدعی نے یوں کہا کہ یہ چیز میری ملک ہے اور مدعا علیہ کے پاس غصب ہے اور مدعا علیہ نے کہا کہ میرے پاس غائب نے ودیعت رکھی ہے تو بقول صحیح دعوی مدعی کا مندفع نہوگا وقال ذو الید فی الدرھم او دعنیہ فلان او دیعۃ او غصبہ فلان او بعتہ منہ لا تندفع فی الکل لھ اقلتا اور ذی الید نے دعوی غصب اور سرقہ کے دفع میں کہا کہ اسکو میرے پاس فلانے غائب نے ودیعت رکھا ہے اور اسپر گواہ لایا تو کل مسائل مذکورہ میں خصومت مندفع نہوگی اس دلیل سے جو ہم کہ چکے ص یعنے مالک وغیرہ میں اسواسطے خصومت دفع نہوئی کہ دفع خصومت کے واسطے قیام میں اور حضور شہود کو شارح شرط کرچکا ہے اور دعوی خریداری اور ہبہ میں اقرار قبض ملک ہے اور غصب اور سرقہ میں مدعی کا دعوی ہے مدعا علیہ کے فعل کا قال فی غیر المجلس للحکم انہ ملکی ثم قال فی المجلس انہ ودیعۃ عندی او رھن من فلان تندفع مع الیرھان علی ما ذکر کما فی الذخیرۃ مجلس حکم کے سوا اور مکان میں کہ وہ میری ملک ہے پھر مجلس حکم میں بولا کہ وہ ودیعت ہے میرے پاس یا رہن ہے فلانے کی جانب سے تو خصومت دفع ہوگی

گواہی کے ساتھ اپنے دعوے مذکور پر لیوے اگر مدعا علیہ ولایت یا رہن پر گواہ لایا تو دعوی مدعی کا دفع ہو جائیگا اور غیر مجلس حکم کا اقرار مقبول نہوگا مگر جبکہ مدعی اسکو گواہی ثابت کرے چنانچہ مصنف اسکی آگے تصریح کرتا ہے **ولو برهن المدعى على مقالته اولى يحلف خصما ويحكم عليه السبق قرار يمنع الدفع بزيادة** اور اگر مدعی گواہ لاوے ذی الید کے اول قول پر لیوے اسکے دعوے ملک پر تو قاضی اسکو خصم قرار دے اور اسپر حکم کرے بسبب سابق ہونے اس اقرار کے جو مانع ہو دفع خصومت کا کذا فی البزازیہ **وان قال المدعى اشتريته من فلان الغائب وقال ذو اليد في الدفع اودعنيه فلان ذلك اى بنفسه فلحق بوكيله لم تندفع بلا بينة دفعت الخصومة وان لم يبرهن لتواقفهما ان اصل الملك الغائب** اور اگر مدعی نے کہا کہ میں نے اسکو فلانے شخص غائب سے خرید کیا اور ذی الید نے اسکے دفع میں کہا میرے پاس اسے فلانے غائب نے ودیعت رکھا بذات خود تو ذی الید سے خصومت مندفع ہوگی اگرچہ ذی الید گواہ نلاوے بسبب موافق ہونے دونوں کے اسپر کہ اصل ملک شخص غائب کی ہو پھر اگر ذی الید یوں کہے کہ میرے پاس شخص غائب کے وکیل نے اسکو ودیعت رکھا ہے تو خصومت مندفع نہوگی بدون گواہ لانے ذی الید کے **كما اذا قال اشتريته وكلني بقبضه وبرهن** مگر جبکہ مدعی نے کہا کہ میں نے اسکو غائب سے خریدا اور اسنے مجھکو وکیل کیا ہے اسکے قبضہ کرنے پر تیرے پاس سے لیکر اور اسپر گواہ لایا تو خصومت مندفع نہوگی یعنی ذی الید سے مدعی اسکو لیگا اسواسطے کہ مدعی احق بالقبض ہے کذا فی العینی **ولو صدقه في الشراء ولم يقر بالتسليم لكن يكون قضاء على الغائب بأقراره هي مجيب** اور اگر ذی الید نے مدعی کی تصدیق کی خرید کرنے میں تو اسکو دینے کا حکم نہوگا تاکہ قضا علی الغائب نہ لازم آوے ذی الید کے اقرار سے اور یہ مسئلہ عجیب ہے یعنے انکار میں تو تسلیم ہوا اور تصدیق میں تسلیم نہیں ص طحطاوی نے کہا اسمیں ہرگز کچھ مقام تعجب نہیں اسواسطے کہ ذی الید کا اقرار حجت قاصرہ ہے مالک غائب پر سرایت نہیں کرسکتا اور اسی طرح علامہ ابو السعود نے کہا کہ کچھ عجیب نہیں اسواسطے کہ انکا اقرار غیر شخص پر مقبول نہیں **ثم اقتصار الدرر وغيرها على دعوى الشراء فيه اتفاقي فلذا قال ولو ادعى انه له خصمه منه فلان الغائب وبرهن عليه ولهم ذو اليد ان هذا الغائب اودعه عنده اذ دفعت لتواقفهما ان اليد لذلك الرجل** پھر اختصار کرنا صاحب درر وغیرہا کا خرید کے دعوے پر تبعاً اتفاقی ہے سو اسی واسطے مصنف نے کہا اور اگر مدعی نے دعوی کیا کہ وہ چیز اسکی ہے اسسے فلانے غائب نے غصب کرلی اور اسپر گواہ لایا اور ذی الید نے زعم کیا کہ اس شخص غائب نے اسکے پاس اسکو ودیعت رکھا تو ذی الید سے خصومت مندفع ہوگی بسبب موافق ہونے دونوں کے اسپر کہ قبضہ اسی مردہ غائب کے واسطے ثابت ہے **ولو كان مكان دعوى الغصب دعوى سرقة لا تندفع بزعم ذي اليد ابداء ذلك الغائب استحسانا بزازية** اور اگر بجائے دعوی غصب دعوی سرقہ ہو تو خصومت مندفع نہوگی ذی الید کے یوں زعم کرنے سے کہ اس غائب نے میرے پاس اسکو ودیعت رکھا ہے از روے استحسان کے کذا فی البزازیہ **وفي شرح الوهبانية للشرنبلالي لو اتفقا على الملك لزيد كل يدعي الاجارة منه ولم يكن الثاني خصما للاول على الصحيح** اور شرنبلالی کی شرح وہبانیہ میں ہے کہ اگر دو شخص متفق ہوئے زید کی ملک پر اور ہر شخص اس سے اجارہ لینے کا مدعی ہے تو مدعی ثانی مدعی اول کا خصم نہوگا بقول صحیح ہم مالک کہ آخر تک سواسطے خصم نہوگا کہ دعوی اجارہ بمنزلہ دعوی استحقاق کے ہے کیونکہ ہر واحد ملک عین کا مدعی نہیں اور یہی علت ہے مسئلہ الاحقہ کی کما لا یخفی اور شرنبلالی اور نہ مدعی ثانی ہمارے اور شراء کے مدعی کا خصم ہوگا **اما المشتري فخصم الكل** اور مشتری تو سب کا خصم ہے یعنے جو خرید کا دعوی کرتا ہے وہ گواہ لانے کے بعد متاجر اور مدعی رہن اور مدعی خرید کا خصم ہوگا کذا فی الطحطاوی **فروع** مسائل ملحقہ متاخر کے **قال المدعى عليه لا ادفع يحال الى المجلس الثاني صغرى** اور مدعی علیہ نے کہا کہ میرے پاس دعوی مدعی کے دفع کرنے کی وجہ ہے تو اسکو قاضی کے مجلس ثانی تک فرصت دیجاے کذا فی الصغری **للمدعي تحليف مدعى الابداع على البتات** در مدعی کو قسم لینا مدعی ایداع سے یقین پر جائز ہے کذا فی الدرر یعنے اگر مدعی کے گواہ نہوں تو ذی الید سے یقین پر قسم لینا جائز ہے اسواسطے کہ ایداع اگرچہ غیر کا فعل ہے لیکن انکا تمام ہونا یعنے قبول ایداع اس سے متعلق ہے اور ذخیرہ میں ہے کہ ذی الید پر قسم نہیں اسواسطے کہ وہ ایداع کا مدعی ہے اور حالانکہ مدعی پر قسم نہیں

انتہے تو یہ کلام وقوع حلف پر محمول ہوگا کذا فی الطحطاوی حاشیۃ الدر علی قولہ تحلیف المدعی علی العلم و تمامہ فی البزازیۃ اور اسکو لیوے مدعا علیہ کو اختیار ہوگا کہ مدعی سے علم پر قسم لے اور بوجہ بیان اسکا بزازیہ میں ہے جبکہ مدعا علیہ ذی الید نے دعوی مدعی کا باظہار ایداع وغیرہ کے دفع کیا اور اثبات سے عاجز ہوگیا اور مدعی نے دفع میں اسکی تصدیق نہ کی اور ذی الید نے مدعی سے قسم چاہی تو مدعی علم پر قسم کھائے اسطرح کہ واللہ میں نہیں جانتا کہ شخص غائب نے ذی الید کے پاس ودیعت رکھی ہو اسواسطے کہ ایداع غیر کا فعل ہوا اور مدعی سے متعلق نہیں کذا فی البحر وکل منقول متنہ فیہ رھنت انہ اعتمدھا قبل الدفع لا للحق ما لم یحضر المولی ابن عبد مولی نہ کہ کسی اپنی لونڈی کے کمین لیجانے کا وکیل کیا سو لونڈی گواہ لائی اسپر کہ مولے نے اسکو آزاد کردیا تو دعوے نقل کے واسطے دفع مقبول ہوگا نہ آزاد ہوجانے پر تبک مولے نہ آوے کذا ذکرہ ابن ملک

باب دعوی الرجلین

یہ باب ہے دو مردوں کے دعوی کرنے میں یعنے تیسرے شخص پر دعوی کریں یا ایک شخص دوسرے پر دعوی کرے **تقدم حجۃ خارج فی ملک مطلق او علم یذکر لہ سببہ** یعنے حکم علی حجۃ ذی الید مقدم ہوگی شخص خارج کی حجت ملک مطلق میں ذی الید کی حجت پر ملک مطلق وہ ہے جسمیں سبب ملک کا مذکور نہ ہو چنانچہ مذکور ہوگا **خارج** وہ شخص ہے جو ذی الید اور قابض نہ ہو اور وجہ تقدیم یہ ہے کہ خارج ہی تو مدعی ہے اور حدیث میں یہ بیان مقبول نہیں مگر مدعی کا بیان **وان وقتا احدھما فقط حجت خارج مقدم ہے اگرچہ دونوں میں سے ایک ہی شخص وقت ملک بیان کرے** یعنے خواہ دونوں تاریخ ملک بیان نکریں یا دونوں ایک ہی تاریخ کو ذکر کریں یا فقط ایک ہی شخص تاریخ ذکر کرے بہر صورت حجت خارج مقدم ہے اور اگر دونوں تاریخ کو بیان کریں اور ایک کی تاریخ سابق ہو تو اب اسیکی حجت مقدم ہوگی کذا فی الحلبی **وقال ابو یوسف ذو الوقت احق** اور ابو یوسف نے کہا کہ صاحب وقت یعنے جسنے تاریخ اور وقت ملک بیان کیا وہ احق ہے تقدیم حجت میں **وتمامہ فیما لو قال فی دعوتہ ھذا العبد لی غائب عنی منذ شہر وقال ذو الید لی منذ سنۃ فقضی للمدعی لان ما ذکرہ تاریخ غیبتہ لم یوجد للتاریخ من الطرفین فقضی ببینۃ الخارج اور ثمرہ خلاف امام اور ابو یوسف اس صورت میں ہے کہ خارج نے کہا کہ یہ غلام میرا ہے میرے پاس سے غائب ہوگیا مہینہ بھر سے اور ذی الید نے کہا کہ میرا غلام ہے سال بھر سے تو مدعی خارج کے واسطے حکم ہوگا اسواسطے کہ جو تاریخ خارج نے ذکر کی وہ اسکے غائب ہونے کی تاریخ ہے نہ مالک ہونے کی تو طرفین سے تاریخ ملک کی نہ پائی گئی بلکہ ذی الید کی طرف سے تاریخ پائی گئی اور امام کے نزدیک تاریخ حالت انفراد کی معتبر نہیں تو اسی واسطے حجت خارج حکم ہوگا وقال ابو یوسف یقضی للموخر ولو حالۃ الانفراد** اور ابو یوسف نے کہا کہ تاریخ بیان کرنے والے کے واسطے حکم ہوگا اگرچہ ذکر تاریخ بحالت انفراد ہو صاحب منح الغفار نے جامع الفتاوے سے یوں منقول ہے کہ ابو یوسف کے نزدیک موخر کے واسطے حکم ہوگا اسواسطے کہ انکے نزدیک حالت انفراد میں موخ کی ترجیح ہے آتے تو شارح کو مناسب تھا کہ لفظ لو ساقط کرتا اسواسطے کہ کلام تو حالت انفراد میں ہے اور شارح کے کلام سے نکلتا ہے کہ قضا موخ کے واسطے ہے خواہ دونوں سے تاریخ صادر ہو یا ایک سے اور حالانکہ درصورت صدور تاریخ طرفین قضا للموخ کے کچھ معنے نہیں اسواسطے کہ تاریخ تو دونوں سے ثابت ہے بلکہ بیان قضا للسابق ہوگی کذا فی الطحطاوی **وینبغی ان یقضی بقولہ لانہ ادفق واظہر وکذا فی جامع الفصولین واقرہ المصنف** اور لائق یوں ہے کہ بقول ابو یوسف کے حکم کیا جاوے اسواسطے کہ وہ قول بقواعد فقہ موافق تر اور ظاہر تر ہے چنانچہ جامع الفصولین میں ہے اور ثابت رکھا ہے اسکو مصنف نے اپنی شرح میں صاحب منح الغفار میں بجائے **یقضی یفتی** ہے **وھو الاظہر ولو برھن خارجان علی الشتی قضی بہما** اور گواہ لاویں وہ شخص خارج ایک چیز پر جو تیسرے شخص کے قبضہ میں ہے تو دونوں کے واسطے اس چیز کا حکم ہوگا **ص** دلیل اسکی وہ حدیث ہے جو سنن ابو داؤد میں ابو موسی اشعری سے روایت ہے کہ دو شخصوں نے ایک اونٹ کا دعوی کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقت میں اور ہر شخص دو دو گواہ لایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس اونٹ کو دونوں میں نصفا نصف بانٹ دیا اور دوسری دلیل یہ ہے کہ بینات حجج شرعیہ سے ہیں تو حتی الامکان امکم عمل واجب ہوا اور بیان عمل ممکن ہے اسواسطے کہ تبدل ایدی شی واحد پر اوقات مختلفہ میں ہوا کرتا ہے

لو گواہی دیدے کے واسطے ہر فریق اسپر اعتماد کرتا ہو جوانے سبب ملک کا مشاہدہ کیا کذا فی الزیلعی فان برهنا فی دعوی النکاح سقطا لتعذر الجمع لو حیة سچہ اگر دو شخص گواہ لائے نکاح کے دعوے مین تو دونون کی حجت ساقط الاعتبار ہوگی بسبب تعذر ہونے جمع کے اگر عورت زندہ ہو ہم یعنے اگر عورت زندہ کے نکاح کا دو شخصون نے ساتھی دعوی کیا اور ہر شخص گواہ لایا تو کسی کا دعوی ثابت نہوگا اسواسطے کہ محال قابل اشتراک کے نہین میت برہان کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر ایک مدعی گواہ لایا ایک عورت کے نکاح پر اور اسکے واسطے حکم ہوگیا ثبوت نکاح کا پھر دوسرا شخص اسکے نکاح پر گواہ لایا تو گواہ اسکے مقبول نہونگے چنانچہ خریداری کے دعوی مین برہان اول کے بعد برہان ثانی مقبول نہین کذا فی الطحطاوی ولو میتة قضی بینهما وعلی الکل بنصف المیراث زوج وابن وبنت میراث زوج والمیت ولد ولا بنت قیمت المیت بینهما وتمامه فی الخلاصة اور اگر عورت میت ہو تو دونون مدعیون کے واسطے نکاح کا حکم ہوگا اور ہر شخص پر بنصف نصف مہر لازم آویگا اور دونون شخص ایک زوج کی میراث کے وارث ہونگے اور اگر عورت جنی یعنے بعد اسکے مر گئی تو ولد کا نسب دونون شخصون سے ثابت ہوگا اور پورا بیان اسکا خلاصہ مین ہم خلاصہ مین باقی بیان یون ہے کہ ولد مذکور دونون شخصون سے میراث بین کامل کا وارث ہوگا اور دونون ولد کے متروکہ سے ایک واحد کی میراث پاویگا کذا فی البزازیة وهو لیس صفقة اذ المراد بالکل بینهما من کذا بتة فیما اور عورت اسکی زوجہ ہے جسمین مدعی کے اعورت نے تصدیق کی بشرطیکہ عورت اسکے پاس ہو جس مدعی کی اسنے تکذیب کی اور جسکی اسنے تکذیب کی اسنے عورت کی وطی نہ کی ہو ہم خلاصہ یہ ہے کہ جب دو شخصون نے ایک عورت مین تاریخ کیا اور دونون گواہ لائے تو اگر تاریخ بیان کی اور ایک کی تاریخ مقدم ہے تو وہ اولے ہوا اور اگر تاریخ بیان نہ کی یا دونون کی تاریخ برابر ہے تو اگر ایک کا قبض ثابت ہے جیسے وطی یا پے درپے مکان کا رکھنا تو وہی شخص اولے ہوا اور اگر یہ کچھ نہو تو عورت کی تصدیق کا اعتبار ہے الحاصل سبقت تاریخ راجح ہے پھر قبضہ پھر وطی پھر اقرار وہ صاحب تاریخ مقدم ہے ظہیریہ مین ہے کہ اگر ایک کی وطی پائی گئی اور عورت دوسرے کے گھر مین ہے تو صاحب خانہ اولی ہے کذا فی الطحطاوی هذا اذا اقر بوطء ثانیا اما اذا قال تزوجتها بعد ما اقر بوطئها وسوء یعنے اعتبار تصدیق عورت اسوقت ہے جبکہ دونون نے تاریخ بیان نہ کی ہو اگر تاریخ بیان کی تو صاحب تاریخ سابق اس عورت کا احق ہوگا یعنے سبقت تاریخ کے ساتھ قبض اور دخول کا کچھ اعتبار نہین اسواسطے کہ صریح دلالت پر فائق ہے قلت وارخ احدهما فهو اصدقتا اولذی الید یترجح الیة قلت وعلیه مامر عن الخانیة ینبغی اعتبار تاریخ احدهما دلم ار من نص علیه فتامل سو اگر ایک مدعی نے تاریخ بیان کی تو عورت اسکی زوجہ ہے جسکی اسنے تصدیق کی یا ذی الید کی کذا فی البزازیہ مین کہتا ہون اور یہ موجب اسکے قول کے جو ابو یوسف سے منقول ہو چکا ایک شخص کی تاریخ کا اعتبار کرنا لائق ہوا اور یہ بیچ نہین دیکھا اسکو جسنے اسپر آگاہ کر دیا ہو تو غور کر اسپر ہم طحطاوی نے کہا صاحب بحر الرائق نے اسپر سر بخوبی آگاہ کر دیا ہے کہ ایک شخص کی بھی تاریخ موجبات رجحان سے ہے وان اقرت لهما لم یجعل لاحد منهما علیها سبیل وان برهن الاخر قضی له اور اگر عورت نے اقرار کیا اس مدعی کے واسطے جسکے پاس گواہ نہین تو وہ اسی مدعی کی زوجہ ہوا اور اگر دوسرا مدعی برہان لایا یعنے جبکہ اول مدعی کے واسطے بموجب اقرار عورت کے حکم ہو گیا اسکے بعد دوسرا مدعی گواہ لایا تو صاحب برہان کے واسطے حکم ہوگا اسواسطے کہ برہان قوی تر ہو تصادق سے کذا فی المنح دلو برهن احدهما وقضی له ثم برهن الاخر لم یقض له لانه اذا ثبت سبقة کان البرهان مع التاریخ اقوی منه بدونه اور اگر گواہ لایا ایک مدعی اور اسکے واسطے حکم ہو گیا پھر دوسرا مدعی گواہ لایا تو اسکے واسطے حکم نہوگا مگر اس صورت مین جبکہ مدعی ثانی کی سبقت تاریخ ثابت ہو اسواسطے کہ برہان مع التاریخ قوی تر ہے اس برہان سے کہ بدون تاریخ کے ہو ہم ہر چند بیان دونون دعوون مین تاریخ ثابت ہے اسواسطے کہ سبقت نہین ہو سکتی بدون تاریخ کے لیکن جبکہ مدعی ثانی کی تاریخ سابق ہو دے مدعی اول کی تاریخ سے تو گویا اسنے اصلا تاریخ مذکور نہ کی یا مع التاریخ سے تاریخ سابق مراد ہے کذا فی الطحطاوی کالم یقض ببرهان خارج علی ذی ید ظهر لانه اذا ثبت سبقة ای ان نکاحه اسبق جیسے حکم نہوگا شخص خارج کی برہان سے اس ذی ذلید کی برہان پر جبکا نکاح ظاہر ہو چکا مگر اس صورت مین برہان خارج سے حکم ہوگا جبکہ خارج کی سبقت ثابت ہو یعنے یہ ثابت ہو کہ خارج کا نکاح سابق تر ہے ذی الید کے نکاح سے وادعی سبب الملک بان برهنا علی شراء شیء من ذی الید فلکل نصفه بنصف الثمن ان شاء اذ لکه انما خیر لتفریق الصفقة علیک

اور اگر دونوں مدعیوں نے سبب ملک کا ذکر کیا اسطرح پر کہ دونوں گواہ لائے ایک چیز کی خرید پر ذی الید سے تو ہر مدعی کے واسطے نصف نصف شئی کا حکم ہوگا یعنی نصف نصف ثمن کے اگر مدعی چاہے یا اسکو چھوڑ دے مدعی کو اسواسطے اختیار دیا گیا یعنی نہ لینے میں کہ اسپر صفقہ متفرق ہوگیا یعنی پوری چیز لگے واسطے باقی نہ ہی اور شاید اسکی رغبت پوری چیز پر ہو نا دعوری پر دان ترک احدھما بعد ما قضی لھما لم یاخذ الاخر کلہ لانفساخ بالقضاء خانیہ فصلہ اور اگر ایک مدعی نے نصف لینے کو چھوڑا دونوں کے واسطے حکم ہوجانے کے بعد تو دوسرا مدعی اسکو پورا نہیں لے سکتا بسبب فسخ ہوجانے بیع کے نصف باقی میں قاضی کے حکم سے سو اگر قبل حکم کے ایک مدعی ترک کرے اور دوسرا پورا لے تو اسکو جائز ہے ذھولی ما ادعیا شیئا ولا للسابق تاریخا ان ارخا فیرد الباقی ما قبضہ الی آخر المسئلہ اور وہ یعنے جسکی خرید کا دونوں نے دعوے کیا اس مدعی کی ہو جسکی تاریخ سابق ہو اگر دونوں نے تاریخ خرید بیان کی تو بائع پھیر دے جو ثمن اسنے دوسرے لیا کذا فی السراج وہم سبقت تاریخ کا اسوقت اعتبار ہے جبکہ بائع ایک ہو اور اگر دونوں کے بائع مختلف ہوں تو اسبق کے واسطے کچھ ترجیح نہیں اور نہ فقط مورخ کے واسطے کذا فی الطحطاوی وھو للذی یدعی ان لہ یورخا او ارخ احدھما او استوی تاریخھما اور وہ یعنے متنازع فیہ ذی الید کی ہو اگر دونوں مدعیوں نے تاریخ خرید کی بیان نہ کی یا ایک نے فقط تاریخ مذکور کی یا دونوں کی تاریخ برابر ہو وھو للذی وقت ان وقتا احدھما فقط والحال انہ لا یدری لھما وان لم یوقتا فقد مر ان لکل نصفہ بینھما اور وہ چیز وقت بیان کرنے والے کی ہو اگر دونوں میں سے ایک نے توقیت کی اور حالانکہ دونوں کا اسپر قبضہ نہیں اور اگر دونوں نے وقت نہ کیا تو اسکا حکم مذکور ہو چکا کہ ہر مدعی نصف نصف پاویگا النفس اخذ احق من مرتھنیۃ وصدقۃ ذرھن ولم یقبض اور دعوی خرید احق ہے ہبہ اور صدقہ اور رہن کے دعوے سے اگرچہ رہن قبض کے ساتھ ہو ھم وجہ ترجیح خرید یہ ہے کہ معاوضہ ہے جانبین سے بخلاف ہبہ وصدقہ اور مراد ہبہ بلا عوض ہے اسواسطے کہ ہبہ بعوض درحکم بیع ہے اور رہن پر خریدا اسواسطے مقدم ہے کہ خرید مفید ملک بعوض فی الحال ہے بخلاف رہن ذھذا ان لم یورخا فلو ارخا واخذ الملک فالاسبق احق لقدمہ تاریخا اور یہ یعنے قدیم خرید ہبہ اور صدقہ پر اسوقت ہے جبکہ دونوں مدعیوں نے تاریخ مذکور نہ کی ہو سو اگر تاریخ بیان کریں اور مالک کردینے والا ایک ہی شخص ہو تو صاحب تاریخ سابق احق ہے اپنے قوی ہونے کے سبب سے ولو ارخت احدھما فقط فالمورخۃ اولی اور اگر خریدا اور ہبہ اور صدقہ کے دعوے میں فقط ایک کی تاریخ مذکور ہوئی تو تاریخ والی چیز مقدم ہے ولو اختلف الملاک استویا اور اگر مالک کردینے والا مختلف ہو تو دونوں برابر ہیں یعنے اس صورت میں خریدہبہ اور صدقہ پر مقدم نہیں وھذا فیما لا یقسم اتفاقا اور یہ یعنے برابر ہونا اس چیز میں جو قابل قسمت نہیں مانند چکی وغیرہ کے باتفاق روایات ہے واختلف التصحیح فیما یقسم کالدار والاصح ان الکل لمدعی الشراء کان لا استحقاق من قبیل الشیوع المقارن لا الطاری ھبۃ الکل والتصحیح علما مختلف ہے اس چیز میں جو قابل قسمت ہے چنانچہ گھر اور صحیح تر قول یہ ہے کہ وہ چیز بالکل مدعی خرید کی ہے اسواسطے کہ استحقاق یعنے استحقاق نصف مدعی خرید کا من قبیل شیوع مقارن کے ہے نہ قبیل شیوع طاری کذا فی کتاب الہبۃ من الدر رحم یہ رد ہے عادی پر کہ اسنے قابل قسمت اور غیر قابل قسمت کو یکساں قرار دیا ہے اور اس مسئلے میں شیوع طاری ٹھہرایا ہے جو مفسد ہبہ اور صدقہ نہیں کذا فی الطحطاوی والشراء والمھر سواء فینصف وترجح ھی بنصف القیم وھو نصف الاقل او نصف ما سمی اور خرید اور مہر برابر ہیں تو دونوں مدعیوں میں نصفا نصف ہوگا اور عورت مدعیہ نصف قیمت اس چیز کی پھیرے اور مدعی خرید نصف ثمن پھیرے یا بیع کو فسخ کرے بدلیل گذشتہ ھم یعنے جبکہ ایک مدعی نے دعوی کیا ہے میں نے اس غلام کو ذی الید سے خرید کیا اور عورت نے دعوی کیا کہ ذی الید نے مجھ سے ساتھ نکاح کیا اور یہ غلام میرے مہر میں مقرر کیا یا دونوں برابر ہیں اسواسطے کہ دونوں قوت میں یکساں ہیں کیونکہ ہر ایک یعنے خرید اور مہر معاوضہ مثبت ملک ہے مشتری کو فسخ بیع میں اختیار ہوا بسبب تفرق صفقہ کما مر ھذا اذا لم یورخا او ارخا واستوی تاریخھما فان سبق تاریخ احدھما کان احق یہ یعنے استوائے خرید اور مہر اسوقت ہے جبکہ دونوں کی تاریخ مذکور نہو یا تاریخ مذکور ہو اور دونوں کی تاریخ برابر ہو سو اگر ایک کی

تاریخ سابق ہو تو وہی احق ہر قید بالشراء لان النکاح احق من ھبۃ او رھن او صدقۃ تمادیۃ والمراد ما یکلم المھر کما حررہ فی البحر خلطا للجامع
مصنف نے خرید کی قید لگائی اسواسطے کہ نکاح احق ہے ہبہ اور رہن اور صدقہ سے کذا فی العمادیۃ اور نکاح سے مراد اس مقام میں مہر ہے چنانچہ بحر الرائق میں اسکی تحریر کی ہے صاحب
جامع الفصولین کی طرف غلط گوئی کی نسبت کرکے صحیح صاحب جامع الفصولین نے کہا کہ نکاح اور ہبہ اور رہن اور صدقہ برابر ہیں یہ غلط کاری صاحب جامع الفصولین کی یہ ہے کہ وہ یوں
سمجھا کہ دو شخصوں نے ایک لونڈی میں تنازع کیا ایک کہتا ہے کہ میں اسکا مالک ہوں بطریق ہبہ کے اور دوسرا کہتا ہے کہ میں نے اسکے نکاح کیا اور حالانکہ یہ فقہا کی مراد
نہیں بلکہ جہاں تقدیم نکاح کی ہبہ اور صدقہ پر بیان کی ہے وہاں نکاح سے مہر مراد ہے یعنے نہ عقد چنانچہ لواحق کلام محیط اور عمادی اسپر دلالت کرتا ہے کذا فی الطحطاوی
نعم یستوی النکاح والشراء لو تنازعا فی اکامۃ مریحل واحد وکلاھما حر فتکون ملکا لہ منکوحۃ للآخر فتدبر یہاں برابر ہے نکاح اور خرید اگر
دو شخصوں نے تنازع کیا ایک مرد کی لونڈی میں اور کوئی مرجح مانند سبقت تاریخ کے نہیں تو لونڈی مدعی شراکی مملوکہ ہوگی اور دوسرے شخص کی منکوحہ سو غور کرے اسکو موھم
وجہ استواء یہ ہے کہ خرید اور نکاح میں منافات نہیں یہ بحث ہے صاحب جامع الفصولین کی کذا فی البحر وھو مع قبض احق من ھبۃ بلا عوض فقط
اور رہن مع القبض احق ہے ہبہ بلا عوض مع القبض سے بطریق استحسان ھم وجہ استحسان یہ ہے کہ مقبوض بحکم رہن مضمون ہے اور مقبوض بحکم ہبہ مضمون نہیں حالانکہ
عقد ضمان اولے ہے اور قیاس یہ ہے کہ ہبہ اولے ہے رہن سے اسواسطے کہ ہبہ بمنزلت ملک ہے بخلاف رہن ولہذا فھی احق کما تمامہ فی البیع انتھی واللام ولو بوجہ اقوی
من الرھن اور اگر ہبہ بعوض ہو تو اولے ہے وہ رہن سے اسواسطے کہ ہبہ بعوض آخر کار کو بیع ہے اور بیع اگرچہ کسی وجہ سے ہو قوی تر ہے رہن سے ولو العین بعضھا
استویا مالم یؤرخا واحدھا اسبق اور اگر شوہر متنازع فیہ دونوں مدعیوں کے قبضہ میں ہو تو رہن اور ہبہ دونوں برابر ہیں تاوقتیکہ دونوں کی
تاریخ مذکور نہ ہو اور ایک کی تاریخ سابق تر ہو یعنے درصورت ذکر تاریخ صاحب تاریخ سابق اولی اور اقدم ہے وان برھن کل واحد منھما علی ملک مورخ او شراء مؤرخ
من واحد غیر ذی ید او برھن خارج علی ملک مؤرخ ذی ید علی ملک مورخ اقدم فالسابق اولی اگر گواہ لائے دو شخص خارج ملک مطلق
مورخ پر یا خرید مورخ پر ایک ہی بائع سے جو ذی الید نہیں یا گواہ لایا خارج ملک مطلق مورخ پر اور ذی الید گواہ لایا اس ملک مطلق مورخ پر جو اقدم ہے تاریخ خارج سے
تو سابق احق اور اولے ہے ھم بائع ہیں غیر ذی الید کی قید تنازع نے اسواسطے لگائی کہ ذی الید سے خرید کرنا خارجین کا پہلے مذکور ہو چکا تو کچھ فائدہ نہ تھا تعمیم ہیں وان
برھنا علی شراء متفق تاریخھما او مختلف متحد او کل یدعی النتاج من رجل اخر او وقت احدھما فقط استویا ان تعذر البائع وان اتحد
فی الوقت احق ثم لا بد من ذکر المدعی وشھودہ ما یفید ملکا بائعا ان لم یکن المبیع فی ید البائع ولو شھدوا بالبیع فقط لا ان بزازیہ
اور اگر خارجین گواہ لائے اس خرید پر جسکی دونوں تاریخیں متفق ہیں یا مختلف ہیں کذا فی العینی اور ہر مدعی کا دعوے کرنا ہے دوسرے مرد سے یا فقط ایک ہی
مدعی نے خرید کا وقت بیان کیا تو دونوں برابر ہیں اگر بائع متعدد ہیں اور اگر ایک ہی بائع ہے تو صاحب وقت احق اور اولی ہے پھر یہ ضرور ہے کہ مدعی اور
اسکے گواہ وہ چیز ذکر کریں جو مفید ملک ہو اسکے بائع کی درصورتیکہ مبیع بائع کے ہاتھ میں نہ ہو اور اگر گواہوں نے گواہی دی بائع کے قبضہ کی یعنے درصورتیکہ
بالفعل بائع کا قبضہ نہیں قبض سابق کی گواہی دی بلا ذکر اسکی ملک کے تو اسمیں دو قول ہیں کذا فی البزازیہ ھم بزازیہ میں ہے کہ گواہوں نے اگر گواہی
دی خرید اور نقد بہا اور قبض کو ذکر کیا اور نہ تسلیم کو اور نہ ملک بائع کو اور نہ مشتری کی ملک کو تو دعوی اور شہادت مقبول نہیں اور اگر قبض بائع کی
گواہی دی نہ اسکی ملک کی تو اسمیں فقہا مختلف ہیں کذا فی الطحطاوی فان برھن خارج علی الملک وذو الید علی الشراء صنہ او برھنا علی
سبب ملک لا تیکرر کالنتاج وما فی معناہ کنسج لا یعاد وغزل قطن وحلب لبن وجز صوف وعنھا ولو عند بائعہ در رفذو الید
احق من الخارج اجماعا سو اگر گواہ لایا خارج ملک پر اور ذی الید گواہ لایا خارج سے خرید کرنے پر یا خارج اور ذی الید گواہ لائے ایسے
سبب ملک پر جو ایک ہی بار ہوتا ہے نہ مکرر جیسا کہ نتاج یعنے پیدائش بچہ حیوان اور جو چیز کہ نتاج کے مانند ہو مکرر ہوتا ہے جیسا کہ نسیج غیر معاد یعنے ثیاب

قطنیہ کی بناوٹ جو دوبارہ نہیں ہوتی اور روئی کا کاتنا اور دودھ کا دوھنا اور صوف کا تراشنا اور مانند ان اسباب غیر مکررہ کے اگرچہ اسباب مذکورہ اسکے بالغ کے پاس حاصل ہوئے ہوں تو ذی الید احق ہے خارج سے بالاتفاق ۱۲ منہ روئی کے گیڑوے ۱۲

ہے خارج سے مراد یہ ہے کہ مدعی کی ملک میں نتاج ہوا ہو یا اسکے بالغ کی ملک میں یا اسکے مورث کی ملک میں جامع الفصولین میں ہے کہ خارج گواہ لایا کہ مثلاً یہ اونٹنی میری بالغ کے پاس جنی اور ذی الید بھی اسی طرح گواہ لایا تو ذی الید کے واسطے حکم ہوگا اسواسطے کہ ہر مدعی اپنے بالغ کی طرف سے مخاصم ہے تو گویا دونوں کے بالغ حاضر ہوئے اور بواسطہ نتاج ملک کے مدعی ہوئے کذا فی الطحطاوی اھ اذا ادعی الخارج علیہ فعلا کغصب ووديعة او اجارة وهما في زواية دراد كان سببا يتكرر كبناء وغرس فنسخ خزو زرع بزر وهدمه او اشكال على اهل الخبرة فهو للخارج لانه الاصل وانما عدلنا عنه بحديث النتاج دعوی نتاج میں ذی الید احق ہے مگر جبکہ خارج ذی الید پر فعل کا مدعی ہو جیسا کہ غصب ذی الید کا یا ودیعت یا اجارہ کا اور مانند اسکے ذخیرہ کے روایت میں کذا فی الدرر یا ایسے سبب ملک کا دعوی ہو جو مکرر ہو سکتا ہے جیسا کہ عمارت بنانا اور درخت لگانا اور ریشم کی بناوٹ اور گیہوں وغیرہ کا کھیت بونا یا سبب ملک کا مکرر معلوم ہونا مشکل ہو دانشمندوں اور واقف کاروں پر تو وہ خارج کے واسطے ہے نہ ذی الید کی اسواسطے کہ مدعی خارج میرے اصل ہے اور ہمنے جو یہاں عدول کیا اصل مذکور سے سو نتاج کی حدیث کے سبب سے ہم فی روایۃ اسواسطے کہ اکثر عمارتیں بعد اتقال کلام ذخیرہ اسکے مخالف مبسوط سے نقل کیا کذا فی الدرر تکرر عمارت کی یہ صورت ہے کہ ذی الید نے دعوی کیا کہ یہ میری اینٹ ہے پیش اسکے دیوار بنائی اور خارج نے بھی اسی طرح دعوی کیا تو دعوی خارج مقدم ہے بسبب امکان تکرار اور گیہوں کا بونا بھی مکرر ہو سکتا ہے اسواسطے کہ انسان کاہے اسکو ایک زمین میں بوتا ہے پھر اسکو جلنی سے چھان لیتا ہے اور دوسرے کھیت میں بوتا ہے تو اگر خارج اور ذی الید نے دعوی کیا کہ یہ گیہوں میں نے بوئے ہیں اور دونوں گواہ لائے تو خارج مقدم ہے اور حدیث نتاج جابر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ ایک مرد نے ایک اونٹنی کا دعوی کیا ایک شخص کے قبضہ میں اور گواہ لایا کہ یہ اونٹنی اسکی ہے اسکے پاس جنی ہے اور قابض گواہ لایا کہ قابض کی ہے اور قابض کے پاس جنی ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ اونٹنی ذی الید کو دلا دی اور یہ حدیث مشہور ہے لہذا مسئلہ نتاج مخصوص ہوا چنانچہ محیط میں ہے کذا فی الطحطاوی وان برهن كل من الخارجين او ذي الايدي او الخارج وذي اليد عينى على المنبر او دمن الاخر بلا وقت سقطا وكان المال المدعى بيد من هو اور اگر ہر شخص گواہ لاوے دو شخصوں میں سے خواہ دونوں شخص خارج ہوں یا ذی الید یا ایک خارج ہو اور دوسرا ذی الید کذا فی العینی خرید کرتے ہے دوسرے مدعی سے بلا ذکر وقت خرید تو دونوں برہان ساقط الاعتبار ہونگے اور جس مال کا دعوی ہو وہ اسکے قبضے میں چھوڑا جاویگا جسکے پاس وہ ہو ہم وقت کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر دونوں مدعی وقت کو ذکر کرینگے تو صاحب وقت اخیر کے واسطے حکم ہوگا کذا فی خزانۃ الاکمل وقال محمد يقضى للخارج لانا لا نعلم ان الشراء اخذ ملكه منه لما لم اور کہا محمد نے کہ درصورت مذکورہ خارج کے واسطے حکم ہوگا ہم جواب میں کہتے ہیں شیخین کی طرف سے کہ خرید پر پیش قدمی کرنا اقرار ہے اسکی طرف سے دوسرے کی ملک کا ہم تو گویا ہر شخص کے گواہ دوسرے شخص کے اقرار پر قائم ہوئے اور اسمیں بالاجماع تساقط ہوا بواسطہ تعذر ترجیح ولو انثنا فبضتا نزاعا فاذا اور اگر فریقین کے گواہ خرید کے ساتھ قبض بھی ثابت کرینگے تو باتفاق شیخین اور محمد کے ساقط الاعتبار ہونگے وكذا يرجح بزيادة عدد الشهود فان الترجيح عندنا بقوة الدليل لا بكثرته اور ترجیح نہیں دیجاتی عدد شہود کی زیادتی سے اسواسطے کہ ہمارے نزدیک ترجیح ہوتی ہے دلیل کی قوت سے نہ اسکی کثرت سے ہم قوت دلیل کی یہ صورت ہے کہ ایک دلیل متواترہ ہو اور دوسری از قسم احاد یا ایک دلیل مفسر اور دوسری مجمل کو تو مفسر کی ترجیح ہوگی مجمل پر اور متواتر کی احاد پر بواسطہ قوی ہونے مفسر کے مجمل سے اور متواتر کی احاد سے اور چونکہ کثرت دلیل کی موجبات ترجیح سے نہیں لہذا ایک آیت کی ترجیح دوسری آیت سے نہیں ہوتی اور نہ ایک حدیث کی دوسری حدیث سے اور نہ ایک قیاس کی دوسرے قیاس سے کذا فی الطحطاوی ثم فرع على هذا اصل بقوله فلو اقام احد المدعيين شاهدين والآخر اربعة فهما سواء في ذلك پھر مصنف نے اس قاعدہ

مدعی پر تفریع کی اپنے اس قول سے سوا گر ایک مدعی نے دو گواہ قائم کیے اور دوسرے مدعی نے چار گواہ قائم کیے تو دونوں برابر ہیں اسمیں لینے اقامت شہادت ماخوذ ہیں اسواسطے کہ کثرت دلیل موجب ترجیح نہیں فکذا کثرۃ العدالۃ لان المعتبر اصل العدالۃ والاحد بلا عدل لیستہ اور اسی طرح ترجیح نہیں عدالت کے زیادہ ہونے سے اسواسطے کہ شہادت میں اصل عدالت معتبر ہے اور زیادہ تر عادل ہونے کی کچھ حد نہیں ہم لینے اگر ایک مدعی کے گواہ عادل ہوں اور دوسرے مدعی کے گواہ اعدل ہوں تو ترجیح واقع ہوگی زیادت عدالت سے بسبب اس احتمال کے کہ شاید کوئی شخص انمیں سے بھی زیادہ تر عدالت رکھتا ہو تو حکم مستقر ہوسکے گا ایک حال پر کذا فی الطحطاوی دار فی ید احد المدعی رجل نصفها واحد کلها وبرهنا فللاول بعمامه والباقی للاخر بطریق المنازعة وهو ان نصف سالم لهما وفی الکل یدعی المنازعة ثم استوت منازعتهما فی النصف الاخر فینصف ایک گھر ہے ایک شخص کے قبض میں سو ایک مرد نے اسکے نصف کا دعوی کیا اور دوسرے مرد نے تمام گھر کا اور دونوں مدعی خارج گواہ لائے تو اول مدعی کا چہارم گھر ثابت ہوگا اور باقی گھر لینے تین چوتھائی دوسرے مدعی کی ہے بطریق منازعت کے اور منازعت کا طریقہ یہ ہے کہ نصف دار مدعی کل کے واسطے سالم ہے بلا منازعت اسواسطے کہ مدعی اول نصف کا دعوی کرتا ہے تو نصف باقی مدعی کل کا ہوچکا اسکے اقرار سے پھر دونوں کی منازعت دوسرے نصف میں برابر قائم رہی تو وہ نصف دونوں میں نصفا نصف ہوگا یعنے تو ایک ربع مدعی اول کا ہوا اور تین ربع مدعی ثانی کے وقالا الثلث له والباقی للثانی بطریق العول لان فی المسئلة کلا نصفا فالمسئلة من اثنین وتعول الی ثلثة اور صاحبین نے کہا کہ تہائی گھر اول مدعی کا ہوا اور باقی دو تہائیاں مدعی ثانی کی ہیں بطریق عول کے اسواسطے کہ مسئلہ مذکورہ میں کل اور نصف مجتمع ہوئے تو مسئلہ دو سے ہوگا یعنے اسواسطے کہ نصف کا مخرج دو ہیں اور دو عول کرتے ہیں تین کی طرف یعنے تو مدعی کل کے دو سہم ہوئے اور مدعی نصف کا ایک سہم باعتبار قسمت اثلاث ہم عول یہ کہ مخرج میں سہام کی گنجائش نہو بسبب کثرت کے تو ہر ہم کو بڑھا لا جالے جیسا کہ شرح بیان کتاب الفرائض میں آویگا واعلم ان انواع القسمة اربعة اما بطریق العول اجماعا وهی تعلیة میراث ودیون ووصیة وهبات ودراهم مرسلة وسعایة وجنایة رقیق اور معلوم کر کہ اقسام قسمت کی چار ہیں ایک قسم وہ ہے جسمیں بطریق عول قسمت ہوتی ہے باتفاق امام اور صاحبین کے اور اسکی آٹھ صورتیں ہیں قسمت میراث اور دیون اور وصیت اور ہبات اور دراہم مرسلہ اور سعایت اور جنایت رقیق ہم میراث کی یہ صورت ہے کہ جب فرائض کے سہام لینے جمع ہوں کہ متروکہ میں اٹکے پورے ہونے کی گنجائش نہو تو بطریق عول کے تقسیم ہوگی مثلاً ایک عورت مرگئی اور ایک زوج اور ایک سگی بہن اور ایک مادری بہن چھوڑ گئی تو مسئلہ چھ سے ہے اور بطریق عول کے سات سے اور دیون کی صورت یہ ہے کہ دیون مختلفہ جمع ہوگئے کہ متروکہ سے ادا نہیں ہوسکتے تو ارباب دیون میں بطریق عول کے متروکہ تقسیم ہوگا مثلاً ایک شخص کی میت پر سو درم ہیں اور دوسرے کے پچاس درم اور کل متروکہ سو درم ہے اور وصیت کی یہ صورت ہے کہ میت کے ایک شخص کے واسطے ثلث مال کی وصیت کی اور دوسرے کے واسطے ربع مال کی اور تیسرے کے واسطے سدس مال کی اور وارثوں نے یہ وصیت جائز نہ رکھی تا انیکہ مرجع وصیت ثلث متروکہ ٹھہرا تو تینوں شخصوں پر ثلث مال بطریق عول تقسیم ہوگا اور مہابات یعنے محابات کی وصیت کی یہ صورت ہے کہ میت نے وصیت کی کہ جس غلام کی تین ہزار قیمت ہے وہ اس مرد کے ہاتھ ہزار درم کو بیچا جاوے اور جس غلام کی قیمت دو ہزار درم ہے وہ دوسرے مرد کے ہاتھ ایک ہزار درم کو بیچا جاوے سو دونوں شخصوں کے واسطے تین ہزار کی محابات ہوئی تو ثلث مال دونوں میں بطریق عول کے تقسیم ہوگا اور دراہم مرسلہ کی قیمت کی یہ صورت ہے کہ مثلاً ایک مرد کے واسطے ہزار کی وصیت کی اور دوسرے کے واسطے دو ہزار کی تو دونوں کے فیمابین ثلث بطریق عول کے ہوگا اور سعایت کی یہ صورت ہے کہ یہ وصیت کی کہ یہ غلام نصف آزاد کیا جاوے اور دوسرا غلام سدس آزاد کیا جاوے اور ثلث متروکہ اسپر وصیت کو کفایت نہیں کرتا تو ثلث مال دونوں کے مابین بطریق عول کے قسمت ہوگا اور ہر غلام سے بقدر اسکے حصے کے سعایت ساقط ہوجائیگی اور جنایت رقیق شارح نے اسمیں دو صورتیں داخل کردیں ایک صورت جنایت کی عبد رقیق غیر مدبر کی دوسری صورت جنایت عبد رقیق مدبر کی پہلی صورت یہ ہے کہ ایک غلام نے ایک مرد کی آنکھ پھوڑ ڈالی اور دوسرے کو بطریق خطا کے مار ڈالا سو دونوں جانیوں میں غلام دے ڈالا گیا تو عبد جانی کی دونوں

۱۲ اسکے کہ زید جسم زید کے ہیں اور زید میں کسی جسم کے اور ایک جسم کے سہام کہ ۱۲ جسم میں جائیگا

۱۲ بشرطیکہ میت کا مال اور بھی ہو ورنہ وصیت جائز نہ ہوگی ۱۲

بطریق عول کے تقسیم ہوگی تو دو ثلث مقتول کے وارث کے اور ایک ثلث دوسرے شخص کا اور دوسری صورت یہ ہو کہ غلام پر جنایت کی غلام غیر جانی مانند اور قیمت اسکی اولیائے جنایت کو دی گئی تو دونوں مین قیمت بطریق عول کے قسمت ہوگی کذا فی الطحطاوی وبطریق المنازعۃ اجاعا وھی مسئلۃ الفضولیین اور دوسری قسم قسمت کی بطریق منازعت کے ہو باجماع امامؒ اور صاحبینؒ کے اور وہ دو فضولیون کا مسئلہ ہو ھم مسئلہ فضولیین یہ ہو کہ ایک فضولی نے ایک مرد کے ہاتھ غلام پانچ ہزار درہم کو اور دوسرے فضولی نے نصف غلام مذکور کو بیچا دوسرے مرد کے ہاتھ پانسو درہم کے عوض اور مولے نے دونون بیعون کو جائز رکھا تو دونون مشتریون کو اختیار ہو اگر لینا اختیار کرین تو تین ربع مشتری کل لے اور ایک ربع مشتری النصف بالاتفاق کذا فی الطحطاوی وبطریق المنازعۃ عند ہ والعول عندھما وھو ثلث مسائل مسئلۃ الکتاب اذا اوصی لرجل بکل مالہ ولآخر بنصفہ ذلک اور تیسری قسم قسمت کی بطریق منازعت کے ہو امام کے نزدیک اور بطریق عول کے صاحبینؒ کے نزدیک اور انکے تین مسئلے ہین ایک مسئلہ اس کتاب کا ہو یعنے مسئلہ دار جو متن مین مذکور ہو چکا اور جبکہ ایک شخص نے ایک مرد کے واسطے اپنے تمام مال کی وصیت کی یا ایک غلام معین کی وصیت کی اور دوسرے مرد کے واسطے نصف مال یا نصف عبد معین کی وصیت کی ھم کل اور نصف مال کی وصیت یہ دوسرا مسئلہ ہو اور کل اور نصف غلام کی وصیت یہ دوسرا مسئلہ ہو بحر الرائق مین ہو کہ کل اور نصف مال کی وصیت مین اگر ورثہ نے وصیت جائز رکھی تو تین ربع مال صاحب کل کو ملے گا اور ایک ربع صاحب نصف کو امامؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک دو ثلث صاحب کل کو اور ایک ثلث صاحب نصف کو اور عبد معین کی وصیت مین اگر ثلث مال اسکو کفایت نکرے یا کفایت کرے اور ورثہ جائز رکھین تو غلام کے تین ربع صاحب کل کو ملینگے اور ایک ربع صاحب نصف کو امامؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک دو ثلث صاحب کل کے اور ایک ثلث صاحب نصف کا کذا فی الطحطاوی وبطریق العول عندہ والمنازعۃ عندھما وھو خمسۃ کما بسطہ الزیلعی والعینی وتمامہ فی البحر اور چوتھی قسم قسمت کی بطریق عول کے ہو امامؒ کے نزدیک اور بطریق منازعت کے صاحبینؒ کے نزدیک اور اسکے پانچ مسئلے ہین چنانچہ اسکو زیلعی اور عینی نے مشرح بیان کیا ہو اور پورا بیان اسکا بحر الرائق مین ہو ھم پہلا مسئلہ یہ ہو کہ عبد ماذون مشترک ہو دو مالکون مین ایک مولے نے اسکو سو درہم دیکر لیے کوئی چیز اسکے ہاتھ سو درہم کو بطریق نسیہ بیچی اور ایک اجنبی شخص نے اسکو درہم بطریق دین کے دیے بھر عبد ماذون بیچا گیا سو درہم کو تو امامؒ کے نزدیک ثمن عبد مالک دائن اور اجنبی مین بطور اثلاث مقسوم ہوگا دو ثلث اجنبی کو اور ایک ثلث مالک دائن کا اسواسطے کہ اجنبی مولے اسکے شریک کے نصیب مین صحیح ہو خود اسکے نصیب مین دو سو مسئلہ یہ ہو کہ عبد ماذون کو ایک اجنبی نے سو درہم دین دیے اور دوسرا اجنبی نے پچاس درہم اور غلام بیچا گیا تو دونون مین ثمن کی تقسیم اثلاث سے ہوگی اور صاحبینؒ کے نزدیک ارباع ہوگی یعنے سو درہم والے کو تین ربع اور پچاس والے کو ایک ربع تیسرا مسئلہ یہ ہو کہ غلام نے ایک مرد کو ازراہ خطا قتل کیا اور دوسرے مرد کو عمداً قتل کیا اور مقتول عمداً کے دو وارث ہین سو ایک وارث نے معاف کر دیا تو مالک عبد کو دفع عبد اور فدا عبد مین اختیار ہو سو اگر مالک غلام کا فدیہ دے تو پندرہ ہزار فدیہ دے یا بخہزار معاف کرنے والے کے شریک کو اور دس ہزار مقتول خطا کے وارث کو اور اگر مالک اس جنایت مین خود غلام کو دے تو دونون شخصون مین اثلاث تقسیم ہوگی امامؒ کے نزدیک اور ارباع تقسیم ہوگی صاحبینؒ کے نزدیک چوتھا مسئلہ یہ ہو کہ اگر غلام قاتل مدبر ہو یہ مسئلہ مذکور ہین اور مولے اسکی قیمت دے یا بجنان مسئلہ یہ ہو کہ ام ولد نے اپنے مولے اور اجنبی کو عمداً قتل کیا اور ہر مقتول کے دو دو وارث ہین سو ہر مقتول کے ایک ایک ولی نے علی التعاقب عفو کر دیا تو ام ولد اپنی قیمت کے تین ربع تین سعی کرے تو اجنبی کے وارث سکت کو چوتھائی قیمت کی ہو اور نصف قیمت دونون مین تقسیم اثلاث بطریق عول کے ہوگی امامؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک تقسیم ارباع ہوگی بطریق منازعت کے کذا فی الطحطاوی عن البحر والاصل عندہ ان القسمۃ متی وجبت لحق ثابت فی عین او ذمۃ شائعا فعولیۃ او ممیزا او احدھما شائعا والآخر فی الکل فمنازعۃ اور قاعدہ کلیہ مسائل مذکورہ مین امامؒ کے نزدیک یہ ہو کہ جب قسمت واجب ہو گئی بواسطہ اس حق کے جو ثابت ہو کسی عین یا ذمہ مین بطور شیوع کے یعنے بلا امتیاز تو اس مسئلہ مین قسمت بطریق عول کے ہوگی یا حق ثابت ہو بطریق تمیز کے یا ایک کا حق بعض مین شائع ہو اور دوسرے کا کل مین

(۱۲ منہ)

تو وہاں قسمت بطریق منازعت کے ہو ہم بہتیروں نے کہا کہ شارح یوں کہتا کہ ذی ید اولیٰ سو اسواسطے کہ ذی ید میں شائعاً متحقق ہے اور یوں کہنا بہتر تھا شائعاً فی البعض دون الکل چنانچہ ہم الزائق میں مصرح ہے کذا فی الطحطاوی وعندھما حیث ثبتا معاً علی الشیوع فعولیتہ والا تنازعۃ فلیحفظ اور صاحبین کے جبکہ دونو شائع ساتھی بطریق شیوع کے ثابت ہوں تو قسمت بطریق عول کے ہو اور نہیں تو بطریق منازعت کے یعنے اگر دونوں حق دو وقت مختلف میں یا علی وجالتمیز ثابت ہوں تو قسمت بطریق منازعت کے ہو تو اسکو یاد رکھنا چاہیے کہ یہی دونوں قاعدے موجب اتفاق اور اختلاف امام و صاحبین کے ہیں مسائل مذکورہ میں فلو الدار فی ایدیھما او فی ایدی اجنبی او فی ید احدھما او فی ید ثالث للثانی نصفہ لا یا نقضاء دو نصف بہ کالا تر حساب اور اگر گھر دو شخصوں کے قبضہ میں ہو یعنے ایک شخص نصف کا مدعی ہو اور دوسرا کل کا تو دو گھر مدعی ثانی کا ہے نصف بلا تقضا اور نصف باقی بواسطہ تقضا اسواسطے کہ وہ خارج ہے ہم مدعی ثانی کو نصف بلا تقضا اسواسطے کہ مدعی اول کا دعوی فقط نصف میں ہے تو مدعی ثانی کے واسطے نصف دار مسلم ہو چکا بلا منازعت تو اسکو نصف ملا بلا تقضا اسواسطے کہ قاضی کا حکم نہیں ہوتا یدون دعوے اور منازعت کے اور جو نصف کہ مدعی اول کے قبضہ میں ہے اسمیں خارج اور ذی الید کے گواہ مجتمع ہوئے تو خارج یعنے مدعی کل کے گواہوں کی تقدیم ہوگی ذی الید یعنے مدعی نصف کے گواہوں پر کذا فی الطحطاوی ولو فی ید ثلثۃ واحد احدھما کلھا والاخر نصفھا والاخر ثلثھا وبرھنوا قسمت عندہ بالمنازعۃ وعندھما بالعول وبیانہ فی الکافی اور اگر گھر تین شخصوں کے قبضے میں ہو اور ایک شخص انمیں سے کل دار کا دعوی کرتا ہو اور دوسرا نصف کا اور تیسرا ثلث کا اور تینوں گواہ قائم کریں تو وہ گھر امام کے نزدیک بطریق منازعت کے قسمت ہوگا اور صاحبین کے نزدیک بطریق عول کے اور بیان اسکا کافی ہے ہم امام کے نزدیک قسمت اس مسئلے کی چوبیس سہم سے ہے پندرہ سہم مدعی کل کے اور چھ سہم مدعی ثانی کے اور تین سہم مدعی ثالث کے اور صاحبین کے نزدیک ایک سو اسی سہم سے قسمت ہے ایک سو تین سہم مدعی اول کے اور مدعی ثانی کے پچاس سہم اور مدعی ثالث کے چھبیس سہم اور اسکا بیان مفتح الطحطاوی میں شرح مجمع سے منقول ہے خوف تطویل سے ترجمے اسکو ترک کر دیا ولو برھنا علی نتاج دابۃ فی یدیھما او احدھما او غیرھما او تر خا قضی لمن وافق سنہ تاریخہ بشہادۃ الظاھر اور اگر دو مدعی گواہ لائے ایک جانور کے نتاج پر دو نو ان کے قبضے میں یا ایک مدعی کے قبضے میں یا مدعیوں کے سوا اور شخص کے قبضے میں اور دونوں مدعیوں نے نتاج یعنے جانور کی پیدائش کی تاریخ بیان کی تو اس مدعی کے واسطے حکم ہوگا جسکی تاریخ اس جانور کی عمر کے موافق ہوگی بواسطہ شہادت ظاہر حال ہم یعنے جسکی تاریخ جانور کی عمر کے موافق ہے اسکے صدق کی علامت ظاہر ہے اور دوسرے کے کذب کا نشان صریح ہے ولو لیوقت خا قضی بہا للذی الید سو اگر دو نو لون مدعیون نے تاریخ نتاج بیان نکی تو اس جانور کا حکم ذی الید کے واسطے ہوگا ولھما ان فی ایدیھما او فی ید ثالث اور دونوں مدعیون کے واسطے حکم ہوگا اگر جانور دونوں کے پاس ہو یا تیسرے شخص کے پاس ہو وان لیبین فقضیا بان خالفت احداھما شکل فلھما ان کانت فی ایدیھما او کانا خارجین فان فی ید احدھما فھی بینھما لانہ ھو الاصح قلت وھذا اولی مما وقع فی الکنز والدرر والملتقی فتصور اگر تاریخ دونوں مدعیون کے موافق ہو اسطرح پر کہ جانور کی عمر کے ساتھ مخالف ہو یا موافقت اور مخالفت کچھ معلوم نہوتی تو ہو تو وہ جانور دونوں مدعیوں کا ہے اگر انکے قبضے میں ہو یا دونوں خارج ہوں سو کسی ایک مدعی کے قبضے میں ہو تو فقط ذی الید کے واسطے حکم ہوگا یہی قول اصح ہے میں کہتا ہوں اور یہ یعنے مصنف کی یہ تعبیر وان لم یوافقا بہتر ہے اس تعبیر سے جو کنز اور درر اور ملتقے میں واقع ہے کتب ثلثہ کی یوں تعبیر ہو وان اشکل سو اسکو دیکھے لیوجہ اولویت یہ ہے کہ مصنف کی تعبیر عام ہے مخالفت اور اشکال دونوں کو شامل ہے بخلاف تعبیر کتب ثلثہ کہ انمیں فقط اشکال مذکور ہے مخالفت پر ھن احد الخارجین علی الغصب من ید الاخر علی الودیعۃ منہ استویا کما لو تصادقا علی الحد تصیر غصبا گواہ لایا ایک خارج اس غصب پر جو زید سے صادر ہوا اور دوسرا خارج گواہ لایا ودیعت پر جو زید کے پاس اسنے ودیعت رکھی تو دونوں برابر ہیں یعنے اس چیز کا دونوں مدعیون میں نصفا نصف کا حکم ہوگا اسواسطے کہ ودیعت انکار کرنے سے غصب ہو جاتی ہے ہم اس مسئلے میں مدعا علیہ غصب اور ودیعت کا منکر ہے تو ودیعت انکار مدعا علیہ سے غصب اسواسطے ہو جاتی ہے کہ اسپر ضمان واجب

ہوتا ہو وضمان ساقط نہیں ہوتا اگر منکر ودیعت ہونے کا اقرار کرے اور بیان دعا علیہ سے مکرر ودیعت ہو تو گویا دونوں مدعیوں نے زید پر غصب کا دعوے کیا لہذا دونوں متساوی ہوے الناس احرار بلا بیان کالا فی اربع الشہادۃ والحدود والقصاص والقتل کذا فی نسخۃ المصنف وفی نسخۃ العقل اد عیان کالاشباہ والدیۃ لوگ آزاد ہیں بدون بیان آزادی کے مگر چار چیزوں میں آزادی بلا اثبات معتبر نہیں شہادت اور حدود اور قصاص اور قتل میں اسی طرح ہے مصنف کے نسخے میں اور دوسرے نسخہ متن میں بجاے قتل کے عقل ہے اور عبارت اشباہ والدیہ یہ ہے کہ دار الاسلام دار الحریۃ ہے اور اسواسطے کہ لوگ آدم وحوا علیہما السلام کی اولاد ہیں اور وہ دونوں حضرات آزاد تھے جب شہادت میں حریت اصل نہ ٹھہری تو قاضی ظاہر حریت پر کفایت نکرے بلکہ اگر خصم شاہدوں پر رقیت کی طعن کرے تو قاضی اسکو دریافت کرے لوگوں سے اور بلا طعن تفتیش نکرے اور جبکہ ایک شخص نے دوسرے کی قذف کی اور قاذف نے کہا کہ مقذوف غلام ہے تو اسپر حد قذف ماری نجاویگی جب تک مقذوف اپنی حریت حجت سے ثابت نکرے اور اگر ایک شخص نے دوسرے کا ہاتھ کاٹ ڈالا اور قاطع نے کہا کہ مقطوع الید غلام ہے تو اثبات حریت قصاص کا حکم ہوگا اور جبکہ ایک شخص دوسرے آدمی کو ازراہ خطا قتل کرے اور اہل محلہ کہیں کہ مقتول غلام ہے تو اہل محلہ پر دیت کا حکم ہوگا تاوقتیکہ مقتول کی حریت شہادت سے ثابت ہو اور لفظ ثلثہ یعنے قتل اور عقل اور دیت کا ایکہی مطلب ہے اسواسطے کہ قتل سے خطا مراد ہے جو موجب دیت ہے کذا فی الطحطاوی لخصاتہ صرف وجہنا قولہ ای علی مجہول الحال احترام لا انہ علی فلان قال تاحوالاصل فالقول لہ لتمسکہ بالاصل اور اسوقت یعنے جبکہ حریت اصلی ٹھہری تو اگر شخص مجہول الحال پر جسکی حریت یا عدم حریت معلوم نہیں یہ دعوی ہوا کہ وہ غلام ہے سو وہ منکر ہوا اور بلا کہ میں جو اصلی ہوں تو اسکا قول قابل تصدیق کے ہے بسبب تمسک ہونے دس شخص کے اصل سے یعنے حریت سے والاثبات الثوب احق من اخذ الکم اور کپڑے کا پہننے والا احق ہے آستین کے پکڑنے والے سے یہ بیان سے وہ مسائل شروع ہوئے جن میں واضع ید کی تصدیق بدون گواہوں کے ثابت ہے مدائع میں کہا کہ جس موضع میں ایک مدعی کی ملک کا حکم ہوگا اسوجہ سے کہ متنازع فیہ اسکے قبض میں ہے تو اگر قسم واجب ہوگی تو اسی طلب جانب ثانی پھر اگر اسنے قسم کھائی تو بری الذمہ ہوگیا اور اگر قسم سے انکار کیا تو وہ ہاریگا اور دوسرا شخص جیتے گا انتہی لابس ثوب اسواسطے احق بثوب ہوا کہ اسکا تصرف ظاہر تر ہے اخذ آستین سے کہ وہ مقتضی ملک ہے تو لابس ہی ذی الید ٹھہرا اور آخذ خارج اور ذی الید داخل ہے خارج سے اور اگر اخذ آستین گواہ قائم کریگا تو اب وہی احق ثبوت ہوگا اور یہی علت خیاری ہوا بعد کے مسائل میں کذا فی الطحطاوی والراکب احق من اخذ اللجام اور جانور کا سوار احق ہے لگام کے پکڑنے والے سے یعنے جانور پر ایک شخص سوار ہے اور دوسرا لگام پکڑے ہے اور دونوں دعوے کرتے ہیں کہ یہ جانور میرا ہے تو سوار احق ہے بسبب ظہریت تصرف دمن فی السرج اولی من ردیفہ اور جو شخص زین پر بیٹھا ہو احق ہے اس شخص سے جو اسکے پیچھے بیٹھا ہے یعنے اسواسطے کہ تمکن اسکا اس موضع میں تقدم کی دلیل ہے وذو حملہا ممن علق کونہ یعلاہ لانہ اکثر تصرفا جسکا بوجھ جانور پر لدا ہے اس شخص سے جسنے اپنا کوزہ اسپر لٹکا دیا ہے اسواسطے کہ اسکا تصرف یعنے لابس اور راکب اور بوجھ والے کا تصرف زیادہ تر ہے دوسرے کے تصرف سے مع حمل بکسر حا وسکون میم اس بوجھ کو کہتے ہیں جو پیٹھ یا سر پر لادا جاوے کذا فی الحموی والجالس علی البساط والمتعلق بہ سواء کجالسک وبالکبی سیج اور جو فرش پر بیٹھا ہے اور جو فرش کو پکڑے دونوں تصرف میں برابر ہیں مانند ان دو شخصوں کے جو فرش پر بیٹھے ہیں اور مالک زین پر سوار ہیں مع تو فرش جالس اور متعلق میں نصفا نصف ہے اسواسطے کہ فرش پر بیٹھنا فرش کا قبض نہیں بلکہ قبض اوقت ہوتا جب فرش اسکے گھر میں ہتا یا کہ وہ فرش اٹھا لیجاتا کذا فی الذخیرہ کمن معہ ثوب وطرفہ مع الآخر ہو ثریۃ ای طرفہ الغیر متصل بہ لانہا لیست بثوب جالس اور متعلق برابر ہیں مانند ان شخصوں کے کہ ایک کے پاس کپڑا ہے اور دوسرے کے پاس کپڑے کا دوسرا طرف ہے نہ وہ شخص برابر ہے جسکے ہاتھ میں کپڑے کا ہدبہ یعنے چھیر ہے مع ہو یعنے کپڑے کا طرف بنا اسواسطے کہ طرف غیر منسوج کپڑا نہیں ہے

بخلاف جالسین دار تنازعا فیہا حیث لا یقضی لہما لاحتمال انہا فی ید غیرہما وہنا علم انہ لیس فی ید غیرہما عیق بخلاف ان دو شخصوں کے جو ایک گھر میں جالس ہیں اور گھر میں جھگڑا کرتے ہیں کہ یہاں دونوں کے واسطے گھر کا حکم نصفا نصف نہوگا کیونکہ جلوس دار ملک کی دلیل نہیں اس احتمال سے کہ شاید وہ گھر ان دو شخصوں کے سوا کسی اور کے قبضے میں ہو اور وہاں یعنے مسئلہ جلوس درمیں معلوم ہوچکا ہے کہ فرش وطنون شخص کے سوا اور کسی کے قبضے میں نہیں ہے کذا فی العینی والحائط لمن جذوعہ علیہ او متصل بہ اتصال تربیع بان تدخل اطراف لبناتہ فی البناء الآخر دلو من خشب فبان تکون الخشبۃ مرکبۃ فی الآخری لا لہ علی انہا بنیت معہا والا سمی بلقا لا نسہ حینئذ یبنی ہو بعہا دیوار اس شخص کی ہے جسکی لکڑیاں دیوار پر رکھی ہوں یا کہ ایک دیوار متصل ہو دوسری دیوار سے بطریق اتصال تربیع اسطرح پر کہ ایک دیوار کی آدھی آدھی اینٹیں دوسری دیوار کی اینٹوں میں داخل ہوں اور اگر دیوار چوبی ہو تو اتصال تربیع اسطرح ہوگا کہ ایک دیوار کی لکڑیاں دوسری دیوار میں مرکب اور پیچی ہوں بسبب دلالت کرنے اتصال تربیع کے اسپر کہ دونوں دیوارین ساتھی بنی ہیں اور اسی واسطے اسکا نام تربیع رکھا گیا کیونکہ اسوقت میں دیوار مربع بنلئی جاتی ہے وصم اتصال دوطرح ہے ایک اتصال ملازقت وہ یہ ہے کہ ایک دیوار کا کنارہ دوسری دیوار کے کنارے سے ملا ہو یعنے دونوں دیوارون کا چونہ معلوم ہوتا ہو اور دوسرا اتصال تربیع وہ یہ ہے کہ دیوار متنازع فیہ کی اینٹیں آدھی آدھی دوسری دیوار غیر متنازع فیہ کی اینٹوں میں متداخل ہوں اور اگر لکڑیوں کی دیوار ہو تو ایک دیوار کی لکڑیاں دوسری میں مرکب ہوں کذا فی الدرر طحطاوی نے کہا اتصال تربیع کی حقیقت میں اختلاف ہے اور قول ظاہر کرخی کا یہ قول ہے کہ اتصال تربیع یہ کہ متنازع فیہ دیوار متصل ہو احد المدعیین کی دو دیوارون سے دونوں طرف سے اور دونوں دیوارین متصل ہوں اسکی دیوار سے بقابلۂ دیوار متنازع فیہ تاکہ دیوار مربع ہوجائے قبہ کے مانند تو اسوقت میں کل تنکے واحد کے حکم میں ہونگے انتہی لا لمن لہ اتصال ملازقۃ او نقب داخل او ہو اوی کقصب طبق یدفع علی الجذوع اسکی دیوار نہیں جسکی دیوارین اتصال ملازقت ہے یعنے لگاؤ ہے لا داخل لبنات یا چوبی دیوارین نقب اور ادخال ہے یعنے سوراخ کرکے لکڑی اسمیں داخل کرنا یا اسکی دیوارنہیں جسکے تنکے ہیں مانند بانس اور طبق کے جو کڑیون پر رکھی جاویں ہم ہادی جمع ہے ہدیہ کی کسی اصل نخار اور درمیں ہے کہ ہرادی وہ لکڑیاں ہیں جو دھنیون پر رکھی جاویں اور اوپر مٹی ڈالی جاوے انتہی اہل ہند اسکو نیکا یا برگہ یا تختہ یا چھاپہ بولتے ہیں خلاصہ یہ ہے کہ دھنیاں رکھنا دیوار پر دلیل ملک ہے نہ تنکے رکھنا بل یکون بین الجارین تداعوا او لم یختصم صاحب الہرادی بل صاحب الجذوع الی احد احق منہ خانیہ بلکہ تنکے والی دیوار دونوں پڑوسیون میں مشترک ہے اگر دونوں اسمیں جھگڑا کریں اور وہ دیوار تنکے والے کی نہو تو بلکہ ایک دھنی کا دیوار پر رکھنے والا اس سے زیادہ ترحق دار ہے دیوار کا کذا فی الخانیہ دلو احدہما جذوع وللآخر اتصال فللذی لہ اتصال وللآخر حق الوضع وقیل للذی لہ الجذوع ملتقی قمامۃ فی الاصح وایک شخص کی دھنیاں ہون دیوار پر اور دوسرے شخص کی دیوار کے واسطے اتصال ہو یعنے اتصال تربیع تو وہ دیوار صاحب اتصال کی ہے اور دوسرے شخص کو دھنی رکھ لینے کا حق ہے اور بعضون نے کہا کہ وہ دیوار دھنیون والے کی ہے کذا فی الملتقی اور اوپر ابیان اسکا عینی وغیرہ میں ہے صم محیط میں ہے کہ دیوار کا قبضہ تین طرح پر ہے اتصال تربیع اتصال ملازقت ومحاورت اور وضع جذوع ومحاذات بنا تو سب سے احق صاحب تربیع ہے پھر اگر وہ نہ ہو تو صاحب جذوع ہے پھر اگر وہ بھی نہو تو صاحب مماسات ہے کذا فی الطحطاوی واما حق المطالبۃ برفع جذوع وضعت تعدیا فلا یسقط بابراء ولا صلح ولا عفو وبیع واجارۃ اشباہ من احکام الساقط فقط کذا فی ملتقی اور جو دھنیاں ظلم سے رکھی گئیں انکے اٹھا لینے کا حق مطالبہ ساقط نہیں ہوتا ابرا کردینے سے اور نہ صلح اور عفو اور بیع اور اجارہ سے کذا فی الاشباہ من احکام الساقط فقط الحمد للہ تو سمجھ لیجئے اور یاد رکھنا چاہیے صم لینے اگر دھنیون کا مالک انکار ڈالنے کے مطالبہ سے ابرا کرے تو حق مطالبہ ساقط نہیں ہوتا اسواسطے کہ ابرا اعیان میں نہیں ہوتا بلکہ اس حق سے جو گویے دینے پر ثابت ہوا اور اگر دھنیاں رکھنے والا یا جسکی دیوار پر دھنیاں ہیں وہ مکان کو بیچ ڈالے تو مشتری کو

مطالبۂ رفع کا حق ثابت ہوا اور اگر صاحب دیوار دھنیان رکھنے والے کے پاس وہ مکان اجارہ رکھے تو حق مذکور ساقط نہیں ہوتا کذا فی الطحطاوی عن الدرر فیما یوت کثیر کالذی لیست منها فی حق ساحتها فهی بینهما نصفین کالطریق اور ایک کوٹھری اور دالان والا منحصر اس گھر کے جس میں بیت کوٹھریاں اور دالان ہیں اس شخص کے مانند ہے جسکی بیت کوٹھریاں اور دالان ہیں اس گھر میں سے اسکے صحن کے حق میں تو صحن گھر کا دونوں میں نصفا نصف ہے راہ کے مانند ہے یعنے صاحب بیت اور صاحب بیوت صحن کے استعمال میں برابر ہیں چلنے پھرنے میں اور اسباب رکھنے میں اور لکڑیاں چننے میں وفی غیر ذلک چنانچہ صاحب بیت اور صاحب منزل اور صاحب دار واحد اور صاحب بیوت کثیرہ مرور میں برابر ہیں بخلاف الغرف لما تقدم وعلی هذا یقدر ما کان فی غیرها بخلاف الماء فانه یقدر بالرؤس کما فی الخانیة علی احد اوصاحبیها اور صاحب بیت واحد اور صاحب بیوت کثیرہ مرور میں برابر ہیں بخلاف الغرف لما تقدم وعلی هذا یقدر ما کان فی غیرها بخلاف الماء فانه یقدر بالرؤس کما فی الخانیة علی احد اوصاحبیها پانی لینے کی باری کے جھگڑے میں جھگڑا کریں تو اسکا اندازہ ہوگا زمین سے بقدر اسکے سینچنے کے کہ لینے آب پاشی میں تھوڑی زمین والا نسبت زمین والے کے برابر نہیں اسواسطے کہ پانی کی حاجت سینچنے کے واسطے ہے تو جتنی زمین زیادہ اتنی پانی لینے کی حاجت زیادہ تو اسکا اندازہ بقدر اراضی کے ہی پڑیگا

اذا تخاصما فی ارض قضی بها لکل منهما فی نصفها لانها فی قبضة یدهما فتصیر کشیء فی ید شخص غیر قابض گواہ لائے اسپر کہ دونوں کا قبض زمین میں تھا تو دونوں کے ثبوت قبض کا حکم ہوگا تو وہ زمین دونوں میں نصفا نصف ہوگی ولو برهن علیه ذو الید احدهما او کان تصرف فیها بالبناء او بالغراس دون الآخر او لیس فی ید واحد منهما وبرهن کل منهما انها کانت فی یده لقضی بها بینهما لوجود التصرف اور اگر زمین کے قبض پر دو مدعیوں میں سے ایک شخص گواہ لایا یا وہ شخص اسپر تصرف کرتا تھا اسطرح پر کہ اسنے اسمیں ابنیٹیں بچھائیں یا عمارت بنائی تو اسیکے واسطے قبض کا حکم ہوگا بسبب پائے جانے اسکے تصرف کے مع یمین کے جسکو ذو الید کہتے ہیں اور اگر ہر ایک شخص گواہ لایا یا وہ شخص اسپر تصرف کرتا تھا اسطرح پر کہ اسنے اسمیں اینٹیں بچھائیں یا عمارت بنائی تو اسیکے واسطے قبض کا حکم ہوگا بسبب پائے جانے اسکے تصرف کے مع یمین کے جسکو ذو الید کہتے ہیں وہ زمین دونوں میں نصفا نصف ہوگی ولو برهن ذو الید علی الملک فی الحال وشهد الشهود ان هذا العین کان ملکه قبل ان ماثبت فی زمان یحکم بملکه مالم یوجد الزوال دلیل ایک مدعی نے فی الحال ملک کا دعوے کیا اور گواہ جو گواہی دی کہ یہ چیز مدعی کی ملک تھی یعنے زمانہ ماضی میں تو گواہی مقبول ہے یعنے فی الحال کی ملک مدعی ثابت ہوگی اسواسطے کہ جو چیز ثابت ہوگئی ایک زمانے میں تو اسکے باقی رہنے کا حکم رہتا ہے جب وہ چیز پائی نجائے جو اسکے ثبوت کو دور کردے کذا فی الدرر وحقیقی یعود عن قصه او یعقل ما یقول قال آخر فالقول له لانه فی بدنه کالبائع یعنی ایک لڑکا کہ اپنا حال بیان کرسکتا ہے یعنے جو کہتا ہے اسکو سمجھتا ہے وہ بولا کہ میں آزاد ہوں تو اسکا قول مقبول ہے اسواسطے کہ صبی عاقل اپنی ذات کے تصرف میں بالغ کے مانند ہے یعنے اگر اسکی عبدیت کا کوئی دعوی کرے تو در صورت اسکے انکار کے بدون شہادت معتبر نہیں کذا فی الدرر فان قال انا عبد فلان لغیر ذی الید تثبت له لذی الید کمن لا یعبر عن نفسه قوله بعبد یدا سواگر صغیر عاقل نے کہا کہ میں فلانے کا غلام ہوں یعنے اسکا جو ذی الید نہیں تو وہ ذی الید کو دلایا جاویگا چنانچہ وہ صغیر ذی الید کو دلایا جاویگا جو عاقل نہیں کہ اپنا حال بیان کرسکے بسبب اقرار کرنے صغیر کے اپنے عدم تصرف پر مع یمین کے جسکے اسنے کہا کہ میں فلانے کا غلام ہوں تو اپنے مملوک ہونے کا اقرار کیا اور اسکی مملوکیت ذی الید کے اس دعوی سے ثابت ہوئی جو خالی ہے معارض سے نہ صغیر کے اقرار سے تو اب یہ کوئی نہیں کہسکتا کہ اقرار صغیر کے حق میں معتبر نہیں علی الخصوص کہ اسکا تدارک بدعوی حریت ممکن ہے کذا فی الطحطاوی قلوکبر واتی بحریة تسمع مع البرهان لما تقرر ان التناقض فی دعوی لا یمنع صحة الدعوی پھر اگر صغیر مذکور بالغ ہوا اور اسنے آزادی کا دعوی کیا تو مسموع ہوگا اسواسطے کہ ثابت ہوچکا ہے کہ دعوی حریت میں تناقض صحت دعوی کا مانع نہیں ہے علی الخصوص کہ بیلا اقرار عدم تکلیف کی حالت میں ہوا ہو

باب دعوی النسب

یہ باب ہر نسب کے دعوی میں الدعوة نوعان دعوة استیلاد وهو ان یکون اصل العلوق فی ملک المدعی دعوت دو قسم ہے ایک استیلاد کی جسمیں وہ یہ ہے کہ اصل علوق یعنے نطفہ رہنا مدعی کی ملک میں ہو مع اکثر جزء طعام میں دعوت بفتح دال بولتے ہیں اور نسبین بکسر ال کہتے ہیں دعوة تحریر وهو بخلافه دوسری قسم تحریر کی یعنے آزاد کرنے کی دعوت اور وہ دعوت استیلاد کے مخالف ہے یعنے مدعی کی ملک میں نطفہ نہ رہا ہو کالاقرار فی الصغر والاستناد هنا

لوقت العلوق ولا تقصد دعوۃ الحر مع علی الحال سیتضح اور اول یعنے دعوت استیلاد قوی تر ہے اسلیے کہ سابق ہونے کے اور اسکے مستند ہونے کے وقت علوق سے اور مقصود ہونے دعوت تحریر کے بالفعل یا اور عنقریب یہ بیان واضح ہوگا بیعة ولدت لاقل من ستة اشهر منذ بیعت فادعاه البائع ثبت نسبه منه استحسانا لعلوقها فی ملکه ودفعا للضرر عنها فیعتق فیه التناقض یعنی لونڈی جنی چھ مہینے سے کمتر مدت میں صبوقت سے کہ اسکی بیع ہوئی پھر اس ولد کا بالفعل دعوی کیا تو ولد کا نسب بائع سے ثابت ہوگا استحسان کے سبب اسکے علوق رہنے کے بائع کی ملک میں اور نسب کی بنا پختہ گی پر ہے تو اسمیں تناقض صاف ہوگا خلاصہ بیان قیاس یہ تھا کہ بائع سے نسب ثابت نہو اور یہی قول ہے زفر اور امام شافعی کا اسواسطے کہ بائع کا جبنا یہ اقرار ہے اسکی جانب سے کہ لونڈی ہے ام ولد نہیں تو اب دعوی نسب کا صریح تناقض ہے بیان استحسان یہ ہے کہ بناء نسب پختہ گی پر ہے تو اسمیں تناقض صاف نہیں جبکہ متیقن ہوا ولادت سے کہ علوق رہا تھا بائع کی ملک میں اور نسب کی بنا پختہ گی پر اسواسطے ہوئی کہ آدمی گمان کرتا ہے کہ میرا نطفہ نہیں رہا بھلا ظاہر ہوتا ہے کہ نطفہ ایسکا ہے تو یہ عذر ہو سکتا ہے اعتبار تناقض کے استقامت میں واذا صحت استندت فصارت ام ولد فینفسخ البیع ویرد الثمن اور جبکہ دعوی نسب کا صحیح ہوا تو علوق مستند ہوگا ملک بائع کے زمانے کی طرف تو لونڈی بائع کی ام ولد ہو گئی تو بیع لونڈی کی فسخ کیجائیگی اور ثمن اسکا مشتری کو پھیر دیا جائیگا ولکن لا یدعی المشتری قبل ثبت نسبه منه لوجود ملکه فاصیتها باقرارة وفی محمل علی انه کلمها ثم استولدها ثم اشتراها ولیکن جبکہ ولد کا دعوی کیا مشتری نے بائع کے دعوے سے پہلے تو ولد کا نسب مشتری سے ثابت ہوگا اسسبب بائع جانے مشتری کی ملک کے اور لونڈی کا ام ولد ہونا اسکے اقرار سے ثابت ہوگا اور بعضوں نے کہا مشتری کا دعوی اسپر محمول ہوگا کہ مشتری نے اس لونڈی سے کلام کر لیا تھا بائع کی ملک میں پھر استیلاد کیا پھر اسکو خرید کر لیا ولو ادعاه معه او بعده لا لان دعوته تحریر البائع استیلاد فکان اقوی منه اور اگر مشتری نے بائع کے دعوے کے ساتھ دعوی کیا یا بعد اسکے دعوے کے دعوی کیا تو اسکا دعوی مسموع نہیں اسواسطے کہ وہ دعوت تحریر ہے اور بائع کی دعوت استیلاد ہے تو دعوت استیلاد ہی قوی تر ٹھہرے گی چنانچہ مذکور ہو چکا شروع باب میں ولذا یثبت من البائع لو ادعاه بعد موت الولد بخلاف موت الولد لقوات الاصل اور اسی طرح ثابت ہوگا نسب ولد کا بائع سے بعد مر جانے اسکی ماں کے بخلاف موت ولد کے بسبب فوت ہو جانے اصل کے یعنے حریت میں اصل ولد ہے اور لونڈی کی آزادی تو ولد سے مستفاد ہوتی ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ ولد موت سے مستغنی ہو گیا نسب سے بخلاف البائع بعد موت امه ولیسترد المشتری کل الثمن وکذا حصة ولده کما یسترد الثمن بهلاک بعض المبیع اور صاحبینؒ نے کہا یقدر حصہ ولد کے ثمن سے ویعتقان اعتاق المشتری لام الولد لکمونتها فی الحکم اور دونوں کا اعتاق یعنے مشتری کا آزاد کرنا ماں یا ولد کو اور بائع دونوں کی موت کے مانند ہے حکم میں ام ولد والولد واویغے اور جسمیں جمع بین المعطوف والمعطوف علیه جائز ہے جب اعتاق موت کے مانند ہوا تو اگر مشتری نے ماں کو آزاد کیا نہ ولد کو پھر بائع نے دعوی کیا کہ وہ میرا بیٹا ہے تو دعوی صحیح ہے اور اسکا نسب اسسے ثابت ہے اور اگر ولد کو آزاد کیا نہ ماں کو تو دعوی صحیح نہیں حق ولد میں اسواسطے کہ اگر صحیح ہو تو اعتاق باطل ہوا اور عتق بعد وقوع کے ابطلان کا احتمال نہیں رکھتا اور نہ ماں کے حق میں دعوی صحیح ہے اسواسطے کہ ماں ولد کی تابع ہے پھر جب اصل میں صحیح نہوا تو تابع کے حق میں بالضرور صحیح نہوگا کذا فی الظہیریة وذکر فی الظہیریة عن الهندوانی والتدبیر کالاعتاق لانه یحتمل الابطال ویرد حصته اتفاقا ملتقی یعنے وکذا حصتها الفاها علی الصحیح من مذهب الامام کما فی القهستانی والبرهان اور مدبر کرنا مشتری کا اعتاق کے مانند ہے اسواسطے کہ تدبیر بھی اعتاق کے مانند محتمل ابطال نہیں ہے اور بائع ولد کا حصہ مشتری کو پھیر دے باتفاق امام اور صاحبینؒ کے یعنے جبکہ مشتری ماں کو فقط آزاد کرے یا مدبر کرے بدون ولد کے کذا فی الملتقی وغیرہ اور اسی طرح ماں کا بھی حصہ پھیر دے بموجب قول صحیح کے امام کے مذہب کے چنانچہ قہستانی اور برہان میں ہے ونقله فی الدرر والمنح عن الهدایة علی خلاف ما فی الکافی عن المبسوط اور نقل کیا ہے اسکو درر اور منح الغفار میں ہدایہ سے برخلاف اس قول کے جو کافی میں مبسوط سے نقل ہے

ہم درمین ہدایہ سے یہ منقول ہو کہ جب مشتری ماں کو آزاد کرے یا مدبر کو تو بالغ حصۂ شن ولد مشتری کو پھیرے وصاحبین کے نزدیک اور امام کے نزدیک بقول صحیح تمام شن پھیرے چنانچہ موت میں انتہی اور کافی میں مبسوط سے یہ منقول ہو کہ حصۂ ولد پھیرے نہ اسکی ماں کا حصہ باتفاق امام اور صاحبین کے کذا فی الدر والطحطاوی نے کہا اتفاقی نہ ہدایہ میں اعتراض کیا ہو کہ محمد نے امام سے جامع صغیر و اصل یعنے مبسوط میں تصریح کی ہو کہ حصۂ شن ولد پھیر جاویگا اور اسی طرح کرخی اور طحاوی نے اپنے مختصر میں اور اسی طرح شمس الائمہ سرخسی نے شامل و کفایہ میں اور ابو اللیث نے شرح جامع صغیر میں تو ظاہر ہوا کہ ہدایہ کا قول مرجوح ہو اگر چہ اسنے اسکی تصحیح کی ہو چنانچہ غرنی زادہ نے اشکو بیان کیا ہو انتہی و عبارۃ المواھب فان ادعاہ بعد عتقہا او موتہا ثبت منہ وعلیہ رد الثمن فی الکفایۃ وھو حصتہ وقیل یرد حصتہا فی الاعتاق لا غیر انتہی فلیحفظ اور مواہب الرحمن کی یہ روایت ہو اور اگر بالغ نے ولد کا دعوی کیا بعد آزاد کر دینے اسکی ماں کے یا اسکی موت کے بعد تو ولد کا نسب بالغ سے ثابت ہوگا اور اسپر شن پھیرنا لازم آویگا اور صاحبین نے حصہ ولد کے پھیر دینے پر اتفاق کی اور قول ضعیف یہ ہو کہ ماں کا حصۂ شن اعتاق میں باللاتفاق پھیرا جاویگا انتہی کلامہ تو اس اختلاف کو یاد رکھنا چاہیے ہم جس قول کو مواہب میں ضعیف کہا ہو وہی قول معتمد ہو چنانچہ مذکور ہو چکا کذا فی الطحطاوی ولو علقت الجاریۃ من حرین من وقت البیع وصدقہ المشتری ثبت النسب بتصدیقہ وھی ام ولدہ عند الحنفی اللغوی لا حاملا کھرۃ علی الصلاح اور اگر لونڈی نہ کور جنی دو برس سے زیادہ مدت میں بیع کے وقت سے اور بالغ نے اسکے ولد کا دعوی کیا اور مشتری نے بالغ کی تصدیق کی تو ولد کا نسب ثابت ہوگا بالغ سے مشتری کی تصدیق سے اور لونڈی بالغ کی ام ولد ہوگی یعنے لغوی نکاح کی راہ سے بالغ کا جال مصلح اور قوی پر محمول کر کے عدم ثبوت نسب میں مشتری کی تصدیق کی اسواسطے حاجت ہوئی کہ علوق ولد کا بالغ کی ملک میں بالیقین واقع نہیں ہوا اسواسطے کہ مدت حمل دو برس سے زیادہ نہیں ہوتی بالغ کی ام ولد یعنی اصطلاحی اسواسطے وہ لونڈی علوق کے استیلاد بالغ کی ملک میں نہیں ہوا بلکہ باعتبار حسن ظن نکاح کے یعنے مشتری نے لونڈی کا نکاح کر دیا ہوگا بالغ سے بعد اپنے خرید کرنے کے تو ولد مشتری کا مملوک ٹھہریگا اور نسب اسکا بالغ سے ثابت ہوگا اصا اگر بعد بیع بارہ دو سال میں لونڈی جنے گی تو بھی یہی حکم ہو کذا فی الطحطاوی ضمنا بقولہ ولدت فیما بین لاقل ولا کثر ان صدقہ فحکمہ کالاول احتمال العلوق قبل بیعہ والا کالباقی رہا یہ احتمال کہ لونڈی جنی حامل اور اکثر مدت حمل کے مابین مابین یعنے سات مہینے سے تیئیس مہینے تک تو اگر مشتری نے بالغ کی تصدیق کی تو اسکا حکم اول کے مانند ہو یعنے ولد کا نسب ثابت اور لونڈی بالغ کی ام ولد یعنے اصطلاحی ہوگی اس احتمال سے کہ علوق راہوگا بالغ کی بیع سے پہلے اور اگر مشتری نے بالغ کی تصدیق نکی اسطرح پر کہ اسکی تکذیب کی خواہ ولد کا دعوے کیا یا نہ کیا یا سکوت کیا نہ تصدیق کی نہ تکذیب تو اول کا حکم نہوگا ولو تنازعا فالقول للمشتری لتقادمہ لکن البینۃ للبائع عند الثانی خلافا للثالث شرنبلالیہ و شرح مجمع اور اگر بالغ اور مشتری نے جھگڑا کیا مثلاً بالغ نے کہا کہ میں نے اس لونڈی کو بیچا ایک مہینے سے اور ولد میرا ہی اور مشتری نے کہا چھ مہینے سے زیادہ مدت ہو چکی بیع کی اور ولد تیرا نہیں ہو تو مشتری کا قول در صورت عدم بینہ مقبول ہوگا بالاتفاق اور اسی طرح گواہ بھی اسکے مقبول ہیں ابو یوسف کے تر دیک برخلاف مذہب محمد کذا فی الشرنبلالیہ و شرح المجمع وفیہ لو ولدت عند المشتری ولدین احدھما لاقل من ستۃ اشہر والآخر لاکثر فہم الدعی البائع لا الاول ثبت نسبہما بلا تصدیق المشتری اور شرح مجمع میں ہو کہ اگر لونڈی جنی مشتری کے پاس دو لڑکے ایک لڑکا چھ مہینے سے کمتر مدت میں اور دوسرا لڑکا دو برس سے زیادہ مدت میں پھر بالغ نے اول ولد کا دعوی کیا تو دونوں لڑکوں کا نسب بالغ سے ثابت ہوگا بدون تصدیق کرنے مشتری کے عدم اس صورت میں نسب دونوں کا ثابت ہوگا جبکہ دونوں کی ولادت میں چھ مہینے کی مدت نہ گذر گئی ہو اسواسطے کہ وہ دونوں تو امین ہیں کہ ایک ہی نطفے سے پیدا ہوئے پھر جب اول میں دعوے بالغ کا بلا تصدیق متحقق ہو گیا تو دوسرے میں بھی مشتری کی تصدیق کی کچھ حاجت نہوگی اور ثمن پھیر دیا جائیگا باخر من ولد علی ادعاہ بعد بیع مشتریہ ثبت نسبہ لکون العلوق فی ملکہ ورد بیعہ لان البیع یحتمل الفسخ بالرد اُس ولد کو بیچا جو اسکے پاس لونڈی سے پیدا ہوا اور مشتری نے

مشتری نے اسکو کسی شخص سے پھر بالغ نے اسکی فرزندی کا دعوی کیا تو اسکا نسب ثابت ہوگا بسبب اسکے نے علوق کے بالغ کی ملک میں اور بیع اسکی پھر جائیگی اسواسطے کہ بیع توڑ دینے کا استحقاق رکھتی ہے یعنے اور حق دعوت محتمل نقض نہیں لہذا بیع لحاظ حق دعوت منقوض ہوگی ۵ کذا الحکم لو کاتب الولد او رھنہ او اجرہ اکاتب الام او رھنہا او اجرھا او زوجھا ثم ادعاہ فثبت نسبہ وتردھذہ التصرفات بخلاف الاستیلاد کما مر اور اسی طرح ہے کہ مکاتب کیا ہے اگر بالغ نے ولد کو مکاتب کیا یا اسکو رہن رکھا یا اجارہ دیا یا اسکی ماں کو مکاتب کیا یا اسکو رہن رکھا یا اجارہ دیا یا اسکا کسی سے نکاح کر دیا پھر بالغ نے اسکی فرزندی کا دعوی کیا تو اسکا نسب ثابت ہوگا اور یہ تصرفات مذکورہ اپنے کتابت اور رہن اور اجارہ اور نکاح پھیر ڈالے جاوینگے بخلاف استیلاد کے جو مذکور ہو چکا یعنے اگر مشتری ولد کو آزاد کر دیگا تو رد نہ ہوگا اسواسطے کہ اعتاق محتمل ابطال نہیں یا عرا حد التوامین للولد یعنی علماء وان اعتقہ واعتقہ المشتری ثم ادعی البائع الولد لاخر ثبت نسبھما وبطل عتق المشتری یا ھم فورثہ حریۃ الاصل لانھما اعتقا ملکا حتی لو اشتراھا حبلی لم یبطل عتقہ لانہا عتقت بتحریر فتقتصر علیہ وغیرہ وحرم بعد المصنف... بچا ایک توام کو تو آزاد مولود ہوتا یعنے وہ توامین جنکا علوق اور تولد بالغ کے پاس ہوا اور مشتری نے اسکو بیچ ڈالا پھر بالغ نے دوسرے ولد کا جسکی بیع واقع نہیں ہوئی دعوی کیا تو وہ دونوں کے بالغ سے ثابت ہوگا اور آزاد کرنا مشتری کا باطل ہو جائیگا اسواسطے کہ سبب سے جو زیادہ اور اونچا ہو حق سے وہ امر فائق حریت اصلی ہے یعنے اور حق حریت عارضی ہے دونوں کا نسب ایک کے دعوے سے اسواسطے ثابت ہوگیا کہ دونوں کا علوق بالغ کی ملک میں ہوا تھا تو اگر مشتری کو حریت ثابت کیا اور بعد اسکے وہ دو توام جنی اور مشتری نے انمیں سے ایک ولد کو بیچ ڈالا اور مشتری ثانی نے اسکو آزاد کر دیا پھر مشتری اول نے دوسرا ولد کا دعوی کیا تو مشتری ثانی کا عتق باطل نہوگا اسواسطے کہ یہ دعوت تحریر ہے نہ دعوت استیلاد اسواسطے کہ علوق اسکی ملک میں نہ تھا تو دعوت تحریر دعوت استیلاد کو مقتضی نہ ہوگی لہذا ثانی کا دعوی اسی پر لازم کیا ہے مصنف نے اپنی شرح میں ثم قال وحیلۃ اسقاط دعوی البالغ ان یقر انہ عبدہ فلان ثم یعتقہ فلان فلا تقبل دعواہ بعد بعد اسکے مصنف نے اپنی شرح میں کہا اور دعوی بالغ کے اسقاط کا حیلہ یہ ہے کہ بالغ اقرار کرے کہ کنیز مبیعہ کا یا غلام کا بیٹا ہے پھر بعد اسکے اقرار کے بالغ کا دعوی صحیح نہوگا کیونکہ اقرار اجنبی الجہتی یعنے اسواسطے کہ غیر کے نسب کا اقرار محتمل نقض نہیں ۵ وقد افادہ بقولہ قال ثم ولصحۃ دعوی مجرد عن غیرہ عینوھم امتنع بعد الغائب شم قال ھو ابنی لھما یدل وان وصلیۃ یجعد زید نسبہ خلافا لھما لان النسب یحتمل النقض ۵ حتی لو صدقہ بعد تکذیبہ صح ۵ وھذا الیۃ مصنف نے اشارہ کیا اسقاط مذکور پر اپنے اس قول سے کہ عمرو نے غلام کو جو اسکے ساتھ ہی یا کسی دوسرے کے ساتھ کہ وہ زید غائب کا بیٹا ہے پھر عمرو نے بولا کہ وہ میرا بیٹا ہے تو اسکا بیٹا کبھی نہوگا اگرچہ زید مذکور اسکی فرزندی کا منکر ہو بخلاف صاحبین کے اسواسطے کہ نسب بعد اپنے ثابت ہونے کے محتمل نقض کا نہیں یہاں تک کہ اگر زید عمرو کی تصدیق کرے بعد اسکی تکذیب کے تو صحیح ہے ہم صاحبین کا یہ مذہب ہے کہ دعوت مقرلہ انکار مقر صحیح نہیں اسواسطے کہ جب اسکا اقرار باطل ہوگیا مقر لہ کے انکار سے تو گویا اسنے اقرار ہی نہیں کیا تھا ولذا لو قال لصبی ھذا الولد حر ثم قال لیس ابنی لم یصر عبدا یعنی کہ پھر نفیہ کلام بعد کا اقرار بدیہ کو بیننے یا نفی فلا حاجۃ الی الاقرار بہ ثانیا وکاشفہ فی عبارۃ العمادی کما ذکرہ ملا خسرو کما انہ ذکرہ قبیل لا اور اسی واسطے یعنے چونکہ نسب محتمل نقض نہیں اگر ایک صغیر کو کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے پھر کہا کہ میرا نہیں ہے تو اسکی نفی صحیح نہیں اسواسطے کہ بعد اقرار نسب کے نفی نہیں ہو سکتی نفی کرنے سے تو اب کچھ حاجت نہیں دوسری بار نسب کے اقرار کرنے کی اور کچھ سہو نہیں عمادی کی عبارت میں چنانچہ وقع سہو کا گمان کیا ہے ملا خسرو نے جیسے کہ بیان کیا ہے اسکو یعنے عدم سہو کو خسرو ملالی نے ۵ ملا خسرو صاحب دُرر نے کہا عمادی میں یوں ہے کہ قال ھذا الولد لیس منی ثم قال ھو منی ۵ طاہر یہ سہو ہے کاتب اول کا اسواسطے کہ تعلیل عمادی اسکو مقتضی ہے کیونکہ عبارتیں ہمارے پہلی عبارت مفید ثبات فرزندی ہے اور دوسری عبارت اسکی نفی کی اور تیسری عبارت دوبارہ اثبات کی اور عمادیہ میں فقط دو ہی عبارتیں ہیں انہی شرنبلالی نے کما نقلہ الشارح یہ اقرار ثانی کی ظاہرا

میرے نزدیک کچھ فائدہ مندی نہیں ہوت نسب مین اسواسطے کہ بعد اقرار نسب کے اسکی نفی کرنے سے نہین ہوتی کذا فی الطحطاوی مختصرا وھذا اذا صدقہ الابن والا بن وان لم فلا الا اذا اعاد الابن الی المصدق لیتم بتصدیقہ اقرار الاب اور یہ یعنے ثبوت نسب بغیر اس صورت مین ہی کہ جب باپ کی تصدیق بیٹا کرے اور بدون اسکے تصدیق کرنے کے نسب ثابت نہوگا مگر اس صورت مین جبکہ بیٹا دوبارہ اسکی تصدیق کرے بسبب باقی رہنے باپ کے اقرار کے صرح بہ تفصیل وہان جاری ہی جہان بغیر اپنا حال بیان کر سکتا ہو ولو انکل الاب الاقرار فبرھن علیہ الابن قبل اور اگر باپ اقرار نسب کا منکر ہو پھر گواہ لاوے بیٹا اسکے اقرار پر تو مقبول ہی واما الاقرار بانہ اخوہ فلا یقبل لانہ اقرار علی الغیر اور یہ اقرار کہ وہ شخص میرا بھائی ہی سو مقبول نہین اسواسطے کہ وہ اقرار غیر پر ہی یعنے تو بلا تصدیق اسکے کیونکر مقبول ہو **فروع** مسائل ملحقہ شاخ کے لو قال لست وارثہ فھادعی انہ وارثہ دین جھتا لاحرت صح اذ لا تناقض فی النسب عفی اگر ایک شخص نے کہا کہ مین اسکا وارث نہین ہون پھر اسنے دعوی کیا کہ مین اسکا وارث ہون اور وجہ وراثت کی بیان کی تو دعوی صحیح ہی اسواسطے کہ نسب مین تناقض معاف ہی صرح جامع الفصولین مین ہی کہ اثبات وراثت صحیح نہین جب تک سبب ارث بیان نکرے انتہے یعنے وہ شخص میت کا بیٹا ہی یا باپ ولو ادعی بنوۃ الھم لم یصح حالہ یذکر اسم الجد او جدہ کی فرزندی کا دعوی کیا یعنے یون کہا کہ وہ میرا حقیقی اجدادی ہی تو دعوی صحیح نہین جب تک دادا کا نام بیان نکرے ولو برھن انہ اقر انہ ابنہ تقبل لثبوت النسب باقرارہ ولا تسمع الا تخاصم ھو وارث او دائن او حاضر او موصی لہ اور اگر گواہ لایا اسپر کہ اسنے اقرار کیا ہی کہ مین اسکا بیٹا ہون تو مقبول ہی بسبب ثابت ہونے نسب کے اسکے اقرار سے اور گواہی میراث کی مسموع نہین مگر خصم پر یعنے وارث یا دائن یا موصی لہ پر یعنے جسکے واسطے میت نے وصیت کی تو لو احضر رجلا لیدعی علیہ حقا لابینہ وھو مقر بہ او کانت العین فی یدہ بالبینۃ عند القاضی یجبر ذو الید الرجل اور اگر لایا ایک مرد کو کہ اسپر اپنے باپ کے کسی حق کا دعوی کرے خواہ مدعا علیہ حق کا مقر ہو یا منکر تو اسکو چاہیے کہ اپنے نسب کی اثبات کرے گواہون سے قاضی کے نزدیک اس مرد کے سامنے ولو ادعی ان ابنہ قاتل اقربہ امر بالدفع الیہ ولا یکون قضاء علی الاب حتی لو جاء حیا یأخذہ وما لم یدفع فالدافع علی الابن اور اگر میراث کا دعوی کیا اپنے باپ کی طرف سے تو اگر مدعا علیہ نے اسکا اقرار کیا یعنے اسکی فرزندی کا تو اسکو امر کیا جائیگا دعوی کے دینے کا اور یہ امر قضا نہین اسکے باپ پر یہان تک کہ اگر مدعی کا باپ زندہ آوے تو مال مدفوع کو دافع سے اور دافع بیٹے سے لے اور اگر لایا ایک مرد کو کہ اسپر باپ کے کسی حق کا دعوی کرے خواہ مدعا علیہ حق کا مقر ہو یا منکر تو اسکو چاہیے کہ اپنے نسب کی اثبات کرے گواہون سے قاضی کے نزدیک اس مرد کے سامنے ولو ادعی ان ابنہ قاتل اقربہ امر بالدفع الیہ ولا یکون قضاء علی الاب حتی لو جاء حیا یأخذہ وما لم یدفع فالدافع علی الابن اور اگر میراث کا دعوی کیا اپنے باپ کی طرف سے تو اگر مدعا علیہ نے اسکا اقرار کیا یعنے اسکی فرزندی کا تو اسکو امر کیا جائیگا دعوی کے دینے کا اور یہ امر قضا نہین اسکے باپ پر یہان تک کہ اگر مدعی کا باپ زندہ آوے تو مال مدفوع کو دافع سے اور دافع بیٹے سے لے ولو انکل قیل للابن برھن علی موت ابیک وانک وارثہ ولا یمین والصحیح تحلیفہ علی العلم بانہ ابن فلان وانہ مات ثم لیکلف الابن البینۃ بذلک وتقاصر فی جامع الفصولین من الفصل السابع والعشرین اور اگر مدعا علیہ مدعی کی فرزندی کا منکر ہو تو فرزند سے کہا جائیگا کہ گواہ قائم کر اپنے باپ کی میراث پر اور اسپر کہ تو اسکا بیٹا ہی اور درصورت عدم شہادت مدعا علیہ پر قسم نہین اور قول صحیح یہ ہی کہ اسکی تحلیف ہی علم پر اسطرح کہ وہ فلانے کا بیٹا ہی اور وہ مر گیا یعنے مدعا علیہ یون قسم کھائے کہ مین نہین جانتا کہ تو فلانے فلانے کا بیٹا ہی اور وہ مر گیا ہی پھر قسم کے بعد فرزند مکلف ہوگا اسپر گواہ لانے کے لیے یعنے جب فرزند مال لینیکا ارادہ کرے تو اسپر اقامت بینہ اپنے دعوے پر لازم ہوگی اور پھر ابیان اسکا جامع الفصولین مین ہی ستائیسوین فصل سے صرح جامع الفصولین مین باقی بیان یہ ہی کہ اگر مدعا علیہ قسم سے انکار کرے تو نسب اور موت کا مقر ٹھہرے گا اور مال کا منکر تو اب مدعا علیہ سے مال پر یعنی قسم لیجائیگی نہ علم کی انتہی ملخصا اور یہ بیان اٹھائیسوین فصل مین ہی ستائیسوین مین کذا فی الطحطاوی ولو کان المیت مسلما وکافر فقال المسلم ھو عبدی وقال الکافر ھو ابنی فھو حر لان الکافر لیس لہ الحریۃ حالا ولا الاسلام مآلا اور اگر ایک لڑکا ہو مسلمان اور کافر کے ساتھ سو مسلمان کہ ہی کہ وہ میرا غلام ہی اور کافر کہتا ہی کہ وہ میرا بیٹا ہی تو وہ آزاد ہی کافر کا بیٹا ہونیکے سبب آزادی کو بالفعل اور حصول اسلام الخ کافر کو صرح یعنے دلائل توحید ہر عاقل پر ظاہر ہین تو بعد بلوغ اسلام صغیر متوقع ہی اور اگر بالعکس ہوتا یعنے مسلمان کا غلام بھر تا تو تو اسلام بھر تو اسکو بالتبع حاصل ہوتا لیکن اسکو آزادی حاصل نہوتی وجزم ابن الکمال بانہ یکون مسلما لان حکمہ حکم

دار الاسلام وعزاہ للمحفۃ خلیفہ فظ اور ابن کمال نے یقین کیا ہو اسپر کہ طفل مذکور مسلمان ہوگا اسواسطے کہ اسکا حکم دار الاسلام کا حکم ہو اور نسبت کیا ہو اسکی طرف تو اس اختلاف کو یاد رکھنا چاہیے قال زوج امرأۃ لصبی وھما اھل بتومر غیرھا وقالت ھو ابنی من غیرہ وھما ابنھما اٰن احدھما او الاجنبیہ تفصیل ابن الکمال کہ عورت کے شوہر نے کہا اس لڑکے کو جو زوجین کے ساتھ ہو کہ وہ میرا بیٹا ہو اس عورت کے سوا اور عورت سے اور زوجہ کہتی ہو کہ وہ میرا بیٹا ہو اسکے سوا اور زوج سے تو وہ دونوں کا بیٹا ہوا اگر دونو نے ساتھ دعوی کیا اور اگر ساتھ دعوی نہیں کیا تو اسمیں تفصیل ہو کذا ذکرہ ابن الکمال ہم تفصیل مذکور ہو کہ اگر زوج نے اول دعوی کیا تو وہ اسکا بیٹا ٹھیرے گا اور عورت سے تو اگر اسکی زوجہ بعد اسکے دعوی کرے تو اس سے نسب ثابت نہوگا اور اگر عورت نے اول دعوی کیا پھر زوج نے کہا کہ وہ میرا بیٹا ہو اور عورت سے تو اگر دونوں میں نکاح ظاہر ہو تو عورت کا قول مقبول نہیں اور وہ دونوں کا بیٹا ہوا اور اگر دونوں کا نکاح ظاہر نہیں تو عورت کا قول معتبر ہو اور اسکا نسب عورت سے ثابت ہوگا بشرط تصدیق مرد یہ اُس صورت میں ہو جبکہ لڑکا اپنا حال بیان نکر سکتا ہو اور اگر بیان کر سکتا ہو اور وہاں رقیت ظاہر نہو تو لڑکے کا قول مقبول ہو مرد یا عورت جسکی وہ تصدیق کریگا اسسے اسکا نسب ثابت ہوگا کذا فی الطحطاوی عن السراج لمحتمآ وھذا لو غیر معتبر کما کان معبرا فھو لھما ھدایہ اور یہ یعنے دونوں کا ولد ہونا اُسوقت ہو جبکہ طفل اپنا حال بیان نکر سکتا ہو اور اگر ایسا نہو یعنے بیان کر سکتا ہو تو وہ لڑکا اسکا ہو جسکو وہ سچا کہے لان قیام ایدیھما وفراشھما یفید انہ منھما اسواسطے کہ زوجین کا تصرف طفل پر اور دونوں کا قیام فراش یعنے زوجیت اسکی مفید ہو کہ لڑکا دونوں کا ہو ھکذا طحطاوی کہا یہ علت ہو مصنف کے اس قول کی نہا بنھما اور بہتر یہ تھا کہ علت مذکورہ اس قول کے پاس مذکور ہوتی ولو ولدت امۃ اشتراھا فاستحقت عزم الاب قیمۃ الولد یوم الخصومۃ لا یوم الدعوۃ اور اگر وہ لونڈی جسکو مشتری نے خرید کیا مشتری سے جنی پھر وہ لونڈی مستحق ملک غیر بالغ کی نکلی تو باپ یعنے مشتری ولد کی قیمت تاوان دیگا اسکی خصومت کے دن ٹھہرے اسواسطے کہ یوم خصومت منع کا دن ہی یعنے مشتری بدعوی فرزندی وہ لڑکا لونڈی کے مالک کو نہ دے گا دھر حر لانہ مغرور من جھۃ المرء ومن بطاھر امرأۃ معتدۃ اعلی ملک الیمین او النکاح قتل منہ ثم استحق اور وہ لڑکا آزاد ہو اسواسطے کہ مشتری معزور یعنے فریب خوردہ ہو معزور وہ شخص ہو جو ایک عورت سے صحبت کرے اسکی ملک یمین یا ملک نکاح کے اعتماد پر پھر وہ عورت اسسے جنے پھر وہ مستحق غیر نکلے فلذا قال ولذا الحکم لو ملکھا بسبب اخر یاری سبب کان عینی کما لو تزوجھا فظھر انھا اختہ فولدت ثم استحقت غرم قیمۃ ولدہ سواسی واسطے مصنف نے کہا اور اسی طرح کا حکم ہو اگر عورت کا مالک ہوا کسی اور سبب سے سوا خرید کے کوئی سبب ہو کذا فی العینی چنانچہ عورت سے نکاح کیا اس شرط پر کہ وہ آزاد ہو سو وہ اسکا لڑکا جنی پھر مستحق ملک غیر نکلی تو نکاح کرنے والا اپنے ولد کی قیمت کا تاوان دے اس عورت کے مالک کو فان مات الولد قبل الخصومۃ فلا شئ علی ابیہ لعدم المنع کما مر وان ترکہ لہ لانہ حر الاصل فحقہ فیرثہ الا سواگر معزور کا لڑکا مر گیا قبل خصومت کے تو کوئی چیز اسکے باپ پر لازم نہیں بواسطۂ عدم منع چنانچہ مذکور ہو چکا اور میراث ولد کی اسکے والد کو ہو اسواسطے کہ ولد حر اصلی ہو باپکے حق میں تو وہ اسکا وارث ہوگا فان قتلہ ابوہ او غیرہ وقبض الاب من دیتہ فذہ قیمتہ تزم الاب قیمۃ المستحق کما لو کان حیا سواگر ولد کو اسکے باپ نے قتل کیا یا اسکے سوا کسی اور نے قتل کیا اور باپنے اسکا خون بہا بقدر اسکی قیمت کے لیا تو اوان دے باپ اسکی قیمت کا مستحق کو چنانچہ تاوان لازم تھا درصورت حیات ولد و لو لم یقبض شیئا لاشئ علیہ وان قبض قال لزمہ بقدر عینی اور اگر باپنے قتل غیر میں کچھ خون بہا نہ لیا تو اسپر کچھ تاوان نہیں اور اگر اسکا خون بہا اسکی قیمت سے کمتر لیا تو اسپر تاوان اسکی مقدار کے موافق لازم آویگا کذا فی العینی وجمع بینھا ای الفقیہ فی صورتین کما یجمع بینھما ولو ھلک قتلا یا تعمدا اور مشتری لونڈی کے بائع سے ولد کی قیمت بھرے دونوں صورتوں میں یعنے ایک ملک اور ترویج میں جیسے لونڈی کا خون یا بالغ سے بھرے اگرچہ لونڈی مر گئی ہو یعنے اگر لونڈی مشتری کے پاس جنی پھر اسکے مستحق کو اسکی قیمت اور اسکے ولد کی قیمت کا تاوان دیا تو بائع سے اسکا خون اور ولد کی قیمت بھرے ولذا لو استولدھا المشتری والثانی لکن انما یرجع المشتری علی الاول بالاقل فقط کما فی الوھبانیہ

وغیرہا اور اسی طرح مشتری ثانی مشتری اول سے ثمن لونڈی کا اور قیمت ولد کی پھیرے لیکن مشتری اول تو بائع اول سے فقط ثمن ہی پھیرے گا نہ قیمت ولد کی کذا فی المواہب وغیرہا کما یعرفہا الذی یاخذ ضمان المستحق المزوجہ یا ستیفاء منافعہ کما مر فی باب المہر اجتمعا وکما ستعرفہ فی الاستحقاق مع مسائل التناقض فی غالب عرفی متفرقات القضاء ویجیئ ان الاقرار نہ پھیرے مشتری بائع سے لونڈی کا مہر مثل جو مستحق نے مشتری سے لیا بسبب اس کے جو لونڈی کے منافع جماع کے حاصل کرنے سے جانا چاہئے تھا کو بہ وجہ بالمراجحۃ والاستحقاق مین تناقض کے مسائل کے ساتھ اور اگر مسائل مذکورہ کتاب القضا کی متفرقات مین گذرے اگلی کتاب الاقرار مین بھی اسکا ذکر آویگا **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے التعارض فی موضع الخفاء عفو تناقض پوشیدگی کے مکان مین معاف ہے صریح منجملہ دعوی مخفیہ اقرار صریحا ہو تو گواہ ایک شخص نے کہا کہ یہ میری ضیعہ ہے پھر اپنی خطا کا معترف ہوا تو اسکا دعوی خطا مین صحیح ہے اور بعد اسکے اسکا کلام اس سے جائز ہوگا بلکہ اپنے اقرار پر ثابت تر ہے یا اقرار گواہوں سے ثابت ہوا ہو اور ازانجملہ یہ کہ وارثنے زوجہ کی اقرار زوجیت اور دفع میراث پر پھر استرجاع میراث کا دعوی کیا بحکم طلاق جو مانع ہے میراث کا تو دعوی مسموع ہے کہ انکا عذر بواسطہ استصحاب حال زوجیت اور بجہت خفا کے بینونت کے ظاہر ہے اور ازانجملہ یہ ہے کہ ایک کپڑا رد مال مین لپٹا کر لے کر لیا پھر جب اسکو کھولا تو بولا یہ میرا ہے تو دعوی مسموع ہے باوجود تناقض اور اسپر شہادت مقبول ہے بقول راجح مفتی یہ کذا فی الطحطاوی عن حواشی الاشباہ **لا تسمع الدعوی علی غریم** میت دعوی مسموع نہین میت کے غریم پر ہم غریم بمعنے دائن اور مدیون ہے علامہ بیری کے کلام سے یہ متبادر ہوتا ہے کہ غریم سے مراد یہان دائن میت ہے اور حموی نے اسکو قوی کہا ہے کہ مدیون میت مراد ہے کذا فی الطحطاوی **الا اذا وجہ جمیع ما لہ** یا **قال لیس لہ قبلی شیء فلا تسمع علیہ لکونہ زائدا** غریم میت پر دعوی مسموع نہین مگر جبکہ میت اپنا سب مال اجنبی کو ہبہ کرے اور اسکے قبض مین کر دے تو اسپر دعوی مسموع ہوگا یا مال پر زیادہ ہونے سے مراد یہ استثنا منقطع ہے نزاریہ مین ہے کہ جسکے واسطے جمیع مال یا ثلث علی الثبات کی وصیت ہو وہ خصم ہو سکتا ہے کذا فی الطحطاوی **ولا یحلف المدعی علیہ لانکار مع علمہ بالحق الا فی دعوی العسیر فیحلف علی نفی العلم وفی الوصایا لعلم بالدین** مدعا علیہ کو جائز نہین انکار کرنا باوجود دریافت ہونے حق مدعی کے مگر مبیع کے عیب مین انکار جائز ہے تا مدعی گواہون سے عیب ثابت کرے تا مدعا علیہ قادر ہو اسکے پھیر دینے پر یعنے مدعا علیہ اس مبیع کو اپنے بائع کو پھیر دے اور دعوی وصی مین انکار جائز ہے جبکہ وہ دین کو جانتا ہو علامہ ابو السعود نے کہا کہ دونون مسئلون مین ظاہر رد قول مین یعنے جواز انکار اور عدم جواز واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی **ولا تحلیف مع البرہان الا فی ثلث دعوی دین علی میت والاستحقاق مبیع دعوی البت** قسم نہین برہان کے ساتھ مگر تین مسئلون مین دعوی دین مین میت پر اور استحقاق مبیع مین اور دعوی عبد ابق مین مع تنویر الاذہان مین ترازو سے ہے کہ جسنے میت پر دین کا دعوی کیا اور گواہ سے ثابت کیا تو مدعی سے قاضی یا اخواہش وصی اور وارث کے یون قسم لے کہ واللہ یعنے دین نہین یا مدیون سے اور کسی نے اسکی طرف سے ادا کیا اور نہ کوئی چیز اسکی میرے پاس گروی ہے اور نہ میری طرف سے کسی نے بقبض کچھ قبض کیا میرے امر سے اور نہ یعنے اسکو معاف کر دیا تا کل نہ بعضا اور نہ یعنے کسیکو اسپر حوالہ کیا انتہی اور جبکہ مبیع مشتری کے پاس مستحق غیر نکلی گواہون سے تو مستحق علیہ یعنے مشتری کو مستحق سے یون قسم لینا جائز ہے کہ واللہ یعنے اسکو نہین بیچا اور نہ ہبہ اور صدقہ کیا اور نہ یہ چیز میری ملک سے کسی وجہ سے نکلی اور دعوت آبق کی یہ صورت ہو کہ قاضی نے غلام گریختہ کو قید کیا پھر ایک شخص آیا اور اسنے اسکا دعوی کیا اور گواہون سے ثابت کیا کہ وہ اسکا غلام ہے تو اس شخص سے قسم لیجائے گی کہ وہ غلام ہنوز اسکی ملک مین باقی ہے بیع یا ہبہ سے اسکی ملک سے خارج نہین ہوا پھر جبکہ قسم کھائی تو اسکو دیا جاوے اور باوجود برہان قسم اسواسطے مدعی پر لازم آئی تا کہ حاکم کو طغیان سے محفوظ رہے اور جو عاجز ہے اپنی بھلائی سے اسکی رعایت حال ہو کذا فی الطحطاوی **الاقرار یحتاج الی احد عشر الاتی اربع وکذا ردہ وصایۃ واثبات دین علی میت واستحقاق مبیع ومشتری ودعوی الابق اقرار مجتمع نہین ہوتا بینہ کے ساتھ لیکن جب مدعا علیہ نے دعوی کیا اقرار کا تو اب گواہ لانے کی کچھ حاجت نہین ثبوت دعوی مین اگر**

حاشیہ برہان مین

مگر چار صورتوں میں اقرار مجتمع ہوتا ہو گواہوں کے ساتھ وکالت میں اور وصایت میں اور دین کے اثبات میں بیت پر استحقاق میں بیّنہ شرعی اور خلاف
کے دعوے میں ہم یہ چار صورتیں نہیں بلکہ پانچ ہیں وکالت کی یہ صورت ہو کہ جب عاملہ نے اقرار کیا کہ یہ شخص اُس دین کے قبض کرنے کا وکیل ہے جو میرے
اوپر ہو تو وکیل گواہ لاوے اپنی وکالت پر اسواسطے کہ اگر یہ دین گواہوں کے اسکو دین دے گا تو عاملہ کو ضرر ہوگا اسواسطے کہ وہ بری الذمہ نہ ہوگا اگر مدعی
قابض کی وکالت کا انکار کرے اور وصایت کی یہ صورت ہو کہ ایک شخص نے قاضی سے کہ فلان بن فلان نے مجکو وصی کیا اور وہ مر گیا اور اسکا اسپر اعتماج ہے پھر
مدعا علیہ نے اسکی تصدیق کی تو قاضی اسکی وصایت کو ثابت نکرے اُسکے اقرار سے جب تک وصی گواہ نہ لاوے اسواسطے کہ اگر اسکو مال دے گا تو بری الذمہ
نہ ہوگا اگر میت کا وارث منکر وصایت ہو اور اثبات دین کی یہ صورت ہو کہ ایک شخص نے بعض ورثہ پر دعوے کیا کہ میرا دین میت پر ہے سو وارث نے دین کا اقرار کیا
تو مدعی وارث کے حصے سے اپنا دین لے بقدر اُسکے حصے کے اور مدعی کو اختیار ہو کہ اپنے حق کے واسطے گواہ لاوے تا کہ اُسکا حق تمام متروکہ سے متعلق ہو جاوے او
اگر سب وارث اقرار کریں تو بھی گواہ اُسکے مقبول ہیں وارثوں کے اور دوسرے دائن کے حق میں اور استحقاق عین کی یہ صورت ہو کہ مشتری نے مبیعہ استحقاق کا اقرار
کیا مستحق کے واسطے تو وہ ثمن پھیر نہیں سکتا پھر جب مستحق گواہ گذرانے استحقاق پر تو اب ثمن پھیرے گا بائع سے اور عنقریب مذکور ہو چکا کہ انکار مع العلم
جائز ہوتا کہ ستر جاع پر قدرت حاصل ہو اور عبد آبق کے دعوے کی یہ صورت ہو کہ ایک شخص نے دعوے کیا کہ جو غلام اسکے پاس ہے وہ میرے اپنے آبق کا ہے اور
اسنے اسکا اقرار بھی کیا تو مدعا علیہ کو طلب ثمن جائز ہے اس احتمال سے کہ شاید کسی اور شخص کو ملک حاصل ہو گئی غلام کے بیع کی جانب سے کذا فی الطحطاوی

لا تحليف على حق مجهول الا في ست اذا ادعى القاضي وصي يتيم ومتولي وقف وفي رهن مجهول ودعوى سرقة غصب وخيانة
وديعة تحلف المجهول غير معين پر نہیں گر چھ صورتوں میں بلکہ قاضی یتیم کے وصی اور وقف کے متولی کو متہم جانے اور رہن مجہول ہیں اور سرقہ غصب
اور خیانت ودیعت کے دعوی میں ہم ایک شخص نے دعوے کیا کہ اسنے میرا مال کچھ تلف کیا یا مدیون نے کہا کہ میں نے کچھ دین ادا کیا مگر مجکو یاد نہیں کہ کتنا تھا اور مدعا علیہ
قسم چاہی تو قاضی اُسکی طرف التفات نکرے تو جیسی جہالت قبول شہادت کی مانع ہو ویسی استحلاف کی مانع ہو لیکن اگر قاضی کو وصی یا متولی وقف میں
کچھ شبہہ پڑے تو باوجود عدم دعوے حق علوم دونوں سے قسم لے بروایت حلال قسم وقف رہن مجہول کی یہ صورت ہو کہ راہن نے رہن مجہول کا دعوے کیا مثلاً
ثوب غیر معین کا سو مرتہن نے اسکا انکار کیا تو مرتہن سے قسم لیجاوے بعض علما نے کہا بشرطیکہ مدعی مقدار دین کو مذکور کرے بعض علما نے کہا کہ ان مسائل میں مع
دعوے مع الجہالۃ مستفق علیہ ہے کذا فی الطحطاوی وغصب سرقہ کے دعوے میں بیان قیمت بعض مشائخ کے نزدیک شرط ہے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی لا تحليف
المدعى اذا حلف المدعى عليه الا في مسئلة في دعوى البحر قال وهي ما يجب حفظها اتساعا قلت وهي ما لو قال المغصوب
منه كانت قيمته ثوبي مائة وقال الغاصب لم اره ولكنها لا تبلغ مائة صدق بيمينه والزم بيانه فلو لم يبين يحلف على
الزيادة ثم يحلف المغصوب منه ايضا ان قيمته مائة ولو ظهر حنث الغاصب بان احدا او قيمتا فليكفر عن قسم كھائے
جبکہ مدعا علیہ قسم کھا چکے مگر ایک مسئلے میں جو بحر الرائق کی کتاب اللقطہ میں مذکور ہے مدعی قسم ہو مدعی یہ صاحب بحر نے کہا اور وہ مسئلہ یہ ہے اگر کہا
کذا فی الاشباہ میں کہتا ہوں اور مسئلہ مذکورہ یہ ہے کہ اگر مغصوب منہ نے کہا کہ میرے کپڑے کی قیمت سو تھے اور غاصب نے کہا کہ میں اسکو نہیں جانتا ولیکن اُسکی
قیمت سو تک ہو پہنچ تھی تو غاصب کی تصدیق ہو گی اُسکی قسم کھانے کے ساتھ اور پھر بیان قیمت لازم کیا جائے گا سو اگر وہ قیمت نہ بیان کرے تو
زیادت پر قسم کھائے یعنی یوں کہے کہ واللہ اسکی قیمت سو درم نہ تھے پھر مغصوب منہ سے بھی قسم لیجاوے کہ اُسکی قیمت سو درم تھی اور اگر ثوب مغصوب بدلیکے
ظاہر ہو تو غاصب کو اختیار ہو گا چاہے وہ کپڑا لے یعنی بموجب دراہم مذروعہ جانے اُسکی قیمت لے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم اگر مدعی قسم کھائے کہ واللہ اسکی قیمت
سو درم تھے تو غاصب سے سو درم لے گا اور غاصب قسم کھائے یا نکھائے تو مغصوب منہ کا مدعا ثابت ہو گا جب تک مدعی مغصوب منہ قسم نکھائے کذا فی الطحطاوی

کتاب الاقرار

یہ کتاب ہے اقرار کے احکام میں اقرار کا حجت ہونا قرآن مجید سے ثابت ہے قال اللہ تعالیٰ وَلْيُمْلِلِ الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ فرمایا اللہ تعالیٰ نے چاہیے کہ اقرار کرے وہ شخص جس پر حق ثابت ہے تو اگر اقرار مقبول نہ ہوتا تو اقرار کا کچھ فائدہ نہ تھا اور حدیث اور اجماع سے ثابت ہے کہ اقرار حجت ہے اپنی ذات کے حق میں مناسبت بَيْنَ الْمُدَّعٰى عَلَيْهِ اَمَّا مُنْكِرٌ اَوْ مُقِرٌّ وَهُوَ اَقْرَبُ لِلْغَلَبَةِ وَالصِّدْقِ اور مناسبت کتاب الاقرار کی کتاب الدعوی سے یہ ہے کہ مدعا علیہ منکر ہوتا ہے دعوی ہے یا مقر اور وہ یعنی اقرار حق قریب تر بحال سلم ہے واسطے غلبہ صدق یعنی مدعی کا صدق اپنے دعوے میں اور مقر کا صدق اپنے اقرار میں اس واسطے کہ قائل اپنی ذات پر کاذب اقرار نہیں کرتا ہے جس پر اسکا مال یا ضرر ہو تو حجت صدق فی حق نفسہ راجح ہے بسبب عدم تہمت کے اور کمال ولایت کے بخلاف اس اقرار کے جو غیر شخص کے حق میں کرے هُوَ لُغَةً الْاِثْبَاتُ يُقَالُ قَرَّ الشَّيْءُ اِذَا ثَبَتَ وہ یعنی اقرار لغت میں بمعنی اثبات ہے عرب بولتے ہیں قَرَّ الشَّيْءُ جبکہ شئی ثابت اور مستقر ہو و شَرْعًا اِخْبَارٌ يُحِقُّ عَلَيْهِ لِلْغَيْرِ مِنْ وَجْهٍ قَيَّدَ بِكَلِمَةِ عَلَى لِاَنَّهُ لَوْ كَانَ لِنَفْسِهِ يَكُوْنُ دَعْوًى لَا اِقْرَارًا اور اصطلاح شرع میں اقرار عبارت ہے غیر شخص کے اس حق کی خبر دینے سے جو مقر پر ثابت اور لازم ہے اقرار اخبار ہے ایک راہ سے اور انشاء ہے دوسری راہ سے مصنف نے اقرار کو بلفظ علیہ مفید ضرر مقر ہے مقید کیا اس واسطے کہ اپنی ذات کے حق کے واسطے اگر اخبار ہو تو وہ دعوے ہوگا نہ اقرار ہے اور اگر غیر کے حق کا اخبار ہو غیر شخص پر تو وہ شہادت ہے فَيَصِحُّ عَلَى كُلِّ مِنَ الشَّهِيْدَيْنِ ثُمَّ مُصَنِّفُ تفریع کی دونوں شیوہوں پر ہے یعنی چونکہ اقرار اخبار اور انشاء دونوں کے مشابہ تھا لہذا بعض جزئیات اقرار میں انہا کا حکم دیا گیا بعضے جزئیات میں انشاء کا حکم دیا فَالْوَجْهُ الْاَوَّلُ وَهُوَ الْاِخْبَارُ صِحَّ اِقْرَارُهُ بِمَالٍ مَمْلُوْكٍ لِلْغَيْرِ وَمَتٰى اَقَرَّ بِمِلْكِ الْغَيْرِ بِلَا مُهْلَةٍ تُسَلَّمُ اِلَى الْمُقَرِّ لَهٗ اِذَا مَلَكَهُ بِوَجْهٍ مِنَ الْوُجُوْهِ اِلَّا فِيْمَا يَنْفُذُ عَلَى نَفْسِهِ وَلَوْ كَانَ اِنْشَاءً لَمَا صَحَّ لِعَدَمِ وُجُوْدِ الْمِلْكِ تو بااعتبار وجہ اول یعنی اخبار صحیح ہے اقرار مقر کا غیر شخص کے مال مملوک کا اور جب اسنے ملک غیر کا اقرار کیا تو اسکو تسلیم کرے اس مال کا مقر کو لازم ہوگا بلکہ مقر اس مال کا مالک بھی ایک ہو سبب انتقال ہونے اقرار کے اپنی ذات پر اور اگر اقرار انشاء ہوتا تو صحیح نہ ہوتا بسبب معدوم ہونے ملک کے یعنی اقرار کے وقت مقر اس مال کا مالک نہ تھا کہ اقرار صحیح ہوتا ہم مثلاً زید نے اقرار کیا کہ یہ غلام خالد کا ہے پھر زید اسکا مالک ہوا کسی وقت میں تو اسپر لازم ہوگا کہ غلام خالد کو تسلیم کرے حنفی ابو السعود نے کہا کہ اس مسئلے سے نکلتا ہے کہ اگر ایک شخص نے ایک چیز کا دعوے کیا غیر کے قبضے میں پھر اس شخص نے اسکی گواہی دی اور کسی وجہ سے مقبول نہ ہوئی پھر شاہد اس چیز کا مالک ہوا تو اسکو تسلیم الی المدعی کا حکم نہ ہوگا وَفِي الْاَشْبَاهِ اَقَرَّ بِجَارِيَةِ عَبْدِ لِتَاجِرٍ شَرَاهُ عَتَقَ عَلَيْهِ وَلَا يَرْجِعُ بِالثَّمَنِ اَوْ لِغَيْرِ تَفْرِيْعٌ دَارٌ لِتَاجِرٍ شَرَاهَا اَوْ وَرِثَهَا صَارَتْ وَقْفًا لَوْ اَخَذَهَا بِغَيْرِ قَضَاءٍ اَشْبَاهٌ یعنی اشباہ میں ہے کہ ایک غلام کی لونڈی کا اقرار کیا پھر اسکو خرید لیا تو وہ غلام اسپر ہو جائے گا اور اس کا ثمن بائع سے نہ پھیرے سکے گا یا ایک گھر کے وقف ہونے کا اقرار کیا پھر اسکو خرید لیا یا اسکا وارث ہوا تو وہ گھر وقف ہو جائے گا اسکے زعم پر مواخذہ کر کے ہم رجوع ثمن اس واسطے نہ ہوگا کہ اقرار فقط مقر کی ہوتا ہے غیر پر وَلَا يَصِحُّ اِقْرَارُهُ بِطَلَاقِ زَوْجَتِهِ وَعَتَاقِ مَمْلُوْكِهِ وَلَوْ كَانَ اِنْشَاءً لِعَدَمِ التَّخَلُّفِ اور صحیح نہیں اسکا اقرار طلاق اور عتاق کا زبردستی سے اور اگر اقرار انشاء ہوتا تو صحیح ہوتا بجہت عدم تخلف کے ہم طلاق اور عتاق کا اقرار از راہ زبردستی اس واسطے صحیح نہیں کہ دلیل کذب یعنی اکراہ موجود ہے اور اقرار اخبار ہے احتمال رکھتا ہے صدق اور کذب کا تو اسکے مدلول لفظی وضعی کا تخلف لفظ سے جائز ہے اور اگر انشاء ہوتا تو تخلف صحیح نہ ہوتا اس واسطے کہ انشاء میں مدلول لفظی وضعی کا تخلف متنع ہے وَصَحَّ اِقْرَارُ الْعَبْدِ الْمَاذُوْنِ بِعَيْنٍ فِيْ يَدِهٖ وَالْمُسْلِمُ بِخَمْرٍ وَبِنِصْفِ دَارٍ هُوَ مُشَاعٌ وَالْمَرْاَةُ بِالزَّوْجِيَّةِ مِنْ غَيْرِ شُهُوْدٍ وَلَوْ كَانَ اِنْشَاءً لَمَا صَحَّ وصحیح ہے اقرار عبد ماذون کا اس عین میں جو اسکے پاس ہے اور مسلم کا اقرار صحیح خمر شراب میں اور اپنے گھر میں سے نصف شائع کا اقرار صحیح ہے اور زوجیت کا اقرار عورت کی جانب سے بلا شہود صحیح ہے اور اگر اقرار انشاء ہوتا تو سائل مذکورہ میں صحیح نہ ہوتا ہم درصورت انشاء ہونے کے عبد ماذون کا اقرار اسکے صحیح نہ ہوتا کہ اسکا اقرار شرع ہوتا اسکی جانب اور عبد لائق تبرع کے نہیں اور جب مسلم نے شراب کا اقرار کیا تو اسکو حکم ہوگا کہ مقر کو تسلیم کرے اور اگر انشاء ہوتا تو اقرار لازم نہ آتا

تملیک شراب کی جانب سے اور حالانکہ مسلم شراب کا مالک ہو سکتا ہے بغیر کرنے کے اور نصف مشاع کا اقرار صحیح ہوا بسبب اسکے اعتبار ہونے کے اور اگر انشا ہوتا تو ہبہ مشاع ہوتا اور ہبہ مشاع قابل قسمت تام نہیں ہوتا باوجود قبض کے بھی اور اسطرح زوجیت کا اقرار اخبار ہونے کی وجہ سے صحیح ہوا اور بالاشہور صحیح نہ ہوتا لو استمع دعواہ علیہ بانہ اقر لہ بشیء معین بناء علی الاقرار لہ بدلک بہ یفتی لانہ اخبار یحتمل الکذب حتی لو اقر بانہ لم یقبل لہ لان الاقرار لیس سببا للملک لعدم ولایتہ بعضا کان ابتداء حیلۃ وھو الاوجہ بخانیہ اور مسموع نہیں دعوے مقر علیہ اسطرح کہ اسکے واسطے شیٔ معین کا اقرار کیا بنا بر اس اقرار کے اسی قول کا فتوی ہے اسواسطے کہ اقرار محتمل کذب کا ہے یہانتک اگر جھوٹا اقرار کرے تو مقر لہ کو وہ چیز حلال نہیں ہے اسکو زبردستی لینا باعتبار دیانت کے جائز نہیں اسواسطے کہ اقرار سالک ہونے کا سبب نہیں ہاں اگر مقر اپنی خوشی مقر لہ کو وہ چیز تسلیم کرے تو اب یہ ابتدا ہبہ ٹھہرے گا اور یہی قول اوجہ اور مدلل تر ہے کذا فی البزازیہ الا ان یقول فی دعواہ وھو ملکی واقر لی بہ او یقول لی علیہ کذا وھو ملکی اقر بہ فتسمع اجماعا لانہ لم یجعل الاقرار سببا للوجوب مگر یہ کہ مدعی اپنے دعوے میں یوں کہے وہ شئے میری ملک ہے اور مدعا علیہ نے اسکا اقرار بھی کیا ہے میرے واسطے یا یوں کہے کہ میرا قرضدار ہے اور اسطرح سے اقرار بھی کیا ہو تو اب دعوی مسموع ہوگا بالاتفاق اسواسطے کہ مدعی نے اقرار کو وجوب ملک کا سبب نہیں ٹھہرایا بخلاف ما لو اقر لہ بدین لم یحلف علی الاقرار بل علی المال پھر بعد دعوی ملک کے اقرار کے اگر مدعا علیہ اپنے قول کرنے کا منکر ہو تو کیا اس سے قسم لیجائے گی یا نہیں منتہی یہ ہے کہ اس سے اقرار پر قسم نہ لی جائے گی بلکہ اصل مدعا پر قسم لیجائے وانما دعوی الاقرار فی الدفع فتسمع عند العامۃ اور اقرار کا دعوی تو دفع میں مجہور فقہا کے نزدیک مسموع ہی یعنی اگر مدعا علیہ نے گواہ قائم کیے کہ مدعی نے اقرار کیا ہے کہ اسکا حق جانب مدعا علیہ کچھ نہیں یا نہیں مدعا یہ مدعا علیہ کی ملک ہے تو دعوی مسموع اور گواہ مقبول ہیں ولوجہ الثانی وھو الانشاء لو مقرا لہ اقر اثم قیل لا یصح ولو کان اخبارا لصح اور باعتبار وجہ ثانی یعنی اقرار کے انشا ہونے کے اگر مقر لہ نے مقر کا اقرار رد کیا بعد اسکے قبول کیا تو صحیح نہیں اور اگر اقرار اخبار ہوتا تو صحیح ہوتا ہم اقرار بعد رد کے وہاں صحیح نہیں جہاں اقرار رد ہو جاتا ہے رد کر دینے سے چنانچہ ہبہ وغیرہ اور جو چیز رد کر دینے سے رد نہیں ہوتی چنانچہ رق اور نسب تو انمیں اگر اقرار کرے گا اور بعد رد کرنے کے مقر لہ اسکا دعوی کریگا تو مقبول ہے اور عقود لازمہ مانند نکاح رد نہیں ہوتے رد کرنے سے تو اگر مرد نے عورت سے کہا کہ میں نے تجھسے کل نکاح کیا عورت نے کہا کہ نہیں پھر بولی کہ ہاں اور مرد بولا کہ نہیں تو مرد کو نکاح لازم ہوگا اسواسطے کہ مرد کا اقرار باطل نہیں ہوتا اسلیے کہ نکاح عقد لازم ہے کہ بجز وانکار احد الزوجین کے باطل نہیں ہوتا تو عورت کی تصدیق احتمال رکھتی ہے صحیح ہو تو نکاح باقی ہوگا اور مرد کا انکار بعد اقرار کے معتبر نہ ہوگا کذا فی الطحطاوی وانما بعد القبول فلا یرتد بالرد اور بعد قبول کر لینے کے تو اقرار رد نہیں ہوتا رد کر دینے سے ولو اعاد المقر اقراره صدقه لزمه لانه اقر اخر اور اگر مقر نے دوبارہ اقرار کیا بعد رد کرنے کے سو مقر لہ نے اسکی تصدیق کی تو اسکو لازم ہوگا اسواسطے کہ یہ دوسرا اقرار ہی جسکی تصدیق ہوئی اور اقرار مرد و اور تصادقا لو انکر اقراره الثانی لا یحلف ولا تقبل علیہ بینۃ قال البیری وکالشبہ قبولها واعتمده ابن الشحنۃ واقره الشرنبلالی پھر اگر مقر نے اپنے اقرار ثانی کا انکار کیا تو اس سے قسم لیجائے گی اور مقر لہ کے گواہ اگر مقبول نہیں کے قاضی بدیع اوستاد صاحب تتمہ نے کہا اور شبہ بقواعد نقہ قبول بینہ ہے اور ابن شحنہ شارح وہبانیہ نے اسپر اعتماد کیا ہے اور خسرو ملالی نے اس قول کو ثابت رکھا ہے والملاک الثابت بہ بالاقرار لا یظهر فی حق الزوائد المستهلکۃ فلذا علیها المقر لہ دون المقر اخبارا ملکها اور جو ملک کہ اقرار سے ثابت ہوئی ظاہر نہیں ہوتی زوائد مستہلکہ کے حق میں تو زوائد مذکورہ کا مقر لہ مالک نہوگا اور اگر اقرار اخبار ہوتا تو انکا مالک ہوتا ہم فلانزید نے کہا کہ یہ باغ خالد کا ہے اور بیل اس باغ کے طیار تھے سوا اسنے تو ڑے اور اپنے تصرف میں لایا تو زید پر اسکا ضمان لازم نہوگا کیونکہ اس صورت میں اقرار انشا ہے گویا اسنے فی الحال خالد کو مالک کیا اقر حر مکلف بقظان طائعا او عبد او صبی او معتوہ ماذون لهم ان اقر بما یتعلق

فی البیع

کا اقرار مجہول بحیثیت وجود اور اقرار بعد عتق و ناتمہ کو موقوف علیہ بکھنوں و سیمی السکران و مرتد المکرہ بحق معلوم او مجہول تحقیق معلوم یا مجہول کا اقرار کیا از اوباغ عاقل بیدار نے اپنی خوشی سے یا عبد ماذون یا صغیر ماذون یا مستوہ ماذون نے اقرار کیا بشرطیکہ یا ذونین کا اقرار متعلق بسوداگری ہو تو صحیح ہی جیسے عبد مجور غیر ماذون کا اقرار حدود اور قصاص مین صحیح ہی اور اگر عبد مجور کا اقرار مال کا ہو نہ حدود قصاص کا تو بعد عتق کے صحیح ہوگا یعنی اسکا مواخذہ بعد اسکے آزادی کے ہوگا اور سوتا آدمی اور مغمی علیہ مجنون کے مانند ہی جبکا اقرار صحیح نہین اور مست کا اقرار اسکے مذکور ہوگا اور مکرہ کا اقرار عنقریب مذکور ہوچکا کہ طلاق اور عتاق مین بھی زبردستی کا اقرار صحیح نہین ہم عبد اور صغیر اور مستوہ ماذونین کا اقرار مال مین صحیح ہی اسواسطے کہ یہ ضروریات تجارت سے ہی اور اگر اسکا اقرار صحیح نہو تو کوئی شخص اُنسے معاملہ نکرے تو جوامر متعلق بتجارت ہی وہ ماذونین مین داخل ہی چنانچہ دیون اور عواری اور ودیعت اور غصوب اور جوامر متعلق تجارت نہین چنانچہ مہر اور خیانت اور ضمانت انمین اُنکا اقرار صحیح نہین کذا فی الطحطاوی لان جہالۃ المقر بہ لا تقطع الا اذا بین سببا یضر الجہالۃ کبیع و اجارۃ اقرار حق مجہول کا اسواسطے صحیح ہوا کہ جہالت مقر بہ کی معرفت نہین کرتی مگر جبکہ مقر ایسا سبب بیان کرے جسکو جہالت ضرر کرتی ہی چنانچہ بیع اور اجارہ ہم اقرار مجہول اسواسطے صحیح ہوا کہ گاہے مقر بحق مجہول لازم آجاتا ہی اسطرح کہ اُسنے کچھ مال تلف کردالا جسکی قیمت اُسکو معلوم نہین بالبیع اور اجارہ کی جہالت البتہ مضر ہی مثلاً اقرار کیا کہ اُسنے غلام سے کوئی چیز بیع کی یا اجارہ رکھی یا کوئی چیز خریدی تو اقرار صحیح نہین اور مقر بچیز ہوگا تسلیم کا و امّا جہالۃ المقر فضر کقولہ علی احد ہذا لک الف و دراہم جہالۃ المقتضی علیہ الا اذا جمع بین عبد و نفسہ فیصح اور اقرار کرنے والے کی جہالت تو مضر ہی چنانچہ مقر کا یون کہنا کہ ہم لوگون مین سے ایک شخص مثلاً درہم تیرے اور میرے بسبب نہ معلوم ہونے اُس شخص کے بسبب ہزار درہم کا حکم کیا جاے مگر جبکہ مقر اپنے غلام اور اپنی ذات کو جمع کرے تو ایسی جہالت مقر کی صحیح ہم مثلاً ایک شخص نے یون اقرار کیا کہ تیرے یا میرے غلام پر ہزار درہم ہین تو صحیح ہی اسواسطے کہ بہر صورت اولی پر مطالبہ متوجہ ہوگا نہ غلام پر ولکن اضطر جہالۃ المقر لہ انی خشیت کالواحد من الناس علی کذا و اسیطرح مقر کی جہالت مضر کرتی ہی اگر جہالت ظاہر ہو چنانچہ یون اقرار کرنا کہ لوگون مین سے ایک شخص کا مجھپر مال ہی و الا لا کاحد ہذین علی کذا فیصح و لا یجبر علی البیان جہالۃ المدعی بحر و نقلہ فی الدر و لکن باختصار مخل کما بینہ غیرہ اور اگر مقر لہ کی جہالت فاحش نہو تو مضر نہین کرتی چنانچہ یہ اقرار کہ ان خصمون مین سے ایک شخص کا میرے اوپر اتنا ہی تو صحیح ہی اور مقر بچیز جبکہ بیان کرے بسبب مجہول ہونے مدعی کے کذا فی البحر اور اسکو درر مین نقل کیا ہی لیکن باختصار مخل چنانچہ غرری زادہ نے بیان کیا ہم مثال مذکور مین اسواسطے اقرار صحیح ہوا کہ صاحب حق باہر نہین دو شخصون سے اور ایسی صورت مین امر ہوگا یاد کرنے کا اسواسطے کہ صاحب حق کو گاہے مقر بھول بھی جاتا ہی صاحب درر کی نقل مین خلل یہ واقع ہوا کہ اُسنے جبر علی البیان ذکر کیا ہی اور غرری زادے کا حاصل بیان یہ ہی کہ مقر بچیز اُس صورت مین ہی جبکہ مقر بہ مجہول ہو نہ کہ مقر لہ کی جہالت مین اسواسطے کہ جبر ہذا ہی صاحب حق کے واسطے اور وہ بیان مجہول ہی کذا فی الطحطاوی و لزمہ بیان ما یجہل کشی و حق بذی قیمۃ لنفاس وجوزۃ لا بما لا قیمۃ لہ کحبۃ حنطۃ و جلد میتۃ و صبی حر لانہ رجوع فلا یصح و مقر کو لازم ہوگا اُس مقر بہ کا بیان کرجسکو اُسنے مجہول بیان کیا مانند شی اور حق کے بیان چاہیے قیمت والی چیز سے چنانچہ پیسا اور اخروٹ نہ اس چیز سے جسکی کچھ قیمت نہین چنانچہ ایک دانہ گیہون کا اور مردار کی کھال اور صغیر آزاد اسواسطے کہ بلا قیمت چیز کا بیان کرنا رجوع ہی اقرار سے تو صحیح نہ گا ہم جبکہ مقر بحق مجہول کا اقرار اسطرح کیا کہ زید کی مجھپر کچھ چیز ہی یا حق تو اسپر بیان لازم ہو قیمت دار چیز سے نہ بلا قیمت سے زیلعی مین ہی اگر مقر نے یون بیان کیا کہ مین نے حق سے حق اسلام کا ارادہ کیا تو اُسکی تصدیق نہوگی اسواسطے کہ اسکو عرف مین حق نہین بولتے اور یہی حق لائق اعتبار کے ہی و القول للمقر مع حلفہ لانہ المنکر ان ادعی المقر لہ الاکثر منہ و لا بینۃ اور مقر کا قول مقبول ہی اُسکی قسم کے ساتھ اسواسطے کہ وہ منکر ہی زیادت کا اگر مقر لہ اُسکے بیان کرنے سے زیادہ کا دعوی کرے اور

کے گواہ ہوں ولا یصدق فی اقل من درھم فی علی مال اور تصدیق ہوگی مقر کی ایک درم سے کمتر میں اس قرار میں کہ میرے اوپر مال ہے یعنی ہو اسطے کہ درم سے کمتر کو عرف میں مال شمار نہیں کرتے ومن النصاب الخ کوۃ فی الاصح اختیارہ وقیل ان المقر فقیرا فنصاب الشرقۃ وصح فی مال عظیم لو بینہ من الذھب او الفضۃ اور اگر مقر نے اقرار کیا کہ میرے مال عظیم ہے سونے یا چاندی سے تو نصاب یعنی نصاب زکوۃ سے کمتر کے بیان میں اسکی تصدیق ہوگی کذا فی الاختیار اور بعضوں نے کہا کہ اگر مقر محتاج ہو تو نصاب سرقہ سے کمتر میں تصدیق ہوگی اور اس قول کی بھی تصحیح ہوئی ہے ہم نصاب زکوۃ کو مال عظیم اسواسطے قرار دیا کہ نصاب عظیم ہو شرعاً لہٰذا صاحب نصاب کو غنی قرار دیا اور مواسات فقرا اس پر واجب ہوگی اور عرف میں بھی اسکو غنی کہتے ہیں ومن خمس وعشرین من الابل الخ ادنی نصاب یوخذ من جنسہ اور پچیس اونٹ سے کمتر میں اسکی تصدیق ہوگی اگر یوں بولا کہ مجھ پر مال عظیم ہے اونٹوں سے اسواسطے کہ پچیس اونٹ کمتر نصاب ہے جو اونٹ کی جنس سے لیجاتی ہے ہم یہ جواب ہے اس سوال کا کہ اونٹ کی کمتر نصاب پانچ اونٹ ہیں جسمیں ایک بکری لیجاتی ہے حاصل جواب یہ ہے کہ پچیس سے کمتر میں زکوۃ ہم نصاب نہیں لیجاتی ہاں پچیس سے ایک اونٹ لیا جاتا ہے تو باعتبار اخذ بجانس پچیس ہی ادنے نصاب ٹھہری ومن قدر النصاب قیمۃ فی غیر مال الزکوۃ اور مقدار نصاب کی قیمت سے کمتر میں تصدیق ہوگی غیر مال زکوۃ میں ہم یعنی جس مال میں زکوۃ واجب نہیں اسکو مال عظیم کے بیان میں ذکر کیا اسطرح کہ مجھ پر مال عظیم ہے ثیاب اور کتب سے تو یہاں نصاب باعتبار قیمت کے معتبر ہوگی یعنی اگر اُسکے اتنے ثیاب یا اتنی کتابیں ذکر کریں جنکی قیمت دو سو درم چاندی یا سات مثقال سونا نہیں تو اسکی تصدیق ہوگی ومن ثلثۃ نصب فی اموال عظام ولو فسرہ بغیر مال زکوۃ اعتبر قیمتھا کما مر اور تین نصابوں سے کمتر میں تصدیق ہوگی اس قول میں کہ علی اموال عظام یعنی مجھ پر بڑے مال ہیں اور اگر اموال عظام کی تفسیر غیر مال زکوۃ یعنی ثیاب وغیرہا سے کرے گا تو تین نصابوں کی قیمت معتبر ہوگی چنانچہ ابھی مذکور ہو چکا ہم اموال عظام میں تین نصاب ہونے اسواسطے معتبر ہوئے کہ تین اول جمع ہیں وفی دراھم ثلثۃ اور دراہم میں تین درم سے کمتر میں تصدیق ہوگی یعنی اگر یوں اقرار کیا کہ مجھ پر دراہم ہیں تو تین دراہم سے کمتر میں تصدیق ہوگی بدلیل گذشتہ وفی دراھم اودنانیر او ثیاب کثیرۃ عشرۃ لانھا نھایۃ اسم الجمع الخ اس اقرار میں کہ مجھ پر دراہم کثیرہ یا دنانیر کثیرہ یا ثیاب کثیرہ ہیں دس درم یا دس دینار یا دس کپڑے لازم ہوں گے اسواسطے کہ دس منتہاے اسم جمع ہیں تو وہ ہی اکثر ٹھہرا باعتبار لفظ کے ہم عشرہ نہایت جمع قلت کی ہیں نہ جمع کثرت کی تو اگر شارح یوں کہتا لانھا اقل مدلول جمع الکثرۃ تو بہتر ہوتا اور یہ میں نے ہی احد القولین پر کذا فی الطحطاوی وکذا ان مر ھا درھم علی المعتمد اور اس اقرار میں کہ علی کذا ودرھما ایک درہم لازم ہوگا بقول متعدد ولو خفضہ لزمہ مائۃ درھم اور درہم کو بعد لفظ کذا کے کسرہ کیا اسطرح کہ علی کذا درھم تو سو درم لازم ہوں گے وقد یفتحا ویضعفا ودرھم عظیم وھم والمعتبر الوزن المتعارف لا بحجۃ الخ بالعکس اور اس اقرار میں کہ علی کذا درھم یا درہم کذا درہم یا درہم کذا بلفظ تضعیف یا یوں کہا کہ علی درہم درہم غلیظ ایک درہم لازم ہوگا اور درم کا وزن وہ معتبر ہے جو اُس شہر میں رائج اور متعارف ہو کمر حجت ہے البتہ غیر متعارف معتبر ہوگا کذا فی الزیلعی ہم یعنی تصغیر اور تعظیم میں پورا درہم باعتبار وزن کے معتبر ہے نہ کہ زیادہ وکذا کذا درھما احد عشر اور اس اقرار میں کہ علی کذا کذا درھما گیارہ درہم لازم ہیں اسواسطے دو عدد مبہم بغیر حرف عطف کے مقرنے مذکور کیے اور اسطرح کا اقل عدد مفسر عشرہ ہے اور اکثر بتیس عشرہ اور اقل بلا بیان لازم ہے اور زیادتی اُسکی بیان پر موقوف ہے کذا فی الخ وکذا احد عشر ون لان نظیرہ لا لوا واحد وعشرون اور اس اقرار میں کہ علی کذا درھما مفسر پر اکیس درم لازم ہیں اسواسطے کہ اُس عدد مبہم کا مانند عدد مفسر کے واو کے ساتھ احد وعشرون ہے ہم اگر شارح یوں کہتا لانہ اقل نظیرہ تو بہتر ہوتا کذا فی الطحطاوی ولو ثلثۃ بلا واو فاحد عشر اذ لا نظیر لہ فیحمل علی التکرار اور اگر لفظ کذا کو مقرین بالواو بدون واو کے اسطرح کہ علی کذا کذا کذا تو احد عشر یعنی گیارہ لازم ہیں ہو عدد مبہم کا مفسر کوئی مانند نہیں تو یہ لفظ کذا کو تکرار پر محمول ہوا ومعھا فمائۃ واحد وعشرون اور اگر

ف یعنی پھر اگر اسکے ساتھ درم کا لفظ کہے تو اکیس درم لازم ہوں گے کیونکہ اکیس کی اصلی ادنی سی نظیر یہ ہے

کذا کا لفظ تین بار بولا اور اسکے ساتھ اسطرح کہ علیّ کذا وکذا وکذا تو مائۃ واحدۃ وعشرون لازم ہوں یعنی ایک سو اسطرح کہ اتنی تعبیر تین عدد کی ہو اور ہر ایک کے ساتھ مائۃ واحدۃ وعشرون ہو کذا فی المدر وان ربع مع الواو وزید الف اور کذا کا لفظ چار بولا اور اسکے ساتھ اسطرح کہ علیّ کذا وکذا وکذا وکذا تو عدد سابق پر الف کا لفظ زیادہ کیا جاوے اسطرح کہ الف مائۃ واحدۃ وعشرون یعنی گیارہ سو اسکے لازم ہوں گے اسواسطے کہ یہی ہر ایک مفرد سے کذا فی البحر ولو خمسۃ بید عشرۃ الا الف اور اگر پانچ بار کذا کا لفظ بولا اسطرح کہ علیّ کذا وکذا وکذا وکذا وکذا تو عدد سابق پر عشرۃ آلاف زیادہ ہوں گے اسطرح کہ عشرۃ آلاف ومائۃ واحدۃ وعشرون یعنی گیارہ ہزار ایک سو اکیس ولو سدس بید مائۃ الف اور اگر لفظ کذا چھ بار بولا تو عدد سابق پر مائۃ الف زیادہ ہوگا اسطرح کہ مائۃ الف وعشرۃ آلاف والف ومائۃ واحدۃ وعشرون یعنی ایک لاکھ گیارہ ہزار ایک سو اکیس لازم ہوں گے ولو سبع زید الف الف اور اگر لفظ کذا کا سات بار بولا تو عدد سابق پر الف الف زیادہ ہوگا اسطرح کہ الف الف ومائۃ الف ومائۃ واحدۃ وعشرون یعنی گیارہ لاکھ گیارہ ہزار ایک سو اکیس وھکذا بھذا النظیر ۱ ا ۱ اور اسیطرح عدد مبہم کا نظیر عدد مفسر سے ہمیشہ غیر متناہی معتبر ہوگا ولو قال لہ علیّ قبلی فھو اقرار بدین لان علیّ للایجاب وقبلی للضمان غالبًا ربولا کہ علیّ یعنی میرا ہونا پر لا کر قبلی یعنی اسکا میری جانب تو یہ قول دین کا اقرار ہو اسواسطے کہ لفظ علیّ ایجاب کے واسطے ہو اور لفظ قبلی ضمان کیواسطے غالبًا مستعمل ہو ہم قول اول اسواسطے دین کا اقرار ہوا کہ علیّ ایجاب میں مستعمل ہوتا ہی اور محل ایجاب ذمہ ہی اور ذمہ میں دین ثابت ہوتا ہی عین اور قبلی کا لفظ اگرچہ ایجاب اور امانت دونوں میں مستعمل ہوتا ہی لیکن ایجاب میں اسکا استعمال غالب ہی اور مطلق غالب الاستعمال کیطرف منصرف ہوتا ہی کذا فی الاتقانی وصدقت ان وصل بہ ھو ودیعۃ لانہ یحتملہ مجازًا اور اسکی تصدیق ہوگی اگر اسنے اس کلام سے ہو ودیعۃ کو ملایا اسواسطے کہ لفظ علیّ اور قبلی کا مجازًا ودیعۃ کا بھی احتمال رکھتا ہو ہم اسواسطے کہ علیّ اور قبلی سے وجوب پیدا ہوتا ہی اور وجوب ثابت میں بھی متحقق ہو اسواسطے کہ ودیعت کا حفظ واجب ہی اور قبلی کا استعمال معلوم ہو چکا کہ امانت میں بھی ہوتا ہی وان فصل لا یصدق لتقرره بالسکوت اور اگر ہو ودیعۃ کو اسنے علیّ یا قبلی سے جدا کیا تو اسکی تصدیق نہوگی بسبب ثابت ہونے دین کے سکوت میں اسکے کلام میں سے عندی او معی او فی بیتی او فی کیسی او صندوقی فاقرار بانہ امانۃ ملا بالعرف اور لفظ عندی یا معی یا فی بیتی یا فی کیسی یا فی صندوقی اسکا اقرار ہوگا کہ وہ چیز امانت ہی عرف پر عمل کرنے سے یعنی اسکی چیز میرے نزدیک ہو یا میرے ساتھ یا میرے گھر میں یا میری تحویل میں یا میرے صندوق میں ہو جمیع مالی او ما املکہ لہ او لہ من علیّ او من دراھمی کذا فھو ھبۃ لا اقرار اگر بولا کہ میرا سب مال اسکا ہی جبکہ میں مالک ہوں اسکا ہو اور میرے مال سے یا میرے دراہم سے اسکے اتنے ہیں تو یہ قول ہبہ ہوگا اقرار ولو عبر بقطعی او بقی دراھمی کان اقرارًا بالشرکۃ اور اگر بولا کہ تعبیر کی کہ میرے مال میں یا میرے درہموں میں اسکا اتنا ہی تو یہ شرکت کا اقرار ہی فلا بد لصحتہ ھبۃ من التسلیم لخلاصہ الا قل وتوضیحہ ہبہ صحیح ہونے کے واسطے تسلیم جمیع مال میں بخلاف اقرار کے کہ اسکی صحت کے لیے تسلیم ضرور نہیں ہم یہ کہ جمیع مال لہ یا املکہ لہ ہبہ ہوتا ہی اقرار تو اگر بعد اس قول کے اتنے اپنا سب مال اسکو دیا تو ہبہ صحیح ہوگا والا غیر صحیح والاصل انہ متی اضافا المقر بہ الی ملکہ کان ھبۃ اور قاعدہ کلیہ بیان یہ ہی کہ جب مقر بے مقر کو اپنی ملک کیطرف مضاف اور منسوب کیا تو وہ ہبہ ہوگا مراسواسطے کہ اپنی ذات کیطرف نسبت کرنا اسکے منافی ہو کہ اسکو حمل کیجئے اقرار پر کہ وہ اخبار ہی نہ انشا پھر جب انشا ہوا تو قول مذکور ہبہ ہو گیا تو اسمیں وہ شرط ہوگی جو ہبہ میں شرط ہی اگر اسکو اپنی ذات کیطرف مضاف نہ کیا مثلاً یوں کہا کہ ھذا المال لفلان یعنی یہ مال فلانے شخص کا ہی تو یہ اقرار ہوگا ہبہ ولا یرد ما فی بیتی لانہا اضافۃ نسبۃ لا ملک اور قاعدہ مذکورہ پر اعتراض وارد نہوگا باقی بیتی کا اسواسطے کہ یہ نسبت اضافت ہوئی ملک کی مراصل اعتراض یہ ہی کہ باقی بیتی میں اضافت بیت کی مقر کیطرف موجود ہی اور باوجود اسکے یہ اقرار ہوا خلاصہ جواب یہ ہی کہ یہ ملک مقر کی اضافت ملک نہیں بلکہ نسبت کی اضافت ہی چنانچہ لکھنؤ کا مثلاً رہنے والا کہے کہ لکھنؤ میرا شہر ہی تو یہ سکونت شہر کی اضافت ہوئی ملک کی ولا کالارض التی حدودھا کذا لطفل فلان فانہ ھبۃ وان لم یقبضہ لانہ فی یدہ کالا ان یکون

مما یحتمل القسمة فیشترط قبضه مفرزا انتهی للاضافة تقدیرا بدلیل قول المصنف اقرار لاخر بعین ولم یضفه لکن من المعلوم لکثیر من الناس انه ملکه فعل یکون اقرارا او تملیکا ینبغی الثانی فیراعی فیه شرائط التملیک فراجعه اور نہ اعتراض وارد رہوگا قاعدہ مذکورہ پر اس قول کا کہ جس زمین کی ایسی حدین ہین وہ میرے غلام طفل کی ہی اسواسطے کہ یہ قول ہوہی اگر بطفل نے اسپر قبضہ نکیا ہوا سواسطے کہ طفل غیر باپ کے پاس ہی تو باپ کا قبضہ بعینہ قبضہ نکرنا قبضہ ہوگیا یہ کہ موہوب اُس قسم سے ہو جس مین قسمت کا احتمال ہو یعنی اور یا چھنیکر کوا سمین سے بعض ہبہ کرے نہ سب تو اُسکا جداگانہ قبضہ شرط ہوگا انتہی الاعتراض سواسطے زمین مذکورہ کا اعتراض وارد نہوگا کہ اضافت زمین کی متکلم کیطرف تقدیری ہی مصنف اس قول کی دلیل سے کہ دوسرے شخص کے واسطے شی معین کا اقرار کیا اُس شی کی اپنی طرف مضافت نکیا لیکن اکثر لوگون کو معلوم ہو کہ وہ شی مقر کی ملک ہی تو کیا یہ قول اقرار ہوگا یا تملیک جواب مناسب فقیہ یہ ہو کہ یہ قول تملیک ہوگا تو اسمین شرائط تملیک کی مرعی ہون گی سو اسکی طرف مرجعت کرمہ قاعدہ مذکورہ سے یہ مفہوم ہوتا ہی کہ جب عقر کو مقر اپنی طرف اضافت کرے تو وہ اقرار ہو نہ ہبہ تو چاہیے کہ مسئلہ ارض بسبب عدم ارض اضافت اقرار ہوا ور حالانکہ وہ ہبہ ہی خلاصہ جواب یہ ہی کہ اگرچہ اس مسئلہ مین اضافت صریح نہین ہو لیکن اسمین اضافت تقدیری ہی گویا اُسنے یون کہا کہ میری وہ زمین جسکی ایسی حدین ہین وہ میرے غلام طفل صغیر کی ہی اور اضافت تقدیری پر دلیل یہ ہی کہ ملک اُس زمین کی لوگون کو معلوم ہی الحاصل اضافت الی نفسہ جو مقتضی تملیک ہی خواہ صریح ہو یا تقدیری کہ قرائن سے معلوم ہو چنانچہ لوگون مین مشہور رہتا ہی کہ وہ متکلم کی ملک ہی کذا فی الطحطاوی قصا قال لی علیک الف فقال اقررته او انتقدته اداجلنی به او قضیتک ایاه او ابرانتنی منه او تصدقت به علی او وهبتها لی او احلتک به علی زید ونحو ذلک فهو اقرار لهم بها لرجوع الضمیر الیها فی کل ذلک عن زیادة فکان جوابا یک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میرے تجہہ ہزار درہم موجل طلب ہین کہا اُسنے کہ تو نے اُنکو یہ کہہ دیا اُنکی تجکو مہلت دی یا مین تجکو وہ دیچکا ہون یا تو نے تجکو وہ معاف کر دیے ہین یا تو نے تجکو وہ خیرات مین دیے ہین یا اُنکو تو نے تجکو ہبہ کر دیا ہی یا مین نے تجکو وہ زید سے دلائے ہین اور مانند ایسے کلمات کے سو یہ اقرار ہی مقر لہ کے واسطے ہزار کا بسبب پھیرنے ضمیر کے ہزار کی طرف ان سب مثالون مین کذا ذکرہ غرری زادہ تو یہ جواب ٹھہرا کلام اول کا یعنی اثبات اُسکا نہ انکار اور نہ کلام جداگانہ وهذا اذا لم یکن علی سبیل الاستفهام فان کان وشهد الشهود بذلک لم یلزمه شئ اور یہ یعنی اقرار اُسوقت ہوگا جبکہ جواب مخاطب کا بطور خوشطبعی کے نہو سوا کرایطور خوشطبعی کے ہو اور گواہ خوشطبعی کے گواہی دین تو پھر کوئی چیز لازم نہوگی اما لو ادعی الاستفهام المصدق اور اگر مخاطب مذکور خوشطبعی کا دعوی کرے بلا شہود تو اُسکی تصدیق نہوگی وبلا ضمیر مثل ان اخ وکذا اتحاسبت وما استقرضت من احد سوالک او غیرک او قبلک او بعدک لا یکون اقرارا لعدم انصراف الی المذکور فکان کلاما مبتدأ اور کلمات مذکورہ بدون ضمیر کے چنانچہ وزن کرے یا پرکھے الخ اور سیطرح حساب کر یا مین نے کسی سے قرض لیا سوا تیرے یا غیر تیرے یا قرض لیا قبل تیرے یا بعد تیرے تو یہ اقرار نہوگا بسبب نہ پھیرنے ضمیر کے ہزار مذکور کیطرف تو یہ کلام جداگانہ ٹھہرا نہ جواب کلام اول ولا اصل ان کل ما یصلح جوابا لا ابتداء یجعل جوابا وما یصلح للابتداء لا للبناء او یصلح لهما یجعل ابتداء لئلا یلزمه المال بالشک مختار اور قاعدہ کلیہ مسائل مذکورہ مین یہ ہو کہ جو کلام کو صلاحیت رکھتا ہو جواب ہونے کی نہ ابتدا ے کلام ہونے کی تو وہ جواب ٹھہرایا جاتا ہی اور جو لیاقت رکھتا ہو ابتدا ے کلام ہونے کی نہ کلام سابق پر بنا یعنی جواب ہونے کی یا ابتدا اور بنا دونون کی صلاحیت رکھتا ہو چنانچہ یہ قول کہ وزن کرلے تو وہ ابتدا یعنی کلام جداگانہ ٹھہرایا جاتا ہی تاکہ متکلم پر مال لازم نہ آوے تنک سے کذا فی الاختیار وهذا اذا کان الجواب مستقلا فلو غیر مستقل کقوله نعم کان اقرارا مطلقا اور یہ یعنی تفصیل ذکر ضمیر اور عدم ضمیر کی اُسوقت ہی ہو کہ مخاطب کا جواب کلام مستقل ہو یعنی اپنے مطلب مین پورا ہو یا حاجت انضمام غیر نہ اگر جواب غیر مستقل ہو چنانچہ لفظ نعم یعنی ہان تو اقرار ہوگا مطلقا یعنی ضمیر مذکور ہو

یا بنعم ضمیر کی مثال یہ کہ تم دونو علی اور بعدم ضمیر کی مثال فقط انعم اس قول کے بعد کہ لی علیک الف حتی لو قال اعطنی ثوب عبدی هذا او اقبض لی بادار ی هذه او احصص لی دار ی هذه او اسرج فرسی هذه او اعطنی سرجها او لجامها فقال نعم کان اقرارا بالعبد والدار والدابۃ کے تو اگر کہا کہ نکالو میرے اس غلام کا کپڑا دے یا میرے لیے اس گھر کا دروازہ کھولدے یا میرے لیے اس گھر کی چونہ کاری کردے یا زین باندھ دے میرے اس گھوڑے پر یا مجکو اس گھوڑے کا زین لگام دے پھر مخاطب نے کہا کہ ہاں تو یہ اسکی طرف سے اقرار ہوگا غلام اور گھر اور جانور کا مقر کے واسطے کذا فی الکافی یعنی غلام کا اقرار ہوگا کپڑے کے ساتھ اور جانور کا زین اور لگام کے ساتھ قال الیس علیک الف فقال بلی فهو اقرار بها وان قال نعم لا ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ کیا میرے تجھ پر ہزار نہیں ہیں سو وہ بولا بلے یعنی کیوں نہیں تو یہ اقرار ہوگا اسکے واسطے ہزار کا اور اگر جواب میں چاہے لیے نعم یعنی ہاں بولا تو اقرار ہوگا وقیل نعم لان الاقرار یحمل علی العرف لا علی دقائق العربیۃ کذا فی الجوهرۃ اور بعضوں نے کہا نعم یعنی ہاں کہنے سے بھی اقرار ہوگا اسواسطے کہ ثبوت اقرار عرف پر محمول ہے یعنی عرف میں بلی اور نعم دونوں برابر ہیں نہ عربی کی باریکیوں پر کذا فی الجوہرۃ والفرق ان بلی جواب لکلام مستفهام المنفی بالا ثبات وتعم جواب بالفظ اور فرق بلی اور نعم کا عربی میں یہ ہے کہ بلی استفہام منفی کا جواب ہے نفی کے ثابت کرنے سے اور نعم استفہام منفی کا جواب ہے کلمے نفی کو رد کرنے سے واسواسطے یا الراس من المناطق لیس باقرار بمال وعتق وطلاق وبیع ونکاح واجارۃ وهبۃ اور سر سے اشارہ کرنا بولتے آدمی کا اقرار نہیں مال اور عتق اور طلاق اور بیع اور نکاح اور اجارہ اور ہبہ کا من المناطق کی قید بتاتے نے اسواسطے لگائی کہ صماست یعنی گونگے آدمی کا اشارہ کرنا امور مذکورہ میں سر سے قائم مقام اسکے ہونے کے بقول مشہور ہی سوائے حدود کے اگرچہ وہ لکھنے پر قادر ہو کذا فی المحیط وفی مجلاد افتاء ونسب واسلام وکفر وامان کا فرد اشارۃ محرم لصیلۃ الشیخ براسہ فی روایۃ الحدیث والطلاق فی انت طالق هکذا واشار ثلثا اشارۃ الاشباہ ویراد الیمین کحلفہ لا یستخدم فلانا او لا یظهر سرہ او لا یدل علیہ واشار حنث عادۃ فحرم بطلان اشارۃ الناطق الا فی تسع فلیحفظ بخلاف اشارۃ الملحق کے نتوی دینے میں اور نسب اور اسلام اور کفر اور کافر کی امان دینے اور محرم کے اشارے میں فنکار کیطرف اور شیخ نے حدیث کا سر سے اشارہ کرنا حدیث کی روایت میں اور طلاق کا اشارہ اس قول میں کہ تو طالق ہی اسطرح اور تین بار اشارہ کیا کذا فی الاشباہ اور امور مذکورہ پر شش زیادہ کی گئی چنانچہ اسکا یوں قسم کھانا کہ فلانے شخص سے خدمت نے لونگا یا اسکا بھید ظاہر کیجیے گا یا اسپر دلالت کریگا اور پھر اسپر اشارہ کیا تو حانث ہوگا کذا فی الہدایۃ تحقق ہوا اشارۃ ناطق کا باطل ہونا مگر نو صورتوں میں باطل نہیں تو انکو یاد رکھنا چاہیے وان اقر بدین مؤجل وادعی المقر له حلوله لزمه الدین حالا وعند الشافعی مؤجلا بمینه کا قرارہ بعید فی یدہ انه لاجل وان استاجره منه فلا یصدق فی تاجیل واجارۃ لانه دعوی بلا حجۃ اور اگر اقرار کیا دین موجل کا اور مقر لہ نے دعوی کیا بلا مدت دین کا تو بیچون بلا مدت لازم آوے گا اور امام شافعی کے نزدیک دین مؤجل لازم ہوگا مقر کے قسم کھانے کے ساتھ چنانچہ اسکا اقرار اس غلام کا جو اسکے پاس ہی کہ وہ غلام ہی ایک مرد کا اور اسنے اسکو بطریق اجارے کے اس سے لیا ہی تو مقر کی تصدیق نہ کی جاویگی دین اور اجارۂ غلام میں اسواسطے کہ وہ دعوی ہی بدون حجت کے مم اسواسطے کہ مقر نے دوسرے کے حق میں اقرار کیا اپنی ذات پر اور ایک حق کا دعوی کیا مقر لہ پر تو اسکا اقرار حجت ہی اور اسکا دعوی بلا حجت مقبول نہیں کذا فی المحیط وحینئذ یستحلف المقر له فیهما اور اسوقت میں قسم لیجائیگی مقر سے دونوں دین میں یعنی تاجیل اور اجارے میں یعنی درصورت عدم گواہ مقر کے واسطے مالوا قر بالدراهم السود فکذبه فی صفتها حیث یلزمه ما اقر به فقط لان السود نوع والاجل عارض لثبوته بالشرط والقول للمقر فی النوع وللمنکر فی العوارض بخلاف اسکے کہ اگر اقرار کیا سیاہ درہموں کا مقر لہ نے اسکی تکذیب کی درہموں کی صفت میں یعنے اسکے سیاہ ہونے میں اسواسطے کہ مقر کو وہی فقط لازم ہونگے جسکا اقرار کیا اسواسطے کہ سیاہ قسم ہی درہموں کی اور مدت دین میں عارض ہی بسبب ثابت ہونے مدت کے شرط کرنے سے اور حالانکہ مقر کا قول قسم میں مقبول ہی اور منکر کا

ملخص از فتح القدیر

مقر لہ کا دعوی کہ یہ غلام میرا ہی بجہت ہزار درہم کے مقر کے ذمہ ہیں مقر کا انکار کرنا مقر لہ کا گواہ پیش کرنا مقر کا گواہوں کو جھٹلانا مقر لہ کا قسم کھانے سے انکار کرنا مقر کا قسم کھانا مقر لہ کا دعوی کرنا کہ مقر نے میرے ہاتھ غلام بیچا ہی مقر کا انکار کرنا مقر لہ کا گواہ پیش کرنا مقر کا گواہوں کو جھٹلانا مقر لہ کا قسم کھانے سے انکار کرنا مقر کا قسم کھانا مقر لہ کا دعوی کرنا کہ مقر نے میرے ہاتھ غلام بیچا ہی مقر کا انکار کرنا مقر لہ کا گواہ پیش کرنا مقر کا گواہوں کو جھٹلانا مقر لہ کا قسم کھانے سے انکار کرنا مقر کا قسم کھانا

عوارض ہیں مقبول ہو یعنی مدت عارض ہو کہ جنس عقد ثابت نہیں ہوتی ہو بلکہ شرط کرنے سے ثابت ہوتی ہو اور عارض ہیں مکر کا قول مقبول ہو کذا فی الحموی
کا قرار الکفیل بدین موجل فان القول لدی الاجل للثبوت وکفالۃ الموجل بلا شرط جیسے ضامن کا اقرار دین مؤجل کا اسواسطے کہ مدت میں ضامن
ہی کا قول مقبول ہو بسبب ثابت ہونے مدت کے ضمانت موجل ہیں بدون شرط کرنے کے پھر اسواسطے کہ ضمانت ہیں مدت نوع ہو نہ عارض کہ شرط پر اسکا ثبوت
موقوف ہو کذا فی الحموی وشراء کامۃ منتقبۃ اقرار بالملک للبائع کثوب فجواب اور نقاب والی لونڈی کا خریدنا ملک بائع کا اقرار ہی ہے
گٹھری کے اندر کپڑے کا خریدنا ملک بائع کا اقرار ہو ولکن الاستیام والاستیداء وقبول الودیعۃ بحر والاعارۃ والاستیجار
ولومن وکیل فلک اقرار بملک ذی الید فمنع دعواہ لنفسہ ولغیرہ بوکالۃ او وصایۃ للتناقض اور اسیطرح طلبگاری خریدو مول
چکانا اور طلبگاری ودیعت رکھنے کی اور ودیعت کو قبول کرنا کذا فی البحر اور اجارہ اور طلبگاری ہبہ اور طلبگاری اجارہ اگر صاحب ذی الید کے وکیل سے ہو تو یہ
سبھی امور مذکورہ ملک ذی الید کے اقرار ہیں تو اب طلبگار مذکور کو اسکا دعوی کرنا اپنی ذات کے واسطے یا غیر کے واسطے ہبہ یا اجارہ وکالت یا وصیت کے جائز نہ ہوگا بسبب
تناقض کے یعنی پہلے وہ فعل کرنا جو ملک ذی الید پر دلالت کرے پھر اپنی ملک یا غیر کی ملک کا اسمیں دعوی کرنا صریح تناقض ہے بخلاف ما لو عکس جمیع
الدعوی ثم الدعوی بعد العدم التناقض ذکرہ فی الدر وقبول الاقرار وصحتہ فی الجامع خلافا للتصحیح الوھبانیۃ بخلاف
اسکے اسکا برعکس کرنے سے یعنی جمیع دعاوی سے پھر دعوی کرنے کے بواسطہ وکالت اور وصایت کے بسبب عدم تناقض کے اسواسطے کہ ایسا کرنا شخص کا اپنے مال
کے جمیع دعاوی سے اسکا مقتضی نہیں کہ غیر کیطرف سے بھی اسپر دعوی نکرے ذکر کیا ہو اسکو در بحر میں کتاب الاقرار سے پہلے اور صحیح کہا ہو اسکو جامع صغیر میں
بر خلاف تصحیح وہبانیہ جامع صغیر میں اسکی تصحیح کی ہو کہ استیام اور استیجار اور استعارہ مانند اسکے اقرار ملک مسلم منہ اور مستاجر منہ اور مستعار منہ ہی اور وہبانیہ
میں ہو کہ امور مذکورہ ملک ذی الید کا اقرار نہیں اسواسطے کہ بیع مثلاً شاید بائع کے ہاتھ میں بطور عاریت یا غصب کے ہو اور ذی الید وکیل یا فضولی ہو تو بائع
کی ملکیت ثابت ہوئی اور یہ روایت زیادات کے موافق ہو کذا فی الطحطاوی وموفق شارحہا الشرنبلالی بانہ ان قال بعنی ھذا کان اقرارا وان
قال انا بیعہ ھذا لا یؤیدہ مسئلۃ کتابۃ وختمہ علی صک البیع فانہ لیس باقرار بعبد الملک اور وہبانیہ کے شارح شرنبلالی نے جامع صغیر اور زیادات سے
اسطرح توفیق کی ہو کہ اگر یوں بولا کہ میرے ہاتھ بیچ اسکو تو یہ قول اقرار ہوگا یعنی اسواسطے کہ وہ جازم ہے اسکی ملک کا اور طالب خریدنے کا اور اگر یوں بولا کہ کیا تو
اسکو بیچتا ہے تو اقرار نہ ہوگا یعنی اس احتمال سے کہ اسکے ہاتھ عاریت منظور ہو کہ اپنی ملک اور جو از بیع کا مدعی ہوتا ہے یا نہیں اور مؤید قول شرنبلالی ہو اسکی کتابت
اور جیسا مہر کرنے کا مسئلہ اسواسطے کہ بیعنامہ لکھنا اور اسپر مہر کرنا اپنی عدم ملک کا اقرار نہیں ہو تو کاتب اور خاتم کو بعد اسکے اسکا دعوی کرنا اپنے واسطے
یا غیر کے واسطے جائز ہو تو یوں پوچھنا کہ ترا اسکو بیچنا ہی بطریق اولے عدم ملک ذی الید کا اقرار ہوگا کذا فی الطحطاوی ولہ علی مائۃ ودرھم کلہا دراہم
وکذا بالکیل والموزون استحسانا اور اس قول میں کہ اسکے میرے اوپر سو اور ایک درہم ہو وہ تمام درہم ہیں یعنی سو درہم اور ایک درہم اور اسطرح
کیل اور موزون از روئے استحسان کے ہم قیاس ہی کہ مقر کو فقط معلوم یعنی ایک درہم لازم ہوا اور اسکی تفسیر اس سے کروائی جاوے کہ سو درہم مراد ہی یا اسو
کپڑے اور اسی قیاس کو امام شافعی نے لیا ہی وجہ استحسان یہ ہی کہ درہم بیان ہی مائۃ کا عادت میں اسواسطے کہ لوگ ثقیل جانتے ہیں درہم کو دو بارہ یوں اور
کفایت کرتے ہیں ایکبار کے بولنے پر اور یہ وہاں ہی جو بکثرت مستعمل ہو مانند کیل اور موزون کے کہ ذمے پر ثابت ہوتے ہیں سلم اور قرض الثمن میں
بخلاف ثیاب اور غیر کیل اور غیر موزون کے کہ انکا وجوب ذمہ میں پر اوسطرح بکثرت نہیں کذا فی الطحطاوی دفی مائۃ وثوب مائۃ وثوبان
نفسر المائۃ لانہا مبہمۃ اور اس قول میں کہ اسکا مجھ پر سو اور ایک کپڑا ہی اور سو اور دو کپڑے ہیں سو کو وہ یا تمت کیا جائے گا مقر سے کہ کیا اسکی
مراد ہی اسواسطے کہ وہ مبہم ہی غیر مفسر وفی مائۃ وثلثۃ اثواب کلہا ثیاب خلافا للشافعی قلنا الاثواب لم تذکر بحرف فانصرف التفسیر

سلم جمیع حقوق طبع بحق ناشران محفوظ ہیں

الیھما لا ستوائھما فی حاجۃ الیہ اور اس قول مین کہ مجھپر ایک سو اور تین کپڑے ہین وہ سب کپڑے لازم ہونگے یعنی سو کپڑے اور تین کپڑے بخلاف امام شافعی کے کہ انکے نزدیک تین کپڑے لازم ہونگے اور سو کی تفسیر متکلم سے دریافت کیجائیگی ہم کہینگے کہ جواب دیتے ہین کہ اثواب بصیغۂ جمع کے ہمراہ لفظ ثلثۃ کے ہمراہ ضعف مذکور نہین تو تفسیر بائۃ اور ثلثۃ دونون کیطرف پھر گئی اسواسطے کہ تفسیر کیطرف محتاج ہونے مین معطوف اور معطوف علیہ دونون برابر ہین ولا قرار بدینۃ فی صطبل تلزمہ الدابۃ فقط اور جانور کا اقرار ہمراہ اصطبل کے اسواسطے کہ غیر منقول مین شیئین کے نزدیک غصب ثابت نہین ہوتا ولا صل ان ما یصلح ظرفا فان امکن نقلہ لزماہ ولا لزم المظروف فقط خلافا لھما وان لم یصلح لزم الاول فقط کقولہ درھم فی درھم درھم اور قاعدہ کلیہ اس قسم کے مسائل مین یہ ہے کہ جو چیز ظرف ہونے کی لیاقت رکھتی ہو اگر اُس چیز کا اور سمالے جانا ممکن ہو تو مقر کو ظرف اور مظروف دونون لازم ہونگے اور اگر نقل ممکن متصور نہین جیسے اصطبل کا تو فقط مظروف لازم ہوگا مقر کو چنانچہ جانور بخلاف محمد کے اُنکے نزدیک ظرف اور مظروف دونون لازم ہین اور اگر وہ چیز ظرف ہونے کی صلاحیت نہین رکھتی تو فقط پہلی چیز لازم ہوگی چنانچہ یون کہنا کہ مجھپر ایک درم ہو درہم کے اندر کنانی الدار یعنی اس صورت مین درہم اول لازم ہوگا ندر خانی ہوا سواسطے کہ اسمین ظرف ہونے کی لیاقت نہین اور نقل ظرف کی مثال چنانچہ کھجور ٹوکری مین اور طعام کشتی مین اور گیہون کون مین کنانی الدار قلت ومعادہ انہ لو قال ھابۃ فی خیمۃ لزماہ ولو قال ثوب فی درھم لزمہ الثوب لھما ربح میں کہتا ہون اور اس قاعدے سے مستفاد ہوتا ہے کہ اگر کہا مجھپر جانور ہے خیمے مین تو جانور اور خیمہ دونون لازم ہونگے اسکو یعنی اسواسطے کہ نقل خیمہ ممکن ہوا اور اگر یہ کہا کپڑا درہم مین مجھپر ہے تو فقط کپڑا لازم ہوگا اور اسکو مین نے صحیح نہین دیکھا تو اسکی تحریر کرنی چاہیے ہم طحاوی نے کہا کہ اسکا جواب قاعدے سے ظاہر ہی انتہی یعنی تو اب تحریر کی کیا حاجت ہے وبخاتم تلزمہ حلقتہ وفصہ جمیعا اور انگوٹھی کے اقرار مین اسکو اسکا حلقہ اور اسکا نگین سب لازم ہوگا یعنی اسواسطے کہ خاتم عبارت ہے حلقہ اور نگین سے وبسیف جفنہ وحمائلہ ونصلہ اور تلوار کے اقرار مین اسکا میان اور پیتلا اور کوتھی لازم ہی وبجلۃ بجاء فجلیہ بیت من شعر وسوداء العیدان والکسوۃ اور جھاڑ کے اقرار مین لکڑیان اور کپڑے لازم ہونگے جھاڑ سے مطلب یہ ہے کہ عبارت ہو اُس کوٹھری سے جو گوسفند اور پرندون اور چارپائیون سے ہم طحاوی نے کہا بروجب اس تفسیر کے کہ کوٹھری بھی لازم ہوگی اور حموی مین ہے کہ بعضون نے کہا کہ جھاڑ یہ ہے جو لکڑی اور کپڑے سے بنایا جاوے اور کتاب کے موافق یہی قول ظاہر ہے انتہی تو بروجب اس تفسیر کے جھاڑ یا فتح کا ترجمہ چھپر کھٹ ہوا اور اب اختلاط انصاری سے اسکو مسہری بھی بولتے ہین وتمر فی قوصرۃ او بطعام فی جوالق او فی سفینۃ او ثوب فی مندیل او فی ثوب یلزمہ الظرف کالمظروف فلما قدمناہ اور اس اقرار مین کہ مجھپر کھجور ہے ٹوکری مین یا طعام ہے گون مین یا کشتی مین یا کپڑا ہے رومال مین یا کپڑے مین اسکو ظرف مظروف کے مانند لازم ہوگا اُس دلیل سے جسکو پہلے سے ذکر کیا یعنی ظرف منقول مین ظرف اور مظروف دونون لازم ہو جاتے ہین ومن قوصرۃ مثلا لا تلزمہ القوصرۃ ونحوھا اور کھجور کے اقرار مین ٹوکری سے مقرر ہو کہ ٹوکری اور مانند اُسکے کوئی ظرف لازم نہوگا مراسواسطے کہ من انتزاع کے واسطے ہوتی ہے متبوع کا اقرار ہوگا نہ متبوع منکا کذا فی الطحاوی کثوب فی عشرۃ وطعام فی بیت فیلزمہ المظروف فقط ما دام العشرۃ لا تکون ظرفا لواحد عادۃ جیسے کپڑے کا قرار دس کپڑون مین اور طعام کا اقرار کوٹھری مین تو اُسکو فقط مظروف لازم ہوگا بدلیل گذشتہ اسواسطے کہ دس کپڑے ایک کپڑے کا ظرف نہین ہوتے عادت مین وبخمسۃ فی جمسۃ ومعنی علی والضرب بخمسۃ لما مر والزمہ زفر بخمسۃ وعشرین اور اقرار کیا کہ علی خمسۃ فی خمسۃ او لفظ فی کو بمعنے علی کے قصد کیا یا ضرب عدد کا ارادہ کیا تو پانچ لازم ہونگے اسوجہ سے جو کتاب الطلاق مین مذکور ہوچکی اور زفر نے مقرر ہمیشہ لازم کیے ہم چونکہ علی مقتضی انفصال اور تمیز ہین مقتضی جمع لہذا فقط پانچ لازم ہوئے کتاب الطلاق مین یہ مذکور ہوچکا غفر لہ الباری

زیادہ کرتی ہو نہ مال کو تو جب تو نے خمسۃ فی خمسۃ کیا تو اس سے تو نے یہ ارادہ کیا کہ ہر درہم کے دراہم خمسہ سے مثلاً پانچ پانچ جزیں اور واحد الجنس ہیں ہر ایک جنس سے کہا کہ علی عشرۃ فی عشرۃ اور ضرب کا ارادہ کیا پھر اگر کثیر اجزا کا قصد کیا تو پھر لازم نہ ہوں گے مگر دس اور اگر کثیر عین کا ارادہ کیا تو سو لازم ہوں گے اور اگر ضرب کی نیت کی اور دوسری چیز کی نیت نہ کی یعنی نہ کثیر اجزا یا کثیر عین کی نیت کی تو اسکو دس لازم ہوں گے اجزا کی نیت پر محمول کریں گے انتہی اس سے معلوم ہوا کہ ایسی صورت میں خلاف ہی نہیں کا کذا فی الطحطاوی وعشرۃ ان عنی مع کما مر فی الطلاق اور دس لازم ہوں گے اگر فی بجنس مع مراد کیے گا جیسا کہ پہلے طلاق میں ومن درہم الی عشرۃ او ما بین درہم الی عشرۃ تسعۃ لدخول الغایۃ لا لو فی ضرورۃ اذ لا وجود لما فوق الواحد الا بضم الثانیۃ وما بین الحاصلین اور یوں اقرار کیا کہ مجھ پر ایک درہم سے دس تک یا ما بین ایک درہم کے دس تک تو درم لازم ہونگے بسبب داخل ہونے پہلی حد یعنی ایک درہم کے بطریق ضرورت اسواسطے کہ ما فوق الواحد یعنی دوسرے اور تیسرے درہم کا وجود ہو نہیں سکتا بدون پہلے درہم کے بخلاف دوسری حد کے یعنی دس کے اور بخلاف ما بین الحاصلین کے دونوں حدین داخل محدود نہیں ہم امام کے نزدیک محدود ہیں حدود داخل نہیں ہوتیں اسواسطے کہ حد غایر محدود ہی لیکن یہاں پہلی حد کے داخل کرنے میں ضرورت واقع ہوئی اسواسطے کہ دوسری اور تیسری درم متحقق نہیں ہو سکتی بدون پہلی درم کے تو پہلی حد میں ضرورت سے محدود میں داخل ہوئی اور دوسری حد کے داخل کرنے میں کوئی ضرورت داعی نہیں کذا فی السراج فلذا قال وفی لعشرۃ خاتطۃ الکثیر لزمہا جمیعا الا فنیز لانہ الغایۃ الثانیۃ سواسی سبب سے یعنی مخالفت مذکورہ کے مصنف نے کہا اور اس اقرار میں کہ اس شخص کے میرے اوپر ایک گرگیوں ہیں جو کے ایک کر تک تو اسپر دونوں کر لازم ہوں گے سوائے ایک قفیز کے اسواسطے کہ قفیز دوسری حد ہو ہم گرگیوں کا کان بڑا پیمانہ ہے جسمیں چند قفیز سماتے ہیں اور قفیز کر سے چھوٹا پیمانہ ہے علماء نے قدوری سے نقل کیا کہ امام نے مثال مذکور میں تمام کر کو غایت قرار نہیں دیا اسواسطے کہ عادت میں غایت زیادہ نہیں ہوتی نصف سے اور نہ نصف اسکی لہذا قفیز کو غایت ٹھہرایا ولو قال لہ علی عشرۃ دراہم الی عشرۃ دنانیر یلزمہ الدراہم وتسعۃ دنانیر عند ابی حنیفۃ لما مر نہایۃ اور اگر یوں کہا کہ اسکے مجھ پر دس درم ہیں دس دینار تک تو اسکو دراہم اور نو دینار لازم ہوں گے ابو حنیفہ کے نزدیک بدلیل گذشتہ کذا فی النہایۃ یعنی اسواسطے کہ غایت ثانیہ داخل نہیں ہوتی وفی لہ من دارہی ما بین ہذا الحائط الی ہذا الحائط لہ ما بینہما فقط لما مر اور اس قول میں کہ اسکا میرے گھر میں سے ما بین اس دیوار کے جو اس دیوار تک متصل کے واسطے دونوں دیواروں کا فقط ما بین لازم ہوگا بدلیل گذشتہ یعنی من درہم الی عشرۃ میں پہلی حد بسبب ضرورت کے داخل ہوئی تھی اور یہاں کچھ ضرورت نہیں لہذا دونوں دیوار میں حدود ہیں داخل نہوں گی فقط ما بین الحائطین لازم ہوگا وصح الاقرار بالحمل المحتمل وجودہ وقتہ ای وقت الاقرار بان تلد لدون نصف حول لو منزوجۃ او لدون حولین لو معتدۃ لثبوت نسبہ اصح صحیح ہوا اقرار اس حمل کا جسکا موجود ہونا محتمل ہو اقرار کے وقت اسطرح پر کہ لونڈی میں نے نصف سال سے کمتر مدت میں اگر وہ منکوحہ ہو یا دو سال سے کمتر میں اگر وہ عدت میں ہو بسبب غایت ہونے اسکے عدت تک ہم یعنی لونڈی یا جانور کے حمل کا اقرار دوسرے شخص کے واسطے صحیح ہی اسطرح کہ میری اس لونڈی یا بکری کا حمل یعنی بچہ اسکا فلانے شخص کا ہی اگرچہ اسکا سبب بیان نکرے اسواسطے کہ اسکی تصحیح کی وجہ موجود ہے کہ کسی شخص نے متقرر کے واسطے حمل کی وصیت کی ہو گی اور وہ مر گیا پھر اسکے وارث نے اسکا اقرار کیا کذا فی الدرر والطحطاوی ولو الحمل غیر آدمی وبقدر بادنی مدۃ یتصور ذلک عند اہل الخبرۃ زیلعی لکن فی الجوہرۃ اقل مدۃ حمل الشاۃ اربعۃ اشہر واقلہا لبقرۃ الدابۃ ستۃ اشہر حمل کا اقرار صحیح ہو اگر چہ غیر انسان کا حمل ہو اور جانور کے حمل کا اندازہ ہو گا اس کتب مدت سے جو اسکے واسطے متصور ہو تجربہ کاروں کے نزدیک کذا فی الزیلعی لیکن جوہرہ میں ہے کہ بکری کی اقل مدت حمل چار مہینے ہیں اور باقی جانوروں کی اقل مدت چھ مہینے ہیں ودعا لہ ان بین المقر سببا صالحا یتصور بالحمل کالارث والوصیۃ کقولہ مات ابوہ فورثہ او اوصی لہ بہ فلان فجوفہ فلانا فلا کہا یاتے اور حمل محتمل الوجود کے واسطے اقرار کرنا صحیح ہو

یعنی یوں کہنا کہ یہ مال اس لڑکے کا ہے جو اس عورت کے پیٹ میں ہے صحیح ہے بشرطیکہ مقر اسکے مالک ہونے کا ایسا سبب صالح بیان کرے کہ اسکے واسطے ممکن و متصور ہو چنانچہ ارث اور وصیت جیسے مقر کا یوں کہنا کہ اس بچہ کا باپ مر گیا سو وہ اسکا وارث ہوا یا اس مال کی اسکے واسطے فلانے شخص نے وصیت کی ہے تو اقرار جائز ہوگا اور اگر سبب صالح بیان نکرے تو اقرار جائز نہیں چنانچہ عنقریب اسکا ذکر آوے گا فان ولدته حیا لاقل من نصف حول من اقر فله ما اقر وان ولدت حیین فلهما نصفین ولو احدهما ذکرا لا خرانثی فکذلك فی الوصیة بخلاف امیراث ای فانه یعطی للذکر مثل حظ الانثیین سو اگر عورت جنی اسکو زندہ نصف سال سے کمتر جنی ہو تب تو اقرار کیا تو وہ مال اسکا ہے جسکا اسنے اقرار کیا اگر وہ زندہ لڑکے جنی تو دونوں کے واسطے نصف نصف مال ہوگا اور اگر ایک نر ہو اور دوسرا مادہ تو اسیطرح نصف نصف مال دونوں کو ملے گا بخلاف میراث کے یعنی نر کو مادہ کے دوہرے ملینگے ہم اور اگر چھ مہینے سے زیادہ مدت میں جنے گی تو اسکو کچھ نہ ملے گا مگر بصورت معتدہ ہونے عورت کے دو سال سے کہ بین کذا فی الحوی وان ولدت میتا فیرد الورثة ذلك الموصی والمورث لعدم اهلیة الجنین اور اگر عورت مردہ بچہ جنی تو وہ مال اس موصی اور مورث کے وارثوں کو پھیر دیا جاے بسبب عدم اہلیت جنین کے یعنی مردہ بچہ میراث اور وصیت کی لیاقت نہیں رکھتا وان فسره بما لا یتصور کهبة او بیعا واقراضا او اقرارا لم یعتبر وان سببا لغا وحمل مجمل المبهم علی السبب الصالح وبه قالت الثلثة اور اگر مقر نے ایسا سبب بیان کیا جو ممکن و متصور نہیں چنانچہ ہبہ یا بیع یا قرض دینا یا اقرار کرنا مبہم رکھا اور اسکا سبب بیان نکیا تو اقرار لغو ہوگا اور مجمل نے سبب مبہم کو سبب صالح پر محمول کیا ہے اور یہی قول ہے ائمہ ثلثہ کا ہم چند کہ ہبہ اور بیع اور قرض دینا جنین سے محال تھا اسواسطے کہ امور مذکورہ اس سے متصور نہیں حقیقۃً اور یہ تو صحیح ہے اور نہ حکماً اسطرح کہ اسکی طرف سے کوئی اسکا ولی افعال مذکورہ صادر کرتا اسواسطے کہ اسکو کسی کی ولایت نہیں لہذا اقرار مذکور لغو ٹھہرا اور سبب مبہم کے اقرار کی یہ صورت ہے کہ یہ کہے اور یہ فلانی عورت کے حمل کی فلانی چیز ہے کذا فی الدرر واما الاقرار للموضع فانه صحیح وان بین المقر به بیانا غیر صالح منه حقیقة کالا قراض او ثمن مبیع لان هذا المقر محل لثبوت الدین للصغیر فی الجملة اشیاء اور شیر خوار بچہ کے واسطے تو اقرار کرنا صحیح ہے اگرچہ مقر شیر خوار کے جانب سے سبب غیر صالح فی الحقیقۃ بیان کرے چنانچہ قرض دینا یا ثمن مبیع کا اسواسطے کہ یہ مقر بہ دین صغیر کا فی الجملہ محل ہو سکتا ہے کذا فی الاشباہ یعنی باعتبار تجارت کرنے اپنے ولی کے جانب جنین کے اقر بشرط الخیار ثلثة ایام لزمه بلا خیار لان الاقرار اخبار فلا یقبل الخیار وان وصلیة صدقة المقر له فی اخبار التقیید تصل بقدر التنفس باقرار کیا بشرطیکہ تین روز کا اختیار رکھے تو اسکو تین روز لازم ہوگا بلا خیار اسواسطے کہ اقرار اخبار ہے تو خیار کو نہ قبول کریگا اگرچہ مقر اسکی تصدیق کرے خیار میں تو بھی اسکی تصدیق معتبر نہ ہوگی مگر قرض یا غصب یا ودیعت یا عاریت کے اقرار میں تین دن کے خیار کی گنجایش اسواسطے نہیں کہ شرط خیار سے مقصود فسخ ہے اور جبکہ اقرار ہی اسوجہ سے کہ وہ صیغہ لازمہ ہے احتمال فسخ کا نہیں لہذا اسمیں شرط خیار جائز نہیں اور مال مقر بہ لازم ہوگا کذا فی الطحطاوی کالا اذا اقر بقبض رجوعه بالخیار له فیصح باعتبار العقد اذا صدقه او برهن فلذا قال لا ان یکذب به المقر له فلا یصح کانه منکر وتقبل اقرار قابل خیار نہیں مگر جبکہ مقر نے اس عقد بیع کا اقرار کیا جو بشرط اختیار متعاقد ہوئی تو اقرار مع شرط الخیار صحیح ہے باعتبار عقد بیع کے بشرطیکہ مقر لہ اسکی تصدیق کرے یا مقر اسپر گواہ لاوے سو اسواسطے مصنف نے کہا مگر یہ کہ مقر لہ مقر کی تکذیب کرے تو صحیح نہ ہوگا اسواسطے کہ مقر لہ منکر ہے اور قول تو منکر کا مقبول ہے یعنی درصورت عدم برہان مقر بہ عقد بیع کا اقرار یعنی اس دین کا اقرار کرے جو بسبب عقد بیع کے اسپر لازم آیا یعنی یوں کہے کہ میرے اوپر ہزار درم ثمن بیع الثنیا کے ہیں کا اقرار کرے بدین بسبب کفالة علی انه بالخیار فی مدة ولو المدة طویلة او قصیرة فانه یصح اذا صدقه لان الکفالة عقد ایضا بخلاف ما لو قال انه بالخیار فی مدة یعطی لان افعال الخیار لا تقبل جیسے دین کا اقرار ضامنی کے سبب سے باین شرط کہ اسکو اختیار ہے مدت میں اگرچہ مدت طویل ہو اقصیرہ صحیح ہے جبکہ مقر لہ اسکی تصدیق کرے اسواسطے کہ ضامنی بھی عقد ہے بخلاف اسکے جو مذکور ہو چکا اسواسطے کہ وہ یعنی قرض یا غصب و ودیعت یا عاریت افعال ہیں

کہ شرط خیار کے تابع نہیں کذا فی الزیلعی الامر بکتابۃ الاقرار اقرار حکما فاتہ کما یکون باللسان یکون بالبنان فلہ کان للصکاک ان یکتب فی صکہ اقر عندی بکذا وللکاتب ان یکتب فی صکہ اقر عندی بکذا لانہ حق وجود خانہ میں کہ ۱۲ امر اس کے لکھنے کا اقرار حکمی ہو اسواسطے کہ جیسے اقرار زبان سے ہوتا ہو ویسے ہی انگلیوں کے پوروں کے لکھنے سے ہوتا ہو تو اگر ایک شخص نے قبالہ نویس کو کہا کہ تو میرے اس قرار کا کہ مجھ پر ہزار درم ہیں یا لکھ میرے گھر کا یا بیعنامہ یا میری عورت کا طلاق نامہ تو اقرار صحیح ہو خواہ قبالہ نویس اس کو لکھے یا نہ لکھے اور قبالہ نویس کو حلال ہو اسکی گواہی دینا سوائے حدود اور قصاص کے کذا فی الخانیہ ھذا مما یکتب اقرارا حکمیا سوائے اس کے کہ امر انشا ہو اور اقرار انبا تو دونوں ایک ہیں حقیقت میں مگر مراد یہ ہو کہ امر کتابت سے اقرار جب حاصل ہوا تو اقرار حاصل ہو گیا کذا فی الدرر وقد منا فی الشہادۃ عدم اعتبار مشابہۃ الخطین اور کتاب الشہادات میں کہ عدم اعتبار شابہت خطین کو ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں ہم تو اگر مدعی نے ایک شخص پر دعوی کیا اور مدعا علیہ کے ہاتھ کا لکھا اقرار نامہ کا ہو اور مدعا علیہ کو ہو اسکا سوا اس سے کچھ لکھا یا گیا اور اسنے لکھا تو یہ خط اقرار نامہ کے خط سے مشابہ نہ کا تو اسپر ثبوت دعوی کا بدون گواہوں کے حکم نہ ہوگا اور یہی قول صحیح ہو اور بعضوں کے نزدیک حکم ہوگا انما یقاری ہایہ ہو کذا فی الظہیریہ وصورت احد الورثۃ اقر للمدعی بہ علی مورثہ وجحد الباقون یلزمہ الدین کلہ یعنی ان وفی ما ورثہ بہ برہان وشرح مجمع میں ایک وارث نے اس دین کا اقرار کیا جو کہ اسکے مورث کے کسی مدعی نے دعوی کیا اور باقی وارثوں نے انکار کیا تو وارث مقر پر وہ سب دین لازم آوے گا یعنی بشرطیکہ جو مال اسنے وراثت میں پایا ہو وہ اداے دین میں کفایت کرے کذا فی البرہان وشرح مجمع ہم مثلاً سو درم کا دعوی ہو اور سو درم یا زیادہ وارث مقر کو میراث میں ملے تو وارث کو سو درم دینے پڑیں گے اور لازم کل دین کا یہ مطلب نہیں کہ اگر وہ ہزار درم چھوڑے تو بھی اسپر سو درم لازم ہوں گے وقیل حصۃ واختارہ ابو اللیث دفعا للضرر اور بعضوں نے کہا کہ وارث پر بقدر اسکے حصے کے دین لازم ہوگا اس قول کو پسند کیا ہو فقیہ ابو اللیث نے مقر کے دفع ضرر کے واسطے یعنی اسنے اس دین کا اقرار کیا ہو جو کل ترکہ سے متعلق ہو تو اسپر لازم نہ ہوگا مگر بقدر اسکے حصے کے ولو شھد ھذا المقر مرارا فان الدین کان علی المیت قبلت ویھدر اعلم انہ لا یحل الدین فی نصیبہ بمجرد اقرارہ بل بقضاء القاضی علیہ باقرارہ فلتحفظ ھذہ الزیادۃ دوسرے اور اگر اس وارث مقر نے دوسرے گواہ کے ساتھ اسکی گواہی دی میت پر تو تہائی گواہی ہو مقبول ہو اور اس سے یعنی قبول شہادت مقر سے دوسرے شاہد کے ساتھ یہ معلوم ہوا کہ وارث مقر کے حصے میں دین علول نہ کرے گا بجز اسکے اقرار کرنے کے بعد قاضی کے حکم کرنے سے پھر جب اسکے اقرار کے دین لازم ہوگا تو اس زیادت کو یعنی عدم لزوم اقرار الا بالقضا کو یاد رکھنا چاہیے کذا فی الدرر مجرد اقرار سے دین لازم نہ آیا سوائے اسکے کہ اگر اسکے اقرار سے سب دین اسپر لازم آتا پھر وہ دوسرے شاہد کے ساتھ گواہی دیتا اور گواہی مقبول ہوتی تو اس مقر پر بقدر اسکے حصے کے لازم ہوتا تو اسکی گواہی میں اسپر سے دفع مضرت ثابت ہوئی اور جو ایسی گواہی ہو تو وہ مقبول نہیں پھر اسکی گواہی کا مقبول ہونا اس دلیل پر کہ اسکا اول اقرار معتبر نہیں اور ہمارا قرار سے دین لازم نہیں ہوتا مشکل ہوا سواسطے کہ آدمی کا اقرار حجت ہی اسکی ذات کے حق میں اور قاضی کا اسپر حکم کرنا مظہر حق ہونے میں ثابت اور اگر یہ مسئلہ فقیہ ابو اللیث کے قول پر مستخرج ٹھہرے تو ظاہر ہو اسواسطے کہ مقر نے اس گواہی سے اپنی ذات پر سے دفع مضرت نہیں کی کذا فی الطحطاوی واشھد علی الف فی مجلس واشھد رجلین آخرین فی مجلس آخر ولا بیان السبب لتم الملایان تقابلا کما لو اختلف السبب مقر نے دو گواہوں کو گواہ کیا ہزار پر ایک مجلس میں اور دو اور مردوں کو گواہ کیا دوسری مجلس میں بدون بیان کرنے سبب کے تو دونوں مجلسوں کی دونوں مال یعنی دو ہزار اسپر لازم ہوں گے چنانچہ اگر سبب دین مختلف ہو تو دو ہزار لازم ہوں گے ہم ملا بیان سبب کی یہ صورت ہو کہ اقرار کرے کہ زید کا مثلاً ہزار درم دین ہیں دونوں مجلسوں میں اور مختلف سبب کی یہ شکل ہو کہ ایک مجلس میں اقرار کرے کہ پھر ہزار درم ثمن اس لونڈی کا ہی اور دوسری مجلس میں کہے کہ مجھ پر ہزار درم ثمن اس غلام کا ہی بخلاف ما لو اتحد السبب والشھود او اشھد علی صلک واحد او اقر عند الشھود ثم عند آخر

او بعکسہ الا بمجلس آخر فلا بد ان یکون اقرارہ فی کل واحد من المجلسین کما ذکرنا او یقر بہ بین یدی الشاہدین ثم یشہدہما علی اقرارہ او یقر بہ بین یدی القاضی ثم یشہدہما علی اقرارہ او یقر بہ بین یدی القاضی ثم یشہدہما علی اقرارہ فی کل واحد من المجلسین کما ذکرنا ہذا ہو الصحیح من الروایۃ لان الشہادۃ لا تقوم الا بہذہ الصفۃ ہذا اذا کان المقر بہ مما یحتمل التکرار فان کان مما لا یحتمل التکرار کالنکاح والطلاق والعتاق والبیع والاجارۃ یکتفی بمجلس واحد لان ہذہ الاشیاء لا تحتمل التکرار فی مجلسین فلا یتصور الاقرار بہا فی مجلسین فیکتفی بمجلس واحد ولو اقر بالف فی مجلس وبالف فی مجلس آخر وشہد کل فریق علی احدہما لا یلزمہ شیء لان کل فریق شہد علی نصف ما اقر بہ فلا یثبت الا بشہادۃ فریقین ولو اقر بالف فی مجلس وبالف فی مجلس آخر وشہد فریق علی الف فی المجلسین وشہد فریق علی الف فی مجلس واحد یلزمہ الف لان الف فی المجلسین ثابت بشہادۃ فریقین والف فی مجلس واحد ثابت بشہادۃ فریق واحد ولو اقر بالف فی مجلس وبالف فی مجلس آخر وشہد فریق علی الف فی المجلسین وشہد فریق علی الف فی مجلس واحد یلزمہ الف لان الف فی المجلسین ثابت بشہادۃ فریقین والف فی مجلس واحد ثابت بشہادۃ فریق واحد ولو اقر بالف فی مجلس وبالف فی مجلس آخر وشہد فریق علی الف فی المجلسین وشہد فریق علی الف فی مجلس واحد یلزمہ الف لان الف فی المجلسین ثابت بشہادۃ فریقین والف فی مجلس واحد ثابت بشہادۃ فریق واحد

ولو اقر بالف فی مجلس وبالف فی مجلس آخر وشہد فریق علی الف فی المجلسین وشہد فریق علی الف فی مجلس واحد یلزمہ الف لان الف فی المجلسین ثابت بشہادۃ فریقین والف فی مجلس واحد ثابت بشہادۃ فریق واحد ولو اقر بالف فی مجلس وبالف فی مجلس آخر وشہد فریق علی الف فی المجلسین وشہد فریق علی الف فی مجلس واحد یلزمہ الف لان الف فی المجلسین ثابت بشہادۃ فریقین والف فی مجلس واحد ثابت بشہادۃ فریق واحد

باب الاستثناء

وما فی معناہ فی کونہ مغیرا کالشروط ونحوہ یہ باب ہے احکام استثنا میں اور جو استثنا کے ہم معنی ہو اقرار کے بدل ڈالنے میں جیسا کہ شرط اور مانند اسکے کے جب مصنف نے اقرار بالتنفیہ کا ذکر کیا تو اب اقرار مع التنفیہ کا ذکر شروع کیا مانند شرط کے یہ مثال ہو کہ اسکے میرے اوپر ہزار درم ہیں اس غلام کا ثمن جو میرے ترکہ میں ہیں الا ان یشاء اللہ عند ذکر بالباقی بعد الثنیا بانتباہ ما حاصل من مجموع التراکیب نفی وانتباہ باعتبار کالجزاء فالقائل لہ علی عشرۃ الا ثلاثۃ لہ عبارتان مطولۃ وہی ما ذکرناہ ومختصرۃ وہی ان یقول ابتداء لہ علی سبعۃ وہذا معنی قولہم تکلم بالباقی او الثنیا ای بعد الا لانہ استثناء وہو یعنی استثنا ہم حنفیہ کے نزدیک عبارت ہوا تی کے بولنے سے بعد استثنا کرنے کے بمجموع ترکیبات مثبتی اور مستثنی کی تمامل کے اعتبار سے نفی اور ثبات ہوا باعتبار اجزاء لفظ کے تو ہم قائل ہیں کے کہ علی عشرۃ الا ثلاثۃ یعنی سات درم کے اقرار کرنے والے کی دو عبارتیں ہیں عبارت طویل وہ جسکو ہمنے ذکر کیا یعنی لہ علی عشرۃ الا ثلاثۃ اور دوسری عبارت مختصرہ یہ ہے کہ ابتدا سے یوں کہے کہ اسکے میرے اوپر سات درم ہیں اور یہی مطلب ہے قولہم کے اس قول کا کہ استثنا باقی کا تکلم بعد استثنا کرنے کے وشرطہ الاتصال بالمستثنی منہ الا لضرورۃ لنفس او سعال او اخذ فم بید یلفظ اور صحت استثنا میں متصل ہونا مستثنی کا مستثنی منہ سے شرط ہے مگر عند الضرورت جیسے متکلم کا دم لینا یا کھانسی کا آنا یا منہ بند کر لینا یعنی کوئی شخص متکلم کا منہ بند کر لے اس قول پر فتوی ہے والتنفس بینہما لا یضر لانہ للتنبیہ والتاکید

باب الاستثناء

اور پکا زنا مقر کا مقر لہ کو امین مستثنیٰ درمستثنیٰ منہ کے ضرر نہیں کرتا اسواسطے کہ منادی کے آگاہ کرنے کے واسطے ہی اور تائید کے واسطے ہی اور تعیین مقر بہ مقر لہم جو ہر ہ میں ہی کہ اگر منادی مقر کہ نہو غیر ہو تو مضر ہو کذا فی الطحطاوی کقولہ لک علی الف درہم یا فلان الا عشرۃ منہا کہ تیرے میرے اوپر ہزار درہم ہیں اور فلانے مکروس درہم بخلاف لک علی الف فاشہد وا الا کذا ونحوہ مما یعد فاصلا لان الاشہاد یکون بعد تمام الاقرار فلم یعمل الاستثناء بخلاف اس تو اسکے کہ تیرے میرے اوپر ہزار درہم ہیں سو گواہ رہو مگر اتنے اور مانند اسکے اس قسم سے جو فاصل نہار ہو اسواسطے کہ گواہ کرنا اقرار تمام ہونے کے بعد ہوتا ہی تو میلا تھا شہادت سے استثناء صحیح نہوگا فمن استثنی بعض ما اقربہ صح استثناء ولو الا کثر عندنا الا کثر تو جو شخص کہ استثناء کرے بعض مقر بہ کو یعنی جسکا اقرار کیا ہی اسمیں سے بعض کو نکال دالے تو اسکا استثناء صحیح ہی اگرچہ مستثنیٰ منہ سے اکثر علمائے شو کے نزدیک ہم فرماتے ہیں نزدیک استثناء اکثر جائز نہیں اور جواز کی دلیل حق تعالےٰ کا یہ قول ہی (قولہ الا قلیلا نصفہ او انقص منہ قلیلا او زد علیہ) کذا فی الطحطاوی ولزمہ الباقی ولو مما لا یقسم کہذا العبد لفلان الا ثلثہ او ثلثیہ صح علی المذہب اور مقر کو باقی بعد الاستثناء لازم ہوگا اگرچہ مقر بہ اس قسم کا ہو جو قسمت پذیر نہیں ہوتا چنانچہ یہ قول کہ یہ غلام فلانے شخص کا ہی اسکا سوم حصہ یا دو ثلث اسکے صحیح ہی بنا بر مذہب قوی ولا استثناء المستغرق باطل ولو فیما یقبل الرجوع کوصیۃ لان استثناء الکل لیس برجوع بل ہو استثناء فاسد ہو الصحیح جوہرہ اور وہ استثناء جو کل مقر بہ کو مستغرق کرے باطل ہی اگرچہ اس چیز میں ہو جو قابل رجوع ہی چنانچہ وصیت اسواسطے کہ تمام کا استثناء کرنا رجوع نہیں بلکہ وہ فاسد استثنا ہی قول صحیح ہی کذا فی البحر وہم جوہرہ میں ہی کہ بعضوں کے نزدیک استثناء کل رجوع ہی اور بعضوں کے نزدیک جو رجوع نہیں استثناء فاسد ہی اسواسطے کہ اگر یہ موصی تمام موصی بہ کو استثناء کرے تو استثناء باطل ہوگا اور وصیت صحیح اور اگر رجوع ہوتا تو وصیت باطل ہوتی اسواسطے کہ وصیت میں رجوع کرنا جائز ہی کذا فی الطحطاوی وھذا ان کان الا استثناء بعین لفظ الصلۃ او مساویہ کما یاتی اور یعنی استثناء مستغرق کا باطل ہونا اس شرط سے ہی کہ مرے کی لفظ سے ہو بعینہ یا اسکے برابر سے ہو چنانچہ اسکا ذکر آرہے گا ہم استثناء بلفظ صدہ کے مثال نسائی طوالیق الا واحدۃ نسائی اور لفظ مساوی کی مثال نسائی طوالیق الا زوجاتی یا عبیدی احرار الا مالیکی وان بغیرہما لعبیدی احرار الا ھولاء او الا سالما وغانما وراشدا ومثلہ نسائی طوالیق الا ھولاء او الا زینب وعمرۃ وھندوھم الکل ھم الا ستثناء اور اگر استثناء مستغرق لفظ صدر یا مساوی کے منایہ ہو چنانچہ یہ قول کہ میرے غلام آزاد ہیں سوائے ان غلاموں کے یا سوائے سالم اور غانم اور راشد کے اور مانند اسکے یہ مثال ہی کہ میری عورتوں کو طلاق ہی مطلقہ ہیں سوائے ان عورتوں کے یا سوائے زینب اور عمرو اور ہند کے اور حالانکہ وہی مثال البحر یا سمیوں اسکے غلام یا سب عورتیں ہیں تو استثناء صحیح ہی وکذا ثلث مالی لزید الا الفا والثلث الف صح فلا یستحق شیئا اذا شرط ابہام البقاء لا حقیقۃ حتی لو طلقہا ستا الا اربعا صح وقع ثنتان اور اسیطرح یہ قول کہ میرا تہائی مال زید کا ہی سوائے ہزار کے اور حالانکہ کہا تہائی ہزار ہی تو باوجود استغراق استثناء صحیح ہی اور زید کسی چیز کا مستحق نہوگا اسواسطے کہ صحت استثناء کی شرط ابہام بقا ہی بعض مستثنیٰ منہ ہی نہ حقیقت بمعنا یہاں تک کہ اگر زوج نے زوجہ کو طلاق دی بطلقات متعددہ چار طلقات تو طلاق صحیح ہوگی اور طلقتین واقع ہوں گی ہم ابہام بقا باعتبار صورت لفظ کے ہی اسواسطے کہ استثناء تصرف لفظی ہی تو معنی کا اہمال اسکو منافی نہیں خلاصہ یہ ہی کہ عبیدی احرار الا سالما وغانما میں نکلم باباقی بعد الاستثناء ممکن ہی باعتبار لفظ کے اسواسطے کہ عبید کا لفظ غیر مذکورین کو بھی شامل ہی لیکن سالم اور غانم اور راشد اسواسطے کل عبید یہ سمجھے کہ انکے سوا مقر کسی اور غلام کا مالک نہیں تو یہ کلیت باعتبار لفظ کے نہوئی تو لفظ اسماء ہے اتنا ہوا کما ھم استثناء الکیل والوزنی والمعدود الذی لا تتفاوت احادہ کالفلوس ویجوز من الدراھم والدنانیر وبکم استثنیت الیقعۃ استحسانا للتوقیت فی الذمۃ فکانت کالثمنین جیسے صحیح ہوا استثناء کیل اور وزنی اور اس معدود کا جسکے افراد متفاوت نہیں ہوتے چنانچہ

فلوس رائج رواج کا درا ہم اور دنانیر سے اور اس صورت میں قیمت مستثنیٰ ہوگی بطریق استحسان کے بسبب ثابت ہونے کیلی اور وزنی اور معدود مذکور کے ذریعہ چاندی اور سونے کیلی تو اشیاء مذکورہ درہم اور دنانیر کے مانند ہوگئیں اس واسطے کہ یہ سب ثمن ہونے کی بابت فی الذمہ ہوتے ہیں تو انہیں استثنا کرنا باعتبار معنی کے بجنس واحد ٹھہرے اگرچہ صورت میں اجناس مختلفہ ہیں اسواسطے کہ یہ سب ثمن ہونے کی بابت فی الذمہ ہوتے ہیں تو انہیں استثنا کرنا باعتبار معنی کے نکرہ الباقی ہوا باعتبار صورت کے بخلاف استثناء ثوب کے درہم سے اسطرح کہ الّا علی مائۃ درہم الا ثوبا کہ یہ صحیح نہیں اسواسطے کہ ثوب کی مالیت معلوم نہیں کیونکہ متفاوت القیمت ہوتی ہے جہالت ہوئی مبہول کا استثنا ٹھہرا معلوم سے پس قیاساً اور استحساناً دونوں صحیح نہیں کذا فی الاتقانی ملخصاً وان استغرقت القیمۃ جمیع ما اقر بہ کالاستغراق بغیر المساوی فی کیلی وغیرہ کا استثنا درہم اور دنیا سے صحیح ہوگا اگرچہ اسکی قیمت تمام مقر بہ کو مستغرق ہوا اسواسطے کہ یہ غیر مساوی کا استغراق ہوا اور یہ جائز ہوتا ہے کیونکہ موجود بقاہر بخلاف ما لہ علی دینار الا مائۃ درھم لاستغراقہ بالمساوی فیبطل لانہ استثناء الکل بحر لکن فی الجوھرۃ وغیرھا علی مائۃ درھم الا عشرۃ دنانیر وقیمتھا مائۃ او اکثر لا یلزمہ شیء فحرر بخلاف اس قول کے کہ اسکا میرے اوپر ایک دینار ہے مگر سو درم کہ یہ صحیح نہیں بسبب استغراق استثنا کے مساوی سے تو استثنا باطل ہوگا کیونکہ یہ تمام مقر بہ کا استثنا ہوگا کذا فی البحر یعنی تب تو مقر مذکور پر دینار لازم ہوگا اور استثنا لغو ٹھہرے گا لیکن جوہرہ وغیرہا میں ہے کہ یہ قول کہ مجھ پر سو درھم ہیں مگر دس دینار اور حالانکہ قیمت ان دیناروں کی سو درھم ہو یا زیادہ تو مقر بہ کچھ لازم نہ ہوگا یعنی تو استثنا صحیح ٹھہرا باوجود استغراق المساوی کے اس تناقض کی تحریر اور توضیح کرنا چاہیئے علامہ حلبی نے کہا کہ ظاہر اس مسئلے میں دو قول ہیں بنی دو روایتوں پر کہ درا ہم اور دنانیر ایک جنس ہیں یا دو جنسیں ہیں واللہ تعالیٰ اعلم واذا استثنی عددین بینھما حروف الشک کان الاقل مخرجا نحو لہ علی الف درھم الا مائۃ درھما او خمسین درھما فیلزمہ تسعمائۃ وخمسون علی الاصح یعنی اور اگر ان دو عددوں کو استثنا کرے جنکے درمیان حرف شک اور تردد کا واقع ہو تو عدد کم مخرج ہوگا چنانچہ اس قول میں کہ میرے اوپر ہزار درھم ہیں مگر سو درھم یا پچاس درھم تو اسکو نو سو اور پچاس درھم لازم ہوں گے بقول اصح کذا فی البحر اسواسطے کہ کلمۂ شک استثنا میں کثرت کا مثبت ہوتا ہے واذا کان المستثنی مجھولا ثبت الاکثر نحو لہ علی مائۃ درھم الا شیئا او الا قلیلا او الا بعضا لزمہ احد وتسعون لوقوع الشک فی المخرج فیحکم بخروجہ الاقل اور جب کہ مستثنیٰ مجہول یعنی عدد غیر معین ہو تو اکثر عدد ثابت ہوگا چنانچہ اس مثال میں کہ اسکے میرے اوپر سو درھم ہیں مگر کچھ یا مگر قلیل یا مگر بعض تو مقر کو اکانوے لازم ہوں گے بسبب واقع ہونے شک کے مخرج میں تو کم کے خروج کا حکم ہوگا ہم اور قلت ثابت ہوتی ہے اگرچہ نصف سے ایک ہی درم ناقص ہو تو جب کے نصف یعنی پچاس سے اگر درم گھٹا یا تو اکاون باقی رہگئے ولو وصل اقرارہ بان شاء اللہ او فلان او علقہ بشرط علی خطر لا بکائن کان مت فانہ تنجیز بطل اقرارہ اور اگر مقر نے اپنا اقرار انشاء اللہ کے ساتھ ملایا یا فلانی شخص کی مشیت سے ملایا یا اقرار کو اس شرط سے معلق کیا جو یقینی نہیں متحمل الوجود ہو تو اقرار باطل ہوگا تعلیق شرط بتحقق یقینی کی چنانچہ یوں کہنا کہ اگر میں مر جاؤں تو یہ تعلیق نہیں تنجیز ہے یعنی نے الفور اقرار لازم ہوگا خواہ وہ مر جائے یا زندہ رہے اسواسطے کہ موت بالشک واقع ہونے والی ہے کذا فی البحر بقی لو ادعی المشیئۃ ھل یصدق لم ار وقد منا ہ فی الطلاق ان الاعتماد لا قل لکن الا قرار کذلک لتعلق حق العبد قالہ المصنف اقی رہی یہ بات کہ درصورت تعلیق بالمشیئۃ کے مشیت کا مدعی ہو تو اسکی تصدیق ہوگی یا نہیں میں نے اسکو مسطور نہیں دیکھا اور ہمنے کتاب الطلاق میں پہلے ذکر کیا ہے کہ درصورت ادعاء مشیت قول معتمد یہ ہے کہ تصدیق مدعی کی نہ ہوگی تو چاہیئے کہ اقرار بھی ایسا ہی بسبب متعلق ہونے حق العبد کے یہ قول ہے مصنف کا اپنی شرح میں وصح استثناء البیت من الدار لا استثناء البناء منھما لدخولہ تبعا فکان وصفا واستثناء الوصف لا یجوز اور صحیح ہے استثنا کرنا کوٹھری کا گھر سے نہ استثنا کرنا عمارت کا دونوں سے یعنی کوٹھری اور گھر سے اسواسطے کہ عمارت بیت اور دار میں بالتبع داخل ہے تو عمارت وصف ٹھہری اور وصف کا استثنا کرنا صحیح نہیں

ہم بنا پنجہ یہ قول صحیح نہیں کہ مکان یا غلام ہی گزشتگی سیاہی مقرلہ کی نہیں ہوا ان قال بناء هما لے وعرصتها لك فلها قال لان العرصة هي البقعة والبناء
حتی لو قال دارها لك كان له البناء ايضا لدخوله تبعا لا اذا قال بناءها لزيد والارض لعمرو فلها قال اور اگر یوں اقرار کیا کہ گھر کی
عمارت میری ہے اور اسکا عرصہ تیرا ہی تو ویسا ہوگا جیسا اُسنے کہا اسواسطے کہ عرصہ بقعہ ہی نہ عمارت یعنی عرصہ عبارت ہی بقعۂ خالی از عمارت سے تو اگر یوں
اقرار کرے گا کہ گھر کی عمارت میری ہے اور اُسکی زمین تیری ہی تو عمارت بھی مقرلہ کی ٹھہرے گی اسواسطے کہ عمارت گھر ہیں بالتبع داخل ہی گھر یوں کہے کہ گھر
کی عمارت زید کی ہے اور زمین عمرو کی تو ویسا ہی ہوگا جیسا اُسنے کہا اسواسطے کہ جب اُسنے عمارت کا اقرار زید کے واسطے کیا تو عمارت اُسکی مالک ہو گئی تو اب یہ
کا اقرار عمرو کے واسطے کرنے سے زید کی عمارت اُسکی ملک سے خارج نہوگی اسواسطے کہ اقرار مقر کا غیر شخص کے حق میں حجت نہیں بخلاف مسئلہ مقدمہ اسواسطے
کہ عمارت مقر کی مملوک ہی پھر جب اُسنے زمین کا اقرار غیر کے واسطے کیا تو عمارت اُسکی تابع ہو گئی کذا فی الفتح واستثناء فصل نخلة تمر وغلة للبستان و
طوق الجارية كالبناء فيما مر اور استثنا کرنا انگوٹھی کے نگینہ کا اور کھجور کے درختوں کا باغ سے اور طوق کا لونڈی سے عمارت کے مانند ہی اسمیں مذکور ہیں اسواسطے
کہ نگینہ انگوٹھی میں اور درخت باغ میں اور طوق جاریہ میں عمارت کے مانند بالتبع داخل ہی تو استثنا صحیح ہوگا بنا یہ میں ہی درخت سے درخت بدون جڑ کے مراد ہی اور اگر شجرہ
کا استثنا اصول کے ساتھ ہو تو استثنا صحیح ہی اسواسطے کہ اصل یعنی جڑ کا اقرار قصداً واجب ہی تبعاً وان قال مكاف له على الف من ثمن عبد فقبضه
الجملة صفة عبد وقوله موصولا يأتي قرارها حال منها ذكره في الحاوي فليحفظ وعينه اي عين العبد وهو في يد المقر فان
سلمه الى المقر لزمه الالف والا لا اعلما بالصفة اور اگر یوں اقرار کیا کہ عاقل نے اُسکے میرے اوپر ہزار درہم ہیں اُس غلام کا ثمن جسپر میں نے ہنوز قبضہ نہیں کیا
عدم قبض کو اقرار کے ساتھ ملا کر یوں کہا اور غلام کو معین کر دیا اور حالانکہ وہ غلام مقر لہ کے پاس ہی تو اگر مقر لہ مقر کو غلام تسلیم کرے تو مقر پر ہزار درہم لازم
ہوں گے اور نہیں تو لازم نہوں گے صفت عدم قبض پر عمل کرنے سے شارح نے کہا صفت قبضہ کا جملہ صفت ہی غلام کی اور موصول کا لفظ حال واقع ہوا ہی جملہ
مذکورہ سے یہ مذکور ہی حاوی تو یہی ہیں تو اسکو یاد رکھنا چاہیے یعنی نافہم مطلب ہیں خطا نہو وان لم يعين العبد لزمه الالف مطلقا وصل او فصل
وقوله ما قبضته لغو كما مر جسوع اور اگر مقر مذکور نے غلام کو معین نہ کیا تو اُسکو ہزار لازم ہوں گے ہر طرح سے خواہ عدم قبض کو ملا کر کہے یا اُسکو
جدا کر کے کہے اور اسکا یہ قول کہ میں نے اُسپر قبضہ نہیں کیا لغو ہوگا اسواسطے کہ رجوع ہی اقرار سے بعد اقرار کر چکنے کے یعنی اور رجوع جائز نہیں لغو لہ من
ثمن خمر او خنزير او مال قمار او حر او ميتة او دم فيلزمه مطلقا وان وصل لانه رجوع الا اذا صدقه او اقام بينة فلا يلزم
چنانچہ اس قول میں کہ اُسکے مجھ پر ہزار درہم ہیں شراب یا سور کا ثمن یا قمار کا مال یا آزاد مرد یا مردار یا خون کا ثمن تو اُسپر مطلقا لازم ہوگا اگرچہ اسکو قرار
ساتھ ملا کر کہے اسواسطے کہ یہ اقرار کو کے پھر جانا ہی مگر جبکہ مقر لہ اُسکی تصدیق کرے اور مذکورہ میں مقر گواہ قائم کرے تو اب ہزار اُسکو لازم ہوں گے ولو
قال له على الف ثم حرام او ربوا ففي لازمه مصلا وصل او فصل لاحتمال صله عند غيره اور اگر یوں اقرار کیا کہ اُسکے میرے اوپر
ہزار درہم حرام یا بیاج کے ہیں تو درہم مذکور مقر پر لازم ہوں گے خواہ ملا دے اقرار سے یا جدا کرے اُسکے حلال ہونے کے احتمال سے غیر مقر کے نزدیک
ہم یعنی جسکو مقر حرام یا بیاج کہتا ہی شاید اور کے مذہب میں حلال ہو چنانچہ ایک چیز ہم نے ایک سے خریدی اور ہنوز اُسپر قبضہ نہیں کیا اور اُسکو بائع مذکور کے
ہاتھ بیچا اپنی خرید سے کہ ثمن سے تو یہ زیادت ہمارے نزدیک حرام ہی اور شافعی کے نزدیک یہ بیع جائز ہی اور زیادت احد الثمنین اُنکے نزدیک حرام نہیں
اور نہ بیاج ہی اور اس تعلیل کا ظاہر اسکو مقتضی ہی کہ اگر مقر اور مقر لہ کا ایک ہی مذہب ہو تو مقر پر کچھ لازم نہ آوے کذا فی الطحطاوی ولو قال على الف زيوفا
او ستوقة لزمه ان كان به المقر له والا بان صدقه لا يلزمه اور اگر یوں اقرار کیا کہ میرے اوپر ہزار درہم ہیں بطریق ندرت یا بطلاح تو اُسپر لازم
ہوں گے اگر مقر لہ اُسکی تکذیب کرے اور اگر تکذیب نہ کرے اسطرح کہ اُسکی تصدیق کرے تو اُسپر کچھ لازم نہیں والا قوال بالبينة للجهلة هي ان يلجئك ان

تاقتما مرا باطنه علی خلاف ظاهره فانه علی هذا التفصیل ان کذبه لزما البیع والا لا اور بیع تلجیہ کا اقرار کرنا اسی تفصیل پر ہوگا اگر مقر لہ اسکی تکذیب کرے تو بیع لازم ہوا اور اگر تصدیق کرے تو لازم نہیں بیع تلجیہ یہ ہوگا کہ تلجہ مضطر کرے اُس امر کے کرنے پر جسکا باطن اُسکے ظاہر کے مخالف ہو مع صورت اضطرار یہ ہو کہ دشمن کا خوف ہو کہ میری چیز چھین لے گا تو اُس چیز کو کسی دوست معتمد سے اپنا حال بتا کر بیچدالے ظاہر میں نہ باطن میں تو درحقیقت یہ بیع نہیں ہزل کے مانند ہو ولو قال له علی الف درهم زیوف ولم یذکر السبب فهو کما قال علی الاصح اور اگر یوں کہا کہ اُسکے پچہزار درم زیوف ہیں اور اُسکا سبب مذکور نہ کیا کہ ثمن مبیع ہیں یا غصب یا ودیعت تو بیسا اُسنے کہا زیوف ہی لازم ہوں گے بنا بر قول اصح ھم زیوف جمع ہی ترکیف کی یعنی کھرے درم جو خزانۂ سلطانی ہیں نہ یہ جعلی ولو قال له علی الف من ثمن متاع او قرض وهی زیوف فله الصرف فی الحال لانه رجوع اور اگر یوں کہا کہ اُسکے پچہزار درم ہیں ثمن متاع سے یا قرض سے اور حالانکہ دراہم مذکورہ زیوف ہیں مثلاً تو اُسکی مطلقاً تصدیق نہ ہوگی کیونکہ وہ اقرار سے پھرتا ہے ولو قال من غصب او ودیعة الا انها زیوف او بهرجة صدق مطلقا وصل او فصل اور اگر یوں کہا کہ یہ پچہزار درم ہیں غصب یا ودیعت سے مگر دراہم مذکورہ زیوف ہیں یا بہرجہ تو اُسکی مطلقاً تصدیق ہوگی خواہ ملا کر کہے خواہ جدا کر کے ھم اسلئے کہ غصب یا ودیعت مقتضی سلامت اور عیب نہیں اسواسطے کہ غاصب جبراً ناحق غصب کرتا ہے اور ودیعت مودع جو دیدہ و دانستہ ودیعت میں ناسکہ لیتے ہوں اور غیر تجارتی ہوں وان قال ستوقة او زیوفا او رصاصا فان وصل صدق وان فصل لا لانه اقر بدراهم مجازا ثم رجع اور اگر یوں کہا کہ یہ پچہزار درم ہیں مگر درہم مذکورہ ستوقہ یا زیوف یا رانگ کے ہیں تو اگر استثنا اقرار سے ملا کر بولا تو اُسکی تصدیق ہوگی اور اگر اقرار سے جدا بولے گا تو تصدیق نہ ہوگی اسواسطے کہ وہ دراہم مجازی ہیں حقیقی ہم ستوقہ وغیرہ ہیں جنکی دونوں طرف پر چاندی کے ہوں اور بیچ میں تانبا یا سیسہ وصدق بیمینه فی خصومتهما او ونحو فوریا اذا جاء بعیب لا یلبث فیه اور اُسکی تصدیق ہوگی قسم کے ساتھ اس قول میں کہ میں نے اُس سے کپڑا غصب کیا یا اُسنے میرے پاس کپڑا ودیعت رکھا ہے کہ تکرار کے بے ارادت اور ملا کر کہے یا جب وہ مقر لہ کے پاس گواہ نہیں یعنی لا سواسطے کہ غصب اور ودیعت وصف سلامت کے مقتضی نہیں وصدق فی له علی الف ولو من ثمن متاع متلا الا انه ینقص لثنای الدراهم وزن خمسة لا وزن سبعة اور مقر کی تصدیق ہوگی اس قول میں کہ اُسکے میرے اوپر ہزار درم ہیں اگرچہ مثلاً متاع کے ثمن سے ہوں مگر دراہم مذکورہ وزن میں اتنے کم ہیں یعنی وزن ہفت کے دراہم ہیں نہ وزن سبعہ کے ھم یعنی ان ہزار درہم کے بھروا لیے پانچ مثقال کے وزن کے ہیں ہر سات مثقال کے کذا فی الطحطاوی ومتصلا وان فصل بلا ضرورة لا یصدق لهذا استثناء الثقل کالاوصاف بلا فرق مقرر کر کی تصدیق ہوگی اگر استثنا اقرار کے ساتھ ملا کر بولا اور اگر جدا کہے گا بدون ضرورت کے تو تصدیق نہ ہوگی بسبب صحیح ہونے مقدار کے استثنا کی نہ وصف کے استثنا کے لہذا بخلاف کھوٹا ہونا ولو قال لا آخر اخذت منك الف ودیعة فهلکت فی یدی بلا تعد وقال الآخر بل اخذتها منی غصبا فهو المقر لاخذه بلا اذنه وهو سبب الضمان اور اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میں نے تجھسے ہزار درم بطریق ودیعت رکھنے کے لیے سو تو وہ تلف ہو گئے بدون میرے تعدی کے اور دوسرے شخص نے کہا بلکہ تو نے مجھ سے درہم مذکور غصب کے طریق سے لیے تو مقر یہ تاوان لازم ہوگا اُسکے لینے کے اقرار سے اور وہ تاوان کا سبب ہے ھم جب لینے کا اقرار کیا تو تاوان لازم آیا بھر وہ موجب برأت کا مدعی ہوا یعنی اذن بالاخذ کا اور دوسرا منکر ہے تو منکر ہی کا قول بقسم کے ساتھ مقبول ہوگا کذا فی الطحطاوی وفی قولات اعطیتنیه ودیعه وقال الآخر بل غصبته منی لا یضمن بالقولین لانکار الضمان اور اس قول میں کہ تو نے مجھکو درم بطور ودیعت کے دیے اور دوسرے نے کہا بلکہ تو نے غصب کیے تو مقر پر ضمان لازم نہ ہوگا کیونکہ اُسی کا قول مقبول ہوگا کیونکہ وہ تاوان کا منکر ہے ھم اسواسطے کہ اُسنے سبب ضمان کا اقرار نہیں کیا یعنی اپنے لینے کا بلکہ اُسکے دینے کا اور دینا دوسرے کا فعل ہے یعنی مقر لہ کا اور وہ ضمان کا موجب نہیں تو وہ اپنی ذات پر سبب ضمان کا مقر ہوا اور مقر اسبب ضمان کا مدعی ہوا اور مقر اُسکا منکر ہے اور قول تو منکر کا مقبول ہے کذا فی البح وفی هذا کان ودیعة او قرضا علی ما

فاخذته منك فقال المقر له هو لي اخذه المقر له لو قائما ولا فقيمته لاقراره بالبدل ثم بالاخذ ومنه هو سبب الضمان اور اس قول مین کہ یہ چیز میری ودیعت تھی یا میرا قرض تھا تیرے پاس سو مین نے اسکو تجھسے لیا سو مقر لہ نے کہا بلکہ وہ میرا مال تھا تو مقر لہ سے لے اگر وہ چیز موجود ہو اور اگر موجود نہو تو اسکی قیمت اسواسطے کہ مقر نے مقر لہ کے قبض اور تصرف کا اول اقرار کیا پھر اُس سے لینے کا اقرار کیا اور لینا سبب ضمان کا ہے یعنی جب اسنے اسکے ذمے لیا ہونے کا اقرار کیا پھر اپنے استحقاق کا دعوی کیا تو بایں اُسکی تصدیق نوبی وصدق من قال اجرت فلانا فرسی هذه او ثوبي هذا فركبه او لبسه او اعرته ثوبي او اسكنته بيتي ورده او خاط فلان ثوبي هذا لكن قبضته منه وقال فلان بل ذلك لے فالقول للمقر استحسانا لان اليد لما جاز ان تكون يد امانة صار كانه اقر بذلك ابتداء اس مقر کی تصدیق ہوگی جسنے کہا کہ بیشک فلانے شخص کو اپنا یہ گھوڑا یا اپنا یہ کپڑا کرایہ دیا سو وہ گھوڑے پر سوار ہوا یا کپڑے کو پہنا یا اُسکو مین نے کپڑا بطور عاریت کے دیا یا اُسکو مین نے اپنے گھر مین رکھا اور فلانے شخص نے ثبات کو نہ مانا یا یون اقرار کیا کہ فلانے شخص نے یہ کپڑا میرا اپنی مزدوری پر سون بیچنے اُس سے کپڑا لیا اور فلانے شخص نے کہا بلکہ وہ کپڑا میرا ہی تو مقر ہی کا قول مقبول ہوگا بطور استحسان کے اسواسطے کہ قبض اور تصرف اجارے مین ضروری ہے بخلاف ودیعت کے کہ اجارے مین قبض امانتی مقصود حاصل کرنے کے واسطے ضروری ہے یعنی استحسان منافع کے واسطے تو ہوتا جو کہ قبض کا اقرار اُسکی ملک کی دلیل نہین ہوسکتی بخلاف ودیعت اور اگر اقر ان هذا لاول وديعة فلان لا بل وديعة فلان كان للثاني فلا ضمان للثاني فلان لا بل لفلان بلا ذكر ضياع حيث لا يجب عليه للثاني شئ لانه اقر بقبض ياليا عه یہ ہزار درم فلانے کی ودیعت ہین نہین بلکہ فلانے کی ہے تو ہزار درم مشار الیہا اول مقر لہ کے ہین اور مقر پر ثانی کے کچھ نہزار درم ثانی مقر لہ کے لازم ہونگے بخلاف اس قول کے کہ یہ ہزار درم فلانے کے ہین نہین بلکہ فلانے کے ہین بلا ذکر ایداع کہ اس صورت مین مقر پر مقر لہ ثانی کے واسطے کچھ واجب نہوگا اسواسطے کہ اُسکی ودیعت رکھنے کا مقر نے ذکر نہین کیا وهذا اذا كانت معينة فان كانت غير معاينة لزمه ايضا اور یہ اسوقت ہے جبکہ ودیعت معین ہو اور اگر غیر معین ہو تو مقر ثانی کے واسطے بھی ہزار درم مقر پر لازم ہونگے كقوله غصبت فلانا مائة درهم ومائة دينار وكرحنطة لا بل فلانا فانه يلزمه لكل واحد منهما كله وان كانت بعينها فمن الاول وعليه للثاني مثلها مانند اس قول مقر کے کہ مین نے فلانے سو درہم اور سو دینار اور ایک گر گیہون غصب کیے نہین بلکہ فلانے سے پھیرلیے تو مقر پر دونون مین سے ہر شخص کے واسطے اشیاے مذکورہ کے برابر لازم ہونگے ولو كان المقر به واحدا يلزمه الاكثر هما قدرا وفضلية وصفا كقوله الف درهم لا بل الفان والف درهم جياد لا بل زيوف او عكسه اور اگر مقر لہا ایک ہی شخص ہو یعنی اور اسمین مقدار یا وصف زائد ہو تو مقر پر وہ لازم ہوگا جو دونون اقرارون مین سے مقدار مین اکثر اور وصف مین افضل ہو چنانچہ اس مثال مین اگر اسکے پہلے اقرار مین دو ہزار درم نہین بلکہ دو ہزار مین یا یون اقرار کیا کہ اُسکے ہزار کھرے درم ہین نہین بلکہ کھوٹے درم ہین یا بالعکس اسکے اقرار کیا یعنی اول دو ہزار کا پھر ایکہزار کا یا اول کھوٹے درمون کا اقرار کیا پھر کھرون کا ولو قال الدين الذي لي على فلان لفلان او الوديعة التي عند فلان هي لفلان فهو اقرار له وحق القبض للمقر وللمقر له ان يسلمه الى المقر برى خلاصه اور اگر یہ کہا کہ جو میرا دین یا مجھسے جو ودیعت فلانے آدمی کی ہے یا جو ودیعت فلانے کے پاس ہے وہ فلانے شخص کی ہے تو یہ اقرار ہی مقر کے واسطے اور قبض دین یا قبض ودیعت کا حق مقر کے واسطے ثابت ہے لیکن اگر مدیون یا مودع مقر لہ کو تسلیم کرے گا تو ادائے دین اور ردودیعت سے بری الذمہ ہو جائے گا کذا فی الخلاصہ لكنه خالف لما مر انه ان اضاف لنفسه كان هبة فيلزم التسليم ولذا قال في الحاوي القدسي ولو لم يسلطه على القبض فان قال واسع في كتاب الدين عارية صح وان لم يقبله لم يصح قال المصنف وهو المذكور في غاية المعتبرات خلافا للخلاصة قنا قال عن الفقيه لیکن خلاصہ کا قول مخالف ہے اُس قول کے جو کہ یہ مذکور ہوا کہ اگر مقر اپنی ذات کے واسطے نسبت کرے تو ایسا اقرار ہبہ ٹھہریگا

تو جانب مقر سے تسلیم لازم ہوگی اور اسیواسطے حاوی قدسی مین کہا ہو اور اگر مقر مقرلہ کو قبض دین پر مسلط نکرے تو اگر دین کے کہنے سے کتاب لکھے دین ہی ملکیت ہوگا تو اقرار صحیح ہوا اور اگر یہ نکہے تو صحیح نہین مصنف نے اپنی شرح مین کہا اور حاوی قدسی کے موافق اکثر کتب معتبرہ مین ہی برخلاف خلاصہ کے تو تامل کیجیے اسی مسئلے مین فتوی دینے کے وقت ہم شرح وہبانیہ مین تتمہ سے منقول ہی کہ جب یہ اقرار کرے کہ میرا دین فلانے کا دین ہو اور مقرلہ اسکی تصدیق کرے تو صحیح ہی اور حق قبض اول کے واسطے ہوگا ثانی کے واسطے لیکن باوجود اسکے اگر مدیون ثانی کو دے گا بری الذمہ ہوجائے گا اور اول وکیل کے مانند ٹھہرے گا اور ثانی موکل کے مانند ہوگا انتہی تو ظاہر ہا بحر تصادق کے دین مقرلہ کا ہوگا اگرچہ مقرلہ کا نہو کہ میرا نام عاریت ہو اور اسکو قبض پر مسلط نکرے تو بھی تصادق ملک مقر کا منفیہ ہی اور گرجا حاوی کا قول اسپر محمول کیجیے کہ مقرلہ ساکت تھا اقرار کے وقت اور وہبانیہ کے مسئلے کو جو خلاصہ کے موافق ہو تصدیق مقرلہ پر محمول کیجیے تو توافق بین القولین حاصل ہوجاے اور تخالف اور ضطراب زائل ہو کذا فی الطحطاوی

باب اقرار المریض

یعنی مرض الموت وحدہ صرفی طلاق المریض وسیجیء فی الوصایا یہ باب ہی اقرار مریض کے حکم مین یعنی وہ مریض جو بمرض الموت بیمار ہی اور تعریف مرض الموت کی مذکور ہوگئی طلاق مریض ہین اور آگے آویگی کتاب الوصایا مین اقرارہ بدین لاجنبی نافذ من کل مالہ بانفرادہ مریض کا اقرار دین اجنبی غیر وارث کے واسطے نافذ ہی اسکے تمام مال سے بدلیل قول عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ ھم فارق سے مروی ہی اذا اقر المریض مدیون فجاز ذلک علیہ فی جمیع ترکتہ یعنی جب بیمار دین کا اقرار کرے تو اسپر جائز ہی اسکے تمام متروکہ مین اور ایسی صورت مین لاثبہ بجاے حدیث ہی کیونکہ وہ مقدم اسے ہی جسپر تمام قیاس کرتے ہین یہ سماع شارح علیہ الصلوۃ والسلام پر محمول ہوگا کذا فی الطحطاوی ولو بعین فکذلک الا اذا علم تعلیکہ لھا فی مرضہ فتنفذ بالثلث ذکرہ المصنف فی معینہ فلیحفظ اور اگر عین کا اقرار ہو تو بھی اسیطرح کا حکم ہی یعنی جمیع متروکہ سے نافذ ہوگا مگر جبکہ تملیک مریض کی اسکے مرض مین معلوم ہو یعنی قرائن سے یہ معلوم ہو کہ مریض اجنبی کو عین کا مالک کرا ہی اپنی بیماری مین تو یہ تملیک مفید بثلث مال ہوگی یعنی ثلث متروکہ سے متعلق ہوگی تمام متروکہ سے یہ بیان کیا ہی اسکو مصنف نے اپنی کتاب المعین مین تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم چنانچہ مریض کی تملیک صحت ہی مین اسی تفصیل سے ہوگی ثلث مال سے حمومی مین اور عین کا اقرار مریض اجنبی کے واسطے صحیح ہی اگر اقرار طریق تملیک سے ہو اور اگر بطریق ابتدا کے ہو تو ثلث مال سے صحیح ہوگا کذا فی الھدایہ اقرار ابتدائی سے مراد یہ ہی کہ اسکی صورت تو اقرار کی صورت ہو اور حقیقت مین ابتداے تملیک ہو تاکہ دارثون کو حسد نہو اور اقرار چکائے تو حقیقی اقرار رہو کذا فی الطحطاوی ملخصا واخلا ارث عنہ اور یہ ارث پیچھے ڈالی جائیگی اولاے دین کو یعنی اسواسطے کہ قضاء دین مقدم ہی میراث پر تا آنکہ آخرت کا مواخذہ باقی نرہے ودین الصحۃ مطلقا ومالزمہ فی مرضہ بسبب معروف ببینۃ او بمعاینۃ قاض قدم علی ما اقربہ فی مرض موتہ اور حالت صحت کا دین مطلقا خواہ گواہون سے معلوم ہو خواہ اقرار سے وارث کا دین ہو یا اجنبی کا عین کا اقرار ہو یا دین کا اور جو دین کہ اسکو مرض لازم ہوا بسبب معروف سے جو گواہون یا قاضی کے معائنہ سے معلوم ہو مقدم ہوگا اس دین پر جسکا مریض نے اپنے مرض الموت مین اقرار کیا وہو المقر بہ ودیعۃ دین صحت کا مریض کے اقرار پر مقدم ہی اگرچہ مرض کا مقر بہ ودیعت ہو وعند الشافعی فی الکل سواء اور شافعی کے نزدیک دین صحت اور اقرار مرض کا دین سب برابر ہین بالاتقسم والسبب المعروف مالیس بتبرع کنکاح مشاھدان بمھر المثل او الزیادۃ فباطلۃ وان جاز النکاح بنا اور دین کا سبب معروف وہ ہی جو تبرع نہو چنانچہ وہ نکاح جو شاہدون کے سامنے ہوا ہو بشرطیکہ نکاح مہر مثل سے ہوا ہو اور زیادتی مہر مثل سے تو مرض الموت کے نکاح مین باطل ہی اگرچہ نکاح جائز ہو کذا فی العنایہ من زیادت مہر مثل سے باطل ہی بشرط عدم اجازت ورثہ کذا فی الطحطاوی وبیع مشاھدۃ او تلاقی کذلک ای مشاھدۃ اور چنانچہ بیع شاہد اور اسیطرح اتلاف شاہد یعنی کسی کا مال تلف کرا شاہدون کے سامنے والمریض لیس لہ ان یقضی دین بعض الغرماء دون

بعض ولو کان ذلک اعطاء مهر او ایفاء اجرة اور مریض کو یہ جائز نہین کہ بعض اہل دیون کا دین ادا کرے سوائے بعض کے اگرچہ یہ دین مہر کا دینا
اجرت کا ادا کرنا ہو ہم اسواسطے کہ مریض کے مال مین سب دین والون کا حق متعلق ہی تو بعض کے دینے مین اورون کی حق تلفی ہی مریض کی طرف سے معلوم ہوتا
کہ حریصہ مجور کو اسطرح کی تخصیص ممنوع نہین فلا یسلم لهما الا فی مسئلتین تو مہر اور اجرت کے واسطے مریض کا دینا سلامت نرہے گا مگر دو مسئلون
مین ادا ے بعض دین جائز ہی اذا قضاه ما استقرض فی مرضه او نقد ثمن ما اشتری فیه لو بمثل القیمة کما فی البرهان وقد علم ذلک
ای ثبت کل منهما بالبرهان لا باقراره للتهمة دونون مسئلے یہ ہین جبکہ مریض اُس قرض کو ادا کرے جو اُسنے اپنی بیماری مین لیا یا ادا کرے اُس
چیز کا ثمن جو اُسنے مرض مین خرید کیا اگر ثمن قیمت کے برابر ہو چنانچہ برہان مین ہی اور حالانکہ یہ معلوم ہو چکا یعنی ثابت ہو چکا ہی قرض اور خرید کو اُن سے فقط کے
اقرار سے بسبب تہمت کے کہ شاید اُسکو اس اقرار سے وارثون کا حصہ گھٹانا منظور ہی بخلاف اعطاء المهر ونحوه وما اذا لم یقض
حتی مات فان الباقی اسوة للغرماء فی الثمن. اذا لم تکن العین المبیعة فی یده ای ید الباقع فان کانت کان اولی بخلاف اعطاء مهر
وغیرہ کے اور بخلاف اشتراء مرض کے جبکہ مریض نے اُسکا ثمن ادا کیا یہان تک کہ مر گیا تو اُسکا بائع اور دین والون کے برابر ہو شمن پائی مین جبکہ شئے مبیع بائع
کے ہاتھ مین نہو اور اگر بائع کے ہاتھ مین ہو تو وہی مقدم ہو ہم تو مبیع مذکور بیچی جاوے اور اُسکے ثمن سے بائع کا دین ادا کیا جاوے اور اگر اُسکے دین سے
ثمن کچھ زیادہ ہو تو زیادت ترکہ مین لائی جاے اور اگر ثمن دین سے ناقص ہو تو بقدر نقصان بائع مذکور ارباب دیون کے برابر ہو گا کذا فی الخلاصة وذا
اقر المریض بدین بعقد بدین تقاصا وصلا وفصل للاستواء اور جبکہ مریض نے ایک دین کا اقرار کیا پھر دوسرے دین کا اقرار کیا تو دونون برابر حصہ
پاوینگے خواہ دونون اقرارون کو اُسنے ملایا ہو یا جدا کیا ہو سبب ایک ہو یا دونون اقرارون کے وقوا قرباین تعبودیة تقاصا اور اگر مریض نے دین کا اقرار کیا
پھر ودیعت کا اقرار کیا تو دونون مقر لہ حصہ رسد پاوین وبعکسه الودیعة اولی اور اُسکے برعکس ہین ودیعت اولی یا ودیعت مقدم ہو یعنی اگر اول ودیعت کا اقرار کیا پھر
دین کا تو ودیعت کی تقدیم ہو اسواسطے کہ جب اُسنے پہلے ودیعت کا اقرار کیا تو مقر لہ اُسکا مالک ہو گیا پھر اب دین کا اقرار غیر کے مال مین جائز نہو گا کذا فی الخلاصة وی
وابراءه ملیونه وهو مدیون غیر جائز ای کایجوز ان کان اجنبیا وان کان وارثا فلا یجوز مطلقا سواء کان المریض ملیونا او لا
للتهمة اور مریض کو اپنے مدیون کا دین معاف کرنا اور حالانکہ مریض خود مدیون ہو غیر جائز ہی یعنی برا جائز نہو گا اگر اُسکا مدیون غیر شخص ہو اور اگر مدیون ملی ہو
مریض کا تو ابرا مطلقاً جائز نہین برابر ہی کہ مریض مدیون ہو یا نہو تہمت کے سبب سے وحیلة صحة ان یقول لا حق لی علیک کما افاده بقوله وقوله
لم یکن لی علی هذا المطلوب شئ لیشتمل الوارث وغیره صحیح قضاء لا دیانة فیرتفع به مطالبة الدنیا لا مطالبة الاخرة حاوے
الا المهر فلا یصح علی الصحیح بزازیة ای الظهیریة علیه غالبا اور صحت ابرا کا مدیون حیلہ یہ ہی کہ مریض کہے کہ میرا صاحب حق نہین پنانچہ اسکو
مصنف نے بیان کیا ہو اپنے اس قول سے اور مریض کا یون کہنا کہ میرا اس مطلوب پر وارث ہو یا غیر وارث کچھ نہین صحیح ہی قضا کی راہ سے نہ دیانت کی
راہ سے تو مدیون مطلوب سے دنیا کا مطالبہ مرتفع ہو گا نہ آخرت کا مطالبہ کذا فی الحاوی سواے دین مہر کے کہ اُسکا ابرا حیلہ مذکورہ سے صحیح نہو گا بقول صحیح
کذا فی البزازیہ بسبب ظاہر ہونے اسباب کے کہ زوج پر مہر اکثر واجب الادا رہتا ہو ہم یعنی اگر زوجہ مریض الموت مین کہے کہ میرا مہر جو تیرا ذمہ پر تو یہ ابرا صحیح نہو گا
بخلاف اقرار البنت فی مرضها بانقضاء الفلانی مالک ابی او امی لا حق لی فیه او انه کان عندی عاریة فانه یصح ولا تسمع
دعوی زوجها فیه لما بسطه فی الاشباه بخلاف شئے کے اس اقرار کے اپنے مرض الموت مین کہ فلانی چیز میرے باپ یا ماں کی ملک ہی میرا اُسمین
کچھ حق نہین یا وہ چیز میرے پاس عاریت تھی تو یہ ابرا صحیح ہو گا اور اُسکے زوج کا دعوی اُسمین مسموع نہو گا چنانچہ اسکو مشرح بیان کیا ہو اشباہ مین اسلام
انکہ کہ غنیمت جان اس تحریر کو کہ یہ میری کتاب کی مخصوصات سے ہو ہم اس قول کو اشباہ کے مشہورین مانند حموی وشیخ صالح وغیرہما سے

مسلم نہیں رکھا اسواسطے کہ یہ اقرار ہی عین کا وارث کے واسطے بصیغۂ نفی اور اسکی عدم صحت مین اختلاف نہین اور صاحب شباۃ بسکی سند لا یا ہی وہ مفرد ض ہی دین مین نہ عین مین خلاصہ کہ ابرار ملفظ نفی البتہ جائز ہی دین مین اور عین کا اقرار وارث کے واسطے باتفاق غیر صحیح ہو تمامہ فی الطحطاوی وان اقر المریض لوارثہ بمرض او مع اجنبی بعین او دین بطل خلافا للشافعی ولنا حدیث لا وصیۃ لوارث ولا اقرار لہ بدین اور اگر مریض نے اقرار کیا فقط اپنے وارث کے واسطے یا اجنبی کے ساتھ عین کا اقرار کیا یا دین کا باطل ہی برخلاف امام شافعی کے اور ہماری دلیل یہ حدیث ہی کہ وصیت جائز نہین وارث کے واسطے دین کا اقرار ہم اس حدیث کو دار قطنی نے روایت کیا ہی کذا فی الطحطاوی الا ان یصدقہ الوارث فتجوز لہ بقیۃ الوارث کے واسطے اقرار باطل ہی مگر اُس صورت مین باطل نہین جبکہ باقی وارث مریض کی تصدیق کرین فلو لم یکن وارث آخر او وجی لزوجتہ او ھی صحت الوصیۃ و اما غیرھما فیرث الکل فرضا او ردا فلا یحتاج لوصیتہ شرنبلالیۃ تو اگر دوسرا وارث نہوا اور زوج مریض نے اپنی زوجہ کے واسطے وصیت کی یا زوجہ نے زوج کے واسطے وصیت کی تو وصیت صحیح ہوگی اور وارث غیر زوجین تو کل متروکہ کا وارث ہوگا بطریق فرض یا رد کے تو موردث کو وصیت کرنے کی کچھ حاجت نہین کذا فی الشرنبلالیہ وفی شرحہ الوھبانیہ اقر بوقف ولا وارث لہ فلو صح جھۃ عامۃ صح بتصدیق السلطان او نائبۃ ولغا الوقف خلافا لما زعمہ الطرسوسی فلیحفظ اور شرنبلالی کی شرح وہبانیہ مین ہی کہ مریض نے وقف کا اقرار کیا یعنی بطور حکایت کے اور حالانکہ اسکا کوئی وارث نہین تو اگر وقف بجہت عامہ ہو جیسا کہ آرام خلق کے واسطے پل بنوانا تو صحیح ہی بارشاہ یا اسکے نائب کی تصدیق اور اسیطرح اگر وقف بجہت عامہ کرے مرض مین تو صحیح ہی برخلاف زعم طرسوسی کے تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے ہر جب کوئی وارث نہو تو اسکا وارث بیت المال ہی اور سلطان کو بیت المال سے پل وغیرہ بنوانا صحیح ہی لہذا تصدیق سلطان صحیح کشمری طرسوسی نے کہا کہ جب وارث نہوگا تو وقف ثلث مال مین صحیح ہوگا اور تصدیق سلطان کی معتبر نہوگی شرنبلالی نے شرح وہبانیہ مین کہا کہ یہ طرسوسی سمجھا ہوا وہ معمول بہ نہین کذا فی الطحطاوی ملخصا ولو کان ذلک اقرارا بقبض دینہ او غصبہ او رھنہ ونحو ذلک علیہ ای علی وارثہ او عبدہ وارثہ او مکاتبہ کان یصح لو قوی لو کالہ اور اگر وہ اپنے قبض دین کا اقرار ہو یا غصب یا رہن او رکھنے قبض کا اقرار ہو اور مانند اسکے اپنے وارث سے یا عبد وارث یا مکاتب وارث سے قبض کر لینے کا اقرار ہو تو صحیح نہوگا عبد اور مکاتب کا اقرار اسکے مولی کے واسطے حاصل ہوگا مثلاً یعنی اگر مریض نے یون اقرار کیا کہ جو میرا دین وارث پر تھا اسکو مین نے اُس سے پایا یا جو میرے وارث نے میری چیز غصب کی تھی یا اُسکے پاس گروی تھی اُو مین نے پائی تو یہ اقرار صحیح نہوگا ولو فعلہ تبرعت شھرات جاز کل ذلک لعدم مرض الموت اختیارا اور اگر مریض نے اقرار مذکور کیا پھر صحیح و سالم ہو گیا بعد اسکے مر گیا تو صحیح امور مذکورہ کا اقرار جائز ہو جائے گا بسبب عدم مرض الموت کذا فی الاختیار یعنی جب اقرار کے بعد جی گیا ہو تو معلوم ہوا کہ اقرار مذکور مرض الموت مین واقع نہوا تھا لہذا صحیح ہوگا ولو مات المقر لہ تعلق المریض و ورثۃ المقر لہ من ورثۃ المریض حتی اذا اقر لہ کا اقرارہ الاجنبی بحر وسیجیء عن الصیرفیۃ اور اگر پہلے مقر لہ مر اپھر مریض مر گیا اور مقر لہ کے وارث مریض کے بھی وارثون سے ہین تو اُس مریض کا اقرار جائز ہوگا جیسا اجنبی کے واسطے اقرار جائز ہی کذا فی البحر اور آگے آوے گا صیرفیہ سے مع صورت اُسکی یہ ہی کہ دادا نے اپنے پوتے کے واسطے اقرار کیا پھر پوتا اپنے باپ چھوڑ کر مر گیا پھر دادا اقرار کرنے والا اپنے اُس فرزند کو جو مقر لہ کا باپ ہی چھوڑ کر مر گیا تو یہ اقرار جائز ہی صاحبین کے نزدیک اسواسطے کہ پوتا اپنے باپ کے ہوتے دادا کا وارث نہ تھا بخلاف قول صاحبین کذا فی الطحطاوی بخلاف اقرارہ لہ ای لوارثہ بودیعۃ مستھلکۃ فانہ جائز وصورتہ ان یقول کانت عندی ودیعۃ لھذا الوارث فاستھلکتھا جوھری بخلاف روایت مستھلک کے اقرار کے یعنی مریض اپنے وارث کے واسطے ودیعت مستھلک کا اقرار کرے سو وہ جائز ہوگا اور صورت اُسکی یہ ہی کہ مریض کہے کہ میرے پاس اس وارث کی ودیعت تھی سو وہ مین نے ہلاک کر ڈالی کذا فی البحر وہذا حاصل ان الاقرار لوارث موقوف الا فی ثلث مذکورۃ فی الاشباہ منھا اقرارہ الامانات کلھا ومنھا النفقۃ کما حققتہ الی قبل ابی وامی وھذہ الحیلۃ فی ابراء المریض وارثہ ومنہ

هذا الشئ الفلانی ملك ابی وامی کان عندی عاریة وهذا حیث لا قرینة وتمامه فیها فلیحفظ فانه مهم اور خلاصہ یہ ہی کہ مریض کا اقرار وارث واسطے باقی وارثون کی اجازت پر موقوف ہی مگر تین مسئلون مین جو اشیاء مین مذکور ہین ازانجملہ اقرار مریض ہی تمام امانات کا یعنی قبض مانات کا وارث اور اس کا نفی ہی چنانچہ یون کہنا کہ میرا کچھ حق نہین میرے باپ اور ماں کی جانب اور یہی نفی حیلہ ہی مریض کے ابا کرنے کا اپنے وارث کو اور منجملہ نفی حق مریض یہ قول ہی کہ یہ چیز فلانی میرے باپ اور میری ماں کی ملک ہی میرے پاس عاریت تھی اور یہان ہی جہان قرینہ نہو اور پورا بیان اسکا اشباہ مین ہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے کہ یہ امر ضروری ہی مگر طحطاوی نے کہا کہ ملک پدری اور مادری کا اقرار کتب معتبرہ کے مخالف ہی چنانچہ مذکور ہو چکا اور جب یہ اقرار صحیح نہوا تو عدم قرینہ کی شرط کی بھی کچھ حاجت نہین رہی

اقر فیه ای فی مرض موته لوارثه یؤمر فی الحال بتسلیمة الی الوارث فاذا مات یرده بزازیه وفی القنیة تصرفات المریض نافذة وانما تنتقض بعد الموت مریض نے اقرار کیا اپنے مرض الموت مین اپنے وارث کے واسطے تو فی الحال وارث کے دینے کا حکم ہوگا پھر جب مریض مرجاے تو وارث مقر کو پھیر سکتا ہی بزازیہ اور قنیہ مین ہی کہ مریض کے تصرفات جاری اور نافذ ہین اور وہ تو موت کے بعد توڑے جاتے ہین والعبرة لکونه وارثا وقت الموت لا وقت الاقرار فلو اقر لاخیه مثلا ثم ولد له صح الاقرار لعدم الارث اور اعتبار اسکے وارث ہونے کا موت کے وقت کا ہی نہ اقرار کے وقت کا تو اگر مریض نے اپنے بھائی کے واسطے قرار کیا پھر مریض کے بیٹا پیدا ہوا تو اقرار صحیح ہوگا بسبب وارث ہونے اسکے بھائی کے یعنی جس وقت اقرار کے وقت بھائی وارث تھا لیکن جب لڑکا مریض سے موت کے وقت وہ وارث نہ رہا الا اذا صار وارثا وقت الموت بسبب جدید کالاقرار بدین وعند المولاة فیجوز کما ذکره بقولهم اگر جبکہ مقر لہ وارث ہوگیا موت کے وقت سبب جدید سے چنانچہ تزویج اور عقد موالات تو وارث نہ کرنے کے واسطے اقرار جائز ہی چنانچہ مصنف نے اسکو اپنے اس قول مین مذکور کیا فلو اقر لها ای لاجنبیة ثم تزوجها صح بخلاف اقراره لاخیه المحجوب بکفر او بان اذا نزل حجبه باسلامه او بقتله الابن فلا یصح لان ارثه بسبب قدیم لا جدید تو اگر مریض نے اجنبی عورت کے واسطے اقرار کیا پھر اس سے نکاح کیا تو اقرار صحیح ہی بخلاف اسکے اقرار کے اپنے اس بھائی کے واسطے جو محجوب ہی بسبب کفر کے یا مقر کے فرزند کے موجود ہونے سے جبکہ اسکا محجوب ہونا زائل ہو بھائی کے اسلام لانے سے یا فرزند کی موت سے تو اقرار صحیح نہوگا اسواسطے کہ بھائی کی میراث تقدیم سبب سے ہی نہ جدید سبب سے وبخلاف الهبة لها فی مرضه والوصیة لها ثم تزوجها فلا لان الوصیة تملیك بعد الموت وهی جنسئذ وارثة اور بخلاف اجنبی عورت کے ہبہ کرنے کے اپنے مرض الموت مین اور اسکے واسطے وصیت کرنے کے پھر اسکے ساتھ نکاح کر لینے کے کہ یہ صحیح نہین اسواسطے کہ وصیت تملیک ہی بعد موت کے اور اس وقت تو عورت مذکورہ وارث ہی مقر کی اقر فیه انه کان له علی ابنه المیتة عشرة دراهم فاستوفیتها وله ای المقر ابن ینکر ذلك صح اقراره لان المیت لیس بوارث مرض الموت میرا اقرار کیا اوگی بیٹی مردہ پر اسکے مرض موت مین انکو لے چکا اور اس مقر کا ایک بیٹا ہی جو اسکا انکار کرتا ہی تو اسکا اقرار صحیح ہی اسواسطے کہ میت وارث نہین کما لو اقر لاجنبی فی مرض موته بدین ثم مات قبله وترك منها وارثا صح الاقرار وقیل لا قائله بدیع الدین صیرفیه چنانچہ اپنے مرض الموت مین اپنی عورت کے واسطے اقرار کیا دین کا پھر زوجہ مر گئی قبل زوج مقر کے اور مقر نے ایک وارث چھوڑا عورت مذکور کے پیٹ کا تو اقرار صحیح ہی اور قول ضعیف ہی کہ صحیح نہین قائل اس قول کا بدیع الدین ہی کذا فی السراجیہ ولو اقر فیه لوارثه ولاجنبی بدین لم یصح خلافا لمحمد عمادیه اور اگر مرض الموت مین اپنے وارث اور اجنبی کے واسطے اقرار کیا دین کا تو صحیح نہین ہی بخلاف محمد بن حسن کے کذا فی العمادیہ وان اقر لاجنبی بمجهول نسبه ثم اقر بنوته وصدقه وهو من اهل التصدیق ثبت نسبه مستندا لوقت العلوق واذا ثبت بطل اقراره لما مر اور اگر اس اجنبی کے واسطے اقرار کیا جسکا نسب معلوم نہین پھر مقر نے اسکی فرزندی کا اقرار کیا اور مقر لہ نے اسکی تصدیق کی اور وہ لائق تصدیق کی لیاقت رکھتا ہو یعنی حال بیان کرتا ہی زوجہ کا جسکا نسب ثابت ہوگا اسکی ابتدا سے پیدائش سے مستند ہوکر اور جب نسب ثابت ہوا تو اسکا اقرار باطل ہو گیا بدلیل گذشتہ

یعنی جو وارث ہو موت کے وقت قدیم سبب سے تو اُسکے واسطے اقرار صحیح نہین ولم یثبت بان کذبہا او عرف نسبہ منہم لا اقرار لاجنبی ثم تبوا النسب شرنبلالیہ مغزا للینابیع اور اگر نسب نہ ثابت ہوا اسطرح پر کہ مجہول النسب مقر کی تکذیب کرے یا اُسکا نسب معروف ہو غیر شخص سے تو اقرار صحیح ہے سبب نہ ثابت ہونے کے پنانچہ شرنبلالیہ مین ہی ینابیع سے ولو اقر لمن طلقہا ثلثا یعنی بائنا فیہ ای فی مرض موتہ فلہا الاقل من الارث والدین ویدفع لہا ذلک بحکمہ لا اقرارا لعدم حتی لا تصیر شریکۃ فی اعیان التزکۃ شرنبلالیہ اور اگر اُس عورت کے واسطے اقرار کیا اُسکو تین بار طلاق بائن دی اپنے مرض الموت مین تو جو کچھ ہوگا میراث اور دین مین وہ اُسکو ملیگا اور رکتہ اُسکو دیا جائے گا اقرار کی وجہ سے نہ میراث کی وجہ سے تو وہ شریک ٹھہرے گی متروکہ کی اشیا مین کذا فی الشرنبلالیہ طلاق بائن کی اسواسطے شرط کی کہ طلاق رجعی مین وہ زوجہ ہوگی اور یہ بھی شرط ہے کہ اثنائے عدت مین مقر مرجائے اور اگر بعد عدت مرے گا تو اقرار صحیح ہوگا کذا فی الطحطاوی وھذا اذا کانت فی العدۃ وطلقہا بوائہا فاما مضت العدۃ جاز لعدم التہمۃ عن میہ اور یہ حکم مذکور اُسوقت ہی جبکہ مطلقہ عدت مین ہو اور زوج نے اُسکو طلاق دی اُسکی طلب سے پھر جب عدت ہو چکی اقرار جائز ہوگا بسبب عدم تہمت کے کذا فی الخزینہ تہمت یہ تھی کہ زوج نے شاید اسواسطے طلاق دی ہو تا کہ اُسکا اقرار صحیح ہو زوجہ کے واسطے تا کہ اُسکو میراث زیادہ ملے پھر جب عدت گذر گئی تو یہ تہمت بھی باقی نرہی وان طلقہا بلا سوء الہا فلہا المیراث لا فاما بلغ ولا یعلم لا اقرار لہا لانہا وارثہ اذ ہو فار واہلہ الکرامۃ ظہوریہ معکتاب الطلاق اور اگر اُسکو طلاق دی بدون اُسکی طلب کے تو اُسکو میراث ملے گی جس مقدار کو کہ وہ پہنچی اور اُسکے واسطے اقرار صحیح ہوگا کیونکہ وہ وارث ہی اسواسطے کہ زوج اُسکا فار ہوا اور اس قول کو اکثر مشائخ نے بیان مذکور نہین کیا بسبب اُسکے ظاہر ہونے کے کتاب الطلاق سے وان اقر لغلام مجہول النسب فی صولہ او فی بلد ہو فیہما وھما فی السن بحیث یولد مثلہ لمثلہ انہ ابنہ وصدقہ الغلام لو ممیزا والا لم یحتج لتصدیقہ کما مر وحینئذ ثبت نسبہ ولو المقر مریضا واذا ثبت نسب الغلام الخ اور اگر اُس صغیر نابالغ کے واسطے جسکا نسب معلوم نہین اُسکے وطن مین یا اُس شہر مین جسمین وہ وار دہوا اور حالانکہ مقر اور مقر لہ اُس عمر مین واقع ہوئے ہین کہ ایسی عمر والے کا ویسا لڑکا پیدا ہو سکتا ہی اقرار کیا کہ وہ لڑکا اُسکا بیٹا ہی اور لڑکے نے اُسکی تصدیق کی اگر وہ بالتمیز ہو اور اگر صغیر بے تمیز ہو تو اُسکی تصدیق کی کچھ حاجت نہین چنانچہ مذکور ہو چکا اور اُسوقت مین یعنی درصورت اجتماع شرائط مذکورہ اُسکا نسب ثابت ہوگا اگرچہ مقر مریض ہو اور جبکہ اُسکا نسب ثابت ہوا تو اور لوگ باقی وارثون کا شریک ہوگا فان انتفت ہذہ الشروط یؤخذ المقر من حیث استحقاق المال کما لو اقر باخوۃ غیرہ کما مر عن الینابیع کذا فی الشرنبلالیہ فلہو عند الفتوی تو اگر یہ شروط مذکورہ نہ پائی جائین تو مقر ماخوذ ہوگا باعتبار استحقاق مال کے چنانچہ اگر غیر کے بھائی ہونے کا اقرار کرے جیسے کہ مذکور ہو چکا ینابیع سے کذا فی الشرنبلالی تو فتوی دینے کے وقت تحریر اور ترجیح چاہیے اگر شروط ثلثہ سے یعنی جہالت نسب اور پیدا ہونا شامل مقر لہ کا داخل مقر اور تصدیق ولد سے اگر ایک شرط بھی نہ پائی جاوے نسب نہ ثابت ہوگا اور یہ جو شارح نے کہا کہ من حیث استحقاق المال ماخوذ ہوگا وہ اس صورت مین ظاہر ہی اسواسطے کہ یہان فقط نسب کا اقرار ہوا نہ مال کا بلکہ وہ مسئلہ سابقہ مین ہی یعنی جبکہ اجنبی کے واسطے اقرار کرے پھر اُسکی فرزندی کا دعوی کرے تو اگر شروط مذکورہ متفقی ہون تو اُسکو مال لازم آویگا اگرچہ نسب ثابت نہوگا اور غیر نبلالیہ مین ینابیع سے یہ عبارت منقول ہی ولو کذبہ او کان معروفا لنسب بین غیرہ لزمہ المال اقرہ ولا یثبت النسب کما فی الینابیع انتہی اور شارح کی عبارت کیسی ہے اگر کوئی کہتا ظلوما یعنی احد ہذہ الشروط وقد اقر بہا یواخذ بہ المقر تو البتہ واضح تر ہوتا اسواسطے کہ مانع صحت اقرار سے ثبوت نسب کا ہی ہے جب نسب ثابت نہوا تو مقر لہ لازم ہو گیا اور یہی تقریر جو اس مقام کی کذا فی الطحطاوی منحصر اور الرجل صح اقرارہ ای المریض بالولد والوالدین قال فی البرہان وان علیا قال المقدسی وفیہ نظر لقولہ الزیلعی لو اقر بالجد او ابن الابن لا یصح لان فیہ حمل النسب علی الغیر بالشرط المتفقۃ

المتقدمة فی الابن ودیباجہ رد کا اقرار کرنا ولد اور والدین کا صحیح ہو اُن تینوں شرطوں سے جو پہلے مذکور ہوچکیں نہ مدین بدین کہ والدین کا اقرار صحیح ہو اگرچہ والدین اونچے ہوں یعنی دادا پردادا مقدسی نے کہا اور اس قول میں اعتراض ہے دلیل قول زیلعی کا کہ دادا باپوتے کا اقرار کرے تو صحیح نہیں یا عرسطے کہ اس اقرار غیر شخص سے کہ ڈالنا ہے یعنی پہلی صورت میں باپ پر اور دوسری صورت میں بیٹے پر وصح بالزوجة بشرط خلوها عن زوج وعدة وخلوه ای المقر عن اختها مثلا وارجع سوا ها اور یوں اقرار کرنا کہ یہ عورت میری زوجہ صحیح ہے بشرطیکہ خالی ہونے اُس عورت کے نکاح اور اُسکی عدت سے اور بشرطیکہ خالی ہونے مقر کے اُس عورت کی بہن سے مثلاً اور بشرط خالی ہونے مقر کے چار عورتوں سے سوا اُس عورت کے یعنی زوجہ کہنے کا اقرار ہوتا صحیح ہے جبکہ وہ عورت کسیکی زوجہ نہو اور نہ کسیکی عدت میں ہو اور جبکہ اُس عورت کی بہن یا خالہ یا عمہ مقر کی منکوحہ نہو اور جبکہ سوائے اُس عورت کے چار عورتیں اُسکے پاس نہ ہوں حموی نے کہا یہ شرط بھی مناسب ہے کہ عورت مجوسی اور بت پرست نہو اور حاشیۂ زیلعی میں ہے بشرطیکہ وہ عورت رضاعت سے حرام نہو مقر پر وصح بالمولی من جهة العتاقة ان لم یکن ولاء ثابتا من جهة غیره ای غیر المقر اور صحیح ہے مولی کا اقرار یعنی یوں کہنا کہ یہ شخص میرا مولیٰ ہے آزاد کرنے کی راہ سے بشرطیکہ اُسکا ولا غیر مقر سے ثابت نہو والمرأة وصح اقرارها بالوالدین والزوج والمولی اور صحیح ہے عورت کا یوں اقرار کرنا کہ یہ میرے والدین ہیں یا یہ میرا زوج اور مولی ہے لان الاصل ان اقرار الانسان علی نفسه حجة لا علی غیره اور قاعدہ کلیہ یہ مسائل مذکورہ میں یہ ہے کہ آدمی کا اقرار کرنا اپنی ذات پر حجت ہے غیر پر قلت وما ذکره من صحة الاقرار بالام کالاب هو المشهور الذی علیه الجمهور وقد ذکر الامام النسفی فی فرائضه ان الاقرار بالام لا یصح وکذا فی ضوء السراج لان النسب للاباء لا للامهات وفیه حمل الزوجیة علی الغیر فلا یصح انتهی ولکن الحق صحته بجامع الاصالة فکانت کالاب فلیحفظ میں کہتا ہوں اور یہ جو مصنف نے کہا اقرار کی صحت مذکور کی ہے مانند باپ کے یہی قول مشہور ہے جسپر اکثر علماء ہیں اور اکثر عتابی نے اپنے فرائض میں ذکر کیا ہے کہ ماں کا اقرار صحیح نہیں اور اسیطرح ضوء السراج میں ہے اسواسطے کہ نسب باپوں سے ہوتا ہے نہ ماؤں سے اور اسمیں حمل زوجیت بھی ہے بغیر شخص یعنی مقر کے باپ پر تو صحیح نہو گا انتہی ولیکن صحت اقرار نہ کور حق ہے بسبب جامعیت اصالت کے یعنی اصل ہونے میں ماں اور باپ دونوں برابر ہیں تو ماں باپ کے مانند ہوئی پس اسے یاد رکھنا چاہیے ولکنا صح بالولد ان شهدت امرأة ولو قابلة بتعیین الولد اما النسب فبالفراش شمنی اور اسیطرح عورت کا یہ اقرار صحیح ہے کہ یہ میرا لڑکا ہے اگر ایک عورت گواہی دے اگرچہ دائی جنانی تعیین ولد کی گواہی دے اور نسب تو فراش سے ثابت ہوتا ہے کذا فی الشمنی ہم عورت کی گواہی اُسوقت شرط ہے جبکہ تجاحد نہو اور شہادت قابلہ تعیین ولد میں اُسوقت شرط ہے جبکہ ولادت پر تصادق ہو اور تعیین ولد میں اختلاف والتوضیح فی الطحطاوی ولو صدقته ولادتها فبحجة تامة کما مر فی باب ثبوت النسب اور اگر عورت معتدہ کی ولادت کا انکار ہو تو عورت کا اقرار پوری حجت ہے صحیح اور ثابت ہوگا چنانچہ ثبوت اسکے باب میں مذکور ہوچکا او صدقها الزوجان کان لها زوج او کانت معتدة منه یا عورت کا اقرار ولد صحیح ہے اگر زوج اُسکی تصدیق کرے بشرطیکہ وہ شوہردار ہو یا اُسکی معتدہ ہو وصح مطلقا ان لم تکن کذلك ای فی زوجة ولا معتدة او کانت فزوجة وادعت انه من غیره فصار کما لو ادعاه منها لم یصدق فی حقها الا بتصدیقها اور صحیح ہے اقرار ولد مطلقاً اگرچہ شہادت اور تصدیق زوج پائی جائے اگر عورت ویسی نہو یعنی نہ شوہر والی نہ معتدہ یا کہ شوہر والی ہو اور یہ دعوی کرے کہ وہ لڑکا اسکے سوا اور مرد کا ہے تو یہ اقرار ویسا ہو جیسے کہ اگر مرد دعوی کرے کہ یہ میرا بیٹا ہے اس عورت سے تو عورت کے حق میں اُسکی تصدیق نہو گی مگر عورت کی تصدیق کرنے سے قلت بقی لو لم یعرف لها زوج غیره لعدم المزاحم فیحرر میں کہتا ہوں باقی رہگئی یہ صورت کہ اگر عورت کا کوئی اور زوج مشہور اور معلوم نہو سوائے ایک زوج کے اور وہ یہ دعوی کرے کہ یہ میرا بیٹا ہے اور مرد سے تو اسکی تحریر اور تنقیح چاہیے ہم اس صورت میں ظاہر وہ لڑکا عورت ہی کا ٹھہرے گا کیونکہ شوہر معلوم پر تحمیل نسب نہیں ہوسکتی

تو وہ لڑکا عورت ہی وارث ہوگا مفتی ابوالسعود نے کہا غایۃ الامر یہ ہوکہ درصورت عدم معرفت زوج ثانی ولڑکا نا کا ہوگا اور ولد الزنا اور ولد اللعان فقط ماکا وارث ہوتا ہو تو اسمین تو قف کی کچھ وجہ نہین کذا فی الطحطاوی ولا یدمن تصدیق ھؤلاء اور صحت اقرار مین اُن اشخاص مذکورین کی تصدیق ضرور ہو م یعنی جب مرد نے یہ اقرار کیا کہ یہ میرا بیٹا ہی یا والدین ہین یا یہ میری زوجہ ہی اور عورت نے اقرار کیا کہ یہ میرے والدین ہین یا یہ زوج اور یہ میرا مولی ہی عتاقۃ تو ان لوگون کی تصدیق ضرور ہی اسواسطے کہ ہر شخص ان مین سے اپنی ذات کے تعرف مین ہی تو غیر کا اقرار انکو لازم نہین لا فی الولد اذا کان لا یعدو نفسہ لما مر انہ حینئذ کالمتاع مگر ولد مین تصدیق شرط صحت اقرار نہین جیسا اقرار ایسا ہو کہ اپنا حال بیان نکرسکتا ہو اسواسطے کہ مذکور ہوچکا کہ لڑکا اس حالت مین متاع اور اسباب کے مانند ہی یعنی تو جسکے پاس ہوگا اُسیکا ٹھہریگا ولو کان المقر لہ عبد الغیر اشترط تصدیق مولاہ لان الحق لہ اور اگر مقر لہ غیر کا غلام ہو تو صحت اقرار مین اسکے مولی کی تصدیق ہوگی شرط اسواسطے کہ حق اسی کا ہی وصح التصدیق من المقر لہ بعد موت المقر لبقاء النسب والعبرۃ بعد الموت اور صحیح ہی تصدیق مقر لہ کی بعد مرجانے مقر کے بسبب باقی رہنے نسب اور عدت کے بعد موت کے لا التصدیق الزوج بعد موتہا مرۃ لانقطاع النکاح بموتہا ولہذا لیس لہ غسلہا بخلاف عکسہ مگر زوج کی تصدیق زوجہ مقرہ لہ مرنے کے بعد صحیح نہین بسبب منقطع ہونے نکاح کے زوجہ کی موت سے اور اسی وجہ سے زوج کو جائز نہین غسل دینا بھی دینا زوجہ کا موت کے بعد برخلاف اسکے عکس کے یعنی اگر زوج مقر ہو تو زوجہ کی تصدیق بعد موت زوج کے صحیح ہی اور اسکو زوج کا غسل دینا بھی صحیح ہی اسواسطے کہ علائق نکاح کے بسبب باقی رہنے عدت کے ہنوز منقطع نہین ولو اقر رجل بنسب فیہ تحمیل علی غیر لم یقل من غیر ولا ذکرہا فی الدر لفسادہ بالجد لا بن الابن کما قال کالاخ والعم والجد وابن الابن لا یصح الا اقرار فی حق غیرہ الا بدھاں اور اگر ایک مرد نے اقرار کیا اُس کا جس مین غیر پر نسب ڈالنا ہو جیسا یون کہنا کہ یہ میرا بھائی اور چچا اور دادا اور پوتا ہی تو اقرار صحیح نہین غیر شخص کے حق مین مگر شہادت سے مصنف نے نسب مین غیر اولاد کی قید نہ لگائی جیسا نچہ دررمین ہی بسبب فاسد ہونے اُس قید کے جدا اور ابن الابن سے ومنہ اقرار اسنین کما مر فی باب ثبوت النسب فلیحفظ اور ازانجملہ ہی اقرار دو شخصون کا جیسا نچہ مذکور ہوچکا ثبوت نسب کے باب مین تو یاد رکھنا چاہیے م یعنی غیر کے حق مین اقرار نسب صحیح نہین مگر برہان سے سواسی قسم سے مقر علیہ کے وارثون سے دو شخصون کا اقرار کرنا ہی نسب کا ثوبانی وارثون پر ثبوت نسب کا حکم متعدی ہوگا اور اگر مقر ایک شخص ہوگا تو قاصر فقط اُسی پر حکم اقرار متصور رہیگا اور مقر لہ کے وارثون کا اقرار ثبت نسب نہین جیسے مقر لہ کی تصدیق ثبت نہین کذا فی الطحطاوی ولکن الوصف المقر علیہ والوارثۃ وھم من اھل التصدیق اور اسیطرح اقرار صحیح ہوگا اگر مقر علیہ مقر کی تصدیق کرے یا اُسکے وارث اور حالانکہ وہ تصدیق کرنے کی لیاقت رکھتے ہون م مقر علیہ سے وہ شخص مراد ہی جسپر مقر نسب کو محمول کرے ہر چند تصدیق ورثہ مقر علیہ قول سابق مین مندرج ہی لیکن دونون مین اتنا فرق ہو سکتا ہی کہ پہلی صورت مین مقر علیہ کے دو وارثون کا اقرار مثبت نسب ہی اور دوسری صورت مین اقرار مقر اور مقر علیہ کے دو وارثون کی تصدیق مثبت ہی اور لیاقت تصدیق سے مراد یہ ہی کہ وارث عاقل بالغ ہون اور نصاب شہادت کامل ہو کذا فی الطحطاوی ویصح فی حق نفسہ حتی یلزمہ ای المقر الاحکام من النفقۃ والحضانۃ ولا ارث اذا تصادقا علیہ ای علی ذلک لا اقرارا لان افرادہما حجۃ علیہما اور نہ کہ اقرار مقر کی ذات کے حق مین صحیح ہی تو مقر کو لازم ہون گے نفقہ اور پرورش اور میراث کے احکام جب کہ مقر اور مقر لہ دونون اُس اقرار پر باہم تصادق کرین اسواسطے کہ دونون کا اقرار دونون پر حجت ہو م نفقہ اسوقت ہی جبکہ مقر لہ محرمیت کی قرابت رکھتا ہو مقر سے لیکن پرورش مشکل ہی اسواسطے کہ پرورش نہین مگر صغیر کی اور صغیر لائق تصدیق کے نہین لیکن یہ توجیہ ہو سکتی ہی کہ حضانت سے مراد ضم ہی یعنی اپنے پاس رکھنا جبکہ بنت بالغہ ہو اور اُسکی بے حرمتی کا خوف ہو کذا فی الطحطاوی فان لم یکن لہ ای لہذا المقر وارث غیرہ مطلقا او ھو کان ذوی الارحام ولا بیت المال الولاء علی وغیرہ ورثہ سو اگر اس مقر کا

سوائے مقر لہ کے کوئی وارث مطلقاً نہ ہو وارث قریب جیسا کہ ذوی الارحام اور نہ بعید جیسا کہ مولائے عتاقت کذا فی العینی وغیرہ تو وہ احکام وارث شرعاً ہوگا مگر یہ ورثہ فقط مقر لہ کے مقصور رہے تو اسکی اصل اور فرع کیلئے میراث منتقل نہ ہوگی اسواسطے کہ یہ بمنزلہ وصیت ہے کذا فی الطحطاوی والا لا لان نسبہ لم یثبت فلا یزاحمہ الوارث المعروف والمراد غیر المزاحم بین لا لانہ لوجودھا غیرہ مانع قالہ ابن الکمال اور نہ بین تین یعنی اگر مقر کا کوئی وارث قریب یا بعید ہو تو مقر لہ کا وارث نہ ہوگا اسواسطے کہ اسکا نسب ثابت نہیں تو وہ مزاحمت نہیں کر سکتا وارث مشہور سے اور ان کو وارث جو اوارث مقر لہ ہو وہ وارث ہے جو وجود حین کے سوا ہو اسواسطے کہ زوجین کا وجود غیر مانع ہے مقر لہ کی ارث سے کذا ذکرہ ابن الکمال ثم للمقر لہ الرجوع عن اقرارہ لانہ وصیۃ من وجہ زیلعی ای وان صدقہ المقر لہ کما فی البدائع لکن نقل المصنف عن شرح السراجیۃ ان بالتصدیق یثبت النسب فلا ینفع الرجوع فلیحرر وعند الفتوی پھر رہا ہے کہ مقر کو اپنے اقرار سے پھر جانا جائز ہے اسواسطے کہ یہ اقرار ایک طرح کا وصیت ہے کذا فی الزیلعی یعنی رجوع اقرار سے جائز ہے اگرچہ مقر کی مقر لہ تصدیق بھی کرے کذا فی البدائع لیکن مصنف نے اپنی شرح میں سراجیہ کی شروح سے نقل کیا کہ مقر لہ کی تصدیق سے نسب ثابت ہو جاتا ہے تو رجوع عن الاقرار فائدہ نہ بخشے نہیں تو اسکی تحریر پر تنقیح چاہیئے فتوی دینے کے وقت ہم ظاہر زیلعی کا کلام حق ہے چنانچہ اتقانی اور شرنبلالیہ سے ثابت ہوتا ہے اور اس تعلیل میں اتفاق ہے کہ نسب ثابت نہیں تو محرر یہ تنقیح چاہیئے کہ کیا غیر تحصیل نسب نفع اور تصدیق مقر لہ کی پائی جاوے تو تبین رجوع جائز نہیں اور اگر تحصیل غیر ہے ہو اور مقر لہ تصدیق کرے تو رجوع جائز ہے غرضکہ بیان کلام ہے دو مقاموں میں فتدبر کذا فی الطحطاوی الخصاف ومن مات ابوہ فاقر بأخ شارکہ فی الارث فیسقط نصف نصیب المقر لہ ولم یثبت نسبہ کما تقرر ان اقرارہ مقبول فی حق نفسہ فقط اور جس شخص کا باپ مر گیا سو اسنے اقرار کیا کہ یہ شخص میرا بھائی ہے تو مقر لہ اسکا شریک ہوگا ارث میں تو وہ نصف حصہ مقر کا مستحق ہوگا اور اسکا نسب ثابت نہ ہوگا اسواسطے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ اسکا اقرار فقط اسکے حق میں مقبول ہے قلت بقی لو اقر لاخ بآخر ھل یعمل قال الشافعیۃ لا لان ما ادی وجودہ الی نفیہ انتفی من اصلہ ولم یکن مثبتا صریحا وظاھر کلامھم نعم فلیراجع میں کہتا ہوں باقی رہی یہ صورت کہ اگر بھائی بیٹے کا اقرار کرے یعنی میت کا بھائی کہے کہ یہ شخص میت کا بیٹا ہے تو یہ اقرار صحیح ہے یا نہیں علماء شافعیہ نے کہا کہ یہ اقرار صحیح نہیں اسواسطے کہ جسکا وجود باعث ہو اسکی نفی کا یعنی صحت اقرار کا موجب ہے وجود اور نفی اصل سے منتفی ہو جاتا ہے یعنی شافعیہ نزدیک صحت اقرار کی یہ شرط ہے کہ مقر وارث ہو تو اگر بھائی کے اقرار کی اس ادا سے کہ وہ وارث ہے تصحیح کیجئے تو صحت اقرار کا بطلان لازم آئے کیونکہ بھائی وارث نہیں رہتا بیٹے کے ہوتے اور یہ مسئلہ بہتے اپنے اماموں کے کلام میں صریح نہیں دیکھا اور انکے ظاہر کلام سے یہ جواب معلوم ہوتا ہے کہ ہاں اقرار نہ کو صحیح ہے تو اسکی تفتیش چاہیئے کتب مذہب میں عدم صحت ہے کہ مقتضائے کلام حنفیہ بیان یہ ہے کہ اگر مقر میں نصاب شہادت موجود ہو تو نسب ثابت ہوگا اگرچہ نصاب وارثوں سے ہوا اور اگر نصاب نہ ہو تو اقرار پر عمل کیا جائے گا فقط مقر کے حق میں اگرچہ نسب ثابت نہ ہوگا کذا فی الطحطاوی وان ترک شخصا اثنین ولیا خرا مۃ فاقر احدھما بقبض ابیہ بخمسین منھا فلا شئ للمقر لان اقرارہ یتصرف الی نصیبہ والاخر خصوم بعد حلفہ انہ لا یعلم ان ابا ہ قبض شطر المائۃ قالہ الاکمل قلت وکذا الحکم لو اقر ان اباہ قبض کل الدین لکنہ ھنا یحلف بخمسی الغریم یعنی اور اگر ایک شخص دو بیٹے چھوڑ کر مرگیا اور اسکے دوسرے شخص پر سو درم ہیں سو ایک بیٹے نے اقرار کیا کہ اسکا باپ پچاس درم اس سے لے چکا ہے تو قرضدار مقر قبض کو کچھ نہ لگے گا اسواسطے کہ اسکا اقرار اسکے حصے کیلئے پھر جائیگا اور دوسرے فرزند کو پچاس درم لیوے گا یعنی قسم کھانے کے بعد کہ وہ اسکو معلوم نہیں کہ اسکے باپ نے سو درم سے نصف پائے یہ قول ہے اکمل کا میں کہتا ہوں اسی طرح کا حکم ہے اگر ایک فرزند نے اقرار کیا کہ اسکے باپ نے تمام دین قبض کر لیا لیکن یہاں مدیون کے حق کے واسطے قسم لی جائے گی کذا فی الزیلعی ہم پہلی صورت کی قسم بھائی کے حق کے واسطے ہو نخصم کے واسطے اسواسطے اگرچہ اس سے ذمہ وہ مطالبہ نہیں جو اسپر واجب لازم ہوا اور اگر بھائی قسم نہ کھائے تو مقر پچاس درم میں اسکا شریک ہوگا اور دوسری صورت میں اگر غیر مقر بھائی قسم کھائے

تو مدیون پر بھی لازم ہوگا اور اگر تم کھانے لگا کہ میرے باپ نے کچھ نہیں لیا تو اسکا حصہ دیا جائے گا یعنی پچاس درہم کذا فی الطحطاوی

فصل فی مسائل شتی یہ فصل چند مسائل کتاب اقرار کے چند مسائل متفرقہ ہیں اقرت الحرۃ المکلفۃ بدین لاخر فکذبھا زوجھا صح اقرارھا فی حقہ ایضا عند ابی حنیفۃ فحبس المقرۃ ولا تلزم وان تضمن المقر لزوجہ وھذہ احدی المسائل الست الخارجۃ من قاعدۃ الاقرار حجۃ قاصرۃ علی المقر ولا یتعدی الی غیرہ وھی فی الاشباہ عورت آزاد عاقلہ بالغہ نے دوسرے شخص کے دین کا اقرار کیا سو اسکے زوج نے اسکی تکذیب کی تو اسکا اقرار اسکے زوج کے حق میں بھی صحیح ہوا امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک تو مقرہ دین کے ادا میں حبس کیجائے گی اور اسکا ساتھ چھوڑا جائے گا اگرچہ حبس اور ملازمت میں زوج کو ضرر ہو اور یہ ایک مسئلہ ہے ان مسائل ستہ سے جو اس قاعدے سے خارج ہیں کہ اقرار حجت قاصرہ ہے مقر پر اور غیر مقر کی طرف متعدی نہیں ہوتا اور دو مسائل اشباہ میں ہیں ہم نے مسائل شتی گانہ ایک مسئلہ وہ ہے جو متن میں مذکور ہو چکا ۳ اگر مرتہن نے راہن کے اس دین کا اقرار کیا جسکے ادا کا ٹھکانہ نہیں مگر عین مرہونہ کے ثمن سے تو دائن کو اسکی بیع جائز ہے اپنا دین لینے کے واسطے اگرچہ مستاجر کا نقصان ہو ۴ اگر محجور لیس نے عورت کے اقرار کیا کہ وہ اپنے زوج کے باپ کی بیٹی ہے اور باپ نے اسکی تصدیق کی تو دونوں میں نکاح فسخ ہوگا ۵ اپنی بچی نو بلوغ کے ولی کا دعوے کیا اور مدعی ایک بھائی ہے تو ولد کا نسب ثابت ہوگا اور ولد کے سبب بھائی میراث سے محروم ہوگا ۶ مکاتب نے جبکہ ولد جنرہ کا دعوی کیا اپنے بھائی کی زندگی میں تو دعوی صحیح ہوگا اور میراث اسکے والد کو ملے گی نہ بھائی کو ۷ ایک چیز بیچ ڈالی پھر اقرار کیا کہ بیچا تھا اور مشتری نے اسکی تصدیق کی تو مشتری کو رد بیع اسکے بائع پر بسبب عیب کے جائز ہے ویفیض ان بغیرھا ایضا من کان فی اجارۃ غیرہ فاقر لاخر بدین فان لحبسہ وان تضرر المستاجر وھو الفتوی ولم نرھا صریحۃ اور لائق یوں ہے کہ یہ مسئلہ بھی قاعدہ مذکورہ سے خارج ہو کہ جو شخص غیر کی نوکری یا مزدوری ہو پھر وہ شخص دوسرے شخص کے دین کا اقرار کرے تو مقر لہ کو اسکا حبس کرنا جائز ہے اگرچہ مستاجر کو ضرر ہو اور یہ حادثہ فتوی طلب ہوا تھا اور میں نے اسکو صحیح کسی کتاب فقہ میں نہیں دیکھا وعندھما لا تصدق فی حق الزوج فلا تحبس ولا تلازم ضرر قلت ویفیض ان یعول علی قولھما افتاء او قضاء لان الغالب ان الاب یعلمھا الاقرار لہ او لبعض اقاربھا لیتوصل بذلک الی منعھا بالحبس عنہ عن زوجھا کما وقفت علیہ مرارا حین ابتلیت بالقضاء کذا ذکرہ المصنف اور صاحبینؒ کے نزدیک زوجہ کے اقرار دین کی تصدیق نہ ہوگی زوج کے حق میں تو وہ محبوس اور ملازم نہ ہوگی کذا فی الدرر میں کہتا ہوں اور لائق یوں ہے کہ صاحبینؒ کے قول پر اعتماد کیا جائے فتوی دینے اور حکم کرنے میں اسواسطے کہ اکثر یہ ہوتا ہے کہ زوجہ کا باپ اسکو تعلیم کرتا ہے کہ باپ کے دین کا اقرار کرے یا اپنے بعض اقارب کے دین کا تاکہ اس توصل سے اسکو روک رکھے اپنے پاس اسکے شوہر سے چنانچہ میں نے مرتبہ اس حیلہ گری پر واقف ہوا ہوں جبکہ میں مبتلا بلا ہوا تھا ایسا کچھ ذکر کیا ہے مصنف نے اپنی شرح میں ہم اس تعلیل میں اعتراض ہے اسواسطے کہ علت خاص ہے اور مدعا عام ہے اسواسطے کہ جب اجنبی کے واسطے دین کا اقرار ہوا تو علت مذکور ظاہر نہیں ملا وہ اسکے یہ حیلہ اپنے پاس رکھنے کا نہیں ہو سکتا اسواسطے کہ حبس یوں کا قاضی کے پاس ہوتا ہے نہ باپ کے پاس تو ام ہے کا قول معتمد ٹھہرا کیونکہ مصنف نے اس تصحیح میں ائمہ ترجیح سے کسی کی سند بیان نہیں کی کذا فی الطحطاوی مجہولۃ النسب اقرت بالرق لانسان وصدقھا المقر لہ لم زوجہ ولا ولد منہ ای الزوج ولکن بھا زوجھا صح فی حقھا خاصۃ فولد علق حرا لاقرارھا رقیق خلافا لھما عورت مجہول النسب نے اپنے مملوک ہونے کا ایک آدمی کے واسطے اقرار کیا اور مقر لہ نے اسکی تصدیق کی اور اس عورت کا ایک شوہر ہے اور اولاد ہے اس شوہر سے اور اسکے زوج نے اسکی تکذیب کی تو عورت کا اقرار فقط عورت ہی کے حق میں صحیح ہوگا تو بس اسکے کا نطفہ رہے گا بعد اس اقرار کے وہ مملوک رہے گا مقر لہ کا برخلاف قول محمدؒ کے اور ولد مذکور بھی رقیق نہ ہوگا لا فی حقہ یرد علیہ انتقاض طلاقھا کما حققہ فی الشرنبلالیۃ شوہر کے حق میں صحیح ہوگا اقرار صحیح نہ ہوگا اس قول پر انتقاض

طلاق مقصود کا اعتراض وارد ہوتا ہے چنانچہ اسکی تحقیق شرح الجامعین مذکور ہے ہم مبسوط میں ہے کہ اس عورت کی طلاق دو طلقہ بائن اور عدت اسکی دو حیض ہیں بالاجماع اسواسطے کہ یہ لونڈی ہوگئی اور یہ حکم اُسی عورت کو خاص ہوا انتہی اور جواب اعتراض مذکور کا اسی قول میں نکلتا ہے کہ وہ لونڈی ہوگئی اور یہ حکم اسی کو خاص ہوا سواسطے کہ طلاق میں ہمارے نزدیک عورت کو نکاح کا اعتبار ہوا اور یہ طلاق حیض میں تو تناقض طلاق عورت مذکورہ کے خصائص غیر منخلص سے کذا فی المحیط وہی وحق الولاء اور نہ اولاد کے حق میں اُسکا اقرار صحیح ہے وفرع علیہ بقولہ فلا یبطل النکاح وعلی حق الولاء بقولہ والولاء حصلت قبل الاقرار وما فی بطنہا وقد احرز الکل بقبل اقرارہا بالرق اور مصنف نے حق ترتیب پر تفریع کی اپنے اس قول سے تو نکاح باطل نہ ہوگا اقرار مذکور سے اور حق ولاء پر تفریع کی اس قول سے اور جو ولاء حاصل ہوئی قبل اقرار کے اور جو بچہ اس عورت کے پیٹ میں ہے اقرار کے وقت وہ سب آزاد ہیں سبب اُنکے حاصل ہونے کے مملوک ہونے کے اقرار سے پہلے مجہول النسب حر عبدہ فاقر بالرق لفلان وصدقتہ المولیٰ صح اقرارہ فی حقہ فقط دون ابطال العتق یعنی جو مجہول النسب اپنے غلام کو آزاد کیا پھر اپنے مملوک ہونے کا ایک آدمی کے واسطے اقرار کیا اور مولیٰ نے اُسکے اقرار کی تصدیق کی تو اُسکا اقرار صحیح ہوگا فقط اُسکے حق میں عتق کے باطل کرنے میں فان مات العتیق یرثہ ورثتہ ان کان لہ وارث یستغرق الترکۃ والا فبیت المال والباقی کلہ فی مشہ للمقر لہ یعنی پھر اگر غلام آزاد مر گیا تو اُسکا وارث اُسکی میراث پاوے گا اگر اُسکا کوئی ایسا وارث ہو جو تمام متروک کو میراث میں لے سکے اور اگر ایسا نہ ہو یعنی اُسکا کوئی مطلقاً وارث نہ ہو یا وارث ہو مگر کل متروک نہ لے سکے جتنا اندازہ میں تو مقر لہ کل متروک کا یا باقی متروک کا وارث ہوگا فان مات المقر لہ العتیق فارثہ لعصبۃ المقر سو اگر پہلے مقر لہ مر گیا پھر غلام آزاد تو اُسکی میراث مقر کا عصبہ پاویگا ولو جنی ھذا العتیق سعی فی جنایتہ لانہ لا عاقلۃ لہ ھذا اگر یہ غلام آزاد جنایت کرے تو اپنی جنایت میں سعی کرے یعنی محنت مزدوری کرکے دیت ادا کرے اسواسطے کہ اُسکا کوئی کنبا وقبیلا نہیں جو دیت لاوے آدمی کی ولو جنی علیہ یجب ارش العبد وھو کالمملوک فی الشہادۃ کالاستحقاق بظاھرہ وھو صریح المذھب لا للاستحقاق اور اگر اُسپر جنایت کیجاوے یعنی کوئی اُس غلام آزاد کو مار ڈالے تو قاتل پر غلام کی دیت دینا واجب ہوگا اور وہ مملوک کے مانند ہے گواہی دینے میں اسواسطے کہ اُسکی آزادی ظاہر حال سے ثابت ہوا بظاہر حال دفع کے لیے نہ کہ حق استحقاق کی قال رجل لآخر لی علیک الف فقال فی جوابہ الصدق او الحق او الیقین او نکر لقولہ حقا ونحوہ او کرر لفظ احد الصدق کقولہ الحق الحق او حقا حقا ونحوہ او قرنہا بالبر کقولہ البر الحق او الحق بالبر فاقرار ایک مرد نے دوسرے سے کہا کہ میرے تجھ پر ہزار روپے ہیں سو اُسنے جواب میں کہا الصدق بالحق یا الیقین یا الفاظ مذکورہ کے بعد بدون الف لام کے چنانچہ یوں بولا کہ حقا اور اسکے یا لفظ حق یا صدق کو مکرر بولا چنانچہ یوں بولا الحق الحق یا حقا حقا اور اسکے ساتھ بر کا لفظ ملا کر بولا چنانچہ یوں بولا البر الحق یا الحق بالبر تو یہ اقرار ہے ہزار روپے کا مثلاً ولو قال الحق حق او الصدق صدق او الیقین یقین لا یکون اقرارا لانہ کلام تام بخلاف ما قبلہ لانہ لا یصلح للابتداء فجعل جوابا کانہ قال ادعیت الحق الخ اور مخاطب یوں بولا کہ الحق حق یا الصدق صدق یا الیقین یقین تو یہ اقرار نہ ہوگا اسواسطے کہ یہ پورا کلام ہے بخلاف ان الفاظ کے جو اوپر مذکور ہو چکے کہ وہ کلام تام نہیں اسواسطے کہ وہ الفاظ ابتدائے کلام ہونے کی لیاقت نہیں رکھتے تو وہ پہلے کلام کے جواب ٹھہر گئے تو گویا اُسنے یوں کہا کہ تو نے حق بات کا دعویٰ کیا الخ قال لامتہ یا سارقۃ یا زانیۃ یا مجنونۃ یا ابقہ او قال ھذہ السارقۃ فعلت کذا ویا عھا فوجد بہا واحدا منہا ای من ھذہ العیوب لا تردہ لانہ ابتداء او شتمہ لانہ اخبار ھو لونڈی سے اپنی لونڈی کو کہا او چوئی او چنال او دیوانی او بھگوڑی یا یہ کہا کہ اس چوئی نے ایسا کیا اور بعد اسکے اُسکو بیچا الا پھر اُس لونڈی میں عیوب مذکورہ میں سے کوئی عیب پایا گیا تو مولیٰ کے قول مذکور سے اُسکی بیع نہ ٹوٹے اسواسطے کہ وہ پکارنا گالی دینا ہی خبر دینا نہیں ہے جو اقرار عیب کا ثابت ہوتا ہم قول اخیر گالی ہے اور اتی ذا ہو بخلاف ھذہ سارقۃ او ھذہ ابقۃ او ھذہ زانیۃ او ھذہ مجنونۃ حیث ترد باحدھا لانہ اخبار وھو لتحقیق الوصف بخلاف ان اقوال کے یہ ہے کہ یہ چوئی ہے یا بھگوڑی ہے

یا ینہ انہی یا بہ ریانی ہو کہ اس صورت میں اسکی پیچ رد ہوگی ایک عیب کے پائے جانے سے اسواسطے کہ یہ قول اخبار ہو اور اخبار وصف کے ثابت کرنے کے واسطے ہوتا ہے ہم یعنی جو شخص بالعلم اخبار نہ کرے لونڈی کو خریدے پھر اخبار کا اسکو علم ہو تو وہ پیچ کو رد کر سکتا ہو وغلافہ یا لطاق او ھذہ المطلقۃ فعلت لان احیت تطلق اھ لانہ من انشائہ شرعا فجعل ایجابا لیکون صادقا بخلاف الاخبار اھ ور برخلاف ہر قبل کے کہ زوج نے زوجہ سے کہا کہ یا طاق یا یوں کہا کہ ہر مطلقہ ہے یا ایسا کہا کہ اسکی عورت کو طلاق ہو جائے گی بسبب قول ور ہر زوج کے انشاء ہونے کے شرعاً تو زوج کا کلام مذکور ایجاب ٹھہر گیا تاکہ وہ سچا ٹھہرے بخلاف اول کے کذا فی الدر ھم یعنی مولے قادر نہیں جنون وغیرہ اوصاف کے انشاء پر اور اقرار السکران بطرقیہ فحدہ رای الممنوع منہ ھم صحیح فی حق اس مست کا اقرار جو حرام اور ممنوع نشہ پیکر مست ہوا ہو صحیح ہی ہر حق میں ہم حق تعالیٰ نے فرمایا لا تقربوا الصلوۃ وانتم سکاری یعنی نماز کے قریب نہ جاؤ اور حالانکہ تم مست ہو خطاب فرمایا مستوں سے اور اسکو عین مستی کی حالت میں کہ ان الاشباہ تو معلوم ہوا کہ مستی تکلیف شرعی کی مسقط نہیں فتدبر فلو اقر بقود او قطع علیہ الحد فی سکرہ وفی السرقۃ یضمن المسروق کما بسطہ سعدی افندی فی باب حد الشرب تو اگر مست نے قصاص کا اقرار کیا تو پھر حد قائم ہوگی اسکی مستی کی حالت میں اور اگر قطع کیا چوری میں تو پھر مسروق کا ضمان لازم ہوگا چنانچہ اسکو واضح بیان کیا ہو سعدی افندی نے حد شرب کے باب میں کما فی مایقبل الرجوع کالردۃ وحد الزنی وشرب الخمر اگر مست مذکور کا اقرار صحیح نہیں ان چیزوں میں جو رجوع عن الاقرار کے قابل ہیں چنانچہ ارتداد اور زنا اور شرب خمر کی حد یعنی اگر مستی میں اقرار کیا کہ اُسنے شراب پی ہو تو اسکا اقرار صحیح نہیں تو پھر حد قائم نہوگی بلکہ تر یا ساقط ہوگی پر مثلاً موقوف ہوگا کذا فی الطحطاوی وان سکر بطریق مباح کشربہ ملکرھا لا یعتبر بل ھو کالاغماء الا فی سقوط القضاء وتمامہ فی احکامات الاشباہ اور اگر مست ہو گیا مباح طریق سے چنانچہ نشہ والی چیز کو جبر سے پلانا تو اسکا اقرار معتبر نہوگا بلکہ وہ مستی اغماء یعنی بیہوشی کے مانند ہوگی نماز کے قضا کے ساقط ہونے سے اغماء کے مانند نہیں اور پورا بیان اسکا اشباہ کے احکامات میں ہم یعنی اگر ایک رات اور دن سے بیہوشی زیادہ رہی تو نماز کا قضا کرنا اس سے ساقط ہوا اور مستی سے ساقط نہیں ملقرہ اذا کذب المقر بطل اقرارہ لما تقرر مانند بیع بالمرد مقرلہ جبکہ مقر کی تکذیب کرے تو مقر کا اقرار باطل ہوگا اسواسطے کہ ثابت ہو چکا ہو کہ اقرار مردود ہو جاتا ہو رکھنے سے ہم یعنی جب مقرلہ مقر کی تکذیب کرے پھر اسکی تصدیق کرے تو اسکی تصدیق پر عمل نہوگا مگر مواضع آیندہ میں تصدیق بعد تکذیب پر عمل ہوگا کذا فی الطحطاوی والا فی ست علی ما ھنا تبعا للاشباہ تکذیب مقر اسطل اقرار ہو کہ جمیع صورتوں میں ہو جب اسکے بعد مصنف نے بیان انشاء کی پیروی سے ذکر کیا ہو الا اقرار بالحریۃ والنسب والولاء والعتاقۃ والنوم یعنی مواضع ستہ آزادی کا اقرار ہو اور نسب اور ولاء عتاقت اور وقف کا اقرار ہو ہم اقرار حریت کی یہ صورت ہو کہ جسکے پاس غلام ہو اُسنے اقرار کیا کہ یہ آزاد ہو تو اسکی حریت ثابت ہوگی اگرچہ غلام اُسکی تکذیب کرے دعوی نسب کے باب میں پہلے مذکور ہو چکا کہ تصدیق مقر لہم کی ضرور ہو صحت اقرار میں اور تصدیق مولا عتاقت بھی شرط ہو اور یہاں اُسکے خلاف ہو مگر یہ کہ اپر محمول کیجئے کہ جب مقرلہ تصدیق کیطرف عود کرے بعد تکذیب کے تو تصدیق مقبول ہوگی چنانچہ ہم ابھی بیان کر چکے ہیں اور اس حمل پر تصریحات بحر الرائق کی یہ عبارت دلالت کرتی ہو کہ نزازہ میں ہو کہ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ تیرا میں غلام ہوں وہ مقرلہ نے اسکو رد کیا پھر اُسنے اسکی تصدیق کی تو وہ اسکا غلام ٹھہرے گا اور رقیت کا اقرار رد کرنے سے باطل نہوگا جیسے مولے کے انکار سے باطل نہیں ہوتا بخلاف ہبہ میں اور دین کے اقرار کے کہ وہ رد کرنے سے باطل ہوتا ہو اور طلاق اور عتاق رد کرنے سے باطل نہیں ہوتی اسواسطے کہ وہ اسقاط ہیں فقط اسقاط سے ساقط ہو جاتے ہیں انتہی اشباہ میں ہم سے منقول ہو کہ جب مقرلہ وقف کو رد کرے پھر اسکی تصدیق کرے تو صحیح ہو انتہی تو یہاں کے مسائل مذکورہ کی تصویر مشکل نہیں رہ گئی سوائے اطلاق اور عتاق کے اسقاط ہونے کے کذا فی الطحطاوی مختصراً ہم فی الاسعاف لو وقف علی رجل فقبلہ ثم رد ہ لم یرتد وان رد ہ قبل القبول ارتد

اسمات مین ہے اگر وقف کیا ایک مرد نے چھ سو اسنے وقف کو قبول کیا پھر اسکو رد کیا تو وقف مردود ہوگا اور اگر قبول کرنے سے پہلے رد کریگا تو پھر جائے گا
والطلاق والعتاق بالاتفاق اور طلاق اور عتق کا اقرار تو سیسے مسائل ستہ کا اقرار مریض ہے تو اسکا رد کرنے سے وہ نہیں پھرتا مقرلہ رد کرنے سے وہ نہیں پھرتا للمریض شیخ زادہ
اور مسائل ستہ مذکورہ پر اسلئے زیادہ کیگئی کہ اقرار بالمبارئہ یعنی اگر وارث اس میراث کو جو مورث سے حاصل ہی رکھے تو مرد ہوگی والنکاح کما فی متفرقات
قضاء البحر وتابعہ صاحب النہر اور نکاح زیادہ کیا گیا ہے جیسا کہ بحر الرائق کی کتاب القضا کی متفرقات مین مذکور ہوا اور ہم نے اسکا بیان رہن ہم یعنی اگر احد الزوجین
نکاح رد کرے میرے رہن کرے تو صحیح ہے بحر الرائق کے ستر نکات مین یہ عبارت ہے وانما الاقرار بالنکاح فلم یرد الآن انتہی یعنی نکاح کا اقرار تو مین نے اب تک
نہین دیکھا تو معلوم ہوا کہ صاحب بحر الرائق کو نکاح مین تو قضیہ ہی کہ اقرار بالطلاق کی تو شارح کو ذکر نکاح بصیغہ مجرد مناسب تھا واستثنی مسئلتین
من ہذا براءہ وہما ابراء الکفیل بالنفس عن المال ابراء المال عن قولہ ابرئنی فابرأہ لا یرتد فالمستثنی عشرۃ فلتحفظ اور صاحب بحر نے دو مسئلے
اس سے مستثنے کیے ہین اور وہ دونون ہین کہ انہون نے کہا کہ اگر کفیل کہے مجھ کو بری کر دے اور مدیون کا ابرا کرنا اسکے یون کہنے کے بعد کہ مجکو بری الذمہ کر دے سے
سوا دائن نے اسکو بری الذمہ کر دیا تو ہین پھرتا ہے مستثنے دس مسئلے ہین سو انکو یاد رکھنا چاہیے ہمنے یہ مسائل عشرہ چھ صورتون مین مذکور ہین اور چار صورتین
شارح نے بڑھا دی ہین لیکن چونکہ صاحب بحر کو نکاح مین تو وقف ہی تو درحقیقت تو صورتین مستثنی ٹھہرین گی رد کرنے سے رد نہین ہوتی ہین وقف
وکالۃ الوہبانیۃ وبنی صدقہ فیہا شرح وہبانیہ کی کتاب الابرا مین ہے اور جبکہ اسنے تصدیق کی وکالت وغیرہ مین پھر
اسکو رد کیا تو اسکے رد کرنے سے رد نہین ہوتا ہے محطاوی نے کہا ہے کہ اقرار اور ابرا اور وکالت اور وقف معلوم ہوتا ہے علامہ عبد البر
کی شرح وہبانیہ سے اور رمالا کہ وکالت بحقوق غیر لازمہ ہو رد کرنے سے کیونکہ پھر گی مگر تصویر وکالت یون کیجیے کہ شرا مین کا وکیل کیا اور وکیل نے وکالت
قبول کی ہر مثل ثمن مبیع اور مبیع کے پھر رد وکالت کا دعوی کیا تو یہ رد وکالت قبول نہین انتہی وہل یشترط الصحۃ الرم مجلس الابراء
خلاف اور ابرا ابرا کے صحیح ہونے کے لیے مجلس ابرا شرط ہے یا ان تمام شرائط کا جنکا اقرار مین ہم نے ذکر کیا ہے بعضون کے نزدیک شرط ہے اور بعضون کے نزدیک نہین
والاضابط ان مافیہ تملیک مال من وجہ یقبل الرد والا فلا کابطال شفعۃ وطلاق وعتاق لا یقبل الرد وہذا ضابط جید
فلتحفظ اور قاعدہ کلیہ صاحبیہ رد اور عدم صلاحیت کا یہ ہے کہ جس عقد مین مال کی تملیک ہو کسی سے وہ رد قابل رد ہوتی ہے اور اگر تملیک مال نہین وہ قابل
رد نہین جیسا کہ شفعہ اور طلاق اور عتاق کا باطل کرنا کہ یہ قابل رد نہین ہوتا اس قاعدہ کو یاد رکھنا چاہیے صالح احد الورثۃ وابراءہ
ابراء عاما ثم قال لم یبق لی حق من ترکۃ ابیہ عند الوہبانی فہمت الجمیع ومنہ ذلک ثم ظہر فی ید صبیۃ من ترکۃ شی لم یکن
وقت الصلح وتحققہ تسمع دعواہ منیۃ المفتی لا یبرأ بزیۃ ولا یشکل ہذا بما اختص الخ بزیۃ حق ای ما قبضتہ علی
ان الابراء عن الاعیان باطل وینبغی ان یجب علم صحۃ الابراء الخ اما اذا ادعت ابوۃ البنوۃ واعترف بالشرف للاخ وتحققت فی الصلح
مسالۃ کہ ایک وارثہ نے مدعا علیہ سے اور اسکو ابرا عام کر دیا پھر وہ امیر کچھ چیز ہاتھ آئی کہ میرا کچھ حق ہاتھ نہین آیا تھا تو مسموع ہے یا نہین ہمارون کہا کہ مین نے اپنا
حصہ پایا تھا اسنے کچھ اور لیا تو یہ اسکے حصہ کا ہوگا ہی اس چیز سے مسموع ہوگا یا نہین قول صحیح ترکمانی صلح البزازیۃ اور کچھ تناقض نہین ادعا
بعد الابرا میرا حصہ مجھوا کہ یہ اسکے اس قول کو کہ میرا کچھ حق باقی نہین اس معنی پر محمول کرینگے کہ جو باقی رہا جانے کہ مین نے قبضے مین کیا علاوہ یہ ہی کہ اعیان
سے ابرا کرنا یعنی وارث کا جو ہے باطل ہے یا کہ ابرا مخصوص ہے یون اور اسی وقت مین عدم صحت برات کی تو یہی وجہ ہے دعوی مسموع ہونے مین
چنانچہ ابن شحنہ نے یہ فائدہ بیان کیا ہے اور شرنبلالی نے اسکو معتمد بتایا اور عنقریب ہم اسکی تحقیق کرینگے کتاب الصلح مین ہم سب حصہ پانے کی بیدست

ہو کہ وارث نے اقرار کیا کہ جو میرے والد کا ترکہ کو گوں اللہ تعالیٰ اسکو جیسے نے پہلے پھر ایک مرد پر دین پدری کا دعوی کیا تو دعوی اسکا مسموع ہوگا نہ کہ اقرار حوالی الفتح من الطحطاوی نے کہا کہ شارح نے جو وصی کی قید لگائی تو غیر وصی خارج ہوگیا اور حالانکہ حکم مسئلہ وصی اور غیر وصی دونوں کو شامل ہے تو اگر شارح متن کو ذکر کرتا وقت اصل مسئلہ پھر یوں کہتا اداعی فی ید الوصی شیئا وقال ہذا من ترکۃ والدی او ادعی علی الرجل دینا لوالدہ لم تسمع دعوتہ فیما ذکر تساتھ ہوتا اقر رجل بمال فی صك و اشهد عليه بهذا دعوى ان بعض هذا المال المقر به قرض وبعضه ربوا عليه فان اقام على ذلك بينة قبلت وان كان متناقضا لانا نعلم انه مضطر الى هذا الاقرار شرح وهبانية قلت وحرر شارحها الشرنبلالى انه لا يفتى بهذا الفرع لانه لا عن ملجئ اقر غايته ان يقال بانه يحلف المقر على قول ابى يوسف المختار للفتوى فى هذه ونحوها الخ قلت وبه جزم المصنف فيما مر فتدبر اقرار کیا ایک شخص نے اس مال کا جو دست آویز میں مرقوم ہے اور اسپر گواہ کر دیا پھر اُسنے دعوی کیا کہ بعض اس مال مقر بہ قرض ہے اور بعض بیاج ہم مجھ پر اگر گواہی قایم کرے گا تو یہ قبول ہوگی باوجود متناقض ہونے اسوا سطے کہ ہم جانتے ہیں کہ وہ شخص اس اقرار کرنے میں مضطر ہے کذا فی شرح الوہبانیہ میں کہتا ہوں اور وہبانیہ کے دوسرے شارح شرنبلالی نے تحریر کی ہے کہ اس مسئلے پر فتوی نہ دیا جاے اسواسطے کہ مقر مذکور کے واسطے کچھ عذر صحیح نہیں بعد اقرار مذکور کے نہایت کار یہ ہے کہ کہا جاوے یعنی اسکا فتوی دیجاوے کہ مقر سے اسکی قسم لیجائے بموجب قول ابی یوسف کے جو فتوی دینے کے واسطے اس مسئلے میں ہمارے زمانہ میں مختار ہیں کہتا ہوں اور اسی قول پر یقین کیا ہے مصنف نے اسمیں جو مذکور ہو چکا تو سمجھ لے اقر بعد الدخول من هنا الى كتاب الصلح ثابت فى نسخ المتن ساقط من نسخ الشرح انه طلقها واقر الدخول لزمه مهر بالدخول ونصف بالاقرار بعد دخول زوجہ کے اقرار کیا کہ اُسنے اُسکو طلاق دی قبل دخول کے تو اُسکو پورا مہر لازم ہوگا بسبب دخول کے اور نصف مہر لازم ہوگا بسبب اقرار کے یہان سے کتاب الصلح تک متن کے نسخوں میں ثابت ہے اور شرح مصنف کے نسخوں سے ساقط ہے اقر بعض انشاء ربع الوقف يستحقه فلان دون صح وسقط حقه ولو كتاب الوقف بخلافه جسکے واسطے کل حاصلات وقف شرط ہوئی اُسنے اقرار کیا کہ ربع حاصلات یا بعض حاصلات وقف کا فلانا شخص مستحق ہے تو اقرار صحیح ہے اور اُسکا حق ساقط ہوگا اور اگرچہ وہ شرط وقف کی اس اقرار کے مخالف ہو ولو جعل لغيره او اسقطه لا لاحد لهم اور اگر اُسنے حاصلات کو اپنے غیر کے واسطے مقرر کر دیا یا اُسکو ساقط کر دیا باتعیین مستحق تو اقرار صحیح نہیں ہم جعل سے مراد انشا جعل ہے لا اسقاط تا اسقاط سے خوب بنے اور آگے معلوم ہوگا کہ جعل سے مراد انشا ہے کذا فی الطحطاوی وقولہ المشروط لها المراد بها ما مر فى الوقف وذكره فى الاشباه شه وهذا فى الساقط لا يعود فراجعه اور یہ سب حاصلات جسکے واسطے وقف کی نظارت مشروط ہوئی اُسکا حکم بھی علی ہذا القیاس ہے چنانچہ کتاب الوقف میں مذکور ہو چکا اور اشباہ میں وہاں یعنی کتاب الوقف میں اور یہاں یعنی کتاب الاقرار میں اس قاعدے میں کہ ساقط چیز عود نہیں کرتی اُسکو ذکر کیا ہے تو اشباہ کی طرف مراجعت کر لقصد المرفوعة الى القاضى لا يؤاخذ بما اقر به مما كان فيها من اقرار وتناقض لما قدمنا فى القضاء انه لا يؤاخذ بما فيها الا اذا اقر بلفظ صريح جو حکایات کہ قاضی کے پاس پیش ہوں تو اُنکا پیش کرنے والا ماخوذ نہوگا اُس مضمون سے جو اُنمیں مندرج ہو اقرار اور تناقض سے اسواسطے کہ ہم کتاب القضا میں ذکر کر چکے ہیں کہ اُنکے قضا میں مندرجہ کا مواخذہ نہیں مگر جبکہ پیش کرنے والا بلفظ صریح اُسکا اقرار کرے تو ماخوذ ہوگا قال له على الف فى علمى وفيما اعلم او احسب او اظن لا شئ عليه خلافا للثانى فى الاول قلنا هى للشك عرفا نعم لو قال علمت لزمه اتفاقا کسی شخص نے کہا کہ اُسکے مجھ پر ہزار درم ہیں میری لغت میں یا بچانے فی علمی کے فیما اعلم یا فیما احسب یا فیما اظن بولا تو اُسپر کچھ لازم نہوگا بخلاف ابو یوسف کے اول میں یعنی فی علمی کہنے میں ہزار درم لازم ہوں گے ہم جواب میں کہتے ہیں طرفین کیطرف سے کہ فی علمی وغیرہ شک اور تردد کے واسطے مستعمل ہیں عرف عرب میں ان اگر علمت کا لفظ کہے یعنی میں سلم ہو گیا کہ اُسکے مجھ پر ہزار درم ہیں تو اُسکو اقرار لازم ہوگا باتفاق طرفین اور ابو یوسف کے قال غصبنا التاجر فلان تجر قال كنا عشرة النفس

مثلا وادعی الغاصب کذا فی نسخ المتن وقد علمت سقوط ذلک من نسخ الشرح وصوابہ وادعی الطالب کما عبر بہ فی المجمع وقال شراحہ ای المغصوب منہ انہ ھو وحقا غصبھا لزمہ الالف کلھا ایک شخص نے اقرار کیا کہ تمنے ہزار روپیہ فلانے شخص سے غصب کیے پھر مقر لولا کہ وہ شخص غاصب تھے مثلاً اور جس سے غصب کیے وہ کہتا ہو کہ فقط مقر ہی نے ہزار روپیہ غصب کیے ہیں تو سب ہزار روپیہ مقر ہی کو لازم ہوں گے شارح نے کہا متن کے لفظوں میں ادعی الغاصب ہو اور تو معلوم کر چکا ہو کہ مصنف کی شرح کے لفظوں سے یہ عبارت ساقط ہوئی اور چاہیے ادعی الغاصب او ادعی الطالب جس طرح مجمع کی تعبیر ہو اور مجمع کے شارحوں نے طالب کی شرح مغصوب منہ کی ہو والزمہ زفر بعشرھا اور زفر نے مقر مذکور پر ہزار کا دسواں حصہ لازم کیا ہو اسواسطے کہ مقر نے ہزار روپیہ کے مغصب کی نسبت اپنی طرف اور غیر کیطرف کی ہی تو اسپر بقدر اسکے حصے کے لازم ہوگا قلنا ھذا الضمیر یستعمل فی الواحد والظاھر انہ یخبر بفعلہ دون غیرہ فیکون قولہ کنا عشرۃ رجوعا فلا یصح نعم لو قال غصبنا کان صحیحا اتفاقا کانہ لا یستعمل فی الواحد ہم زفر کے جواب میں کہتے ہیں کہ یہ ضمیر یعنی متکلم مع الغیر کی ایک متکلم میں بھی مستعمل ہوتی ہو کما قال تعالی انا ارسلنا اور ظاہر مقر اپنے فعل کی خبر دیتا ہو نہ غیر کے فعل کی تو اسکا یہ قول کہ ہم دس غاصب تھے رجوع عن الاقرار ہو تو صحیح نہ ہوگا ہاں اگر مقر کہتا کہ ہم سب نے ہزار روپیہ کو غصب کیا تو اقرار صحیح ہوتا بالاتفاق اسواسطے کہ یہ لفظ واحد میں مستعمل نہیں قال رجلا وصی ابی بثلث مالہ لزیدٍ بل لعمرٍو بل لبکرٍ فالثلث للاول ولیس لغیرہ شیئ وقالا فی الکل ثلثہ ولیس للاول شیئ ایک مرد نے کہا میرے باپ نے اپنے ثلث مال زید کے واسطے وصیت کی بلکہ عمرو کیواسطے وصیت کی بلکہ بکر کیواسطے وصیت کی تو اول شخص کیواسطے ثلث مال ہو اور اسکے سوا کسیکو کچھ نہیں اور زفر نے کہا تینوں شخصوں کو تہائی تہائی ملے گا اور فرزند کو کچھ نہیں ہم زفر نے وصیت کو مسئلہ دین پر قیاس کیا مسئلہ دین یہ ہو کہ اسیطرح تین شخصوں کے واسطے دین کا اقرار کیا تو تینوں کو تہائی تہائی ملے گا قلنا نفاذ الوصیۃ فی الثلث وقد اقر بہ للاول فاسقطہ فلم یصح رجوعہ بعدہ لذلک الثانی بخلاف الدین لنفاذہ من الکل الکل من الجمیع واللہ اعلم ہم زفر کے جواب میں کہتے ہیں کہ وصیت کا جاری ہونا فقط ثلث مال میں ہوتا ہو اور حالانکہ ثلث مال کا اول شخص کے واسطے اقرار کر چکا ہو تو وہی شخص ثلث کا مستحق ہو گیا تو بعد اسکے رجوع اقرار دوسرے شخص کے واسطے وصیت کرنے سے صحیح نہ ہوا بخلاف مسئلہ دین کے بسبب نافذ ہونے دین کے کل مترکہ کے یہ سب مسائل مجمع سے منقول ہیں واللہ اعلم

فروع مسائل المتن شارح کے اقر بشیئ ثم ادعی الخطأ لم یقبل الا اذا اقر بالطلاق بناء علی فناء المفتی ثم تبین عدم الوقوع لم یقع دیانۃ قنیۃ کسی چیز کا اقرار کیا پھر خطا کا اقرار کا دعوی کیا تو مقبول نہیں اگر چہ کہ وقوع طلاق کا اقرار کیا کسی مفتی کے فتوی دینے پر کیا پھر عدم وقوع طلاق ظاہر ہوا یعنی بعد تحقیق معلوم ہوا کہ مفتی کا فتوی غلط تھا تو باعتبار دیانت کے طلاق نہ واقع ہوگی کذا فی التنقیہ اور اگر قاضی کے روبرو طلاق کا اقرار کیا تو خطائے مذکور میں اسکی تصدیق نہ ہوگی کذا فی حواشی الاشباہ اقر انہ سارق باطل الا اذا اقر بالمکرہ باطل الا اذا اقر السارق بمکرھا فانہ یقضی بھا ظھیریۃ اقرار کرنا مکرہ کا باطل ہو مگر جبکہ سارق زبردستی سے چور ہونیکا اقرار کرے تو بعضوں نے صحت اقرار کا فتوی دیا ہو کذا فی الظھیریۃ وجہ تمہیں اور قنیہ میں ہو کہ درصورت مذکور عقوبت سارق کا فتوی نہ دیا جاویگا کیونکہ اقرار ظاہر ہو الا اقر بشیئ محال وبالدین بعد الابراء منہ باطل شیئ محال کا اقرار اور دین کا بعد اسکے سمان کر دینے کے باطل ہو صورت یہ ہو کہ ایک شخص نے اقرار کیا کہ مجکو زید نے فلانے حیوانے میں قرض دیا اور حالانکہ زید اس سے پہلے مر چکا اور از انجملہ یہ ہو کہ بیع عبد کا بلا ذکر ثمن اقرار کیا پھر بیع کا منکر ہو گیا تو انکا صحیح ہو اسواسطے کہ بیع بلا ثمن باطل ہی علی المذہب ظہیریہ کذا فی الخطاوی ولو لھما بعد ھبتھا لہ علی الاشبہ اقرار دین بعد ابراء کے باطل ہو اگر چہ مہر کا اقرار ہو زوجہ کے بخش دینے کے بعد زوج کو بنا بر قول اشبہ صورت اسکی یہ ہو کہ زوج نے اپنا مہر بخشدیا پھر زوج نے بہ بعد مہر کا اقرار کیا تو اسکا اقرار صحیح نہیں اور یہ اسکے مخالف نہیں جو عبد الشارح وہبانیہ نے خلاصہ اور ضمری سے نقل کیا کہ ایک مرد نے اپنی عورت کے ہزار روپیہ کے مہر کا مرض الموت میں اقرار کیا اور مر گیا پھر وارثوں نے گواہوں سے ثابت کیا کہ عورت ہبہ مہر کر چکی تھی زوج کی حیات میں تو گواہی

مقبول نہیں اسواسطے کہ شاید طلاق بائن کے بعد دوسری بار نکاح کیا ہو مہر مذکور پر لیکن فصول عمادی سے معلوم ہوتا ہی کہ اقرار صحیح نہیں گر بقدر مہر مثل کے پھر شارح نے مصنف سے نقل کیا کہ مہکا ہمسر ابرا کے مخالف ہی تو اگر زوجہ زوج کو مہر سے ابرا کرے پھر زوج مہر کا اقرار کرے تو صحیح نہیں کذا فی الطحطاوی **ثم لو ادعی دینا بسبب حادث بعد الابراء العام وانما قرینۃ یلزمہ ذکر المصنف فی فتاواہ قلت ومفادہ انہ لو اقر بقاء الدین ایضا فحکمہ کالاول وھو فاتحۃ الفنون فتامل** ہان اگر دین کا دعوی کرے کسی نئے سبب کی جہت سے بعد ابراء عام کے اور یہ دعوی کرے کہ مدیون نے اُسکا اقرار کیا ہی تو اُسکو لازم ہوگا یہ مصنف نے اپنے فتاوے مین ذکر کیا ہی مین کہتا ہون اور مفاد اُسکا یعنی سبب حادث کے تعقیب کا یہ ہی کہ اگر مدیون باقی رہنے اُس دین کا بھی جیسا کہ ابرا ہو گیا اقرار کرے تو اُسکا حکم مانند اول کے ہی یعنی وہ اقرار باطل ہی سو تامل کرو اس عبارت اور عبارت سابقہ مین فرق یہ ہی کہ پہلی عبارت مین یون اقرار کیا کہ فلانے کا مجھ آتا ہی اور دوسری عبارت مین اقرار کیا کہ فلانے کا دین مجھپہ باقی ہی اور دونون مین ایک ہی حکم ہی یعنی بطلان کذا فی الطحطاوی **والفعل فی المرض الحق من فعل الصحۃ** مرض کا فعل ترجمہ صحت کے فعل سے ہر چند کہ دین کا اقرار اور نکاح کرنا اور عتق اور رہبہ مرض الموت مین کہ ترجمہ صحت کے افعال مذکورہ سے اسواسطے کہ مرض کا اقرار دین موخر ہی صحت کے دین سے اور مرض کے نکاح کا مہر مثل سے زیادہ نافذ ہوگا بخلاف صحت کے اور عتق اور ہبہ ثلث ال مین نافذ ہوگا بخلاف صحت کے کما مر ال مین نافذ ہی کما فی مسئلہ اسناد الناظر الغیرہ **بلا شرط فانہ صحیح فی المرض لا فی الصحۃ تتمۃ وتعامہ فی الاشباہ** فعل مرض کا ترجمہ فعل صحت کے گر ناظر کی اسناد نظر کے مسئلے مین یعنی اگر ناظر وقف کا نظارت کو غیر شخص کے واسطے تفویض کرے بدون اسکے کہ واقف کے تفویض نظارت کی اُسکے واسطے شرط کی ہو سو یہ تفویض مرض الموت مین صحیح ہی صحت مین کذا فی التتمۃ اور پورا بیان اسکا اشباہ مین ہی **وفی الوھبانیۃ**

شعر اقر بمھر المثل فی ضعف موتہ ۞ فبینۃ الابھا من قبل تھدم ۞

اور وھبانیہ مین ہی کہ ایک شخص نے مہر مثل کا اقرار کیا اپنے مرض الموت کی ناتوانی مین تو قبل مرض کے ہبہ مہر کی گواہی باطل غیر مسموع ہوگی ہم اس مسئلے کا بیان شرح وھبانیہ سے قبل ذرا چند کلمے کہہ چکا **شعر** واسناد بیع فیہ للصحۃ اقبلن ۞ وذا القبض من ثلث للتقدم یقید بیع صحت کی اسناد مرض الموت مین قبول کرا اور قبض ثمن مین تو ثلث مال میرا شے کے اندازہ کیا جائے گا مگر منتقی مین ہی کہ اگر مرض الموت میں اقرار کیا کہ اس غلام کی میں نے بیع کی فلانے سے حالت صحت مین اور اُسکے ثمن پر میں نے قبضہ کیا اور مشتری بھی یہی کہتا ہی تو اُسکی تصدیق ہوگی بیع میں اور قبض ثمن مین تصدیق نہوگی الا بقدر ثلث اور اگر قبض ثمن بمعاینۂ شہود ہوگا تو اقرار صحیح ہی کذا فی الطحطاوی عن شرح الوھبانیہ **شعر** ولا بینۃ تشھد مقر لعدۃ ۞ ولو قال لا تخبر محلف یسطر ۞ اور اس قول مین مقر نہوگا گواہی دیجیو ہم اسکو بحکم اقرار نہیں شمار کرتے اور اگر یون کہا کہ خبر دیجیو تو اسمین اختلاف ہی **شطر** ہم اگر یون بولا کہ اُسکی گواہی دیجیو کہ فلانے کے میرے اوپر ہزار درم ہین تو یہ اقرار نہوگا ہزار کا اسواسطے کہ یہ نہی ہی وجوب بالزور کی اثبات سبب سے یا کہ نہی یعنی نفی ہی یعنی تم اسکے گواہ نہین ہو اور اگر یون کہا کہ خبر دیجیو کہ فلانے کے میرے اوپر ہزار درم ہین تو اسمین اختلاف ہی کرخی اور مشائخ بلخ کا یہ مذہب ہی کہ یہ قول اقرار نہیں اور مشائخ بخارا نے کہا حق یہ ہی کہ یہ اقرار ہی قنیہ مین کہا یہی قول صحیح ہی کذا فی الطحطاوی **شعر** ومن قال ملکی ذا لا کان ملکنا ۞ ومن قال ھذا ملکہ فھو ظلمہ ۞ اور جسنے کہا کہ میری یہ ملک اس شخص کی مملوک ہی تو اس قول کا قائل موجد تملیک ہی یعنی اُسنے بالفعل اسکو ہبا کیا تو اسمین شرائط ہبہ معتبر ہونگی اور اگر یون بولا کہ یہ چیز اس شخص کی ملک ہی تو وہ مظہر ہی ملک کا یعنی مقر اور مخبر تو اسمین ہبہ کی شرائط معتبر نہین **شعر** ومن قال لا دعوی الیوم عندنا ۞ فما یدعی من بعد منھا فمنکر او رجسنے کہا کہ میرا کوئی دعوی نہین آج کے دن اس شخص سے پھر اُسکے بعد جو دعوی کرے گا مُدعی در تقدم کے دعاوی سے سو اُسپر شرع کا انکار ہی یعنی قبول نہین ہم اور اگر دعوی کسی سبب سے حادث ہوگا تو مسموع ہوگا اور اگر یون کہا کہ میرے فلانے پر دعوی کرنا چھوڑا اور آخرت پر اپنا معاملہ تفویض کیا تو بعد اس قول کے دعوی مسموع نہوگا کذا فی الطحطاوی واللہ تعالی اعلم واستغفر اللہ العظیم

کتاب الصلح

یہ کتاب ہی صلح مخاصمین کے احکام میں ہم مصالح علیہ اُسکو کہتے ہیں جس پر صلح واقع ہوا اور مصالح عنہ وہ ہی جس سے صلح ہو مثلاً زید نے خالد سے ایک حویلی کا دعوی کیا خالد نے کہا کہ مجھے سو درم لے اور حویلی کا دعوی کر تو بیان سو درم مصالح علیہ ہوا اور حویلی مصالح عنہ ہی مناسبتہ ان انکار المقر بہ للخصومۃ المستدعیۃ للصلح مناسبت کتاب الصلح کی کتاب الاقرار سے یہ ہی کہ انکار کرنا مقر کا حجگڑے کا سبب ہی اور حجگڑا مستدعی ہی صلح کا ھو لغۃ اسم من المصالحۃ وہ یعنی صلح اسم ہی مصالحہ سے یعنی مصالح کا اسم ہی وشرعا عقد یرفع النزاع ویقطع الخصومۃ اور شرع میں صلح عبارت ہی اُس عقد سے جو رفع نزاع اور قطع خصومت کرے یعنی جو عقد کہ جھگڑے کو مٹا دے وہ صلح ہی رکنہ الایجاب مطلقا رکن صلح کا ایجاب ہی مطلقاً یعنی متعین ہو غیر متعین دونوں میں ایجاب طالب کا ضرور ہی صلح کیواسطے فالقبول فیما یتعین اما فیما لا یتعین کالدراھم فیتم بلا قبول عنایۃ وبسببہ اور رکن صلح کا قبول کرنا ہی مطلوب کا متعین اور غیر متعین میں چنانچہ دراہم میں تو صلح تمام ہو جاتی ہی بدون قبول کے بھی کذا فی العنایۃ اور آگے اسکا بیان آویگا صلح بلا قبول اُسوقت تمام ہوگی جبکہ خود مطلوب طلب صلح شروع کرے اسطرح کہ ایک شخص نے دوسرے شخص سے درہم وغیرہ کا دعوی کیا سو مدعا علیہ نے نصف دراہم پر صلح چاہی سو مدعی نے کہا کہ میں نے اپنی صلح کی تو اب مدعا علیہ کا قبول کرنا شرط نہیں اسواسطے کہ یہ اسقاط ہی مدعی کی جانب سے اور وہ فقط مسقط سے تمام ہو جاتا ہی کذا فی الطحطاوی وشرطہ العقل والبلوغ والحریۃ اور صلح کیواسطے شرط عقل ہی پاگل ہوا اور آزاد ہونا فصح من صبی ماذون ان عری صلحہ عن ضرر بائن تو صلح کرنا صحیح ہی صغیر ماذون کیجانب سے اگر اُسکی صلح خالی ہو نقصان صریح سے ہم عدم نقصان صریح میں طرح سے صادق آتا ہی ایک کہ محض نفع ہو دوسرے یہ کہ نفع ہو اُسمیں ضرر یسیر یہ کہ نقصان ہو مگر غیر صریح تو اگر صغیر ماذون نے ایک آدمی پر دین کا دعوی کیا اور اُس سے بعض حق پر صلح کی اگر دعوی کے گواہ نہوں تو صلح جائز ہی اسواسطے کہ درصورت عدم صلح سے خصومت اور تسلم کھانے کے کچھ حاصل نہیں اور مال نافع تر ہی خصومت اور حلف سے اور اگر گواہ ہوں تو صلح جائز نہیں اسواسطے کہ اپنے حق کا گھٹانا متبرع ہی اور صغیر متبرع کا مالک نہیں اور جسمیں ضرر ہو نہ نفع اُسکی مثال یہ ہی کہ صلح کرے ایک چیز سے بقدر اُسکی قیمت کے اور جسمیں نقصان ہو مگر غیر صریح اُسکی مثال یہ ہی کہ دین میں تاخیر کرے کہ یہ جائز ہی اسواسطے کہ اعمال تجارت سے ہی وصح من عبد ماذون کمکاتب لو فیہ نفع اور صلح صحیح ہی عبد ماذون اور مکاتب کی جانب سے اگر صلح میں نفع ہو طحطاوی نے کہا اگر عدم نقصان صریح کو شرط کرتا تو بہتر ہوتا اُسکو شامل رہتا جسمیں نفع ہو ضرر جسمیں ضرر ہا ہی مگر غیر صریح وشرطہ ایضا کون المصالح علیہ معلوما ان کان یحتاج الی قبضہ اور یہ بھی صلح کی شرط ہی کہ مصالح علیہ یعنی جس چیز پر صلح واقع ہوئی وہ معلوم ہو نہ مجہول اگر قبض مصالح علیہ کی حاجت ہو ورنہ اگر قبض کی حاجت نہو تو معلومیت شرط نہیں چنانچہ ایک گھر میں اپنے حق ہونیکا دعوی کیا اور مدعا علیہ نے مدعی کی دوکان میں اپنے حق کا دعوی کیا اور دونوں نے اسپر صلح کی کہ ہر شخص اپنا دعوی ترک کرے تو صلح صحیح ہی اگرچہ ہر ایک اپنے حق کی مقدار نہ بیان کرے اسواسطے کہ ساقط کی جہالت باعث نزاع نہیں کذا فی الدرر وکون المصالح عنہ حقا یجوز الاعتیاض عنہ ولو کان غیر مال کالقصاص والتعزیر اور یہ شرط ہی کہ مصالح عنہ ایسا حق ہو جسکے عوض لینا اور اُسکی بدلائی درست ہو اگرچہ وہ حق مال نہ ہو چنانچہ قصاص اور تعزیر حق سے مراد یہ ہی کہ مصالح کا حق ہونا بات فی الحمل نہ خدا کا حق تو اگر طلاقہ اپنے زوج پر دعوی کرے کہ جو بوسہ کا زوج یا زوجہ کے پاس ہی وہ اُسکا ہی زوج نے مدعا علیہ کے سر زوج نے اُسکو کچھ دیکر صلح کی کہ وہ اپنا دعوی ترک کرے تو یہ صلح باطل ہی اسواسطے کہ نسب جس صغیر کا حق زوجین تو عورت غیر کے حق سے عوض لینے کی مالک نہیں اور تعزیر سے مراد وہ ہی جو حق العبد ہو چنانچہ سواے قذف کے اپنی سب دشنام سے صلح کرانا اور جو تعزیر کہ حق اللہ ہی جیسے اجنبی عورت کا بوسہ لینا تو ظاہر الروایۃ صلح جائز نہیں اور یہ مسئلہ طحطاوی کذا فی الطحطاوی معلوما کان المصالح عنہ او مجہولا حواہ مصالح عنہ معلوم ہو مجہول ہو نے کی یہ صورت ہی کہ ایک شخص پر کچھ مال غیر معین کا دعوی کیا پھر مدعا علیہ نے کچھ دیکر صلح کی تو صحیح ہی لا یصح لو المصالح عنہ مالا یجوز الاعتیاض عنہ وبینہ بقولہ لحق شفعہ وحد قذف وکفالۃ بنفس صلح صحیح نہیں اگر مصالح عنہ اُس قسم سے ہو جسکا عوض لینا اور بدلائی جائز نہیں اور اسکو مصنف نے اپنے قول سے بیان کیا

چنانچہ حق شفعہ اور حد قذف اور حاضر ضامنی کا اسکی برائی صحیح نہیں ہم اگر مشتری صلح کرے شفیع سے بحیث اس شفعہ کے جو شفیع کے واسطے واجب ہوا ہو کسی شے پر اس شرط پر کہ گھر مشتری کو تسلیم کرے تو صلح باطل ہے اسواسطے کہ شفیع کا حق نہیں محل میں بلکہ حق شفعہ عبارت ہے ولایت طلب سے اور تسلیم شفعہ کی کچھ قیمت نہیں تو بمقابلہ اسکے مال لینا جائز نہوگا اور یہی وجہ ہے حاضر ضامنی کی بطلان صلح کی حاضر ضامنی کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر مال ضامنی سے صلح کرے تو جائز ہے اور یہ عبارت بعض دین کے اسقاط سے اور وہ صحیح ہے اور صلح حد قذف کی یہ صورت ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کو قذف کیا تو قاذف نے کچھ مال دیکر صلح کی کہ وہ معاف کردے تو یہ صلح بھی جائز نہیں اسواسطے کہ حد قذف اگرچہ ہمیں حق العبد ہے لیکن حق اللہ ہمیں غالب ہے اور ملحق بالمعدوم ہے اور اسیطرح حد سرقہ سے صلح جائز نہیں اسطرح کہ ایک شخص نے سارق کو گرفتار کیا سو اسنے کچھ مال دیکر صلح کی کہ اسکو حاکم کے پاس لیجائے اسواسطے کہ یہ حق اللہ ہے اور اسیطرح زکوۃ اور شرب خمر سے صلح کرنا صحیح نہیں کذا فی الطحطاوی لخصتا ویبطل بہ الاول والثالث ولکن الثانی لو قبل الرفع للحاکم اور باطل ہوتا ہے صلح سے اول و ثالث یعنی حق شفعہ اور حاضر ضامنی اور اسیطرح خالی یعنی قذف بھی باطل ہوجاتی ہے صلح سے اگر حاکم پاس لیجانے سے پہلے ہو کما حد زنی و شرب مطلقا صلح صحیح نہیں حد زنا اور شرب خواری سے مطلقا خواہ حاکم کے پاس اسکی التش کی ہو یا نہی ہو ہم قاضی خان نے کہا ایک مرد نے دوسرے شخص کی عورت سے زنا کیا اور اسکے زوج کو علم ہوا اور باہم صلح ہوئی کچھ مال پر تو یہ باطل ہے اور عفو کرنا اسکا باطل ہے اور حاکم شارب الخمر سے صلح کرے کچھ مال لیکر اور معاف کردے تو صحیح نہیں اور اسکا پھیر دینا چاہیے قبل رفع ہو یا بعد رفع انتہی کذا فی الطحطاوی و طلب الصلح کاف عن القبول من المدعی علیہ ان کان المدعی بہ مما لا یتعین بالتعیین کالدراہم والدنانیر وطلب الصلح علی ذلک لانہ اسقاط للبعض وھو یتم بالساقط اور طلب کرنا صلح کا یعنی مدعا علیہ کی جانب سے کافی ہے مدعا علیہ کے قبول کرنے سے اگر جس چیز کا دعوی کیا اس قسم سے ہو کہ تعیین سے متعین نہیں ہوتی چنانچہ دراہم اور دنانیر اسواسطے کہ وہ اسقاط بعض حق ہو مدعی کی جانب سے اور اسقاط فقط اسقاط سے تمام ہوجاتا ہے ہم طحطاوی نے کہا کہ شارح کے اس قول کی کہ طلب الصلح علی ذلک کچھ حاجت نہیں اسواسطے کہ خود متن میں موجود ہے انتہی لہذا تبرع سے تکرار بیفائدہ ہوگا کذا فی الکارخانہ وان کان مما یتعین بالتعیین فلا بد من قبول المدعی علیہ لانہ کالبیع مجازا اور اگر مدعا بہ اس قسم سے ہو کہ متعین ہوجاتا ہو تعیین کرنے سے تو مدعا علیہ کا قبول کرنا باوجود طلب صلح کے ضرور ہے اسواسطے کہ وہ یعنی صلح اس صورت میں بیع کے مانند ہوگا اور بیع میں ایجاب اور قبول ضرور ہے اور اگر مشتری بائع سے کہے کہ میرے ہاتھ بیع اور بائع کہے کہ میں نے بیچا تو قول مشتری کافی نہیں قبول سے وحکمہ وقوع البرأۃ عن الدعوی ووقوع الملک فی مصالح علیہ وعنہ لو معترا اور حکم اسکا یعنی اثر مترتب صلح کا واقع ہونا براءت کا ہے دعوی سے اور واقع ہونا مدعی کی ملک کا ہے مصالح علیہ میں اور واقع ہونا مدعا علیہ کی ملک کا ہے مصالح عنہ میں اگر مدعا علیہ مدعی کے دعوی کا مقر ہو ہم اقرار مصالح عنہ کی ملک کی قید ہے اور مصالح علیہ کی ملک اقرار اور انکار دونوں میں برابر ہے وھو صحیح مع اقرار او سکوت او انکار اور صلح صحیح ہے مدعا علیہ کے اقرار یا سکوت یا انکار کے ساتھ ہم صلح جائز ہے بدلیل قول حق تعالی والصلح خیر اور حدیث میں وارد ہے کہ ہر صلح جائز ہے بین المسلمین مگر وہ صلح جو حرام کو حلال کرے یا حلال کو حرام ٹھہرادے انتہی اور دفع ظلم کے واسطے رشوت دینا جائز ہے اور دفع ظلم کی رشوت وہ صلح نہیں جو حرام کو حلال کردے کذا فی الطحطاوی فالاول حکمہ کالبیع ان وقع عن مال بمال وحینئذ فتجری فیہ احکام البیع کالشفعۃ والرد بعیب وخیار رویۃ وشرط سو اول یعنی صلح مع الاقرار بیع کے مانند ہے اگر صلح واقع ہوا مال سے بمقابلہ مال کے اور اسوقت میں تو صلح میں بیع کے احکام جاری ہونگے چنانچہ شفعہ اور رد بالعیب اور خیار رویت اور خیار شرط ہم اگر صلح واقع ہوئی ایک گھر کی دوسرے گھر سے تو دونوں گھر میں شفعہ ہوگا اور رد بالعیب اسطرح کہ اگر بدل صلح غلام ہو پھر اسمیں مدعی عیب پادے تو اسکو پھیر دینا جائز ہے اور اگر صلح کے وقت مصالح علیہ کو نہیں دیکھا تو دیکھنے کے بعد پھیر سکتا ہے اور یہی حکم ہے مصالح عنہ کا اور بیع کے مانند صلح میں اگر ایک شخص اپنے واسطے تین دن کا اختیار شرط کرے تو صحیح ہے

حاشیہ: رشوت دفع ظلم کے لیے

ویفسد بجهالة البدل والمصالح علیه لا بجهالة المصالح عنه لانه یسقط اور صلح کو فاسد کرتا ہے غیر معلوم ہونا بدل یعنی صلح علی کا یا مجہول ہونا مصالح علیہ کا سوائے اسکے کہ وہ ساقط ہوجاتا ہو یعنی مدعا علیہ کے ذمے سے اور ساقط کی جہالت باعث نزاع نہیں وتشترط القدرة علی تسلیم البدل اور شرط ہے قدرت مدعا علیہ کو بدل کے تسلیم کرنے پر ہم جلیخ کہا یہ جملہ استانفہ بجائے تعلیل واقع ہوا ہے اسکا عطف بیفسد پر صحیح نہیں یعنی جہالت بدل سوائے مفسد ہونے کے تسلیم میں بھی قدرت شرط ہے اور قدرت درصورت جہالت متصور نہیں وما استحق من المدعی ای المصالح عنه یرد المدعی حصته من العوض ای البدل ان کلا کلا او بعضا فبعضا وبحسب قدر مدعا یعنی مصالح عنہ سے مستحق ہلاک غیر نکلے بقدر اسکے حصے کے جو عوض سے یعنی بدل صلح سے پھیرے مدعا علیہ کو اگر تمام بدل مستحق ہو تو تمام پھیرے اور اگر بعض مستحق ہو تو بعض بدل پھیرے وما استحق من البدل یرجع المدعی بحصته من المدعی کما قدمنا کالدین لانه معاوضة وهذا اسقاط فبقدر اور بحسب قدر بدل یعنی مصالح علیہ سے مستحق ملک غیر نکلے بعد اسکے مصالح عنہ مدعی پھیرے بحصے جو عوض سے ذکر کیا یعنی بالکل مستحق نکلے تو کل پھیرے اور اگر بعض نکلے تو بعض پھیرے اسواسطے کہ صلح درحقیقت معاوضہ ہے اور معاوضہ کا یہی حکم ہے وحکمه کما مر انه ان وقع الصلح عن مال بمنفعة کخدمة عبد وسکنی دار هنر بطل التوقیت ان احتیج الیه والا کصبغ ثوب اور صلح کا حکم ابھی گذرا کہ اگر صلح ہوئی مال سے منفعت کے جیسا کہ خدمت غلام اور سکونت دار تو منفعت کی مدت ٹھہرانا شرط ہوگا اگر توقیت کی حاجت ہو ورنہ توقیت کی پرواہ نہیں کرنی کے مانند ہے توقیت شرط ہے اگر حاجت ہو جیسا کہ خدمت غلام اور سکونت دار اور اگر حاجت نہ ہو جیسے صبغ ثوب اور رکوب دابہ موضع عین کے اور اسکا عام مکان سلام تک وغیرہ بھی ہوتا اسی طرح ہے وبهلاك المحل فی المدة او باطل هو صلح دونوں میں سے ایک کی موت سے اور محل منفعت کے ہلاک ہوجانے سے مدت کے اندر یعنی قبل استیفاء منفعت ہلاک محل صلح سے ہو اور اگر بعض منفعت حاصل ہوئی تو باقی میں صلح باطل ہوگی اور یہ قول ہے محمد کا جسپر اب فتوے نے اعتماد کیا ہے کذا فی الاعتاد وکذا لو وقع عن منفعة بمال او بمنفعة عن جنس اخر بان کصل لانه حکمه کالاجارة اور یہ بھی حکم اسکا ہے اگر صلح واقع ہو دعوی منفعت سے بعوض مال کے یا صلح واقع ہو دعوی منفعت سے بعوض دوسری قسم کے نفع کے کذا ذکرہ ابن کمال فی الایضاح اسواسطے کہ یہی حکم ہے اجارہ کا ہم درصورت اختلاف جنس منفعت صلح جائز ہی جیسے صلح کرنا دعوی سکنے دار سے خدام کی خدمت پر اور درصورت اتحاد جنس منفعت صلح جائز نہیں اسواسطے کہ استیفاء منفعت کا متحد الجنس منفعت سے جائز نہیں اسطرح صلح بھی جائز نہیں کذا فی الحلبی ولا اخر ان ای الصلح لسکوت او انکار معاوضة فی حق المدعی وقاء عین وقطع نزاع فی حق الاخر اور پچھلی دونوں قسمیں یعنی صلح ہونا مدعا علیہ کے سکوت اور انکار سے بدلائی ہو مدعی کے حق میں اور رستم کا بدلا اور قطع نزاع ہو دوسرے یعنی مدعا علیہ کے حق میں ہم معاوضہ اسواسطے ہوا کہ وہ اپنے گمان میں اپنے حق کا عوض لیتا ہے اور مدعا علیہ کے حق میں بدلا نہیں اور قطع نزاع کا اسواسطے ہوا کہ اگر صلح نہ ہوتی تو مدعا علیہ پر قسم لازم آتی اور جھگڑا ہوتا هذا عندهما فلا شفعة فی صلح عن دار مع احدهما ای مع سکوت او انکار اور اسی وقت میں تو شفعہ نہیں اس صلح میں جو گھر سے ہوئی مدعا علیہ کے سکوت یا انکار کے ساتھ ہم یعنی ایک شخص نے دوسرے پر اسکے گھر کا دعوی کیا سو مدعا علیہ ساکت رہا یا منکر دعوی ہوا پھر مدعا علیہ نے کچھ دیکر گھر سے صلح کرلی تو شفعہ واجب نہوگا اسواسطے کہ مدعا علیہ کا گمان یہ ہے کہ میں نے اپنے گھر کو اس صلح سے اپنی ذات پر باقی رکھا مدعی کا جھگڑا دور کرکے اور یہ اسکا گمان نہیں کہ میں نے گھر خرید کیا اور مدعی کا زعم اسکو لازم نہیں کذا فی الدرر لکن للشفیع ان یقوم مقام المدعی هنا فی مخاصمته فان کان للمدعی بینة اقامها للشفیع علیه واخذ الدار بالشفعة لان بالمخاصمة تبین ان الصلح کان فی معنی البیع وکذا لو لم یکن له بینة فحلف المدعی علیه فنکل شرنبلالیة لیکن یشترط فی صورت مذکورہ تشفیع دار کو جائز ہو کہ مدعی کے قائم مقام ہوجائے ثبات دعوی میں آپنے طلب کرے مدعی کی حجت سے اگر مدعی کے ثبوت دعوی کے گواہ ہوں تو شفیع قائم کرے مدعا علیہ اور گذکو جو شفعہ ہے اسواسطے کہ حجت قائم کرنے سے ظاہر ہوا کہ مقر صلح یعنی بیع کے تھی اور جب بیع ثابت ہوا شفعہ ثابت ہوگا اگر مدعی سے گواہ نہوں

اور قسم لے شفیع مدعا علیہ سے سودہ قسم کھائے کذانی الشرنبلالیہ ویجب فی صلح وقع علیہا باحدھما او باجنبی لان المدعی یاخذھا من المال فیؤاخذ بدفعہ اور شفعہ واجب ہوگی اُس صلح میں واقع ہوئی ہو گھر پر سکوت یا انکار یا اقرار کے ساتھ اسواسطے کہ مدعی گھر لیتا ہی بعوض مال کے تو شفیع اُس سے مواخذہ کرے بموجب اسکے گمان کے م یعنی اگر ایک شخص نے دوسرے شخص پر مال کا دعوی کیا اور مدعا علیہ نے مدعی سے ایک گھر دیکر صلح کرلی تو اُس میں شفعہ واجب ہوگا بموجب زعم مدعی وما استحق من المدعی رجع المدعی حصتہ من العوض ورجع بالخصومۃ فیہ فیخاصم المستحق لیخلو العوض للغ ض اور سکوت یا انکار کی صلح کی صورت میں جسقدر مدعا یعنی مصالح عنہ مستحق ملک غیر ثابت ہو تو بقدر اُسکے حصے کے مدعی عوض سے پھیرے مدعا علیہ کو اور بعض مستحق میں خصومت راجع کرے تو مالک مستحق سے جھگڑا شروع کرنے بسبب خالی ہونے عوض کے غرض سے م یعنی مدعا علیہ نے عوض اسواسطے دیا تھا تا خصومت مدعی رفع ہو اور مصالح عنہا سکے ہاتھ میں باقی رہے لا خصومت احد سے پھیرے وہ جسپر غیر کا ملک ٹھہرا تو مدعا علیہ کا مقصد حاصل نہوا اور یہ بھی ظاہر ہوا کہ مدعی کی خصومت بجا نہ تھی تو وہ مدعی سے عوض پھیرے گا کذانی الدرر وما استحق من البدل رجع الی المدعوی فی کلہ او فی بعضہ او بسقط ربدل صلح سے مستحق ملک غیر ہو تو مدعی دعوی کیطرف رجوع کرے کل دعا میں یا بعض میں یعنی اگر تمام بدل میں استحقاق ہو تو کل مصالح منہ کا دعوی کرے اور اگر بعض میں ہو تو بعض میں دعوی کرے ھذا اذا لم یقع الصلح بلفظ البیع فان وقع بہ رجع بالمدعی نفسہ لانہ بالدعوی لان اقدامہ علی المبایعۃ اقرار بالملکیۃ علیہ وغیرہ یعنی رجوع الی الدعوی در صورت استحقاق بدل ہو تب ہی جبکہ صلح بلفظ بیع نہ واقع ہوئی اور اگر صلح بلفظ بیع واقع ہوئی ہو تو خود مدعا یعنی مصالح عنہ کو پھیرے رجوع الی الدعوی کی کچھ حاجت نہیں اسواسطے کہ مدعا علیہ ساکت یا منکر کی پیش قدمی بیانیت پر الکیت مدعی کا اقرار ہوا پنانچہ یعنی وغیرہ میں ہر وھذا فی البدل کلا وبعضا قبل التسلیم لہ ای للمدعی کا ستحقاقہ کذلک فی الفصلین ای مع اقرار او مع سکوت وانکار اور بلا کی بدل قبل تسلیم مدعی کے استحقاق بدل کے مانند ہی اُسیطرح دونوں فصلوں میں یعنی صلح مع الاقرار میں یا صلح مع السکوت والانکار میں م یعنی اگر صلح مع الاقرار ہو یا بدل بلا کی ہو قبل تسلیم تو مدعی مصالح عنہ کو پھیرے اور اگر صلح مع الانکار ہو تو مدعی کیطرف رجوع کرے اور بعض بدل کی بلا کی استحقاق بعض کے مانند ہی تو بقدر بلا کی صلح باطل ہوگی اور باقی میں رہیگی کذا فی الفتح وھذا لو البدل مما یتعین واما لا یبطل بل یرجع بمثلہ عینی اور یہ یعنی بلا کی بدل کا استحقاق کے مانند ہونا اسوقت ہوگا کہ بدل اُس قسم سے ہو جو متعین ہو جاتا ہو تعین سے اور اگر متعین نہوتا ہو جیسا پنانچہ کیل اور وزنی تو صلح باطل نہوگی بلکہ بدل کے مثل کو مدعی پھیرے مدعا علیہ سے کذانی العینی صالح عن کذا فی النسخ المتن والشرح وصوابہ علی بعض ما یدعیہ ای عین یدعیھا لجواز ہ فی الدین کما سیجی فلو ادعی علیہ دارا فصالحہ علی بیت معلوم منھا فلو من غیرھا صح فھستانی لم یصح لان ما قبضہ من حقہ صلح کی بعض میں مدعا بہا پر تو صحیح نہیں اسواسطے کہ جسپر مدعی نے قبضہ کیا وہ بعینہ اُسکا حق ہی یعنی بعض حق ہی عین کی قید اسواسطے لگائی کہ دین کے دعوی میں بعض دین پر صلح کرنا جائز ہو پنانچہ آگے آویگا تو اگر ایک شخص نے دوسرے شخص پر گھر کا دعوی کیا اور مدعا علیہ نے اُس سے صلح کی اُس گھر کی ایک معین مکان پر تو صلح صحیح نہیں اور اگر اُس گھر کے سوا اور مکان پر صلح کی تو صحیح ہی کذا فی الھستانی شارح نے کہا متن اور شرح کے نسخوں میں بعض ما مدعیہ ہی اور صحیح عبارت یوں تھا صالح علی بعض ما مدعیہ در جملہ صحتہ ماذکرہ بقولہ الا بزیادۃ شئ او نقصان وھو فی البدل فیصیر ذلک عوضا عن حقہ فیما بقی اور بعض میں مدعا بہا کی صحت کا وہ حیلہ ہو جسکو مصنف نے اپنے اس قول سے ذکر کیا صلح مذکور صحیح نہیں مگر بدل میں کوئی دوسری چیز پنانچہ ثوب اور درم کے زیادہ کرنے سے تو وہ دوسری چیز عوض ہو جائیگی مدعی کے باقی حق سے م مثلاً گھر کا دعوی کیا اور مدعا علیہ نے اُس گھر کی ایک کوٹھری اور چار درم پر صلح کی تو جائز ہی اسواسطے کہ کوٹھری کے سوا جو مدعی کا حق گھر میں باقی رہا اُسکے عوض میں درم پا گیا گویا ہو گیا او یلحق بہ الابراء عن دعوی البناء تعلیق بعض مدعا بہا سے ابرا الحق کیا جائے باقی کے دعوی سے م یعنی دوسرا حیلہ صلح مذکور کی صحت کا یہ ہو کہ گھر کے دعوی میں ایک کوٹھری پر صلح کرے اور باقی دار کے دعوی سے

ابراء کرے

ابرا کردے لکن ظاہر الروایۃ الصحۃ مطلقا شرنبلالیۃ ومشی علیہ فی الاختیار وعزاہ فی الغرریۃ للظاہریۃ وفی الصلالیۃ انہ الاسلم وجزا
ما فی الملتقی روایۃ ابن سماعۃ لیکن ظاہر الروایۃ یہ ہی کہ بعض عین مدعا بہا صلح صحیح ہو مطلقا خواہ حیلہ مذکور کرے یا نہ اتاقانی اشرنبلالیہ اسی پر جلالیہ صاحب
اختیار اور منسوب کیا ہی اس قول کو غرر میں زیلعی اور حاویہ میں شیخ الاسلام کیطرف اور سلالہ میں ان دونوں کو اور ان سماعہ کی روایت کو ظاہر الروایۃ پر سوال
وارد ہوتا ہی کہ بعض عین مدعا بہا پر کیونکر صلح صحیح ہوگی مطلقا حالانکہ اس سے لازم آتی ہی برات اتی ہین سے اور فقہا کا قول یہ ہی کہ ابرا اعیان سے باطل ہی تو یہ
اسکو مقتضی ہی کہ صلح مذکور صحیح نہو اور اصلح درصورت ابرا ابن سماعہ کے بھی قول پر سوال مذکور وارد ہوتا ہی اسکا جواب شارح نے اپنے آیندہ قول ہین: فا
قولہم الابراء عن الاعیان باطل معناہ بطل الابراء عن دعوی الاعیان واقتصر ملکا للمدعی علیہ فلذا لو ظفر بتلک الاعیان حل لہ اخذہا
لکن لا تسمع دعواہ فی الحکم اور فقہا کا یہ قول کہ ابرا کرنا اعیان سے باطل ہی مطلب اسکا یہ ہی کہ دعوی اعیان سے ابرا باطل ہی اور اعیان سے ابرا سے
مدعا علیہ کے مالک نہین ہو جاتے ہین اور بسبب اس کے اعیان کو جس سے ابرا کردیگا ہی جایے تو اسکو انکا لینا جائز ہی لیکن اسکا قاضی کے حکم مین دعوی مسموع نہوگا
ہم بہتر یہ سمجھا کہ شارح یون کہتا بطل الابراء عن الاعیان اور دعوی الاعیان نہ کہتا اسواسطے کہ دعوی اعیان کا ابرا صحیح ہی چنانچہ مذکور ہوگا فالحاصل جواب یہ ہی
کہ بطلان براءت عن الاعیان کا مطلب یہ ہی کہ ابراء سے اعیان مدعا علیہ کے ملک نہین ہو جاتے ہین تو مدعی کو اسکا لینا حلال ہی اگر پا جاے اور بطلان مذکور
کا یہ مطلب نہین ہی کہ مدعی کو اعیان کا دعوی کرنا بعد الابرا صحیح ہی کذا فی الطحطاوی واما الصلح علی بعض الدین فیصح ویبرأ عن دعوی الباقی
قضاء لا دیانۃ فلذا لو ظفر بہ اخذہ قہستانی وتمامہ فی احکام الاشباہ من الدین وقد حققتہ فی شرحی الملتقی اور بعض دین سے
جو صلح کرنا صحیح ہی اور مدعا علیہ بری الذمہ ہو جائیگا باقی دین سے یعنی قضاً بری ہوگا دیانۃً تو اسی واسطے اگر مدعی ایسا پائے تو اسکو لے لیگا اور پورا
بیان اسکا اشباہ کے ہمارے شرح ملتقی مین ہی اور اسکو ہمنے شرح ملتقی مین محقق بیان کیا ہم اشباہ کا حاصل مضمون یہ ہی کہ ابرا متعلق باعیان یا دعوی اعیان سے
ہو اور وہ تولیۃ خیانت مطلقاً صحیح ہی یا متعلق بنفس اعیان ہی تو اگر اعیان منصوب الی الکہون تو بھی ابرا صحیح ہی دین کے مانند اور اگر اعیان منصوبہ موجود ہون
تو برات عن الاعیان کا مطلب یہ ہی کہ اسکے ادا سے برات صحیح ہی اگر مالک ہو جائین تو اب اعیان منصوبہ امانت کے مانند ہونگے کہ امین پر ضمان نہین الا بتعدی
سے اور اگر اعیان امانت نہون تو برات صحیح نہین یا نہ بتایئے کہ جب مالک انکو پا جاے تو انکے گم ہونے کا قضاً برات صحیح ہی ہم تو قاضی مدعی کا دعوی بعد برات نہ سنے گا
اور اسکے مانند خلاصہ تحقیق شرح ملتقی مین ہی کذا فی الطحطاوی وصح الصلح عن دعوی المال مطلقا ولو باقرار او بمنفعۃ اور صحیح ہی صلح مال کے دعوی
سے مطلقاً اگرچہ صلح باقرار مدعی ہوا منفعت سے ہو یعنی بعوض منفعت دعوی مال سے صلح صحیح ہی جیسے صلح مستاجر کی موجر سے جب کہ موجر جایے کہ ابا مدت
یا اجرت کا منکر ہو وعن دعوی المنفعۃ لو بمنفعۃ عن جنس آخر اور صلح صحیح ہی منفعت کے دعوی سے اگرچہ صلح بعوض دوسری قسم کی منفعت سے ہو
کما مر وعن دعوی الرق اور صلح صحیح ہی دعوی رق سے ہم صورت اسکی یہ ہی کہ ایک شخص نے دوسرے پر دعوی کیا کہ یہ میرا غلام ہی اور اسنے کچھ مال دیکر
صلح کی تو صحیح ہی وکان عتقا علی مال ویثبت الولاء لو باقرار والا لا الا ببینۃ درر اور صلح مذکور آزادی بعوض مال ٹھہریگی اور
مدعی کا ولا ثابت ہوگا اگر صلح مدعا علیہ کے اقرار دعوی سے ہوئی ہو اور اگر اقرار سے نہو لیکہ سکوت یا انکار مدعا علیہ سے صلح ہوئی ہو تو ولا ثابت نہوگا کمر کیا ہو نے
کتوانی الدرر قلت ولا یعود بالبینۃ رقیقا ولکنہ فی کل موضع اقام بینۃ بعد الصلح لا یستحق المدعی لانہ باحتمال البدل باختیاری یزید
باتعا فلیحفظ کہتا ہون اور بعد صلح کے گواہون سے مدعا علیہ پھر غلام نہو جائیگا اور اسطرح ہر جگہ کہ مدعی گواہ قایم کرے بعد صلح کے مدعا کا ثابت
نہوگا اسواسطے کہ مدعی باختیار خود بدل صلح کے لینے سے باز ٹھہرا یا گیا اسکو یاد رکھنا چاہیے وعن دعوی الزوجیۃ النکاح علی غیر مزاحمۃ اور صلح
صحیح ہی دعوی نکاح زوج سے غیر منکوحہ پر یعنی غیر منکوحہ عورت پر ایک مرد نے نکاح کا دعوی کیا اور وہ عورت کچھ جلد صلح کرلی تو صحیح ہی اور اگر اسکا نکاح

ثابت ہوگا تو نکاح مدعی کا ثابت نہوگا تو خلع بھی صحیح نہوگا وکان خلعا ولا یطیب لو مبطلا اور مدعی نکاح کے حق میں بدل صلح بدل خلع ٹھہرے گا اور مدعی کو حلال نہوگا اگر وہ دعوی نکاح میں کاذب ہوگا کام عدم حلت بدل اس مسئلے میں مخصوص نہیں بلکہ جمیع دعاوی کاذبہ کی صلح میں یہ حکم جاری ہے کذا فی الطحطاوی وحل لها الزوج لعدم الدخول اور عورت کو زوج حلال ہوگا باسطے عدم دخول کے ولو اعتدته الاة فصالحها لم یصح وقایه ونقایه ودرر وملتقی وصححه فی المجتبی والاختیار وصححه فی درر البحار اور اگر عورت نے ایک مرد پر نکاح کا دعوی کیا اور مرد نے کچھ مال دیکر صلح کرلی عورت سے تو صلح صحیح نہوگی کذا فی الوقایة والنقایة والدرر والملتقی اور صحیح کہا ہے عدم صحت کو مجتبی اور اختیار میں اور صحت صلح کی تصحیح کی ہے درر البحار میں وان قتل العبد الماذون له رجلا عمدا لم یجز صلحه عن نفسه لانه لیس من تجارته فلو یلزم المولی لکن یسقط به القود ویؤاخذ بالمال بعد عتقه اور اگر عبد ماذون اپنی تجارت نے ایک مرد کو عمداً قتل کیا تو اسکا صلح کرنا اپنی ذات سے یعنی اپنی جان کے بچانے کے واسطے جائز نہیں باسطے اسکے صلح مذکور تجارت کے باب سے نہیں تو صلح اسکے سر پر لازم نہوگی لیکن صلح سے قصاص غلام پر سے ساقط ہوجائے گا اور بدل صلح کا مواخذہ اُس سے ہوگا بعد اسکے آزاد ہونے کے وان قتل عبد له ای للماذون رجلا عمدا وصالحه الماذون عنه جاز لانه من تجارتهم اور اگر عبد ماذون کے غلام نے ایک مرد کو عمداً مار ڈالا اور ماذون نے اپنے غلام کیطرف سے صلح کرلی اولیائے مقتول سے تو جائز ہے باسطے اسکے کہ وہ اسکے تجارت کے باب سے ہی یعنی باسطے اسکے کہ متخلص اسکا اسکی خریداری کے مانند ہو تو جیسے ماذون کو غلام کا خریدنا جائز ہی ویسے ہی صلح کرکے اسکی جان بچانا بھی جائز ہی والمکاتب کالحر او عبد بکتابت آزاد کے مانند ہی جو اس صلح میں اپنی ذات سے سوائے اسکے کہ وہ مولے کے تصرف سے خارج ہو والصلح عن المغصوب الهالك علی اکثر من قیمته قبل القضاء بالقیمة جائز کصلحه بغیر جنسه اور صلح کرنا مغصوب ہالک سے اکثر پر اسکی قیمت سے حکم ہونے سے پہلے جائز ہے جیسے مغصوب سے صلح بعوض من اسباب کے صحیح ہے ہم مثلاً ایک شخص نے دوسرے شخص کا جسکی قیمت ہزار ہے غصب کیا اور وہ غلام مرگیا پھر بعد قاضی نے اسکی قیمت دینے کا حکم نہیں دیا کہ غاصب نے دو ہزار دیکر اسکے مالک سے صلح کرلی تو یہ جائز ہوا اُن کے نزدیک جیسے اسباب دیکر صلح جائز ہی خواہ اسکی قیمت کم ہو یا زیادہ فلا تقبل بینة الغاصب بعده ای الصلح علی ان قیمته اقل مما صالح علیه حیث مغصوب ہالک کی قیمت سے زیادہ پھر صلح جائز ہوئی تو بعد صلح کے غاصب کے گواہ اسپر کہ قیمت مغصوب کی کمتر ہی مصالح علیہ سے مقبول نہیں ولا رجوع للغاصب علی المغصوب منه بشیء لما قلنا قبل بعده ای انها اقل جز اور غاصب کو کوئی چیز پھیر لینا جائز نہیں مغصوب منہ سے جیسے کہ رجوع نہیں اگر دونوں بعد صلح کے اتفاق کریں اسپر کہ قیمت کمتر ہی مصالح علیہ سے کذا فی البحر ولو اعتق مولی عبد امشترکا فصالحه الموسر الشریك علی اکثر من نصف قیمته لا یجوز لانه مقدر شرعا فبطل الفضل اتفاقا اور اگر مالدار نے مشترک غلام آزاد کیا بعد مالدار نے اپنے شریک سے غلام کی قیمت نصف سے زیادہ تر پر صلح کی تو جائز ہی اسواسطے کہ حق میں قیمت ہی تر شرعاً مقدر اور منصوص علیہ ہو تو قیمت پر زیادتی باتفاق تمام اور صاحبین کے نزدیک اہل ہی کا لصلح فی المسئلة الاولی علی اکثر من قیمته المغصوب بین القضاء بالقیمة وبینه لانه لا یجوز لان نقد یلاقاضی کا الشارع چنانچہ مسئلہ اولی میں مغصوب کی قیمت سے زیادہ تر پر صلح کرنا بعد حکم قیمت جائز نہیں اس واسطے کہ قاضی کا قیمت کرنا شارع کے ٹھہرانے کے مانند ہی یعنی اسواسطے کہ قاضی اجرائے احکام شرعیہ میں شارع کا نائب ہی واللہ تعالی اعلم ولکن لو صالح المغرور عن مهر وان کانت القیمة اکثر من قیمة مغصوب تلف لعدم الربوا اور اسیطرح اگر صلح کرے بموزون اسباب اور متاع کے تو صحیح ہی اگرچہ اسباب کی قیمت مغصوب ہالک سے زیادہ ہو بسبب عدم ربوا کے اسواسطے کہ ربوا متحقق نہیں ہوتا ہی درصورت اختلاف جنس والصلح فی الجنایة علی النفس ما اقر به او بالکثر من الدیة والارش او بأقل لعدم الربوا اور صلح صحیح ہی جنایت عمد میں مطلقاً اگرچہ صلح قتل نفس میں ہو اقرار کے زائد اکثر دیت اور ارش سے یا کمتر سے بواسطے عدم ربوا کے عمد میں مطلقاً صلح درست ہی خواہ عمد نفس میں ہو خواہ ماذون نفس میں خواہ صلح اقرار سے ہو یا انکار یا سکوت سے

سمین قلت اور کثرت اسواسطے رہا نہیں جنایت عمدمیں قصاص واجب ہی اور قصاص مال نہیں تو رہا اسمیں حق نہیں وفی الخطا کذلک لا تصح الزیادۃ
لان الدیۃ فی الخطاء مقدرۃ حتی لو صالح بغیر مقادیرھا صح کیف کان بشرط المجلس لئلا یکون دینا بدین اور جنایت خطا میں اسیطرح یعنی اگر جنایت خطا
نفس میں ہو اقرار کے ساتھ دیت سے زیادہ پر صلح صحیح نہیں اسواسطے کہ خطا میں دیت شرعاً معین اور مقرر ہی تو اگر مقادیر دیت کی سفارش سے صلح کی تو صحیح ہی
اسیطرح سے کہ ہو خواہ کہ خواہ زیادہ الافتراق من الدین بالدین نہ دونوں اول سے دیت مراد ہی اونٹوں سے مصالح عنہ خطا کی دیت تھی اور دوسرا ہزار
دینار یا دس ہزار درم مقرر ہی تو اسپر زیادہ کرنا اسطرح پر صلح کے مثلاً دو سو اونٹ یا دو ہزار دینار یا پندرہ ہزار درم پر جائز نہیں جیسے دعوی دین میں جنس دین سے
اکثر پر صلح جائز نہیں اور اگر مقادیر شرعیہ مذکورہ کے سفارش سے صلح ہوجائے اونٹوں کے سوا اور حیوانات پر یا اور اسباب پر بشرط اتحاد مجلس جائز ہی وتعین
القاضی احدھا کبعض غیرہ کجنس اخر اور مقادیر شرعیہ مذکورہ سے ایک مقدار کو قاضی کے مقرر کرنے سے اسکے سوا اور مقدار دوسری جنس کے اندر
ہوجاتی ہی یعنی اگر قاضی نے مثلاً دیت خطا میں فقط اونٹ کا حکم دیا پھر مثلاً سو اونٹ مقادیر دیت سے اور جنس پر صلح کی زیادہ کرکے مثلاً دو سو دینار پر
یا پندرہ سو درم پر صلح کی تو جائز ہی اسواسطے کہ اونٹ میں جبکہ قاضی نے حق معین ہوگیا تو دینار اور درم اسکے مقابلہ ٹھہرے دوسری جنس کے اندر تو عمل علی
الماوضع نہ ہوگیا کہ ذاتی نہ ہو اور صالح علی خلاف فسد لزام الدیۃ فی الخطاء وسقط القود لعدم مایرجع الیہ اختیار اور اگر صلح کی شراب
پر تو صحیح فاسدہ ہو تو پھر خطائی دیت لازم ہوگی اور قصاص ساقط ہوگا یعنی عمد میں سبب بننے سے جسکی طرف رجوع کیجائے کہ ذاتی لا افتیاری وکل زنیا
عمدا یا صلح عن دم عمد او علی بعض دین علیہ علی اخر من وکیل وموزون لزم بدلہ المؤکل لانہ اسقاط فکان الوکیل سفیرا
وکیل کیا زید سے عمرو کو قتل عمد کی صلح کرنے کا یا بعض دین کی صلح پر وکیل کیا جس دین کا وہ مدعی ہی دوسرے شخص پر منجملہ کیل اور موزون کے تو بدل صلح کا
موکل کو لازم ہوگا اسواسطے کہ وہ اسقاط ہی یعنی اسقاط قصاص ہی قاتل سے یا اسقاط بعض دین ہی وہ عاقلہ سے تو وکیل سفیر ٹھہرا نہ تو اس
صورت میں ہی جبکہ قاتل کیطرف سے وکیل ہو اور نہ ولی مقتول کیطرف سے کیونکہ وہ ایسا ہی تو اسکو یوں نہیں کہہ سکتے کہ بدل صلح اسکو دینا لازم ہی اور
اسیطرح مسائل دین میں مدعی کیطرف سے توکیل ظاہر نہیں اسواسطے کہ مدعی مؤکل ہی تو بدل صلح اسکو کیونکر لازم ہوگا اور اگر یوں کہنا بہتر تھا او علی
بعض دین مدعیہ عاقلہ کذا فی الطحطاوی الا ان یضمنہ الوکیل فیواخذ بضمانہ کما لو وقع الصلح من الوکیل عن مال بمال عوا قتراض
فیلزم الوکیل لانہ حینئذ کبیع اگر وکیل بدل صلح کا ضامن ہو تو وہ ماخوذ ہوگا اپنے ضامن ہونے کے سبب سے وہ وکیل ہونے سے چنانچہ اگر صلح
واقع ہو وکیل کے دعوی مال کے بعوض مال کے وکل کے اقرار سے تو بدل صلح وکیل کو لازم ہوگا اسواسطے کہ صلح اسوقت میں بیع کے مانند ہی یعنی دو بیع میں
وکیل کیطرف سے راجع ہوتے ہیں اما اذا کان عن انکار کما یلزم الوکیل مصلقا بخرج درہم اور اگر صلح ہوا انکار پر عاقلہ سے تو بدل صلح وکیل کو
مطلقاً لازم نہیں کذا فی السراج والدرر ہم مطلقاً وکیل کو لازم نہیں خواہ صلح دم عمد میں ہو خواہ دین خواہ انکے غیر میں کذا فی الطحطاوی وصالح عنہ فضولی
بلا امرھا ان ضمن المال او اضاف الصلح الی مالہ او قال علی ھذا او کذا وسلم المال صح وصار متبرعا فی الکل الا اذا ضمن
یا امرہ غرم زادہ مصالح کہ اجنبی فضولی نے مدعا علیہ کیجانب سے بدون اسکے امر کے تو صلح صحیح ہی اگر فضولی مال کا ضامن ہوا صلح یعنی بدل صلح کو اپنے اوپر
نسبت کرے یا یوں کہے کہ عقد اجنبی کیطرف اشارہ کرکے کہ صلح تجاہون پر یوں بولا کہ اتنے پر مثلاً ہزار پر اور مال کو تسلیم کرے تو صلح صحیح ہی اور فضولی
متبرع ہوجائے گا بصورتوں میں کہ جبکہ ضامن ہوا یا اسکے امر سے تو متبوع نہ ہوگا کذا فی غرمی زادہ اور اضافت الی مالہ کی یہ صورت ہی کہ فضولی یوں کہے
کہ میں نے صلح کی تجھسے ہزار درم پر اپنے غلام یا اپنے فلانے غلام پر اور تسلیم الی جو تیسری صورت کی تمہید ہی والا یسلم فی الصورۃ الرابعۃ فھو موقوف
فان اجازۃ المدعی علیہ جاز ولزمہ البدل والا بطل اور اگر مال تسلیم نہ کرے جو تیسری صورت میں تو صلح موقوف ہی سو اگر مدعا علیہ صلح کو جائز رکھے تو صلح جائز ہی

اور اگر بدل صلح لازم ہو اور اگر جائز نہ کہے تو صلح باطل ہو والحکم فی جمیع ما ذکرنا من الاحکام الخمسۃ کالبیع اور خلع جمیع مذکورات میں احکام خمسہ سے صلح کے مانند ہو یعنی جبکہ خلع صادر ہو فضولی سے عورت کی طرف سے بعوض بدل کے تو اگر فضولی بدل خلع کا ضامن ہوا اسکو اپنے اس کی طرف نسبت کرے یا اشارہ کرے تو صحیح ہو اور فضولی کو بدل لازم ہو اور وہ متبرع ہوا اور اگر بدل کو مطلق ذکر کرے تو اگر تسلیم کرے تو صحیح ہو اور نہیں تو عورت کی اجازت پر موقوف ہو ادعی وقیۃ دار و لا بینۃ لہ فصالحہ المنکر لقطع الخصومۃ جاز وطاب لہ البدل لو صادقا فی دعواہ وقیل قالوا ھذا صلح احتیالی لا یطیب لانہ بیع معنی وبیع الوقف لا یصح ایک شخص نے ایک گھر کے وقف ہونے کا دعوی کیا اور مدعی کے گواہ نہیں پھر مدعا علیہ نے کچھ مال دیکر قطع خصومت کے واسطے اس سے صلح کر لی تو جائز ہو اور مدعی کے واسطے بدل صلح کا لینا حلال ہو اگر وہ اپنے دعوی میں سچا ہو اور بعضوں نے کہا تامل ہے اس قول کا صاحب اجتبا کہ حلال نہ کہو حلال نہیں اسواسطے کہ یہ صلح حقیقت میں بیع ہو اور بیع وقف کی صحیح نہیں کل صلح بعد صلح فالثانی باطل جو صلح کہ بعد صلح کے ہو تو دوسری صلح باطل ہو صلح ثانی اسوقت باطل ہو کہ علی سبیل الاسقاط ہوا ور جبکہ عوض پر صلح ہو پھر دوسری عوض پر صلح ہو تو دوسری صلح جائز ہو اور اول صلح فسخ ہو جائیگی مانند بیع کے کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود وکذا النکاح بعد النکاح والحوالۃ بعد الحوالۃ والصلح بعد الشراء اسطرح نکاح بعد نکاح اور حوالہ بعد حوالہ کے اور صلح بعد خرید کے باطل ہو مسئلہ نکاح خلافی ہو جامع الفصولین میں ہو ایک عورت سے نکاح کیا بمہر ہزار درم پھر اس سے نکاح دو ہزار کے مہر پر کیا تو دو ہزار کا مہر ثابت ہوگا اور بعضوں نے کہا ہزار کا مہر ثابت ہوگا انتہی اور ضیقین میں ہو کہ مہر معلوم پر نکاح کیا پھر دوسرے مہر معین پر نکاح کیا تو دونوں تسمیہ ثابت ہیں قول صحیح میں کذا فی حاشیۃ الاشباہ للحموی اور صلح بعد شراء کے یہ صورت ہو کہ ایک شخص نے گھر دوسرے سے مول لیا پھر مشتری نے بائع پر دعوی کیا کہ گھر میری ملک ہو سو بائع نے اس سے صلح کی تو یہ صلح باطل ہو بسبب تناقض کے اسواسطے کہ اقدام مشتری کا خریدنے پر بائع کی دلیل ہو پھر دعوی اور صلح بعد اسکے صریح تناقض ہو جامع الفصولین میں ہو کہ اگر خریداری بعد صلح کے ہو تو خریداری صحیح ہو اور صلح باطل ہو کذا فی الطحطاوی والاصل ان کل عقد اعید فالثانی باطل الا فی ثلث مذکورۃ فی بیوع الاشباہ والکفالۃ والشراء فلتراجع اور قاعدہ کلیہ بطلان صلح ثانی وغیرہ کا یہ ہو کہ جو عقد دوسری بار منعقد ہو وہ عقد ثانی باطل ہو مگر تین عقدوں میں جو اشباہ کی کتاب البیوع میں مذکور ہیں یعنی عقد ثانی باطل نہیں یعنی عقد کفالت اور عقد شراء اور عقد اجارہ تو اگر کوئی طرف مراجعت کرنا چاہے تو اگر مدعا علیہ سے ایک ضامن لیا پھر دوسرا ضامن لیا تو صحیح ہو اور ضامن اول ضامن ثانی کی ضمان سے بری الذمہ ہو گا چنانچہ خانیہ میں ہو اور شراء بعد شراء جبکہ ثمن اول کے مغایر ہو اسطرح کہ اس سے زیادہ ہو یا کم تو عقد اول فسخ ہو گا اور ثانی معتبر ہو گا اور اگر عقد ثانی ثمن اول کے برابر ہو تو اول فسخ نہ ہو گا والاجارۃ علی ھذا القیاس کذا فی الطحطاوی اقام المدعی علیہ بینۃ بعد الصلح عن انکار ان المدعی قال قبلہ قبل الصلح لیس لی قبل فلان حق فالصلح ماض علی الصحۃ مدعا علیہ نے گواہ قائم کیے بعد اس صلح کے جو مدعا علیہ کے انکار سے ہوئی کہ مدعی نے کہا تھا قبل صلح کے کہ میرا کچھ حق نہیں فلانے کی جانب تو صلح جاری و نافذ ہو صحت پر گواہ ہوا سواسطے مقبول نہیں کہ شاید مدعی کا حق ثابت ہوا بعد اس اقرار کے بخلاف مسئلہ ملاحقہ کے کہ تبین مدعی کا یہ اقرار ہو کہ وہ مبطل ہو اپنے دعوی میں ولو قال المدعی بعدہ ما کان لی قبلہ قبل المدعی علیہ حق بطل الصلح عجوقال المصنف وھو مفید لاطلاق العمادیۃ اور اگر مدعی نے صلح کے بعد کہا کہ میرا مدعا علیہ کی جانب کچھ حق نہیں تو صلح باطل ہو گی کذا فی البحر سنے اپنے شرح منظومہ کی کہ بحر الرائق کی روایت اطلاق عمادیہ میں قید کی لگانے والی ہو عمادیہ کی عبارت یہ ہو اگر مدعی بگرد تصالحہ ثم ظہر بعدہ ان لا شئی علیہ بطل الصلح انتہی یعنی بگرنے دعوی کیا سو مدعا علیہ نے اس سے مصالحہ کر لیا بعد اسکے ظاہر ہوا کہ اسپر کچھ حق نہیں تو صلح باطل ہو تو مطلق صدر حق بعد الصلح میں یہ قید ہو کہ ظہور صدر حق بعد صلح کے مصالح کے اقرار سے مراد ہو نہ مصالح کے اس اقرار کی گواہی سے جو اقرار کہ صلح پر مقدم ہو کذا فی الطحطاوی نعم نقل عن جزء من البزازیہ انہ لو ادعی الملک بجھۃ اخری لم یبطل فلیحرر پھر مصنف نے اپنی شرح میں بزازیہ کی کتاب الدعوی سے نقل کیا کہ اگر مدعی ملک کا

دعوی کرے دوسری جہت سے تو صلح مذکور باطل نہیں ہوتی اس تناقض بطلان اور عدم بطلان کی تحریر کرنا چاہیے ہم خلاصہ مضمون بزازیہ کا یہ ہی کہ بطلان صلح اسوقت ہی جبکہ ملک کا اقرار متحد ہو چنانچہ اول بوجہ میراث دعوی کرے پھر کہے کہ میراث کی وجہ سے میرا حق نہیں اور اگر کہے کہ میرا حق نہیں بطریق میراث کے پھر دعوی کرے کہ میرا حق ہی بطریق خرید یا ہبہ کے تو صلح باطل نہیں انتہی طحطاوی نے کہا تحریر کی کچھ حاجت نہیں کہ بزازی نے اتحاد اقرار کی بطلان صلح میں شرط لگائی ہی تو ہمیں کچھ اشکال نہ رہا والصلح عن الدعوی الفاسدۃ یصح وعن الباطلۃ لا والفاسدۃ ما یمکن تصحیحہا بجر اور صلح کرنا دعوی فاسدہ سے صحیح اور دعوی باطلہ سے صلح صحیح نہیں دعوی فاسدہ وہ ہی جسکی تصحیح ممکن ہو کذا فی البحر دعوی فاسدہ وہی جسمیں مناقض واقع ہو اور تصحیح دعوی برفع مناقض ہی مثلاً اور دعوی باطلہ جیسے شراب اور سور کا دعوی مسلمان سے تو باطلہ وہ ٹھہرا جسکی تصحیح ممکن نہیں اور جملہ دعوی باطلہ صلح ہی دعوی حد سے اور دعوی اجرت ائمہ یا مفتیہ یا تصدیر محرم سے کذا فی الطحطاوی وفی الاشباہ ان الصلح عن انکار بعد دعوی فاسد لا فی دعوی مجہول فجائز فلیحفظ اور اشباہ میں تحریر کی ہی کہ صلح انکار دعوی سے بعد دعوی فاسدہ کے فاسد ہی مگر مجہول کے دعوی کے بعد جائز ہی تو اسکو اور رکھنا چاہیے م طحطاوی نے کہا متعدد تحریریں ہی جو انہوں نے بتفصیل ذکر کی کہ دعوی فاسدہ سے صلح صحیح اور باطل سے غیر صحیح اسواسطے کہ بزازیہ میں مذکور ہی کہ علماء خوارزم کا فتوی اسپر ٹھہر گیا ہی کہ جس دعوی فاسدہ کی تصحیح ممکن نہیں اسپر صلح صحیح نہیں اور جسکی تصحیح ممکن ہی چنانچہ صدر مذکور خود کسی حین میں غلطی واقع ہوئی تو صلح صحیح ہی انتہی وقیل اشتراط صحۃ الدعوی لصحۃ الصلح غیر صحیح مطلقا فیصح الصلح مع بطلان الدعوی کما اعتمدہ صدر الشریعۃ احترازا عن الباب وافتوی بہ کمال وغیرہ فی باب الاستحقاق کما مر فراجعہ اور بعضوں نے کہا شرط ہی صحت دعوی کا صلح کی صحت کے واسطے غیر صحیح ہی مطلقاً خواہ اسکی تصحیح ممکن ہو یا نہ ہو تو صلح صحیح ہی بطلان دعوی کے ساتھ چنانچہ صدر الشریعۃ نے شرح وقایہ کے آخر باب صلح میں اسپر اعتماد کیا ہی اور ثابت لکھا ہی اسکو ابن کمال وغیرہ نے باب الاستحقاق میں چنانچہ مذکور ہو چکا تو اسکی طرف مرجعیت کر مر طحطاوی نے کہا تجکو تو اب مفتی بہ معلوم ہو چکا اور صدر الشریعۃ نے جو اسکی دلیل پکڑی ہی کہ جب حق مجہول کا ایک گھر میں دعوی کرے پھر صلح ہو کسی چیز پر تو صلح صحیح ہی سو مفید اطلاق نہیں بلکہ صلح فقط دعوی مجہول میں صحیح ہی اسواسطے کہ اس دعوی کی تصحیح حق مجہول معین کر دینے سے صلح کے وقت ممکن ہی وھو الصلح عن دعوی حق الشرب حق الشعبۃ وحق وضع الجذوع علی الاصح اور صحیح ہی صلح دعوی حق شرب سے اور حق شعبہ اور دیوار پر دھنان رکھنے کے حق سے بقول اصح م شرب بکسر اول عبارت ہی باری لینے کی باری سے سابق مذکور ہو چکا کہ حق شعبہ سے صلح جائز نہیں تو وہاں مراد یہ ہی کہ ثابت حق شعبہ سے جائز نہیں اسواسطے کہ حق شعبہ اب نہیں جسکا معاوضہ درست ہو اور یہاں مراد یہ ہی کہ دعوی حق شعبہ سے صلح صحیح ہی رفع یمین کے واسطے یعنی تا مدعا علیہ کو رصورت عدم بینہ مدعی قسم نکھانی پڑے الاصل انہ متی توجہت الیمین فحوا النخص فی ای حق کان فاقتدی الیمین بدرا ھو جائز حتی فی دعوی التغریر مجتبی بخلاف دعوی حد ونسب درر اور حقوق مذکورہ کے دعاوی سے صحت صلح کا قاعدہ یہ ہی کہ جب قسم متوجہ ہوئی ایک شخص کی جانب کسی حق میں تو سوا اسنے یمین کے بدلے رد م دیے تو جائز ہی یہاں تک کہ دعوی تغریر میں بدیہ قسم جائز ہی کذا فی المجتبی بخلاف دعوی حد اور نسب کے کذا فی الدرر م دعوی تغریر کی یہ صورت ہو کہ ایک شخص نے دوسرے پر دعوی کیا کہ اسنے میری کنیز کو فضیل کی یا مجکو عیب لگایا اور قسم مدعا علیہ پر عائد ہوئی سو اسنے قسم کے بدلے رد م دیے بقول اصح جائز ہی اور دعوی نسب کی یہ صورت ہی کہ مثلاً عورت نے دعوی کیا کہ یہ بیٹا ہی اس مرد کا میرے پیٹ سے سو مرد نے ترک دعوی نسب سے مصالحہ کیا تو جائز نہیں الصلح ان کان بمعنی المعاوضۃ بان کان دینا بعین ینقض بنقضہا ای بفسخ المتصالحین اور صلح اگر بمعنی معاوضہ ہو بطریق دین کا معاوضہ ہو عین سے تو صلح ٹوٹ جاتی ہی دونوں کے توڑنے سے یعنی متصالحین کے فسخ کرنے سے وان کان لا بمعناھا ای المعاوضۃ بل بمعنی استیفاء البعض واسقاط البعض فلا تنقضہ اقالتہ ولا نقصہ لان الساقط لا یعود قنیۃ وصیرفیۃ فلیحفظ اور اگر صلح بمعنی معاوضہ نہو

بلکہ یعنی استیفاء بعض حق اور اسقاط بعض حق کے ہو تو صلح کا اقالہ صحیح نہیں اور نہ اس کا توڑنا اسواسطے کہ ساقط حق میں پھر آتی کذا فی التتمۃ والصغیرۃ تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ولو صالح عن دعوی دار علی سکنی بیت منہا ابدا او صالح علی دراھم الی اجل او صالح مع المودع بغیر عوض ثم ھلاک لم یصح الصلح فی الصور الثلث سراجیۃ اور اگر گھر کے دعوی سے صلح کی اسمیں سے ایک کوٹھری کے ہمیشہ رہنے پر صلح کی درمونکے دینے پر کہنوں کے بنا مینے تک یا صلح کی مستودع نے مودع سے بلا دعوی ہلاک ودیعت تو صلح صحیح نہیں تینوں صورتوں میں کذا فی السراجیۃ فیہ بعدم دعوی الھلاک کانہ لو ادعاہ وصالحہ قبل الیمین صح بہ یفتی خانیۃ مصنف نے عدم دعوی ہلاک ودیعت کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر ہلاک ودیعت کا مدعی ہوا اور مصالحہ کرے قبل قسم کھانے کے تو صلح صحیح ہے یہی قول کانتوی ہے کذا فی الخانیۃ ویصح الصلح بعد حلف المدعی علیہ دفعا للنزاع باقامۃ البینۃ اور صلح مدعا علیہ کے قسم کھانے کے بعد صحیح ہے تاکہ گواہ لانے کا جھگڑا رفع ہو جائے یعنی صلح مذکور اسواسطے جائز ہے تاکہ مدعی گواہ لاکر پھر جھگڑا قائم کرے ولو برھن المدعی بعدہ علی اصل الدعوی لم تقبل الا فیما الوصی عن مال الیتیم علی انکار اذا صالح علی بعضہ ثم وجدا بینۃ فانہا تقبل اور اگر گواہ لاوے مدعی بعد صلح کے اصل دعوی پر تو مقبول نہیں مگر وصی کے دعوی میں قیم کے مال سے مدعا علیہ کے انکار پر کہ جبکہ وصی نے صلح کی ہو مدعا علیہ سے بعض مال پر پھر وصی نے تمام مال یتیم کے گواہ پائے تو گواہ مقبول ہیں ولو بالغ الصبی فاقامہا تقبل ولو طلب یمینہ لا یحلف اشباہ اور اگر یتیم لڑکا بالغ ہوا پھر اسنے گواہ قائم کیے تو بعد صلح کے گواہ مقبول ہیں اور اگر مدعا علیہ سے قسم طلب کیجائے تو قسم نہ لی جائے گی کذا فی الاشباہ ھم طلب بصیغۃ مجہول ہی یعنی اگر وصی بعد صلح کے مدعا علیہ سے قسم چاہے یا یتیم قسم چاہے بعد بلوغ کے تو قسم نہ لی جائے گی کذا فی الطحطاوی عن حواشی الاشباہ وقیل لا یجزم بالاول فی الاشباہ وبالثانی فی السراجیۃ وجزم بہ فی التتمۃ وقد مالاول اور دوسرا قول یہ ہوکہ صلح بعد حلف مدعا علیہ صحیح نہیں یقین کیا ہوا اول قول پر یعنی صحت صلح پر اشباہ میں اور قول ثانی پر یعنی عدم صحت پر سراجیہ میں اور دونوں قولوں کو تتمہ میں ذکر کیا ہی چاہئے قول کو پہلے بیان کرکے ھم قول ثانی یعنی عدم صحت صاحبین کا قول ہی چنانچہ معین المفتی میں ہوا اور قول اول محمد بن حسن کی روایت ہوا ائمہ سے کذا فی الطحطاوی طلب الصلح والابراء عن الدعوی لا یکون اقرارا بالدعوی عند المتقدمین وخالفہم المتاخرون والاول ھم بزازیۃ درخواست کرنا صلح کا دعوی سے اور درخواست کرنا ابرا کا دعوی سے دعوی یعنی مدعا بہ کا اقرار نہیں متقدمین کے نزدیک اور علماء متاخرین انکے مخالفین اور یہی قول صحیح پر ترجیح دی کذا فی البزازیۃ بخلاف طلب الصلح عن المال والابراء عن المال فانہ اقرار شباہ بخلاف درخواست صلح کے مال سے اور درخواست ابرا کے مال سے کہ وہ اقرار ہی مال کا کذا فی الاشباہ ھم وجہ اسکی یہ ہوکہ صلح عن الدعوی یا ابراء عن الدعوی سے قطع نزاع مقصود ہی تو ثبوت حق لازم نہیں بخلاف صلح عن الحق یا ابراء عن الحق کے کہ وہ ثبوت حق کا مقتضی ہی صلح عن عیب او دین وظھر علمہ او زال العیب بطل الصلح ویرد ما اخذہ اشباہ ودر رصلح کی بائع نے مبیع کے عیب سے یا مدیون نے دین سے اور عدم دین یا عدم عیب ظاہر ہوا یا عیب مبیع کا دور ہوگیا تو صلح باطل ہوگی اور اسکو پھیرے جسکو اسنے لیا یعنی بدل صلح کذا فی الاشباہ والدرر

فصل فی دعوی الدین یہ فصل ہی دعوی دین کے احکام میں الصلح الواقع علی بعض حبس مالہ علیہ من دین او غصب اخذ لبعض حقہ وحط لباقیہ لا معاوضۃ للربوا جو صلح کہ واقع ہوا اس مال کی بعض جنس پر جو مدعا علیہ پر ثابت ہی دین یا غصب سے اور اپنے بعض حق کا لینا اور باقی حق کا گھٹانا اور زائل کرنا معاوضہ نہیں ہی بیاج کے سبب یعنی اسکا معاوضہ قرار نہ دینگے تاکہ اس درزیادتی عوضین سے بیاج نہ لازم آوے اور وہ صحیح نہیں اور عاقلہ کا نقص بقدر امکان صحت پر محمول ہی وھیذا یعنی فعدم الصلح بلا اشتراط قبض بدلہ عن الف حال علی مائۃ حالۃ مثلا یعنی جبکہ صلح مذکور اخذ بعض حق اور اسقاط بعض حق ٹھہرے نہ معاوضہ تو بدون شرط ہونے قبض بدل صلح کے صلح صحیح ہی ہزار بلا مدت سے سو

بلامدت پر مبل صلح سے بیان بدل ظاہری مراد ہے جسقدر پر صلح واقع ہوا اور درحقیقت یہاں بدل نہیں بلکہ وہ بعض حق کا لینا ہے اور یہ مثال نفس اسقاط بعض حق کی ہے او علی الف مؤجل یا صلح صحیح ہے ہزار موجل پر ہم اس مثال میں وصف حلول کا اسقاط ہے وعن الف جاد علی مائۃ رہبوف اور صلح صحیح ہے ہزار کھرے درم سے کھوٹے سو درم پر ہم اس مثال میں نقد اور وصف دونوں کا اسقاط ہے ولا یصح عن دراھم علی دنانیر موجلۃ لعدم الجنس فکان صرفا فلو بعضہ نسیئۃ اور صلح صحیح نہیں دراہم سے دنانیر موجلہ پر بسبب نہ ہونے جنس کے تو یہ عقد صرف ٹھہرا تو بطریق نسیئہ جائز نہ ہوگا یعنی دینا حق کی جنس نہیں ہے کہ اندر بعض حق کے صلح موجل جائز ہو بلکہ یہ معاوضہ ہے عقد صرف کا تو وہ صحیح نہ ہوگی او الف موجل علی نصفہ حالا الا فی صلح المولی مکاتبہ فیجوز بیلے یا صلح صحیح نہیں ہزار درم موجل سے پانسو درم حالت پر مگر مولے کی صلح میں اپنے مکاتب سے جائز ہے کذا فی الدلیمی ہم اجل یعنی مدت مدیون کا حق تھا بعقد مداینہ تو نصف عجل کا لینا عوض ہوا اجل سے اور اجل کا عوض لینا حرام ہے بخلاف صلح مولی اسواسطے کہ احسان مولی کا ظاہر ترجیح معاوضہ سے کذا فی الطحطاوی خصصا او عن الف سود علی نصفہ بیضاء والا صلی ان الاحسان وجد من الدائن فاسقاط وان منہما فمعاوضۃ یا صلح صحیح نہیں ہزار سیاہ درم سے پانسو سفید درم پر اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ احسان اگر دائن کیطرف سے پایا جاوے تو اسقاط حق ہوا اور اگر دائن اور مدیون دونوں کیطرف سے پایا جاوے تو وہ معاوضہ ہے ہم دائن کا احسان یہ کہ ہم صلح کرے جو اُسکے حق سے کمتر ہے مقدار یا وصف یا وقت میں اور دائن اور مدیون کا احسان یہ کہ صلح میں وہ چیز داخل ہو جسکا دائن مستحق نہیں جیسے سفید درم کا ہونے سے یا وقت تعجیل موجل کی یا ایک جنس کی صلح ہونی دوسری جنس سے پھر جب معاوضہ ٹھہرا تو معاوضہ کا حکم یہ جاری ہوگا کہ اگر پانچ درم کا پانچ کا شبہ ثابت ہوگا تو معاوضہ فاسد ہوگا اور نہیں تو صحیح ہوگا کذا فی الطحطاوی قال لغریمہ ادا الی خمس مائۃ خذا من الف لی علیک علی انک بری من النصف الباقی فقبل وادی فیہ بری وان لم یودہ ذلک فی الغد عاد دینہ کما کان لفوات التقیید بالشرط دائن نے اپنے مدیون سے کہا لے آ میرے پاس پانسو کل اُس ہزار سے جو میرے تجھ پر ہیں اس شرط پر کہ تو بری الذمہ ہو جائے گا نصف باقی سے سو مدیون نے قبول کیا اور اُسید ین پانسو ادا کیئے تو بری الذمہ ہوگا اور اگر اُس پانسو کو کل کے دن ادا نہ کیا تو اُسکا دین پورا پھر آ جاوے گا چنانچہ پہلی شرط کے تھا بسبب فوت ہونے شرط کی تقیید کے عدم قول مذکور میں شرط صریح نہیں بلکہ شرط مستفاد ہے لفظ علی تو کذا دائن نے پانسو ادا کرنے کی کل تقید لگائی برات ہیں تو درصورت عدم ادا شرط ثابت نہ ہوگی و وجوہہا خمسۃ احدہا ھذا والثانی ان لم یوقت بالغد لم یعد لانہ ابراء مطلق اور اس مسئلے کی پانچ صورتیں ہیں ایک اُنمیں سے یہی صورت ہے جو مذکور ہوئی اور دوسری صورت یہ ہے کہ اگر دائن نے کل کی قید نہ لگائی تو عدم ادا سے دین اعادہ نہ کرے گا اسواسطے کہ وہ مطلق ابراء ہم صورت مسئلہ یہ ہے کہ دائن نے مدیون سے کہا کہ مجکو پانسو دے ہزار سے پھر کہ تو بری ہو باقی سے تو اگر مدیون ادا نہ کرے گا تو دین کا اعادہ نہ ہوگا کیونکہ قول مذکور ابراء مطلق ہے یہ ابراء مطلق ہوا سواسطے ہوا کہ جب ادا کا وقت نہ ہیں کیا تو ادا سے غرض صحیح نہ رہی کیونکہ مدیون پر تو ادا واجب ہی ہر وقت تو براءت تقید بادا نہ رہی والثالث وکذا لو صالحہ من دینہ علی نصفہ بین فعہ الیہ غدا وھو بری مما فضل علی انہ ان لم یدفعہ غدا فالکل علیہ کان الامر کما لو جہ الاول کما قالوا لانہ صریح بالتقیید اور تیسری صورت یہ ہے اور اسیطرح اگر دائن مصالحہ کرے اپنے دین سے نصف دین پر کہ مدیون اسکو کل نصف دین ادا کرے اور مدیون زائد از نصف سے بری ہو اس شرط پر کہ اگر اسکو کل نہ دے تو تمام اُسپر ثابت ہو تو حکم پہلی صورت کے مانند ہوگا جیسا کہ دائن نے کہا اسواسطے کہ اس قول میں برات کی صریحاً تقیید ہو ہم تو اس صورت میں اگر مدیون قبول کرے یعنی ادا ادا بھی کرے تو باقی سے بری ہوگا اور اگر کل ادا نہ کرے گا تو سب دین اُسپر قائم ہوگا بالاجماع کذا فی شرح الوقایہ والرابع فان ابراہ عن نصفہ علی ان یعطیہ ما بقی غدا فھو بری ادی الباقی فی الغد

او کالبدایۃ بالابراء او الاداء او بحصتی صورت یہ ہو سو اگر دائن نے مدیون کو بری کر دیا نصف دین سے اپر کر مدیون اسکو باقی از نصف کل دے تو وہ بری ہو گا باقی کو کل ادا کرے اسواسطے کہ دائن نے پہلے ابرا کو ذکر کیا نہ ادا کو بخلاف صورت ثانیہ والخامس لو علق بعد ہ بالشرط کان ادیت الی کذا او اذا او متی کا یعم الابراء علما تقرر ان تعلیقہ بالشرط مصححا باطل لانہ تملیک من وجہ اور پانچویں صورت کہ اگر دائن نے کو صریح شرط کے ساتھ معلق کرے چنانچہ مدیون کہے کہ اگر تو مجلس استقدر روپے ادا کرے یا جب یا جسوقت ادا کرے تو ابرا صحیح ہو گا اسواسطے کہ ابرا کی تعلیق صریح شرط کے ساتھ باطل ہے کیونکہ ابرا ایک راہ سے تملیک ہے ہم معنی اگر یوں کہے کہ اگر تو مجلس استقدر روپے تو تو بری الذمہ ہے باقی سے نو صحیح نہیں اسواسطے کہ ابرا میں تملیک اور اسقاط دونوں معنی ہیں سو اسقاط کی تعلیق شرط کے ساتھ منافی نہیں اور تملیک تعلیق کے منافی ہے تو ہمنے دونوں معنوں کی رعایت کی اور کہا کہ اگر تعلیق صریح ہو یعنی بحرف شرط تو ابرا صحیح نہیں اور اگر تعلیق صریح نو چنانچہ بلفظ علی ہو جیسے اگلی چار صورتوں میں ہے تو ابرا صحیح ہے کذا فی شرح الوقایۃ بتصحیح وان قال المدیون لآخر سألک بمالک حتی تؤخرہ عنی او تحط عنی کفعل الناس الناخیر او الحط صح لانہ لیس بمکرہ علیہ اور اگر مدیون نے دوسرے یعنی دائن سے یوں کہا کہ میں تیرے مال کا اقرار کروں گا جب تک تو مجلس تاخیر مدے مطالبہ دین سے یا اپر سے کچھ دین کم کر ڈالے سو دائن نے تاخیر یا اسقاط بعض دین کیا تو صحیح ہے بصلح اسواسطے کہ مدیون دائن پر زبردستی کرنے والا نہیں جو یہ تاخیر جائز نہو تو بعد تاخیر فی الحال مطالبہ نہیں کر سکتا اور بعد کر ڈالنے کے پورا دین نہیں لے سکتا کذا فی النہر ولو اعلن ما قالہ سرا اخذ منہ الکل للحال بہ اور اگر اعلان سے کہا وہ قول جو مخفی کہا تو دائن مدیون سے پورا دین فی الحال لے لے مراد یہ ہے کہ تاخیر اور اسقاط اول لوگوں کے سامنے کی اور یہ مراد نہیں کہ اول مخفی تاخیر اور اسقاط پر صلح کر کے پھر اعلان کیا اسواسطے کہ ایسا کرنا جائز نہیں اعلان مین پورا دین فی الحال لے گا بلکہ دائن ساکت رہا اسواسطے کہ اگر کر دیگا علانیہ یا اقرار کر دیگا تو صحیح ہو گا بلکہ اعلان اول ہی اخفا سے ولو ادعی الفا وجحد فقال افرد لی بھا علی ان احط منھا مائۃ جاز بخلاف علی ان اعطیک مائۃ لانہ رشوۃ اور اگر دائن نے ہزار کا دعوی کیا اور مدیون انکار کر سو دائن نے کہا کہ میرے ہزار کا اقرار اس شرط پر کر کہ میں ہزار سے سو کم کر ڈالونگا تو کم کر ڈالنا صحیح ہے بخلاف اس قول کے کہ ہزار کا اقرار اس شرط پر کر میں تجکو سو درم دونگا اسواسطے کہ یہ رشوت ہے ولو قال ان افرغت لی حططت لک منھا مائۃ فافرغھا لا فاد کا لحط یعنی اور اگر دائن نے کہا کہ اگر میرے ہزار درم کا تو ادا کرے تو میں تیرے اوپر سے پچاس ہزار کے سو کم کر ڈالوں یہ مدیون نے ہزار کا اقرار کیا تو اقرار صحیح ہے کم کر ڈالنا کذا فی المحیط ہم اسواسطے کہ ابرا بشرط صریح جائز نہیں بخلاف سلک گذشتہ کہ اسمیں تعلیق معنوی ہے صریح الدین المشترک بینہ وبین محمد کثمن مبیع بیع صفقۃ واحدۃ او دین مورث او قیمۃ مستھلک مشترک اذا قبض احدھما شیئا منہ شارکہ الا خر فیہ ان شاء او اتبع الغریم کما یأتی جو دین کہ مشترک ہو دو شخصون مین اُس مبیع کا جسکی بیع بصفقہ واحدہ ہوئی یا کہ دین دونون کا مورث ہو یا مستھلک مشترک کی قیمت ہو جیسے ایک شریک دین مشترک سے کچھ لے گا تو دوسرا شریک اسمین شریک ہو جائے گا اگر وہ چاہے یا مدیون کا پیچھا کرے یعنی دین کا مطالبہ کرے چنانچہ ہمکا ذکر کرینگے مثمن مبیع شامل ہے اُس صورت کو جیسے دونون شریک بیع مین شریک ہون اسطرح کہ مبیع ایک ہی چیز ہو یا شریک ہون اسطرح پر کہ وہ چیزین ہون ہر شخص کی ایک چیز علیحدہ ہو لیکن دونون کی بیع بصفقہ واحدہ ہو بالتفصیل مثل اور صفقہ واحدہ کی قید اس صورت نکالنے کے واسطے لگائی کہ جب ایک غلام دو شخصون مین مشترک ہو سو ایک شخص نے اپنا حصہ ایک مرد کے ہاتھ بانسو کو بیچا اور دوسرے شخص نے اُسی مرد کے ہاتھ اپنا حصہ بھی بانسو کو بیچا تو ایک بینا سہ ہزار درم کا لکھا تو اس صورت مین ایک شخص دوسرے کے قبضے مین شریک نہیں گا اسواسطے کہ مختلف ہمارے نزدیک شراکت مین یہ ضرور ہے کہ دونون مقدار ثمن اور صفقہ مین برابر ہون اسواسطے کہ اگر دونون شخص بیع بصفقہ واحدہ کریں اپر کر ثمن سے غلام کا

سو درم ہو اور فلانے کا حصہ پانسو درم ہو پھر ایک شخص انمیں سے کچھ قبض کرے تو دوسرے کی انمیں شراکت نہ ہوگی ہو اسلئے کہ تفرق تسمیہ بامین کے حق میں تفرق صفقہ کے مانند ہے کذا فی الطحطاوی مختصراً وحینئذ فلو صالح احدھما عن نصیبہ علی ثوب ای علی خلاف جنس الدین اخذ الشریک الآخر نصفہ الا ان یضمن لہ ربع اصل الدین فلا حق لہ فی الثوب اور اسوقت میں تو اگر صلح کی ایک شریک نے اپنے حصے سے ایک کپڑے پر یعنی مثلاً جنس دین پر تو دوسرا شریک اُس کپڑے میں سے آدھا لیگا اگر یہ کہ شریک مصالح دوسرے شریک کے واسطے اصل دین کی چوتھائی کی ضامنی کرے تو اب اُسکا حق نہ رہیگا کپڑے میں مثلاً اصل دین چار درم تھا و درم ایک شریک کے اور دو درم دوسرے کے سو ایک شریک نے اپنے حصے سے ایک کپڑے پر صلح کی تو دوسرا شریک نصف کپڑے لے گا اور اگر ایک شریک مصالح ایک درم کا ضامن ہو تو دوسرے شریک کا کپڑے میں حق باقی رہے گا ولو لم یصالح بل اشتری بنصفہ شیئاً ضمنہ الشریک الربع بقبضہ النصف بالمقاصۃ او اتبع غریمہ فی جمیع ما لم ابغاء حقہ فی حصتہ اور اگر ایک شریک نے مصالحہ نکیا بلکہ بقدر نصف دین کے مدیون سے کچھ خرید کیا تو شریک مشتری دوسرے شریک کو ربع دین کا ضامن دے بسبب قبضہ کرنے شریک مشتری کے نصف دین پر بسبب مقاصہ کے یعنی بسبب مجرا ہو جانے دین کے ثمن میں یا دوسرا شریک اپنے مدیون سے مطالبہ کرے جمیع سائل مذکورہ میں یعنی مسئلہ صلح اور مسئلہ بیع میں بسبب باقی رہنے اُسکے حق کے مدیون کے ذمے پر فاذا ابرا احد الشریکین الغریم عن نصیبہ لا یرجع لانہ اتلاف لا قبض اور جبکہ ایک شریک نے مدیون کو ابرا کر دیا اپنے حصے سے تو شریک ثانی اُس سے ربع دین کو نہ بھرے گا ہو اسواسطے کہ ابرا تلف کرنا ہے نہ قبض کرنا یعنی اور ہو اخذہ شریک کا قبض میں ہے نہ اتلاف میں ولکن الحکم ان کان للمدیون علی احدھما دین قبل وجوب دینھما علیہ حتی وقعت المقاصۃ بدینہ السابق لانہ قاض لا قابض اور اسواسطے عدم رجوع کا حکم ہے اگر مدیون کا حادثہ یکمین پر دین ثابت ہوا قبل وجوب ہونے دونوں شریکوں کے دین کے مدیون پر کہ مقاصہ واقع ہو گیا ہو اُسکے اگلے دین سے ہو اسواسطے کہ شریک مدیون دین سابق کا ادا کرنے والا ہے نہ قابض اور مشارکت مقبوض میں ثابت ہوتی ہے ادائے دین میں نہیں سابق کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر شریکین کے دین کے بعد مدیون کا دین ایک شریک پر حادث ہو تو اب مقاصہ بمنزلہ قبض کے ہوگا اور تمیین شرکت ثابت ہوگی کذا فی الطحطاوی ولو ابرا الشریک المدیون عن البعض قسما البقاء علی سھامہ اور اگر ایک شریک مدیون کو بری الذمہ کرے بعض دین سے تو باقی دین اُسکے سہام پر مقسوم ہوگا مثلاً اگر دونوں شریکوں کے مدیون پر پانچ پانچ درم ہوں اور ایک شریک اپنے حصے سے نصف معاف کر دے تو اُسکا مطالبہ مدیون سے پانچ درم کا باقی رہے گا اور شریک ساکت کو دس درم کا و مثلہ المقاصۃ اور ابرا کے مانند مقاصہ ہوگا اسطرح کہ ایک شریک پر مدیون کے پانچ درم دین تھے بیس درم دین مشترک سے پہلے اور پانچ درم مجرا ہو گئے اُسکے دین میں تو قسمت دونوں شریکوں میں پندرہ درم سے ہوگی یعنی شریک مدیون پانچ درم کا پا دیگا اور دوسرا شریک دس درم ولو اجل نصیبہ صح عند الثانی اور اگر ایک شریک نے اپنے حصے میں دین کی میعاد مقرر کی تو ابو یوسف کے نزدیک صحیح ہوگا امام کے نزدیک اجل حادثہ یمین اپنے حصے میں دوسرے شریک کی رضا پر موقوف ہے اور محمد سے دو روایتیں ہیں معلوم نہیں کہ شارح نے امام کا قول کیوں ترک کیا اور ابو یوسف کا قول ذکر کیا باوجود عدم تصحیح کذا فی الطحطاوی والغصب والاستیجار بنصیبہ قبض لا الزوج ویصلح عن جنایۃ عمد اور ایک شریک مغصب اور اجارہ لینا بقدر اپنے حصے کے قبض ہے دین مشترک کا نہ نکاح کرنا اور صلح کرنا جنایت عمد سے ہم یعنی اگر احد الشریکین کوئی چیز مدیون کی غصب کرے اور وہ اُسکے پاس تلف ہو جائے تو وہ اپنے حصے کا قابض ٹھہرے گا تو دوسرا شریک اُسمیں شریک ہوگا وعلی ھذا القیاس استیجار اور اگر مدیونہ سے ایک شریک نے نکاح کیا اپنے حصے کے مہر پر تو یہ قبض نہ ٹھہرے گا ہو اسطے کہ ظاہر الروایت میں یہ اتلاف ہے نہ شریک ثانی اسمیں رجوع نہیں کر سکتا اور جنایت عمد کی صلح میں اسواسطے قبض ثابت نہوا کہ بمقابلہ صلح کے کسی چیز قابل شرکت کا شریک مالک نہ ہوا بخلاف جنایت خطا کہ وہ حکم

اموال ہو تو صحت خطا کی صلح میں تابعض ٹھہرے گا کذا فی الطحطاوی المخصا وجملۃ اختصاصہ بعا قبض ان یقبضہ الغریم قدر ثلثہ بیرثہ اور مقبوضہ شریک کے اختصاص کا حیلہ یہ ہو کہ مدیون ایک شریک کو بقدر اُسکے دین کے ہبہ کرے پھر شریک یون کو اپنا حصہ معاف کرے مثلاً ایک شریک کا دین مدیون پر چالیس درم ہو تو اگر مدیون اُس شریک کو چالیس درم بطریق ہبہ کے دے اور وہ اپنا حصہ معاف کرے تو ان چالیس درم میں شریک ثانی کی شرکت نہ ہوگی کیونکہ مقبوض مبہ ہے دین او بیعہ بہ کفا من تمر مثلا ثم یبرئہ ملتقط وغیرہ ومرت فی الشرکۃ یا کہ احد الشریکین مدیون کے ہاتھ مثلاً کھجور بیچے بقدر اپنے حصے کے دین سے یعنی جسقدر اُسکا حصہ تھا کھجور کا ثمن ٹھہرا دے پھر مدیون کو دین معاف کرے کذا فی الملتقط وغیرہ اور یہ مذکور ہو چکا کتاب الشرکۃ میں یعنی اگر اُسکا حصہ دین سے دس درم ہو تو دس درم کو تھی بھر کھجور بیچے پھر اپنا دین معاف کرے تو اب جو مدیون دس درم اسکو دیگا وہ ثمن مبیع ٹھہرے گا نہ اُسکے دین کا حصہ کذا فی الطحطاوی صالح احد رجلی المسلم عن نصیبہ علی ما فہم من راس المال فان جاز ہ الشریک الآخر نفذ علیہما وان ردہ کان فیہ قسمۃ الدین قبل قبضہ واند با طل اور رب السلم میں سے ایک رب السلم نے مسلم الیہ کے اپنے حصے سے صلح کی مسلم الیہ سے اُس مال پر جو اُسنے دیا تھا راس المال سے تو اگر دوسرا شریک صلح کو جائز رکھے تو صلح دونوں شریکوں پر نافذ ہوگی اور اگر شریک دیگر صلح کو رد کر دے تو صلح مردود ہو جائے گی اس واسطے کہ اس صلح میں دین کی قسمت ہوئی قبل اسکے مقبوض ہونے کے درحالانکہ قسمت دین قبل قبض باطل ہے یعنی جبکہ دو شخصوں نے بیع سلم منعقد کی پس من گیہوں میں دو رراس المال میں درم ہے اور ہر شخص نے دس دس درم تسلیم کیے پھر ایک شریک دس من گیہوں سے دس درم پر صلح کی اور دس درم جو مسلم الیہ کو دیے تھے سو اُس سے لیے تو یہ صلح امام ابو حنیفہ کے نزدیک جائز نہیں بلا اجازت شریک ثانی کے سو اگر اجازت دیگا تو صلح نافذ ہوگی اور دس درم متبوض دونوں میں مشترک ہونگے اور جو ساباقی رہے گی وہ بھی دونوں میں مشترک ہوگی اور اگر اجازت نہ دیگا تو صلح باطل ہوگی اس واسطے کہ دونوں کے حصے میں بدون رضائے شریک ثانی صلح صحیح نہیں ہو سکتی اور اگر فقط مصالح کے حصے میں جائز کیجیے تو لازم آتی ہے قسمت دین کی قبل قبض کے کیونکہ حصہ ہر ایک کے حصے کی بلا تمیز تعین ہو سکتی اور تمیز بالقسمت متصور نہیں کذا فی الدر تصرف و توضیح نعم لو کانا شریکی مفاوضۃ جاز مطلقا بحر ہاں اگر دونوں رب السلم شریک مفاوضہ ہوں تو مطلقاً جائز ہے کذا فی البحر طحطاوی نے کہا بحر الرائق میں یون ہے کہ جائز ولو الی اجل یعنی صلح جائز ہے اگرچہ مسلم فیہ میں ہو یعنی جو اجناس مخصوص بصیب مصالح فیہ ہیں اگر چہ الی اجل معین تک فسخ کرے تو جائز ہے

فصل فی التخارج ترجمہ یہ فصل ہے تخارج کے احکام میں ف تخارج خروج سے ہے اصطلاح شرع میں تخارج اس سے عبارت ہے کہ وارث اُسپر اتفاق کریں کہ مثلاً ایک وارث کو میراث سے خارج کریں کچھ مال سے ایکر کذا فی النہر اخرجوہ الورثۃ احدہم عما لہ الترکۃ وہی عروض وہی عقار بمال اعطوہ لہ او اخرجوہ عن ترکۃ ہی ذہب بعضۃ دہو ہا لہ او علی العکس او عن نقدین بہما او بہما فی الکل صوفا للجنس بخلاف خمسۃ اخرج کر دیا وارثوں نے ایک وارث کو ترکے سے اور وہ ترکہ اسباب ہے یا کہ وہ زمین اور باغ ہے یوض اُس مال کے جو اُنھوں نے اُسکو دیا یا وارثوں نے اُسکو نکالا اُس ترکہ سے جو سونا ہے یوض چاندی کے کہ اُنھوں نے اُسکو دیدیا بالعکس اسکے کہ چاندی سے خارج کیا سونا دیکر یا چاندی سونے سے خارج کیا چاندی سونا دیکر تو یہ تخارج سب صورتوں میں صحیح ہے جنس کو مخالف جنس کی طرف پھیرے بصرف جنس بخلاف جنس یہ علت ہے تخارج عن النقدین بالنقدین کی قل ما اعطوہ او کثر لکن بشرط التقابض فیما ہو صوف جو اگر کہ وارثوں نے ایک وارث کو بدلیل ہونے اکثر پر حصہ سے تخارج صحیح ہے لیکن بشرط تقابض البدلین اس تخارج میں جو منجملہ عقد صرف کے ہے یعنی اگر چاندی سونے کا تخارج ہو چاندی سونے سے تو طرفین کا قبض کرنا شرط ہے صحت کی تاکہ سود لازم نہ آوے وفی اخراجہ عن نقدین وغیرہما باحدین النقدین لا یصح الا ان یکون ما اعطی لہ اکثر من حصتہ من ذلک الجنس تحرز عن الربوا اور ایک وارث کے اخراج میں نقدین وغیرہما سے بمقابلہ احد النقدین کے تخارج

صحیح نہیں مگر یہ کہ جو سونا یا چاندی اُس وارث کو دیا گیا ہو وہ زیادہ ہو اُسکے حصے سے اُس جنس میں سے تاکہ سود نہ پیدا ہو موہوم یعنی اگر متروکہ میں درہم اور اسباب ہو اور ایک وارث کے حصے میں مثلاً دس درہم ہوتے ہوں تو عوض اُسکا دس درہم سے زیادہ دو جب ہی ہے کہ دس درہم عوض اُسکے حصے کے برابر ہو جائیں اور باقی درہم باقی متروکہ مغائر درہم کے مقابلے میں پڑیں اور اگر عوض کے دراہم فقط دس ہوں یا کہ وارث کا حصہ دراہم سے معلوم نہ ہو تو صلح فاسد ہے سود کے احتمال سے ولا بد من حضور النقدین عند الصلح وعلمہ بقدر نصیبہ شرنبلالیۃ وجلالیۃ اور ضرور ہے موجود ہونا نقدین کا صلح کے وقت اور وارث کو اپنے حصے کی مقدار کا معلوم ہونا کذا فی الشرنبلالیہ والجلالیہ ولو بعرض جازمصلحا لعدم الربوا اور اگر صلح ہو عوض اسباب کے ہو تو ہر طرح جائز ہے سود کے نہونے سے وکذا لو انکروا ارثہ لانہ حینئذ لیس ببدل بل لقطع المنازعۃ اسی طرح مطلقاً صلح جائز ہے اگر وارث منکر ہوں اُسکی میراث کے اسواسطے کہ اسوقت میں جو وہ دین بدلا نہیں لیکر دینا قطع نزاع کے واسطے ہے وبطل الصلح ان اخرج احد الورثۃ وقالہ دیون بشرط ان تکون الدیون لبقیتھم لان تملیک الدین من غیر من علیہ الدین باطل اور صلح باطل ہو اگر ایک وارث ترکے سے خارج کیا جاوے اور حالانکہ متروکہ میں دیون ہیں اس شرط سے کہ دیون باقی وارثوں کے واسطے ہیں خارج کے واسطے اسواسطے کہ مدیون کے سوا اور شخص کو دین کا مالک کرنا باطل ہے ہم جب وارث خارج نے دیون کو باقی وارثوں پر چھوڑا تو اُنہ نے اپنے حصے کا دیون سے باقی وارثوں کو مالک کیا اور حالانکہ تملیک دین کی باطل ہے مگر اُسکو مالک کرنا باطل نہیں جیسے دین ہی ذکرہ بعضھم حیلا فقال وھو لو شرطوا ابراء الغرماء منہ ای من حصۃ لانہ تملیک الدین من علیہ الدین فیسقط قد نصیبہ عن الغرماء پھر مصنف نے صلح مذکور کی صحت کی حیل اور تدابیر کو کہ جن سے مصنف نے کہا اور صلح صحیح ہو اگر وارث شرط کریں صلح میں برادیون کا مصالح کے حصہ دین سے یعنی جتنا حصہ ہی مصالح کا دین میں اُسکو دہ معاف کرے تو صحیح ہی واسطے کہ اس برا میں مالک کرنا ہی دین کا اُسکو جسپر دین ہی اور یہ صحیح ہی تو بقدر اُسکے حصے کے دین ساقط ہو گا مدیونوں سے ہم اس حیلے میں باقی وارثوں کا فائدہ یہ ہی کہ وارث مصالح کا حق باقی نر ہا مدیونوں پر اور یہ نہیں کہ اُسکا حصہ دین کا بقیہ ورثہ کا ہو گیا کذا فی الصدر الشریعۃ او قضوا نصیب المصالح منہ ای الدین تبرعا منھم والحالہ ھذہ یعنی باقی وارث مصالح کا حصہ دین سے اپنے مال میں سے نقد ادا کریں بطریق احسان کے اُسکے جانب سے اور مصالح اپنے حصہ دین کا حوالہ کرے مدیونوں پر یعنی وارثوں کو اپنا حصہ دلا دے مدیونوں سے ہم سو جو میں بقیہ ورثہ کا حاضر ہی سواسطے کہ نقد بہتر ہی نسیئہ سے کذا فی الصدر الشریعۃ او اقرضوہ قدر حصتہ منہ وصالحوہ عن غیرہ بما یصلح بدلا واحالھم بالقرض علی الغرماء وقبلوا الحوالۃ وھذہ احسن الحیل ابن کمال یا باقی وارث مصالح کو قرض دیں بقدر اُسکے حصے کے دین سے اور صلح کریں مصالح سے دین کے سوا اور متروکہ سے بعوض اُس چیز کے جو بدل کی لیاقت رکھتا ہی اور مصالح وارثوں کو بدل قرض کا حوالہ کرے مدیونوں پر اور قبولیں ورثہ اس حوالے کو تبول کریں اور یہ حیلہ بہتر ہی اور حیلوں سے لہذا ذکرہ ابن کمال اسواسطے کہ حیلہ اولے میں مصالح کا حاضر ہی ابرا کرنے سے اور حیلہ ثانیہ میں بقیہ ورثہ کا حاضر ہی احسان کرنے سے کذا فی الظہیریۃ والاوجہ ان یبیعوہ کفا من تمر او نحوہ بقدر الدین ثم یحیلھم علی الغرماء ابن ملک اور وجہ حیلہ یعنی احسان تر اور خفیف تر بقیہ وارثوں کے واسطے یہ ہی کہ ورثہ مصالح کے ہاتھ مٹھی بھر کھجور یا مانند اسکے بیچیں بقدر اُسکے دین کے پھر مصالح اپنے حصہ دین کا ورثہ کے واسطے مدیونوں پر حوالہ کرے کذا ذکرہ ابن ملک ہم اسمیں بقیہ ورثہ کا سراسر فائدہ ہی لیکن مصالح کا نقصان ہی صح وفی صحۃ صلح عن ترکۃ مجھولۃ اعیانھا ولا دین فیھا علما کیلا او موزونا متعلق بصلح اختلاف والصحیح الصحۃ زیلعی لعدم اعتبار شبھۃ الشبھۃ اور جس ترکے کے اعیان معلوم نہیں اور نہ اُسمیں دین ہیں اُسکی صلح کے صحیح ہونے میں کیل اور موزون پر اختلاف ہی اور قول صحیح صحت صلح کا ہی کذا فی الزیلعی بسبب یہ قاعدہ کے شبہ الشبہہ کے شارح نے کہا علی کیلا او موزونا صلح سے متعلق ہے یعنی جب ترکہ میں دین نہ ہو اور اعیان اُسکے معلوم نہ ہوں امر کیل یا موزون

صلح بالاراء ہو تو اسکی صحت میں اختلاف ہی فقیہ ابوجعفر صحت صلح کا قائل ہی اور یہی قول صحیح ہو اور ظہیر الدین مرغینانی عدم صحت کا قائل ہی
جہالت شبہ ربوا وجہ صحت یہ ہی کہ یہ سود کا شبہ شبہہ ہی اسواسطے کہ ترکہ مین کیل یا موزون ہو بتقدیر اسکے ہونے کے پھر یہ احتمال ہی کہ بدل
صلح سے وہ زیادہ ہو تو احتمال الاحتمال شبہ الشبہہ ہی اور عدم صحت مین شبہ سود کا متعین ہو نہ شبہ الشبہہ وقال ابن الکمال ان فی الترکة جنس
بدل الصلح لم یجز والا جاز وان لم یدر فعلی الاختلاف اور ابن کمال نے کہا کہ اگر ترکہ مین بدل صلح کا ہم جنس ہو تو صلح جائز نہین اور اگر ہم جنس نہین
تو صلح جائز ہی اور جنسیت یا عدم جنسیت معلوم نہو اس صورت مین اختلاف ہی ولو الترکة مجهولة وهی عین میل او موزون فی ید البقیة من
الورثة صح فی الاصح لانها لا تفضی الی المنازعة لبقائها فی ید هم حتی لو کانت فی ید المصالح او بعضها لم یجز ما لم یعلم
جمیع ما فی یده للحاجة الی التسلیم ابن ملک اور ترکہ غیر کیلی یا وزنی مجہول الاعیان بقیہ ورثہ کے پاس ہو تو صلح صحیح ہی قول اصح مین اسواسطے
کہ جہالت اسکی موجب نزاع نہین بسبب موجود ہونے ترکے کے بقیہ ورثہ کے ہاتھ مین تو اگر تمام یا بعض ترکہ مجہولہ وارث مصالح کے پاس ہو تو صلح جائز نہین جب تک
کہ تمام مقبوضہ انکا معلوم نہو بسبب حاجت تسلیم کے کذا ذکرہ ابن الملک مخلاصہ یہ ہی کہ اگر ترکہ مجہولہ بقیہ ورثہ کے پاس ہی تو تسلیم کی حاجت
نہین تو جہالت موجب نزاع نہین لہذا صلح صحیح ہو اور اگر مصالح کے پاس تمام یا بعض ہی تو جب تک تمام مقبوضہ معلوم نہو تو صلح جائز نہین کیونکہ یہان
تسلیم کی حاجت ہو اور تسلیم درصورت جہالت موجب نزاع ہی وبطل الصلح والقسمة معاملة الدین بالترکة اور باطل ہی صلح ایک
وارث کے اسکے نکالنے کے واسطے اور باطل ہی قسمت ترکے کی وارثون مین باوجود محیط ہونے دین کے ترکے سے یعنی جب دین محیط ترکہ ہو
تو ورثہ ترکے کے مالک نہین جو انمین صلح یا قسمت جاری کرین اسواسطے کہ دین میراث پر مقدم ہی لان یضمن الورثة الدین بالرجوع مگر اس صورت
مین صلح اور قسمت باطل نہین جبکہ ورثہ دین کے ضامن ہون بلا رجوع یعنی ضمانت اس شرط پر ہو کہ ترکے سے نہ لین اسواسطے کہ اگر رجوع ہوگا تو ترکہ مشغول
ہوگا کذا فی الطحطاوی او یضمن اجنبی بشرط براءة المیت یا دین کا اجنبی شخص ضامن ہو بشرط براءت ذمہ میت مم تقیید براءت مین شارح مصنف کا تابع
ہو گیا ہی اور زیلعی مین تو عدم رجوع فی الترکہ پر اشتراط کا مدار رکھا کذا فی الطحطاوی او یوفی من مال آخر یا وارث دین میت کا ادا کرے اور مال سے سوائے
ترکے کے یعنی وارث خواہ اپنے مال سے ادا کرے یا میت کی کسی اور چیز سے جواب ظاہر ہوئی کذا فی الطحطاوی ولا ینتفع ان یصالح ولا یقسم قبل القضاء
الدین فی غیر دین محیط اور سزاوار نہین کہ صلح کرے بجائے اخراج وارث پر یا قسمت کرے بجائے دین ادا کرنے سے پہلے اسکے کہ بین ہو بین محیط نہین
ہم اسواسطے کہ میت کی گلو خلاصی دل بہتر ہی طحطاوی نے کہا بلکہ صورت مذکورہ مین صلح اور قسمت کروہ ہی ولو فعل الصلح والقسمة صح لان
الترکة لا تخلو عن قلیل دین فلو وقف الکل لتضرر الورثة فیوقف قدر الدین استحسانا وقایة لئلا یحتاجوا الی نقض القسمة
اور اگر صلح اور قسمت بجائے ترکہ مذکورہ مین قبل ادا کرنے دین کے تو صحیح ہی اسواسطے کہ ترکہ قلیل دین سے خالی نہین ہوتا تو اگر کل ترکہ کی صلح یا قسمت موقوف
رہے تو وارثون کا ضرر ہی تو بقدر دین ترکہ موقوف رہے بوجہ استحسان کذا فی الوقایہ تاکہ وارثون کو قسمت توڑنے کی حاجت نہ پڑے کذا فی البحر
م استحسان متعلق ہی صحت سے یعنی صلح اور قسمت صحیح ہی استحسان کی راہ سے نہ قیاس کی راہ سے اسواسطے کہ قیاس یہ ہی کہ صحیح نہو اسواسطے کہ ترکے
کا ہر جز مشغول بدین ہی بعلت عدم رجحان وجہ استحسان وہ ہی جو شارح نے ذکر کی کذا فی الطحطاوی ولو اخرجوا واحدا من الورثة فحصته تقسم
بین الباقی علی السواء ان کان ما اعطوه من مالهم غیر المیراث اور اگر وارثون نے ایک وارث کو ورثہ سے نکال دالا از راہ صلح کے
تو اسکا حصہ باقی وارثون مین برابر قسمت ہوگا اگر وہ مال جو انھون نے وارث خارج کو دیا بقیہ ورثہ کے خاص مال سے ہو سوا ان کان
المعطی مما ورثوه فعلی قدر میراثهم یقسم بینهم اور اگر وہ مال انھین سے ہو جسکو انھون نے میراث مین پایا تو بقدر انکی میراث کے

انمین خارج کا حصہ تسمت ہوگا وقید بالخصاف بکونہ من اکثار فلو عن اقرار فعلیہ السواء اور خصاف نے اس تفصیل مذکور مین صلح انکاری کی قید لگائی ہی یعنی جبکہ وارث ایک شخص کی میراث کے منکر ہون اور رفع نزاع کے واسطے کچھ مال دیکر صلح کرین تب یہ تفصیل ہی تو اگر صلح ورثہ کی اقرار میراث سے ہو تو تسمت برابر ہی مطلقاً خواہ ترکے سے مال صلح دیا ہو یا غیر ترکہ سے ہو اسواسطے کہ یہ صلح بیع کے مانند ہی تو گویا وارثون نے اسکو خرید لیا اور رستاوی ظاہر ہین مگر جبکہ مال مدفوع درثہ مین برابر ہو قال الکذانی الطحطاوی وصلحا حدھم عن بعض الاعیان صحیح اور صلح کرنا ایک وارث کا بعض اعیان ترکہ سے صحیح ہی یعنی صلح مین کل اور بعض دونون برابر ہین ولو لم یذکر فی صلک التخارج ان فی الترکۃ دین ام لا فالصلک صحیح وکذا لو لم یذکرہ فی الفتوی ففیہ بالعصۃ ویحمل علی وجود شرائطھا مجمع الفتاوی اور اگر تخارج کی دستاویز مین یہ مذکور نہو کہ ترکے مین دین تھا یا نہ تھا تو دستاویز صحیح ہی اور اسیطرح اگر یہ مذکور نہو فتوی مین یعنی استفتا اور سوال مین تو صحت صلح کا فتوی دیا جائے اور عدم ذکر وجود شرائط صحت صلح پر محمول ہوگا کذانی مجمع الفتاوی یعنی مفتی پر اسکی بحث واجب نہین کذانی الطحطاوی والموصی لہ ببلغ من الترکۃ کوارث فیما قد منا من مسئلۃ التخارج اور جس اجنبی کے واسطے کسیقدر ترکے سے وصیت کی گئی ہو وہ وارث کے مانند ہی اُن احکامون مین جنکو ہم مقدم ذکر کر چکے ہین تخارج کے مسئلے سے یعنی جس تفصیل سے وارث سے تخارج جائز ہی اسی تفصیل سے موصی لہ سے جائز ہی صالحوا ای الورثۃ احدھم وخرج من بینھم ثم ظھر المیت دین او عین لم یعلموھا ھل یکون ذلک داخلا فی الصلح المذکورۃ قولان اشھرھما لا یدخل ہین کل والقولان کلاھما فی الخانیۃ مقدما لعدم الدخول وقد ذکر فی اول فتاواہ انہ یقدم ما ھو لا اشھر وکان ھو المعتمد کذا فی البحر قلت وفی البزازیۃ انہ لا اعلم ولا یبطل الصلح وشے صلح کی ایک وارث سے اور وہ وارث باقی وارثون سے خارج ہوگیا پھر میت پر دین یا عین ظاہر ہوا جو وارثون کو صلح کے وقت معلوم نہ تھا تو یہ دین یا عین صلح مذکور مین داخل ہوگا یا نہوگا اسمین دو قول ہین دخول و عدم دخول کے دونون قولون مین مشہور تر قول عدم دخول کا ہی بلکہ وہ دین اور عین سب وارثون مین مشترک ہی اور دونون قولون کو خانیہ مین حکایت کیا ہی عدم دخول کو مقدم ذکر کرکے اور قاضی خان نے اپنے فتاوے کے اول مین ذکر یہ کیا ہی کہ جو قول مشہور تر ہی وہی مقدم ہی تو عدم دخول ہی معتمد ٹھہرا کذا فی البحر مین کہتا ہون اور زیادہ یہ ہی کہ البتہ وہی صحیح تر قول ہی اور صلح مذکور باطل نہوگی وفی الوھبانیۃ **شعر** وفی طفل الشھود فلم یجز ✽ وما یدعی خصم ولا یتنوز ✽ اور وھبانیہ مین ہی اور صلح طفل کے اُس مال مین جو گواہون سے ثابت ہی جائز نہین اور صلح جائز نہین اسمین جسکا مدعی طفل پر دعوی کرے اور اپنا دعوی گواہون سے روشن کرے ہم اور اگر طفل کا مال گواہون سے ثابت نہو تو صلح جائز ہی اور دوسری صورت مین اسواسطے صلح جائز نہین کہ مدعی مستحق نہین مگر قسم لینے کا اور قسم نہ طفل کے باپ پر عائد ہوگی نہ وصی پر نہ خود طفل پر اور اگر مدعی کے گواہ نہون تو صلح جائز ہی کذا فی الطحطاوی **مصرع** وھو علی الابراء من الخیانۃ اور صحیح ہی صلح ابرا پر ہر عیب سے یعنی مشتری اگر بیرات عیوب مبیع پر کچھ لیکر بائع سے صلح کرے تو جائز ہی طحطاوی نے کہا اسواسطے کہ ابرا عن العیب بالبدل صحیح ہی تو اسطرح بدل کے ساتھ بھی صحیح ہی کیونکہ اسقاط ہی **ع** ولو زال عیب صلحہ یعنی اور اگر عیب مبیع سے زائل ہوگیا تو صلح باطل ہی **ع** یعنی اگر مثلاً غلام یا جانور کی آنکھ کے جانے یا ناخنہ سے صلح کی اور جانا یا ناخنہ آنکھ سے دفع ہوگیا تو صلح باطل ہی تو بدل صلح پھیر دیا جائے اور اسیطرح ہر عیب زائل کا حکم ہی کذا فی الطحطاوی **مصرع** ومن قال ان تحلف فلم یجز ✽ اور جو مدعی کہ مدعا علیہ سے کہے کہ اگر تو قسم کھائے تو بری الذمہ ہوگا تو وہ جائز نہین یعنی پھر مدعا علیہ نے قسم کھائی تو صلح باطل ہی اسواسطے کہ ابرا کی تعلیق شرط صحیح پر جائز نہین چنانچہ مذکور ہو چکا تو اگر مدعی گواہ لائے گا بعد اس صلح کے تو ساعت ہوگی اور اگر اقامت شہادت سے عاجز ہوگا تو مدعا علیہ سے دوسری بار قسم لی جائے گی اسواسطے کہ پہلی قسم قاطع خصومت نہین ہی سبب کے حاکم کے سامنے نہین ہوئی کذا فی الطحطاوی **مصرع**

ولو مدعیٰ کاہ جنبے بصور اگرچہ مدعی قسم کھائے تو صلح باطل ہو اور مدعا علیہ یعنی کے مانند یہ صورت مذکورہ میں مدعی کی قسم کی بہ صورت ہے کہ مدعی و مدعا علیہ تفاق کریں کہ اگر مدعی قسم کھائے اپنے دعوی پر تو مدعا علیہ پر دعوی ثابت ہو تو اگر مدعی قسم کھائے تو مدعا علیہ پر مال واجب نہ ہو اور اضیبی کی صورت یہ ہے کہ مدعا علیہ نے کہا کہ اگر فلاں شخص یعنی غیر مدعی قسم کھائے تو مال مجھ پر ہے تو صلح باطل ہو اور مال لازم نہیں کذا فی الطحطاوی واللہ تعالیٰ اعلم وستغفر الحسنہ الغنی

کتاب المضاربۃ

یہ کتاب ہے عقد مضاربت کے احکام میں ھی لغۃ مفاعلۃ من الضرب فی الارض وھو السیر فیھا مضاربت باعتبار لغت عرب مفاعلت ہے ضرب فی الارض سے اور ضرب فی الارض عبارت ہے زمین کے چلنے پھرنے سے ہم اس عقد کا مضاربت اسواسطے نام رکھا کہ مضارب بیشتر زمین پر چلتا پھرتا ہے نفع حاصل کرنے کے واسطے اور اہل حجاز اس عقد کو مقارضہ اور قراض بولتے ہیں اسواسطے کہ قرض معنی قطع ہے اور صاحب مال کچھ اپنا مال کاٹ کر مضارب کو دیتا ہے کذا فی الفتح وشرعا عقد شرکۃ فی الربح بمال من جانب رب المال وعمل من جانب المضارب اور شرعاً مضاربت شرکت فی الربح کا عقد ہے جو منعقد کہ منعقد ہو مال اور عمل سے مال تو رب المال کی جانب سے اور عمل مضارب کی جانب سے ہم مثلاً حامد نے ہزار روپیہ محمود کو دیے کہ اسنے تجارت کرے اور نفع میں دونوں شریک ہیں اور محمود نے قبول کیا تو اس عقد کو شرع میں مضاربت کہتے ہیں اور حامد رب المال و محمود مضارب ہے و رکنھا الایجاب والقبول اور رکن مضاربت ایجاب اور قبول ہے ہم ایجاب اسطرح کہ رب المال مضارب سے کہے کہ میں نے یہ مال تجھ کو بطریق مضاربہ یا مقارضہ یا معاملہ کے دیا یا اس مال کو لے اور تجارت کر اس شرط پر کہ آدھی منفعت یا تہائی تیری یا یوں کہے کہ اس مال سے متاع خرید کر سو جو فائدہ حاصل ہو آدھا میرا تیرا اتنا حصہ ہے یا یوں کہے یہ مال لے آدھوں آدھ نفع پر اور مضارب کہے کہ میں نے قبول کیا یا جس لفظ میں یہ مضمون ادا ہو کذا فی الطحطاوی عن الحموی وحکمھا انواع لانھا ایداع ابتداء اور حکم مضاربت یعنی اس کا اثر مرتب چند نوع ہے لیکن باعتبار مختلفہ اسواسطے کہ مضاربت امانت کھلاتی ہے شرع میں ہم مضاربت ابتداء امین یا ایداع اسواسطے ہے کہ قبض کرنا مال کا ہوا بااذن مالک بروجہ مباداۃ و ثیقہ بخلاف مقبوض علی سوم الشراء کہ وہ قبض ہے بروجہ مباداۃ اور بخلاف رہن کے کہ وہ قبض ہے بطریق توثیق کے کذا فی الدرر پھر جب مضاربت ایداع ٹھہری تو ہلاک مال سے مضارب پر تاوان نہیں و من حیث الضمان ان یقبضہ المال الا درھما ثم یعقد شرکۃ عنان بالدراھم وبھا اقرضہ علی ان یعملا والربح بینھما ثم یعمل المستقرض فقط فان ھلک فالقرض علیہ اور ہلاک رہے مال میں مضارب سے تاوان لینے کا ایک حیلہ یہ ہے کہ مضارب کو مال قرض دے سوائے ایک درم کے پھر شرکت عنان منعقد کرے اس باقی درم سے اور اس مال سے جو مضارب کو قرض دیا اس شرط پر کہ رب المال و مضارب دونوں تجارت کا کام کریں اور نفع دونوں میں برابر ہو پھر جو اسکے فقط قرض لینے والا یعنی مضارب تجارت کرے تو اگر مال ہلاک ہوگا تو مضاربت پر قرض ثابت رہے گا ہم شرکت عنان کو اسواسطے خاص کیا کہ اس میں نفع بقدر مال کے لازم نہیں اور دونوں کا عمل اسواسطے شرط کیا کہ اگر ایک کا عمل شرط ہوگا تو شرکت عنان کی سد ہو جاوے گی اور مفسد شرط عمل واحد ہے نہ اطلاق محطاوی نے کہا اس حیلے سے مضاربت باقی نہ رہی بلکہ اس مال میں شرکت ہو گئی و توکیل مع العمل التصرف بامرہ اور مضاربت توکیل ہے عمل کے ساتھ بسبب تصرف کرنے مضارب کے بیت المال کے امر سے ہم جب توکیل ہوئی تو جو عہدہ اسکے لاحق ہوگا وہ رب المال ہی کذا فی الدرر و شرکۃ ان سمیہ اور مضاربت شرکت ہے اگر فائدہ حاصل ہو اسواسطے کہ مال اور عمل سے فائدہ حاصل ہو تو دونوں امین شریک ہونگے و غصب ان حالف وان اجاز رب المال بعدہ لصیرورتہ غاصبا بالمخالفۃ اور مضاربت غصب ہے اگر مضارب نے رب المال کے خلاف کیا اگرچہ رب المال بعد اس خلاف کے اسکو جائز بھی کر دے بسبب ہو جانے مضارب کے غاصب بسبب مخالفت کے ہم یہ صورت ہے کہ مضارب نے وہ چیز خریدی کہ اور بیچی جس سے رب المال نے منع کر دیا تھا غصب اسواسطے ہوا کہ تعدی کی غیر کے مال میں تو اب مضارب پر ضمان لازم ہوگا واجارۃ فاسدۃ

ان فسدت فلا شیء للمضارب حینئذ بل له اجر مثل علمه مطلقا ربحا او لا لانه ترادف علی المشروط خلافا لمحمد والثلثان اور
مضاربت اجارہ فاسدہ ہی اگر عقد مضاربت فاسد ہو جاوے تو اب اس وقت میں مضارب کے واسطے نفع میں بلکہ اُسکے واسطے اُسکی محنت کی مزدوری ہی ہر طرح تجارت
میں نفع حاصل ہو یا نقصان ہو دونوں جانب مزدوری مشروط سے بخلاف محمد اور ائمہ ثلثہ کے کہ اجارہ فاسدہ کا بھی حکم وہی کہ اُسکی اجرت مثل مشروط سے زیادہ
نہیں ہوتی الا فی وصی اخذ مال یتیم مضاربۃ فاسدۃ لشرطه لنفسه عشرۃ دراہم فلا شیء له فی مال الیتیم اذا اعمل
ایشاء فهو استئناء من اجر عمله مضاربت فاسدہ میں اجرت عمل ہی کہ اُس وصی میں جسنے یتیم کا مال بطریق مضاربت فاسدہ لیا جیسے وہی کا
اپنے واسطے دس درہم کا شرط کر لینا تو کچھ اجرت نہ ملے گی یتیم کے مال سے جبکہ وصی عمل کرے کالا فی الاشباہ شارح نے کہا الا فی وہی استثناء ہی اجرت
عمل سے یہاں محل استثناء مضاربت فاسدہ سے ہی یا عدم زیادت علی المشروط سے ہر چند مصنف نے دفع ایہام کر دیا تھا اس قول فلا شیء کے سے
لیکن شارح نے فرید تو ضیح کے واسطے کھول کر کہدیا والفاسدۃ لا ضمان فیها ایضا کصحیحۃ لا نه امین اور مضاربت فاسدہ میں بھی
ہلاکت مال سے تاوان نہیں جیسے مضاربت صحیحہ میں اسواسطے کہ مضارب یہاں اور وہاں امین ہی ضامن نہیں ہوتا دفع المال الی اخر مع شروط الربح کله للمالک
بضاعۃ فیکون له ولیملا منه عاملا مال کا دوسرے شخص کیساتھ مشروط ہونے کے تمام نفع کے مالک کے واسطے بضاعت ہی یعنی یہ عقد مضاربت
نہیں بلکہ عقد بضاعت ہی تو دوسرا شخص عمل کرنے سے مستحق نہ ہوگا مالک کا احسان یہ کہ اپنے واسطے عامل نے قائمہ شرط نہیں کیا ومع شروطه للعامل
قرض لغلة ضرب اور تمام نفع عامل کیواسطے مشروط ہونے کے ساتھ مال دینا قرض ہی یواسطہ قلت مضرب قرض ہم یعنی اگر مالک نے دوسرے کو مال دیا اور کہا
دونوں میں یہ ہوئی کہ تمام نفع محنت کرنے والے نہ صاحب مال تو یہ مضاربت نہیں ہوئی قرض ہوا اسواسطے کہ عامل کل منفعت کا مستحق نہیں ہو سکتا مگر
جبکہ راس المال کا مالک ہو اور مالک متصور نہیں مگر ہبہ یا قرض سے لیکن ہبہ میں مالک کا سر اسر نقصان ہے اسواسطے کہ ہبہ قاطع حق ہی عین اور اُسکے
بدل دونوں سے بخلاف قرض کہ وہ فقط عین میں قاطع حق ہی نہ اُسکے عوض میں تو بنظر قلت مضرب قرض ہی عقد کو قرض ٹھہرایا نہ ہبہ کذا فی الطحاوی
مختصر ا شرف وشرطها امور تسعة اور صحت مضاربت کی سات شرطیں ہیں ان شرط راس المال کا سپرد کرنا اثمان کے ہونا سو اُسکا معلوم ہونا سو راس
المال کا عین ہونا نہ دین ہو مضارب کو راس المال تسلیم کرنا شائع منفعت یا التعیین مقدار مالک اور مضارب کا حصہ معلوم ہونا سے مضارب کا حصہ
منفعت سے ہونا راس المال سے اور تفصیل شروط مذکورہ کی اثمان اور شارح کے بیان سے معلوم ہوگی کون راس المال من الاثمان کما مر فی الشرکۃ
شرط صحت مضاربت ہونا راس المال کا اثمان سے چنانچہ مذکور ہو چکا کتاب الشرکۃ میں ہم تو مضاربت صحیح نہیں مگر اُس مال سے شرکت صحیح ہوتی
ہی اسواسطے کہ مضاربت شرکت ہی فائدہ حاصل ہونے کے وقت تو وہ مال جنرو یعنی جس سے شرکت صحیح ہوتی ہی یعنی دراہم ودنانیر اور چاندی ہونا غیر مسکوک
اور فلوس مروجہ کذا فی الدرر وهو معلوم للعاقدین اور راس المال معلوم ہو عاقدین کو یعنی ہے حق کہ عاقدین عقد مضاربت کریں بمقدار معین راس المال
پر مثلا ہزار یا دو ہزار درہم پر وکفت فیه الاشارۃ اور راس المال کے معلوم ہونے میں اشارہ کرنا کفایت کرتا ہم صورت اشارہ یہ ہے کہ بطریق
مضاربت ایک شخص کو درہم دیئے اور انکی مقدار معلوم نہیں اسکو تو جائز ہی کذا فی الدرر والقول فی قدره وصفته للمضارب بیمینه والبینة
للمالک اور درصورت اختلاف کے راس المال کی مقدار اور وصف میں مضارب کا قول معتبر ہی اُسکی قسم کے ساتھ اور گواہ مالک
کے واسطے ہوں واما المضاربة بدین فان علی المضارب لم یجز وان علی الثالث جاز وکره اور عقد مضاربت دین کے کرنا سو اگر
مضارب پر دین ہو تو جائز نہیں اور اگر تیسرے شخص پر ہو تو جائز ہی اور مکروہ ہی ولو قال اشترلی عبد لنسیئة ثم به وضارب بثمنه ففعل جاز
اور اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میرے لیے ایک غلام ادھار خرید کر بیچ اور اُسکے ثمن سے مضاربت کر سو اُسنے ایسا ہی کیا

تو جائز ہے ہم اسواسطے کہ مضاربت غلام کیطرف مضاف نہیں جو جائز ہو بلکہ اسکے ثمن کیطرف مضاف ہے اور ثمن سے مضاربت صحیح ہے کذا فی الذخیرہ اور بہ حیلہ یہ ہے جواز مضاربت فی العروض کا یعنی متاع کے ثمن کیطرف مضاربت کو مضاف کرے کقولہ لغاصب ومستودع اومستبضع اعمل بما فی یدک مضاربۃ بالنصف جاز یعنے جیسا کہ کہنا غاصب یا مستودع یا مستبضع سے کہ تجارت کر اس مال سے جو میرا تیرے پاس ہے اور بطریق مضاربت کے نصفا نصف منفعت پر تو جائز ہے کذا فی المجتبیٰ مستبضع وہ ہے جسکے پاس مال ہو بطریق بضاعت کے طحطاوی نے کہا مضاربت اس صورت میں جائز ہوگی جب غاصب وغیرہ کے پاس اس قسم کا مال ہو جسمیں مضاربت جاری ہوتی ہو یعنی از قسم ثمن ہو نہ متاع وکون راس المال عینا کما بسط فی الدرر اور شرط صحت ہے ہونا راس المال کا عین یعنی بعد عقد ہونا شرط ہے نہ دین ہونا چنانچہ اسکو درر میں واضح بیان کیا ہم دین ہونا شرط ہے وجود میں ہونا اسواسطے کہ مضارب امین ہے شروع میں اور رسپر دین ہے اسکا امین ہونا متصور نہیں تو اگر رب المال نے مدیون سے کہا کہ عمل کر اس دین میں جو تیرے ذمے ہے بطریق مضاربت فی النصف کے تو جائز نہیں انتہی طحطاوی نے کہا عین سے عرض مراد نہیں بلکہ مراد ہے مسلما الی المضارب لیمکنہ التصرف وراسخا کیونکہ رب المال تسلیم کرنے والا ہو راس المال کا مضارب کو تا اسکو تصرف ہو سکا ممکن ہو ہم اسواسطے کہ عمل مضارب کی جانب سے ہے اور وہ ممکن نہیں بدون تسلیم کے علی وجہ الکمال تو اگر صاحب مال یہ شرط کرے کہ ہر شب مال میرے پاس رہے تو مضاربت فاسد ہوگی اور اگر مضارب مال مرد مضارب راس المال سے خرید فروخت کرے تو نفع میں دونوں شریک ہوں گے بموجب شرط کے اسواسطے کہ تصرفات ہی عمل ہیں نہ نقص مضاربت پر بخلاف اشتراط عمل رب المال عین عقد میں کہ وہ مفسد ہے کذا فی الطحطاوی بخلاف الشرکۃ لان العمل فیھا من الجانبین بخلاف عقد شرکت کے اسواسطے کہ آدمیں دونوں جانب سے عمل ہے وکون الربح بینھما شائعا فلو عین قدرا فسدت اور شرط مضاربت ہی ہونا منفعت کا مابین دونوں کے شائع اور عام تو اگر کسی مقدار کو معین کرے تو مضاربت فاسد ہوگی ہم منفعت شائع ہو مثلاً دونوں میں نصفا نصف ہو یا تین تہائی اسواسطے کہ اسمیں منفعت کی شرکت ثابت ہی نفع قلیل ہو یا کثیر اور سہم معین کرنا چنانچہ سو درہم یا نصف منفعت کے ساتھ دس درہم زیادہ تو یہ قاطع ہے شرکت کا اسواسطے کہ شاید منفعت نہو مگر بقدر سہم معین پھر جب شرکت منفعت کی نہ رہی تو مضاربت باقی نہ رہی وکون نصیب کل منھما معلوما عند العقد مضاربت ہی ہر واحد کے حصے کا معلوم ہونا عقد مضاربت کے نزدیک ہم حصہ ہر ایک کا معلوم ہونا مجہول صورت مجہول یہ ہے کہ مثلاً مالک کہے مضارب سے کہ تجھکو نصف نفع خواہ ثلث خواہ ربع ہی معلوم ہونا اسواسطے شرط ہوا کہ عقد مضاربت ہی نفع کیواسطے تو اسکی جہالت موجب فساد عقد ہوگی ومن شروطھا کون نصیب المضارب من الربح حتی لو شرط لہ من راس المال ومہ من الربح فسدت اور مضاربت کی شرطوں سے ہی ہونا حصہ مضارب کا نفع سے تو اگر مضارب کیواسطے راس المال سے یا راس المال اور نفع دونوں سے حصہ شرط ہو تو مضاربت فاسد ہے اسواسطے کہ ان دونوں شرطوں کو عقد منافی نہیں کذا فی الطحطاوی فی الجلالیۃ کل شرط یوجب جھالۃ فی الربح او یقطع الشرکۃ فیہ یفسدھا والا بطل الشرط وصح العقد اعتبارا بالوکالۃ جلالیہ میں ہے جو شرط کہ جہالت نفع کی موجب ہو یا قاطع ہو شرکت کی نفع میں وہ شرط مفسد مضاربت ہے اور نہیں تو شرط باطل ہو جاتی ہے اور عقد صحیح ہوتا ہے بقیاس وکالت کے یعنی جسطرح وکالت شرط فاسد سے فاسد نہیں ہوتی ہم تمام جہالت نفع چنانچہ نصف نفع یا ثلث بطریق تردید کے اور قطع شرکت چنانچہ ایک شخص کیواسطے دراہم معینہ کا شرط کرنا ان دونوں کے سوا اور شروط فاسدہ جو مفسد عقد نہیں از انجملہ یہ ہے کہ مضارب پر خسران یعنی نقصان شرط کیا جاوے یا دونوں پر کذا فی الطحطاوی ولو ادعی المضارب فسادھا فالقول لرب المال ویبتدء فالمضارب اور اگر مضارب فساد مضاربت کا دعوی کرے تو صاحب مال کا قول مقبول ہے اور اسکے برعکس یعنی اگر صاحب مال فساد کا دعوی کرے تو مضارب کا قول مقبول ہے کالاصل ان القول لمدعی الصحۃ فی العقود کالو قال لرب المال شرطت لک ثلث الربح او عشرۃ وقال المضارب النلث فالقول لرب المال ولو فیہ فسادھا لانہ ینکر زیادۃ یدعیھا

سلسلہ بیانی کا فتح کا مالک ۱۲ سلسلہ یعنی مخزن زنے ایک بجز بابا یا اور ایک صورت بھی ہو سکتی ہے یہ بھی ہو سکتی ہے

المضاربہ خاصہ اور قاعدہ کلیہ ہے جو کہ عقود میں مدعی صحت عقد کا قول مقبول ہوتا ہے جبکہ صاحب مال کہے مضارب سے کہ میں نے تیرے واسطے ثلث نفع شرط کیا ہے سوائے دس درہم کے اور مضارب کہے ثلث نفع شرط ہوا ہے تو صاحب مال کا قول مقبول ہوگا اگرچہ صاحب مال کے قول میں فساد ہے مضارب ہونے کا سوائے اس کے کہ صاحب مال کی اس زیادت کا منکر ہو جیسا کہ مضارب دعوی کرتا ہے کہ ذاتی الخانیۃ وما فی الاشباہ فیہ اشتباہ فافہم اور جو قول اشباہ میں ہے کہ میں نے اشتباہ ہے سو اسکو سمجھے ہم اشباہ کی عبارت یہ ہے القول قول من یدعی الصحۃ الا اذا قال رب المال شرطت لک الثلث وزیادۃ عشرۃ وقال المضارب الثلث فالقول للمضارب الثلث یعنی مقبول قول مدعی صحت کا ہے مگر جبکہ صاحب مال کہے کہ میں نے تیرے واسطے ثلث اور دس درہم کی زیادت شرط کی ہے مضارب کہے ثلث نفع مشروط ہے تو مضارب کا قول ہوگا انتہی المقصود مصنف اپنی شرح میں اور محمد صالح ابن مصنف حاشیۃ الاشباہ میں کہا کہ حکم مذکور قاعدہ مذکورہ کے مطابق ہے اسواسطے کہ مضارب یہ صورت مدعی صحت عقد ہے یعنی برطلان دعوی مال کہ مدعی فساد ہے صاحب اشباہ کو اشتباہ یہ واقع ہوا کہ اُسنے یہ گمان کیا کہ مسئلہ مذکورہ قاعدے سے خارج ہے اور حالانکہ ہمیں داخل ہے نہ خارج کذا فی الطحطاوی وہو مصدر والمطلقۃ التی لم تقید بمکان او زمان او نوع البیع ولو فاسدا بنقد ونسیئۃ متعلق بمقید وہو مضارب الملک بہ مضارب عنہ یعنی اس مضاربت میں جسمیں کان تجارت یا زمان تجارت یا نوع تجارت کی قید نہیں بیع کا اگرچہ بیع فاسد ہو نقد شئی بیع کرے یا مدت متعارفہ کے ساتھ مدت یہ سزاوار ہے مضارب کو بیع فاسد حلال ہے لیکن مراد یہ ہے کہ بیع فاسد سے مضارب مخالف نہوگا کہ غاصب ٹھہرے اور مال اُسکے ہاتھ میں امانت باقی رہے مدت میں متعارفہ کی قید اسواسطے لگائی تا اجل طویل سے حتی از دواج ہو والشراء والتوکیل بہما اور مضارب خرید کرنے کا مالک ہے اور خرید فروخت کیلئے دوسرے شخص کو وکیل کرنے کا مالک ہے والسفر جدا وبحرا ولو دفعہ المال فی بلدۃ علی الظاہر اور مالک ہے سفر کرنے کا خشکی اور تری میں یعنی زمین اور دریا میں اگرچہ صاحب مال نے مضارب کو مال دیا ہو اپنے شہر میں مسافرت میں بنا بر قول ظاہر کے ہم اور قول غیر ظاہر ابو یوسف کی روایت ہے انہم سے کہ اگر اپنے شہر میں مال دے تو مضارب کو سفر جائز نہیں اور اگر سفر میں دے تو اُسکو سفر کرنا تا شہر صاحب مال جائز ہے قول ظاہر کی دلیل یہ ہے کہ مضارب مشتق ہے ضرب فی الارض سے تو یہ مقتضائے لفظ مسافرت کا ہے مضارب مالک ہے والا بضاعۃ ای فہم المال بضاعۃ اور مالک ہے ابضاع کا یعنی مال کے دینے کا بطریق بضاعت کے یعنی تمام نفع صاحب مال کے واسطے مشروط ہو ولو لرب المال ولا نفسد بہ المضارب کما یجئ اگرچہ مضارب نے صاحب مال کو مال دیا ہو بطریق بضاعت کے تو بھی اُسکو اختیار ہے اور اس سے مضاربت فاسد نہیں ہوتی چنانچہ بیان ہوگا آویگا وعلک الابداع والرہن والاجارۃ والاستیجار فلو استاجر بضاعۃ لیزرعہا او یغرسہا جاز ظہیریہ اور مضارب مالک ہے کہ بضاعت کے مال کو دوسرے کے پاس ودیعت رکھنے اور دوسرے کے پاس گروی رکھنے اور اپنے پاس رہن رکھنے اور اجارہ دینے اور اجارہ لینے کا تو اگر بضاعت لے کر سفید زمین یعنی خالی زمین کو اسمیں کھیت کرنے کے واسطے تو جائز ہے کذا فی الظہیریۃ والاحتیال ای قبول الحوالۃ بالثمن مطلقا علی الاصح والاعسر لان کل ذلک من صنیع التجار اور مالک ہے احتیال کا یعنی ثمن کے حوالہ قبول کرنے کا مطلقا علی الاصح اور تنگدست پر اسواسطے کہ وہ سب امور مذکورہ یعنی بیع اور شراء اور توکیل اور سفر اور ابضاع اور ابداع اور رہن اور اجارہ اور استیجار اور احتیال سو اگر وہ بیع بشرط عمل سے ہو کما یعلک المضاربۃ والشرکۃ والخلط بمالہ نفسہ الا باذنہ او اعلی بذلک فانہ شئ یعنی مضارب مالک نہیں مضاربت کا یعنی وہ مال دوسرے شخص کو بطریق مضاربت کے نہیں دے سکتا اور مالک نہیں شرکت کا اور نہ مال کو اپنے مال کے ساتھ ملانیکا مگر صاحب مال کے اذن یا اُسکے یوں کہنے سے کہ عمل کر اپنی تجویز اور معقل کے موافق سو اسواسطے مالک نہیں کہ شئی لنفسہ مانند اور بربا کرنے کے تو متضمن نہیں ہوتی ہے لیکہ کہ تو متضمن ہوتی ہے عدم تضمن مانع عدم ملک مضاربت کی علت سے نفی شرکت اور خلط مال کی تو اگر شارح یوں کہتا اذ التی لا یتضمن شیئا والاعلی تتوہم سو اسواسطے کہ شرکت اور خلط مال اس صورت میں جائز ہیں جیسا کہ اس شہر میں رائج ہے اور اگر لانے کا رواج ہو تو مضارب پر ضمان نہیں کذا فی الطحطاوی وکالا استدانۃ وان فعل لہ ذلک ای اعمل برائک کما یعلیہ من جمیع التجار فلہ ان یعمل فی التعمیم والم ینص لمالک علیہما فہلکا او ضاع مال المضاربۃ لم یضمن المضارب الا بالتعدی

فصل فی بیان الربح ۱۲

صاحب المال نے مضارب سے کہا ہو کہ عمل کر اپنی تجویز کے موافق اسواسطے کہ وہ دونوں تجارت کے مشورہ میں سے نہیں ہیں تو وہ تسمیہ قول مذکور میں داخل نہ ہوگی
جب تک مالک ان دونوں پر تصریح بتکرار سے پھر نفیر سے بعد انکا مالک ہوگا یعنی اگر صاحب المال نے مضارب کو کہدیا کہ تجھکو قرض دیتے اور اور دھار لینے میں اختیار ہے
تو البتہ قراض اور استدانت کا مالک ہوگا اور نہیں تو نہیں درین وجہ کہ استدانت ممنوعہ یہ ہوگی مال مضاربت سے زیادہ نسیئہ خرید کرے وان استاثر کانت شرکۃ
وجوہ وحینئذ فلو اشتری بمال المضاربۃ نوبا وقصر المالک او عمل بمتاع المضاربۃ بمالہ وقد قیل لہ ذلک فھو متطوع لانہ
لا یملک الاستدانۃ بھذہ المقالۃ اور اگر مضارب اور دھار لیگا یعنی مالک کے اذن سے کذا فی الطحطاوی تو شرکت وجوہ متحقق ہوگی اور اسوقت میں تو اگر مضارب نے مال سے
کپڑا خرید کیا اور اسکو پانی سے دھو لایا اپنے مال سے یا متاع مضاربت کو دلایا اپنے مال سے اور حالانکہ اس سے وہ قول کیا گیا تھا یعنی عمل کر اپنی تجویز کے موافق
تو مضارب متطوع اور متبرع ہوگا یعنی مالک سے مجرا نہیں لے سکتا اسواسطے کہ مضارب اس قول سے اور دھار کرنیکا مالک نہیں ہم سرا جیسا کہ بیان ہو کہ درایں صورت استدانت ہوگی
اور دنانیر سے خرید کیے بعد خرید کے چکنے کے مال المال سے انتہی چنانچہ کوئی جنس خرید کی روم یا دینار سے اور مضارب کے پاس مضاربت کے مال سے روم یا دینار باقی نہیں
اگر باقی ہوگا تو یہ خرید مضاربت پر ہوگی تجارت ہوگی اور بدائع میں ہو کہ جیسے مضارب کو مال مضاربت پر استدانت جائز نہیں اسیطرح اصل مال مضاربت پر استدانت
جائز نہیں تو اگر تمام مال مضاربت تھا خرید کیے پھر انکی باربرداری یا شوب یا پیچیدگی پر اجرت خرچ کی تو ان سب امور سے متبرع ہوگا اسواسطے کہ اسکے پاس
مال مضاربت سے کچھ باقی نہیں رہا تو بمنزلہ تجارت سے مضاربت پر اور دھار کر لانا ٹھہرا تو جائز نہوا تو یہ ٹھہرا کہ مضارب علی قدر نفسہ متبرع ہو کذا فی الطحطاوی واما قال بالماء
لانہ لو قصر بالنشا خیلہ تصبغ اور مصنف نے کہ کہ شوب میں فقط پانی کی قید سے اسواسطے لگائی کہ اگر مضارب تھان کو نشاستہ سے دھولا دیگا تو یہ کپڑا اسکا
رنگنے کے مانند ہوگا وان صبغۃ احمر فشربہ ما زاد الصبغ ودخل فی اعمل برائک کا تخلط۔ اور اگر مضارب کپڑا کسی سرخ رنگ سے رنگا دیگا تو صاحب المال کا
شریک ہوگا بمقدار میں جتنی قیمت کپڑے کی رنگنے سے زیادہ ہوگئی اور رنگنے کی داخل ہوگا صاحب المال کے اس قول کی تسمیہ میں کہ عمل کر اپنی صوابدید کے
کے موافق خلط مال کے مانند وکان لہ حصۃ فیہ صبغہ ان بیع وحصۃ الثوب بصبغہ الخ مالھا اور ہوگا مضارب کیواسطے اسکے رنگ کی قیمت کا حصہ
بشرط اسکے کپڑے کا حصہ مضاربت کے مال میں سے مثلاً سفید تھان خرید ہوا پانچ روپے کو اس المال سے اور اب اسکا ثمن بون رنگ کے ساتھ ہی ہوگیا اور رنگنے
کرنے سے اٹھ روپے کو بکا تو مضارب کو تین روپے دیگا اور صاحب المال کو دو پیسہ اسواسطے کہ سفید تھان کا نفع دو پیسہ ہوا وہ دونوں میں نصفا نصف ہوئیں اور اگر مضارب
نے رنگ کی قیمت میں پایا ولو لم یقل اعمل برائک لہ لکن شرکا بالغا صبغا اور اگر صاحب المال نے یوں نہ کہا کہ عمل کر بموجب اپنی صوابدید کے تو مضارب شریک
نہوگا الا کہ اصبغ تصریح دیگا یعنی تو مال مضاربت اب زیادہ مضارب کے پاس تو پر ضمان لازم ہوگا اور نفع مضاربت کا ہوگا کذا فی الطحطاوی واما قال احمر لما مر ان لصاحب
نقص عند الامام فلا یدخل فی اعمل برائک بخلاف اور مصنف نے سرخ رنگ اسواسطے کہا کہ سیاہ رنگ نقصان میں داخل ہوا امام کے نزدیک تو داخل نہوگا اس لیے
کہ عمل کر اپنی تجویز کے موافق کذا فی البحر اور مصنف نے جو کہا تھا کہ یہ قول یعنی تو اختلاف زمان پر اور ہمارے زمانہ میں سیاہ رنگ نقصان میں داخل نہیں سرخ رنگ کے مانند تو داخل ہوگا تسلیم
قولہ یبیع بالنقود الخ کذا فی الطحطاوی ولا یملک ایضا نجما وزیادۃ وسلعۃ او وقتا او تخصیص عینہ المالک لان المضاربۃ تقبل التقیید
المفید ولو بعد العقد والحریصر المال عرضا لانہ حینئذ لا یملک عزلہ فلا یملک تخصیصہ کما سیجئ اور مضارب مالک نہیں تجارت کرنے شہر کا بھی تجارت تو اشہر
یا وقت اس شخص کا جسکے سپرد یا اسواسطے کہ مضارب تخصیص مفید کو قبول کرتی ہے اگرچہ تخصیص مفید بعد عقد مضاربت ہو جب تک مال مضاربت متاع اور اسباب
تجارت نہیں ہو گیا اسواسطے کہ اسوقت صاحب المال مضارب کے معزول کرنیکا مالک نہیں تو تخصیص تجارت کا بھی مالک نہوگا چنانچہ اسکا بیان آویگا ہم تجالف ہو
مذکور رہ میں اسواسطے جائز نہوا کہ مضارب تصرف مال کا مالک نہیں مگر المالک کے تفویض سے تو مفوض الیہ ہوگی جسطرح وکیل کی تفویض کی اور مخصص تفویض کرنیوالا
خالی فائدہ سے نہیں اسواسطے کہ سوداگری باعتبار اختلاف اماکنہ اور اسعار اور اوقات اور اشخاص کے مختلف ہوتی ہے کذا فی الدرر قید تا بالمعیدلا

غیر المقید لا یعتبر اصلا کذا فی الکنز ہے تقیید مفید کی اسواسطے کہ تخصیص غیر مفید ہرگز معتبر نہیں چنانچہ منع کردینا صاحب مال کا بیع حال یعنی بیع عجل سے کما فی المقید فی المجلۃ تکسوت من مصر فان صح بہا النہی صح ولا لا اور جو تخصیص کرنی اچھا مفید ہو چنانچہ ایک شہر کے ایک بازار کی تخصیص ہو اگر نہی کی صاحب مال نے تصریح کردی ہو تو تقیید صحیح ہے اور نہیں تو صحیح نہیں ہم شہر کے ایک بازار کی تقیید اسواسطے صحیح نہیں کہ شہر اور جو بیان اطراف کے بعد ہو وہ کے مانند ہے لیکن اگر نہی صریح ہو اسطرح کہ تجارت کر فلانے بازار میں اور نہ تجارت کرنا اُسکے سوا اور بازار میں تو اب تقیید صحیح ہوگی کذا فی الطحطاوی فان فعل ضمن بالمخالفۃ وکان ذلک الشراء لہ پھر اگر مضارب نے مالک کے خلاف ہر کیا یعنے شہر معین سے نکلکر دوسرے شہر میں خریداری کی یا جنس معین کے سوا اور جنس مثلاً لی یا موسم معین کے سوا اور موسم اور فصل میں تجارت کی یا شخص معین کے سوا اور شخص کے ہاتھ خرید و فروخت کی تو مضارب پر ضمان لازم ہوگا بمخالفت کرنے سے اور وہ خرید بمخالفت اعر مالک مضارب کی ہوگی یعنے تو اسکے نفع اور نقصان کا مضارب مالک کا اسواسطے کہ اُسنے غیر کے مال پر بدون اُسکے امر کے تصرف کیا کذا فی الدرر وہو المختار فیہ حتی عاد الی الوفاق عادت المضاربۃ ہو اگر مضارب نے مال مضاربت میں تصرف نکیا یہانتک کہ پھر آیا شہر معین میں تو مضاربت پھر صحیح ہو جائیگی ہم یتعلق بہ یعنی شہر سے یعنی اگر مالک نے شہر معین کو یا اور مضاربت اس شہر سے نکلا تو مضاربت سے مال خارج ہو گیا لیکن بخروج موقوف سوا اگر اسی شہر میں پھر آیا تو ضمان زائل ہو گیا اور مضاربت بشل سابق قائم رہی کیونکہ مضاربت ہنوز اُسکے ہاتھ میں قائم ہے عقد سابق سے کذا فی الطحطاوی وکذا العاد فی المعضی اعتبارا للبقاء بالکل اور اسیطرح عود مضاربت کا حکم ہے اگر مضارب نے بعض مال مضاربت میں عود کیا جزء کو کل کے ساتھ قیاس کرکے ہم یعنی اگر بعض مال کو غیر معین میں صرف کیا اور بعض کو معین میں رد کیا تو بھی مضاربت باقی ہے ولا یملک المضارب بالرد قبل ان یبیع ما لیقا اور مضارب مالک نہیں بیچنے کا حکم کردینے اُس مملوک کا جو مول لیا گیا مضاربت کے مال سے ولا بشراء من یعتق علی رب المال بقرابۃ او بعضہ اور مضارب مالک نہیں اُس لونڈی یا غلام کی خریداری کا جو آزاد ہو جاتا ہو صاحب مال پر بسبب قرابت یا قسم کے اس قسم کی یہ صورت ہے کہ صاحب مال نے کسی لونڈی یا غلام کو کہا ہو کہ اگر میں اُسکا مالک ہوں تو وہ آزاد ہے بخلاف الوکیل بالشراء فانہ یملک ذلک عند عدم القرینۃ المقیدۃ للوکالۃ کما شتر لی عبدا لابعہ او اشتر ہ وجاریۃ لاطاہا برخلاف خریدنے کے وکیل کے اسواسطے کہ وہ اُس مملوک کے خریدنے کا اختیار رکھتا ہے جو مول پر آزاد ہو جائے جبکہ قرینہ مخصصہ وکالت نہو چنانچہ یوں کہنا موکل کا وکیل سے کہ میرے واسطے غلام خرید کر جسکو میں بیچوں یا اُس سے خدمت لوں یا جاریہ خرید کر جس سے میں قربت کروں ہم ہو بیع اور استخدام اور وطی جاریہ قرینہ کہ وکیل کو ایسا غلام یا لونڈی کا خرید کرنا نچاہئے کہ موکل پر آزاد ہو جائے وکما من یعتق علیہ ای المضارب اذا کان فی المال ربح ہو ھنا ان تکون قیمۃ ھذا العبد المشتری من کل رأس المال کما بسطہ العینی فلیحفظ اور مضارب اُس غلام کے خریدنے کا مالک نہیں جو مضارب پر آزاد ہو جاوے بہ سبب قریب کے بشرطیکہ مال مضاربت میں نفع ہو نفع سے یہاں مراد وہ نفع ہے کہ اُس غلام کی قیمت کثرت ہو عام راس المال سے چنانچہ اسکو شرح بیان کیا ہے عینی نے تو اسکیا یہ کہنا چاہئے ہم خریدنا غلام مذکور کا اسواسطے جائز نہو کہ مضاربت کا حصہ آزاد ہو گا اور صاحب مال کا حصہ بگڑ جائیگا کیونکہ اسکی بیع امام کے نزدیک جائز نہیں بلکہ غلام آزاد ہو گا صاحبین کے نزدیک عینی نے کہا مگر نفع سے مراد یہ ہے کہ قیمت غلام کی راس المال سے زیادہ ہو خواہ راس المال میں نفع ہوا نہو اسواسطے کہ جب غلام کی قیمت راس المال کے برابر بالکتر ہو گی تو مضارب کی ملک اُس غلام میں ظاہر نہو گی بلکہ غلام مشغول ٹھہر یگا راس المال سے تو اگر راس المال دو ہزار تھا پھر دس ہزار ہو گیا بعد اسکے مضارب نے وہ غلام مول لیا جو مضاربت آزاد ہو جاوے اور قیمت غلام کی ہزار یا اقل ہے تو اسپر آزاد نہو گا انتہی مختصر الکذا فی الطحطاوی فان فعل شراء من یعتق علی واحد منہما وقع الشراء لنفسہ اور اگر مضارب نے اُس مملوک کو خرید کیا جو آزاد ہو رب المال یا مضارب پر واقع ہو گی خرید مضارب کی ذات کیواسطے نہ مضاربت کے واسطے ہم اور مضاربت باقی رہے دونوں صورتوں میں پہلی صورت میں جمیع ثمن کا ضامن ہے اگر ثمن ادا کیا ہو مال مضاربت سے اور دوسری صورت میں بقدر حصہ مضارب کے اسپر ثمن ساقط ہو گا کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود وان لم یکن ربح کما ذکرنا صح المضاربۃ اور اگر وہ نفع نہو جسکو عینی نے بیان کیا تو مضاربت کیواسطے خرید صحیح ہو گی ہم یتعلق بہ اُس صورت کے ساتھ کہ مضارب اسکو خرید کرے جو مضارب پر آزاد ہو جاوے کذا فی الحلبی فلو ظہر الربح بزیادۃ قیمتہ بعد الشراء عتق حظہ ولم یضمن نصیب

۲ پھر اگر مضارب نے مالک کے خلاف ہر کیا یعنے شہر معین سے نکلکر دوسرے شہر میں خریداری کی یا جنس معین کے سوا اور جنس مثلاً لی یا موسم معین کے سوا اور موسم اور فصل میں تجارت کی یا شخص معین کے سوا اور شخص کے ہاتھ خرید و فروخت کی تو مضارب پر ضمان لازم ہوگا بمخالفت کرنے سے اور وہ خرید بمخالفت اعر مالک مضارب کی ہوگی

المالک لعقلہ لا بصنیعہ وسمی العبد العتق فی قیمۃ نصیب المالک پھر اگر نفع ظاہر ہو غلام کی قیمت بڑھ جانے سے بعد خرید کے تو بقدر حصہ مضارب غلام آزاد ہوگا اور مضارب پر ضمان لازم نہ ہوگا مالک کے حصہ میں بہ سبب آزاد ہوجانے غلام کے بلا صنعت مضارب بعد کوشش کرے آزاد غلام اور قیمت میں بقدر حصہ رب المال کے ہم غلام سوا سطے آزاد ہوگا کہ مضارب اپنے قرابت دار کا مالک ہوا اور مضارب پر ضمان اسواسطے لازم نہ آیا کہ عند المالک آزاد ہو گیا بلا صنعت مضارب بلکہ بسبب پیدا ہوجانے قیمت کے بلا اختیار مضارب کذا فی الدرر ولو اشتری الشریک من یعتق علی شریکہ او الاب او الوصی من یعتق علی الصغیر فقبل علی العاقد او لا نظر فیہ للصغیر اور اگر ایک شریک اُس غلام کو خرید کرے جو آزاد ہوجاوے دوسرے شریک پر یا باپ یا وصی اس غلام کو خرید کرے جو آزاد ہوجاوے صغیر پر تو خرید عاقد پر نافذ ہوگی اسواسطے کہ اسمیں منفعت ہے صغیر کی کچھ رعایت نہیں ہم عاقد سے شریک یا باپ یا وصی مراد ہے تطبیل شارح کی قاصر جواب شریک میں مذکور ہوچکی یعنی عدم حصول نفع شریک فی الماذونۃ اذا اشتری من یعتق علی المولی ھو وعتق علیہ ان لم یکن مستغرقا بالدین وہو لا مال لہ غیرہ لیحمل ولیحی اور عبد ماذون نے جبکہ اس غلام کو خرید کیا جو مولی پر آزاد ہوجاوے تو خرید صحیح ہے اور وہ غلام مولی پر آزاد ہوگا اگر عبد ماذون مستغرق بالدین نہ ہو اور نہ ہمین تو آزاد نہ ہوگا برخلاف صاحبین رح کے کذا فی الزیلعی ہم نے کہا اگر عبد ماذون پر دین نہ ہو خواہ اسکی گردن اور کسب کو محیط ہو یا نہیں تو امام کے نزدیک آزاد نہ ہوگا اور صاحبین کے نزدیک آزاد ہوگا کذا فی الطحطاوی مضارب معہ الف بالنصف استرای امۃ فولدت ولدا مسلوبا لہا ای لملک الف فاذا ھو میتا فصارت قیمتہ ای الولد وحدہ کما ذکرنا الفا ونصفہ ای خمسمائۃ فقبضت دعوتہ لوجود الملک بظہور الربح الذی ہو رأس المال فی ید المضارب ایک لونڈی خریدی سو وہ جنی یعنے بعد قرب مضارب کے ایسا لڑکا جنی جسکی قیمت دو سو روپے ہے پھر مضارب نے اس لڑکے کی فرزندی کا دعوی کیا مالک کی حالت میں پھر قیمت اسکی یعنے فقط ولد کی قیمت جیسا کہ ہمنے بیان کیا ڈیڑھ سو ہزار ہوگئی تو مضارب کا دعوی فرزندی کا نافذ ہوگا بسبب پائے جانے ملک مضارب کے ظاہر ہونے نفع مذکور سے تو ولد اسکا بھر آزاد ہوگا ہم پھر جب دعوی مضارب کا نافذ ہوا تو وہ لڑکا اسکا فرزند ٹھہریگا اور بقدر حصہ مضارب آزاد ہوگا یعنے بقدر ربح کے اور مضارب پر نصیب مالک کا ضمان لازم نہوگا اسواسطے کہ آزادی بسبب ملک اور نسب کے ثابت ہوئی اور ملک میں مضارب کے صنعت کو دخل نہیں اور ضمان لازم نہیں ہوتا مگر تعدی سے کذا فی الزیلعی مختصرا وسعی المضارب فی المال فی الباقی وہی ان شاء المالک او اعتقہ ان شاء کہ مذکور کوشش کرے صاحب مال کے واسطے ہزار اور اسکی چوتھائی یعنی ساڑھے بارہ سو درم میں سعی کرے اگر مالک چاہے یا اگر چاہے تو اسکو آزاد کردے ہم ہزار رأس المال کی بابت ہے اور اڑھائی سو نفع کی بابت سے مالک کے حصہ میں تہمے اور لربّ المال بعد قبضہ الفہ من الولد تضمین المدعی ولو معسرا لانہ ضمان تملک نصف قیمتہا ای لامۃ بظہور نفوذ دعوتہ فیہا اور صاحب مال کو جائز ہے بعد قبض کرنے ہزار درم کے ولد سے تاوان لینا مدعی مضارب سے لونڈی کی نصف قیمت کا اگرچہ مدعی مفلس ہو اسواسطے کہ یہ تاوان ہی مالک ہونے کا یعنے اور تاوان مذکور برابر ہی المداری اور مفلسی میں بسبب ظاہر ہونے عورت ہی کے لونڈی میں ہم قبض کرنا ہزار درم کا ولد سے اسواسطے شرط ہوا تاکہ لونڈی مضارب کی ام ولد ہوجاوے اسواسطیکہ لونڈی مشغول براس المال ہی پھر جب صاحب مال نے ولد سے ہزار درم لے تو لونڈی راس المال سے بالکل مستغنی ہوگئی اور بالکل منفعت میں داخل ہوگئی تو اب اس میں مضارب کی ملک ظاہر ہوگئی اور دعوت مضارب کی لونڈی میں کامل ہوگئی کذا فی الطحطاوی ویحمل علی انہا تزوجہا اشتراہا حبلی منہ اور دعوت مضارب اسپر محمول ہوگی کہ مضارب نے لونڈی سے نکاح کرلیا یا اذن بائع پھر اسکو خرید کیا جبکہ وہ حاملہ تھی مضارب سے ہم یہ حمل باعتبار حسن ظن کے ہوتا کہ مضارب کا رنڈھرے وان صاحبتہا قیمتہا الفا ونصفہ صارت ام ولد وضمن للمالک الفا ربحہ لو موسرا فلو معسرا فلہ استعایۃ علیہا کان ام الولد تسعی غائبہ او اگر لونڈی کی قیمت ڈیڑھ ہزار ہوگئی تو وہ مضارب کی ام ولد ہوجاویگی اور مضارب تاوان دے مالک کو ساڑھے بارہ سو درم کا اگر وہ مقدور والا ہو اور جو مفلس ہو تو ام ولد پر سعایت نہیں اسواسطے کہ ام ولد سعایت نہیں کرتی اور یہ برابر ہیں اسکا بحر الرائق میں ہے ہم یہ مسئلہ جدا گانہ ہے اور موضوع اسکا یہ ہے کہ مالک نے ہزار درم ولد سے نہیں پائے اور نہ ضمین مضارب بین المداری کی قید بحر الرائق میں واقع ہوئی ہے لیکن منفعل کے کلام سے مستفاد ہوتا ہے کہ مضارب پر مطلقا ضمان ہے والدار ہو یا مفلس اسواسطیکہ یہ ضمان تملک ہے اور قرینہ اسپر یہ ہے کہ اگر مضارب

تعین پھر حق مالک کے ضائع ہونے کی کیا وجہ ہوا جواب بیان بحر الرائق کا یہ ہے کہ جب تک مالک کو راس المال نہ ملے گا تب تک ملک تعین ہو وللہ تعالیٰ اعلم کذا فی الکافی

باب المضارب الذی یضارب

یہ باب ہے اس مضارب کے احکام میں جو تیسرے شخص کو مالک کا اس المال سے بطریق مضاربت کے لا قدم للقدوۃ شرع فی المرکبۃ فقال وجملہ مضاربت مفرد کو مصنف مقدم بیان کر چکا تو اب مضاربت مرکبہ کا بیان شروع کیا سو کہا مضارب المضارب اخر بإذن المالک لم یضمن بالدفع مالم یعمل الثانی یہ ہے کہ ثانی اگر علی الظاہر الرأی الذی ابداعہ وھو یملکہ فاذا عمل تبین انہ مضاربۃ فیضمن مضارب اول نے مضارب ثانی کو مال مضاربت دیا بلا اذن مالک تو مضارب اول تاوان نہ دیگا مال کے دینے سے جب تک مضارب ثانی عمل تجارت نکرے ثانی کو فتح حال سوا بظاہر ظاہر مذہب کے اسواسطے کہ مال کا دینا ودیعت رکھنا ہو اور مضارب اول ہیئت ابداع کا اختیار رکھتا ہے پھر جب ثانی نے تجارت اسمیں شروع کی تو کھل گیا کہ ودیعت نہ تھی مضاربت ہو تو اب تاوان آویگا مضارب اول پر لا ذا کانت الثانیۃ فاسدۃ فلا ضمان وان ربح لہ للثانی اجر مثلہ علی المضارب الاول وللاول الربح المشروط کہ مضاربت ثانیہ فاسد ہو تو اوان نہیں اگرچہ نفع ہو بلکہ مضارب ثانی کے واسطے اجر مثل ہے مضارب اول پر اور مضارب کا وہ نفع ہے جو آپس میں اور مالک میں شروط ہم ہو صورت مضاربت فاسدہ مضارب ثانی کا اجیر مشترک ہوگا تو اجر مثل کا مستحق ہوگا نہ شرکت نفع کا فان ضاع المال من ید الثانی قبل العمل وجب الضمان فلا ضمان علی احد پھر اگر مال ضائع ہو گیا مضارب ثانی کے ہاتھ سے اُس عمل سے پہلے جو ضمان کا موجب ہو تو کسی پر ضمان نہیں نہ اول پر نہ ثانی پر اسواسطے کہ قبل عمل مال ودیعت ہو ولا ضمان لو غصب المال من الثانی وانما الضمان علی الغاصب فقط اور اسیطرح اول اور ثانی پر ضمان نہیں اگر ثانی سے مال چھین لیا گیا اور تاوان تو فقط غاصب پر ہے ولو اسہلکہ الثانی او وھبہ فالضمان علیہ خاصۃ اور اگر مضارب ثانی نے مال تلف کر ڈالا یا ہبہ کر دیا تو ثانی پر ضمان ہے خاص کر کے فان عمل حتی ضمنہ خیر رب المال ان شاء ضمن المضارب الاول رأس مالہ وان شاء ضمن الثانی وان اختار اخذ الربح ولا یضمن لکنس لہ ذلک یعنی پھر اگر مضارب ثانی نے تجارت کی کہ ضمان لازم آیا تو صاحب مال مختار ہو چاہے مضارب اول سے تاوان لے چاہے مضارب ثانی سے اور اگر صاحب مال نفع لینا اختیار کرے اور تاوان لے تو اسکو وہ جائز نہیں کذا فی البحر یعنے اسواسطے کہ مال عمل سے غصب تم ہو گیا اور مالک کو مغصوب کے جاتے رہنے کے بعد اختیار نہیں مگر تضمین بدل میں نہ نفع لینے میں خاصے کذا فی الطحطاوی فان اذن المالک بالدفع ودفع بالثلث وقد قبل الاول ملک الثانی نصیبہ من نصیف المالک النصف عملہ بشرطہ ولا شیء للاول والسدس الباقی وللثانی الثلث المشروط پھر اگر مالک نے مال دینے کا اذن دیا اور مضارب اول نے ثانی کو تہائی نفع پر مال دیا اور حالانکہ مضارب اول سے کہا گیا تھا کہ حسفر اللہ تعالیٰ فائدہ ہے وہ ہم تم میں نصفا نصف ہو تو مالک کیواسطے نصف نفع ہو جب اسکی شرط کے اور مضارب اول کیواسطے ششمی حصہ ہو جو باقی رہا بعد ثلث ثانی کے اور مضارب ثانی کے واسطے ثلث شروط ہو ولو قیل مارزقک اللہ بکاف الخطاب والمسئلۃ بحالہا فللثانی ثلثہ والباقی بین الاول والمالک نصفان باعتبار الکافی فیکون لکل ثلث اور اگر کہا گیا بکاف خطاب کہ جو تجھکو اللہ تعالیٰ روزی دئے اور باقی مسئلہ بحال خود اسیطرح ہو یعنی اگر مالک نے مضارب ثانی کو مال دینے کا اذن دیا اور مضارب اول نے مضارب ثانی کو مال دیا تین تہائی نفع پر اور مالک نے مضارب اول سے کہا کہ جو تجھکو اللہ تعالیٰ نصف نفع دوری کرے وہ میرے تیرے درمیان نصفا نصف ہو تو مضارب ثانی کیواسطے تہائی نفع کی ہو اور باقی دو تہائیاں مضارب اول اور مالک میں نصفا نصف ہیں باعتبار کاف خطاب کے تو ہر شخص کو تہائی تہائی نفع ملے گا ہم مالک کی شرط مضارب اول سے یہ تھی کہ جو نفع اسکو موجود دونوں میں نصفا نصف ہو سو اسکو نفع نہیں ہوا سوائے دو تہائیوں کے تو دونوں میں نصفا نصف ہو گیا تو ہر ایک کو تہائی تہائی ملے وھذا مارجحت من شیء او ما کان لک فیہ من ربح فلک او قول سابق کے مانند ہے یوں کہ مضارب المال کا مضارب ہے کہ جو تجھکو فائدہ حاصل ہو کسی چیز سے یا جس چیز میں تجھکو نفع ہو اور مانند اسکے ہو

باب المضارب الذی یضارب

چنانچہ یوں کہنا کہ جو کچھ خدا فضل و کرم کرے یا جو کچھ بڑھوتی ہو تو ثانی کو ثلث نفع ہے اور باقی اول اور مالک میں نصفا نصف ہے وکذا لو شرط للثانی اکثر من الثلث او اقل فالباقی بین المالک والاول اور اسی طرح اگر مضارب ثانی کی تہائی سے زیادہ یا تہائی سے کمتر منفعت مشروط ہو تو باقی نفع مالک اور مضارب اول میں آدھوں آدھ ہوگا ولو قال لہ ما رزق اللہ فلی نصفہ او ما کان من فضل اللہ بیننا نصفان فدفع بالنصف فللثانی النصف وما بقی کان بینہ وبین ربہ سیوا کہ اور اگر مالک نے مضارب اول سے کہا کہ جسقدر کچھ منفعت ہو وہ میرے اور تیرے درمیان نصفا نصف ہے اور پھر اس نے مضارب ثانی کو نصف منفعت پہ مال دیا تو مضارب ثانی کے واسطے نصف نفع ہے اور مالک اور مضارب اول باقی میں برابر ہیں اسواسطے کہ مضارب اول نے سوائے نصف باقی کے کچھ فائدہ کا نہیں پایا ولو قیل ما رزق اللہ فلی نصفہ او ما کان من فضل اللہ بیننا نصفان فدفع بالنصف فللثانی النصف کذلک ولا شئ للاول لجعلہ مالہ للثانی اور اگر مضارب اول سے یوں کہا گیا کہ جو کچھ مجھکو اللہ تعالے روزی دے تو اسکا نصف میرا ہے یا جو اللہ کا فضل ہو سو تیرا اور تیرے درمیان نصفا نصف ہے سو مضارب اول نے مضارب ثانی کو آدھے نفع پہ مال دیا تو مالک کو نصف ہے اور اسیطرح مضارب ثانی کو نصف باقی ہے اور مضارب اول کو کچھ نہیں بسبب اسکے کہ دینے کہ اپنے حصے کو ثانی کیواسطے یعنی جو مضارب کا حصہ تھا سو اُسنے مضارب ثانی کیواسطے مقرر کر دیا ولو شرط الاول للثانی ثلثیہ والمسئلۃ بحالہا ضمن الاول للثانی سدسا بالتسمیۃ لانہ التزم سلامۃ الثلثین اور اگر مضارب اول نے مضارب ثانی کیواسطے تہائی شرط کین اور باقی مسئلہ بحال خود رہی تو مضارب اول ثانی کو چھٹے حصے کا تاوان اسکے معین کر دینے کے سبب سے اسواسطے کہ اسنے سلامتی ثلثین کی شرط سے لازم کی ہم نے توضیح مسئلہ یہ کہ مالک نے مضارب اول سے کہا کہ جو کچھ مجھکو نفع ملے وہ مجھمیں اور تجھمیں نصفا نصف ہے سو مضارب اول نے ثانی کو مال دیا اس شرط پر کہ دو تہائیاں منفعت کی میری ہیں تو نصف نفع مالک لیگا باقی رہا نصف وہ بقدر ششم حصے کے کم ہوا ثلث سے شش شم حصہ مضارب کو دینا پڑیگا اسواسطے کہ ثانی کیواسطے ثلثین کا ملنے کی شرط ہوگئی ہے وان شرط المضارب للمالک ثلثہ وشرط لعبد المالک ثلثہ وقولہ علی ان یعمل معہ عادیٌ ولیس بقید وشرط لنفسہ ثلثہ صح وصار کانہ شرط للمولی ثلثی الربح کذا فی عامۃ الکتب فی نسخ المتن والشرح ھنا خلط فاجتنبہ اور اگر مضارب نے مالک کے واسطے تہائی نفع شرط کیا اور مالک کے غلام کیواسطے تہائی اسکا شرط کیا اس شرط پر کہ غلام مضارب کے ساتھ عمل کرے شارح نے کہا اشتراط عمل غلام بطور عادت کے واقع ہوا ہے اور قید نہیں مسئلے کی یعنی اشتراط اور عدم اشتراط حکم میں برابر ہیں اور مضارب نے اپنے واسطے باقی تہائی شرط کی تو عقد صحیح ہے اور قرار کر لیا ہو گیا کہ گویا مضارب نے مولی کیواسطے دو تہائیاں شرط کین اسی طرح یہ مسئلہ مصرح ہے اکثر کتب فقہ میں اور اس کتاب کے متن اور مصنف کی شرح میں یہاں خلط واقع ہوا ہے سو اس سے اجتناب کیجیو ہم نے ایک نسخہ میں یوں دیکھا ولو شرط الثانی ثلثیہ ولعبد المالک ثلثہ علی ان یعمل معہ ولفقہ ثلثہ صح انتہے حالانکہ یہ فاسد ہے کہ جہالت یہاں مجتمع نہیں ہوتی ہیں اور مسئلے میں مضارب ثانی کا وجود بھی نہیں اور شرح کی عبارت پر ہے علی ان یعمل معہ عادیٌ ولیس بقید یصح الشرط ویکون لہ وان لم یشترط لا یجوز انتہے حق یہ ہے کہ لا یجوز حذف کیا جاوے اسواسطے کہ اول معلوم ہو چکا کہ عمل قید نہیں کذا فی الظہیریۃ وعقدھا المأذون مع اجنبی وشرط المأذون عملہ کالہ لم یصح ان لم یکن المأذون علیہ دین کذا اشتراط العمل علی المالک اور اگر عبد مأذون نے مضارب منعقد کی شخص اجنبی کے ساتھ اور عبد مأذون نے اپنے مولی کا عمل کرنا شرط کیا تو عقد صحیح نہیں اگر مأذون پر دین نہو اسواسطے کہ اسمیں عمل کرنا شرط کا ہے مالک پر اور یہ شرط کالعدم ہے کذا حینئذ لا یطالب بہ واشتراط عمل رب المال مع للمضارب مفسد للعقد لانہ سلم التخلیۃ فیسلم الصحۃ اور اگر دیدیا نہو یعنی عبد مأذون پر دین ہو تو عقد باشتراط عمل مولی صحیح ہے اسواسطے کہ اسوقت میں مولی اپنے غلام کی کمائی کا مالک نہیں اور صاحب مال کا عمل شرط کرنا مضارب کے ساتھ عقد مضاربت کا مفسد ہے اسواسطے کہ عمل مالک کا تخلیہ کا مانع ہے تو مانع ہوگا صحت عقد کا ہم یعنی مضاربت میں عمل مضارب ضروری ہے اور اسکو عمل کرنا عدم تخلیہ کے ساتھ ممکن نہیں اور یہی علت ہے مسئلہ ثانیہ میں وکذا اشتراط عمل المضارب مع مضارب بعد عمل رب المال مع المضارب الثانی بخلاف مکاتب شرط عمل مولاہ کما لو ضارب مولاہ

ف ۱ اور اگر فوضی مضاربت ثانی کے دو حصوں میں سے ایک حصہ مالک کے غلام کیواسطے کر دیا تو ثانی کو ثلث نفع ہے اور باقی میں مالک اور غلام کا نصف نصف ہے اور مضارب اول کو کچھ نہیں اور اگر ثانی کے ساتھ کام کرنا غلام کا شرط کیا تو ثانی کو ثلث نفع ہے اور باقی میں مالک اور مضارب اول کا نصف نصف ہے اور غلام کو کچھ نہیں

ف ۲ اس شرط پر کہ دو تہائیاں منفعت کی میری ہیں

ف ۳ اسواسطے کہ مالک کی تہائی کا ثانی کیواسطے کر دینا عدم تخلیہ کے ساتھ ممکن نہیں اور یہی علت ہے مسئلہ ثانیہ میں

اور اصطلاح میں عقد ہے عمل کرنا مضارب مال کا اپنے مضارب کے ساتھ یا صاحب مال کا عمل شرط ہونا مضارب ثانی کے ساتھ بخلاف مکاتب کے کہ اسکے ساتھ عمل کرنا عبد کی کا عمل شرط کیا تو عقد صحیح ہے پانچ صحیح ہے اگر مکاتب مضاربت کرے اپنے مولی کے ساتھ ہم وجہ یہ ہے کہ مکاتب کے کسبیات میں احرار کے مانند ہے پھر اگر عاجز ہو جاوے بدل کتابت سے قبل عمل کے تو مضاربت فاسد ہوگی کذا فی الطحطاوی وَشَرْطُ بَعْضِ الْمُرَجِّحِ لِلْمُسَاكِينِ وَالنَّجَّادِ فِي الرِّقَابِ وَلَا مَرْأَةٍ الْمُضَارِبِ اور مکاتبہ صح العقد فاسد الشرط وَيَكُونُ الْمَشْرُوطُ لِرَبِّ الْمَالِ اور اگر شرط کی گئی کچھ منفعت محتاجوں کے واسطے یا گردنوں کو چھڑانے کیواسطے یا مضارب کی حرریت کیواسطے یا مکاتب کے واسطے تو عقد صحیح ہے اور شرط صحیح نہیں اور نفع شروط صاحب مال کا ہے نہ مساکین وغیرہم کے واسطے ہم زوجہ مضارب یا مکاتب کیواسطے اشتراط نفع اس صورت میں صحیح ہے جبکہ انکا عمل شرط ہو اور اگر انکا عمل شرط ہو تو شرط جائز ہے اور شروط لھم کے واسطے ہوگا اسواسطے کہ زوجہ یا مکاتب مضارب ہو گئے عمل شرط کرنے سے اور دو صورت عدم اشتراط عمل مضاربت نہ ہوگی بلکہ بہہ موعودہ ہے جسکا کرنا لازم نہیں اور یہی حکم آزاد اجانب کا اس تقریر سے معلوم ہوا کہ مساکین اور رقاب میں فساد شرط کی علت عدم اشتراط عمل ہے کذا فی الطحطاوی لِعَمَلِهِ وَلَوْ شَرَطَ الْبَعْضُ لِمَنْ شَاءَ الْمُضَارِبُ فَإِنْ شَاءَ لِنَفْسِهِ أَوْ رَبُّ الْمَالِ صَحَّ الشَّرْطُ وَإِلَّا بِأَنْ شَاءَ لِأَجْنَبِيٍّ لَا يَصِحُّ اور اگر بعض منفعت اس شخص کے لئے مشروط ہوئی جسکو مضارب چاہے تو اگر مضارب چاہے واسطے یا صاحب مال کیواسطے چاہے تو شرط صحیح ہے اور اگر اپنے مالک کیواسطے نہ چاہے سوا جبر کے اجنبی شخص کیواسطے چاہے تو شرط صحیح نہیں یعنی اسواسطے کہ اسکا عمل شرط نہیں کیا وَمَتَى شَرَطَ الْبَعْضُ لِأَجْنَبِيٍّ إِنْ شَرَطَ عَلَيْهِ عَمَلًا صَحَّ الشَّرْطُ وَإِلَّا لَا وَكَذَا اور جبکہ بعض منفعت یعنی کیواسطے شرط ہوئی تو اگر اسپر کسی عمل بھی شرط ہو تو شرط صحیح ہے اور نہیں تو شرط صحیح نہیں یعنی تو نفع صاحب مال کا ہوگا اور عقد صحیح ہوگا کذا فی الطحطاوی قُلْتُ لَكِنْ فِي الْقُهُسْتَانِيِّ أَنَّهُ يَصِحُّ مُطْلَقًا وَالشَّرْطُ طَلَاقُ أَجْنَبِيٍّ إِنْ نَشَطَ عَمَلًا وَإِلَّا فَلَا مَالِكِيٌّ أَيْضًا وَعَزَاهُ لِلْإِنْجِيرِيِّ وَغَيْرِهِ خِلَافًا لِلْبِرْجَنْدِيِّ وَغَيْرِهِ فَتَنَبَّهْ قَيَّدَ بِهِ كتاب لیکن قہستانی میں ہے کہ عقد مضاربت صحیح ہے مطلقاً یعنے خواہ اجنبی کا عمل شرط ہوا ہو اور نفع مشروط اجنبی کا ہوگا اگر اسکا عمل مشروط ہوا ہو اور اگر اسکا عمل مشروط نہ ہو وہ نفع بھی مالک کا ہوگا اور قہستانی نے اس قول کو ذخیرے کی طرف نسبت کیا ہے برخلاف برجندی وغیرہ کے تو آگاہ رہو ہم جب یہ ثابت ہو چکا کہ اصول کہ عقد مضاربت ہر صورت صحیح ہے اور نفع اجنبی کیواسطے بشرطیکہ اسکے عمل کے صحیح ہے تو اس استدراک کی کیا وجہ ہے اور برجندی کا کلام غلام میں ہے اجنبی میں جیسا کہ شارح متقی سے معلوم ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی وَكَوْنُ شَرْطِ الْبَعْضِ لِقَضَاءِ دَيْنِ الْمُضَارِبِ وَدَيْنِ الْمَالِكِ جَائِزٌ وَيَكُونُ لِلْمَشْرُوطِ لَهُ قَضَاءُ دَيْنِهِ وَلَا يَلْزَمُ بِدَفْعِهِ لِغُرَمَائِهِ بحر اور اگر بعض نفع دین مضارب یا دین مالک کے ادا کرنے کیواسطے شرط ہوا تو جائز ہے اور شروط کو اپنے دین کا ادا کرنا اُس نفع سے جائز ہے اور مرابک مضارب و مالک پر لازم نہیں کیا جائیگا دینا نفع مذکور کا اسکے دین والوں کو کذا فی البحر وَتَبْطُلُ الْمُضَارَبَةُ بِمَوْتِ أَحَدِهِمَا لَا بِنَهْيِهِ وَكَالَتَهُ وَبِاطِّلَاعِ مضاربت کی موت سے بسبب جنون مضارب کے وکالت یعنی اور نفع باطل ہو جاتی ہے مثل بائع کی موت سے وَكَذَا بِقَتْلِهِ وَجَرَيَانِهِ عَلَى أَحَدِهِمَا وَبِجُنُونِ أَحَدِهِمَا مُطْبِقًا فَشَمَلَ اور اسیطرح مضاربت باطل ہوتی ہے ایک کے قتل ہونے سے اور ایک کے منع تصرف سے جو ایک یا مضارب پر طاری ہوا اور ایک کے جنون مطبق ہونے سے ہم بالغ ممنوع التصرف ہو جاتا ہے جنون سے یا سفاہت سے یا عبد یا ذون کے جسمیں ہر نہیں جنون منع تصرف میں داخل تھا لیکن شارح نے پھر اسکو اسواسطے ذکر کیا تاکہ آسیمین الطبان کی قید لگا دے وَفِي الْبَزَّازِيَّةِ مَاتَ الْمُضَارِبُ وَالْمَالُ عُرُوضٌ فَأَوْصَى بِهِ اور بزازیہ میں ہے کہ مضارب مر گیا اور مال عروض اور تماش ہے بعضے اسباب ہیں نقد نہیں تو اسکو مضارب کا وصی بیع کرے ہم اور قول صحیح یہ ہے کہ صاحب مال اور وصی مضارب دونوں کو بیع میں اختیار ہے اور اگر مضارب کا کوئی وصی نہ ہو تو فقط مالک مختار ہے یا حاکم مضارب کیطرف سے وصی مقرر کرے کہ مالک کے ساتھ بیع میں دخل کرے بحر وَإِنْ نَقْدًا وَجَاءَ تْ بِرَأْسِ مَالٍ وَرِبْحٍ فَالْمَالُ لِصَاحِبِهِ وَالرِّبْحُ بَيْنَهُمَا وَإِنْ هَلَكَ فَالْهَالِكُ مِنْ الرِّبْحِ وَلَوْ هَلَكَ بَعْضُ رَأْسِ الْمَالِ فَالْهَالِكُ مِنْهُمَا وَإِنْ هَلَكَ بَعْضُ رَأْسِ الْمَالِ وَبَعْضُ الرِّبْحِ فَالْهَالِكُ رَأْسُ الْمَالِ وَبَعْضُ الرِّبْحِ وَلَوْ مَاتَ رَبُّ الْمَالِ وَالْمَالُ نَقْدٌ بَطَلَ فِي حَقِّ التَّصَرُّفِ وَلَوْ عُرُوضًا بَطَلَ فِي حَقِّ السَّفَرِ فَلَهُ التَّصَرُّفُ فَلَهُ بَيْعُهُ بِعَرْضٍ نَقْدٍ اور اگر صاحب مال مر گیا اور مال نقد ہے تو مضاربت باطل ہے حق تصرف میں یعنی مضارب باس مال سے بیع اور شراء نہیں کر سکتا اور اگر مال عروض ہے نقد تو مضاربت باطل ہے حق سفر میں یعنے مضارب اس اسباب کو سفر میں نہیں لیجا سکتا تو اسکو وطن میں اسکا بیچنا عرض اور نقد سے جائز ہے اور اگر مضارب کسی شہر میں گیا تھا مال مضاربت لیکر اور وہاں خرید کی پھر صاحب مال مر گیا اور اسکو خبر نہیں موت کی پھر وہ دوسرے شہر میں مال لیکر آیا اور مضارب

فتبع اسکے ذاتی مال میں مخلوط ہو گیا یہ مضارب کے مال میں اور اگر مال تلف ہو گیا اور ان تو مضارب پر تاوان لازم ہو گا کذا فی البسوط و بالحکم بلحوق المالک مرتدا اور مضاربت باطل ہو گی بلحوق مالک کے مرتد ہو جانے سے یعنی اگر مالک مرتد ہو کر دار الحرب میں جا ملا اور حاکم نے اسکے لحوق کا حکم دیا تو مضاربت باطل ہو گی اسلئے کہ لحوق مرتد موت کے مانند ہے یا اسلئے کہ اسکا مال وارثوں میں بٹ جاتا ہے اور اسکے ام ولد اور مدبر کو آزادی حاصل ہو جاتی ہے کذا فی البنایہ فان عاد ظفر به مسلما فالمضاربة على حالها بلحاقه ام کاعیناً یہ سو اگر مالک بعد لحوق دار الحرب مسلمان ہو کر دار الاسلام میں پھر آیا تو مضاربت بحال سابق باقی ہے اسکے لحوق کا حکم نہ کیا ہو یا نہ ہو کذا فی العنایہ بخلاف الوکیل لانه لا حق له بخلاف المضارب بخلاف وکیل کے اسواسطے کہ وکیل کا کچھ حق نہیں بخلاف مضارب کے یعنی اگر موکل مرتد ہو اور اسکے لحوق کا حکم کیا تو وکالت باطل ہو جاتی ہے اور موکل کے پھر مسلمان ہو کر دار الاسلام کے آنے سے وکالت عود نہیں کرتی ولو ارتد المضارب فهي على حالها اگر مضارب مرتد ہو گیا تو مضاربت اپنی حالت سابقہ پر باقی ہے ہمارے نزدیک مرتد کے تصرفات موقوف ہیں اسکی ملاک کے توقف کے سبب اور مضارب کی کچھ ملک نہیں مضاربت کے مال میں لہذا مضاربت بحال رہتی ہے فان مات او قتل او لحق بدار الحرب وحكم بلحاقه بطلت وما تصرف نافذ وعهدته على المالك عند الامام بخلاف اگر مضارب مرتد ہو گیا یا مقتول ہوا یا دار الحرب میں جا ملا اور اسکے لحاق کا حکم ہو گیا تو مضاربت باطل ہو گئی اور جو اسنے تصرف کیا وہ نافذ ہے موقوف اور اسکی بیع اور شرا کا عہدہ مالک پر ہے امام ہمام کے نزدیک کذا فی المحیط ولو ارتد المالك فقط اى ولم يلحق فضمونه اى المضارب موقوف اور اگر مالک مرتد ہو گیا فقط یعنے اور دار الحرب میں نہیں جا ملا تو مضارب کا تصرف موقوف ہے ہم یعنے اگر مالک مسلمان ہوا تو مضارب کا تصرف نافذ ہے مضاربت کے جمیع احکام میں درجۃ المرأۃ غیر موثرۃ اور مرتد ہونا عورت کا غیر موثر ہے بطلان مضاربت میں ہم خواہ عورت مال کی مالک ہو یا مضارب مگر یہ کہ وہ مرتد ہو جاوے یا دار الحرب میں لحق ہو جاوے اور اسکے لحاق کا حکم ہو اسواسطے کہ اسکا ارتداد اور اسکی املاک میں موثر نہیں تو اسیطرح اسکے تصرف میں موثر نہیں کذا فی المبسوط ولو ارتد المضارب وحده ونعزل بغير علمه لانه وكيل بغير علم مطلقا او فضولي عدل او رسول ميز اور مضارب معزول ہو جاتا ہے مالک کے معزول کرنے سے اسواسطے کہ وہ وکیل ہے بشرطیکہ مضارب معزول کو جانے مرد ہوں کی خبر سے مطلقاً خواہ وہ عادل ہوں یا فاسق یا مستور الحال یا مالک فضولی عادل یا بیاسی ممیز کی خبر سے وان لم يعلم لا ينعزل اور اگر مضارب نے عزل کو نہ جانا تو معزول نہ ہو گا فان علم بالعزل ولو حكما كموت المالك ولو حكما والمال عروض هو هنا ما كان خلاف جنس رأس المال فالدراهم والدنانير جنسان بأعيانهما ولو بسيمة وان نيا كعكسها اگر مضارب نے اپنا عزل معلوم کیا اگرچہ عزل حقیقی نہ ہو بلکہ حکمی ہو جیسا کہ مالک کا مرجانا اگرچہ موت حقیقی نہ ہو بلکہ حکمی ہو جیسا کہ ارتداد مالک مع الحاق بالدار اسکے یا اسکا مجنون ہونا بجنون مطبق اور حالانکہ مال عروض ہے عروض سے مراد یہاں وہ ہے جو راس المال کے مخالف جنس ہو تو دراہم اور دنانیر اس تقدیر پر دو جنسیں ہیں تو مضارب عروض کو بیچ ڈالے اگرچہ بیچ اُدھار ہو اور اگر مالک اسکو اُدھار بیچنے سے منع کر دیا ہو ہم جب یہاں عروض سے خلاف جنس راس المال مراد ہو تو عروض دراہم اور دنانیر کو بھی شامل ہے تو اگر راس المال دراہم ہوں اور مضارب نے دنانیر خرید کئے ہوں تو اسکو بیچکر دراہم کر لینا ہو گا اور اسیطرح بالعکس درریں ہر کہ جب مال عروض ہو تو عزل مالک سے مضارب معزول ہو گا اسواسطے کہ اسکا حق ہے نفع میں اور نفع ظاہر نہیں ہو سکتا بدون نقد کے تو حق بیع اسکو ثابت ہو گا تا نفع ظاہر ہو جاوے فتعلق التصرف فی ثمنها وكان في نقد من جنس رأس ماله پھر بیع کے بعد مضارب تصرف نکرے عروض کے ثمن میں اور نہ اُس نقد میں جو ہم جنس راس المال کی ہو دیدال لحلوله اليه استحسانا لوجوب مثل جنسه وليظهر الربح اور بدلا کرے خلاف جنس راس المال کا راس المال کی جنس سے از روے استحسان کے بسبب وجوب درہم جنس راس المال کے اور تا کہ نفع ظاہر ہو قیاس یہ ہے کہ اگر دراہم میں تو دنانیر سے بدلے کرنا اسکے اسواسطے کہ نقدین جنس واحد ہیں باعتبار ثمنیت کے لیکن استحسان میں یہ مبادلہ صحیح ہے اسواسطے کہ مضارب یہ واجب ہے کہ ثمن راس المال کو بھیجے اور یہ مبادلہ نہیں ہو سکتا کذا فی العدایہ اور وہ سرا فائدہ مبادلے کا یہ ہے کہ نفع ظاہر تا مالک اور مضارب دونوں اپنے حق مشروط کو پاویں ولا يملك المالك منعها في هذه الحالة بل هو كالتخصيص لانه نظير عزل موجه كما يأتي للمضارب عن نصف المال حتى لو عزله عن النصف الآخر لا ينعزل اور مالک کو منع کرنا اس حالت میں یعنے جب کہ مال عروض ہو کالتخصیص ہے اسواسطے کہ تخصیص اذن کا نظیر ہے عزل موجہ کا یعنی جیسا کہ مالک کو اختیار ہے فسخ مضاربت کا اس حالت میں یعنے جب کہ مال عروض ہو کالتخصیص اذن کا اختیار ہے اسواسطے کہ تخصیص اذن ایک اذن سے عزل ہی کذا فی النہایۃ بخلاف احد الشريكين اذا خص شريكه دون الآخر

امتعۃ صح بخلاف احد الشریکین جبکہ وہ حصہ شرکت کو فسخ کرے اور شرکت کا مال اسباب ہو نقد تو فسخ صحیح ہے اھ نہر وفی المآل دیونٌ ورجحوا المضاربۃ علی اقتضاء الدیون اذ حینئذٍ یعمل بالاجرۃ جدائی ہو گئی مالک اور مضارب میں اور مضارب کے مال میں دیون اور نفع ہو تو مضارب پر جبر ہوگا دیون کے تقاضا کرنے پر اسواسطے کہ مضارب اسوقت عامل باجرت ہوگا مہم دیون کی وجہ یہ ہے کہ مضارب بیچے اور دیون نقد نہ ملیں پر قبض نہیں کیا مضارب عامل بالاجرۃ اسواسطے ٹھہرا کہ وہ اس صورت میں اجیر کے مانند ہے اور نفع اجیر کے مانند ہے تو ہنگام طلب کا خرچ مضارب پر ہوگا اگر دین اسی شہر میں ہو اور اگر دوسرے شہر میں ہو تو خرچ مضاربت کے مال میں ہوگا کذا فی الطحطاوی وبالاولی لو کان جبرہ لاتہ حینئذٍ منبعثٌ اور اگر مال نفع نہو تو مضارب پر تقاضا سے دیون میں جبر نہیں اسواسطے کہ مضارب اسوقت متبرع اور محسن ہے اور محسن پر زبردستی نہیں دیونٌ مرصادٌ لیوکل المالک علیہ لانہ غیر العاقد اور مضارب پر حکم ہوگا کہ مالک کو تقاضا دیون پر نہ کرے اسواسطے کہ مالک عاقد نہیں اور حقوق عقد کے راجع نہیں ہوتے مگر عاقد کیطرف تو مالک مطالبہ دین پر قادر نہوگا بلا توکیل مضارب کے حینئذٍ فالوکیل بالبیع والمستبضع کالمضارب یومران بالتوکیل اور اسوقت میں جبکہ مستبضع پر جبر علی الاقتضا نہیں تو بیع کا وکیل اور مال کا لینے والا بطریق بضاعت کے مضارب کے مانند ہے دونوں کو توکیل مالک کا حکم ہوگا والسمسار یجبر علی المتاضی وکذا الدلال لانہما یعملان بالاجر وہی سمسار پر زبردستی ہوتی ہے تقاضا دیون میں اور اسی طرح دلال پر اسواسطے کہ وہ دونوں اجرت پر کام کرتے ہیں ہم سمسار بکسر اول وہ ہے جسکا پاس مول وجوابات لوگوں کے جمع ہوں تا وہ اجرت لیکر بیچے بالاعتداجارہ تو وہ بھی عامل بالاجرۃ ہوا اور یہ بنا پر اجارہ صحیحہ کے ہے علت کے موافق کذا فی الدرر **فرع** مسئلہ لمحہ شارح کا استوجر علی ان یبیع وبشتری لہ یجز لعدم قدرتہ علیہ والحیلۃ ان یستاجرہ مدۃً للخدمۃ ویستعملہ فی البیع یعنی ایک شخص کیواسطے اسپر اجرت ٹھہرائی گئی کہ وہ بیچ اور شراکرے تو جائز نہیں بسبب اسکے نہ قادر ہونے کے بیچ اور شرا پر اور حیلہ اسکے جائز ہونے کا یہ ہے کہ اسکو مزدوری پر لگاوے اور نوکر رکھ لے خدمت کیواسطے مدت معین تک اور پھر اس سے بیچ کا کام لے کذا فی الزیلعی ہم عدم قدرت بیع اور شرا پر اسواسطے ہوئی کہ خرید فروخت تمام نہیں ہو سکتی مگر غیر کی مساعدت سے بخلاف اور شغلوں کے کہ تنہا ہی کی مساعدت سے تو اخیر قادر نہیں اگلی تسلیم پر اور حیلہ مذکورہ اسواسطے جائز ہوا کہ عقد شامل ہے منفعت کو اور منفعت معلوم اور معین ہے بیان مقدار مدت سے اور وہ قادر ہے اسکی تسلیم پر اسطور کہ اپنی ذات کو حاضر کرے مدت معینہ میں کذا فی الطحطاوی عن الزیلعی وما ہلک من مال المضاربۃ یبدء فی المال الربح لانہ بیع اور جتنا تلف ہو گیا مضاربت کے مال سے وہ نفع کیطرف پھیرا جاتا ہے اسواسطے کہ نفع تابع ہے راس المال کا اور راس المال اصل ہے فان زاد الہالک علی الربح ہلک بعضہ ولو فاسدۃ من عملہ لانہ امینٌ پھر اگر مال ہالک یا وہ ہو نفع سے تو مضاربت پر تاوان نہ ہوگا اگرچہ مضاربت فاسدہ ہو اور گو مال کی ہلاکی مضارب کے عمل سے ہو اسواسطیکہ مضارب امین ہے یعنے امین ضمین نہیں ہوتا وان قسم الربح وبقیت المضاربۃ ثم ہلک المال او بعضہ تراد الربح لیاخذ المالک راس المال وما فضل بینہما وان نقص لم یضمن تاما ہو اور اگر نفع بٹ گیا ہو اور مضاربت باقی ہو پھر سب یا بعض مال تلف ہو گیا تو دونوں شخص نفع پھیر دیں تا مالک نفع سے راس المال لے اور جسقدر نفع زائد ہو راس المال سے وہ دونوں میں شروط کے موافق قسمت ہو اور اگر نفع کم ہو راس المال سے تو عقد پر تاوان نہوگا بدلیل گذشتہ یعنے امین ضمین نہیں ہوتا وان لم یقسم الربح وبقیت المضاربۃ فقال وان قسم الربح وفسخت المضاربۃ وہو المال فی ید المضارب تم عقدہا فہلک المال او تلف او بقیت المضاربۃ بحالہا فہلک جمیعہ او بعضہ صنف اپنے قول وبقیت المضاربۃ کا مفہوم ذکر کیا سو کہا اور اگر نفع بٹ گیا اور مضاربت فسخ ہو گئی اور مال مضارب کے ہاتھ میں ہے پھر دونوں نے مضاربت کو منعقد کیا پھر مال ہلاک ہو گیا تو دونوں نفع سابق کو نہ پھیریں گے اور مضاربت ثانیہ باقی رہیگی اسواسطے کہ وہ عقد جدید ہے اور حیلہ اسکا خلط ہے مضارب کیواسطے ہم یعنے اگر مضارب طرفین کے اسواد نفع سے بعد قسمت کے بسبب ہلاک ہونے راس المال کے تو اسکی تدبیر یہ ہے کہ فسخ مضاربت کرے کہ مضاربت جدید عقد کرلے اور اگر مال مضاربت کو مضارب نے مالک کو دیا ہو تو بطریق اولے نفع متردد ہوگا اور زیلعی نے تو تسلیم مال کی قید لگائی جملہ مذکورہ میں سراجی ہے کذا فی الطحطاوی **فصل** فی متفرقات فیصل ہے مسائل متفرقہ مضاربت میں المضاربۃ لا تفسخ بالنہی

لہ الا اذا نہی عن الشراء فاشتری فباع

کل المال او بعضہ نقید الھدایۃ بالبعض اتفاقی قولہ بضاعۃ لا مضاربۃ لما مر مضاربۃ فاسدہ نہیں ہوتی مالک کو تمام مال یا بعض مال کے دینے سے بطریق بضاعت کے بطور مضاربت بسبیل گذشتہ شارح نے کہا ہدایہ کی تقیید وضع بعض مال کی اتفاقی ہے کذا فی العنایہ ہم بضاعت سے یہاں استعانت مراد ہے سوا سطیکہ بضاعت حقیقی یہاں متحقق نہیں کیونکہ بضاعت حقیقی میں سب نفع صاحب مال کا ہوتا ہے اور یہاں ایسا نہیں اور اگر مضارب مالک کو بطریق مضاربت کے دیگا تو مضاربت ثانیہ باطل ہوگی نہ مضاربت اولے وجہ بطلان یہ ہے کہ شے اپنے مانند کو متضمن نہیں ہوتی کذا فی الطحطاوی وان اخذہ ای المال المالک لما بینا او المضارب باع واشتری بطلت ان کان رأس المال نقدا لانہ عامل لنفسہ اور اگر مالک نے مضاربت کا مال بدون امر مضارب کے لیا اور بیع اور شرا کی تو مضاربت باطل ہوگی اگر راس المال نقد ہوا سوا سطیکہ مالک اپنی ذات کے واسطے عامل ہوا ہم بسوط میں خلاصہ سے یہ ہے کہ جس تصرف کا مضارب مستحق ہوا سطرح پر کہ صاحب مال اسکے منع کرنے پر مالک نہیں تو صاحب مال اس تصرف میں مضارب کا معین ٹھہریگا خواہ مضارب کے امر سے کرے یا بدون امر کے اور جس تصرف کے منع کرنے پر صاحب مال قادر ہے تو صاحب مال اس تصرف میں لنفسہ ہے مگر یہ تصرف بدون میں معین ٹھہریگا کذا فی الطحطاوی وان اخذ عرضا لان النقض الصریح حینئذ لا یعمل ھذا الحاصل عنایہ اور اگر مال مضاربت عرض ہوگیا تو مضاربت باطل ہوگی تصرف مذکورہ کے اثبات میں مالک کا نقض صریح بطلان مضاربت میں عمل نہیں کرتا تو نقض غیر صحیح بطریق اولے عمل کریگا کذا فی العنایہ ثم ان باع بعرض بقیت وان بنقد بطلت لما مر پھر اگر مالک نے عرض کو بعوض عرض کے بیچا تو مضاربت باقی ہے اور اگر بعوض نقد کے بیچا تو مضاربت باطل ہوگی بسبیل گذشتہ یعنی وہ اعمال لنفسہ ہوگیا واذا ساف او تو با مما قطعا مہ وشرابہ وکسوتہ ورکوبہ بفتح الراء ما یرکب لو بکواء وکل ما یحتاجہ عادۃ ای فی عادۃ التجار بالمعروف فیما لھا اور جبکہ مضارب نے سفر کیا یعنے تجارت کے واسطے اگرچہ ایک ہی دن کا سفر ہو تو اسکا کھانا اوڑھنا اور سواری بطور کرایہ ہو اور جس چیز کی مضارب کو حاجت تو تجارت کی عادت میں اور سوسکے موافق مضاربت کے مال میں ہے شارح نے کہا رکوب بالفتح عبارت ہے اس سے جو سواری کیجاتی ہے یہاں میں دن کا سفر شرعی مراد نہیں بلکہ جتنا شہر سے باہر نکلے کہ رات تک پھر آسکے تو سفر متحقق ہوگا اور محتاج الیہا جیسے کپڑوں کی دھلائی اور چراغ کا تیل اور اجیر خادم اور حمام اور حلاق کی اجرت اسوا سطے کہ آدمی طویل السفر جیسے کپڑے والا مفلس نہیں شمار کیا جاتا ہے تو خرید فروخت کا سامان اس سے کمتر ہوگا دستور کی قید اسواسطے لگائی کہ فضول خرچی کرنیوالا تو نفقہ مضاربت پر لازم نہ ہوگا مضاربت مذکورہ مضارب کے مال سے اسواسطے مسافر ہوا کہ اسنے اپنی ذات کو تجارت میں مصروف کیا اور کہیں آنے جانے سے بند ہوا تو بعوض راس مال کے اسکا نفقہ لازم آیا جیسا نفقہ قاضی کا بیت المال سے اور عورت کا مرد پر بعلت احتباس کے لو صحیحۃ کما فاسدۃ کما انہ اجیر فلہ نفقۃ لہ کمستبضع ودلیل وشریک کافی وفی الامیر خلافہ فی نفقہ مضارب کا سفر میں مضاربت کے مال میں ہے اگر مضاربت صحیحہ ہو اور اگر مضاربت فاسدہ ہو تو مضارب مرد کے مانند ہوا تو اسکا نفقہ نہیں مانند مستبضع اور وکیل اور شریک کذا فی الکافی اور اخیر میں اختلاف ہم کافی میں شریک کا عدم وجوب نفقہ مذکور ہے اور یہاں موجب صحیح ہے اور ابن مالک کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ عدم وجوب معتمد ہوا سواسطیکہ اسنے نقل کیا ہے وجوب نفقہ محمد رحمہ سے مروی ہے کذا فی الطحطاوی وان عمل فی المصر سواء دل فیہ او اتخذہ دارا فنفقتہ فی مالہ کذا فی الظاھر اور اگر مضارب نے شہر میں کام کیا خواہ اس شہر میں مضاربت پیدا ہوئی ہو یا نہ ہو پھر اسواسطے کہ اس نے گھر لیا تو اسکا خرچ اسکے مال میں ہے چنانچہ اسکی دوا علاج کا خرچ اسکے مال میں ہے بنا بر ظاہر مذہب ہم علاج کا خرچ مال مضاربت میں نہیں نہ سفر میں نہ حضر میں اسواسطے کہ مرض عارضی امر ہے کہ جاتا رہتا ہے اور گاہے نہیں ہوتا ہے مگر بہت مبسوط میں ہے کہ حجامت یعنی پچھنے اور سینگی اور سر منہ علاج میں داخل ہے اما اذا نوی لاقامۃ المصر او اتخذہ دارا فلہ النفقۃ من مال نفسہ ما لم یأخذ ما لا لنفسہ لم یعتبر بما لھا اور جبکہ مضارب نے اپنا شہر کی اقامت کی نیت کی اور اسکو وطن نہیں قرار دیا تو اسکا نفقہ مضاربت کے مال میں کہا ہوا کذا فی الکافی ابن ملک تک کہ اسکا عمل نہیں لیا اسواسطیکہ وہ مال مضاربت کے سبب محتبس نہیں ہوا ہم شہر مذکور میں نفقہ اسوقت تک ہے جب تک اسکو وہاں مال نہ ملا ہو اور سوائے اس شہر سے سفر کیا ہو بسوط میں ہے اور اگر مضارب نے مال دیا گیا اور مالک و مضارب کو نے میں ہیں اور کوفہ مضارب کا وطن نہیں تو مضارب اپنی ذات پر مال

سفر نہ ہو مگر صرف اسی واسطے کہ اسکی تجارت کرنے میں مضاربت کے سبب سے ہے یعنی مستاجب جب کسی وطن سے باہر جاوے سوائے تین کے نکلا اور اپنے وطن میں گیا اور پھر کوئی تین تجارت کے واسطے یا تو اس کو وطن مال مضاربت اپنی ذات پر خرچ کرے اسی واسطے کہ اسکے کوئے میں رہنا مستعار تھا سو وہاں سے سفر کر جانے سے وطن مستعار بھی دور ہو گیا انتہی مختصراً اور یہ جو شارح نے کہا کہ اگر نفقہ ہو جبتک مال میں لیا رہے نکلتا ہی کب یا لیگا اور کوئے میں رہیگا تو سکونت نفقہ ملے یا اور حالانکہ یہ تین ہی اور شاید کہ شارح یہ سمجھا ہو کہ اختفا کی اس عبارت سے قلوصنا لا بالکوفۃ وھو من اھل البصرۃ وکان قدم الکوفۃ مسافراً فلا نفقۃ لہ انتہی اور مقصود اس عبارت سے وہی ہے جو مبسوط سے ہمنے نقل کیا کذا فی الطحطاوی وکذا سافر بمالہ وضاع لہا او خلط باذنہ او بمالہ بین رجلین انفق بالحصۃ واذا قدم رجع بما بقی بھم ویقتسمون الزائد المدفوع اور اگر مضاربت کا مال سفر میں ایگیا یا اپنا مال مضاربت کے مال میں ملایا مالک کے اذن سے یا دو مریدوں کے دو مال لیگیا تو اپنی ذات پر حصہ سد صرف کرے اور جب بغرت آوے تو جو باقی رگیا طعام اور لباس سے اسکو پھیر دے اور جسقدر زیادہ صرف کیا ہو سو اسکا تاوان دے دھ خلط مال مالکوں سے مضاربت شریک ہو گیا مالک کا و شریک اپنی نوات پر اشتراک صرف میں کرتا بقول راجح اصل اتحراص کو میں بعض حواشی میں دیکھا ہے کذا فی الطحطاوی وکذا انفق من مالہ لیرجع فی مالھا لہ ذلک ولو ھلک لم یرجع علی المالک اور اگر مضاربت اپنے مال سے اپنے مصارف سفر میں صرف کیا تاکہ رجوع کرے مضاربت کے مال میں تو یہ اسکو جائز ہوا اور اگر مال مضاربت کا تلف ہو گیا تو اس صرف کو مالک سے نہیں لے سکتا وباخذ المالک فی رما انفقہ المضارب من راس المال ان کان شیء ربح فان استوفاہ وفضل شیء من الربح اقتسماہ علی الشرط لان ما انفقہ یجعل کالھالک والھالک یضرب الربح کما مر اور مالک کو نفع سے لے جنبا مضاربت خرچ کرکے یا راس المال سے اگر وہاں نفع موجود ہو سو اگر مالک نے راس المال اور اگر اس نفع سے لیکر اور کچھ نفع زیادہ بچا تو مالک اور مضاربت دونوں شرط کے موافق باہم تقسیم کر لیں اسواسطے کہ جو مضاربت نے خرچ کیا وہ مالک کے مانند تلف ہو گیا جاتا ہے اور راس المال مالک نفع کا ملک نہیں پھیرا جاتا ہے چنانچہ مذکور ہو چکا وان لم یظھر ربح فلا شیء علیہ ای المضارب اور اگر نفع ظاہر نہ ہو تو مضاربت پر کچھ نہیں یعنی راس المال کے کم ہو جانے سے اور نہیں دیان باع المتاع مرابحۃ حسب ما انفق علی المتاع من الحمالۃ واجرۃ السمسار والقصار والصباغ ونحوھا فیضمہ لرأس المال ویقول البائع تمام علی ثمن اور اگر متاع کو مرابحۃ بیچے تو اسکو حساب کرکے جو اسنے متاع پر خرچ کیا از قسم صرف باربرداری کے اور دلالی اور دھونی اور رنگریزی اجرت کے اور بانداسکے اور مضاربت جنکے طلانے کی سوداگروں میں عادت ہو اور بائع یوں کہے کہ یہ چیز مجھکو اتنے میں پڑی ہے یعنی اسقدر کی خریدنے بتاؤ تاکہ رفع نمود کذا یضم الی راس المال ما وجب زیادۃ فیہ حقیقۃ او حکما او اعتادہ التجار کاجرۃ السمسار ھذا ھو الحاصل نہایہ اور اسطرح ملانی چاہئے راس المال لیطرح وہ چیز جو راس المال میں موجب زیادتی کی حقیقتاً یا حکماً یا اسکے ملانے کی سوداگروں میں عادت ہو جیسے دلال کی فروختی جی ناحیہ کلیہ ہے راس المال کے ساتھ ملانے کا کذا فی النہایہ ہم زیادتی حقیقی مثال چنانچہ رنگ اور زیادت حکمی کی مثال جیسے شوب کپڑے کا یضم ما انفقہ علی نفسہ لعدم الزیادۃ والعادۃ بخلاف راس المال کے ساتھ بیع المرابحہ میں جو مضاربت نے اپنی ذات پر صرف کیا بسبب عدم زیادت اور عدم عادت تجار کے کہ کتاب المرابحہ میں مذکور ہوا کہ ملانے میں عادت تجار کا اعتبار ہے تو اگر مصارف مضاربت کے ملانے کی عادت ہو تو ملا دے اور نہیں تو نہیں مضارب بالنصف شرای بالنصف ثم باع الکل فربحا ای تبایعا بالنصف وشرای بعضا عبدا فاعتاقہ فی یدہ قبل قبضھا لیائع الصف عتم المضارب نصف الربح معناہ وغرم المالک الباقی نصف منفعت کے مضاربت نے مضاربت کے ہزار روپے سے کپڑے کے تھان خریدے اور انکو دو ہزار روپے میں بیچا اور نصف میں سے ایک غلام خرید کیا سو دونوں ہزار مضاربت کے ہاتھ میں تلف ہو گئے بائع غلام کو دینے سے پہلے تو مضارب نصف نفع یعنی دو ہزار کی چوتھائی کا تاوان دے اور مالک باقی کا یعنی دو ہزار کے تین ہزار کا تاوان دے دھ پھر اگر مالک کا مال ہزار سے دو ہزار ہو گیا تو نفع مال میں ظاہر ہو گیا کہ ہزار کا دوہ دونوں میں نصفا نصف ہو گیا تو مضارب کو تین سو پچاس پھر جب دو ہزار کو غلام خریدا گیا تو غلام مشترک ہو گیا دو تہائی مضارب کا ہوا اور تین سو تہائیاں مالک کی ہوئیں پھر جب دو ہزار سلامت ہو گئے قبل اسکے کہ غلام ہلاک ہو تو دونوں پر لقد سلامت تاوان لازم آیا تنکے ثمن کا تو چوتھائی مضارب پر پڑی یعنی پانسو اور تین چوتھائیاں مالک پر یعنی ڈیڑھ ہزار ویصیر رأس المال ثلثمائۃ وخمسۃ وسبعین درھما خارجا عن المضاربۃ لکونہ مضمونا علیہ ومال المضاربۃ امانۃ وبینھما تنافٍ وباتیہ لہا اور جو چوتھائی غلام کا ملوک مضارب کا خارج ہو گیا

مضارب کے اسلئے کہ چوتھائی کا تاوان اسپر ہے اور مضارب کا مال امانت ہے اور تاوان اور امانت میں تنافی یعنی ضد ہے اور باقی تین چوتھائیاں مال مضاربت کی ہیں ہم خلاصہ یہ کہ جب مضارب کے حصے پر تاوان آیا تو وہ مضاربت میں داخل نہ ہوا کیونکہ مضاربت میں تاوان نہیں ہوتا اور مالک کا حصہ مضاربت میں داخل ہی بسبب عدم تنافی کذا فی الدرر وَاَسَ الْمَالِ جَمِیْعَ مَا دَفَعَ الْمَالِكُ وَهُوَ اَلْفَانِ وَخَمْسُمِائَةٍ اور راس المال یعنی وہ سب مال جو مالک نے دیا ڈھائی ہزار ہم اسواسطے کہ مالک کے اول ہزار درم دئے یعنی جس سے کپڑا خرید ہوا تھا پھر ڈیڑھ ہزار دئے یعنی ثمن غلام کے تاوان میں کذا فی شرح الوقایۃ ولکن راجع المضاربۃ فی بیع العبد علی الفین فقط کانہ شراہ بہما ولیکن غلام کی بیع میں مضارب فقط دو ہی ہزار پر رجع بطریق مرابحہ کرے اسواسطے کہ اُسنے غلام کو دو ہی ہزار کو خریدا ہم یعنے یوں سمجھو کہ یہ غلام ڈھائی ہزار کو مجھ پڑا اسواسطے کہ خریدہ دو ہی ہزار واقع ہوئی تو اس تاوان کو نملاوے جو بسبب ہلاک ہو جانے دو ہزار کے واقع ہوا کذا فی شرح الوقایۃ وَلَوْ بِيْعَ الْعَبْدُ بِضْعْفِ مَا بِهِ اِشْتَرَاهُ اِلَّا بِرُبْعَةِ اٰلَافٍ فَخَمْسَةُ اَثْلَاثُهَا لِلْاَلْفَيْنِ وَسُدُسُهَا لِلْاَلْفِ سابقہ میں اگر غلام دو ہزار کے دوچند یعنی چار ہزار کو بیچا لگا تو مضاربت حصہ تین ہزار اسواسطے کہ چار ہزار کی چوتھائی یعنے ایکہزار مضارب کا حصہ ہو والربح منہا نصف الالف مینہما لان راس المال الفان وخمسمائۃ اور نفع تین ہزار کے پانسو فقط مالک اور مضارب میں نصف نصف ہونگے اسواسطے کہ راس المال ڈھائی ہزار ہے ہم یعنے جب تین ہزار سے ڈھائی ہزار راس المال کے نکلگئے تو پانسو باقی رہے وہی نفع ٹھہرا سو دونوں میں بموجب شرط کے نصف نصف ہوگا وَلَوْ اشْتَرَى مِنْ رَبِّ الْمَالِ بِالْفٍ عَبْدًا اشْتَرَاهُ رَبُّ الْمَالِ بِنِصْفِهِ رابح بنصفہ وکذا لو اشتراہ کلہ او وکیلہ وعند ع اجاز اشتراء المالک من المضارب بعکسہ اور اگر مضارب نے مالک سے ہزار کو وہ غلام خرید کیا جو مالک نے پانسو کو لیا تھا تو مضاربت کی بیع بطور مرابحہ پانسو سے کرے اور اسیطرح اگر مالک مضارب سے خرید کرے تو مضاربت کی خرید پر مرابحہ کرے اسواسطے کہ مضارب وکیل ہے مالک کا اور اس قول سے معلوم ہوا جائز ہونا مالک کی خریداری کا مضارب کے اور مضارب کا مالک ہم اگرچہ مضارب نے ہزار کو خریدا لیکن نکرے مگر پانسو سے اسواسطے کہ بیع مالک کی مضاربت ایسی ہی جیسے اپنی ذات اسواسطے کہ وہ اُسکا وکیل ہے تو ہر چند بیع مذکور جائز ہے لیکن اُسکا شہمہ ہے عدم جواز کا اور مرابحت کی بنا امانت اور دیانت پر ہے تو قول تین کو اعتبار کرنا چاہیے کذا فی الدرر شرح الوقایۃ وَلَوْ اشْتَرَى بِالْفِهَا عَبْدًا قِيْمَتُهُ اَلْفَانِ فَقَتَلَ الْعَبْدَ وَجَاءَ خَطَاً فَثُلُثُهُ اَرْبَاعُ الْاِفْدَاءِ عَلَى الْمَالِكِ وَرُبُعُهُ عَلَى الْمُضَارِبِ عَلَى قَدْرِ مِلْكِهِمَا اگر مضارب نے دو ہزار درم کے غلام خرید کیا جسکی قیمت دو ہزار ہے سو اُس غلام نے ایک مرد کو خطا سے مار ڈالا تو فدائے غلام کی تین چوتھائیاں مالک پر ہیں اور چوتھائی اسکی مضارب پر یہ دونوں کی ملک کے بموجب ہم یعنے صورت میں ہر جگہ مالک اور مضارب غلام قاتل کا دینا اولیائے مقتول کو قبول نکریں اور خون اپنا دینا قبول کریں مضارب کی ملک سے اسواسطے ہوئی کہ راس المال ہزار تھا اور غلام بالفعل دو ہزار کا ہے تو نصف نفع مضارب کا ٹھہرا یعنے اسلئے اور وہ چہارم ہے دو ہزار کا وَالْعَبْدُ يَخْدُمُ الْمَالِكَ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ وَالْمُضَارِبَ يَوْمًا الخ وجہ عن المضاربۃ بالقدر للتفاوت کما مر اور غلام خدمت کرے مالک کی تین دن اور مضارب کی ایکدن بسبب خارج ہو جانے غلام کے مضاربت کے مال سے فریقین کے سبب بطلت منافات یعنی تاوان اور مضاربت میں تباین ہو چنانچہ مذکور ہوا کہ حکم قاضی بانقسام نافذ متضمن ہے انقسام عبد کو اور مضاربت فسخ ہو جاتی ہے قسمت سے کذا فی الصدر الشریعۃ وَلَوْ اَخَذَ الْمَالِكُ الدَّرْهَمَ وَالْمُضَارِبُ الْاِفْدَاءَ قُدِّمَ الْاَوَّلُ اَيِ الْمَالِكُ اور اگر مالک غلام کا فدا لینا اور مضاربت فسخ کرنا اختیار کرے تو ایسا کرنا جائز ہے بسبب ہم منفعت کے اسوقت میں ہم اس علت کا عمل ہے جسمیں غلام کی قیمت ہزار ہو اور یہاں تو دو ہزار قیمت ہے تو یہاں نفع ظاہر ہے یہ موہوم کذا فی الظہیری مختصر ہو تمامہ فیہ اشتری بالفا عبدا وھلک الثمن قبل النقد المبایع لہ یضمنہ لانہ لمین بیع فم المال للمضارب الفا اخری فھو شری کل ما عقد دفع احری الی غیرہ مضارب نے مضاربت کے مال سے ایکہزار کو غلام خرید کیا اور ثمن اُسکا تلف ہو گیا قبل اداکرنے بائع کے تو مضارب پر تاوانی ہیں اسواسطے کہ وہ امین ہی اور امین ضمن نہیں ہوتا بلکہ مالک مضارب کو ایکہزار اور دے پھر اور دے یعنے جتنے ہزار ثمن تلف ہوئے اور ہزار دیا جاوے مضاربت میں وراس المال ہم مَا دُفِعَ اِلَى الْعَامِلِ كُلُّ مَالٍ مدفوع ہم اگر دیا تو نے مضارب کو دو ہزار راس المال ہے اور اگر دس ہزار دیا تو دس ہزار راس المال ہے تو مضارب کو نفع نہ ملیگا جبتک تمام راس المال مالک کو نہ پہونچ جاوے لیکن بقدر حصہ نفع کے اگر فقط ہزار پر کچھ نفع ہوا تو مضارب کا مقدم مخلاف الوکیل کذا فی البدائع

استیفاء کا اما نتہ کے خلاف وکیل کے سپرد کیا ہو یا وکیل کے قبضہ استیفاء پر قبضہ امانت کا عدم حاصل مقام یہ ہے کہ وکیل نے جب قبض ثمن کیا بعد خریدہ کے پھر ثمن ہلاک ہو گیا تو ضمان نہیں لیتے مالک سے دوبارہ نہیں لے سکتا اور اگر قبل خرید وکیل نے ثمن دیا پھر وہ تلف ہو گیا تو ایک بار وکیل سے اور لے سکتا ہے اسواسطے کہ نوع قبض امانت ہوا تھا ثمن تو بعد ہلاک امانت ایک بار رجوع نہیں تو شارح کا قول اس صورت پر محمول ہے جبکہ وکیل نے ثمن قبل خرید کے دیا اسواسطے کہ بعد شراء کے دینے میں تو اصلاً رجوع نہیں ثمن ہونے کے بعد کذا فی الخلاصۃ وعلی ھذا الخلاف ھو معہ الفاً بضاعۃ فقال لدائک دفعت الی الفاً ورجحت الفاً وقال المالک دفعت الفین فالقول للمضارب لان القول فی مقدار المقبوض للقابض عیناً او ضمیناً کما لو انکر اصلہ مضارب کے پاس دو ہزار ہیں سو اسنے مالک سے کہا کہ تو نے مجھکو ہزار دیئے اور میں نے تلف میں ایکہزار حاصل کئے اور مالک نے کہا کہ میں نے تجھکو دو ہزار دیئے تو مضارب کا قول مقبول ہوگا اسواسطے کہ مقدار مقبوض میں قابض کا قول مقبول ہے خواہ قابض امین ہو یا ضامن چنانچہ مضارب اگر بالکل قبض کا منکر ہو تو مضارب ہی کا قول مقبول ہوگا ولو کان الاختلاف فی مقدار الربح فالقول لرب المال فی مقدار الربح فقط لانہ یستفاد من جھتہ اور اگر اسکے ساتھ یعنے راس المال کے اختلاف کے ساتھ نفع کی بھی مقدار میں اختلاف ہو تو صاحب مال کا قول مقبول ہے فقط مضعت کی مقدار میں اسواسطے کہ نفع کی مقدار حاصل ہوتی ہے مالک کی جہت سے یعنی اسکے معین کر دینے سے نفع معین ہوتا ہے نصف یا ثلث اور وہ منکر ہے زیادت کا تو اسیکا قول مقبول ہوگا ھم مقدار راس المال او مقدار نفع کے اختلاف کی یہ صورت ہے کہ مالک نے کہا کہ راس المال دو ہزار تھا اور تیرے واسطے میں نے ثلث نفع شرط کیا اور مضارب نے کہا راس المال ہزار تھا اور تو نے میرے واسطے نصف نفع شرط کیا فقط کی قید سے معلوم ہوا کہ مقدار راس المال میں مضارب ہی کا قول مقبول ہوگا نہ کہ مالک کا وایتھما اقام البینۃ تقبل اور مالک و مضارب میں سے جو شخص بھی دعوی پر گواہ لاویگا تو مقبول ہوگا وان اقاما فالبینۃ بینۃ رب المال فی دعواہ الزیادۃ فی راس المال وبینۃ المضارب فی دعواہ الزیادۃ فی الربح اگر دونوں نے گواہ قائم کئے تو مقبول گواہی رب المال کی گواہی ہے زیادت راس المال کے دعوی میں اور مضارب کی گواہی مقبول ہے زیادت نفع کے دعوی میں یعنے اسواسطے کہ بینہ اثبات زیادت کیواسطے ہے تبین لاختلافہ بکونہ فی المقدار کانہ لو کان فی الصفۃ فالقول لرب المال فلذا قال معہ الف فقال ھو مضاربۃ بالنصف وقد ربح الفا فقال المالک بضاعۃ فالقول للمالک لانہ منکر مضعت کے مقدار کے اختلاف کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر اختلاف صفت میں ہوگا تو وہاں مالک کا قول مقبول ہوگا تو اسواسطے مصنف نے کہا کہ ایک مضارب کے پاس ہزار ہیں سو اسنے کہا کہ وہ میرے پاس نصفاً نصف مضاربت کے طور پر ہیں اور مضارب نے ہزار صفت میں حاصل کئے ہیں اور مالک نے کہا کہ وہ ہزار بطریق بضاعت کے ہیں بلحاظ مضاربت کے تو مالک ہی کا قول مقبول ہوگا کیونکہ وہ منکر ہے مضاربت کے دعوی کا وکذا لو قال المضارب ھی قرض وقال رب المال ھی بضاعۃ او ودیعۃ او مضاربۃ فالقول لرب المال والبینۃ بینۃ المضارب لانہ یدعی علیہ التملیک والمالک ینکر اور اسیطرح اگر مضارب نے کہا کہ ہزار میرے پاس بطور قرض کے ہیں اور مالک نے کہا کہ وہ بضاعت ہیں یا ودیعت ہیں یا مضاربت ہیں تو صاحب مال کا قول مقبول ہوگا اور بربنائی مقبول تو مضارب کی برہان ہے اسواسطے کہ مضارب مالک پر تملیک کا دعوی کرتا ہے اور مالک تملیک کا منکر ہے ھم جب اسنے قرض کا دعوی کیا تو وہ مال کا مالک ٹھہرا مالک کی تملیک سے تو اب سبب نفع قابض ہی کا ٹھہریگا اور دعوی بضاعت یا ودیعت یا مضاربت میں اسکا انکار ہے طحطاوی نے کہا کہ اگر مجھکو مضارب اور مضیع یہ کہتا تو قبیح تر تھا اسواسطے کہ مسئلہ بضاعت اور ودیعت میں مالک اور واضع یہ دونوں عدم مضاربت پر متفق ہیں واما لو ادعی المالک القرض والمضارب المضاربۃ فالقول للمضارب لانہ ینکر الضمان وایتھما اقام البینۃ فلہ اور اگر مالک قرض کا دعوی کرے اور مضارب مضاربت کا تو مضارب کا قول مقبول ہے اسواسطے کہ منکر ہے ضمان کا اور دونوں میں سے جو گواہ قائم کریگا مقبول ہونگے ھم دعوی مضاربت میں ضمان کا انکار ہے اسواسطے کہ بار ہا مذکور ہو چکا کہ مضارب امین ہے نہ ضامن اور مالک مدعی ضمان اور قول منکر کا قول ہے وان اقاما فبینۃ رب المال لانہا للاثبات اور اگر دونوں نے گواہ قائم کئے تو صاحب مال کے گواہ مقدم ہیں اسواسطے کہ انمیں زیادہ اثبات ہے ھم زیادت اثبات کی وجہ یہ ہے کہ مالک کی برہان سے مضارب پر ضمان بدل قرض ثابت ہوتا ہے واما الاختلاف فی الربح فان ادعی المضارب العموم او الاطلاق وادعی المالک الخصوص فالقول للمضارب لتمسکہ بالاصل اور نوع کے اختلاف میں تو اگر مضارب عموم تجارت یا اطلاق کا دعوی کرے اور مالک خصوص کا

دعوی کرے تو مضارب کا قول قبول ہوگا بسبب پانے مضارب کے اصل کو ہم اطلاق کی یہ صورت ہے کہ مضارب کہے مالک کو تو نے مجھکو تری اور تشکی دونوں سفر کی اجازت دی تھی اور مالک منکر ہو یہ دعوی کرے اس طرح کہ میں نے تجھکو فلانی قسم کی تجارت کی اجازت دی تھی نہ تری کی یا تشکی کے سفر کی اجازت دی تھی نہ تری کی یا بالعکس اور مضاربت میں عموم اور اطلاق اسواسطے اصل ہے کہ مضاربت سے مقصود تحصیل منفعت ہے اور اسکے مناسب عموم اور اطلاق ہے خصوص وَلَوْ ادَّعٰی کُلٌّ نَوْعًا فَالْقَوْلُ لِلْمَالِکِ وَالْبَیِّنَۃُ لِلْمُضَارِبِ یُقِیْمُھَا عَلٰی صِفَۃِ نَصَّ عَلَیْھَا وَبِلُزُوْمِہٖ فِی الضَّمَانِ اور اگر ہر ایک سے ہر ایک قسم تجارت کا دعوی کرے تو مالک کا قول قبول ہے اور گواہ مضارب کے تو مضارب گواہ قائم کرے اپنے تصرف کی صحت پر اور اسکو نفی تاوان لازم ہے ہم یہ جواب ہے اس سوال مقدر کا جو صاحب ہدایہ پر وارد ہوتا ہے تقریر سوال یہ ہے کہ گواہ اثبات کیواسطے ہوتے ہیں نہ نفی کے واسطے عنایہ میں جواب اسکا دیا کہ یہ نفی پر گواہی نہیں بلکہ اپنے تصرف صحیح ہونے پر گواہی لانا ہے اور جب اسکا تصرف صحیح ہوا تو اُسپر تاوان لازم نہ آیا وَلَوْ وَقَّتَ الْبَیِّنَاتُ تُقْضٰی بِالْمُتَاخِرَۃِ وَلَا بَیِّنَۃَ لِلْمَالِکِ اور اگر بینات نے تعیین وقت بیان کیا تو بینۂ متاخرہ پر حکم ہوگا اور نہیں تو بینۂ مالک پر ہم بینۂ متاخرہ پر اسواسطے حکم ہوگا کہ شرط اخیر شرط اول کو تو رفع ہوا اور عدم تعیین کے تحت میں دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ اصلا وقت بیان نہو دوسرے یہ کہ فقط ایک کے گواہ وقت بیان کریں **فروع** مسائل المختار شاح کے دَفَعَ الْوَصِیُّ مَالَ الصَّغِیْرِ اِلٰی نَفْسِہٖ مُضَارِبَۃً جَازَ وَقَدَّمَہُ الطَّرْسُوْسِیُّ بِاَنْ لَا یُجْعَلَ الْوَصِیُّ لِنَفْسِہٖ مِنَ الْمُبْرِمِ اَکْثَرَ مِمَّا یَجْعَلُ لِاَمْثَالِہٖ وَتَمَامُہٗ فِی شَرْحِ الْوَھْبَانِیَّۃِ وصی نے صغیر کا مال اپنی ذات کو دیا طریق مضاربت کے تو جائز ہے اور طرسوسی نے اس جواز میں یہ قید لگائی ہے کہ وصی اپنے واسطے اُس سے زیادہ تر نفع نہ ٹھہراوے جو اپنے عموں کے واسطے ٹھہراتا اور پورا بیان اُسکا وہبانیہ کی شرح میں ہے وَفِیْھَا مَاتَ الْمُضَارِبُ وَلَمْ یُوْجَدْ مَالُ الْمُضَارَبَۃِ فِیْمَا خَلَّفَ عَادَ دَیْنًا فِی تَرِکَتِہٖ اور شرح وہبانیہ میں ہے کہ مضارب مرگیا اور مضاربت کا مال پایا نہیں گیا اُس مال میں جو وہ چھوڑ گیا تو مضاربت کا مال دین ہوکر اسکے ترکہ کے میں ہم اور یہی حکم مودع اور مستعیر کا اور جس شخص کے پاس مال امانت ہو اور وہ مرجاوے قبل بیان کے اور امانت بعینہا معلوم نہو تو اُسپر دین ثابت ہوگا اسکے ترکہ کے میں اسواسطے کہ وہ قبل بیان نکرنے کے ظالم ہوا اور اگر اسکے وارث ہلاکی مال کا دعوے کریں یا کہیں کہ مورث ہمارا صاحب مال کو تسلیم کرچکا ہے تو انکی تصدیق نہوگی کذا فی الطحطاوی اور پورا بیان اُسکا کتاب الودیعۃ میں آویگا وَفِی الْاِخْتِیَارِ رَفَعَ الْمُضَارِبُ شَیْئًا لِلْعَاشِرِ لَمْ یُکَلَّفْ عَنْہُ ضَمِنَ لِاَنَّہٗ کَیْسَ مَوْضِعَ اجْتِھَادٍ لٰکِنْ صَحَّحَ فِی مَجْمَعِ الْفَتَاوٰی عَدَمَ الضَّمَانِ فِیْمَا تَنَاقَلَ وَکَذَا الْوَصِیُّ لَا فِیْمَا فَصَلَانِ لِاَصْلَاحٍ وَسَیَجِیْءُ اَحْوَالُ الْوَدِیْعَۃِ اور اختیار میں ہے کہ مضارب نے کچھ مال یا طریق رشوت کے عاشر کو دیدیا پھر وہ لے کر تو اوہ اُس سے باز رہے تو مضارب پر ضمان لازم ہوگا اسواسطے کہ اسطرح کا دینا تجارت کے امور سے نہیں ہے لیکن مجمع الفتاوی میں عدم تاوان صحیح ہے ہمارے زمانے میں صاحب مجمع الفتاوی نے کہا اور اسیطرح وصی پر ضمان نہیں اسواسطے کہ مضارب اور وصی اس دینے کو صلاح مال کا ارادہ کرتے ہیں اور عنقریب آویگا کتاب الودیعۃ کے آخر میں وَعِنْدَہٗ لَوْ شَرٰی بِمَالِھَا مَتَاعًا فَقَالَ اَنَا اَمْسِکُہٗ حَتّٰی اَجِدَ رِبْحًا کَثِیْرًا وَاَرَادَ الْمَالِکُ بَیْعَہٗ فَاَنْ فِی الْمَالِ رِبْحٌ جُبِرَ عَلٰی بَیْعِہٖ لِعَلْمِہٖ بِاَنَّہٗ کَمَا مَرَّ لَا یَقُوْلُ لِلْمَالِکِ اَعْطِنِیْ رَأْسَ الْمَالِ وَخُذْ مِنِّیْ رِبْحَکَ فَیُجْبِرُ الْمَالِکُ عَلٰی قَبُوْلِ ذٰلِکَ اور مجمع الفتاوی میں ہے کہ اگر مضارب نے مضاربت کے مال سے تجارت کا اسباب خرید کیا سو مضارب بولا کہ میں اسکو رکھ چھوڑونگا یہاں تک کہ نفع کثیر پاؤنگا اور مالک نے کہا بیع کا ارادہ کیا تو اگر مال میں منفعت ہو تو مضارب پر زبردستی ہوگی اُسکی بیع براسواسطے کہ مضارب کو اپنے عمل کا اجرت معلوم اور نہیں ہے چنانچہ مذکور ہوچکا مگر یہ مضارب مالک سے کہے کہ میں تجھکو راس المال اور تیسرے حصے کی منفعت دونگا تو اب مالک پر زبردستی ہوگی اُسکے قبول کرنے پر وَفِی الْبَزَّازِیَّۃِ دَفَعَ اِلَیْہِ اَلْفًا نِصْفُھَا لَہٗ وَنِصْفُھَا مُضَارَبَۃٌ فَھَلَکَتْ تَعَیَّنَتْ حِصَّۃُ الْعَیْنِ اِنْتَھٰی اور بزازیہ میں ہے کہ مالک کو ہزار درم دیئے پانسو طریق بیع کے اور پانسو طریق مضاربت کے پس تلف ہوگئے ہزار درم تو مضاربت کا حصہ یہ کہا تاوان اُسپر آویگا انتہی کلام البزدیم حصہ مضاربت کی ہلاکی میں اسواسطے تاوان نہیں کہ وہ امانت ہے اور جسکا بیان ہے اسواسطے تاوان ہے کہ یہ فاسد ہے اسواسطے کہ یہ شارع ہے محل القسمۃ میں تو موجب ہوا اسکا مالک نہ ٹھہرا تو اسپر تاوان لازم ہوا قلت والمفتی بہ انہ لا ضمان مطلقا

لانی المضاربۃ لانہا امانۃ وکالاجارۃ لانہا فاسدۃ وھی تملک بالقبض علی المعتمد المفتی بہ کما سیجیء فلا ضمان فیہا وبہ یفتی قولہ بہ یضعف قولہ وبہ یفتی شعر وادعہ عشرا علی ان خمسۃ + لہ ہبۃ فاستملک الخمس یغرم کما بین کتابوں قول منتی یہ ہے کہ مسئلہ مذکورہ میں مطلقاً تاوان نہیں نہ مضاربت میں اسواسطے کہ وہ امانت ہے اور نہ ہبہ میں اسواسطے کہ ہبہ فاسدہ ہے اور وہ مملوک ہوجاتی ہے قبض کرلینے سے بنا بر قول معتمد مفتی بہ کے چنانچہ اسکا بیان آویگا کتاب الہبہ میں تو ہبہ فاسدہ میں تاوان نہیں اور یہ جب ہی قول معتمد کے ضعیف کہا گیا ہو یہانیہ کا یہ قول اور ودیعت رکھے ایک شخص کے پاس دس درہم اسطرح کہ پانچ انمیں سے ہبہ ہیں سو اُسنے پانچ تلف کردالے تو اوان دے درہم شرنبلالی نے کہا صورت اُسکی یہ ہے کہ غیر شخص کو دس درہم دیدیا اور کہا انمیں سے پانچ مجکو ہبہ ہیں اور پانچ تیرے پاس ودیعت ہیں سو قابض نے انمیں سے پانچ تلف کردالے اور باقی پانچ خود تلف ہوگئے تو قابض سات درہم تاوان دے اسواسطے کہ نسبہ ہوجانا یہ مضمون ہیں قابض پر کیونکہ یہ مشاع ہے جو محتمل القسمۃ ہیں اور وہ فاسد ہے اور جو پانچ درہم اُسنے تلف کردالے انمیں سے نصف ہبہ ہیں اور نصف امانت اور یہ مسئلہ مبنی ہے قول غیر صحیح پر کذا فی الطحطاوی مختصرا واللہ تعالیٰ اعلم واستغفر اللہ العلیم الکریم

کتاب الایداع

یہ کتاب ہبہ سے مناسبت رکھنے کے مسائل میں لاختفاء فی اشتراکہ صح ما قبلہ فی الحکم وھو امانۃ یشبہ کی ایداع کے مشترک ہونے میں اُسکے ماقبل کی کتاب کے ساتھ حکم میں یعنے امانت ہونے میں ایداع اور مضاربت مشترک ہیں دونوں امانت ہیں کے بعد مصنف رح ایداع کو لایداع ھو لغۃ من الودع ای الترک ایداع لغت میں ودع سے بمعنے ترک کے ہی وھم ایداع لغت میں عبارت ہے تسلیط غیر کے کسی چیز کی نگہبانی پر خواہ وہ چیز مال ہو یا غیر مال اور ایداع اور استیداع بمعنے واحد ہیں مثلاً زید نے اپنا مال خالد کے پاس ودیعت رکھا ہو تو زید مودع اور مستودع ہے بکسر دال اور خالد مودع اور مستودع ہے بفتح دال اور شفقی میں ہے کہ حفظ امانت موجب ثبات دین ہے اور خیانت باعث شقاوت کو نمیں حدیث میں ہے ادی الامانۃ آجی اور مفلسی کو بھیجنے لاتی ہے اور خیانت تمناجی اور مفلسی کو بھیجنے لاتی ہے روایت ہے کہ جب یہ خیانتی محتاج اور اندھی ہوگئی یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عہد میں تو ایک درزہ ان میں طمع ہوکر بیکاری کے ہی بادشاہ سے یہ بات سُن لو یوسف علیہ السلام کہ بڑے ہوگئے یہ خیانت والی کہ امانت نے مملوک کو بجائے مملوک کرلیا اور خیانت نے مملوک کو بجائے مملوک کردیا تو یوسف علیہ السلام نے پوچھا کہ یہ کون ہے لوگوں نے کہا زلیخا ہے حضرت نے ازراہ ترحم اُس سے نکاح کرلیا کذا فی الطحطاوی ملتقطا وشرعا تسلیط الغیر علی حفظ مالہ صریحا او دلالۃ کان انفق زید رجلا فاخذ لا رجل بغیبۃ مالہ شد ترکہ ضمن لانہ بذل الاخذ الترام حفظہ ولا تجاوز اصطلاح شرع میں ایداع غیر شخص کو مسلط کرنا ہے اپنے مال کی حفاظت پر صریحاً تسلیط ہو یا دلالۃ چنانچہ ایک مرد کی مشک پھٹ گئی سو دیسرم دنے اُسکے مالک کی غیبت میں اُسکو لیلیا پھر اُسکو چھوڑ دیا تو اسپر تاوان آویگا اسواسطے کہ اس لینے سے اُسنے اُسکی حفاظت پکڑلی باعتبار دلالت حال کے کذا فی البحر ھم مصرح ہیں تسلیط علی الحفظ کی وجہ یہ کہ مالک نے مال کی حفاظت چاہتا ہے اور اُسکی حفاظت پر مدد گاری کو پسند کرتا ہے تو گویا مالک نے اُسکو نگہبانی کا امر کردیا جسکا مرد مشک لیگیا اور اُسکے قریب نہ جائیگا تو اسپر تاوان نہیں اور مراد مالک کا جو وجود گاہی ہو دونوں صورتوں میں تاوان نہیں یعنے اخذ اور عدم اخذ میں والودیعۃ ما ترک عند الامین اور ودیعت ہر چیز ہی ہے جس کے پاس چھوڑی جاوے یعنی لفظ حفاظت کیواسطے رکھی جاوے تو اس تعریف سے عاریت نکل گئی ودیعت کی تعریف سے اسواسطے کہ عاریت میں حفاظت اور انتفاع دونوں میں کذا فی الجندی وھی اخص من الامانۃ کما حققہ المصنف شیراور وہ یعنی ودیعت خاص تر ہے امانت سے پنانچہ مصنف وغیرہ نے اسکی تحقیق بیان کی ہے وجہ عموم امانت اور خصوص ودیعت کی یہ ہے کہ امانت اُسکا نام ہے جو غیر مضمون ہو یعنی اُسکا تاوان لازم نہو تو یہ شامل ہے اُن سب صورتوں کو جنمیں ضمان نہیں ہے چنانچہ عاریت اور اجارے کی چیز اور وہ غلام یا لونڈی جو خدمت کیواسطے موسی لہ کے پاس ہو وغیر ذالک اور ودیعت وہ ہے جو ایجاب و قبول سے حفاظت کیواسطے رکھی جاوے تو دونوں میں تفاوت ہوا عموم اور خصوص کا عموم اور خصوص کی صحبہ یہ ہے کہ ودیعت وہ شے ہے جو امانت ہو اُسکے مالک کی احتفاظ سے غیر کے پاس قصداً اور امانت گاہ بلا قصد بھی ہوتی ہے اور ودیعت عقد سے ہوتی ہے اور امانت ہر امانت متفرد ہے اس صورت میں کہ ہوا سے کپڑا اوڑا کر ایک آدمی کی گود میں ڈال دیا اور حکم ودیعت کا یہ ہے کہ اعادہ الی الوفاق سے ضمان لازم نہیں ہوتا بر خلاف امانت کے کذا فی الطحطاوی وتکفی الایجاب صحیحا کاودعتک او کنایۃ کقولہ لرجل اعطنی الف درہم او اعطنی ھذا الثوب متلا فقال اعطیتک کان

مسئلہ ۱ ۲ ۳ ۴ ۵ ۶ ۷ ۸ ۹ ۱۰ ۱۱ ۱۲ ۱۳ ۱۴ ۱۵ ۱۶ ۱۷ ۱۸ ۱۹ ۲۰ ۲۱ ۲۲ ۲۳ ۲۴ ۲۵ ۲۶ ۲۷ ۲۸ ۲۹ ۳۰ ۳۱ ۳۲ ۳۳ ۳۴ ۳۵ ۳۶ ۳۷ ۳۸ ۳۹ ۴۰ ۴۱ ۴۲ ۴۳ ۴۴ ۴۵ ۴۶ ۴۷ ۴۸ ۴۹ ۵۰ ۵۱ ۵۲ ۵۳ ۵۴ ۵۵ ۵۶ ۵۷ ۵۸ ۵۹ ۶۰ ۶۱ ۶۲ ۶۳ ۶۴ ۶۵ ۶۶ ۶۷ ۶۸ ۶۹ ۷۰ ۷۱ ۷۲ ۷۳ ۷۴ ۷۵ ۷۶ ۷۷ ۷۸ ۷۹ ۸۰ ۸۱ ۸۲ ۸۳ ۸۴ ۸۵ ۸۶ ۸۷ ۸۸ ۸۹ ۹۰ ۹۱ ۹۲ ۹۳ ۹۴ ۹۵ ۹۶ ۹۷ ۹۸ ۹۹ ۱۰۰ ۱۰۱ ۱۰۲ ۱۰۳ ۱۰۴ ۱۰۵ ۱۰۶ ۱۰۷ ۱۰۸ ۱۰۹ ۱۱۰ ۱۱۱ ۱۱۲ ۱۱۳ ۱۱۴ ۱۱۵ ۱۱۶ ۱۱۷ ۱۱۸ ۱۱۹ ۱۲۰ ۱۲۱ ۱۲۲ ۱۲۳ ۱۲۴ ۱۲۵ ۱۲۶ ۱۲۷ ۱۲۸ ۱۲۹ ۱۳۰ ۱۳۱ ۱۳۲ ۱۳۳ ۱۳۴ ۱۳۵ ۱۳۶ ۱۳۷ ۱۳۸ ۱۳۹ ۱۴۰ ۱۴۱ ۱۴۲ ۱۴۳ ۱۴۴ ۱۴۵ ۱۴۶ ۱۴۷ ۱۴۸ ۱۴۹ ۱۵۰ ۱۵۱ ۱۵۲ ۱۵۳ ۱۵۴ ۱۵۵ ۱۵۶ ۱۵۷ ۱۵۸ ۱۵۹ ۱۶۰ ۱۶۱ ۱۶۲ ۱۶۳ ۱۶۴ ۱۶۵ ۱۶۶ ۱۶۷ ۱۶۸ ۱۶۹ ۱۷۰ ۱۷۱ ۱۷۲ ۱۷۳ ۱۷۴ ۱۷۵ ۱۷۶ ۱۷۷ ۱۷۸ ۱۷۹ ۱۸۰ ۱۸۱ ۱۸۲ ۱۸۳ ۱۸۴ ۱۸۵ ۱۸۶ ۱۸۷ ۱۸۸ ۱۸۹ ۱۹۰ ۱۹۱ ۱۹۲ ۱۹۳ ۱۹۴ ۱۹۵ ۱۹۶ ۱۹۷ ۱۹۸ ۱۹۹ ۲۰۰ ۲۰۱ ۲۰۲ ۲۰۳ ۲۰۴ ۲۰۵ ۲۰۶ ۲۰۷ ۲۰۸ ۲۰۹ ۲۱۰ ۲۱۱ ۲۱۲ ۲۱۳ ۲۱۴ ۲۱۵ ۲۱۶ ۲۱۷ ۲۱۸ ۲۱۹ ۲۲۰ ۲۲۱ ۲۲۲ ۲۲۳ ۲۲۴ ۲۲۵ ۲۲۶ ۲۲۷ ۲۲۸ ۲۲۹ ۲۳۰ ۲۳۱ ۲۳۲ ۲۳۳ ۲۳۴ ۲۳۵ ۲۳۶ ۲۳۷ ۲۳۸ ۲۳۹ ۲۴۰ ۲۴۱ ۲۴۲ ۲۴۳ ۲۴۴ ۲۴۵ ۲۴۶ ۲۴۷ ۲۴۸ ۲۴۹ ۲۵۰ ۲۵۱ ۲۵۲ ۲۵۳ ۲۵۴ ۲۵۵ ۲۵۶ ۲۵۷ ۲۵۸ ۲۵۹ ۲۶۰ ۲۶۱ ۲۶۲ ۲۶۳ ۲۶۴ ۲۶۵ ۲۶۶ ۲۶۷ ۲۶۸ ۲۶۹ ۲۷۰ ۲۷۱ ۲۷۲ ۲۷۳ ۲۷۴ ۲۷۵ ۲۷۶ ۲۷۷ ۲۷۸ ۲۷۹ ۲۸۰ ۲۸۱ ۲۸۲ ۲۸۳ ۲۸۴ ۲۸۵ ۲۸۶ ۲۸۷ ۲۸۸ ۲۸۹ ۲۹۰ ۲۹۱ ۲۹۲ ۲۹۳ ۲۹۴ ۲۹۵ ۲۹۶ ۲۹۷ ۲۹۸ ۲۹۹ ۳۰۰ ۳۰۱ ۳۰۲ ۳۰۳ ۳۰۴ ۳۰۵ ۳۰۶ ۳۰۷ ۳۰۸ ۳۰۹ ۳۱۰ ۳۱۱ ۳۱۲ ۳۱۳ ۳۱۴ ۳۱۵ ۳۱۶ ۳۱۷ ۳۱۸ ۳۱۹ ۳۲۰ ۳۲۱ ۳۲۲ ۳۲۳ ۳۲۴ ۳۲۵ ۳۲۶ ۳۲۷ ۳۲۸ ۳۲۹ ۳۳۰ ۳۳۱ ۳۳۲ ۳۳۳ ۳۳۴ ۳۳۵ ۳۳۶ ۳۳۷ ۳۳۸ ۳۳۹ ۳۴۰ ۳۴۱ ۳۴۲ ۳۴۳ ۳۴۴ ۳۴۵ ۳۴۶ ۳۴۷ ۳۴۸ ۳۴۹ ۳۵۰ ۳۵۱ ۳۵۲ ۳۵۳ ۳۵۴ ۳۵۵ ۳۵۶ ۳۵۷ ۳۵۸ ۳۵۹ ۳۶۰ ۳۶۱ ۳۶۲ ۳۶۳ ۳۶۴ ۳۶۵ ۳۶۶ ۳۶۷ ۳۶۸ ۳۶۹ ۳۷۰ ۳۷۱ ۳۷۲ ۳۷۳ ۳۷۴ ۳۷۵ ۳۷۶ ۳۷۷ ۳۷۸ ۳۷۹ ۳۸۰ ۳۸۱ ۳۸۲ ۳۸۳ ۳۸۴ ۳۸۵ ۳۸۶ ۳۸۷ ۳۸۸ ۳۸۹ ۳۹۰ ۳۹۱ ۳۹۲ ۳۹۳ ۳۹۴ ۳۹۵ ۳۹۶ ۳۹۷ ۳۹۸ ۳۹۹ ۴۰۰ ۴۰۱ ۴۰۲ ۴۰۳ ۴۰۴ ۴۰۵ ۴۰۶ ۴۰۷ ۴۰۸ ۴۰۹ ۴۱۰ ۴۱۱ ۴۱۲ ۴۱۳ ۴۱۴ ۴۱۵ ۴۱۶ ۴۱۷ ۴۱۸ ۴۱۹ ۴۲۰ ۴۲۱ ۴۲۲ ۴۲۳ ۴۲۴ ۴۲۵ ۴۲۶ ۴۲۷ ۴۲۸ ۴۲۹ ۴۳۰ ۴۳۱ ۴۳۲ ۴۳۳ ۴۳۴ ۴۳۵ ۴۳۶ ۴۳۷ ۴۳۸ ۴۳۹ ۴۴۰ ۴۴۱ ۴۴۲ ۴۴۳ ۴۴۴ ۴۴۵ ۴۴۶ ۴۴۷ ۴۴۸ ۴۴۹ ۴۵۰ ۴۵۱ ۴۵۲ ۴۵۳ ۴۵۴ ۴۵۵ ۴۵۶ ۴۵۷ ۴۵۸ ۴۵۹ ۴۶۰ ۴۶۱ ۴۶۲ ۴۶۳ ۴۶۴ ۴۶۵ ۴۶۶ ۴۶۷ ۴۶۸ ۴۶۹ ۴۷۰ ۴۷۱ ۴۷۲ ۴۷۳ ۴۷۴ ۴۷۵ ۴۷۶ ۴۷۷ ۴۷۸ ۴۷۹ ۴۸۰ ۴۸۱ ۴۸۲ ۴۸۳ ۴۸۴ ۴۸۵ ۴۸۶ ۴۸۷ ۴۸۸ ۴۸۹ ۴۹۰ ۴۹۱ ۴۹۲ ۴۹۳ ۴۹۴ ۴۹۵ ۴۹۶ ۴۹۷ ۴۹۸ ۴۹۹ ۵۰۰

وديعة بجريان الاعطاء يحتمل الهبة لكن الوديعة ادلّ وهو متبقى فحصل كناية اور ودیعت کا کرنا ایجاب ہو خواہ صریحا ایجاب ہو جیسا کہ یوں کہنا کہ میں نے
تیرے پاس ودیعت رکھی خواہ کنایہ ایجاب ہو جیسا کہ ایک شخص کا دوسرے سے یوں کہنا کہ مجھکو ہزار درم دے یا یہ کہنا مثلاً مجھکو دے سو اسکے کہا کہ میں نے تجھکو دیئے تو یہ ودیعت ہے کذا فی البحر اسواسطے
کہ دونوں ہبہ اور ودیعت دونوں کا احتمال رکھتا ہے لیکن ودیعت کنایہ صریح ہے اور ہبہ یقینی ہے تو یہ کنایہ ٹھہرا ایجاب ودیعت کا حکم کنایہ سے یہاں یہ مراد نہیں کہ لازم سے انتقال ہو کملزوم کیطرف بلکہ یہاں کنایہ سے یہ مراد ہے کہ جو ایک شے اور غیر شے دونوں کا احتمال رکھے چنانچہ کنایہ طلاق کذا فی الطحطاوی ولو تعارفا كما لو وضع ثوبه بين يدي رجل ولم يقل شيئا
فهو ايداع یا ایجاب قولی نہیں بلکہ فعلی ہو چنانچہ ایک شخص نے اپنا کپڑا ایک مرد کے آگے رکھ دیا اور کچھ نہ بولا تو یہ فعل ودیعت کا سپرد کرنا ہے ہم خلاصہ میں ہی کہا ہے کتاب ایک
قوم کے آگے رکھ دی پھر وہ لوگ سکوت پر مر کر چلے گئے تو سب پر تاوان آویگا اور صورت تلف ہو جانے کے اور اگر ایک ہی اٹھا لے پہلے شخص پر تاوان نہ ہوگا کیونکہ وہ حفاظت کیواسطے
متعین ہو گیا تو ضمان کے واسطے بھی مخصوص ہو گیا انتہی تو یہ ایجاب اور قبول دونوں فعلی ٹھہرے والقبول من الموضع صريحا كقبلت اور رکن ودیعت قبول کرنا ہے وضع کی جانب سے خواہ قبل صریح ہو چنانچہ یوں کہنا کہ میں نے ودیعت کو قبول کیا او دلالة كما لو سكت عند وضعه فانه قبول دلالة كوضع شاته في حمام بمرأى
من الشابي وكفوله لرب الخان انزل دابتك هنا فقال هنا ابدا اعاما فانيه یا قبول باغبار دلالت حال کے چنانچہ اگر چپ ہا اسکے رکھنے کیوقت تو یہ قبول کرنا
ودیعت کا دلالت حال کی راہ سے ہوا جیسا کہ اپنے پرے رکھنا حمام میں کپڑوں کی نگہبانی کے سامنے اور چنانچہ مسافر کا کہنا مسافر خانے کے مالک و مہتمم سے کہ کہاں اپنا گھوڑا یا اونٹ باندھوں سو اسنے کہا وہاں یہ ایداع ہے کذا فی الخانیہ ہم اس صورت میں ایجاب اور قبول دونوں دلالت میں هذا في حق وجوب الحفظ واما في حق
الامانة فتتم بالايجاب فحده حتى لو قال للغاصب او عند المغصوب بريء عن الضمان وان لم يقبل اختيارا اور یعنی ایجاب اور قبول کا رکن ہونا
وجوب حفاظت کے حق میں ہے اور امانت کے حق میں تو فقط ایجاب تمام ہو جاتی ہے تو اگر غاصب سے مغصوب نے کہا کہ میں نے مال مغصوب کو تیرے پاس ودیعت رکھا تو غاصب اس سے
بری ہو گیا اگرچہ غاصب اسکو قبول نہ کرے کذا فی الاختیار ہم حق امانت کے مراد یہ ہے کہ تاوان نہ آوے اور عدم قبول اسمیں سکوت اور رد دونوں کو شامل ہے کذا فی الطحطاوی وشرطها
كون المال قابلا لاثبات اليد عليه فلو اودع الآبق والطير في الهواء لم يضمن اور ودیعت کی شرط یہ ہونا مال کا دست رس کے لائق تو اگر
غلام گریختہ کو یا بسکار کو ہوا میں ودیعت رکھا تو تاوان لازم نہ ہوگا یعنی اسواسطے کہ ایداع صحیح نہیں اور اسی طرح حکم ہے ساقطی البحر کا وكون الموضع مكلفا شرط
لوجوب الحفظ عليه فلو اودع صبيا فاستهلكها لم يضمن ولو عبدا محجورا ضمن بعتقه او زوجه كما بلغ ہونا یہ شرط ہے اسپر
نگہبانی واجب ہونے کی تو اگر ودیعت کسی صغیر کے پاس سوائے وہ چیز تلف کر ڈالی تو اسپر تاوان نہیں اور اگر غلام محجور (منع تصرف) کے پاس ودیعت رکھی تو اسپر تاوان
آویگا اسکے آزاد ہونے کے بعد یعنی شرط اسکے بالغ ہونیکے وهي امانة هذا حكمها مع وجوب الحفظ وللاداء عند الطلب فيستحق بقبولها
اور ودیعت امانت ہے حکم یہ ہے کہ ودیعت کا ساتھ واجب ہونے نگہبانی کے اور واجب ہے ادائے ودیعت کے مالک کے مانگنے کیوقت اور ساتھ متمکن ہونے قبول ودیعت کے عدم
ادا کے وديعة عند الطلب اجب ہے لیکن اگر تلوار ودیعت ہو اور مالک مانگے کسی انسان کے ناحق مارنے کو تو اسوقت نہ دینا لازم ہے چنانچہ در المنتقی میں ہے فلا
تضمن بالهلاك الا اذا كانت الوديعة باجرا شباكه مغربا للوليعي جب ودیعت امانت ٹھہری تو اسکے تلف ہو جانے سے تاوان نہیں مگر جبکہ ودیعت اجرت
سے ہو چنانچہ شباہ من ہے زیلعی سے منقول ہم زیلعی نے ضمان اجیر میں وجہ اسکی یوں بیان کی ہے کہ اجیر بہ حفظ و ودیعت کا بالقصد مقابلہ عوض کے واجب ہے کذا
في الطحطاوي مطلقا سواء امكن التحرز عنه ام لا هلك معها شيء او لا بعد بيت الدار قطني ليس على المستودع غير المغل ضمان
ہلاک ودیعت سے مطلقاً ضمان نہیں خواہ ہلاک سے بچا رہ سکے یا نہ ہو مانند کوئی چیز ودیعت کے ساتھ تلف ہوا بسبب حدیث دار قطنی کہ ودیعت قبول کرنے والے غیر
خائن پر تاوان نہیں واشتراط الضمان على الامين كالخائن باطل به يفتى خلاصه وصدر الشريعة اور تاوان کا شرط کر لینا امانت
دار پر چنانچہ حامی اور مسافر خانے والے پر باطل ہے ایسا فتوی ہے کذا فی الخلاصہ وصدر الشریعہ وليس للمودع حفظ ماله بنفسه وعياله كما له اور ودیعت قبول کرنیوالے کو

ودیعت قبول کرنا اور طلب کیوقت اور مطلب کا بھی ہے کہ اسکا بھی ہے کہ اسکا بھی

جائز ہی حفاظت کرنا ودیعت کا بذات خود اور اپنے عیال سے اپنے مال کیطرح وَهُوَ مَنْ يَسْكُنُ مَعَهُ حَقِيقَةً اَوْ حُكْمًا مَنْ ہوتم اور وہ یعنی مستودع کے عیال وہ لوگ ہین جو اُسکے ساتھ رہتے ہون حقیقتاً یا حکماً وہ لوگ اُسکے عیال ہین جنکو وہ نفقہ دیتا ہو یعنی عیال سمجھ وہ لوگ ہین جو اُسکے ساتھ رہتے ہون خواہ نان نفقہ مین شریک ہون یا نہون مگر وہ جادر اور صغیر مین مساکنت حقیقی ضرور نہین تو بوجہ اس تفسیر کے اگر مستودع ودیعت اس اپنی کو دے جو اُسکے ساتھ رہتا ہی تو اسپر تاوان لازم نہوگا خلاصہ یہ ہی کہ مستودع کہین گیا اور کنبی اپنے مکان کی غیر کو دیگیا پھر جب اپنے گھر مین آیا تو ودیعت کو نپایا تو اُسپر تاوان نہین کیونکہ کنبی دیجانے سے دوسرے کے ہاتھ مین گھر کو نہین کر گیا کذا فی الطحاوی خلود فعها اولده الصغير و نو وجته ولا يسكن معهما لا يتقى عليهما لانه يتضمن خلاصته اگر امانت دار نے اپنے ولد صغیر کو اور اپنی زوجہ کو ودیعت دی اور حالانکہ وہ شخص دونون کے ساتھ نہین رہتا اور اُنکو نفقہ نہین دیتا تو اُسپر تاوان نہوگا کذا فی الخلاصہ ہم یہ تفریع ہی سکونت حکمی پر اسواسطے کہ ولد صغیر اور زوجہ اگرچہ دوسرے گھر مین رہتے ہون مگر وہ دونون درحکم ساکن زوج اور باپ کے ہین اور یہی حکم ہی غلام کا لیکن ولد مین بہ شرط ہی کہ حفاظت ودیعت پر قادر ہو کذا فی الطحاوی وكذا لو دفعها لزوجها ان العبرة للمساكنة لا للنفقة وقيل يعتبران معا عيني اور اسی طرح ضمان نہین اگر زوجہ اپنے زوج کو ودیعت غیر شخص کی دے اسواسطے کہ باہم سکونت کا اعتبار ہی نہ نفقہ دینے کا اور قول ضعیف یہ ہی کہ باہم سکونت اور نفقہ دونون معتبر ہین عیال ہونے مین کذا فی العینی وشرط كونه اى ممن في عياله امينا فلو علم خيانته ضمن خلاصه اور اُسکے عیال کا امانت دار ہونا شرط ہی دفع وصیت مین تو اگر انمین سے کسیکی خیانت اور دغابازی معلوم ہو اور پھر اسکو ودیعت غیر کی سپرد کرے تو اُسپر تاوان لازم ہوگا بقنیہ در صورت ہلاکی کذا فی الخلاصہ ہم دو صورتون مین تاوان نہین جبکہ امانت داری معلوم ہو اور جب کہ مطلق اُسکا حال معلوم نہو وجاز لمن في عياله الدفع ليتي في عياله اور جو شخص کہ مستودع کی عیال مین ہی اُسکو جائز ہی دینا ودیعت کا اپنی عیال کو ولو نهاه عن الدفع الى بعض من في عياله فدفع ان وجد بدا منه بان كان له عيال غيره ابن ملك ضمن الا ان اور اگر مالک نے مستودع کو اُسکی بعض عیال کے دینے سے منع کردیا پھر اُسنے اُسی شخص کو ودیعت سپرد کی تو اگر اُسکو اُسکے دینے کی ضرورت نہو اسطرح پر کہ اُسکی عیال مین سوا اُس شخص کے اور شخص بھی ہی کذا ذکرہ ابن ملک تو اُسپر تاوان آویگا اور اگر وہ ناچار ہو یعنی اُسکے سوا دوسرا شخص اُسکی عیال مین نہو تو اُسکے دینے سے تاوان آویگا وان حفظها بنفسه او بمن ضمن وعن محمد ان حفظها ممن يحفظ ماله كوكيله وعبده ومأذونه وشريكه مفاوضة وعنانا جاز وعليه الفتوى ابن ملك واعتمده ابن الكمال وغيره واقره المصنف اور اگر مستودع نے ودیعت کی حفاظت کروائی اور لوگون سے سوا سے اپنے عیال کے تو اُسپر تاوان آویگا اور محمد سے روایت یہ ہی کہ اگر حفاظت کروائی اُن لوگون سے جن سے اپنے مال کی حفاظت کرواتا ہی چنانچہ اُسکا وکیل اور غلام ماذون اور اُسکا شریک مفاوض اور شریک عنان تو جائز ہی اور اسی قول پر فتوی ہی کذا صرح بہ ابن ملک اور اعتماد کیا ہی اسپر ابن کمال نے ایضاح و اصلاح مین اور اسکے سوا اور علماء نے بھی اسی قول پر اعتماد کیا ہی اور مصنف رح نے اپنی شرح مین اس قول کو ثابت رکھا ہم نہایہ مین یہ فتوی تمرتاشی کیطرف منسوب ہی اور تمرتاشی نے سکی نسبت ملوانی کیطرف کی ہی واللہ اعلم تحفہ مین حفظ ودیعت مین عیال کو شرط نہین کیا بلکہ یون کہا ہی کہ مودع ودیعت کی اسطرح حفاظت کرے جیسے اپنے مال کی حفاظت کرتا ہی کذا فی الطحاوی الا اذا خاف الحرق والغرق وكذا غالبا محيط غلوغير محيط ضمين فسلمها الى جاره او الى ذلك آخر غیر عیال کے دینے مین تاوان ہی مگر جبکہ مستودع آگ کے جلانے سے یا پانی کے غرق کردینے سے ڈرے اور حرق اور غرق غالب یعنی بکثرت اور مستودع کے مکانات منزل کو محیط ہون اُس حالت مین وہ اپنے پڑوسی کو یا دوسرے کشتی والو نکو ودیعت سپرد کرے تو تاوان نہین تو اگر حرق اور غرق محیط نہو تو غیر کے دینے سے تاوان اُسپر آویگا ہم حموی نے کہا یہ ضرور ہی کہ حرق اور غرق منزل مودع کو محیط ہو تمرتاشی نے کہا وہ اُنس زنی مراد ہی جو جمیع مکانات دار کو محیط ہو کذا فی الطحاوی الا اذا امكنه وضعها لمن في عياله او القاها فوقعت في البحر ابتداء او بالتعدي حرم ضمن يعني خوف حرق یا غرق مین تاوان نہین مگر جبکہ مستودع کو اس حالت مین اپنی عیال کو ودیعت سپرد کرنا ممکن ہو یا ودیعت کو اُسنے ناؤ پر سے پھینکدیا ہو سو وہ پہلے سے دریا مین گر پڑے یا ڈھلک کر گر پڑے تو اُسپر تاوان آویگا کذا فی الزیلعی یعنے اسواسطے کہ اُسکے فعل سے اتلاف حاصل ہو

فان ادعاہ ای الدغم بجارہ او طلب اخر صدق ان علم دفوعہ ای الحق ببینتہ ای بدار المودع سواگر مستودع نے ودیعت دینے کا اپنے پڑوسی کو یا دوسری کشتی مین رکھدینے کا دعوی کیا تو اسکے قول کی تصدیق ہوگی بشرطیکہ اسکے گھر کا آگ لگنا معلوم ہو اور اسی طرح وقوع غرق در بابت ہوا ان یعلم وقوع الحرق فی دارہ لا بصدقہ الا ببینتہ تحصل بین کلامی الخلاصہ والھدایہ التوفیق وباللہ التوفیق اور اگر اسکے گھر مین وقوع آتش زنی معلوم نہو تو اسکے قول کی تصدیق نہوگی مگر گواہون سے تو اس تقریر سے خلاصہ کے اور ہدایہ کے کلام مین توفیق حاصل ہوگئی یعنے اختلاف زائل ہوگیا اور خدا ہی کی جانب سے توفیق ہی خیر کی ہم خلاصہ کی عبارت کا حاصل یہ ہی کہ جب وقوع آتش زنی اسکے گھر مین معلوم ہو تو اسکا قول مقبول ہی اور نہین تو مقبول نہین اور ہدایہ کا خلاصہ یہ ہی کہ اسکی تصدیق نہوگی مگر شہادت سے انتہی تو اگر ہدایہ کی عبارت کو عدم علم وقوع حریق پر محمول کیجیے تو دونون عبارتون کا اختلاف رفع ہوتا ہی اور یہ توفیق ذخیرہ مین منقول ہی منتقی سے ولو منعہ الودیعۃ ظلما بعد طلبہ لو دودیعتہ فلو لجمیلہا الیہ لم یضمن ابن ملک بنفسہ ولو حکما کو کیلہ بخلاف رسولہ ولو بعث مع رسولہ ولو بعثہ مع علی الظاہر قادرا علی تسلیمہا ضمن اور اگر مستودع نے مالک کو ودیعت ندی از راہ ظلم کے بعد خواہش کرنے مالک کے رد و دیعت کو بذات خود اگرچہ خواہش ذاتی حکمی ہو چنانچہ اسکے وکیل کی طلبگاری حالانکہ مستودع تسلیم و دیعت پر قادر ہی تو اسپر تاوان لازم ہوگا اور اگر مالک کی طرف اٹھا لیجانے کے سبب سے منع و دیعت صادر ہو تو تاوان نہ ہوگا کذا ذکرہ ابن ملک بخلاف پیام رسان یعنے اگر مالک کا فرستادہ طلب ودیعت کرے تو اسکے ندینے سے تاوان نہین اگرچہ مالک کی جانب سے کوئی نشانی لایا ہو بنا بر ظاہر الروایۃ کے وبالا بان کان عاجزا او خاف علی نفسہ او مالہ بان کان مدیونا معہا ابن ملک لا یضمن کطلب الظالم اور اگر تسلیم و دیعت پر قادر نہو اسطرح پر کہ عاجز ہو یا ڈرتا ہو اپنی جان یا مال پر اسطرح پر کہ مستودع کا مال و دیعت کے ساتھ گرو ہو کذا ذکرہ ابن ملک تو منع سے تاوان نہ دیگا جیسے طلبگاری مالک جفاکار کے ندینے مین تاوان نہین ہم محیط مین ہی کہ اگر ایام فتنہ و فساد مین ودیعت مانگی اور اسنے کہا کہ مین اسوقت مین اسپر قادر نہین ہون اسواسطے کہ دور رکھی ہی یا وقت تنگ ہی پھر اسکی طرف غارت واقع ہوئی سو مستودع پر لازم کہ وہ ودیعت بھی لٹ گئی تو اسپر تاوان نہین اور اسکا قول مقبول ہی اسنے مالک ظالم کی صورت یہ ہی کہ مالک نے اپنی ودیعت مانگی ظلم کرنے کے واسطے تو ندینے مین تاوان نہین یعنے اگر بعد منع و دیعت ضایع ہو تو تاوان نہین اور اسی طرح اگر مولے اپنے غلام ماذون یا عیال ماذون کی ودیعت مانگے تو منع ظلم نہین اس احتمال سے کہ شاید وہ مال غیر مولی کا ہو کذا فی الطحطاوی قولہ کانت الودیعۃ سیفا اراد صاحبہ ان یاخذہ لیضرب بہ رجلا فلہ المنع من الدفع الی ان یعلم انہ ترک الرای الاول وانہ ینفع بہ علی وجہ معتاد جواہر تو اگر ودیعت تلوار ہو مالک اسکا چاہتا ہو کہ اسکو لیکر کسی مرد کو اس سے ناحق قتل کرے تو اسکو تلوار کا نہ دینا جائز ہی یہان تک کہ اسکو معلوم ہو جائے کہ مالک نے پہلی بجو بز یعنے قتل ناحق کو ترک کر دیا اور وہ تلوار سے منتفع ہوگا بطریق مباح کے کذا فی الجواہر کما لو ادعت امواۃ کتابا بانہ اقرار منہا للزوج بمال او بقبض مہرہا منہ فلہ منعہا منہ لان لہ حق الذوج خانیہ چنانچہ ایک عورت نے ایک ستاونزد ودیعت رکھی جسمین عورت کا اقرار ہی زوج کے مال کا یا مہر لے چکنے کا تو مستودع کو جائز ہی کہ ستاونزد عورت کو نہ دے تاکہ زوج کا حق نہ جاتا رہے کذا فی الخانیہ ومنہ من المنع ظلما مونتہ ای صوت المودع محتاجا فانہ یقدم فی الظاہر وینبغی ان یکون ہذا فی زمانہ اور زمانہ منع ناحق سے ہم مرجانا مستودع کا مانا جائیگا ودیعت سپرد تاوان آدیگا تو ودیعت مذکورہ دین ہوجائیگی اسکے ترکہ مین ہم جب بنے بیان نکدیا کہ چیز میرے پاس فلانے شخص کی ودیعت ہی تو وہ مستہلک ٹھہرا اس تعمیل سے اور عدم بیان سے لہذا تاوان اسپر لازم آیا الا اذا علم ان ورثتہ یعلمہا مالہ ضمان مگر جبکہ مورث جانتا ہو کہ میرا وارث اس ودیعت کو جانتا ہی تو عدم بیان سے تاوان نہین ولو قال الورثۃ انا نعلمہا وانکر الطالبان قسمہا وقال ہی کذا وانا علمتہا وہلکت صدق اور اگر مستودع کے وارث نے کہا کہ مین ودیعت کو جانتا ہون اور مالک طالب اسکا منکر ہو تو اگر وارث ودیعت کو کھول کر بیان کرے اور کہے کہ فلانی چیز ودیعت ہی

اور جس اسکو جانتا تھا اور وہ تلف ہوگئی تو وارث کی تصدیق ہوگی یعنے صورت پر تاوان نہ آویگا هٰذَا وَمَا لَوْ كَانَتْ عِنْدَهُ سَوَاءٌ اِلَّا فِي مَسْئَلَةٍ وَهِيَ اَنَّ الْوَارِثَ اِذَا دَلَّ السَّارِقَ عَلَى الْوَدِيْعَةِ لَا يَضْمَنُ الْمُوَدَّعُ اِذَا دَلَّ مُتَضَمِّنٌ خَلْعَهُ یعنی ودیعت کا وارث کے پاس ہونا اور چور کے پاس ہونا دونوں برابر ہیں عدم ضمان میں وصورت تعدی مگر ایک مسئلے ان برابر نہیں وہ مسئلہ یہ ہے کہ اگر وارث جب سارق کو ودیعت بتادے تو اُسپر تاوان نہیں اور ودیعت کا قبول کرنے والا جب سارق کو بتاویگا تو تاوان دیگا کذا فی الخلاصۃ اِلَّا اِذَا مَنَعَهُ مِنَ الْاَخْذِ حَالَ الْاَخْذِ اگر جب کہ ستدوع سارق کو روک دے ودیعت کے لینے سے لینے کے وقت یعنی اول اسنے ودیعت سارق کو بتادی پھر سارق جب لینے آیا تو اُسنے لینے سے روکا سو سارق نہ دیتی سے لیگیا تو اُسپر ضمان نہیں کذا فی الظہیریۃ وی عن الخلاصۃ کَمَا فِي سَائِرِ الْاَمَانَاتِ اَنَّهَا تَنْقَلِبُ مَضْمُوْنَةً بِالْمَوْتِ تحویل کثیر ہے وَمُقَاوِضَةً بِالْجُحُوْدِ ودیعت کے سوا اور باقی امانات منقلب بضمان موجاتی ہیں بمنے انکار تاوان لازم ہوجاتا ہے امین کی موت بلا بیان سے شریک و رمضاوض کی موت کے مانند ہے عطف مفاوض کا شریک پر خاص کا عطف ہے عام پر اِلَّا فِي عَشَرَةٍ عَلَى مَا فِي الْاَشْبَاهِ اگر دس مسئلوں میں موت بلا بیان سے تاوان نہیں کذا فی الاشباہ مِنْهَا نَاظِرٌ اَوْدَعَ غَلَّاتِ الْوَقْفِ ثُمَّ مَاتَ مُجْهَلًا فَلَا يَضْمَنُ من جملہ مسائل عشرہ ایک یہ ہے کہ ناظر نے غلات یعنی حاصلات وقف کو ودیعت رکھا کسی شخص کے پاس پھر بلا بیان ودیعت مرگیا تو اُسپر تاوان نہیں قَيَّدَ بِالْغَلَّةِ لِاَنَّ النَّاظِرَ لَوْ مَاتَ مُجْهَلًا لَزِمَ الْبَدَلُ ضَمِنَهُ اشباہ ای یضمن المستبدلۃ قلت فعلی ہذا الموقوف علیہ بالاولی کما سیاتی الموقوف علی القول بجوازہ تالہ المصنف واقرہ ابنہ فی الزواہر وَقَيَّدَ مَوْتَهُ مُجْهَلًا بِالْجَهَالَةِ فَلَوْ بِمَرَضٍ وَنَحْوِهِ ضَمِنَ لِاِمْكَانِهِ مِنْ بَيَانِهَا فَكَانَ مَا تَلِفَ مَالُهَا فَلَمَّا فِيهِ مِنْ تُهْمَةِ مَا جَنَتْ فِي النَّظَرِ لِوَسَائِلِ التُّهَمِ مصنف رحمہ نے حاصلات وقف کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر ناظر مرجاے بلا بیان بدل وقف کے تو اُسپر اُسکا تاوان آویگا کذا فی الاشباہ مال بدل یعنی وقف کی بدلی ہوئی زمین کا ثمن جس کو ناظر نے وقف کی تبدیل سے بطریق اولی اُسپر تاوان ہوگا بنا بر دراہم وقفی کی تبدیل جواز وقف دراہم کے قول پر اسیا کچھ کہا ہے مصنف رحمہ نے اپنی شرح منن اور ثابت رکھا ہے اُسکو مصنف رحمہ کے بیٹے شیخ صالح نے زواہر حاشیہ اشباہ میں اور صاحب دار نے موت ناظر میں اگہانی موت کی قید لگائی تہمت کی راہ سے نہ دار ہے سبب جو اگر ناظر کی موت مرض وغیرہ سے ہو تو تبدیل سے تاوان اُسپر آویگا بسبب تاوار ہونے ناظر کے بیان ودیعت پر تو ناظر ناحق مانع ودیعت کا ٹھہرا تو تاوان دے اور صاحب دار نے اُسکو رد کیا جسکی تفصیل الفصل الوسائل میں طرطوسی نے بحث کی ہے تو فہرد ار رہو ہوم مصنف رحمہ کا کلام عام ہے غلات مسجد اور غلات مستحقین وقف میں اور علامہ بیری نے کہا غلات مسجد کی تبدیل میں تاوان نہیں اور غلات مستحقین کی تبدیل میں تاوان ہے اور طرسوسی نے غلات مستحقین میں من حیث البحث تفصیل کی ہے کہ اگر مستحقین نے ناظر سے مال مانگا سو اور اُسنے تاخیر کی ہو اور بلا بیان مرگیا ہو تو اُسپر تاوان ہے اور نہیں تو یوں کہنا لائق ہے کہ اگر ناظر مشہور بین الناس اور دیانت دار ہو تو تاوان نہیں شیخ صالح نے کہا کہ جب بلا بیان مرگیا تو ظالم تقصیر وار ٹھہرا خواہ مستحق نے طلب کیا ہو یا نہ کیا ہو تو اُسپر تاوان ہے اور اگر وہ مشہور ہو تا تو میں موت اپنی گلو خلاصی کرتا تو بہتر وہی قول ہے جسپر شارح اعلام من کذا فی الظہیریۃ مختصر وَمِنْهَا مَا لَوْ مَاتَ مُجْهَلًا لَا مَوَالِي الْيَتَامٰى زَادَ فِي الْاَشْبَاهِ عَنْهُ مِنْ اَوْدَعَهَا وَلَا بُدَّ مِنْهُ كَمَا لَوْ وَضَعَهَا فِي بَيْتِهِ مَاتَ مُجْهَلًا ضمن لانہ مُوَدَّعُ غَيْرِهِ فِيمَا لَوْ دَفَعَ غَيْرُ الْقَاضِي لَا لِيَتِيمٍ لِاَنَّهُ لَا وِلَايَةَ لِلدَّفْعِ اِلَّا لِلْقَاضِي اَوْ وَصِيِّهِ اَوْ اَبِي الْيَتِيمِ عَلَى الْمُعْتَمَدِ كَمَا فِي تَنْوِيرِ الْبَصَائِرِ فَلْيُحْفَظْ اور از انجملہ یہ مسئلہ ہے کہ قاضی بلا بیان اموال یتامی مرگیا اشباہ میں اسقدر زیادہ ہے کہ قاضی اسکے بلا بیان مرگیا کہ یتیم کا مال اسکے پاس اُسنے ودیعت رکھا اور یہ قید ضروری ہے اسواسطے کہ اگر قاضی مال یتامی کا اپنے گھر رکھے اور وہ جاتا رہے تو اُسپر تاوان ہوگا اسواسطے کہ وہ موضع حفاظت اسصورت کے نہ تھا سے غیر شخص کے پاس ودیعت سپرد کی اسواسطے کہ قاضی کو ایداع مال یتیم کی ولایت ہمہ قول معتمد کذا فی التنویر البصائر تو اسکو یاد رکھنا چاہیے وَمِنْهَا سُلْطَانٌ اَوْدَعَ بَعْضَ الرَّعِيَّةِ عِنْدَهُ خَازِنُهُ مَاتَ مُجْهَلًا اور از انجملہ مسئلہ یہ ہے کہ سلطان نے رعیت کا بعض مال خازنی کے پاس ودیعت رکھا پھر بلا بیان مرگیا تو سلطان پر ضمان نہیں ہم اور از انجملہ وہی ہے جبکہ بلا بیان مرجائے اور از انجملہ باپ ہے جبکہ بلا بیان مال صغیر مرجاے اور از انجملہ وارث ہے جبکہ بلا بیان مرجائے کہ اُسنے مورث کے پاس کیا ودیعت رکھا تھا اور از انجملہ اُس شخص کی موت بلا بیان ہے جسکے گھر میں آندی سے اوٹکر کوئی چیز گر پڑی اور از انجملہ موت غلام ہے بلا بیان یعنی اُسکے مولے نے اسکے گھر میں کوئی چیز دیوان اُسکے امر کے رکھی اور از انجملہ موت غیر ہے بلا بیان ودیعت غیر کے سو نہیں تاوان نہیں

امین بکذا فی الطحطاوی عن الاشباہ قلت ومن ہذا مسئلۃ احد المتفاوضین علی المعتمد لما نقلہ المصنف ہنا وفی الشرکۃ عن وقف الخانیۃ ان الصواب انہ ہنا کذلک بیت شریکہ بموتہ مجہلا او خلطہ غلطا قلت واقرہ محشوہا فبقی المستثنی تسعۃ فلیحفظ اور نجلا مسائل کو یہ کہ نہیں ذمہ مسئلہ احد المتفاوضین کا برقول معتمد اسواسطے کہ مصنف رہنے ذاتی شرح میں یہاں یعنے کتاب الودیعۃ میں اور کتاب الشرکۃ میں خانیہ کی کتاب الوقف سے نقل کیا ہی کہ صواب یہ کہ شریک متفاوض تاوان دیگا اپنے شریک کے حصہ کا اپنی موت بلا بیان سے اور اسکا مخالف قول غلط ہی میں کہتا ہوں اور اشباہ کے محشیوں نے اس منصوب کو ثابت رکھا تو مستثنے نو مسئلے باقی رہگئے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم یعنی صاحب اشباہ نے دس مسئلے مستثنے کئے تھے جنمیں امین کی موت بلا بیان سے تاوان نہیں آتا اور پنجلا مسائل عشر شریک متفاوض بھی تھا جو حسب شرح شمہ ان میں سے ہم نے ساقط کر دیا تو نو مسئلے مستثنے باقی رہ گئے وزاد الشرنبلالی فی شرحہ الوہبانیۃ علی العشرۃ تسعۃ الجد ووصیہ ووصی القاضی وستۃ من المحجورین کالمجنون یشمل سبعۃ فانہ لصغیر وفی وجنون ومغفل دین وسفیہ وعتیہ اور شرنبلالی نے اپنی شرح وہبانیہ میں مسائل عشرہ پر دسویں اور زیادہ کئے ہیں یعنی دادا اور اسکا وصی اور قاضی کا وصی اور چھ شخص محجورین سے اسواسطے کہ حجر یعنے منع تصرف سات شخصوں کو شامل ہی کیونکہ حجر بسبب طفلی اور رقیت و جنون اور غفلت اور دین اور سفاہت اور نقصان عقل سے ہوتا ہی ہم چونکہ صغیر اشباہ میں زیر ہی تو محجورین سے پنجشخص باقی رہگئے والمعتوہ کصبی فان بلغ ثم مات لا یضمن الا ان یشہدوا انہا کانت فی یدہ بعد بلوغہ لزوال الامین وہو الصبا اور معتوہ یعنی ناقص العقل صغیر کے مانند ہی اگر صغیر بالغ ہو پھر طاری ہوجائے تو اسپر ضمان نہیں مگر جبکہ گواہ یہ گواہی دیں کہ ودیعت اسکے ہاتھ میں تھی بعد اسکے بالغ ہوجانے کے بسبب دیوانہ ہونے کے ضمان کے یعنی بطلی نرہی بعد بلوغ کے جو مانع تھی ضمان کی فان کان الصبی والمعتوہ ماذونا لہما ماتا قبل البلوغ والافاقۃ ضمنا کذا فی شرح جامع الوجیز سوا اگر صغیر اور معتوہ ماذون ہوں یعنے ماذون فی التجارۃ ہوں کذا فی خزانۃ الاکمل یا ماذون ہوں قبل ودیعت میں کما فی الوجیز پھر دونوں مرجائیں قبل بلوغ اور ہوشیاری کے تو نہیں تاوان آویگا کذا فی شرح الجامع لوبیرم جامع سے جامع کبیر مراد ہی اور وجیز امام ہی اسکی شرح کا کذا فی الطحطاوی قال فیلزم المستعیر ونظمہا بعضہم فقال

عطفت کرکے وہی ہذہ اشعار وکل امین مات والعین تحضر + وما وجدت عینا فدینا تصیر + سوی مودع الوقف ثم مقاوض ودودع مال الغنم وہو المؤمر اور وہ چار ہیں یہ ہیں کہ جو امین مرگیا اور عین کا وہ حافظ اور جامع تھا اور جو امانت کہ اسکے پاس معین اور مشخص پائی گئی تو وہ امانت دین ہوجاتی ہی اسکے ذمہ دے کے مین سوا متولی وقف کے بھر سوا شریک مفاوض کے اور سوا حال غنیمت کے مودع کے اور مودع بالکسر سے مراد امیر لشکر ہم مذکور ہوچکا کہ شریک مفاوض کو ان مسائل میں شمار کرنا غلط ہی اشعار وصاحب دار الفتیم مثل ما + لو القاہ ملاک بالیس بشعر کذا فی الجد وقاضی وصیتہ × جمیعا ومحجور فخابرت تسیطا اور وہ صاحب خانہ جسکے گھر میں ہونے کچھ مال دیا مانند اس صورت کے کہ مالکان مال نے اپنا مال گھر میں ڈال دیا اور صاحب خانہ اس سے خبر نہیں اسی طرح دادا اور دادا اور قاضی اور ان سب تینوں کے وصی اور شخص محجور التصرف پھر بعد اسکے دارثہ تو ہم ہم محجور انواع سبعہ مذکور کو شامل ہی تو یہ سب الجملہ امین ہوئے جنکی موت بلا بیان سے تاوان نہیں آتا کذا فی الخلاصۃ المودع یجنیہا او یغیر بہا او مال اخر ابن کمال بغیر اذن المالک بحیث لا یتمیز الا بکلفۃ کخلطہ بشعیر ودراہم جیاد بزیوف مجتبی ضمنہا لاستہلاکہ یا بالخلط اور اسی طرح اگر مودع نے ودیعت کے ساتھ ہم جنس ودیعت یا غیر جنس کو ملایا خواہ اپنے مال خلطا یا یا غیر شخص کے مال سے کذا ذکرہ ابن کمال بغیر اذن مالک کے ملایا اسطرح کہ ودیعت جدا نہیں ہوسکتی یا مشکل جدا ہونا جیسا گیہوں کا ملانا جو کے ساتھ اور کھرے درہموں کا ملانا کھوٹے درہموں کے ساتھ کذا فی المجتبی تو مودع اس ودیعت کا تاوان دیگا بسبب تلف کردینے مودع کے مالدینے سے ہم امام رحمہ کے نزدیک خلط استہلاک ہی لہذا اسپر ضمان لازم ہی خواہ خلط بطریق مجاورت کے ہو چنانچہ گیہوں کا خلط گیہوں کے ساتھ خواہ خلط بطور ممازجت کے ہو چنانچہ خلط بائع کا مبیع سے جیسے تل کا تیل سے یا سرکے کا سرکے سے لکن لا یباح تناولہا قبل اداء الضمان

لیکن دو بعت مخلوط کا تناول اور استعمال جائز نہیں قبل اذ کرنے تاوان کے وَصَحَّ الْاِبْرَاءُ اور صحیح ہے معاف کردینا بشرطیکہ مال مودع کو معاف کردے تو صحیح ہے اور اسکا حق عین اور دین سے ساقط ہوگا اسواسطے کہ ذاتی البحر وَلَوْ خَلَطَهُ بِرَدِيْءٍ ضَمِنَهُ لِاَنَّهُ عَيْبِيَّةٌ وَبِكِيْسِهٖ شَرِيْكٌ لَهُ صَمَّهُ هِنْدِيَّةٌ اور اگر جید کے ساتھ ردی کو ملایا تو جید کا تاوان دے اسواسطے کہ اسنے اسکو عیب دار کردیا اور اسکے بکیس میں یعنی اگر مودع نے ردی دو بعت کے ساتھ جید کو ملایا تو مودع شریک ہوا مالک کا بسبب نسبتی کے ذاتی البحر جنب وَاِنْ بَاعَ بَعْضَ الْمُشْتَرَكِ كَاَمْلَاكٍ كَمَا لَوْ اخْتَلَطَتْ بِغَيْرِ صُنْعِهٖ كَاَنْ انْشَقَّ الْكِيْسُ لِعَدَمِ التَّعَدِّيْ اور اگر مالک نے اون سے ہو تو مالک اور مودع شریک ہونگے بشرکت املاک چنانچہ اگر دو بعت طعام بغیر صنعت مودع کے جیسے تحمیل دسمون کی پھٹ گئی اور دو بعت کے دھم مودع کے دسمون کے ساتھ مل گئے تو دونوں شریک ٹھہرینگے اور مودع پر ضمان لازم نہوگا عدم تعدی کے سبب وَلَوْ خَلَطَهَا بِغَيْرِ الْمَوْدَعِ ضَمِنَ الْخَالِطُ وَلَوْ صَغِيْرًا اَوْ كَاَنْ يَضْمَنُ بِوَكَالَةٍ خلاصہ اور اگر دو بعت کو مودع کے سوا کسی اور شخص نے ملایا تو ملانے والے پر تاوان آویگا اگرچہ وہ صغیر نابالغ ہو اور صغیر کے باپ پر تاوان نہ آویگا ذاتی الخلاصہ وَلَوْ اَنْفَقَ بَعْضَهَا فَرَدَّ مِثْلَهُ فَخَلَطَهُ بِالْبَاقِيْ خَلَطًا لَا يَتَمَيَّزُ مَعَهُ ضَمِنَ الْكُلَّ لِخَلْطِ مَالِهٖ بِهَا اور اگر مودع نے بعض دو بعت خرچ کرڈالی سو برابر اسکے بھر اسکو باقی دو بعت کے ساتھ اسطرح ملایا کہ باقی علیحدہ نہیں ہوسکتی اس خلط کرنے کے ساتھ تو تمام دو بعت کا تاوان اسپر لازم ہوگا بسبب مخلوط کرنے اپنے مال کے دو بعت کے ساتھ ہم ضمان کل اسواسطے لازم ہوا کہ بعض کا تاوان آیا خرچ کرنے کے سبب اور بعض باقی کا خلط کرنے سے تو وہ متعدی ہوا اتفاق سے اور جو آفت بعد زیادہ اسکی نمک باقی ذکر ذاتی البحر فَلَوْ تَاَتَّى التَّمْيِيْزُ اَوْ اَنْفَقَ وَلَمْ يُرَدَّ اَوْ اَوْدَعَ وَدِيْعَتَيْنِ فَاَنْفَقَ اَحَدَهُمَا ضَمِنَ مَا اَنْفَقَ فَقَطْ بخلاف اور اگر باقی دو بعت کی نمیز اور جدائی حاصل ہوسکتی ہو اسنے بعض دو بعت خرچ کی اور پھر اس میں داخل ہوئی ہو اسکے پاس دو دو بعتیں رکھی ہوں سو اسنے ایک دو بعت خرچ کردی ذاتی الخلاصہ فقط اتنا تاوان دے جتنا اسنے خرچ کردیا ذاتی البحر جنب وَهٰذَا اِذَا لَمْ يَقْبِضْ وَهُوَ التَّبْعِيْضُ اور یہ یعنے ضمان بقدر انفاق اسوقت ہے جب کہ بعض کا خرچ کرنا دو بعت کو غیر نکرتا ہو ہم بہ مرتبہ اتفاق اور عدم رد سے بحر الرائق میں ہے وشمل کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر رد نکریگا تو مقدار اسی قدر کا ضامن ہوگا جتنا اسنے خرچ کیا اسواسطے کہ وہ باقی دو بعت کا حافظ ہوا اور اس میں کچھ عیب نہیں لگ گیا اسواسطے کہ وہ اس قسم سے ہے جسکو قبض معتبر نہیں اسواسطے کہ گفتگو اس میں ہے جبکہ دو بعت ہم یا دونا نیز بالبلی یا بازغی ہو انتہی اور میں نے یہ مصرح نہیں دیکھا جب اس دو بعت کو خرچ کرے جسکا قبض مضر ہے کہ اسمیں تمام کا تاوان ہے یا بقدر اخذ اور ذہ ضمان باقی کا تو اسکی تحریر کرنا چاہیے کذا فی الطحطاوی وَاِذَا تَعَدّٰى عَلَيْهَا فَلَبِسَ ثَوْبَهَا وَرَكِبَ دَابَّتَهَا اَوْ اَخَذَ بَعْضَهَا فَرَدَّهُ عَنْهُ اِلَى بَيْتِهٖ حَتّٰى زَالَ التَّعَدِّيْ زَالَ مَا يُؤْدِيْ اِلَى الضَّمَانِ اور جبکہ اسنے دو بعت پر تعدی کی سو دو بعت کا کپڑا پہن لیا یا اسکے جانور پر سواری کی یا بعض دو بعت نکال لی پھر بعینہٖ دو بعت یا بعضی اپنے نفس اور حفظ کی طرف یہاں تک کہ تعدی زائل ہوگئی تو وہ چیز دو ہوگئی جو تاوان کی طرف مودی تھی یعنی تعدی رد کرنے سے دور ہوگئی جو تاوان کی موجب تھی اِذَا لَمْ يَكُنْ مِنْ نِيَّةِ الْعَوْدِ اِلَيْهِ اَشْبَاهٌ من شرط النية رد دو بعت سے تاوان زائل ہوتا ہے جبکہ اسکی نیت میں اسکی طرف عود کریگا ارادہ ہو چنانچہ اشباہ میں ہے شرط جسکے بیان میں ہم تو اگر دو بعت کا کپڑا پہنا اور رات کو اتار رکھا اور اسکا ارادہ یہ ہو کہ اسکو دن میں پہنینگا پھر وہ رات میں چوری گیا تو تاوان سے بری نہوگا ذاتی الطحطاوی من جنایات البحر بخلاف فِي الْمُسْتَعِيْرِ وَالْمُسْتَاْجِرِ فَلَوْ اَزَالَهُ لَمْ يَبْرَأْ لِاَنَّهُ لَمْ يَتَغَيَّرْ مَعْنًى بخلاف مُوْدَعٍ وَوَكِيْلِ بَيْعٍ اَوْ حِفْظٍ اَوْ اِجَارَةٍ اَوِ اسْتِئْجَارٍ وَمُضَارِبٍ مُسْتَبْضِعٍ وَشَرِيْكِ عَنَانٍ اَوْ مُفَاوَضَةٍ وَمُسْتَعِيْدٍ لِرَهْنٍ اشباہ بخلاف مستعیر اور مستاجر کے تو اگر وہ دونوں تعدی زائل کردیں تو بھی تاوان سے بری نہونگے اسواسطے کہ مستعیر اور مستاجر کا عمل اپنی ذات کی منفعت کیواسطے ہے بخلاف مودع اور بیع یا حفظ یا اجارہ یا استیجار کے وکیل کے اور مضارب و مستبضع اور شریک عنان یا شریک مفاوضہ کے اور اس شخص کے جسنے کوئی چیز عاریت لی گرو رکھنے کیواسطے کذا فی الاشباہ ہم تعدی مستاجر کی یہ صورت ہے کہ جانور کرایہ لیا ایک مکان تک پھر وہاں سے آگے بڑھگیا پھر اسی مکان میں پلٹ آیا تو اگر جا فر تلف ہوگا تو اسپر تاوان لازم ہوگا اور اسی قول پر فتوی ہے وکیل بیع کی تعدی یہ صورت ہے کہ جس کپڑے کی بیع کا وکیل ہوا اسکو پہنا پھر ترک استعمال کیا پھر وہ ضائع ہوگیا تو اسپر تاوان نہیں اور وکیل استیجار کی یہ صورت ہے کہ موکل نے وکیل کو درہم دیے کہ ایک گھوڑا اسکو کرایہ

لے دے سو وکیل نے دکان کے کرایہ مین دراہم دیئے پھر بھیجے تو بیضا سو وہ تلف ہوگئے تو تاوان نہین اور مستعیر مین کی یہ صورت ہی کہ غلام یا جانور کو عاریت لیا تا اسکو گرو رکھے لے پھر غلام سے خدمت لی یا جانور پر سواری کی گرو رکھنے سے پہلے پھر اُسکو اُتنے مال پر جو اُسکی قیمت کے برابر گرو رکھا پھر اُسنے مال ادا کیا اور غلام یا جانور کو نہ چھوڑا یہان تک کہ غلام یا جانور تلف ہوگیا مرتہن کے پاس تو راہن پر ضمان نہین اور اس مسئلے مین یہ قید ضرور ہی کہ تعدی کے بعد رہن بھی رکھے تو اگر تعدی کے بعد رہن نہ رکھیگا اور وہ ضایع ہوگا تو اُسپر تاوان لازم ہوگا اور وہ داخل ہوگا اس مسئلے مین جو بین مین مذکور ہی اور یہ مسئلہ مستثنے ہی مسئلہ مستعیر سے جو متن مین مذکور ہی چنانچہ مصنف رحمہ نے اپنی شرح مین بیان کیا ہی کذا فی الطحطاوی مختصراً والحاصل ان الامین اذا تعدی فعلیہ الاقل من قیمۃ یوم التعدی الی یوم الرد او الھلاک کما فی الھندیۃ والاشبہ الاقل من قیمۃ یوم التعدی الی یوم الھلاک کما فی الخانیۃ اور حاصل مقام یہ ہی کہ امانت دار جبکہ تعدی کرے پھر تعدی کرنے سے آپ ہی زائل ہوجائے تو امین زائل نہین مگر ان دس مسائل مین تاوان زائل ہوجاتا ہی کان ید المالک علی المودع بعد التعدی تاوان اسواسطے نہین کہ مودع کا ہاتھ اور قبضہ مالک کے قبضے کے مانند ہی ہم طحطاوی نے کہا یہ علت ہی مسئلہ ودیعت کی جو متن مین مذکور ہی انتہے اور ایک نسخے مین یون ہی لان یدہ کید المالک یعنی اسواسطے تاوان نہین کہ اشخاص عشرہ کا قبض بمنزلہ مالک کے قبض کے ہی اور یہی مضمون مناسب مقام ہی واللہ اعلم ولو لذتہ فی عودہ للوفاق فالقول لہ وقیل للمودع عند ابی حنیفۃ اور اگر مالک مودع کی تکذیب کرے ازالہ تعدی مین تو اُسکا قول یعنے مالک ہی کا قول معتبر ہی اور بعضون نے کہا مودع بالفتح کا قول مقبول ہی کذا فی الھدایۃ وبخلاف اقراره بعد جحوده ای جحود الایداع اور بخلاف اقرار کرنے مودع کے انکار ایداع کے بعد ہم یعنے مودع نے اول انکار کیا ایداع کا اسطرح کہ مالک کہا کہ تو نے میرے پاس ودیعت نہین رکھی پھر ودیعت کا اقرار کیا تو اُسپر تاوان لازم ہوگا لیکن چند شرطون کے بعد جنکو مصنف رحمہ آگے بیان کریگا حتی لو ادعی ھبۃ او بیعا لم یضمن خلاصۃ تو اگر مودع ہبہ یا بیع کا دعوی کریگا تو تاوان نہ دیگا کذا فی الخلاصۃ یعنی درصورت تلف ودیعت اُسپر تاوان نہ آویگا ہبہ یا بیع کے دعوی سے وقید بقولہ بعد طلبہ بقاءہا او ردھا او سألہ عن حالھا فجحدھا فھلکت لم یضمن بحر مصنف رحمہ نے اقرار بعد انکار مین یہ قید لگائی کہ ودیعت کے پھیر دینے کا مطالبہ مالک نے کیا بعد انکار کیا ہو تو اگر مالک نے مودع سے ودیعت کا حال پوچھا کہ وہ کسطرح ہی سو اُسنے ودیعت کا انکار کیا پھر ودیعت تلف ہوگئی تو اُسپر تاوان نہین کذا فی البحر وقید بقولہ ونقلھا من مکانھا وقت الانکار ای حال جحوده لانہ لو لم ینقلھا وتلفت لم یضمن خلاصہ اور مصنف رحمہ نے قید لگائی نقل کرنے ودیعت کی اُسکے مکان سے اپنے انکار کی حالت مین اسواسطے کہ اگر وقت انکار ودیعت کو وہان سے نہ اُٹھا لیجائے گا پھر وہ تلف ہوگئی تو اُسپر تاوان نہوگا کذا فی الخلاصۃ ہم عدم نقل حالت انکار اُسپر صادق ہی کہ مطلقاً نقل نہوا بعد انکار یا قبل انکار کے نقل ہو طحطاوی نے کہا حالت انکار سے شاید مراد یہ ہی کہ انکار کے زمانے مین اُسنے نقل ودیعت کی اور یہ مراد نہین کہ وقت حقیقی انکار مین نقل واقع ہوئی اسواسطے کہ یہ صورت نادر الوجود ہی وقید بقولہ وکانت الودیعۃ منقولۃ لان العقار لا یضمن بالجحود عندھما خلافا لمحمد فی الغاصب والمرتہن اور مصنف نے قید لگائی کہ ودیعت مال منقول ہو اسواسطے کہ غیر منقول مین تاوان نہین انکار سے شیخین رحمہما اللہ تعالی کے نزدیک بخلاف محمد علیہ الرحمۃ کے قول اصح مین کذا فی کتاب الغصب من الزیلعی ہم طحطاوی نے کہا بعد اشتراط نقل ودیعت اس قید کی کچھ حاجت نتھی وقید بقولہ ولکن ھنالک من یخاف ھلاکھا لم یضمن لانہ مأمور بالحفظ اور قید لگائی کہ وہان ایسا شخص ہو جس کا خوف ہو ودیعت کے تلف کر ڈالنے کا تو اگر ایسا شخص ہوگا تو مودع پر انکار ودیعت سے تاوان نہ آویگا اسواسطے کہ ایسے شخص کے سامنے انکار کرنا بمنزلہ حفاظت اور نگہبانی کے ہی وقید بقولہ ولم یحضرھا بعد جحودھا لانہ لو وجدھا ثم احضرھا فنقال لربھا ھا ودیعتک فان امسکہ اخذھا لم یضمن لانہ ایداع جدید والا ضمنھا لانہ لم یتم الرد اختیارا اور قید لگائی کہ ودیعت کو بعد اُسکے انکار کے مودع حاضر کرے اسواسطے کہ اگر مودع انکار ودیعت کرے پھر اُسکو حاضر کرے سو اُسکا مالک اُس سے کہے کہ اُسکو چھوڑ میرے پاس بطور ودیعت کے

تو اگر مودع نے ودیعت کے لینے پر مالک کو قادر کر دیا تو اُسپر تاوان لازم نہوگا اسواسطے کہ ابداع جدید ہوا اور اگر مالک کو ودیعت کے لینے پر قادر نہ کیا تو مودع پر ودیعت کا ضمان لازم ہوگا اسواسطے کہ عدم تمکین سے پھیر دینا پورا نہوا کذا فی الاختیار ۲ قَیَّدَ بِقَوْلِہٖ لِمَالِکِہَا لِاَنَّہٗ لَوْ جَحَدَہَا لِغَیْرِہٖ لَمْ یَضْمَنْ لِاَنَّہٗ مِنَ الْحِفْظِ وَ قَیَّدَ بِالْاِنْکَارِ لِاَنَّ الْمُدَّعٰی عَلَیْہِ لَوْ قَالَ لَا اَعْلَمُ لَہٗ شَیْئًا لَا یَکُوْنُ جَاحِدًا کَذَا فِی الْمُحِیْطِ ۳ وَ قَیَّدَ بِالْجُحُوْدِ لِاَنَّہٗ لَوْ اَقَرَّ بِالْوَدِیْعَۃِ وَ ادَّعَی رَدَّہَا اَوْ ہَلَاکَہَا لَا یَضْمَنُ کَذَا فِی الْمُحِیْطِ ۴ وَ قَیَّدَ بِالْاِنْکَارِ لِاَنَّہٗ لَوْ قَالَ لَا اَعْلَمُ لِیْ وَدِیْعَۃً عِنْدَکَ لَا یَکُوْنُ جَاحِدًا کَذَا فِی الْمُحِیْطِ ۵ وَ قَیَّدَ بِالْاِنْکَارِ لِاَنَّہٗ لَوْ قَالَ لَا اَعْلَمُ اَنَّ لَکَ عِنْدِیْ وَدِیْعَۃً وَ لٰکِنْ اِنْ کَانَ لَکَ عِنْدِیْ وَدِیْعَۃٌ فَہِیَ ہٰذِہٖ الدَّرَاہِمُ فَاَخَذَہَا الْمَالِکُ لَا یَضْمَنُ کَذَا فِی الْمُحِیْطِ ۶ وَ قَیَّدَ بِالْاِنْکَارِ لِاَنَّہٗ لَوْ قَالَ لَا اَعْلَمُ اَنَّ لَکَ عِنْدِیْ وَدِیْعَۃً وَ لٰکِنْ اِنْ کَانَ لَکَ عِنْدِیْ وَدِیْعَۃٌ فَہِیَ ہٰذِہٖ الدَّرَاہِمُ فَاَخَذَہَا الْمَالِکُ لَا یَضْمَنُ کَذَا فِی الْمُحِیْطِ ۷ وَ قَیَّدَ بِالْجُحُوْدِ لِاَنَّہٗ لَوْ اَقَرَّ بِالْوَدِیْعَۃِ وَ ادَّعَی رَدَّہَا اَوْ ہَلَاکَہَا قَبْلَ الْجُحُوْدِ لَا یَضْمَنُ کَذَا فِی الْمُحِیْطِ ۸ وَ قَیَّدَ بِالْاِنْکَارِ لِاَنَّہٗ لَوْ قَالَ لَا اَعْلَمُ اَنَّ لَکَ عِنْدِیْ وَدِیْعَۃً وَ لٰکِنْ اِنْ کَانَ لَکَ عِنْدِیْ وَدِیْعَۃٌ فَہِیَ ہٰذِہٖ الدَّرَاہِمُ فَاَخَذَہَا الْمَالِکُ لَا یَضْمَنُ کَذَا فِی الْمُحِیْطِ ۹ وَ قَیَّدَ بِالْاِنْکَارِ لِاَنَّہٗ لَوْ قَالَ لَا اَعْلَمُ اَنَّ لَکَ عِنْدِیْ وَدِیْعَۃً وَ لٰکِنْ اِنْ کَانَ لَکَ عِنْدِیْ وَدِیْعَۃٌ فَہِیَ ہٰذِہٖ الدَّرَاہِمُ فَاَخَذَہَا الْمَالِکُ لَا یَضْمَنُ کَذَا فِی الْمُحِیْطِ ۱۰ وَ قَیَّدَ بِالْاِنْکَارِ لِاَنَّہٗ لَوْ قَالَ لَا اَعْلَمُ اَنَّ لَکَ عِنْدِیْ وَدِیْعَۃً وَ لٰکِنْ اِنْ کَانَ لَکَ عِنْدِیْ وَدِیْعَۃٌ فَہِیَ ہٰذِہٖ الدَّرَاہِمُ فَاَخَذَہَا الْمَالِکُ لَا یَضْمَنُ کَذَا فِی الْمُحِیْطِ ۱۱ وَ قَیَّدَ بِالْاِنْکَارِ لِاَنَّہٗ لَوْ قَالَ لَا اَعْلَمُ اَنَّ لَکَ عِنْدِیْ وَدِیْعَۃً وَ لٰکِنْ اِنْ کَانَ لَکَ عِنْدِیْ وَدِیْعَۃٌ فَہِیَ ہٰذِہٖ الدَّرَاہِمُ فَاَخَذَہَا الْمَالِکُ لَا یَضْمَنُ کَذَا فِی الْمُحِیْطِ ۱۲ وَ قَیَّدَ بِالْاِنْکَارِ لِاَنَّہٗ لَوْ قَالَ لَا اَعْلَمُ اَنَّ لَکَ عِنْدِیْ وَدِیْعَۃً وَ لٰکِنْ اِنْ کَانَ لَکَ عِنْدِیْ وَدِیْعَۃٌ فَہِیَ ہٰذِہٖ الدَّرَاہِمُ فَاَخَذَہَا الْمَالِکُ لَا یَضْمَنُ کَذَا فِی الْمُحِیْطِ ۱۳ وَ قَیَّدَ بِالْاِنْکَارِ لِاَنَّہٗ لَوْ قَالَ لَا اَعْلَمُ اَنَّ لَکَ عِنْدِیْ وَدِیْعَۃً وَ لٰکِنْ اِنْ کَانَ لَکَ عِنْدِیْ وَدِیْعَۃٌ فَہِیَ ہٰذِہٖ الدَّرَاہِمُ فَاَخَذَہَا الْمَالِکُ لَا یَضْمَنُ کَذَا فِی الْمُحِیْطِ ۱۴ وَ قَیَّدَ بِالْاِنْکَارِ لِاَنَّہٗ لَوْ قَالَ لَا اَعْلَمُ اَنَّ لَکَ عِنْدِیْ وَدِیْعَۃً وَ لٰکِنْ اِنْ کَانَ لَکَ عِنْدِیْ وَدِیْعَۃٌ فَہِیَ ہٰذِہٖ الدَّرَاہِمُ فَاَخَذَہَا الْمَالِکُ لَا یَضْمَنُ کَذَا فِی الْمُحِیْطِ ۱۵ وَ قَیَّدَ بِالْاِنْکَارِ لِاَنَّہٗ لَوْ قَالَ لَا اَعْلَمُ اَنَّ لَکَ عِنْدِیْ وَدِیْعَۃً وَ لٰکِنْ اِنْ کَانَ لَکَ عِنْدِیْ وَدِیْعَۃٌ فَہِیَ ہٰذِہٖ الدَّرَاہِمُ فَاَخَذَہَا الْمَالِکُ لَا یَضْمَنُ کَذَا فِی الْمُحِیْطِ ۱۶ وَ قَیَّدَ بِالْاِنْکَارِ لِاَنَّہٗ لَوْ قَالَ لَا اَعْلَمُ اَنَّ لَکَ عِنْدِیْ وَدِیْعَۃً وَ لٰکِنْ اِنْ کَانَ لَکَ عِنْدِیْ وَدِیْعَۃٌ فَہِیَ ہٰذِہٖ الدَّرَاہِمُ فَاَخَذَہَا الْمَالِکُ لَا یَضْمَنُ کَذَا فِی الْمُحِیْطِ ۱۷ وَ قَیَّدَ بِالْاِنْکَارِ لِاَنَّہٗ لَوْ قَالَ لَا اَعْلَمُ اَنَّ لَکَ عِنْدِیْ وَدِیْعَۃً وَ لٰکِنْ اِنْ کَانَ لَکَ عِنْدِیْ وَدِیْعَۃٌ فَہِیَ ہٰذِہٖ الدَّرَاہِمُ فَاَخَذَہَا الْمَالِکُ لَا یَضْمَنُ کَذَا فِی الْمُحِیْطِ ۱۸ وَ قَیَّدَ بِالْاِنْکَارِ لِاَنَّہٗ لَوْ قَالَ لَا اَعْلَمُ اَنَّ لَکَ عِنْدِیْ وَدِیْعَۃً وَ لٰکِنْ اِنْ کَانَ لَکَ عِنْدِیْ وَدِیْعَۃٌ فَہِیَ ہٰذِہٖ الدَّرَاہِمُ فَاَخَذَہَا الْمَالِکُ لَا یَضْمَنُ کَذَا فِی الْمُحِیْطِ ۱۹ وَ قَیَّدَ بِالْاِنْکَارِ لِاَنَّہٗ لَوْ قَالَ لَا اَعْلَمُ اَنَّ لَکَ عِنْدِیْ وَدِیْعَۃً وَ لٰکِنْ اِنْ کَانَ لَکَ عِنْدِیْ وَدِیْعَۃٌ فَہِیَ ہٰذِہٖ الدَّرَاہِمُ فَاَخَذَہَا الْمَالِکُ لَا یَضْمَنُ کَذَا فِی الْمُحِیْطِ ۲۰ وَ قَیَّدَ بِالْاِنْکَارِ لِاَنَّہٗ لَوْ قَالَ لَا اَعْلَمُ اَنَّ لَکَ عِنْدِیْ وَدِیْعَۃً وَ لٰکِنْ اِنْ کَانَ لَکَ عِنْدِیْ وَدِیْعَۃٌ فَہِیَ ہٰذِہٖ الدَّرَاہِمُ فَاَخَذَہَا الْمَالِکُ لَا یَضْمَنُ کَذَا فِی الْمُحِیْطِ ۲۱ وَ قَیَّدَ بِالْاِنْکَارِ لِاَنَّہٗ لَوْ قَالَ لَا اَعْلَمُ اَنَّ لَکَ عِنْدِیْ وَدِیْعَۃً وَ لٰکِنْ اِنْ کَانَ لَکَ عِنْدِیْ وَدِیْعَۃٌ فَہِیَ ہٰذِہٖ الدَّرَاہِمُ فَاَخَذَہَا الْمَالِکُ لَا یَضْمَنُ کَذَا فِی الْمُحِیْطِ ۲۲ وَ قَیَّدَ بِالْاِنْکَارِ لِاَنَّہٗ لَوْ قَالَ لَا اَعْلَمُ اَنَّ لَکَ عِنْدِیْ وَدِیْعَۃً وَ لٰکِنْ اِنْ کَانَ لَکَ عِنْدِیْ وَدِیْعَۃٌ فَہِیَ ہٰذِہٖ الدَّرَاہِمُ فَاَخَذَہَا الْمَالِکُ لَا یَضْمَنُ کَذَا فِی الْمُحِیْطِ ۲۳ وَ قَیَّدَ بِالْاِنْکَارِ لِاَنَّہٗ لَوْ قَالَ لَا اَعْلَمُ اَنَّ لَکَ عِنْدِیْ وَدِیْعَۃً وَ لٰکِنْ اِنْ کَانَ لَکَ عِنْدِیْ وَدِیْعَۃٌ فَہِیَ ہٰذِہٖ الدَّرَاہِمُ فَاَخَذَہَا الْمَالِکُ لَا یَضْمَنُ کَذَا فِی الْمُحِیْطِ ۲۴ وَ قَیَّدَ بِالْاِنْکَارِ لِاَنَّہٗ لَوْ قَالَ لَا اَعْلَمُ اَنَّ لَکَ عِنْدِیْ وَدِیْعَۃً وَ لٰکِنْ اِنْ کَانَ لَکَ عِنْدِیْ وَدِیْعَۃٌ فَہِیَ ہٰذِہٖ الدَّرَاہِمُ فَاَخَذَہَا الْمَالِکُ لَا یَضْمَنُ کَذَا فِی الْمُحِیْطِ ۲۵ وَ قَیَّدَ بِالْاِنْکَارِ لِاَنَّہٗ لَوْ قَالَ لَا اَعْلَمُ اَنَّ لَکَ عِنْدِیْ وَدِیْعَۃً وَ لٰکِنْ اِنْ کَانَ لَکَ عِنْدِیْ وَدِیْعَۃٌ فَہِیَ ہٰذِہٖ الدَّرَاہِمُ فَاَخَذَہَا الْمَالِکُ لَا یَضْمَنُ کَذَا فِی الْمُحِیْطِ ۲۶ وَ قَیَّدَ بِالْاِنْکَارِ لِاَنَّہٗ لَوْ قَالَ لَا اَعْلَمُ اَنَّ لَکَ عِنْدِیْ وَدِیْعَۃً وَ لٰکِنْ اِنْ کَانَ لَکَ عِنْدِیْ وَدِیْعَۃٌ فَہِیَ ہٰذِہٖ الدَّرَاہِمُ فَاَخَذَہَا الْمَالِکُ لَا یَضْمَنُ کَذَا فِی الْمُحِیْطِ ۲۷ وَ قَیَّدَ بِالْاِنْکَارِ لِاَنَّہٗ لَوْ قَالَ لَا اَعْلَمُ اَنَّ لَکَ عِنْدِیْ وَدِیْعَۃً وَ لٰکِنْ اِنْ کَانَ لَکَ عِنْدِیْ وَدِیْعَۃٌ فَہِیَ ہٰذِہٖ الدَّرَاہِمُ فَاَخَذَہَا الْمَالِکُ لَا یَضْمَنُ کَذَا فِی الْمُحِیْطِ ۲۸ وَ قَیَّدَ بِالْاِنْکَارِ لِاَنَّہٗ لَوْ قَالَ لَا اَعْلَمُ اَنَّ لَکَ عِنْدِیْ وَدِیْعَۃً وَ لٰکِنْ اِنْ کَانَ لَکَ عِنْدِیْ وَدِیْعَۃٌ فَہِیَ ہٰذِہٖ الدَّرَاہِمُ فَاَخَذَہَا الْمَالِکُ لَا یَضْمَنُ کَذَا فِی الْمُحِیْطِ ۲۹ وَ قَیَّدَ بِالْاِنْکَارِ لِاَنَّہٗ لَوْ قَالَ لَا اَعْلَمُ اَنَّ لَکَ عِنْدِیْ وَدِیْعَۃً وَ لٰکِنْ اِنْ کَانَ لَکَ عِنْدِیْ وَدِیْعَۃٌ فَہِیَ ہٰذِہٖ الدَّرَاہِمُ فَاَخَذَہَا الْمَالِکُ لَا یَضْمَنُ کَذَا فِی الْمُحِیْطِ ۳۰ وَ قَیَّدَ بِالْاِنْکَارِ لِاَنَّہٗ لَوْ قَالَ لَا اَعْلَمُ اَنَّ لَکَ عِنْدِیْ وَدِیْعَۃً وَ لٰکِنْ اِنْ کَانَ لَکَ عِنْدِیْ وَدِیْعَۃٌ فَہِیَ ہٰذِہٖ الدَّرَاہِمُ فَاَخَذَہَا الْمَالِکُ لَا یَضْمَنُ کَذَا فِی الْمُحِیْطِ ۳۱ وَ قَیَّدَ بِالْاِنْکَارِ لِاَنَّہٗ لَوْ قَالَ لَا اَعْلَمُ اَنَّ لَکَ عِنْدِیْ وَدِیْعَۃً وَ لٰکِنْ اِنْ کَانَ لَکَ عِنْدِیْ وَدِیْعَۃٌ فَہِیَ ہٰذِہٖ الدَّرَاہِمُ فَاَخَذَہَا الْمَالِکُ لَا یَضْمَنُ کَذَا فِی الْمُحِیْطِ ۳۲ وَ قَیَّدَ بِالْاِنْکَارِ لِاَنَّہٗ لَوْ قَالَ لَا اَعْلَمُ اَنَّ لَکَ عِنْدِیْ وَدِیْعَۃً وَ لٰکِنْ اِنْ کَانَ لَکَ عِنْدِیْ وَدِیْعَۃٌ فَہِیَ ہٰذِہٖ الدَّرَاہِمُ فَاَخَذَہَا الْمَالِکُ لَا یَضْمَنُ کَذَا فِی الْمُحِیْطِ ۳۳ وَ قَیَّدَ بِالْاِنْکَارِ لِاَنَّہٗ لَوْ قَالَ لَا اَعْلَمُ اَنَّ لَکَ عِنْدِیْ وَدِیْعَۃً وَ لٰکِنْ اِنْ کَانَ لَکَ عِنْدِیْ وَدِیْعَۃٌ فَہِیَ ہٰذِہٖ الدَّرَاہِمُ فَاَخَذَہَا الْمَالِکُ لَا یَضْمَنُ کَذَا فِی الْمُحِیْطِ ۳۴ وَ قَیَّدَ بِالْاِنْکَارِ لِاَنَّہٗ لَوْ قَالَ لَا اَعْلَمُ اَنَّ لَکَ عِنْدِیْ وَدِیْعَۃً وَ لٰکِنْ اِنْ کَانَ لَکَ عِنْدِیْ وَدِیْعَۃٌ فَہِیَ ہٰذِہٖ الدَّرَاہِمُ فَاَخَذَہَا الْمَالِکُ لَا یَضْمَنُ کَذَا فِی الْمُحِیْطِ ۳۵ وَ قَیَّدَ بِالْاِنْکَارِ لِاَنَّہٗ لَوْ قَالَ لَا اَعْلَمُ اَنَّ لَکَ عِنْدِیْ وَدِیْعَۃً وَ لٰکِنْ اِنْ کَانَ لَکَ عِنْدِیْ وَدِیْعَۃٌ فَہِیَ ہٰذِہٖ الدَّرَاہِمُ فَاَخَذَہَا الْمَالِکُ لَا یَضْمَنُ کَذَا فِی الْمُحِیْطِ ۳۶ وَ قَیَّدَ بِالْاِنْکَارِ لِاَنَّہٗ لَوْ قَالَ لَا اَعْلَمُ اَنَّ لَکَ عِنْدِیْ وَدِیْعَۃً وَ لٰکِنْ اِنْ کَانَ لَکَ عِنْدِیْ وَدِیْعَۃٌ فَہِیَ ہٰذِہٖ الدَّرَاہِمُ فَاَخَذَہَا الْمَالِکُ لَا یَضْمَنُ کَذَا فِی الْمُحِیْطِ ۳۷ وَ قَیَّدَ بِالْاِنْکَارِ لِاَنَّہٗ لَوْ قَالَ لَا اَعْلَمُ اَنَّ لَکَ عِنْدِیْ وَدِیْعَۃً وَ لٰکِنْ اِنْ کَانَ لَکَ عِنْدِیْ وَدِیْعَۃٌ فَہِیَ ہٰذِہٖ الدَّرَاہِمُ فَاَخَذَہَا الْمَالِکُ لَا یَضْمَنُ کَذَا فِی الْمُحِیْطِ ۳۸ وَ قَیَّدَ بِالْاِنْکَارِ لِاَنَّہٗ لَوْ قَالَ لَا اَعْلَمُ اَنَّ لَکَ عِنْدِیْ وَدِیْعَۃً وَ لٰکِنْ اِنْ کَانَ لَکَ عِنْدِیْ وَدِیْعَۃٌ فَہِیَ ہٰذِہٖ الدَّرَاہِمُ فَاَخَذَہَا الْمَالِکُ لَا یَضْمَنُ کَذَا فِی الْمُحِیْطِ ۳۹ وَ قَیَّدَ بِالْاِنْکَارِ لِاَنَّہٗ لَوْ قَالَ لَا اَعْلَمُ اَنَّ لَکَ عِنْدِیْ وَدِیْعَۃً وَ لٰکِنْ اِنْ کَانَ لَکَ عِنْدِیْ وَدِیْعَۃٌ فَہِیَ ہٰذِہٖ الدَّرَاہِمُ فَاَخَذَہَا الْمَالِکُ لَا یَضْمَنُ کَذَا فِی الْمُحِیْطِ ۴۰ وَ قَیَّدَ بِالْاِنْکَارِ لِاَنَّہٗ لَوْ قَالَ لَا اَعْلَمُ اَنَّ لَکَ عِنْدِیْ وَدِیْعَۃً وَ لٰکِنْ اِنْ کَانَ لَکَ عِنْدِیْ وَدِیْعَۃٌ فَہِیَ ہٰذِہٖ الدَّرَاہِمُ فَاَخَذَہَا الْمَالِکُ لَا یَضْمَنُ کَذَا فِی الْمُحِیْطِ ۴۱ وَ قَیَّدَ بِالْاِنْکَارِ لِاَنَّہٗ لَوْ قَالَ لَا اَعْلَمُ اَنَّ لَکَ عِنْدِیْ وَدِیْعَۃً وَ لٰکِنْ اِنْ کَانَ لَکَ عِنْدِیْ وَدِیْعَۃٌ فَہِیَ ہٰذِہٖ الدَّرَاہِمُ فَاَخَذَہَا الْمَالِکُ لَا یَضْمَنُ کَذَا فِی الْمُحِیْطِ ۴۲ وَ قَیَّدَ بِالْاِنْکَارِ لِاَنَّہٗ لَوْ قَالَ لَا اَعْلَمُ اَنَّ لَکَ عِنْدِیْ وَدِیْعَۃً وَ لٰکِنْ اِنْ کَانَ لَکَ عِنْدِیْ وَدِیْعَۃٌ فَہِیَ ہٰذِہٖ الدَّرَاہِمُ فَاَخَذَہَا الْمَالِکُ لَا یَضْمَنُ کَذَا فِی الْمُحِیْطِ ۴۳ وَ قَیَّدَ بِالْاِنْکَارِ لِاَنَّہٗ لَوْ قَالَ لَا اَعْلَمُ اَنَّ لَکَ عِنْدِیْ وَدِیْعَۃً وَ لٰکِنْ اِنْ کَانَ لَکَ عِنْدِیْ وَدِیْعَۃٌ فَہِیَ ہٰذِہٖ الدَّرَاہِمُ فَاَخَذَہَا الْمَالِکُ لَا یَضْمَنُ کَذَا فِی الْمُحِیْطِ ۴۴ وَ قَیَّدَ بِالْاِنْکَارِ لِاَنَّہٗ لَوْ قَالَ لَا اَعْلَمُ اَنَّ لَکَ عِنْدِیْ وَدِیْعَۃً وَ لٰکِنْ اِنْ کَانَ لَکَ عِنْدِیْ وَدِیْعَۃٌ فَہِیَ ہٰذِہٖ الدَّرَاہِمُ فَاَخَذَہَا الْمَالِکُ لَا یَضْمَنُ کَذَا فِی الْمُحِیْطِ ۴۵ وَ قَیَّدَ بِالْاِنْکَارِ لِاَنَّہٗ لَوْ قَالَ لَا اَعْلَمُ اَنَّ لَکَ عِنْدِیْ وَدِیْعَۃً وَ لٰکِنْ اِنْ کَانَ لَکَ عِنْدِیْ وَدِیْعَۃٌ فَہِیَ ہٰذِہٖ الدَّرَاہِمُ فَاَخَذَہَا الْمَالِکُ لَا یَضْمَنُ کَذَا فِی الْمُحِیْطِ ۴۶ وَ قَیَّدَ بِالْاِنْکَارِ لِاَنَّہٗ لَوْ قَالَ لَا اَعْلَمُ اَنَّ لَکَ عِنْدِیْ وَدِیْعَۃً وَ لٰکِنْ اِنْ کَانَ لَکَ عِنْدِیْ وَدِیْعَۃٌ فَہِیَ ہٰذِہٖ الدَّرَاہِمُ فَاَخَذَہَا الْمَالِکُ لَا یَضْمَنُ کَذَا فِی الْمُحِیْطِ ۴۷ وَ قَیَّدَ بِالْاِنْکَارِ لِاَنَّہٗ لَوْ قَالَ لَا اَعْلَمُ اَنَّ لَکَ عِنْدِیْ وَدِیْعَۃً وَ لٰکِنْ اِنْ کَانَ لَکَ عِنْدِیْ وَدِیْعَۃٌ فَہِیَ ہٰذِہٖ الدَّرَاہِمُ فَاَخَذَہَا الْمَالِکُ لَا یَضْمَنُ کَذَا فِی الْمُحِیْطِ ۴۸ وَ قَیَّدَ بِالْاِنْکَارِ لِاَنَّہٗ لَوْ قَالَ لَا اَعْلَمُ اَنَّ لَکَ عِنْدِیْ وَدِیْعَۃً وَ لٰکِنْ اِنْ کَانَ لَکَ عِنْدِیْ وَدِیْعَۃٌ فَہِیَ ہٰذِہٖ الدَّرَاہِمُ فَاَخَذَہَا الْمَالِکُ لَا یَضْمَنُ کَذَا فِی الْمُحِیْطِ ۴۹ وَ قَیَّدَ بِالْاِنْکَارِ لِاَنَّہٗ لَوْ قَالَ لَا اَعْلَمُ اَنَّ لَکَ عِنْدِیْ وَدِیْعَۃً وَ لٰکِنْ اِنْ کَانَ لَکَ عِنْدِیْ وَدِیْعَۃٌ فَہِیَ ہٰذِہٖ الدَّرَاہِمُ فَاَخَذَہَا الْمَالِکُ لَا یَضْمَنُ کَذَا فِی الْمُحِیْطِ ۵۰ وَ قَیَّدَ بِالْاِنْکَارِ لِاَنَّہٗ لَوْ قَالَ لَا اَعْلَمُ اَنَّ لَکَ عِنْدِیْ وَدِیْعَۃً وَ لٰکِنْ اِنْ کَانَ لَکَ عِنْدِیْ وَدِیْعَۃٌ فَہِیَ ہٰذِہٖ الدَّرَاہِمُ فَاَخَذَہَا الْمَالِکُ لَا یَضْمَنُ کَذَا فِی الْمُحِیْطِ ۵۱ وَ قَیَّدَ بِالْاِنْکَارِ لِاَنَّہٗ لَوْ قَالَ لَا اَعْلَمُ اَنَّ لَکَ عِنْدِیْ وَدِیْعَۃً وَ لٰکِنْ اِنْ کَانَ لَکَ عِنْدِیْ وَدِیْعَۃٌ فَہِیَ ہٰذِہٖ الدَّرَاہِمُ فَاَخَذَہَا الْمَالِکُ لَا یَضْمَنُ کَذَا فِی الْمُحِیْطِ ۵۲ وَ قَیَّدَ بِالْاِنْکَارِ لِاَنَّہٗ لَوْ قَالَ لَا اَعْلَمُ اَنَّ لَکَ عِنْدِیْ وَدِیْعَۃً وَ لٰکِنْ اِنْ کَانَ لَکَ عِنْدِیْ وَدِیْعَۃٌ فَہِیَ ہٰذِہٖ الدَّرَاہِمُ فَاَخَذَہَا الْمَالِکُ لَا یَضْمَنُ کَذَا فِی الْمُحِیْطِ ۵۳ وَ قَیَّدَ بِالْاِنْکَارِ لِاَنَّہٗ لَوْ قَالَ لَا اَعْلَمُ اَنَّ لَکَ عِنْدِیْ وَدِیْعَۃً وَ لٰکِنْ اِنْ کَانَ لَکَ عِنْدِیْ وَدِیْعَۃٌ فَہِیَ ہٰذِہٖ الدَّرَاہِمُ فَاَخَذَہَا الْمَالِکُ لَا یَضْمَنُ کَذَا فِی الْمُحِیْطِ ۵۴ وَ قَیَّدَ بِالْاِنْکَارِ لِاَنَّہٗ لَوْ قَالَ لَا اَعْلَمُ اَنَّ لَکَ عِنْدِیْ وَدِیْعَۃً وَ لٰکِنْ اِنْ کَانَ لَکَ عِنْدِیْ وَدِیْعَۃٌ فَہِیَ ہٰذِہٖ الدَّرَاہِمُ فَاَخَذَہَا الْمَالِکُ لَا یَضْمَنُ کَذَا فِی الْمُحِیْطِ ۵۵ وَ قَیَّدَ بِالْاِنْکَارِ لِاَنَّہٗ لَوْ قَالَ لَا اَعْلَمُ اَنَّ لَکَ عِنْدِیْ وَدِیْعَۃً وَ لٰکِنْ اِنْ کَانَ لَکَ عِنْدِیْ وَدِیْعَۃٌ فَہِیَ ہٰذِہٖ الدَّرَاہِمُ فَاَخَذَہَا الْمَالِکُ لَا یَضْمَنُ کَذَا فِی الْمُحِیْطِ ۵۶ وَ قَیَّدَ بِالْاِنْکَارِ لِاَنَّہٗ لَوْ قَالَ لَا اَعْلَمُ اَنَّ لَکَ عِنْدِیْ وَدِیْعَۃً وَ لٰکِنْ اِنْ کَانَ لَکَ عِنْدِیْ وَدِیْعَۃٌ فَہِیَ ہٰذِہٖ الدَّرَاہِمُ فَاَخَذَہَا الْمَالِکُ لَا یَضْمَنُ کَذَا فِی الْمُحِیْطِ ۵۷ وَ قَیَّدَ بِالْاِنْکَارِ لِاَنَّہٗ لَوْ قَالَ لَا اَعْلَمُ اَنَّ لَکَ عِنْدِیْ وَدِیْعَۃً وَ لٰکِنْ اِنْ کَانَ لَکَ عِنْدِیْ وَدِیْعَۃٌ فَہِیَ ہٰذِہٖ الدَّرَاہِمُ فَاَخَذَہَا الْمَالِکُ لَا یَضْمَنُ کَذَا فِی الْمُحِیْطِ ۵۸ وَ قَیَّدَ بِالْاِنْکَارِ لِاَنَّہٗ لَوْ قَالَ لَا اَعْلَمُ اَنَّ لَکَ عِنْدِیْ وَدِیْعَۃً وَ لٰکِنْ اِنْ کَانَ لَکَ عِنْدِیْ وَدِیْعَۃٌ فَہِیَ ہٰذِہٖ الدَّرَاہِمُ فَاَخَذَہَا الْمَالِکُ لَا یَضْمَنُ کَذَا فِی الْمُحِیْطِ ۵۹ وَ قَیَّدَ بِالْاِنْکَارِ لِاَنَّہٗ لَوْ قَالَ لَا اَعْلَمُ اَنَّ لَکَ عِنْدِیْ وَدِیْعَۃً وَ لٰکِنْ اِنْ کَانَ لَکَ عِنْدِیْ وَدِیْعَۃٌ فَہِیَ ہٰذِہٖ الدَّرَاہِمُ فَاَخَذَہَا الْمَالِکُ لَا یَضْمَنُ کَذَا فِی الْمُحِیْطِ ۶۰ وَ قَیَّدَ بِالْاِنْکَارِ لِاَنَّہٗ لَوْ قَالَ لَا اَعْلَمُ اَنَّ لَکَ عِنْدِیْ وَدِیْعَۃً وَ لٰکِنْ اِنْ کَانَ لَکَ عِنْدِیْ وَدِیْعَۃٌ فَہِیَ ہٰذِہٖ الدَّرَاہِمُ فَاَخَذَہَا الْمَالِکُ لَا یَضْمَنُ کَذَا فِی الْمُحِیْطِ ۶۱ وَ قَیَّدَ بِالْاِنْکَارِ لِاَنَّہٗ لَوْ قَالَ لَا اَعْلَمُ اَنَّ لَکَ عِنْدِیْ وَدِیْعَۃً وَ لٰکِنْ اِنْ کَانَ لَکَ عِنْدِیْ وَدِیْعَۃٌ فَہِیَ ہٰذِہٖ الدَّرَاہِمُ فَاَخَذَہَا الْمَالِکُ لَا یَضْمَنُ کَذَا فِی الْمُحِیْطِ ۶۲ وَ قَیَّدَ بِالْاِنْکَارِ لِاَنَّہٗ لَوْ قَالَ لَا اَعْلَمُ اَنَّ لَکَ عِنْدِیْ وَدِیْعَۃً وَ لٰکِنْ اِنْ کَانَ لَکَ عِنْدِیْ وَدِیْعَۃٌ فَہِیَ ہٰذِہٖ الدَّرَاہِمُ فَاَخَذَہَا الْمَالِکُ لَا یَضْمَنُ کَذَا فِی الْمُحِیْطِ ۶۳ وَ قَیَّدَ بِالْاِنْکَارِ لِاَنَّہٗ لَوْ قَالَ لَا اَعْلَمُ اَنَّ لَکَ عِنْدِیْ وَدِیْعَۃً وَ لٰکِنْ اِنْ کَانَ لَکَ عِنْدِیْ وَدِیْعَۃٌ فَہِیَ ہٰذِہٖ الدَّرَاہِمُ فَاَخَذَہَا الْمَالِکُ لَا یَضْمَنُ کَذَا فِی الْمُحِیْطِ ۶۴ وَ قَیَّدَ بِالْاِنْکَارِ لِاَنَّہٗ لَوْ قَالَ لَا اَعْلَمُ اَنَّ لَکَ عِنْدِیْ وَدِیْعَۃً وَ لٰکِنْ اِنْ کَانَ لَکَ عِنْدِیْ وَدِیْعَۃٌ فَہِیَ ہٰذِہٖ الدَّرَاہِمُ فَاَخَذَہَا الْمَالِکُ لَا یَضْمَنُ کَذَا فِی الْمُحِیْطِ ۶۵ وَ قَیَّدَ بِالْاِنْکَارِ لِاَنَّہٗ لَوْ قَالَ لَا اَعْلَمُ اَنَّ لَکَ عِنْدِیْ وَدِیْعَۃً وَ لٰکِنْ اِنْ کَانَ لَکَ عِنْدِیْ وَدِیْعَۃٌ فَہِیَ ہٰذِہٖ الدَّرَاہِمُ فَاَخَذَہَا الْمَالِکُ لَا یَضْمَنُ کَذَا فِی الْمُحِیْطِ ۶۶ وَ قَیَّدَ بِالْاِنْکَارِ لِاَنَّہٗ لَوْ قَالَ لَا اَعْلَمُ اَنَّ لَکَ عِنْدِیْ وَدِیْعَۃً وَ لٰکِنْ اِنْ کَانَ لَکَ عِنْدِیْ وَدِیْعَۃٌ فَہِیَ ہٰذِہٖ الدَّرَاہِمُ فَاَخَذَہَا الْمَالِکُ لَا یَضْمَنُ کَذَا فِی الْمُحِیْطِ ۶۷ وَ قَیَّدَ بِالْاِنْکَارِ لِاَنَّہٗ لَوْ قَالَ لَا اَعْلَمُ اَنَّ لَکَ عِنْدِیْ وَدِیْعَۃً وَ لٰکِنْ اِنْ کَانَ لَکَ عِنْدِیْ وَدِیْعَۃٌ فَہِیَ ہٰذِہٖ الدَّرَاہِمُ فَاَخَذَہَا الْمَالِکُ لَا یَضْمَنُ کَذَا فِی الْمُحِیْطِ ۶۸ وَ قَیَّدَ بِالْاِنْکَارِ لِاَنَّہٗ لَوْ قَالَ لَا اَعْلَمُ اَنَّ لَکَ عِنْدِیْ وَدِیْعَۃً وَ لٰکِنْ اِنْ کَانَ لَکَ عِنْدِیْ وَدِیْعَۃٌ فَہِیَ ہٰذِہٖ الدَّرَاہِمُ فَاَخَذَہَا الْمَالِکُ لَا یَضْمَنُ کَذَا فِی الْمُحِیْطِ ۶۹ وَ قَیَّدَ بِالْاِنْکَارِ لِاَنَّہٗ لَوْ قَالَ لَا اَعْلَمُ اَنَّ لَکَ عِنْدِیْ وَدِیْعَۃً وَ لٰکِنْ اِنْ کَانَ لَکَ عِنْدِیْ وَدِیْعَۃٌ فَہِیَ ہٰذِہٖ الدَّرَاہِمُ فَاَخَذَہَا الْمَالِکُ لَا یَضْمَنُ کَذَا فِی الْمُحِیْطِ ۷۰ وَ قَیَّدَ بِالْاِنْکَارِ لِاَنَّہٗ لَوْ قَالَ لَا اَعْلَمُ اَنَّ لَکَ عِنْدِیْ وَدِیْعَۃً وَ لٰکِنْ اِنْ کَانَ لَکَ عِنْدِیْ وَدِیْعَۃٌ فَہِیَ ہٰذِہٖ الدَّرَاہِمُ فَاَخَذَہَا الْمَالِکُ لَا یَضْمَنُ کَذَا فِی الْمُحِیْطِ ۷۱ وَ قَیَّدَ بِالْاِنْکَارِ لِاَنَّہٗ لَوْ قَالَ لَا اَعْلَمُ اَنَّ لَکَ عِنْدِیْ وَدِیْعَۃً وَ لٰکِنْ اِنْ کَانَ لَکَ عِنْدِیْ وَدِیْعَۃٌ فَہِیَ ہٰذِہٖ الدَّرَاہِمُ فَاَخَذَہَا الْمَالِکُ لَا یَضْمَنُ کَذَا فِی الْمُحِیْطِ ۷۲ وَ قَیَّدَ بِالْاِنْکَارِ لِاَنَّہٗ لَوْ قَالَ لَا اَعْلَمُ اَنَّ لَکَ عِنْدِیْ وَدِیْعَۃً وَ لٰکِنْ اِنْ کَانَ لَکَ عِنْدِیْ وَدِیْعَۃٌ فَہِیَ ہٰذِہٖ الدَّرَاہِمُ فَاَخَذَہَا الْمَالِکُ لَا یَضْمَنُ کَذَا فِی الْمُحِیْطِ ۷۳ وَ قَیَّدَ بِالْاِنْکَارِ لِاَنَّہٗ لَوْ قَالَ لَا اَعْلَمُ اَنَّ لَکَ عِنْدِیْ وَدِیْعَۃً وَ لٰکِنْ اِنْ کَانَ لَکَ عِنْدِیْ وَدِیْعَۃٌ فَہِیَ ہٰذِہٖ الدَّرَاہِمُ فَاَخَذَہَا الْمَالِکُ لَا یَضْمَنُ کَذَا فِی الْمُحِیْطِ ۷۴ وَ قَیَّدَ ب

مصمونا جائز ہو لو قولہ ثم ھل یضمن فی الدور نحوہ وفی البحر الاستحسان لا فکان خوف الحار اور اگر دوسرے کی نسبت میں ایک کا حصہ نگاہ سپرد تاوان آویگا یا نہیں درمیں ہے کہ وہاں تاوان آویگا اور بحر الرائق میں ہے کہ استحسان میں سپرد تاوان نہیں پھر جب عدم تاوان استحسان ہوا تو ... تاوان ہی مختار ہوگا ھ طحطاوی نے علامہ مقدسی سے نقل کیا کہ یہ قول کیونکر مختار ہوگا حالانکہ متون امام کے قول پر ہیں فان اودع رجل عند رجلین ما یقسم اقتسماہ وحفظ کل نصفہ کمودعتین ومستبضعین ودعیین ودعدی برھن ووکیلی شراء سواگر دو ودیعت رکھی ایک مرنے دو مردوں کے پاس وہ چیز جو قسمت پذیر ہو تو دونوں مرد اسکو باٹ لیں اور ہر مرد اسکے نصف کی محافظت کرے مانند دو مرتہنوں اور دو مستبضعوں اور دو مدیونوں اور دو رہن کے دو عادل شخصوں اور خریدے کے دو وکیلوں کے ھم قسمت پذیر سے مراد کیلات اور موزونات ہیں اور جو چیز عیب دار نہو جائے تقسیم سے خریدے کے دو وکیلوں کی یہ صورت ہے کہ اگر مثلاً ہزار درم دے غلام کے خرید کرنے کو تو دونوں ہزار کو قسمت کر لیں پھر اگر ایک وکیل دوسرے کو اپنا نصف دیگا تو سپرد تاوان لازم آویگا یعنے درصورت ہلاکی اور اسپر اجماع ہے کہ مدفوع الیہ پر ضمان نہیں کذا فی الطحطاوی ولو ودعہ احدھما الی صاحبہ ضمن الدافع اور اگر ایک مدعو ع اپنا حصہ اپنے ساتھی کو یعنی دوسرے مودع کو دے تو دینے والا تاوان دیگا بخلاف ما لا یقسم بجواز حفظ احدھما باذن الاٰخر خلاف اس ودیعت کے جو قسمت پذیر نہیں کہ اسمیں دافع پر تاوان نہیں بسبب جائز ہو جانے ایک شخص کی حفاظت کے دوسرے کے اذن سے ھم غیر قسمت پذیر وہ چیز جو تقسیم سے معیوب ہو جائے کذا فی الطحطاوی ولو قال الذی الی عیالک او احفظ فی ھذا البیت فدفعھا الی من لا بد منہ او احفظھا فی بیت اخر من الدار فان کانت بیوت الدار مستویۃ فی الحفظ واحرز لم یضمن اور اگر مالک نے مودع سے کہا کہ میری ودیعت یہ جو اپنے عیال کو یا محافظت کیجیو اس کوٹھری میں سو مودع نے ودیعت اس شخص کو اپنے عیال میں سے دی جس سے اسکو چار و نہیں یاد ودیعت کی حفاظت کی اس گھر کی دوسری کوٹھری میں تو اگر اس گھر کی کوٹھریاں محفوظ ہونے میں برابر ہوں یا دوسری کوٹھری محفوظ تر مالک کی بتائی کوٹھری سے ہو تو اسپر تاوان نہ آویگا یعنے درصورت تلف ہو جانے ودیعت کے اسلواسطے کہ شرط مذکور صحیح نہیں لہذا نہیں ھم عیال للبدی جیسے جانور سپرد کرنا اپنے غلام کو اور جو چیز غیر رتون کی حفاظت کے لائق ہو اسکو اپنی زوجہ کو سپرد کرنا کذا فی شرح الوقایہ طحطاوی نے کہا یہ اس صورت میں ظاہر ہوتا ہے کہ عیال میں سے بعض معین کے سپرد کرنے سے منع کر دیا نہ کہ مطلق عیال سے منع کیا وانما ضمن لان التعیین مفید اور اگر یوں نہیں تو تاوان نہیں اسواسطے کہ قید لگانا مالک کا مفید ہے ھم یعنے اگر مودع غیر البدی عیال کو ودیعت سپرد کرے مثلاً اس زوجہ یا اس غلام کو سپرد کرکے دینے سے مالک نے منع کر دیا اور حالانکہ مودع کی دوسری زوجہ یا دوسرا غلام موجود ہے یا دوسری کوٹھری میں حفاظت قابل ہوا سطرح پر کہ اسکی پشت راہ کی طرف ہو تو مودع پر درصورت تلف ودیعت تاوان لازم آویگا اسواسطے کہ وہ متعدی ٹھہرا کیونکہ بغیے عیال پر اعتماد نہیں ہوتا اور حفاظت میں بیوت متفاوت ہوتے ہیں بر آنچہ میں ہے کذا عدہ کلیہ اس باب میں ہے کہ جس شرط کی مراعات ممکن ہو اور اسمیں فائدہ بھی ہو تو وہ معتبر ہے اور جس شرط کی مراعات غیر ممکن ہو اور وہ مفید بھی نہو وہ لغو اور باطل ہے کذا فی الطحطاوی ولا یضمن مودع المودع فیضمن المالک فقط ان ھلکت بعد مفارقتہ وان قبلہ لا الا ان ردہ علیہ اور تاوان نہ دے مودع کا مودع ثانی نہ دے خالد کے پاس ودیعت رکھی اور خالد نے عمرو کے پاس تو مودع اول یعنی فقط خالد پر تاوان آویگا اگر ودیعت ہلاک ہوگئی مودع اول کے جدا ہونے کے بعد اور اگر قبل از مفارقت ہلاک ہوئی تو ضمان نہیں ھم یہ امام کا قول ہے اور صاحبین رح کے نزدیک مالک کو اختیار ہے چاہے اول سے تاوان لے اور چاہے ثانی سے ولو قال انا لک ھلکت عند الثانی ولو قال بل ردھا وھلکت عندک لم یصدق اور اگر مالک نے کہا کہ ودیعت مودع ثانی کے پاس تلف ہوئی اور مودع اول نے کہا بلکہ اسنے مجھکو پھیری تھی اور میرے پاس ہلاک ہوئی تو مودع اول کی تصدیق نہ ہوگی وفی الغصب منہ یصدق لانہ امین سواجیہ اور مودع کے پاس سے غصب ہو جانے میں اسکی تصدیق ہوگی اسواسطے کہ وہ امین ہے کذا فی السراجیہ یعنے اگر ودیعت غصب ہو گئی مودع کے پاس سے اور تلف ہو گئی اور مالک نے چاہا کہ غاصب سے تاوان لے سو مودع نے کہا کہ غاصب نے مجھکو ودیعت پھیر دی سو میرے پاس وہ ہلاک ہو گئی تو مودع کا قول مقبول ہوگا کیونکہ وہ امین ہے کذا فی المنح وفی المجتبی القضاء

ھ صح اگر ایک نے کہا تم نے ودیعت مجھکو پھیر دی اور دوسرے نے کہا نہیں پھیری تو اول کا قول مقبول ہوگا کیونکہ وہ امین ہے کذا فی الطحطاوی

اذا غلط فذهب ثوب رجل لغيره فقطعه فكلاهما ضامنان ومجتبى بين رجل دھوبی چرک جائے سو ایک مرد کا کپڑا دوسرے مرد کا کپڑے پھر دوسرا شخص اسکو قطع کر ڈالے تو دونوں شخص یعنے دھوبی اور قاطع ضامن ہیں ھم یعنے مالک جس سے چاہے تاوان لے تو دھوبی قاطع سے پھر اگر دھوبی قاطع سے لے تو دھوبی سے لے قواعد فقہ اسی کو مقتضی ہیں کذا فی الطحطاوی یعنے بتفصیل بحث ہی نہ روایت سب وعن محمد اصاب الوديعة شئ فامر المودع رجلا ليجاء فاصطبث من ذلك فلوقا مقتضين من شاء لكن ان ضمن المعالج رجع على الاول ان لم يعلم انها لغيره والا لم يرجع انتھی اور محمد بن حسن سے روایت ہی کہ ودیعت کے جانور کو کچھ بیماری ہوگئی سو مودع نے ایک عمر و سے کہا کہ اسکا معالجہ کر سو وہ جانور ہلاک ہو گیا تو اسکا مالک جس سے چاہے تاوان لے لیکن اگر معالج سے تاوان لے تو وہ اول شخص یعنی مودع سے بھر لے اگر معالج جانتا ہو کہ ودیعت غیر شخص کی ہی اور اگر جانتا نہ ہو کہ غیر شخص کی ہی تو رجوع نہ کریگا انتھی مافی المجتبیٰ بخلاف مودع الغاصب فيضمن ايا شاء بخلاف غاصب کے مودع کے تو مالک جس سے چاہے تاوان لے خواہ غاصب سے خواہ اسکے مودع سے ھم غاصب سے تاوان لینا تو صریح ہی اور مودع سے اسواسطے کہ اسنے غاصب سے ودیعت لی بدون رضامندی اسکے مالک کے کذا فی الدرر واذا ضمن المودع رجع على الغاصب ان علم على الظاهر والا لا فلو قال لا ادري والباقاني والبرجندي وغيرهم هنا قال الفقيه ابو جعفر اور جبکہ مالک مودع سے تاوان لے تو مودع غاصب سے بھر لے اگر یہ مودع جانتا ہو کہ یہ چیز مغصوب ہی یہ قول ظاہر کذا فی الدرر بخلاف اس قول کے جسکو قہستانی اور باقانی اور برجندی وغیرہم نے نقل کیا کہ اگر بصورت علم کے رجوع نہیں تو خردار رہو اس اختلاف سے ومن اخذ من رجلين كل منهما الف ادعى كل واحد منهما انه له ادعه اياه فنكل عن الحلف لهما فهو لهما وعليه الف اخر بينهما اگر ایک شخص کے پاس ہزار درم ہیں اسپر دو شخص مدعی ہیں ہر شخص دعوی کرتا ہی کہ وہ ہزار اسکے ہیں اسنے اس شخص کے پاس ودیعت رکھی ہی یہ دونوں کے گواہ نہیں سو مودع سے قسم لینا چاہا سو اسنے دونوں کیواسطے قسم کھائی تو وہ ہزار دونوں مدعیوں کے مملوک ٹھہرینگے اور اس شخص پر ہزار درم اور واجب الادا ہونگے جو دونوں مدعیوں میں نصف نصف ہوں ھم قسم نکھانا اقرار ہی دونوں مدعوں کا لہذا ایک ہزار اسپر لازم آئے ولو حلف لاحدهما او نكل للاخر فالالف للذي نكل له اور اگر مودع نے ایک مدعی کیواسطے قسم کھائی اور دوسرے کی قسم سے انکار کیا تو ہزار درم اس مدعی کے ٹھہرینگے جسکے واسطے اسنے قسم کھائی دفع الى رجل الفا وقال ادفعها الي فلان فلم يدفعها حتى ضاعت لم يضمن اذا لم يلزمه ذلك ایک شخص نے دوسرے کو ہزار درم سونپے اور کہا کہ یہ ہزار درم آج کے دن فلانے شخص کو پہونچا دے سو اسنے اسکو نہیں پہونچائے یہاں تک کہ وہ تلف ہو گئے تو اس سے تاوان نہ لیا جاویگا اسواسطے کہ فیصل اسپر کرنا لازم نہیں کما لو قال له اسلم الي الوديعة فقال افعل ولم يفعل حتى مضى اليوم وهلكت لم يضمن لان الواجب عليه التخلية خانیہ چنانچہ اگر مالک نے مودع سے کہا کہ میری طرف اٹھا لا ودیعت کو سو کہا اسنے کہ میں یہ فعل کرونگا پھر وہ نہ اٹھا یا یہاں تک کہ وہ دن گذر گیا اور ودیعت ہلاک ہوئی تو اسپر تاوان نہ آویگا اسواسطیکہ مودع پر تخلیہ واجب ہی کذا فی العمادیہ یعنی فلانے کو دینا یا مالک کی طرف ودیعت کا اٹھا لانا اسپر واجب نہیں ہی جسکے نہ کرنے سے تاوان آپڑے لازم ہو مالک اور ودیعت میں تخلیہ البتہ اسپر واجب ہی قال رب الوديعة للمودع ادفع الوديعة الى فلان فقال قد فعلت فكذبه في الدفع فلان وضاعت الوديعة صدق في الرجوع مع يمينه لانه امين سواحبہ صاحب ودیعت نے مودع سے کہا کہ ودیعت فلانے شخص کو دے سو اسنے کہا میں نے اسکو دی اور فلانے شخص نے دینے میں اسکے تکذیب کی اور ودیعت ضائع ہو گئی تو مودع کے قول کی تصدیق ہوگی قسم کے ساتھ اسواسطے کہ وہ امین ہی کذا فی السراجیہ قال المودع ابتداء لا ادري كيف ذهبت لا يمين عليه لانه صح كما لو قال ذهبت ولا ادري كيف ذهبت فالقول قوله مودع نے شروع سے کہا میں جانتا ہوں کہ ودیعت کیونکر جاتی رہی تو اسپر تاوان نہیں برقول صحیح ترجیحا چنانچہ اگر یوں بولا کہ ودیعت جاتی رہی اور میں نہیں جانتا ہوں کہ کیونکر وہ جاتی رہی تو مقبول قول مودع کا ہوگا بخلاف قوله لا ادري اضاعت ام لم تضع او لا ادري وصفتها او وضعتها في التابوت او موضع آخر فانه يضمن بخلاف قول مودع کہ میں نہیں جانتا کہ ودیعت ضائع ہو گئی یا ضائع نہیں ہوئی یا میں نہیں جانتا کہ میں نے ودیعت رکھدی یا دفن

کردی پھر تلف ہوگئیں تو اسپر تاوان آویگا ہم طحطاوی کہا فتاوی عالمگیری میں عامہ یہ اسکے برخلاف منقول ہی آطرح کہ اگر یہ لاکہ میں نہیں جانتا کہ ضائع ہوگئی یا ضائع نہیں ہوئی تو اسپر تاوان نہیں وتوہم بینت مکان الدفن لکنہ قال سرقت من المکان المدفون فیہ یضمن ہم تاتارخانیہ اور اگر مودع نے دفن ودیعت کا مکان بیان کیا لیکن اُسنے کہا کہ وہ چوری ہوگئی اُس مکان سے جس میں دفن تھی تو اسپر تاوان نہیں اور اسکا بیورا بیان عامہ یہ میں ہی **فروع** مسائل ملحقہ متعارف کے ھذا اذا ودع او اوصی الی دفع بعض المال ان خاف تلف نفسہ او عضوہ فان لم یضمن مودع یا وصی دیدیا گیا بعض مال کے دینے پر تو اگر مودع یا وصی ظالم سے ڈرا اپنی جان پر یا اپنے عضو پر سو اُسنے بعض مال دیا تو اسپر تاوان نہیں وان خاف الحبس والقید ضمن اور اگر محبوس ہونے سے یا بیڑی ڈالنے سے ڈرا اور اُسنے مال دیدیا تو اسپر تاوان ہوگا کان خشی اخذ کلہ فقد عد ذاہ اگر مودع یا وصی اپنے تمام مال کے چھن جانے سے ڈرا تو وہ عند ہم فتاوی عالمگیری میں ہی کہ سلطان نے مودع کو ڈرایا اُسکے مال کے تلف کروالنے سے اگر وہ دواجت کو نہ دے تو اسپر تاوان آویگا اگر اُسکے پاس مال بقدر کفایت کے باقی رہے اور اگر سب مال لے تو وہ معذور ہی اور اسپر تاوان نہیں کما لو کان اجانبا وھو الاصح بنفسہ فلا ضمان عما دیہ چنانچہ اگر ظالم جابر ہی خود لینے والا ہو تو تاوان نہیں کذا فی العمادیہ ہم طحطاوی نے کما منح الغفار سے معلوم ہوتا ہی کہ جب ظالم خود لینے والا ہو تو تفصیل مذکور اسمیں نہیں ہی خیف علی الودیعۃ الفساد ورفعہ لا مر للحاکم لیبیعہ ولو لم یرفع حتی فسد فلا ضمان ودیعت پر خوف ہوا سڑ جانے اور بگڑ جانے کا تو مودع پر حال حاکم سے کہنے تاکہ وہ اُسکو بیچدالے اور اگر حاکم سے کہے یہان تک کہ ودیعت بگڑ جائے تو اسپر تاوان نہیں ہم حاکم سے کہنا بہتر و واجب نہیں فتاوی عالمگیری میں ہی کہ اگر اُس شہر میں حاکم نہو تو خود مودع اُسکو بیچ ڈالے اور اُسکا ثمن رکھ چھوڑے ولو انفق علیہا باذنہ او بغیر متبرع اور اگر مودع نے ودیعت پر کچھ خرچ کیا بدون حکم قاضی کے تو وہ احسان کرنے والا ہی یعنے مالک سے وہ خرچ نہیں لے سکتا بلا امر حاکم قرأ من مصحف الودیعۃ او الرہن فہلک حالۃ القراءۃ لا ضمان لان لہ ولایۃ التصرف صیر مودع نے ودیعت یا رہن کے مصحف میں پڑہا سو مصحف تلف ہوگیا پڑہنے کی حالت میں تو اسپر تاوان نہیں اسواسطے کہ مودع کو اس تصرف کی یعنی پڑہنے کی ولایت ہی کذا فی الصغیر فیہم کتاب العاریۃ کے اخیر میں مذکور ہوگا کہ کتب علم میں نظر کرنا جائز ہی اگر نظر کرنے اور اوراق تقلب الی راق میں ضرر نہو اور یہ اسطرح ہی جیسے کسیکی دیوار کے سایے میں بیٹھنا اور راحتیاطیہ ہی کہ بلا اجازت مالک نظر نکرے اور فتاوی عالمگیری میں ہی کہ ایک شخص نے دوسرے کے پاس طبق ودیعت رکھا سو اُسنے اُسپر مینے تنکے کے سر پر رکھا سے تلف ہوگیا اور اگر رکھنا بروجہ استعمال ہو تو تاوان ہی اور اگر بطریق استعمال کے نہیں ہی تو تاوان نہیں ہی اور اسکی معرفت کا طریقہ یہ ہی کہ اگر تنکے میں پانی یا آٹا ہو تو رکھنا بطریق کا استعمال ہی اور اگر تنکا خالی ہو تو استعمال نہیں کذا فی الطحطاوی قال ولکن لو وضع السراج علی المنارۃ صریحہ کے منسٹ کہا اور اسیطرح اگر ودیعت کا چراغ منار پر رکھے تو تاوان نہیں درصورت تلف ہوجانے کے ہم منار سے مراد محل نور ہی وفیہا او ودع صکا وعرف اداء بعض الحق ومات الطالب وانکر الوارث الاداء حبس الموجع الصک ابدا اور صیرفین ہی کہ ایک شخص نے دوسرے کے پاس سند ودیعت رکھا اور ادائے بعض حق مطلوم ہی اور طالب گیا اور وارث نے انکار ادائے بعض حق کا تو مودع سند کو ہمیشہ بند رکھے ہم صورت اسکی یہ کہ مثلاً زید کے محمود پر سو درم ہیں سو محمود نے زید کو سو درم کا سند لکھدیا اور زید نے وہ سند حامد کیپاس ودیعت رکھا پھر محمود نے پچیس درم مثلاً زید کو ادا کئے اور یہ حال حامد کو معلوم ہی بعد اسکے زید مرگیا اور اُسکا وارث پچیس درم کے دینے کو نہیں مانتا ہی تو حامد کو چاہیے کہ سند محمود کے وارث کو نہ دے طحطاوی نے کہا اسواسطے کہ اسمیں محمود کا ضرر ہی اور شاید کہ یہ اُس صورت پر محمول ہی جبکہ وہ عالم حق کا اقرار کرے سند دیکھکر اور ثبت حق نہیں ہی فی الاشباہ لا یعد اقرارا مدیون للمیت بدین فی الدین الا الوارث وعلی المدیون اور اشباہ میں ہی کہ میت کا مدیون اور شبہ میں بری الذمہ نہو گا وارث کو دین کی ادا ہر حالانکہ میت پر دین ہی اور لوگوں کی ہم ظاہر اور ہم برات اس صورت میں ہی جبکہ دین مستغرق ہو اور وارث مؤتمن نہو چنانچہ ودیعت میں بھی اسطرح ہی جبکہ مودع وارث کو ودیعت سونکر نی الطحطاوی من الحموی لیس للمسلم خذ ودیعۃ العبد میان کو جائز نہیں غلام کی ودیعت لینا یعنے اسواسطے کہ شاید وہ غیر کا مال ہو جبکہ سونے گواہ لادے کہ یہ مال ہی العامل لغیرہ امانۃ لا اجر لہ الا الموصی والناظر اذا عملا بشرط الواقف کے غیر کہ واسطے عمل کرتا ہی بطور وصایت کے اُسکے واسطے اجرت نہیں مگر

وصی اور ناظر وقف کیواسطے اجرت مثل ہی جبکہ دونوں عمل کریں ہم وصی سے وہ وصی مراد ہی جسکو قاضی نے مقرر کیا اجرت معین کرکے اور میت کا وصی تو اجرت کا مستحق نہیں مگر اس الاشباہ قُلْتُ وَعُلِمَ مِنْهُ اَنَّ لَا اَجْرَ لِلنَّاظِرِ فِی الْمُسَقَّفِ اِذَا اُحِیْلَ عَلَیْهِ الْمُسْتَحِقُّوْنَ فَلْیُحْفَظْ حَیْثُ کُنَّا ہون تو اس سے معلوم ہوا یعنی وصی اور ناظر کے اشتراط عمل سے معلوم ہوا کہ ناظر وقف کیواسطے اجرت نہیں ہوتے مگا ہم جبکہ مستحقین وقف کو اسکے بانٹنے کا حوالہ کردیا گیا ہو تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے ہم طحطاوی نے کہا کہ اگر وقف کرنے والے کیطرف سے اجرت مقرر ہوگی تو ناظر کو ملے گی وَفِی الْوَهْبَانِیَّةِ **شعر** وَدَافِعُ الْفِ مِفْضَاةٍ وَمِقْدَارُ مَا + وَدِیْعُ الْقَاضِی الشَّرْطُ جَازَ وَیُحْذَا اور وہبانیہ میں ہی اور ہزار درہم فرض اور مضاربت میں دیکر نفع مضاربت کا فقط مالک کے واسطے شرط کرنا جائز ہی اور منوع ہم یعنی ایک شخص نے سو کر کو ہزار درہم دیئے اور کہا کہ نصف قرض ہیں اور نصف بطور مضاربت اور مضاربت کا نفع مخصوص میرے واسطے تو یہ شرط جائز ہی تو نصف بضاعت مجھ ہوگیا اور نصف قرض کا نفع مستقرض کا ہوگا اسواسطے کہ جب مضاربت فاسد ہوگئی تمام نفع کی شرط کرنے سے صاحب مال کیواسطے تو مضاربت کے مقابلے بضاعت ہوگئی وجہ منوع ہونے کی یہ کہ حدیث میں قرض سے جرّ منفعت کرنا منع ہی پھر جب یہ شرط صحیح ہوئی تو ہزار کا نفع دونوں کیواسطے ہی اور رُبع ہی دونوں پر ہی اسواسطے کہ دونوں ہزار میں شریک ہیں کذا فی الطحطاوی **شعر** وَاِنْ یَدَّعِی ذُو الْمَالِ قَرْضًا وَحِصَّهُ + وَقِرَاضًا فَرِبْحُ الْمَالِ قُلْ قِیْلَ اَجْدَلُ اور اگر صاحب مال قرض کا دعوی کرے اور اُسکا محاصہ مضاربت کا دعوی کرے تو بعضوں نے کہا کہ صاحب مال کا قول اَلْیَق تر قبول ہی ہم اور دوسرا قول یہ کہ مضارب کا قول مقبول ہی اور مصنف نے قول ثانی کو اختیار کیا ہی کتاب الایداع سے پہلے **شعر** وَفِی الْعَکْسِ بَعْدَ الْوَجْهِ خَالِفْ قَوْلَهُ + کَذَا ذَاکَ فِی الْاِبْضَاعِ مَا شَیْءٌ بَیِّنٌ اور اسکے بالعکس دعوی کرنا بعد نفع کے تو صاحب مال ہی کا قول مقبول ہی اسطرح بضاعت ہونے کے اختلاف میں حکم معتبر نہیں ہی ہم بالعکس کی صورت یہ کہ مضارب نے نفع حاصل کرنیکے بعد دعوی کیا کہ یہ روپیہ مال قرض تھا اور صاحب مال نے کہا مضاربت کے طور پر تھا تو صاحب مال ہی کا قول مقبول ہی اور مضارب پر گواہ لانا لازم ہی اور ابضاع کی یہ صورت ہی کہ صاحب مال نے کہا کہ میں نے اسکو مال بطور بضاعت کے دیا اور مضارب نے قرض کا دعوی کرنا ہی تو صاحب مال ہی کا قول مقبول ہی کذا فی الطحطاوی **شعر** وَاِنْ قَالَ قَدْ ضَاعَتْ مِنِّیْ لَا بِیَدِیْ صَدَّقَ + عَلَیْهِ یَصِحُّ وَیُسْتَحْلَفُ فَقَدْ یَتَصَوَّرُ + اور اگر مودع نے کہا کہ فقط ودیعت کو کھو دی سے ضائع ہوگئی تو یہ قول صحیح ہی یعنی صادق ہی اور اُس سے قسم لیجائیگی اسواسطے کہ یہ صورت ہوسکتی ہم یعنے سونے ودیعت کے مکان سے اور کسی چور کا ضائع ہونا متصور ہی اسطرح کہ سارق جلدی کے سبب سے ودیعت کے سوا اور کسی چیز کو جرا نسکا یا کوئی چیز اسکو مقصود تھی کذا فی الطحطاوی **شعر** وَتَارِکُ فِی قَوْمٍ لَا مِیْ صَحِیْفَةً + فَرَاحُوْا وَرَاحَتْ بَعْضَ مَتَاحِهِمْ + اور ایک قوم میں ودیعت کا چھوڑنے والا اسواسطے مذکور ہوا کہ پھر قوم کے لوگ وہاں سے چلے گئے اور ودیعت تلف ہوگئی تو ایسا شخص جاہل الاماندار ہے اسکو امر ہم کذا فی الطحطاوی عن المحیط اور جو ہے کا کہا ٹا ودیعت کو برخلاف اس مسئلے کے مردی ہی جبکہ مودع ودیعت کے مکان کا سوراخ نہ بند کرے بعد اسکے کہ رہائت ہونے کے یا مالک ودیعت کی خبر نکردے کہ مکان کا سوراخ دار ہم یعنے جبکہ مالک نے ودیعت مودع کو سپرد کی اور مودع نے اُس مکان میں کہ جسمیں سوراخ نہیں پھر اسکو جو سونے کا ڈلا یا آگ سے وہ جل گئی تو اُسپر تاوان نہیں اور اگر اُس مکان میں سوراخ ہی اور مودع اسکو جانتا ہی تو اگر مالک نے مودع کو خبر کردی سوراخ کی تو اُسپر تاوان نہیں اور اگر مالک نے خبر نکی اور مودع نے باوجود دانست سوراخ بند نکیا تو اُسپر تاوان ہی خلاصہ یہ کہ تاوان دفع ہوتا ہی سوراخ کے بند کرنے سے یا مالک کے سوراخ بتانے سے اگرچہ درصورت اعلام مالک مودع سوراخ کو نہ بند کرے اسواسطے کہ مالک راضی ہوگیا اُس مکان میں رہنے سے باوجود سوراخ دار ہونے کے تو علم ہم ملکہ بقولہ ولم یعلم کالبینہ اور ہی کذا فی الطحطاوی خلت بقی لو سَدَّ هَامَّةً فَفَصَدَ الْفَارُ وَاَفْسَدَهُ لَمْ یَضْمَنْ تَفْصِیْلُهُ فِی الْمُطَوَّلَاتِ یعنی کہا ہوں باقی رہا یہ احتمال کہ اگر مودع نے اژدہا وسوراخ بند کردیا اسکے پھر اسکو کھولدیا اور ودیعت کو خراب کردالا اسکا حکم کونہیں اور اسکی بھی تفصیل کہ زیادہ گذشتہ لائق ہی سو اسکو نہ کورہم تفصیل مذکور ہی بقول علم موسی کہ یا مالک سوراخ بتادے یا مودع درصورت عدم اعلام سوراخ کو بند کردے تو اوان اُسی سے دفع ہوا اور اس قول کو وہبانیہ کے شارحین یعنے علامہ عبد البر اور شرنبلالی نے پسند کیا ہی **تمت** ہر احب میں ہی کہ ودیعت بھیرونے کی مؤنت مالک پر ہی نہ مودع پر

استغفر کذا فی الخطابی واللہ اعلم واستغفر اللہ الکریم

کتاب العاریۃ

از شبیر احمد عثمانی

یہ کتاب عاریت کے احکام میں ہم عاریت کی خوبی قرآن اور حدیث اور اجماع سے ثابت ہے حق تعالیٰ نے فرمایا (وَيَمْنَعُونَ الْمَاعُونَ) یعنی کفار ماعون کو روکتے ہیں ماعون اس چیز سے عبارت ہے جس کی عاریت دینے کی لوگوں میں عادت ہو پھر جب عاریت دینا مذموم ٹھہرا تو عاریت لینا بدرجہ اولیٰ مذموم ہوا اور بخاری میں ثابت ہے کہ آنحضرت صلعم نے ابو طلحہؓ کا گھوڑا جسکا سند دیا تھا طلبِ عاریت کے لیا تھا اور اسمیں اختلاف ہے کہ عاریت مباح ہے یا مستحب ہے یا واجب اکثر علماء سے مروی ہے کہ مستحب ہے کذا ذکرہ ابو السعود (اَدِّ الْاَمَانَةَ اِلٰى مَنِ ائْتَمَنَكَ وَلَا تَخُنْ مَنْ خَانَكَ) کافی شرح کافی الامانۃ مصنف نے پہلے لا بالعاریت کو دو بتایا اسواسطے کہ عاریت میں منافع کی تملیک ہے اگرچہ دونوں امانت ہیں جو مشترک ہیں یعنی عاریت میں تملیک ہے اور ایداع میں نہیں تو عاریت و ودیعت میں فرق ظاہر ہے پھر ترکیب میں مفرد کے ہم ترکیب مفرد سے اور مرکب مرکب سے مناسب ہے اور ہر ایک مفرد کی مفرد سے اور مرکب مرکب سے وَصَحَّ اسْتِقْرَاضُ النَّبِيِّ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى فِي حَاجَةِ الْمُضْطَرِّ لِأَنَّهُ لَا تَكُوْنُ إِلَّا لِمُحْتَاجٍ کا قرض اور عاریت کی عمدہ خوبیوں سے حق تعالیٰ کی بنابت ہو عاجز مضطر کی اجابت اور حاجت روائی میں اسواسطے کہ عاریت دینا نہیں ہوتا مگر ایسے شخص کے ساتھ قرض کے ساتھ ہم یعنی مستعیر مضطر ہوتا ہے بسبب اپنی حاجت کے وقال تعالیٰ (اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ) اور مستعیر نے مستعار کی زیادتی کی تو گویا حق تعالیٰ کا وہ نائب ہوا زیادتی میں تو عاریت دینے والا تخلق ہوا اخلق زیادتی کا کم تخلقوا باخلاق اللہ دینے والے ہی مومنین تعالیٰ ہوا اخلاق ربانی فلذا کانت الصدقۃ بعشرۃ والقرض بثمانیۃ عشر سو بسواسطے یعنی اہلیت مساجی خیرات کا ایکدرم دس درم کے برابر ہے ثواب میں اور قرض کا ایکدرم اٹھارہ درم کے برابر ہم یعنی قرض نہیں لیتا غالباً مگر حاجتمند اور خیرات مستحق اور غیر محتاج دونوں کو پہونچتی ہے اگرچہ صدقہ دینے والا اسکو مستحق جانکر دیتا ہے صدقے کا ثواب وہ چند اسواسطے ہوا کہ الاجر بقدر المشقۃ اور قرض کا ثواب اٹھارہ گنا اسواسطے ہوا کہ قرض کا ایکدرم بعلت احتیاج صدقہ کے دو درم کے برابر ہے تو جب صدقہ کا ایکدرم دس درم کے برابر ہوا تو قرض کا ایک درم بیس درم کے برابر ٹھہرا لیکن میں نہ دیں صدقہ کرنے والے کی طرف بچھ عود نہیں کرتا اور قرض کا درم مقرض کی طرف عود کرتا ہے تو مقابل اسکے دو درم ساقط ہو گئے تو اٹھارہ باقی رہ گئے والمذا اگر مقرض مستقرض کو معاف کردے تو بیس درم کا ثواب ہوگا وَهِيَ لُغَةً مُشَدَّدَةُ الْيَاءِ وَتُخَفَّفُ اِعَارَةُ الشَّيْءِ قَامُوسٌ عاریت لغت عرب میں عبارت ہے چیز کے عاریت دینے سے عاریت کی یاے کتابیہ شدہ ہو اور تا کی تخفیف بھی جائز ہے کذا فی القاموس ہم حادثہ عاریت یا تا استعارہ عاریت مانگنا مستعیر عاریت لینے والا مستعار جو چیز عاریت دی گئی ہو المنافع جمع منفعۃ اور شرع میں عاریت عبارت ہے منافع کے تملیک کر دینے سے منفعت بلا عوض ہم یعنی معیر مستعیر کو اپنی چیز کی منفعت کا مالک کر دے مثلاً گھوڑا سواری ہونا اور کتاب سے پڑھنا اور گھر کا رہنا منفعت کی تو ہوا اسواسطے کہ اجارہ میں بھی تملیک ہے منافع کی مگر منفعت تملیک نہیں بلکہ عوض ہے اَوْ اَفَادَ بِالْمِلْكِ لُزُوْمَ الْاِيْجَابِ وَالْقَبُوْلِ وَلَوْ تَعَاطِيًا مصنف نے تملیک کی لفظ سے ایجاب اور قبول کے لازم ہونے کا فائدہ عاریت میں ظاہر کر دیا اگر قبول فعلی نہ ہو تو قول ہم جیسا سابق مذکور ہو چکا کہ عقد تبرع فقط بالایجاب پر وقوف ہوتا ہے والمذا فتاوی عالمگیری میں کہا ہے کہ عاریت کا رکن فقط ایجاب ہے مستعیر کی جانب سے اور مستعیر کی طرف سے قبول کرنا ہمارے اصحاب ثلثہ کے نزدیک رکن ہے استحسان شرط نہیں بحر الرائق میں ہے کہ اگر مستعیر نے بلا استعارہ مستعیر سے کہا کہ غلام اور اس کی خدمت کرا تو یہ عاریت نہیں تو اسکا نفقہ مالک پر ہوگا انتہی من الخلاصۃ اور خانیہ میں ہے کہ اگر عاریت مانگی سو معیر جب یا تو عاریت نہ دی انتہی تو معلوم ہوا کہ ایجاب فعلی نہیں ہوتا ان قبول کا بھی فعلی ہونا ہے چنانچہ معیر نے کہا کہ یہ کپڑا اسطور عاریت کے سونپتے اپنا ہاتھ بھیلایا اور لیا تو اس سے ظاہر ہو گیا کہ لہ لفظاً فقط قبول کیطرف راجع ہے کذا فی الخطابی وَحُكْمُهَا كَوْنُهَا اَمَانَةً اور عاریت کا حکم یہ ہے اثر مترتب تمام عاریت کا امانت یعنی اگر عاریت بلا تعدی تلف ہو جاوے تو مستعیر پر تاوان نہیں ہاں اگر تعدی سے تلف ہو تو بالاجماع تاوان ہے وضرطہ قابلیۃ المستعار للانتفاع وخلوھا عن شرط العوض لانہا عقد اجارۃ اور عاریت کی شرط قابل ہونا ہے مستعار کا فائدہ لینے کیواسطے اور خالی ہونا عاریت کا عوض سے شرط ہے اسواسطے کہ عاریت میں شرط عوض سے عاریت باقی نہیں رہتی اجارہ ہو جاتی ہے حاصل اہلیت انتفاع سے عمر اور حضر میں کا عاریت ہونا مسلم کے حق میں نکل گیا اور یہ ضرور ہے کہ انتفاع بدون استہلاک عین کے ہو تو درہم اور دنانیر فلوس اور کیلیات و موزونات اور روئی اور دھوئے اور پشم اور مشک و کافور کا عاریت لینا بلا بیان جہت عاریت نہیں بلکہ قرض ہے اور اگر روپیہ پیسا کسی چیز کے تولنے کیواسطے یا زینت دوکان اور تجمل کیواسطے عاریت لے تو یہ قرض نہیں بلکہ عاریت ہے لیکن اسکو سونپا وجہ مذکور کے اسکا استعمال کرنا جائز نہیں کذا فی غایۃ البیان

وصَحَّ فِی الْعَمَادِیَّۃِ اِجَارَۃُ الشَّاعِ وَاِیْدَاعُہٗ وَبَیْعُہٗ یعنی لانہ جہالۃ العین لا تفضی الی المنازعۃ اور عمادیہ میں ہے کہ عاریت پر دینے اور اسکے ودیعت رکھنے اور اسکے بیچنے کے جواز کی اسواسطے کہ جہالت عین کی یہاں موجب نزاع نہیں بسبب نہ لازم ہونے عقد عاریت کے وَقَالُوْا عَلَفُ الدَّابَّۃِ عَلَی الْمُسْتَعِیْرِ وَلٰکِنْ اَنْفَقَہُ الْعَبْدُ مَا کَسَوْتُہٗ فَعَلَی الْمُعِیْرِ اور فقہانے کہا ہے کہ عاریت کے جانور کا چارہ عاریت لینے والے پر ہے اور اسیطرح نفقہ غلام مستعار کا اور اسکا لباس کہ عاریت دینے والے پر ہے وَھٰذَا اِذَا طَلَبَ الْاِسْتِعَارَۃَ فَلَوْ قَالَ الْمَوْلٰی خُذْہُ وَاسْتَخْدِمْہُ مِنْ غَیْرِ اَنْ یَسْتَعِیْرَہٗ فَنَفَقَتُہٗ عَلَی الْمَوْلٰی اَیْضًا لِاَنَّہٗ وَدِیْعَۃٌ یعنے غلام کا نفقہ مستعیر پر ہونا اسوقت ہے جبکہ مستعیر نے عاریت لینے کی خواہش کی ہو تو اگر مولی کہے کہ اس غلام کو لیکر خدمت لے بلا خواہش مستعیر قرار کا کھانا پینا بھی مستعیر پر ہے اسواسطے کہ یہ ودیعت ہے نہ عاریت ہم ظاہر الروایۃ انتفاع ہے اسواسطے کہ اگر ودیعت ہوتی تو اسکو نفع لینا جائز نہ ہوتا یا یوں کہیے کہ یہ بھی ودیعت ہی ہے کہ انتفاع کو مالک نے سماح کر دیا وَتَصِحُّ بِاَعَرْتُکَ لِاَنَّہٗ صَرِیْحٌ اور عاریت صحیح ہے اَعَرْتُکَ کے لفظ سے یعنی میں نے تجھکو عاریت دی اسواسطے کہ یہ لفظ عاریت میں صریح اور کھلا ہوا ہے وَاَطْعَمْتُکَ اَرْضِیْ اَیْ غَلَّتَھَا لِاَنَّہٗ صَرِیْحٌ مَجَازًا مِنَ اطْلَاقِ اسْمِ الْمَحَلِّ عَلَی الْحَالِّ اور عاریت صحیح ہے اس لفظ سے اطعمتک ارضی یعنی میں نے اپنی زمین تجھکو کھانے کو دی یعنی زمین کا غلہ تیرے کھانے کو دیا اسواسطے کہ یہ لفظ عاریت میں صریح مجازی ہے قبیل بولنے اسم محل کے حال پر جسمیں غلہ پیدا ہوتا ہے زمین میں تو غلہ حال ہے اور زمین اُسکا محل اور محل کا نام حال پر بولنا مجاز اًمستعار ہے بقرینۃ الطعام اسواسطے کہ جب طعام غیر معلوم مثلاً زمین کی طرف مضاف ہو تو غلہ زمین مراد ہوتا ہے وَمِنْحتُکَ بِمَعْنٰی اَعْطَیْتُکَ ثَوْبِیْ وَاجَارَتِیْ ھٰذِہٖ وَحَمَلْتُکَ عَلٰی دَابَّتِیْ ھٰذِہٖ اِذَا اَرَدْتَ بِہٖ سَبِیْحَتُکَ وَحَمَلْتُکَ الْفَحْلَ لِاَنَّہٗ صَرِیْحٌ فَیُفِیْدُ الْعَارِیَّۃَ بِلَا نِیَّۃٍ وَالْھِبَۃَ بِھَا اَیْ مَجَازًا اور عاریت صحیح ہے اس لفظ سے کہ منحتک یعنی میں نے تجھکو کپڑا اپنی یہ نئی اور صحیح ہے اس لفظ سے کہ حملتک یعنی میں نے تجھکو چڑھایا اپنے اس جانور پر جبکہ تیرا کلام منحتک اور حملتک کے لفظ سے ہو بغیر ارادہ کرنے اسواسطے کہ وہ ہبہ میں صریح ہے تو عاریت کو مفید ہے بلانیت ہبہ اور ہبہ کو مفید ہے بطریق مجاز کہ نسبت ہے ہم یعنے لفظین مذکورین سے درصورت عدم نیت ہبہ عاریت ثابت ہوگی اور درصورت نیت ہبہ کے ہبہ متحقق ہوگا وَاُخْذُکَ عَبْدِیْ اَوْ اَجِرْتُکَ دَارِیْ شَھْرًا مَجَازًا اور اس لفظ سے عاریت صحیح ہے کہ میں نے اپنا غلام تیری خدمت کیواسطے دیا اور اپنا گھر ایک مہینہ تجھکو منفعت اجارہ دیا بلا عوض درحقیقت عاریت ہے اور اگر مدت اجارہ مذکور نکرے گا تو بھی ایک قول میں عاریت ثابت ہوگی اور فتاوی عالمگیری میں عدم عاریت پر اعتماد کیا ہے کذا فی الطحطاوی وَدَارِیْ مِلْکُکَ بِمَعْنٰی تَمْلِیْکِیْ بِطَرِیْقِ التَّسَکُّنِیْ اور اس قول سے عاریت صحیح ہے کہ داری لک سکنی یعنی میرا گھر تیرا ہی سکونت کی راہ سے داری مبتدا ہے اور لک خبر ہے اور سکنی تمیز ہے مصدر ہے بمعنے انامت یا اسم ہے بمعنے اسکان صاحب عنایہ کہتے ہیں کہ سکنی حکم ہے ارادہ نفع میں اسلام بمعنے ملک مانوذ ہے وَدَارِیْ لَکَ عُمْرِیْ مَفْعُوْلٌ مُطْلَقٌ اَیْ اَعْمُرُھَا لَکَ عُمْرِیْ سُکْنٰی تَمِیْزٌ یعنی جَعَلْتُ سُکْنَاھَا لَکَ مُدَّۃَ عُمْرِکَ اور اس لفظ سے عاریت صحیح ہے کہ داری لک عمری سکنی یعنی میں نے اپنے گھر کی سکونت تیرے واسطے عمر بھر کی تیری زندگی تک عمر مفعول مطلق ہے فعل محذوف کا یعنے اعمرتھا لک عمری اور سکنی تمیز ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ عمری ظرف ہو بمضمرہ عمرک اسکی طرف شارح رح نے قضیتانی میں اشارہ کیا لیکن اُسنے ایک احتمال کیا اور دوسرا احتمال کے ساتھ طرابلسی نے کہا داری لک اسکا محتمل ہے کہ رقبہ دار مخاطب کا مملوک ہو اور اسکا محتمل ہے کہ اسکی منفعت مخاطب کی مملوک ہو اور سکنی کا لفظ اور اسکی منفعت میں حکم ہے لہٰذا احتمال ہے کہ اراد منفعت پر محمول ہو کیا کذا فی الطحطاوی یعنی لام بمعنے ملک مراد نہ ہوا وَلِعَدَمِ لُزُوْمِھَا یَرْجِعُ الْمُعِیْرُ مَتٰی شَاءَ اور بسبب لازم نہ ہونے عقد عاریت کے معیر کو رجوع رعایت میں اختیار ہے جب چاہے اپنی چیز پھیر لے وَلَوْ مُؤَقَّتَۃً معیر کو عاریت پھیر لینے میں اختیار ہے اگرچہ عاریت کا وقت بھی معین کر دیا ہو میں دریافت کرتا ہوں کہ عاریت چار قسم ہے ایک یہ کہ عاریت مطلق ہو یعنے مدت اور انتفاع مذکور نہ ہو اسکا حکم یہ ہے کہ مستعیر کو اس سے فائدہ لینا جائز ہے جسطرح چاہے اور جب تک چاہے دوسری قسم یہ کہ عاریت مقید ہو یعنی مدت اور انتفاع کی مخصوص اسکا حکم یہ ہے کہ وقت معین اور انتفاع معین سے تجاوز کرنا جائز نہیں مگر درصورت بہتری خلاف تیسری قسم یہ کہ مقید در من مدت ہو اور انتفاع عین مطلق ہو چوتھی قسم یہ کہ مدت کی قید نہ ہو اور انتفاع کی قید ہو دونوں کا حکم یہ ہے کہ تعیین معیر کے تجاوز کرنا درست نہیں کذا فی السراج اَوْ فِیْہِ ضَرَرٌ وَتَبْطُلُ وَتَبْقَی الْعَیْنُ بِاَجْرِ الْمِثْلِ کمن استعار اَمَۃً لِتُرْضِعَ وَلَدَہٗ وَصَارَ لَا یَاْخُذُ لَبَنَھَا فَلَیْسَ لَہٗ اَجْرُ الْمِثْلِ اِلَی الْفِطَامِ وَفِیْمَا لَا شَیْءَ لَہٗ اگر عاریت کے پھیر لینے میں ضرر ہو تو عاریت باطل ہوگی اور عاریت کی چیز اجرت مثل باقی رہیگی یعنی صورت میں عاریت منقلب باجارہ ہو جائیگی چنانچہ مستعیر نے لونڈی عاریت لی اپنے خواہ چھوٹے کیواسطے اور اسکا ایسا لونڈی سے پل گیا کہ اسکی چھاتی

ڈاکٹر سید محمد اسلم صاحب

شہ میں نہیں لیتا سو اُس لونڈی کے تو اُس لونڈی کیواسطے اجرت مثل ثابت ہوگی دودھ جو اُنے تک اور بچوں کا بیان اسکا اشباہ میں ہے وَفِیْہَا مَغْرَمٌ یَا لِلْفَنِیَۃِ تَلْزَمُ الْعَارِیَۃُ مُطْلَقًا اِذَا اسْتَعَارَ جِدَارًا لِیَضَعَ عَلَیْہِ وَضَعَہَا اَتْبَاعُ الْمُعِیْرِ الْجِدَارَ لِلْمُشْتَرِیْ وَدَفَعَا وَقِیْلَ نَعَمْ اِلَّا اِذَا شَرَطَہُ وَقْتَ الْبَیْعِ قُلْتُ وَبِالْقِیْلِ جَزَمَ فِی الْمُحِیْطِ وَصَدَّرَ بِہٖ فِی الْبَزَّازِیَّۃِ وَغَیْرِہَا وَاعْتَمَدَہُ مُحَشِّیْنَا فِی تَنْوِیْرِ الْبَصَائِرِ وَلَمْ یَتَعَقَّبْہُ ابْنُ الْمُصَنِّفِ فَکَانَ رَاتَضَاہُ فَلْیُحْفَظْ اور اشباہ میں قنیہ سے منقول ہے کہ عاریت لازم ہوجاتی ہے اسصورت میں جبکہ ایک شخص نے دوسرے کی دیوار عاریت لی اپنی دھنیاں رکھنے کیواسطے پھر دھنیاں اُسپر نصب کیں پھر بیچنے دیوار بیچ ڈالی تو مشتری کو دھنیوں کا وضع کرنا جائز نہیں اور قول ضعیف یہ ہے کہ ہاں وضع کرنا جائز ہے مگر جبکہ یہ عدم رفع شرط کرے بیع کیوقت میں کہتا ہوں اور قول ضعیف کے قوی ہونے پر جزم کیا ہے خلاصہ اور بزازیہ وغیرہما میں اور اسی پر اعتماد کیا ہے اشباہ کے متن نے تنویر البصائر میں اور شیخ صالح ابن مصنف نے اسپر اعتراض نہیں کیا تو گویا اُسکو پسند کیا ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہئے وَکَالْمَضْمُوْنِ بِالْہَلَاکِ مِنْ غَیْرِ تَعَدٍّ اور بدون تعدی کی عاریت کے مثل اُس عاریت کے جو تلف ہوجانے سے تاوان اُسکا لازم نہیں آتا یعنے اسواسطے کہ عاریت امانت ہے اور امانت میں تاوان نہیں مگر تعدی سے بالاجماع تاوان ہے ہم تعدی کی صورتیں یہ ہیں کہ عاریت کے جانور کی باگ ورسے کھینچی اور وہ ہلاک ہوگیا یا مستعیر سجدہ میں گیا اور اُسکو کوچہ میں چھوڑ گیا سو وہ تلف ہوگیا یا سواری کیواسطے عاریت رکھا یا پانی پلانے کیواسطے اسکو غیر جہت مدینہ لے گیا سو وہ ہلاک ہوگیا یا زمین جوتنے کیواسطے ہیل عاریت لیا اور دوسرے روز اسکو اونٹ کے ساتھ ملایا اُسکے خلاف حادث سو وہ ہلاک ہوگیا تو بالاجماع اُسپر تاوان ہے اور اگر اسکو چراگاہ میں چرانے کیواسطے چھوڑا سو وہ ضائع ہوگیا اگر وہاں اسطرح کے چرانے کی عادت ہو تو تاوان نہیں اور اگر عادت معلوم نہ ہو یا عادت مشترک ہو تو تاوان ہے اور اگر جنگل میں بھیڑ گیا اور بھاگ کر درجانور کی ہاتھ میں ہے سو وہ چرایا گیا تو اگر مستعیر لیٹا ہوگا تو تاوان ہے اور اگر بیٹھا ہوگا تو تاوان نہیں اور حکم ہے غیر مغرم کا اور مغرم میں سوفنے سے تاوان مطلقا نہیں جبکہ مستعیر اچیز اُسکے سپرد کیا ہو یا اُسکے رکھی ہو یا اُس پاس ہو اسطرح پر کہ عادت میں اُسکی نگہبانی سے خارج نہو کذا فی البحر وَشَرْطُ الضَّمَانِ بِالْمِثْلِ لِلشَّرْطِ عَلَی مَا فِی الْوَہْبَانِیَّۃِ اور تاوان کا شرط کرنا عاریت میں باطل ہے جیسے عدم تاوان کی شرط رہن میں باطل ہے بخلاف واپسی جو ہر رہن میں ہے کہ تاوان ساقط کرنے سے عاریت میں تاوان لازم ہوجاتا ہے وَکَالْوَدِیْعَۃِ وَکَالرَّہْنِ کَانَ الشَّیْءُ لَا یَنْقَسِمُ مَا فَوْقَہ اور مستعار کا اجارہ اور رہن رکھنا جائز نہیں اسواسطے کہ اُسپر متقسم نہیں ہوتا بخلاف اوقوف اور رہن عقد لازم ہے بخلاف عاریت کالْوَدِیْعَۃِ فَاِنَّہَا لَا تُوْجَرُ وَلَا تُرْہَنُ بَلْ وَلَا تُوْدَعُ وَلَا تُعَارُ بِخِلَافِ الْعَارِیَۃِ عَلَی الْمُخْتَارِ مانند ودیعت کے اسواسطے کہ ودیعت کا اجارہ اور رہن نہیں عقد لازم ہے بخلاف عاریت کالْوَدِیْعَۃِ فَاِنَّہَا لَا تُوْجَرُ وَلَا تُرْہَنُ بَلْ وَلَا تُوْدَعُ وَلَا تُعَارُ بِخِلَافِ الْعَارِیَۃِ عَلَی الْمُخْتَارِ مانند ودیعت کے اسواسطے کہ ودیعت کا اجارہ اور رہن نہیں ہوتا مالک دوسرے شخص کے پاس ودیعت نہیں رکھی جاتی اور نہ ودیعت عاریت پر دیجاتی ہے بخلاف عاریت کے بقول مختار ہم یعنی عاریت کا ایداع اور اعارہ عند الاطلاق جائز ہے اور اگر مستعمل کی قید ہو تو عاریت پر دینا جائز نہیں مگر اُس صورت میں جبکہ استعمال مختلف نہ ہوا اور یہی قول صحیح مفتی بہ ہے کذا فی الاسطاوی وَاَمَّا الْمُسْتَاْجَرُ فَیُؤْجِرُ وَیُوْدِعُ وَیُعَارُ لَا یُرْہَنُ اور مستاجر رفع جہت یعنے جس جہت پر کہ لیا تو اُسکا اجارہ رکھنا اور ودیعت رکھنا اور عاریت پر دینا جائز ہے اور رہن رکھنا اسکا جائز نہیں وَاَمَّا الرَّہْنُ فَیُوْدَعُ وَیُعَارُ وَیُرْہَنُ وَیُؤْجَرُ یعنے اسکا اجارہ اور رہن اور ایداع اور اعارہ جائز ہے من فی الوہبانیہ فَنَظْمُ نَسْعٍ مُسَامًا لَا یُمَلَّکُ فِیْہَا تَمَلُّکَ الْعَیْنِ بِدُوْنِ سَوَاءٍ قَبْضُہٗ وَالْاِجَارَۃُ اور وہبانیہ میں نو سال نظم کرنے ہیں نہیں ہے اُنمیں مگر مالک کرنا لیکن اول مالک صلی کے صحیح نہیں خواہ اُسنے قبضہ کیا ہو یا کیا ہو فَقَالَ **اشعار** وَمَالِکُ اَمْرِہٖ لِمَالِکِہٖ بُدُّ + وَلَیْسَ لِاَمْرِہٖ کَفِیْلٌ وَمُسْتَعِیْرٌ وَمُوْجِرٌ وَلَوْ بَاعَ لَمْ یَنْفَسِخْ فِیْمَا مَضَارِبٌ + وَمُرْتَہِنٌ اَیْضًا وَقَابِضُ یُوْمِہٖ سو صاحب وہبانیہ نے کہا اور وہ مالک امر کا جو مالک نہیں امر کی تملیک کا بدون امر مالک اصلی کے وکیل ہے اور مستعیر اور موجر بفتح جیم یعنے مستاجر کہ جسپر سوار ہونے اور قمیص مثلاً پہننے کا غیر کے رکوب اور لبس کا مالک نہیں اور مضارب اور مرتہن بھی اور قابض اس یوم کا مالک کا لفظ بتدا ہے اور جملہ یملک کا اسکی صفت ہے اور وکیل وغیرہ اُسکی خبر ہے وکیل نہ جائز نہیں کہ دوسرے کو وکیل کرے بلا تفویض سوکل اور اسیطرح مستعیر کہ عاریت پر دینا بلا امر معیر درست نہیں جبکہ عاریت مختلف ہوجاتی ہو باعتبار اختلاف مستعملین کے اور اگر مختلف نہ ہوجاتی ہو تو جائز ہے اور اسی طرح اگر مستاجر نے اپنی خاص ذات کی سواری کیواسطے جانور کرایہ پر لیا یا اسی طرح قمیص کرایہ پر لیا تو دوسرے کو اُسپر سواری کرنا یا دوسرے کو اس قمیص کا پہنانا جائز نہیں اور اسی طرح مضارب دوسرے کے ساتھ مضاربت کرنیکا اور مرتہن دوسرے کے پاس رہن رکھنے کا اور قاضی خود کو خلیفہ کرنے کا بلا اذن عام مالک نہیں کذا فی الاسطاوی **شعر** وَمُسْتَوْدَعٌ مُسْتَبْضِعٌ وَمُوَدِّعٌ + اِذَا لَمْ یَکُنْ مِنْ عِنْدِہٖ الْبَدْءُ یَبْدُوْ

اور مستودع یعنی متاع والا بدلیع کا اور مستضع دوسرے کو بضاعت دینے والا اور جیسے زمین بقصد زراعت علی حبکہ مزارع کے پاس بیع ہو گئی ہو کہ کمیت میں بیع ڈالا جائے تو غیر شخص کو وہ زمین بطور مزارعت کے نہیں دے سکتا بلا اذن مالک اور اگر مزارع کا بیع ہو تو وہ مالک ہو کو دوسرے کو بطور مزارعت کے دے دینا (درمختار) قلت والعامۃ شعر وما للمساقی ان یساقی غیرہ وان اذن المولی لہ لیس یکفیہ یعنی کہتا ہوں اور عوام مساقات اور مزارعت کی فصل میں یوں مذکور ہے اور جائز نہیں عقد مساقات البتہ کو غیر کو زمین بطور مساقات کے اور اگر مولی یعنی مالک نہیں اذن دے تو غیر کو دینا جائز نہیں فان اجر المستعیر او رہن فہلکت عندہ المعیر للمستعیر سو اگر مستعیر عاریت کو اجارہ میں دے یا گرو رکھے پھر وہ تلف ہو جائے تو معیر اس کی تاوان لے سکتا ہے بسبب اس کے کہ مستعیر نے اس کو اجارہ یا رہن میں دے کر غاصب کیا ہے اور غاصب اجارہ دینے سے مالک نہیں ہوتا ہے اجرت کا اور خیرات کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اجرت حاصل ہوئی ضمنی سبب سے یعنی فعل غیر کے استعمال کرنے سے (کذا فی الطحطاوی) او ضمن المسمی اجر یا معیر تاوان لے سکتا ہے مستاجر سے (درمختار) علی المفتی بہ فی شرح الوہبانیۃ الخامسۃ لا یملک المرہون ان یرہن فیضمن والمالک الخیار وجہ الثانی علی الاول۔ مصنف نے سکوت کیا ہے مرتہن کے حکم سے اور وہبانیہ کی شرح میں ہے اور پانچواں مسئلہ یعنی مذکور کیا پانچواں مسئلہ یہ ہے کہ مرتہن مالک نہیں مرہون کے رہن رکھنے سے تاوان آویگا اور مالک کو اختیار ہے چاہے مرتہن اول سے تاوان لے چاہے ثانی سے اور اگر ثانی سے تاوان لے تو وہ مرتہن اول سے پھر لے وجہ ثانی المستعیر اذا لم یعلم بانہ عاریۃ فی یدہ دفعا لضرر المغرور وجہ مستعیر مستاجر سے تاوان لے تو مستاجر مستعیر سے اتنا مال پھر لے جبکہ مستاجر یہ نہ جانتا ہو کہ وہ عاریت ہی کے ہاتھ میں دینے کے دفع ضرر کی واسطے یعنی اگر عاریۃ جانکر اجارہ لیگا تو رجوع نہیں بسبب عدم فریب لہ لان بعیرا مختلف استعمالہ اذ لا تعین لہ المعیر منفعۃ او مستعیر کو جائز ہے عاریت کا عاریت دینا خواہ اسکا استعمال باعتبار اختلاف مستعملین مختلف ہوتا ہو یا نہ ہوتا ہو بشرطیکہ عاریت نہ لیتے وقت کو معین نہ کر دیا ہو ہم اسوجہ سے کہ معیر نے مستعیر کو منافع عاریت کا مالک کر دیا اور مالک کو دوسرے کا مالک کرنا جائز ہی جیسے مستاجر کو اجارہ دینا جائز ہے (کذا فی الدرر) مختلف الاستعمال جیسے جانور کی سواری اور جسکا استعمال مختلف نہ ہو جیسے جانور پر بوجھ لادنا (کذا فی صدر الشریعۃ) ویعود ما لا یختلف ان عین وان اختلف کالمتاع والعقار فی الاصح الجواہر لا ختیار اور اگر معیر نے نفع لینے والے کو معین کر دیا ہو تو مستعیر اس عاریت کو جسکا استعمال مختلف نہیں ہوتا اور اگر مختلف ہوتا ہو تو عاریت سے نفع لینے والے مستعین کے اور اس قول کو ظاہر الجواہر میں اختیار کیا ہے طرف نسبت کیا ہی (درمختار) وعلیہ فلو قال لا تودع لغیرک فدفع فہلک ضمن مطلقا لخلافہ اصلہ خلاصہ اور عاریت کی چیز کے مانند اجارہ کی چیز لینے مستاجر کو اجارہ کی چیز عاریۃ دینا جائز ہے خواہ اسکا استعمال مختلف ہو یا نہ ہو اور صورت تعیین مختلف الاستعمال کا عاریت دینا جائز نہیں اور تفصیل مذکور در صورت عدم نہی کے ہے اور اگر معیر نے مستعیر سے کہا کہ اپنے سوا کسی اور شخص کو نہ دیجیو سو معیر نے دی پھر عاریت تلف ہو گئی تو ہر حیثیت سے تاوان آپر آویگا کذا فی الخلاصۃ یعنی خواہ وہ مختلف الاستعمال ہو یا نہ ہو فمن استعار دابۃ او استاجرہا مطلقا بلا تقیید الحمل ما شاء ویسیر لہ الحمل ویرکب عادلا بالاطلاق سو جو شخص کہ عاریت لیوے یا مستاجر ہو بطریق کرایہ کے مطلقا بلا تقیید تو وجہ لادے آپر جو چاہے اور آدمی کو اپر سوار ہو بطلاق پر عمل کرنے سے (درمختار) ولو قید احدہما تقیدا واحدا او نوعا فعل او لا تعین نوعا واحدا او لا تعین مطلقا وخالف فہلک ضمن اور اگر ایک کو مقید کیا ہو ایک فعل یا ایک نوع کا تو مقید ہو جائیگا

پہلے اسی پیمانہ کی یا ترازو کی یا اس کے خلاف مثل کے مثال سے کہ معین ہو کہ گیہوں اس مقدار کا دینا ہے گیہوں کے حوض سے کہ گیہوں آلودہ اور مٹی ملے ہوئے ہے اور سیر گیہوں کا ہے ولو کان التقیید لاجارۃ بنوع او فرد مثل العاریۃ اور اسطرح کا حکم ہے اجارہ میں اگر نوع انتفاع یا مقدار انتفاع کی قید لگانے کا عاریۃ کے مانند والمذہب والمعتمد المتقارب عندنا طلاق قرض ضرورۃً اسمیں نقد اشرفی اور کیلی اور وزنی اور معدود متقارب کی عادت کے طلاق کیوجہ قرض ہے بضرورت استہلاک معین بلکہ ورنہ عاریت جہالت کیوجہ سے اور اشارہ مذکورہ میں انتفاع نہیں ہو سکتا بدون استہلاک عین اشیاء کے مانند بیان عاریت یعنی قرض ہے مگر معدود متقارب میں پھر خصوصیت اور اسطرح صوف اور ابریشم اور روئی اور مشک اور کافور اور باقی عطریات کی عاریت درحقیقت قرض ہے فیضمن المستعیر بہلاکہ ولو لا انتفاع لا لانہ قرض حقیقۃ ولو استعار حلیا لیعیر المیزان او یوزن الدکان عاریۃ فتلف ان عاریۃ کے سوا سے کہ وہ قرض ہے جانے سے قبل انتفاع کے سوا سے کہ وہ قرض ہے بعد انتفاع کے اگر بیچ دیا شئی کو عاریت لیا مکان سے تول کر ترازو کی درستی جانچنے کو یا کہ کہ دوکان کی آرائش کرے تو یہ استعارہ درحقیقت عاریت ہے نہ قرض یعنے اسوا سے استہلاک کے عین نہیں ورنا عاما قصعۃ تخینین فقد ضمن ولو بینہما مباسطۃ فامانۃ اور اگر شریک کا پیالہ عاریت یا تو یہ قرض ہے اور اگر معیار مستعین کی شادی جس نے تکلی ہے تو یہ بامانت ہے ہم شریدہ کھانا ہے ہم شرکت نہیں ہوئی ترک کرنے سے ہوتا ہے محبت بعض ہوا تو رجوع نہیں اسکی قیمت دینا لازم ہے اور اباحت عین نہ تضمن عاریۃ الشہود ولا یضمن کلات الرحی بجری بھا الماء صیرفیۃ وزر کی عاریت صحیح ہے اور تلف ہونے سے تاوان نہیں اسوا سے کہ کان سے تیار نا قائم مقام ملاکی کے ہو کذا فی الصیرفیۃ یعنی یہ استہلاک بلا تعدی ہے مالک کی اجازت کے لہذا تاوان نہیں ولو لغارا رضا للبناء او الغرس ثم للعلم بالمنفعۃ اور اگر زمین عاریت دی عاریت نے اور درخت لگانے کو تو یہ صحیح ہے منفعت کے معلوم ہونے سے ولہ ان یرجع متی شاء لما تقرر انہا غیر لازمۃ اور مرکو جائز ہے کہ عاریت پھیر لے جب چاہے اسوا سلیکہ ثابت ہو چکا ہے کہ عاریت عقد لازم نہیں ویکلفہ ملعمہا الا اذا کان فیہ مضرۃ بالارض فیترکان بالقیمۃ مقلوعین لہ ان یتلف ارضہ اور مر کو جائز ہے کہ عاریت درخت کو کھدوا ڈالے اگر جبکہ کھودنے میں کا ضرر ہو تو کھودنے عمارت اور درخت کی قیمت یکرو دونوں چیزیں قائم رکھی جاویں کہ اسکی زمین ضائع نہ ہو یعنی صاحب زمین قیمت دیکر وقت العاریۃ رجع قبلہ کلنہ تلمہما وضمن المعیر المستعیر ما نقص البناء والغرس بالقلع بان یقوم قائما الی المدۃ المضروبۃ ویعتبر قیمتہ یوم الاسترداد مجبرا اور اگر عاریت کی مدت ٹھہرائی سو بخیر عاریت پھیلی مدت سے پہلے تو ستیعر عمارت اور درخت کو کھدوا ڈالے اور مستعیر کو اختیار ہے جتنا عمارت اور درخت کا نقصان ہو گیا کھودنے سے اگر جبکہ وقت معین تک عمارت اور درخت کو قائم رکھے قیمت اسکی مقرر کیجائے اور پھیرنے کے دن کی قیمت کا اعتبار کیا ذی المجبر ہر مثلاً درخت کی قیمت کھودنے کیوقت پانچ روپیہ اور وقت معینتک قائم رہنا تین برس تھا تو تین برس کا نقصان ہوا اسیقدر تاوان دے واذا استعارہا لیزرعہا فلہ ان یزرع منہ قبل ان یحصد الزرع وقتہا او لا فیترک باجر المثل مراعاۃ للحقین اور جبکہ زمین مستعیر کو کھیتی کرنے کیواسطے عاریت دی تو اس سے کھیت کٹنے سے پہلے زمین نہ لیجاوے عاریت کی مدت مقرر کی ہو یا نہ کی ہو زمین مستعیر کے پاس رہے جب تک چھوڑی جاوے کی دونوں حقوں کی رعایت کرنے کیواسطے فلو قال المعیر اعطیک البذر کلفتک ان کان لک نبت لم یجبر ان سبر الزرع قیل بہا بہ باطل وبعدہ بنا بہ فیہ کذا فی المحیط اشارۃ الی الجواز فی المضی فلا یجبر اگر یہ کہا مستعیر سے کہ میں تجھکو بیج اور تیری مشقت کا عوض دیتا ہوں اگر کھیت بچا ہو تو جائز نہیں یہ اسواسطے کہ کھیت کی بیج قبل اسکے جمنے کے باطل ہے اور بعد اسکے جمنے کے اسمیں کشمکش ہے یعنی میں اسکے جائز ہونیکی طرف اشارہ کیا ہے کذا فی النہایہ قولہ یعنی الخ مختار یہ کذا فی الاطلاقی ھو الصحیح فی العنایۃ وھو الاظہر ودیونۃ الرد علی المستعیر اور عاریت پھیرنے کا خرچ مستعیر پر ہے یعنی اسواسطے کہ اسنے اپنے نفع کیواسطے اسپر قبضہ کیا تھا اور پھیرنا اسپر واجب ہے فلو کانت موونتہ فامسکہا بعد ما ہلکت ضمنہ لان مونۃ الرد علیہ نہایۃ تو اگر عاریت کا وقت معین مستعیر نے عاریت پر رکھ چھوڑی بعد اس وقت کے پھر عاریت ضائع ہو گئی تو مستعیر اور اسکے اسوا سے کہ پھیرنے کا خرچ مستعیر پر ہے کذا فی النہایہ یعنی تو پھیرنے سے وہ متعدی ٹھہرا ص سکے میں قول ہیں تاوان قاضی خان کا مختار ہے اور عدم ضمان کافی اور مجتبی میں مذکور ہے کذا فی الظہیریہ اما اذا استعارہا لیرہنہا فیکون کالاجارۃ رہن الحانیہ عاریت پھیرنے کا خرچ مستعیر پر ہے اگر رہن رکھنے کیواسطے عاریت لی تو اب عاریت جائز کے مانند ہے کذا فی رہن الخانیہ یعنی تو اب خرچ معیر پر ہو گا جیسے موجر ہوتا ہے کذا فی المحیط ولہ ان یاخذ مونۃ الرد علیہ اور اسیطرح جسکے واسطے خدمت ہو کی وصیت ہوئی تو پھیرنے کا خرچ اسپر ہے کذا فی الوجیز والغاصب الموتون مونۃ الرد علیہم بخصوص المنفعۃ لہم اور اسی طرح موجر اور غاصب اور مرتہن پر

پھیرنے کا خرچ جب جدا جدا ہو نفقہ پھیرنے کا انہیں کیواسطے ھذا اولا خراج باذن رب المال وثانیا مؤنۃ ردہ مستاجر و مستعار علی الذی خرجہ لجارۃ البزازیۃ یعنے موجر پر خرچ لازم ہوتا اسوقت ہو جبکہ اخراج صاحب مال کے اذن سے ہوا ہو اور اگر مستاجر نے بلا اذن موجر اخراج کیا تو اجارہ اور عاریت والی چیز کے پھیرنے کا خرچ اُسپر ہوگا جسنے اسکو اخراج کیا یعنے مستاجر اور مستعیر پر کذا فی الہدایۃ البزازیۃ بخلاف ودیعۃ فتضی بالوجوع بخلاف شرکت ومضاربۃ وجہ یکہ کہ رجوع کا حکم ہوگا کذا فی الکنز یعنے شرکت میں رد راس المال کا خرچ اور مضاربت میں صاحب مال پر ہوگا اور بیمنی ہبہ یکذا فی المنح وان رد المستعیر الدابۃ مع عبد او اجیرہ مشاھرۃ لا میاومۃ او مع عبد ربہا مکلفا یقوم علیہا او لا فی الاصح اجیرہ ای مشاھرۃ کما مر مہلکت قبل مضی ما روی لانہ انی بالتسلیم المتعارف اور اگر مستعیر جو اپنے غلام کے ساتھ اپنے چاکر شاہرہ کو ساتھ نہ بھیجا چاکر کے ساتھ جانور پھیرا مالک کے غلام کے ساتھ خواہ اسکا غلام جانور کی خدمت میں ہو یا نہ ہو قول اصح میں یا مالک چاکر شاہرہ کے ساتھ بھیجا چاہے شاہرہ والے کی ذکر ہو چکی پھیرا جانور مالک ہوگیا مقوم ہونے سے پہلے تو مستعیر بری الذمہ ہوگیا ماوان اسکے اور تسلیم شہر اور اگر چاکر شاہرہ کے ساتھ نہ بھیجا نکا لکہ وہ عیال میں داخل نہیں ہوتا بخلاف نفیس کجھوتہ بخلاف عمدہ چیز کہ چاہے عمدہ چیز کجا ہر یعنے اگر عمدہ چیز کو مستعیر غلام یا نوکر کے ہاتھ مالک پاس بھیجے وہ ضائع ہوجاوے تو وہ بری الذمہ نہوگا کذا فی الخانیۃ اور مع اجنبی ای بان کانت العاریۃ موقتۃ فمضت مدتہا بعثہا مع الاجنبی لتعدیہ بالارسال بعد المدۃ اور بخلاف اجنبی کے ساتھ بھیجنے کے یعنی اسطرح کہ عاریت کی مدت تمیں تھی پھر اُسکی مدت ہوچکی پھر مستعیر نے اسکو بھیجا اجنبی شخص کے ہاتھ تو بری الذمہ نہوگا بسبب تعدی کرنے مستعیر کے بعد مدت کے رکھ چھوڑنے سے وکذا لو فالمستعیر علیک الایداع فیما یملک الاعارۃ من الاجنبی بغیر اذن ربہا علی ما ھنا اور اگر ایسا نہو یعنی اگر اجنبی کے دینے میں انفصالت کی قید نہ لگائیے بلکہ مطلقا تو ان کے قائل ہوجاتے تو صحیح نہیں اسواسطے کہ مستعیر ودیعت رکھنے کا مالک ہے جسمیں عاریت رکھنے کا مالک ہے اجنبی سے اسی قول کا مفتی ہے کذا فی الزیلعی تو فقہا کے کلام کا محمول کرنا اسی قول پر متعین ہوگا یعنے اجنبی کے دینے سے مستعیر تاوان آنا اسیصورت پر ہوگا جبکہ بعد انفصالت مدت عاریت کے مطلقا فی رد ودیعۃ ومغصوب الی دار المالک فانہ لیس بتسلیم اور برخلاف ہونچادینے ودیعت اور مغصوب کے مالک کے گھر تک کہ تسلیم نہیں یعنی جب خود مالک کو پہونچادیگا تو تسلیم ثابت ہوگی واذا استعار ارضا بیضاء للزراعۃ یکتب المستعیر انک اطعمتنی ارضک کذا فیخصص لئلا یعم البناء وخرج ما لو کتب غلتی زمین زراعت کے واسطے عاریت لی تو مستعیر عاریت نامہ لکھدے اسطرح پر کہ تو نے اپنی زمین بسبب کھانے کودی تا انہیں زراعت کروں تو زراعت کے واسطے تخصیص اسواسطے کی تا عمارت وغیرہ کو شامل نرہے ھم عاریت نامہ لکھنا افضل ہے واجب اعادہ لکھنے کا یہ ہے تداول مدت سے مستعیر عاریت لینے کا انکار کرے العبد المأذون یملک الاعارۃ غلام ماذون جارئیکا مالک ہے یعنی اسواسطے کہ عاریت دینا سودا گروں کا دستور ہے کذا فی المنح والمحجور اذا استعار واستہلکہا یضمن بعد العتق غلام محجور جبکہ عاریت لیے اور اسکو تلف کردالے تو تاوان دے آزاد ہونے کے بعد ولو عار عبدا محجورا مثلہ فاستہلکہا ضمن الثانی للحال اور اگر غلام محجور اپنے مانند دوسرے غلام محجور کو عاریت سے سو وہ اسکو تلف کردالے تو دوسرا یعنے مستعیر فی الحال تاوان دے ولو استعار ذہبا فقلدہ میتا فرق الذہب ای من الصبی فان کان الصبی یضبط حفظ ما علیہ من اللباس لم یضمن والا ضمن لانہ اعار مالا والمستعیر یملکہا اور اگر ایک شخص نے سنار سے عاریت لیا اسواسطے کہ لڑکے کے گلے میں الاہجر سونا جڑی ہوگیا لڑکے نے تو اگر لڑکا ایسا سیانا ہو کہ حفاظت کرتا ہو اسکی جو آبدن پر ہو لباس وغیرہ سے تو مستعیر پر تاوان نہیں اسواسطے کہ ایسے لڑکے کو سونا پہنانا عاریت دینا ہوا اور مستعیر عاریت دینے کا مالک ہے اور اگر لڑکا حفاظت نہ کرسکتا ہو تو مستعیر ضامن ہوگیا بسبب اسکے کہ اسنے مال پر یا ضائع کیا تاوان کو دیکر رد صنعتہا ای الاعارۃ بین یدیہ فنام فضاعت لم یضمن لو نام جالسا لانہ لم یعد مضیعا عاریت کو اپنے سامنے رکھا پھر وہ گیا سو عاریت ضائع ہوئی تو اُسپر تاوان نہیں اگر بیٹھے سو گیا اسواسطے کہ ایسا سونے والا عاریت کا ضائع کرنے والا نہیں کہا جاتا دضمن لو نام مضطجعا لترکہ الحفظ اور سلطان کے اگر لیٹ کر سو گیا بسبب نگہبانی چھوڑنے کے لیس للاب اعارۃ مال صغیرہ لعدم الولایۃ وکذا الوصی باب کو جائز نہیں اپنے اور صغیر کا مال عاریت دینا بسبب نہ ہونے عرض کے اور اسطرح قاضی اور وصی کو طفل کا مال عاریت دینا جائز نہیں ھم یہ قول فتاوی عامۃ متاخری ہے مخالف ہے اسواسطے کہ انہیں تصریح مطلق ہے قاضی سے منقول ہے کذا قاضی کو مال یتیم کا عاریت دینا جائز ہے کذا فی الظہیریۃ وسوی طلب شخص من جل ثورا عاریۃ فقال اعطیتک غدا فلما کان الغد ذہب الطالب واخذہ بغیر اذنہ واستعملہ فمات الثور لا ضمان علیہ

خانیۃ عن ابراھیم بن یوسف لکن فی المجتبیٰ وغیرہ انہ تضمن لانہ شخص من دوسرے مرد سے بیل عاریت لگا سو اسنے کہا میں بیل تجھکو دونگا پھر جب بیل مرا تو لیا گیا اور بیل لیا بدون اسکے اذن کے اور اُس سے کام لیا پھر بیل مر گیا تو بیوہ ان میں کچھ نہ لیگی انتہی خانیہ عن ابراہیم بن یوسف لیکن مجتبیٰ وغیرہ میں یہ ہے کہ وہ تاوان دیگا ھم تو میں کہتا ہوں کہ وہ ثابت ہے جیسا کہ بنہ بما یحتمل بہ مثلھا ثم قال کنت اعرفھا لا منعۃ ان العرف مسمر ابن النابل ان الاب بدفع ذلک الجھاز ملکا لا اعارۃ لا یقبل قولہ انہ اعارۃ لان الظاھر یکذبہ وان لم یکن العرف کذلک فتارۃ وتارۃ فالقول لہ بہ یفتی کما لو کان کذلک ھم یحتمل بہ مثلھا فان القول لہ انتھی باپنے بیٹی کو جیسا جہیز دیا کرتا ہے ویسا جہیز دیکر عورت کو دیا جاتا ہے پھر اپنے کہا کہ میں نے بیٹی کو اسباب عاریت دیا تھا نہ ملک کی طور پر اگر لوگوں میں یہ رواج دائمی ہو کہ باپ اُس جہیز کو دیا کرتا ہو مالک کر دینے کی غرض سے عاریت کی راہ سے تو باپ کا یہ قول کہ میں نے عاریت دیا تھا مقبول نہو گا اسواسطے کہ ظاہر حال اُسکی تکذیب کرتا ہے اور اگر اس طرح کا رواج نہو گا ہے بطور ملک کے دیا جاتا ہو تو بھی بطور عاریت کے تو باپ ہی کا قول مقبول ہے اسی قول کا فتوی ہے چنانچہ اگرچہ زیادہ تر مواضع جہیز سے جو دیسی عورت کو دیا جاتا ہے تو باپ ہی کا قول بلا اتفاق مقبول ہے واللہ اعلم وعلی الصغیر فتکلاب فنیما ذکر اھ ومعلوم ہوا صغیرہ کا دلی باپ کے حکم مذکور میں حکم یعنی اگر اس نے صغیرہ کا کچھ مال کسی کے جہیز دیکر پھر دعوی عاریت کا کرے تو رد جج کا اعتبار نہو گا اور حکم ان اور دل میں ابن ہمان کی بحث ہے کذا فی الطحطاوی وفیما یدعی علیہ الاحیی بعد الموت لا یقبل الا ببینۃ شرحوھا بانہ ونقدم فی باب المھر لو جحد حیی الخ یعنی دعوی کرے بعد موت کے میت پر دعوی کرے کہ میں نے اسکو فلانی چیز عاریت دی تھی اسکا قول مقبول نہیں ہوں شہادت کے کذا فی شرح الوھبانیۃ اور باب المہر میں پہلے مذکور ہو چکا وفی الاشباہ کل امین ادعی ایصال الامانۃ الی مستحقھا قبل قولہ بیمینہ کالمودع اذا ادعی الرد والوکیل والناظر اذا ادعی الصرف الی الموقوف علیھم یعنی من الاکل والدفع والاخذ وامثالہ بیمینہ اور اشباہ میں ہے کہ جو امین امانت کے پہنچا دینے کا اُسکے مستحق کی طرف دعوی کرے تو اُسکا قول قسم کے ساتھ مقبول ہے چنانچہ مودع جبکہ واپسی پھیرنے کا دعوی کرے اور وکیل و ناظر وقف کا جبکہ موقوف علیہم پر صرف کرنے کا دعوی کرے موقوف علیہم سے مراد وقف کی اولاد ہے اور محتاجین وغیرہ ہیں انتہی یعنی علماء اور اشراف کذا فی الطحطاوی واما اذا ادعی الصرف الی وظائف الموتوقۃ فلا یقبل قولہ فی حق ارباب الوظائف لکن کا یضمن ما انکرہ لانہ بدل منفعۃ کما بینا من مال الوقف کما بسطہ فی حاشیۃ اخی زادہ قلت وقد صرفی الوقف عن مولی ابی السعود وراسلتہ المسئلۃ فاجابہ فلیحفظ اور اگر ناظر دعوی کرے کہ میں نے موذی لینے والوں کے وظائف میں صرف کیا تو اُسکا قول مقبول نہیں ارباب وظائف کے حق میں لیکن ناظر تاوان نہ دیگا جسکے لینے کے وہ منکر ہیں بلکہ ناظر انکو دوبارہ دے وقف کے مال سے چنانچہ حاشیہ اخی زادہ میں شرح ہیں کہتا ہوں اور کتاب الوقف میں یہ مذکور ہو چکا مفتی ابوسعود رح سے اور مصنف رح نے اُسکو پسند کیا ہے اور اُسکے فرزند نے اُسکو ثابت رکھا ہے حاشیہ شباہ میں تو اُسکو یاد رکھنا چاہیئے وسواء کان فی حیاۃ مستحقھا او بعد موتہ الا فی الوکیل یقبض الدین اذا ادعی بعد موت الموکل انہ قبضہ ودفعہ لہ فی حیاتہ لم یقبل قولہ الا ببینۃ اور برابر ہے کہ ادعاء الیصال میں مستحق امانت کی زندگی میں ہو یا بعد اُسکی موت کے ہو مگر قبض دین کے وکیل میں جبکہ وہ بعد موت موکل کے یہ دعوی کرے کہ اُسنے دین پر قبضہ کیا اور وہ موکل کو دیا اُسکی زندگی میں تو قول مذکور مقبول نہو گا مگر گواہی کے ساتھ بخلاف الوکیل بقبض العین کودیعۃ قال قبضتھا فی حیاتہ وھلکت او انکر الوارث ایداعہ فقال دفعتھا الیہ فانہ یصدق لانہ یدعی الضمان علی نفسہ برخلاف قبض عین کے وکیل کی ودیعت کے مانند وکیل نے کہا کہ میں نے عین پر قبضہ کیا موکل کی حیات میں اور وہ ہلاک ہو گئی اور وکیل کے وارثوں نے اُسکا انکار کیا یا وکیل نے کہا کہ میں نے وہ عین موکل کو دی تو اُسکے قول کی تصدیق ہوگی اسواسطے کہ وکیل اپنی ذات سے تاوان کی نفی کرتا ہے یعنی وکیل اپنے اوپر سے تاوان کو اُٹھاتا ہے دیدیا اُسکا مقصود نہیں کہ موکل پر ایجاب ضمان کرے بخلاف الوکیل بقبض الدین لانہ یوجب الضمان علی المیت وھو ضمان مثل المقبوض فلا یصدق وکالۃ الولی للیتیمۃ برخلاف قبض دین کے وکیل کے کہ اُسکا قول مقبول نہیں اسواسطے کہ وہ ایصال دین کے دعوی سے تاوان واجب کرتا ہے میت پر اور وہ تاوان مقبوض کے برابر ہوتا ہے اسکی تصدیق نہو گی کذا فی وکالۃ الولی الیتیم ایصال دین کے دعوی میں میت پر ایجاب ضمان کی یہ وجہ ہے کہ قضاے دیون امثال دیون سے ہوتا ہے تو ادعاے ایصال ضمان مثل مقبوض کا موجب ہوا مقبوض بدلا ہو جاتا ہے اس حق کا جو مدیون پر ہے اور غیر پر ایجاب ضمان جائز نہیں کذا فی الطحطاوی

مختصر قلت وظاهره انه لا يصدق لا في حق نفسه ولا في حق الموكل وقد افتى بعضهم انه يصدق في حق نفسه لا في حق الموكل وحمل عليه كلام الولوالجية ملخصا من الفتوى ومن كتبها ومن ظاهر كلام ولوالجيه يرد دلالت كرتا ہی کہ وکیل کی تصدیق نہو نہ اپنی ذات کے حق مین نہ موکل کے حق مین اور البتہ بعض فقہانے فتوی دیا ہی کہ وکیل کی تصدیق اُسکی ذات کے حق مین ہوگی نہ موکل کے حق مین اور ولوالجیہ کا کلام اسی تفصیل پر محمول کیا ہی تو تامل کرنا چاہئے فتوی دینے کیوقت ہم ظاہر کلام ولوالجیہ شارح کی فہم کے موافق پر دلالت نہین کرتا بلکہ اُسکی عبارت سے یہ ظاہر ہی کہ فقط موکل کے حق مین وکیل کی تصدیق نہوگی بفرینہ ایجاب ضمان علی المیت تو افتائے بعض فقہا متعین ہوگیا اور تامل کی کچھ حاجت نہری کذا فی الطحطاوی **فروع** سائل لمعہ شارح کے اوصی بالدار لیتیمة ليس للورثة الرجوع ایک شخص نے عاریت کی وصیت کی تو ورثہ کو جائز نہین پھیر لینا مستعیر موصی لہ سے ہم یہ اُس صورت مین ہی جب کہ رقبہ ثلث سے نکلتا ہو اور مستعیر نے عاریت قبول کی موصی کی موت کے بعد اور اگر بعد موت قبول متحقق نہوگا تو وصیت باطل ہی کذا فی الطحطاوی العارية كالاجارة تنفسخ بموت احدهما عاریت اجارہ کے مانند فسخ ہوجاتی ہی مستعیر یا مستعیر کی موت مات وعليه دين وعنده وديعة بغير عينها فالتركة بينهم بالحصص ایک شخص مرگیا اور اُسپر دین ہی اور اُسکے پاس ودیعت ہی غیر معین تو میت کا ترکہ اصحاب دیون مین بقسم ہوگا بقدر اُنکے حصون کے ہم ودیعت غیر معین کی یہ صورت ہی کہ میت مرگیا اور یہ بیان نکر گیا کہ فلانی چیز ودیعت ہی تو صاحب ودیعت اور باقی ارباب دیون ترکہ مین برابر بین بقدر اُنکے حصص کے بشرطیکہ ترکہ ادائے کل دیون مین کفایت نکرے استاجر بعيرا الى مكة فعلى الذهاب وفي العارية على الذهاب والمجئ لان رد ها عليه اونٹ کرایہ کیا مکہ معظمہ تک تو یہ اجارہ فقط جانے پر ہی نہ آنے پر اور عاریت مین جانے اور آنے دونون پر ہی اسواسطے کہ عاریت کا بھونجانا مستعیر پر ہی یعنے اور بھونجانا مادون آنے کے نہین ہوسکتا بخلاف اجارہ کے کہ اُسکے آنے کا خرج موجر پر ہی نہ مستاجر پر استعار دابة للذهاب فامسكها في بيته فهلكت ضمن لانه اعارها للذهاب لا للامساك جانور عاریت لیا جانے کیواسطے پھر اُسکو باندھ رکھا اپنے گھر مین سو وہ تلف ہوگیا تو تاوان دے اسواسطے کہ اُسنے اُسکو جانے کیواسطے عاریت دیا تھا نہ باندھ رکھنے کیواسطے استقرض ثورا فاغار عليه لا تاركه لم يضمن لانه عارية غرقا بل قرض لیا اسواسپر ترکون نے شلاً غار نگری کی تو اُسپر تاوان نہین اسواسطے کہ وہ عاریت ہی روباج مین لینے اور بلا تعدی مستعیر وہ تلف ہوگیا استعار ارضا ليبني ويسكن واذا اخرج فالبناء للمالك قلعا مثل اجر مثلها مقدار التسكني والبناء للمستعير لان للاعارة تملك بلا عوض فكانت اجارة معنى وفسدت بجهالة المدة زمین عاریت لی عمارت اور سکونت کیواسطے اور جب وہ اس مکان سے نکالے تو عمارت مالک زمین کی ہی تو مالک کو کرایہ یگا ویسی زمین کا بقدر اُسکی سکونت کے اور عمارت تو مستعیر کی ہی اسواسطے کہ اعارہ عبارت ہی تملیک منافع بلا عوض سے تو یہان اعارہ درحقیقت اجارہ ہوگیا یعنے تقرر عوض سے مدت کے مجہول ہونے سے ہم عوض وہ عمارت ہی جو مستعیر نے بنائی پھر جب عاریت اجارہ فاسد ٹھہری تو اجرت مثل لازم آئی منفعت لینے سے اور اگر مدت بھی معلوم ہوتی تو بھی اجارہ فاسد ٹھہرتا جہالت بدل سے اسلئے کہ کیفیت عمارت کی معلوم نہین عاریت لینے کیوقت وكذا لو شرط الخراج على المستعير لجهالة البدل اور اسطرح عاریت اجارہ فاسد ٹھہرگی اگر زمین کا خراج مستعیر پر شرط کیا گیا بسبب مجہول ہونے بدل کے ہم خراج تھا مستعیر پر جب مستعیر پر شرط کیا تو وہ منافع کا عوض ٹھہرا اور یہی حقیقت ہی اجارہ کی اسلئے کہ مقصود مین معانی کا اعتبار ہی نہ الفاظ کا وجہ فساد اجارہ یہ ہی کہ قدر خراج مجہول ہی والحيلة ان يوجر الارض سنين معلومة بمال معلوم ثم يرد ادا الخراج منه اور مستعیر پر خراج صحیح ہونیکا حیلہ یہ ہی کہ مستعیر کو چند سال معین زمین اجارہ کے بعوض مال معین کے پھر مستعیر سے ادائے خراج کا عوض علوم سے امر کرے استعار كتابا فوجد فيه خطأ اصلحه ان علم رضى صاحبه قلت وكذا لو بقرة لا في القرآن لان اصلاحه واجب بخط مناسب ایک کتاب عاریتہ لی سو اُسمین غلطی پائی تو اُسکی اصلاح کردی اگر مالک کی رضامندی جانے نہین کہتا ہون اور گنہگار نہوگا ترک خط اور عدم صلاح سے مگر قرآن مجید مین ترک اصلاح سے البتہ گنہگار ہوگا اسلئے کہ قرآن کا صحیح کردینا واجب ہی بخط مناسب تب آن ہم اصلاح مین رضا مالک اسواسطے کہ غیر کی ملک مین تصرف ہی

ابن ہبیان نے کہا اگر مستعیر کا خط مناسب بخط کتاب ہو اور اسکو یا یقین خط علم ہو تو شرط ہے صاحب کتاب اصلاح کردے اور اگر خط مناسب نہو تو ایک کاغذ علیحدہ پر لکھ کر وہاں رکھدے اور محل خط پر نشان کردے تاملک اسکا مطلع ہو کر درست کرلے اسواسطے کہ کتب علم کی اصلاح عبادت ہے کذا فی الطحطاوی و فی الوھبانیۃ

شعر وَسُئْرٌ رَأَى صَلَاحَهُ مُسْتَعِيرُهُ ✦ يَجُوزُ إِذَا مَوْلَاهُ لَا يَتَأَثَّرُ ✦ اور وہبانیہ میں ہے کہ ایک کتاب میں اُسکے مستعیر نے اصلاح کرنا معلوم کیا تو جائز ہے اصلاح جبکہ اسکا مالک آزردہ نہو وَفِي مَعَايَاتِهَا اور وہبانیہ کی معایات میں لکھی ہیت ہے ہم معایات وہ کلام ہے جسکے فہم اور جواب میں مخاطب عاجز ہو جیسے الغاز و پہیلیاں اور پہیلی

شعر وَأَيُّ مُعِيرٍ لَيْسَ يَمْلِكُ أَخْذَهَا ✦ أَعَارَهُ وَفِي غَيْرِ الرِّهَانِ الْمُقَرَّرُ ✦ اور کون میر ہے جو اپنی عاریت دی چیز کی لینے کا مالک نہیں اور رہن کے سوائے یعنی یہ جملہ مقدر ہے اسکی یہ ہے کہ زمین عاریت دی زراعت کے واسطے تو مالک زمین کا اُسکا لینا کھیت کٹنے سے پہلے جائز نہیں **مصرع** دَهَلْ ذَاهِبٌ لَا بَيْنَ بُجُوزٍ رَاجِعُهُ ✦ اور اپنے فرزند کا ایسا کوئی واہب ہے کہ اُسکو ہبہ لینا جائز ہو **ہم** صورت اسکی یہ ہے کہ ایک شخص کا بیٹا دوسرے کا غلام ہے تو اُسکو ہبہ پھیر لینا جائز ہے اسواسطے کہ غلام مالک نہیں ہو سکتا اور ہبہ درحقیقت اسکے مالک کے واسطے ہے خود حقیقت اجنبی کیواسطے ہبہ ہوا تو پھیر لینا جائز **ہم** **مصرع** دَهَلْ مُوْدَعٌ مَا ضَيَّعَ الْمَالَ مُغْرَمُ ✦ اور ایسا کوئی مودع ہے جسنے مال ضائع نہیں کیا اُسپر تاوان پڑتا ہے **ہم** صورت اُسکی یہ ہے کہ وصیت کرنے والے نے ایک شخص پاس ہزار درم ودیعت رکھے اور کہا کہ یہ درم میرے فلانے وارث کو دینا سو مودع نے بعد اُسکی موت کے ویسا ہی کیا تو باقی وارث اُس سے تاوان لینگے کذا فی الطحطاوی واللہ اعلم وَاسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الْعَلِيمَ الْكَرِيمَ

كِتَابُ الْهِبَةِ

کتاب الہبۃ

یہ کتاب ہبہ کی بخشش اور دینے کی وَجْهُ الْمُنَاسَبَةِ ظَاهِرٌ وجہ مناسبت کے وبیان کتاب العاریۃ اور کتاب الہبہ کے ظاہر ہے **ہم** اسواسطے کہ عاریت عبارت ہے تملیک منافع بلا عوض سے اور ہبہ عبارت ہے تملیک عین مع المنافع بلا عوض سے **ہو** لغۃً اَلتَّفَضُّلُ عَلَى الْغَيْرِ وَلَوْ بِغَيْرِ مَالٍ ہبہ لغت میں عبارت ہے فضیلت حاصل کرنے سے غیر پر اگرچہ بغیر مال کے **ہو** وَشَرْعًا تَمْلِيكُ الْعَيْنِ مَجَّانًا اَیْ بِلَا عِوَضٍ لَا اِنْ عَدَمَ الْعِوَضِ شَرْطٌ فَنَدَبَ اور شرع میں ہبہ عبارت ہے عین کے مفت یعنی بدون عوض کے نہ یہ کہ عدم عوض شرط ہے ہبہ میں **ہم** تملیک عین سے اباحت عاریت سے خارج ہوگئی اور بلا عوض سے اجارہ اور بیع نکل گئی لیکن بیع تعریف وصیت کی میں نہیں لہذا ابن کمال نے تملیک حالی کی قید لگائی بہتر یہ تھا کہ شارح بلا شرط عوض کہتا جیسے مصنف نے اپنی شرح میں کہا ہے تو مطلب یہ ہے کہ ہبہ عبارت ہے تملیک بلا شرط عوض سے اور یہ مطلب نہیں کہ عدم عوض شرط ہے اسمیں تاکہ تعریف ہبہ بشرط عوض سے ٹوٹ جائے **وَاَمَا** تَمْلِيكُ الَّذِي مِنِّي عَلَيْهِ دَيْنٌ عَلَيَّ وَمَنِ ائْتَمَرَهُ بِقَبْضِهِ تَحْتَ اِرْجِعْهَا اِلَى الْعَيْنِ اور رہا میرا تملیک کرنا اپنے اوپر دین والے کو اور اسکے دین پر قبض کرنیکا امر کرنیوالے کو پس صحیح ہے بسبب راجع ہونے ہبہ کے میں کیطرف **ہم** یہ جواب ہے اس سوال مقدر کا کہ ہبہ کی تعریف میں تملیک عین داخل ہے تو جائز ہے کہ دین مذکور کی تملیک کہہ لیکھے اسکا جواب شارح نے یوں دیا کہ جب صاحب دین نے اسکو قبض دین کا امر کیا اور اُسنے دین پر قبضہ کیا تو دین عین ہوگیا تو تملیک عین شخص ہوگئی وَسَبَبُهَا اِرَادَةُ الْخَيْرِ لِلْوَاهِبِ يَنْوِي كَعِوَضٍ وَمَحَبَّةٍ وَحُسْنِ ثَنَاءٍ وَاُخْرَوِيٍّ اور سبب ہبہ کا سبب خیر کا ارادہ ہے واہب کے واسطے خواہ خیر دنیوی ہو چنانچہ عوض اور محبت اور نیکنامی خواہ خیر اخروی ہو چنانچہ صواب بشرط خلوص نیت قَالَ الْاِمَامُ اَبُو مَنْصُورٍ يَجِبُ عَلَى الْمُؤْمِنِ اَنْ يُعَلِّمَ وَلَدَهُ الْجُحُودَ بِالْاِحْسَانِ كَمَا يُعَلِِّمُهُ اَنْ يُعَلِّمَ التَّوْحِيدَ وَالْاِيمَانَ اَحَبَّ اللّٰهُ بِنَا رَأْسَ كُلِّ خَصْلَةٍ فَلِيمٍ امام ابو منصور ماتریدی نے کہا واجب ہے ایمان دار پر کہ اپنے فرزند کو سخاوت اور احسان سکھائے جس طرح اُسپر واجب ہے کہ اُسکو توحید و ایمان بتاوے اسواسطے کہ دنیا کی محبت ہر گناہ کی جڑ ہے کذا فی النہایۃ یعنے بلا تعلیم فرزند کو نہ چھوڑے کہ وہ دنیا کی محبت پر جوان ہو جائے اور وہ نہایت مذموم ہے اسواسطے کہ جب نیا سیکھے ہر خطا کا تو تعلیم جو دے اس بلا سے نجات پاویگا اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تعلیم فرض عین ہے کذا فی الطحطاوی **وَهِيَ مَنْدُوبَةٌ** وَتَبُولُهَا سُنَّةٌ قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَهَادُوا تَحَابُّوا ہبہ کرنا مستحب ہے اور ہبہ کا قبول کرنا سنت ہے رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ باہم ہدیہ اور تحفہ دیا کرو تاکہ دوستی جاوے اور گلا جاتا رہے پس عارض کے ہبہ قبول کرنا خلاف سنت نہیں ہوتا چنانچہ اگر معلوم ہو جائے کہ یہ مجرم مال سے ہوا یا کہ واہب پنا احسان جتایا کریگا وَشَرْطُهَا صِحَّةُ التَّصَرُّفِ فِي الْوَاهِبِ الْعَقْلُ وَالْبُلُوغُ وَالْمِلْكُ فَلَا تَصِحُّ هِبَةُ صَغِيرٍ وَرَقِيقٍ وَلَوْ مُكَاتَبًا وہبہ کی شرطیں ہبہ کرنے والے میں عقل اور بلوغ اور ملک ہے تو صغیر اور مملوک کا ہبہ صحیح نہیں

نہیں اگرچہ ملک سکاتب ہو وشرط صحتھا فی الموھوب ان یکون مفبوضا غیر مشاع ممیزا غیر مشغول کما سیتضح اور صحت ہبہ کی شرط ہیں موہوب
یعنے مبھی چیز ہیں ہونا اسکا مقبوض غیر مشاع متمیز غیر مشغول بغیر موہوب چنانچہ آگے واضح ہوگا ہم ریلمی میں ہے کہ قبض تو فرع ثبوت ملک کیواسطے اسواسطے کہ جو ازنا ثابت ہے
قبل قبض کے بالاتفاق انتہے تو اس سے معلوم ہوا کہ قبض موہوب کا ثبوت ملک کی شرط ہے نہ صحت ہبہ کی اور مصنف رح کے کلام سے نکلتا ہے کہ قبض صحت کی شرط ہے اور باقی شرط
موہوب کی فتاوی عالمگیری میں یوں مذکور ہیں کہ موہوب موجود ہو ہبہ کیوقت تو اگر اپنے درخت کے پھل ہبہ کرے جو امسال پھلیں گے تو جائز نہیں اسلوسطیکہ فی الحال معدوم ہیں
اور ازانجملہ شرط ہے کہ کمال متقوم ہو تو شراب اور سور اور خون اور یہ چیزیں کا ہبہ صحیح نہیں اور ازانجملہ شرائط ہے کہ مملوک ہو تو ہبہ مباحات کا جائز نہیں کذا فی المحطاوی وشرطھو
ھو ایجاب وقبول کما سیجیٔ اور ہبہ کا رکن ایجاب وقبول ہے چنانچہ آگے آویگا وحکمھا ثبوت الملک للموھوب لہ غیر لازم فلہ الرجوع والفسخ اور حکم
ہبے کا ترتب ہبہ کا ثابت ہونا ملک کا موہوب لہ کیواسطے ملک غیر لازم تو واہب کو ہبہ پھیر لینا اور عقد ہبہ کا فسخ کر دینا جائز ہے یعنے سوائے حالات صورتوں کے جنکو کہ رہونگی وعدم صحۃ
شرط الخیار فیھا فلو شرطہ صحت ان اختارھا قبل تفرقا فیھما اور حکم ہبہ کا صحیح ہونا شرط خیار کا ہی ہبہ میں تو اگر موہوب لہ نے خیار شرط کیا تو ہبہ صحیح ہوگا اگر وہ
ہبہ کو اختیار کریگا قبل متفرق ہونے واہب اور موہوب لہ کے ھم بترکھا کہ مصنف رح یوں کہنا اور عدم صحتھا بخیار الشرط بقرینۃ تفریع کے دالا حاصل ہوسکتا ہے کہ ہبہ مطلقا صحیح ہے اور
شرط باطل ہے ولکن لو آبرأہ صح الابراء وبطل الشرط خلاصہ اور اسی طرح اگر واہب شرط خیار سے ابرا کرے تو ابرا صحیح ہے اور شرط باطل ہے کذا فی الخلاصہ ھم جلبی نے
کہا اسقاط لفظ کذا صواب ہے چنانچہ متن الغنا میں واقع ہے والا تتبع غیر صحیح ہے وحکمھا انھا تبطل بالشروط الفاسدۃ ھبۃ عبد علی ان یعتقہ تصح وتبطل
الشرط اور ملک حکم ہبہ کا بایں طور کہ باطل نہیں ہوتا ہے شرط فاسد سے پس ہبہ غلام کا اس شرط پر کہ اسکو موہوب لہ آزاد کردے صحیح ہے اور شرط باطل ہے وتصح بایجاب کوھبت
وسلمت اور ہبہ صحیح ہے ایجاب سے جیسا کہ میں نے ہبہ کیا اور سلمت یعنی میں نے بخشا اپنے دل کی خوشی سے بلا مطالبہ واطعمتک ھذا الطعام ولو ذلک علی وجہ
المزاح اور ہبہ صحیح ہے ایجاب سے بطور خوش طبعی کے ہم خلاصہ میں ہے کہ موہوب نے طلبیہ کی بطریق مزاح اور خوش طبعی کے مثلا ہبے بلا مزاح ہبہ کی تسلیم
کی تو ہبہ صحیح ہے واسطے کہ واہب خوش طبعی کرنے والا تھا اور موہوب نے اسکو قبول کر لیا بقبول صحیح انتہی اور اسی طرح خلاصہ کے مانند خزانے کی عبارت ہے کہ مصنف اپنے متن کی دلیل سمجھا
ہے اور حالانکہ اس سے مصنف کا مطلب ثابت نہیں ہوتا کذا فی المحطاوی تو معلوم ہوا کہ ایجاب علی وجہ المزاح سے ہبہ صحیح ہے میں نجلاف اطعمتک ارضی فانہ عاریۃ
لیس فیھا واطعام لغلتھا بحر برخلاف اس قول کے کہ میں نے اپنی زمین تیرے کھانے کو دی اسواسطیکہ قبیل عاریت ہے نہ قبیل زمین کی اور اطعام ہے اسکے غلے کا کذا فی البحر یعنی وہ غلہ جسکو
مستعیر زمین سے پیدا کریگا چنانچہ کتاب العاریت میں مذکور ہوچکا او اضافۃ الی ما ای الی جزء یعتریہ عن الکل وھبت لک فرجھا وجعلتہ لک لان اللام للتملیک بایجاب
یعنی اضافت جو اس جزء کیطرف جیسے کل تعبیر کیا جاتا ہے چنانچہ میں نے تجھکو اس لونڈی کی شرمگاہ بخشی اور اسکو میں تیرے لئے مقرر کر دیا اور لام اسواسطیکہ لام ملک کے لئے ہے میں تملیک کے
واسطے ہے ھم عن الحاوی کے کہا یوں کہنا واضح تر تھا دلو بالاضافۃ یعنے اگرچہ ایجاب اضافت ہو نجلاف جعلتہ باسمک فانہ لیس بھبۃ برخلاف اس قول کے کہ اسکو میں نے تیرے
نام کے ساتھ ٹھہرا دیا مقرر کر دیا اسواسطے کہ یہ قول ہبہ نہیں ہم یہ قول غیر ظہیریہ اسواسطیکہ فتاوی عالمگیری میں غیاثیہ سے منقول ہے کہ صغیر کے باپنے باغ لگایا اور کہا کہ جعلتہ باسم ابنی
یعنی میں نے اسکو اپنے بیٹے کے نام کے ساتھ ٹھہرا دیا تو یہ ہبہ ہی قول اظہر ہے اور اسی پر ہمارے اکثر مشائخ میں کذا فی المحطاوی وکذا جعلتک حلالا الا ان یکون قبلہ کلام
یفید الھبۃ خلاصۃ اور اسی طرح یہ قول ہبہ نہیں کہ وہ لونڈی تجھکو حلال ہے مگر اسوقت ہبہ ہے جبکہ اسکے پہلے ایسا کلام ہو جو ہبہ کا مفید ہو کذا فی الخلاصہ ھم قول مذکور
اسواسطے ہبہ نہیں کہ لونڈی کی حلت یا نکاح سے ہے یا باحت سو نکاح تو ثابت نہیں اور اباحت فروج میں جائز نہیں کلام سابق جو ہبہ کا مفید ہو اس طرح ہے کہ
ایک شخص دوسرے سے کہے کہ کیا مجھکو تو یہ لونڈی ہبہ کرتا ہے یا میرا دل راغب ہے اسکے لینے پر یا کہ تو نے اس سے پہلے مجھکو کوئی چیز نہیں ہبہ کی سو مخاطب نے کہا کہ تجھپر یہ
حلال ہے تو البتہ یہ قول اب ہبہ ٹھہریگا واعمرتک ھذا البیت اور میں نے یہ بیت تجھکو بطریق عمری دی یعنے عمر بھر کو دی ھم عمری یہ ہے کہ فی الحال مالک کر دے اور
بعد موت موہوب لہ کے پھیر لے سو علیحدہ صحیح ہے اور پھیر لینے کی شرط باطل ہے اسواسطیکہ یہ ہبہ باطل نہیں ہوتا فاسد شرط سے حدیث میں وارد ہے کہ جسشخص بطریق عمری کوئی چیز دے تو وہ چیز

موہوب لہ کی ملک ہو اور اسکے وارثوں کی ہو بعد اسکے کذا فی الزیلعی وَحَمَلْتُكَ عَلَى هٰذَا بِهِبَةٍ وَاللّٰهِ تَادِيَابِهِ تحمیل الہبۃ کما مرّ اور دینے مجھکو اس جانور پر محمول کر یا حامل ہبہ کی نیت کرکے چنانچہ کتاب العاریۃ میں مذکور ہو چکا ہم حمل گدھے یعنی ہبہ اور گدھے یعنی عاریت مستعمل ہوتا ہو لہذا ثبوت ہبہ کیواسطے نیت ہبہ شرط ہوئی وَكَسَوْتُكَ هٰذَا الثَّوْبَ اور میں نے تجھکو یہ کپڑا پہنایا ہم پہنانے سے تملیک عین مراد ہوتی ہی بولتے ہیں کہ فلانے نے فلانے کو کپڑا پہنایا جبکہ اسکو کپڑا کا مالک کر دیا اور عاریت میں اس طرح نہیں بولتے دداری لک هِبَةً اور میرا گھر تیرا ہی موہوب ہو کر ہم لفظ ہبہ منصوب ہی حال ہونے سے ضمیر فاعل سے اور لام تملیک کا ہی کذا فی الدرر اور عُمْرٰى تَسْكُنُهَا لان قولہ تسکنہا مشورۃ لا تفسیر لان العمل لا یصلح تفسیرا للاسم فقد شارَ عَلَيْهِ فِي مِلْكِهِ بِاَنْ يَسْكُنَهُ فَاِنْ شَاءَ قَبِلَ وَاِنْ شَاءَ لَمْ يَقْبَلْ یا داہب یوں بولا کہ میرا گھر تیرا ہی بطور عمری کے کہ تو اسمیں سکونت کرے یہ قول بھی ایجاب ہبہ کا ہی اسواسطے کہ سکنہا کا لفظ مشورہ ہی داہب کا نہ تفسیر اسواسطے کہ فعل اسم کی تفسیر ہونے کی لیاقت نہیں رکھتا تو داہب نے موہوب لہ کو مشورہ دیا اسکی ملک میں اسطرح کہ اسمیں سکونت اختیار کرے سو اگر موہوب لہ چاہے اسکے مشورے کو قبول کرے اور چاہے نہ قبول کرے كَاَنْ قَالَ هِبَةً سُكْنٰى وَسُكْنٰى هِبَةً بَلْ تَكُوْنُ عَارِيَةً اِخْذًا بِالْمُتَيَقَّنِ ہبہ صحیح نہوگا اگر یوں کہیگا کہ میرا گھر تیرا ہی ہو موہوب لہ کو سکونت کی اجازت کی تو ہبہ صحیح ہوکر ملکیہ قول عاریت ہوگا امر متیقن کو لیکر ہم لفظ ہبۃ حال ہو اور سکنی تمیز عاریت ہونے کی وجہ ہی کہ لفظ سکنی محکم ہی تملیک منفعت میں تو یہ قول عاریت ہی ہوا خواہ لفظ ہبہ عدم ہو یا مؤخر کذا فی الطحطاوی عن البحر وحاصلہ انّ اللفظ ان ابتدأ عَنْ تَمْلِيْكِ الرَّقَبَةِ فَهِبَةٌ اَوِ الْمَنَافِعِ فَعَارِيَةٌ اَوِ احتمل اعتبر النية فوائد اور حاصل کلام یہ ہی کہ ایجاب کا لفظ اگر خود بے یعنی دلالت کرے تملیک رقبہ پر تو ہبہ ہی یا منافع پر دلالت کرے تو عاریت ہی یا ہبہ اور عاریت دونوں کا احتمال ہو تو نیت معتبر ہی کذا فی النوازل وفی البحر اعلم انّه باسم ابنی لا تقرب الصحة اور بحر الرائق میں ہی کہ ایک شخص نے کہا کہ میں اس درخت کو جاتا ہوں اپنے فرزند کے نام پر بقول اقرب صحت ہبہ ہی ہم صاحب بحر نے یہ قول خلاصہ سے نقل کیا ہی اور عالمگیری میں فتاوی قاضی خان سے بصیغہ جزم مذکور ہی کہ یہ قول ہبہ نہیں ہی تو اسی پر اعتماد چاہیے کذا فی الطحطاوی وتصح بقبول اى فى حق الموهوب له اما فى حق الواهب فتصح بانه يجاب حتى لو حلف ان يهب عبده لفلان فوهب ولم يقبل برّ ويفسخه حيث يحلف بالله اور یہ صحیح ہوتا ہی قبول کرنے سے یعنی موہوب لہ کے حق میں اور داہب کے حق میں ہبہ صحیح ہو جاتا ہی فقط ایجاب بلا قبول سے تو اگر داہب نے قسم کھائی کہ اپنا غلام فلانے شخص کو ہبہ کریگا سو اسنے اسکو ہبہ کیا اور اس شخص نے ہبہ قبول نکیا تو حانث نہوا اور اسکے بالعکس میں حانث ہوگا یعنے اگر قسم کھائی کہ میں فلانے شخص کا ہبہ لونگا سو اسنے ہبہ کیا اور اسنے قبول نکیا تو حانث نہوگا بر خلاف بیع کے ہم یعنے اگر قسم کھائی کہ فلانے شخص کے ہاتھ بیع کریگا سو اسنے بیع کا ایجاب کیا اور اسنے قبول نکیا تو حانث ہوگا اسواسطے کہ بیع عقد معاوضہ ہی تمام نہیں ہوتا مگر ایجاب اور قبول سے تو جب تک قبول نپایا جائے گا بیع ثابت نہوگی کذا فی الطحطاوی وَنَفَسَخُ بِقَبْضٍ بِلَا اِذْنٍ فِي الْمَجْلِسِ فَاِنَّهُ هُنَا كَالْقَبُوْلِ فَاشْتُبِهَ بِالْمَجْلِسِ اور صحیح ہی ہبہ موہوب لہ کے قبض کرنے سے بلا اذن داہب کے مجلس عقد میں اسواسطے کہ قبض یہاں یعنے ہبہ میں قبول کرنے کے مانند ہی لہذا مخصوص بمجلس عقد ہوا ہم قبض بجاے قبول کے اسواسطے ہوا کہ مقصود ایجاب سے اثبات ملک ہی تو ایجاب مسلط کرتا ہی قبض پر باعتبار دلالت کے اسواسطے کہ ملک متصور نہیں مگر قبض سے تو قبض مفید مجلس ایجاب ہوگا قبول کے مانند کیونکہ وہ نیز از قبول کے ہی اور یہ استحسان ہی اور قیاس یہ تھا کہ جائز نہوتا مگر داہب کے اذن سے کذا فی الزیلعی وبعد بِهٖ اى بعد المجلس بالاذن اور بعد انقضاے مجلس قبض صحیح ہوگا داہب کے اذن سے وفی المحیط لو كان امره بالقبض حين وهبه كان يتقيد بالمجلس يجوز القبض بعده اور محیط میں ہی کہ اگر داہب نے موہوب لہ کو قبض کرنے کا امر کیا ہو ہبہ کرنے کے وقت تو قبض مقید بمجلس نہوگا اور جائز ہوگا بعد اسکے بھی والتمكن من القبض كالقبض فلو وهب لرجل شيأ فى صندوق مقفل ورفع اليه الصندوق ولكن لم يسلمه اليه حتى قفل الصندوق او كان الصندوق مفتوحا ولكن حال بينه وبين الموهوب له حائط او دابة فلم يقدر على اخذه لم يكن قبضا لعدم التمكن من القبض اور قابو ہونا قبض پر قبض کے مانند ہی تو اگر ایک مرد کو کپڑے ہبہ کئے صندوق مقفل میں اور صندوق مذکور اسکی طرف بلند کیا لیکن اسکے سامنے کیا تو قبض نہوگا بسبب اسکے قادر ہونے کے قبض پر اور اگر صندوق کھلا ہو تو

نوٹ
ہبہ میں قبول سنت ہے اور ایجاب فرض ہے اور ایجاب موہوب لہ کے حق میں فرض ہے اور داہب کے حق میں واجب ہے اور ایجاب معلوم ہوتا ہے بالفعل سے اور قبول کا ثبوت فعل سے نہیں ہوتا ہے ۱۲ ۴۴ ۴۷

قبض ثابت ہوگا سامنے کرنے سے بواسطہ قادر ہونے موہوب لہ کے قبض سے اسواسطے کہ قادر ہونا قبض پہاند تخلیہ کے ہی بیع میں وفی الدرر لعثا رقعۃ بالتخلیۃ فی صحیح الھبۃ کالقابض ھا اور درر میں ہی اور قول مختار صحیح ہونا قبض کا تخلیہ سے یہ صحیح نہیں یہ فاسد میں یعنی اگر واہب نے موہوب دیدہ موہوب لہ میں تخلیہ کردیا تو قبض صحیح ہوگیا بشرطیکہ یہ فاسد موجود فی التنف ثلثۃ عشر عقد الم یقبض بلا قبض اور تنف میں ہی کثیرہ عقد صحیح نہیں ہیں بدون قبض کے ہم عقود مذکورہ یہ ہیں ۱ ہبہ ہی ۲ صدقہ ۳ رہن ۴ ہم وقف بقول محمدؒ واد راعی وابن شبرمہ وحسن بن صالح ۵ عمریٰ ۶ تحلہ یعنے عطا ۷ جنین ۸ صلح ۹ راس المال سلم میں ۱۰ مبدل سلم میں جبکہ بعض بدل کھو مٹا ہو تو اگر کھونے و رمون کا عوض معوض نہو تو بقدر اسکے حصے کے سلم باطل ہوگی ۱۱ عقد صرف ۱۲ جبکہ کیلی کی بیع کیلی سے ہو اور جنس مختلف ہو جیسا گیہوں کی بیع جو سے تو اسمیں تفاضل جائز ہے نسیہ ۱۳ جبکہ وزنی کی بیع وزنی سے ہو مع اختلاف الجنس تو اسمیں بھی تفاضل جائز ہے نسیہ کذا فی الطحطاوی عن البحر عن المنح ولو نھا عن القبض لم یصح قبضہ مطلقا ولو فی المجلس لان الصحیح انہ فوری من الدلالۃ اور اگر واہب نے موہوب کو منع کردیا قبض سے تو اسکا قبضہ کرنا مطلقا صحیح نہوگا اگرچہ مجلس ایجاب میں قبضہ کیا ہو اسواسطے کہ صریح قوی تر ہے دلالت سے ہم خلاصہ یہ ہی کہ اگر قبض کا اذن دیا تو قبض صحیح ہی مجلس میں اور بعد مجلس کے بھی اور اگر قبض سے منع کیا تو قبض صحیح نہیں نہ مجلس میں نہ بعد مجلس کے اسواسطے کہ صریح نہی تر ہے دلالت سے یعنی صحت قبض بھی ایجاب سے باعتبار دلالت کے اور نہی عن القبض صریح ہی اور حالانکہ صریح قوی تر ہے دلالت سے اور اگر نہ اذن دیا اور نہ منع کیا تو قبض مجلس میں صحیح ہی نہ بعد مجلس کے اور اگر موہوب غائب ہو اور موہوب لہ نے وہاں جاکر قبضہ کیا اگر قبض واجب اذن سے ہی تو صحیح ہی اور نہیں تو لتمام الھبۃ بالقبض الکامل اور ہبہ تمام ہوتا ہی قبض کامل سے ہم قبض کامل منقول میں وہ ہی جو منقول کے مناسب ہی اور عقار میں وہ ہی جو عقار کے مناسب ہی تو گھر کی کنجی کا قبض گھر کا قبض ہی اور محل القسمۃ میں قبض کامل قسمت کرنے سے ہوتا ہی اور موہوب پر قبض بلا اصالہ واقع ہو بلا نیابت قبض کل اور غیر محل القسمۃ میں قبض کامل بتعیت کل ہوتا ہی کذا فی الدرر ولو الموھوب شاغلا لملک الواھب کا مشغولا بہ ہبہ کامل قبض سے پورا ہو جاتا ہی اگرچہ موہوب شاغل بملک واہب ہو نہ مشغول بملک واہب وھا صل ان الموھوب ان مشغولا بملک الواھب منع تمام او ان شاغلا لا اور قاعدہ یہ ہی کہ اگر موہوب مشغول بملک واہب ہوگا تو مشغل مذکور ہبہ کے تمام اور کامل ہونے کا مانع ہوگا اور اگر موہوب شاغل بملک واہب ہوگا تو ہبہ تمام ہونے کا مانع نہوگا یعنی درصورت مشغولیت موہوب تسلیم ممتنع ہوگی تو ہبہ کی صحت ممتنع نہوگی اور درصورت شاغلیت موہوب تسلیم ممتنع نہوگی تو ہبہ بھی صحیح ہوگا کذا فی الدرر فلو وھب جرابا فیہ طعام الواھب او دارا فیھا متاعہ او دابۃ علیھا سرجہ وسلمھا کذلک لا تصح او گروہ تھیلا ہبہ کیا جسمیں واہب کا طعام ہی یا وہ گھر جسمیں واہب کا اسباب ہی یا وہ جانور بجنسا جسپر واہب کا زین ہی اور تینوں چیزوں کو سپرد تسلیم کیا تو ہبہ صحیح نہوگا م اسواسطیکہ موہوب ملک واہب سے مشغول ہی کیونکہ ظرف کو مظروف مشغول کردیتا ہی اور ظرف مظروف کو مشغول نہیں کرتا کذا فی الدرر وعلیہ تصح فی الطعام والمتاع والشرج فقط لان کلا منھا شاغل الملک الواھب لا مشغول بہ اور اسکے بالعکس ہیں ہبہ صحیح ہی طعام اور متاع اور زین میں فقط اسواسطے کہ ہر واحد اشیاء ثلثہ سے ملک واہب سے شاغل ہی مشغول ہم خلاصہ یہ ہی کہ ظرف کا ہبہ بدون مظروف صحیح نہیں اور مظروف کا ہبہ بلا ظروف صحیح ہی کیونکہ اصل مشغول ہی اور ثانی شاغل لان شغلہ بعد ملک واھبہ کما تم تمامہ کا عدم تمام ہبہ میں مشغولیت بملک واہب کی قید اسواسطے لگائی کہ موہوب کا مشغول ہونا غیر واہب کی ملک کے کمال ہبہ کا مانع نہیں ہم بنحو اسکی صورتوں کے ایک صورت یہ ہی کہ واہب نے موہوب لہ کو ایک گھر ہبہ کیا اُس متاع کے ساتھ جو اُس گھر میں ہی اور گھر تسلیم بھی کردیا پھر متاع غیر شخص کی ملک ثابت ہوئی تو ہبہ پورا ہم گھر میں اسواسطیکہ واہب کا قبضہ گھر اور اسباب دونوں پر تھا حقیقۃ تو اسکی تسلیم صحیح ہوئی پھر استحقاق متاع سے ظاہر ہوگیا کہ متاع واہب کی ملک تھی اور غیر واہب کی ملک ہونا مانع نہیں کذا فی الطحطاوی کہرھن صدقۃ لان القبض ھو طعما ھا وتمامہ فی العادیۃ تمام ہونا ہبہ کا قبض کامل سے ہوتا ہی رہن اور صدقہ کیمانند اسواسطے کہ قبض شروط ہی رہن اور صدقے کے تمام ہونے کی اور پورا بیان اسکا عادیہ میں ہی ہم یعنی رہن اور صدقہ پورا نہیں ہوتا مگر قبض کامل سے اور رہن کا مشغول ہونا بملک راہن اور صدقہ کا مشغول ہونا بملک متصدق مضر ہی اور دونوں کا شاغل ہونا مفرز میں تو تشبیہ راجح تر ہی سے کذا فی الطحطاوی وفی الاشباہ ھبۃ المشغول لا تجوز

لا اذا وهب الاب لطفله اور اشباہ میں ہی کہ ہبہ مشغول کا جائز نہیں مگر جبکہ باپ اپنے صغیر کو ہبہ کرکے خود جائز ہی قلت وکذا الدار المعارة میں کہتا ہوں اور اسطرح عاریت کا گھر ہی صورت یہ ہی کہ ایک گھر عاریت دیا آسان کو پھر مستعیر اسمعیر نے کسیکا اسباب غصب کیا اور اس گھر میں رکھا پھر مستعیر نے مستعیر کو وہ گھر ہبہ کردیا تو اس گھر کا ہبہ صحیح ہی اسلوسطیکہ ظاہر ہوگیا کہ شاغل غیر واہب کی ملک ہی کذا فی الطحطاوی والتی وهبتها لزوجها على المذهب لان المرأة ومنا عوها في يد الزوج فحصل التسليم اور یہ مشغول اُس گھر میں جائز ہی جسکو زوجہ نے اپنے زوج کو ہبہ کیا بشرطیکہ ظاہر نہ ہو جسکے اسلوسطیکہ عورت اور اُسکا اسباب زوج کے ہاتھ میں ہی تو تسلیم موہوب صحیح ہوگئی ھم صورت اُسکی یہ ہی کہ زوجہ نے اپنا گھر اپنے زوج کو ہبہ کیا اور زوجہ اُسمیں رہتی ہی اور اسکا اسباب اُسمیں ہی اور زوج بھی اُسکے ساتھ اُسکے گھر میں رہتا ہی تو یہ ہبہ صحیح ہی اسلوسطیکہ زوجہ گھر اور اسباب کے زوج کے ہاتھ میں ہی اور مقابل مذہب ابو یوسف کا قول ہی کہ ہبہ مذکور جائز نہیں کذا فی الطحطاوی وقد غلطت بيت الوهبانية فقلت شعر ومن وهبت للزوج دارا لها بها ✦ متاع وهم فيها نص المحرر اور متعرین نے بدل ڈالی وہبانیہ کی بیت سو میں نے یوں کہا اور جس زوجہ نے زوج کو اپنا وہ گھر ہبہ کیا جسمیں زوجہ کا اسباب ہی اور زوج اور زوجہ اُسمیں رہتے ہیں تو ہبہ صحیح ہی یہی قول محرر معتمد علیہ ہی وہبانیہ کی اصل بیت یوں تھی شعر ومن وهبت للزوج دارا لها بها ✦ متاع وهم فيها فلان يزين یعنی جس زوجہ نے زوج کو اپنا وہ گھر ہبہ کیا جسمیں زوجہ کا اسباب اور زوج اور زوجہ اُسمیں رہتے ہیں تو وہ قول اُسمیں مجروح ہوا یعنی جواز ہبہ اور عدم جواز لیکن چونکہ عدم جواز قول ضعیف تھا لہذا اشارح نے بیت میں تصرف کردیا وفي البحوهرة وحيلة هبة المشغول ان يودع الشاغل او لا عند الموهوب له ثم يسلمه الدار مثلا وتصح لشغلها بالمتاع في يد ✦ اور جوہرہ میں ہی کہ ہبہ مشغول کا حیلہ یہ ہی کہ پہلے شاغل کو موہوب لہ کے پاس ودیعت رکھے پھر موہوب لہ کو مثلاً مشغول گھر تسلیم کرے تو ہبہ صحیح ہوگا بسبب مشغول ہونے گھر کی متاع کے ساتھ موہوب لہ کے ہاتھ میں یعنی جبکہ شاغل بطریق ودیعت موہوب کے قبض میں آیا پھر مشغول بتسلیم واہب اُسکے پاس آیا تو دونوں قبض کامل محقق ہوگیا لہذا ہبہ صحیح ہوگیا فی منعلق بلتم محوز مفرغ ہبہ تمام ہونا ہی قبض کامل سے موہوب مفرغ یعنی ھم یعنی جو موہوب کہ فارغ ہو ملک واہب اور حق ملک سے تو احتراز ہوگیا پھل کے ہبہ سے درخت پر اور صوف کی ہبہ سے غنم پر اور دھنیتی کی ہبہ سے زمین میں مقسوم وہ موہوب مفرغ جسکی قسمت ہوگئی اور مشاع باقی نہ رہا وشاع لا يبقى منتفعا به بعد ان تقسم كبيت حمام وحانوت اور ہبہ تمام ہونا ہی قبض کامل سے اُس مشاع لینے غیر مقسوم میں جو نفع لینے کے لائق نہیں رہتا قسمت کرنے کے بعد جیسا کہ چھوٹی کوٹھری اور حمام صغیر ھم مشاع لا بالقسم یعنی جو قسمت کی صلاحیت نہیں رکھتا بایں معنے کہ بعد قسمت کے اصلا منتفع بہ نہیں رہتا جیسا کہ عبد واحد اور دابہ واحدہ یا بعد قسمت کے منتفع بہ نہیں رہتا اُس طرح کا انتفاع جو قبل قسمت کے تھا جیسا کہ بیت صغیر اور حمام صغیر اور ثوب صغیر کذا فی الدرر لانها لا تنتفع بالقبض فيما يقسم مشاع غیر قسمت پذیر کی قید اسواسطے لگائی کہ یہ تمام نہیں ہوتا قبض کرنے سے اُس مشاع میں جو قسمت پذیر جیسا کہ زمین اور ثوب مذروع اور مانند اُسکے کذا فی الدرر فساقی کہا جسکی قسمت سے نقصان ہو وہ قسمت پذیر اور محتمل القسمۃ نہیں اور زمین تو قسمت پذیر ہی اسلئے بحر الرائق میں ہی کہ حد فاصل محتمل القسمۃ اور غیر محتمل القسمۃ میں یہ ہی کہ جسپر دو شخصوں میں مشترک ہو سوا ایک شخص قسمت طلب کرے اور دوسرا شریک قسمت سے انکار کرے تو اگر قاضی اس قسمت پر جبر کرسکتا ہو شرع کی راہ سے تو وہ چیز محتمل القسمۃ ہی جیسا کہ چوڑی کوٹھری اور اگر قاضی جبر نہ کرسکے تو وہ محتمل القسمۃ نہیں جیسا کہ عبد اور حمام اور بیت صغیر اور دیوار ولو دفعة لغريكه او لاجنبي لعام تصور القبض الكامل كما في مامة الكتب فكان هو المذهب مشاع قابل قسمت کا ہبہ قبض سے پورا نہیں ہوتا اگرچہ واہب نے اُسکو اپنے شریک کو ہبہ کیا ہو یا اجنبی کو بحیث عدم تصور قبض کامل جیسا کہ اکثر کتب فقہ میں ہی تو وہی یعنے شریک کو بھی ہبہ مشاع کا جائز ہونا مذہب مُعتمد اور سے مذکور ہو چکا کہ قابل قسمت میں قبض کامل بدون قسمت کے نہیں ہوتا وفي الصغير فتح عن العتابي وقيل يجوز للشريك وهو المختار اور صغیر فتح میں عتابی سے منقول ہی اور بعضوں نے کہا کہ ہبہ مشاع شریک کو جائز ہی اور وہ مختار قول ہی ھم فضلی کی ظاہر عبارت سے عدم جواز معتمد ہی یہاں تک کہ شیخ الاسلام نے جواز کو ابن ابی لیلے کیطرف منسوب کیا ہی بعد حکایت اطلاق کے اہل مذہب کذا فی الطحطاوی وان قسمه وسلمه صح لزوال المانع پھر اگر شاع کو قسمت کردیا اور موہوب لہ کو تسلیم کردیا تو صحیح ہوگا بسبب دور ہوجانے مانع کے

قبض کامل اشاعت بھی سو قسمت اور تسلیم سے زائل ہوگئی دلو سلمہ شائعا لا یملکہ فلا ینفذ تصرفہ فیہ فیضمنہ دینقض تصرف الواہب اور اگر مشاع کو بلا قسمت تسلیم کر دیا اسطرح پر کل کو تسلیم کر دیا تو موہوب لہٗ اسکا مالک نہ ہوگا یعنی بواسطہ عدم قبض کامل تو اسکا تصرف اس میں نافذ نہ ہوگا تو موہوب لہٗ کا اور دیگر صورت تصرف اور واہب کا تصرف اس میں نافذ ہوگا کذا فی الدرر لکن فیہا عن الفصول الہبۃ الفاسدۃ تفید الملک بالقبض وبہ یفتی ومثلہ فی البدائع بخلاف ما صححہ فی الہدایۃ لکن لفظ الفتوی اکد من لفظ الصحیح کما بسطہ المصنف مع بقیۃ احکام المشاع لکن رہن میں ہے فصول سے کہ ہبہ فاسد ملک کا مفید ہوتا ہے قبض کرنے سے اور اسی قول کا فتوی ہے اور مانند اسکے بزازیہ میں ہے برخلاف اس قول کے جسکو صحیح کہا ہدایہ میں لیکن فتوی کا لفظ موکد ہے صحیح کے لفظ سے چنانچہ مصنف نے اسکو مشروح بیان کیا ہے اپنی شرح میں مشاع کے بقیہ احکام کے ساتھ ہم ظاہر عبارت شارح دال ہے کہ یہ مشاع قبل قسمت فاسد ہے حالانکہ وہ صحیح غیر تام ہے چنانچہ سابق میں اتفاقی سے مذکور ہوا اور کلام صاحب بحر بھی صحت پر دلالت کرتا ہے بیع مشاع کی جائز ہے قسمت پذیر اور عدم قسمت پذیر میں اور اجارہ اسکا جائز ہے شریک سے نہ اجنبی سے وعلیہ الفتوی اور اجارۂ مذکورہ فاسد ہے تو اجرت مثل لازم ہوگی اور عاریہ اسکا شریک سے جائز ہے اور اگر اجنبی کو عاریت دی تو اگر سب تسلیم کرے تو اعادہ مستانفہ ہے ورنہ اجائز نہیں اور رہن مشاع کا فاسد ہے مقسوم اور غیر مقسوم میں اور شریک اور غیر شریک میں ابو یوسف کے نزدیک جائز ہے محمد کے نزدیک اور خلاف محتمل القسمۃ میں اور غیر محتمل القسمۃ میں بالاتفاق جائز نہیں ہے ایداع مشاع شریک سے جائز ہے اور قرض مشاع کا بالاجماع جائز ہے کذا فی الطحطاوی وھل للمقرب الرجوع فی الہبۃ الفاسدۃ قال فی الدرر نعم تعقبہ فی النہر بالاولیۃ بانہ غیر ظاہر علی المفتی بہ من انہ افاد تملک الملک بالقبض فلیحفظ اور کیا جائز ہے واہب دار کو رجوع کرنا ہبۂ فاسدہ میں درر میں کہا کہ ہاں جائز ہے اور نہر نے بالائی میں ہے اسپر اعتراض کیا ہے کہ رجوع غیر ظاہر ہے بنا بر قول مفتی بہ کے اس راہ سے کہ ہبہ فاسدہ ملک کا مفید ہوجاتا ہے قبض کرنے سے تو اسکو باقی رکھنا چاہئے والمانع من تمام القبض شیوع مقارن للعقد لا طارئ کان یرجع فی بعضہا شائعا فانہ لا یفسدہا اتفاقا اور مانع تمام قبض سے وہ شیوع ہے جو عقد کے مقارن اور متصل ہو نہ شیوع طاری یعنی وہ شیوع مانع قبض نہیں جو بعد عقد کے طاری ہو چنانچہ واہب بعض شائع میں رجوع کرے کیونکہ شائع طاری مفسد ہبہ نہیں بالاتفاق ہم شیوع متصل کی یہ صورت ہے کہ واہب بنا نصف گھر شائع ہبہ کرے اور شیوع طاری کی یہ صورت کہ تمام گھر ہبہ کرے پھر نصف باقی شائع میں ہبہ کو باطل کر دے ولا استحقاق شیوع مقارن لا طارئ فیفسد الکل حتی لو وھب ارضا وزرعا وسلمہما فاستحق الزرع بطلت فی الارض لا استحقاق البعض القائم فیما یحمل القسمۃ اور استحقاق شیوع مقارن ہے نہ شیوع طاری تو استحقاق ثابت ہونا مفسد ہے کل موہوب کا تو اگر زمین اور کھیتی ہبہ کی اور دونوں کو تسلیم کر دیا پھر کھیتی مستحق نکلی تو ہبۂ زمین میں باطل ہوگیا بسبب مستحق ہونے بعض شائع کے محتمل القسمۃ میں ہم زراعت کے بعض شائع ہونے میں کلام ہے اور صاحب فتح نے یوں وجہ بیان کی ہے کہ زرع زمین کے ساتھ بحکم اتصال شیء واحد کے مانند ہے پھر جب یہ مستحق ٹھہرا تو یوں ہوگیا کہ گویا بعض شائع مستحق ٹھہرا محتمل القسمۃ میں تو ہبہ باطل ہوگا باقی میں اور اس تعلیل پر شارح کا قول آئندہ یعنے لانہ کمشاع بھی دلالت کرتا ہے کذا فی الطحطاوی والاستحقاق اذا ظہر بالبینۃ کان مستندا الی ما قبل الہبۃ فیکون مقارنا لا طاریا کما زعمہ صدر الشریعۃ وان تبعہ ابن الکمال فتنبہ اور استحقاق جبکہ گواہوں سے ثابت ہو تو استحقاق ماقبل ہبہ کی طرف مستند ہوگا تو شیوع ہبہ کے مقارن ہوگا نہ طاری جیسا کہ صدر الشریعہ نے گمان کیا ہے اگرچہ ابن کمال نے صدر الشریعہ کا اتباع کیا ہے اس قول میں سو آگاہ رہو ہم استحقاق زرع کو ظہیریہ میں شیوع مقارن کہا ہے اور نہایہ اور کرمانی میں اسکو شیوع طاری قرار دیا ہے تمہ تانی نے کہا کہ شاید مسئلہ میں دو روایتیں ہیں اس تقریر سے معلوم ہوا کہ صدر الشریعہ اور ابن کمال اس قول میں متفرد نہیں کذا فی الطحطاوی ولا تصح ہبۃ لبن فی ضرع وصوف علی ظہر وتمر فی نخل لانہ مشاع اور صحیح نہیں ہبہ دودھ کا تھن میں اور روئی کا ہبہ بھیڑ پر اور کھجور کے درخت کا زمین میں اور کھجور کا ہبہ کھجور کے درخت میں اسلئے کہ یہ ہبہ مشاع کے مانند ہے ولو فصلہ وسلمہ جاز لانہ حال المانع اور اگر واہب موہوب کو جدا کر ڈالے یعنی تہ اور دودھ کو تھن سے علیحدہ کر کے ہبہ اور تسلیم کر دے تو جائز ہے بسبب ہونے قبض کامل کے وھل یکفی قبض الموہوب لہ باذن الواہب ظاہر الدرر ونعمہ اور کیا کفایت کرتا ہے قبض کرنا موہوب لہٗ کا واہب کے

مسئلہ ہبہ مشاع جو محتمل القسمۃ ہو

اذن سے دُرکا ظاہر ہی کہ یہاں کفایت کرتا ہی بخلاف قبض فی بر دُھن فی سمسم دتمر فی لبن حیث لا یصح اصلا لانہ معدوم فلا ملک لا بعقد بخلاف اس آٹے کے جو گیہوں میں بالقوۃ ہی اور اُس تیل کے جو تلوں میں ہی اور اُس گھی کے جو دودھ میں ہی کیونکہ یہ اصلا صحیح نہیں اسواسطے کہ وہ بالفعل معدوم ہی تو ملک نہوگا اگر عقد جو انکا بھید یہ ہی کہ گیہوں مستحیل ہوکر آٹا ہوجاتے ہیں اسی طرح باقی اشیاء مذکورہ بعد استحالہ کے دوسری چیز ہوجاتے ہیں کذا فی الدرر وَمِلْكٌ بِالْقَبُولِ بِلَا قَبْضِ جَدِيدٍ لَوِ الْمَوْهُوبُ فِي يَدِ الْمَوْهُوبِ لَهُ وَلَوْ بِغَصْبٍ أَوْ أَمَانَةٍ لِأَنَّهُ حِينَئِذٍ عَامِلٌ لِنَفْسِهِ اور موہوب مملوک ہوجاتا ہی قبول کرلینے سے بلا قبض جدید اگر موہوب موہوب کے ہاتھ میں موہبہ کیوقت اگر اُسکا قبض بطریق غصب یا امانت کے ہوا سواسطے کہ اسوقت میں یعنے جبکہ موہوب لہ قابض نے ہبہ قبول کیا وہ اپنی ذات کیواسطے عمل کرنے والا ہی یعنے بواسطہ قابض ہونے کے اپنی ملک پر دلالۃ اصل ان القبضین اذا تعاقبا تناوب احدھما عن الاخر اور قاعدہ کلیہ یہ ہی جبکہ دو قبض ہمجنس ہوں تو ایک قبض دوسرے قبض کا نائب ہوجاتا ہی ہم چنانچہ ایک شخص کے پاس ودیعت تھی پھر مالک نے وہ بطور عاریۃ دیدی تو قبض ودیعت قائم مقام قبض عاریت کے ہوگا اسواسطے کہ دونوں قبض امانت کے قبض ہیں تو صحیح ہوگا بلا قبض مستانف وَإِذَا تَغَايَرَا تَنَابَ الْأَعْلَى عَنِ الْأَدْنَى کا عکس اور جبکہ دونوں قبض ہم جنس نہوں متغایر ہوں تو قبض اعلے قائم مقام ہوتا ہی قبض ادنے کے اور ادنی اعلی کا نائب نہیں ہوتا ہم نیابت اعلی کی مثال یہ ہی کہ غصب سے قبض کیا پھر مالک نے غاصب کو ہبہ کردیا تو صحیح ہی اور قبض جدید کی حاجت نہیں اور قبض ادنی کی مثال یہ کہ ایک چیز ایک شخص کے پاس بطور عاریۃ تھی پھر مالک نے اُسکے ہاتھ بیچ ڈالی دَهْبَةٌ من لَهُ وَكَايَةٌ عَلَى الطِّفْلِ فِي الْجُمْلَةِ وَهُوَ كُلُّ مَنْ يَعُولُهُ قَدْ دَخَلَ لَا خِرَ الْعَمِّ عِنْدَ عَدَمِ الْأَبِ لَوْ فِي عِيَالِهِمْ اور ہبہ اُس شخص کا جسکی فی الجملہ ولایت صغیر پر ثابت ہی اور ولی فی الجملہ وہ ہی جو صغیر کی پرورش کرتا ہو تو بھائی اور چچا ولی فی الجملہ میں داخل ہوا باپ کے نہونے کے وقت بشرطیکہ صغیر اُنکی عیال میں موجود ہو ولی نے الجملہ سے مراد یہ ہی کہ وہ صغیر کے مال میں تصرف نکرسکے اور باپ سے مراد یہ کہ جو مال میں تصرف کرے اور باپ کا نہونا غیبت منقطعہ اور موت کو شامل ہی کذا فی الطحطاوی تَنُوبُ بِالْعَقْدِ لَا الْمَوْهُوبُ مَعْلُومًا وَكَانَ فِي يَدِ مَوْهُوبٍ لَهُ كَانَ قَبْضًا لِوَلِيٍّ يَنُوبُ عِنْدَ وَلِيٍّ فِي الْجُمْلَةِ کا ہبہ پورا ہوجاتا ہی عقد سے یعنی فقط ایجاب بلا قبول اور قبض سے اگر موہوب معلوم ہو اور موہوب ولی کے ہاتھ میں ہو بائکے مودع کے ہاتھ میں اسواسطے ہبہ مذکور پورا ہی کہ ولی کا قبض صغیر کے قبض کے قائم مقام ہی وَلِأَنَّ كُلَّ عَقْدٍ يَنُوبُ الْوَاحِدُ يَكْتَفِي فِيهِ بِالْإِيجَابِ اور قاعدہ یہ ہی کہ جس عقد کا متولی ایک شخص ہوسکے تو اُس میں فقط ایجاب پر کفایت ہوتی ہی بلا اشتراط قبول وَإِنْ وَهَبَ لَهُ أَجْنَبِيٌّ نَفَذَ بِقَبْضِ وَلِيِّهِ وَهُوَ أَحَدُ أَرْبَعَةٍ الْأَبُ ثُمَّ وَصِيُّهُ ثُمَّ الْجَدُّ ثُمَّ وَصِيُّهُ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِي حِجْرِهِمْ وَعِنْدَ عَدَمِهِمْ يَنْفُذُ بِقَبْضِ مَنْ يَعُولُهُ كَعَمِّهِ اور اگر صغیر کو اجنبی نے کوئی چیز ہبہ کی تو ہبہ تمام ہوتا ہی اُسکے ولی کے قبض سے اور صغیر کا ولی چار شخصوں میں سے ایک شخص ہی اول باپ پھر اُسکا وصی پھر دادا پھر اُسکا وصی اگرچہ صغیر اُنکی گود میں نہو اُنکی پرورش اور حمایت میں نہو اور اُنکے نہونے کے وقت ہبہ تمام ہوتا ہی اس شخص کے قبض سے جسکے عیال اور پرورش میں صغیر ہو چنانچہ صغیر کا چچا وَإِنْ وَهَبَ أَجْنَبِيٌّ لِمُلْتَقِطٍ لَوْ فِي حِجْرِهِمَا وَإِلَّا لَا لِفَوَاتِ الْوَكَايَةِ اور ہبہ اجنبی کا صغیر کو تمام ہوجاتا ہی اسکی ماں کے قبض اور اجنبی کے قبض سے اگرچہ اجنبی ملتقط ہو بشرطیکہ صغیر ماں اور اجنبی کی پرورش میں ہو اور اگر پرورش میں نہو تو ماں اور اجنبی کا قبض کافی نہیں ہوا سطے عدم ولایت اگرچہ صغیر کا قرابت دار محرم ہو کذا فی المنح وَبِقَبْضِهِ لَوْ مُمَيِّزًا يَعْقِلُ الْقَبْضَ اور ہبہ تمام ہوتا ہی خود صغیر کے قبض کرنے سے بشرطیکہ نابالغ ایسا تمیز دار ہو کہ قبض مال کو سمجھتا ہو وَلَوْ مَعَ وُجُودِ أَبِيهِ بِخِلَافِ الْأَجْنَبِيِّ كَمَا لَوْ وَهَبَ أَعْمَى لَا يَنْفَعُ لَهُ وَلَا يَلْحَقُهُ مَؤُونَتُهُ لَمْ يَصِحَّ قَبْضُ الشَّامِيَّةِ تمام ہوتا ہی صغیر ممیز کے قبض سے اگرچہ باپ اُسکا موجود ہو کذا فی المجتبی اسواسطے کہ نابالغ نافع محض میں بالغ کے برابر ہی تو اگر صغیر کو اندھا غلام جس سے کچھ بھی فائدہ نہیں ہبہ کیا گیا اور غلام مذکور کا خراج اُسپر لاحق ہوتا ہو تو صغیر کا قبول کرنا صحیح نہیں کذا فی الاشباہ قلت لکن فی البرجندی اختلف فیما لو قبض مَنْ يَعُولُهُ وَلَا يَعُولُ تَعَاضُدًا قِيلَ لَا يَجُوزُ وَالصَّحِيحُ هُوَ الْجَوَازُ انتہی میں کہتا ہوں لیکن برجندی میں ہی کہ اسمیں اختلاف ہی کہ اُس شخص نے قبض کیا ہو صغیر کو پرورش کرتا ہو اور حال انکہ

باپ مرجود ہو بعضوں نے کہا کہ قبض مذکور جائز نہیں اور صحیح قول یہ ہے کہ قبض مذکور جائز ہے انتہی ہم یہ استدراک ہے عدم صحت کے قول پر وظاہر القہستانی ترجیحہ وعزاہ للخزانۃ الاسلام وغیرہ علی خلاف ما اعتمدہ المصنف فی شرحہ وعبارۃ القہستانی کا ظاہر ترجیح جواز ہے اور قہستانی اسکو فخر الاسلام کی طرف منسوب کیا ہے بخلاف اس قول کے جسپر مصنف نے اپنی شرح مین اعتماد کیا ہے اور مصنف نے اسکو یعنی عدم جواز کو خلاصہ کی طرف منسوب کیا ہم قہستانی نے جواز قبض ولی طفل وجود حاضر باپ کے مضمرات سے نقل کیا ہے تصریح لفظ مختار اور فتاوی عالمگیری مین خانیہ سے منقول ہے کہ یہی قول صحیح ہے اور فتاوی صغری سے نقل کیا ہے کہ یہی قول مفتی بہ ہے کذا فی الطحطاوی لکن قد یحمل ما ہنا علی ما لو صرح بہ وبأنہ لا جنبی أیضا تأمل لیکن مصنف رحمہ اللہ کا متن احتمال رکھتا ہے جواز کا باب بیع پر حمل کرنے سے یعنی وجود باپ کے اسلئے اجنبی کے ساتھ ہی تسمیہ تامل کر ہم یعنے جس طرح مصنف کا قول لو مع وجود ابیہ موصول ہے اس قول سے وبقبضہ ولو مع وجود ابیہ الاجنبی سے وصل کیجئے تو یہ مطلب حاصل ہوتا ہے کہ اجنبی کے قبض سے باوجود حاضر ہونے باپ کے یہ تمام ہو جاتا ہے کذا فی الطحطاوی وصح رجوعہ لنفقۃ لہ سیجیء ایضا یعنی اگر صغیر کا باپ یا وصی قبول کرنا اسکا صحیح ہے جیسا قبول کرنا اسکا صحیح ہے کذا فی السراجیۃ فیما تصح للصبی لہ ولا بویہ اجر التعلیم وخلعۃ الامیر ہیہ صغیر کی نیکیان اسکے واسطے ہین یعنی اسکیلئے ثواب ہے اور اسکے ماں باپ کو تعلیم وغیرہ کا ثواب ہے ہم بنقل کے نزدیک صغیر کی نیکیون کا ثواب اسکے والدین کیلئے ہے قولہ صغیر ہے صغیر ہی کو ثواب ہے جو کہ گناہ صغیر نہین کہ حسنات کا کفارہ ہون لہذا اسکے حسنات سے ترقی درجات ہوگی کذا فی الطحطاوی وبہ اخذ الفقیہ ابو اللیث وبأنہ کالابن یأکل من مال أبیہ ذہب لہ وقیل لا انتہی فافاد ان غیر المأکول یباح للحاجۃ اور صغیر کے والدین کو اس مال کا کھانا مباح ہے جو اسکو مہیا ہو اور قول ضعیف یہ ہے کہ کھانا مباح نہین انتہی کما فی السراجیۃ سو اسسے معلوم ہوا کہ مولود غیر مأکول الدین کو مباح نہین مگر بضرورت چنانچہ افلاس والدین وصغر ہذا یأخذ الخبان بین یدی الصبی بما یصلح لہ کما یأخذ الہدی من اذناب الابل وصغار ہا للادب ومن معارفہ للام ظاہرہ قال ہذا للصبی لا لوگون نے جتنے کہ صغیر کے آگے رکھے تو جو تحفہ صغیر کے لائق ہو چنانچہ لڑکون کے کپڑے تو وہ تحفہ صغیر کا علوک ہے اور اگر ایسا نہین چنانچہ درہم اور دینار کذا فی الخانیۃ تو اگر تحفہ لانے والا باپ کے خدمت داروں یا اسکے دوستون سے ہو تو تحفہ باپ کے واسطے ہے یا مان کے قارب اور دوستون سے ہو تو تحفہ اسکی مان کیواسطے ہے تحفہ لانے والے نے یہ کہا ہو کہ یہ تحفہ صغیر کیواسطے ہے یا کچھ نہ کہا ہو وکذا قال ہذا ادب لہ وہذا القول لہ اور اگر تحفہ لانے والے کا یہ قول ہو کہ یہ تحفہ باپ یا مان کو ہے تو اسکا قول مقبول ہوگا وکذا فی البیت لصاحبہ اور اسی طرح گھر کی شب نشین کے آگے رکھی کذا فی الخانیۃ وفیہا اتخذ لولدہ او تلمیذہ شیأ ثیابا او دفعہا لغیرہ لیلبسہ لہ کذلک ما لم یبین وقت الاتخاذ انہا عاریۃ وخلاصہ میں ہے کہ اپنے فرزند یا شاگرد کیواسطے کپڑے بنائے پھر جا بجا کر کپڑے نہ کردے تو لڑکیلئے یا شاگرد کے ہیں جبکہ ابتدا سے بنائے ثبوت بون بیان نکرے کہ کپڑے عاریت ہیں ہم ولد صغیر کے حق مین اتخاذ ثیاب بلا تسلیم ہبہ ہے لیکن شاگرد کے حق مین بلا تسلیم ہبہ معلوم نہین ہوتا مگر یہ کہ اسکے حق مین انعام ہو تسلیم پر محمول کیجئے بزازیہ مین ہے کہ شاگرد کیواسطے کپڑے بنائے پھر جا بجا کر غیر کو دے تو احتیاط یہ ہے کہ بنانے کیوقت بیان کردے کہ وہ عاریت ہے تاغیر کو دینا ممکن ہو انتہی تو لفظ عاریت مفید تسلیم ہے اسواسطے کہ عاریت متحقق نہین ہوتی بدون تسلیم کے کذا فی الطحطاوی وفی المنتقی ثیاب البدن یملکہا بلبسہا لا نحو ملحفۃ وسراویل وفی الخانیۃ لا یأس بتفضیل بعض الاولاد فی المحبۃ لانہا عمل القلب وکذا فی العطایا اذا لم یقصد بہ الاضرار وان قصد یسوی بینہم عطایا الا بفضل ابن عندنا الثانی وعلیہ الفتوی اور خانیہ مین ہے کہ کچھ مضائقہ نہین بعض اولاد کے زیادہ چاہنے مین اسواسطے کہ محبت دل کا فعل ہے یعنے ہمکو اختیار نہین اور اسی طرح بعض اولاد کے زیادہ دینے مین کچھ مضائقہ نہین جبکہ ضرر رسانی باقی اولاد کی مقصود نہو اور اگر ضرر رسانی کا قصد کرے تو ان مین برابری رکھنے مین ہمکو کہے بیٹے کو برابر لڑکے کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہے ہم علمایا مین کہی زیادتی مکروہ ہے جبکہ اولاد کے درجے مین برابر ہون اور اگر برابر نہون چنانچہ ایک لڑکا تحصیل علم مین مشغول ہو کسب مین تو اگر اسکو زیادہ دیگا تو جائز ہے بلکہ اولیٰ اور اگر ایک فرزند فاسق ہو تو اسکو قوت سے زیادہ نہ دے تاکہ معصیت کا مددگار نہ ٹھہرے اور خلاصہ مین ہے کہ اگر بیٹا فاسق ہے

اور باپ سے کہیں اپنا مال اسوغیرہ میں صرف کرڈالوں تو یہ بہتر ہو اُسکے واسطے چھوڑ جانے سے انتے اور محمدؒ کا قول غیر مختار یہ ہے کہ عطا یا من بلی کا دو تہائی کو دے میرے کا ثلث ذخائی الطحطاوی وَلَوْ وَهَبَ فِی صِحَّتِهٖ كُلَّ الْمَالِ لِوَلَدٍ جَازَ وَاثِمًا اور اگر باپ اپنی صحت کے حال میں تمام مال ایک غریب بندہ کو ہبہ کردے تو جائز ہو اور وہ گنہگار ہوگا مگر بعضے ایک کو ملکہ دے اور باقی کو محروم کرے تو جائز ہی بعضے ہبہ بعد موت کے مثل وصیت کے ہوگا لیکن اسطرح کا ہبہ گناہ ہی تو نکرنا چاہئے اور بعضے مذاہب میں ہبہ کو رجوع ہوگا اسکی موت کے بعد اور سب ارث اسمیں میراث پاوینگے ذخائی الطحطاوی تو یہ قول جو مشہور ہی کہ جب مورث تا بمورث قول ضعیف ہی واللہ اعلم وَفِیهَا لَا یَجُوزُ اَنْ یَهَبَ شَیْئًا مِنْ مَالِ طِفْلِهٖ وَلَوْ بِعِوَضٍ لِاَنَّهٗ تَبَرُّعٌ اَبْتِدَاءً اور خانیہ میں ہی کہ باپ کو جائز نہیں اپنے طفل صغیر کے مال سے ہبہ کرنا اگرچہ بدلا لیکر ہبہ ہو اسواسطے کہ ہبہ ابتداء میں احسان ہی یعنے اگرچہ آخر کار معاوضہ ہی وَفِیهَا یَبِیْعُ الْقَاضِیْ مَا وُهِبَ لِلصَّغِیْرِ حَتّٰی کَبِیْرِ الْوَاهِبِ فِیْ هِبَتِهٖ اور خانیہ میں ہی کہ قاضی وہ مال بیچ ڈالے جو صغیر کو ہبہ دیا گیا تاکہ واہب اپنا ہبہ نہ پھیرلے وَلَوْ قَبَضَ مَنْ وُجِدَ الصَّغِیْرُ تَحْتَ یَدِهٖ اَمَّا الْبَالِغَةُ فَالْقَبْضُ لَهَا بَعْدَ الزِّفَافِ مَا وُهِبَ لَهَا صَحَّ قَبَضَهُ وَلَوْ حَضَرَ الْاَبُ فِی الصَّحِیْحِ لِنِیَابَتِهٖ عَنْهُ فَحُكْمُ قَبْضِ الْاَبِ كَقَبْضِهَا خَانِیَةٌ اور اگر صغیرہ کے زوج نے زفاف کے بعد وہ مال قبض کیا جو صغیرہ کو ہبہ کیا تو اُسکا قبض صحیح ہی اگرچہ قبض زوج باپ کے سامنے ہو قول صحیح میں یہ منتقل ہوجاتا ہی زوج کے اُسکے باپ کی طرف سے پھر جب باپکے نائب کا قبض صحیح ہوا تو باپ کا قبض بطریق اولی صحیح ہوگا جیسے خود صغیرہ میرہ کا قبض بلا قبض شوہر اور باپ کے صحیح ہی اور اگر بالغہ ہی تو اُسکا قبض معتبر ہی نہ زوج اور باپ کا ہم زفاف سے مراد زوجہ کا جانا ہی زوج کے گھر میں نکاح کے بعد دَقِیْلَهٗ الزِّفَافُ لَا یَصِحُّ لِعَدَمِ الْوِلَایَةِ اور زفاف سے پہلے زوج کا قبض صغیرہ کے موہوب پر صحیح نہیں بسبب نہونے ولایت کے وَهَبَ اِثْنَانِ دَارًا لِوَاحِدٍ صَحَّ لِعَدَمِ الشُّیُوْعِ دو شخصوں یعنی دو شریکوں نے ایک گھر ایک شخص کو ہبہ کیا تو صحیح ہی بواسطہ عدم شیوع ہم اسواسطے کہ دونوں شخصوں نے تمام گھر تسلیم کیا اور دو ہونے تمام تبضہ کیا تو شیوع ثابت نہوا کذا فی الدُّرَرِ وَالْعَكْسُ لِلْكَبِیْرَیْنِ لَا عِنْدَهٗ لِلشُّیُوْعِ فَیُسَلِّمُ الْقِسْمَةَ اور بالعکس اُسکے یعنے ایک شخص نے دو بالغوں کو ہبہ کیا تو امام کے نزدیک ہبہ صحیح نہیں بسبب شیوع کے متحمل القسمۃ ہم اسواسطے کہ ہر شخص کو نصف نصف گھر کا ہبہ ہوا اور نصف غیر معین اور غیر مقسوم ہی تو شیوع پایا گیا متحمل القسمۃ میں اور وہ دو ہبہ کا مانع ہی اما ما لا یحتملها کالبیت فیصح اتفاقا اور اگر موہوب متحمل القسمۃ نہو جیسا گھر تو ایک شخص کا ہبہ دو شخصوں کو بالاتفاق امام اور صاحبین رح کے صحیح ہی قَیَّدَ بِكَبِیْرَیْنِ لِاَنَّهٗ لَوْ وَهَبَ لِلْكَبِیْرِ وَصَغِیْرٍ فِیْ عِیَالِ الْكَبِیْرِ اَوْ لِاَبِیْهِ صَغِیْرٍ وَكَبِیْرٍ لَمْ یَجُزْ اتفاقا اپنے دو بالغوں کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر واہب ہبہ کرے بالغ کو اور اس صغیر کو جو بالغ کی عیال میں داخل ہی یا اپنے دو فرزند صغیر اور کبیر کو ہبہ کرے تو جائز نہیں بالاتفاق ہم بحر الرائق اور منح الغفار کی عبارت یوں ہی لو وہب لکبیر وصغیر فی عیالہ اور دونوں کتابوں میں محیط سے تعلیل مسئلہ یوں منقول ہی کہ واہب ہبہ کیوقت حصہ صغیر کا قابض ٹھہر گیا تو وقف آخر شائع نہیں رہا منتے اور یہ دلالت کرتا ہی کہ عیالہ کی قید واہب کیطرف راجع ہی برخلاف عبارت شارح اور یہی علت جاری ہی مسئلہ تاتی میں کذا فی الطحطاوی وَقَیَّدَ بِالْهِبَةِ لِجَوَازِ الرَّهْنِ وَالْاِجَارَةِ مِنْ اِثْنَیْنِ اتفاقا اور عدم جواز میں بمنے قید لگائی ہبہ کی بسبب جائز ہونے رہن اور اجارے کے دو شخصوں سے بالاتفاق یعنے اگر ایک شخص دو شخصوں کے پاس ایک چیز رہن رکھے یا اجارہ پر تو جائز ہی وَاِذَا تَصَدَّقَ بِعَشَرَةِ دَرَاهِمَ وَوَهَبَهَا لِفَقِیْرَیْنِ صَحَّ لِاَنَّ الْهِبَةَ لِلْفَقِیْرِ صَدَقَةٌ وَالصَّدَقَةُ یُرَادُ بِهَا وَجْهُ اللّٰهِ تَعَالٰی وَهُوَ وَاحِدٌ فَلَا شُیُوْعَ وَجَبَرَ كُلَّ دِرْهَمٍ دِرْهَمٍ وَفَقِیْرٍ دِرْهَمٍ دِرْهَمٍ اور اگر ایک شخص نے دو فقیروں کو خیرات کے بانٹ کے تو صحیح ہی اسواسطے کہ فقیر کو ہبہ کرنا اور خیرات صدقہ اور خیرات ہی اور صدقہ سے مقصود رضائے ذات اقدس الٰہی ہوتی ہی اور وہ ایک ہی تو شیوع ثابت نہوا ہم زیلعی میں ہی اور فقیر نائب ہی خدا تعالیٰ کا لِاَنَّ الْفَقِیْرَیْنِ كَالْفَقِیْرِ الْمَصْدَقِ عَلَی الْعَنِیِّ هِبَةٌ فَلَا تَتِمُّ بِالشُّیُوْعِ اِلَّا بِالْهَلَاكِ حَتّٰی لَوْ قَسَّمَاهَا وَسَلَّمَاهَا صَحَّ صحیح نہیں صدقہ دینا وہ مال اس شخص کو اسواسطے کہ مالدار کو صدقہ دینا درحقیقت ہبہ ہی تو ہبہ صحیح نہوگا بسبب شیوع کے یعنے ملک نہوگا تو اگر وہ اس مذکورہ کو قسمت کرے اور دونوں کو تسلیم کرے تو ملک صحیح ہوگی ہم نفی صحت سے نفی ملک مراد ہی **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے وَهَبَ لِاثْنَیْنِ دِرْهَمًا اِنْ صَحَّ هَذَا الشَّخْصُ نے دو مردوں کو ایک درم ہبہ کیا اگر درم صحیح یعنے جید اور کھرا ہی تو ہبہ صحیح ہی اسواسطے کہ یہ ہبہ ہی شائع غیر قسمت پذیر کا کذا فی الزیلعی وَاِنْ مَغْشُوْشًا لَا لِاَنَّهٗ مِمَّا نَفَسَدَ كَوْنُهٗ فِیْ حُكْمِ الْعَرْضِ اور اگر درم مغشوش یعنی کھرا نہیں کھوٹا ہی تو صحیح نہیں اسواسطے کہ درم مغشوش متحمل القسمۃ ہی اسواسطے

اگر کہا کہ ایک بالغ اور ایک صغیر کو ایک گھر ہبہ کیا تو صحیح نہیں حالانکہ صغیر کا حال کا بیان ہوا ۱۲

کذہ ودرہم باسباب کے ہمعہ درہما فی مقابل درہم وثوب لک احدھما ونصفھما ان ستویا الخ یعنی ایک شخص کے پاس دو درہم ہیں سو اسنے دوسرے شخص کے پاس دو درہم کے کہا کہ میں نے ان دو درہموں سے ایک درہم تجھکو ہبہ کیا یا انکا نصف ہبہ کیا تو اگر دونوں درہم ہموزن ہیں یعنی وزن اور جودت میں تو ہبہ جائز نہیں ہم اسواسطے کہ ہبہ زن اور جودت میں برابر ہے تو مشاع ٹھہرا محتمل القسمۃ میں کیونکہ اسمیں جبر علی القسمۃ جائز ہے کذا فی الفتح واگر مختلف ہوں اسطرح پر کہ ایک جید تر ہو کذا فی العالمگیریۃ تو یہ ہبہ جائز ہے اسواسطے کہ وہ مشاع غیر قسمت پذیر ہے اور اسواسطے اگر دونوں درہموں کے دو ثلث ہبہ کرے تو جائز ہے مطلقا خواہ دونوں متساوی ہوں یا مختلف کذا فی الظہیریۃ وتجوز ھبۃ حائط بین دارہ وبین دار جارہ وھبۃ البیت من الدار فھذا یدل علی کون سقف احد علی الحائط واختلاط البیت بحیطان الدار کما یمنع صحۃ الھبۃ یمنعھا جائز ہے ہبہ کرنا اپنے پڑوسی کو اس دیوار کا جو واہب کے گھر اور اسکے پڑوسی کے گھر کے درمیان ہو اور جائز ہے ہبہ کرنا پڑوسی کو کوٹھری کا گھر میں سے تو یہ سابق دلالت کرتا ہے واہب کی جہت کے ہونے پر دیوار پر اور اختلاف بیت گھر کی دیوار سے صحت ہبہ کا مانع نہیں کذا فی المحیط ہم طحطاوی نے کہا دیوار پر جہت کے ہونے کی دلالت اطلاق کی جہت کے البتہ ہوا لا اسکی مراعات نہیں کلام میں فتاوی عالمگیری میں ہے کہ جب دیوار یا راہ یا حمام میں اپنا حصہ ہبہ کرے اور معین کرے اور موہوب لہ کو قبض پر مسلط کردے تو ہبہ جائز ہوا اسی طرح ہے ہبہ بیت کا مشاع جمیع حدود وحقوق مقسوم اور مفروغ ہو کر قبض باذن الواہب کے ساتھ لیکن بیت کا راستہ غیر مشترک نہ ہو اسمیں اور دوسرے میں جائز ہے انتہی

باب الرجوع فی الھبۃ

یہ باب ہے رجوع فی الہبہ میں یعنی واپس لینا ہبہ سے مراد موہوب ہے اسواسطے کہ رجوع بعینہ مجہد لینا اعیان میں ہوتا ہے نہ اموال میں کذا فی الظہیریۃ وصح الرجوع فیھا بعد القبض اما قبلہ فلم تتم الھبۃ ہبہ کرکے پھیر لینا صحیح ہے بعد قبض کے اور قبض کے پہلے تو خود ہبہ تمام نہیں ہوا یعنی اگر قبل قبض موہوب لہ کے واہب نے موہوب کو دیا تو موہوب واہب کی ملک سے خارج نہوا تو اسکو رجوع فی الہبہ نہیں کہتے مع انتفاء مانعہ الاتی واذا کرہ الرجوع فحیثما وقبل التقریر قاتھا یہ موہوب کا پھیر لینا صحیح ہے ساتھ نہونے مانع رجوع کے جو آگے مذکور ہوگا اگرچہ پھیر لینا مکروہ تحریمی ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ مکروہ تنزیہی ہے کذا فی النہایہ ہم حدیث میں وارد ہوا ہے کہ مثل جو دینا ہے پھیر لینا واس کتے کی سی مثل ہے جو کھاتا ہے پھر جب آسودہ ہوتا ہے تو قے کرتا ہے پھر اپنی قے کو نگل لیتا ہے اور دوسری حدیث یہ ہے کہ جو ہبہ کرے وہ اسکا زیادہ تر حقدار ہے جب تک اسکا عوض نہ ملے انتہی تو رجوع فی الہبہ کے صحیح اور مکروہ تحریمی کہنے میں جمع بین الحدیثین ہوگیا واللہ تعالے اعلم کذا فی الظہیریۃ وکذا فی الطحطاوی وکذا فی الدر المختار وتقدم الرجوع فلا یسقط باسقاطہ خانیہ واہب کو رجوع درست ہے اگرچہ اپنے حق رجوع کے اسقاط کے ساتھ ہو تو رجوع ساقط نہیں ہوتا واہب کے ساقط کردینے سے کذا فی الخانیہ وفی الجواھر لا یصح الابراء عن الرجوع وکذا صالحہ من حق الرجوع علی شیء ما وکان عوضا عن الھبۃ لکن یصح اشتراطہ فی العقد اور جواہر میں ہے کہ صحیح نہیں ابرا کرنا واہب کا رجوع سے اور اگر مصالحہ کرلیا حق رجوع سے کسی چیز پر تو مصالحہ صحیح ہے اور یہ عوض ہوگا ہبہ کا لیکن آگے آویگا شرط ہونا عوض کا عقد میں یعنے مجتبے سے منقول ہوگا ویمنع الرجوع فیھا حروف دمغ حرقہ یعنی الموانع السبعۃ الاتیۃ اور رجوع فی الہبہ کو حروف دمغ حرقہ کے منع کرتے ہیں حروف مذکورہ مصنوعہ جمیع آیندہ مراد ہیں ہم موانع سبعہ کو تسہیل ضبط کیواسطے امام نسفی نے حروف مذکورہ میں جمع کیا ہے اور سنے ترکیب یہ ہے کہ انسنے اسکو رقمی کردیا الاخرق یعنے طعن ہے تو گویا انسنے کوبر جمی کے ساتھ شبیہ کیا کذا فی الطحطاوی فالدال الزیادۃ فی نفس العین الموجبۃ لزیادۃ القیمۃ المتصلۃ تو حروف مذکورہ میں دال سے مراد زیادت ہے نفس عین موہوب میں ایسی زیادت متصل جو قیمت زیادہ ہوجانے کی موجب ہو ہم زیادت کی قید سواسطے لگائی کہ نقصان موہوب جیسے کہ حاملہ ہونا جاریہ کا اور قطع ثوبیکہ جمع نہیں اور نفس عین کی زیادت کی قید سے زیادتی نرخ کی خارج ہوگئی کہ وہ رجوع کی مانع نہیں اور زیادت قیمت کی قید سے وہ زیادتی نکل گئی جو نقصان قیمت کی موجب ہے جیسے کہ خلاف اور توطی میں طول خاص واذا زالت قبل الرجوع کان ثبت نہ شاخ لکن فی الخانیۃ ما یخالفہ واعتمدہ المستانی فلیتنبہ لہ لان الساقط یعود اگرچہ زیادت متصلہ زائل ہوگئی ہو قبل رجوع کے جیسے کہ خلاف جو ان ہو پھر

بڑھا ہو گیا لیکن خانیہ میں اسکے مخالف ہے اور اعتماد کیا ہے اُس پر قہستانی نے تو اُس سے آگاہ ہونا چاہئے یعنی زائل ہوئی چیز کا اعتبار کرنا منظور فیہ ہے واسطے کہ جو چیز قطع ہو گئی وہ عود نہیں کرتی ہم زیادت اُلفہ کے اعتبار میں دو قول ہیں محیط میں ہے کہ ایک سر تخ غلام ہبہ کیا پھر وہ جوان ہوا اور بڑھا ہو گیا اور زمین اُسکی گھٹ گئی تو واہب رجوع جائز نہیں اسواسطے کہ اُسکا بدن زیادہ ہو گیا اور قد دراز ہوا پھر اور وجہ سے گھٹ گیا پیری کے سبب سے اور ناطفی نے اجناس میں فرق کیا کہ اگر گوشت بہہ کی بھر وہ موٹی اور بڑی ہوئی تو واہب کو رجوع جائز ہے اور اسیطرح جمیع حیوانات اور اسی طرح فتاوی عالمگیری میں ہے اور یہ جو شارح نے عود ساقط مذکور کیا سو سہو ہے نہیں بلکہ یہ تاویل دال مانع کے ہو کذا فی الطحطاوی کبناء وغرس اِن عُدِمَ زِیَادَۃً فِی کُلِّ الْاَرْضِ وَاِلَّا رَجَعَ زیادت متصلہ جیسے عمارت اور درخت کا جو زمین موہوبہ میں بنا یا لگایا ہو اگر عمارت اور درخت لگانا تمام زمین موہوبہ کی زیادت میں شمار ہو اور اگر کل زمین کی زیادت میں معدود نہ ہو تو واہب کو رجوع جائز ہے وَلَوْ عُدَّ فِی قِطْعَۃٍ مِنْہَا امْتَنَعَ فِیہَا فقط نہ یلعی اور اگر عمارت اور درخت لگانا زمین کے ایک قطعہ میں شمار ہو تو منع ہو گا رجوع فقط اُسی قطع میں کذا فی الزیلعی ہم فتاوی عالمگیری میں کافی سے منقول ہے کہ اگر خالی زمین ہبہ کی سو موہوب لہ نے ایک کنارے پر کھجور جمائی یا عمارت بنائی اور یہ عمارت بنانا کھجور جمانا زمین کی زیادت ٹھہری تو واہب کو یہ پھیر لینا جائز نہیں یکل میں بعض مشائخ اور اگر یہ زیادت میں معدود نہ ہو یا نقصان زمین میں شمار ہو تو مانع رجوع نہیں تو اگر وکان نہایت صغیر بنا دے تو یہ اصلاً زیادت نہ ٹھہرے گی تو واہب کا کچھ اعتبار نہیں اور اگر زمین عظیم یعنے طویل اور عریض ہو تو عمارت مذکورہ تمام زمین کی زیادت نہ ہو گی بلکہ اُسکے ایک قطعہ کی زیادت ٹھہرے گی تو واہب کو اُس قطعہ کے غیر میں رجوع جائز ہو گا اَنْثٰی وَسِمَنٍ وَجَمَالٍ وَخِیَاطَۃٍ وَصِبْغٍ وقصوب وَکِبَرِ صَغِیْرٍ وَسَمَاعٍ اَصَمَّ وَاِبْصَارٍ اَعْمٰی وَاِسْلَامٍ عَبْدٍ مَلَکَہُ وَعُفُوِ جِنَایَۃٍ وَتَعْلِیْمِ قُرْاٰنٍ وَکِتَابَۃٍ وَقِرَاءَۃٍ فقط مُصْحَفٍ بِاِقْرَارِہٖ وَحَمْلِ تَمْرٍ مِنْ بَعْدٍ اِلٰی بَلَدٍ مِثْلِہٖ وَطَحْنِہٖ اور مانند اُسکے اور خربوزی کے اور بوقی کے اور درخت اور رنگت اور کپڑے کے شوب کے اور جوان ہو جانے صغیر اور سماعت بہری اور دیکھنے اندھے کے اور مسلمان ہو نے غلام کے اور سکھ لینے معاف ہو جانے جنایت عبد کے اور تعلیم تمام قرآن اور کتابت کے یا پڑھانے بعض قرآن کے اور لکھنے اعراب مصحف کے اور مانند اسکے جانے گیہوں کے بغداد سے بلخ کیطرف مثلاً اور مانند شاندار مذکورہ کے کم معالجہ کرنا غلام کا اُسوقت زیادت متصلہ میں شمار ہو گا جبکہ وہ واہب کے پاس بیمار ہوا ہو اور موہوب کے پاس علاج سے تندرست ہو ہو اور اگر موہوب کے پاس بیمار ہوا اور معالجہ ہو کر تندرست ہو گیا ہو تو مانع رجوع نہیں اور جنایت سے وہ جنایت مراد ہے جو غلام سے صادر ہوئی ہو یعنے اُسنے کسیکا عمداً خون کیا ہو اور قتل کے وارث نے اُسکو معاف کر دیا ہو جبکہ وہ موہوب لہ کے پاس ہو اور قتل متبوع ایک شہر سے دوسرے شہر کیطرف زیادت قیمت کی موجب ہو لہذا اُسکو زیادت متصلہ کی مثل قرار دیا وَفِی الْبَزَّازِیَّۃِ وَاِنْ زَادَ خَیَّرَ اِلَّا فِی الرُّجُوْعِ وَاِنْ نَقَصَ لَا اور بزازیہ میں ہے اور حمل لونڈی کا اگر نہبری زیادہ زیادہ کرے تو مانع ہو گا رجوع کا اور اگر نقصان کرے تو مانع رجوع نہیں ہم عورتوں کا حال حاملہ ہونے میں مختلف ہوتا ہے بعضی عورت حاملہ ہونے سے موٹی اور خوبصورت ہو جاتی ہے اور بعض دبلی اور بدصورت تو وہ صورت اولی زیادت متصلہ ثابت ہو گی اور رجوع منع ہو گا بخلاف صورت ثانیہ وَلَوْ اخْتَلَفَا فِی الزِّیَادَۃِ فِی الْمُتَوَلِّدَۃِ کَالْبِطِّ اَقُوْلُ الْعَوَاہِبُ فِی نَحْوِ بَلَہٍ وَخِیَاطَۃٍ وَصِبْغٍ لِلْمَوْہُوْبِ لَہٗ خَانِیَۃٌ وَحَاوِیٌ وَمِثْلُہٗ فِی الْمُحِیْطِ لٰکِنَّہٗ اسْتَثْنٰی مَا لَوْ کَانَ لَا یُبْنٰی فِی مِثْلِ تِلْکَ الْمُدَّۃِ اور اگر واہب اور موہوب نے زیادت کے حادث ہونے اور نہونے میں اختلاف کیا تو زیادت متولدہ میں جیسے جوان ہو جانے میں واہب کا قول معتبر ہے اور مانند عمارت اور درخت کے موہوب لہ کا قول مقبول ہے کذا فی الخانیہ والحاوی اور مانند اُسکے محیط میں ہے لیکن صاحب محیط نے اس عمارت کو مستثنے کیا ہے جو بن نہیں سکتی اسقدر مدت میں ہم تو ضیح اختلاف یہ کہ گئے کہ موہوب لہ کہتا ہے کہ تو نے یہ لونڈی مجھکو منہبہ دی تھی سو جوان ہو گئی میرے پاس اور واہب کہتا ہے کہ نہیں میں نے اسیطرح جوان ہبہ کی تھی تو اس اختلاف میں درصورت عدم شہادت واہب کا قول مقبول ہو گا لِاَنَّ الزِّیَادَۃَ الْمُتَّصِلَۃَ کَوَلَدٍ وَاَرْشٍ وَعُقْرٍ وَثَمَرَۃٍ فَیَرْجِعُ فِی الْاَصْلِ لَا الزِّیَادَۃِ زیادت منفصلہ رجوع ہبہ کی مانع نہیں ہوتی جیسے بچہ موہوبہ کا اور دودھ اور مہر مملوکہ کا اور پھل درخت کا تو واہب اصل میں رجوع کرے تو زیادت میں ہم مثلاً دیکھئے خالد کو غلام ہبہ کیا اور اُسکا ہاتھ کسی نے کاٹ ڈالا اور اُسکا خون بہا خالد کو ملا تو وہ غلام کو پھیر لیگا یا خون بہا کیونکہ وہ زیادت ہے موہوب سے جدا

اور زیادت مفصلہ رجوع اصل کی مانع نہیں لیکن کالم یرجع بالام حتی یستغنی لو الدین عنہا کذا نقلہ القہستانی لکن نقل البرجندی وغیرہ انہ قول ابی یوسف فلیتنبہ لہ لیکن ان کو واہب پھیر لے جبتک کہ کسکا بچہ اس سے مستغنی ہو یہ نقل کیا ہے قہستانی نے لیکن برجندی وغیرہ نے نقل کیا ہے کہ وہ ابو یوسف کا قول ہے نہ امام کا تو اس سے خبردار رہنا چاہئے ولو حملت ولم تلد ھل للواھب الرجوع قال فی السراج کذا قال الزیلعی تعم اور اگر موہوبہ لونڈی حاملہ ہوگئی اور ہنوز موہوب کے پاس نہیں جنی تو کیا واہب کو رجوع جائز ہے سراج میں کہا کہ رجوع جائز نہیں اور زیلعی نے کہا کہ ہاں رجوع جائز ہے وفی الجوھرۃ مریض مد یونۃ مستغرق وھبا ثم ماتا فماتت ولدت ترکتہا ثم عتقہا ھو المختار اور جوہرہ میں ہے مریض نے لونڈی ہبہ کی پھر وہ مرگئی اور حالانکہ موہوبہ مستغرق ہے مرض میں پھر واہب مرگیا پھر موہوبہ نے اولاد جنی پھر اسکو آزاد کیا یہ مختار ہے

خواہ دَین موہوب لہ سے واقع ہوئی یا اسکے غیر سے تو موہوبہ کو پھیر دے اسی دَین کے ساتھ یہی قول مختار ہے ہم رہنہ بلحاظ حق غرماء ہے والمیت موت احد المتاخرین بعد التسلیم ولو قبلہ بطل اور میت سے مراد موہوب لہ یا واہب کی موت ہے بعد قبض کے تو اگر قبض سے پہلے کوئی مرگیا تو عقد باطل ہو ولو اختلفا قاد العین فی ید الوارث فالقول للوارث اور اگر دو شخصوں میں اختلاف ہوا اور عین موہوبہ وارث کے ہاتھ میں ہے تو وارث ہی کا قول مقبول ہے ہم اختلاف کی یہ صورت ہے کہ واہب کے وارث نے کہا موہوب کو تو نے موہوبہ پر قبضہ واہب کی زندگی میں نہیں کیا بلکہ اسکی وفات کے بعد قبضہ کیا اور موہوب نے کہا بلکہ اسکی حیات میں ہی قبضہ کیا تو وارث ہی کا قول معتبر ہوگا فتاوے عالمگیری سے معلوم ہوتا ہے کہ موہوب کا وارث کے پاس ہونا قبیل اتفاقی ہے وقد نظم المصنف ما یسقط بالموت فقال **اشعار** کفارۃ دیۃ خراج ورابع ضمان لعتق ھلک الصدقات × کذا ھبۃ حکم الجمیع سقوطھا + بموت لما ان الجمیع صلات اور الہبۃ صنف نظم کیا ان حقوق کو جو ساقط ہوجاتے ہیں موت سے تو یوں کہا ہے کہ کفارہ اور خون بہا اور خراج اور چوتھا ضمان بعلت عتق اسیطرح صدقات مذکورہ ہم ہبہ تمام حقوق مذکورہ کا حکم ساقط ہوجانا ہے موت سے اسواسطے کہ جمیع حقوق مذکورہ صلات ہیں ہم سقوط کفارہ و رصورت عدم وصیت ہے ضمان عتق کی یہ صورت ہے کہ ایک شریک نے اپنا حصہ غلام سے آزاد کردیا اور اسپر تاوان لازم آیا سبب اسکے مالدار ہونے کے پھر آزاد کرنے والا مرگیا والعین العوض بشرط ان یذکر لفظا یعلم انہ عوض کل ھبۃ اور عین ہے مراد عوض ہے بشرطیکہ موہوب کو عوض دینے کیوقت ایسا لفظ ذکر کرے کہ واہب جانے کہ وہ اسکے تمام ہبہ کا عوض ہے ہم طحطاوی نے کہا جو ہرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ عوض کی دانست کافی ہے یعنے بلا ذکر کہ موہوب لہ ثان قال اخذہ عوض ھبتک او بدلہا او فی مقابلتہا ونحو ذلک فقبضہ الواھب سقط الرجوع تو اگر موہوب نے واہب سے کہا کہ لے اپنے ہبہ کا عوض یا اسکا بدلا یا اسکے مقابل لے اور یا ان جیسا کلام کہ کوئی اور لفظ بولا جسمیں اپنے عوض پر قبضہ کیا تو رجوع ساقط ہوگیا ہم اسواسطے کہ یہ بعوض درحقیقت بیع ہے ولو لم یذکر انہ عوض رجع کل ھبۃ اور اگر موہوب لہ یوں ذکر کرے کہ وہ عوض دیتا ہے اپنے ہبہ پھیرلے ذلک بشرط فیہ شرائط الھبۃ لقبض واقرار وعدم شیوع ولو العوض مجانسا او یسیرا فی بعض نسخ المتن بدل الھبۃ العقد ھو تعریف اور چونکہ عوض بلا ذکر عوض ہونے کے ہبہ ہی ہے اسواسطے عوض میں ہبہ کی شرطیں شرط ہیں چنانچہ قبضہ ہونا واہب کا اور جدا ہونا عوض کا موہوب کے مال سے اور عدم شیوع اگرچہ عوض ہم جنس ہبہ کے ہو یا کہ موہوبہ اور متن کے بعض نسخوں میں بجائے بدل الہبۃ کے بدل العقد ہے اور وہ تعریف ہے کا بیع کی ہم جانست اور فلت عوض اسواسطے جائز ہوئی کہ عوض درحقیقت بدل نہیں اسواسطے کہ اگر بدل ہوتا تو قلت میں جائز نہیں ہوتا بسبب لازم آنے ربا کے دلیل اسپر یہ ہے کہ موہوب لہ مالک ہبہ کا اور انسان اپنی ملک کا غیر کو بدلا نہیں دیتا اور عوض تو اُسنے اسواسطے دیا تاکہ ہبہ کا حق رجوع ساقط ہوجائے کذا فی الطحطاوی وکذا یجوز ذلک بان یعوض عما وھب للصغیر من مالہ اور باپ کو یہ جائز نہیں کہ عوض سے اُسکا جو ہبہ کیا گیا صغیر کو صغیر کے مال سے ہم تو اگر صغیر کے مال کے سوا اور مال سے عوض دے تو جائز ہے ولو وھب العبد لتاجر ثم عوض فلکل منہما الرجوع بحر اور اگر غلام تاجر نے کچھ مال ہبہ کیا پھر موہوب نے اُسکا عوض دیا تو دونوں میں سے ہر شخص کو پھیر لینا درست ہے کذا فی البحر ہم وجہ اسکی یہ ہے کہ غلام اہل تبرع سے نہیں ہے پھر جب بسبب بطلان کے غلام رجوع کا مالک ہوا تو اسی طرح موہوب بھی رجوع عوض پر قادر ہوگا اسواسطے کہ بناء تعویض ہبہ پر تھا جب ہبہ باطل ہوا تو تعویض بھی باطل ہوئی وکذا یجوز تعویض مسلم من فصولی عن ھبتہ خمرا او خنزیرا اذا قبضہ تملیکہما من المسلم عوض ہوچکا اور جائز نہیں مسلمان کو شراب یا سور عوض دینا نصرانی کے ہبہ سے اسواسطے کہ مسلمان کی جانب سے شراب یا سور کی تملیک صحیح نہیں کذا فی البحر یعنی اگر نصرانی نے

کوئی چیز مسلم کو ہبہ کی سو مسلم نے اسکے عوض اسکے شراب یا سور نصرانی کو دیا تو جائز نہیں تو نصرانی کو اپنا ہبہ پھیر لینا درست ہوگا و بشرط ان لا یکون العوض بعض الموہوب فلو عوضہ البعض الباقی لا یصح فلہ الرجوع فی الباقی اور یہ شرط ہے کہ عوض ہبہ کا بعض موہوب نہ ہو تو اگر بعض موہوب کو باقی موہوب کے عوض میں دے تو صحیح نہیں تو ہبہ کو باقی موہوب میں رجوع درست ہے ولو الموہوب شیئین فعوضہ احدھما عن الاخر ان کانا فی عقدین صح والا لا لان اختلاف العقد حقیقۃ او حکما کاختلاف العینین اور اگر موہوب دو چیزیں ہوں موہوب لہ ایک چیز کو دوسری چیز کے عوض میں دے اگر دونوں چیزیں دو عقد میں موہوب ہوئی ہوں تو عوض منا درست ہے اور اگر ایک عقد میں موہوب ہوں تو درست نہیں لہذا یہ اسطرح کہ اختلاف عقد اختلاف عین کے مانند ہے والدراہم تتعین فی ھبۃ و رجوع بحقہ اور دراہم معینین ہونے کی ہبہ اور رجوع ہبہ میں کذا فی الجتبی ہم تو جب اسم موہوبہ پر قبضہ کیا اور پھر دراہم کا بدلا بعینہا یا بغیر جنسہا دیا تو رجوع جائز نہ رہا اور رجوع اسوقت ممکن جائز ہوگا جب تک دراہم موہوبہ بعینہا قائم اور موجود ہونگے اور اگر موہوب نے انکو خرچ کر ڈالا تو یہ خرچ کرنا ہلاک مانع رجوع ہوگا کذا فی الطحطاوی و دقیق الحنطۃ یصلح عوضا عنہ و ہو دقیقہ بالطحن اور گیہوں کا آٹا گیہوں کے عوض ہونے کی صلاحت رکھتا ہے سبب پیسنے کے ہم تو تماثل عین موہوب نہیں ہے کذا فی الجوہرۃ النیرۃ و کذا لو صبغ بعض الثیاب او لتّ بعض السویق ثم عوضہ صح خانیہ اور اسی طرح اگر موہوب نے کسی کپڑے کو رنگ دیا یا ستو پانی میں گھولے پھر اسکو عوض میں دیا تو صحیح ہے کذا فی الخانیہ ہم ایک شخص نے دوسرے کو چار کپڑے ہبہ کئے سو موہوب نے ایک کپڑا تین کرکے واہب کو عوض دیا تو صحیح ہے اسی طرح موہوب نے پانی ہم ستو میں سے موہوب کے پانی میں گھول کر عوض دیا تو صحیح ہے اسطرح کہ نمک اور پانی ملنے سے موہوب میں زیادت حاصل ہوئی تو بعینہ موہوب پانی نہ رہا گویا دوسری چیز ہوگئی تو عوضہ ولد احد جاریتین موہوبتین و حبل ذلک الولد بعد الھبۃ امتنع الرجوع اور اگر دو موہوب لونڈیوں میں سے ایک لونڈی کا وہ لڑکا جو ہبہ کے بعد پیدا ہوا موہوب نے واہب کو عوض دیا تو رجوع ممنوع ہوگیا و صح العوض من اجنبی و یسقط حق الواھب فی الرجوع اذا قبضہ کبدل الخلع اور صحیح ہے عوض دینا اجنبی کا موہوب لہ سے اور واہب کا حق رجوع ہبہ کا ساقط ہوجانا جبکہ واہب اسپر قبضہ کرے بدل خلع کے مانند یعنی اگر اجنبی موہوب لہ کیطرف سے عوض دے تو صحیح ہے جیسے بدل خلع اجنبی کا دینا جائز ہے و لا تعویض بغیر اذن الموہوب لہ اور اگر چہ عوض دینا اجنبی کا بلا اذن موہوب لہ رجوع کو باطل نہیں کرتا الا اذا قال عوضنی عما یأمرہ فامتثل لعدم وجوب التعویض بخلاف قضاء الدین اور رجوع نہیں یعنی اجنبی موہوب لہ کے عوض نہیں دے سکتا اگرچہ تعویض موہوب لہ کے امر ہو مگر اسکا یہ امر موہوب لہ اجنبی سے کہے کہ عوض ہبہ کا دے میری طرف سے باین شرط کہ میں ضامن ہوں عدم رجوع تعویض نہ واجب ہونے کے سبب ہے بخلاف ادا دین ہم یعنی دوسرے عدم رجوع اجنبی پر کہ موہوب لہ کو عوض ہبہ کا دینا واجب نہیں بخلاف ادا دین یعنی اگر اجنبی نے مدیون کے امر سے دین ادا کیا تو رجوع ثابت ہوا اسواسطے کہ ادا دین مدیون پر واجب ہے تو جب اجنبی نے ادا دین کرنے کو کہا گویا اجنبی سے بقدر دین اسنے قرض لیا والاصل ان کل ما یطالب بہ الانسان بالحبس والملازمۃ یکون الامر بادائہ مستلزما للرجوع من غیر اشتراط الضمان و ما لا فلا الا اذا شرط الضمان ظہیریہ اور قاعدہ کلیہ رجوع اور عدم رجوع کا یہ ہے کہ جس حق کا آدمی سے مطالبہ کیا جاسکے حبس اور ملازمت سے تو اسکے ادا کا امر کرنا رجوع کا ثابت ہے بلا اشتراط ضمان اور جو ایسا نہیں یعنی اسکا مطالبہ بحبس و ملازمت نہیں تو اسکے ادا کا امر رجوع کا موجب نہیں مگر اسوقت جبکہ امر کرنے والا اپنے اوپر ضمان اسکا شرط کرے کذا فی الظہیریہ ہم حبس و ملازمت کی قید سے ادا نہ ہونا اور کفالۃ بنفس کا اخراج ہوگیا کہ اگرچہ آدمی پر انکا مطالبہ ہے لیکن حبس اور ملازمت سے تحسین کذا فی الطحطاوی و حینئذ لو امر المدیون رجلا بقضاء دینہ رجع علیہ وان لم یضمن لوجوبہ علیہ اور اسوقت عین یعنی جبکہ قاعدہ کلیہ معلوم ہوا تو اگر مدیون نے ایک شخص سے اپنے دین کے ادا کرنیکے واسطے کہا تو وہ مدیون سے بھرے گا اگرچہ دینے کا ضامن نہ ہوا سلئے کہ ادا دین کے مدیون پر لازم ہے تو مدیون مخرج من الاصل ہوا و قال انفق علی بناء داری او قال لاسیدی اشتری فانہ یرجع فیہما بلا شرط رجوع کفالۃ خانیۃ مع انہ لا یطالب ہنا بالحبس و لا بالملازمۃ فتامل لیکن قاعدہ مذکورہ سے یہ صورت خارج ہوئی جاتی ہے کہ اگر ایک شخص نے دوسرے کیلئے گھر کے بنانے پر خرچ کیا یا قیدی نے دوسرے سے کہا کہ مجھکو خرید کر لے یعنی مال دیکر مجھکو ظالم سے خلاص کرا تو ان دونوں صورتوں میں امر کو رجوع جائز ہے بلا اشتراط رجوع کذا فی کفالۃ الخانیۃ

باوجودیکہ آدمی پر مطالبہ نہیں بنتا واللہ سبحانہ اعلم اور استخلاص کا جیسے نہ لازم ہے سو اس میں تامل کرو شاید وجہ رجوع پر کراہت یہی کا ضمان لازم ہونا ہو اور شارح بلفظ قالوا اشارہ کیا کہ وجہ استثنا میں نظر ہے کذا فی الطحطاوی وَاِنِ اسْتَحَقَّ نِصْفَ الْهِبَةِ رَجَعَ بِنِصْفِ الْعِوَضِ اور اگر نصف ہبہ مستحق ملک غیر نکلا تو موہوب لہ نصف عوض پھیرے ص جوہرہ میں ہے کہ رجوع نصف عوض سوت ہے جبکہ موہوب مقبوض القسمہ ہو خواہ اگر مقسوم ہو بعض کے استحقاق سے باقی میں ہبہ باطل ہوگا تو تمام عوض پھیرے کذا فی الطحطاوی وَعَكْسُهُ كَمَا مَرَّ یعنی برعکس اس کے جو ابھی گزرا کہ اگر نصف عوض مستحق ہو تو نصف ہبہ میں رجوع نہیں تک کہ مانع عوض کو نہ پھیرے اسواسطیکہ باقی عوض ہونے کے رکھتا ہے ابتدا تعویض میں سو اسطرح اسکی صلاحیت بقا میں بھی رکھتا ہوگا لیکن وہ مفتا ہوگا تا عوض علامہ شرنبلالی وحمہ اللہ کی کما ہو تبعہ تھا کہ شارح یوں کہتا لکنہ تعیر لعدم سلامۃ العوض یعنی درصورت استحقاق بعض عوض واہب کو اختیار ہوگا قبول اور عدم قبول عوض میں بسبب نہ سلامت شدن عوض کے ومراده العوض الغیر المشروط فان المشروط فمباد لة كما سيجئ فيوزع البدل على المبدل نہایہ اور مصنف رح کی مراد عوض سے وہ عوض ہی جو غیر مشروط ہی عقد ہبہ میں سو اگر عوض مشروط ہو تو وہ مبادلہ ہی یعنے درحقیقت وہ بیع ہی چنانچہ آگے مذکور ہوگا تو عوض مشروط کے استحقاق میں قبل کی تقسیم ہوگی مبدل پر کذا فی النہایہ كَمَا لَوِ اسْتُحِقَّ كُلُّ الْعِوَضِ جُبِرَ فِي كُلِّهَا اِذَا كَانَتْ قَائِمَةً لَا اِنْ كَانَتْ هَالِكَةً چنانچہ اگر تمام عوض مستحق ہو تو واہب تمام ہبہ میں رجوع کرے جبکہ ہبہ قائم ہو اور اگر ہبہ ہالک ہو تو رجوع نہیں یعنی اسواسطیکہ ہالک نہ ہبہ مانع رجوع ہی كَمَا لَوِ اسْتُحِقَّ الْعِوَضُ وَقَدْ اِسْتَهْلَكَتْهُ الْهِبَةُ لَمْ يَرْجِعْ خلاصہ چنانچہ اگر عوض مستحق ہوا اور حالانکہ ہبہ میں زیادت ہوگئی تو رجوع نکرے کذا فی الخلاصۃ یعنی اسواسطیکہ زیادت مانع رجوع ہی وَاِنِ اسْتُحِقَّ جَمِيعُ الْهِبَةِ كَانَ لَهُ اَنْ يَرْجِعَ فِي جَمِيعِ الْعِوَضِ اِنْ كَانَ قَائِمًا وَمِثْلُهُ اِنِ الْعِوَضُ هَالِكًا وَهُوَ مِثْلِيٌّ وَقِيمَتُهُ اِنْ قِيمِيًّا غَايَةٌ اور اگر تمام ہبہ مستحق ہو تو موہوب لہ کو جائز ہی کہ تمام عوض پھیرے اگر موجود ہو اور عوض کا مثل پھیرے اگر عوض ہالک ہو بشرطیکہ عوض مثلی ہو یعنی وزنی ہو یا کیلی ہو اور عوض کی قیمت پھیرے اگر عوض قیمت والا ہو کذا فی الغایۃ وَلَوْ عَوَّضَ النِّصْفَ رَجَعَ بِالنِّصْفِ يَعْنِي الْعِوَضَ وَكَذَا لَوْ شَاعَ كَانَ لَهُ طاہری اور اگر نصف ہبہ کا عوض دے تو واہب نصف غیر معوض میں رجوع کرے اور شیوع یعنے وہ شیوع جو کہ رجوع فی النصف سے حاصل ہوا ہی وہ مضر نہیں کہ زیلعی وشیوع طاری ہی

تنبیہ یہ آگاہ کرنا شارح کی جانب سے مضمون آئندہ پر فضل فی الحجتبی اَنَّهُ يُشْتَرَطُ فِي الْعِوَضِ اَنْ يَكُونَ مُشْتَرَطًا فِي عَقْدِ الْهِبَةِ اَمَّا اِذَا عَوَّضَهُ بَعْدَ مَا قَبَضَ الْهِبَةَ وَلَمْ يَكُنْ مَشْرُوطًا فِي الْعَقْدِ فَلَيْسَ لَهُ اَنْ يَرْجِعَ فِي الْهِبَةِ هٰذَا هُوَ الْمَذْهَبُ مُطْلَقًا كَمَا مَرَّ عَنْ مُحَمَّدٍ وَذَكَرَ الْمُحَقِّقُ فِي الْفَتْحِ اَنَّهُ الْمَذْهَبُ عِنْدَ عَامَّةِ الْمَشَايِخِ وَهُوَ الْمَنْقُولُ عَنْ اَكْثَرِ الْفُقَهَاءِ وَذَكَرَ فِي الْمُحِيطِ اَنَّهُ الْمَذْهَبُ عِنْدَ عُلَمَائِنَا الثَّلَاثَةِ وَهُوَ الْمَرْوِيُّ عَنْ اَصْحَابِنَا وَهُوَ الصَّحِيحُ مِنْ مَذْهَبِ الشَّافِعِيِّ وَفِي الْخُلَاصَةِ وَهُوَ الْاَصَحُّ وَفِي الْبَدَائِعِ وَهُوَ الْاَشْبَهُ بِالْفِقْهِ وَفِي الْمُجْتَبَى وَهُوَ الْاَوْجَهُ وَفِي الْمُضْمَرَاتِ وَهُوَ الْاَقْيَسُ وَفِي الْمُحِيطِ وَهُوَ الْاَوْفَقُ بِاُصُولِ الْمَذْهَبِ وَفِي الْمُنْتَقَى وَهُوَ الْاَظْهَرُ وَفِي الْمُخْتَارَاتِ وَهُوَ الْاَحْوَطُ وَفِي الْمُنْتَقَى اَيْضًا وَهُوَ الْاَرْفَقُ بِالنَّاسِ وَفِي الْوَلْوَالِجِيَّةِ وَهُوَ الْاَحْسَنُ وَفِي الْمُحِيطِ اَيْضًا وَهُوَ الْاَصَحُّ

گوشت ملک میں داخل رہتا ہے تو رجوع عن الملک ثابت ہوا کہ مانع ہونا رجوع سے فتاوی عالمگیری میں محیط سے منقول ہے کہ قربانی مذکورہ اور متعلد ادا ہوجاتا ہے محمد رح کے نزدیک اور ابو یوسف رح کے نزدیک رجوع جائز نہیں اور صحیح یہ ہے کہ امام رح کا قول محمد رح کے قول کے مانند ہے وَمِثْلُهُ الْمُتْعَةُ وَالْقِرَانُ وَالتَّمَتُّعُ اور قربانی کے مانند متعہ اور قران اور تمتع ہے کذا فی المجتبے ہم طحطاوی نے کہا شاید کنہ سے شارح کے کلام میں مرطلق مراد ہے تو متن سے تکرار ثابت نہوئی وفی المنہاج وَإِنْ وَهَبَ لَهُ ثَوْبًا فَعَلَيْهِ صَدَقَةٌ اللہ تعالی علہ الرجوع خلافا للثانی اور منہاج میں ہے کہ اگر اسکو کپڑا ہبہ کیا سو موہوب نے اسکو خیرات کیا اللہ تعالی کیواسطے تو واہب کو رجوع جائز ہے بخلاف مذہب ابو یوسف رح ہم جبتک فقیر نے خیرات نہیں پایا تبتک رجوع درست ہے کذا فی الطحطاوی کما آذا وجدہ فقیرا من غیر قصد فلا رجوع انفاقا چنانچہ اگر موہوب کو رجوع کیا بدون قربانی کرنے کے تو واجب کو رجوع جائز ہے باتفاق طرفین اور ابو یوسف رح کے **فرع** مسئلہ متن شارح کا عَبْدٌ عَلَيْهِ دَيْنٌ أَوْ جِنَايَةُ خَطَإٍ فَوَهَبَ مَوْلَاهُ نِصْفَهُ الْأَوَّلَ الْجِنَايَةَ سَقَطَ الْأَوَّلُ وَالْجِنَايَةُ ثُمَّ الدَّيْنُ رَجَعَ صَحَّ اسْتِحْسَانًا وَلَا يَعُودُ الدَّيْنُ وَالْجِنَايَةُ عَنْ مُحَمَّدٍ رح رِوَايَتَيْنِ عَنِ الْإِمَامِ لَمَّا لَا يَعُودُ النِّكَاحُ لَوْ وَهَبَهَا الْمَرْأَةُ جَهَّزَهَا زَوْجُهَا ایک غلام ہے جسپر دین یا جنایت خطا ہے پھر اسکے مالک نے اسکے دین والے یا ولی جنایت کو ہبہ کردیا دین اور جنایت ساقط ہوگئی پھر اگر واہب رجوع فی الہبہ کرے تو احسان کی راہ سے صحیح ہوگا اور دین اور جنایت محمد رح کے نزدیک عود نکرینگی اور امام رح کی ایک روایت میں جیسے نکاح عود نہیں کرتا اگر اسکے لونڈی ہبہ کردی اسکے شوہر کو پھر اسنے ہبہ پھیر لیا کذا فی الخانیہ والفتاوی الزوجیۃ دفعت الہبۃ اور زوجیت سے رد زوجیت مراد ہے فلو وهب لا مرأته ثم تزوجها ثم رجع تو اگر ایک عورت کو ہبہ کیا پھر اسنے نکاح کیا تو رجوع کرے یعنی اسوا سکیکہ ہبہ کیوقت زوجیت نہ تھی وَلَوْ وَهَبَ لَامْرَأَتِهِ لَا لِعَكْسِهِ انتہی اور اگر اپنی عورت کو ہبہ کیا تو رجوع کرے جیسے بالعکس اسکے انتہی یعنی اگر واہب عورت ہو اور ایک مرد کو ہبہ کرے پھر اسنے نکاح کرے تو رجوع جائز ہے اور اگر اپنے زوج کو ہبہ کرے تو رجوع نہیں **فرع** مسئلہ متن شارح کا تصح هبة المولى لامته ولو ولدت وكذا لو مريضة وكاتبة ولا يملك المحجور ما لو أوصى لها بعبد موته تصح بسقطها بموته فيسلم لها كافی صحیح نہیں ہبہ کرنا مولی کا اپنی ام ولد کو اگرچہ اسکی مرض الموت میں ہو اور یہ ہبہ بدل کر وصیت نہو جائیگا اسواسطیکہ محجور کو کچھ تصرف نہیں اور اگر ام ولد کو اسطے وصیت کر جائے اپنی موت کے بعضی یوں کہتے ہیں کہ اسکی موت سے ام ولد کو آزاد ہونا وصیت صحیح ہوگی بہ سبب اسکے آزاد ہوجانے کے مولی کی موت سے تو ام ولد کا قبض کرادینا جاوے گا کذا فی الکافی ہم ام ولد کو ہبہ کرنا بشرائط سے قبض موہوب ہے اور وہ قبض کی لیاقت نہیں رکھتی بسبب مجور التصرف ہونے کے والقاف القرابۃ فلو وهب لذی رحم محرم منه نسبا ولو بعد أو مسا مسا لا بحرم شمی اور قاف سے مراد قرابت ہے تو اگر واہب ہبہ کرے اپنے قرابت والے رحم محرم نسبی کو اگر چہ موہوب ذی یا مساس ہو تو رجوع نکریگا کذا فی الشمنی ہم محرم وہ ہے جسکے نکاح حرام ہو محرم نسبی کی قید سے محرم رضاعی خارج ہوگیا تو مانع رجوع قرابت رحم المحرمیہ ہے نہ فقط قرابت اور نہ فقط محرمیت فلو وهب لمحرم بالرحم كأخيه رضاعا ولو ابن عمه ولمحرم بالمصاهرة كأمة الزوجة والربائب ولغيره كعبد لا حتى ولعديم رحم اور اگر واہب ہبہ کیا اس محرم کو جس سے قرابت نہیں جیسے اپنے رضاعی بھائی کو اگر چہ اسکے چچا کا بیٹا ہو اور ہبہ کیا سسرالی محرم کو چنانچہ خوشدامن اور داماد کو اور ہبہ کیا اپنے نسبی بھائی کو اور حالانکہ وہ اپنی شمس کا غلام ہو یا ہبہ کیا اپنے بھائی کے غلام کو تو رجوع کرسکتا ہے ابن عم کے لفظ سے متن یہ بیان کرنا صحیح نہیں اسواسطے کہ ابن عم قرابت والا ہے تو اسکو جدا مسئلہ قرار دینا بیمعنی تھا اور رحم محرم کا یہ سبب ہے کہ غلام بھائی کے ہبہ میں رجوع جائز ہے اور بھائی کے غلام کے ہبہ میں رجوع جائز نہیں کذا فی الطحطاوی وَلَوْ كَانَ الْعَبْدُ رَحِمًا مَحْرَمًا لَا ذَا رَحِمٍ مَحْرَمٍ مِنَ الْوَاهِبِ فَلَا رُجُوعَ فِيهَا اتِّفَاقًا عَلَى الْأَصَحِّ لِأَنَّهَا تَمْنَعُ الرُّجُوعَ بِخِلَافِ الْعَكْسِ اور اگر دونوں یعنی غلام اور اسکا مالک اپسمیں محرم قرابت والے ہوں تو رجوع جائز نہیں باتفاق امام رح اور صاحبین رح کے بنابر قول صحیح تر اسواسطے کہ دونوں شخصوں میں سے جس شخص کیواسطے ہبہ واقع ہوا وہ مانع ہوجاوے رجوع فی الہبہ کا کذا فی المحرم غلاما او رقیقا کی قرابت رحم المحرمیہ کی یہ صورت ہے کہ واہب کا سوتیلا بھائی اسکے مادری بھائی کا غلام ہو کذا فی الطحطاوی عن المبسوط **فرع** مسئلہ متن شارح کا وَهَبَ لِأَخِيهِ وَلِأَجْنَبِيٍّ مَا لَا يُقْسَمُ فَقَبَضَاهُ لَهُ الرُّجُوعُ فِي حَظِّ الْأَجْنَبِيِّ لِعَدَمِ الْمَانِعِ وہبہ کیا اپنے بھائی اور اجنبی کو وہ چیز جسکی قسم نہیں چنانچہ پیالہ یا کپڑا سو دونوں نے اسپر قبضہ کیا تو واہب کو اجنبی کے حصے میں رجوع جائز ہے سبب نہ ہونا مانع کے کذا فی الدرر والله اعلم

العین الموھوبۃ اور بہ ہے موہوب سے عین موہوبہ کا ہلاک ہونا مراد ہے ہم ہلاک سے تلف ہوجانا عین کا یا اسکے عائمہ منافع کا تلف ہونا مراد ہے یا وجود تھا ملک تو یہ گمان کرنا نہ چاہیے کفر رجع عن الملک منفی ہے ہلاکت سے تو اگر تلوار جیسی سے موہوب لہ نے توڑ کر اسکی چھری یا دوسری تلوار بنائی تو رجوع جائز نہ ہوگا بخلاف غلۃ مذبوحہ کذا فی الطحطاوی عن الملتقی ولو ادعاہ ای الھلاک صدق بلا حلف لانہ ینکر الرجوع اور اگر موہوب لہ موہوب کے تلف ہونے کا دعوی کرے تو اسکی تصدیق ہوگی بدون قسم کے اسواسطے کہ وہ منکر ہے رجوع کا فان قال الواھب ھی ھذہ العین حلف المنکر انھا لیست ھذہ خلاصہ یہ ہے کہ اگر واہب کہے کہ وہ یہی چیز ہے تو منکر یوں قسم کھائے کہ یہ یہ چیز نہیں ہے کذا فی الخلاصۃ کما یحلف انواھب ان الموھوب لہ لیس باخیہ اذا ادعی ذلک لانہ یدعی مسبب النسب لا النسب خلاصہ جیسے واہب یوں قسم کھائے کہ موہوب لہ اسکا بھائی نہیں جبکہ بھائی ہونے کا اسواسطے کہ موہوب لہ دعوی کرے مسبب کا نہ نسب کا کذا فی الخانیہ ہم یعنی جب واہب رجوع فی الہبہ کا ارادہ کرے اور موہوب لہ کہے کہ میں تیرا بھائی ہوں تو واہب پر نفی اخوت کی قسم آوے گی اور قسم در حقیقت نسب کے سبب یعنے مال پر ہے نہ نسب پر تو بیان مال کا اثبات مقصود ہے نہ نسب کا اور اگر مقصود نسب ہوتا تو یہ قسم جاری نہوتی امام کے قول پر کذا فی الطحطاوی فلم یتصرف ولا یصح الرجوع الا بقراضیھما او بحکم الحاکم للاختلاف فیہ اور صحیح نہیں رجوع یعنی ہبہ کا پھیر لینا مگر دونوں کی رضامندی یا حاکم کے حکم سے بسبب اختلاف ہونیکے رجوع میں ہم بعض مجتہدین کے نزدیک رجوع فی الہبہ جائز نہیں پھر جب ہمیں اختلاف ہوا تو رجوع کا حکم ثابت نہوگا مگر برضاے طرفین سے یا حاکم کے حکم سے تو اگر واہب ہبہ کرکے پھیر لیگا بلا رضا موہوب لہ یا حکم حاکم تو نہیں صحیح ہوگا تو اگر اب موہوب تلف ہوگا واہب کے پاس تو واہب اسکی قیمت کا تاوان دیگا موہوب لہ کو فیضمن بمنعہ بعد القضاء لا قبلہ تو موہوب لہ بعد حکم حاکم کے موہوب کو تاوان دیگا نہ قبل از حکم حاکم ہم تبکہ حاکم حکم کرے استرداد کا یا فسخ ہبہ پر یعنی نہو موہوب لہ کی ملک موہوب میں ثابت ہے تو اسکا تصرف اسکی بیع اور عتق میں نافذ ہے اگرچہ بعد رفع الی الحاکم ہو اور اسیطرح اگر حاکم موہوب لہ کو منع کرے اور موہوب اسکے پاس تلف ہوجائے تو اسپر تاوان نہیں کیونکہ اسکی ملک ہنوز قائم ہے اور اسی طرح اگر بعد حکم قبل منع تلف ہو تو تاوان نہیں اور اگر بعد حکم منع کرے تو تاوان لازم ہوگا بسبب اسکی تعدی کے کذا فی المنح واذا رجع احدھما بقضاء او رضی کان فسخا للعقد لھبۃ من الاصل واعادۃ للملک القدیم کالصدقۃ للواھب اور جبکہ رجوع کیا متعاقدین میں سے ایک شخص نے حکم حاکم یا رضامندی سے تو رجوع عقد ہبہ کا فسخ ہوگا اصل سے اور اعادہ ہوگا واہب کی ملک قدیم کا نہ ہبہ اسطے واہب کے ہم اور اگر موہوب لہ واہب کے ہبہ کرے قبل قضا یا رضا کے اور وہ قبول کرے تو مالک ہوگا بدون قبض کے اور جبکہ قبض کریگا تو بنظر اس رجوع کے ہوگا قضا یا رضا سے اور موہوب لہ کو تاوان رجوع کرنا جائز نہوگا کذا فی الطحطاوی عن البدائع فلھذا لا یشترط فیہ قبض الواھب ھم الرجوع فی الشائع ولو کان ھبۃ لما صح فیہ اور چونکہ رجوع بقضا یا رضا اعادہ ملک واہب ہے نہ ہبہ موہوب کا اسواسطے شرط نہیں رجوع میں قبض کرنا واہب کا اور رجوع صحیح ہے بعض شائع میں اور اگر رجوع ہبہ ہوتا تو شائع میں صحیح نہوتا یعنے اسواسطے کہ شائع کا ہبہ صحیح نہیں کما تقدم فللواھب ردہ علی بائعہ فیتبعہ فیاخذہ بقضاء او رضی اور واہب کو جائز ہے پھیر دینا موہوب کا اسکے بائع کو ہر طرح خواہ رجوع بقضا ہو خواہ برضا ہم یعنے واہب نے ایک چیز خریدی پھر وہی چیز دوسرے شخص کو ہبہ کی پھر حکم قاضی یا بتراضی رجوع فی الہبہ واقع ہوا پھر موہوب کے عیب قدیمی پر اطلاع واقع ہوئی تو بسبب عیب کے اسکا پھیر دینا جائز ہے لما قدمہ فلا رد بالعیب بعد القبض الا بقضاء بخلاف رد بالعیب کے بعد قبض بدون قضا کے ہم یعنی اگر ایک چیز خریدی پھر اسکی بیع کی پھر مشتری ثانی نے اسکو بواسطہ عیب قدیم کے مشتری اول کو پھیر دیا تو اگر پھیر دینا حاکم کے حکم سے ہو تو یہ فسخ ہے عقد بیع کا تو مشتری اول کو بھی حق رد اپنے بائع کا ہوگا اور اگر متعاقدین کی رضامندی سے رد واقع ہوا ہو تو مشتری اول اسکو نہیں پھیر سکتا کیونکہ وہ بیع جدید ہے کذا فی الطحطاوی لان حق المشتری فی وصف السلامۃ لا فی العین فاغتفر فاسد بالعیب فقط رضا بلا قضا اسواسطے جائز ہوا کہ مشتری کا حق سلامت مبیع کے وصف میں ہے فسخ میں تو بیع اور یہ کا افتراق ثابت ہوگیا ہم چونکہ حق مشتری سلامت مبیع میں ہے لہذا اگر مبیع کا عیب زائل ہوجاے تو پھیر دینا ممتنع ہوگا کیونکہ اسکا حق اسکو مل گیا اور بدرصورت عدم سلامت مبیع مشتری پھیر لے گا اور اس سے فسخ بیع ضرورۃ لازم ہوگا بخلاف عقد ہبہ کہ اسمیں فسخ کا حق واہب کو ثابت ہے کیونکہ یہ عقد غیر لازم ہے تو درصورت رجوع عین ملک اسکی واہب کی طرف عائد ہوگی نہ یہ کہ ابتدا کا نہ تو افتراق بیع اور ہبہ کا ظاہر ہوگیا

کذا فی المنح مفہوما تنہ مراد ہم بالفسخ من الاصل ان لا یترتب علی العقد اثر فی المستقبل لا بطلان اثرہ اصلا والا لعاد المفصل الی ملک الواہب بوجہ فضولین پھر معلوم کرنا چاہئے کہ فقہا کی مراد فسخ من الاصل سے یہ ہے کہ عقد ہبہ پر کوئی اثر زمان مستقبل میں نہ مترتب ہونا باطل ہونا ہے کہ اثر کا بالکل یعنی زمان ماضی میں بھی اور اگر یا بالکل بطلان اثر ہوتا ماضی میں تو زیادت منفصل ملک واہب کی طرف عود کرتی واہب کے رجوع فی الہبہ سے کذا فی الفضولین ہم زوائد منفصلہ جیسے لونڈی موہوبہ کا بچہ اور درخت کا پھل اور دیت مملوک جو موہوب لہ کے پاس موجود ہوئی اور حالانکہ واہب کو بعد رجوع کے زوائد مذکورہ کا لینا نہیں ہوتا تو معلوم ہوا کہ فسخ سے بالکل بطلان اثر مراد نہیں اتفقا الواہب والموہوب لہ علی الرجوع فی موضع لا یصح رجوعہ من المواضع السبعۃ السابقۃ کالہبۃ لقرابتہ جاز لزوم الاتفاق ویفسخا جو ہرہ واہب اور موہوب لہ نے رجوع پر اتفاق کیا اس موضع میں جسمیں رجوع صحیح نہیں ہے منجملہ مواضع سبعہ سابقہ کے جیسا کہ ہبہ واہب کی قرابت میں تو ان دونوں کا اتفاق جائز ہے کذا فی الجوہرہ وفی المجتبی لا یجوز الاقالۃ فی الہبۃ والصدقۃ فی المحارم الا بالقبض کالہبۃ اور مجتبی میں ہے کہ جائز نہیں اقالہ ہبہ اور صدقہ محارم کے صدقہ میں بدون قبض کے اسواسطے کہ اقالہ بیان ہے ثم قال وکل شئ یفسخ الحاکم واذا اختصما الیہ فیہ حکمہ پھر صاحب مجتبی نے کہا اور جس چیز کے عقد کو حاکم فسخ کر ڈالے جبکہ متعاقدین حاکم کے پاس جھگڑا لیجاویں تو اسکا بھی حکم ہم یعنی درصورت نالش جو عقد کہ لائق فسخ حاکم ہے اسمیں اقالہ کرنا نافع نہیں بدون قبض کے کذا فی الطحطاوی متصرف ولو وہب الدین لطفل المدیون لم یجز لانہ غیر مقبوض اور اگر طفل مدیون کو دین ہبہ کرے تو جائز نہیں اسواسطے کہ دین غیر مقبوض ہے وفی الدرر قضی ببطلان الرجوع لمانع تزال المالم یعاد الرجوع اور درر میں ہے حاکم نے حکم کیا بطلان رجوع کا بسبب کسی مانع رجوع کے پھر وہ مانع زائل ہوگیا تو رجوع عود کریگا ہم زوجیت اور قرابت اور ہلاک عین اور موت اور عوض میں تو یہ نہیں ہوسکتا مگر مرجوع عن الملک میں ہو سکتا ہے جبکہ موہوب لہ کے پاس وہ چیز پھر آوے کذا فی الطحطاوی تلفت العین الموہوبۃ واستحقہا مستحق وضمن المستحق الموہوب لہ لم یرجع علی الواہب بما ضمن لانہا عقد تبرع فلا یستحق فیہ السلامۃ چیز موہوب تلف ہوگئی اور اسکا کوئی اور شخص حقدار مالک ٹھہرا اور حقدار نے موہوب سے تاوان لیا تو موہولہ واہب سے تاوان نہ لیگا اسواسطے کہ یہ احسان کا عقد ہے معاوضہ کا تو اسمیں سلامت موہوب مستحق نہیں ہم بسکی قید اسواسطے لگائی کہ معاوضات کے عقود میں تاوان دینے سے غرور یعنی فریب بالغ وغیرہ کا ثابت ہوا تو مشتری کو اپنے بائع سے رجوع بقدر ضمان جائز ہوگا اور اسی طرح ودیعت اور اجارے میں جبکہ ودیعت یا عین مستاجرہ تلف ہوجاوے پھر ایک مرد اسکا مستحق ثابت ہوا اور مودع اور مستاجر سے تاوان لے تو دونوں شخص دافع سے تاوان بھر لینگے کذا فی الطحطاوی والاعارۃ کالہبۃ ہنالان قبض المستعیر کان لنفسہ وکالغاصب ولعدم العقد وتمامہ فی العمادیۃ اور عاریت دینا ہبہ کے مانند ہے اس مقام میں اسواسطے کہ قبض کرنا مستعیر کا عاریت پر اپنی ذات کیواسطے ہے اور بیان عقود نہیں بسبب پہنچنے عقد کے اور رہا بیان اسکا عمادیہ میں ہم عقد نہیں لینے عقد معاوضہ نہیں والا عاریت اور ہبہ میں عقد ضرور ہے خلاصہ مقام یہ ہے کہ اگر عاریت تلف ہوجاوے اور اسکا کوئی اور مالک نکلے سوا مستعیر کے اور ہلاک مستعیر سے تاوان بھرلے تو مستعیر اس تاوان کو معیر سے نہیں لے سکتا واذا وقعت الہبۃ بشرط العوض المعین فہی ہبۃ ابتداء فیشترط القابض فی العوضین ویبطل العوض بالشیوع فیتم القسم بینہما فتردّ بالعیب ویجبر الرد ویؤخذ بالشفعۃ ہذا اذا قال وہبتک علی ان ترضینی کذا اما لو قال وہبتک بکذا فہو بیع ابتداء وانتہاء اور جبکہ ہبہ واقع ہو بشرط عوض معین کے تو وہ باعتبار رکھنے ہبہ کے تو دونوں عوضوں میں قابض شرط ہوگا اور محل قسمت میں شائع ہونے سے عوض باطل ہوگا اور ہبہ بشرط عوض بیع ہی باعتبار انتہا کے تو ہبہ عیب میں خیار الرویۃ سے بھر دیا جائیگا اور شفعہ سے لیا جائیگا یہ اس صورت میں ہے جبکہ واہب یوں کہے کہ میں نے تجھکو ہبہ کیا اس شرط پر کہ تو مجھکو فلانی چیز عوض دے اور اگر یوں کہیگا کہ میں نے تجھکو ہبہ کیا بمقابلہ اسکے تو وہ بیع ہی ہے باعتبار ابتدا کے بھی ہم ردبالعیب عوض اور معوض دونوں میں ہوگا اور اسی طرح خیار الرویۃ اور شفعہ دونوں میں ثابت ہے اور جبکہ باعتبار ابتدا اور انتہا کے ہبہ بیع ہوگا تو دونوں کی ملک اپنے حق میں ثابت ہوگی اور امتناع تسلیم جائز نہ ہوگا اور قبض شرط نہ رہیگا اور شیوع مضر نہ ہوگا کذا فی الطحطاوی وقید العوض بکونہ معینا لانہ لو کان مجہولا بطل اشتراطہ فیکون

هبةً ابتداءً وانتهاءً اور عوض میں مصنف رحمہ نے معین ہونے کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر عوض مجہول ہوگا تو عوض کا شرط کرنا باطل ہوگا تو در صورت جہالت عوض ابتداء اور انتہاء کے دونوں اعتبار سے معوض ہبہ ہوگا بحر **فرع** مسئلہ محمد شارح کا وَهَبَ الواقفُ ارضًا شرط استبدالہ بلا شرط عوض لَمْ يجز وإن شرط كان كبيع ذكره الناصحي والصحيح واقف اس وقف کی زمین بلا شرط عوض ہبہ کی جسکا استبدال مشروط تھا تو جائز نہیں اور اگر استبدال اسکا مشروط تھا بعوض ہبہ کے تو بمنزلہ بیع کے ہوگی ناصحی نے اسکو ذکر کیا ہے وَفِي المجمع وأجاز محمدٌ هبةَ مالِ طفلِه بشرطِ عوضٍ مساوٍ ومنعاه قلتُ فيحتاج على قولهما إلى الفرق بين الوقف ومالِ الصغير اور مجمع میں ہے اور جائز کہا ہے محمد بن حسن رحمہ نے ہبہ کرنا اپنے طفل کا مال بشرط اس عوض کے جو قیمت میں برابر ہو اور شیخین رحمہما نے اسکو منع کیا ہے میں کہتا ہوں تو شیخین رحمہما کے قول پر وقف اور مال صغیر کے درمیان میں فرق بیان کرنے کی حاجت ہوگی ھم یعنی وقف مشروط الاستبدال کا ہبہ بشرط عوض شیخین کے نزدیک جائز ہے اور ہبہ مال طفل بشرط عوض جائز نہیں تو دونوں میں فرق بیان کرنا چاہیے طحطاوی خیر الدین رملی سے یوں فرق مذکور کیا ہے کہ جب واقف استبدال شرط کیا اور وہ حاصل ہونا ہے ایک عقد صحیحہ سے تو ہبہ بشرط عوض خالی ہے واقف کی شرط سے بلحاظ اعتبار کرنے آخر کے اور احسان ہے اور وہ منع ہے طفل کے مال میں احسان کرنے سے مطلقاً

فصل

فی مسائل متفرقة یہ فصل ہے ہبہ کے مسائل متفرقہ میں وَهَبَ أمةً إلا حملَها أو على أن يردَّها عليه أو يعتقَها أو يستولدَها أو وَهَبَ دارًا على أن يَرُدَّ عليه شيئًا منها أو ثوبًا معينًا أو شِقْصًا من الدار وأبعاضها أو على أن يُعَوِّضَ في الهبة والصدقة شيئًا عنها صحت الهبة وبطل الاستثناء في الصورة الأولى وبطل الشرط في الصور الباقية لأنه بعضُ أو مجهولٌ والهبة لا تبطل بالشرط الفاسد هبہ کی سو اسکے حمل کے سبب کی اس شرط پر کہ لونڈی واہب کو بھیج دیا موہوب لہ اسکو آزاد کرے یا اسکو اپنی حرم بنا دیا گھر ہبہ کیا اس شرط پر کہ گھر میں سے کچھ واہب کو بھیج دے اگر بعض معین ہو جیسا کہ تہائی گھر یا چوتھائی یا اس شرط پر ہبہ کیا کہ ہبہ اور صدقہ میں سے کچھ عوض دے تو ہبہ صحیح ہے اور پہلی صورت میں استثناء حمل باطل ہے اور باقی صورتوں میں شرط باطل ہے اسواسطے کہ شرط بعض موہوب ہے یا مجہول ہے اور ہبہ باطل نہیں ہوتا شرط فاسد سے ھم مجہول ہونا بجہل دو صورتوں میں ظاہر ہے صورت ثانیہ اور ثالثہ اور رابعہ میں تو ہدایہ کی یہ تعلیل بہتر ہے کہ یہ شروط مقتضائے عقد کے مخالف ہیں تو فاسد ہوئیں اور ہبہ باطل نہیں ہوتا شروط فاسدہ سے وَكَانَتْ مَا مَرَّ مِنْ شروطِ معلومية العوض اور نہ بھولیو اس مضمون کو جو معلومیت عوض سے مذکور ہو چکا ھم یعنی جہالت عوض کی مفسد ہے سراج میں اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جس عقد کی شرط قبض ہے تو شرط اسکی مفسد نہیں ہوتی چنانچہ ہبہ اور رہن کذا فی الطحطاوی اعتق حَمْلَ متهِ ثم وَهَبَهَا صَحَّ وَكُوِّنَ تَرَدَّهَبَهَا لم يصح لبقاء الحمل على ملكه فكان مشغولًا به بخلاف الأول اپنی لونڈی کا حمل آزاد کیا پھر لونڈی ہبہ کی تو صحیح ہے اور اگر حمل کو مدبر کیا پھر لونڈی ہبہ کی تو صحیح نہیں بسبب باقی رہنے حمل کے واہب کی ملک پر تو موہوب مشغول بحمل ہوا اپنے اور شرط ہبہ یہ ہے کہ موہوب مشغول نہ ہو واہب کی ملک سے بخلاف اول کے یعنی در صورت عتق حمل واہب کی ملک پر نہیں باقی رہا تو موہوب مشغول بملک واہب نہ رہا کما لا يصح تعليق الإبراء عن الدين بشرطٍ محض كقوله لمديونه إذا جاء غدٌ أو إن مُتُّ فقد أبرأتك عن الدين أو إن مُتَّ من مرضي هذا فأنت في حِلٍّ من ديني فهو باطلٌ لأنه عِدَةٌ وتعليقٌ جیسے صحیح نہیں تعلیق ابراء دین کی شرط محض سے چنانچہ صاحب دین کا یوں کہنا اپنے مدیون سے کہ جب کل کا دن آوے یا تو مر جاوے تو تو بری الذمہ ہے دین سے یا ذوجہ کا یوں کہنا اپنے زوج سے اگر تو مر جائے اپنے اس مرض سے یا میں مر جاؤں اپنے اس مرض سے تو تو میرے مہر سے پاک ہے ماخوذ نہیں تو وہ باطل ہے کیونکہ وہ خاطرہ اور تعلیق ہے ھم مگر عدہ میں خاطرہ نہیں مگر جب مُحَیٰ عدہ کو بقاء دین کے ساتھ ملاحظہ کیجئے کذا فی الطحطاوی لا بشرطٍ كأن لم تكوني تحيضًا كقوله لمديونه إن كان لي عليك دينٌ فقد أبرأتك عنه صح تعلیق ابراء کی شرط محض صحیح نہیں مگر شرط موجود تعلیق صحیح ہے تاکہ تعلیق تمیز ہو جائے چنانچہ اپنے مدیون سے یوں کہنا کہ اگر میرا دین تجھ پر ہو تو میں نے تجھکو بری الذمہ کر دیا صحیح ہے وكذا إن مُتُّ منه أو في حِلٍّ جاز وكان وصيةً خانيه اور اسی طرح یہ تعلیق کہ اگر میں مر جاؤں تو تو اس سے بری الذمہ ہے یا تو دین سے پاک ہے ماخوذ نہیں اور یہ قول وصیت ہوگا کذا فی الخانیہ ھم مرض مخصوص مشار الیہ سے مرنا

یعنی نہیں لہذا شارح نے اسکو وہاں محاطہ کرلیا اور مطلق موت یعنی الوجود ہی لہذا اسکو یہاں وصیت کیا جاز العمری المعلق لہ ولورثتہ بعدہ لبطلان الشرط بالطریق عمری جائز ہوا اور موہوب اسکا مملوک ہی جسکو مدت العمر کیواسطے اور بعد اسکے اسکے وارث کا مملوک کردیا بسبب باطل ہونے رقبی کی شرط کے ہم عمری بضم اول یہ کہ ایک شخص مثلاً اپنا گھر دوسرے کو دے کہ وہ عمر بھر اسمیں رہے پھر جب موہوب لہ مرجائے تو واہب یا اسکا وارث اسکو بھیرلے سواسطرح کے دینے سے موہوب لہ اور اسکے ورثہ مالک ہوجاتے ہیں اور پھیر لینے کی شرط باطل ہی کالمجوز الرقبی لانہا تعلیق بالخطر رقبہ جائز نہیں کیونکہ تعلیق ہی خطر پر ہم رقبی بضم یہ کہ میرا گھر تیرا ہی بطریق رقبہ یعنی اگر میں مرجاؤں تجھسے پہلے تو وہ گھر تیرا ہی اور اگر تو مجھسے پہلے تو وہ میرا ہی امام رح اور محمد رح کا یہ قول ہی کہ یہ ہبہ جائز نہیں بسبب تعلیق بالخطر کے اور ابو یوسف رح کا یہ قول ہی کہ یہ بطریق رقبی صحیح ہی کیونکہ فی الحال تملیک ہی اور شرط باطل ہی اور پہلا قول صحیح ہی کذا فی الطحطاوی عن المضمرات واذا لم تصح تکون عاریۃ فی الحدیث احمد وغیرہ من اعمر عمری فہی لورثتہ ولا ترقبوا من ارقب شیئا فہو سبیل المیراث اور جسکو رقبی صحیح نہوا تو اس طرح کا دینا عاریت ہوگا کذا فی التتمہ جواز عمری اور عدم جواز رقبی احمد بن حنبل رح وغیرہ کی اس حدیث سے ثابت ہی کہ جو شخص ہبہ کرے بطریق عمری تو اسکا مالک زندگی اور موت میں وہی شخص ہی جسکو عمر بھر کیواسطے دیا اور بطریق رقبے نہ دیا کرو جو شخص بطریق رقبے کے دے تو اس چیز کا طریقہ میراث کا طریقہ ہی یعنی رقبی دینے والے کی میراث ہی بخلاف الامر انہ متاعک ہا یا ایہما دعیت ہی لہ ایضا ہذا عوضا ہا یا ایہما مت صحت بالعوض عن الاتمۃ فترا فا بعد النفاق وادعی الزوج انہ عاریۃ لا ہبۃ وحلف واراد الاسترداد اراد ایضا یسترد کل منہما ما اعطی او الہبۃ فلو عوض زوج زوجہ کیطرف اسباب تحفہ بھیجا اور زوجہ نے بھی زوج کیواسطے تحفہ بھیجا ہبہ کے عوض خواہ اسنے عوض کی تصریح کی یا نکی پھر دونوں میں جدائی ہوگئی بعد نفاذ کے اور زوج نے دعوی کیا کہ وہ اسباب عاریت تھا نہ ہبہ اور اسپر اسنے قسم کھائی اور اسباب کے پھیر لینے کا ارادہ کیا اور عورت نے بھی پھیر لینا چاہا تو دونمیں سے ہر شخص نے جو دیا تھا سو پھیر لے اسواسطے کہ ہبہ نہیں سو بدا بھی نہیں یعنی اسنے ہبہ کی جہت سے عوض دیا تھا جب ہبہ باطل ہوا تو عوض بھی باطل ہوگیا ولو استہلک احدہما متاع الاخر ضمنہ لانہ من استہلک العاریۃ ضمنہا خانہ اور اگر زوج یا زوجہ نے وہ اسباب تلف کردیا جو دوسرے نے بھیجا تھا تو اسکا تاوان دیگا اسواسطے کہ جو عاریت کو تلف کرڈالے وہ اسکا ضمان دے کذا فی الخانیہ ہم استہلاک کی فیداسواسطے لگائی کہ اگر متاع خود تلف ہوجائیگی تو تاوان لازم نہوگا کذا فی الطحطاوی ہبۃ الدین ممن علیہ الدین وابراءہ عنہ یتم من غیر قبول اذا لم یرد یجب نفسہ عقد صوف او سلم ہبہ کرنا دین کا اُس شخص کو جسپر دین ہی اور دین کا معاف کردینا مدیون سے تمام ہوجاتا ہی بدون قبول کرنے مدیون کے بشرطیکہ عقد صرف اور عقد سلم کے فسخ ہوجانے کا موجب نہوہم قبول کی اسواسطے حاجت نہیں کہ ہبہ دین اور ابرا بمعنے اسقاط ہی اور اسقاط میں قبول شرط نہیں اور اگر ابرا عقد سلم یا عقد صرف کے فسخ کا موجب ہوجیسا کہ رب السلم نے ابرا کیا یا صرف کے متعاقدین میں سے ایک شخص نے ابرا کیا تو دوسرے کے قبول کرنے پر موقوف ہوگا یہ سبب فوت ہونے اُس قبض کے جو مستحق بالعقد ہی اور ایک عاقد کو فسخ میں اختیار نہیں لکن یرتد بالرد فی المجلس وغیرہ لما فیہ من معنی الاسقاط وقیل یتقید بالمجلس کذا فی العنایۃ ہبہ اور ابرا تمام ہوتا ہی بلا قبول لیکن رد ہوجاتا ہی مجلس اور عمر مجلس میں رد کردینے سے اسواسطے کہ اسمیں معنے اسقاط ہی اور بعضوں نے کہا کہ رد کرنا مفید بہ مجلس ہی کذا فی العنایہ ہم معنی اسقاط تعمیم کی تعلیل ہی یعنے رد غیر مجلس اسواسطے صحیح ہوا کہ اسمیں معنی اسقاط ہی اسواسطے کہ تملیک محض کا رد مفید بہ مجلس ہی لکن فی الصیرفیۃ لو لم یقبل ولم یرد حتی افترقا ثم بعد ایام ہبۃ کابرتد فی الصحیح لیکن صیرفیہ میں ہی کہ اگر مدیون ہبہ یا ابرا قبول نکرے اور نہ رد کرے یہانتک کہ اُس اور مدیون جدا ہوں پھر بعد چند روز کے مدیون رد کرے تو قول صحیح میں رد نہوگا ہم صاحب عنایہ نے جو قول ثانی کی تضعیف کی ہی اُسپر یہ استدراک ہی بعضوں نے اسکا یوں جواب دیا ہی کہ اگرچہ یہ قول صحیح ہی لیکن دوسرا قول اصح ہی تو دو قول صحیح ٹھہرے کذا فی الطحطاوی ولکن فی المجتبی الاصح ان الہبۃ تملیک

والابراء اسقاط لیکن مجتبیٰ میں ہے صحیح تر یہ قول ہے کہ ہبہ تو تملیک ہے اور ابرا اسقاط ہے ہم یہ استدراک ہے فقہا کے اس قول پر کہ ہبہ اور ابرا ایک وجہ سے اسقاط ہے اور ایک وجہ سے تملیک لیکن یہ استدراک قول مشہور کے مخالف ہے کذا فی البحر تملیک الدین من لیس علیہ الدین باطل الا فی ثلث حوالۃ ووصیۃ فاذا سلطہ ای سلط المیت غیر المدیون علی قبضہ ای الدین فیصح حیث دین کا مالک کر دینا اس شخص کو جس پر دین نہیں ہے باطل ہے مگر تین صورتوں میں باطل نہ ہونا حوالہ میں اور وصیت میں اور جبکہ مالک کر دینے والا غیر مدیون کو قبض دین پر مسلط کر دے تو اب تملیک صحیح ہوگی ہم جب اسنے قبض پر مسلط کیا تو وہ وکیل قابض ٹھہرا موکل کے واسطے پھر اسی واسطے کذا فی الاشباہ حوالہ کی یہ صورت ہے کہ جب محال علیہ محیل کا مدیون ہوا اور وہ کسی شخص کو دین مذکور لا دے تو دین منتقل ہوگا محیل کے ذمے سے محال علیہ کے ذمے پر اور وصیت کی یہ صورت ہے کہ ثلث مال کی وصیت کی اور ترکے میں دلیلیں ہیں تو موسیٰ لہ دلیلوں سے بقدر وصیت کے مالک ہوگا یعنی مطالبہ کا مالک ہوگا کذا فی العطاوی ومنہ ما لو وھبت من ابیھا ما علی ابیہ فالمعتمد الصحۃ للتسلیط اور منجملہ تملیک غیر مدیون سے یہ صورت ہے کہ اگر عورت نے اپنے فرزند کو ہبہ کیا وہ دین جو اسکے باپ پر ہے تو معتمد صحت ہبہ ہی بسبب مسلط کرنے کے ہم یعنے تسلیط بنا بر عادت کے مراد ہے اور ظاہر کلام یہ ہے کہ تسلیط فرزند بالفعل شرط نہیں اور فتاوی قاضی خان میں ہے کہ صحیح قول یہ ہے صحیح نہیں مگر جبکہ عورت ہبہ کرے اور اپنے فرزند کو قبض پر مسلط کرے تو اب جائز ہوا اور فرزند کی ملک بقبض کے ثابت ہوگی اور اسی طرح اشباہ میں ہے کذا فی العطاوی وتفرع علی ھذا الاصل لو قضی دین غیرہ علی ان یکون لہ یرجع ولو کان وکیلا بالبیع فضولیا اور اس اصل پر جو دین نہ کور ہے یہ حکم متفرع ہوتا ہے کہ اگر شخص کا دین ادا کرے اس شرط پر کہ دین اسکا ہو یعنی ادا کرنے والے کا تو جائز نہیں اگرچہ ادا کرنے والا بیع کا وکیل ہو کذا فی الفصولین ہم یعنے وکیل بیع موکل کو اپنے پاس سے ثمن ادا کرے تاکہ جو دین کہ مشتری کے ذمے پر ہو وکیل کا ہو تو صحیح نہیں ولیس منہ ما اذا قرا الدائن ان الدین لفلان وان اسمہ فی کتاب الدین عاریۃ حیث صح اقرارہ لکونہ اخبارا لا تملیکا فلا یلزمہ قبضہ بزازیہ وتمامہ فی الاشباہ من احکام الدین اور تملیک غیر مدیون سے یہ صورت نہیں جبکہ دائن یہ اقرار کرے کہ دین فلانے شخص کا ہے اور اسکا نام یعنے میرا نام دین کے تمسک میں بطریق عاریت کے ہے کیونکہ اسکا اقرار صحیح ہے بسبب اسکے اخبار ہونے کے تملیک ہونے کے تو مقرلہ کو دین کا قبض کرنا جائز ہے کذا فی البزازیہ اور پورا بیان اسکا اشباہ میں ہے دین کے احکام سے ہم تو اگر مدیون مقرلہ کو دین دیگا تو بری الذمہ ہو جائیگا اور اسی طرح مقر کو دیگا کذا فی المنح وکذا لو قال الدین الذی لی علی فلان لفلان بزازیہ وغیرھا قلت وھو مشکل لانہ مع الاضافۃ الی نفسہ یکون تملیکا وتملیک الدین ممن لیس علیہ باطل تمامہ اور اسی طرح اقرار صحیح ہے اگر ایک شخص نے کہا کہ جو میرا دین فلانے پر ہے وہ فلانے شخص کا ہے کذا فی البزازیہ وغیرہا میں کہتا ہوں اور یہ تو مشکل ہے اسواسطے کہ اپنی ذات کی طرف نسبت کرنے سے تملیک ہوئی اور دین کی تملیک غیر مدیون کیواسطے باطل ہے تو اسکو حامل کرینگے ہم جواب اشکال کا یوں دیں گے کہ مراد یہ ہے کہ میرا دین بحسب ظاہر فلانے پر ہے وہ بنفس الامر میں فلانے شخص کا ہے تو کچھ اشکال نہیں کذا فی الحلبی وفی الاشباہ فی قاعدۃ تصرف الامام معرا بالصلح البزازیۃ اصطلحا ان یکتب اسم احدھما فی الدیوان فالعطاء لمن کتب اسمہ الخ اور اشباہ میں ہے تصرف امام کے قاعدے میں بزازیہ کی کتاب الصلح سے منقول ہے کہ دو شخصوں نے اتفاق اور صلح کی اسپر کہ دونوں شخصوں میں سے ایک کا نام دفتر سلطانی میں لکھا جاوے تو عطا سلطانی اسی شخص کیواسطے ہوگی جسکا نام دفتر میں لکھا گیا الی آخرہ ہم مضمون عبارت بزازیہ یوں ہے جس شخص کی عطا دفتر میں ہے وہ دو فرزند چھوڑ کر مر گیا دونوں نے سپر اتفاق کیا کہ ایک کا نام دفتر میں لکھا جاوے اور وہی عطا لیا کرے اور دوسرے کو عطا میں کچھ نہیں اور جو عطا لے وہ دوسرے کو کچھ مال دے تو یہ صلح باطل ہے اور بدل صلح اور عطا اسکو دیا جاوے جسکے واسطے امام یعنی سلطان نے عطا مقرر کی اسواسطے کہ استحقاق عطا سلطان کے اثبات سے ہو رضائے غیر کو اسمیں دخل نہیں کذا فی العطاوی والصدقۃ کالھبۃ بجامع التبرع اور صدقہ ہبہ کے مانند ہے بواسطہ اشتراک تبرع کے یعنی جس طرح ہبہ عطائے غیر واجب ہے اسی طرح صدقہ پھر لہذا دونوں احکام میں یکساں ہیں وحینئذ لا ینعقد غیر مفروضۃ کالھبۃ فی مشاع فیقسم اور اسوقت میں یعنی جبکہ صدقہ ہبہ کے مانند ملفوظ صدقہ بدون قبض کے صحیح نہیں یعنی تمام نہیں اور نہ مشاع مما یقسم قسمت صحیح کر دیا ویرجع فیھا ولو علی غنی لان المقصود فیھا الثواب لا العوض اور صدقہ دیکر پھر لینا جائز نہیں اگرچہ المدار کو صدقہ دیا ہو اسواسطے کہ صدقہ میں متعین ثواب ہے

نہ عوض لینا یعنی برخلاف ہبہ لہذا آئندہ رجوع جائز ہے ولو اختلفا فقال اٰخر وھبت ھبۃ وقال اٰخر صدقۃ فالقول للواھب خانیۃ اور اگر دو شخصوں نے اختلاف کیا دو ہبے کو ایک نے کہا ہبہ ہے یعنی جو میں نے تجھکو دیا وہ ہبہ ہے تو مجھکو پھیر لینا جائز ہے اور دوسرے شخص نے کہا صدقہ ہے یعنے پھیر لینا جائز نہیں تو واہب ہی کا قول معتبر ہوگا کذا فی الخانیہ

فائدہ جلیلہ سید حموی نے کہا کہ جان رکھو کہ تملیک یعنی ہبہ ہوتی ہے اور قبض کرنے سے تمام ہو جاتی ہے اور جبتک کہ تملیک قبض اور تسلیم سے خالی ہو تو اسمیں علماء کا اختلاف ہے معتبر نے کہا جائز ہے اور بعضوں کے نزدیک جائز نہیں بقیاس علی الہبۃ اور اکثر علماء سیر میں کہ تملیک جائز ہے بدون تسلیم کے اور تملیک غیر ہبہ ہے مراد سوطیہ کا تملیک ہے یہ وہ ہے جس میں باعتبار نام کے بھی اور باعتبار حکم کے بھی نام کی مغائرت تو ظاہر ہے اور حکم کی مغائرت اسواسطے ہے کہ اگر وارثوں پر لگے بھلوں کو ہبہ کرے تو جائز نہیں اور اگر تملیک کا قرار کرے تو جائز ہے تو ثابت ہوا کہ تملیک صحیح ہو بدون تسلیم کے اور تملیک ہبہ کی غیر ہے اور اسی قول پر فتوی ہے اور اسی پر لوگوں کا عمل ہے اور رمقری سوت بمنزلہ تسلیم کے ہے بالاتفاق چنانچہ مفتاح میں ہے انتہی کذا فی الطوطاوی

فروع

مسائل ملحقہ شارح کے کتب قصۃ الی السلطان یسالہ تملیک ارض بحدودہ فامر السلطان بالتوقیع فکتب کاتبہ جعلتہا ملکا لہ ھل یحتاج الی القبول فی المجلس القیاس نعم لکن تعذر الوصول الیہ سہل المسئول بالقصۃ مقام ایک شخص نے اپنا حال بادشاہ کو لکھا اس سے تملیک ارض حدود کی طلب کی سو بادشاہ نے فرمان لکھدینے کا حکم کیا سو اسکے منشی نے لکھدیا کہ اس زمین کا میں نے اسکو مالک کر دیا تو اس تملیک میں قبول مجلس کی حاجت ہے یا نہیں جواب اسکا یہ ہے کہ یہاں قیاس یہ ہے کہ قبول فی المجلس کی حاجت ہو لیکن ہر گاہ کہ پہونچنا شخص کا بادشاہ تک متعذر ہے سوال بالقصہ حاضر ہونے کے قائم مقام کر دیا گیا ہے وجہ قیاس یہ ہے کہ تملیک محتاج ہے قبول فی المجلس کی بہتر یہ تھا کہ منشی مقام حضور کے مقام پر مقام قبولہ لکذا کذا فی الطوطاوی اعطت زوجہا مالا لیشتری لہ عبدا فاشتری فظفر بہ بعض غرمائہ ان کانت دھنتہ او اقرضتہ لیس لہا ان تسترد من الغریم دان اعطیتہ لیشتری فیہ علی ملکہا فلہا ذلک لانہ زوجہ نے اپنے زوج کو مال دیا اسکے سوال پر تاکہ زوج وسعت کرے معاملہ میں پھر اس مال کو زوج کا بعض قرضخواہ پا گیا اگر زوجہ نے اسکو مال مذکور رہنے دیا ہو یا اسکو قرض دیا ہو تو زوجہ کو قرضخواہ سے پھیر لینا جائز نہیں اور اگر اسنے دیا ہو تاکہ زوج اسمیں تصرف کرے زوجہ کے مالک ہونے پر تو عورت کو زوج کے قرضخواہ سے پھیر لینا جائز ہے زوج کو دفعہ لانہ مالا لیتصرف فیہ ففعل وکثر ذلک فمات الاب ان اعطاہ ھبۃ فالکل لہ والا لہ میراث وتمامہ فی جواہر الفتاوی ایک شخص نے اپنے فرزند کو مال دیا کہ وہ اسمیں تصرف کرے سو اسنے تصرف بطریق تجارت کے کیا اور مال زیادہ ہو گیا جب باپ مرگیا اگر باپ نے اسکو مال ہبہ کیا ہو تو تمام مال فرزند کا ہے اور نہیں تو میراث ہو لینے وہ مال سب ارثوں میں قسمت ہوگا اور پورا بیان اسکا جواہر الفتاوی میں ہے وجہ الثانی بیدیتہ فی اناء ھل یتأکلہا فیہ ان کان یزیل ذفرہ بخلہ یسألہ وجہ الی اناء اخر وھبت لہ ثم اتاہ ان کان یزیل ذفرہ بہا لیس لہ ذلک والا فلہ ایک شخص نے دوسرے کو کھانا بھیجا برتن میں کیا اسکا کھانا اپنا برتن میں منگا سکتا ہے یہ کہکر کہ اگر کھانا مرید ہو جائے تو شوربہ تلخ ہو جائیگا یا نہیں جواب یہ ہے کہ اگر اسکا کھانا مرید ہو جائے تو اسکو منگا سکتا ہے اگر اسکو دوسرے برتن میں کیجئے تو لذت اسکی جاتی رہے اور اگر دوسرے برتن میں کرنے سے لذت نہ جاتی ہو تو اگر دونوں شخصوں میں تکلفی ہو تو بھی اسمیں کھانا مباح ہے اور نہیں تو مباح نہیں ہم فتاوی عالمگیری میں ہے کہ جب تحفہ بھیجا برتن میں اور پھیر دینا ظرف کا رواج اور عادت ہو جیسا کہ پیالی اور تشتری وغیرہ وغیرہ تو وہ شخص اسکا مالک ہوگا اور اگر عادت ظرف پھیرنے کی نہ ہو جیسے ڈالیاں بھلوں کی تو ظرف بھی تحفہ ہے اور اسکا پھیر دینا لازم نہیں پھر جب تحفہ نہ عمدہ ہے نہ قیمتی تو امانت ہوگا دعا قوما الی طعام دفر قہم علی اخوانہ لیس لاھل خوان مناولۃ اھل خوان اٰخر بلا اعطاء سائل وخادم وغیرہ لغیر رب المنزل وکذا کلب ولو لرب البیت الا ان یناولہ الخبز المحترق للاذن عادۃ وتمامہ فی الحجوی ایک شخص نے ایک قوم کے کھانے کی دعوت کی اور لوگوں کو جدا جدا خوانوں پر بانٹ دیا تو ایک خوان والے کو دوسرے خوان والے کو کچھ اپنے پاس سے کھانا دینا جائز ہے اور نہ سائل اور خادم اور غیر صاحب خانہ کی بلی کو دینا جائز ہے اور نہ کتے کو دینا جائز ہے اگرچہ صاحب خانہ نہ کاٹتا ہو مگر یہ کہ اسکو جلی روٹی دے تو جائز ہے کیونکہ عادت میں اسکا اذن ثابت ہے اور پورا بیان اسکا جوہرہ میں ہے درمنتقی نے کہا کہ قیاس تو یہی ہے اور استحسان میں یہ ہے کہ جو شخص اس ضیافت میں ہو اسکو دینا جائز ہے اور اسی قول کو ہم لیتے ہیں بنا پر عالمگیری میں ہے خادم سے مراد وہ خادم ہے

جو دستار خوان پر کھڑا ہوا کذا فی الجوہرہ تو معلوم ہوا کہ صاحب خانہ کا خادم مراد ہے پھر جب اُسکو دینا درست نہوا تو اور خادم کو بطریق اولے دینا جائز نہوگا جوہرہ میں ہے کہ ایک شخص دوسرے کو خط لکھا اور اُسمیں یہ لکھا کہ اُسکی پشت پر جواب لکھے تو مکتوب الیہ کو اُس خط کا پھیر دینا لازم ہوگا اور اُسکو اُسمیں تصرف کرنا درست نہوگا اور اگر جواب پشت خط پر طلب نہیں کیا تو مکتوب الیہ خط کا مالک ہوگا کذا فی الظہیریۃ وفی الخلاصۃ لا یجوز علی الصدقات اور اشباہ میں ہے کہ جبر نہیں صلون پر ہم صلات جمع ہے صلۃ کی اور صلہ عبارت ہے ادائے مال سے بلا مقابلہ عوض مال کے چنانچہ زکوۃ اور نذر اور کفارہ کذا فی الظہیریۃ عن المعراج الا فی اربع شفعۃ ونفقۃ زوجتہ وعین مؤصی بہا ومال وقف صلون پر زبردستی نہیں مگر چار صلون پر زبردستی ہے شفعہ میں اور زوجہ کے نفقہ میں اور اس چیز میں جسکی وصیت کیگئی اور وقف کے مال میں ہم تو شتری پر تسلیم عقار واجب ہے شفیع کو باوجودیکہ شفعہ صلہ شرعی ہے ولہذا اگر شفیع مرجائے تو شفعہ باطل ہوجاتا ہے اور نفقہ زوجہ اگرچہ صلہ ہے ایک اہ سے لیکن دوسری راہ سے عوض ہے کیونکہ وہ احتباس کا بدل ہے اور اسی طرح ناظر پر تسلیم مال واقف واجب ہے اگرچہ وہ صلہ محض ہے اگر بمقابلہ عمل کے نہو اور بانچویں صورت نفقہ اقارب کی ہے اور چھٹی صورت اور اسے دیت ہے عاقلہ پر کیونکہ ایجاب عاقلہ بطریق صلہ کے ہے کذا فی الظہیریۃ وقد خرجت ابیات الوہبانیۃ علی وفق ما فی شرحہا للشرنبلالی فقلت

شعر وَاَبْرَاءُ ذِی نِصْفٍ یَصِحُّ لِمَقْرِہٖ + وَاِبْرَاءُ ذِی کُلٍّ لَیْسَ بِرَاجِعٍ مُطْلَقًا + اور دالبتہ میں نے ابیات وہبانیہ کی تحریر اور ترجمہ کی ہے شرنبلالی کی شرح کے موافق تو میں نے یوں کہا اور دین کا ہبہ کرنے والا رجوع نہیں کرتا ہر طرح لینے خواہ مدیون قبول کرے یا نہ قبول کرے اور نصف دین والے کا ابرا کرنا صحیح ہے اور یہی قول مختار اور محض ہے ہم ابرائے نصف دین کی یہ صورت ہے کہ دو شخصوں کا دین مشترک ہو ایک شخص پر پھر ایک شخص دین معاف کردے تو اگر ذی الدین یوں کہے کہ میں نے اپنا حصہ معاف کردیا تو یہ بالاتفاق صحیح ہے اور اگر یوں کہا بلا اضافت کہ میں نے نصف دین معاف کردیا تو ظاہر الروایۃ یہ ہے کہ یہی صورت کی طرح اُسکا تمام حصہ معاف ہوگا اور بعض نے کہا کہ نصف النصف یعنی چہارم دین معاف ہوگا کذا فی الظہیریۃ وترکہ ظلمۃ نہا + اذا وہبت مہرا ولم یوف یخسی + جبکہ عورت نے اپنے زوج کو مہر ہبہ کیا اپنے حج کروانے پر یا زوج کے ظلم نکرنے پر اور زوج نے شرط مذکور پوری نہ کی تو زوج کو نقصان ہوگا ہم صورت اُسکی ہے کہ بشرط حج کروانے عورت کے یا ترک ظلم کے عورت نے مہر اپنا معاف کیا اور زوج نے قبول کیا پھر نہ اُسکو حج کیا یا ظلم کرنا چھوڑا تو مہر بحال سابق باقی رہیگا اسواسطے کہ عورت ترک مہر پر راضی تھی مگر شرط مذکور سے پھر جب شرط فوت ہوئی تو رضامندی فوت ہوگئی یہی قول منتقی ہے ہاں اگر زوج نادیدہ تھی پر زوجہ کو ملے گا تو البتہ مہر معاف ہوجائیگا اسواسطے کہ جو حق زوج ہے وہ ظلم نہیں کذا فی شرح الوہبانیہ لعبد البر **شعر** + مُعَلَّقُ تَطْلِیقٍ بِاِبْرَاءِ مَہْرِہَا + وَاِنْکَاحِ اُخْرٰی لَوْ یَوَدُّ فَیَظْفَرُ + طلاق کا معلق کرنے والا عورت کے ابراء مہر اور دوسری عورت کے نکاح کرنے پر اگر ابرا کو رد کردے تو ظفر پائیگا یعنے طلاق نہ واقع ہوگی ہم صورت اُسکی یہ ہے کہ زوج نے کہا کہ جب میں تیرے اوپر دوسری عورت کا نکاح کروں اور تو اپنا مہر مجھکو معاف کردے تو تو طالق ہے پھر جب زوجہ نے مہر سے ابرا کیا تو زوج نے ابرا قبول نکیا تو طلاق نہ واقع ہوگی یہ مسئلہ وہبانیہ میں نہیں بلکہ شرنبلالی نے اسکو نظم کیا ہے **شعر** + وَاِنْ قَبَضَ الْاِنْسَانُ مَالَ مَدِیْنِہٖ + فَاَبْرَاُہٗ یُؤْخَذُ مِنْہُ کَالدَّیْنِ اظْہَرِ + اور اگر آدمی نے اپنے مدیون کا مال لیلئے ثمن اُسکا لیا پھر ثمن اُسکا معاف کردیا تو ثمن مذکور اُس سے پھیر لیا جائیگا مانند دین کے یہ قول ظاہر تر ہے ہم ابراء ثمن کی یہ صورت ہے کہ کوئی چیز بیچی اور سپرد سے اُسکا ثمن قبض کیا پھر بائع نے مشتری کو ثمن معاف کردیا بعض قبض کے نزدیک ابرا صحیح ہے اور مشتری نے جو ثمن دیا تھا اُسکو بائع سے پھیر لے گا اسی طرح اگر دو اثنین بعد قبض دین مدیون کو دین معاف کردے تو مدیون اُس سے دین پھر لیگا **شعر** وَمِنْ دُوْنِ اِبْرَاءٍ فِی الْبِنَاءِ صَحِیْحُہٗ + وَعِنْدِیْ فِیْہِ وَقْفَۃٌ فَیُحَرَّرُ + اور زمین کے سوا غیر عمارت میں ہبہ کرنا صحیح ہے اور میرے نزدیک اسمیں توقف اور تامل ہے تو اسکی تحریر اور تحقیق کرنا چاہیئے قلت وجہ توقفی تصویرہم فی کتاب الرہن بان رہن البناء دون الارض علی عکسہ لا یصح لانہ کالشائع فتامل منہ میں کہتا ہوں اور میرے توقف کی وجہ مسئلہ مذکورہ میں تصویر کرنا فقہا کا ہے کتاب الرہن میں اس مسئلے کا کہ رہن رکھنا عمارت کا بدون زمین کے اور زمین کا رہن رکھنا بدون عمارت کے صحیح نہیں اسواسطے کہ یہ شائع کے مانند ہے تو اسمیں تامل کرم اصل تحریر [illegible]

کنز الدقائق - فقہ کی معتبر کتاب مصنفۂ نصیر الدین کرمانی۔

مالابدمنہ وصیت نامہ - مصنفۂ قاضی ثناء اللہ پانی پتی۔

فقہ عربی

فتاوی عالمگیری - علمائے متفق ہو کر مسائل ضروریہ فقہ عبادات اور معاملات کو ایک اعلیٰ درجے کا ذخیرہ عہد دولت عالمگیر مین بموجب مجوزۂ بادشاہ کے بنایا جسکی چار جلد ہین کاغذ سفید۔

۱- جلد اول - جسمین مسائل کتاب الطہارۃ سے تا کتاب الحج ہین۔

۲- جلد دوم - کتاب النکاح سے تا کتاب الوقف مسلسل ہندسہ جلد اول و دوم لگیا ئی۔

۳- جلد سوم - کتاب البیوع سے کتاب الغصب تک۔

۴- جلد چہارم - کتاب الشفعہ سے تا کتاب الفرائض۔

یہ فتاوی کثیر الضخامت کمال درجہ کا مستند اور مستدل ہی کہ تمام قلمرو زیر حراست بلاد اسلامی مین اسی فتاوی کے مسائل پر خواہ وہ مسائل عبادت سے ہون یا معاملات سے عملدرآمد اور انجاح کار عدالت اسلامی کا اسی کتاب کے مسائل پر موقوف ہی اور علماے ہند کا اسپر اتفاق ہی کیا غریب صنعت چھاپہ کی اختراع ہوئی ہی کہ جسکے ذریعہ سے ایسی کتابین بڑے بڑے حجم کی خوشخط اور اصحت مین خوب میسر آجاتی ہین اور اس بارزانی کے ساتھ تمام ملک محروسہ اسلامی وغیرہ شہرون مین مل سکتی ہین یہ انسان کو ایک موہبت موہب علمی الٰہی سے تصور کرنا اور شکر بجا لانے کا مقام ہی لہذا اہل علم ایسے گوہر بے بہا کو نقد جان سے اگر خرید فرماوین تو بجا ہی۔

عینی شرح ہدایہ - حامل المتن اور حاشیہ پر پورا ہدایہ بھی چڑھا ہی مولفہ شیخ ابا محمد بن احمد العینی یہ شرح بہت کمیاب اور نادرات سے ہی سارے ہندوستان مین تلاش صرف ایک کتاب بہم پہونچی جسکی نقل ہوکر بصحت و کوشش تمام چھپی یہ کتاب چار جلد مین ہی۔

۱- جلد اول - کتاب الطہارت سے تا کتاب الحج - دو ٹکڑے - یعنی دو حصے مین

۲- جلد دوم - کتاب النکاح سے تا کتاب الوقف دو ٹکڑے یعنے دو حصے مین

۳- جلد سوم - کتاب البیوع سے تا کتاب الغصب۔

۴- جلد چہارم - کتاب الشفعہ سے تا مسائل شتی۔

درمختار فی شرح تنویر الابصار - بہت عمدہ فتاوی اہل اسلام کے مسائل اور فتوون کا اس کتاب پر زیادہ مدار ہی اول تو اسکا متن تنویر الابصار ہی ایک جامع کتاب ہی اور جب اسکی شرح ہوگئی پھر تو کوئی مسئلہ کوئی احتمال کوئی جزئی مسئلہ باقی نہ رہا مولانا بالفضل اولنا مشہور خاص و عام گروہ اسلام محمد ملا و الدین حنفی اسکے مصنف ہین سبحان اللہ خدائے تعالی نے استخراج مسائل اور اختراع جزئیات کی قوت استعدادی اور ملکۂ راسخہ انکو ایسا عطا فرمایا تھا کہ حتی الوسع انھون نے اپنے تبحر و فضیلت سے کوئی بات ناتمام نہین چھوڑی - احتمال سے احتمال اور جزئی سے جزئی اور مسئلہ سے مسئلہ پیدا کیا ہی اگرچہ علم فقہ کے بہت سے فتاوی مثل فتاوی عالمگیری اور فتاوی قاضی خان اور فتح القدیر اور عینی اور کنز الدقائق وغیرہ تصنیف ہوے ہین اور ہر ایک کی شان علیحدہ علیحدہ ہی مگر جس خوبی اور بسط اور انکشاف مسائل کی یہ کتاب تصنیف ہوئی ہی اسکی طرز ہی سب سے نرالی ہی عبارت نہایت صاف اور سلیس ہی جسمین اجنبی اور غریب لغت نام کو بھی نہین اور فی الحقیقت ایسے عالیشان فتاوی کی ایسی ہی عام فہم عبارت ہونی چاہیے۔

۱- جلد اول - کتاب الطہارۃ سے کتاب الحج تک۔

۲- جلد دوم - کتاب النکاح سے کتاب الوقف تک

۳- جلد سوم - کتاب البیوع سے کتاب الغصب تک۔

۴ جلد چہارم۔ کتاب الشفعہ سے تا مسائل شتی۔
فتاوی قاضی خان۔ مصنفہ قاضی حسن بن منصور بن محمود آذرجندی مع فتاوی برہیہ حاشیہ پر بڑے رسالے کا فتاوی ہی مقبول العلما بڑی کوشش سے بصحت تمام چھپا ہی چار جلد مین

۱۔ جلد اول۔ کتاب الطہارت سے کتاب الحج تک۔
۲۔ جلد دوم۔ کتاب النکاح سے کتاب الوقف تک۔
۳۔ جلد سوم۔ کتاب البیوع سے کتاب الغصب تک
۴۔ جلد چہارم۔ کتاب الشفعہ سے تا مسائل شتی۔
اور اکثر ارباب افتا کا اسی کے مسائل پر عمل ہی۔
عینی شرح کنز الدقائق۔ محشی کتاب البیوع سے کتاب الغصب تک مصنفہ عبد اللہ بن احمد النسفی۔
جامع الرموز۔ متداول بین العلماء از کتاب الطہارۃ تا کتاب القضا چار حصہ۔
شرح وقایہ۔ مصنفہ محمود بن صدر الشریعۃ بن عبید اللہ بن مجال الدین المحبوبی محشی مع رسالہ دائرہ ہندیہ از مولوی خادم احمد فقہ حنفیہ کی درسی کتاب ہی جلد بن اولین عبادات مین چھپین۔

شرح وقایہ مع چلپی۔ حاشیہ شرح وقایہ کا نہایت مستند ہی کمال درجہ کا محشی ہو کر چھپا ہی چار جلد یعنے کتاب الطہارۃ کتاب النکاح و کتاب البیع و کتاب الشفعہ اور حواشی کی کثرت سے تھے اور کاغذ حاشیہ کا مکتفی نہ تھا لہذا علحدہ اوراق پر چھاپ کر اپنی جگہ پر لگا دیے ہین۔
ذخیرۃ العقبی۔ حاشیہ شرح وقایہ کا مصنفہ علامہ اخی یوسف بن جنید چھاپہ کلکتہ سے نقل ہو کر چھپا۔
ملا مسکین۔ حاشیہ شرح وقایہ مصنفہ ملا اخوند مسکین کتاب البیوع سے کتاب الوصایا تک
مختصر وقایہ۔ مصنفہ صدر الشریعۃ عبید اللہ اسمین کتاب الطہارت و کتاب النکاح و کتاب البیع و کتاب الشفعہ کے چار دن حصون کا بیان ہی۔
فتاوی کنز الدقائق۔ محشی مصنفہ عبد اللہ بن مسعود النسفی چار جلد مین کتاب الطہارت و کتاب النکاح و کتاب البیع و کتاب الشفعہ و ما یتعلق بہا سب مذکور ہین دو ہزہ حاشیہ ہی
قدوری۔ مصنفہ ابو الحسن بن احمد بن محمود بن جعفر البغدادی تصحیح علماے فرنگی محل طبع ہوئی۔
شرح الیاس۔ محشی چار دن جلد کتاب الطہارۃ سے تا کتاب الشفعہ اسمین مذکور ہین۔

جلدین اولین۔

جلدین آخرین۔
ایضاً۔ کاغذ فاختائی۔
ایضاً۔ مطبوعہ قدیم کاغذ سفید۔
عمدۃ البضاعۃ فی مسائل الرضاعۃ بچون کے دودھ پلانے کی حد میعادی از راہ شریعت۔

اصول فقہ عربی

حسامی محشی۔ متن مسمی بہ مصنفہ مولانا سام الحق بصحت علماے فرنگی محل لکھنؤ چھپی۔
کتاب التحقیق۔ معروف بہ نہایۃ التحقیق یہ شرح حسامی کی ہی از مولوی عبد العزیز بن احمد البخاری بصحت علماے فرنگی محل چھپی۔
اصول شاشی۔ محشی۔
توضیح تلویح۔ مع سہ حاشیہ کمیاب مصنفہ صدر الشریعۃ۔
۱۔ حاشیہ چلپی۔ مصنفہ حسن چلپی
۲۔ حاشیہ شیخ الاسلام۔ از ملا شیخ الاسلام
۳۔ حاشیہ خسرو۔ مصنفہ ملا خسرو۔
اشباہ النظائر۔ شرح حموی از سید احمد بن محمد حنفی۔
شرح مسلم الثبوت۔ مصنفہ بحر العلوم ملا عبد العلی بصحت فرنگی محل چھپی۔
نور الانوار۔ شرح منار اصول فقہ مین تصنیف مشہور از ملا جیون مستند عالمگیر محشی بحواشی و ذیل حاشیہ قمر الاقمار و رسالہ احکام النفاس و رسالہ ترویح الجنان۔